سیرتِ معصومین علیہم السلام
احسنُ المقال
ترجمہ
منتہی الآمال
مؤلف
ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمی
ترجمہ
مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ
مصباح القرآن ٹرسٹ
لاہور پاکستان

ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمیؒ

ترجمہ

مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔سیرت معصومینؑ۔ احسن المقال جلد دوم

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم۔۔۔۔۔۔۔مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح۔۔۔۔۔۔۔مولانا محمد سعید الحسن

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔2014ء

ناشر۔۔۔۔۔۔۔مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 0321-4481214,042-37314311

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عرصہ دراز سے دورِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشر واشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُر وقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''سیرت معصومین علیہم السلام'' ثقۃ المحدثین علامہ شیخ عباس قمیؒ کی عظیم تصنیف ''منتھی الآمال'' ۔احسن المقال کا اُردو ترجمہ ہے۔کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے جس میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالات زندگی اور انکے کمالات وفضائل کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔جبکہ دوسری جلد میں خلفائے راشدین اور بادشاہانِ بنو اُمیہ اور بنی عباس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ سیّد صفدر حسین نجفی نے کیا ہے، جو پہلے بھی بہت سی علمی کتب کے ترجمے کر چکے ہیں۔یہ کتاب قارئین کرام کے لئے عموماً جبکہ خطیب حضرات کیلئے خصوصاً بے بہا علمی خزانہ ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسب سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز و آراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

۞۞۞۞۞۞

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

باب الحوائج الی اللہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تاریخ وسوانح اور اس کی چند فصول ہیں۔

پہلی فصل: آنجناب کی ولادت اسم مبارک کنیت اور لقب

آپؑ کی ولادت باسعادت اتوار کے دن ماہ صفر کی سات تاریخ ۱۲۸ھ ایک سو اٹھائیس ہجری مقام ابوا میں جو کہ ایک منزل کا نام ہے مکہ و مدینہ کے درمیان واقعہ ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک موسیٰ اور مشہور کنیت ابوالحسن اور ابوابراہیم ہے اور آپؑ کے القاب کاظم، صابر، صالح اور امین ہیں۔ آپؑ کا مشہور لقب وہی کاظم ہے یعنی خاموش اور غصہ کو پی جانے والا۔ کیونکہ آپؑ نے دشمنوں کے ہاتھ سے بہت مصیبتیں اٹھائیں لیکن ان کے لیے بددعا اور نفرین نہیں کی یہاں تک کہ آپؑ کی قید کے زمانہ میں کئی دفعہ کمین گاہ میں آبیٹھے، لیکن انہوں نے ایک لفظ بھی خشم آمیز نہ سنا اور ابن اثیر جو کہ ایک متعصب سُنی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت کو کاظم کا لقب دیا گیا، کیونکہ آپ ہر اس شخص سے نیکی کرتے جو آپؑ سے برائی کرتا اور آپؑ کی ہمیشہ کی عادت تھی لیکن آپؑ کے اصحاب تقیہ کی وجہ سے کبھی عبد صالح کبھی فقیہ یا علم وغیرہ سے تعبیر کرتے اور آپ لوگوں کے درمیان باب الحوائج کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت کی طرف شفاء امراض اور ظاہری و باطنی بیماریوں اور اعضاء و جوارح کے دردوں کے کے لیے خصوصاً آنکھ کے درد کے لیے متوسل ہونا مجرب ہے اور آپؑ کا نقش خاتم حسبی اللہ اور دوسری روایت ہے الملک للہ وحدہ تھا اور آپؑ کی والدہ علیا مخدرہ حمیدہ مصفاۃ ہیں جو کہ اشراف اعاظم میں سے تھیں۔ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حمیدہ خاتون ہر قسم کی ناپاکی سے عمدہ سونے کی طرح صاف و شفاف ہے ہمیشہ ملائکہ اس کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مجھ تک پہنچی بسبب اس کرامت کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لیے اور میرے بعد کی حجت کے لیے ہے۔

شیخ کلینی قطب راوندی اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ ابن عکاشہ اسدی امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ان کی خدمت میں کھڑے تھے۔ حضرت نے ابن عکاشہ کی عزت و تکریم کی اور اس کے لیے انگور منگوائے۔ گفتگو کے دوران ابن عکاشہ نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ کیوں جناب جعفر علیہ السلام کی شادی نہیں کرتے، حالانکہ وہ شادی کے سن کو پہنچ چکے ہیں۔ آپؑ کے پاس سونے کی تھیلی رکھی ہوئی تھی آپؑ نے فرمایا بہت جلدی ایک بردہ فروش اہل بربر میں سے آئے گا اور میمون کے مقام پر قیام کرے گا اور اس زر سے اس کے لیے ایک کنیز خریدوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ چند دنوں کے بعد میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ اس بردہ فروش کی بات تمہیں بتاؤں کہ جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ میں اس سے جعفرؑ کے لیے ایک کنیز خرید کرونگا۔ اب وہ آچکا ہے، جاؤ اور اس تھیلی

کے ساتھ اس سے ایک کنیز خرید کر لے آؤ۔ جب ہم اس بردہ فروش کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا جو کنیزیں میرے پاس تھیں میں وہ سب بیچ چکا ہوں، اب میرے پاس صرف دو کنیزیں رہ گئی ہیں کہ جن میں سے ایک دوسری سے بہتر ہے۔ ہم نے کہا کہ انہیں لے آؤ تا کہ ہم دیکھیں جب وہ انہیں لے آیا تو ہم نے کہا کہ یہ کنیز جو زیادہ خوبصورت ہے کتنے میں بیچو گے، کہنے لگا اس کی آخری قیمت ستر دینار ہے۔ اس نے کہا کہ احسان کرو ہم اس قیمت سے کچھ کم کرو، کہنے لگا بالکل کم نہیں کروں گا، ہم نے کہا کہ جو کچھ اس تھیلی میں ہے اس سے ہم خرید کرتے ہیں، ایک سفید پوش بزرگ اس کے ساتھ تھا، وہ کہنے لگا اس کی مہر توڑ کر اس کو شمار کرو، بردہ فروش کہنے لگا فضول ہے اس کو کھولنا اگر ستر دینار سے ایک دانہ بھی کم ہوا تو میں نہیں بیچوں گا۔ وہ بوڑھا کہنے لگا مہر توڑ کر شمار کرو۔ جب ہم نے شمار کیا تو ستر دینار تھے نہ کم نہ زیادہ، پس وہ کنیز لے کر ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آپؑ کے پاس کھڑے تھے اور جو کچھ واقعہ گزر رہا تھا وہ ہم نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت نے ہماری تعریف کی اور کنیز سے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا میرا نام حمیدہ ہے، فرمایا تو دنیا میں پسندیدہ اور آخرت میں تیری حمد و تعریف کی جائے گی۔ مولف کہتا ہے کہ جو کچھ میرے لیے بعض روایات سے ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مخدرہ اتنی فقیہ اور احکام و مسائل کو جاننے والی تھیں کہ حضرت صادق علیہ السلام عورتوں کو حکم دیتے کہ اخذ مسائل اور احکام دین میں جناب حمیدہ کی طرف رجوع کرو۔

شیخ کلینی و صفار اور دوسرے علماء ابو بصیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جس سال حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تو میں حضرت صادق علیہ السلام کی معیت میں سفر حج پر جا رہا تھا، جب ہم منزل ابواء میں پہنچے تو حضرت نے ہمارے لیے صبح کا کھانا منگوایا تو زیادہ اور عمدہ کھانا لے آئے، کھانے کے دوران حمیدہ کی طرف سے قاصد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جناب حمیدہ کہہ رہی ہیں کہ مجھ میں وضع حمل کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اور آپؑ نے فرمایا تھا کہ جب اثر ظاہر ہو تو مجھے خبر دینا، کیونکہ یہ بچہ دوسرے بچوں کی طرح نہیں ہے، پس حضرت شاد و خوشحال اٹھے اور حرم کے خیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد شگفتہ اور ہنستے ہوئے آستین الٹی ہوئیں تشریف لائے، ہم نے عرض کیا خدا ہمیشہ آپ کے لبوں کو ہنستے ہوئے اور دل کو خوش رکھے، حمیدہ کی حالت کیسی ہے، حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے ایسا بیٹا عطا فرمایا ہے جو کہ بہترین خلق خدا ہے اور حمیدہ نے اس کے متعلق چند امور کی خبر دی کہ جن پر میں اس کی نسبت زیادہ مطلع تھا، ابو بصیر نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں حمیدہ نے آپؑ کو کیا بتایا ہے، آپ نے فرمایا حمیدہ نے کہا ہے کہ جب وہ مولود مبارک زمین پر آیا ہے تو اس نے اپنے ہاتھ زمین پر رکھ دیئے اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا ہے، میں نے اس سے کہا ہے کہ ایسے ہی ہے حضرت رسولؐ اور ہر اس امام کی ولادت کی علامت جو کہ آپؑ کے بعد ہیں۔

شیخ برقی نے منہال قصاب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں مکہ سے نکلا مدینہ سے مشرف ہونے کے قصد سے جب میں ابواء سے گزر رہا تو میں نے دیکھا کہ خداوند عالم نے حضرت صادق علیہ السلام کو مولود عطا فرمایا ہے، پس میں حضرت سے پہلے مدینہ میں وارد ہوا اور حضرت مجھ سے ایک دن بعد تشریف لائے، پس آپؑ نے تین دن تک لوگوں کو کھانا کھلایا اور میں ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے حضرت کا کھانا کھایا اور اتنا کھانا کھاتا کہ دوسرے دن تک کھانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی کہ پھر آپؑ کے دسترخوان پر

آ کے کھاتا اور تین دن تک میں نے آپؑ کے کھانے سے اتنا کھایا کہ میرا پیٹ پر ہو جاتا اور کھانے کے بوجھ سے تکیہ کا سہارا لیتا اور پھر دوسرے دن کوئی چیز نہ کھاتا۔ روایت ہے کہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کو اپنے بیٹے موسیٰؑ سے کتنی محبت ہے، فرمایا اتنی محبت ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میرا اس کے علاوہ کوئی دوسرا بیٹا نہ ہوتا تو میری پوری محبت اسی کے لیے ہوتی اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہوتا۔

شیخ مفید نے یعقوب سراج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں دیکھا کہ آپؑ اپنے بیٹے ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہیں اور وہ گہوارے میں ہیں۔ پس آپ اس سے طویل وقت تک راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے میں بیٹھ گیا، یہاں تک کہ آپ فارغ ہوئے، پس میں اٹھ کر آپؑ کے پاس گیا تو فرمایا جاؤ اور اپنے مولا کو سلام کرو۔ میں ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے قریب گیا اور ان کو سلام کیا تو انہوں نے فصیح زبان میں مجھے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد فرمایا جا کر اپنی لڑکی کا نام تبدیل کرو جو تم نے کل رکھا تھا، کیونکہ وہ ایسا نام ہے جسے خدا مبغوض رکھتا ہے، یعقوب کہتا ہے کہ خداوند عالم نے مجھے ایک بیٹی کرامت فرمائی تھی اور میں نے اس کا نام حمیرا رکھا تھا، حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا اطاعت کرو اپنے مولا کے حکم کی تاکہ رشد یعنی راہ راست تمہیں نصیب ہو، پس میں اپنی لڑکی کا نام بدل دیا۔

دوسری فصل

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مکارِم اخلاق اور آپ کی عبادت، سخاوت مناقب ومفاخر کے مختصر واقعات

کمال الدین بن طلحہ شافعی آپؑ کے حق میں کہتا ہے وہ امام ہیں بڑی قدر ومنزلت والے عظیم الشان کثیر التہجد اطاعت خدا میں زیادہ جدوجہد کرنے والے عبادت کے ساتھ مشہور اور اطاعت پر دوام پابندی اور مواظبت رکھنے والے کرامات کے ساتھ مشہور ساری رات سجدہ وقیام میں گزار دینے والے اور دن کو صدقہ اور روزے میں بسر کرنے والے اور بہت زیادہ علم والے اور تقصیر کرنے والوں کے جرم سے درگزر کرنے کے سبب ان کے حق میں کاظم کہا گیا ہے اور جو آپؑ سے برائی کرتا ہے اسے اچھائی اور نیکی کی جزا دیتے اور جو آپؑ سے زیادتی اور جنایت کرتا اسے عفو کرتے اور زیادہ عبادات کی وجہ سے ان کا نام عبد صالح ہو گیا اور عراق میں باب الحوائج الی اللہ کے لقب سے مشہور ہیں کیونکہ جو شخص آپؑ سے متوسل ہوا اس نے اپنی حاجت پائی، ان کی کرامات پر عقلیں حیران اور فیصلہ کرتی ہیں کہ انہیں خدا کے پاس قدم صدق کا مقام حاصل ہو گیا ہے جو نہ ٹلتا ہے اور نہ اپنی جگہ سے ہٹتا ہے۔ انتہی

خلاصہ یہ کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے اہل زمانہ سے زیادہ عابد سب سے سخی اور تمام لوگوں سے گرامی قدر تھے اور روایت ہے کہ آپؑ رات کے وقت نوافل کے لیے کھڑے ہوتے اور مسلسل نماز پڑھتے رہتے، نماز صبح تک اور جب صبح کی واجب نماز پڑھ لیتے تو سورج نکلنے تک تسبیحات پڑھتے رہتے پھر سجدہ الٰہی میں جاتے اور مسلسل سجدہ اور خدا کی حمد میں رہتے اور سر نہ اٹھاتے، قریب زوال تک اور یہ دعا بہت پڑھتے اللھم انی اسئلك الراحته عند الموت والعفو عند الحساب اور بار بار یہ کہتے اور نیز یہ بھی آپ کی دعا تھی عظم الذنب من عبدك فليحسن العفو من عندك اور خوف خدا سے اتنا گریہ کرتے کہ آنسوؤں سے آپؑ کی ریش مبارک تر ہو جاتی اور تمام لوگوں کی نسبت آپ کا صلہ رحم اور احسان اپنے اہل وعیال اور ارحام کے لیے زیادہ تھا اور فقراء مدینہ کی پرستاری فرماتے جب رات ہوتی تو اپنی پشت پر زنبیل اٹھا لیتے جن میں سونا چاندی کے درہم و

دینار، آٹا خرمے ہوتے اور وہ ان کے لیے لے جاتے اور فقراء کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ چیزیں کس کی طرف سے ہیں اور وہ بزرگوار کریم تھے اور ہزار غلام آزاد کئے تھے اور ابوالفرج کہتا ہے کہ جب حضرت کو یہ خبر ملتی کہ فلاں شخص پریشان اور بدحال ہے تو آپؑ اس کے لیے دیناروں کی تھیلی بھیجتے اور آپؑ کی تھیلیاں تین سو اور دو سو دینار کے درمیان تھیں اور آپؑ کی وہ تھیلیاں زیادتی مال کے لحاظ سے مشہور تھیں اور لوگوں نے حضرت سے روایت وہ اپنے زمانہ کے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ حافظ قرآن تھے جو آپؑ کی تلاوت سنتا تو گریہ کرنے لگتا اور مدینہ کے لوگ آپؑ کو زین المجتہدین کہتے اور غصہ پی جانے اور جو ظالمین کی طرف سے آپؑ پر ظلم ہوتا اس پر صبر کرنے کی وجہ سے آپ کا نام کاظم ہو گیا یہاں تک کہ وہ قید و بند میں شہید ہو کر رخصت ہوئے اور فرماتے تھے کہ میں ہر روز پانچ ہزار دفعہ استغفار کرتا ہوں اور خطیب بغدادی (جو کہ اعاظم اہل سنت اور ان کے موثق اور قدیم مورخین میں سے ہے) کہتا ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو شدت عبادت اور کوشش و اجتہاد کی وجہ سے عبد صالح کہتے تھے اور کہتا ہے کہ روایت ہوئی ہے کہ حضرت مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اول شب سر سجدہ میں رکھا میں لوگوں نے سنا کہ مسلسل کہہ رہے تھے۔ **عظم الذنب من عبدك فليحسن العفو من عندك** اور یہ بار بار کہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اس روایت میں ہے کہ جو مامون نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ہارون الرشید کے پاس جانے کے سلسلے میں نقل کی ہے، مامون کہتا ہے کہ اچانک میرے باپ کے ہاں ایک سن رسیدہ بزرگ آئے کہ جن کا چہرہ شب بیداری اور عبادت سے زرد اور متورم رنجور اور لاغر کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ خشک مشک کی طرح ہو گئے تھے اور سجدوں کی کثرت نے ان کے چہرہ اور ناک کو زخمی کر دیا تھا اور آپ پر جو صلوات بھیجی جاتی ہے اس میں آپ کی توصیف میں کہا گیا ہے اے طویل سجدوں اور زیادہ آنسوؤں والے۔

مولف کہتا ہے کہ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند روایات حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مناقب و مفاخر کی بیان کروں۔

پہلی روایت: رات دن آپؑ کے سجدے اور عبادت کا بیان

شیخ صدوق نے عبداللہ قزوینی سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں فضل بن ربیع کے پاس گیا وہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا تھا جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو اس نے مجھے بلایا جب میں اس کے قریب گیا تو کہنے لگا! اس روشن دان سے اس مکان میں دیکھو تمہیں کیا نظر آتا ہے میں کہا زمین پر پڑا ہوا ایک کپڑا مجھے نظر آتا ہے۔ اس نے کہا اچھی طرح دیکھو جب میں نے غور کیا تو کہا کہ کوئی شخص سجدہ میں پڑا ہے، کہنے لگا کہ کیا اسے پہچانتے ہو میں نے کہا کہ نہیں، اس نے کہا کہ یہ تیرا آقا و مولا ہے میں نے کہا میرا مولا کون ہے، وہ کہنے لگا کہ تو میرے سامنے تجاہل کرتا ہے، میں نے کہا کہ میں کسی کو اپنا مولا گمان نہیں کرتا، اس نے کہا یہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں، میں رات دن ان کے حالات کی دیکھ بھال کرتا ہوں لیکن انہیں نہیں دیکھتا، مگر اسی حالت میں جو تم دیکھ رہے ہو جب صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو سورج نکلنے تک تعقیبات میں مشغول ہیں پھر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور مسلسل زوال شمس تک سجدہ میں رہتے ہیں اور کسی کو

موکل کیا ہے کہ جب سورج زوال کرے تو وہ انہیں خبر دے، جب سورج زوال کرتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں اور تجدید وضو کیے بغیر نما زمیں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ وہ سجدہ میں سوئے نہیں تھے، جب ظہر وعصر کی نماز نوافل کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں تو پھر غروب آفتاب تک سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور جب شام ہو جاتی ہے تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حدث کیے اور تجدید وضو کیے بغیر نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں اور مسلسل نماز وتعقیبات میں رہتے ہیں یہاں تک کہ نماز عشاء کا وقت ہو جاتا ہے اور وہ نماز عشاء ادا کرتے ہیں اور جب نماز عشاء کے تعقیبات سے فارغ ہوتے ہیں تو بریانی سے افطار کرتے ہیں، جو ان کے لیے لے آتے ہیں پھر تجدید وضو کرتے ہیں اور اس کے بعد سجدہ بجالاتے ہیں اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے بستر خواب پر استراحت کرتے ہیں پھر کھڑے ہو کر تجدید وضو کرتے ہیں اور مسلسل عبادت نماز دعا اور تضرع وزاری میں صبح تک رہتے ہیں اور صبح طلوع کرتی ہے تو نماز صبح میں مشغول ہو جاتے ہیں اور جب سے انہیں میرے پاس لے آئے ہیں ان کی یہی عادت ہے اور اس حالت کے علاوہ میں نے ان سے کوئی چیز نہیں دیکھی، جب میں نے اس سے یہ باتیں سنیں تو میں نے کہا کہ خدا سے ڈرو اور کوئی بُرا ارادہ ان کے متعلق نہ کرنا ورنہ وہ تمہاری نعمت کے زوال کا سبب ہوگا، کیوں کہ جس شخص نے بھی ان سے برائی کی ہے وہ بہت جلدی دنیا میں اپنی جزا کو پہنچا ہے، فضل کہنے لگا بارہا میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ میں انہیں شہید کروں لیکن میں نے یہ پیش کش قبول نہیں کی اور انہیں بتادیا ہے کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا، اور اگر مجھے قتل بھی کر دیں تو بھی جس چیز کی توقع مجھ سے رکھتے ہیں میں وہ نہیں کروں گا۔

دوسری روایت:

حضرت کی اس دعا میں ہے جو قید سے چھٹکارا کے متعلق ہے اور نیز روایت کی ہے ماجیلویہ سے علی بن ابراہیم سے اس کے باپ سے وہ کہتا ہے میں نے بعض اصحاب سے سنا وہ کہتا تھا کہ جس وقت ہارون الرشید نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو قید کیا تو رشید کی طرف سے آپ کو یہ خبر پہنچی تھی کہ وہ انہیں قتل کر دے گا جب رات ہوئی تو آپؑ نے تجدید وضو کی اور قبلہ رخ ہو کر چار رکعت نماز پڑھی پس یہ دعا زبان پر جاری کی ''یا سیدی نجنی من حبس هارون رشید و خلصنی من یده یا مخلص الشجر من بین رمل وطین وماء ویا مخلص اللبن من بین فرث ودم و یا مخلص الولد من بین مشیمة ورحم ویا مخلص النار من بین الحدید والحجر ویا مخلص الروح من بین الاحشاء والامعاء خلصنی من یدی هارون''

وہ کہتا ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تو سیاہ رنگ کا مرد ہارون کو عالم خواب میں نظر آیا اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور اس کے سرہانے کھڑا اور کہہ رہا تھا اے ہارون موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو رہا کر دے ورنہ تیری گردن اس تلوار سے اڑادوں گا۔ ہارون ڈرا اور حاجب کو بلایا اور کہا کہ زندان میں جاؤ اور موسیٰؑ کو رہا کر دو، حاجب باہر آیا اور زندان کا دروازہ کھٹکھٹایا، زندانبان کہنے لگا کون ہے، کہنے لگا خلیفہ موسیٰؑ کو بلا رہا ہے، زندانبان نے کہا اے موسیٰ خلیفہ آپؑ کو بلا رہا ہے ہیں، حضرت ڈرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے رات کے وقت کسی برائی کے علاوہ نہیں بلایا، پس آپ غمناک ہارون کے پاس آئے اور

سلام کیا، ہارون نے سلام کا جواب دیا اور کہا آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا اس رات کوئی دعا آپؑ نے مانگی ہے فرمایا ہاں۔ کہنے لگا کیا دعا مانگی ہے فرمایا تجدید وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی ہے اور آنکھیں آسمان کی طرف بلند کی ہیں اور میں نے کہا ہے کہ اے میرے سید و سردار مجھے ہارون کے ہاتھ اور شر سے نجات دے۔

ہارون نے کہا کہ خداوند عالم نے آپؑ کی دعا قبول کی ہے پس آپ کو تین خلعتیں دیں اور اپنا گھوڑا سواری کے لیے دیا اور آپؑ کی عزت و تکریم کی اور اپنا ندیم بنایا۔ پھر کہنے لگا وہ دعا کے کلمات مجھے تعلیم کیجیے پھر انہیں حاجب کے سپرد کیا کہ انہیں ان کے گھر پہنچا دو اور موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس شریف و کریم ہوئے اور ہر جمعرات کو اس کے پاس آتے تھے یہاں تک کہ دوبارہ آپؑ کو قید کر دیا اور پھر رہا نہیں کیا یہاں تک کہ آپؑ کو سندی بن شاہک کے سپرد کیا اور اس ملعون نے آپؑ کو زہر سے شہید کر دیا۔

تیسری روایت: ہارون کی کنیز کا آپؑ کی برکت سے عبادت گزار ہو جانا

روایت ہے کہ ہارون رشید نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس ایک عقلمند اور صاحب جمال کنیز کو زندان میں بھیجا، جب کہ آپؑ قید میں تھے اور ظاہراً اس کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ شاید حضرت اس کنیز کی طرف میل و رغبت کریں تو آپؑ کی قدر و منزلت لوگوں کی نظر میں کم ہو جائے یا حضرت کو ختم کرنے کا کوئی بہانہ مل سکے اور ایک خادم بھیجا جو حالات کی جستجو کرے اس خادم نے دیکھا کہ وہ کنیز مسلسل سجدہ الٰہی میں ہے اور سر نہیں اٹھاتی اور وہ کہتی ہے قدوس قدوس، سبحانک سبحانک سبحانک سبحانک، پس اس کنیز کو ہارون کے پاس لے گئے تو دیکھا کہ وہ خوفِ خدا کے مارے کانپ رہی ہے اور اس کی نگاہیں آسمان کی طرف ہیں اور وہ نماز میں مشغول ہوگئی۔ اس سے کہا گیا کہ یہ کیسی حالت ہے، جو تجھ میں پیدا ہوگئی ہے وہ کہنے لگی کہ میں عبد الصالح کو اسی طرح دیکھا ہے اور ہمیشہ وہ کنیز اسی حالت میں رہی یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی اور ابن شہر آشوب نے اس روایت کو زیادہ تفصیل سے ذکر کیا ہے اور علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جلاء العیون میں لکھا ہے۔

چوتھی روایت: حضرت کا عمری بدکردار کے ساتھ حسن خلق

شیخ مفید اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص خلیفہ دوم کی اولاد میں سے رہتا تھا جو ہمیشہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو تکلیف دیتا اور آپؑ کو برا بھلا کہتا اور جب حضرت کو دیکھتا تو امیر المومنین کو گالیاں دیتا تھا یہاں تک کہ آپؑ کے متعلقین میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اس فاجر کو قتل کر دیں۔ آپؑ نے انہیں سختی کیساتھ اس کام سے منع کیا اور انہیں جھڑک دیا اور پوچھا کہ وہ شخص کہاں ہے عرض کیا گیا مدینہ کی فلاں طرف زراعت میں مشغول ہے حضرتؑ سوار ہوئے اور مدینہ سے اسے دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے، جب پہنچے تو وہ اپنے کھیت میں کھڑا تھا۔ حضرت اسی طرح گدھے پر سواری کی حالت میں اس کے کھیت میں داخل ہو گئے وہ شخص چلانے لگا کہ ہماری زراعت کو خراب نہ کرو اور اسی راستہ سے نہ آؤ، حضرت جس طرح جا رہے تھے

چلتے رہے یہاں تک کہ اس کے قریب جا کر بیٹھ گئے اور اس سے کشادہ روئی کے ساتھ ہنستے ہوئے باتیں کرنے لگے اور اس سے سوال کیا کہ تو نے اس کھیت پر کتنا خرچ کیا ہے کہنے لگا کہ سو اشرفی، آپ نے فرمایا کتنی امید ہے کہ اس سے حاصل کرے، کہنے لگا میں غیب نہیں جانتا، آپؑ نے فرمایا میں نے کہا کتنی آمدنی کی تجھے امید ہے کہنے لگا امید ہے کہ دو سو اشرفی آمدنی ہوگی۔

پس آپ نے کیسہ زر نکالا کہ جس میں تین سو اشرفیاں تھیں اور اس کو دے دیا اور فرمایا اسے لے لو اور تیری زراعت بھی تیرے لیے ہے اور خدا تجھے اس سے روزی دے گا کہ جس کی تو امید رکھتا ہے، عمری کھڑا ہو گیا اور اس نے آپ کے سر کا بوسہ لیا اور حضرت سے درخواست کی کہ اس کی تقصیرات سے درگزر کرتے ہوئے اسے معاف کریں۔ حضرت نے تبسم کیا اور واپس تشریف لائے پھر اسی عمری کو مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے دیکھا کہ جب اس کی نگاہ حضرت پڑی تو کہنے لگا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے رہا ہے اس کے ساتھیوں نے اس کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے تو پہلے تو کچھ اور کہتا تھا ، کہنے لگا تم نے سنتا ہے جو میں نے کہا اب پھر سنو۔ پس اس نے آپؑ کو دعا دینا شروع کی اس کے ساتھیوں نے اس سے جھگڑا کیا وہ بھی اس سے جھگڑتا رہا، پس حضرت نے اپنے متعلقین سے کہا کہ کون سا طریقہ بہتر ہے وہ جو تم نے ارادہ کیا تھا یا وہ جو میں نے ارادہ کیا ۔ میں نے تھوڑی سی رقم سے اس کے معاملہ کی اصلاح کر دی ہے اور اس سے اس کے شر کو روک دیا ہے۔

پانچویں روایت: آپؑ کا منصور کے حکم سے نوروز کے دن تہنیت کے لیے بیٹھنا

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ نوروز کا دن تھا کہ منصور دوانقی نے امام موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ حضرت مجلس تہنیت میں بیٹھیں اور لوگ انہیں مبارک باد دینے کے لیے آئیں اور اپنے ہدیے اور تحفے ان کے پاس لے آئیں اور آنجناب وہ اموال قبض کریں۔ حضرت نے فرمایا میں نے ان اخبار میں تفتیش و نظر کی ہے جو میرے جد رسول خدا سے وارد ہوئی ہیں اس عید کے لیے مجھے کوئی چیز نہیں ملی اور یہ عید اہل فارس کی سنت ہے اور اسلام نے اسے محو کر دیا ہے اور میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا احیاء کروں جسے اسلام نے محو کر دیا ہو۔

منصور کہنے لگا کہ یہ لشکر کی سیاست کے لیے ہے اور آپ کو خدائے عظیم کی قسم دیتا ہوں کہ اس کو قبول کرتے ہوئے آپ مجلس میں بیٹھیں، پس حضرت نے قبول کیا اور مجلس تہنیت میں بیٹھ گئے امراء اور اعیان لشکر آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور آپؑ کو تہنیت و مبارک باد دینے لگے اور اپنے ہدیے اور تحفے آپؑ کی خدمت میں پیش کرنے لگے، منصور نے ایک خادم کو موکل کیا ہوا تھا جو آپؑ کے پاس کھڑا تھا اور وہ ان اموال کو ایک رجسٹر میں ثبت کرتا جا رہا تھا جب سب لوگ آ چکے تو ان کے آخر میں ایک بوڑھا شخص وارد ہوا، اس نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں ایک فقیر آدمی ہوں میرے پاس مال تو نہیں تھا جو آپ کے پاس بطور تحفہ پیش کرتا البتہ آپ کے لیے تین بیت کا تحفہ لایا ہوں جو میرے جد نے آپ کے جد امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ میں کہے ہیں اور وہ تین بیت یہ ہیں۔

عجبت لمصقول علاك فرنده
یوم الهياج وقد علاك غبار
ولاسهم نفذتك دون حرائر
يدعون جدك والدموع غزار
الا تقضقضت السهام دعا قها
عن جسمك الا جلال والا كبار

مجھے تعجب ہے صیقل شدہ تلوار سے جنگ کے دن جس کا جوہر تیرے اوپر تھا اور تیرے اوپر گرد وغبار تھا اور ان تیروں سے جو شریف زادیوں کے سامنے تیرے جسم کے آر پار تھے وہ اپنے جد بزرگوار کو پکارتی تھیں اور کثرت سے آنسو بہہ رہے تھے تیر کیوں نہیں ٹوٹ گئے اور تیرے جسم سے اجلال و بزرگی نے انہیں کیوں نہیں روکا، حضرت نے فرمایا میں تیرا ہدیہ قبول کیا بیٹھ جاؤ ''بارك الله فيك'' خدا تجھے برکت دے، پس آپ نے منصور کے خادم کی طرف سر بلند کیا اور فرمایا امیر کے پاس جاؤ اور اسے خبر کر دو کہ اتنا مال جمع ہوا ہے اس مال کا کیا کرنا ہے، خادم گیا اور واپس آکر کہنے لگا منصور کہہ رہا ہے کہ میں نے یہ تمام مال آپ کو بخشا ہے جہاں چاہیں اسے خرچ کریں تو آپ نے اس بوڑھے شخص سے کہا کہ یہ تمام مال اٹھالو اور اپنے قبضہ میں کرلو یہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

چھٹی روایت: آپ کا والی کو خط لکھنا ایک مومن کے حق میں وصیت کرتے ہوئے

علامہ مجلسی نے بحار میں امام موسیٰ بن جعفرؑ حالات میں کتاب قضاء حقوق المومنین سے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنی سند کے ساتھ اہل رَے کے ایک شخص سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ یحییٰ بن خالد کے محتسبوں میں سے ایک شخص ہم پر والی بنا اور بادشاہ کی طرف سے میری گردن پر خراج کا اتنا بقایا تھا کہ اگر وہ مجھ سے لیتے تو میں فقیر و محتاج ہو جاتا۔ جب وہ شخص والی ہوا تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ مجھے بلائے اور مال ادا کرنے پر مجبور کرے، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ والی اس مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور دعویٰ تشیع رکھتا ہے پھر بھی میں ڈرتا تھا کہ شاید وہ شیعہ نہ ہو اور جب میں اس کے پاس جاؤں تو وہ مجھے قید کرلے گا اور مال کا مطالبہ کرے اور مجھے کچھ آسیب و آزار پہنچائے مجبوراً میری یہ پختہ رائے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگوں اور اپنے امامؑ زمانہ کی خدمت میں مشرف ہو کر اپنا حال آپؑ سے عرض کروں تاکہ وہ میرے لیے کوئی چارہ کریں۔ پس میں نے حج کا سفر کیا اور اپنے مولا حضرت صابر یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے حالات کی شکایت کی اور اپنا چارہ کار آپؑ سے طلب کیا، حضرت نے اس والی کے لیے خط لکھا اور مجھے عطا فرمایا تاکہ اس تک پہنچاؤں اور خط میں آپ نے یہ کلمات تحریر فرمائے تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ اعلم ان لله تحت عرشه ظلا يسكنه الا من
اسدى الى اخيه معروفاً اونفس عنه كربة أوادخل على قلبه سُروراً وهذا

اخوک والسلام۔

یعنی جان لو کہ عرش کے نیچے خدا کا ایک سایہ رحمت ہے کہ جس میں جگہ نہیں ملے گی مگر اس شخص کو جو نیکی و احسان کرے اپنے بھائی کے ساتھ یا اس کے دکھ درد اور تکلیف کو دور کرے یا اس کے دل میں خوشی اور سرور داخل کرے اور یہ تیرا بھائی ہے، والسلام۔

پس جب میں حج سے واپس آیا تو رات کے وقت والی کے مکان پر گیا اور اجازت چاہی اور میں نے کہا کہ والی کی خدمت میں عرض کرو کہ ایک شخص حضرت صابر علیہ السلام سے آپؑ کے لیے پیغام لایا ہے، جب یہ خبر اس والی خدا پرست کو ملی تو وہ خود خوشی میں ننگے پاؤں دروازے تک آیا، دروازہ کھولا، مجھے بوسے دیئے اور مجھ سے بغل گیر ہوا اور بار بار میری آنکھوں درمیان کے بوسہ دیتا اور بار بار امام علیہ السلام کے حالات پوچھتا اور جب میں اسے آپؑ کی سلامتی کی خبر دیتا تو وہ خوش ہوتا اور شکر خدا بجالاتا۔ پس مجھے گھر کے اندر لے گیا صدر مجلس میں بٹھایا اور میرے مدمقابل بیٹھ گیا، پس میں نے امام کا خط نکالا اور اسے دیا جب اس نے اس خط کو لیا تو کھڑا ہو گیا اور اسے چوما پڑھا اور جب اس کے مضمون پر مطلع ہوا تو اس نے اپنا مال و لباس منگوایا اور جو کچھ درہم و دینار اور لباس تھا وہ برابر برابر مجھ پر تقسیم کیا اور جس مال کی تقسیم ممکن نہیں تھی اس کی قیمت مجھے ادا کی اور جس چیز کو میرے ساتھ تقسیم کرتا اس کے بعد کہتا اے بھائی میں نے تجھے خوش کیا ہے؟ میں کہتا ہاں خدا کی قسم آپؑ نے مجھے خوش کیا ہے، پھر مطالبات کا دفتر اور رجسٹر منگوایا اور جو کچھ میرے نام تھا اسے مٹا دیا اور مجھے ایک تحریر برائت نامے کی دی اس مال سے جو بادشاہ مجھ سے چاہتا تھا، پس میں اس سے وداع ہوا اور اس کی خدمت سے باہر آیا اور اپنے دل میں کہا کہ اس شخص نے جو کچھ میرے ساتھ احسان و نیکی کی ہے میں اس کا بدلہ دینے کی قدرت تو نہیں رکھتا بہتر ہے کہ میں سفر حج پر جاؤں اور موسم حج میں اس کے لیے دعا کروں اور اپنے مولا کی خدمت میں بھی شرفیاب ہوں اور اس شخص کے احسان کو جو اس نے مجھ سے کیا ہے وہ حضرت کے سامنے نقل کروں تا کہ آنجناب بھی اس کے لیے دعا کریں۔ پس میں حج کے لیے گیا اور اپنے مولا کی خدمت میں پہنچا، میں نے اس شخص کا سارا واقعہ بیان کرنا شروع کیا میں بات کرتا تھا اور بار بار آپؑ کا چہرہ خوشحالی اور سرور سے چمک اٹھتا میں نے عرض کیا اے مولا کیا اس کے کاموں نے آپ کو مسرور کیا ہے۔ امیر المومنین کو مسرور کیا ہے خدا کی قسم میرے جد امجد رسول خداؐ کو مسرور کیا ہے اور بیشک خداوند عالم کو مسرور کیا ہے مولف کہتا ہے کہ حدیث شیخ احمد بن فہد نے کتاب عدۃ الداعی میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یقطین حسن بن علی بن یقطین کے دادا سے روایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اہواز میں تھا اور صابر کی جگہ صادق علیہ السلام مذکور ہے اور علامہ مجلسی نے بحار کی کتاب عشرت میں ابن فہد کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا کہ یہ روایت جو حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے مروی ہے زیادہ ظاہر ہے۔

ساتویں روایت: حضرت کا بشر حافی کی توبہ کا سبب بننا

علامہ حلی نے منہاج الکرامتہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ہاتھ پر بشر حافی نے توبہ کی اور اس کا

سبب یہ ہوا کہ ایک دن حضرت بغداد میں اس کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرے تو آپؑ نے سنا کہ ساز وغنا اور لے ورقص کی آواز اس کے گھر سے آ رہی ہے، پس اس گھر سے ایک کنیز نکلی کہ جس کے ہاتھ میں کوڑا کرکٹ تھا وہ اس نے گھر کے دروازے پر پھینک دیا۔ حضرت نے اس سے فرمایا اے کنیز اس مکان کا مالک آزاد ہے یا غلام، اس نے کہا کہ آزاد ہے، فرمایا سچ کہتی ہو اگر غلام ہوتا تو اپنے آقا سے ڈرتا، کنیز جب لوٹ کر گئی تو بشر شراب نوشی پر تھا اس نے پوچھا کیا وجہ ہے تو نے دیر کی، کنیز نے بشر سے حکایت بیان کی، بشر ننگے پاؤں باہر کی طرف بھاگا اور حضرتؑ کی خدمت میں جا کر معذرت کی اور گریہ کیا اور اظہار شرمندگی کے ساتھ اپنی خوشی سے حضرت کے دست شریف پر توبہ کی۔ مولف کہتا ہے کہ بشر کی تین بہنیں تھیں جو اس کے طریق پر سالک تھیں اور اہل تصوف کو اس سے بڑی عقیدت ہے اور اسے حافی کہتے تھے اس لیے کہ وہ ہر وقت ننگے پاؤں رہتا تھا۔ اس کے ننگے پاؤں رہنے کی ظاہراً وجہ یہ تھی، چونکہ وہ پا برہنہ دوڑ کر امام موسیٰؑ کی خدمت میں گیا اور سعادت عظمیٰ تک پہنچا تھا اور بعض نے نقل کیا ہے کہ خود اس سے ننگے پاؤں رہنے کا راز پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا، و اللہ جعل لکم الارض بساطاً خدا نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا ہے یہ ادب نہیں کہ بادشاہوں کے فرش پر انسان جوتے کے ساتھ رہے، اس کی وفات ۲۲۶ ہجری میں ہوئی۔

آٹھویں روایت: آپؑ کا بوڑھے آدمی کی اعانت میں اہتمام کرنا

زکریا اعور سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کو نماز کے لیے کھڑے ہوئے دیکھا آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپؑ کے پہلو میں ایک بوڑھا تھا اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کا ارادہ کیا، وہ صاحب اعصا تھا اور چاہتا تھا کہ اپنا اعصا ہاتھ میں لے حضرت نے باوجودیکہ نماز میں تھے خم ہو کر اس بوڑھے کا اعصا اٹھا کر اسے دیا، پھر اپنی نماز کی جگہ کو پلٹے۔

مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے بوڑھے شخص کے لیے اور اس کی اعانت و تجلیل وتوقیر میں، اسی لیے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بوڑھے آدمی کی عزت کرے اس کے سفید بالوں کی وجہ سے تو خداوند عالم قیامت کے دن کے بڑے خوف سے اسے مامون قرار دے گا اور ایسے شخص کی تجلیل کرنا جس نے اسلام میں اپنے بال سفید کیے ہیں خدا کی تجلیل واحترام ہے اور حضرت رسول خدا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ بوڑھوں کی عزت کرو کیوں کہ بوڑھوں کی عزت کرنا خدا کی تجلیل وعزت ہے، نیز روایت ہے آپؐ نے فرمایا برکت تمہارے بوڑھوں کے ساتھ ہے اور بوڑھا آدمی اپنی قوم میں مثل پیغمبر کے ہے۔

نویں روایت: آپؑ کا ہارون کے دربار میں جانا اور اس کا آپ کی عزت وتوقیر کرنا

شیخ صدوق نے عیون میں سفیان بن نزار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں مامون کے سرہانے کھڑا تھا کہنے لگا تم

جانتے ہو کہ مجھے تشیع اور شیعیت کس نے سکھائی ہے سب کہنے لگے خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہنے لگا رشید نے مجھے سکھایا ہے وہ کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ رشید تو اہل بیتؑ کو قتل کرتا تھا کہنے لگا وہ تو ملک وسلطنت کے لیے قتل کرتا تھا ملک عقیم ہے (عقیم اُسے کہتے ہیں جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یعنی ملک وسلطنت میں نسب کوئی فائدہ نہیں دیتا، کیوں کہ انسان اس کی طلب میں بھائی ،باپ، چچا اور بیٹے کو قتل کر دیتا ہے) پھر مامون کہتا ہے کہ میں اپنے باپ رشید کے ساتھ ایک سال حج کے لیے گیا جب وہ مدینہ میں پہنچا تو اپنے دربان سے کہا کہ میرے ہاں اہل مکہ ومدینہ مہاجر وانصار کی اولاد بنی ہاشم اور باقی قریش میں سے کوئی شخص نہ آنے پائے جب تک کہ وہ اپنا حسب ونسب بیان نہ کرے پس جو شخص آتا وہ کہتا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اپنے آخری جد ہاشم یا قریش مہاجر یا انصار تک شمار کرتا تو رشید اسے پانچ ہزار زر سرخ یا اس سے کم دو سو سرخ تک اس کے آباؤ اجداد کے شرف ومہاجرت کے لحاظ سے عطا کرتا، پس میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ فضل بن ربیع آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے اور وہ یہ اظہار کرتا ہے کہ وہ موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ میرے والد نے ہماری طرف رخ کیا (میں امین اور تم موتمن اور باقی سرداران لشکر جو کہ اس کے سرہانے کھڑے تھے) اور کہنے لگا اپنی حفاظت کرنا یعنی کوئی نامناسب حرکت نہ کرنا پھر کہنے لگا انہیں اجازت دو اور وہ نہ اتریں مگر میرے فرش پر ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک بوڑھا آدمی داخل ہوا کہ زیادہ شب بیداری اور عبادت نے اس کا رنگ زرد اور جسم کو بوجھل اور چہرہ متورم کر دیا تھا اور عبادت نے اسے لاغر کر دیا تھا اور سجدہ نے اس کے چہرہ اور ناک کو زخمی کیا ہوا تھا جب رشید کو دیکھا تو اپنے گدھے سے اُترنے لگا رشید نے بلند آواز سے کہا لا واللہ میرے فرش پر ہی پیادہ ہونا پس دربان اسے پیادہ ہونے سے مانع ہوئے، ہم سب نظر اجلال واعظام کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ اسی طرح گدھے پر سوار آ رہا تھا سب افسر اس کے گرداگرد آ گئے تھے، پس فرش تک آ کر وہ اترا اور رشید کھڑا ہو گیا اور آخر فرش تک اس کا استقبال کیا اور اس کے چہرے اور دونوں آنکھوں کا بوسہ لیا اور اس کے ہاتھ پکڑ کر اسے صدر مجلس میں لا کر اپنے پہلو میں بٹھایا، اس سے باتیں کرنے لگا اور رشید کا منہ اس کی طرف تھا اور اس سے حالات پوچھ رہا تھا پس اس نے کہا اے ابوالحسنؑ آپؑ کے اہل وعیال کتنے ہیں فرمایا پانچ سو سے زیادہ ہیں کہنے لگا یہ سب آپؑ کی اولاد ہیں فرمایا نہیں اکثر موالی اور خادم ہیں باقی رہی میری اولاد تو وہ تیس اور کچھ کم ہیں ان میں سے اتنے بیٹے اور اتنی بیٹیاں، کہنے لگا اپنی بیٹیوں کی شادی ان کے بنی اعمام اور ان کے اکفاء سے کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا اتنی دسترس نہیں کہنے لگا آپ کی جائداد اور زراعت کا کیا حال ہے فرمایا کبھی کچھ ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا کہنے لگا، کتنا۔ فرمایا اندازہ دس ہزار دینار ہے کہنے لگا اے ابن عم تو میں اس قدر آپ کو مال دوں گا کہ جس سے آپ اپنے بیٹوں کی شادی کر سکیں اور بیٹیوں کو دلہن بنائیں اور آپ کے کھیت آباد ہو سکیں۔

حضرت نے اسے دعا دی اور اس کام میں ترغیب دلائی اس وقت فرمایا اے امیر! خداوند عالم نے اپنے اپنے زمانہ کے والیوں یعنی ملوک وسلاطین پر واجب کیا ہے کہ وہ امت کے فقیروں کو خاک سے اٹھائیں اور قرض خواہوں سے انہیں نجات دلائیں اور عیالداروں کی دستگیری کریں اور ننگوں کو لباس دیں، تنگدستی اور زحمت ومحنت کے جکڑے ہوئے لوگوں سے محبت ونیکی کریں تو اُن سے

اُولیٰ ہے کہ یہ کام کرے۔

کہنے لگا اے ابوالحسنؑ میں یہ کام ضرور کروں گا اس کے بعد آپؑ کھڑے ہو گئے اور رشید بھی آپؑ کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور دونوں آنکھوں اور چہرہ کا بوسہ لیا پھر میری (مین موتمن کی) طرف رخ کیا اور کہنے لگا اے عبداللہ، اے محمد، اے ابراہیم اپنے چچا اور سید و سردار کے ساتھ جاؤ اور ان کی رکاب پکڑ کر انہیں سوار کرو اور ان کے لباس کو درست کرو اور ان کی ان کے گھر تک مشایعت کرو، پس ہم نے ایسا ہی کیا جیسا ہمارے باپ نے کہا تھا راستہ میں جب کہ ہم ان کی مشایعت کر رہے تھے حضرت ابوالحسن نے چھپ کر میری طرف رخ کیا اور مجھے خلافت وحکومت کی بشارت دی اور فرمایا جب اس امر کا مالک ہو جائے تو میرے بیٹے کے ساتھ نیکی کرنا، پس ہم واپس آ گئے اور میں باقی بیٹوں کی نسبت باپ کے سامنے زیادہ جرات رکھتا تھا، جب مجلس خالی ہوئی تو باپ نے کہا۔

''اے امیر المومنین یہ شخص کون تھا کہ جس کی آپ نے تعظیم وتکریم کی اور اس کے لیے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اس کا استقبال کیا، اسے صدر مجلس میں بٹھایا اور خود اس سے نیچی جگہ بیٹھے اس کے بعد ہمیں حکم دیا تو ہم نے اس کی رکاب تھامی''

کہنے لگا یہ لوگوں کا امام مخلوق پر اس کی حجت اور اس کے بندوں کے درمیان اس کا خلیفہ ہے میں نے کہا اے امیر المومنین کیا ایسا نہیں کہ جو صفات آپؑ نے بیان کی ہیں وہ سب آپ کے لیے ہیں، کہنے لگے میں اس گروہ کا ظاہراً اور قہر غلبہ سے امام ہوں اور موسیٰ بن جعفر علیہ السلام امام حق ہے خدا کی قسم اے میرے بیٹے وہ مقام رسول کا مجھ سے اور تمام لوگوں سے زیادہ حق دار ہے اور خدا کی قسم اگر تو بھی اس امر میں یعنی حکومت وخلافت میں مجھ سے نزاع کرے تو تیرا سر کہ جس میں تیری دونوں آنکھیں ہیں قلم کر دوں، کیونکہ ملک عقیم ہے اور جب چاہا کہ مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کرے تو حکم دیا کہ سیاہ تھیلی میں دوسو دینار رکھو اور فضل کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا یہ موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ امیر المومنین کہہ رہے ہیں کہ ہم اس وقت تنگ دست ہیں ہمارا عطیہ اس کے بعد آپ کے پاس آئے گا۔

میں اُٹھا اور آگے بڑھا اور کہا اے امیر المومنین آپ نے مہاجرین وانصار کی اولاد اور باقی قریش اور بنی ہاشم کو اور انہیں کہ جس کا حسب ونسب بھی تجھے معلوم نہیں پانچ ہزار دینار اور اس سے کم دیا ہے اور موسیٰ بن جعفر کو دوسو دینار دے رہے ہیں جو کہ کم ترین تیرا عطیہ ہے جو تو لوگوں پر کرتا ہے، حالانکہ ان کا اتنا اکرام واجلال واعظام کیا تھا، کہنے لگا اسکت لا ام لك خاموش رہو تمہاری ماں نہ ہو، اگر زیادہ مال اسے دوں تو اس سے مامون نہیں کہ کل ایک لاکھ اپنے شیعہ اور تابعین کی تلواریں میرے منہ پر لگائے اور اگر وہ اور اس کے اہل بیت تنگدست اور پریشان خاطر ہے تو یہ بہتر ہے میرے لیے اور تمہارے لیے اس سے کہ ان کا ہاتھ اور آنکھیں فراخ ہوں۔

دسویں روایت: حدیث ہندی اور راہب وراہبہ کا آپ کے ہاتھ پر اسلام لانا

شیخ کلینی نے یعقوب بن جعفر سے روایت کی ہے کہ میں ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس تھا کہ آپؑ کے پاس

نجران یمن میں سے عیسائیوں کا ایک راہب آیا کہ جس کے ساتھ ایک راہبہ عورت بھی تھی پس ان کے حاضر خدمت ہونے کی فضل بن سوار نے اجازت چاہی، امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا جب کل کا دن ہو تو انہیں اُم الخیر کے کنویں کے پاس لے آنا، راوی کہتا ہے کہ دوسرے دن ہم وہاں آگئے انہیں دیکھا کہ وہ آئے ہوئے ہیں، پس امام علیہ السلام نے حکم دیا تو خرمے کے پتوں سے بنا ہوا ایک بوریا لے آئے اور زمین پر اسے بچھا دیا، پس حضرت تشریف فرما ہوئے اور وہ بھی بیٹھ گئے اس عورت نے بہت سے سوال و مسائل پوچھے اور حضرتؑ نے ان سب کا جواب دیا اس کے بعد حضرت نے اس عورت سے کچھ سوال کئے تو اس کے پاس اُن کا کوئی جواب نہ تھا جو وہ دیتی پس وہ اسلام لے آئی، پھر اس راہب نے سوال کرنے شروع کئے اور حضرت نے ان سب سوالوں کا جواب دیا پس راہب نے کہا کہ میں اپنے دین میں محکم و پختہ تھا اور میں نے روئے زمین پر کوئی عیسائی نہیں چھوڑا کہ جس کا مجھے علم ہوا ہو کہ وہ عالم ہے اور میں اس کے پاس نہ پہنچا ہوں، تحقیق میں نے سنا کہ ہند میں ایک شخص ہے کہ جب وہ چاہتا ہے ایک ہی رات دن کے اندر بیت المقدس سے ہو کر واپس اپنے گھر ہندوستان میں چلا جاتا ہے پس میں نے پوچھا کہ یہ شخص ہندوستان میں کس جگہ رہتا ہے بتایا گیا کہ سندان میں، میں نے اس شخص سے پوچھا کہ جس نے اس کے حالات بتائے تھے کہ اس شخص نے یہ قدرت کہاں سے پائی ہے کہنے لگا کہ اس نے وہ اسم سیکھا ہے کہ جو اس آصف وزیر سلیمان کے پاس تھا جس کی وجہ سے وہ اس تخت کو لے آیا تھا جو شہر سبا میں تھا کہ جس کا ذکر خداوند عالم نے تمہاری کتاب میں اور ہمارے لیے کہ ہم صاحب دین ہیں ہماری کتابوں میں کیا ہے، پس حضرت امام موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ خدا کے ایسے کتنے نام ہیں جو پلٹائے نہیں جاتے اس معنی میں کہ (ان سے) ضرور دعا قبول ہوتی ہے راہب کہنے لگا کہ خدا کے نام تو بہت ہیں لیکن ان میں سے محتوم و حتمی کہ جن کے ساتھ سوال کرنے والے کا سوال رد نہیں ہوتا اور وہ ناامید نہیں ہوتا وہ سات ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ان میں سے جو تجھے یاد ہیں وہ بتاؤ۔

راہب کہنے لگا قسم ہے اس خدا کی جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل کی اور عیسیٰؑ کو عالمین کے لیے عبرت اور شکر گزار صاحبان عقل کے لیے امتحان بنایا اور محمدؐ کو برکت و رحمت بنایا اور علیؑ کو عبرت و بصیرت بنایا یعنی لوگوں کے لیے عبرت کا سبب اور دین میں ان کی بینائی و بصیرت کا ذریعہ اور اوصیاء علیہم السلام کو محمد و علیؑ کی نسل میں قرار دیا کہ میں ان سات اسماء کو نہیں جانتا اور اگر وہ مجھے معلوم ہوتے تو میں ان کی تلاش میں آپ کے کلام کا محتاج نہ ہوتا اور نہ میں آپؑ کے پاس آتا اور نہ آپؑ سے سوال کرتا۔

پس حضرت نے اس سے فرمایا کہ اس ہندوستانی کے ذکر کی طرف پلٹو، راہب کہنے لگا کہ میں نے وہ نام سنے لیکن ان کے باطن و ظاہر کو نہیں جانتا ہوں کہ وہ کیا ہیں اور کیسے ہیں اور ان کے پڑھنے کا مجھے علم نہیں تھا، پس میں روانہ ہوا یہاں تک کہ میں ہندوستان کے سندان شہر میں پہنچا تو میں نے اس شخص کے حالات پوچھے لوگوں نے بتایا کہ اس نے پہاڑ میں ایک گرجا بنایا ہوا ہے اور وہ باہر نہیں آتا اور اسے دیکھا نہیں جا سکتا مگر سال میں دو مرتبہ اور اہل ہندوستان کا گمان یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس کے گرجے میں پانی کا چشمہ جاری کیا ہے اور گمان رکھتے ہیں کہ اس کے لیے بیج ڈالے بغیر زراعت اُگتی ہے اور کام کیے بغیر اس کی کاشت ہوتی ہے۔

پس میں گیا یہاں تک کہ اس کے مکان کے دروازے پر پہنچ گیا اور میں وہاں تین دن تک رہا نہ میں نے اس کا دروازہ

کھنکھٹایا اور نہ ہی دروازہ کھولنے کے لیے کوئی چارہ کیا جب چوتھا دن ہوا تو خداوند عالم نے دروازہ کھول دیا، ہوا یوں کہ ایک گائے آئی جس کے اوپر جلانے کی لکڑیاں تھیں اور وہ اپنے پستانوں کو ان کے بڑے ہونے کی وجہ سے کھینچ رہی تھی قریب تھا کہ اس کے پستانوں سے دودھ باہر نکل آئے پس اس نے زور سے دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھل گیا میں بھی اس کے پیچھے جا کر اندر داخل ہو گیا تو میں نے اس شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا وہ آسمان کی طرف دیکھ کر گریہ کرتا اور زمین کی طرف دیکھ کر روتا اور پہاڑوں کو دیکھ کر رونے لگتا پس میں نے کہا سبحان اللہ تجھ جیسے افراد اس زمانہ میں کتنے تھوڑے ہیں۔

وہ کہنے لگا خدا کی قسم کہ میں تو اس شخص کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں کہ جسے تو اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہے جب کہ تو اس طرف متوجہ ہوا (یعنی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام) پس میں نے اس سے کہا کہ مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ اسماء خدا میں سے ایک اسم تیرے پاس ہے کہ جس کی مدد سے تو شب و روز میں بیت المقدس جا کر اپنے گھر واپس لوٹ آتا ہے وہ کہنے لگا کیا تو بیت المقدس کو پہچانتا ہے میں نے کہا کہ میں تو کسی بیت المقدس کو نہیں پہچانتا سوائے اس کے کہ جو شام میں ہے۔

وہ کہنے لگا وہ بیت المقدس نہیں ہے بلکہ وہ تو بیت ہے جو مقدس و پاکیزہ قرار دیا گیا ہے اور وہ آل محمدؐ کا گھر ہے میں نے اس سے کہا جو کچھ آج تک میں نے سنا ہے بیت المقدس وہی ہے جو شام میں ہے وہ کہنے لگا وہ تو انبیاء کے محراب ہیں اور اس جگہ کو حظیرہ المحاریب کہتے ہیں یعنی وہ احاطہ کہ جس میں انبیاء کے محراب ہیں یہاں تک کہ فترت کا زمانہ آیا اور وہ زمانہ جو واسطہ ہے محمد اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان اور اہل شرک سے بلا و مصیبت قریب ہوئی اور عذاب شیاطین کے گھروں میں وارد ہوئے اور بعض نے جلت النغمات ج و غ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی بلند و واضح ہوئیں، باتیں شیاطین کے گھروں میں آہستہ ہوئی تھیں یعنی بدعتیں اور باطل شبہے مدارس و مجالس علماء اہل ضلالت میں پس انہوں نے منتقل کیا اور پھیر دیا ناموں کو ان کی جگہ سے دوسری جگہوں کی طرف اور ناموں کو دوسرے ناموں سے تبدیل کر دیا اور یہی ہے خدا کے اس ارشاد کا مقصد **ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان** نہیں ہیں یہ مگر نام جو تم نے اور تمہارے اباؤ اجداد نے رکھے ہیں، خدا نے تمہارے لیے کوئی برہان نازل نہیں فرمایا۔

آیت کا باطن آل محمدؐ کے لیے ہے اور اس کا ظاہر مثال ہے پس میں نے اس شخص ہندوستانی سے کہا کہ میں نے تیری طرف دور کے شہر سے سفر کیا ہے اور تیری طرف آتے ہوئے میں نے غم و اندوہ اور خوف برداشت کئے ہیں اور رات دن مایوسی کی حالت میں گردش کرتا پھرتا ہوں تا کہ اپنی حاجت پر کامیابی حاصل کروں۔

وہ کہنے لگا کہ جب تیری والدہ تجھ سے حاملہ ہوئی تو میں دیکھتا ہوں کہ اس کے پاس ایک ملک کریم آیا اور میں دیکھتا ہوں کہ جب تیرا والد تیری والدہ کے ساتھ ہمبستری کرنے لگا تو اس نے غسل کیا اور تیری والدہ کے پاس پاکیزگی کی حالت میں گیا ہے اور میرا گمان صرف یہ ہے کہ تیرے باپ نے انجیل کا چوتھا سفر یا تورات کو پڑھا تھا اس رات بیداری کی حالت میں تا کہ اس کی اور تیری عاقبت بخیر ہو۔

پس چلا جا جہاں سے آیا ہے اور چلتا رہ یہاں تک کہ مدینہ محمدؐ میں پہنچ جائے کہ جسے طیبہ کہتے ہیں اور زمانہ جاہلیت میں اس کا نام یثرب تھا پس اس جگہ کی طرف متوجہ ہو کر جسے بقیع کہتے ہیں اور سوال کر کہ دار مروان کسے کہتے ہیں وہاں رہائش اختیار کر اور وہاں تین دن تک ٹھہرے رہنا تاکہ جلد بازی سے کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ تم کس لیے آئے ہو، پس سوال کر واس کالے رنگ کے بوڑھے سے جو اس مکان کے دروازے پر بیٹھ کر چٹائیاں بناتا ہے اور ان کے شہروں میں بوڑھے کا نام خصف ہے، پس اس بوڑھے کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آؤ اور اس سے کہنا کہ مجھے تمہارے گھر اس شخص نے بھیجا ہے کہ جو تم سے مکان لیا کرتا تھا اور جو تمہارے مکان کے کنارے کے اس کمرے میں ٹھہرتا تھا جس میں چار لکڑیاں ہیں یعنی جس کا دروازہ نہیں ہے اور اس سے سوال کرو فلاں بن فلاں فلانی کے حالات کے متعلق یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اور اس سے پوچھو کہ ان کی مجلس کہاں ہیں اور وہ اس مجلس میں کب وقت جاتے ہیں تو ضرور وہ بوڑھا یا تو وہ شخص تجھے دکھائے گا یا تجھے اس کی نشانیاں بتائے گا اور تو اسے ان نشانیوں کے ذریعہ پہچان لے گا اور میں تیرے لیے اس کی صفت بیان کرتا ہوں۔

میں نے اس سے کہا کہ جب میں اس کی ملاقات کروں تو پھر میں کیا کام کروں تو وہ کہنے لگا، اس سے سوال کر ان چیزوں کے متعلق جو ہو چکی ہیں اور ان کے متعلق جو ہونے والی ہیں اور معالم دین کے متعلق جو کہ ہو چکے ہیں یا جو باقی رہنے ہیں جب راہب کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ بیشک تجھے نصیحت کی ہے تیرے دوست نے کہ جس کی تو نے ملاقات کی ہے، راہب کہنے لگا کہ اس کا نام کیا ہے، فرمایا متمم بن فیروز جو عجم کی اولاد ہے اور وہ ان اشخاص میں سے ہے جو خدائے یکتا پر ایمان لائے ہیں کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور جو کہ اخلاص و یقین سے اس کی پرستش کرتے اور اپنی قوم سے ڈر کے مارے بھاگے ہوئے ہیں کہ وہ کہیں ان کے دین کو ضائع و برباد نہ کر دیں، پس اس کے پروردگار نے اسے حکمت عنایت کی اور سیدھے راستے کی ہدایت کی اور اسے متقیوں میں سے قرار دیا اور اس کے اور اپنے مخلص بندوں کے درمیان شناسائی اور پہچان کرائی اور وہ ہر سال مکہ کی زیارت اور حج کے لیے آتا ہے اور ہر مہینہ عمرہ بجالاتا ہے اور اپنی جگہ سے جو ہندوستان میں ہے خدا کے فضل و اعانت سے مکہ آتا ہے اور خدا شکر کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتا ہے، پس راہب نے حضرت سے بہت سے مسائل پوچھے اور حضرت نے ان کا جواب دیا اور کچھ چیزیں حضرت نے راہب سے پوچھیں کہ جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا تو حضرت نے ان کا بھی اسے جواب دیا، اس کے بعد راہب نے عرض کیا کہ مجھے ان آٹھ حروف کی خبر دیجئے جو آسمان سے نازل ہوئے ہیں، لیکن ان میں سے چار تو زمین پر ظاہر ہوئے اور چار فضا میں معلق ہیں راہب نے کہا کہ کس پر نازل ہوں گے وہ چار حروف جو فضا میں ہیں اور کون ان کی تفسیر کرے گا، آپ نے فرمایا ہمارا قائم علیہ السلام خداوند عالم وہ حروف ان پر نازل فرمائے گا اور وہ اس کی تفسیر کریں گے اور ایسی چیز بھی نازل فرمائے گا جو صدیقین مرسلین اور ہدایت شدہ لوگوں پر نازل نہیں ہوئی، پس راہب نے کہا کہ ان چار حروف میں سے دو کی مجھے خبر دیجئے جو زمین میں ہیں وہ کیا ہیں، فرمایا میں تجھے ان چار حروف کی ہی خبر دیتا ہوں، ان میں سے پہلا ہے **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ باقیاً** اور دوسرا ہے **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلصاً** یعنی پہلا حرف توحید ہے جو کہ ہر حالت میں

باقی ہے دوسرا رسالت پناہ کی رسالت ہے، تیسرا یہ کہ ہم اہل بیت پیغمبر ہیں اور چوتھا یہ کہ ہمارے شیعہ ہم میں سے ہیں اور ہم رسول خدا سے اور رسول اللہ خدا سے ایک سبب کی وجہ سے یعنی یہ اتصال اور تعلق شیعوں کا ہم سے اور ہمارا پیغمبر سے اور پیغمبر کا خدا سے ایک رسی کی وجہ سے ہے کہ جس سے مراد دین ہے ولایت ومحبت کے ساتھ پس راہب نے کہا اشهد ان لا اله الا الله وحدہ لا شریك له وان محمدا رسول الله یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے یکتا کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور یہ کہ آپ خدا کے برگزیدہ ہیں مخلوقات میں سے اور یہ کہ آپ کے شیعہ پاکیزہ ہیں اور ان کے لیے عاقبت ہے جو خدا نے قرار دی ہے اور فرمایا ہے کہ "والعاقبة للمتقین" یعنی انجام اچھا ہو جو کہ ظفر ونصرت ہے دنیا میں اور نعمت سے پرشدہ بہشت آخرت میں اور حمد وستائش ہے اس خدا کے لیے جو عالمین کا پالنے والا ہے، پس حضرت نے خز کا جبہ کوہستانی پیراہن، طیلسان اور جوتا اور ٹوپی منگوا کر اس کو دی اور ظہر کی نماز پڑھی اور اس شخص سے فرمایا کہ اپنا ختنہ کرو وہ کہنے لگا میرا ساتویں دن ختنہ کیا گیا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ فاضل نبیل جناب خلیل شرح کافی میں راہب کے کلام کی تشریح میں کہتے ہیں کہ خدا کے مخفی اسماء کہ جن کے واسطہ سے سوال کرنے والے کی دعا رد نہیں ہوتی سات ہیں، فرمایا سات ناموں سے مراد سات امام علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ، محمد جعفرؑ موسیٰ علیہ السلام ہیں پس اس زمانہ میں بارہ اسم ہیں اور کتاب التوحید میں مخصوص باب کی چوتھی حدیث میں گزر چکا ہے کہ نحن ولله الاسماء الحسنى التي لا يقبل الله من العباد عملا الا بمعرفتنا فقیر کہتا ہے اچھا تھا کہ وہ جناب سات اسم سے مراد تمام معصومین لیتے، کیونکہ ان کے نام سات ہیں اور اس سے تجاوز نہیں کرتے اور وہ اسماء مبارک یہ ہیں۔ محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، جعفرؑ، اور موسیٰ علیہم السلام اور یہی تاویل ہوئی ہے سبع مثانی کی خدا کے اس قول میں ولقد اتیناك سبعاً من المثاني والقرآن العظيم باقی رہا اس آیت کا معنی ان هي الا اسماء سميتموها انتم وآباؤكم ما انزل الله بها من سلطان اس کا باطن وظاہر یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ سورہ النجم میں ہے اور اس سے پہلے یہ آیات ہیں۔

افرایتم اللات والعزى ومنات الثالثة الاخرى الكم الذكر وله الانثى تلك اذا قسمة ضيزى ان هي الا اسماء سميتموها الاية۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ مشرکین کے تین بت تھے، ہر ایک کا انہوں نے ایک ایک نام رکھا ہوا تھا، ایک کا لات دوسرے کا عزیٰ اور تیسرے کا منات اور ان ناموں کا اطلاق ان پر اس اعتبار سے تھا کہ اس کے پاس کھڑے ہو کر عبادت کریں اور عزیٰ اس قابل ہے کہ اسے معزز ومکرم سمجھیں اور منات اس لائق ہے کہ اس کے پاس قربانی کا خون بہایا جائے۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ یہ بت جنہیں تم نے اپنا خدا قرار دیا ہے یہ تو صرف اسماء ہیں بغیر مسمی کے کہ جن کے تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے نام رکھے ہیں خدا نے تو ان کی سچائی کی کوئی برہان ودلیل نازل نہیں کی اور اس آیت کا تتمہ یہ ہے ان يتبعون الا الظن وما تهوى الانفس ولقد جاءهم من ربهم الهدى یعنی مشرکین صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور جن

چیزوں کی ان کے نفوس خواہش کرتے ہیں اور بیشک اُن کے پروردگار کی طرف سے وہ کچھ آیا ہے جو ان کی ہدایت کا سبب ہے ظاہر آیت تو معلوم ہوا ظاہری بتوں کے متعلق ہے اور باقی رہا اس کا باطن تو وہ خلفاء جور اور تین بڑے بتوں کے متعلق ہے کہ جن کے لیے انہوں نے اسماء بے مسمی اور بیوجہ نام رکھ دیئے ہیں مثلاً امیر المومنین جو کہ شاہ ولایت کا آسمانی لقب ہے اسے دوسری جگہ پھیر دیا ہے۔

تیسری فصل

حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے چند واضح معجزات جو آپؑ کی امامت کے دلائل ہیں

پہلا معجزہ: حضرت کا ہشام بن سالم کے دل کی بات بتانا

شیخ کشی نے ہشام بن سالم سے روایت کی ہے کہ میں اور مومن الطاق حضرت صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد مدینہ میں تھے اور لوگوں کا اجتماع ہو رہا تھا کہ حضرت کا بیٹا عبداللہ باپ کے بعد امام ہے، میں اور ابو جعفر بھی اس کے پاس گئے ہم نے دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہیں اس وجہ سے انہوں نے روایت کی ہے کہ امر امامت بڑے بیٹے میں ہوتا ہے جب تک وہ صاحب عاہت و آفت نہ ہو، ہم داخل ہوئے اور اس سے مسئلہ پوچھا جیسا کہ اس کے والد سے پوچھا کرتے تھے، پس ہم نے پوچھا کہ زکوۃ کتنی مقدار میں واجب ہے وہ کہنے لگا دو سو درہم میں پانچ درہم، ہم نے کہا سو درہم میں کیا کرے، وہ کہنے لگا اڑھائی درہم زکوۃ دے، ہم نے کہا خدا کی قسم مرجیہؔ بھی یہ بات نہیں کہتے جو تو کہہ رہا ہے۔ عبداللہ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور کہنے لگا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ مرجیہؔ کیا کہتے ہیں، ہم اس کے ہاں سے ضلالت و گمراہی کی حالت میں باہر نکلے میں اور ابو جعفر مدینہ کے ایک کوچہ میں بیٹھے گریان و حیران تھے، نہیں جانتے تھے کہ کہاں جائیں اور کس کا قصد کریں، ہم کہتے تھے مرجیہ کی طرف جائیں یا قدریہ یا زیدیہ یا معتزلہ یا خوارج کی طرف، ہم اس حالت میں تھے کہ میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ جسے میں نہیں پہچانتا تھا، اس نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ادھر آؤ مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ منصور کا جاسوس نہ ہو کیونکہ اس نے مدینہ میں اپنے جاسوس چھوڑے ہوئے تھے کہ وہ دیکھیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شیعہ جس شخص پر اتفاق کرلیں اس کی گردن اڑا دیں، لہٰذا مجھے خوف ہوا کہ یہ ان میں سے نہ ہو میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا کہ تم دور ہو جاؤ کیوں کہ مجھے اپنے اور تمہارے بارے میں خوف ہے، اس شخص نے مجھے بلایا ہے نہ کہ تمہیں

لہذا دور ہو جاؤ تا کہ بلاوجہ قتل ہونے کے حوالہ نہ کرو، ابو جعفر کچھ دور ہو گیا اور میں اس شیخ کے ہمراہ چل پڑا، مجھے یہ خوف تھا کہ میں اس سے چھٹکارا حاصل کر سکوں گا، وہ مجھے موسیٰ بن جعفرؑ کے دروازے پر چھوڑ کر چلا گیا۔ پس میں نے دیکھا کہ ایک خادم دروازے پر موجود ہے اس نے مجھ سے کہا کہ اندر چلے جاؤ، خدا تم پر رحمت کرے۔

میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں۔ آپ نے ابتدا فرمایا نہ مرجیہ کی طرف نہ قدریہ نہ زیدیہ معتزلہ اور نہ خوارج کی طرف جاؤ بلکہ میری طرف آؤ۔

میں نے عرض کیا آپ پر فدا ہو جاؤں آپ کے والد اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، فرمایا ہاں، عرض کیا کیا موت سے گئے ہیں، فرمایا ہاں، میں نے کہا کہ آپ پر قربان جاؤں ہمارے لیے ان کے بعد کون ہے، فرمایا اگر خدا نے تمہاری ہدایت چاہی تو وہ تمہیں ہدایت کرے گا، میں نے عرض کیا قربان جاؤں عبداللہ کا یہ گمان ہے کہ باپ کے بعد وہ ہے، فرمایا یرید عبداللہ "ان لا یعبد اللہ" عبداللہ چاہتا ہے کہ خدا کی عبادت نہ کی جائے، دوبارہ میں نے پوچھا کہ آپ کے باپ کے بعد کون ہے، حضرت نے وہی پہلا سا جواب دیا، میں نے کہا آپؑ امام ہیں فرمایا میں یہ نہیں کہتا، میں نے دل میں کہا کہ میں نے سوال ٹھیک نہیں کیا لہذا میں نے عرض کیا، قربان جاؤں آپؑ پر، کوئی امام ہے، فرمایا کہ نہیں پس اتنی ہیبت اور عظمت حضرت کی مجھ پر طاری ہوئی کہ جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اس سے بھی زیادہ جو ان کے والد سے مجھ پر طاری ہوتی تھی جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے میں نے عرض کیا میں آپؑ سے وہ سوالات کروں جو آپؑ کے والد سے کرتا تھا۔ فرمایا سوال کرو اور جواب سنو لیکن اسے فاش نہ کرو، کیونکہ فاش کیا تو قتل ہونے کا اندیشہ ہے، ہشام کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے سوالات کیے تو معلوم ہوا کہ علم کا دریا ہے میں نے عرض کیا قربان جاؤں آپؑ کے شیعہ گمراہی اور ضلالت میں مبتلا ہیں آیا آپؑ کی بات لوگوں پر القاء کروں اور انہیں آپؑ کی امامت کی طرف بلاؤں۔ فرمایا جس میں رشد و صلاح کے آثار تجھے نظر آئیں انہیں اطلاع دو اور ان سے عہد و پیمان لو کہ وہ پوشیدہ رکھیں اور اگر فاش کیا تو پھر ذبح ہے اور اشارہ کیا ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف، پس ہشام باہر نکلا اور اس نے مومن طاق مفضل بن عمر ابو بصیر اور باقی شیعوں کو اطلاع دی تو شیعہ آپ کی خدمت میں آتے اور آپؑ کی امامت کا یقین کر لیتے اور لوگوں نے عبداللہ کے پاس جانا چھوڑ دیا اور بہت تھوڑے ہی لوگ اب اس کے پاس جاتے تھے۔ عبداللہ نے اس کے سبب کی تحقیق کی تو لوگوں نے اسے کہا کہ ہشام بن سالم نے لوگوں کو تجھ سے متفرق کیا ہے، ہشام کہتا ہے کہ عبداللہ نے کچھ لوگوں کو معین کیا کہ جب مجھے دیکھیں تو مجھے ماریں۔

دوسرا معجزہ! شطیطہ نیشاپوریہ کی خبر کہ جس میں کئی ایک دلائل اور معجزات ہیں حضرتؑ کے

ابن شہر آشوب نے ابو علی بن راشد وغیرہ سے ایک طویل خبر میں روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ نیشاپور کے شیعہ جمع ہوئے

اور انہوں نے سب میں سے محمد بن علی نیشاپوری کا انتخاب کیا اور تیس ہزار دینار اور پچاس ہزار درہم اور دو ہزار پارچے کپڑا اسے دیا کہ وہ انہیں امام موسیٰ علیہ السلام کے لیے لے جائے اور شطیطہ نے جو کہ ایک مومنہ خاتون تھی ایک درہم صحیح اور کچھ کچے سوت کا کپڑا دیا جو اس نے اپنے ہاتھ سے کاتا تھا اور جس کی قیمت چار درہم تھی اور کہنے لگی ان اللہ لا یستحیی عن الحق، یعنی یہ جو میں بھیج رہی ہوں اگر چہ تھوڑا ہے لیکن حق امام کے بھیجنے سے حیاء نہیں کرنا چاہیے، وہ کہتا ہے کہ فثنیت درھمہا میں نے اس کے درہم کو موڑ کر لپیٹ دیا، پس وہ لوگ ایک دستہ کاغذات لے آئے کہ جن پر سوالات تھے اور اس میں ستر ورقے تھے ہر ورق پر ایک سوال لکھا تھا اور باقی ورق سفید چھوڑا ہوا تھا تا کہ اس سوال کا جواب اس کے نیچے لکھا جائے اور دو دو ورقوں کو ایک دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

اور کمر بند کی طرح تین بند اس پر چسپاں کیے ہوئے تھے اور ہر بند پر مہر لگائی ہوئی تھی تا کہ کوئی انہیں کھولے نہیں اور کہنے لگے کہ یہ دستہ کاغذوں کا رات کو امام کو دینا اور اس رات کی صبح کو لے لینا، پس جب دیکھو کہ مہریں صحیح وسالم ہیں تو ان میں سے پانچ مہریں توڑ کر دیکھنا کہ اگر مہریں توڑے بغیر مسائل کا جواب دیا ہوا ہے تو وہ امام اور مال کے مستحق ہیں، لہذا یہ سب مال انہیں دے دینا ورنہ ہمارے پاس واپس لے آنا، وہ شخص مدینہ میں مشرف ہوا اور عبداللہ افطح کے پاس گیا، اس کا امتحان کیا تو سمجھا کہ یہ تو امام نہیں ہیں وہاں سے باہر آیا اور اس نے کہا رب اهدنی الی سوآء الصراط۔اے پروردگار مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت کر وہ کہتا ہے میں اسی اثناء میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک لڑکا میں نے دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ چلو اس شخص کے پاس کہ جسے چاہتے ہو وہ تمہیں بلا رہا ہے، پس وہ مجھے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے دروازے پر لے گیا اور جب حضرت نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ابوجعفر کیوں ناامید ہوتے ہو اور کیوں یہود ونصاریٰ کی طرف جانے کا ارادہ کرتے ہو میری طرف آؤ میں ہوں حجت خدا اور ولی خدا، کیا ابوحمزہ نے میرے جد بزرگوار کی مسجد کے دروازے پر پہنچوایا نہیں پھر فرمایا کہ میں نے ان مسائل کا مکمل جواب دیا ہے جو کاغذوں کے پلندے میں ہیں تمام ان کا کہ جن کے تم محتاج ہو، پس انہیں لے آؤ اور شطیطہ کا درہم بھی لے آؤ کہ جس کا وزن ایک درہم اور دو دانق ہے اور وہ اس کیسہ میں ہیں کہ جس میں چار سو درہم وازواری ہیں، اور اس کا کپڑا بھی لے آؤ جو اہل بلخ کے دو بھائیوں کے کپڑے کے پشتوارہ میں ہے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت کی گفتگو سے میری عقل اڑ گئی اور وہ سب کچھ لے آیا جو آپؑ نے فرمایا تھا اور آپؑ کے سامنے رکھ دیا، پس آپؑ نے شطیطہ کا درہم اس کے پارچے کے ساتھ اٹھایا اور میری طرف رخ کر کے فرمایا ان اللہ لا یستحیی عن الحق بیشک خدا حق سے شرم وحیا نہیں کرتا، اے ابوجعفر شطیطہ کو میرا سلام پہنچانا اور اسے یہ ہمیانی دے دینا اور اس میں چالیس درہم تھے پس فرمایا کہ اس سے کہنا کہ ہم نے یہ ہدیہ بھیجا ہے تیرے لیے اپنے کفن کا ایک ٹکڑا کہ جس کا سوت ہماری اپنی زمین قریہ صیدا کا ہے جو جناب فاطمہ زہرا کی بستی ہے اور میری بہن حلیمہ حضرت صادق کی بیٹی نے اسے کاتا ہے اور شطیطہ سے کہنا کہ ابوجعفر اور کپڑا اور درہم کے پہنچنے کے انیس دن بعد تک وہ زندہ رہے گی، پس اس تھیلی میں سے سولہ درہم اپنے اوپر خرچ کرنا اور اس میں سے چوبیس درہم اپنا صدقہ اور جو کچھ تیری طرف سے ضروری ہے قرار دینا اور میں خود تیری نماز

جنازہ آکر پڑھاؤں گا، پھر آپؑ نے اس شخص سے فرمایا، اے ابو جعفر جب مجھے دیکھو تو مخفی رکھنا، کیوں کہ یہ تمہاری نگہبانی کے لیے بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ مال اس کے مالکوں کو واپس کر دینا اور ان مہروں کو توڑ و جو کاغذوں کے پلندے پر ہیں اور دیکھو کہ آیا میں نے مسائل کا جواب دیا ہے کہ نہیں، اس سے پہلے کہ تم میرے پاس آتے وہ کہتا ہے کہ میں نے مہریں دیکھیں تو وہ صحیح وسالم تھیں اور کس کا ہاتھ انہیں لگا تھا، پس میں نے ان میں سے کہ وسط میں سے ایک کو دیکھا کہ جس میں تحریر تھا عالم کا کیا فرمان ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے میں نے خدا کے لیے نذر کی ہے کہ ہر قدیم غلام کو آزاد کروں گا، حالانکہ اس کی ملکیت میں کئی ایک غلام ہیں یعنی اس میں سے کون سا غلام آزاد ہوگا، حضرت نے اپنے خط شریف میں لکھا تھا۔

جواب، ہر وہ غلام آزاد ہونا چاہیے کہ جو چھ ماہ سے پہلے اس کی ملک میں ہے اور اس کی صحت کی دلیل خدا کا یہ ارشاد ہے "والقمر قدرناہ منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم" مقصد یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس آیت میں چاند کو تشبیہ دی ہے بعد اس کے کہ وہ اپنی منازل میں سیر کرے خوشہ خرما کی پرانی لکڑی کے ساتھ اور اسے قدیم کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور چونکہ خوشہ خرما کی لکڑی چھ ماہ کی مدت میں ہلالی شکل پیدا کرتی ہے، پس قدیم وہ ہے کہ جس پر چھ ماہ گزر جائیں اور تازہ جو قدیم کے خلاف ہے وہ ہے کہ جسے اس کے ملک میں چھ ماہ نہ گزرے ہوں۔

راوی کہتا ہے پھر میں نے دوسری مہر توڑی تو میں نے دیکھا اس میں لکھا تھا، عالم کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے خدا کی قسم میں مال کثیر صدقہ کروں گا تو وہ کتنی مقدار صدقہ دے۔

حضرت نے سوال کے نیچے اپنے خط مبارک سے لکھا تھا، جواب: جس شخص نے قسم کھائی ہے اگر اس کا مال گوسفند ہیں تو چوراسی گوسفند صدقہ کرے اور اگر اونٹ ہیں تو چوراسی اونٹ دے اور اگر درہم ہے تو چوراسی درہم دے اور اس کی دلیل خدا کا یہ ارشاد ہے "ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ" یعنی بیشک خدا نے تمہاری بہت سے مقامات پر مدد کی ، ہم نے رسول خداؐ کے مواطن اس آیت کے نزول سے پہلے کے شمار کیے تو وہ چوراسی تھے کہ جنہیں خداوند عالم نے لفظ کثیر سے موصوف کیا۔

راوی کہتا ہے پس میں تیسری مہر توڑی تو دیکھا اس میں لکھا تھا کہ جناب عالم کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اگر مردہ کی قبر اکھاڑی اور اس کا سر قلم کرلیا اور اس کا کفن چرایا، تو آپؑ نے اپنے خط سے لکھا، جواب اس شخص کا ہاتھ قلم کیا جائے گا چونکہ اس نے حرز سے چوری کی ہے اور دیت کی سو اشرفی اس کو دینی پڑے گی، سر کاٹنے کی بناء پر کیونکہ ہم نے مردہ کو اس بچہ کی طرح قرار دیا ہے جو کہ مادر شکم میں ہو، اس سے پہلے کہ اس میں روح پھونکی جائے۔ پس وہ شخص خراسان کی طرف لوٹ گیا، جب خراسان پہنچا تو دیکھا کہ جن لوگوں کے مال آپؑ نے قبول نہیں کئے تھے اور رد کر دیئے تھے وہ فطحی مذہب کے ہو چکے تھے، البتہ شطیطہ مذہب حق پر باقی تھی، پس حضرتؑ کا سلام، درہموں کی تھیلی اور کفن کا ٹکڑا جو حضرت نے اس کے لیے دیا تھا وہ اسے پہنچایا، پس وہ انیس دن زندہ رہی جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا، جب اس کی

وفات ہوئی تو حضرت اس کی تجہیز کے لیے تشریف لائے درآنحالیکہ آپؑ اونٹ پر سوار تھے اور جب اس کے معاملہ سے فارغ ہوئے تو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر بیابان کی طرف لوٹے اور فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو خبر دینا اور انہیں میرا اسلام کہنا اور یہ بتانا کہ میں اور جو آئمہ علیہم السلام میں سے میری طرح ہیں ہم مجبور ہیں کہ تمہارے جنازے میں حاضر ہوں تم جس کسی شہر میں ہو پس اپنے معاملہ میں خدا سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔

مولف کہتا ہے کہ میت بے سر قلم کرنے کے سوال کے جواب کو جو حضرت نے دیا پورے طور پر روایت میں نقل نہیں کیا گیا، اس سلسلہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ جس کے ذکر کرنے سے کاظم علیہ السلام کا جواب بھی معلوم ہو جائیگا اور وہ روایت اس طرح ہے کہ

ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ ربیع حاجب منصور کے پاس گیا جب کہ وہ خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھا اور کہنے لگا، اے امیر المومنین کل رات آپ کا فلاں غلام فوت ہو گیا ہے اور مرنے کے بعد اس کا سر قلم کر لیا گیا ہے، منصور بیچ پا ہو گیا اور غضب ناک ہوا اور ابن ابی لیلیٰ اور دوسرے فقہا کی ایک جماعت سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اس مسئلہ میں سب کہنے لگے ہمارے پاس اس مسئلہ میں کچھ نہیں ہے اور منصور کہتا تھا کہ جس نے یہ کام کیا ہے میں اسے قتل کر دوں یا نہ کروں، اسی اثناء میں منصور سے کہا گیا کہ جعفر بن محمد علیہ السلام سعی میں داخل ہوئے ہیں، منصور نے ربیع سے کہا کہ جا کر ان سے یہ مسئلہ پوچھو، ربیع نے جب آپؑ سے پوچھا تو جواب میں فرمایا کہ جا کر کہو کہ اس شخص کو سو دینار دینا پڑے گا۔

جب ربیع نے منصور سے آ کر کہا تو فقہا کہنے لگے کہ یہ بھی اس سے پوچھئے کہ کیوں سو اشرفی دے، حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نطفہ کی دیت بیس دینار ہے اور علقہ ہو جانے کی بیس دینار اور مضغہ میں بیس دینار اور ہڈیاں اُگنے میں بیس دینار اور گوشت آ جانے کے بعد بیس دینار یعنی ہر مرتبہ کے لیے بیس دینار زیادہ ہوتے جائیں گے۔

یہاں تک کہ اس کی خلقت تمام ہو جائے اور ابھی روح داخل نہ ہو تو سو دینار ہو جاتے ہیں اور ان اطوار کے بعد حق تعالیٰ اس میں روح پھونک دیتا ہے اور دوسری خلق ہو جاتا ہے اور مردہ بچہ کی طرح ہے جو شکم میں ہو کہ جس نے ان مراتب کی سیر کی ہو، لیکن ابھی اس میں روح نہ پھونکی گئی ہو، ربیع واپس آیا اور حضرت کا جواب نقل کیا، سب اس جواب سے خوش ہوئے۔

اس وقت کہنے لگا، واپس جا کر پوچھو کہ اس میت کی دیت کس کو ملے گی، ورثا کا مال ہے یا نہیں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا اس میں ورثا کا کوئی حق نہیں، کیونکہ یہ دیت اس چیز کے مقابلہ میں ہے جو اس کے بدن کو لاحق ہوئی ہے اس کے مرنے کے بعد اس مال سے میت کے لیے حج کرائی جائے یا اس کی طرف سے صدقہ دیا جائے یا اسے کسی اور کار خیر میں صرف کیا جائے۔

تیسرا معجزہ:

ابو خالد زبالی کی روایت ہے اور جو کچھ اس نے حضرت کے دلائل میں سے دیکھے، شیخ کلینی نے ابو خالد کی زبالی سے روایت

کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام موسیٰ کو مہدی عباس کے پاس لے جا رہے تھے اور یہ پہلی دفعہ تھی جب حضرت کو مدینہ سے عراق لے گئے تو حضرت نے زبالہ میں قیام کیا، پس میں آپ سے گفتگو کر رہا تھا کہ حضرت نے مجھے غمناک دیکھا، حضرت نے فرمایا اے ابو خالد کیا ہو گیا ہے کہ میں تجھے غمناک دیکھ رہا ہوں میں نے عرض کیا کسی طرح غمناک نہ ہوں، حالانکہ آپ کو اس ظالم بیباک کے پاس لیے جا رہے ہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

فرمایا مجھے کوئی خطرہ نہیں جب فلاں مہینہ کا فلاں دن ہو تو پہلے میل پر میرا استقبال کرنا، ابو خالد کہتا ہے کہ مجھے کوئی ہم و غم نہیں تھا سوائے مہینوں اور دنوں کے گننے کے کہ یہاں تک کہ وہ موعود دن آ گیا، پس میں نے میل کے پاس گیا اور میں وہاں رہا یہاں تک کہ غروب آفتاب قریب آ گیا اور شیطان نے میرے سینہ میں وسوسہ ڈالا اور مجھے خوف ہوا کہ کہیں شک میں نہ پڑ جاؤں اس میں جو کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ اچانک میری نگاہ قافلہ کی سیاہی پر پڑی جو عراق کی طرف سے آ رہا تھا، پس میں نے ان کا استقبال کیا تو دیکھا امام اونٹوں کی قطار کے آگے خچر پر سوار آ رہے تھے، آپ نے فرمایا ایھا ابا خالدٌ اور بتاؤ اے ابو خالد۔

میں نے عرض کیا لبیک اے فرزند رسول، فرمایا شک نہ کرنا البتہ شیطان دوست رکھتا تھا کہ تجھے شک میں ڈالے میں نے حضرت سے عرض کیا حمد ہے خدا کی جس نے آپ کو ان ظالموں سے نجات دی، فرمایا میرے لیے ان کے پاس دوبارہ جانا ہے کہ پھر ان سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکوں گا۔

چوتھا معجزہ! حضرت کا خبر غیب دینا

نیز کلینی نے سیف بن عمیرہ سے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے وہ کہتا کہ میں نے عبد صالح یعنی حضرت امام موسیٰ علیہ السلام سے سنا، آپ نے ایک شخص کو مرنے کی خبر دی، میں نے استبعاد کے طور پر اپنے دل میں کہا کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے شیعوں میں سے وہ مرد فلاں دن مرے گا۔

جب یہ خیال میرے دل میں گزرا تو حضرت نے میری طرف غصہ والے شخص کی طرح دیکھا اور فرمایا اے اسحاق رشید ہجری کو موتوں اور ابتلا آت کا علم تھا، امام تو زیادہ حق رکھتا ہے کہ وہ یہ چیزیں جانتا ہو، اس کے بعد آپ نے فرمایا اے اسحاق جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو، کیونکہ تمہاری زندگی ختم ہو رہی ہے اور دو سال اور تم زندہ رہ کر مر جاؤ گے اور تمہارے بھائی اور خاندان والے تمہارے بعد تھوڑے ہی دنوں میں آپس میں مختلف الکلم ہو جائیں گے اور بعض بعض سے خیانت کریں گے یہاں تک کہ ان پر ان کے دشمن شماتت کریں۔ فرمایا یہی تمہارے دل میں تھا نا، اسحاق نے کہا جو کچھ میرے سینے میں آیا ہے میں اس سے استغفار کرتا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد اسحاق تھوڑے ہی دنوں میں مر گیا اور اس کے بھائی چند دنوں میں فقیر ہو گئے اور ان کی زندگی دوسرے لوگوں کے اموال پر تھی یعنی بعنوان قرض و مضاربہ اور اس قسم سے زندگی بسر کرتے تھے بعد اس کا کہ پہلے ان کے پاس بہت سا مال تھا۔

پانچواں معجزہ! حضرت کا طئی الارض کے ذریعہ مدینہ سے بطن الرمہ میں آنا

شیخ کشی نے اسماعیل بن سلام اور فلان بن حمید سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ علی بن یقطین نے ہمیں پیغام بھیجا کہ دو اونٹ خرید کرو اور متعارف راستہ سے دور ہو کر غیر معروف راستہ سے مدینہ جاؤ اور ہمیں کچھ اموال اور خطوط دیئے اور کہنے لگا یہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو پہنچا دو، کوئی شخص تمہارے کام سے مطلع نہ ہو، پس ہم کوفہ میں آئے، دو اونٹ خرید کئے، زاد و توشہ سفر لیا، کوفہ سے نکلے اور راستہ سے ہٹ کر ہم جا رہے تھے یہاں تک ہم بطن الرمہ میں پہنچے، وہ ایک وادی ہے نجد کے اوپر والے حصہ میں کہتے ہیں کہ وہ مدینہ کی راہ میں ایک منزل ہے کہ اہل بصرہ اور کوفہ وہاں آ کر ملتے ہیں تو ہم اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور انہیں باندھ کر ان کے سامنے گھاس ڈالی اور کھانا کھانے بیٹھے کہ اچانک ایک سوار آتا ہوا نظر آیا اور اس کے ساتھ ایک غلام تھا جب ہمارے قریب پہنچا اور ہم نے دیکھا کہ وہ امام موسیٰ علیہ السلام ہیں، پس ہم حضرت کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور سلام کیا اور خطوط و اموال جو ہمارے پاس تھے وہ حضرت کی خدمت میں پیش کئے پس آپ نے اپنی آستین سے خطوط نکالے اور ہمیں دیکھ کر فرمایا یہ تمہارے خطوں کے جواب ہیں، ہم نے عرض کیا کہ ہمارا زاد و توشہ تو ختم ہو گیا ہے، پس اگر آپؑ اجازت دیں تو مدینہ میں داخل ہو کر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لیں اور زاد و راہ بھی لے لیں، فرمایا جو کچھ زاد و راہ میں سے تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ ہم نے اپنا توشہ باہر نکالا اور حضرت کی خدمت میں لے آئے، آپؑ نے اپنے ہاتھ میں لے کر اسے الٹ پھیر کیا اور فرمایا یہ تمہیں کوفہ تک پہنچا دے گا، باقی رہے رسولؐ خدا تو تم نے انہیں دیکھ لیا ہے، بیشک میں نے ان کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی ہے اور نماز ظہر بھی انہیں کے ساتھ جا کر پڑھوں گا خدا کی حفظ و امان میں چلے جاؤ۔

مولف کہتا ہے حضرت کا یہ فرمان کہ تم نے رسول خدا کو دیکھ لیا ہے اس کے دو معنی ہیں، ایک تو یہ کہ مدینہ کے قریب پہنچ چکے ہو اور قرب زیارت حکم زیارت میں ہے اور دوسرا یہ کہ مجھے دیکھنا رسول اللہ کو دیکھنے کے برابر ہے جب تم نے مجھے دیکھ لیا تو رسول خدا کو دیکھ لیا اور یہ معنی صحیح ہے اگر وہ جگہ کہ جہاں وہ تھے مدینہ سے دور ہو۔

علامہ مجلسی نے فرمایا ہے کہ پہلا معنی اظہر ہے اور احقر کا یہ گمان ہے کہ دوسرا معنی اظہر ہے اور اسی معنی کی موکد ہے، وہ روایت جو ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ابو حنیفہ حضرت امام صادق علیہ السلام کے دروازے پر آیا تا کہ حضرت سے حدیث سنے، حضرت گھر سے اس حالت میں نکلے کہ اعصا پر سہارا لیا ہوا تھا، ابو حنیفہ کہنے لگا اے فرزند رسولؐ آپ عمر کی اس حد تک نہیں پہنچے کہ آپ کو اعصا کی ضرورت ہو، حضرت نے فرمایا ایسا ہی ہے جیسا تم کہہ رہے ہو، لیکن یہ تو رسول خدا کا اعصا ہے میں نے چاہا کہ اس سے تبرک حاصل کروں پس ابو حنیفہ جھپٹا اس عصا کی طرف اور اجازت چاہی کہ اس کا بوسہ لے۔

حضرت نے اپنے بازو سے آستین الٹ دی اور اس سے فرمایا خدا کی قسم تجھے معلوم ہے کہ یہ رسولؐ کی کھال اور یہ رسولؐ کے بال ہیں، لیکن ان کا تو بوسہ نہیں لیتا اور اعصا کا بوسہ لے رہا ہے۔

چھٹا معجزہ! حضرت کا مغیبات کی خبر دینا

حمیری نے موسیٰ بن بکیر سے روایت کی ہے کہ حضرت امام موسیٰ علیہ السلام نے مجھے ایک رقعہ دیا کہ جس میں کچھ ضروریات لکھی تھیں اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرو، میں نے اسے مصلے کے نیچے رکھ دیا اور اس میں سستی کی پھر میں حضرت کے نزدیک سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ رقعہ آپ کے دست مبارک میں ہے، آپؑ نے مجھ سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں میں نے عرض کیا گھر میں ہے، فرمایا اے موسیٰ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو ورنہ میں تم پر غضب ناک ہوں گا، پس میں نے سمجھا کہ وہ رقعہ آپؑ کو جنات کے کسی بچے نے لاکر دیا ہے۔

ساتواں معجزہ! حضرت کا علی بن یقطین کو ہارون کے سر سے نجات دینا

حدیقۃ الشیعہ میں امام موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں مذکور ہے کہ آپؑ کے معجزات میں سے دو چیزیں علی بن یقطین ہارون رشید کے وزیر سے متعلق واقع ہوئی ہیں جو کہ مخلص شیعوں میں سے تھا، ایک یہ کہ ایک دن رشید نے ایک قیمتی کپڑا جو بہت نفیس تھا علی مذکور کو دیا، چند دنوں کے بعد علی نے وہ کپڑا بہت سے مال کے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیا، امام نے باقی مال قبول کر لیا وہ کپڑا واپس کر دیا کہ اس کی حفاظت کرنا کیونکہ تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی، علی کے دل میں آیا کہ اس کا کیا سبب ہوگا، لیکن چونکہ اسے حکم دیا گیا تھا، لہذا اس کی محافظت کی، کچھ مدت کے بعد ایک ایسے غلام کو جو اس کے حالات سے باخبر تھا کسی گناہ کی وجہ سے چند ڈنڈے لگائے، غلام ہارون رشید کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ علی بن یقطین ہر سال اپنے مال کا خمس تحفہ تحائف اور ہدیوں کے ساتھ موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس بھیجتا ہے اور ان چیزوں میں سے کہ جو اس سال بھیجی ہیں ایک وہ قیمتی کپڑا بھی ہے جو خلیفہ نے اسے عنایت کیا تھا رشید آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا، اگر یہ بات سچ نکلی تو اس کو سخت سزا دوں گا، فوراً علی کو بلایا اور کہنے لگا کہ فلاں کپڑا جو اس دن میں نے تجھے دیا تھا وہ کہاں ہے اُسے لے آؤ کہ اس سے مُجھے ایک غرض متعلق ہے علی کہنے لگا کہ اسے خوشبو لگا کر ایک صندوق میں رکھ دیا ہے اسے اس قدر دوست رکھتا ہوں کہ میں اسے نہیں پہنتا، رشید کہنے لگا اسی وقت اسے حاضر کرو، علی نے اپنے ایک غلام کو بلایا اور کہنے لگا کہ فلاں صندوق جو فلاں کمرے میں رکھا ہے لے آؤ، جب وہ لے آیا تو رشید کے سامنے کھولا، رشید نے اسے اسی طرح دیکھا کہ جیسا علی نے کہا تھا، زینت اور خوشبو میں بسا ہوا دیکھا تو اس کا غصہ فرو ہوا اور کہنے لگا اسے اس کی جگہ پلٹا دو اور سلامتی کے ساتھ رہو کہ اس کے بعد کسی کی بات تمہارے حق میں قبول نہیں کروں گا۔ جب علی چلا گیا تو اس غلام کو بلا کر حکم دیا کہ اسے ایک ہزار تازیانے لگائے جائیں، جب تازیانے کی تعداد پانچ سو کو پہنچی تو وہ غلام مر گیا اور علی بن یقطین پر واضح ہو گیا کہ اس کپڑے کے واپس کرنے کا مقصد کیا تھا اس کے بعد خاطر جمعی سے اُسے حضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔

دوسری یہ کہ علی بن یقطین نے حضرت کو لکھا کہ روایات وضو کے متعلق مختلف ہیں، میں چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے خط مبارک

سے لکھ کر عالم فرمائے کہ میں کس طرح وضو کیا کروں، امام علیہ السلام نے اسے لکھا کہ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تین مرتبہ منہ دھویا کرو اور ہاتھوں کو انگلیوں کے سروں سے لے کر کہنی تک تین مرتبہ دھولو اور پورے سر کا مسح کرو اور دونوں کانوں کے ظاہری حصہ کو مسح کرو اور پنڈلی تک پاؤں کو دھوؤ جس طرح حنفی کرتے ہیں۔

جب یہ نوشتہ علی کے پاس پہنچا تو اس نے تعجب کیا اور دل میں کہنے لگا یہ تو آپؑ کا مذہب نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان اعمال میں سے کوئی بھی حق کے موافق نہیں، لیکن چونکہ امامؑ نے مجھے مامور کیا ہے لہذا مخالفت نہیں کروں گا، جب تک کہ اس کا راز نہ کھل جائے اور اس کے بعد اسی طرح وضو کرتا تھا یہاں تک کہ مخالفین اور دشمنوں نے ہارون سے کہا کہ علی بن یقطین رافضی ہے اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فتویٰ کے مطابق عمل پیرا ہے اور اس کے حکم سے تخلف نہیں کرتا، رشید نے خلوت میں اپنے خواص میں سے ایک شخص سے کہا کہ علی کی خدمت میں کوئی کمی نہیں، لیکن اس کے دشمن سختی سے کہتے ہیں وہ رافضی ہے اب میں نہیں جانتا کہ اس کا امتحان کس طرح کروں اور میرا دل مطمئن ہوجائے، وہ شخص کہنے لگا کہ شیعہ سُنی سے جتنا وضو کے مسئلہ میں مخالفت رکھتے ہیں ایسی مخالفت کسی مسئلہ میں نہیں ہے، اگر اس کا وضو ان سے موافق نہیں تو لوگوں کی بات سچ ہے ورنہ نہیں۔

رشید کو یہ بات معقول معلوم ہوئی ایک دن اسے بلایا اور اپنے مکان کے ایک کمرے میں کسی کام اور شغل میں لگایا تا کہ تمام شب وروز اپنے اوقات اس میں صرف کرے، حکم دیا کہ اس سے باہر نہ جاؤ اور ایک غلام کے علاوہ اس کے پاس کسی کو نہ رہنے دیا علی کی یہ عادت تھی کہ وہ نماز علیحدگی میں ادا کرتے تھے جب غلام وضو کا پانی لے آیا تو اسے حکم دیا کہ کمرے کا دروازہ بند کر کے چلے جاؤ اور خود کھڑے ہوگئے اور جس طرح انہیں حکم دیا گیا تھا وضو کیا اور نماز پڑھنے لگا اور رشید خود اس سوراخ سے جو کمرے کی چھت میں تھا وہاں سے دیکھ رہا تھا، بعد اس کے کہ اسے معلوم ہوا کہ علی نماز سے فارغ ہوگیا ہے رشید آیا اور اس سے کہنے لگا، اے علی جو شخص تجھے رافضی سمجھتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اب کے بعد میں تیرے متعلق کسی کی بات قبول نہیں کروں گا۔

اور اس واقعہ کے دو دن بعد امامؑ کی تحریر اسے پہنچی کہ جس میں صحیح وضو مذہب معصومین کے موافق مذکور تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ اس کے بعد اس طریقہ پر وضو کیا کرو، کیونکہ جس چیز کا مجھے تمہارے بارے میں خوف تھا وہ گزر چکی ہے اطمینان رکھو اور اس طریقہ کی خلاف ورزی نہ کرو۔

آٹھواں معجزہ! حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا

نیز حدیقہ، فصول المہمہ اور کشف الغمہ سے منقول ہے کہ جس وقت ہارون نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید رکھا تھا تو ابو یوسف اور محمد بن الحسن نے جو اس وقت مذہب اہل سنت کے مجتہد اور ابو حنیفہ کے شاگرد تھے، آپس میں مشورہ کیا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے مسائل علمی پوچھیں اور اپنے اعتقاد کے مطابق آپؑ سے بحث و مناظرہ کریں اور حضرتؑ کو لاجواب کر دیں۔

جب آپ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے، ابھی یہ پہنچے ہی تھے کہ وہ شخص جو سندی بن شاہک کی طرف سے آپؑ پر موکل تھا، آیا اور کہنے لگا میری نوبت اور باری ختم ہوگئی ہے اور میں اپنے گھر جارہا ہوں، اگر آپؑ کو کوئی کام ہو تو مجھے فرمایئے تاکہ دوبارہ جب میری باری ہو تو میں وہ کام کرکے آؤں۔

امامؑ علیہ السلام نے فرمایا تم جاؤ کوئی خدمت اور کوئی کام میرا نہیں ہے، جب وہ شخص چلا گیا تو آپؑ نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا تم اس شخص پر تعجب نہیں کرتے کہ یہ آج رات مرجائے گا اور آیا اس لیے ہے کہ یہ کل میری ضرورت پوری کرے، پس دونوں کھڑے ہوکر باہر چلے گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم تو ان کے پاس اس لیے آئے تھے کہ ان سے مسائل فرض و سنت سنیں اور وہ خود بخود غیب کی خبر دینے لگے ہیں اور کسی کو انہوں نے بھیجا جو اس کے گھر کے دروازے پر خبر کا منتظر بیٹھے جب آدھی رات ہوئی تو اس گھر سے نالہ و فریاد کی آواز بلند ہوئی اور جب اس نے پوچھا کہ کیا ہوا تو انہیں نے بتایا کہ وہ شخص اچانک بغیر کسی بیماری کے مرگیا ہے، پس وہ ان کا بھیجا ہوا شخص ان دونوں کے پاس گیا اور انہیں خبر دی تو وہ دونوں دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور پوچھنے لگے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا ہے، آپؑ نے فرمایا وہ علم ہے جو رسول خداؐ نے علی مرتضیٰؑ کو تعلیم کیا تھا اور یہ ان علوم سے نہیں کہ جس میں دوسرے لوگوں کے لیے کوئی راستہ ہو، دونو متحیر اور مبہوت ہوگئے، انہوں نے چاہا کہ کوئی اور بات کریں لیکن نہ کرسکے اور دونوں اُٹھ کر شرمندہ ہوکر واپس چلے گئے اور چھپانے کی برداشت بھی ان میں نہ تھی اور خود روایت کی اور نقل کیا ہے تاکہ قیامت کے دن ان پر حجت ہو۔

نواں معجزہ! پردہ پر بنی ہوئی شیر کی تصویر کو آپؑ کا حکم دینا کہ افسونگر کو چیر پھاڑ دو

ابن شہر آشوب نے علی بن یقطین سے روایت کی ہے ایک دفعہ ہارون الرشید نے ایک شخص کو بلایا تاکہ اس کے ذریعہ سے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے امر کو باطل کرے اور مجلس عام میں آپؑ کو شرمسار کرے، پس اس کام کے لیے ایک جادوگر نے حامی بھرلی، جب دسترخوان بچھایا گیا تو اس جادوگر نے روٹی میں کوئی حیلہ کیا، پس اس طرح ہوا کہ جب حضرت کا خادم ارادہ کرتا کہ روٹی اٹھا کر حضرت کے پاس رکھے تو روٹی اس سے اڑ جاتی تھی، ہارون اس کام سے اتنا خوش ہوا اور اسے ہنسی آئی کہ وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور وہ آپے سے باہر ہوگیا، پس اسی اثناء میں امام موسیٰ علیہ السلام نے سر بلند کیا اس شیر کی تصویر کی طرف جو کہ ایک پردہ پر بنی ہوئی تھی فرمایا اے اللہ کے شیر پکڑ لو اس دشمن خدا کو۔

پس وہ تصویر بہت بڑے شیر کی طرح اُچھلی اور اس جادوگر کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے، ہارون اور اس کے ندیم یہ امر عظیم دیکھ کر غش کھا گئے اور منہ کے بل گر پڑے اور جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کے ہول سے ان کے ہوش اڑ گئے، جب ہوش میں آئے تو کافی دیر کے بعد ہارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں اپنے حق کی آپؑ کو قسم دیتا ہوں جو آپؑ پر ہے اس تصویر سے خواہش کریں کہ وہ اس شخص کو واپس نگل دے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں اُگل دی ہوتیں جو وہ نگل گیا تھا تو یہ تصویر بھی اس شخص کو اگل دیتی کہ جسے نگل گئی ہے۔ مولف کہتا ہے بعض فضلاء نے شاید کہ وہ سید اجل آقائے سید حسین مفتی ہیں جنہوں نے شیخ بھائی سے یہ حدیث روایت کی ہے اس طرح سے فرمایا ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے شیخ نے جمعہ کی رات سات جمادی الاخری ۱۰۳۰ ہجری میں دو اماموں امام موسیٰ بن جعفرؑ اور ابوجعفرؑ جواد کی ڈیوڑھی کے سامنے اپنے والد شیخ حسین سے اپنے مشائخ و اساتذہ سے پھر ان کے نام لیے شیخ صدوق تک ابن ولید سے صفار اور سعد بن عبداللہ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے حسن بن علی بن یقطین سے ان کے بھائی حسین سے اپنے باپ علی بن یقطین سے اور اس روایت کے سب راوی ثقات اور شیوخ طائفہ میں سے ہیں، پھر گذشتہ حدیث کو بیان کیا ہے جس طرح کہ ذکر ہو چکی ہے اور اس حدیث سے کوئی مخالفت نہیں رکھی سوائے اس کے اس میں خادم کا ذکر نہیں بلکہ اس میں ہے کہ حضرت خود روٹی اٹھانا چاہتے تھے اور دوسرا یہ کہ تصویر اس مکان کے ایک صحن میں تھی نہ کہ پردہ کے اوپر اور باقی حدیث دونو جگہ ایک جیسی ہے اور اس روایت کے بعد کہا کہ شیخ بھائی ادام اللہ ایامہ نے میرے سامنے امام موسیٰ علیہ السلام اور امام جواد کی مدح میں تین شعر کہے اور وہ تین شعر یہ ہیں جو ان بزرگوروں کی شان میں کہے گئے ہیں۔

الا یا قاصد الزّوراء عرج علی لغربی من تلك المغانی و نعلیك اخلعن واسجد خضوعًا اذا لاحت لدیك القبتان فتحتهما لعمرک نار موسیٰ ونور محمد متقارنان اے زوراء کا قصد رکھنے والے توقف اور رغبت کر وان منازل میں سے مغربی حصہ کے گھروں پر اور اپنے جوتے اتار لو اور خضوع و خشوع سے سجدہ کرو جب دو گنبد تجھے نظر آئیں تیری جان کی قسم ان کے نیچے موسیٰ کی آگ اور محمد کا نور ملے ہوئے ہیں۔

دسواں معجزہ! آپؑ کا شیر سے گفتگو کرنا

نیز ابن شہر آشوب نے علی بن ابی حمزہ بطائنی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک راستہ پر جا رہا تھا کہ ایک شیر نے ہمارا رخ کیا اور اس نے اپنا اگلا پاؤں حضرت کے خچر کے زین یا سرین پر رکھ دیا کہ جس پر حضرت سوار تھے، پس حضرت اس کے لیے رک گئے اس شخص کی طرح جو غور سے اس کی آواز سن رہا ہو پس شیر چلا گیا اور راستہ کے کنارے کھڑا ہو گیا اور حضرت ابوالحسنؑ نے اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا اور دعا پڑھی کہ جسے میں نہ سمجھ سکا، اس کے بعد آپؑ نے شیر کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ جاؤ تو شیر نے طویل ہمہمہ کیا اور حضرت فرماتے تھے آمین، آمین۔ اس وقت شیر چلا گیا میں نے حضرت سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں مجھے آپؑ کے اس شیر کے واقعہ سے تعجب ہوا۔

آپؑ نے فرمایا یہ شیر میرے پاس آیا تھا اور اس نے اپنی شیرنی کی وردزہ کی سختی سے شکایت کی اور مجھ سے درخواست کی کہ میں خدا سے دعا کروں کہ وہ اسے کشائش عطا فرمائے تو میں نے اس کے لیے دعا کی اور میرے دل میں القاء ہوا کہ ہونے والا بچہ نر ہے پس میں نے اسے یہ خبر دی تو شیر نے مجھ سے کہا کہ خدا کی حفظ وامان میں جائیے، خدا آپ پر آپؑ کی ذریت و اولاد اور شیعوں پر کسی

درندے کو مسلط نہ کرے، میں نے کہا آمین۔

اور اس معجزہ کو بعض شعراء نے شعر میں اپنے اس قول میں ضبط کیا ہے۔

واذکر اللیث حین القی یدیہ فسعیٰ نحوہ وزار وز مجر۔ ثم لمارای الامام اتاہ۔ وتجافی عنہ وھاب واکبر۔ وھو لحادثلاثاً ھذا اھوالحق ومالم اقلہ اوفی واکثر۔

گیارہواں معجزہ! شفیق بلخی کی خبر اور جو کچھ اس نے آپؑ کے دلائل و معجزات دیکھے

شیخ اردبلی نے شفیق بلخی سے روایت کی ہے کہ میں ۱۴۹ ہجری میں حج پر گیا، جب قادسیہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ حج کے لیے آرہے ہیں اور تمام صاحب زینت ومال تھے، پس میری نگاہ ایک خوشرو نوجوان پر پڑی جو کمزور اور گندم گوں تھا اور پشمینہ کا کپڑا اس کے لباس کے اوپر تھا اور اوپر ردا اوڑھے ہوئے اور جوتے پاؤں میں پہنے ہوئے تھا اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اکیلا بیٹھا تھا، میں دل میں کہا کہ یہ نوجوان صوفی ہے اور چاہتا ہے کہ لوگوں بوجھ بنے اور اس راستہ میں اپنا بوجھ لوگوں پر ڈالے۔ خدا کی قسم میں اس کے پاس جا کر اس کی سرزنش کرتا ہوں جب میں اس کے قریب گیا اور اس جوان نے مجھے دیکھا تو فرمایا "شفیق اجتنبو کثیرۃ من الظن "اے شفیق بہت سے گمانوں سے اجتناب کرو کیوں کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا، میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ امر عظیم ہے کہ اس جوان نے وہ کچھ بتایا جو میرے دل میں گزر رہا تھا اور میرا نام بھی لیا ہے یہ جوان خدا کا کوئی صالح بندہ ہی ہے، پس اس کے پاس جا کر اس سے سوال کروں کہ مجھے معاف کردے میں اس کے پیچھے چلا جتنی تیزی میں نے کی میں اسے نہ پاسکا، یہ موقعہ گزرا یہاں تک کہ ہم منزل واقعہ میں پہنچے، وہاں میں اس بزرگوار کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے اعضاء وجوارح مضطرب ہیں اور آنسو جاری ہیں میں نے کہا کہ یہ وہی میرا ساتھی ہے کہ یں جس کی تلاش میں تھا جا کر اس سے معافی مانگوں، میں نے صبر کیا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوا میں اس کی طرف گیا جب مجھے دیکھا تو فرمایا۔

یا شفیق وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاً ثم اھتدیٰ، اے شفیق بیشک میں بخشنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور پھر راہ ہدایت پر چلے، یہ کہہ کر وہ چل دیا، میں نے کہا کہ یہ نوجوان ابدال میں سے ہے کیونکہ دو مرتبہ اس نے میرے دل کی بات بتائی، پھر دوبارہ میں نے اسے دیکھا یہاں تک کہ ہم منزل زبالہ میں پہنچے میں نے دیکھا کہ لوٹا اس نوجوان کے ہاتھ میں ہے اور کنویں کے پاس کھڑا ہے اور پانی نکالنا چاہتا ہے اچانک وہ لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں گر پڑا، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا "انت ربی اذا اظمت الی الماء وقوتی اذا اردت الطعایا" تو مجھے سیراب کرنے والا ہے جب میں پیاسا ہوتا ہوں اور تو میری روزی ہے جب میں کھانے کا ارادہ کرتا ہوں۔

پھر عرض کیا اے میرے معبود آقا میرے پاس اس لوٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہے مجھ سے یہ نہ لے، شفیق کہتا ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنوئیں کے پانی میں جوش آیا اور وہ اوپر کو آیا اس جوان نے اپنا ہاتھ پانی کی طرف دراز کیا اور کوزہ اٹھا کر پانی سے پر کر کے وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھ کر ریت کے ایک ٹیلے کی طرف گیا اور اس میں سے کچھ ریت لے کر اس لوٹے میں ڈال دی اور اسے ہلا کر پیا، جب میں نے یہ دیکھا تو اس کے قریب گیا اور سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا، پس میں نے کہا مجھے اس میں سے کچھ دیجئے جو خدا نے آپؑ پر احسان نعمت کیا ہے۔

فرمایا اے شفیق ہمیشہ خدا کی نعمت ظاہر اور باطن میں ہمارے ساتھ ہے، پس اپنے پروردگار کے متعلق اچھا گمان رکھو، پھر وہ کوزہ آپؑ نے مجھے عنایت فرمایا جب میں نے پی کر دیکھا تو ستو اور شکر تھی، خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ لذیذ و خوشبودار نہیں پیا تھا، پس میں اتنا سیر و سیراب ہوا کہ کئی دن تک مجھے کھانے پینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی پھر میں نے اس بزرگوار کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ ہم مکہ میں وارد ہوئے۔ آدھی رات کے وقت میں نے اسے دیکھا کہ وہ قبۃ المسراب کے پاس مشغول نماز ہے اور مسلسل گریہ و نالہ میں مشغول رہا اور پورے خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا رہا، یہاں تک کہ طلوع فجر ہوا تو اس نے اپنے مصلی پر بیٹھ کر تسبیح پڑھی، پھر اٹھ کر صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد سات چکر کا طواف خانہ کعبہ کے گرد کیا اور باہر آیا میں اس کے پیچھے گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے حاشیہ نشین اور غلام ہیں، اس کیفیت کے برخلاف جو میں نے راستہ میں دیکھی تھی یعنی وہ بہت صاحب جلالت و عظمت ہیں اور لوگ ان کے گرد جمع ہیں اور ان کو سلام کر رہے ہیں، پس میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ تو جوان کون ہے تو لوگوں نے بتایا کہ موسیٰ بن جعفرؑ بن محمد بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ میں نے کہا جو عجائب و غرائب میں نے ان سے دیکھے ہیں، اگر کسی اور سے ہوتے تو تعجب تھا لیکن چونکہ ان بزرگوار سے ہیں، لہذا کوئی تعجب نہیں۔

مولف کہتا ہے کہ شفیق بلخی مشائخ طریقت میں سے ایک ہے ابراہیم ابن ادہم سے اس کی مصاحبت تھی اور اس نے اس سے طریقت کو اخذ کیا ہے اور یہ حاتم اصم کا استاد ہے اور ۱۹۴ ہجری میں غزوہ کولان میں ترک کے علاقہ میں قتل ہوا اور کشکول بہائی وغیرہ سے منقول ہے کہ شفیق بلخی ابتداء میں صاحب ثروت و قدرت تھا اور بہت سے سفر تجارت کے سلسلہ میں اس نے کئے تھے، پس ایک سال ترک ملک کا سفر کیا اس شہر میں گیا کہ جس کے رہنے والے بت پرست تھے ان بت پرستوں میں سے ایک بڑے بوڑھے سے کہا یہ عبادت جو تم بتوں کے لیے کرتے ہو یہ باطل ہے یہ خدا نہیں ہیں اور اس مخلوق کا ایک خالق ہے کہ جس کی مثل و مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے اور وہ ہر چیز کو روزی دیتا ہے وہ بت پرست کہنے لگا، تیرا قول تیرے فعل کے مخالف ہے شفیق نے کہا کہ وہ کس طرح وہ کہنے لگا تو کہتا ہے کہ تیرا ایک خالق و رازق ہے جو مخلوق کو روزی دیتا ہے اس اعتقاد کے باوجود تو اپنے آپ کو مسافرت کی مشقت میں ڈالے ہوئے ہے کہ تو سفر کر کے یہاں تک روزی کی تلاش میں آیا ہے۔

شفیق اس کی اس بات سے بیدار ہوا اور اپنے شہر کی طرف پلٹ گیا اور جو مال اس کی ملکیت میں تھا وہ صدقہ میں دے دیا اور جب تک زندہ رہا علماء و زہاد کی ملازمت و خدمت میں رہا اور معلوم رہے کہ یہ حکایت جو شفیق نے موسیٰ بن جعفرؑ سے نقل کی ہے کئی ایک

علماء شیعہ وسنی نے اسے نقل کیا ہے اور اشعار میں بھی نظم کیا ہے۔ (اس کے بعد مولف نے گذشتہ واقعہ کے متعلق اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم ذکر نہیں کر رہے ہے۔ مترجم)

بارھواں معجزہ! حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا

شیخ عفرقوفی نے شعیب سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ اچانک آپ نے ابتداً اپنی طرف سے فرمایا۔ اے شعیب کل اہل مغرب میں سے ایک شخص تم سے ملاقات کرے گا اور میرے متعلق تم سے سوال کرے گا اور تم اسے جواب میں کہنا اور تم اُسے کہنا کہ خدا کی قسم وہ وہی امام ہے کہ حضرت صادق نے جس کی ہمیں خبر دی ہے اور وہ حلال وحرام کے متعلق جو بھی سوال کرے تم میری طرف سے اسے جواب دیتے رہنا میں نے عرض کیا قربان جاؤں اس مغربی کی کیا نشانی ہے، فرمایا وہ شخص طویل القامت وجسم اور اس کا نام یعقوب ہے، جب تمہاری اس سے ملاقات ہو تو بے پرواہو کر اسے جواب دینا جو کچھ بھی وہ تم سے پوچھے، کیونکہ وہ وہ اپنی قوم کا یگانہ و بے نظیر شخص ہے اور اگر وہ میرے پاس آنا چاہے تو اسے لے آنا، شعیب کہتا ہے کہ دوسرے دن میں طواف میں تھا کہ ایک شخص طویل وجسیم میری طرف رخ کر کے کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے تیرے صاحب کے متعلق سوال کروں میں نے کہا کہ کس صاحب کے متعلق، وہ کہنے لگا فلاں بن فلاں یعنی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام، میں نے کہا تمہارا کیا نام ہے کہنے لگا یعقوب، میں نے کہا کہاں کے رہنے والے ہو کہنے لگا اہل مغرب میں سے ہوں، میں نے کہا کہ تو نے مجھے کیسے پہچانا تو اس نے کہا، میں نے عالم خواب میں دیکھا ہے کہ کسی نے مجھ سے کہا کہ شعیب سے ملاقات کرو اور جو چاہو اس سے پوچھو، جب میں بیدار ہوا تو میں نے تیرے متعلق پوچھا تو لوگوں نے مجھے تیری نشانی دی ہے۔

پس میں نے کہا کہ ذرا یہیں بیٹھ جاؤ، یہاں تک کہ میں طواف سے فارغ ہو کر تمہارے پاس آؤں، پس میں نے طواف کیا اور اس کے پاس گیا اور اس سے گفتگو کی اور اسے میں نے عقلمند پایا اور اس نے مجھ سے خواہش کی کہ میں اسے موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں لے چلوں، میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا اور اجازت چاہی، جب اجازت ملی تو ہم حضرتؑ کے مکان کے اندر داخل ہوئے، جب امام علیہ السلام کی نگاہ اس مرد پر پڑی تو فرمایا اے یعقوب تم کل یہاں آئے ہو اور تمہارے بھائی کے درمیان فلاں مقام پر جھگڑا ہوا اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ تم نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں حالانکہ یہ ہمارا طریقہ اور ہمارے اباؤاجداد کا دین نہیں ہے اور کسی کو ان چیزوں کی اجازت اور حکم نہیں دیتے، پس خدا یگانہ اور بے شریک سے ڈرو اور عنقریب تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جدائی ڈالی جائے گی اور تمہارا بھائی اسی سفر میں مرجائے گا اس سے پہلے کہ وہ اپنے ہم وطنوں میں پہنچے اور تم بھی اپنے کئے پر پشیمان ہو گے اور یہ اس سبب سے ہوا کہ تم نے قطع رحمی کی خدا نے تمہاری عمر قطع کر دی۔

اس شخص نے پوچھا قربان جاؤں میری اجل کب آئے گی، فرمایا تمہاری اجل بھی نزدیک آ گئی تھی، لیکن چونکہ فلاں منزل میں تم نے اپنی پھوپھی سے صلہ رحمی کی اور اپنے رحم کو وصل کیا تو بیس سال تمہاری عمر بڑھ گئی ہے۔ شعیب کہتا ہے کہ اس واقعہ

کے ایک سال بعد میں نے حج کے راستہ میں اس شخص کو دیکھا اور اس سے حالات پوچھے تو اس نے بتایا کہ اس کا بھائی وطن میں پہنچنے سے پہلے وفات پا گیا اور راستہ میں دفن ہوا، اور قطب راوندی سے بھی حدیث علی بن ابی حمزہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

تیرہواں معجزہ! علی بن مسیب ہمدانی کی خبر اور جو کچھ دلائل اس نے دیکھے

محقق بہبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے رجال کبیر کے تعلیقہ میں کہا ہے علی بن مسیب ہمدانی کے حالات میں فرمایا ہے کہ بعض کتب معتمدہ میں ہے کہ اسے حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ گرفتار کیا گیا اور بغداد کے اسی قید خانے میں قید کیا کہ جس میں امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قید تھے، جب اس کی قید کی مدت طویل ہوئی اور اس میں اہل وعیال کی ملاقات کا شوق شدت پکڑ گیا تو حضرت نے فرمایا کہ غسل کرو، جب اس نے غسل کیا تو آپؑ نے فرمایا آنکھیں بند کرلو، پھر فرمایا آنکھیں کھول دو جب اس نے آنکھیں کھول دیں تو خود کو امام حسین علیہ السلام کی قبر کے پاس دیکھا پس وہاں نماز پڑھی اور آپؑ کی زیارت کی، پھر فرمایا آنکھیں بند کرو اور اس کے بعد فرمایا کھول دو، جب آنکھیں کھولیں تو آپ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ میں دیکھا فرمایا یہ قبر پیغمبر ہے، پس جاؤ اپنے اہل وعیال سے تجدید عہد کرو اور میرے پاس واپس آجاؤ وہ گیا اور واپس آ گیا۔ فرمایا آنکھیں بند کرو پھر فرمایا کہ کھولو، جب آنکھیں کھولیں تو خود کو حضرت کے ساتھ کوہ قاف کے اوپر دیکھا اور وہاں اولیاء اللہ میں سے چالیس افراد دیکھے کہ سب نے امام علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس کے بعد فرمایا آنکھیں بند کرلو اور کھولو تو اپنے آپ کو حضرتؑ کے ساتھ قید خانے میں دیکھا۔ مولف کہتا ہے کہ اصحاب امام رضاؑ کے حالات میں زکریا ابن آدم کے احوال میں علی بن مسیب مذکور کا تذکرہ بھی ہوگا۔

چوتھی فصل

حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر

پہلا ارشاد: آپ قبر کے پاس جب کھڑے تھے تو فرمایا بیشک وہ چیز کہ جس کا آخر یہ ہو وہ اس لائق ہے کہ اس کے اوائل میں رغبت ومیلان نہ کیا جائے اور بیشک وہ چیز کہ جس کی ابتداء ہی ہو (یعنی آخرت کہ جس کی پہلی منزل قبر ہو) وہ اس لائق ہے کہ اس کے آخر سے خوف کیا جائے۔

مولف کہتا ہے کہ قبر کی وحشت اور ہولناکی عظیم ہے۔ کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ میت کو جب قبر کے قریب لے جائیں تو اچانک اسے قبر میں داخل نہ کریں، کیونکہ قبر کی ہولناکیاں بڑی ہیں اور میت کو اٹھانے والا مطلع کے ہول سے خدا سے پناہ مانگے اور میت کا سر قبر کے نزدیک رکھے اور تھوڑی دیر کے لیے صبر کرے تا کہ وہ قبر میں جانے کے لیے تیار ہو جائے پھر اسے تھوڑا سا اور آگے لے جائے اور تھوڑی دیر صبر کرے، اس وقت اسے قبر کے کنارے رکھے۔

مجلسی اوّل نے اس کی تشریح میں فرمایا ہے اگر چہ روح بدن سے جدا ہو جاتا ہے اور روح جوانی مر جاتا ہے، لیکن نفس ناطقہ زندہ ہے اور اس کا تعلق بدن سے بالکلیہ زائل نہیں ہوتا اور فشار قبر کا خوف اور سوال منکر ونکیر ہے اور رومان فتان قبور اور عذاب برزخ ہے، حالانکہ وہ دوسروں کے لیے عبرت ہیں کہ وہ فکر کریں کہ اس قسم کا واقعہ انہیں درپیش ہے۔

اور حدیث حسن میں یونس سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک حدیث سنی ہے کہ جو گھر میرے دل میں آتا ہے کہ یہ وسیع اور کھلا ہے وہ میرے لیے تنگ ہو جاتا ہے اور یہ اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا جب میت کو قبر کے پاس لے جاؤ تو اسے کچھ دیر مہلت دو تا کہ وہ سوال منکر ونکیر کے لیے تیار ہو جائے۔

برائین عازب سے روایت ہے جو کہ مشہور صحابہ میں سے ہے کہ ہم رسول خدا کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ پر جمع ہیں تو پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہیں تو بتایا گیا کہ یہ قبر کھودنے کے لیے جمع ہیں، براء کہتا ہے کہ جب حضرتؐ نے قبر کا نام سنا تو آپ جلدی سے اس طرف گئے یہاں تک کہ قبر تک پہنچ گئے، پس زانو ٹیک کر قبر پر بیٹھ گئے، میں دوسری طرف حضرت کے چہرہ کے سامنے گیا تا کہ دیکھوں کہ حضرت کیا کر رہے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت گریہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں نے زمین کو تر کر دیا، اس کے بعد آپ نے ہماری طرف رخ کیا اور فرمایا ''اخوانی المثل ھذا فاعدوا'' یعنی میرے بھائیو اس جیسی جگہ کے لیے تیاری کرو اور آمادہ رہو۔

شیخ بھائی نے نقل کیا ہے، لوگوں نے ایک حکیم کو دیکھا کہ وہ اپنی موت کے وقت دریغ وحسرت کھا رہا تھا، اس سے کہا گیا کہ یہ کیسی حالت ہے کہ جو ہم تجھ سے دیکھ رہے ہیں وہ کہنے لگا کہ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے، جو طویل سفر پر تو شہ وزاد کے بغیر جا رہا ہے اور وحشت ناک قبر میں بغیر مونس کے رہے گا اور حاکم عادل کے دربار میں بغیر حجت ودلیل کے جائے گا۔

قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ جناب مریمؑ کو ان کے مرنے کے بعد پکارا اور کہا کہ اے مادر گرامی مجھ سے بات کرو آیا تم چاہتی ہو کہ دنیا کی طرف واپس آ جاؤ، وہ کہنے لگیں کہ ہاں تا کہ خدا کی بہت سرد رات میں نماز پڑھوں اور گرم ترین دن کو روزہ رکھوں، اے میرے بیٹے یہ راستہ خوفناک ہے۔

اور روایت ہے کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے امیر المومنین کو وصیت میں کہا جب میری وفات ہو جائے تو آپ خود مجھے غسل دیں، تجہیز کریں اور نماز جنازہ پڑھیں، قبر میں اتاریں، لحد میں رکھیں اور میرے اوپر خاک ڈالیں اور میرے سرہانے چہرہ کے سامنے بیٹھ کر میرے لیے قرآن اور دعا زیادہ پڑھیں، کیونکہ یہ وقت ہے کہ جب مردہ زندہ سے انس حاصل کرنے کا محتاج ہے۔

اور سید ابن طاؤس نے حضرت رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ میت کے لیے کوئی وقت قبر کی پہلی رات سے زیادہ سخت نہیں ہوتا، پس رحم کرو اپنے مردوں پر صدقہ دے کر اور اگر تمہارے پاس کوئی چیز صدقہ دینے کے لیے نہ ہو تو پھر تم میں سے کوئی شخص دو رکعت نماز نفل پڑھے اور پہلی رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ الکتاب اور تین مرتبہ قل ھو اللہ احد اور دوسری رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور دس مرتبہ الھکم التکاثر پڑھے اور سلام دینے کے بعد کہے اللھم صل علی محمد وآل محمد وابعث ثوابھا الی قبر ذلک المیت فلان بن فلان پس خداوند عالم اس وقت اس میت کی قبر کی طرف ہزار فرشتہ بھیجتا ہے کہ ہر فرشتہ کے پاس ایک جام اور ایک حلہ بہشتی ہوتا ہے اور اس کی قبر کی تنگی کو وسعت دیتا ہے صور پھونکنے کے دن تک اور عطا فرماتا ہے نماز پڑھنے والے کو جتنی چیزوں پر سورج چمکتا ہے ان کی تعداد کے برابر حسنات اور نیکیاں اور اس کے چالیس درجہ بلند کئے جاتے ہیں اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جب ذر ابن ابوذر کے بیٹے کی وفات ہوئی تو ابوذر رضی اللہ عنہ اس کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور قبر پر ہاتھ پھیر کر کہا، اے ذر خدا تجھ پر رحم کرے خدا کی قسم تو میری نسبت نیکوکار تھا اور فرزندی کے فرائض تو نے ادا کئے اب جس وقت تم کو مجھ سے لے لیا گیا تو میں تیرے اوپر خوش ہوں خدا کی قسم تیرے چلے جانے کی مجھے کوئی پرواہ نہیں اور کوئی نقصان مجھے نہیں پہنچا ومالی الی احد سوی اللہ من حاجۃ اور مجھے خدا کے علاوہ کسی کی ضرورت نہیں اور اگر اس عالم کی خوفناک جگہیں جو موت کے بعد دیکھا جاتا ہے کا خوف نہ ہوتا تو بیشک میں خوش ہوتا کہ تیری جگہ میں چلا جاتا، لیکن میں چاہتا ہوں کہ چند دن جو کچھ مجھ سے فوت ہوا ہے اس کی تلافی کر لوں اور اس عالم کے لیے تیاری کر لوں اور بیشک وہ اندوہ جو تیرے لیے ہے اس نے مجھے مشغول کر دیا ہے تجھ پر غم واندوہ کرنے سے، یعنی میں ہمیشہ اس فکر میں ہوں کہ ایسی عبادات اور اطاعتیں کروں جو تیرے لیے نفع مند ہوں اور اس چیز نے مجھے روک دیا ہے کہ اس وقت تیرے مرنے اور جدائی کا غم کروں، خدا کی قسم میں نے تجھ پر گریہ کیا ہے کہ تیری حالت کیسی ہوگی اور تجھ پر کیا گزرے گی، فلیت شعری ماقلت وماقیل لک کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے کیا کہا ہے اور تجھے کیا کہا گیا ہے۔ خدایا میں نے اسے وہ حقوق بخش دیئے ہیں جو تو نے میرے لیے اس پر واجب کئے تھے اب تو بھی اسے بخش دے وہ حقوق جو اپنے تو نے اس پر واجب کئے تھے، کیونکہ تو جود وکرم کا مجھ سے زیادہ لائق وسزاوار ہے۔

دوسرا ارشاد: آپ نے علی بن یقطین سے فرمایا بادشاہ کی ملازمت کا کفارہ اپنے دینی بھائیوں سے نیکی کرنا ہے۔

تیسرا ارشاد: فرمایا جب لوگ ایسے گناہ کرنے لگیں جو انہیں یاد ہی نہیں تھے تو خداوند عالم ایسی مصیبتوں میں انہیں مبتلا کر دے گا کہ جنہیں یہ مصیبت اور بلا نہیں سمجھتے تھے، مولف کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اس کلام کی سچائی اچھی طرح معلوم ہو گئی ہے، کیونکہ نئے گناہ اور نافرمانیاں لوگوں میں ظاہر ہوئی ہیں اور تازہ بدعتیں پیدا ہوئی ہیں اور لوگوں نے جادہ شریعت واطاعت الٰہی سے پاؤں باہر رکھے ہیں اور اپنا کمال بعض گناہوں اور معاصی کے ارتکاب میں سمجھتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی از منکر درمیان سے اٹھ گئے ہیں اور خداوند عالم نے بھی لوگوں کو قسم قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کر رکھا ہے جو کسی وقت بھی ان کے دل میں نہ آتی تھیں اور جن کا وہ گمان ہی نہ کرتے تھے اور وہ اس آیت کا مصداق ہو گئے ہیں۔

وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت آمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانو یصنعون۔

خدا نے کفران نعمت کرنے والوں کو مثال دی ہے اس بستی والوں کے ساتھ جو امن و آسائش میں تھے اور انہیں فراخ روزی پہنچتی تھی، اطراف و جوانب سے پس انہوں نے خدا کی نعمتوں کا کفران کیا اور شکر نہ بجالائے پس چکھایا انہیں خداوند عالم نے بھوک اور خوف کا لباس، کیونکہ وہ ناشائستہ اعمال کرتے تھے۔

چوتھا ارشاد: فرمایا صبر کرنے والے کے لیے ایک مصیبت ہے اور جزع و فزع اور آپے سے باہر آجانے والے کے لیے دو ہیں، فقیر کہتا ہے کہ حضرت ہادی (علی نقی) کے کلمات میں یہ جملہ آئے گا اور اس کی مراد بھی۔

پانچواں ارشاد: فرمایا جور و ظلم کی شدت اور سختی کو وہی جانتا ہے کہ جس کے حق میں حکم جور ہوا ہے، مولف کہتا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بادشاہ زمین میں خدا کا سایہ ہے کہ جس کی پناہ میں مظلوم جگہ لیتے ہیں، پس جو بادشاہ عدالت کرے تو اس کے لیے اجر ہے اور رعیت کے لیے شکر کرنا اور جو بادشاہ ظلم کرتا ہے تو اس کے لیے ہے وزر اور گناہ رعیت پر ہے صبر کرنا یہاں تک کہ ان کی کشائش ہو (مولف نے سعدی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم ترک کر رہے ہیں۔ مترجم)

چھٹا ارشاد: فرمایا خدا کی قسم معونہ بقدر مؤنہ نازل ہوتی ہے (یعنی اعانت الٰہی انسان کے اخراجات کے مطابق ہوتی ہے) اور صبر بقدر مصیبت نازل ہوتی ہے اور جو شخص قناعت کرے اس پر نعمت باقی رہتی ہے اور جو شخص اسراف اور فضول خرچی کرے نعمت اس سے زائل ہو جاتی ہے امانت کو ادا کرنا اور سچ بولنا روزی کو لے آتا ہے اور خیانت کرنا اور جھوٹ بولنا فقر اء نفاق کو لاتے ہیں اور جب خدا چیونٹی پر مصیبت بھیجنا چاہتا ہے تو اس کے دو پر اُگ آتے ہیں وہ چیونٹی اڑتی ہے اور فضا کے پرندے اس کو کھا جاتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ یہ آخری جملہ شاید اشارہ ہو اس طرف کہ شکستہ پردوں والا کمزور حالت والا انسان سلامتی میں ہے، اور جب مال و اعوان پیدا کر لیتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے اور پھر جو اس پر بالادستی رکھتے ہیں وہ اس کا سر رگڑتے اور اُسے ہلاک کر دیتے ہیں، ابو العتاہیہ نے اسی چیز کو نظم کیا ہے وہ کہتا ہے واذا استوت للنمل اجنحۃ حتی تطیر فقد دنا عتبہ جب چیونٹی کے پر مکمل ہو جاتے ہیں اور وہ اڑنے لگتی ہے تو اس کی ہلاکت و تباہی آجاتی ہے، کہتے ہیں کہ ہارون الرشید برامکہ کی تباہی کے زمانہ میں یہ شعر بار بار پڑھتا تھا۔

ساتواں ارشاد: فرمایا اس سے بچو کہ اپنے مال کو اطاعت خدا میں خرچ کرنے سے روکو ورنہ ویسا ہی مال خدا کی نافرمانی میں خرچ کرو گے۔

آٹھواں ارشاد: جس شخص کے دو دن یعنی گزشتہ دن اور وہ دن کہ جس میں وہ ہے مساوی ہوں تو وہ خسارہ میں ہے اور جس کا

دوسرا دن اس کے پہلے دن سے یعنی گزشتہ دن سے بدتر ہوتو وہ ملعون ہے اور جو شخص اپنے نفس میں زیادتی نہیں محسوس کرتا وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان کی طرف بڑھ رہا ہو تو اس کی موت اس کی زندگی سے بہتر ہے۔

نواں ارشاد: کتاب درہ باہرہ سے کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ احسان و نیکی ایک طوق ہے اس شخص کی گردن میں کہ جس کے ساتھ احسان کیا گیا ہے کہ جسے اس کی گردن سے نہیں نکال سکتی مگر مکافات یعنی جس نے احسان کیا ہے اس سے احسان کرنا یا اس کا شکریہ ادا کرنا۔

۲۔ اگر اجلیں ظاہر ہو جائیں تو امیدیں رسوا ہو جائیں۔

۳۔ جو شخص فقر و فاقہ میں پیدا ہوا ہے اسے تونگری سرکش بنا دے گی۔

۴۔ جس سے برائی کی جائے اور وہ اس سے نہ جلے اور نہ غمگین ہو تو اس سے نیکی کرنے کا بھی کوئی موقع و محل نہیں۔

۵۔ جب دو انسان ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو جو بلند مرتبہ ہے وہ پست کے رتبہ میں آ جائے گا۔

دسواں ارشاد: آپؑ نے اپنے ایک فرزند سے فرمایا اے بیٹا اس سے بچ کر رہو کہ خدا تمہیں اس گناہ پر دیکھے کہ جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے اور اس سے بچو کہ خدا تمہیں اس نیکی کے پاس نہ دیکھے کہ جس کا اس نے تجھے حکم دیا ہے اور تجھ پر لازم ہے کوشش و جدوجہد کرنا اور ایسا نہ سمجھنا کہ تو عبادت و اطاعت خدا میں کوتاہی کرنے سے نکل چکا ہے، کیونکہ خدا کی ویسی عبادت نہیں کی گئی کہ جیسے اس کے شایان شان ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ یہی معنی مراد ہے حضرتؑ کی اس دعا سے جو آپؑ نے فضل بن یونس کی تعلیم فرمائی ہے۔

اللهم لا تجعلني من المعارين ولا تخرجني من التقصير، خدایا مجھے ان لوگوں میں سے نہ قرار دے کہ جنہیں دین و ایمان عاریۃً دیا گیا ہے اور مجھے تقصیر و کوتاہی سے نکال۔ فرمایا اور بچو مزاح کرنے سے کیونکہ مزاح و تمسخر نور ایمان کو لیجاتا ہے اور تیری مروت کو سبک اور ہلکا کر دیتا ہے اور سستی سے بچ، کیونکہ یہ تجھے تیرے دنیا و آخرت کے حصہ اور نصیب سے روک دیں گے۔

مولف کہتا ہے کہ آپ کا مزاح سے نہی کرنا ظاہراً اس سے مراد مزاح و شوخی میں حد سے بڑھ جانا ہے جو سبکی و بے وقار ہونے کا سبب ہے اور سقوط ہیبت و حصول ذلت کا ذریعہ ہے اور جو دل کو مردہ کر دیتی ہے اور آخرت سے غافل بنا دیتی ہے اور بسا اوقات عداوت و دشمنی کا باعث ہو جاتی ہے یا مومن کے آزردہ خاطر ہونے اور اس کی خجالت و شرمندگی کا سبب بن جاتی ہے لہذا کہا گیا ہے کہ ہر چیز کا بیج ہوتا ہے اور عداوت و دشمنی کا بیج مزاح و شوخی ہے اور اس کے مفاسد میں سے یہ ہے کہ انسان اپنے منہ کو فضول ہنسنے میں کھولتا ہے اور زیادہ ہنسنا دل کو تاریک اور آبرو و وقار کو ختم کر دیتا ہے لیکن مخفی نہ رہے کہ اگر مزاح میں افراط و زیادتی نہ ہو اور مفاسد مذکورہ اس سے پیدا نہ ہوں تو پھر مذموم نہیں بلکہ ممدوح ہے اور بارہا حضرت رسول اکرمؐ اور امیر المومنینؑ سے مزاح صادر ہوا ہے اس حد تک کہ منافقین نے تو مزاح کو حضرت امیر المومنینؑ کا عیب شمار کیا ہے اس طرح ہنسنا جو مذموم ہے وہ قہقہہ ہے جو آواز کے ساتھ ہو نہ کہ تبسم جو کہ قابل تعریف ہے اور اس کا ذکر سرکار رسالت کے اوصاف میں مشہور و عام ہے۔

گیارہواں ارشاد! فرمایا مومن ترازو کے پلڑے کی طرح ہے جتنا اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اتنی اس کی مصیبت بڑھ جاتی ہے۔

بارہواں ارشاد! روایت ہے کہ ایک دن آپؑ نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان سے فرمایا اے میرے بیٹوں میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں کہ جو اس وصیت کو یاد رکھے وہ کبھی بھی خوفزدہ اور بے آرام نہیں ہوگا، اس وصیت کی وجہ سے (یا وہ تباہ ہلاک نہیں ہوگا) اور ہو وصیت یہ ہے کہ جب کوئی شخص آئے اور تمہارے دائیں کان میں سر رکھ کر تم سے ایسی باتیں کرے جو ناخوش اور ناپسندیدہ ہوں ، پھر بائیں کان پر سر رکھ کر عذر خواہی کرے اور کہے کہ میں نے نہیں کہا تو اس کا عذر قبول کر و یعنی اس سے بد خلقی نہ کرو اور نہ کہو مثلاً کہ تو جھوٹ کہتا ہے کس قدر بے شرم ہے ابھی تو تو نے میرے کان میں برا بھلا اور ناپسند باتیں کہی ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت جواد علیہ السلام کے مواعظ کی فصل میں آئے گی وہ چیز جو اس مطلب کے مناسب ہے قریب قریب اسی مضمون کو سید رضی نے اپنے شعر میں (حکم) وارد کیا جہاں وہ فرماتے ہیں۔

کُن فی الا نام بلا عین ولا اُذن
اولا فعش ابد الایام مصدوراً
والناس اسدٌ تحاصی عن فرآئسها
اما عقرت واما کنت مغفوراً

لوگوں میں بغیر آنکھ اور کان کے رہو ورنہ پس ہمیشہ اس طرح زندگی بسر کرو کہ تمہارے منہ پر مارا جائے گا اور لوگ مثل شیر کے ہیں جو اپنے شکاروں سے دوسروں کو روکتے ہیں یا تو کاٹے گا کسی کو اور یا کاٹا جائے گا، معلوم رہے کہ سید ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ خواص اہل بیت اور امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھے جو آپؑ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور ان کے پاس آبنوس کی تختیاں اور لوہے کی قلمیں ہوتیں، پس جس وقت حضرت کوئی کلمہ کہتے یا کسی مسئلہ میں فتویٰ دیتے تو وہ ان تختیوں پر لکھ لیتے جو کچھ کہ وہ حضرت سے سنتے اور حضرت کے کلمات میں سے وہ طویل وصیت ہے جو آپؑ نے ہشام کو فرمائی اور اس میں جمع ہیں قلیل حکمتیں اور عظیم فوائد جو اس کا طالب ہے وہ تحت العقول اور اصول کافی وغیرہ کی طرف رجوع کرے۔

پانچویں فصل

حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کی شہادت اور ان بعض مظالم کا بیان جو اس امامؑ مظلوم پر ہوئے

زیادہ مشہور آپؑ کی تاریخ شہادت میں یہ ہے کہ آنحضرتؑ کی شہادت پچیس رجب ۱۸۳ ہجری میں بغداد میں سندی بن شاہک کی قید میں واقع ہوئی اور بعض نے ماہ مذکور کی پانچ تاریخ کہی ہے اور آپؑ کی عمر شریف اس وقت پچپن (۵۵) سال اور کافی کی روایت کے مطابق چون (۵۴) سال تھی آپ کی عمر بیس سال تھی جب امامت آپ کی طرف منتقل ہوئی اور آپ کی امامت کی مدت پینتیس (۳۵) سال تھی کہ جس میں سے کچھ کو تو منصور کی حکومت کے بقیہ دنوں میں اور بظاہر وہ آپؑ سے معترض نہیں ہوا اور اس کے بعد دس سال اور کچھ دن مہدی کی خلافت کے زمانہ کے تھے اس نے حضرت کو عراق بلایا اور قید میں رکھا، لیکن بہت سے معجزات دیکھنے کی بناء پر وہ آپؑ کو اذیت و تکلیف دینے کی جرات نہ کر سکا اور حضرتؑ کو مدینہ واپس بھیج دیا اور اس کے بعد ایک سال اور کچھ دن ہادی کی خلافت و حکومت کے تھے وہ بھی حضرت کو کوئی تکلیف نہیں دے سکا۔

صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ ہادی نے حضرتؑ کو گرفتار کر کے قید میں رکھا تو امیر المومنین کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپؑ نے اس سے فرمایا فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الاض و تقطعوا ارحامکم پس کیا یہ امر قریب ہے کہ اگر تم والی ہو گئے تو زمین پر فساد کرو گے اور قطع رحمی کرو گے۔

جب بیدار ہوا تو حضرتؑ کا مقصد سمجھ لیا تو حکم دیا اور امام موسیٰؑ کو قید سے رہا کر دیا گیا، کچھ مدت کے بعد دوبارہ اس نے چاہا کہ حضرتؑ کو قید کرے لیکن اجل نے اسے مہلت نہ دی اور وہ ہلاک ہو گیا اور جب ہارون الرشید کو حکومت ملی تو وہ آپؑ کو بغداد لے آیا اور ایک مدت تک آپؑ کو قید رکھا اور اپنی حکومت کے چودہویں سال حضرت کو زہر سے شہید کیا اور باقی رہا ہارون کا آپؑ کو گرفتار کرنے اور عراق کی طرف بھیجنے کا سبب تو جیسا کہ شیخ طوسیؒ ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے وہ یہ تھا کہ جب ہارون نے چاہا کہ امر خلافت اور اولاد کے لیے محکم کرے تو اسنے اپنے چودہ بیٹوں میں تین کا انتخاب کیا پہلے اس نے محمد امین کو جو زبیدہ کا بیٹا تھا اپنا ولی عہد بنایا اور اس کے بعد عبداللہ مامون کے لیے اور اس کے بعد قاسم موتمن کے لیے خلافت قرار دی، اور چونکہ اس نے جعفر بن محمد بن اشعث کو زبیدہ کے بیٹے کا مربی مقرر کیا تھا تو یحییٰ برمکی جو کہ ہارون کا وزیر اعظم تھا، اس نے سوچا کہ اگر ہارون کے بعد خلافت محمد امین

کی طرف منتقل ہوگئی تو ابن اشعث اس کے اختیارات کا مالک ہوجائے گا اور حکومت میری نسل سے خارج ہوجائے گی، لہذا وہ ابن اشعث کی تباہی کے درپے ہوا اور بار بار وہ ہارون کے سامنے اس کی برائی کرتا، یہاں تک کہ اسے تشیع اور امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت کے اعتقاد کی نسبت دی اور کہا کہ وہ محب و موالی ہے موسیٰ بن جعفرؑ کا اور اسے خلیفہ عصر سمجھتا ہے اور جو کچھ اس کے پاس آتا اور اس کا خمس حضرت کے پاس بھیجتا ہے اور ان شرانگیز باتوں سے ہارون کو حضرت کی فکر میں ڈالا یہاں تک کہ ہارون نے ایک دن یحییٰ اور دوسرے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم آل ابوطالب میں سے کسی ایسے شخص کو جانتے ہو کہ جسے میں بلاؤں اور موسیٰ بن جعفرؑ کے کچھ حالات اس سے پوچھوں تو انہوں نے علی (محمد) بن اسماعیل بن جعفر کو (جو آپ کا بھتیجا تھا اور آپؑ اس پر بہت احسان فرماتے تھے اور وہ آپؑ کے مخفی حالات سے واقف تھا) معین کیا، پس خلیفہ کے حکم سے انہوں نے اسماعیل کے بیٹے کی طرف خط لکھا اور اسے بلایا، جب آنجناب اس چیز سے باخبر ہوئے تو آپؑ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ میں تیرا قرض ادا کروں گا اور تیرے اخراجات کا کفیل ہوں گا، اس نے قبول نہ کیا اور کہنے لگا مجھے کوئی وصیت کیجئے۔

آپؑ نے فرمایا میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا اور میری اولاد کو یتیم نہ کرنا، دوبارہ اس نے کہا کہ وصیت کریں۔

حضرتؑ نے دوبارہ یہی وصیت فرمائی تین مرتبہ تک، پس تین سو دینار طلائی اور چار ہزار درہم اسے عطا فرمائے، جب وہ چلا گیا تو حضرتؑ نے حاضرین سے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ میرا خون بہانے میں کوشش کرے گا اور میرے بچوں کو یتیمی میں مبتلا کرے گا۔

لوگوں نے عرض کیا فرزند رسولؐ اگر ایسا ہے تو پھر کیوں اس کے ساتھ آپؑ احسان کرتے ہیں اور اتنا زیادہ مال اسے دیتے ہیں، تو فرمایا: **حدثني ابي عن ابائه عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان الرحم اذا قطعت فوصلت قطعها الله**

روایت کا ماحصل یہ ہے کہ میرے اباؤاجداد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب انسان اپنے کسی رحم کے ساتھ احسان کرے اور وہ اس کے مقابلہ میں بدی کرے اور یہ شخص اس سے اپنے احسان کو قطع نہ کرے تو خداوند عالم اس سے اپنی رحمت کو منقطع کر دیتا ہے اور اسے اپنے عقاب و عقوبت میں گرفتار کر دیتا ہے۔ بہر حال جب علی بن اسماعیل بغداد میں پہنچا تو یحییٰ بن خالد برمکی اسے اپنے گھر لے گیا اور اس سے طے کیا کہ وہ جب ہارون کے دربار میں جائے تو حضرتؑ کی طرف چند ایسی چیزوں کی نسبت دے کہ جس سے ہارون کو غصہ آجائے، پس اسے ہارون کے پاس لے گئے جب وہ اس کے دربار میں حاضر ہوا تو سلام کیا اور کہنے لگا کہ میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ ایک وقت میں دو خلیفہ ہوں آپ اس شہر میں خلیفہ ہیں تو موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مدینہ میں خلیفہ ہیں، لوگ اطراف عالم سے اس کے لیے خراج لے آتے ہیں اس نے خزانے جمع کر لیے ہیں اور ایک جائیداد اس نے تیس ہزار درہم کی خرید کی ہے اور اس کا نام یسیرہ رکھا ہے۔

پس ہارون نے دو لاکھ درہم کا حوالہ دیا کہ وہ اسے دیئے جائیں جب وہ بد بخت اپنے گھر لوٹا تو اس کے حلق میں درد پیدا ہوا

اور وہ ہلاک ہو گیا اور اس زر و مال سے نفع نہ اٹھا سکا۔

اور دوسری روایت ہے کہ چند دن کے بعد اسے پیچس عارض ہوئے اور اس کی تمام آنتیں باہر نکل آئیں اور جس وقت اس کے لیے زر و مال لے آئے تو وہ حالت نزع میں تھا اور اس رقم سے حسرت و یاس کے علاوہ اس کو کچھ نہ ملا اور وہ رقم دوبارہ خلیفہ کے خزانہ میں چلی گئی، بہر حال اسی سال جو کہ ۱۷۹ ہجری تھا ہارون اپنی اولاد کی خلافت مستحکم کرنے لیے امام موسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے ارادہ سے حج کے لیے آیا اور اطراف ملک میں فرمان جاری کئے کہ علماء و سادات اعیان و اشراف سب مکہ میں حاضر ہوں تا کہ وہ ان سے بیعت لے اور اس کی اولاد کی ولی عہدی اس کی قلمرو کے تمام شہروں میں پھیل جائے، پہلے وہ مدینہ طیبہ میں آیا۔

یعقوب بن داؤد روایت کرتا ہے کہ جب ہارون مدینہ میں آیا تو میں ایک رات یحیٰی برمکی کے گھر گیا اور اس نے نقل کیا کہ آج میں نے سنا کہ ہارون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس گیا اور ان سے خطاب کر کے کہنے لگا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں اے اللہ کے رسولؐ میں معذرت چاہتا ہوں اس امر میں کہ جس کا میں نے موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے معاملہ میں ارادہ کیا ہے، مَیں چاہتا ہوں کہ اُسے قید کر دوں، چونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ فتنہ و فساد بر پا کرے گا کہ جس سے آپؐ کی امت کا خون بہے گا۔

یحیٰی کہنے لگا مجھے یہی خیال ہے کہ کل انہیں گرفتار کرے گا، جب دن ہُوا تو ہارون لعین نے فضل بن ربیع کو بھیجا جب کہ حضرت اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، اثنائے نماز آپؑ کو گرفتار کر کے کھینچتے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے اور حضرتؑ اپنے جد بزرگوار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے اے خدا کے رسولؐ میں آپ سے شکایت کرتا ہوں اس چیز کی جو آپؐ کی امت بد کردار سے آپؐ کے اہلبیت باوقار کو پہنچ رہی ہے، لوگوں نے ہر طرف سے آواز گریہ و نالہ و فغان بلند کی جب اس امام مظلوم کو ہارون کے پاس لے گئے تو اس نے آنجناب کو بہت بُرا بھلا کہا (نعوذ باللہ) اور حکم دیا کہ حضرتؑ کو قید کیا جائے اور دو محمل ترتیب دیئے تا کہ یہ معلوم نہ ہو کہ آنجناب کو کس طرف لے جا رہے ہیں ایک محمل کو بصرہ کی طرف اور دوسرا بغداد کی جانب روانہ کیا اور حضرت اس محمل میں تھے کہ جو بصرہ کی طرف بھیجا تھا اور حسان سروی کو آپؐ کے ہمراہ بھیجا تھا تا کہ وہ آپؑ کو بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر بن ابو جعفر منصور (جو کہ بصرہ کا امیر اور ہارون کا چچازاد بھائی تھا) کے سپرد کرے ذی الحج کی سات تاریخ کو ترویہ سے ایک دن پہلے آپؑ کو بصرہ میں داخل کیا گیا اور دن کے وقت علی الاعلان عیسیٰ دے سپرد ہوئے، عیسیٰ نے حضرت کو اپنے مکان کے ایک کمرے میں جو کہ اس کے دیوان خانہ کے قریب تھا قید کر دیا اور عید کی فرح و سرور و خوشی میں مشغول ہوا۔ دن میں دو مرتبہ اس کمرے کا دروازہ کھولتے تھے ایک دفعہ اس لئے کہ آپ باہر آ کر وضو کر لیں اور دوسری دفعہ جب کہ آپؑ کے لیے کھانا لاتے تھے۔

محمد بن سلیمان نوفلی کہتا ہے کہ عیسیٰ کا ایک منشی جو کہ عیسائی تھا اور بعد میں اس نے اظہار اسلام کر لیا تھا میرا دوست تھا ایک دفعہ کہنے لگا کہ یہ عبد صالح اور خدا کے شائستہ بندے یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام جن دنوں اس مکان میں قید تھے تو آپؑ نے لہو و لعب ساز و سوز اور قسم قسم کے خواہش و منکرات سنے کہ میں گمان نہیں کرتا کہ ان چیزوں نے کبھی بھی آپؑ کے دل میں خطور کیا ہو۔

بہر حال ایک سال تک آپ عیسیٰ کی قید میں رہے بارہا ہارون نے اسے لکھا کہ وہ آنجناب کو زہر دے دے، اس نے جرات نہ کی کہ اس امر قبیح پر اقدام کرے اور اس کے کچھ دوستوں نے بھی اسے اس چیز سے منع کیا جب آپؑ کی قید کی مدت اس کے ہاں طویل ہوگئی تو عیسیٰ نے ہارون کو خط لکھا کہ موسیٰؑ کی قید کی مدت میرے ہاں طویل ہوگئی ہے اور میں اس کے قتل کا اقدام نہیں کروں گا، میں جتنا بھی اس کے حالات کا تفحص و جستجو کرتا ہوں تو سوائے عبادت تفرع وزاری اور ذکر و مناجات یا قاضی الحاجات کے کچھ نہیں سنا اور میں نے ہرگز نہیں سنا کہ آپ پر یا مجھ پر یا کسی اور شخص پر اس نے نفرین کی ہو یا ہماری کسی برائی کو یاد کیا ہو، بلکہ وہ تو ہمیشہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہے وہ دوسرے کی طرف التفات نہیں کرتا، کسی کو بھیج دو تاکہ میں آنجنابؑ کو اس کے سپرد کردوں ورنہ میں انہیں رہا کردوں گا۔ اب مزید انہیں قید میں رکھنا تکلیف دینا میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا۔

عیسیٰ کا ایک جاسوس جو حضرتؑ کے حالات کی نگرانی پر موکل تھا بیان کرتا ہے کہ دنوں کو زیادہ تر آپؑ سے سنا کہ مناجات قاضی الحاجات میں عرض کرتے خدایا میں ہمیشہ تجھ سے سوال کرتا تھا کہ زاویہ خلوت اور گوشہ تنہائی اور فراغ خاطر اپنی عبادت و بندگی کے لیے مجھے عطا فرما، اب میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے، جو کچھ میں چاہتا تھا تو عطا فرمایا ہے۔

جب عیسیٰ کا خط ہارون کو ملا تو اس نے کسی کو بھیجا جو آپؑ کو بصرہ سے بغداد لے گیا اور فضل ربیع کے پاس قید کر دیا اور اس مدت قید میں ہمیشہ آپؑ عبادت میں مشغول رہتے اور زیادہ تر آپ سجدہ میں رہتے۔

شیخ صدوق نے ثوبانی سے روایت کی ہے کہ جناب امام موسیٰ علیہ السلام دس سال سے زیادہ عرصہ تک ہر روز سورج نکلنے کے بعد سر سجدہ میں رکھتے اور سورج کے زوال تک دعا و تضرع میں مشغول رہتے اور جس دنوں آپ قید تھے بعض اوقات ہارون اس مکان کی چھت پر جاتا اور اس کمرے میں نگاہ کرتا کہ جس میں حضرت قید تھے تو ایک کپڑا دیکھتا کہ زمین پر پڑا ہے اور کوئی شخص اسے نظر نہ آتا، ایک دن ربیع سے کہنے لگا کہ یہ کپڑا کیسا ہے جو کہ میں اس کمرے میں دیکھتا ہوں، ربیع نے کہا یہ کپڑا نہیں بلکہ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہے جو سورج نکلنے کے بعد سجدہ میں چلا جاتا ہے اور زوال تک سجدہ میں رہتا ہے۔

ہارون کہنے لگا بیشک یہ شخص راہب و عابد بنی ہاشم ہے ربیع نے کہا کہ جب آپ جانتے ہیں کہ وہ ایسا ہے تو پھر کیوں اسے تنگ قید خانے میں رکھا ہوا ہے۔

کتاب درالنظیم میں ہے فضل بن ربیع اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا مجھے ہارون رشید نے موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا جب کہ آپ سندی بن شاہک کی قید میں تھے میں قید خانے میں گیا تو دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں آپؑ کی ہیبت نے مجھے بیٹھنے نہ دیا مجبوراً میں تلوار کی ٹیک لگا کر کھڑا رہا میں نے دیکھا کہ آپ مستقل نماز میں مشغول ہیں اور میری کوئی پرواہ نہیں کر رہے، ہر دو رکعت نماز کا جب سلام پھیرتے تو بلا فاصلہ دوسری نماز کے لیے تکبیر کہتے اور نماز میں داخل ہو جاتے۔

جب میرے توقف نے طول کھینچا اور مجھے ڈر ہوا کہ ہارون مجھ سے مواخذہ کرے گا تو جب آپؑ سلام پھیرنے لگے تو

میں نے گفتگو شروع کر دی اس وقت حضرت نماز میں مشغول نہ ہوئے اور کان لگا کر میری بات سننے لگے اور میں نے ہارون کا پیغام آپؑ کو پہنچایا اور وہ پیغام یہ تھا کہ ہارون نے مجھ سے کہا تھا کہ حضرتؑ سے یہ نہ کہنا کہ مجھے امیر المومنین نے بھیجا ہے، بلکہ یہ کہنا کہ مجھے آپؑ کے بھائی نے آپؑ کی طرف بھیجا ہے اور اس نے آپؑ کو سلام کہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے آپؑ کی طرف سے کچھ چیزیں پہنچیں تھیں کہ جنہوں نے مجھے مضطرب اور پریشان کر دیا تھا، لہذا میں آپؑ کو مدینہ سے لے آیا اور آپؑ مجھ سے کہا گیا تھا وہ سب جھوٹ تھا پس میں نے غور و فکر کی ہے کہ آپؑ کو آپؑ کے گھر کی طرف واپس بھیج دوں یا آپؑ میرے پاس رہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ کا میرے پاس رہنا میرے سینہ کو آپؑ کی عداوت سے بہتر طور پر خالی رکھ سکتا ہے اور آپکے بدگوئی کرنے والوں کے جھوٹ کو زیادہ ظاہر کر سکتا ہے لہذا میں آپ کا یہیں رہنا مناسب سمجھا لیکن ہر شخص کے لیے کوئی خاص وجہ موافق ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ اس کی طبیعت کو اُلفت ہوتی ہے اور شاید آپؑ مدینہ میں کچھ غذاؤں کی طرف میل فرماتے ہوں اور ان کی عادی ہوں اور یہاں کوئی ایسا شخص آپؑ کو نہ ملا ہو جو آپؑ کے لیے وہ درست کرے، میں نے فضل کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کے لیے تیار کرے جو کچھ آپ کی رغبت ہو، پس اسے حکم دیجئے جو کچھ آپؑ پسند کریں اور منبسط اور کشادہ رو رہیں۔

راوی کہتا ہے کہ حضرتؑ نے میری طرف التفات و توجہ کیے بغیر دو فقروں میں جواب دیا۔

لا حاضر لی مالی فینفعنی ولم اخلق سولا الله اکبر، یعنی میرا مال میرے پاس موجود نہیں جو مجھے نفع دے یعنی جو چاہوں حکم دوں اور میرے لیے درست کرے اور خدا نے مجھے سوال کرنے والا پیدا نہیں کیا، یہ فرما کر آپ نے اللہ اکبر کہا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔

راوی کہتا ہے کہ میں ہارون کے پاس لوٹ کر گیا اور اس سے کیفیت بیان کی، کہنے لگا اس کے بارے میں تمہیں کیا مصلحت نظر آتی ہے۔

میں نے کہا اے میرے آقا اگر زمین پر خط کھینچ دو اور موسیٰؑ بن جعفرؑ اس کے درمیان بیٹھ جائیں اور کہیں کہ میں اس سے خارج نہیں ہوں گا تو وہ سچ کہتے ہیں اور اس سے وہ باہر نہیں جائیں گے، وہ کہنے لگا کہ ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے لیکن اس کا میرے پاس رہنا مجھے زیادہ محبوب ہے اور روایت ہے کہ ہارون نے اس سے کہا کہ یہ واقعہ کسی سے نہ کرنا۔

وہ کہتا ہے کہ جب تک ہارون زندہ رہا میں نے کسی سے نہیں کہا۔

شیخ طوسی نے محمد بن غیاث سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید نے یحییٰ بن خالد سے کہا کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ کے پاس جاؤ اور اس سے لوہا (طوق و زنجیر) اتار دو اور میرا سلام اسے کہو کہ تیرا چچا زاد بھائی کہہ رہا ہے کہ مجھ سے پہلے ایک قسم کھائی جا چکی ہے کہ میں آپؑ کو نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپؑ میرے سامنے یہ اقرار نہ کریں کہ آپؑ نے برائی کی ہے اور مجھ سے معافی چاہیں اس سے جو کچھ آپؑ سے ہوا ہے اور اس برائی کے اقرار میں آپؑ کے لیے کوئی عار نہیں ہے اور نہ ہی اس خواہش و سوال میں کوئی نقصان ہے اور یہ یحییٰ بن خالد ثقہ و میرا محل اعتماد اور میرا وزیر و صاحب امر ہے۔ اس سے سوال اور خواہش کرو اتنی مقدار میں کہ جس سے میری قسم اور پوری

ہو جائے اور مجھ سے خلاف قسم نہ ہو، پھر جہاں چاہو صحت وسلامتی کے ساتھ چلے جاؤ۔

محمد بن غیاث راوی کہتا ہے کہ مجھے موسیٰ بن یحییٰ بن خالد نے خبر دی ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے یحییٰ کے جواب میں فرمایا اے ابوعلی میری وفات قریب ہے اور میری اجل میں سے ایک ہی ہفتہ باقی رہ گیا ہے اور روایت ہوئی ہے کہ جب آپؑ فضل بن ربیع کی قید میں تھے، فضل کہتا ہے کہ بارہا میرے پاس پیغام پہنچا کہ میں انہیں شہید کردوں میں نے قبول نہیں کیا اور میں نے انہیں واضح کر دیا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا اور جب ہارون سمجھ گیا کہ فضل بن ربیع حضرتؑ کے قتل پر اقدام نہیں کرتا تو انہیں فضل بن یحییٰ برمکی کے ہاں قید کیا اور فضل ہر رات ایک کھانے کا طشت آنجناب کے لیے بھیجتا، اور کسی جگہ سے آپؑ کے لیے کھانا نہیں آنے دیتا تھا۔ چوتھی رات جب طشت طعام لے آئے تو اس امام مظلومؑ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا خداوند عالم تو جانتا ہے کہ اگر آج سے پہلے ایسا کھانا کھاتا تو البتہ اپنی ہلاکت پر اعانت کرنے والا ہوتا اور آج رات یہ کھانا کھانے میں مجبور ومعذور ہوں۔

جب آپ نے وہ کھانا کھایا تو زہر کا اثر آپؑ کے بدن شریف میں ظاہر ہوا اور آپؑ رنجور و بیمار ہو گئے، جب دن ہوا تو آپؑ کے لیے ایک طبیب لے آئے، جب طبیب نے آپؑ سے حالات پوچھے تو آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا، جب اس نے زیادہ مبالغہ واصرار کیا تو آپؑ نے اپنا ہاتھ نکال کر اسے دکھایا اور فرمایا میری بیماری یہ ہے، طبیب نے نگاہ کی تو دیکھا کہ آپؑ کی ہتھیلی سبز ہو چکی ہے اور جو زہر حضرت کو دیا گیا ہے وہ وہاں جمع ہے پس وہ طبیب کھڑا ہو گیا اور ان بد بخت دشقی القلب خبیثوں کے پاس گیا اور کہنے لگا، خدا کی قسم وہ تم سے بہتر جانتا ہے اس چیز کو جو تم نے اس سے کی ہے اور اسی بیماری سے آپؑ جوار رحمت الٰہی کی طرف انتقال کر گئے اور دوسری روایت ہے کہ جتنا بھی فضل بن ربیع کو حضرتؑ کے قتل کرنے پر مجبور کیا گیا، اس نے اقدام نہ کیا بلکہ آپؑ کی تکریم وتعظیم کرتا تھا اور جب ہارون مقام رقہ میں گیا تو اس کو خبر دی گئی کہ آنجناب فضل بن یحییٰ کے پاس مکرم ومعظم ہیں۔ وہ آپ کی نسبت اعانت وآسیب کو جائز نہیں سمجھتا تو مسرور خادم کو دو خط دے کر فوراً بغداد کی طرف بھیجا کہ خبر کیے بغیر اچانک فضل کے گھر جا کر آنجناب کے حالات کا مشاہدہ کرے اور اگر ایسا ہی ہو جیسا کہ لوگ کہتے ہیں تو ایک خط عباس بن محمد اور دوسرا سندی بن شاہک کو دو کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کریں۔

پس مسرور اچانک خبر کیے بغیر بغداد میں داخل ہوا اور فضل کے گھر گیا اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کس کام سے آیا ہے جب اس نے دیکھا کہ حضرت اس کے گھر میں معظم ومکرم ہیں اسی وقت باہر نکلا اور عباس بن محمد کے گھر گیا اس کو ہارون کا خط دیا، جب خط کھولا تو فضل بن یحییٰ کو بلایا اور اسے عقابین میں سو تازیانے لگائے اور جو کچھ واقع ہوا مسرور خادم نے ہارون کو لکھ بھیجا، جب خط کے مضمون پر مطلع ہوا تو خط لکھا کہ حضرت کو سندی بن شاہک کے سپرد کر دیں اور اپنے دیوان خانہ کی مجلس میں بلند آواز سے کہنے لگا کہ فضل بن یحییٰ نے میرے حکم کی مخالفت کی ہے میں اس پر لعنت کرتا ہوں تم بھی اس پر لعنت کرو تو تمام اہل مجلس نے بلند آواز سے اس پر لعنت کی۔

جب یہ خبر یحییٰ برمکی کو پہنچی تو وہ بہت مضطرب ہوا اور ہارون کے گھر آیا اور دوسرے غیر متعارف راستے سے داخل ہو کر

ہارون کے پیچھے سے آ کر اس کے کان میں کہنے لگا، اگر میرے بیٹے فضل نے تیری مخالفت کی ہے تو میں تیری اطاعت کرتا ہوں اور جو چاہو عمل میں لاتا ہوں، پس ہارون یحییٰ اور اس کے بیٹے سے راضی ہو گیا اور اہل مجلس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا فضل نے میری مخالفت کی تھی میں نے اس پر لعنت کی، اب اس نے توبہ وانابہ کر لیا میں نے اس کی تقصیر و کوتاہی سے درگزر کیا ہے تم اس پر راضی ہو جاؤ۔ سب (جی حضوری) کہنے لگے ہم اس کے دوست ہیں جس کے آپ دوست ہیں اور ہر اس شخص کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہیں۔

پس یحییٰ فوراً بغداد کی طرف آیا اس کے آنے سے لوگ مضطرب ہو گئے اور ہر ایک کوئی نہ کوئی بات کہتا، لیکن اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ قلعہ کی تعمیر اور کام کرنے والوں کی دیکھ بھال کے لیے اس طرف آیا ہے، چند روز ان چیزوں میں مشغول رہا، پس سندی بن شاہک کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ اس امام معصوم کو مسموم اور زہر سے شہید کرے اور چند کھجور کے دانے زہر آلود کر کے ابن شاہک کو دیئے کہ وہ حضرتؑ کے پاس انہیں لے جائے اور ان کے کھائے میں مبالغہ واصرار کرے اور جب تک وہ حضرتؑ کھا نہ لیں ان سے دست بردار نہ ہو، ابن شاہک وہ کھجور کے دانے حضرتؑ کے پاس لے آیا آپ نے مجبوراً وہ کھا لیے۔

اور ایک روایت کے مطابق سندی لعین نے زہر آلود خرمے آپؑ کے پاس بھیجے اور خود آیا تا کہ دیکھے کہ آپؑ نے کھا لیے ہیں کہ نہیں وہ اس وقت پہنچا جب حضرت ان میں سے دس دانے کھا چکے تھے کہنے لگا اور تناول کیجیے، آپؑ نے فرمایا جتنے میں نے کھائے ان میں تیرا مقصد پورا ہو گیا ہے اب مزید کھانے کی ضرورت نہیں۔

پس آپ کی وفات سے چند دن پہلے قاضیوں اور عادلوں کو حاضر کیا اور حضرتؑ کو ان کے سامنے پیش کیا گیا اور کہنے لگا یہ کہتے ہیں کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ تنگی اور سختی میں ہے تم لوگ اس کے حالات کو دیکھو اور گواہ رہو کہ اسے کوئی تکلیف اور اذیت نہیں دی گئی اور ہم نے اس پر تنگی نہیں کی ہوئی۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ اے لوگو! گواہ رہنا کہ تین دن ہو گئے کہ انہوں نے مجھے زہر دیا ہے اور بظاہر میں صحیح معلوم ہوتا ہوں لیکن زہر نے میرے اندر اثر کر رکھا ہے اور آج کے دن کے آخر میں میرا رنگ سرخ ہو جائے گا، سخت قسم کی سرخی اور کل انتہائی زرد ہو گا اور تیسرے دن میرا رنگ سفیدی مائل ہو گا اور میں رحمت الٰہی سے جا ملوں گا، تیسرے دن کے آخر میں آپؑ کی روح مقدس ملاء اعلیٰ میں انبیاء وصدیقین وشہدا کے ساتھ جا ملحق ہوئی اور بمقتضائے آیت واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمة الله روسفید ہو کر رحمت الٰہی کی طرف منتقل ہوئے۔ صلوات اللہ علیہ

شیخ صدوق وغیرہ نے حسن بن محمد بن بشار سے روایت کی ہے کہ ایک سن رسیدہ بزرگ جو قطیعۃ الربیع کا رہنے والا اور مشاہیر عامہ میں سے بہت موثق تھا کہ جس کے قول پر ہمیں اعتماد تھا اس نے مجھے بتایا کہ ایک دن سندی بن شاہک نے مجھے مشاہیر علماء کی ایک جماعت کے ساتھ جمع کیا کہ مجموعہ ہم اسی (۸۰) افراد تھے اور اس مکان میں لے گیا جس میں امام موسیٰ بن جعفرؑ تھے جب ہم بیٹھ گئے تو سندی بن شاہک کہنے لگا ذرا اس شخص کی طرف دیکھو (یعنی موسیٰؑ بن جعفرؑ) کیا اسے کوئی تکلیف پہنچائی گئی ہے کیونکہ لوگ یہ

کہتے ہیں کہ ہم نے اسے بہت اذیتیں دی ہیں اور انہیں شدت و سختی میں رکھا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں لوگ بہت باتیں کرتے ہیں، ہم نے تو اسے اس قسم کے کشادہ مکان میں فرش زیبا پہ بٹھایا ہوا ہے اور خلیفہ اس کی نسبت کوئی بُرا ارادہ نہیں رکھتا اس لیے اس نے اسے یہاں رکھا ہوا ہے تا کہ اس کے ساتھ گفتگو اور مناظرہ کرے، یہ دیکھو وہ صحیح و سالم بیٹھا ہے اور کسی معاملہ میں ہم نے اس پر کوئی تنگی نہیں کی ہوئی آپؑ کے سامنے موجود ہے اس سے پوچھ لو اور گواہ رہو وہ سچ کہتا ہے کہ تمام مجلس میں ہماری ہمت تو اس امام بزرگوار کی طرف دیکھنے اور آثار فضل و عبادت و انوار سیادت و نجابت اور سیمائے نیکی و زہادت جو آپؑ کی جبیں مبین سے ساطع و لامع کے ملاحظہ کرنے میں تھی۔

پس حضرت نے فرمایا، اے گروہ مردم یہ جو اس نے بیان کیا ہے وسعت مکان و منزل اور رعایت ظاہری کے سلسلہ میں وہ تو ویسا ہی ہے جیسا اس نے بیان کیا ہے، لیکن جان لو اور گواہ رہو اس نے مجھے خرمے کے نو دانوں میں زہر کھلایا ہے اور کل میرا رنگ زرد ہو جائے گا اور پرسوں رنج و تکلیف کے گھر سے دار بقاء اور رفیق اعلیٰ سے جا ملحق ہونگا جب حضرتؑ نے یہ بات کی تو سندی بن شاہک لعین سے سوال کیا کہ میرے غلام کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میرے مرنے کے بعد میرے حالات کا کفیل بنے۔ وہ ملعون کہنے لگا مجھے رخصت دیجئے کہ اپنے مال میں سے آپؑ کو کفن دوں، حضرتؑ نے قبول نہ کیا اور فرمایا ہماری عورتوں کا حق مہر اور حج کی رقم اور ہمارے مرنے والوں کے کفن ہمارے پاک و پاکیزہ مال سے ہوتے ہیں اور میرا کفن میرے پاس موجود ہے۔

جب حضرت کی دنیا سے رحلت ہو چکی تو سندی بن شاہک نے فقہاء و اعیان بغداد کو بلایا تا کہ وہ دیکھیں کہ حضرت کے بدن پر زخم کا کوئی نشان نہیں ہے اور لوگوں کو گمراہ کریں کہ حضرتؑ کے فوت ہونے میں ہارون کی کوئی تقصیر نہیں۔ پس حضرتؑ کو پل بغداد پر رکھ دیا اور آپؑ کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور لوگوں میں منادی کی کہ یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہے کہ رافضی جس کے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ نہیں مرے گا، اس نے دنیا سے رحلت کی ہے آؤ اسے دیکھ لو لوگ آئے اور آپؑ کے رخ انور کو دیکھتے تھے۔

شیخ نے عمر بن واقد سے روایت کی ہے کہ ایک رات سندی بن شاہک نے کسی کو بھیج کر مجھے بلایا اور میں بغداد میں تھا تو میں ڈرا کہ کوئی بُرا ارادہ میرے متعلق نہ رکھتا ہو کہ مجھے رات کے اس وقت میں بلا رہا ہے پس میں نے اپنے اہل و عیال کو وصیت کی ان چیزوں میں کہ جن کی مجھے ضرورت تھی اور میں نے کہا کہ **انا للہ وانا الیہ راجعون** اور سوار ہو کر سندی بن شاہک کے ہاں گیا، جس وقت میں اس کے سامنے پہنچا تو کہنے لگا۔

”اے ابو حفص شاید ہم نے تمہیں خوف و پریشانی میں مبتلا کیا ہے میں نے کہا ہوں۔ وہ کہنے لگے یہ بلانا اچھائی اور خیر کے لیے ہے میں نے کہا کہ پھر کسی کو میرے مکان پر بھیجو جو میرے اہل خانہ کو میری اطلاع کرے، کہنے لگا ہاں، پھر اس نے کہا اے ابو حفص کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے میں نے کہا کہ نہیں، کہنے لگا کیا موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتے ہو، میں نے کہا ہاں خدا کی قسم میں انہیں جانتا ہوں اور کچھ مدت سے میرے اور ان کے درمیان دوستی اور رفاقت ہے۔

کہنے لگا بغداد میں کون سے ایسے اشخاص ہیں جو انہیں پہچانتے ہوں ان لوگوں میں سے جس کا قول ان کے بارے میں

قابل قبول ہو۔

میں نے کچھ لوگوں کے نام لیے اور میرے دل میں آیا کہ موسیٰ بن جعفر فوت ہو گئے ہیں، پس اس نے کسی کو بھیجا اور ان لوگوں کو لے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پچاس اور کچھ افراد سندی کے گھر میں جمع ہو چکے تھے ان اشخاص میں سے جو جناب موسیٰ بن جعفر کو پہچانتے تھے اور کی مصاحبت سے مشرف ہو چکے تھے۔

پس سندی کھڑا ہوا اور مکان کے اندر چلا گیا اور ہم لوگوں نے نماز ادا کی اس وقت اس کا منشی کچھ کاغذات لے کر باہر آیا اور اس نے ہمارے نام پتے علامات اور مشاغل و کردار لکھے۔ اس کے بعد وہ سندی کے پاس گیا اور سندی باہر آیا اور مجھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا اے ابو حفص اٹھو، میں اور دوسرے لوگ جو موجود تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم مکان کے اندر گئے اور کہنے لگا، اے ابو حفص موسیٰ بن جعفرؑ کے چہرہ سے کپڑا ہٹاؤ، میں نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ وہ حضرت فوت ہو چکے ہیں، میں رویا انا للہ کہا، اس کے بعد باقی لوگوں سے اس نے کہا کہ تم بھی دیکھ لو ۔ ایک آیا اور اس نے دیکھا۔

پس کہنے لگا کہ تم گواہ ہو یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں، ہم نے کہا کہ ہاں، کہنے لگا اس کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال کر باقی جسم کو برہنہ کر دو اس نے ایسا کیا، کہنے لگا آیا اس کے جسم پر کوئی ایسا نشان تمہیں نظر آتا ہے کہ جو تمہیں معلوم نہ ہو، تم نے کہا کہ ہم کچھ نہیں دیکھ رہے سوائے اس کے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔

کہنے لگا اس جگہ رہو تا کہ اسے غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کرو، ہم وہیں رہے یہاں تک کہ آپؑ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا اور آپؑ کا جنازہ اُٹھا، سندی بن شاہک نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپؑ کو دفن کر کے ہم واپس لوٹ آئے۔

اور صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ آپؑ کی شہادت کے دنوں ہارون شام چلا گیا اور یحییٰ بن خالد نے سندی بن شاہک لعین کو آپؑ کے قتل کا حکم دیا، پس کہا گیا ہے کہ آپؑ کو زہر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کو ایک بساط اور فرش پر بٹھا کر اسے اتنا لپیٹا گیا کہ آپ شہید ہو گئے، پس آپؑ کا جنازہ لوگوں کے سامنے لے آئے تا کہ وہ دیکھیں کہ آپؑ کے جسم پر کوئی زخم کا نشان نہیں ہے اور محضر مکمل کیا (یعنی لوگوں سے گواہیاں لیں) کہ حضرتؑ نے طبعی موت سے وفات پائی ہے اور تین دن تک حضرتؑ کو لوگوں کے راستہ میں رکھا گیا تا کہ جو بھی وہاں سے گزرے وہ آپ کو دیکھے اور محضر نامے میں اپنی گواہی لکھے، پس مقابر قریش میں آپؑ کو دفن کیا گیا۔ انتھیٰ۔

اور ایک روایت ہوئی ہے کہ جب سندی بن شاہک نے آپ کا جنازہ اٹھایا کہ مقابر قریش کی طرف منتقل کریں تو کسی کو معین کیا جو جنازہ کے آگے ندا کرتا جائے کہ **ھذا امام الرافضة فاعرفوہ** یعنی یہ رافضیوں کے امام ہیں انہیں پہچان لو، پس اس جنازہ شریفہ کو لا کر بازار میں رکھ دیا اور منادی نے ندا کی کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو اپنی طبعی موت سے مرے ہیں، آگاہ رہو اور انہیں دیکھ لو، لوگ آپؑ کے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ زخم اور گلا گھونٹنے کا ان میں کوئی اثر نہیں ہے اور آپ کے پاؤں میں حنا کا اثر نظر آیا ہے پس علماء و فقہاء کو حکم کیا گیا کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی شہادت لکھیں، سب نے لکھ دی سوائے احمد بن حنبل کے کہ جتنا بھی اسے ڈرایا دھمکایا گیا اس نے کچھ نہ لکھا۔

اور روایت ہے کہ جس بازار میں آپ کا جنازہ رکھا گیا تھا اس کا نام سوق الریاحسین ہو گیا اور وہاں ایک عمارت کی تعمیر کی گئی اور اس کا ایک دروازہ بنایا گیا تا کہ لوگ وہاں پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس سے تبرک حاصل کریں اور اس جگہ کی زیارت کریں مولی اولیاء اللہ صاحب تاریخ مازندران سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں کئی دفعہ اس جگہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں اور اس مقام کا بوسہ لیا ہے۔

شیخ مفیدؒ نے فرمایا ہے کہ آپ کا جنازہ باہر لائے اور پل بغداد پر رکھ دیا اور منادی کی کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو وفات پا گئے ہیں آ کر انہیں دیکھو، لوگ آتے آپؑ کے چہرہ مبارک پر نگاہ کرتے اور دیکھتے کہ آپؑ فوت ہو گئے ہیں اور ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ سندی بن شاہک آپ کا جنازہ باہر لایا اور پل بغداد پر رکھ کر منادی کرائی کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں کہ جن کے متعلق رافضیوں کا یہ گمان تھا کہ وہ مریں گے نہیں پس آ کر انہیں دیکھو اور یہ چیز اس لیے کہتے تھے کہ طبقہ نے یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ حضرت ہی امام قائم ہیں اور آپؑ کی قید کو غیبت فرض کرتے تھے، پس اسی حالت میں کہ سندی اور لوگ پل پر جمع تھے سندی بن شاہک کا گھوڑا بدکا اور اسے دریا میں پھینک دیا، پس سندی پانی میں غرق ہو گیا اور خداوند عالم نے یحییٰ بن خالد کے اجتماع کو پراگندہ کر دیا، اور شیخ صدوق کی روایت میں ہے کہ جنازہ وہاں لائے جہاں مجلس شرطہ تھی یعنی رات کو پہرہ دینے والوں اور شہر کے حاکم کے نوکروں کی جگہ تھی اور چار افراد کو مقرر کیا کہ وہ منادی کریں کہ اے لوگو جو موسیٰ بن جعفرؑ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ باہر آئے پس شہر میں شور و غلغلہ مچ گیا۔ سلیمان بن جعفر ہارون کے چچا کا محل دریا کے کنارہ پر واقع تھا جب اس نے لوگوں کے شور و غل کرنے والوں دور ہٹایا، سلیمان نے اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا، گریبان چاک کیا اور برہنہ پا آپ کے جنازہ کے ساتھ روانہ ہوا اور حکم دیا کہ جنازہ کے آگے آگے یہ منادی کی جائے کہ جو شخص طیب بن طیب (پاک اور پاک کے بیٹے) کی طرف دیکھنا چاہیے تو وہ موسیٰ بن جعفرؑ کے جنازہ کو آ کر دیکھے۔ پس بغداد کے سب لوگ جمع ہو گئے اور شیون و فغان کی آواز زمین سے آسمان تک جانے لگی، جب آپ کا جنازہ مقابر قریش میں لے آئے تو حسب ظاہر سلیمان خود حضرتؑ کے غسل حنوط کفن کی طرف متوجہ ہوا اور جو کفن اس نے اپنے لیے بنا رکھا تھا اور جس پر دو ہزار پانچ سو دینار صرف ہوئے تھے اور پورا قرآن اس پر لکھا گیا تھا آنجناب کو پہنایا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپؑ کو مقابر قریش میں دفن کر دیا۔

جب یہ خبر ہارون کو ملی تو بحسب ظاہر لوگوں کے طعن و تشنیع کو دور کرنے کے لیے سلیمان کو تحسین کا خط لکھا اور تحریر کیا کہ سندی بن شاہک نے جو کچھ کام کئے ہیں وہ میری رضامندی کے بغیر ہوئے ہیں اور تم سے میں خوش ہوا ہوں کہ اس کے کام تکمیل کو نہیں پہنچنے دیئے۔

شیخ کلینی نے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو مدینہ سے عراق کی طرف لے جا رہے تھے تو آنجناب نے امام رضاؑ کو حکم دیا کہ ہر رات آپ کا بستر گھر کی دہلیز میں ہم بچھاتے تھے اور نماز عشاء کے بعد آپ آتے اور گھر کی دہلیز میں صبح تک رات بسر کرتے جب صبح ہوتی تو گھر میں تشریف لے جاتے اور چار سال تک آپ کا یہی دستور رہا، یہاں تک کہ ایک رات ہم نے آپ کا بستر بچھایا لیکن آپ تشریف نہ لائے اس سے اہل و عیال کے دل وحشت زدہ ہوئے اور ہم بھی حضرت کے نہ آنے سے صبح تک خوف زدہ اور دہشت ناک رہے جب صبح ہوئی تو خورشید رفعت و جلالت طلوع ہوا اور گھر میں

تشریف لے گئے اور احمد اُم خاتون خانہ کے پاس گئے اور فرمایا وہ امانت لے آؤ جو میرے پدر بزرگوار نے سپرد کی ہے۔

اُم احمد نے جب یہ بات سنی تو نوحہ وزاری شروع کر دی اور سینہ پر درد سے آہ سرد کھینچی کہ خدا کی قسم وہ مونس دل دردمندان اور انیس جان مستمندان اس دار فانی سے الوداع کر گیا، پس حضرت نے اسے تسلی دی اور نوحہ وزاری و بیقراری سے منع فرمایا اس راز کو فاش نہ کرو، اس حسرت کی آگ کو سینہ میں پنہاں رکھو، جب تک کہ حضرتؑ کی شہادت کی خبر والی مدینہ کو نہ پہنچے۔

اُم احمد نے وہ ودائع اور امانتیں جو اس کے پاس تھیں حضرتؑ کے سپرد کیں اور عرض کیا کہ جب اس گل بوستان نبوت وامامت نے مجھ سے وداع فرمایا تو یہ امانتیں میرے سپرد کی تھیں اور مجھے فرمایا تھا کہ اس راز سے کسی کو باخبر نہ کرنا اور جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے بیٹوں میں سے جو کوئی تمہارے پاس آئے اور ان کا مطالبہ کرے تو اس کے سپرد کر دینا اور جان لینا کہ اسوقت میں دنیا سے وداع کر چکا ہوں گا۔ پس حضرت نے وہ امانتیں لے لیں اور حکم دیا کہ ان کے پدر بزرگوار کی شہادت سے زبان بند رکھیں یہاں تک کہ خبر آ پہنچے۔

پھر آپؑ گھر کی دہلیز میں بھی نہ سوئے، روای کہتا ہے کہ چند دن کے بعد آپؑ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی، جب ہم نے معلوم کیا تو اسی رات آپؑ کی شہادت واقع ہوئی تھی کہ جس میں امام رضاؑ تائید الٰہی سے مدینہ سے بغداد پہنچے اور اپنے والد ماجد کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہوئے تھے اس وقت امام رضاؑ اور اہل بیت عصمت نے امام موسیٰ بن جعفرؑ کے مراسم ماتم وعزا کا قیام کیا۔

مولف کہتا ہے کہ سید ابن طاؤس نے مصباح الزائر میں امام موسیٰ علیہ السلام کی ایک زیارت کے سلسلہ میں یہ صلوات آپؑ کے لیے نقل کی ہے جو حاوی ہے آپ کے کچھ فضائل ومناقب عبادات ومصائب پر اور مناسب ہے کہ میں اسے یہاں نقل کروں۔

اللھم صل علیٰ محمد واھل بیتہ الطاھرین وصل علیٰ موسیٰ بن جعفرؑ وصی الابرار وامام الاخیار وعیبۃ الانوار ووارث السکینۃ والوقار والحکم والآثار الذی کان یحیی اللیل بالسھر الی السحر بمواصلۃ الاستغفار حلیف السجدۃ الطویلۃ والدموع الغزیرۃ والمناجات الکثیرۃ والضراعات المتصلۃ ومقر النھیٰ والعدل والخیر والفضل والندیٰ والبذل ومالف البلویٰ والصبر والمضطھد بالظلم والمقبور بالجور المعذب فی قعر السجون وظلم المطامیر ذی اساق المرضوض بحلق القیود والجنازۃ المنادی علیھا بذل الاستخفاف والوارد علیٰ جدہ

المصطفیٰ وابیه المرتضیٰ وامة سیدة النساء بارث مغصوب وولاء مسلوب وامر مغلوب ودم مطلوب وسم مشروب اللهم و کما صبر علی غلیظ المحن و تجرع غصص الکرب واستلم لرضاك واخلص الطاعة لك و محض لاخشوع واستشعر الخضوع وعادی البدعة واهلها ولم یلحقه فی شئی من اوامرك ونواهیك لومة لائم صل علی صلوة نامیة منفیة ذا کیة توجب له بها شفاعة امم من خلقك و قرون من برایاك وبلغه عنا تحیة وسلا ماو اتنا من لدنك فی موالاته فضلاً و احسانا ومغفرة و رضواناً انك ذوالفضل العمیم والتجاوز العظیم برحمتك یاارحم الراحمین۔

اور بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت کی زیارت رسول اکرمؐ کی زیارت کی طرح ہے اور ایک روایت میں ہے اس طرح ہے کہ جیسے رسول وامیرالمومنین صلوات اللہ علیہما کی زیارت ہو اور دوسری روایت ہے کہ ایسے ہے کہ جیسے امام حسینؑ کی زیارت ہو اور ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص حضرت کی زیارت کرے تو اس کے لیے بہشت ہے۔خطیب نے تاریخ بغداد میں علی بن خلال سے نقل کیا ہے کہ کوئی امر دشوار مجھے پیش نہیں آیا کہ جس کے بعد میں موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی قبر کے پاس جا کر متوسل ہوا ہوں، مگر یہ کہ خداوند عالم نے وہ میرے لیے آسان کر دیا۔

چھٹی فصل

حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کی اولاد واعقاب کا بیان

معلوم ہوا ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد کی تعداد میں اختلاف ہے اور ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ آپؑ کی صرف تیس (۳۰) اولادیں ہیں اور صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ آپؑ کی ساٹھ اولادیں ہیں سینتیس (۳۷) بیٹیاں اور تیئس (۲۳) بیٹے اور شیخ مفید فرماتے ہیں کہ وہ کل سینتیس (۳۷) ہیں اٹھارہ (۱۸) بیٹے اور انیس (۱۹) بیٹیاں اور ان کے نام اس طرح ہیں۔ حضرت علیؑ بن موسیٰؑ الرضا علیہ السلام وابراہیم وعباس وقاسم واسمٰعیل وجعفر وہرون وحسن واحمد ومحمد وحمزہ وعبداللہ واسحاق وعبیداللہ وزید وحسین وفضل وسلیمان وفاطمہ کبریٰ وفاطمہ صغریٰ ورقیہ وحکمیہ وام ابیہا ورقیہ صغریٰ وکلثوم وام جعفر ولبابہ وزینب وخدیجہ وعلیہ وآمنہ وحسنہ وبریہہ وعائشہ (عباسہ نسخہ) وام سلمہ ومیمونہ وام کلثوم۔

اور عمدۃ الطالب میں شیخ ابونصر بخاری سے نقل کیا ہے کہ شیخ تاج الدین نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل آپؑ کی تیرہ اولادوں سے چلی ہے کہ جن میں سے چار کی اولاد تو بہت ہے اور وہ حضرت رضاؑ وابراہیم مرتضیٰ ومحمد عابد وجعفر ہیں، اور دوسرے آپؑ کے چار بیٹے ایسے ہیں کہ جس کی اولاد نہ بہت زیادہ اور نہ بہت کم اور وہ زید النار وعبداللہ وعبیداللہ وحمزہ ہیں اور پانچ اور حضرات کی اولاد تھوڑی ہے اور وہ ہیں عباس وہارون واسحاق وحسین وحسن۔

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہر ایک کے لیے فضل ومنقبت مشہور ہے۔

ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اور اس کی اولاد کے بارے میں شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ابراہیم شخص سخی وکریم تھا اور مامون کے زمانہ میں محمد بن محمد بن زید علی بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی طرف سے کہ جس کی ابوالسرایا نے بیعت کر لی تھی یمن کا امیر ہوا اور جس وقت ابوالسرایا مارا گیا اور طالبین پراگندہ اور چھپ گئے تو مامون نے ابراہیم کو امان دیدی۔

مولف کہتا ہے کہ تاج الدین ابن زہرہ حسینی کتاب غایۃ الاختصار میں سید مرتضیٰ ورضی کے اجداد کا ذکر کرتے ہوئے ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظم کے حالات میں کہتا ہے کہ امیر ابراہیم المرتضیٰ سید جلیل وامیر نبیل اور عالم فاضل تھا اپنے آباؤ اجداد سے روایت حدیث کرتا ہے اور یمن کی طرف گیا اور ابوالسرایا کے زمانہ میں وہاں اس کا غلبہ ہوگیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اپنے بھائی امام رضا علیہ السلام کی امامت کی طرف دعوت دیتا تھا، یہ خبر مامون کو پہنچی تو لوگوں نے اس کی شفاعت کی، مامون نے شفاعت قبول کر لی اور اسے امان دیدی اس سے معترض نہ ہوا، اس کی وفات بغداد میں ہوئی اور اس کی قبر مقابر قریش میں باپ کے قریب ہے۔

علیحدہ تربت میں جو کہ مشہور ہے اور اس کے بیٹے ابوسبحہ موسیٰؑ بن ابراہیم کے متعلق کہا ہے کہ وہ اہل اصلاح وعبادت وورع

میں سے فاضل شخص تھا وہ روایت حدیث کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کے پاس سلسلۃ الذہب میں کتاب میں دیکھی ہے اس سے موالف ومخالفت کرتا ہے روایت کرتا ہے، وہ کہتا ہے مجھے میرے باپ ابراہیم نے خبر دی، وہ کہتا ہے مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ موسیٰ کاظمؑ نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے والد صادق جعفرؑ بن محمد نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ امام محمد باقرؑ نے، وہ کہتے ہیں ہیں مجھ سے میرے باپ زین العابدینؑ نے، وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ حسینؑ شہید کربلا نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے والد امیر المومنین علی بن طالب علیہ السلام نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے جبریل نے خداوند جلیل سے حدیث بیان کی کہ اس کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا حصار اور قلعہ ہے پس جو یہ کہہ دے وہ میرے حصار میں داخل ہو گیا، جو میرے حصار میں داخل ہو جائے وہ میرے عذاب سے مامون ہے۔

ابوسبحہ نے بغداد میں وفات پائی اور اس کی قبر مقابر قریش باپ اور دادا کے جوار میں ہے میں نے اس کی قبر کا تفحص کیا تو مجھے لوگوں نے اس جگہ کی رہبری کی اور وہ چھوٹے حجرے کی دہلیز میں ہے جو کہ ملک ومنازل ہے ہندی جوہری کا انتہی فقیر کہتا ہے کہ صاحب عمدۃ الطالب نے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو ابراہیم نامی بیٹے تھے۔ ابراہیم اکبر جس کے صاحب اولاد ہونے میں اختلاف ہے اور ابونصر بخاری نے کہا ہے کہ یہ وہی ہے کہ جس نے ابوالسرایا کے زمانہ میں یمن میں خروج کیا تھا اور اس کی اولاد نہیں ہے اور دوسرا ہے ابراہیم اصغر کہ جس کا لقب مرتضیٰ تھا۔ اور اس کی والدہ کنیز تھی اہل نوبہ وزنگبار سے اور انہی کا نام نجتہ تھا اور اس کی نسل دو بیٹوں سے ہے موسیٰ ابوسبحہ اور جعفر لیکن ابو عبداللہ بن طباطبا نے کہا ہے کہ اس کی نسل تین بیٹوں سے تھی، موسیٰ و جعفر و اسماعیل اور اسماعیل کی اولاد اس کے بیٹے محمد سے ہے اور محمد بن اسماعیل کی اولاد و اعقاب دینور نامی علاقہ میں ہیں کہ جن میں سے ایک ہے، ابوالقاسم حمزہ بن علی بن حسین بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور میں نے اسے دیکھا ہے اور وہ اچھا انسان تھا، اس کی وفات قزوین میں ہوئی ہے اور اس کے بھائی اور چچا تھے۔

یہ تھا ابن طباطبا کا کلام، لیکن شیخ تاج الدین کہتے ہیں کہ ابراہیم کی نسل صرف موسیٰ اور جعفر سے ہے اور موسیٰ سبحہ کی تو بہت ہی اولاد ہے اور اس کے آٹھ بیٹوں سے نسل چلی ہے کہ جن میں سے چار کی اولاد تو تھوڑی تھی اور وہ عبیداللہ، عیسیٰ، علی اور جعفر اور دوسرے چار کثیر الاولاد ہیں اور وہ ہیں، محمد اعرج جد واحمد اکبر وابراہیم عسکری، اور حسین قطعی اور کہا ہے کہ محمد اعرج کی اولاد صرف موسیٰ اصغر سے ہے جو معروف ہے ابرش کے نام سے اور موسیٰ کی اولاد تین بیٹوں سے ہے، ابوطالب محسن اور ابواحمد حسین اور ابوعبداللہ احمد اور ابو طالب محسن صاحب اولاد ہیں اور انہیں میں سے ہیں، احمد جو بصرہ میں پیدا ہوا اور باقی رہا ابواحمد حسین بن موسیٰ ابرش تو وہ طاہر ذوالمناقب والد سیدین (مرتضیٰ رضی) نقیب تھے۔

نقل ہوا ہے کہ ابوالقاسم علی بن محمد کی معاش اس کے اہل وعیال کے اخراجات کی کفایت نہیں کرتی تھی، لہٰذا اس نے تجارت کے لیے سفر کیا اور ابواحمد مذکور کی ملاقات کی، ابواحمد نے پوچھا گھر سے باہر کس لیے آئے ہو وہ کہنے لگا تجارت کے لیے نکلا ہوں، ابواحمد نے کہا ''یکفیك من المتحب لقائی'' یعنی کافی ہے تجھے تجارت سے میری ملاقات کرنا اور ابواحمد آخر عمر میں نابینا ہو گیا ہے اور

۴۰۰ ہجری میں بغداد میں وفات پائی اور ان کا سن نوے سال سے اوپر تھا اور اپنے گھر ہی میں انہیں دفن کیا گیا، اس کے بعد ان کا جنازہ کربلا معلیٰ لے گئے اور مشہد حسینی میں حضرت کی قبر کے قریب دفن کیا، ان کی قبر مشہور اور ظاہر ہے اور شعراء نے ان کے بہت سے مرثیے کہے ہیں منجملہ ان کے جنھوں نے اس کا مرثیہ کہا ہے، اس کے دونوں فرزند رضی و مرتضیٰ ہیں اور مہیار کاتب اور ابوالعلا معری ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ میں نے ابواحمد کے دو فرزند سیدین کے حالات تو کتاب فوائد الرضویہ فی احوال علماء المذہب الجعفریہ میں تحریر کئے ہیں۔ اور اس مقام میں ان کے تذکرہ کی گنجائش نہیں، لیکن اس خیال سے کہ یہ کتاب ان کے ذکر سے خالی نہ رہے، کتاب مجالس المومنین میں سے چند سطروں پر اکتفا کرتا ہوں اور اولاد امام زین العابدین کے تذکرہ میں عمر اشرف کے حالات کے ذیل میں ان کی والدہ جلیلہ کی جلالت شان کی طرف مختصر اشارہ کر چکا ہوں وہاں رجوع کیا جائے۔

ذکر سید مرتضیٰ اور رضی رضوان اللہ علیہما، سید مرتضیٰ فہو السید الاجل التحریر الثمانینی ذوالمجدین ابوالقاسم الشریف المرتضیٰ علم الہدیٰ علی بن الحسین الموسوی شریف عراق مجتہد علی الاطلاق اور مرجع فضلاء آفاق تھے۔ وہ رہنما کہ جس کے معارج ہدایت اور مدارج ولایت میں علامت قدر اور انشراح صدر اتنا ظاہر ہوا ہے کہ اپنے جد امجد ولایت پناہ سے علم الہدیٰ جیسا شریف لقب انہیں ملا اور صاحب دولت اتنا کہ مجاورین مدارس و صوامع روزی کا نوالہ ان کے خوان احسان سے کھاتے اور مسافرین مراحل مسائل توشہ تحقیق اور ارمغان تدقیق ان کے خرمن فضل سے خوشہ چینی کر کے لے جاتے طالبین راہ ایمان اور سالکین مسالک ایقان مدرسہ شرع اور محکمہ عقل میں ان کی روشن رائے سے استغناء کرتے اور اپنی مشکلات کے زنگ کو ان کے صیقل ہدایت سے دور کرتے، مدت مدید تک امارت حج (جو کہ اعظم امور اسلام اور مرتبہ خلیفہ و امام ہے) لوائے ریاست دین و دنیا لہراتے رہے اور حجر یمانی کی گود میں جو کہ مقام رکن ایمانی ہے مراسم اسلام بجالاتے اور عرفات عرفان میں قدم صدق رکھے اور صفہ صفا اور مروہ مروت کا رخ کیا، آیۃ اللہ علامہ حلی نے کتاب خلاصہ میں کہا ہے کہ میری تصانیف بہت ہیں کہ جنہیں ہم نے کتاب کبیر میں ذکر کیا ہے اور علماء امامیہ ان کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک جو کہ ۱۹۳ھ ہجری ہے، ان کتابوں سے استفادہ کرتے رہے ہیں اور وہ بزرگوار ان کے ستون اور معلم ہیں، قدس اللہ روحہ د جزاہ عن اجدادہ خیر الجزا، اور ان کے علم الہدیٰ کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ جس طرح کہ شیخ اجل شہید نے رسالہ چہل حدیث وغیرہ میں بیان کی ہے، یہ ہے کہ علم الہدیٰ کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ جس طرح کہ شیخ اجل شہید نے رسالہ چہل حدیث وغیرہ میں بیان کی ہے، یہ ہے کہ محمد بن الحسین بن عبدالرحیم (جو کہ وزیر تھا قادر عباس کا) ۴۲۰ھ ہجری میں بیمار ہوا، اس کی بیماری طول پکڑ گئی یہاں تک کہ اس نے حضرت امیر المومنین کو عالم خواب میں دیکھا، آپ اس سے فرما رہے ہیں کہ علم الہدیٰ سے کہو کہ تمہارے لیے دعا کرے تا کہ تمہیں شفا حاصل ہو۔

محمد مذکور کہتا ہے میں نے حضرتؑ سے پوچھا کہ علم الہدیٰ کون ہے تو فرمایا کہ علی بن الحسین الموسوی، تو اس نے ایک رقعہ جو مشتمل تھا التماس دعا اجابت الموسوی میر کی خدمت میں لکھ بھیجا اور اس میں وہی لقب جو خواب میں دیکھا تھا درج کیا، جب وہ تحریر سید کے زیر نظر آئی تو کسر نفسی کرتے ہوئے خود کو اس لقب کے لائق نہ سمجھا اور وزیر کے جواب میں لکھا اللہ اللہ فی امری فان قبولی،

لھذا اللقب شناعة علی، میرے معاملہ میں خوف خدا کرو، میرا اس لقب کو قبول کرنا میرے لیے باعث قبح وعیب ہے۔

وزیر نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میں نے آپ کی خدمت میں نہیں لکھا مگر وہ جو حضرت امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے، بعد اس کے کہ وزیر میر مرتضیٰ کی دعا کی برکت سے شفایاب ہوا تو اس نے صورت واقعہ قادر خلیفہ عباسی کے سامنے پیش کی اور مرتضیٰ کا اس لقب سے انکار کرنا بیان کیا۔

قادر نے میر مرتضیٰ سے کہا کہ اے امیر مرتضیٰ قبول کر و اس لقب کو جس کے ساتھ تمہارے جدامجد نے تم کو ملقب کیا ہے اور حکم ہوا کہ منشیان بلاغت نشان اسے میر کے القاب میں داخل کریں اور اس زمانہ سے اس لقب کے ساتھ مشہور ہوئے اور آنجناب کی توصیف ثمانینی کے لفظ کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ وفات کے بعد آپ اسی ہزار کتابیں مقروات (پڑھی ہوئیں) مصنفات اور محفوظات میں سے چھوڑ گئے اور آپ نے ایک کتاب تصنیف کی کہ جس کا نام ثمانین تھا، اور آپ نے دنیا میں اکیاسی سال زندگی گزاری اور عمدۃ الطالب میں ہے کہ میں نے بعض تواریخ میں دیکھا ہے کہ سید کی کتابوں کا خزانہ مشتمل تھا اسی ہزار جلد کتاب پر اور میں نے اس کی مثل نہیں سنا، مگر یہ حکایت ہوئی ہے صاحب بن عباد کے متعلق کہ جسے فخر الدولۃ بن بویہ نے وزارت کے لیے بلایا تھا تو اس نے جواب میں لکھا کہ میں طویل الذیل شخص ہوں اور میری کتابیں اٹھانے کے لیے سات سو اونٹ کی ضرورت ہے، اور شیخ یافعی نے کہا ہے کہ اس کی کتابیں ایک لاکھ چودہ ہزار تھیں اور قاضی عبدالرحمن شیبانی فاضل کا کتب خانہ سب سے بڑھ گیا اور وہ ایک لاکھ چالیس ہزار کتب پر مشتمل تھا اور نقل ہوا ہے کہ مستنصر نے کتب خانہ مستنصر یہ میں اسی ہزار کتاب سپرد کی تھی اور ظاہراً اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی واللہ الباقی۔

بہرحال سید مرتضیٰ کی طرف ان کے بھائی سید رضی کی وفات کے بعد نقابت شرفاء امارت حاج اور قضا قضات منتقل ہوئی اور تین سال کی مدت تک اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ ۴۳۶ھ ہجری میں وفات پائی اور آنجناب کی ایک بیٹی تھی نقیہ جلیلہ جو اپنے چچا سید رضی سے روایت کرتی ہے اور اس سے شیخ عبدالرحیم بغدادی (جو کہ ابن اخوہ کے نام سے مشہور اور قطب راوندی کے مشائخ اجازہ میں سے ایک ہے) روایت کرتا ہے۔

اور سید رضی فہو الشریف الاجل محمد بن الحسین الموسوی، ان کی کنیت شریف ابوالحسن لقب مرضی رضی اور ذوالحسبین ہے بھائی ہیں میر مرتضیٰ علم الہدی نقیب علویہ و اشراف بغداد کے بلکہ قطب فلک ارشاد اور مرکز دائرہ ارشاد تھے، بزرگی و جلالت ان کی گوش ملک نے سنی ہے اور آوازہ ان کے فضل و بلاغت کا ایوان فلک تک پہنچا اور ان کے اشعار دلپذیر کا دست تصرف دامن فصاحت آرائی تک پہنچا ہے اور پائے ترقی حضیض بلاغت گستری سے ذروہ شاہق معجزہ پروری پر رکھا ہے، پایہ ان کے فضل و کمال ومعالی و افضال کا اس سے گزر رہا ہے، کہ زبان ثنا و بیان مدحت ان کے کنبہ رفعت کو عبارت میں لے آئے، کیوں کہ ظاہر ہے کہ جب حُسن و جمال زیادہ ہو تو مشاطہ کا ہاتھ بیکار ہو جاتا ہے اور جب بزرگی کمال کو پہنچ جائے تو تعریف کرنے والوں کا بازار گر جاتا ہے۔

زروے خوب تو مشاطہ دست باز کشید
کہ شرم داشت کہ خورشید را بیاراید

ابن کثیر شامی نے کہا ہے کہ میر رضی الدین اپنے والد کے بعد بغداد میں نقیب علویہ تھے اور وہ شخص فاضل وہ دین دار تھے اور فنون علم میں ماہر تھے، سخی جواد و پرہیز گار تھے اور شاعر بے نظیر تھے یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ وہ قریش میں سب سے بڑے شاعر تھے، پانچ محرم ۴۰۶ ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور فخر الملک سلطان بہاء الادلہ ویلمی کے وزیر اور قضاۃ واعیان آپ کی نماز جنازہ پر حاضر تھے اور وزیر مذکور نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی وفات کے بعد منصب نقابت دوسرے مناصب علیہ شرعیہ کے ساتھ مثلاً امارت حج وغیرہ ان کے بڑے بھائی میر مرتضیٰ کے سپرد ہوئے اور میر مرتضیٰ وابوالعلا معریٰ اور بہت سے افاضل شعراء نے ان کے مرثیہ میں جو بہ اچھے اشعار کہے ہیں، معری کے مرثیہ کا ایک شعر یہ ہے۔

تکبیر تان حیال قبرک للفتی
محسوبتاں بعمرۃ و طواف

انسان تیری قبر کے گرد جو دو تکبیریں کہہ لے وہ عمرہ اور طواف کا ثواب رکھتی ہیں۔

آنجناب کی تصانیف انتہائی عمدہ اور ممتاز ہیں، ان میں سے حقائق التنزیل مجازات القرآن ومجازات النبویہ وخصائص الائمہ اور کتاب نہج البلاغہ ہے کہ جس کے اجازت میں اسے اخ القرآن کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ صحیفہ سجادیہ کو اخت القرآن کہتے ہیں اور اس کی بہت سی شرحیں ہوئی ہیں۔ الی غیر ذلک

ثعالبی نے سید رضی کی توصیف میں کہا ہے کہ تیس سال کی عمر کے بعد تھوڑی سی مدت میں قرآن یاد کر لیا اور فقہ وفرائض کے عارف تھے، عرجان قوی اور لغت وعربیت میں تو امام وپیشوا تھے۔

ابوالحسن عمری کہتا ہے کہ میں نے ان کی تفسیر قرآن دیکھی ہے اور اسے سب تفسیروں سے بہتر واحسن پایا ہے اور وہ ابو جعفر طوسی کی تفسیر کے حجم میں تھی یا اس سے بڑی، اور آنجناب صاحب ہیبت وجلاست وورع وعفت تھے اور تنگی میں زندگی گزارتے تھے اور اپنے اہل وقبیلہ کا لحاظ وخیال رکھتے تھے اور وہ پہلے طالبی ہیں کہ جنھوں نے سیاہ لباس پہنا وہ جناب عالی ہمت اور شریف النفس تھے، کسی کا صلہ یا جائزہ قبول نہیں کرتے تھے اور بنی بویہ کے بادشاہوں نے جتنی کوشش کی کہ ان کی عطیہ یا جائزہ قبول کریں، قبول نہ فرمایا اور وہ خوش ہو جاتے تھے اپنے اصحاب کے اعزاز سے۔ انتہی

معلوم ہو کہ لفظ نقیب لغت میں کفیل ضامن اور کسی قوم کو پہچاننے والے کے معنی میں ہیں اور نقیب سے مراد جو کہ سیدین اور ان کے والد کے حالات میں ذکر ہوا ہے وہ شخص ہے جو امور سادات وشرفاء طالبین کی کفالت کرتا اور ان کے انساب کو اس سے محفوظ رکھتا ہو کہ کوئی ان کے سلسلہ سے خارج نہ ہو جائے، یا کوئی خارج ان میں داخل نہ ہو۔

اور یہ بھی معلوم رہے کہ سید کا ایک فرزند ہے، بہت جلیل وعظیم الشان جس کا نام عدنان ہے قاضی نور اللہ نے اس کی توصیف

میں کہا ہے کہ السید الشریف المرضی ابو احمد، عدنان بن الشریف الرضی الموسوی شریف بطحائے فضل و کرم اور نقیب مشہد دانش تھا اور لوائے علوشان و سمو مکان اس کا سما رفعت اور سماک علو نسبت احمدی کو پہنچا۔

تفاخر نمودہ باد آل ہاشم
تظاہر فزودہ باد آل حیدر
باجداد او عز بطحا و ویثرب
باسلاف اور فخر محراب و منبر

اپنے چچا میر مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد نقابت علویہ کے متولی ہوئے، سلاطین آل بویہ ان کی بہت تعظیم کرتے تھے، ابن حجاج شاعر بغدادی کے ان کی مدح میں بہت سے قصائد ہیں۔

اور عبداللہ احمد بن موسیٰ ابرش برادر ابو احمد نقیب والد سیدین کی اولاد میں سے ہے سید جلیل ابو المظفر ہبۃ اللہ ابن ابو محمد حسن بن ابو البرکات سعد اللہ بن حسین بن ابو محمد حسن بن ابو عبداللہ احمد بن موسیٰ ابرش بن محمد بن ابو سُبحہ موسیٰ بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظمؑ جو کہ عالم فاضل صالح عابد اور محدث کامل صاحب کتاب مجموع الرائق من ازھار الحدائق تھا۔ اور علامہ حلی کے ہمعصر ہیں۔

صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ ابو المظفر ہبۃ اللہ سادات موسوی بغداد کے جد ہیں اور یہ جلیل القدر گھرانہ ہے، لیکن انہوں نے اپنا نسب خراب کرلیا ایسے لوگوں سے ایک عورت لے کر جو ان کے مناسب نہیں تھے اور اولاد احمد اکبر بن موسیٰ ابو سُبحہ بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظمؑ میں سے شمار ہوتا ہے۔

سید احمد رفاعی جو کہ مشائخ طریقہ شافعیہ میں سے اصحاب کرامات میں سے شمار ہے اور اس کی وفات ۲۲ جمادی الاوّل ۵۷۸ ہجری میں اُم عبیدہ میں ہوئی جو کہ واسطہ کے قریب ایک گاؤں ہے اور وہ اپنے نانا شیخ یحییٰ کبیر بخاری انصاری کے گنبد کے نیچے دفن ہوا، اور ابراہیم عسکری بن موسیٰ ابو سُبحہ کی اولاد میں سے ہے، ابو اسحاق ابراہیم بن حسن بن علی بن محسن بن ابراہیم عسکر کے جسے شرف الدولہ بن عضد الدولہ نے ولایت نقابت طالبین دی تھی اور اسے نقیب النقباء کہتے ہیں اور اس کی اولاد و اعقاب ہیں اور انہیں سے ہے احمد بن اسحاق کہ جس کی اولاد قم اور آبہ میں ہے اور احتمال ہے کہ جو قبر قم میں مسجد امام کے شمالی دروازے کے مد مقابل بازار میں ہے اور معروف ہے احمد بن اسحاق کی قبر، اس سے مراد یہی احمد بن اسحاق موسوی ہو نہ کہ احمد بن اسحاق اشعری جس کی قبر حلوان میں ہے جو کہ مشہور ہے پل ذہاب کے نام سے اور جس کا ذکر اصحاب حضرت عسکری علیہ السلام میں آئے گا اور حسین قطعی کی نسل میں سے ہے، آقا سید صدر الدین عاملی اور مناسب ہے کہ ہم اس جگہ ان کے مختصر حالات کی طرف اشارہ کریں۔

ذکر سید جلیل و عالم نبیل آقا سید صدر الدین عملی اصفہانی وھو السید الشریف محمد بن سید صالح بن محمد ابراہیم شرف الدین بن

زین العابدین بن نور الدین ن علی نور الدین بن حسین بن محمد حسین علی بن محمد بن ابوالحسن تاج الدین عباس بن محمد بن عبداللہ بن احمد حمزہ الصغیر ین سید اللہ بن حمزہ کبیر بن محمد ابوالسعادات بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابوالحسن محمد محدث بن ابوالطیب طاہر بن حسین قطعی بن موسیٰ ابوسبحہ بن ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سید الفقہاء الکاملین وسند العلماء الراسخین افضل المتاخرین واکمل المتجرین نادرۃ الخلف وبقیہ السلف ذوالبیت العالی العماد والحسب الرفیع الاباء والاجداد ان کی والدہ شیخ علی بن شیخ محی الدین شیخ علی سبط شہید ثانی کی بیٹی ہیں اور ان کے والد سید سند ورکن معتمد آقا سید صالح سبط شیخنا الاجل شیخ عاملی ہیں، کیونکہ ان کے والد ماجد آقا سید محمد نے شیخ عاملی کی شاگردی اور ان کی صاحبزادی سے شادی کی تھی اور انہیں خداوند عالم نے اس مخدرہ جلیلہ سے سید صالح عطا فرمایا جو کہ اپنے زمانہ کے علماء اعلام اور شام کے شہروں کے مراجع ریاست امامیہ میں سے تھے اور ان کی ولادت ۱۱۲۲ ہجری میں ہوئی اور جبل عامل سے ان کی ہجرت احمد جزار کے ظلم وتعدیات سے ۱۱۹۷ ہجری میں ہوئی اور نجف اشرف میں سکونت اختیار کرلی اور ۱۲۱۷ ہجری میں وفات پائی، نیز شیخ حر عاملی کی صاحبزادی سے پیدا ہوئے۔ سید صالح کے بھائی سید محمد شرف الدین ابولستادہ الاشراف آل شرف الدین جبل عامل کے شہروں میں رہتے ہیں اور انہیں میں سے ہے سید جلیل عامل کے شہروں میں رہتے ہیں اور انہیں میں سے ہے سید جلیل عالم فاضل محدث کامل آقا سید عبدالحسین بن شریف یوسف بن جواد بن اسماعیل بن محمد شرف الدین جو کہ صاحب مصنفات فائقہ اور مولفات نافعہ جلیلہ ہے کہ جن میں سے ہے فصول المہمہ فی تالیف الامتہ اور الکلمۃ الغراء فی تفصیل الزہرا علیہا السلام جو صیدا میں چھپی ہے۔ وغیر ذلک

اور میں نے اس سید شریف کی بیروت میں زیارت کی ہے ادام الباری برکات وجودہ الشریف واعانہ لنصرۃ الدین الحنیف اور سید صدر الدین کے بھائی سید جلیل وعالم نبیل آقا سید محمد علی والد سید علامہ آقا سید ہادی ہے جو کہ والد ہے، سید سند محدث جلیل وعالم فاضل کامل نبیل بحر زاخر سحاب ماطر بارع خبیر ماہر کنز الفضائل وبہر ہا الجاری شیخنا الاجل السید ابو محمد حسن بن ہادی کا کہ جس کے حالات میں نے فواید الرضویہ میں تحریر کئے ہیں۔

بہر حال سید صدر الدین نے اپنے والد کی گود میں تربیت پائی اور ۱۱۹۷ ہجری جبل عامل سے اپنے والد کے ساتھ عراق میں اور اور نجف اشرف میں ساکن ہو گئے اور ۱۲۰۵ ہجری میں جب کہ ان کی عمر بارہ سال تھی زیارت کربلا سے مشرف ہوئے اور استاد اکبر آقائے بہبہانی اور علامہ طباطبائی بحر العلوم کے درس میں حاضر ہوئے، کہتے ہیں کہ سید بحر العلوم اس وقت کتاب درہ کے نظم کرنے میں مشغول تھے جو کچھ نظم کرتے تو ان کے سامنے پیش کرتے، ان کے فن شعر وادب میں ماہر ہونے کی وجہ سے اور ۱۲۱۰ ہجری میں صاحب ریاض سے اجازہ طلب کیا اور سید ریاض نے انہیں اجازہ دیا اور احکام میں ان کے اجتہاد کی تصریح کی اور شیخ اکبر صاحب کاشف الغطاء نے اپنی بیٹی کی اس سے شادی کردی اور خداوند عالم نے آقا سید محمد علی جو آقا مجتہد کے نام سے مشہور نادر عصر اور یگانہ دہر تھے، اس مخدرہ سے انہیں مرحمت فرمائے کچھ وقت کے بعد جبکہ نجف اشرف میں مقیم تھے تو امام رضاؑ کی زیارت کے قصد سے خراسان کا سفر کیا اور واپسی کا راستہ یزد اور اصفہان کو قرار دیا اور جب اصفہان پہنچے تو وہیں قیام کرلیا اور مرجع تدریس وقضا ہو گئے، علماء کی ایک جماعت

نے ان کا تلمذ و شاگردی کی جن میں سے شیخ الطائفہ علامہ انصاری اور سید صاحب روضات اور ان کے بھائی اور آقا سید محمد شفیع صاحب روضہ ہیں اور یہ سید جلیل بہت گریہ کن اور کثیر المناجات تھے۔

مشہور ہے کہ ماہ رمضان کی ایک رات حرم امیر المومنین میں داخل ہوئے اور زیارت کے بعد سر مقدس کی پشت والی طرف بیٹھ کر دعائے ابوحمزہ پڑھنی شروع کی، جب یہ جملہ پڑھنا شروع کیا ''الھی لا تو دبنی بعقوبتك'' تو ان پر گریہ طاری ہوا اور مسلسل بار بار یہی جملہ کہتے تھے اور روتے تھے یہاں تک کہ انہیں غشی طاری ہوگئی اور لوگ انہیں حرم مطہر سے باہر لے آئے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں بہت کوشاں تھے، اصفہان میں حدود جاری کرتے تھے اور معصیت وگناہ ان کی نظر میں اتنا عظیم تھا کہ کہتے ہیں یوں اتفاق ہوا کہ یہ ایک مجلس میں حاضر ہوئے جو سید الشہدا امام حسین علیہ السلام ارواحنا فداہ عزاداری میں منعقد ہوئی تھی اور اس مجلس میں اعیان واشراف کی ایک جماعت موجود تھی اچانک اس مجلس میں ایک شہزادہ بھی آ گیا کہ جس کی داڑھی منڈی تھی جب ان کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا۔

حلق اللحیۃ من شعار المجوس و صار من عمل اهل الخلاف داڑھی منڈوانا مجوسیوں کا شعار ہے اور اہل سنت کا عمل بھی ہوگیا ہے اب یہ شخص داڑھی منڈوا کر اس مجلس میں آیا جو امام حسینؑ سید الشہدا کی عزاداری میں منعقد ہوئی ہے مجھے ڈر ہے کہ جب مجلس پڑھنے والا منبر پر جائے اور یہ شخص یہاں موجود ہو تو اس مکان کی چھت گر پڑے، پس وہ اس مجلس میں نہ بیٹھے اور باہر چلے گئے۔

اور یہ بزرگوار زاہد قانع اور کثیر العیال تھے جس طرح نجف میں زندگی بسر کرتے تھے اسی طرح اصفہان میں بھی زندگانی گزارتے اور آخری عمر میں کمزوری اور اعضاء میں ڈھیلا پن جالج کی مانند انہیں عارض ہوا اور عالم خواب میں حضرت امیر المومنین کو دیکھا کہ انہیں فرمارہے ہیں، تم نجف میں ہمارے مہمان ہو، وہ سمجھے کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا، اصفہان سے نجف اشرف کی طرف چل پڑے اور ۱۲۶۲ ہجری میں وہاں وفات پائی اور اس حجرہ میں جو مغربی کونے میں ہے صحن مطہر کے باب سلطانی کے پاس دفن ہوئے اور اسی حجرہ میں اکابر علماء اعلام وفقہا عالی مقام مدفون ہیں۔

مثل مرحوم خلد مقام عالم ربانی وزندہ جاودانی جناب الحاج ملا فتح علی سلطان آبادی اور مرحوم ومغفور الحاج مرزا مسیح تہرانی تھی کہ جن کی وفات سید کی وفات والے سال میں ہوئی ہے اور جناب شیخ اجل اکمل عالم زاہد جامع فنون عقلیہ ونقلیہ حاوی فضائل علمیہ وعملیہ صاحب نفس قدسیہ وسمات ملکوتیہ ومقامات عالم ربانی ابوذر ثانی آقا شیخ محمد حسین اصفہانی والد شیخنا الاجل طور الفضل والادب وارث العلم عن اب فاب جناب آقا شیخ محمد رضا اصفہانی دام ظلہ اور آقائے صدر الدین کی تصانیف بہت ہیں جو کہ روضات الجنات اور فوائد رضویہ میں مذکور ہیں اور صاحب روضات نے ان کے حالات تحریر کئے ہیں اور کہا ہے کہ مجھ پر بہت شفقت رکھتے تھے اور روضات کی تصنیف میں میری مدد کی تھی۔

بہرحال اپنے والد ماجد اپنے جد سید مجھ سے شیخ حر عاملی سے روایت کرتے ہیں اور میں روایت کرتا ہوں اپنے شیخ ثقہ

الاسلام نوری سے علامہ انصاری سے اس بزرگوار سے، پس میری روایت صاحب وسائل سے ان کے طریق پانچ واسطہ سے ہے اور ان کی اولاد واخفاد علماء وفقہاء وافاضل تھے اور چونکہ ان سب کے تذکرہ کی مقام میں گنجائش نہیں لہذا میں ان کے فرزند جلیل مرحوم حجۃ الاسلام آقائے صدر کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہوں اور ان کے تذکرہ میں بھی اس پر اختصار کرتا ہوں کہ جسے سیدنا الاجل ابومحمد آقا سید حسن نے تکملہ امل الامل میں تحریر کیا ہے، فرماتے ہیں السید اسماعیل بن سید صدر الدین اس کتاب کے مولف کے والد چچازاد حجۃ الاسلام معروف بآقا سید اسماعیل حکام دینیہ میں مراجع امامیہ میں سے ایک ہیں، فاضل فقیہ اصولی محقق فکور (زیادہ مفکر) ہیں ۱۲۸۵ ہجری میں پیدا ہوئے (ظاہراً ۱۲۵۸ ہجری ہونا چاہیے) ان کے والد کی ۱۲۶۴ ہجری میں وفات ہوئی، انہوں نے اپنے بڑے بھائی آقا مجتہد کی گود میں تربیت حاصل کی اور پاکی طینت حسن استعداد اور علو فہم کو دیکھتے ہوئے تھوڑے ہی زمانہ میں حجۃ الاسلام آقائے شیخ محمد باقر بن شیخ محمد تقی کے درس میں حاضر ہوئے اور شیخ نے پوری ہمت ان کی تربیت میں صرف کی یہاں تک کہ اپنے ہم عصر لوگوں پر فوقیت حاصل کرلی، پس ۱۲۸۱ ہجری مین نجف اشرف کی طرف ہجرت کی اور جناب حجۃ الاسلام مرزا شیرازی و شیخ رازی اور شیخ مہدی آل کاشف الغطا کی شاگردی اختیار کی اور شیخ رازی کی وفات کے بعد تمام مشغلہ ان کا مرزا مرحوم کے درس میں حاضر ہونا تھا یہاں تک کہ اپنے اقران وامثال سے علم میں بڑھ گئے اور جس وقت مرزا مرحوم نے سامرہ کی طرف ہجرت کی، انہوں نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی اور یہ اسی طرح رہے یہاں تک کہ ۱۳۱۲ ہجری میں کربلا کی طرف ہجرت کی اور اس جگہ کو اب تک کے لیے اپنا وطن بنایا اور ان کی اولاد مذکور میں سے ہے آقائے سید مہدی عالم فاضل جلیل ادیب اور سید فاضل ومہذب کامل آقا سید صدر الدین نزیل مشہد رضوی اور ان کے علاوہ زاداللہ فی توفیقہم۔انتہی

اور عباس بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام تو اس کے والد موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے وصیت نامہ کے نسخہ کو دیکھتے ہوئے جو کہ عیون اخبار الرضا میں ہے اس کی قدح اور اپنے امام زمانہ امام رضاؑ کی قلت معرفت معلوم ہوتی ہے، اگر مقام میں گنجائش ہوتی تو اس وصیت نامہ کو میں ذکر کرتا، لیکن اس مختصر مقام پر اس کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ العالم

اور جناب سید العلماء والفقہاء آقائے سید مہدی قزوینی نے فلک النجاۃ میں فرمایا ہے کہ اولاد آئمہ میں سے دو قبریں مشہور ہیں، مشہد امام موسیٰؑ میں جو آپ کی اولاد ہیں، لیکن وہ معروف نہیں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان دو قبروں میں سے ایک عباس ابن امام موسیٰؑ کی ہے کہ جس کے حق میں قدح وارد ہوئی ہے۔انتہی

اور عباس کی نسل صرف اس کے بیٹے قاسم بن عباس سے ہے، صاحب عمدۃ الطالب نے نقل کیا ہے کہ قاسم بن عباس بن موسیٰؑ کی قبر مقام شوش سواد کوفہ میں ہے اور وہ فضل کے ساتھ مذکور ہے۔

اور قاسم بن موسیٰ بن جعفرؑ پس وہ سید جلیل القدر تھے اور کافی ہے ان کی جلالت شان میں وہ خبر جو ثقۃ الاسلام کلینی نے کافی میں در باب اشارہ ونص پر حضرت رضاؑ سے نقل کی ہے۔

یزید بن سلیط اور حضرت امام کاظم علیہ السلام سے مکہ کے راستہ میں اور اس خبر میں مذکور ہے کہ کہ حضرت نے اس سے فرمایا

میں تمہیں خبردوں اے ابا عمارہ، میں اپنے گھر سے نکلا تو میں نے اپنا وصی قرار دیا اپنے فلاں بیٹے کو یعنی امام رضاؑ کو اور میں نے اپنے باقی بیٹوں کو ظاہر وصیت میں اس کے ساتھ شریک قرار دیا اور باطن میں اس کو وصیت کی اور صرف اس کا ارادہ کیا اور اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں امامت اپنے بیٹے قاسم کے لیے قرار دیتا بسبب اس محبت کے جو مجھے اس سے ہے اور جو مہربانی و نوازش میں اس سے رکھتا ہوں لیکن یہ امر خدا کی طرف راجع ہے وہ جہاں چاہتا ہے قرار دیتا ہے۔ الخ (ظاہراً یہ روایت اصول مذہب کے خلاف ہے، مترجم)

اور شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ایک بیٹے کی موت کی حالت رونما ہوئی تو حضرت نے قاسم سے فرمایا کہ بیٹے اٹھو اور اپنے بھائی کے پاس بیٹھ کر سورہ والصافات پڑھو، قاسم نے وہ سورہ پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچا انتم اشد خلقاً ام من خلقنا تو اس کے بعد بھائی کو سکرات موت سے راحت ہوئی اور اس نے جان دے دی، ان دو خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام موسیٰؑ قاسم پر بہت عنایت فرماتے تھے، قاسم کی قبر حلہ سے آٹھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے اس کا مزار شریف عامہ خلق کی زیارت گاہ ہے اور علماء و اخیار اس کی زیارت کو اہمیت دیتے ہیں، سید ابن طاؤس نے اس کے زیارت کی ترغیب دی ہے اور عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ قاسم کی اولاد نہیں ہے۔

اسماعیل بن موسیٰ کاظمؑ پس وہ جلیل القدر ہے اگرچہ علماء رجال نے ان کی جلالت کی طرف اشارہ نہیں کیا، لیکن کافی ہے اس کی مدح میں وہ روایت جو شیخ کشی نے ثقہ جلیل القدر صفوان بن یحییٰ کے حالات میں نقل کی ہے کہ جب صفوان نے ۲۱۰ ہجری میں مدینہ میں رحلت کی ہے تو امام محمد تقیؑ نے کفن اور حنوط اس کے لیے بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھائے۔

اور استاد اکبر آقائے بہبہانی نے تعلیقہ میں فرمایا ہے کہ اسماعیل کی تصانیف کی کثرت اس کی مدح کی طرف اشارہ کرتی ہے اور شاید مرحوم کی مراد کثرت تصانیف سے کتاب جعفریات ہو جو کہ جملہ کتب فقہ اور اس کی جمیع احادیث پر سوائے قلیل کے مشتمل ہے اور اس کی ایک ہی سند ہے تمام کی تمام اپنے آباؤ اجداد سے اور رسول خداؐ سے روایت کی ہے۔ شیخ مرحوم محدث نوری طاب ثراہ نے خاتمہ مستدرک میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ کتاب نہایت معتبر ہے اور مکمل مستدرک وسائل میں درج ہے۔

یہ اسماعیل مصر میں رہتے تھے ان کی اولاد وہیں تھی، ان کا بیٹا ابوالحسن موسیٰ علماء مولفین میں سے ہے اور محمد بن محمد بن اشعث کوفی مصر میں کتاب جعفریات اس کے باپ اسماعیل سے روایت کرتا ہے اور موسیٰ کا بیٹا علی بن موسیٰ وہی ہے کہ جسے مہتدی کے زمانہ میں عبداللہ بن عزیز عامل طاہر نے محمد بن حسین بن محمد بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کے ساتھ سامرہ کی طرف روانہ کیا اور وہاں انہیں قید کر دیا گیا یہاں تک کہ دونوں قید خانہ میں وفات پا گئے۔

اور اسماعیل بن موسیٰ کا ایک اور بیٹا ہے محمد نامی کہ جو طویل عمر رکھتا تھا اتنی حد تک کہ کتاب غیبت شیخ طوسی میں اس کی تعریف میں ہے ''وکان اسن شیخ من ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کہ اولاد رسولؐ میں سب سے زیادہ سن

رسیدہ ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس نے امام زمانہ سے مسجدین کے درمیان (ظاہراً مسجد کوفہ و سہلہ مراد ہیں۔ مترجم) ملاقات کی ہے۔

احمد بن موسیٰ کاظم معروف بشاہ چراغ و شیراز میں دفن ہے اور ان کے بھائی محمد بن موسیٰ کا تذکرہ

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ احمد بن موسیٰ سید کریم و جلیل اور صاحب ورع تھے اور حضرت ابوالحسن موسیٰ ان سے محبت رکھتے تھے اور انہیں مقدم رکھتے تھے اور ایک ٹکڑا زمین کا اس کے پانی کے ساتھ جو یُسیرہ کے نام سے مشہور تھا اُسے بخشا ہوا تھا۔

نقل ہوا ہے کہ احمد نے ہزار غلام اپنے مال سے آزاد کئے، خبر دی مجھے شریف ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے دادا نے، وہ کہتا ہے کہ میں اسماعیل بن موسیٰ سے سنا، وہ کہتا ہے کہ میرے والد اپنی تمام اولاد کے ساتھ مدینہ میں اپنے ایک ملک کی طرف گئے اور اسماعیل نے اس ملک کا نام لیا لیکن یحییٰ بھول گیا، اسماعیل کہتا ہے کہ ہم اس جگہ تھے اور احمد بن موسیٰ کے ساتھ میرے والد کے خدم و حشم میں سے بیس افراد تھے کہ اگر احمد کھڑا ہو جاتا تو وہ کھڑے ہو جاتے اور اگر وہ بیٹھ جاتا تو وہ بھی بیٹھ جاتے اور اس کے علاوہ ہمیشہ میرے والد کی نظر اس پر رہتی اور اس کا پاس و لحاظ رکھتے اور اس سے غافل نہ رہتے اور ہم وہاں سے نہ لوٹے جب تک احمد واپس نہ آیا۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ احمد شاہ چراغ کے نام سے مشہور ہیں اور شہر شیراز کے اندر مدفون ہیں اور ظاہری طور پر بھی گنبد و صحن و ضریح و خدام وغیرہ کے لحاظ سے احترام و تعظیم رکھتے ہیں اور اس احقر نے ۱۳۱۹ ہجری بیت اللہ الحرام سے واپسی پر شیراز سے گزر کیا اور اس شہر میں ان کی تربت پاک کی زیارت کی ہے اور اس بزرگوار کے باطن سے مدد طلب کی اور ان کی قبر کے پاس ایک اور مزار ہے جو معروف ہے کہ میر سید محمد حضرت کا بھائی ہے۔

صاحب روضات الجنات نے کہا ہے کہ بعض کتب رجالیہ میں ہے کہ احمد شیراز میں دفن اور سید السادات سے موسوم ہیں اور اس زمانہ میں شاہ چراغ کے نام سے مشہور ہیں اور بیشک تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں وہ کرامات جو ان کے مرقد طاہر سے ظاہر ہوئے پھر نقل کئے ہیں ان علماء کے کلمات جنھوں نے تصریح کی ہے کہ احمد بن موسیٰ شیراز میں مدفون ہیں۔

اور محمد بن موسیٰ احمد کے سگے بھائی بھی مرد جلیل القدر صاحب فضل و صلاح ہیں اور ہمیشہ باوضو طہارت و نماز میں مشغول رہتے اور راتوں کو وضو و نماز میں رہتے اور جب نماز سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر ستاتے اور دوبارہ نیند سے بیدار ہوتے تو طہارت و نماز میں مشغول ہو جاتے اور پھر کچھ دیر سو جاتے اور پھر کھڑے ہو جاتے، وضو کرتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے اور طلوع صبح تک ان کی یہی عادت رہتی، چنانچہ ہاشمیہ کنیز رقیہ بنت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نقل کرتی اور کہتی ہے کہ میں نے جب کبھی محمد کو دیکھا تو وہ کتاب خدا کی اس آیت کا ذکر کرتے کانوا قلیلاً من اللیل ما یھجعون وہ لوگ رات کو کم سوتے تھے۔

صاحب روضات الجنات نے احمد کے باب میں سید جزائری کی کتاب انوار سے نقل کیا ہے سید کہتے ہیں کہ احمد بن موسیٰ کریم تھا اور امام موسیٰ علیہ السلام اس سے محبت کرتے تھے اور محمد بن موسیٰ صالح تھا، اور دونوں شیراز میں دفن ہیں اور شیعہ حضرات ان کی قبور سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور ان کی بہت زیارت کرتے ہیں میں نے بھی بہت دفعہ ان کی زیارت کی ہے۔

مولف کہتا ہے کہ محمد بن موسیٰ علیہ السلام کو کثرت عبادت کی وجہ سے محمد عابد کہتے تھے اور ان کی نسل ان کے بیٹے ابراہیم سے ہے کہ جسے ابراہیم مجاب کہتے ہیں اور اس کا مجاب نام ہونے کا سبب جیسا کہ سید تاج الدین بن زہرہ نے کہا ہے کہ وہ حرم سید الشہداء میں داخل ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا ابا، اس کے جواب میں یہ آواز سنی گئی وعلیك السلام یا ولدی، اس کی قبر شریف حائر مقدس حسینی میں ہے۔

اور ابراہیم کی نسل اس کے تین بیٹوں سے ہے، محمد حائری اور احمد قصر ابن ہبیرۃ میں اور علی سیرجان میں ہے اور محمد حائری کی اولاد میں سے ہے سید سند نسابہ، علامہ امام الادباء شمس الدین، شیخ اشرف، ابوعلی فخار بن احمد بن محمد بن ابوالغنائم محمد بن حسین بن محمد الحائری بن ابراہیم المجاب بن محمد العابد بن امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام جو کہ اکابر مشائخ واعظام واعاظم فقہاء کرام صاحب کتاب "الحجة علی الذهب الی تکفیر ابی طالب" ہے۔

ابن ابی الحدید جو سید فخار کا ہم عصر ہے اور علماء اہل سنت میں سے ہے شرح نہج البلاغہ کی چودھویں جلد میں کہتا ہے اس زمانہ کے بعض طالبین نے یعنی سید فخار نے اسلام ابوطالب میں کتاب تصنیف کی ہے اور میرے پاس بھیجی ہے اور مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں اپنے خط میں اس کی صحت و وثاقت میں شعر یا نثر میں کچھ لکھوں اور میں چونکہ اسلام ابوطالب میں توقف رکھتا تھا میں نے جائز نہ سمجھا کہ ان کے اسلام کا قطعی حکم کروں اور یہ بھی جرات نہیں رکھتا تھا کہ ان کی مدح اور تعظیم میں سکوت اختیار کروں، کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر ابوطالب نہ ہوتے تو اسلام قائم نہ ہوسکتا اور میں جانتا ہوں کہ ابوطالب کا حق مسلمان پر لازم ہے جو کہ قیامت تک دنیا میں کام آئے گا، پس میں نے اس کتاب کی پشت پر یہ لکھا۔

ولو لا ابوطالب وابنه لما
مثل الدین شخصا فقاما
فذاك بمكة اوی وحامی
وذاك بیثرب جس الحماما

یعنی اگر ابوطالب اور ان کے بیٹے امیر المومنین نہ ہوتے تو دین شکل وصورت پیدا کرکے قائم نہ ہوتا، پس ابوطالب نے مکہ میں پناہ دی اور حمایت کی پیغمبر اکرمؐ کی اور امیر المومنین نے یثرب میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں یعنی نصرت پیغمبر اور اسلام کی مدد میں تلوار چلائی اور جہاد کیا،

یہاں تک کہ دین اسلام ابوطالب اور علی بن ابی طالب کی وجہ سے قائم ہوا۔

بہر حال سید فخار سے علامہ کے والد و سید احمد بن طاؤس اور محقق علی روایت کرتے ہیں اور وہ خود شیخ جلیل فقیہ شاذان بن جبریل قمی سے عماد الدین طبری سے مفید ثانی سے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں اور ان کے والد سید شریف ابو جعفر نقیب طاہر صاحب جاہ عریض و بسط عظیم و تمکن تام تھے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے شط کوجہ پر بند باندھا تھا۔ ابو جعفر نقیب بصرہ نے اپنے اشعار میں ان کی مدح کی ہے اور جب ان کی وفات ہوئی تو نظامیہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور حائر میں دفن ہوئے اور سید فخاران کے بیٹے نے ان کا مرثیہ کہا ان الفاظ میں۔ اباجعفر

ابا جعفر اما ثويت فقد ثوى
بمثواك علم الدين والحزم والفهم
سيبكيك حل المشكل الصعب حله
بشجود سيبكيك البلاغة والعلم

جب تو قبر میں دفن ہوا ہے تو تیری قبر میں علم دین، ہوشمندی اور فہم و فراست دفن ہوئے ہیں، عنقریب اکثر مشکلات کہ جس کا حل کرنا سخت ہے دکھ سے روئیں گی اور بلاغت و علم تجھ پر گریہ کریں گے اور ان کا بیٹا نسابہ وزینت مسند نقابہ، جلال الدین، عبدالحمید بن فخار والد عالم جلیل علم الدین المرتضی علی بن عبدالحمید استاد ابن استاد شیخ شہید ہے اور نیز محمد حائری کی اولاد میں سے ہے سید شمس الدین، محمد بن جمال الدین احمد استاد قدس سرہ، جیسا کہ سید محمد بن حسن بن ابوالرضا علوی شاگرد شیخ نجیب الدین یحییٰ بن سعید حلی کے اجازہ میں مذکور ہے اور وہ اجازہ یہ ہے۔

استخرت الله تعالى و اجزت للسيد الكبير المعظم الفاضل الفقيه الحامل لكتاب الله شرف العترة الطاهرة مفخر الاسرة النبوية شمس الدين محمد بن السيد الكريم المعظم الحسيب النسيت جمال الدين احمد بن ابي المعال جعفر بن على ابى القاسم بن على ابي الحسن بن على ابي القاسم بن محمد ابي الحمر بن على ابي القاسم بن على أبي الحسن اطائرى بن محمد ابي جعفر بن ابراهيم المجاب الصهرا العمرى ابن محمد الصالح ابن الامام موسىٰ الكاظم صلوات الله عليه۔

ذکر حمزہ بن موسیٰ الکاظم علیہ السلام اور ان کی بعض اولاد کا ذکر

حمزہ بن موسیٰ سید جلیل الشان تھے اور شاہزادہ عبدالعظیم کے پاس ایک قبر ہے عظیم گنبد کے ساتھ جوان کی طرف منسوب اور عامۃ الناس کی زیارت گاہ ہے، نجاشی کی روایت میں ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عبدالعظیم ری میں چھپ کر رہتے تھے تو وہ دن کو روزہ رکھتے اور راتوں کو نمازیں پڑھتے اور چھپ کر باہر نکلتے اور اس کی قبر کی زیارت کرتے جوان کی قبر کے سامنے ہے اور دونوں کا راستہ مشترک ہے اور کہتے تھے کہ یہ قبر امام موسیٰ علیہ السلام کے ایک بیٹے کی ہے۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۃ الزائر میں فرمایا ہے کہ قبر شریف امام زادہ فرزند امام موسیٰ حضرت عبدالعظیم کی قبر کے پاس ہے اور ظاہراً یہ وہی امام زادہ ہے کہ حضرت عبدالعظیم جس کی زیارت کرتے تھے، لہذا اس مرقد منور کی بھی زیارت کرنی چاہیے۔ انتھی

اور صاحب مجدی سے نقل ہوا ہے اس نے کہا کہ حمزہ بن امام موسیٰ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اس کی قبر اصطخر شیراز میں معروف و مشہور اور زیارت گاہ نزدیک و دور ہے اور تاریخ عالم آراء سے منقول ہے اس نے کہا ہے کہ نسب سلسلہ جلیلہ صفویہ حضرت حمزہ بن موسیٰ علیہ السلام تک منتھی ہوتا ہے اور ان کا مدفن شیراز کی ایک بستی میں ہے اور سلاطین صفویہ نے ان کے لیے بقعہ عالیہ بنوایا ہے اور موقوفات زیادہ قرار دیئے ہیں اور ترشیر کے متعلق بھی ایک گروہ کا اعتقاد ہے کہ وہاں امام زادہ حمزہ کا مقبرہ ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ بلدۂ طیبہ قم میں ایک مزار ہے مشہور بشاہزادہ حمزہ اور جلالت قدر کے ساتھ معروف ہے اور اہل شہر کو اس سے بڑی عقیدت ہے اس کے احترام و اکرام میں بڑی کوشش کرتے ہیں اور اس کا صحن و گنبد بارگاہ ہے اور صاحب تاریخ قم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار وہی حمزہ بن موسیٰ ہیں، جیسا کہ سادات رضائیہ کی تاریخ کے دوران (جو کہ قم میں تھے اور وہیں دفن ہوئے) کہتا ہے کہ یحییٰ صوفی نے قم میں قیام کیا اور میدان ذکریہ بن آدم علیہ الرحمۃ میں مشہد حمزہ بن موسیٰ بن جعفرؑ کے قریب اقامت کی تھی۔

اور واضح ہو کہ حمزہ بن موسیٰ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور ان کی اولاد بلاد عجم میں ان کے دو بیٹوں قاسم اور حمزہ سے بہت زیادہ ہے، باقی رہا علی بن حمزہ تو صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ اس کی اولاد نہیں ہوئی اور بغیر اولاد کے دنیا سے گیا۔ وہ شیراز میں باب اصطخر سے باہر دفن ہے اور اس کا مشہد ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے وہ خراسان میں مقدم اور بڑے مرتبہ والے تھے اور قاسم بن حمزہ کی نسل محمد و علی و احمد سے ہے اور محمد کی اولاد میں سے سلاطین صفویہ ہیں اور مناسب ہے کہ ہم ان کے اسماء شریفہ اور ان کی تاریخ جلوس (تخت نشینی) وفات کی طرف ان کے بعض حقوق کی ادائیگی کرتے ہوئے اشارہ کریں۔

سلاطین صفویہ موسویہ کا تذکرہ

سلاطین صفویہ نے تقریباً دو سوتیس سال حکومت اور ترویج دین و مذہب جعفری کی ہے۔ ان میں سے پہلا بادشاہ شاہ اسماعیل اوّل ہے، وھوا ابن السلطان حیدر بن سلطان، شیخ جنید مقتول بن سلطان شیخ ابراہیم جب خواجہ علی مشہور باسیاہ پوش کہ جس نے

۸۳۴ ہجری میں بیت المقدس میں وفات پائی ہے اور کا مزار شیخ صفی الدین ابوالفتح اسحاق اردبیلی سلاطین صفویہ کو برہان الاصفیاء کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے صفویہ کہتے ہیں، اس نے ۷۳۵ ہجری اردبیل میں وفات پائی اور وہی دفن ہوا اور اس کے قریب اس کی اولاد و اعقاب و احفاد کی ایک جماعت کو دفن کیا گیا، مثلاً شیخ صدر الدین و شیخ زین العابدین اور اس کے بیٹے شیخ جنید و سلطان حیدر و شاہ اسماعیل و شاہ محمد خدابندہ و شاہ اسماعیل اول و اسماعیل میرزا و حمزہ میرزا اور ان کے علاوہ اور اشخاص وہ ابن سید امین الدین جبرائیل ابن سید محمد صالح ابن سید قطب الدین ابن صلاح الدین رشید بن سید محمد حافظ بن سید عوض شاہ الخواص بن سید فیروز شاہ زرین کلاہ بن سید نور الدین محمد بن سید شرف شاہ بن تاج الدین حسین بن صدر الدین محمد بن سید محمد الدین ابراہیم بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن ناصر الدین محمد بن شاہ فخر الدین احمد بن سید ناعرابی ابن ابومحمد قاسم بن حمزہ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔

شاہ اسماعیل نے ابتداء امر میں اپنے مریدوں اور اپنے اباؤ عرفاء راشدین کے مریدوں کے ساتھ جیلان کے شہروں سے خروج کیا اور ۹۰۶ ہجری میں جب کہ چودہ سال کے قریب ان کی عمر تھی جنگ کی، یہاں تک کہ آذربائیجان کے علاقے فتح کر لیے اور حکومت بنائی اور حکم دیا کہ مذہب امامیہ کو ظاہر کیا جائے اور جب ان کا سن انتالیس سال تھا تو وفات پائی اور ان کا بیٹا شاہ طہماسپ تحت سلطنت پر بیٹھا اور یہ پیر کے دن انیس رجب ۹۳۰ ہجری کا واقعہ ہے جو حکم ظل کے مطابق ہے جیسا کہ کہا گیا ہے شاہ انجم سپاہ اسماعیل۔

آنکہ چوں مہر درنقاب شدہ
از جہاں رفت و ظل شدش تاریخ

سایہ تاریخ آفتاب شدہ آنجناب کی قبر اردبیل میں اپنے آباؤ اجداد کے جوار میں ہے، شاہ طہماسپ جوان کی جگہ تحت پر بیٹھا تو اس نے چون (۵۴) سال حکومت کی اور شہر قزوین اس کا دار السلطنت تھا اور وہ ہمعصر تھا محقق کرکی و شیخ حسین بن عبد الصمد اور ان کے فرزند شیخ بہائی رحمہم اللہ کا، اور محقق کرکی کہ جن کا نام شیخ علی بن العالی اور لقب نور الدین اور مروج مذہب و دین محقق ثانی بلغہ اللہ فی الجنان الی اقصی الا عالی و منتھی الا مانی تھا۔ شاہ طہماسپ کے زمانہ میں ایران میں آئے اور شاہ نے ان کی تشریف آوری کو عظیم سمجھا اور کہا کہ آپ زیادہ حق رکھتے ہیں ملک و سلطنت کا کیونکہ آپ نائب امام علیہ السلام رہے ہیں اور میں آپ کے کارندوں میں سے ہوں اور آنجناب نے بادشاہ کے ہاں مرتبہ عظیم پایا اور نقل ہوا ہے کہ شاہ نے اپنے ہاتھ سے اس بزرگوار کے حق میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم! چوں از مودائے حقیقت انتمائے کلام امام صادق علیہ السلام۔

انظر وا الی من کان منکم قد روی حدیثنا و نظر فی حلالنا وحرامنا وعرف احکامنا فارضوبہ حکما فانی قد جعلتہ حاکما فاذا حکم بحکم فمن لم یقبل منہ فانما بحکم اللہ استخف وعلینا ردو ھو رآدعلی حد

الشرک لائح

واضح است کہ مخالفت حکم مجتہدین کہ حافظان شریعت سید المرسلین اند باشرک در یک درجہ است، پس ہر کہ مخالفت حکم خاتم المجتہدین ووارث علوم سید المرسلین ونائب الائمہ المعصومین علیہم السلام لایزال کاسمہ العلی علیا عالیا۔

کند و درمقام متابعت نہ باشد بے شائبہ ملعون و مردود ودرایں آستان ملائک آشان مطرود است. وبسیاسیات عظیمہ و بتادیبات بلیغہ مواخذہ خواہد شد کتبہ طہماسپ بن شاہ اسماعیل الصفوی الموسوی۔

ترجمہ! ہمارا اللہ کے نام کا جو رحمن و رحیم ہے، چونکہ بمطابق کلام حقیقت نظام امام صادق علیہ السلام، کہ دیکھو اس شخص کی طرف کہ جس نے ہماری حدیث کی روایت کی ہو اور ہمارے حلال وحرام میں غور وفکر کیا ہو اور ہمارے احکام کو پہچانا ہو تو اس کو اپنا حکم اور فیصلہ کرنے والا قرار دو، کیونکہ میں اسے حاکم بنایا ہے، پس جب وہ کوئی حکم کرے تو جو بھی اس سے اسے قبول نہ کرے تو سوائے اس کے نہیں کہ اس نے حکم خدا کو خفیف جانا اور ہمارے ارشاد کو رد کر دیا اور وہ خدا کے حکم کا رد کرنے والا ہے اور وہ حد شرک میں ہے۔ بظاہر واضح ہے کہ حکم مجتہدین کی مخالفت جو کہ سید المرسلین کی شریعت کے محافظ ہیں شرک کے ساتھ ایک درجہ میں ہے پس جو شخص خاتم المجتہدین وارث علوم سید المرسلین نائب آئمہ معصومین علیہم السلام جو ہمیشہ اپنے نام علی کی طرح بلند وبالا ہے ان کے حکم کی مخالفت کرے اور مقام متابعت میں نہ ہو تو بیشک وشائبہ ملعون و مردود ہے اور اس آستان ملائک آشیان میں مطرود ہے اور بڑی بڑی سزاؤں اور حد درجہ کے تادیبات سے اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔ اس کو طہماسپ فرزند شاہ اسماعیل صفوی موسوی نے لکھا ہے۔

روایت ہے کہ ان کے زمانہ میں سلطان روم کا سفیر شاہ طہماسپ کے پاس آیا اور ایک دن اتفاقاً جناب محقق مذکور مجلس سلطان میں تشریف فرما تھے کہ سفیر نے انہیں پہچان لیا اور چاہا کہ اپنے اور شیخ کے درمیان جدل ومناظرہ کا در باز کرے۔

کہنے لگا اے شیخ! تمہارے مذہب کی تاریخ اور تمہارے طریقہ کا اختراع تو سوچھ کو ہوا ہے جو کہ شاہ اسماعیل کی سلطنت کی ابتداء ہے اور یہ مطابق ہے کلمہ ''مذہب ناحق'' کے ساتھ اور اس میں آپ کے مذہب کے بطلان کی طرف اشارہ ہے۔

محقق نے فورا فی البدیہہ اس کے جواب میں فرمایا ہم اور آپ عرب ہیں لہذا ہمیں عربی زبان میں گفتگو کرنی ہے، یہ کیوں کہتے ہو کہو کہ مذھبنا حق فبھت الذی کفر و بقی کانما القم الحجر، یعنی ہمارا مذہب حق ہے پس کافر مبہوت ہو گیا اور گویا اس کے منہ میں تھوک اٹک گیا۔

بہر حال شاہ طہماسب نے پندرہ ماہ صفر ۹۸۴ ہجری قزوین میں وفات پائی اور اتفاقات میں سے ہے کہ جملہ پانزدہم شہر صفران کا مادہ تاریخ ہے اور ان کے آثار حسنہ اور سیرت مستحسنہ کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

اور ان کے بعد ان کا بیٹا شاہ اسماعیل ثانی بادشاہ ہوا اور اہل سنت کے طریقہ پر تھا، پس اس نے اہل ایمان وعلماء وسادات کے ساتھ بدرفتاری کی، لہذا اس کی سلطنت زیادہ دیر نہ چل سکی اور تقریباً ڈیڑھ سال حکومت کی اور تیرہ رمضان مبارک کی رات مجلس

طرب میں اچانک اس کی حرکت دل بند ہوگئی اور وہ مرگیا۔اس وقت اس کا بھائی سلطان محمد مکفوف معروف شاہ خدا بندہ ثانی بادشاہ ہوا اور اس نے دس سال حکومت کی۔ پھر ۹۹۶ ہجری میں حکومت اپنے بیٹے شاہ عباس اوّل کے سپرد کر دی جو کہ مطابق ہے ظل اللہ کے، پس شاہ عباس نے چالیس سے کچھ سال زیدہ کمال شان وشوکت وجلالت کے ساتھ حکومت کی اور ۱۰۰۹ ہجری پا پیادہ اصفہان سے مشہد مقدس مشرف ہوا اور اٹھائیس دن میں یہ مسافت بعیدہ جو کہ دوسو فرسخ کے قریب ہے پیدل طے کی۔

صاحب تاریخ عالم آراء نے ذیل کے اشعار اسی سلسلہ میں کہے ہیں۔غلام شاہ مرداں شاہ عباس شہ والا گہر خاقان، امجد بلطوف، مرقد شاہ خراسان، پیادہ رفت با اخلاص بے حد آخر تک اور آخر میں کہا۔

پیادہ رفت و شد تاریخ رفتن

زاصفاہان پیادہ تا بمشہد

مولف کہتا ہے کہ شاہ عباس سے خیرات وآثار بسیار یادگار کے طور پر باقی رہے ہیں، جو شخص طالب علم ہو وہ کتاب عالم آراء وغیرہ کی طرف رجوع کرے،میر داماد نے کتاب اربعۃ ایام میں فرمایا ہے کہ بادشاہ نجات مغفرت بارگاہ شاہ عباس ہے۔ان تمام اوقات میں پاکیزگی اور عبادت کے ساتھ وقت گزارتا اور غسل کرتا، روزہ رکھتا اور زیارت ماثورہ فقیر کے ساتھ بجالاتا اور بہت صدقات کرتا یہاں تک کہ فرمایا ہے رات کے وقت مخصوص اہل علم کی ایک جماعت کے ساتھ افطار کرتا اور افطار کے بعد آدھی رات تک صحبت عملی اور علماء کے ایک دوسرے سے مباحثات میں مجلس کا وقت گزارتا۔انتہیٰ''

۲۴ جمادی الاوّل ۱۰۳۸ ہجری مرض اسہال سے مازندران میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کا نبیرہ (پوتا) شاہ صفی اوّل اس کے بیٹے کے بیٹے صفی میرزا شہید نے لباس سلطنت پہنا اور چودہ سال حکومت کی اور ۱۲ ماہ صفر ۱۰۵۲ ہجری وفات کی اور بلدۃ طیبہ قم میں دفن ہوا۔اس کی قبر روضہ حضرت معصوم علیہا السلام کی جہت قبلہ میں واقع ہے اور اب وہ روضہ میں داخل ہوگئی ہے کہ عورتیں صحن زنانہ سے اس جگہ میں داخل ہوئی ہیں اور زیارت کرتی ہیں۔حضرت معصومہ علیہا السلام کی سقف ودیوار مزین ہے کاشی معرق کے ساتھ جو بہت ممتاز اور شاہ عباس ثانی کی تعمیرات میں سے ہے (اس بقعہ کے کتبہ پر سورہ مبارکہ یسبح للہ محمد رضا امامی کے خط کے ساتھ کمال حسن وخوبی سے لکھی ہوئی ہے) اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس ثانی نو سال کی عمر میں تخت حکومت پر بیٹھا اور چھبیس سال حکومت کی اور ۱۰۷۸ ہجری میں مازندان سے اصبہان کی طرف واپس اآتے ہوئے دامغان میں وفات پائی۔اس کا جنازہ قم میں لے آئے اور جوار معصومہ میں ایک بڑے بقعہ میں اس کے باپ کے بقعہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ صفی دوم چھ شعبان ۱۰۷۸ ہجری تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔محقق خوانساری نے جامع مسجد شاہی میں خطبہ پڑھا اور اس پر مال وزر نچھاور کیا گیا۔اسے شاہ سلیمان کہا گیا۔اس نے عدالت کے ساتھ حکومت کی اور ۱۰۸۶ ہجری میں قبہ مطہرہ حضرت امام رضاؑ کو تعمیر کیا اور اس پر مزید سونا چڑھایا۔۱۱۰۵ ہجری میں وفات پائی اور قم میں شاہ عباس کے قریب کے بقعہ میں دفن ہوا۔حکومت اس کے بیٹے شاہ سلطان حسین کی طرف منتقل ہوئی وہ آخری صفوی تاجدار تھا۔اس کی حکومت فتنہ افاغنہ (افغانی) شہر میں داخل ہوئے اور انہوں نے اعیان و

علماء حکومت صفویہ کے کچھ لوگوں کا خون بہایا اور شاہ سلطان حسین کو ان کے بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ قید کیا۔ یہ واقعہ ۱۱۳۵ ہجری میں ہوا اور مسلسل سلطان حسین قید میں رہا یہاں تک کہ سلطان محمود افغانی فرد و مر گیا اور سلطان اشرف منحوس اس کی جگہ پر بیٹھا، پس اس کے حکم سے تقریباً پانچ سو حمام مدرسے اور مسجدیں خراب کی گئیں اور جب اس نے اپنی حکومت میں فتور دیکھا تو اصفہان سے چل پڑا اور حکم دیا کہ شاہ سلطان حسین کو قید میں ہی ہلاک کر دیں اور انہیں بے غسل و کفن چھوڑ دیا اور ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا اور مال لوٹ لیے اور یہ واقعہ ۱۱۴۰ ہجری کا ہے، پس لوگ کچھ وقت کے بعد سلطان حسین کی میت قم میں لے گئے اور ان کی پھوپھی حضرت فاطمہ کے جوار میں باپ کے قریب دفن کر دیا۔ واضح ہو کہ محمد بن قاسم بن حمزہ بن امام موسیٰ کی نسل میں سے سید اجل خاتم الفقہاء والمجتہدین وارث علوم اجدادہ الطاہرین مقتدائے انام مرجع خاص و عام مولانا سید محمد باقر بن محمد نقی موسوی شفتی معروف بحجۃ الاسلام شاگرد جناب بحر العلوم و محقق قمی و آقا سید محسن و آقا سید علی رضوان اللہ علیہم السلام اجمعین بھی ہیں کہ جن کی جلالت شان عبادات و مناجات ونوافل واولاد اور فوائد پہنچانا طلاب وفقراء وسادات کو اس سے زیادہ ہیں کہ بیان ہو سکیں، اور بہت سی باتیں آنجناب سے نقل ہوئی ہیں اور میں نے کتاب فوائد الرضویہ میں جو کہ احوال علماء امامیہ میں اس قسم کی ہے۔ کچھ چیزوں اور ان بزرگوار کی تصنیف کی طرف اشارہ کیا ہے اور مقام میں نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور آنجناب کی وفات ۱۲۶۰ ہجری (غرس) میں ہوئی اور قبر شریف اصفہان میں مشہور اور زیارت گاہ نزدیک و دور ہے اور ان کا بیٹا سید سند و رکن معتمد جناب حاج سید اللہ تمام کمالات وفضل وفخار میں وارث اس پدر کا اور ثانی اس بحر زخار کا ہے اور صاحب جواہر کے عظیم شاگردوں میں سے ہے۔ ولنعم ما قیل

ان السری اذا سری فبنفسه
وابن السری اذا سری اسراھما

بیشک جب شریف چلتا ہے تو اپنی ذات کو لے کر جاتا ہے اور جب شریف زادہ چلے تو دونوں کو لے کر چلتا ہے، اس کی وفات ۱۲۹۰ ہجری (غرس) میں واقع ہوئی۔ اس کی قبر شریف نجف اشرف میں باب قبلہ کے قریب صحن مطہر میں ہے۔

باقی رہے عبداللہ اور عبیداللہ حضرت امام موسیٰ کے بیٹے تو یہ دونوں صاحب اولاد ہیں اور جیسا کہ بعض کتب انساب سے نقل ہوا ہے کہ عبداللہ کی اولاد میں سے ایک جماعت رَی میں تھی کہ جن میں سے مجد الدولۃ والدین ذو الطرفین ابوالفتح محمد بن حسین بن محمد بن علی بن قاسم بن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے کہ جن کی بہن ستی (سیدتی) سکینہ بنت حسین بن محمد سید اجل مرتضیٰ ذوالفخرین ابوالحسن مطہر بن ابوالقاسم علی بن ابوالفضل محمد کی والدہ ہے کہ شیخ منتجب الدین نے اس کی توصیف میں فرمایا ہے، وہ عراق کے بزرگ سادات اور صدور واشراف میں سے ہے اور منتہی ہوا ہے منصب خطابت و ریاست اس کے زمانہ میں اس کی طرف اور وہ فنون علم میں نشانہ تھا، اور اس کے خطب و رسائل ہیں جو اس نے شیخ ابوجعفر طوس کے سامنے سفرجج میں پڑھے ہیں ہمیں روایت کی ہے، اس سے سید نجیب ابومحمد حسن موسوی نے۔ انتھی

اور بعض کتب انساب میں نقل ہے کہ اس کے حق میں کہا گیا، سید مطہر فضل و بزرگی کرامت نفس کثیر المحاسن وحسن اخلاق میں

یگانہ روزگار تھا اور اس کا دستر خوان ہمیشہ بچھا رہتا تھا، متکلم اہل نظر مترسل اور شاعر تھا اور رے میں نقابت طالبین اس سے متعلق تھی اور اس کا باپ ابوالحسن علی الزکی نقیب ری سلطان محمد شریف کا بیٹا ہے جو قم میں مدفون اور بہت جلیل القدر ہے اور عبداللہ باہر فرزند امام زین العابدینؑ کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سید مطہر کے دو بیٹے تھے محمد اور علی بن مطہر کا ایک بیٹا فخر الدین علی نقیب قم تھا، اور علی بن مطہر جو کہ عزالدولۃ والدین اور شرف الاسلام والمسلمین تھا۔ اس کا بیٹا محمد نامی اہل علم و فضل و شرف جلالت و ریاست میں سے ہے اور وہ عزالدین یحییٰ کا باپ ہے کہ شیخ منتجب الدین اس کی بڑی تعریف کی ہے اور ہم امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد کے حالات میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں، اور اس کو خوارزم شاہ نے شہید کیا اور اس کی قبر طہران میں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے والد شرف الدین کی چند بیٹیاں تھیں اور بیٹا کوئی نہیں تھا جب اس کی زوجہ یحییٰ کے ساتھ حاملہ ہوئی تو شرف الدین نے رسولؐ خدا کو عالم خواب میں دیکھا۔

عرض کیا! اے رسولؐ خدا یہ بچہ جو میری بیوی کے شکم میں ہے اس کا میں کیا نام رکھوں۔ فرمایا یحییٰ، جب یہ بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام یحییٰ رکھا، جب وہ شہید ہوا تو اس کو یہ راز معلوم ہوا کہ رسولؐ خدا نے اس کا یہ نام کیوں رکھا تھا۔ اور واضح ہو کہ نیز عبداللہ بن امام موسیٰؑ کے اعقاب میں سے ہے محدث جلیل سید سند سلالۃ الاطہار والا الاماجد الاعاظم الاخیار المنتشرین نسلا بعد نسل فی الاقطار آقا سید نعمت اللہ جزائری ابن سید عبداللہ بن محمد بن حسین بن احمد بن محمود بن غیاث الدین بن مجدالدین بن نورالدین بن سعد الدین بن سعدالدین بن عیسیٰ بن موسیٰ بن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظمؑ جو کہ علامہ مجلسی و آقا سید ہاشم احسائی و محقق سبزواری و محقق خوانساری و محدث کاشانی وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ اور انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، خود آنجناب نے اپنی بعض تصانیف میں اپنے حالات درج کئے ہیں اور ایک جماعت نے بھی ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ مثلاً ان کے پوتے سید عبداللہ اور سید فاضل سید عبداللطیف شوشتری نے تحفۃ العلوم میں اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے ان کی وفات جایدر بستی میں شب جمعہ ۲۳ شوال ۱۱۱۲ ہجری میں واقع ہوئی اور ان کے فرزند جلیل سید نورالدین جو کہ اہل علم میں سے کئی رسائل کے مصنف ہیں اور ان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۱۱۵۸ ہجری میں ہوئی۔ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے اور شیخ حر عاملی سے اور ان کے فرزند سید اجل عالم متجر نقاد آقا سید عبداللہ بن نورالدین بن نعمت اللہ الموسوی اس گروہ کے اجلاء میں سے ہیں۔ ان میں جودت فہم و حسن سلیقہ کثرت اطلاع اور استقامت طریقہ جمع ہو گئی تھی جیسا کہ ان کی تالیفات شریفہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن میں سے ہیں شرح نخبہ و شرح مفاتیح الاحکام و ذخیرہ وغیرہ اور ایک اجازہ نامہ لکھا کہ جس میں اپنے اپنے والد و دادا اور کچھ اساتذہ کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔

اور روایت کرتے ہیں اپنے والد اور میر محمد حسین خاتون آبادی اور آقا سید صدرالدین رضوی قمی اور آقا نے سید نصراللہ حائری شہید سے اور آقا سید نصراللہ ان سے روایت کرتے ہیں اور اس کو (یعنی دو بزرگوں کا ایک دوسرے سے روایت کرنا) علم درایہ میں مدبج کہتے ہیں اور اس کی نظیر ہے، علامہ مجلسی کا سید علی خان شارح صحیفہ سے روایت کرنا اور سید کا مجلسی سے روایت کرنا اور علامہ مجلسی کا شیخ حر کا علامہ مجلسی سے روایت کرنا رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سید اجل شہید سعید ادیب اریب آقا سید نصراللہ موسوی مذکور

آیت و معجزہ تھے، فہم و ذکا و حُسن تقریر اور فصاحت تعبیر میں روضہ منورہ حسینیہ میں مدرس تھے اور کتب و رسائل تصنیف کئے ہیں ان میں سے ہے۔

الروضات الزاھرات فی المعجزات بعد الوفات اور سلاسل الذھب و غیر ذلک سلطان روم نے انہیں قسطنطنیہ میں شہید کیا تھا۔

اور روایت کرتے ہیں علامہ بحر العلوم صاحب کرامات آقا سید حسین قزوینی سے آقا سید نصر اللہ مذکورہ سے اور ابو الحسن جد صاحب جواہر سے علامہ مجلسی سے اور عبید اللہ بن موسیٰ کی اولاد میں سے ہے شریف صالح ابو القاسم جعفر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظمؑ علوی موسوی مصری کہ جن سے روایت کرتا ہے شیخ تلعکبری اور اس سے سماع حدیث کیا ہے سن ۳۴۰ ہجری میں ان سے اجازہ بھی لیا ہے۔

اور اسحاق بن موسیٰ کاظمؑ کا لقب امین ہے اور سن ۲۴۰ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی ہے اور اس کی بیٹی رقیہ کی عمر طویل ہے، یہاں تک کہ ۳۱۶ ہجری میں اس کی وفات ہوئی اور بغداد میں دفن ہوئی اور اس کی اولاد و نسل اس کے بیٹوں عباس، محمد حسین، علی سے ہے اور اس کی نسل میں سے ہے شیخ زاہد ورع ابو طالب مدلملوس بن علی بن اسحاق بن عباس بن موسیٰ الکاظمؑ ہوئی جو کہ بغداد میں صاحب قدر و جلالت و جاہ و حشمت تھا۔ اور احفاد و اولاد حسین بن اسحاق میں سے ہے، ابو جعفر محمد صورانی جو شیراز میں قتل ہوا اور اس کی قبر شیراز کے باب اصطخر میں زیارت گاہ ہے، ابو الفرج نے مقاتل الطالبین میں کہا ہے کہ مہتدی کے زمانہ میں سعید حاجب نے بصرہ میں (ابو) جعفر میں اسحاق بن موسیٰ الکاظمؑ کو شہید کیا۔ **فی المجدی انه کان یعمل الحدید زاھداً**

مولف کہتا ہے کہ انساب مجدی میں ہے کہ اسحاق بن الکاظمؑ کی والدہ کنیز تھی، لیکن حب الائمہ میں جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسحاق کی والدہ بھی اُم احمد ہے اور وہ روایت اس طرح ہے کہ اسحاق بن الکاظمؑ اپنی والدہ سے روایت کرتا ہے، اپنی والدہ اُم احمد سے وہ کہتی ہیں کہ مجھ سے میرے سید و آقا یعنی بن جعفرؑ نے فرمایا کہ جو شخص حجامت کی شاخ اول میں اپنے خون کی طرف نظر کرے تو وہ دوسری حجامت (فصد کھلانا) تک داہنہ سے مامون رہے گا، میں اپنے آقا سے پوچھا کہ داہنہ کیا ہے تو فرمایا کہ درد گردن۔

اور زید بن موسیٰ کاظمؑ کو زید النار کہتے تھے اس وجہ سے کہ ابو السرایا کے زمانہ میں جب طالبین نے خروج کیا تو زید بصرہ میں گیا اور بصرہ میں بنی عباس کے گھر جلا دیئے، جیسا کہ تتمۃ المنتھی میں لکھا گیا ہے اور جب ابو السرایا قتل ہوا تو طالبین کے ارکان متزلزل ہو گئے۔ زید کو گرفتار کر کے مرو میں مامون کے بھیجا گیا۔ مامون نے اُسے حضرت امام رضا علیہ السلام کو بخش دیا اور زید متوکل کے آخری زمانہ تک زندہ رہا، بلکہ منتصر کے زمانہ کو درک کیا ہے اور اس کا ندیم رہا ہے اور سر من رای (سامرہ) میں وفات پائی اور صاحب عمدۃ الطالب کے قول کے مطابق مامون نے اسے زہر دے کر ہلاک کر دیا اور زید کے افعال امام رضاؑ کے لئے گران تھے اور آپ نے اسے

بہت توبیخ وسرزنش کی، ایک روایت ہے کہ حضرتؑ نے قسم کھائی کہ جب تک وہ زندہ ہیں زید سے کلام نہیں کریں گے اور آپؑ کے ارشادات میں سے جو آپؑ نے زید سے فرمائے یہ ہیں۔ کہ اے زید تجھے کوفہ کے بہت لوگوں کے اس کلام نے مغرور کر دیا ہے جو وہ کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ کی عفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت واولاد پر جہنم کی آگ حرام کی دی ہے یہ بات اس مخدرہ کی بطنی اولاد حسنؑ وحسینؑ سے مخصوص ہے۔ اے زید اگر تیرا اعتقاد یہ ہے کہ تو خدا کی نافرمانی کرے تب بھی جنت میں داخل ہو جائے گا اور تیرے باپ موسیٰ بن جعفرؑ اطاعت خدا کرے، راتوں کو قیام اور دنوں کو روزے رکھے اور وہ بھی جنت میں داخل ہوں تو پھر تو تم اپنے آپ سے خدا کے ہاں زیادہ عزت دار ہوئے۔ ایسا نہیں ہے جیسا تو نے اعتقاد رکھ لیا ہے خدا کی قسم کوئی شخص ان کرامتوں تک نہیں پہنچ سکتا جو خدا کے پاس ہیں مگر اطاعت خدا اور اس کی فرمانبرداری سے اور تو جو یہ گمان کرتا ہے کہ ان مراتب کو خدا کی نافرمانی سے حاصل کرے گا، پس تو نے برا گمان کیا ہے۔

زید کہنے لگا میں آپؑ کا بھائی اور آپؑ کے باپ کا بیٹا ہوں، فرمایا تو میرا بھائی ہے جب تک کہ خدا کی اطاعت کرے، پھر آپ نے وہ آیت مبارک جو جناب نوحؑ اور ان کے بیٹے کے متعلق نازل ہوئی ہے تلاوت فرمائی، پھر آپؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے نوحؑ کے بیٹے کو ان کے اہل ہونے سے معصیت ونافرمانی کی وجہ سے خارج کر دیا اور دوسری روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا جو شخص ہمارے اقرباء اور عزیزوں میں سے خدا کی اطاعت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں اور حسن وشاراوی حدیث سے فرمایا! اور اگر تم اطاعت کرو تو ہم اہل بیت میں سے ہوگے۔

حضرت معصومہؑ مدفونہ قم کے حالات اور ان کی زیارت کے ثواب کا تذکرہ

باقی رہیں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی بیٹیاں تو جو کچھ ہم تک پہنچا اس کی بنا پر ان میں سے افضل سیدہ جلیلہ معظمہ فاطمہ بنت امام موسیٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت معصومہ علیہا السلام کے لقب سے مشہور ہیں کہ جن کا مزار شریف بلدہ طیبہ قم میں ہے جو درائے قبہ عالیہ وضریح ومتعدد صحن اور بہت سے خدام وموقوفات ہیں اور اہل قم کے آنکھوں کا نور اور ملاذ ومعاذ تمام مخلوق ہیں اور ہر سال بہت سے گروہ دور کے شہروں سے شدرحال کر کے اور تعب سفر جھیل کر اس معظمہ کی زیارت سے درک فیوضات کرنے آتے ہیں اور ان کے قم آنے کا سبب (جیسا کہ علامہ مجلسی نے تاریخ قم سے اور اس نے مشائخ اہل قلم سے روایت کی ہے) یہ ہے کہ جب مامون نے حضرت رضا علیہ السلام کو ۲۰۰ ہجری میں مدینہ سے مرو بلایا تو اس کے ایک سال بعد آپ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے بھائی کی ملاقات کے شوق میں مدینہ سے مرو کی طرف سفر کیا، پس جب آپ مقام ساوہ میں پہنچیں تو بیمار ہوگئیں، پوچھا کہ یہاں سے قم کتنا فاصلہ پر ہے لوگوں نے عرض کیا دس فرسخ، آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ مجھے قم لے چلو، پس وہ آپ کو قم لے آیا اور موسیٰ بن خزرج بن سعد کے گھر اتارا اور زیادہ ترصحیح قول یہ ہے کہ جب اس مخدرہ کی اطلاع آل سعد کو ملی تو تمام نے اتفاق کیا کہ اس بی بی کے ارادہ سے گھر چلیں اور ان سے یہ خواہش کریں کہ وہ قم میں تشریف لائیں، پس سب میں سے

موسیٰ بن خزرج نے اس امر میں سبقت کی۔ جب وہ اس مکرمہ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور مہار کھینچتے ہوئے قم میں وارد ہوئے اور اپنے ہی گھر میں اس سیدہ جلیلہ کو ٹھہرایا، پس وہ بی بی سترہ دن دنیا میں زندہ رہیں اور رحمت ایزدی اور رضوان الٰہی سے جاملیں، پس انہیں غسل وکفن دیا گیا اور زمین بابلان میں جہاں آج آپ کا روضہ اقدس ہے جو کہ موسیٰ کی ملکیت تھی آپ کو دفن کیا گیا۔

اور صاحب تاریخ قم کہتا ہے کہ مجھ سے حسین بن علی بن بابویہ نے محمد ن حسن بن ولید سے حدیث بیان کی کہ جب جناب فاطمہ علیہا السلام نے وفات پائی تو انہیں غسل وکفن دیا گیا اور ان کا جنازہ اٹھا کر بابلان کیطرف لے گئے اور وہاں جا کر اس تہہ خانہ کے پاس رکھ دیا جو اُن کے لیے کھودا گیا تھا۔ پس آل سعد نے ایک دوسرے سے گفتگو اور مشورہ کیا کہ کون شخص سرداب میں جائے اور بی بی کے جنازہ کو دفن کرے، کافی گفتگو کے بعد ان کے رائے اس پر قرار پائی کہ ان کا خادم جو بہت زیادہ بوڑھا تھا کہ جس کا نام قادر اور وہ مرد صالح نیک تھا وہ انہیں دفن کرے۔ جب اس بوڑھے کو بلانے لیے کسی کو بھیجا تو دیکھا کہ دو سوار جنہوں نے اپنے چہرہ پر کپڑا لپیٹا ہوا ہے ریگزار کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ آرہے ہیں جب جنازہ کے قریب آئے تو وہ پیادہ ہو گئے اور اس مخدرہ کی نماز جنازہ پڑھی اور سرداب میں اتر گئے اور اس معصومہ کو دفن کیا اور باہر آگئے اور سوار ہو کر چلے گئے کوئی نہ سمجھ سکا کہ یہ کون تھے۔

پہلی روایت میں ہے کہ موسیٰ نے اس مخدرہ کی قبر پر بوریا کی ایک چھت بنائی یہاں تک کہ جناب زینب حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹی نے قبر کے اوپر گنبد بنوایا اور جناب فاطمہؑ کی نماز کی محراب ابھی تک موسیٰ بن خزرج کے مکان میں موجود ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں بھی وہ محراب مبارک موجود ہے اور وہ محلہ میدان میر میں واقع ہے اور معروف ہے ستیہ کے نام سے، یعنی معروف بستی اور ستی کا معنی ہے خاتون و بی بی اور واضح ہو کہ حضرت فاطمہؑ کے بقعہ میں ایک جماعت بنات فاطمیہ اور سادات رضائیہ میں مدفون ہیں۔ مثلاً زینب و اُم محمد و میمونہ حضرت امام محمد جوادؑ کی صاحبزادیاں اور نساب مجدی کے نسخہ میں میں نے دیکھا ہے کہ میمونہ امام موسیٰ علیہ السلام کی بیٹی معصومہ فاطمہ کے ساتھ ہے اور بریہ موسیٰ مبرقع کی بیٹی اور اُم اسحاق محمد بن موسیٰ کی کنیز اور اُم حبیب محمد بن احمد موسیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کنیز اور یہ کنیز اُم کلثوم محمد کی بیٹی کی والدہ ہے اور حضرت فاطمہ بنت موسیٰ کی زیارت کی فضیلت میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ ان میں تاریخ قم میں مروی ہے کہ ری کے لوگوں میں سے ایک گروہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ہم رے کے رہنے والے ہیں حضرت نے فرمایا مرحبا ہمارے بھائی اہل قم کے لیے، انہوں نے عرض کیا کہ ہم رے کے رہنے والے ہیں۔ دوسری مرتبہ انہوں نے وہی جواب فرمایا اس جماعت نے کئی دفعہ یہ بات کہی اور وہی جواب سنا، اس وقت حضرت نے فرمایا خدا کا ایک حرم ہے اور وہ مکہ ہے اور رسولؐ خدا کا حرم مدینہ ہے اور امیر المومنینؑ کا حرم کوفہ ہے اور ہم اہل بیت کا حرم شہر قم ہے، اب کے بعد وہاں میری اولاد میں سے ایک خاتون دفن ہو گی کہ جس کا نام فاطمہؑ ہو گا۔ جو شخص اس کی زیارت کرے گا جنت اس پر واجب ہو گی۔

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت یہ ارشاد فرما رہے تھے ابھی تک امام موسیٰ علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے اور روایت ہوئی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے سید اشعری قمی سے فرمایا

"اے سعد تمہارے پاس ہماری ایک قبر ہے"

سعد نے عرض کیا! قربان جاؤں آپ فاطمہ دختر امام موسیٰؑ کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ فرمایا ہاں جو شخص اس کی زیارت کرے اور اس کے حق کو پہچانے اس کے لیے جنت ہے اور اس مضمون کی روایات بہت سی قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں درج کی ہیں۔

کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپ نے فرمایا آگاہ رہو کہ خدا کا حرم مکہ ہے اور رسولؐ خدا کا حرم مدینہ ہے امیر المومنینؑ کا حرم کوفہ ہے۔ آگاہ رہو کہ میرا حرم اور میری اولاد کا حرم میرے بعد قم میں ہے۔ آگاہ رہو کہ قم کوفہ صغیرہ (چھوٹا) ہے۔ اور بہشت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں تین دروازے قم کی طرف ہیں۔ اور قم میں میری اولاد میں سے ایک خاتون وفات پائے گی اور اس کا نام فاطمہ دختر موسیٰ علیہ السلام ہے کہ جس کی شفاعت سے میرے تمام شیعہ بہشت میں داخل ہوں گے۔

واضح ہو کہ کافی میں یونس بن یعقوب سے روایت ہوئی ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ بغداد سے واپس لوٹے اور مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو مقام فید میں جو کہ ایک منزل کا نام ہے۔ آپؑ کی بیٹی فوت ہو گئی۔ وہیں اس کو دفن کیا گیا، حضرت نے اپنے بعض موالی سے فرمایا کہ قبر کو چونا سے پختہ کریں اور ایک تختی پر اس کا نام لکھ کر قبر کے اوپر رکھ دیں اور تاریخ قم میں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، اس طرح خبر پہنچی ہے کہ رضائیہ سادات اپنی بیٹیوں کی شادی نہیں کرتے تھے کیوں کے انہیں اپنا ہمسر و کفو نہیں ملتا تھا اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اکیس بیٹیاں تھیں اور کسی نے شادی نہیں کی اور یہ چیز ان کی بیٹیوں کی عادت ہو گئی ہے اور محمد بن علی الرضا علیہ السلام نے شہر مدینہ میں دس دیہات اپنی بیٹیوں اور بہنوں پر وقف کئے تھے کہ جن کی شادی نہیں ہوئی تھی اور اس کی آمدنی میں سے رضائیہ سادات جو قم میں ساکن تھے ان کا حصہ مدینہ سے آیا کرتا تھا۔

ساتویں فصل

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے چند اعاظم اصحاب کا تذکرہ

پہلا حماد بن عیسیٰ کوفی بصری جو اصحاب اجماع میں سے ہے اور اس نے چار اماموں کا زمانہ دیکھا ہے، اور حضرت جواد علیہ السلام کے زمانہ میں ۲۰۹ ہجری میں رحلت کی اور حدیث کے معاملہ میں متحرز اور محتاط تھا اور کہتا تھا کہ میں نے ستر حدیثیں حضرت صادق علیہ السلام سے سنی ہیں اور ہمیشہ ان احادیث میں سے بعض کی عبارات کی کمی وزیادتی میں مجھ پر شک وارد ہوتا رہتا تھا، یہاں تک کہ میں نے صرف بیس احادیث پر اقتصار کیا، اور حماد مذکور وہی ہے کہ جس نے حضرت کاظم علیہ السلام سے درخواست کی کہ دعا فرما دیں کہ خداوند عالم اس کو مکان، بیوی، اولاد، نوکر اور ہر سال حج عنایت فرمائے۔ حضرت نے عرض کیا **اللھم صل علی محمد و آل محمد وارزقه دارا و زوجة وولدا والحج خمسین سنته**

دعا کی کہ اے خدایا اسے مکان، بیوی، اولاد، خادم اور پچاس سال حج عطا فرما۔ یہ تمام چیزیں اُسے عطا ہوئیں اور پچاس دفعہ حج کیا اور جب چاہا اکاون مرتبہ حج کے لیے گیا اور وادی قناۃ میں پہنچ کر غسل احرام کرنے لگا تو سیلاب کے پانی میں غرق ہو گیا اور وہ غریق جحفہ ہے اور اس کی قبر مقام سیالہ میں ہے۔ **رحمته الله تعالیٰ علیه**

دوسرا ابو عبداللہ عبدالرحمن بن حجاج بجلی کوفی کھجوریں بیچنے والا مزنی جلیل القدر استاد صفوان بن یحییٰ اور اصحاب صادق و کاظم علیہما السلام میں سے ہے حق کی طرف واپس آ گیا اور حضرت رضاؑ کی ملاقات کی ہے اور حضرت صادقؑ کا وکیل رہا ہے اور حضرت رضاؑ کے زمانہ میں ولایت اہل بیتؑ پر برقرار رہتے ہوئے وفات پائی ہے اور روایت ہوئی ہے کہ حضرت ابوالحسنؑ نے اس کے لیے بہشت کی گواہی دی ہے اور حضرت صادقؑ نے اس سے فرمایا تھا کہ اہل مدینہ کے ساتھ تکلم و مباحثہ کیا کرو۔ میں دوست رکھتا ہوں کہ رجال شیعہ میں تم جیسا شخص دیکھوں اور نیز آنجناب سے مروی ہے کہ جو شخص مدینہ میں مر جائے خدا اسے قیامت کے دن آمنین کے زمرہ میں مبعوث فرمائے گا (یہ واضح ہے کہ اس قسم کی روایات مشروط بالایمان ہیں، ورنہ جو غیر مسلم یا منافق مدینہ میں مرے تو ظاہر ہے کہ وہ تو آمنین میں سے نہیں ہے۔ مترجم) اور انہیں میں سے ہے۔ یحییٰ بن حبیب ابو عبیدہ خدا اور عبدالرحمن بن حجاج باقی رہی، وہ روایت جو ابوالحسنؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے عبدالرحمن بن حجاج کا ذکر فرمایا تو ارشاد کیا انه لثقیل علی

الفوائد کہ وہ دل پر بوجھل ہے تو شاید اس نے مراد یہ ہو کہ وہ مخالفین کے دل پر ثقیل ہے، یا یہ مراد ہے کہ دل میں اس کا وزن ہے یا بوجھ اس کے نام کی وجہ سے ہو کیونکہ عبدالرحمن بن ملجم کا نام ہے اور حجاج بن یوسف ثقفی کا ہے اور مسلم ہے کہ امیر المومنینؑ سے بغض رکھنے والوں کے نام اہل بیت کے نزدیک، بلکہ حضرت کے شیعوں اور دوستوں کے نزدیک ثقیل و مکروہ ہیں۔

سبط ابن جوزی نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی اولاد کے ذکر میں کہا ہے کہ بنی ہاشم میں سے کسی شخص نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ نہیں رکھا اس کا سوائے عبداللہ بن جعفر کے اور جب اس نے اپنی اولاد کا یہ نام رکھا تو بنی ہاشم نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے کلام نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی مخفی نہ رہے، جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ عبدالرحمن نام امیر المومنینؑ کے شیعوں کے نزدیک ثقیل ہے، لیکن آپؑ کے دشمنوں کو یہ نام اچھا لگتا ہے۔

مسروق سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ حمیرا کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھ سے حدیث بیان کر رہی تھی اچانک اس نے ایک سیاہ رنگ غلام کو پکارا اور وہ اسے عبدالرحمن کہتی تھی جب وہ غلام حاضر ہوا تو اس نے میری طرف رخ کر کے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے اس غلام کا نام عبدالرحمن کیوں رکھا ہے، میں نے کہا کہ نہیں کہنے لگی چونکہ میں عبدالرحمن بن ملجم سے محبت اور دوستی رکھتی ہوں (یہ روایت بعید نہیں معلوم ہوتی، چونکہ جناب امیر المومنینؑ سے اس کی دشمنی اظہر ہے۔ مترجم

تیسرا عبداللہ بن جندب بجلی کوفی جلیل القدر عابد حضرت کاظمؑ و رضاؑ کے اصحاب میں سے ان کا وکیل تھا، شیخ کشی نے حضرت ابوالحسن سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے قسم کھائی آپؑ اس سے راضی ہیں اور اسی طرح پیغمبرؐ اور خدا بھی اور نیز فرمایا کہ عبداللہ بن جندب مخبتین میں سے ہے۔ یعنی ان اشخاص میں سے ہیں کہ جن کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ بشارت دو فروتنی اور تواضع کرنے والوں کو جو ہماری درگاہ میں آرام و اطمینان سے ہیں کہ جب ان کے سامنے ذکر خدا کیا جائے تو ہیبت و جلال ربانی و طلوع انوار عظمت سبحانی سے ان کے دل ڈرنے اور دھڑکنے لگتے ہیں یا جس وقت انہیں عذاب و عقاب الٰہی سے تخویف کی جائے تو ان کے دل ڈرتے اور ہراساں ہوتے ہیں اور ابراہیم بن ہاشم سے روایت ہوئی ہے کہ میں نے عبداللہ بن جندب کو موقف عرفات میں دیکھا اور میں نے کسی کی حالت اس سے بہتر نہ دیکھی مسلسل اس کے ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھے اور آنسو اس کے چہرہ پر جاری تھے یہاں تک کہ زمین تک پہنچ رہے تھے۔ جب لوگ فارغ ہوئے تو میں کہا کسی شخص کا وقوف تیرے وقوف سے بہتر نہیں ہے، کہنے لگا میں نے صرف اپنے مومن بھائیوں کے لیے دعا کی ہے، کیوں کہ میں نے موسیٰ کاظمؑ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا کرے تو عرش سے ندا آتی ہے کہ تیرے لیے اس کے ایک لاکھ برابر ہیں۔

پس میں نے چاہا کہ ایک لاکھ برابر ملک کی دعا سے دست بردار ہو جاؤں جو کہ ضرور قبول ہوگی، اس ایک دعا کے لیے کہ جس کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں کہ قبول ہوگی بھی یا نہیں اس کی قرارداد صفوان بن یحییٰ کے ساتھ اصحاب امام رضاؑ کے تذکرہ میں صفوان کے ذکر میں آئے گی اور یہ وہی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے جس کے لیے دعائے سجدہ شکر تحریر کی تھی جو کہ مشہور ہے "اللھم انی اشھدك" جو کہ مصباح شیخ طوسی وغیرہ میں ہے اور روایت ہوئی ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ بن جندب نے حضرت ابوالحسنؑ کی

خدمت میں عریضہ لکھا اور اس میں عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں، میں بوڑھا اور کمزور و عاجز ہو گیا ہوں ان چیزوں سے جن پر قوت رکھتا تھا اور دوست رکھتا ہوں آپؑ پر قربان جاؤں کہ مجھے ایسا کلام سکھایئے کہ جو مجھے خدا کے نزدیک کر دے اور میرے فہم و علم کو زیادہ کرے۔ حضرت نے اس کے جواب میں اُسے حکم دیا کہ یہ ذکر شریف زیادہ پڑھا کرو" **بسم الله الرحمن الرحیم لا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم** " اور تحف العقول میں ایک طویل وصیت حضرت صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے جو آپ نے عبداللہ بن جندب کو فرمائی تھی جو کہ وصایا جلیلہ نافعہ پر مشتمل ہے اور ہم مواعظ و نصائح حضرت صادق میں اس میں سے چند سطور نقل کر آئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن جندب کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے اور روایت ہوئی ہے کہ اس کی وفات کے بعد علی بن مہزیار رحمۃ اللہ علیہ اس کی جگہ قرار پائے۔

چوتھا ابو محمد عبداللہ بن مغیرہ بجلی کوفہ ثقہ اور فقہائے اصحاب میں سے ہے اور جلالت و دین و ورع کے لحاظ سے کوئی اس کا عدیل و مثیل نہیں اور اس نے ابوالحسن موسیٰؑ سے روایت کی ہے شیخ کشی نے کہا ہے کہ وہ واقفی مذہب کا تھا پھر حق کی طرف رجوع کیا اور خود اس نے روایت کی ہے ہمیں واقفی مذہب کا تھا اور اس حالت میں میں نے حج کیا جب میں مکہ میں گیا تو میرے سینہ میں ایک چیز نے غلیان کیا، پس میں ملتزم کے ساتھ چمٹ گیا اور دعا کی اور عرض کیا خدایا تو جانتا ہے میرے ارادہ کو پس مجھے بہترین دین کی طرف اشارہ و ہدایت کر تو میرے دل میں آیا کہ میں حضرت رضاؑ کے پاس جاؤں میں مدینہ گیا اور حضرتؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا میں حضرتؑ کے غلام سے کہا کہ اپنے مولا سے جا کر کہو کہ ایک شخص اہل عراق میں سے دولت سرا پر کھڑا ہے۔ پس میں نے حضرتؑ کی آواز سنی آپؑ نے فرمایا کہ اندر آ جاؤ اے عبداللہ بن مغیرہ، پس میں اندر چلا گیا جب آپؑ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا کہ خداوند عالم نے تیری دعا قبول کر لی ہے اور اس نے تجھے اپنے دین کی طرف ہدایت کی ہے تو میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حجت خدا اور مخلوق پر خدا کے امین ہیں۔ اور عبداللہ بن مغیرہ اصحاب اجماع میں سے ہے اور کہا گیا ہے کہ اس نے تیس کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے کتاب وضو اور کتاب صلوۃ نہایت اہم ہے۔

اور کتاب اختصاص سے منقول ہے کہ روایت ہوئی ہے جب اس نے اپنی کتاب تصنیف کی تو اپنے اصحاب سے وعدہ کیا کہ وہ کتاب ان کے سامنے مسجد کوفہ کے ایک کونے میں پڑھے گا اور اس کا ایک بھائی مخالف مذہب کا تھا، پس جب اصحاب اس کتاب کے سننے کے لئے جمع ہوئے تو اس کا بھائی بھی آ کر وہیں بیٹھ گیا عبداللہ نے اس مخالف بھائی کی وجہ سے اصحاب سے کہا کہ آج آپ چلے جائیں۔

اس کا بھائی کہنے لگا کہاں چلے جائیں، بیشک میں بھی اسی وجہ سے آیا ہوں کہ جس کے لئے یہ آئے ہیں۔

عبداللہ کہنے لگا تو یہ لوگ کس لئے آئے ہیں۔

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ملائکہ آسمان سے اتر رہے ہیں تو میں نے کہا یہ ملائکہ کس لئے آ رہے ہیں، میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ اس لئے آ رہے ہیں تا کہ وہ کتاب سنیں جو عبداللہ بن مغیرہ نے تصنیف کی ہے، لہذا میں بھی اسی لیے آیا

ہوں اور میں خدا کی بارگاہ میں اپنی مخالفت سے توبہ کرتا ہوں، پس عبداللہ سے خوش ہوا۔

پانچواں عبداللہ بن یحییٰ کاہلی کوفی اسحاق کا بھائی دونوں بھائی حضرت صادق و کاظم علیہما السلام کے راویوں میں سے ہیں عبداللہ حضرت کاظم علیہ السلام کے پاس وجاہت و منزلت رکھتا تھا اور حضرت نے علی بن یقطین سے اس کی سفارش کی تھی اور اس سے فرمایا تھا کہ تو کاہلی اور اس کے اہل و عیال کی کفالت کی ضمانت دے تا کہ میں تجھے جنت کی ضمانت دوں، علی نے قبول کیا اور ہمیشہ ان کے ماہانہ اخراجات انہیں دیتا تھا اور اتنا احسان و نعمت فراواں کاہلی کو عطا کرتا جو اس کے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو گھیر لیتی اور مستغنی رہے، یہاں تک کہ کاہلی کی وفات ہوئی اور کاہلی اپنی وفات سے پہلے حج کے لیے گیا اور حضرت امام موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ اس سال عمل خیر بجالاؤ، یعنی تیرا اہتمام عمل خیر میں زیادہ ہو، کیوں کہ تیری اجل نزدیک آپہنچی ہے تو کاہلی رونے لگا۔

حضرت نے فرمایا کیوں روتا ہے، کہنے لگا چونکہ آپؑ نے مجھے موت کی خبر دی ہے۔ فرمایا تجھے بشارت ہو کہ تو ہمارے شیعوں میں سے ہے اور تیرا معاملہ اچھا ہے راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد عبداللہ چند ہی دن زندہ رہا پھر اس کی وفات ہوگئی۔

چھٹا علی بن یقطین کوفی الاصل بغدادی المسکن ثقہ جلیل القدر اجلاء اصحاب میں سے محل توجہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ہے اور اس کا باپ یقطین بنی عباس کے بڑے داعیوں میں سے تھا اور مروان حمار کے زمانہ میں سختی اور تنگی میں تھا کیوں کہ مروان اس کی تلاش میں تھا اور وہ اپنے وطن سے بھاگ کر چھپ گیا تھا اور ۱۲۴ ہجری میں اس کا بیٹا علی پیدا ہوا، یقطین کی زوجہ بھی اپنے دونوں بیٹوں علی و عبید جعفر زندان یقطین کے ساتھ مروان کے ڈر سے مدینہ کی طرف فرار کر گئیں اور ہمیشہ یہ لوگ چھپے رہے یہاں تک مروان قتل ہو گیا اور بنی عباس کی حکومت کا ظہور ہوا۔ اس وقت یقطین نے اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اس کی بیوی بھی اپنے بیٹوں کے ساتھ وطن کوفہ میں لوٹ آئی اور یقطین سفاح و منصور کی خدمت میں رہا باوجود اس کے کہ وہ شیعہ مذہب و امامت کا قائل تھا اور اس طرح اس کے بیٹے بھی اور کبھی کبھی خود حضرت صادقؑ کی خدمت میں مال بھیجا کرتا تھا اور منصور و مہدی کے پاس یقطین کی شکایت کی گئی، خداوند عالم نے اسے ان کے مکر و شر سے محفوظ رکھا اور یقطین علی کے بعد نو سال زندہ رہا اور ۱۸۵ ہجری میں وفات پائی، باقی رہا اس کا بیٹا علی تو اس کی بارگاہ امام موسیٰ بن جعفرؑ میں منزلت عظیم اور مرتبت رفیع تھی اور حضرت اس کی جنت کے ضامن ہوئے تھے اور چند روایات میں ہے کہ حضرت نے فرمایا **ضمنت لعلی بن یقطین ان لا تمسه النار ابداً**

ترجمہ: کہ میں علی بن یقطین کے لیے ضامن ہوا ہوں کہ اُسے جہنم کی آگ کبھی نہ چھوئے گی۔

اور داود رقی سے روایت ہوئی ہے کہ میں نحر کے دن یعنی عید قربان کے دن حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو آپؑ نے ابتداءً فرمایا کہ جب میں موقف عرفات میں تھا تو میرے دل میں کسی کا گزر نہیں ہوا سوائے علی بن یقطین کے وہ میرے ساتھ تھا یعنی میرے نگاہ و دل میں تھا اور مجھ سے جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے عرفات سے افاضہ کیا یعنی مشعر کی طرف روانہ ہوا نیز روایت ہے کہ ایک سال موقف عرفات میں شمار کیا گیا کہ ایک سو پچاس آدمی علی بن یقطین کے لیے تلبیہ کہہ رہے تھے اور یہ وہ لوگ

تھے کہ جنہیں علی نے پیسے دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا تھا۔

اور روایت ہوئی ہے کہ علی اپنے بچپنے کے زمانہ میں اپنے بھائی عبید کے ساتھ حضرت صادقؑ کی خدمت میں آیا اور اس وقت علی کے سر پر گیسو تھے، حضرت نے فرمایا کہ گیسو والے کو میرے پاس لاؤ، پس علی آپؑ قریب آیا تو آپؑ اس سے بغلگیر ہوئے اور اس کے لیے خیر وخوبی کی دعا کی۔ اور علی بن یقطین کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں ایک دفعہ علی نے امام موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی اپنی حالت کی بسبب مجالست ومصاحبت وزارت ہارون کے تو حضرتؑ نے فرمایا اے علی خدا کے کچھ اولیاء ظالموں کے اولیاء کے ساتھ ہوتے ہیں تاکہ خدا ان کے ذریعہ سے اپنے اولیاء سے ظالموں کے ظلم کو دفع کرے اور اے علی تو ان میں سے ہے۔

اور بحار میں کتاب حقوق المومنین ابی علی بن طاہر کی تالیف سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ علی بن یقطین نے میرے مولا موسیٰؑ بن جعفرؑ سے اجازت چاہی کہ وہ بادشاہ کی ملازمت ووزارت چھوڑ دے تو حضرت نے اسے اجازت نہ دی اور آپؑ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیوں کہ ہمیں تمہاری وجہ سے انس ہے اور تیرے بھائیوں کے لیے تیری وجہ سے عزت ہے اور قریب ہے کہ خداوند عالم تیری وجہ سے کسی ٹوٹی ہوئی چیز کی تلافی کرے یا تیری وجہ سے مخالفین کے جوش وغضب کو اپنے اولیاء سے توڑ دے، اے علی تمہارے اعمال کا کفارا تمہارا اپنے بھائیوں کے ساتھ احسان کرنا ہے تم میرے لیے ایک چیز کے ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لیے تین چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں تم میرے لیے ضمانت دو کہ تم ہمارے اولیاء میں سے جس سے ملاقات کر اس کی حاجت کو پورا کرو گے اور اس کی عزت وتکریم کرو گے۔

اور میں تمہارے لیے ضمانت دیتا ہوں کہ تم کبھی قید کی چھت کے سایہ میں نہ جاؤ گے اور تمہیں تلوار کی دھار کبھی مس نہ کرے گی اور تمہارے گھر میں کبھی فقر وفاقہ نہیں آئے گا۔ اے علی جو کسی مومن کو خوش کرے اس نے پہلے خدا کی دوسری جگہ پر پیغمبر کو اور تیسری جگہ پر ہمیں خوش کیا ہے۔

ابراہیم بن ابی محمود سے روایت ہے وہ کہتا ہے علی بن یقطین نے کہا کہ میں نے حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ ان لوگوں کی ملازمت اور کام کرنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، فرمایا اگر تو نے ضرور ہی یہ کرنا ہے تو شیعوں کے مال سے بچو، پس مجھے علی نے خبر دی کہ وہ علی الاعلان تو ان سے مال لے لیتا لیکن چھپا کے انہیں واپس کر دیتا تھا۔

علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب عیون المعجزات سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ابراہیم جمال نے جو شیعہ تھا چاہا کہ وہ علی بن یقطین کے پاس جائے کیوں کے ابراہیم ساربان اور علی وزیر تھا اور حسب ظاہر ابراہیم کی یہ شان نہ تھی کہ وہ علی کے پاس جائے بلہذا علی نے اسے نہ آنے دیا اور اتفاقاً اسی سال علی بن یقطین حج سے مشرف ہوا۔ مدینہ میں جا کر اس نے چاہا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہو حضرت نے اسے ملاقات کے لیے وقت نہ دیا، دوسرے دن گھر سے باہر علی نے حضرت کی ملاقات کی اور عرض کیا اے میرے آقا میری تقصیر کیا ہے کہ آپؑ نے مجھے ملاقات کا شرف نہیں بخشا۔

آپ نے فرمایا اس لیے کہ تو نے اپنے بھائی ابراہیم جمال سے ملاقات نہیں کی اور اسے اپنے پاس نہیں آنے دیا اور خدا

اس سے اباء وانکار کرتا ہے کہ وہ تیری سعی وکوشش کو قبول کرے مگر یہ کہ ابراہیم تجھے معاف کردے علی کہتا ہے کہ میں نے کہا اے میرے آقا اس وقت میں ابراہیم سے کس طرح ملاقات کرسکتا ہوں میں مدینہ میں ہوں وہ کوفہ میں ہے، فرمایا جب رات ہوجائے تو تنہا جنت البقیع میں جانا بغیر اس کے کہ تیرے ساتھیوں اور غلاموں میں سے کسی کو معلوم ہو وہاں تجھے ساز وسامان کے ساتھ ایک اونٹ نظر آئے گا اس اونٹ پر سوار ہوجانا اور کوفہ چلے جانا۔

علی رات کے وقت بقیع میں گیا اور اس وقت اونٹ پر سوار ہوکر تھوڑے سے وقت میں ابراہیم جمال کے دروازے پر پہنچ گیا اور اونٹ بیٹھا کر دروازہ کھٹکھٹایا، ابراہیم نے پوچھا

''کون ہے''

اس نے کہا علی بن یقطین

ابراہیم کہنے لگا علی بن یقطین میرے دروازے پر کیسے آ گیا۔

فرمایا باہر آؤ کہ میرا معاملہ بہت عظیم وسنگین ہے اور اسے قسم دی کہ مجھے اندر آنے کی اجازت دو، جب مکان کے اندر گیا تو کہنے لگا اے ابراہیم میرے مولا وآقا اس سے انکار کرتے ہیں کہ میرے عمل کو قبول فرمائیں جب تک تم مجھے معاف نہ کردو۔

اس نے کہا ''غفر اللہ ذلك'' خدا آپ کو معاف کرے، پس علی نے اپنا چہرہ زمین پر رکھ دیا اور ابراہیم کو قسم دی کہ اپنا پاؤں میرے چہرہ پر رکھو اور میرے چہرہ کو اپنے پاؤں سے روندو، ابراہیم نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو علی نے اسے قسم دی کہ ایسا کرو، پس ابراہیم نے پاؤں علی کے چہرہ پر رکھا اور اس کے چہرہ کو اپنے پاؤں کے نیچے روندا، علی کہتے ہیں ''اللھم اشھد'' خدایا گواہ رہنا پس مکان سے باہر آیا سوار ہوکر اسی رات مدینہ واپس پہنچا اور اونٹ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے دروازے پر بٹھایا، اس وقت حضرت نے اسے اجازت دی اور وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور حضرت نے ان کی سعی وکوشش کو قبول فرمایا۔

اس حدیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن بھائیوں کے حقوق کتنے ہیں اور عبداللہ بن یحییٰ کاہلی سے روایت ہے کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا اور علی بن یقطین ہماری طرف آرہا تھا، پس حضرت اصحاب کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص اصحاب پیغمبر میں سے کسی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے، پس اس جماعت میں سے ایک شخص کہنے لگا، پس علی بن یقطین اس حالت میں ہو تو اہل بہشت میں سے ہوا، حضرت نے فرمایا کہ میں تو یہی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اہل بہشت میں سے ہے۔

اور عبداللہ بن یحییٰ کے حالات میں گزر چکا ہے کہ علی بن یقطین حضرت کاظم علیہ السلام کے حکم سے اس کے اہل وعیال کا کفیل ہوا تھا اور علی بن یقطین نے حضرت امام موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ۱۸۰ ہجری میں وفات پائی جب کہ حضرت قید میں تھے اور بعض کہتے ہیں کہ علی کی وفات ۱۸۲ ہجری میں ہوئی اور یعقوب بن یقطین سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن

خراسانی (رضا) علیہ السلام سے سنا کہ علی بن یقطین جب دنیا سے اٹھا تو اس کے صاحب یعنی امام موسیٰ علیہ السلام اس سے راضی تھے۔

ساتواں مفضل بن عمر کوفی جعفی شیخ نجاشی اور علامہ نے اسے فاسد المذہب اور مضطرب لاوایۃ لکھا ہے اور شیخ کشی نے اس کی مدح وقدح میں احادیث ذکر کی ہیں اور ارشاد مفید میں ایک عبارت ہے جو اس کی توثیق پر دلالت کرتی ہے اور کتاب غیبت شیخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ''قوام آئمہ'' اور ان کے نزدیک پسندیدہ تھا اور ان کے راستہ پر چل کر دنیا سے گیا ہے اور نیز اس جلالت ووثاقت پر دلالت کرتا ہے۔اس کا حضرت صادق وکاظمؑ کے وکلاء میں سے ہونا اور کفعمی نے اسے آئمہ کے بوابین (دربان خاص) میں سے شمار کیا ہے اور کافی میں ہے ابوحنیفہ سائق الحاج اور اس کے داماد کے درمیان کسی میراث کے سلسلہ میں جھگڑا تھا، مفضل ان کے پاس سے گزرا جب ان کے جھگڑے کو دیکھا تو انہیں اپنے گھر میں لے گیا اور ان کے درمیان اپنی طرف سے چار سو درہم دے کر مصالحت کرادی اور کہا کہ یہ مال میرا نہیں، بلکہ حضرت صادق علیہ السلام نے میرے پاس کچھ مال رکھا ہوا ہے کہ جب شیعوں میں سے دو آدمیوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو تو میں اصلاح کروں اور مصالحت کی رقم حضرت کے مال سے دوں۔

اور محمد بن سنان سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے مجھ سے فرمایا: اے محمد مفضل میرے لیے محل انس واستراحت ہے وانت انسهما و استراحتهما اور تو حضرت رضا و حضرت جواد علیہما السلام کا محل انس واستراحت ہوگا اور موسیٰ بن بکر سے روایت ہے کہ جب مفضل کی وفات کی خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچی تو فرمایا کہ خدا اس پر رحمت نازل فرمائے وہ باپ کے باپ تھا بیشک وہ راحت وآرام میں پہنچ گیا ہے۔

بحار میں کتاب اختصاص سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن فضل ہاشمی سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ مفضل بن عمر وارد ہوا، حضرت نے جب اسے دیکھا تو اس کے چہرہ پر نگاہ کر کے ہنسے اور فرمایا میرے قریب آ: اے مفضل مجھے اپنے پروردگار کی قسم کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں اور اس شخص کو بھی دوست رکھتا ہوں جو تجھے دوست رکھے، اگر میرے تمام اصحاب اس چیز کو پہچانتے کہ جس کو تم پہچانتے ہو تو ان میں سے دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے۔

مفضل کہنے لگا: اے فرزند رسولؐ میں گمان نہیں رکھتا کہ مجھے میری قدر ومنزلت سے آپؑ اونچا کریں۔

فرمایا، بلکہ میں نے تجھے وہ منزلت دی ہے جہاں تجھے خدا نے اتارا ہے پس کہنے لگا اے فرزند رسولؐ جابر بن یزید آپؑ کے ہاں کیا قدر ومنزلت رکھتا ہے۔

فرمایا جو قدر ومنزلت تھی، سلمان کی رسولؐ خدا کے ہاں میں کہا کہ داؤد بن کثیر رقی کی کیا قدر ومنزلت ہے آپؑ کے نزدیک، فرمایا جو مقداد کی تھی رسولؐ کے نزدیک۔

راوی کہتا ہے کہ پس حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے عبداللہ بن فضل بیشک خداوند عالم نے ہمیں اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے اور ہمیں اپنی رحمت میں غوطہ دیا اور تمہارے ارواح ہم سے خلق کئے پس ہم آرزومند اور مائل ہیں تمہاری

طرف اور تم آرزو مند اور مائل ہو ہماری طرف، خدا کی قسم اگر اہل مشرق و مغرب کوشش کریں کہ وہ ہمارے شیعوں میں سے ایک شخص زیادہ یا کم کر دیں تو وہ نہیں کر سکتے، بیشک وہ ہمارے ہاں لکھے ہوئے ہیں ان کے نام اور ان کے آباؤ اجداد قبائل اور نسب کے، اے عبداللہ بن فضل اگر چاہو تو میں تمہیں تمہارا نام صحیفہ میں دکھاؤں پس آپ نے صحیفہ منگوایا اور اسے کھولا تو میں نے دیکھا کہ وہ سفید ہے اور اس میں تحریر کا نام و نشان نہیں۔ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول میں تو اس صحیفہ میں تحریر کا اثر نہیں دیکھتا، حضرت نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو میں نے اس کے نوشہ جات کو دیکھا اور اس کے آخر میں اپنا نام دیکھا، پس میں خدا کے لیے سجدہ شکر بجالایا۔

مولف کہتا ہے کہ چونکہ حدیث نفیس و عمدہ تھی، لہذا میں نے مکمل لکھ دی ہے، اگرچہ یہ روایت موہم جبر ہے لیکن اس قسم کی باقی آیات و روایات کی طرح اس کی تاویل و توجیہ کرنی پڑے گی۔ مترجم

باقی رہیں وہ روایات جو مفضل کی قدح میں ہے مثلاً روایت ہوئی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے اسماعیل بن جابر سے فرمایا کہ مفضل کے پاس جاؤ اور اس سے کہو اے کافر، اے مشرک میرے بیٹے سے کیا چاہتا ہے تو چاہتا ہے کہ اسے قتل کر دے یا یہ کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے سفر میں جب کوفہ سے چار فرسخ دور چلے گئے تو نماز صبح کا وقت ہوا، اس کے ساتھی سواریوں سے اترے اور نماز پڑھی، پس اس سے کہنے لگے تم کیوں اتر کر نماز نہیں پڑھتے تو کہنے لگا کہ گھر سے نکلنے سے پہلے میں نماز پڑھ چکا ہوں۔

اور دیگر اس قسم کی روایات تو یہ اخبار مدح سے تعارض نہیں رکھتیں اور ہمارے شیخ نے مستدرک کے خاتمہ میں اس کے حالات میں کلام کو بسط دیا ہے اور وہاں روایات قدح کا جواب دیا ہے۔ اور جو شخص توحید مفضل کی طرف رجوع کرے جو حضرت صادق علیہ السلام نے اس کے لیے فرمائی تھی تو وہ جان لے گا کہ مفضل حضرت کے نزدیک عظیم مرتبہ و منزلت رکھتا تھا اور ان کے علوم کے تحمل کی قابلیت رکھتا تھا اور توحید مفضل بہت باشرف رسالہ ہے۔ سید بن طاؤس نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سفر پر جائے تو اسے اپنے ساتھ رکھے اور کشف المحجہ میں اپنے بیٹے سے وصیت کی ہے کہ اس میں غور و خوض کرو اور علامہ مجلسی نے اس رسالہ کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے، عوام اس سے نفع حاصل کریں اور تحف العقول میں آئمہ علیہم السلام کے مواعظ کے ابواب کے اور مفضل بن عمر کے مواعظ کا باب ذکر کیا ہے، اور اس میں مواعظ نقل کیے ہیں کہ جن میں سے اکثر اس نے حضرت صادق سے روایت کیے ہیں۔

آٹھواں: ابو ہشام بن الحکم مولی کندہ جو کہ اعاظم آئمہ علم کلام اور اذکیائے اعلام میں سے ہے اور وہ ہمیشہ افکار صادقہ و انظار صائبہ سے تہذیب مطالب کلامیہ اور ترویج مذہب امامیہ کرتا تھا۔ اس کی جائے ولادت کوفہ نشوونما واسط اور تجارت گاہ بغداد تھا اور آخری عمر میں بغداد کی طرف ہی منتقل ہو گیا تھا اور حضرت صادق اور موسیٰ سے روایت کی ہے اور ثقہ ہے اور عظیم مدحتیں ان دونوں اماموں سے اس کے حق میں روایت ہوئی ہیں اور وہ شخص حاضر جواب اور علم الکلام کا بڑا ماہر تھا۔ **و کان ممن فتق الکلام فی امامته وهذب المذهب بالنظر**

ان لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امامت کے سلسلہ میں کلام و گفتگو کے دروازے کھولے اور اسے واضح کیا ہے اور غور و فکر و نظر سے مذہب کی چھان بین کی ہے اور ۱۷۹ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی ہے اور یہ ہارون رشید کا زمانہ تھا اور حضرت رضا نے اس

کے لیے رحمت کی دعا کی ہے۔ابوہاشم جعفری نے حضرت جوادؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ ہشام بن حکم کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

فرمایا خدا اس پر رحمت نازل کرے وہ کس قدر اہتمام کرتا تھا مخالفین کے شبہات کو اس ناجیہ یعنی فرقہ ناجیہ سے دور کرنے میں شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ ہشام بن حکم ہمارے آقا و مولا امام موسیٰ علیہ السلام کے خواص میں سے ہے اور اصول دین وغیرہ میں مخالفین کے ساتھ بہت سے مباحثے اور مناظرے کیے ہیں، علامہ فرماتے ہیں کہ کچھ روایات اس کی مدح میں ہیں اور اس کے خلاف بھی احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جنہیں ہم نے اپنی کتاب کبیر میں ذکر کیا ہے اور ان کا جواب بھی دیا ہے اور یہ شخص میرے نزدیک عظیم الشان اور بلند و منزلت ہے۔انتھی

اور ہشام نے توحید و امامت رد زنادقہ رد طبعیین رد معتزلہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں کتب میں سے کتاب شیخ و غلام اور کتاب ثمانیہ ابواب و کتاب الرد علے ارسطالیس ہے۔

شیخ کشی نے عمیر بن یزید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرا بھتیجا ہشام پہلے جہمیہ مذہب پر تھا اور خبیث تھا اور مجھ سے اس نے خواہش کی کہ میں اسے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں لے جاؤں تا کہ وہ حضرت سے مباحثہ کرے، میں نے کہا کہ میں یہ کام اس وقت تک نہ کروں گا جب تک اجازت نہ لے لوں۔ میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہشام کے لیے اذن حاصل کیا، حضرتؑ نے اجازت دے دی، جب میں چند قدم باہر آیا تو مجھے ہشام کی پستی اور خباثت یاد آئی میں حضرتؑ کی خدمت میں واپس آیا اور عرض کیا کہ وہ خباثت رکھتا ہے، فرمایا تو میرے لیے ڈرتا ہے مجھے اپنی بات پر خجالت و شرمندگی ہوئی اور سمجھا کہ میں نے غلطی کی ہے۔

پس میں خجالت و شرمندگی کی حالت میں باہر نکلا اور ہشام کو بتایا تو وہ حضرتؑ کی خدمت سے شرفیاب ہوا، جب وہ آپؑ کی خدمت میں آ کر بیٹھا تو حضرتؑ نے اس سے چند سوالات پوچھے کہ جن سے میں حیران رہ گیا اور مہلت مانگی حضرت نے اسے مہلت دی، ہشام چند دن عالم اضطراب میں رہا اور جواب تلاش کرتا رہا بالآخر اس سے کوئی جواب نہ ہو سکا دوبارہ آپؑ کی خدمت میں آیا تو آپؑ نے اس کو بتایا۔

دوسری مرتبہ آنجناب نے چند اور مسائل اس سے پوچھے کہ جن میں ہشام کے مذہب کا فساد تھا ہشام مغموم اور حیرت زدہ ہو کر باہر آیا اور چند دن مبہوت و حیران رہا، یہاں تک کہ مجھ سے کہنے لگا کہ تیسری دفعہ میرے لیے اجازت لو تا کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں، حضرت نے اجازت دے دی اور مقام حیرہ میں ایک جگہ ملاقات کے لیے متعین فرمائی، ہشام اس جگہ گیا اور جب حضرت صادق علیہ السلام تشریف لائے تو اس طرح حضرت کی ہیبت و حشمت اس پر چھائی کہ وہ گفتگو نہ کر سکا اور بالکل اس کی زبان میں قوت گویائی نہ رہی۔حضرت جتنی دیر بھی کھڑے رہے ہشام نے کچھ نہ کہا مجبوراً حضرت تشریف لے گئے۔ ہشام کہنے لگا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جو ہیبت حضرت کی طرف سے مجھ پر تھی وہ صرف خدا کی طرف سے اور اس عظمت و منزلت کی وجہ سے ہے جو آپؑ کو خدا کے ہاں حاصل ہے، لہذا اس نے اپنا مذہب چھوڑ دیا اور دین حق کا متدین ہوا اور ہمیشہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، یہاں

تک کہ آپؑ کے تمام اصحاب پر فوقیت حاصل کر لی۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ہشام بن حکم حضرت صادق علیہ السلام کے بڑے اصحاب میں سے تھا اور فقیہ تھا اور اس نے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے اور اس نے حضرت صادق علیہ السلام اور اس کے بعد امام موسیٰ علیہ السلام کی صحبت کو حاصل کیا ہے، اور اس کی کنیت ابو محمد اور ابو الحکم تھی اور مولیٰ بنی شیبان تھا اور کوفہ میں رہتا تھا اور اس کا مرتبہ و مقام حضرت صادقؑ کے ہاں اس حد کو پہنچا کہ میدان منیٰ میں حضرت کی خدمت میں پہنچا اور اس وقت وہ جوان نوخیز تھا اور آپؑ کی خدمت میں شیوخ شیعہ موجود تھے مثلاً حمران بن اعین وقیس و یونس بن یعقوب و ابو جعفر مومن طاق وغیرہ، پس حضرتؑ نے اسے عزت دی اور ان سب سے اونچی جگہ پر بٹھایا، حالانکہ جتنے لوگ اس مجلس میں موجود تھے ان کا سن ہشام سے زیادہ تھا، پس جب حضرت نے دیکھا کہ یہ کام یعنی ہشام کو سب سے مقدم کرنا سب کو گراں گزرا ہے تو ان سے فرمایا" **هذا ناصرنا بقلبه ولسانه ويده** " یہ اپنے دل زبان اور ہاتھ سے ہمارا ناصر مدد گار ہے، پس ہشام نے حضرت سے خدا کے ناموں اور ان کے اشتقاق کے متعلق سوال کیا اور حضرت نے جواب دیا اور فرمایا، آیا سمجھ تو نے اے ہشام ایسا سمجھنا کہ جس سے ہمارے ملحد دشمنوں کی رد کر سکے، ہشام نے کہا جی ہاں۔ حضرت نے فرمایا" **نفعك الله عزوجل وثبتك** " کہ خدا تجھے اس سے نفع دے اور ثابت قدم رکھے۔

ہشام سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم کسی شخص نے مجھے مباحث توحید میں مقہور و مغلوب نہیں کیا آج کے دن تک کہ میں اس جگہ بیٹھا ہوں اور ہشام کے مباحثہ و مناظرے مشہور ہیں۔ اس کا مناظرہ کرنا اس مرد شامی کے ساتھ حضرت صادقؑ کی خدمت اور عمر بن عبید معتزلی سے اس کا محاجہ اور بریہہ کے ساتھ اور یحییٰ بن خالد برمکی کی مجلس میں متکلمین سے مناظرہ کرنا ہر ایک اپنی جگہ پر تفصیل سے درج ہے اور یحییٰ کی مجلس میں ان کا مناظرہ کرنا تو سبب بنا کہ ہارون الرشید ہشام کے قتل کے درپے ہوا، مجبوراً اس کے خوف سے ہشام کوفہ کی طرف بھاگ گیا اور حکیم بشیر بنال کے ہاں جا رہا اور بہت زیادہ بیمار ہو گیا لیکن اطباء کی طرف رجوع نہ کیا، بشیر کہنے لگا میں تیرے لیے حکیم لے آؤں کہنے لگا نہیں میں مرنے والا ہوں۔

اور ایک روایت ہے کہ طبیب بلائے گئے ہشام نے ان سے پوچھا کہ تم نے میرے مرض کی تشخیص کر لی ہے، بعض کہنے لگے کہ نہیں ہمیں معلوم نہیں ہوا اور بعض کہنے لگے کہ ہاں ہمیں معلوم ہو گیا ہے، جنہوں نے جان لینے کا دعویٰ کیا تھا ان سے پوچھا ہاں بتاؤ کہ مجھے کیا بیماری ہے انہوں نے بتائی جوان کی سمجھ میں آئی تھی کہنے لگا، جھوٹ ہے میری بیماری تو فزع قلب ہے اس خوف کی وجہ سے جو مجھے عارض ہوا ہے اور اسی حالت میں وفات پائی، خلاصہ یہ کہ جب اس کے احتضار کا وقت آیا تو بشیر سے کہا کہ جب میں مر جاؤں اور مجھے غسل و کفن دے لو اور میری تجہیز کے کام سے فارغ ہو جاؤ تو رات کی تاریکی میں مجھے باہر لے جا کر مقام کناسہ میں رکھ دینا اور ایک رقعہ لکھنا کہ یہ ہشام بن حکم کہ امیر جس کی تلاش میں تھا مر چکا ہے اور یہ اس لیے تھا کہ رشید نے اس کے بھائیوں اور ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تھا تا کہ وہ اس کا اتہ پتہ بتائیں تو ہشام نے چاہا کہ وہ چھوٹ جائیں، بشیر نے اسی دستور کے مطابق عمل کیا جب صبح ہوئی تو اہل کوفہ حاضر ہوئے قاضی اور صاحب معونہ و معدلین سب نے اسے دیکھا اور اپنی گواہی لکھی اور رشید کے پاس بھیج دی۔ اور رشید نے کہا کہ الحمد للہ

کہ خدا نے اس کی کفایت کی اور اس سے نسبت رکھنے والے لوگوں کو رہا کر دیا جو کہ قید میں تھے۔

تو یونس سے روایت ہے کہ ہشام کہا کرتا تھا خدایا میں جو عمل کر چکا ہوں یا کروں گا اچھے اعمال میں سے چاہے وہ فرض یا واجب ہوں یا ان کے علاوہ پس وہ سب رسول اللہؐ اور آپ کے سچے اہل بیت صلوات اللہ علیہ وعلیہم کی طرف سے ہے، جتنی جتنی ان کی قدر و منزلتیں ہیں تیرے نزدیک پس یہ سب کچھ میری طرف سے اور ان کی طرف سے قبول فرما اور مجھے اپنے جزیل جزا میں سے اتنا دے جتنے کا تو اہل ہے۔

نواں: یونس بن عبدالرحمن مولیٰ آل یقطین عبد صالح جلیل القدر عظیم المنزلۃ وہ اصحاب اجماع میں سے ہے، روایت ہے کہ یونس ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے اور حضرت باقر علیہ السلام سے صفا و مروہ کے درمیان ملاقات کی لیکن حضرتؑ سے روایت نہیں کی اور یہ بھی کہا ہے کہ میں نے حضرت صدق کی زیارت کی ہے روضہ پیغمبر میں کہ آپؑ قبر و منبر کے درمیان نماز پڑھ رہے تھے لیکن میرے لیے یہ ممکن نہ ہوا کہ میں آپؑ سے کوئی سوال کرتا البتہ امام کاظمؑ و رضا سے روایت کی ہے اور حضرت رضا اس کی طرف علم و فتویٰ کا اشارہ فرماتے تھے اور یہ وہی شخص ہے کہ واقفہ نے بہت سا مال اسے دیا تا کہ وہ ان کی طرف مائل ہو جائے اس نے وہ مال قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حق پر ثابت قدم رہا۔

شیخ مفید نے سند صحیح کے ساتھ ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں یونس کی کتاب یوم و لیلہ پیش کی، آپ نے فرمایا یہ کتاب کس کی تصنیف ہے میں نے کہا کہ یونس مولیٰ آل یقطین کی تصنیف ہے، فرمایا خدا اسے ہر حرف کے بدلے قیامت کے دن ایک نور عطا فرمائے اور دوسری روایت میں ہے کہ اول سے لے کر آخر تک اس کو دیکھا بھالا پھر فرمایا یہ میرا دین اور میرے سب آباؤ اجداد کا دین ہے اور یہ سب حق ہے۔

خلاصہ یہ کہ ۲۰۸ھ ہجری میں رحمت خدا سے پیوست ہوا اور روایت میں ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام تین دفعہ اس کے لیے بہشت کے ضامن ہوئے، فضل بن شاذان سے روایت ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی عبدالعزیز بن مہتدی نے اور وہ ان فقہا میں سے ہے کہ جنہیں میں نے دیکھا ہے بہترین شخص تھا، حضرت رضا کا وکیل اور آپؑ کے خواص میں سے تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت رضا سے سوال کیا کہ میں ہر وقت آپ کی ملاقات نہیں کر سکتا یعنی میرا راستہ دور ہے اور میرا ہاتھ ہمیشہ آپ تک نہیں پہنچ سکتا، پس میں اپنے معالم دین کس سے حاصل کروں، فرمایا یونس بن عبدالرحمن سے۔

نیز حضرتؑ سے مروی ہے کہ یونس اپنے زمانہ میں سلمان فارسی کی طرح ہے، یونس نے فقہ و تفسیر و مثالب وغیرہ میں کئی کتب تصنیف کی ہیں مثل حسین بن سعید کی کتابوں کے، بلکہ اس سے زیادہ۔

اور روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی وفات ہوئی تو حضرتؑ کے قوام اور وکلاء کے پاس بہت سا مال تھا جب انہیں اس مال کی طمع دامن گیر ہوئی تو ان لوگوں نے آپؑ کی وفات کا انکار کیا اور واقفی ہو گئے اور زیاد قندی کے پاس ستر ہزار اشرفی تھی اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار تھیں اور اس وقت یونس بن عبدالرحمن لوگوں کو امام رضا علیہ السلام کی امامت

کی طرف بلاتا اور واقفہ کا انکار کرتا تھا، زیادہ قندی اور علی بن ابی حمزہ نے ضمانت لی کہ وہ اسے دس ہزار اشرفی دیتے ہیں تاکہ وہ خاموش ہو کر بیٹھ جائے۔

یونس نے کہا کہ ہمیں روایت کی گئی ہے صادقین علیہم السلام سے، انہوں نے فرمایا ہے کہ جس وقت لوگوں میں بدعت ظاہر ہو تو لوگوں کے پیشوا پر لازم ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے، پس اگر اس نے ظاہر نہ کیا تو اس سے نور ایمان سلب ہو جائے گا اور میں کسی حالت میں دین اور امر خدا میں جہاد کو ترک نہیں کروں گا، پس یہ دو شخص اس کے دشمن ہو گئے اور انہوں نے اپنی عداوت کو ظاہر کیا۔

مولف کہتا ہے یہ روایت جو یونس نے نقل فرمائی ہے دوسری طرح بھی وارد ہوئی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب امت میں بدعت ظاہر ہو تو عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ خدا ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

واضح ہو کہ روایات بدعت کے سلسلہ میں بہت ہیں اور وارد ہوا ہے کہ جو شخص بدعت کی بناء رکھنے والے کے چہرہ کو دیکھ کر تبسم کرے تو بیشک اس نے اپنے دین کو خراب کرنے میں اعانت و مدد کی، نیز روایت ہے کہ جو شخص کسی صاحب بدعت کے پاس جائے اور اس کی عزت و توقیر کرے تو وہ اسلام کو تباہ و خراب کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔

اور راوندی نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص بدعت میں رہ کر عمل کرے تو شیطان اسے عبادت کے لیے فارغ چھوڑ دیتا ہے یعنی شیطان اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے اور اس سے تعرض نہیں کرتا تاکہ وہ حضور قلب اور اچھے طریقہ سے عبادت کرے اور خشوع و گریہ کی حالت اس پر طاری کر دیتا ہے۔ غیر ذلک، ہم یونس کے حالات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

روایت ہوئی ہے کہ یونس کے چالیس بھائی تھے کہ ہر روز جن کی ملاقات کے لیے جاتا اور ان کو سلام کرتا تھا پھر اپنے گھر واپس آ جاتا اور کھانا کھاتا اور نماز کے لیے تیار ہوتا، پھر تصنیف و تالیف کتاب کے لیے بیٹھ جاتا مولف کہتا ہے کہ ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چالیس افراد اس کے دینی بھائی تھے اور اس کام سے وہ چاہتا کہ اربعین کی زیارت کرے۔

نیز یونس سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے صمت عشرین سنة وسکت عشرین سنته ثم اجبت یعنی بیس سال میں خاموش رہا، یعنی جو کچھ مجھ سے پوچھتے میں جواب نہ دیتا اور بیس سال برابر مجھ سے سوال ہوتا رہا ہے اور میں جواب دیتا رہا ہوں، یہ معنی اس صورت میں ہے اگر لفظ سکت کو مجہول پڑھا جائے اور اگر صیغہ معلوم پڑھا جائے تو پھر معنی ہوگا کہ بیس سال تک میں نے سوال کیا ہے اور اس کے بعد میں نے مسائل کے جوابات دیئے ہیں۔

اور یونس کے مدائح و تعاریف بہت ہیں اور جو کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھی اس کی برائی کرتے تھے اور بعض اقوال فاسدہ کی نسبت اس کی طرف دیتے تھے، روایت میں ہے کہ جب اس سے کہا گیا کہ تیرے بہت سے ساتھی تیری بدگوئی کرتے ہیں اور تجھے اچھائی کے علاوہ یاد کرتے ہیں تو کہنے لگا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس پر کہ جس شخص میں حضرت امیر المومنینؑ کا کچھ حصہ ہے یعنی آپؑ کے شیعوں میں سے ہے تو میں اس کے لیے حلال کرتا ہوں جو کچھ اس نے کہا ہے۔

اور روایت ہوئی ہے کہ یونس بن عبدالرحمن نے چون (۵۴) حج اور چون (۵۴) عمرے کیے ہیں اور ہزار جلد مخالفین کی رد میں تالیف کی ہے اور کہا گیا ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کا علم چار افراد کو پہنچا ہے، پہلا سلمان فارسی، دوسرا جابر، تیسرا سید، اور چوتھا یونس بن عبدالرحمن۔

اور فضل بن شاذان سے روایت ہے، اس نے کہا کہ باقی لوگوں میں سے اسلام میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہو۔ اور اس کے بعد یونس بن عبدالرحمن سے زیادہ فقیہ نہیں ہوا اور شہید ثانی سے منقول ہے کہ کشی نے یونس کی مذمت میں دس کے قریب احادیث روایت کی ہیں اور ان کے جواب کے ماحصل کی برگشت بعض کی سند کی کمزوری اور بعض کے راویوں کی مجہولیت کی طرف ہے۔ واللہ اعلم بحالہ

دسواں یونس بن یعقوب بجلی الدہنی معاویہ بن عمار کا بھانجا علماء کے کلمات اس کے حق میں مختلف ہیں شیخ طوسی نے فرمایا ہے کہ وہ شیعہ ہے اور چند مقامات پر اس کی تعدیل کی ہے اور شیخ مفید نے اسے فقہا اصحاب میں شمار کیا ہے اور شیخ نجاشی نے فرمایا ہے کہ وہ حضرت صادق و کاظم کے خاص اصحاب میں سے تھا اور حضرت موسیٰ کی طرف سے وکیل تھا اور مدینہ منورہ میں حضرت رضا کے زمانہ میں وفات پائی ہے، اور حضرت اس کے امور کے متولی ہوئے، اور ان کے نزدیک یونس صاحب منزلت اور موثق تھا پہلے عبداللہ افطح کی امامت کا قائل ہوا پھر حق کی طرف رجوع کر آیا، اور ابوجعفر بن بابویہ فرماتے ہیں کہ وہ افطحی مذہب کا تھا اور شیخ کشی نے بھی بعض سے روایت کی ہے، اس کے افطحی ہونے کی لیکن ظاہراً وہ حق کی طرف رجوع کر آیا تھا، جیسا کہ شیخ نجاشی نے فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ روایات اس کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور حضرت رضا کے زمانہ میں اس نے وفات پائی اور حضرت رضا نے اس کے حنوط کفن اور تمام ضروریات کا حکم دیا اور اپنے اور اپنے باپ اور دادا کے موالیوں اور غلاموں کو اس کے جنازہ میں حاضر ہونے کا امر فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ حضرت صادق کے غلام کا جنازہ ہے جو کہ عراق میں رہتا تھا اس کے لیے بقیع میں قبر کھودو اور اگر اہل مدینہ کہیں کہ یہ عراقی شخص ہے ہم بقیع میں اسے دفن نہیں ہونے دیتے تو کہنا کہ یہ حضرت صادق علیہ السلام کا غلام اور عراق میں سکونت پذیر ہو گیا تھا، تو اگر تم اسے بقیع میں دفن نہیں ہونے دیتے تو ہم بھی تمہارے غلاموں کو بقیع میں دفن نہیں ہونے دیں گے، پس اسے بقیع میں ہی دفن کیا گیا۔

اور محمد بن ولید سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن یونس کی قبر پر گیا ہوا تھا کہ صاحب مقبرہ یعنی قبرستان میں رہنے والا اور اس کی دیکھ بھال کرنے والا شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص کون ہے کہ حضرت امام رضا نے مجھے حکم دیا ہے کہ چالیس ماہ یا چالیس روز تک (راوی کی طرف سے ہے) میں ہر روز اس کی قبر پر پانی چھڑکوں اور نیز صاحب مقبرہ کہنے لگا کہ رسول کا سریر (چارپائی) میرے پاس ہے، پس جب بنی ہاشم میں سے کوئی مرجاتا تو وہ چارپائی اس کی موت کی رات آواز دیتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ ان میں سے کوئی وفات پا گیا ہے اور اپنے دل میں کہتا ہوں کہ ان میں سے کون مرا ہو گا جب صبح ہوتی ہے تو اس وقت میں معلوم کر لیتا ہوں اور اس شخص کی وفات کی رات بھی اس چارپائی سے آواز نکلی تو میں دل میں کہا کہ ان میں سے کون مرا ہو گا کوئی ان میں سے بیمار تو نہیں تھا، جب دن ہوا تو میرے پاس آئے اور وہ چارپائی لے گئے اور کہنے لگے ابی عبداللہ صادق کا غلام جو عراق میں رہتا

تھا وفات پا گیا۔

محمد بن ولید نے صفوان بن یحییٰ سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضاؑ سے کہا قربان جاؤں مجھے اس لطف و محبت نے خوشحال اور مسرور کیا ہے جو آپؑ نے یونس کے حق میں ظاہر کی ہے، فرمایا کیا یہ خدا کا لطف و احسان نہیں کہ اسے عراق سے جوار پیغمبر اکرمؐ میں لے آیا ہے۔

اور ایک حدیث میں روایت کی گئی ہے کہ دیکھو اور غور و فکر کرو اس بات میں جو خداوند عالم نے یونس کے خاتمہ بالخیر میں کی ہے کہ خداوند عالم نے اس کی روح اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں قبض کی ہے، تمام احوال حضرت امام موسیٰ بن جعفر صلوات اللہ علیہ اور اس کے بعد حضرت ثامن الآئمۃ المعصومین علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے حالات آئیں گے۔

باب دہم

امام ثامن ضامن زبدہ اصفیاء و پناہ غرباء مولانا ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ آلاف التحیۃ والثنا کی تاریخ وسوانح

اور اس میں چند فصول ہیں۔

فصل اول

حضرت کی ولادت نام کنیت لقب اور نسب کا بیان

واضح ہو کہ آپؑ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ گیارہ ذی القعد ۱۴۸ ہجری مدینہ مشرفہ میں آپؑ متولد ہوئے اور بعض نے گیارہ ذی الحجہ ۱۵۳ ہجری کہا ہے، حضرت صادق کی وفات پانچ سال بعد اور پہلی روایت کے مطابق جو کہ زیادہ مشہور ہے آپؑ کی ولادت حضرت صادق علیہ السلام کی وفات کے چند دن بعد ہوئی۔ حضرت صادقؑ کی آرزو تھی کہ آنجنابؑ کو دیکھتے، کیوں کہ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ سے روایت ہوئی ہے آپؑ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد جعفرؑ بن محمد سے بارہا سنا، آپ مجھ سے فرماتے تھے کہ عالم آل محمد تیرے صلب میں ہے کاش میں اس کو دیکھتا، پس بیشک وہ امیر المومنینؑ کا ہمنام علی ہے۔

اور شیخ صدوق نے یزید بن سلیط سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے مکہ کے راستہ میں ملاقات کی ہم ایک گروہ تھے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں آپ امامؑ تو پاک ہیں لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس سے گریز نہیں، پس مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جو میں اپنے پس ماندگان کو جا پہنچاؤں، فرمایا ہاں دیکھو یہ میرے فرزند ہیں اور یہ ان کا بزرگ ہے آپؑ نے اپنے بیٹے موسیٰ کی طرف اشارہ کیا اور اس میں ہے علم و حلم و فہم و جود اور معرفت اس چیز کی کہ جس کے لوگ محتاج ہیں کہ جس میں وہ اپنے امر دین میں اختلاف کرتے ہیں اور اس میں ہے خلق اور حسن جوار (جواب) اور وہ خدا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس میں اس سے بھی بہتر ایک صفت ہے۔

پس میں نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان جائیں وہ کون سی صفت ہے، فرمایا خداوند عالم اس کی پشت سے اس

امت کا دادرس اور فریادرس اور نور وفہم وحکم اس امت کا بہترین پیدا ہونے والا اور بہترین نور اور اس کے ذریعہ خداوند عالم خون محفوظ کرے گا اور اس کی وجہ سے اصلاح کرے گا لوگوں کے درمیان کے جھگڑوں کو اور اس کی وجہ سے بچھڑے ہوئے کو ملا دے گا اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑ دے گا اور برہنہ کو لباس پہنائے گا اور اس کے سبب سے بھوکے کو سیر کرے گا اور مامون قرار دے گا خوف زدہ کو اور بارش برسائے اور بندگان خدا اس کے مطیع وفرمانبردار ہوں گے۔ وہ ہر حالت میں لوگوں سے بہتر ہوگا چاہے بڑھاپا چاہے ادھیڑ اور چاہے بچپن چاہے جوانی اور اس کے بلوغ تک پہنچنے سے پہلے اس کا قبیلہ سیادت وسرداری پیدا کرے گا اس کی وجہ سے اس کی بات حکمت اور اس کی خاموشی علم ہے۔ وہ لوگوں کے درمیان بیان کرے گا وہ چیز کہ جس میں اختلاف ہے۔ الخ

علامہ مجلسی نے جلاالعیون میں امام رضا علیہ السلام کے حالات میں فرمایا ہے، آپ کا اسم شریف علی اور حضرت کی کنیت ابوالحسنؑ ہے اور آپ کا زیادہ مشہور لقب رضا ہے اور آپؑ کو صابر فاضل رضی وفی قرۃ عین المومنین اور غیظ الملحدین بھی کہتے ہیں۔

ابن بابویہ نے سند حسن کے ساتھ بزنطی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کے مخالفین میں سے ایک گروہ کا یہ گمان ہے کہ آپؑ کے والد بزرگوار کو مامون نے رضا کے لقب سے ملقب کیا ہے جب کہ آپؑ کو ولایت عہد کے لیے منتخب کیا۔

آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں بلکہ خداوند عالم نے انہیں رضا کا نام دیا ہے، کیوں کہ وہ پسندیدہ خدا تھے آسمان میں اور رسولؐ خدا وآئمہ ہدیٰ علیہم السلام ان سے زمین میں خوش تھے اور انہوں نے انہیں امامت کے لیے پسند کیا ہے۔

میں نے عرض کیا آپ کے تمام آباؤ اجداد پسندیدہ خدا نہیں، فرمایا ہاں، میں نے کہا پھر کیوں اور کس سبب سے ان میں سے آپ ہی کو لقب گرامی سے مخصوص کیا ہے، فرمایا اس لیے کہ انہیں دشمنوں اور مخالفوں نے بھی پسند کیا اور ان سے راضی تھے، جیسا کہ موافقین اور دوست ان سے خوش تھے اور دوست ودشمن کا اتفاق ان کی خوشنودی پر یہ انہیں سے مخصوص تھا، پس اسی لئے انہیں اس نام کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے۔

اور سند معتبر کے ساتھ سلیمان بن حفص سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمیشہ اپنے پسندیدہ بیٹے کو رضا کا نام دیتے تھے فرماتے کہ بلاؤ میرے بیٹے رضا کو اور میں نے اپنے بیٹے رضا سے یہ کہا اور جب حضرتؑ کو مخاطب کرتے تو ابوالحسنؑ کے نام سے یاد کرتے۔

آپ کے والد گرامی موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام اور مادر گرامی آپؑ کی کنیز تھیں کہ جنہیں تکتم نجمہ اردی سکن سمانہ اور ام البنین کے نام سے پکارتے تھے اور بعض نے خیزران وصقر وشقر بھی کہا ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ علی بن میثم سے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حمیدہ خاتون نے (جو کہ اشراف وبزرگان عجم میں سے تھیں) ایک کنیز خریدی اور اس کا نام تکتم رکھا، اور وہ کنیز سعادت مند عقل ودین وشرم وحیا میں بہترین زنان

تھیں اور اپنی خاتون جناب حمیدہ کی بڑی تعظیم و تکریم کرتی تھی اور جس دن سے اسے خریدا کبھی بھی ان کے پاس ان کی تعظیم و اجلال کی وجہ سے نہ بیٹھی۔ پس حمیدہ خاتون نے ایک دن امام موسیٰ سے کہا اے فرزند گرامی تکتم ایک ایسی لڑکی ہے کہ میں نے زیرکی و محاسن اخلاق میں اس سے بہتر کسی کو نہیں پایا اور میں جانتی ہوں جو نسل اس سے وجود میں آئے گی۔ وہ پاک و پاکیزہ ہوگی، میں وہ آپ کو بخش دیتی ہوں اور آپ سے التماس کرتی ہوں کہ اس کی حرمت کا خیال رکھنا۔

جب حضرت امام رضاؑ اس سے پیدا ہوئے تو اسے طاہرہ کا نام دیا گیا اور امام رضا زیادہ دودھ پیتے تھے، ایک دن طاہرہ نے کہا کہ ایک دودھ پلانے والی میری مدد کے لیے مہیا کی جائے کہا گیا کیا تمہارا دودھ کم ہے، کہنے لگی میں جھوٹ نہیں بول سکتی خدا کی قسم دودھ تو میرا کم نہیں لیکن وہ نوافل و اوراد جو پہلے سے میرے تھے اور جن کی میں عبادت کر چکی ہوں دودھ پلانے کی وجہ سے کم ہو گئے، اس وجہ سے میں معاون چاہتی ہوں تا کہ اپنے اوراد ترک نہ کروں اور دوسری سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب حمیدہ نے نجمہ والدہ حضرت رضاؑ کو خریدا تو ایک رات رسول خدا کو عالم خواب میں دیکھا اور حضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ اے حمیدہ نجمہ اپنے بیٹے موسیٰؑ کی تملیک کر دو، کیوں کہ اس سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو بہترین اہل زمین ہوگا۔ اس بنا پر حمیدہ نے نجمہ حضرت کو بخش دی اور وہ باکرہ تھی۔

اور سند معتبر کے ساتھ ہشام سے بھی روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن امام موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کیا تم کو معلوم ہے کہ مغرب کے بردہ فروشوں میں سے کوئی آیا ہو میں نے کہا کہ نہیں، آپؑ نے فرمایا بلکہ آیا ہوا ہے چلو اس کے پاس چلیں، پس حضرت سوار ہوئے اور میں بھی حضرتؑ کی خدمت میں سوار ہوا جب ہم مقام متعین پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک شخص مغرب کے تاجروں میں سے آیا ہوا ہے اور بہت سی کنیزیں اور غلام لے کر آیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اپنی کنیزیں ہمارے سامنے پیش کرو وہ نو کنیزیں لے کر آیا اور ہر ایک کے متعلق آپؑ فرماتے کہ یہ مجھے نہیں چاہیے، پس آپؑ نے فرمایا اور لے آؤ، وہ کہنے لگا اور میرے پاس نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ تمہارے پاس موجود ہے اور اسے ضرور لے آؤ، کہنے لگا خدا کی قسم سوائے ایک بیمار کنیز کے اور میرے پاس نہیں ہے حضرت نے فرمایا وہی لے آؤ، اس نے عذر کیا اور حضرت واپس آ گئے۔ دوسرے دن مجھے اس کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ جو قیمت وہ کہے اس سے وہ بیمار کنیز میرے لئے خرید کر لے آؤ، جب میں گیا اور وہی کنیز میں نے اس سے طلب کی تو اس نے اس کی بہت قیمت بتائی میں نے کہا کہ میں نے اس قیمت پر خرید کی اور وہ کہنے لگا میں نے اسے بیچا لیکن یہ بتاؤ کہ وہ شخص کون ہے، جو کل تمہارے ساتھ آیا تھا میں نے کہا کہ بنی ہاشم میں سے ایک شخص ہے وہ کہنے لگا بنی ہاشم کی کس شاخ سے ہے، میں نے کہا کہ اس سے زیادہ میں نہیں جانتا، وہ کہنے لگا واضح ہو کہ میں نے یہ کنیز مغرب کے آخری شہروں سے خریدی ہے، ایک دن اہل کتاب میں ایک عورت نے جب میرے پاس یہ کنیز دیکھی تو کہنے لگی اسے کہاں سے لائے ہو میں نے کہا کہ اسے میں نے اپنے لئے خریدا ہے، کہنے لگی کہ مناسب نہیں کہ یہ کنیز تجھ جیسے شخص کے پاس رہے اس کنیز کو بہترین اہل زمین کے پاس ہونا چاہیے جب اس کے تصرف میں آئے گی تو تھوڑے زمانہ کے بعد اس سے ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کی اہل مشرق و مغرب اطاعت کریں گے، پس کچھ عرصہ بعد امام رضاؑ اس کے بطن سے پیدا ہوئے۔

اور کتاب درالنظم اور اثبات الوصیۃ میں ہے کہ امام موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے فرمایا جب کہ تکتم کو خریدا کہ خدا کی قسم میں نے اسے نہیں خریدا، مگر خدا اور وصی خدا نے۔

حضرت سے اس کے متعلق سوال ہوا فرمایا میں عالم خواب میں تھا تو میرے پاس جد بزرگوار اور پدر نامدار علیہما السلام تشریف لائے اور ان کے ساتھ ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا پس اس ریشم کے ٹکڑے کو کھولا تو وہ ایک پیراہن تھا کہ جس میں اس کنیز کی تصویر تھی، پس میرے جد و پدر نے مجھ سے فرمایا کہ اے موسیٰ تیرے لئے اس کنیز سے تیرے بعد کا بہترین اہل زمین پیدا ہوگا اور مجھے حکم دیا کہ جب وہ مولود مسعود پیدا ہو تو اس کا نام علی رکھنا اور فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے کہ خداوند عالم اس کی وجہ سے عدل و رافت و رحمت کو ظاہر کرے، پس کیا کہنے اس کے جو اس کی تصدیق کرے اور بربادی و ہلاکت ہے اس کے لئے جو اس سے دشمنی رکھے اور اس کا انکار کرے۔

شیخ صدوق نے سند معتبر کے ساتھ جناب نجمہ حضرت کی والدہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ جب مجھے اپنے فرزند عظیم کا حمل ہوا تو کسی قسم کا ثقل و حمل میں اپنے جسم میں محسوس نہیں کرتی تھی اور جب میں عالم خواب میں ہوتی تو آواز تسبیح و تہلیل و تمجید حق تعالیٰ میں اپنے شکم سے سنتی اور خائف و ترساں ہو جاتی اور جب بیدار ہوتی تو پھر وہ آواز سنائی نہ دیتی اور جب وہ فرزند ارجمند میرے بطن سے پیدا ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور اپنا سر مطہر آسمان کی طرف بلند کیا اور اپنے لب ہائے مبارک کو حرکت دیتا اور کچھ کہتا کہ جسے میں نہ سمجھ سکی، اسی وقت میرے پاس امام موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا گوارا ہو تیرے لیے اے نجمہ تیرے پروردگار کی کرامت پس میں نے اس فرزند سعادت مند کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر حضرت کو دیا، آپ نے اس بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور فرات کا پانی منگوایا اور اس کے تالو کو اونچا کیا پھر اس بچے کو مجھے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا اسے لے لو کہ یہ بقیہ خدا ہے زمین میں اور میرے بعد خدا کی حجت ہے۔

اور ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ محمد بن زیادہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ سے سنا جس دن کہ امام رضاؑ پیدا ہوئے تھے آپؑ فرما رہے تھے کہ میرا بیٹا ختنہ شدہ اور پاک و پاکیزہ پیدا ہوا اور تمام آئمہ علیہم السلام اسی طرح پیدا ہوتے ہیں، لیکن ہم ختنہ کی جگہ پر متابعت سنت میں استرا پھیر لیتے ہیں اور آپ کا نقش خاتم **ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ** اور دوسری روایت کے مطابق "**حسبی اللہ**" تھا۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ دونوں روایات ایک دوسرے سے منافات نہیں رکھتیں کیونکہ حضرتؑ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں ایک آپؑ کی اپنی تھی اور دوسری انہیں والد بزرگوار کی طرف سے ملی تھی جیسا کہ شیخ کلینی نے موسیٰ بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن الرضاؑ سے سوال کیا آپ کی اپنی انگوٹھی اور آپؑ کے والد کی انگوٹھی کے نقش کے متعلق تو فرمایا! میری انگوٹھی کا نقش ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ اور میرے والد کی انگوٹھی کا نقش حسبی اللہ ہے اور یہ وہی انگوٹھی ہے جو میری انگلی میں ہے۔

دوسری فصل

ثامن الائمۃ علی بن موسیٰؑ الرضاؑ کے مختصر مناقب

مفاخر اور مکارم اخلاق

واضح ہو کہ فضائل اور مناقب حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ کے اتنے نہیں کہ معرض بیان میں آسکیں یا کوئی شخص انہیں شمار کر سکے اور حقیقت یہ ہے کہ آپؑ کے فضائل کو شمار کرنا آسمان کے ستاروں کا گننا ہے اور بیشک عمدہ کہا ہے ابو نواس نے اپنے قول میں جب کہ وہ ہارون الرشید کے پاس موجود تھا جیسا کہ مناقب میں ہے یا مامون کے پاس تھا جیسا کہ باقی کتب میں ہے۔شعر

قیل لی انت اوحد الناس طراً
فی علوم الوری و شعر البدیه
لك من جوهر لكلام نظام
ثمر الله فی یدی مجتنیه
فعلی ما ترکت مدح ابن موسی
والخصال التی تجمعن فیه
قلت لا استطیع مدح امام
کان جبریل خادما لابیه

مجھ سے کہا گیا کہ تو سارے لوگوں میں سے یگانہ روزگار ہے لوگوں کے حالات وکمالات جاننے اور فی البدیہہ شعر کہنے میں تو جو ہر کلام کو اس طرح پرو دیتا ہے کہ چننے والے کے ہاتھ میں موتی ہو جاتے ہیں ،باوجود اس کے تو نے موسیٰ کاظم کے بیٹے کی مدح کیوں چھوڑ دی ہے اور ان خصال وکمالات کو بیان کیوں نہیں کرتا ہے جو آپ میں موجود ہیں تو میں نے کہا کہ میں ایسے امام کی مدح کی طاقت نہیں رکھتا کہ

جبرئیل جیسا سید الملائکہ جس کے باپ کا خادم ہے اور ہم تبرکاً و تیمناً اس بزرگوار کے فضائل کی چند خبروں پر اکتفا کرتے ہیں جو کہ آپؑ کے فضائل کے مقابلہ میں ایک قطرہ کے برابر ہیں بہ نسبت کئی دریاؤں کے۔

پہلی خبر: حضرت کے علم کی کثرت کا بیان شیخ طبرسی نے ابوصلت ہروی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے علی موسیٰ رضا سے زیادہ عالم نہیں دیکھا اور جس کسی عالم نے بھی آپؑ کو دیکھا ہے اس نے بھی میری طرح شہادت دی ہے اور یہ مسلم ہے کہ مامون نے متعدد مجالس میں علماء ادیان فقہاء اور متکلمین کو جمع کیا تاکہ وہ حضرتؑ سے مناظرہ اور گفتگو کریں اور حضرت ان سب پر غالب آئے، سب نے ان کی فضیلت اور اپنی کوتاہ نظری کا اقرار کیا۔

میں نے حضرتؑ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ میں روضہ منورہ میں بیٹھ جاتا تھا اور مدینہ میں بہت علماء تھے جب وہ کسی مسئلہ میں عاجز آجاتے تو میری طرف رجوع کرتے اور اپنے مشکل مسائل میرے پاس بھیجتے میں ان کے جوابات دیتا۔

ابوالصلت کہتا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنے والد سے وہ کہتا تھا کہ میرے والد موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنے بیٹوں سے فرماتے کہ اے میرے بیٹے تمہارا بھائی علی بن موسیٰ عالم آل محمدؐ ہے اس سے اپنے معالم دین کے بارے میں سوال کرو اور اس کی باتوں کو یاد رکھو، کیونکہ میں نے اپنے باپ جعفرؑ سے سنا ہے کہ آپؑ بار بار مجھ سے کہتے کہ عالم آل محمد علیہم السلام تمہارے صلب میں ہے، کاش میں اسے دیکھتا کہ وہ امیر المومنین کا ہم نام علی ہے۔

دوسری خبر: شیخ صدوق نے ابراہیم بن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت ابوالحسن رضا نے کسی سے گفتگو میں جفا کی ہو اور نہ کبھی دیکھا کہ آپؑ نے کسی کے کلام کو قطع کیا ہو، یعنی اس کی بات کے دوران بات شروع کر دی ہو اور جس کی ضرورت کا پورا کرنا آپؑ کی قدرت میں ہوتا اس کو رد نہ کرتے اور کسی وقت آپؑ نے کسی ایسے شخص کے حضور میں جو آپؑ کے پاس بیٹھا ہو پاؤں دراز نہیں کئے اور مجلس میں اپنے ہم نشین کی جگہ تکیہ لگا کر سہارا نہیں لیا اور کسی وقت میں نے نہیں دیکھا کہ آپؑ نے اپنے موالی اور غلاموں کو برا بھلا کہا اور گالی دی ہو (اور کسی وقت میں نے آپؑ کو تھوکتے ہوئے نہیں دیکھا) اور کبھی نہیں دیکھا کہ آپؑ نے ہنستے ہوئے قہقہہ لگایا ہو، بلکہ آپؑ کا قہقہہ تبسم ہی تھا اور جب آپؑ خلوت میں جاتے اور آپ کے لیے دسترخوان بچھتا تو اپنے تمام غلاموں کو دسترخوان پر بلاتے یہاں تک کہ دربان اور اپنے اصطبل کے نوکروں کے سردار کو بھی اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور آپؑ کی عادت یہ تھی کہ رات کو تھوڑا سوتے تھے اور اکثر اوّل شب سے لے کر صبح تک بیدار رہتے اور روزہ زیادہ رکھتے اور ہر مہینے کے تین روزے ہفتے کی پہلی جمعرات اور آخری جمعرات اور ہفتہ کے درمیان بدھوار کا روزہ آپؑ سے فوت نہ ہوتا اور فرماتے تھے کہ ان تین دنوں کے روزے پورے دور زمانہ کے روزوں کے برابر ہیں اور حضرت احسان کرتے اور صدقہ چھپ کر دیتے اور زیادہ آپؑ کے صدقات تاریک رات میں ہوتے، پس جو شخص یہ گمان کرے کہ اس نے فضل میں کوئی آپ کے برابر دیکھا ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو۔

اور محمد بن ابی عباد سے منقول ہے کہ حضرت امام رضاؑ گرمیوں میں چٹائی پر بیٹھتے اور سردیوں میں بھی اسی طرح کے ایک کپڑے پر اور آپ سخت اور کھردرا لباس پہنتے اور جب لوگوں کی ملاقات کے لیے آتے تو مزین لباس پہنتے تھے۔

تیسری خبر شیخ اجل احمد بن محمد برقی نے اپنے باپ سے: اس نے معمر بن خلاد سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام رضا علیہ السلام کھانا تناول فرماتے تو ایک بڑا کاسہ دستر خوان کے پاس رکھ لیتے اور ہر کھانا جو دستر خوان پر ہوتا اس کی بہترین جگہوں میں سے ایک مقدار لے لیتے اور کاسہ میں ڈالتے جاتے، پھر حکم دیتے کہ وہ مساکین میں تقسیم کر دیں۔ اس وقت اس آیت کا تلاوت کرتے "فلا اقتحم العقبه" اس آیت اور مابعد کی آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب میمنہ اور اہل بہشت عقبہ میں یعنی سخت امر اور مخالفت نفس میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہ عقبہ غلام کو آزاد کرنا ہے، غلامی سے یا طعام کھلانا ہے بھوک کے دن اس یتیم کو جو صاحب قرابت وعزیزداری ہو یا مسکین کہ جو بیچارگی اور فقر کی وجہ سے خاک نشین ہو، پس حضرت امام رضا فرماتے کہ خداوند عزوجل جانتا تھا کہ ہر شخص غلام آزاد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا پس اس نے ان کے لیے جنت میں جانے کا ایک راستہ قرار دیا ہے یعنی غلام آزاد کرنے کے مقابلہ میں کھانا کھلانا مقرر کیا ہے تا کہ ہر شخص اس کی وجہ سے جنت کا راستہ پالے اور بہشت میں چلا جائے۔

چوتھی خبر شیخ صدوق نے عیون میں روایت کی ہے حاکم ابوعلی بیہقی سے محمد بن یحییٰ صولی سے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہ جس کا نام غدر تھا بیان کیا کہ مجھے چند کنیزوں کے ساتھ کوفہ سے خریدا گیا اور میں کوفہ کی خانہ زاد تھی، پس مجھے مامون کے پاس لے گئے گویا میں اس کے گھر میں بہشت میں رہتی تھی کھانا پینا، خوشبو اور بہت سے زر و مال کے لحاظ سے، پس مجھے اس نے امام رضاؑ کو بخش دیا، جب میں ان کے گھر گئی تو وہ چیزیں مجھے نہ ملیں اور ایک عورت ہماری نگہبان تھی جو ہمیں رات کو بیدار کرتی اور نماز پڑھاتی اور یہ چیز ہم پر زیادہ سخت تھی، پس میں یہ آرزو رکھتی تھی کہ اس گھر سے باہر چلی جاؤں یہاں تک کہ آپؑ نے مجھے تمہارے دادا عبداللہ کو بخش دیا اور جب میں اس کے گھر آئی تو گویا یوں کہوں کہ میں بہشت میں داخل ہو گئی۔

صولی کہتا ہے کہ میں نے کوئی عورت اپنی اس دادی سے زیادہ عقلمند اور زیادہ سخی نہیں دیکھی اور وہ ۲۷۰ ہجری میں فوت ہوئی اور تقریباً سو سال اس کی عمر تھی۔ اس سے امام رضاؑ کے حالات پوچھتے تو وہ کہتی کہ مجھے آپؑ کے حالات میں سے کچھ یاد نہیں سوائے اس کے کہ میں دیکھتی کہ آپ عود ہندی سے مجور (دھونی) کرتے اور اس کے بعد گلاب و مشک کو کام میں لاتے اور نماز صبح اوّل وقت میں ادا کرتے پھر سر سجدہ میں رکھتے اور اس وقت تک نہ اٹھاتے جب تک کہ سورج طلوع کر کے بلند نہ ہوتا، پھر آپؑ کھڑے ہو جاتے اور لوگوں کے کاموں کے لیے بیٹھتے یا سوار ہوتے اور کوئی شخص آپؑ کے گھر میں آواز بلند نہ کرتا، ہر شخص لوگوں سے تھوڑی بات کرتا اور میرا دادا عبداللہ میری اس دادی سے برکت حاصل کرتا اور جس دن امام رضاؑ نے وہ اسے بخشی تو عبداللہ نے اسے "مدبرۃ" یعنی کہ اسے اپنی موت کے بعد آزاد قرار دیا۔ ایک دفعہ اس کا ماموں عباس بن احنف شاعر میرے دادا کے پاس آیا تو یہ کنیز اسے اچھی لگی میرے دادا سے کہنے لگا کہ یہ مجھے بخش دو، اس نے کہا یہ تو مدبرہ ہے، عباس نے یہ شعر پڑھا۔

یا غدر زین باسمك الغدر
واساء ولم یحسن بك الدهر

اے غدر غدر کو تیرے نام نے زینت بخشی اور برا کیا اور تیرے ساتھ زمانہ نے اچھا نہیں کیا کہ تیرا نام بیوفائی رکھا غالباً اس کنیز کا نام عذر تھا یعنی بیوفائی، عرب اس قسم کا نام رکھا کرتے ہیں مثلاً غادہ (دھوکہ باز) کنیزوں کے ناموں میں سے ہے۔

پانچواں خبر: نیز گزشتہ سند کے ساتھ ابوذکوان سے ابراہیم بن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپؑ سے کوئی چیز پوچھی گئی ہو اور آپؑ اسے نہ جانتے ہوں اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپؑ سے گزشتہ زمانہ سے لے کر آپؑ کے زمانہ تک کے حالات جاننے میں کوئی آپؑ سے زیادہ عالم ہو اور مامون ہر قسم کا سوال کر کے آپ کا امتحان لیتا اور آپؑ جواب دیتے آپ کی تمام باتیں، جوابات اور مثالیں سب قرآن سے ماخوذ تھیں اور آپؑ ہر تیسرے دن قرآن ختم کرتے اور فرماتے کہ اگر چاہوں تو تین دن سے کم وقت میں قرآن ختم کر سکتا ہوں لیکن میں جب بھی کسی آیت سے گزرتا ہوں تو اس میں غور و فکر کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ یہ کس چیز کے متعلق نازل ہوئی ہے اور کس وقت نازل ہوئی ہے، اس لیے تین دنوں میں ایک ختم کرتا ہوں۔

چھٹی خبر: نیز کتاب مذکور میں ابراہیم حسنی سے روایت کی ہے کہ مامون نے حضرت رضاؑ کے لیے ایک کنیز بھیجی جب اس کو حضرتؑ کے پاس لے آئے تو اس نے حضرتؑ میں بڑھاپے کے آثار اور سفید بال دیکھے تو وہ گھبرائی، حضرت نے جب اس کی اس حالت کو دیکھا تو اسے مامون کے پاس واپس بھیج دیا اور یہ اشعار بھی لکھ بھیجے۔

نعی نفسی الی نفس المشیب
وعند الشیب یتعظ اللبیب
فقد ولی الشباب الی مداہ
فلست ارلی مواضعه یتوب
سابکیه واندبه طویلا
وادعوہ الیّ عسی یجیب
وهیهات الذی قدفات منه
تمدینی به النفس الکذوب
وراع الغانیات بیاض راسی
ومن مد البقاء له یشیب

اری البیض الحسان یحدن عنی
وفی ھجراتھن لنا نصیب
فان یکن الشباب مضی حبیباً
فان الشیب ایضاً لی حبیب
ساصحبہ بتقوی اللہ حتی
یفرق بیننا الاجل القریب

یعنی بڑھاپا اور بالوں کی سفیدی نے مجھے موت کی خبر دی ہے اور بڑھاپے سے عقلمند نصیحت حاصل کرتا ہے بیشک جوانی نے اپنے انتہا کی طرف پشت پھیری ہے پس میں نہیں سمجھتا کہ اپنی جگہ کی طرف وہ پلٹ کے آئے گی قریب ہے کہ میں اپنی جوانی پہ گریہ کروں اور طویل زمانہ تک اس پر نوحہ وزاری کروں اور اسے اپنی طرف بلاؤں شاید کہ وہ مجھے جواب دے یہ کہہ کر کہ ہیہات جو جوانی ہاتھ سے نکل گئی وہ پلٹ کر نہیں آئے گی، جھوٹی امید دلانے والا نفس مجھے اس کی آرزو وتمنا میں ڈالتا ہے اور ڈرایا بہکایا ہے حسین وجمیل عورتوں کو میرے سر کی سفیدی نے اور جو شخص دیر تک رہے اور اس کی بقاء میں طول ہو جائے وہ بوڑھا ہو جاتا ہے میں دیکھتا ہوں کہ سفید رنگ کی عمدہ عورتیں مجھ سے کنارہ کشی کرتی ہیں اور ان کی جدائی میں میرا حصہ ہے، پس اگر جوانی چلی گئی باوجود وہ مجھے محبوب وپسند تھی تو بڑھاپا بھی مجھے محبوب ہے۔قریب ہے کہ میں اس کا ساتھ دوں تقویٰ الٰہی کے ساتھ یہاں تک کہ اجل قریب ہم میں جدائی ڈال دے، مولف کہتا ہے کہ شیخ نظامی نے بھی چند شعر اس مضمون کے کہے ہیں کہ جن کا ذکر یہاں نامناسب نہیں۔کہتے ہیں

جوانے گفت پیر را چہ تدبیر
کہ یار از من گریزد چوں شوم پیر
جوابش داد پیر نغز گفتار
کہ در پیری تو ہم بگریزی از یار
برآں سرکاسمان سیماب ریزد
چو سیماب از ہمہ شادی گریزد

ساتویں خبر: شیخ کلینی نے الیسع بن حمزہ قمی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی مجلس میں تھا آپؑ سے باتیں کر رہا تھا اور آپؑ کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے اور حلال وحرام کے متعلق آپؑ سے سوال کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص بلند قامت گندم گوں اس مجلس میں داخل ہوا، پس اس نے کہا السلام علیک یا بن رسول اللہ فرزند رسول سلام عرض ہے۔ میں آپؑ کے اور آپؑ کے آباؤ اجداد کے دوستوں میں سے ہوں حج سے واپس آ رہا ہوں اور میرا ساز وسامان گم ہو گیا ہے اب میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ ایک منزل تک اپنے آپ کو پہنچا سکوں، پس اگر آپ کوئی تدبیر کرتے تو مجھے اپنے شہر کے راستہ پر ڈال دیتے اور خداوند عالم نے مجھ پر بہت احسان کر رکھا ہے اور نعمت دی ہے یعنی میں اپنے گاؤں میں تونگر و مالدار ہوں، پس جب میں اپنے شہر میں پہنچ جاؤں گا تو آپ کی طرف سے صدقہ کر دوں گا جو کچھ کہ آپ مجھے دیں گے، کیوں کہ میں فقیر اور مستحق صدقہ نہیں ہوں۔

حضرت نے اس سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ خدا تم پر رحمت کرے، پھر لوگوں کی طرف رخ کیا اور ان سے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ لوگ منتشر ہو گئے، اور جو باقی رہ گئے وہ مرد خراسانی و سلیمان جعفری وخیثمہ تھے پھر آپؑ نے فرمایا لوگو اجازت دیتے ہو کہ میں اپنے گھر کے اندر چلا جاؤں، پس سلیمان نے کہا کہ خداوند عالم آپؑ کے معاملہ کو درست کرے، پس آپؑ اٹھ کر حجرہ کے اندر گئے اور کچھ دیر وہیں رہے پھر باہر آئے اور دروازہ بند کر دیا، دروازے کے اوپر سے ہاتھ نکالا اور فرمایا کہ خراسانی کہاں ہے اس نے عرض کیا کہ میں یہاں حاضر ہوں، فرمایا یہ دو سو اشرفیاں لے لو اور ان سے اپنے اخراجات پورے کرو اور برکت حاصل کرو اور میری طرف سے صدقہ بھی دینا اور باہر چلے جاؤ تاکہ میں تمہیں نہ دیکھوں اور تم مجھے نہ دیکھو اس کے چلے جانے کے بعد آپؑ باہر آئے تو سلیمان نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں آپ نے عطائے وافر سے اسے نوازا ہے اور رحم وکرم فرمایا ہے پھر آپؑ نے اپنا چہرہ کو اس سے کیوں چھپایا ہے۔

فرمایا اس خوف سے کہ میں سوال کی ذلت اس کے چہرے پر نہ دیکھوں اس وجہ سے کہ اس کی حاجت پوری کی ہے کیا تو نے رسولؐ خدا کی یہ حدیث نہیں سنی کہ نیکی کو چھپا کر کرنے والا ستر حج کے برابر ہے، یعنی اس کا عمل اور بدی کو ظاہر کرنے والا مخذول ہے اور کی امداد نہیں ہوتی اور اس کو چھپانے والا بخش دیا جاتا ہے کیا تم نے پہلے شاعر کا کلام نہیں سنا متی آته یوماً اُطالب حاجة رجعتُ الی اهلی ووجهی بمائه اس کا ماحصل یہ ہے کہ میرا ممدوح وہ شخص ہے کہ اگر کسی دن میں کوئی حاجت لے کر اس کے پاس جاؤں تو میں اپنے اہل وعیال کی طرف اس حالت میں واپس آتا ہوں کہ میری آبرو اپنی جگہ پر باقی ہوتی ہے اس طرح مجھ سے برتاؤ کرتا ہے کہ میں ذلت سوال میں گرفتار نہیں ہوتا۔

مولف کہتا ہے کہ ابن آشوب مناقب میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت نے خراسان میں عرفہ ایک دن اپنا تمام مال بخش دیا، فضل بن سہل نے کہا کہ یہ غرامت (چٹی) ہے، فرمایا بلکہ غنیمت ہے، پھر فرمایا غرامت شمار نہ کرو اس چیز کو کہ جس سے اجر وکرامت کے طلب گار ہو۔انتھی

واضح ہو کہ حضرت امام رضاء علیہ السلام سے متوسل ہونا سفر بری یا بحری میں سلامتی کے لیے اور اپنے وطن پہنچنے اور غم واندوہ غربت سے چھٹکارا پانے کے لیے نفع مند ہے اور حضرت صادقؑ کے کلام میں گزر چکا ہے کہ آپؑ نے حضرتؑ کو دادرس وفریادرس امت

کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور حضرت کی زیارت میں ہے السلام علی غوث الھفان ومن صارته به ارض و فراسان خراسان بیچارہ لوگوں کے فریادرس اور وہ شخص کہ جس کی وجہ سے خراسان کی زمین محل خورشید ہوئی آپؑ پر سلام یہ معنی حموی نے معجم میں خراسان کا کیا ہے۔

آٹھویں خبر: ابن شہر آشوب نے موسیٰ بن سیار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام رضاؑ کے ساتھ تھا اور آپؑ طوس شہر کی دیواروں کے قریب پہنچ چکے تھے اچانک میں نے شیون وفغان وگریہ ونالہ کی آواز سنی، پس میں اس آواز کے پیچھے گیا اچانک ہم نے ایک جنازہ دیکھا جب میری نگاہ جنازہ پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ میرے سید وسردار نے پاؤں رکاب سے نکالے اور پیادہ ہو گئے اور جنازہ کے قریب گئے اور اسے اٹھایا اور خود کو جنازہ کے ساتھ ملا دیا جس طرح بکری کے نوزائیدہ بچے کو اس کی ماں کے ساتھ چسپاں کرتے ہیں، پھر آپؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے موسیٰ بن سیار جو ہمارے دوستوں میں سے کسی دوست کی تشیع جنازہ کرے تو وہ گناہوں سے اس دن کی طرح باہر آجاتا ہے کہ جس دن وہ ماں کے شکم سے پیدا ہوا تھا کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں تھا اور جب اس جنازہ کو قبر کے پاس زمین پر رکھا گیا تو میں نے اپنے آقا امام رضاؑ کو دیکھا کہ وہ میت کے طرف گئے اور لوگوں کو ہٹایا اور خود کو جنازہ کے قریب پہنچایا اور اس کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے فلاں بن فلاں تجھے بشارت ہو جنت کی۔ اس وقت کے بعد پھر تمہارے لیے کوئی وحشت وخوف نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں کیا آپؑ اس شخص میت کو پہچانتے ہیں حالانکہ خدا کی قسم آپؑ نے زمین کی اس جگہ کو نہ دیکھا ہے اور آپؑ یہاں آئے ہیں۔

فرمایا اے موسیٰ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم گروہ آئمہ کے سامنے ہر صبح وشام ہمارے شیعوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں پس اگر کوئی کوتاہی وتقصیر ان کے کے اعمال میں دیکھتے ہیں تو خداوند عالم سے خواہش کرتے ہیں کہ اسے معاف کردے اور اگر کوئی اچھا کام ان سے دیکھتے ہیں تو خدا سے شکر یعنی اس کی جزا کا سوال کرتے ہیں، بجالاتے ہیں۔

نویں خبر: شیخ کلینی نے سلیمان جعفری سے روایت کی ہے کہ میں ایک کام کے سلسلہ میں حضرت امام رضاؑ کے ساتھ تھا جب میں نے چاہا کہ اپنے گھر کی طرف واپس جاؤں تو فرمایا میرے ساتھ واپس چلو اور آج رات میرے پاس رہو تو میں حضرتؑ کے ساتھ گیا پس حضرتؑ غروب آفتاب کے وقت گھر میں داخل ہوئے اور آپؑ نے اپنے غلاموں کو دیکھا کہ وہ گارا بنانے میں مشغول ہیں گھوڑوں کی جگہ بنانے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے، اچانک آپؑ نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ شخص بھی ان کے ساتھ ہے جو کہ ان میں سے نہیں تھا۔

آپؑ نے فرمایا اس کا تمہارے ساتھ کیا کام ہے وہ کہنے لگے یہ ہماری مدد کرے گا اور ساتھ دے گا اور ہم اس کی کچھ مدد کریں گے، فرمایا اس کی مزدوری کی بات کر لی تھی کہنے لگے کہ نہیں یہ شخص راضی ہو جائے گا جو کچھ کہ ہم نے اسے دے دیا، پس

حضرتؑ ان کی طرف مڑے اور انہیں تازیانے سے مارا اور اس کام پر بہت سخت غضب ناک ہوئے۔

میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ خود کو کیوں اذیت و تکلیف میں ڈال رہے ہیں، فرمایا میں نے بارہا انہیں اس کام سے منع کیا ہے اور یہ کہ کوئی ان کے ساتھ کام نہ کرے گا، مگر یہ کہ پہلے اس سے مزدوری طے کر لیں، جان لو کہ کوئی ایسا نہیں کہ جو تیرا کام طے کیے بغیر کرے اور تو اسے اس کی مزدوری سے تین گنا دے، مگر وہ گمان کرے گا کہ تو نے اسے کم مزدوری دی ہے اور اگر اس کے ساتھ طے کر لو اور اسے پوری مزدوری دے دو تو وہ تمہاری تعریف کرے گا کہ تم نے وعدہ وفائی کی ہے اور اگر اس کی مزدوری سے ایک دانہ بھی زیادہ دیا تو اسے احسان سمجھے گا اور اس اضافے کو مدنظر رکھے گا۔

نیز یاسر خادم نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام خلوت میں بیٹھتے تو اپنے سب خدم و حشم چھوٹے بڑے کو اکٹھا کرتے اور ان سے بیٹھ کر باتیں کرتے اور ان سے محبت سے پیش آتے اور حضرت اس طرح تھے کہ جب دستر خوان پر بیٹھتے تو کسی چھوٹے بڑے کو نہ رہنے دیتے یہاں تک کے اصطبل کا سائیس اور حجام کو، مگر یہ کہ اسے اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھاتے اور یاسر کہتا ہے کہ ہم سے حضرتؑ نے فرمایا ہوا تھا کہ اگر میں تمہارے سر پر آ کھڑا ہوں جب کہ تم کھانا کھا رہے ہو تو فارغ ہونے سے پہلے کھڑے نہ ہو اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم میں سے کسی کو آپؑ بلاتے اور کہا جاتا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے تو فرماتے فارغ ہونے تک اسے رہنے دو۔

دسویں خبر: شیخ کلینی نے اہل میں سے ایک شخص سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں خراسان کے سفر میں آپؑ کے ساتھ تھا پس ایک دن آپؑ نے اپنا دستر خوان منگوایا اور اس پر اپنے تمام غلاموں کو اکٹھا کیا، حبشیوں اور دوسروں کو، میں نے عرض کیا قربان جاؤں کاش آپؑ نے ان کا دستر خوان الگ کر دیا ہوتا، فرمایا خاموش رہو ہم سب کا پروردگار ایک ہے اور ہمارے ماں باپ ایک ہیں اور جزا کا دارومدار اعمال پر ہے۔

مولف کہتا ہے کہ اس طرح تھی آپؑ کی حالت فقراء و رعایا کے ساتھ، لیکن جب فضل بن سہل ذوالریاستین حضرتؑ کی خدمت میں آیا تو ایک گھنٹہ تک کھڑا رہا یہاں تک کہ حضرتؑ نے اس کی طرف سر بلند کر کے فرمایا کیا کام ہے، عرض کیا اے میرے آقا یہ نوشتہ ہے جو امیر المومنین یعنی مامون نے میرے بیٹے کے لیے لکھا ہے اور اس نے کتاب حبوہ کی طرف اشارہ کیا جو مامون نے اسے عطاء کی تھی اور اس میں وہ کچھ تھا جو اس نے مامون سے خواہش کی تھی مال و املاک و سلطنت میں سے اور عرض کیا آپؑ زیادہ حق رکھتے ہیں مامون سے اس طرح کی عطا کے جو مامون نے کی ہے، کیونکہ آپؑ ولی عہد مسلمین ہیں، حضرت نے فرمایا کہ اسے پڑھو اور وہ کتاب بڑی جلد میں تھی، پس وہ مسلسل کھڑا رہا اور پڑھتا رہا جب وہ پڑھنے سے فارغ ہوا تو حضرت نے فرمایا فضل ولك علينا هذا اما اتقيت الله عزوجلّ یعنی اے فضل تیرے لیے ہے تم پر یہ نوشتہ جب تک تو مخالفت خداوند عزوجل سے پرہیز کرے۔ غرض یہ کہ آپؑ نے فضل کو بیٹھنے کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ وہ باہر چلا گیا۔

گیارہویں خبر: شیخ صدوق نے جابر بن ابی ضحاک سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مامون نے ہمیں بھیجا تا کہ ہم امام رضا

علیہ السلام کو مدینہ سے مرد لے آئیں اور مجھے حکم دیا کہ آپؑ کو بصرہ واہواز وفارس کے راستہ سے لے کر آؤں اور قم کے رستہ نہ لے آؤں اور یہ بھی حکم دیا کہ حضرتؑ کی رات دن حفاظت کروں یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچادوں، پس میں حضرتؑ کی خدمت میں تھا مدینہ سے مرو تک خدا کی قسم میں نے کوئی شخص حضرتؑ کی طرح تمام اوقات میں کثرت ذکر خدا اور شدت خوف الٰہی میں نہیں دیکھا اور حضرت کی عادت اس طرح تھی کہ جب صبح ہوتی تو صبح کی نماز ادا کرتے اور نماز کے سلام کے بعد اپنے مصلّی پر بیٹھ جاتے اور مسلسل تسبیح و تحمید وتکبیر وتہلیل خدا پڑھتے اور صلوات رسولؐ وآلؑ پر بھیجتے رہتے، یہاں تک کہ سورج نکل آتا اس کے بعد سجدہ میں جاتے اور سجدہ میں اتنا طول دیتے کہ دن چڑھ آتا پھر آپؑ پھر سر سجدہ سے اٹھاتے اور لوگوں سے گفتگو کرتے اور انہیں موعظ فرماتے سورج کے ڈھلنے کے قریب تک، اس کے بعد تجدید وضو کرتے اور اپنے مصلّی کی طرف پلٹ جاتے اور جب زوال ہوجاتا تو کھڑے ہو کر چھ رکعت نماز نافلہ پڑھتے اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ "قُل یا ایہا الکافرون" اور دوسری رکعت میں باقی چار رکعتوں میں حمد کے بعد "قل ھو اللہ ھو احد" پڑھتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھرتے اور دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے قرائت کے بعد قنوت پڑھتے اور جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہوجاتے تو کھڑے ہو کر نماز کی اذان کہتے اور اذان کے بعد باقی دو رکعت نافلہ بجالاتے اس کے بعد اقامت نماز کہتے اور نماز ظہر شروع کرتے، جب سلام نماز کہتے تو تسبیح وتحمید وتکبیر وتہلیل خدا کہتے جتنا خدا چاہتا۔ پھر سجدہ شکر بجالاتے اور سجدہ میں سو مرتبہ کہتے "شکراً للہ" پھر سر اٹھاتے اور نافلہ عصر کے لیے کھڑے ہوتے، پس چھ رکعت نافلہ عصر بجالاتے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ "قُل ھُو اللہ احد" پڑھتے اور ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے اور سلام کہتے اور جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو نماز عصر کی اذان کہتے پھر باقی دو رکعت نافلہ قنوت کے ساتھ پڑھتے، پھر اقامت کہہ کر نماز عصر شروع کرتے اور جب سلام پھیرتے تو تسبیح وتحمید وتہلیل خدا کو جتنا چاہتے سجدہ میں جاکر سو دفعہ کہتے "الحمد للہ" اور جب دن آخر کو پہنچتا اور سورج غروب ہوتا تو سورج غروب ہوتا تو آپؑ وضو کرتے اور اذان واقامت کہہ کر تین رکعت نماز مغرب بجالاتے اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے اور قرائت کے بعد قنوت پڑھتے اور جب سلام نماز دیتے تو اپنے مصلّی سے حرکت نہ کرتے اور تسبیح وتحمید وتکبیر وتہلیل کہتے جتنا خدا چاہتا، پھر سجدہ شکر بجالاتے پس سر سجدہ سے اٹھاتے اور کسی سے بات نہ کرتے یہاں تک کہ کھڑے ہو کر چار رکعت نافلہ دو سلام اور قنوت کے ساتھ بجالاتے اور ان چار رکعتوں میں پہلی رکعت میں "الحمد و قُل یا ایہاالکافرون" اور دوسری میں الحمد اور توحید پڑھتے اور جب ان چار رکعتوں سے فارغ ہوجاتے تو بیٹھ کر تعقیبات پڑھتے جتنا خدا چاہتا، پس افطار کرتے اس کے بعد تقریباً ثلث رات تک رُکے رہتے پھر کھڑے ہو کر چار رکعت نماز عشاء دوسری رکعت میں قنوت کے ساتھ پڑھتے اور سلام کے بعد اپنے مُصلے پر بیٹھ جاتے اور ذکر خدا بجالاتے جتنا خدا چاہتا، تسبیح وتحمید وتکبیر وتہلیل کہتے اور تعقیب کے بعد سجدہ شکر بجالاتے، پھر اپنے بستر پر چلے جاتے اور جب رات کا آخری ثلث باقی رہ جاتا تو بستر سے اٹھتے درآنحالے کہ تسبیح وتحمید وتکبیر وتہلیل اور استغفار میں مشغول ہوتے، پس مسواک کرتے اور وضو کر کے آٹھ نماز تہجد میں مشغول ہوتے اس طریقہ پر ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے اور پہلی رکعت میں الحمد اور تیس مرتبہ "قل ھو اللہ احد" پڑھتے اور ان دو رکعتوں کے بعد چار رکعت نماز جعفر طیار بجالاتے اور اسے نماز شب میں حساب

کرتے جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو دو رکعت اور پڑھتے، پہلی رکعت میں الحمد اور سورہ تبارک الملک اور دوسری میں الحمد کے بعد سورہ "هل اتی علی الانسان" پڑھتے اور جب سلام پھیرتے تو دو رکعت نماز شفع بجالاتے ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین مرتبہ قل هو الله احد پڑھتے اور دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے اور جب نماز شفع سے فارغ ہوتے تو کھڑے ہو جاتے اور ایک رکعت وتر بجالاتے اور اس رکعت میں حمد کے بعد تین مرتبہ "قل هو الله احد" پڑھتے اور ایک دفعہ "قل اعوذ برب الفلق" اور ایک دفعہ "قل اعوذ برب الناس" پڑھتے پھر قنوت پڑھنا شروع کرتے اور قنوت میں پڑھتے، اللهم صل علی محمد وآل محمد اللهم اهدنا فيمن هديت وعافنا فيمن عافيت و تولنا فيمن توليت و بارك لنا فيمن اعطيت وقنا شر ما قضيت فانك تقضي عليك انه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت تباركت ربنا و تعاليت، پھر ستر دفعہ کہتے "استغفر الله واسئلهُ التوبة" جب سلام پھرتے تو تعقیبات پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتے اور جب صبح صادق نزدیک ہوتی تو دو رکعت میں حمد و توحید پڑھتے اور جب طلوع فجر ہوتا تو اذان و اقامت کہتے اور دو رکعت نماز فریضہ واجب صبح بجالاتے، جب سلام کہتے تو سورج نکلنے تک تعقیبات پڑھتے رہتے پھر سجدہ شکر بجالاتے اور انہیں اتنا طول دیتے کہ دن چڑھ آتا۔

اور آنجناب کی عادت یہ تھی کہ تمام واجب یومیہ نمازوں میں پہلی رکعت میں "الحمد اور انا انزلنا" اور دوسری رکعت میں الحمد قل هو الله احد پڑھتے مگر جمعہ کے دن صبح ظہر و عصر کی پہلی رکعت میں الحمد اور سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں الحمد اور "هل اتی علی الانسان" اور دوسری رکعت میں الحمد اور "هل اتيك حديث الغاشية" بلند آواز کے ساتھ پڑھتے نماز مغرب وعشاء و نماز تہجد و شفع و وتر اور نماز صبح کی قرآئت کو اور آہستہ قرآئت کرتے، نماز ظہر و عصر میں اور چار رکعتیں نمازوں کی آخری دو رکعتوں میں تین مرتبہ سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر پڑھتے اور تمام نمازوں کے قنوت میں رب اغفر وارحم و تجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاجل والا كرم پڑھتے اور جس شہر میں دس دن رہنے کا قصد کرتے تو دن کو روزہ رکھتے اور جب رات ہوتی تو نماز کی ابتدا کرتے افطار کرنے سے پہلے اور درمیان راہ جہاں مقیم نہ ہوتے تو واجبی نمازیں دو دو رکعت پڑھتے سوائے مغرب کے کہ وہی تین رکعتیں بجالاتے اور نافلہ مغرب و نماز تہجد و شفع و وتر اور دو رکعت نافلہ صبح کو ترک نہ کرتے نہ سفر میں اور نہ ہی حضر میں، البتہ دن کے نوافل سفر میں ترک کر دیتے اور ہر قصر نماز کے بعد جو کہ ظہر و عصر وعشاء ہیں تین مرتبہ "سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر" کہتے اور فرماتے کہ نماز کی تکمیل و تمامیت کے لیے ہے اور میں نے آپ کو نماز عید الضحیٰ سفر و حضر میں پڑھتے نہیں دیکھا اور سفر میں کوئی روزہ نہیں رکھتے تھے اور آپ کی عادت یہ تھی کہ دعا کرنے سے پہلے صلوات رسول اور آل رسول علیہم السلام پر بھیجتے اور یہ عمل نماز اور غیر نماز میں بہت کرتے اور رات کو جب بستر پر لیٹتے تو تلاوت قرآن زیادہ کرتے اور جب گزرتے کسی ایسی آیت سے کہ جس میں بہشت یا جہنم کا تذکرہ ہوتا تو گریہ کرتے اور خدا سے جنت کا سوال کرتے اور جہنم سے پناہ مانگتے اور اپنی تمام شب و روز کی تمام نمازوں میں بسم اللہ بلند آواز سے کہتے، اور جب قل ھو اللہ احد کی تلاوت کرتے تو اس آیت کے بعد اللہ احد کہتے اور جب اس سورہ سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ كذلك الله ربنا کہتے اور جب قل یاایها الکافرون پڑھتے تو آہستہ سے یا ایها

لا کافرون کہتے اور جب اس سورہ سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ ربی اللہ و دینی الاسلام کہتے اور جب سورہ والتین والزیتون کی تلاوت کرتے تو اس سے فراغت کے بعد کہتے "سبحانك اللهم بلی" اور سورہ جمعہ کی قرائت کرتے تو قل ما عند اللہ خیر من اللھو و من التجارۃ کے بعد یہ کہے للذین اتقو پھر کہتے واللہ خیر الرازقین اور جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو کہتے الحمد للہ رب العلمین اور جب سبح اسم ربك الاعلی پڑھتے تو آہستہ سے کہتے سبحان ربی الاعلی اور جب قرآن میں یاایھا الذین امنو کی تلاوت کرتے تو آہستہ سے کہتے لبیك اللھم لبیك اور آپؑ کسی شہر میں وارد نہیں ہوتے تھے مگر یہ کہ لوگ آپ کا قصد کرتے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جب آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے تو اپنے معالم دین کے متعلق سوال کرے اور حضرت انہیں جواب دیتے اور ان سے بہت سی احادیث بیان کرتے جو کہ مروی ہوتیں آپؑ کے والد واجداد سے امیرالمومنین سے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور جب میں حضرت کو مامون کے پاس لے گیا اور اس نے آپ کے راستہ کے حالات مجھ سے پوچھے تو میں نے اسے خبر دی ان چیزوں کے متعلق جو میں نے آپؑ میں دیکھی تھیں رات و دن اور سفر و حضر کے اوقات میں۔

پس مامون کہنے لگا ہاں بیشک اے ابوضحاک علیؑ بن موسیٰؑ بہترین اہل زمین اور ان سے زیادہ عالم اور زیادہ عابد ہے لیکن جو کچھ تو ان سے دیکھا ہے لوگوں کو اس کی خبر نہ کرنا اس وجہ سے کہ میں چاہتا ہوں کہ انہیں بلند کروں اور ان کی قدر و منزلت کو اونچا کروں تمام حدیث شد حدیث شریف۔

علامہ مجلسی نے بحار میں نقل فرمایا ہے کہ یہ دعا امام رضا علیہ السلام کی اس وقت کی ہے کہ جب مامون آپؑ پر غضب ناک ہوا اور اس دعا کے پڑھنے کے بعد اسکا غصہ ساکن ہو گیا۔

باللہ استفتح وباللہ استنجح وبمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ توجہ اللھم سھل لی حزونۃ امری کلہ ویسر لی صعوبتہ انك تمحو ماتشاء و تثبت وعندك ام لکتاب

اور نقل فرمایا ہے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے کہ کبھی میں مہموم و مغموم نہیں ہوا کسی امر کے لیے اور مجھ پر میری معاش تنگ نہیں ہوئی اور کسی شجاع حریف کے مدمقابل نہیں ہوا، لیکن یہ دعا پڑھی اور خداوند عالم نے میرے ہم و غم کو دور کیا اور مجھے دشمن پر نصرت دی اور جان لو کہ حضرتؑ کی تسبیح ہر ماہ کی دس اور گیارہ کے دن کی ہے اور وہ تسبیح یہ ہے۔

سبحان خالق النور سبحان خالق الظلمۃ سبحان خالق المیاہ سبحان خالق السمٰوٰت سبحان خالق الارضین سبحان خالق الر یاح والنسمات سبحان خالق الحیوۃ والموت سبحان خالق الثری والفلوات سبحان اللہ وبحمدہٖ

فقیر کہتا ہے کہ بعد کی فصل میں بہت سے مناقب و مکارم اخلاق حضرت امام رضا علیہ آلاف التحیہ والثناء والتسلیم بھی ذکر ہوں گے۔ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

تیسری فصل

حضرت امام رضا علیہ السلام کے دلائل و معجزات

اور ہم چند معجزات پر اکتفاء کرتے ہیں کہ جن میں سے پہلے دس معجزہ عیون اخبار سے ہیں۔

پہلا معجزہ! محمد بن داود سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور میرا بھائی حضرت رضاؑ کے پاس تھے کہ کوئی شخص آیا اور اس نے خبر دی کہ محمد بن جعفر کی ٹھوڑی باندھ دی گئی ہے یعنی وہ مر گیا ہے۔

پس حضرتؑ گئے اور ہم بھی آپؑ کے ساتھ گئے ہم نے دیکھا کہ اس کے جبڑے باندھ دیے گئے ہیں اور اسحاق بن جعفر اور اس کے بیٹے گروہ اور آل ابوطالب گریہ کر رہے ہیں، حضرت ابوالحسنؑ اس کے سرہانے جا بیٹھے اور اس کے چہرہ پر نگاہ کر کے تبسم فرمایا، اہل مجلس کو برا لگا بعض اہل مجلس کہنے لگے کہ یہ تبسم اپنے چچا کی موت کی خوشی میں کیا ہے۔

راوی کہتا ہے پس حضرت کھڑے ہو گئے اور باہر چلے آئے اور مسجد میں آ کر نماز ادا کی ہم نے کہا آپؑ پر قربان جائیں آپؑ کے بارے میں ہم نے جو کچھ سنا وہ برا معلوم ہوا جب کہ آپؑ نے تبسم کیا۔

فرمایا مجھے اسحاق کے رونے پر تعجب ہوا، حالانکہ بخدا وہ محمد سے پہلے مرے گا اور محمد اس پر گریہ کرے گا، راوی کہتا ہے پس محمد اس بیماری سے اٹھ کھڑا ہوا اور اسحاق مر گیا۔

نیز یحییٰ بن محمد بن جعفر علیہ السلام سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے والد سخت بیمار ہوئے اور امام رضا علیہ السلام ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور میرا چچا اسحاق بیٹھ کر رونے لگا اور سخت جزع و فزع کر رہا تھا یحییٰ کہتا ہے کہ امام رضاؑ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا تیرا چچا کیوں رو رہا ہے میں نے عرض کیا وہ اس حالت سے ڈر رہا ہے کہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا غم نہ کرو اسحاق عنقریب تیرے باپ سے پہلے فوت ہوگا، یحییٰ کہتا ہے کہ میرا باپ تندرست ہو گیا اور اسحاق فوت ہو گیا۔

دوسرا معجزہ! علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن عبداللہ برقی روایت کرتا ہے اپنے باپ سے احمد بن عبداللہ سے اس کے باپ سے حسین بن موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام سے وہ کہتا ہے کہ ہم ابوالحسن رضا علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور ہم بنی ہاشم میں سے چند نوجوان تھے کہ جعفر بن عمر علوی ہمارے قریب سے گزرا اور وہ پرانی ہیئت میں تھا یعنی اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور خراب

حالت میں تھا ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اس کی ہیبت پر ہنسے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب اسے دیکھو گے مال اور اس کے بہت سے تابعین ہوں گے پس ایک ماہ یا اس کے قریب ہی گزرا تھا کہ وہ مدینہ کا والی ہو گیا اور اس کی حالت اچھی ہو گئی، وہ ہمارے قریب سے گزرتا اور اس کے ساتھ خواجہ سرا اور خدم وحشم ہوتے تھے اور یہ جعفر بن محمد بن عمر بن حسن بن علی بن عمر بن علی بن الحسین علیہم السلام تھا۔

تیسرا معجزہ! ابو حبیب بناجی سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا بناج میں تشریف لائے ہیں اور اس مسجد میں کہ حاجی ہر سال جس میں آ کر ٹھہرتے تھے نزول اجلال فرمایا ہے، گویا میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپؐ کو سلام کیا ہے اور میں آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا ہوں اور میں نے دیکھا کہ آپؐ کے سامنے ایک طبق ہے مدینہ کے کھجوروں کے پتوں کا بنا ہوا اور اس میں صیحانی خرمے ہیں آپؐ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر مجھے دیئے، میں نے شمار کیا تو اٹھارہ دانے تھے پس میں نے اس طرح تاویل کی کہ میں خرموں کی تعداد کے برابر یعنی اٹھارہ سال زندہ رہوں گا اور جب اس خواب کو بیس دن گزر گئے تو میں اپنی زمین میں تھا کہ جس کو زراعت کے لئے درست کر رہا تھا کسی نے آ کر امام رضا علیہ السلام کے آنے کی اطلاع دی کہ آپؑ اس مسجد میں تشریف فرما ہیں اور مدینہ سے آئے ہیں اور لوگ ان کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں پس میں آیا تو دیکھا کہ آپؑ اسی جگہ بیٹھے ہیں کہ جہاں میرا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور آپؑ کے نیچے ایک چٹائی تھی کہ جس طرح حضورؐ کے نیچے تھی اور آپؑ کے سامنے کھجوروں کے پتوں سے بنا ہوا ایک طبق تھا اور اس میں صیحانی خرمے تھے میں نے سلام کیا اور آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور مجھے قریب بلایا اور خرمے مٹھی بھر کر مجھے دیئے، میں نے شمار کیے تو اسی تعداد میں تھے کہ جتنے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ سلم نے دیئے تھے میں نے عرض کیا فرزند رسول کچھ زیادہ دیجئے فرمایا اگر رسول خدا اس زیادہ دیتے تو ہم بھی دیتے۔

چوتھا معجزہ! روایت کی ہے احمد بن علی بن حسین ثالثی نے ابو عبداللہ بن عبدالرحمن معروف بصفوانی سے وہ کہتا ہے کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان کی طرف روانہ ہوا اور ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک شخص کو انہوں نے پکڑ لیا کہ جسے وہ مالدار سمجھتے تھے، وہ ایک مدت تک ان کے قبضہ میں رہا اسے وہ عذاب اور تکلیف پہنچاتے رہے تا کہ وہ اپنا فدیہ دے کر چھٹکارا حاصل کرے، ایک تکلیف ان میں سے اسے یہ دی کہ برف پر اسے کھڑا کیا اور اس کا منہ برف سے بھر دیا، پس ان کی ایک عورت کو اس پر رحم آیا، اس نے اسے رہا کر دیا اور وہ وہاں سے بھاگ آیا، پس اس کے منہ اور زبان خراب ہو گئے اور وہ بات نہیں کر سکتا تھا وہ خراسان میں آیا اور اس نے امام رضاء علیہ السلام کی خبر سنی اور یہ کہ وہ جناب نیشاپور میں ہیں۔ پس اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ گویا کوئی اس سے کہہ رہا ہے کہ فرزند رسول خراسان میں تشریف فرما ہیں اپنی بیماری کا علاج ان سے پوچھ لے ہو سکتا ہے کہ وہ تجھے ایسی دعا بتائیں جو تیرے لیے نفع ہو وہ کہتا ہے کہ میں نے عالم خواب میں ہی دیکھا کہ میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور جو مصیبت مجھ پر آئی تھی میں نے اس کی شکایت کی اور اپنی بیماری بتائی تو مجھ سے فرمایا زیرہ اور نمک لے کر اسے کوٹ لو اور اسے منہ میں رکھو، دو تین مرتبہ

ایسا کرو تو صحت وعافیت پاؤ گے۔

پس وہ شخص خواب سے بیدار ہوا، لیکن اس نے اس خواب پر غور نہ کیا جو اس نے دیکھا تھا اور نہ اس میں اہتمام کیا یہاں تک کہ وہ نیشاپور کے دروازے پر پہنچا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ امام رضا علیہ السلام نے نیشاپور سے کوچ کیا ہے اور رباط سعد میں ہیں۔ اس شخص کے دل میں آیا کہ حضرت کی خدمت میں جائے اور اپنا واقعہ ان سے بیان کرے شاید آپ کوئی ایسی دوا بتا دیں جو فائدہ مند ہو۔

پس وہ رباط سعد میں آیا اور حضرت کی بارگاہ میں گیا اور کہنے لگا "اے فرزند رسولؐ میرا واقعہ اس طرح ہے اور میرا منہ اور زبان خراب ہو گئے ہیں اور میں بڑی مشکل سے بات کر سکتا ہوں، پس مجھے کوئی ایسی دوا بتایئے کہ جس سے مجھے فائدہ ہو"

فرمایا کیا میں نے تمہیں عالم خواب میں دوا بتائی نہیں؟ جاؤ اور جو کچھ میں نے تمہیں خواب میں بتایا اس پر عمل کرو۔ اس شخص نے عرض کیا فرزند رسولؐ اگر آپ توجہ فرمائیں ایک دفعہ دوبارہ ارشاد ہو جائے فرمایا تھوڑا سا زیرہ سعتر اور نمک لے لو اور انہیں کوٹ کر منہ میں رکھو دو دفعہ یا تین دفعہ عنقریب صحت وعافیت پاؤ گے۔ اس شخص نے اس پر عمل کیا اور صحت یاب ہو گیا۔

پانچواں معجزہ: ریان بن الصلت سے روایت ہے کہ جس وقت میں نے عراق کا قصد کیا اور ارادہ کیا کہ امام رضا علیہ السلام سے رخصت ہوں تو میرے دل میں تھا کہ جب آپؑ سے رخصت ہوں گا تو اس سے ان کے بدن کے کپڑوں میں سے ایک پیراہن مانگوں گا تا کہ مجھے اس میں دفن کریں اور ان کے مال میں سے چند درہم کی خواہش کروں گا اور بیٹیوں کے لیے ان سے انگوٹھیاں بنواؤں گا جب میں آپ سے رخصت ہوا تو آپ فراق میں گریہ واندوہ نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں بھول گیا کہ وہ چیزیں آپؑ سے مانگتا۔ جب میں باہر آیا تو آپؑ نے مجھے آواز دی "اے ریان واپس آؤ" میں واپس گیا تو فرمایا کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ تجھے چند درہم دوں کہ جس سے تو اپنی بیٹیوں کو انگوٹھیاں درست کرے اور کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں اپنے تن کے کپڑوں میں سے ایک پیراہن تجھے دوں کہ جس میں تجھے کفن دیں، کیونکہ تیری زندگی آخر کو پہنچ گئی ہے؟"

میں نے عرض کیا اے میرے آقا میرے دل میں تو تھا کہ میں آپ سے مانگوں لیکن آپؑ کے فراق کے غم واندوہ نے مجھے اس سے محروم رکھا، پس آپ نے تکیہ اٹھایا اور ایک پیراہن نکالا اور مجھے دے دیا اور مصلے کے نیچے سے چند درہم اٹھائے اور مجھے دیئے میں نے شمار کیے تو تیس درہم تھے۔

چھٹا معجزہ: ہرثمہ ابن عین سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے آقا ومولا یعنی امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ان کے گھر گیا اور وہاں مامون کے گھر یہ ذکر ہو رہا تھا کہ حضرتؑ وفات پا گئے ہیں، لیکن یہ بات حد صحت کو نہ پہنچی تھی میں اندر گیا اور چاہتا تھا کہ آپؑ کے حضور میں جانے کی مجھے اجازت مل جائے، مامون کے خادموں اور معتمدین میں سے ایک خادم تھا کہ جسے صبیح دیلمی کہتے تھے اور میرے آقا کے دوستوں میں سے تھا، اس وقت صبیح باہر آیا جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا اے ہرثمہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں مامون کا خاص معتمد ہوں میں نے کہا کیوں نہیں، کہنے لگا تیس غلاموں کے ساتھ مامون نے رات کے پہلے تہائی حصے میں بلایا ہم

اس کے پاس گئے اور شمعوں کی کثرت کی وجہ سے اس کی رات دن کی طرح تھی اور کے پاس ننگی تلواریں زہر میں بجھی ہوئی رکھی تھیں، ہم میں سے ایک ایک کا نام لے کر اسے بلایا اور زبانی طور پر ہم سے عہد و میثاق لیا اور ہمارے علاوہ وہاں کوئی آدمی نہیں تھا وہاں، ہم سے کہنے لگا یہ عہد تم پر لازم ہے کہ جو کچھ میں تم سے کہوں وہ کرو گے اور اس کی خلاف ورزی نہیں کرو گے۔

ہم سب نے قسمیں کھائیں، کہنے لگا تم میں سے ہر ایک تلوار اٹھائے اور علیؑ بن موسیٰؑ الرضا کے حجرے کے اندر چلا جائے، اگر اسے کھڑا ہوا بیٹھا ہوا یا سویا ہوا پاؤ تو کوئی بات نہ کرے اور تلواریں اس پر رکھ دے اور گوشت خون بال ہڈی اور اس کے مغز کو ایک دوسرے میں ملا دے اس کے اوپر اس کا فرش لپیٹ دے اور اپنی تلواریں اس سے صاف کر لے اور میرے پاس آجائے اور تم میں سے ہر ایک رات کے لیے اس کام کو انجام دینے اور اس کو پوشیدہ رکھنے کے لیے دس تھیلیاں درہم کی ہیں اور دو دو ضیعہ منتخب یعنی مستقل وعمدہ جاگیریں میں نے معین کی ہیں، اور یہ تھیلیاں تمہارے لیے ہیں جب تک کہ میں زندہ ہوں و باقی ہوں۔

وہ کہتا ہے کہ پس ہم نے تلواریں ہاتھ میں لے لیں اور آپؑ کے حجرہ میں چلے گئے ہم نے دیکھا کہ آپؑ پہلو کے بل سوئے ہوئے ہیں اور وہ اپنے ہاتھ کو گردش دیتے اور کچھ گفتگو کر رہے تھے کہ جسے ہم نہ سمجھ سکتے تھے، پس ان غلاموں نے تلواریں نکال لیں اور میں نے اپنی تلوار اسی طرح رہنے دی اور کھڑا دیکھ رہا تھا اور گویا آپؑ ہمارے مقصد کو سمجھتے تھے، پس کوئی چیز بدن میں پوشیدہ تھی کہ جس پر تلوار کا اثر نہیں ہوتا تھا، وہ فرش ان پر لپیٹ کر مامون کے پاس آئے اور کہنے لگا تم نے کیا کیا ہے، کہنے لگے اے امیر جو حکم آپؑ نے دیا ہم بجالائے کہنے لگا، اس میں سے کوئی بات کسی سے نہ کہنا جب صبح ہوئی تو مامون باہر نکلا اور اپنی نشست پر سر برہنہ آیا تا کہ انہیں دیکھے اور میں اس کے آگے آگے جا رہا تھا، جب آپؑ کے حجرہ میں داخل ہونے لگا تو ہمہمہ سنا، لرزنے لگا اور مجھ سے کہنے لگا اس کے پاس کون ہے، میں نے کہا اے امیر المومنین مجھے معلوم نہیں، کہنے لگا جلدی جا کر دیکھو۔

صبیح کہتا ہے کہ ہم حجرہ کے اندر گئے ہم نے دیکھا کہ میرے سید وسردار اپنے محراب میں بیٹھے نماز میں مشغول اور تسبیح پڑھ رہے ہیں میں نے کہا اے امیر یہ تو ایک شخص محراب میں نماز اور تسبیح پڑھ رہا ہے۔

مامون کانپنے لگا اور مجھ سے کہا کہ تم لوگوں نے مجھ سے مذاق کیا ہے۔ خدا تم پر لعنت کرے، پس میری طرف اس جماعت میں سے رخ کیا اور کہنے لگا اے صبیح تو اسے پہچانتا ہے جا کر دیکھ کون نماز پڑھ رہا ہے، پس میں اندر گیا اور مامون واپس آگیا اور جب میں آستانہ در پر پہنچا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ اے صبیح، میں نے عرض کیا لبیک اے میرے مولا اور میں منہ کے بل گر پڑا، فرمایا اٹھ کھڑا ہو خدا تجھ پر رحمت کرے وہ چاہتے ہیں کہ نور الٰہی کو اپنے پھونکوں سے خاموش کریں اور خدا اپنے نور کو تمام و مکمل کر کے رہے گا، چاہے کافر اسے برا سمجھیں، پس میں مامون کے پاس پلٹ کر واپس آیا میں نے دیکھا کہ اس کا منہ تاریک رات کی طرح کالا ہو گیا ہے۔

کہنے لگا اے صبیح کیا خبر لائے ہو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین وہ جناب خود حجرے میں موجود ہیں، مجھے انہوں نے بلا کر یہ باتیں فرمائی ہیں، صبیح کہتا ہے پس مامون نے اپنے لباس کے بند نہ باندھے اور حکم دیا کہ اس کے کپڑے واپس کیے جائیں، یعنی

عزاداری کے کپڑے اتار دیئے اور اپنا لباس طلب کیا اور اسے پہن لیا اور کہنے لگا لوگوں سے کہو کہ آپ کو غش طاری ہو گیا تھا اور اب وہ ہوش میں آ گئے ہیں۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ میں خدا کا بہت حمد شکر بجالایا اور اپنے آقا رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ہرثمہ جو کچھ صبیح نے تجھے بتایا ہے وہ کسی سے بیان نہ کرنا، مگر وہ شخص کہ جس کے دل کو خداوند عالم نے ہماری محبت وولایت پر ایمان رکھنے کے لیے امتحان نہ لے لیا ہو۔

ساتواں معجزہ! محمد بن حفص سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ایک آزاد کردہ غلام نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں اور کچھ لوگ امام رضاء علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کسی بیابان میں پس ہمیں اور ہمارے چوپاؤں کو سخت پیاس لگی، اس حد تک کہ ہمیں اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے کہ کہیں پیاس سے مر ہی نہ جائیں، پس حضرتؑ نے ہمیں ایک جگہ بتائی کہ وہاں چلو پانی مل جائے گا، وہ کہتا ہے کہ ہم اسی جگہ پہنچے تو وہاں ہمیں پانی مل گیا اور ہم نے اپنے چوپاؤں کو پانی دیا، یہاں تک کہ ہم اور جو قافلہ میں تھا سب سیراب ہو گئے، پس ہم نے وہاں سے کوچ کیا تو پھر حضرتؑ نے ہم سے فرمایا کہ ذرا چشمہ والی جگہ کو تلاش کرو ہم نے تلاش کیا تو ہمیں اونٹوں کی لید کے علاوہ وہاں کچھ نہ ملا اور چشمہ کا تو وہاں نام ونشان ہی نہ تھا، راوی کہتا ہے کہ یہ حکایت اولاد قنبر میں سے ایک شخص کے سامنے بیان کی، جس کے اعتقاد کے مطابق اس کی عمر ایک سو بیس سال ہو چکی تھی، اس قنبری شخص نے بھی یہی واقعہ اسی طرح بیان کیا۔ وہ کہنے لگا میں بھی آپؑ کی خدمت میں موجود تھا اور قنبری نے کہا کہ اس وقت حضرت خراسان کی طرف جا رہے تھے، مولف کہتا ہے کہ یہ واضح آیت و معجزہ مشابہ ہے اس کے جو آپؑ کے جد بزرگوار سے ظاہر ہوا تھا، راہب کربلا و صخرہ کی حدیث میں اور اس معجزہ کو عامہ وخاصہ نے نقل کیا ہے اور شعراء نے اشعار میں نظم کیا اور اس کی کیفیت اس طرح ہے کہ حضرت امیرالمومنین کا صفین کی طرف جاتے ہوئے کربلا سے گزر ہوا تو آپؑ نے اصحاب سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے، خدا کی قسم یہ مصرع و مقتل ہے حسینؑ واصحاب حسینؑ کا، پس تھوڑا سا راستہ طے کیا اور ایک راہب کے گرجے کے قریب پہنچے جو بیابان میں تھا، درانحالیکہ سخت پیاس آپؑ کے اصحاب کو لگی ہوئی تھی اور ان کا پانی ختم ہو چکا تھا، انہوں نے دائیں بائیں تلاش کیا پانی نہ مل سکا۔ حضرت نے فرمایا اس گرجا میں رہنے والے کو آواز دو کہ وہ تمہاری طرف دیکھے جب اس نے اس کی طرف دیکھا تو اس سے پانی کی جگہ پوچھی وہ کہنے لگا کہ میرے اور پانی کے درمیان لوگ دو فرسخ سے زیادہ فاصلہ ہے اور یہاں تو کوئی پانی نہیں اور لوگ میرے لیے ایک مہینہ کا پانی لے آتے ہیں کہ جس سے تنگی کے ساتھ میں زندگی بسر کرتا ہوں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میں بھی پیاس سے ہلاک ہو جاتا۔ حضرت نے اصحاب سے فرمایا تم نے راہب کی گفتگو سن لی ہے کہنے لگے جی ہاں تو کیا آپؑ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ جب تک ہم میں قوت وطاقت ہے اسی جگہ کی طرف جائیں کہ جس کی طرف راہب نے اشارہ کیا ہے اور وہاں سے پانی لے آئیں، فرمایا اس کی ضرورت نہیں پس آپؑ نے اپنے خچر کی گردن قبلہ کی طرف موڑی اور گرجا کے قریب ایک جگہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں سے زمین کھودو۔

پس ایک گروہ نے بیلچے کے ساتھ وہاں سے مٹی ہٹائی، اچانک ایک بہت بڑا پتھر ظاہر ہوا جو کہ چمک رہا تھا، وہ لوگ کہنے

لگے اے امیر المومنین یہاں تو پتھر ہے کہ جس پر بیلچہ کام نہیں کرتا، فرمایا بیشک یہ پتھر پانی کے اوپر ہے، اگر یہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو پانی حاصل کر سکو گے، پس انہوں نے کوشش کی پتھر ہٹانے کی اور ایک گروہ جمع ہوا اور انہوں نے اس پتھر کو حرکت دی، لیکن وہ اسے نہ ہلا سکے اور ان کے لیے یہ کام سخت ہو گیا۔

حضرت نے جب یہ کیفیت دیکھی تو خچر سے اترے اور آستین الٹ دیں اور اپنی انگلیاں پتھر کے نیچے رکھ کر اسے حرکت دی، پس اسے اکھاڑ کر کئی ہاتھ دور پھینک دیا، پس پتھر ہٹا تو پانی ظاہر ہوا۔ ان لوگوں نے اس کی طرف سبقت کی اور اس سے پانی پیا اور وہ پانی تمام ان پانیوں سے کہ سفر میں انہوں نے پئے تھے زیادہ خوشگوار تھا، زیادہ ٹھنڈا اور صاف وشفاف تھا، پس آپؑ نے فرمایا اس پانی میں سے اپنا زاد راہ لے لو اور سیراب ہو جاؤ، جتنا انہوں نے چاہا پانی پیا اور ساتھ بھی لے لیا، پس امیر المومنین اس پتھر کے پاس آئے اور اسے ہاتھ میں لے کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اور حکم دیا کہ اس کے اوپر مٹی ڈال دو اور اس کا اثر ونشان پنہاں ہو گیا، لیکن آپؑ کے اصحاب میں سے ہر شخص پانی کی جگہ کو جانتا تھا، پس تھوڑا راستہ چلے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ میرے حق کی قسم واپس چلو چشمہ والی جگہ پر اور دیکھو آیا اسے معلوم کر سکتے ہو؟ لوگ واپس آئے اور چشمہ کی جگہ کو ڈھونڈنے لگے اور جتنی کوشش کی اور ریت کو آگے پیچھے کیا پانی کا چشمہ تلاش نہ کر سکے، راہب نے جب اس پانی کی جگہ کو دیکھا تو پکار کر کہا، اے لوگو مجھے نیچے اتارو، پس کسی نہ کسی طریقہ سے اسے گرجا سے نیچے اتارا گیا اور وہ امیر المومنین کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے بزرگوار آپؑ پیغمبر مرسل ہیں، فرمایا کہ نہیں، کہنے لگا ملک مقرب ہیں، فرمایا نہیں، اس نے کہا پس آپؑ کون ہیں فرمایا میں رسول خدا محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہوں، پس راہب نے کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام لے آیا اور کہنے لگا یہ گرجا اس جگہ اس شخص کی تلاش میں بنایا گیا ہے جو اس پتھر کو ہٹائے اور اس کے نیچے سے پانی نکالے اور مجھ سے پہلے کئی عالم گزر چکے ہیں اور وہ اس سعادت تک نہیں پہنچ سکے اور خداوند عالم نے مجھے یہ توفیق عنایت فرمائی ہے اور ہم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور اپنے علماء سے سنا ہے کہ زمین کے اس گوشہ میں ایک چشمہ ہے کہ جس کے اوپر ایک پتھر ہے کہ جس کی جگہ کو سوائے پیغمبر اور وصی پیغمبر کے کوئی نہیں جانتا، پس راہب حضرت امیر المومنینؑ کی فوج میں داخل ہو گیا اور حضرت کی ہمرکابی میں شہید ہوا۔ پس حضرتؑ اس کے دفن کے متولی ہوئے اور اس کے لیے بہت سا استغفار کیا اور سید حمیری نے اس واقعہ کو قصیدہ مذہبہ میں نظم کیا ہے اور فرمایا اس کے بعد سید کے قصیدہ کے اشعار ہیں کہ جنہیں ہم ترک کر رہے ہیں۔ مترجم

آٹھواں معجزہ! ہیثم بن ابو مسروق نہدی سے روایت ہے محمد بن فضل کہتا ہے کہ میں بطن مر میں اترا تو مجھے پہلو اور پاؤں میں عرق مدنی نکل آئی اور اس کو علت رشتہ کہتے ہیں جو اس کی طرح کوئی جن پر ظاہر ہوتی ہے اور غالباً پاؤں پر نکلتی ہے، پس مدینہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، فرمایا تجھے میں کیوں تکلیف میں دیکھ رہا ہوں، میں نے عرض کیا جب بطن مر میں پہنچا ہوں تو عرق مدنی میرے پہلو اور پاؤں سے نکل آئی ہے۔ پس آپؑ نے اس کی طرف اشارہ کیا جو پہلو میں بغل کے نیچے تھی اور کچھ پڑھا اور اپنا لعب دہن اس پر پھینکا اس کے بعد فرمایا تیرے لیے اس سے کوئی وجہ نہیں اور اس کی طرف دیکھا کہ جو پاؤں میں تھی، پس فرمانے لگے، ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں میں سے جو کسی بلا و مصیبت میں ہو اور صبر کرے تو خداوند عالم اس کے

لیے ہزار شہید کا اجر لکھ دیتا ہے، میں نے دل میں کہا کہ خدا کی قسم میں اس بیماری سے نجات نہیں پاؤں گا، ہرثمہ کہتا ہے کہ ہمیشہ وہ رشتہ اس کے پاؤں سے نکلتا تھا، یہاں تک کہ وہ مرگیا۔

نواں معجزہ! عبداللہ بن محمد ہاشمی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں مامون کے پاس گیا اس نے مجھے بٹھایا اور جتنے لوگ اس کے پاس تھے انہیں باہر کر دیا، پس اس نے کھانا منگوایا وہ ہم نے کھالیا اور خوشبو لگائی پھر حکم دیا کہ پردہ لگا دیا جائے، پھر ان میں سے جو پردہ کے پیچھے تھے (یعنی گانے والی کنیزیں) ایک کو خطاب کر کے کہا خدا کے واسطے ہماری خاطر اس قصیدہ کو پڑھو جو طوس میں ہے یعنی حضرت رضا علیہ السلام کا جو کہ طوس میں دفن ہیں، اس کنیز نے پڑھنا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ **سقیا بطوس ومن اضحی بہا قطناً من عترۃ المصطفی بقی لنا حزناً**

یعنی اس باران رحمت سیراب کرے طوس کو اور جو شخص وہاں ساکن ہو گیا ہے عترت مصطفی میں سے وہ خود تو چلا گیا اور ہمارے لیے حزن و ملال چھوڑ گیا، ہاشمی کہتا ہے کہ پس مامون رویا اور مجھ سے کہا اے عبداللہ کیا میرے خاندان والے اور تیرے خاندان والے مجھے ملامت کرتے ہیں، خدا کی قسم میں تمہیں ان کی ایک بات سناتا ہوں کہ جس سے تم تعجب کرو گے، ایک دن میں ان کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں آپ کے اباؤ اجداد موسیٰؑ جعفرؑ محمدؑ و علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس ان چیزوں کا علم تھا کہ جو ہو چکی ہیں اور قیامت تک ہونے والی ہیں اور ان کے وصی اور ان کے علم کے وارث ہیں اور ان کا علم آپ کے پاس ہے اور مجھے آپؑ سے ایک حاجت ہے۔

فرمایا کہو، میں نے کہا یہ زاہر یہ میرا بخت و حصہ ہے یعنی عورتوں میں مجھے اس سے زیادہ محبت اور پیار ہے اور میں اپنی کنیزوں میں سے کسی کو اس پر تقدیم و ترجیح نہیں دیتا اور اس نے چند دفعہ حاملہ ہو کر اسقاط کر دیا ہے اور اب وہ حاملہ ہے، مجھے ایسی کوئی چیز بتایئے کہ جس سے وہ اپنا علاج کرے اور صحیح و سالم رہ جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ ڈرو نہیں اور سقط ہونے سے مطمئن رہو، وہ سالم رہے گی اور ایک بچہ پیدا ہو گا جو ماں کے ساتھ زیادہ شباہت رکھتا ہو گا باقی لوگوں سے اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک زائد انگلی ہو گی جو چپکی ہوئی نہیں ہو گی اور اسی طرح بائیں پاؤں میں زائد چھوٹی انگلی ہو گی جو چپکی ہوئی نہیں ہو گی، پس میں نے دل میں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند عالم ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، پس زاہر یہ نے ایک بچہ جنا جو تمام لوگوں کی نسبت اپنی ماں سے زیادہ شباہت رکھتا تھا اور اس کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں میں ایک چھوٹی انگلی زائد تھی جو چپکی ہوئی نہ تھی۔ جس طرح کہ امام رضاؑ نے فرمایا تھا، پس کون ہے جو مجھے ملامت کرے اس چیز پر کہ میں نے انہیں عالمین کے درمیان علم و نشان کے طور پر نصب کیا ہے۔

شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سے زیادہ تھی ہم نے اس کو ترک کر دیا ہے، الخ۔ شاعر کہتا ہے کہ جو کچھ اس حدیث سے حذف ہوا ہے اس میں سے مرثیہ کا دوسرا شعر بھی ہے اور وہ یہ ہے

اعلی ابالحسن المامول ان لہ حقاً
علی کل من اضحی بہا شجنا

"میری مراد ابوالحسن ہیں کہ جن سے امید کی جاتی ہے اور ان کا ہر اس شخص پر حق ہے کہ جسے ان کی وفات کا دکھ ہے۔

دسواں معجزہ! محمد بن فضیل سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جس سال ہارون برامکہ پر غضب ناک ہوا، پہلے اس نے جعفر بن یحییٰ کو قتل کیا اور یحییٰ کو قید کر دیا اور ان کے سر پر جو بلا آئی سو آئی، ابوالحسن علیہ السلام عرفات میں کھڑے دعا کر رہے تھے اور اس کے بعد آپؑ نے سر نیچے کیا، آپؑ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں برمکیوں کے متعلق خدا سے بددعا کر رہا تھا بسبب اس کے جو انہوں نے میرے باپ کے ساتھ کیا، آج خداوند عالم نے ان کے متعلق میری دعا قبول فرمائی ہے، پس جب آپؑ حج سے پلٹ کر آئے تو تھوڑے ہی دنوں میں جعفر و یحییٰ ہارون کے مغضوب قرار پائے اور ان کے حالات پلٹ گئے۔

مسافر کہتا ہے کہ میں ابوالحسن الرضاء کے ساتھ منیٰ میں تھا کہ یحییٰ بن خالد آل برمک کے گروہ کے ساتھ گزرا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ بیچارے ہیں انہیں یہ نہیں معلوم کہ اس سال ان کے سر پر کون سی مصیبت آنے والی ہے اس کے بعد فرمایا ہاں اور زیادہ تعجب اس پر ہے کہ میں اور ہارون ان دو کی طرح ہیں اور آپؑ نے اپنی دو انگلیاں ملا دیں، مسافر کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں آپؑ کے کلام کا معنی نہ سمجھ سکا جب تک کہ آپؑ کو ہم نے ہارون کے ساتھ دفن نہیں کیا۔

گیارہوں معجزہ! شیخ مفید نے ارشاد میں اپنی سند کے ساتھ غفاری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ رسول خداؐ کے آزاد کردہ ابورافع کی آل اولاد میں سے ایک شخص نے مجھ سے کچھ لینا تھا، اس نے مجھ سے بڑے مبالغہ و اصرار کے ساتھ اپنی چیز کے متعلق مطالبہ کیا، جب میں نے یہ کیفیت دیکھی تو نماز صبح مسجد نبوی میں ادا کی اور حضرت رضاؑ کی طرف چلا اور اس زمانہ میں حضرتؑ مقام عریض میں رہتے تھے، پس جس وقت آپؑ کے گھر کے دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؑ گھر سے باہر نکل چکے ہیں۔ اور آپ گدھے پر سوار ہیں اور آپؑ کے بدن شریف پر قمیض اور رداء ہے، جب میری نگاہ حضرت پر پڑی تو مجھے شرم آئی، کہ حضرتؑ سے کچھ کہوں جب حضرتؑ میرے قریب آئے تو کھڑے ہو گئے اور مجھ پر نگاہ کی، میں نے آپؑ کو سلام کیا اور وہ ماہ رمضان کا زمانہ تھا، پس میں نے حضرت سے عرض کیا کہ آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے فلاں غلام نے مجھ سے کچھ لینا ہے اور خدا کی قسم اس نے مجھے رسوا کر دیا ہے۔

میں نے دل میں کہا کہ حضرتؑ اس سے فرمائیں گے کہ وہ مجھ سے مطالبہ نہ کرے، خدا کی قسم میں نے حضرت سے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کو مجھ سے کتنا لینا ہے اور میں نے اس کے قرض یا کسی چیز کا نام نہیں لیا، پس مجھے حکم دیا کہ میرے واپس آنے تک بیٹھے رہو، میں وہاں شام تک بیٹھا رہا، نماز مغرب وہیں پڑھی، حضرت نہ آئے اور میں روزہ سے تھا، میرا سینہ تنگ ہوا اور میں نے چاہا کہ واپس چلا جاؤں کہ اچانک میں نے دیکھا کہ حضرت آ رہے ہیں اور آپؑ کے گرد لوگوں کی ایک جماعت تھی اور سائل و فقراء حضرتؑ کے راستے پر بیٹھے ہوئے تھے، آپؑ نے انہیں صدقہ دیا اور گزر کر گھر چلے گئے، پھر باہر آئے اور مجھے بلایا، میں کھڑا ہو گیا اور حضرتؑ کے ساتھ مکان کے اندر چلا گیا اور آپ بیٹھ گئے اور میں ابن مسیب امیر مدینہ کی باتیں کرنے لگا اور اکثر حضرتؑ کے ساتھ ابن مسیب کے متعلق گفتگو کرتا رہتا تھا، جب میں باتوں سے فارغ ہوا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ میں گمان نہیں کرتا کہ تو نے افطار کیا ہو، میں نے عرض کیا کہ نہیں، پس حکم دیا۔ میرے لیے کھانا لایا گیا اور میرے سامنے رکھا گیا، اور آپ نے ایک غلام کو حکم دیا کہ میرے ساتھ کھانا

کھائے پس میں نے اور اس غلام نے مل کر کھانا کھایا، جب ہم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اس تکیہ کو اٹھاؤ اور جو کچھ اس کے نیچے ہے وہ لے لو، میں نے تکیہ اوپر کیا تو اس کے نیچے چند دینار تھے، میں نے وہ دینار اٹھا کر تھیلی میں رکھ لیے اور آپؑ نے اپنے غلاموں میں سے چار افراد سے کہا کہ مجھے میرے گھر تک چھوڑ آئیں۔

میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں ایک پہرہ دار رات کو ابن مسیب کی طرف سے گردش کرتا ہے، میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مجھے آپ کے غلاموں کے ساتھ دیکھے، فرمایا ٹھیک کہتے ہو اصاب الله بك الرشاد: خدا تجھے رشد و ہدایت تک پہنچائے تو آپؑ نے ان سے فرمایا کہ اس جگہ تک وہ میرا ساتھ دیں جب تک میں نہ کہوں کہ وہ واپس چلے جائیں۔ پس وہ میرے ساتھ آئے یہاں تک کہ میں اپنے مکان کے قریب پہنچ گیا اور مانوس ہوا تو میں نے انہیں واپس کر دیا، اور میں نے چراغ منگوایا اور اس رقم کو دیکھنے لگا تو اڑتالیس دینار زر سرخ تھے اور اس شخص نے مجھ سے اٹھائیس دینار لینے تھے اور دیناروں کے درمیان ایک دینار تھا جسے میں نے دیکھا کہ وہ چمک رہا تھا، اس کا حسن مجھے بھلا معلوم ہوا اور اسے لے کر میں نے چراغ کے قریب کیا تو میں نے دیکھا کہ واضح خط میں اس شخص کا حق تیرے ذمہ اٹھائیس دینار ہے اور باقی تیرے لیے لئے ہیں اور خدا کی قسم میں نے اس شخص کی طلب کو جو میرے ذمہ تھی معین نہیں کیا تھا۔

بارہواں معجزہ! قطب راوندی نے ریان بن صلت سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں خراسان میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے دل میں تھا کہ میں آپؑ سے کچھ دینار طلب کروں گا کہ جن پر آپؑ کا نام کا سکہ ہے پس جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ ابو محمد ان دیناروں میں سے چاہتا ہے کہ جن پر میرا نام ہے، ان میں سے تیس دینار لے آؤ، وہ غلام لے آیا اور وہ اس سے میں نے لے لیے اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش اپنے بدن کے کپڑوں میں سے مجھے پہناتے، جب یہ خیال آیا تو حضرتؑ نے اپنے غلام کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ میرے کپڑے دھو کر اس طرح میرے پاس لے آؤ (ظاہراً یوں ہونا چاہیے کہ میرے کپڑے نہ دھو اور جس طرح وہ ہیں انہیں لے آؤ، مترجم) پس حضرتؑ کا ایک پیراہن، چادر اور جوتا لا کر مجھے دے دیا۔

تیرہواں معجزہ! ابن شہر آشوب نے حسن بن علی وشا سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے سید و سردار امام رضاؑ نے مرو میں بلایا اور فرمایا اے حسن آج ہی علی بن ابی حمزہ بطائنی مرا ہے اور اسی وقت وہ اپنی قبر میں داخل ہوا ہے اور دو قبر کے فرشتے اس کی قبر میں گئے ہیں اور انہوں نے اس سے سوال کیا ہے کہ تیرا پروردگار کون ہے تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ، انہوں نے پوچھا ہے کہ تیرا پیغمبر کون ہے تو اس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انہوں نے پوچھا کہ تیرا ولی کون ہے، کہا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام، انہوں نے کہا کہ اس کے بعد کون ہے، وہ کہنے لگا حسن علیہ السلام، پس ایک ایک امام کے بارے میں کہا یہاں تک کہ موسیٰ بن جعفرؑ تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ موسیٰؑ کے بعد کون، اس کے منہ میں بات نے تو گردش کی لیکن جواب نہ دے سکا تو انہوں نے اسے ڈانٹا اور کہنے لگے بتاؤ کون ہے۔

وہ خاموش رہا تو کہنے لگے کیا موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے تجھے اس چیز کا حکم دیا تھا، پس اسے آگ کے ایک گرز سے مارا اور اس کی قبر میں قیامت تک کے لیے آگ لگا دی۔

راوی کہتا ہے کہ میں اپنے سید و آقا کی بارگاہ سے باہر آیا اور اس دن کی تاریخ معین کر دی، پس تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اہل کوفہ کے خطوط آئے، اسی دن بطائنی کی موت کے متعلق اور یہ کہ وہ قبر میں اسی وقت داخل ہوا جو حضرتؑ نے فرمایا تھا۔

چودھواں معجزہ! قطب راوندی نے ابراہیم بن موسیٰ قزز (ریشم بیچنے والا) سے روایت کی ہے اور وہ ایک دن خراسان میں امام رضا علیہ السلام کی مسجد میں تھا پس وہ کہتا ہے کہ میں نے مبالغہ کیا امام رضا علیہ السلام سے سوال کرنے اور آپؑ سے کچھ لینے میں، پس حضرتؑ آل ابوطالب میں سے ایک شخص کے استقبال کے لیے باہر نکلے اور وقت نماز آ گیا اور آپؑ اس قصر کی طرف مڑے جو وہاں تھا، پس آپؑ ایک بہت بڑے پتھر کے نیچے اتر پڑے جو اس قصر کے نزدیک تھا اور میں آپؑ کے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا، پس آپؑ نے فرمایا کہ اذان کہو، میں نے عرض کیا انتظار کیجئے یہاں تک کہ ہمارے ساتھی آ جائیں، فرمایا خدا تجھے بخشے نماز کو اس کے اول وقت سے تاخیر میں نہ ڈالو جب تک تجھ میں کوئی علت و بیماری نہ ہو اول وقت میں ابتداءً ادا کر دیا کرو اور آپؑ نے فرمایا کہ تجھ پر لازم ہے ہمیشہ اول وقت میں نماز پڑھو۔

پس میں نے اذان کہی اور ہم نے نماز پڑھی، اس کے بعد میں نے عرض کیا اے فرزند رسول جو وعدہ آپؑ نے مجھ سے کیا تھا اس میں طول ہو گیا ہے اور میں محتاج و فقیر ہوں اور آپؑ کے مشاغل زیادہ ہیں اور ہر وقت میرے لیے ممکن نہیں کہ آپؑ سے سوال کروں، راوی کہتا ہے آپؑ نے بڑی سختی سے اپنے تازیانہ سے زمین کو کھودا پھر آپؑ نے اس جگہ کے اندر ہاتھ داخل کیا جو کھودی گئی تھی، پس آپؑ نے عمدہ سونا نکالا اور فرمایا اسے لے، خداوند عالم نے تجھے اس میں برکت دی یہاں تک کہ میں نے خراسان میں ایک چیز خریدی کہ جس کی قیمت ستر ہزار اشرفی تھی اور میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ غنی تھا جو میرے جیسے وہاں رہتے تھے۔

پندرھواں معجزہ! نیز احمد بن عمرو سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں گھر سے امام رضاؑ کی خدمت میں جانے کے لیے نکلا اور میری بیوی حاملہ تھی، جب میں آپؑ کی خدمت میں پہنچا تو عرض کیا کہ جب شہر سے نکلا تھا تو میری بیوی حاملہ تھی دعا کیجئے کہ خداوند عالم اس کے بچہ کو لڑکا قرار دے۔

فرمایا وہ لڑکا ہے اس کا نام عمر رکھنا، عرض کیا کہ میں نے نیت کی ہوئی تھی کہ اس کا نام علی رکھوں گا اور اپنے گھر والوں کو بھی حکم دے آیا ہوں کہ اس کا نام علی رکھنا، آپؑ نے فرمایا کہ اس کا نام عمر ہی رکھنا۔

پس میں کوفہ میں وارد ہوا میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا پیدا ہو چکا تھا اور انہوں نے اس کا نام علی رکھا تھا تو میں نے اس کا نام عمر رکھا، میرے ہمسائے جب اس بات پر مطلع ہوئے تو کہنے لگے کہ اب کے بعد ہم کسی چیز کی تصدیق نہیں کریں گے جو تم سے لوگ نقل کریں گے یعنی اس کے ہمسائے سنی تھے وہ کہنے لگے کہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تو سنی ہے اور شیعیت کی نسبت جو تیری طرف دیتے ہیں وہ خلاف واقع ہیں، اور ہم اس کے اس چیز کی تصدیق نہیں کریں گے جو اس قسم کی باتیں تیری طرف لوگ منسوب کریں گے، راوی کہتا

ہے کہ میں اس وقت سمجھا کہ حضرت کی نظر التفات مجھ پر میری اپنی ذات سے بھی زیادہ ہے۔

سولہواں معجزہ! ابصار الدرجات سے منقول ہے احمد بن عمر حلال کہتا ہے کہ میں مکہ میں اخرس سے سنا کہ وہ امام رضاء علیہ السلام کا نام لے کر آپؑ کو گالیاں دے رہا تھا، کہتا ہے کہ میں مکہ گیا اور ایک چھری خرید کی، پس میں نے اسے دیکھا اور دل میں کہا خدا کی قسم جب یہ مسجد سے نکلا تو میں اسے قتل کر دوں گا اور میں اس کے راستہ پر کھڑا ہو گیا، اچانک امام رضاء علیہ السلام کی طرف سے مجھ کو رقعہ پہنچا جس میں لکھا ہوا تھا، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میرے حق کی قسم جو تجھ پر ہے اخرس سے معترض نہ ہونا، کیونکہ وہ میرا ثقہ و قابل اعتماد ہے اور وہ میرے لیے کافی ہے۔

سترہواں معجزہ! شیخ مفید نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ جس سال ہارون حج کے لیے گیا تو اتھا امام رضا علیہ السلام بھی حج کے ارادہ سے مدینہ روانہ ہوئے جب آپؑ اس پہاڑ کے قریب پہنچے جو راستہ کی بائیں طرف ہے اور اس کا نام فارغ ہے، حضرت نے اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا کہ فارغ کا بنانے والا اور اس کا خراب کرنے والا دونوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

راوی کہتا ہے کہ ہم آپؑ کے کلام کا مفہوم نہ سمجھ سکے یہاں تک کہ ہارون اسی جگہ پہنچا تو وہاں اترا اور جعفر بن یحییٰ برمکی اس پہاڑ کے اوپر گیا اور حکم دیا کہ اس پر ہارون کے لیے ایک بیٹھنے کہ جگہ درست کریں، پس جب مکہ سے واپس آیا تو اس پہاڑ کے اوپر چڑھا اور حکم دیا کہ اس بنی ہوئی جگہ کو خراب کر دیں، پھر جب ہارون عراق میں پہنچا تو جعفر بن یحییٰ قتل ہوا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

اٹھارہواں معجزہ! ابن شہر آشوب نے مسافر سے روایت کی، مسافر کہتا ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ منیٰ میں تھا، پس یحییٰ بن خالد وہاں سے گزرا جب کہ اس نے اپنی ناک غبار کی وجہ سے پکڑی ہوئی تھی، حضرت نے فرمایا بیچاروں کو یہ معلوم نہیں کہ اس سال ان پر کیا وارد ہونے والا ہے، فرمایا اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ میں اور ہارون ان دو انگلیوں کی طرح ہیں اور اپنی دو انگلیوں کو ملا دیا اور یہ خبر شیخ صدوق کی روایت سے پہلے گزر چکی ہے۔

انیسواں معجزہ! نیز ابن شہر آشوب نے سلیمان جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام رضاء کی خدمت میں آپؑ کے باغ میں بیٹھا تھا، اچانک ایک چڑیا آپؑ کے سامنے زمین پر آ کر چیخنے اور مضطرب ہونے لگی، حضرت نے مجھ سے فرمایا اے فلاں جانتے ہو یہ چڑیا کیا کہتی ہے۔

میں نے کہا کہ نہیں فرمایا یہ کہتی ہے کہ سانپ میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے، یہ لاٹھی لے کر مکان کے اندر جاؤ اور سانپ کو مار ڈالو، سلیمان کہتا ہے کہ میں نے لاٹھی ہاتھ میں لی اور کمرے کے اندر گیا میں نے دیکھا کہ ایک سانپ چکر لگا رہا ہے، پس میں نے اسے مار ڈالا۔

بیسواں معجزہ! نیز ابن شہر آشوب نے حسین بن بشار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عبداللہ محمد

کو قتل کرے گا، میں نے عرض کیا عبداللہ بن ہارون کو قتل کرے گا فرمایا ہاں عبداللہ جو خراسان میں ہے وہ محمد بن زبیدہ کے بیٹے کو جو بغداد میں ہے قتل کرے گا، پس ایسا ہی ہوا جس طرح حضرتؑ نے فرمایا یعنی عبداللہ مامون نے محمد امین کو قتل کر دیا اور حضرتؑ اس شعر سے مثال دیتے تھے۔

وان الضغن بعد الضغن یفشو
علیك و یخرج الداء الدفینا

کینہ کے بعد کینہ تجھ پر چھا جاتا ہے اور چھپی ہوئی بیماری کو باہر نکالتا ہے اور شاید اس شعر سے تمثل کے ساتھ آپؑ کا اس طرف بھی اشارہ ہو کہ مامون حضرت کو بھی قتل کرے گا، مولف کہتا ہے کہ حضرت امام موسیٰؑ کے اصحاب کے حالات میں عبداللہ بن مغیرہ کے تذکرہ میں ایک روایت گزر چکی ہے جو اس بزرگوار کی آیت باہرہ پر مشتمل تھی اور پانچویں فصل میں بھی آپؑ کے چند واضح معجزوں کا ذکر ہوگا۔ سلام اللہ علیہ

چوتھی فصل

امام رضا علیہ السلام سے نقل شدہ مختصر کلمات واشعار حکمت آمیز کا بیان

پہلا ارشاد: آپؑ نے فرمایا ہر شخص کا دوست اس کی عقل اور اس کا دشمن اس کی نادانی وجہل ہے۔

دوسرا ارشاد: آپؑ نے فرمایا خداوند عالم قیل وقال کرنے مال ضائع کرنے اور کثرت سوال کو دشمن رکھتا ہے، مولف کہتا ہے کہ ظاہراً قیل وقال سے مراد مراء وجدال مذموم ہے کہ روایات میں جس سے نہی وارد ہوئی ہے بلکہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ پہلی چیز کہ جس سے خدا نے مجھے روکا ہے تو نہی کی ہے بت پرستی کرنے، شراب پینے اور لوگوں سے ملاحات کرنا اور ملاحات وہی مجادلہ ومراء ہے اور نیز آنحضرتؐ سے مروی ہے، آپؑ نے فرمایا کہ چار چیزیں دل کو مار دیتی ہیں، گناہ پر گناہ کرنا اور عورتوں کے ساتھ زیادہ باتیں اور ہم صحبتی کرنا اور احمق سے محارات کرنا کچھ تو کہے کچھ وہ کہے اور بالآخر خیر واچھائی کی طرف نہ پلٹے اور مردوں کے ساتھ مجالست وبیٹھ اٹھ رکھنا۔

عرض ہوا اے اللہ کے رسولؐ مردے کون ہیں، فرمایا کل غنی مترف یعنی ہر تونگر جسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا گیا ہے جو

چاہے کرے یا ہر تو نگر جو نازونعمت میں پلا ہے۔

نیز شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ مخلوق جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ تمام عامۃ الناس اور لوگ ہیں فرمایا اس شخص کو لوگوں کے زمرہ میں ہونے سے خارج کردو جو مسواک کرنا چھوڑ دے اور جو تنگ جگہ میں چارزانو ہو کر بیٹھے اور وہ شخص جو ایسی چیز میں داخل ہو جو اس کے لیے مہم نہیں اور جو شخص جدال کرے اس چیز میں جس کا اسے علم نہیں اور جو شخص سستی کرے اور اپنے سے بیماری کو باندھ دے بغیر کسی وجہ سے اور جس کے بال پریشان ہوں مصیبت کے بغیر اور جو شخص حق میں اپنے دوستوں کی مخالفت کرے جب کہ وہ سب اس پر متفق ہوں اور جو شخص اپنے اباؤاجداد پر فخر کرے، حالانکہ وہ خود ان کے اچھے کارناموں سے خالی ہے، وہ بمنزلہ خذنگ کے یعنی پوست کے ہے، خذنگ ایک مضبوط لکڑی ہے جس سے عمدہ تیر بنتے ہیں اس کی کھال اور چھلکے اتار کر پھینک دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کا جوہر واصل مل جاتا ہے تو جس طرح خذنگ کے چھلکے اتار کر پھینک دیتے ہیں باوجود ان کی مجاورات اور اصل کے ساتھ نزدیک ہونے کے اسی طرح جو شخص اپنے اباؤاجداد کے کمالات سے خالی ہے اسے دور پھینک دیتے اور اس کی پرواہ نہیں کرتے اور بہت اچھا کہا ہے کسی نے۔ العاقل یفتخر بالھمم العالیۃ لا بالرمم البالیۃ

عقلمند عالی ہمتوں کے ساتھ فخر کرتا ہے نہ بوسیدہ ہڈیوں کے ساتھ۔

کُن ابن من شئت واکتسب ادباً
یغنیک محمودہ عن النسب
ان الفتی من یقول ھا انا ذا
لیس الفتی من یقول کان ابی

جس شخص کا چاہے بیٹا بن جا اور وہ ادب حاصل کرے جو قابل تعریف ہے وہ تجھے نسبت سے بے پرواہ کر دے گا، جواں مرد وہ ہے جو کہے کہ میں ایسا ہوں وہ جواں مرد نہیں جو کہے کہ میرا باپ ایسا تھا۔

دانش طلب و بزرگی آموز
تا بہ نگرند روزت از روز
جائے کہ بزرگ بایدت بود
فرزندی کس ندارت سود
چوں شیر بخود سپہ شکن باش
فرزند خصال خویشتن باش

تیسرا ارشاد: فرمایا ہم ایسا خانوادہ ہیں کہ جس سے ہم وعدہ کرلیں اسے اپنا دین وقرض جانتے ہیں، یعنی ہم ملتزم ہیں کہ اسے قرض کی طرح ادا کریں، جیسا کہ پیغمبر اکرم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

چوتھا ارشاد: فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ میں عافیت کے دس اجزا جن میں سے نو جز تو لوگوں سے اعتزال وکنارہ کش کرنے میں ہوں گے اور باقی ایک جز خاموش رہنے میں ہوگا۔

مولف کہتا ہے کہ ہم نے حضرت صادق کے کلمات کی فصل میں جو چیزیں اعتزال وکنارہ کشی سے مناسبت رکھتی ہیں ان کا ذکر کردیا ہے وہاں رجوع کیا جائے (اس کے بعد مولف نے اس سلسلہ میں فارسی کے کچھ اشعار کا ذکر کیا ہے جنہیں ہم ترک کررہے ہیں۔مترجم

پانچواں ارشاد: روایت ہے کہ حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کس طرح آپؑ نے صبح کی ہے، فرمایا میں نے صبح کی ہے اجل منقوص کے ساتھ یعنی میری مدت عمر مسلسل کم ہورہی ہے اور عمل محفوظ کے ساتھ یعنی جو کچھ میں عمل کرتا ہوں وہ ثبت وضبط ہورہا ہے اور موت ہماری گردن میں پڑی ہے اور آتش جہنم ہمارے پیچھے لگی ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارا کیا حشر ہوگا۔

چھٹا ارشاد: فرمایا بنی اسرائیل میں کوئی شخص اس وقت تک عابد نہیں ہوتا تھا جب تک کہ دس سال خاموشی اختیار نہ کرتا، جب دس سال خاموش رہ لیتا تو عابد ہوجاتا، مولف کہتا ہے کہ خاموش کی مدح میں روایات بہت ہیں اور اس مقام پر نقل کی گنجائش نہیں (مولف نے اس کے بعد امیر خسرو کے کچھ اشعار فارسی نقل کئے ہیں جنہیں ہم ترک کررہے ہیں۔مترجم

ساتواں ارشاد: جو شخص خدا کی طرف سے دی ہوئی تھوڑی روزی پر راضی ہے خداوند عالم بھی اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوجاتا ہے اور روایت ہوئی ہے احمد بن عمر بن ابی شعبہ حلبی اور حسین یزید معروف بنوفلی سے کہ ہم امام رضاء علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے پس ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہم وسعت رزق اور فراخی معاش میں زندگی بسر کررہے تھے، ہمارے حالات بدل گئے ہیں یعنی ہم فقیر ہوگئے ہیں، اب آپؑ دعا کیجئے کہ خداوند عالم ان حالات کو ہماری طرف پلٹادے۔

فرمایا کیا بننا چاہتے ہو، کیا یہ چاہتے ہو کہ بادشاہ ہوجاؤ یا تمہیں پسند ہے کہ طاہر وہرثمہ کی طرح ہوجاؤ (یہ دونوں مامون کے سرکردہ تھے) لیکن ہوگے اس عقیدہ اور دستور کے خلاف کہ جس میں تم ہو، میں نے کہا نہیں خدا کی قسم مجھے یہ بات خوشحال وخوشنود نہیں کرتی کہ میرے لیے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سونا چاندی میں سے ہو اور میں اس حال کے برخلاف ہوجاؤں جس میں میں ہوں۔

حضرت نے فرمایا خداوند عالم کا ارشاد ہے **اعملوا آل داود شکراً و قلیل من عبادی الشکور** اے آل داؤد شکر کا عمل کرو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار کم ہیں، اس وقت آپؑ نے فرمایا خدا کے متعلق اچھا گمان رکھو، کیونکہ جس کا خدا کے متعلق اچھا گمان ہو اخدا اس کے گمان کیساتھ ہوگا اور جو شخص تھوڑے سے رزق پر راضی ہوجائے خدا اس کے تھوڑے عمل کو قبول کرے گا اور جو تھوڑے سے حلال پر راضی ہوگیا تو اس کے اخراجات آسان ہوجائیں گے اور اس کے اہل وعیال خوشحال ہوں گے اور خداوند عالم اسے دنیا کے درد اور اس کی دوا سے بینا اور بصیرت کردے گا اور اسے سلامتی کے ساتھ دنیا سے دار السلام کی طرف لے جائے گا۔

آٹھواں ارشاد: شیخ صدوق نے سند معتبر کے ساتھ ریان بن صلت سے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے میرے لیے یہ اشعار پڑھے جو کہ جناب عبدالمطلب کے ہیں۔

یعیب الناس کلھم زمانا
وما لزماننا عیب سوانا
نعیب زماننا والعیب فینا
ولو نطق الزمان بنا ھجانا
وان الذئب یترك لحم ذئب
ویاکل بعضنا بعضا عیانا

یعنی تمام لوگ زمانہ کی عیب جوئی کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے علاوہ زمانہ میں کوئی عیب نہیں، ہم زمانہ پر عیب لگاتے ہیں، حالانکہ عیب تو ہم میں ہیں اور اگر زمانہ بولتا تو ہماری مذمت کرتا۔اور بھیڑیا دوسرے بھیڑیئے کا گوشت نہیں کھاتا اور ہم میں سے بعض بعض کا گوشت علی الاعلان کھاتے ہیں اور بعض مقامات پر اس شعر کا بھی اضافہ ہوا ہے۔

لبسنا للخداع مسوك ظبی
فویل للغریب اذا اتانا

ہم نے دھوکا دینے کے لیے ہرن کی کھال پہن رکھی ہے پس ہلاکت ہے اس مسافر کے لیے جو ہمارے پاس آئے۔

نواں ارشاد: روایت ہوئی ہے کہ مامون نے حضرت کو لکھا کہ مجھے موعظہ کیجئے تو حضرتؑ نے اس کے جواب میں لکھا

انك فی دنیا لها مدة
یقبل فیها عمل العامل
اما تری الموت محیطا بها
یسلب منها امل الامل
تعجل الذنب بما تشتهی
وتامل التوبة من قابل
والموت یاتی اهله بغتة

ماذاك فعل الحازم العاقل

یعنی تو ایک ایسی دنیا میں ہے کہ جس کے لیے ایک مدت ہے، زمانہ معین ہے کہ جس میں عمل کرنے والے کا عمل قبول ہو جاتا ہے، کیا دیکھتے نہیں ہو کہ موت نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس سے چھین لیا ہے اپنے ہر آرزو کرنے والے کی آرزو کو تم جلدی کرتے ہو گناہ کی طرف جو تمہارے دل میں آتا ہے اور توبہ کی آرزو اگلے سال کے لیے ہے، حالانکہ موت ناگاہ اپنے اہل پر وارد ہوتی ہے، یہ کام ہوشیار اور عقلمند آدمی کا نہیں۔

اور شیخ صدوق نے ابراہیم بن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اکثر اوقات یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

اذا كنت في خير فلا تغتربه

ولكن قل اللهم سلم و تمم

یعنی جب تم خیر و راحت میں ہو تو اپنے رب سے مغرور نہ ہو جاؤ بلکہ کہو کہ خدایا اس نعمت کو تغییر سے صحیح و سالم رکھ اور اسے مجھ پر تمام کر دے۔

دسواں ارشاد: محمد بن یحییٰ بن ابی عباد نے اپنے چچا سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ ایک دن یہ اشعار پڑھ رہے تھے حالانکہ حضرت، بہت کم شعر پڑھتے تھے، فرمایا

كلنا نامل مد أ في الاجل

والمنا ياهن آفات لامل

لاتغرنك اباطيل المنى والزم

والزم الصمت ودع عنك العلل

انما الدنيا كظل زائل

حل فيها راكب ثم رحل

یعنی ہم سب یہ آرزو رکھتے ہیں کہ ہماری مدت عمر زیادہ لمبی ہو جائے حالانکہ موتیں آرزو کی آفتیں ہیں، تجھے باطل آرزوئیں دھوکہ نہ دیں اور قصد و ارادہ کو لازم پکڑ اور حیلے و بہانے چھوڑ دے سوائے اس کے نہیں کہ دنیا نے یہ اشعار کہے ہیں میں نے کہا کہ ابو العتاہیہ نے میرے سامنے یہ اشعار اپنی طرف سے پڑھے تھے حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کا نام لو اور اسے چھوڑ و یعنی ابو العتاہیہ نہ کہو کیونکہ خداوند عالم فرماتا

ہے و لاتنابزو بالالقاب ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد نہ کرو شاید یہ شخص اس لقب سے کراہت رکھتا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ ابو العتاہیہ ابو اسحاق اسماعیل بن قاسم شاعر اپنے زمانہ کا وحید زمان اور فرید آوان تھا طاقت طبع اور شاقت نظم میں خصوصاً زہد و تقویٰ کے اشعار اور مذمت دنیا میں اور وہ بشار اور ابونواس کے طبقہ میں تھا اور ۱۳۰ھ ہجری کے حدود میں عین التمر میں مدینہ کے قریب وہ پیدا ہوا اور بغداد میں سکونت اختیار کی کہتے ہیں کہ اس کے لیے شعر کہنا اس حد تک آسان تھا کہ وہ کہا کرتا تھا اگر چاہوں تو اپنی تمام گفتگو کو شعر قرار دے دوں تو ایسا کر سکتا ہوں اس کے اشعار میں سے ہیں۔

الا انا کلنا بائد
وای بنی آدم خالد
وبدؤ هم کان من ربهم
وکل الی ربه عائد
فیا عجباً کیف یعصی الاله
ام کیف یجحده الجاحد
وفی کل شیئی له آیة
تدل علی انه واحد

اور یہ اشعار بھی اسی کے ہیں

اذا المرء لم یعتق من المال نفسه
تملکه المال الذی هو مالکه
الا انما مالی الذی انا منفق
ولیس لی المال الذی انا تارکه
اذا کنت ذا مال فبادر به الذی
یحق والا استهلکته مها لکه

یعنی ہم سب ہلاک ہونے والے اور اولاد آدم میں سے کون یہاں ہمیشہ رہنے والا ہے ان کی ابتدا ان کے رب کی طرف سے ہے اور سب اس رب کی طرف پلٹ جائیں گے تعجب ہے کہ کس طرح خدا کی نافرمانی کرتا ہے یا کس طرح اس کا منکر انکار کرتا ہے حالانکہ ہر چیز میں اس کی نشانی موجود ہے جو

دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے۔

جب انسان اپنے نفس کو مال سے آزاد نہ کرے تو وہ مال اس کا مالک ہو جاتا ہے کہ جس کا یہ مالک تھا یاد رکھو کہ میرا مال تو صرف وہی ہے جس کو میں خود خرچ کرلوں اور وہ میرا مال نہیں کہ جسے میں چھوڑ جاؤں جب تیرے پاس مال ہو تو جلدی سے حق کے راستے میں اسے خرچ کرو ورنہ مہالک اسے ہلاک و ختم کر دیں گے۔

اس نے ۲۱۱ھ میں بغداد میں وفات پائی اور وصیت کی کہ اس کی قبر پر یہ شعر لکھیں۔

انّ عیشاً یکون اخرہ الموت

لعیش معجل التنغیض

جس کی زندگی کا آخر موت ہو تو وہ جلد گندی ہونے والی زندگی و عیش ہے۔

عتاہیہ کراہیہ کے وزن پر ہے یعنی کم عقلی و گمراہی اور گمراہ و بے عقل لوگ اور ظاہراً اس معنی کو دیکھتے ہوئے حضرت نے اس شخص سے کہا کہ اس کا نام لو اور اس لقب کو چھوڑ و شاید وہ اسے برا سمجھتا ہو اور واضح ہو کہ اہل سنت کے ایک ادیب نے اپنی کتاب میں حضرت امام رضاؑ سے ایک قصیدہ نقل کیا ہے جو کہ مواعظ اور بہت سی حکمتوں پر مشتمل ہے اور میں نے وہ قصیدہ کتاب نفثۃ المصدور میں نقل کیا ہے اور یہاں تبرکا تیمنا اس کے چند اشعار بغیر ترجمہ کے بیان کرتا ہوں، آپ نے فرمایا۔

ارغب المولاك وكن راشداً

واعلم بان العز فی خدمته

واتل كتاب الله تهدی به

واتبع الشرع علی سنته

لا تحتص عن ناظر عن يلدی الفتی

ویذهب الرونق من بهجته

لسانك احفظه وصن نطقه

واحذر علی نفسك من عثرته

فاالصمت زين و وقار و قد

يوتی علی الانسان من لفظه

من جعل الخمر شفاء له

فلا شفاه الله من علته

لا تعصب العذل فتردی به
لا خیر فی العذل ولا صحبته
لا تطلب الا حسان من غادر
یروغ جگا الثعلب فی روغته
وان تزوجت فکن حاذقاً
واسئل عن الضصن وعن مدبته
یا حافر الحطرة اقصر نکم من
حاضر یصرع فی حفرته
یا ظالما قد غره ظلمه
ای عزیز رام فی عزته
الموت محتوم لکل الوری
لا بدا ان یجرع من غصته

فائدہ: محقق کاشانی نے وافی میں کافی اور تہذیب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے آنحضرت نے فرمایا کہ جسے مساجد میں شعر پڑھتے ہوئے سنو تو اس سے کہو خدا تیرے جبڑوں کو توڑے بیشک مسجد قرآن پڑھنے کے لیے بنائی گئی ہے۔

اس کے بعد محدث فیض فرماتے ہیں کہ آپؐ کا مقصد شعر سے وہ اشعار ہیں کہ جو تخیلات تمویہ، تغزل وعشق بازی پر مشتمل ہوں نہ کہ کلام موزون کیونکہ کلام موزون میں سے بعض تو حکمت ودانائی وعظ ونصیحت اور خدا کی مناجات پر مشتمل ہیں روایت ہے کہ حضرت صادقؑ سے طواف میں شعر پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ جس شعر میں کوئی حرج نہیں تو اس کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ انتہی

فقیر کہتا ہے کہ وہ اشعار جو حکمت وموعظ پر مشتمل ہوں وہ انہیں اشعار کی طرح ہیں کہ جو بیان ہو چکے ہیں باقی رہے مناجات کے اشعار تو وہ بہت ہیں ان میں سے ایک مناجات امام زین العابدینؑ سے مروی ہے طاؤس یمانی کہتا ہے کہ میں نے رات کی تاریکی میں دیکھا کہ ایک شخص غلاف کعبہ سے چمٹا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے۔

الاً ایہا الما مول جی کل حاجتی
شکوت الیك الضرنا سمع شکایتی

الأ یا رجائی انت کاشف کربتی
فهب لی ذنوبی کلها وا قض حاجتی
نزاری قلیل ما اراه مبلغاً
اللزاد ابکی ام لبعد مسا فتی
اتیتُ باعمال قباح ردیة
فمائی الوری خلق جنا کجنا یتی
اتحرقنی بالنار یا غایة المنی
فاین رجائی منك این مخافتی

یعنی اے وہ ذات کہ میں اپنی ہر حاجت میں جس کی امید رکھتا ہوں میں اپنی تکلیف کی تیرے سامنے شکایت کرتا ہوں پس میری شکایت کو سن لے اے میری امید تو میری مصیبت کو دور کرنے والا ہے پس مجھے میرے سب گناہ بخش دے اور میری حاجت روائی کر میرا زادراہ تھوڑا سا ہے میں نہیں سمجھتا کہ یہ مجھے جنت تک پہنچائے میں زادرہ پر گریہ کروں یا مسافت کی دوری کے لیے میں قبیح امدادی اعمال لے کر آیا ہوں اور مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جس نے مجھ جیسے جنایات کا ارتکاب کیا ہو کیا تو مجھے آگ سے جلائے گا اے امیدوں کی انتہا و غایت تو پھر میری امید اور میرا خوف کہاں گئے۔

پانچویں فصل

امام رضا علیہ السلام کا مدینہ سے مرو جانا اور مامون کا عہد ولایت آپؑ کے سپرد کرنا اور علماء ادیان کے ساتھ آپؑ کی مجلس مناظرہ کا تذکرہ

مخفی نہ رہے کہ جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مامون جب تخت خلافت پہ متمکن ہوا اور اس کا فرمان اطراف ملک میں نافذ ہوا تو عراق کی گورنری اس نے حسن بن سہل کے سپرد کی اور خود شہر مرو میں مقیم ہوا اس وقت ممالک حجاز و یمن میں غبار فتنہ و فساد و آشوب اٹھا اور بعض سادات نے خلافت کی طمع میں مخالفت کا جھنڈا لہرایا جب مرو میں یہ خبر مامون کے کانوں تک پہنچی تو اس نے فضل بن سہل ذوالریاستین سے جو کہ اس کا وزیر و مشیر تھا مشورہ کیا بہت غور وخوض کے بعد مامون کے رائے یہ ہوئی کہ وہ حضرت رضاؑ کو مدینہ سے بلائے اور انہیں اپنا ولی عہد مقرر کرے تا کہ باقی سادات اطاعت کریں اور دندان طمع خلافت سے ہٹالیں، پس رجاء ابن ابی ضحاک کو اپنے بعض مخصوص لوگوں کے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں مدینہ بھیجا تا کہ وہ آپؑ کو خراسان کے سفر کی ترغیب دلائیں جب یہ لوگ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتؑ نے پہلے تو بہت انکار کیا جب ان کا مبالغہ حد اعتدال سے بڑھ گیا تو مجبوراً آپؑ نے وہ سفر محنت اثر اختیار کیا اور شیخ صدوق نے محول سجتانی سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو بلایا تو حضرت قبر رسولؐ سے رخصت ہونے کے لیے مسجد میں گئے اور بار بار آپ قبر رسولؐ سے رخصت ہوتے اور باہر آتے پھر واپس قبر پر جاتے ہر دفعہ آپؑ کو اس سفر کی مہار کہا اور فرمایا میری زیارت کرلو کہ میں اپنے جد بزرگوار کے جوار سے جا رہا ہوں اور عالم غربت و مسافرت میں میری موت ہوگی اور ہارون کے پہلو میں دفن ہوں گا۔

شیخ یوسف بن حاتم شامی محقق حلی کے شاگرد درالنظیم میں کہتے ہیں کہ امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ جب میں نے چاہا کہ مدینہ سے خراسان کی طرف جاؤں تو میں نے اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ مجھ پر گریہ کریں تا کہ میں ان کی گریہ وزاری سن لوں پس میں نے ان کے درمیان بارہ ہزار دینار تقسیم کئے اور ان سے کہا

کہ میں اپنے اہل وعیال کی طرف کبھی بھی پلٹ کر نہیں آؤں پس میں نے ابوجعفر جوادؑ کو اٹھایا اور انہیں مسجد میں لے گیا اور ان کا ہاتھ قبر رسولؐ کے کنارہ پر رکھا اور انہیں قبر شریف سے چمٹایا اور ان کی حفاظت رسول خداؐ کے سبب سے چاہی اور میں نے اپنے تمام وکلاء وخدام حشم کو ان کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ ان کی مخالفت نہ کریں اور میں نے انہیں سمجھایا کہ حضرت جوادؑ میرے قائم مقام ہیں۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ کشف الغمہ وغیرہ میں آمیہ بن علی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جس سال امام رضاؑ حج کے لیے گئے اور خراسان کی طرف متوجہ ہوئے تو امام محمد تقی علیہ السلام کو بھی حج پر لے گئے اور جب امام رضاؑ طواف وداع کر رہے تھے تو امام محمد تقیؑ حضرت کے غلام موفق کے کندھے پر سوار تھے اور آپؑ انہیں بھی طواف کرا رہے تھے جب حجر اسماعیل کے پاس پہنچے تو کندھے سے اتر کر بیٹھ گئے اور آثار غم واندوہ آپ کے چہرہ انور سے ظاہر ہوئے اور دعا میں مشغول ہوئے اور دعا کو بہت طول دیا موفق نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اٹھیے فرمایا میں اس جگہ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک میرا اٹھنا خدا کو منظور نہ ہو موفق امام رضاؑ کی خدمت میں آیا اور ان کے فرزند سعادتمند کے حالات عرض کیے حضرت اپنے آنکھوں کے نور کے پاس آئے اور فرمایا اے حبیب اٹھو اس نہال حدیقہ امامت نے کہا اے پدر بزرگور کس طرح میں کھڑا ہو جاؤں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آپؑ خانہ خدا سے ایسے رخصت ہوئے ہیں کہ پھر اس کی طرف پلٹ کے نہیں آئیں گے پھر اپنے باپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اٹھ کر روانہ ہوئے اور آپؑ خراسان کی طرف ۲۰۰ ہجری میں متوجہ ہوئے اور قول مشہور کے مطابق اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر مبارک سات سال تھی جب آپؑ اس سفر کی طرف متوجہ ہوئے تو ہر منزل میں بہت سے معجزات وکرامات اس مخزن اسرار سے ظاہر ہوئے اور ان میں سے اکثر کے آثار تو اب بھی موجود ہیں۔

جناب سید عبدالکریم بن طاؤس کہ جس کی وفات ۶۹۳ھ ہجری میں ہوئی ہے فرحتہ الغریٰ میں روایت کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں مامون نے امام رضاؑ کو مدینہ منورہ سے خراسان بلایا تھا تو حضرتؑ مدینہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اور کوفہ نہ گئے اور بصرہ سے کوفہ کے راستہ بغداد کی طرف متوجہ ہوئے وہاں سے قم گئے اہل قم آپ کے استقبال کے لیے آئے اور ایک دوسرے سے آپؑ کی ضیافت ومہمانی کے سلسلہ میں جھگڑتے تھے اور ہر ایک کی دلی خواہش تھی کہ حضرتؑ اس کے گھر قیام فرمائیں حضرتؑ نے فرمایا کہ میرا اونٹ مامور ہے یعنی جہاں وہ بیٹھ گیا میں وہیں اتروں گا پس وہ اونٹ چلتا رہا یہاں تک کہ ایک گھر کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا اور اس مکان کے مالک نے رات کو عالم خواب میں دیکھا تھا کہ امام رضاؑ کل اس کے مہمان ہوں گے پس تھوڑے ہی وقت میں وہ مقام محل رفیع ہو گیا اور ہمارے زمانہ میں یہاں مدرسہ معمورہ ہے۔

صاحب کشف الغمہ اور دوسرے علماء نے نقل کیا ہے کہ جب امام رضاؑ نیشاپور میں وارد ہوئے اس سفر میں کہ جس میں فضیلت شہادت سے اختصاص حاصل کیا تو آپؑ استر شہباء پر ایک گہوارہ میں سوار تھے کہ جس کا محل رکوب خالص چاندی کا تھا پس بازار میں دو پیشوا ظاہر ہوئے جو کہ حافظ احادیث نبویہ تھے ابوزرعہ اور محمد بن اسلم طوسی پس انھوں نے عرض کیا ایہا

السید بن السادۃ اے سید سادات کے فرزند اے امام اور آئمہ کے بیٹے اے سلالہ طاہرہ رضیہ زاکیہ نبویہ آپ کو اپنے آبا طاہرین اور اسلاف مکرمین کا واسطہ کہ اپنے چہرہ مبارک کی ہمیں زیارت کرائیں اور ہمیں اپنے اباؤ اجداد سے اپنے نانا سے حدیث بیان کیجئے کہ جس حدیث کی وجہ سے ہم آپ کو یاد رکھیں جب ابوزرعہ اور ابن اسلم نے یہ خواہش کی تو حضرتؑ نے اپنا خچر روک لیا اور اس پالکی کے اوپر جو سائبان تھا اسے اٹھوا دیا اور مسلمانوں کی آنکھوں کو اپنی طلعت مبارکہ اور چہرہ کی زیارت سے روشنی بخشی اور لوگ کھڑے تھے بعض چیخیں مارتے، بعض گریہ کرتے، بعض گریبان چاک کرتے اور بعض زمین پر لوٹتے تھے اور جو قریب تھے وہ آپؑ کے خچر کے تنگ کے بوسے لیتے تھے اور بعض گردنیں اونچی کر کے پالکی کے سائبان کو دیکھ رہے تھے کسی نے کس قدر عمدہ کہا ہے۔

گرش بہ بینی و دست از ترنج بشناسی

روا بود کہ ملامت کنی زلیخا را

یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور آنسو نہروں کی طرح جاری تھے اور آوازیں خاموش ہوگئیں اور آئمہ و قاضی چیخ چلائے کہ اے لوگو سنو اور یاد رکھو اور رسول اللہ کو ان کی عشرت کی وجہ سے اذیت نہ پہنچاؤ کان دھر کے سنو یعنی تمہارا رونا اور چیخیں مارنا اس امر میں حائل ہے کہ حضرت امام رضا حدیث بیان کر سکیں اور یہ حضرتؑ کے لیے باعث اذیت و تکلیف ہے اور آپ کو اذیت پہنچانا رسول اللہ کو اذیت دینا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ جب اس مقام پر پہنچا تو میرے دل میں روز عاشورا کا حضرت الشہدا کا تصور آ گیا جب کہ آپ لشکر کوفہ کے سامنے آئے آپؑ نے چاہا کہ انھیں وعظ و نصیحت فرمائیں ان محرومین سعادت اور سرگشتان وادی ضلالت نے آوازیں بلند کیں اور حضرتؑ کی گفتگو کی طرف کان نہ دھرے آپؑ نے انہیں حکم دیا کہ خاموش ہو جاؤ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا فرمایا ہلاک ہو جاؤ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے لیے خاموش نہیں ہوتے میری بات کو سنو میں تمہیں ہدایت کے راستہ کی طرف بلا رہا ہوں وہاں ایسا کوئی خدا پرست نہیں تھا جو فریاد کرتا اور پکارتا کہ یہ فرزند پیغمبرؐ ہے اسے کیوں اذیت دیتے ہو کیوں خاموش نہیں ہوتے تا کہ وہ اپنا موعظ کر لیں اور اپنی گفتگو آخر تک پہنچا لیں اس سید مظلومؑ کے مصائب میں سے ایک یہ مصیبت بھی تھی کہ کمیت شاعر نے اپنے شعر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے حضرت باقرؑ کے سامنے پڑھا اور حضرتؑ کو رلایا ہے، کمیت رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

وقتیل با لطف غودر فیہم

بین غوغاء امۃ وطغام

اور شہید کربلا پھنس گئے امت کے شور و غل اور کمینے لوگوں کے درمیان روایت ہے کہ جب کمیت نے اپنا میمیہ قصیدہ حضرتؑ کے سامنے پڑھا اور اس شعر پر پہنچا تو حضرتؑ نے گریہ کیا اور فرمایا اے کمیت اگر ہمارے پاس مال ہوتا تو تجھے اس کا صلہ دیتے لیکن تیرے لیے وہ کلام ہے جو رسول اللہؐ نے حسان بن ثابت سے فرمایا تھا لا زلت مویداً بروح القدس ما

ذہبت عنا اهل البیت تو روح القدس سے مؤید رہے گا جب تک ہم اہل بیتؑ سے دشمنوں کے حملوں کو دور کرتا رہے۔

ہم حدیث سابق کی طرف رجوع کرتے ہیں نیشاپور کے لوگوں نے کان دھرے تاکہ امام رضاؑ حدیث بیان فرمائیں اور حضرتؑ نے یہ حدیث لکھوائی یعنی آپؑ ایک ایک لفظ فرماتے اور ابو زرعہ اور محمد بن اسلم حجرت کے کلمات لوگوں تک پہنچاتے اس حدیث کو لکھنے کے لیے چوبیس ہزار قلمدان استعمال ہوئے علاوہ دواتوں کے فرمایا حدیث بیان کی میرے باپ موسیٰؑ بن جعفرؑ نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ جعفرؑ بن صادق نے فرمایا حدیث کی میرے باپ محمدؑ بن علیؑ باقرؑ نے فرمایا حدیث بیان کی میرے والد علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ نے فرمایا حدیث بیان کی میرے والد حسینؑ بن علی شہید زمین کربلا نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان فرمائی میرے باپ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب نے سرزمین کوفہ میں فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے چچازاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا محمدؐ سے جبریلؑ نے حدیث بیان کی کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ رب العزت سبحانہ وتعالیٰ فرما رہا ہے کلمة لا اله الا الله حصنی فمن قالها دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ میرا حصار وقلعہ ہے پس جو شخص یہ کلمہ کہے تو میرے حصار وقلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے حصار میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون ہو جائے گا۔ صدق الله سبحانه وصدق جبریل وصدق رسول الله والائمة علیهم السلام اللہ تعالیٰ، جبریل امین، رسول کریمؐ اور آئمہ علیہم السلام نے سچ فرمایا۔

اور شیخ صدوق نے ابو واسع محمد بن احمد نیشاپوری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی جدہ خدیجہ دختر حمدان بن پسندہ سے سنا وہ کہتی ہے کہ جب امام رضاؑ نیشاپور میں داخل ہوئے تو آپؑ محلہ خوزا میں اس طرف اترے کہ جو لاشاباد کے نام سے مشہور تھی میری جدہ پسندہ کے گھر میں اسے پسندہ اس لیے کہتے تھے چونکہ امام رضاؑ نے تمام لوگوں کے درمیان سے اسے پسند کیا جب ہمارے مکان میں تشریف فرما ہو گئے تو گھر کے ایک کونے میں آپؑ نے بادام کا درخت بویا اور بادام کا درخت بڑھا اور ایک بڑا درخت بن گیا اور اس پر پھل لگا اور ایک ہی سال کے اندر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا پس لوگ اس درخت کے بادام شفا کے لیے لے جاتے جسے کوئی تکلیف ہوتی تو تبرکا اس بادام کو کھاتا اور صحت و عافیت پاتا اور جس کی آنکھ میں درد ہوتا وہ اس بادام کو آنکھ پر رکھتا اور شفا پاتا اور حاملہ عورت پر اگر وضع حمل سخت ہوتا تو وہ بادام کھاتی تو اس کا درد کم ہو جاتا اور اسی وقت بچہ جن دیتی اگر کسی چوپائے کو قولنج ہو جاتا تو اس بادام کی ٹہنی لے کر اس کے پیٹ پر کھینچتے تو وہ ٹھیک ہو جاتا اور باد قولنج اس سے برطرف ہو جاتی پس کچھ زمانہ گزرنے کے بعد وہ درخت خشک ہو گیا میرا دادا احمدان آیا اور اس نے اس کی شاخیں کاٹ دیں تو وہ اندھا ہو گیا اس کا بیٹا کہ جسے عمرو کہتے تھے آیا اور اس نے اسے زمین سے کاٹ دیا اس کا تمام مال باب فارس میں ضائع اور تباہ ہو گیا جس کی قیمت ستر ہزار سے لے کر اسی ہزار تک تھی اور اس میں سے اس کے لیے کچھ بھی نہ رہا اور ابو عمرو کے دو بیٹے تھے اور وہ دو تو ابو الحسن محمد بن ابراہیم محمور کے منشی تھے ایک کو ابو القاسم اور دوسرے کو ابو الصادق کہتے تھے انہوں نے چاہا کہ اس گھر کی تعمیر کریں بیس ہزار درہم اس کی تعمیر پر خرچ کیے اور اس درخت کی جڑ جو باقی رہ گئی تھی اس کو اکھاڑ دیا اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ اس کا کیا اثر ان کے لیے پیدا

ہوگا ان میں سے ایک امیر خراسان کے املاک وجائداد کی دیکھ بھال کے لیے گیا تو اسے نیشاپور واپس لے آئے، ایک محمل میں ڈال کر جب کہ اس کا دایاں پاؤں سیاہ ہو چکا تھا پس اس کے پاؤں سے گوشت گر گیا پس اسی بیماری میں ایک ماہ کے بعد مر گیا باقی رہا دوسرا بھائی جو بڑا تھا نیشاپور میں بادشاہ کے دفتر کا مستوفی (منشی) تھا ایک دن منشیوں کی ایک جماعت اس کے پاس کھڑی تھی اور وہ خط لکھ رہا تھا ان میں سے ایک کہنے لگا کہ اس خط کے لکھنے والے سے خدا چشم بد کو دور رکھے اسی وقت اس کا ہاتھ کانپا اور قلم ہاتھ سے گر گیا اور اس کے ہاتھ پر ایک دانہ نکل آیا وہ اپنے گھر واپس آ گیا ابو العباس کاتب ایک جماعت کے ساتھ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے یہ گرمی کی وجہ سے ہے ضروری ہے کہ آج فصد کھلواؤ اسی دن اس نے فصد کھلوائی کل تک وہ وہیں رہے۔ اور کہنے لگے آج بھی فصد کھلواؤ فصد کھلوائی تو اس کا ہاتھ سیاہ ہو گیا اور اس سے گوشت گرنے لگا اور اسی بیماری سے مر گیا اور دونوں بھائیوں کی موت کو ایک سال بھی نہ لگا۔

نیز شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ جب امام رضا نیشاپور میں داخل ہوئے تو آپ اس محلہ میں آ کر رہے کہ جسے فوزا کہتے تھے اور وہاں حمام کی بنا رکھی اور حمام آج تک گرمابہ امام رضا کے نام سے مشہور ہے وہاں ایک چشمہ تھا کہ جس میں پانی کم ہو گیا تھا آپ نے کسی کو مامور کیا کہ وہ اس کا پانی نکالے تا کہ زیادہ پانی نکلے اور دروازے کے باہر ایک حوض بنوایا جو چند سیڑھیاں نیچے چشمہ تک جاتا تھا پس آپ اس میں تشریف لے گئے اور غسل کیا اور باہر آئے اور اس پر نماز پڑھی لوگ آتے اور اس حوض سے غسل کرتے اور طلب برکت کے لیے اس کا پانی پیتے اس کے اوپر نماز پڑھتے اور دعا کرتے اور اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرتے اور وہ پوری ہوتیں، اور اس چشمہ کو آج کل عین کہلان کہتے ہیں اور آج تک لوگ اس چشمہ پر آتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ ابن شہر آشوب نے بھی مناقب میں یہ روایت کی ہے اور اس چشمہ کی وجہ تسمیہ عین کہلان کے ساتھ بیان کی ہے اس کے بعد کہا ہے کہ ایک ہرن حضرتؑ کے پاس آیا اور وہاں حضرتؑ سے پناہ لی اور ابن حماد شاعر نے اپنے شعر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الذی لاذبه الظبیة والقوم جلوس
من ابوه المرتضیٰ یغرکو ویعلو و یروس

یعنی وہ کہ ہرن نے جس کی پناہ لی جب کہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ کہ جس کا باپ علی مرتضیٰ ہے پاک و پاکیزہ وہ بلند مرتبہ اور ناز سے چلنے والا ہے۔

شیخ صدوق اور ابن شہر آشوب نے ابو الصلت سے روایت کی ہے کہ جب امام رضا سرخ بستی پہنچے جب کہ امامؑ مامون کے پاس جا رہے تھے تو لوگوں نے عرض کیا فرزند رسولؐ زوال کا وقت ہو گیا ہے کیا آپ نماز نہیں پڑھیں گے پس آپؑ سواری سے اتر آئے اور پانی منگوایا تو انہوں نے عرض کیا ہمارے ساتھ تو پانی نہیں ہے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے زمین کو کریدا اتنا پانی جوش مار کے نکلا کہ حضرتؑ نے اور جو آپؑ کے ساتھ تھے سب نے وضو کیا اس کا اثر ونشان اب تک باقی ہے۔

جب آپؑ سناباد میں پہنچے تو آپ نے اپنی پشت مبارک اس پہاڑ کے ساتھ لگادی کہ جس سے ہنڈیا بنائی جاتی ہیں آپؑ نے عرض کیا خدایا نفع دے اس پہاڑ کو اور برکت دے ہر اس چیز میں جو اس برتن میں رکھی جائے جو اس پہاڑ سے بنایا جائے آپؑ کے فرمان سے آپؑ کے لیے اس پہاڑ سے دیگچیاں بنائی گئیں آپؑ نے فرمایا کہ آپؑ کے لیے کھانا صرف انہیں دیگچیوں میں پکایا جائے اور حضرت غذا کم کھاتے تھے پس اس دن کے بعد لوگوں نے دیگچیاں اور برتن اس کے پتھروں سے گھڑ کر بنائے اور برکت حاصل کی پس حضرت حُمید بن قحطبہ رطائی کے گھر میں داخل ہوئے اور اس گنبد کے نیچے گئے کہ جس میں ہارون کی قبر تھی اور آپؑ نے اپنے دست مبارک سے اس کے قریب ہی خط کھینچا اور فرمایا یہ میری تربت ہے اور میں یہاں دفن ہوں گا اس کے بعد خداوند عالم اس مکان کو میرے شیعوں اور دوستوں کا محل ورود قرار دے گا خدا کی قسم جو شخص ان میں سے میری اس مکان میں زیارت کرے گا یا مجھ پر سلام بھیجے گا بیشک خداوند عالم اپنی مغفرت ورحمت مع ہم اہل بیتؑ کی شفاعت کے اس پر واجب قرار دے گا پھر آپؑ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور چند رکعت نماز بجالائے اور بہت دعا کی جب دعا سے فارغ ہوئے تو سجدہ میں گئے اور سجدہ کو طول دیا میں نے شمار کیا تو پانچسو تسبیحیں آپ نے سجدہ میں کہیں پھر سر اٹھا کر باہر تشریف لائے سید ابن طاؤس نے یاسر خادم مامون سے روایت کی ہے کہ جس وقت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا حمید بن قحطبہ کے قصر میں وارد ہوئے تو آپ نے اپنے بدن کا لباس اتار کر حمید کو دیا اور حمید نے اپنی کنیز کو دیا تا کہ وہ اسے دھوئے پس کچھ وقت نہیں گذرا تھا کہ وہ کنیز آئی اور اس کے ساتھ ایک رقعہ تھا وہ حمید کو دیا اور کہنے لگی کہ یہ رقعہ مجھے ابوالحسنؑ کے لباس کے گریبان سے ملا ہے پس حمید نے حضرتؑ سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اس کنیز نے آپ کے پیراہن کے گریبان میں ایک رقعہ پایا ہے وہ کیا ہے فرمایا وہ ایک تعویز ہے کہ جسے میں اپنے سے دور نہیں کرتا حمید نے عرض کیا آیا ممکن ہے کہ ہمیں بھی عطا فرمادیں پس فرمایا یہ تعویذ ہے کہ جو شخص اسے اپنے گریبان میں رکھے تو اس سے بلا دور ہوتی ہے اور وہ اس کے لیے شیطان رجیم سے حرز وپناہ ہے پس آپ نے وہ تعویذ حمید کے لیے پڑھا اور وہ یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله انیّ اعوذ بالرحمن منك ان كنت تقياً او غير تقي اخذت بالله السميع البصير على سمعك و بصرك لا سلطان لك على ولا على سمعي ولا على بصري ولا على مالي ولا على ما رزقني ربي سترت بيني و بينك و بستر النبوة الذي استتر انبياء الله به من سطوات الجبا برة والفراعنة جبرائيل عن يميني و ميكائيل عن يساري واسرافيل عن ورآئي و محمد صلى الله عليه وآله امامي والله مطلع على يمنعك مني و يمنع الشيطان مني اللهم لا يغلب جهلك اناتك ان يستفزني و يستخفني

اللھم الیك التجاث

اور اس حرز کے لیے عجیب وغریب حکایت ہے کہ جسے ابوالصلت ہروی نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میرے مولا علی بن موسیٰ الرضا اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مامون کا قاصد آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ امیر آپؑ کو بلا رہا ہے پس امام علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ اس وقت مامون مجھے کسی سخت کام کے لیے بلا رہا ہے اور خدا کی قسم مجھ سے بسبب ان کلمات کے جو مجھ تک میرے جدامجد رسول خداؐ سے پہنچے ہیں کوئی بدی وہ نہیں کر سکے گا۔

ابوالصلت کہتا ہے کہ میں بھی مامون کے پاس جانے کے لیے حضرتؑ کے ساتھ باہر نکلا جب آپؑ کی نگاہ مامون پر پڑی تو یہ حرز آخر تک پڑھا پس جس وقت حضرتؑ مامون کے سامنے پہنچے تو مامون نے آپؑ کی طرف نگاہ کی اور کہنے لگا اے ابوالحسنؑ میں نے حکم دیا ہے کہ آپؑ کو ایک لاکھ درہم دیا جائے اور جو حاجت آپؑ کی ہو وہ تحریر فرمائیں پس جب امام نے پشت پھیری تو مامون نے آپکی طرف پیچھے سے نظر کی اور کہنے لگا میں نے ارادہ کیا اور خدا نے ارادہ کیا اور جو خدا نے ارادہ کیا وہ بہتر ہے۔

حضرت امام رضاؑ کا مرو میں داخل ہونا اور لوگوں کا عہد ولایت کے ساتھ آپؑ کی بیعت کرنا

جب امام رضاؑ مرو میں تشریف لائے تو مامون نے آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور اپنے خواص اولیاء اور اصحاب کو اکٹھا کیا اور کہنے لگا اے لوگو میں نے آل عباس اور آل علی علیہ السلام میں غور وتامل کیا ہے کسی شخص کو افضل اور امر خلافت کا حقدار علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ نہیں دیکھا پھر اس نے حضرت امام رضاؑ کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو خلافت سے معزول کر کے آپؑ کے سپرد کر دوں حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اگر خلافت تیرے لیے قرار دی ہے تو پھر تمہیں اختیار نہیں کہ تم کسی دوسرے کو بخش دو اور خود کو اس سے معزول کرو اور اگر خلافت تمہاری نہیں تو پھر یہ اختیار بھی نہیں کہ کسی کو تفویض کرو مامون کہنے لگا کہ البتہ لازم وضروری ہے کہ اسے قبول کرو حضرتؑ نے فرمایا کہ میں اپنی رضا ورغبت سے اسے کبھی بھی قبول نہیں کروں گا اور دو ماہ تک یہ گفتگو ہوتی رہی جتنا اس نے زور دیا چونکہ حضرتؑ اس کی غرض کو سمجھتے تھے آپؑ انکار کرتے رہے۔

جب مامون آپؑ کے خلافت قبول کرنے سے مایوس ہو گیا تو کہنے لگا اگر آپؑ خلافت کو قبول نہیں کرتے تو پھر میری ولی عہدی (ولایت عہد) کو قبول کریں تا کہ میرے بعد آپؑ کی خلافت ہو حضرت نے فرمایا کہ میرے آباؤ اجداد نے مجھے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے دنیا سے جاؤں گا اور مجھے زہر ستم سے شہید کریں گے اور مجھ پر آسمان وزمین کے ملائکہ گریہ کریں گے اور میں غربت ومسافرت میں ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہوں گا مامون یہ باتیں سن کر رونے لگا اور کہنے لگا جب تک میں زندہ ہوں کون آپؑ کو قتل کر سکتا ہے آپؑ سے بدی کرنے کا خیال دل میں لا سکتا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ مجھے کون شہید کرے گا مامون کہنے لگا ان باتوں سے آپؑ کی غرض یہ ہے کہ میری ولی عہدی قبول نہ کریں تا کہ لوگ یہ کہیں کہ آپؑ نے دنیا کو چھوڑ دیا (لات ماروی) حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم جس دن سے میرے پروردگار نے مجھے پیدا کیا ہے اب تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور دنیا کے لیے دنیا کو ترک نہیں کیا اور تیری غرض کو بھی میں جانتا ہوں کہنے لگا میری غرض کیا ہے فرمایا تیری غرض یہ ہے کہ لوگ کہیں کہ علیؑ بن موسیٰؑ رضا نے دنیا کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ دنیا نے اسے چھوڑ رکھا تھا اب جس وقت دنیا اسے میسر آئی تو خلافت کے طمع میں ولی عہدی کو قبول کر لیا مامون آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمیشہ نامناسب باتیں میرے سامنے کرتے ہیں اور میری سطوت سے مامون ہو گئے ہو خدا کی قسم اگر ولی عہدی قبول نہ کی تو میں آپؑ کی گردن اڑا دوں گا حضرتؑ نے فرمایا خداوند عالم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالوں اگر مجبور کرتے ہو تو میں قبول کر لیتا ہوں بشرطیکہ کسی کو نصب وعزل نہیں کروں گا اور کسی رسم کو توڑوں گا نہیں اور کوئی امر احداث نہیں کروں گا اور دور سے خلافت کو دیکھتا رہوں گا مامون ان شرائط پر راضی ہو گیا۔

پس حضرتؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کیا خدایا تو جانتا ہے کہ مجھے مجبور کر دیا گیا ہے اور ضرورت واکراہ سے میں نے اس امر کو اختیار کیا ہے پس مجھ سے مواخدہ نہ کرنا جیسا کہ تو نے اپنے دو بندوں اور دو پیغمبروں یوسفؑ ودانیالؑ کا مواخذہ نہیں کیا جب کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہ کی طرف سے ولایت کو قبول کر لیا خدایا کوئی عہد تیرے عہد کے علاوہ نہیں اور کوئی ولایت نہیں مگر جو تیری طرف سے ہو پس مجھے توفیق دے کہ تیرے دین کو قائم رکھوں اور تیرے پیغمبر کی سنت کو زندہ کروں بے شک تو بہترین مولا اور مددگار ہے پس محزون وگریان آپؑ نے مامون کی ولی عہدی قبول کی دوسرے دن جو کہ چھ ماہ مبارک رمضان کا دن تھا جیسا کہ شیخ مفید کی تاریخ شرعیہ سے ظاہر ہوتا ہے مامون نے ایک جلسہ عظیم ترتیب دیا اور حضرتؑ کے لیے اپنی کرسی کے ساتھ ایک کرسی رکھی اور آپؑ کے لیے تکیہ لگوا دیا اور تمام اکابر واشراف وسادات وعلماء کو جمع کیا پہلے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ حضرتؑ کی بیعت کرے اس کے بعد لوگوں نے بیعت کی پھر زر نقد کی تھیلیاں لے آئے اور بہت سے جائزے اور انعامات لوگوں کو بخشے خطباء اور شعراء کھڑے ہوئے اور خطبے اور قصائد غرا حضرتؑ کی شان میں پڑھے اور انعام لیے اور حکم دیا کہ منبروں پر آپؑ کا نام بلند ہو اور دنانیر ودراہم کے چہروں کو آپؑ کے نام نامی اور لقب گرامی کے ساتھ مزین کیا جائے اور اس سال مدینہ میں منبر رسول خداؐ پر خطبہ پڑھا گیا اور حضرت امام رضاؑ کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا گیا، ولی عہد المسلمین علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ستة آباء هم ما هم افضل من یشرب صوب الغمام چھ اباؤ اجداد ہیں وہ وہ ہیں جو بادل کا پانی پینے والوں سے افضل ہیں، نیز مامون نے حکم دیا کہ سیاہ لباس جو بنی امیہ کی بدعت تھی اسے ترک کیا جائے اور سبز لباس پہنا جائے اور اپنی ایک بیٹی ام حبیب کی حضرتؑ سے

شادی کی اور اپنی دوسری بیٹی ام الفضل کو امام محمد تقیؑ سے منسوب کیا اور اسحاق بن موسیٰؑ سے اس کے چچا اسحاقؑ بن جعفرؑ کی لڑکی کی شادی کی اور اسی سال ابراہیم بن موسیٰؑ امام رضاؑ کے بھائی نے مامون کے حکم سے لوگوں کو حج کرایا اور جب عید کا دن قریب آیا تو مامون نے حضرتؑ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپؑ سوار ہو کر عید گاہ میں جائیں اور نماز عید پڑھائیں اور خطبہ دیں حضرتؑ نے جوابی پیغام بھیجا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے ولی عہدی اس شرط پر قبول کی تھی کہ ان کاموں میں مداخلت نہیں کروں گا مجھے لوگوں کے ساتھ نماز عید پڑھنے سے معاف کرو مامون نے کہلا بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کاموں سے لوگوں کو یہ اطمینان ہو جائے کہ آپؑ میرے ولی عہد ہیں اور آپؑ کے فضل کو پہچانیں حضرتؑ نے قبول نہ کیا مسلسل قاصد حضرتؑ اور مامون کے درمیان آتا جاتا رہا اور لوگوں کا اصرار بھی زیادہ ہوا تو مجبوراً آپؑ نے پیغام بھیجا کہ اگر مجھے معاف کر دو تو یہ میرے نزدیک بہتر ہے اور اگر معاف نہیں کرتے ہو تو میں نماز کے لیے اسی طرح جاؤں گا جس طرح کہ رسول خداؐ اور امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام جایا کرتے تھے مامون کہنے لگا آپؑ نماز کے لیے جائیں جس طرح آپؑ چاہیں پس اس نے افسروں اور دربانوں اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ صبح سویرے حضرت امام رضاؑ کے در دولت پر حاضر ہوں راوی کہتا ہے کہ جب عید کا دن آیا تو لوگ حضرتؑ کے دیدار کے لیے راستوں پر اور چھتوں پر جمع ہوئے اور عورتوں اور بچوں نے اجتماع کیا اور آنجنابؑ کے باہر آنے کے انتظار میں آبیٹھے اور تمام افسر و فوجی آپؑ کے در دولت پر آ حاضر ہوئے جب کہ وہ گھوڑوں پر سوار تھے وہ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا پس حضرتؑ نے غسل کیا اور اپنا لباس پہنا اور سفید عمامہ جو کپاس سے بنا ہوا تھا سر پر رکھا اور اس کا ایک شملہ اپنے سینہ کے درمیان اور دوسرا دونوں کندھوں کے درمیان ڈالا اور کچھ مقدار خوشبو لگائی اور عصا ہاتھ میں لیا اور اپنے غلاموں سے فرمایا کہ تم بھی ایسا کرو جیسا کہ میں نے کیا ہے پس وہ حضرتؑ کے آگے آگے گھر سے باہر نکلے اور حضرت ننگے پاؤں روانہ ہوئے اور آدھی پنڈلی تک کپڑا اوپر کیا ہوا تھا ''و علیہ ثیاب مشمرۃ'' اور آپؑ کا لباس سمٹا ہوا تھا پس تھوڑا راستہ طے کر کے آپؑ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر تکبیر عید کہی اور آپؑ کے غلاموں نے آپؑ کے ساتھ تکبیر کہی پس جب وہ مکان کے دروازے تک پہنچے تو افسروں فوجیوں نے جو آپؑ کو اس ہیئت سے دیکھا تو وہ سب اپنی سواریوں سے کود پڑے اور انتہائی عجلت کے ساتھ اپنے جوتے پاؤں سے اتار دیئے اور بہتر حالت میں وہ تھا کہ جس کے پاس کوئی چھری تھی کہ جس نے اپنے جوتے کے تسمے اس سے کاٹ دیئے اور پاؤں اس سے نکال کر پیادہ ہو گئے راوی کہتا ہے حضرت امام رضاؑ نے گھر کے دروازے پر تکبیر کہی اور سب لوگوں نے آپؑ کے ساتھ تکبیر کہی ہمیں خیال و تصور ہوتا تھا کہ آسمان اور دیواریں بھی آپؑ کے ساتھ تکبیر کہہ رہے ہیں اور لوگ حضرتؑ کی سن کر دھاریں مار مار کر رو رہے تھے اس حد تک کہ مرو کا شہر لوگوں کے گریہ و شیون کی آواز سے لرزنے لگا یہ خبر مامون تک پہنچی تو وہ ڈر گیا کہ اگر حضرتؑ اس کیفیت میں عید گاہ تک پہنچ گئے تو لوگ آپؑ کے مفتون و فریفتہ ہو جائیں گے تو اس نے حضرتؑ کو نہ جانے دیا اور کسی کو آپؑ کی خدمت میں بھیجا کہ ہم نے آپ کو زحمت و تکلیف دی ہے آپؑ واپس ہو جائیں اور اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں جو شخص ہر سال عید کی نماز پڑھاتا ہے وہی نماز پڑھا دے، حضرتؑ نے اپنا جوتا منگوایا اور سوار ہو کر واپس چلے گئے اور اس دن لوگوں کا معاملہ اختلاف میں پڑ گیا اور نماز کا انتظام اس سبب سے درہم برہم ہو گیا۔

مولف کہتا ہے کہ اگر چہ مامون ظاہراً حضرت امام رضاؑ کی توقیر و تعظیم میں کوشاں رہتا اور آپؑ کے احترام میں فروگزاشت نہ کرتا لیکن باطن میں بطور شیطنت بدی بطریق نفاق حضرتؑ سے دشمنی کرتا اور بحکم هم عدو فاحذرهم وہ دشمن ہیں ان سے بچو وہ دشمن واقعی بلکہ آپؑ کا سخت ترین دشمن تھا جو کہ بظاہر تو محبت و دوستی اور خوش زبانی کے طریق پر حضرتؑ کے ساتھ پیش آتا لیکن باطن میں سانپ کی طرح آپؑ کو ڈستا اور ہمیشہ آپؑ کو زہر کے گھونٹ پلاتا رہتا لہذا جس وقت سے آپؑ ولی عہد ہوئے آپؑ کی مصیبت اذیت اور صدمات کی ابتداء ہوگئی اور آپؑ کی بیعت کرنے کے دن ہی حضرتؑ کے خواص میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں حضرتؑ کی خدمت میں تھا اور حضرتؑ کے فضل کے ظہور کی وجہ سے میں خوش حال تھا کہ حضرتؑ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے مجھ سے فرمایا اس معاملہ سے خوش نہ ہو کیونکہ یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچے گا اور میں اس حال میں باقی نہیں رہوں گا اور علی بن محمد بن جہم کی حدیث میں ہے کہ جب مامون نے علماء امصار اور فقہاء اقطار کو جمع کیا تا کہ امام رضاؑ کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ کریں آپؑ ان سب پر غالب آئے اور سب نے حضرتؑ کی فضیلت کا اقرار کیا اور حضرتؑ مامون کی مجلس سے اٹھ کر اپنے مکان پر واپس تشریف لے گئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مامون کو آپؑ کا مطیع قرار دیا ہے اور وہ آپ کی بہت عزت کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اے ابن جہم میرے ساتھ مامون کی یہ محبتیں تجھے دھوکہ نہ دیں کیونکہ عنقریب ظلم و ستم سے زہر کے ساتھ وہ مجھے شہید کرے گا اور یہ وہ بات ہے جو میرے آباؤ اجداد کی طرف سے مجھے ملی ہے اور اس بات کو پوشیدہ رکھنا اور جب تک میں زندہ ہوں کسی سے بیان مت کرنا۔

خلاصہ یہ کہ ہمیشہ مامون کی بری معاشرت سے آپؑ کے دل کو دکھ درد پہنچتا اور آپؑ کسی سے اس کا اظہار نہیں کر سکتے تھے اور آخر میں آپؑ اتنا تنگ آ گئے تھے کہ خدا سے موت کی درخواست کی جیسا کہ یاسر خادم کہتا ہے کہ ہر جمعہ کے دن جب آپ مسجد جامع سے واپس آتے تو پسینہ میں شرابور اور غبار آلودگی کی حالت میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے اور عرض کرتے خدایا اگر فرج و کشائش میری موت پر منحصر ہے تو اسی وقت میری موت میں تعجیل فرما اور ہمیشہ غم و غصہ میں رہے یہاں تک کہ دنیا سے کوچ فرمایا اور اگر کوئی جستجو کرنے والا غور و فکر کرے مامون کی معاشرت و سلوک کی وضع و کیفیت میں جو آنحضرتؑ سے تھی تو وہ اس مطلب کی تائید کرے گا۔

کہ آیا کوئی شخص عاقل تصور کر سکتا ہے کہ مامون دنیا پرست کہ جو خلافت و ریاست کے طمع میں حکم دے کہ اس کے بھائی محمد امین کو انتہائی بے دردی سے قتل کر دیں اور اس کا سر اس کے پاس لے آئیں اور وہ اسے اپنے گھر کے صحن میں ایک لکڑی پر نصب کر دے اور اپنے جنود و عساکر کو حکم دے کہ ہر شخص کھڑے ہو کر اس پر لعنت کرے اور اپنا جائزہ وصول کرے تو وہ شخص اس قدر طالب خلافت و ملک ہو امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو بلاتا ہے اور دو ماہ تک اصرار کرتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ خلافت سے معزول ہو جاؤں اور خلافت کا لباس آپؑ کو پہنا دوں سوائے شیطنت اور بدی کے کوئی اور نکتہ اس کے ملحوظ نظر ہو سکتا ہے۔

حالانکہ خلافت قرۃ العین مامون تھی اور سلطنت کے حق میں کہا گیا ہے الملك عقیمہ کہ ملک بانجھ عورت کی طرح ہے اس کے بھائی امین نے اسے خوب پہچانا ہوا ہے جیسا کہ اس نے احمد بن سلام سے کہا جب کہ اس کو گرفتار کرلیا گیا تھا کہ آیا مامون مجھے قتل کردیگا احمد کہنے لگا نہیں وہ تجھے قتل نہیں کریگا کیونکہ جذبہ رحم اس کے دل کو تجھ پر مہربان کردیگا، امین کہنے لگا هیهات الملك عقیمہ لا رحم یہ دور کی باتیں ہیں ملک بانجھ ہے اور مامون میں رحم نہیں ہے علاوہ اس کے مامون نہیں چاہتا تھا کہ حضرت رضاؑ کی فضیلت ظاہر ہو جیسا کہ نماز عید اور دوسری روایات کے دیکھنے سے یہ واضح و روشن ہے۔

اور رجاء بن ابی ضحاک کی روایت کے آخر میں ہے کہ جب رجاء نے امام رضاؑ کے فضائل اور عبادات مامون کے سامنے نقل کئے تو مامون نے کہا کہ جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے لوگوں کو اس کی خبر نہ دینا اور مصلحت و شیطنت کی بنا پر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کے فضائل صرف میری زبان سے ظاہر ہوں اور آخر میں جب اس نے دیکھا کہ ہر روز انوار علم وکمال اور آثار رفعت و جلال حضرت کے لوگوں پر ظاہر ہو رہے ہیں اور آپؑ کی محبت ان کے دلوں میں گھر کرتی جارہی ہے تو نائرہ حسد اس کے سینہ کے اندر مشتعل ہوا اور حضرتؑ کو ٹھکانہ لگانے کی تدبیر کرنے لگا لہذا حضرتؑ کو زہر دے دیا جیسا کہ شیخ صدوق نے احمد بن علی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالصلت ہروی سے پوچھا کہ اس اکرام ومحبت کے باوجود جو حضرتؑ کی نسبت ظاہر کرتا تھا اور انہیں اپنا ولی عہد بنایا تھا کس طرح مامون امام رضاؑ کے قتل پر راضی ہو گیا حالانکہ وہ آپ کی فضیلت و بزرگی کو جانتا تھا اور ولایت عہد آپ کو اس لیے سپرد کی تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ حضرتؑ دنیا کی طرف راغب و مائل ہیں اور ان کے دلوں سے آپؑ کی محبت کم ہوجائے، جب اس نے دیکھا کہ یہ چیز تو لوگوں کی زیادہ محبت واخلاص کا باعث ہوگئی ہے تو تمام فرقوں کے علماء کو یہود و نصاریٰ و مجوس صائبین و براہمہ و ملحدین و دھریین اور تمام ملل وادیان کے علماء کو جمع کیا تا کہ وہ حضرتؑ سے مباحثہ و مناظرہ کریں شاید وہ آپ پر غالب آجائیں اور آنجنابؑ میں کوئی عجز و نقص ظاہر ہو اور اس وجہ سے لوگوں کے اعتقاد میں جو انہیں حضرتؑ سے ہے کچھ کمزوری آجائے اس تدبیر نے بھی اس کے مقصود کے خلاف نتیجہ دیا اور وہ سب حضرتؑ سے مغلوب ہو گئے اور انہوں نے آپؑ کی فضیلت و جلالت کا اقرار کیا۔

مولف کہتا ہے کہ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ آپؑ کی مجالس مناظرہ میں سے صرف ایک مجلس کی طرف یہاں اشارہ کروں اور اپنی کتاب کو اس سے زینت دوں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی علماء ملل وادیان کے ساتھ ایک مجلس مناظرہ کا تذکرہ

شیخ صدوق نے حسن بن محمد نوفل ہاشمی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام رضاؑ مامون کے پاس تشریف لے گئے تو مامون نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ وہ اصحاب مقالات و گفتگو کو جمع کرے مثل جاثلیق کے جو نصاریٰ کا رئیس ہے اور اس الجالوت کو جو یہودیوں کا بڑا عالم ہے اور روٗسا صابئین کو اور یہ وہ لوگ ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر ہیں اور ہربذ اکبر کو جو کہ آتش پرستوں کا بزرگ ہے اور اصحاب زرشت ونسطاس رومی اور متکلمین کو تا کہ وہ آنحضرتؑ اور ان لوگوں کی گفتگو سنیں پس فضل بن سہل نے ان سب کو جمع کیا اور مامون کو ان کے اجتماع کی خبر دی مامون کہنے لگا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ اور جب وہ مامون کے ہاں اکٹھے ہوئے تو اس نے انہیں مرحبا کہا اور ان پر نوازش وعنایت کی اور کہنے لگا کہ میں نے تمہیں خیر کے لئے جمع کیا ہے اور میں دوست رکھتا ہوں کہ تم میرے چچازاد بھائی کے ساتھ جو کہ مدینہ سے میرے پاس آیا ہوا ہے مناظرہ کرو، پس جب صبح ہو تو تم میرے پاس آنا اور تم میں سے کوئی خلاف ورزی نہ کرے وہ کہنے لگے سمعاً وطاعة یا امیر المومنین ہم کل صبح انشاء اللہ حاضر ہوں گے۔ راوی بن نوفل کہتا ہے کہ ہم امام ابوالحسن الرضاؑ کے پاس بیٹھے کسی حدیث کا ذکر ہو رہا تھا کہ اچانک یاسر جو کہ حضرت رضاؑ کے معاملات کا متولی تھا اندر آیا اور کہنے لگا اے میرے سید و آقا امیر المومنین آپؑ کی خدمت میں سلام کہہ رہا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کا بھائی آپؑ پر قربان جائے اصحاب مقالات اور اہل ادیان و متکلمین تمام ملتوں کے میرے پاس جمع ہوئے ہیں اگر آپؑ ان سے گفتگو کرنے کی رغبت رکھتے ہوں تو کل صبح میرے پاس تشریف لے آئیں اور اگر نا پسند کرتے ہیں تو اپنے آپ کو زحمت نہ دیں اور اگر آپؑ کی خواہش ہو ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو یہ بھی ہمارے لیے آسان ہے۔

حضرت نے اس سے فرمایا کہ مامون سے کہنا کہ میں تمہارے ارادہ کو جانتا ہوں میں کل انشاء اللہ تمہاری مجلس میں آؤں گا راوی کہتا ہے کہ جب یاسر چلا گیا تو حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے نوفلی تو عراق کا رہنے والا ہے اور رقت عراقی غلیظ اور سخت نہیں ہے تیری نظر میں کیا ہے تیرے چچازاد کا ہمارے لیے اہل شرک واصحاب مقالات کو جمع کرنا یعنی جو مجالس و محافل پر علمی گفتگو کریں میں نے عرض کیا آپؑ پر فدا ہوں وہ آپ کا امتحان کرنا چاہتا ہے اور وہ دوست رکھتا ہے کہ وہ آپؑ کے علم کے اندازہ و مقدار کو سمجھے لیکن اس نے غیر محکم اساس پر بنیاد رکھی ہے اور خدا کی قسم اس نے بری بنیاد رکھی ہے حضرتؑ نے فرمایا اس سلسلہ میں اس کی بنیاد کیا ہے۔؟

میں نے کہا کہ اصحاب کلام و بدع علماء کے برعکس ہوتے ہیں کیونکہ عالم غیر منکر کا انکار نہیں کرتا اور اصحاب مقالات و

متکلمین واہل شرک اصحاب انکار اور ایک دوسرے کو مبہوت و حیران کرنے والے ہوتے ہیں اگر آپؑ ان سے احتجاج کریں کہ اللہ ایک ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس کی وحدانیت کو ثابت کریں اور اگر کہیں کہ محمدؐ رسول خدا ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ان کی رسالت کو ثابت کریں پس وہ انسان کو حیران کر دیتے ہیں اور جب انسان صحت و دلیل سے ان کی بات کو باطل کر دے تو وہ مغالطہ میں ڈالتے ہیں تاکہ انسان اپنی کہی ہوئی بات کو چھوڑ دے اور اپنے قول سے دستبردار ہو جائے پس آپؑ ان سے بچئے میں آپؑ پر فدا ہو جاؤں۔

حضرت نے تبسم کیا اور فرمایا اے نوفلی کیا تمہیں ڈر ہے کہ وہ میری دلیل توڑ دیں گے میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں ہرگز یہ گمان آپؑ کے متعلق نہیں رکھتا اور میں امید رکھتا ہوں کہ خداوند عالم آپ کو ان پر انشاء اللہ کامیابی عنایت فرمائے گا۔

آپ نے فرمایا اے نوفلی کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں معلوم ہو کہ مامون کس وقت اپنے عمل پشیمان ہوگا میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا اس وقت سنے گا میرا دلیل لانا اہل تورات کی رد میں تورات سے اور اہل انجیل سے اور اہل زبور کی تردید زبور سے اور صائبین کے خلاف عبرانی زبان سے اور آتش پرستوں کے خلاف ان کی فارسی زبان سے اور رومیوں کے خلاف ان کی رومی زبان سے اور اہل مقالات کے خلاف ان کی اصطلاحات میں پس جب میں نے ہر صنف کا منہ بند کر دوں گا اور اس کی دلیل کو باطل کر دوں گا اور ہر ایک اپنا قول چھوڑ کر میری بات کا قائل ہو جائے گا تو اس وقت مامون کو پتہ چلے گا کہ وہ مقام کہ جس کا راستہ سامنے ہے وہ اس کا مستحق نہیں تو وہ اس وقت پشیمان ہوگا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پس جب صبح ہوئی تو فضل بن سہل آیا اور آنجنابؑ سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپ کا ابن عم آپؑ کا منتظر ہے اور وہ لوگ سب جمع ہو گئے ہیں پس تشریف لانے کے متعلق آپؑ کی کیا رائے ہے۔

آپؑ نے فرمایا تم چلو میں انشاء اللہ تمہارے پیچھے آ رہا ہوں اس کے بعد آپؑ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا اور ستوؤں کا ایک گلاس پیا اور ہمیں بھی ستو پلائے اس کے بعد باہر نکلے اور ہم بھی آپؑ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ مامون کے دربار میں داخل ہوئے دیکھا کہ مجلس لوگوں سے پر ہے۔

اور محمد بن جعفر طالبین اور بنی ہاشم کے درمیان بیٹھا اور افسران لشکر حاضر ہیں پس جب امام رضاؑ داخل ہوئے تو مامون اور محمد بن جعفر کھڑے ہو گئے اور تمام بنی ہاشم بھی آپؑ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور حضرت رضاؑ مامون کے ساتھ بیٹھ گئے اور باقی تمام لوگ کھڑے رہے یہاں تک کہ آپؑ نے حکم دیا تو تمام بیٹھ گئے اور مامون کا رخ مسلسل حضرتؑ کی طرف رہا اور وہ آپؑ سے ایک گھنٹہ تک گفتگو کرتا رہا اس کے بعد مامون نے جاثلیق کی طرف رخ کیا جو عالم نصاریٰ تھا اور کہا کہ اے جاثلیق یہ میرے چچا زاد بھائی علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ اولاد جناب فاطمہؑ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں اور علیؑ بن ابی طالب کے فرزند ہیں میں دوست رکھتا ہوں کہ ان سے گفتگو و محاجہ کرو اور انصاف کے ساتھ ان سے پیش آؤ جاثلیق کہنے لگا اے امیر المومنین میں کس طرح اس شخص سے مباحثہ اور محاجہ کروں جو میرے سامنے ایسی کتاب کی دلیل پیش کرے کہ جس کا میں منکر ہوں اور ایسے پیغمبر کے قول کو پیش کرے کہ جس پیغمبر پر میں ایمان نہیں رکھتا حضرت رضاؑ نے فرمایا اے جاثلیق اگر میں دلیل تیری انجیل سے پیش کروں تو اس کا اقرار و اعتراف کرے

کا جاثلیق کہنے لگا تو کیا میں قدرت رکھتا ہوں کہ اس چیز کو رد کروں جو کہ انجیل میں تحریر ہے۔

ہاں خدا کی قسم میں اپنے علی الرغم اس کا اقرار کروں گا حضرتؑ نے جاثلیق سے فرمایا پھر سوال کرو اور اس کا جواب لو جاثلیق کہنے لگا آپؑ جناب عیسیٰؑ کی نبوت وکتاب کے متعلق کیا فرماتے ہیں ان دونوں میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہیں حضرت رضاؑ نے فرمایا کہ میں اقرار کرتا ہوں عیسیٰؑ کی نبوت اور اس کی کتاب کا اور اس چیز کا جس کی اس نے اپنی امت کو بشارت اور حواریین نے اس کا اقرار کیا لیکن میں اس عیسیٰؑ کی نبوت ورسالت کا اقرار نہیں کرتا کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت ونبوت اور ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور اپنی امت کو اس کی خوشخبری نہیں دی۔

جاثلیق کہنے لگا ایسا نہیں کہ احکام کا فیصلہ دو شاہد عادل سے ہوتا ہے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے عرض کرنے لگا پھر اپنے اہل ملت و مذہب کے علاوہ دو گواہ پیش کیجئے نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان اشخاص میں سے جو ملت نصرانیت میں مقبول ہوں الشہادت ہوں اور اس قسم کا سوال کیجئے ہمارے اہل ملت کے علاوہ لوگوں سے بھی حضرتؑ نے فرمایا اے نصرانی اب تو راہ انصاف پر آیا ہے۔

کیا قبول نہیں کرو گے اس عادل کو جو مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کے نزدیک مقدم و بزرگ تھا، جاثلیق کہنے لگا یہ عادل کون ہے مجھے اس کا نام بتایئے، فرمایا تمہارا کیا خیال ہے یوحنائے دیلمی کے حق میں عرض کرنے لگا کیا کہنا آپؑ نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ جناب مسیحؑ کا دوست اور محبوب تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں کیا یہ انجیل میں ہے؟

یوحنا نے کہا کہ مسیحؑ نے مجھے دین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر دی اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد ہیں اور میں نے اس کی خوشخبری حواریین کو دی ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے اور انھوں نے اسے قبول کر لیا جاثلیق کہنے لگا کہ یوحنا نے یہ بات مسیحؑ سے نقل کی ہے اور بشارت دی ہے ایک شخص کی نبوت اس کے اہل بیتؑ اور اس کے وصیؑ کی لیکن یہ تشخیص نہیں کی کہ کس زمانہ میں ہوگا اور ان کے نام بھی بیان نہیں کئے تا کہ میں انہیں پہچان سکوں۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر ہم کوئی ایسا شخص لے آئیں جو انجیل کی قرآت کرتا ہو اور تیرے سامنے تلاوت کرے محمدؐ ان کے اہل بیتؑ اور ان کی امت کے ذکر کو تو کیا ایمان لے آئے گا، عرض کیا جی ہاں یہ بات پختہ اور محکم ہے حضرتؑ نے نسطاس رومی کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ تجھے سفر سوم انجیل کس طرح حفظ و یاد ہے، عرض کیا بڑی اچھی طرح مجھے حفظ اور یاد ہے۔

پھر حضرتؑ نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا تم انجیل پڑھا کرتے ہو عرض کیا مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ میں اسے پڑھا کرتا ہوں فرمایا پس کان لگا کر مجھ سے اس کا سفر سوم سنو اب اگر اس میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اہل بیتؑ اور ان کی امت کا ذکر ہو تو میرے حق میں گواہی دینا اور اگر نہ ہو تو پھر میرے حق میں گواہی نہ دینا۔ پس آنحضرتؑ نے سفر سوم کی قرئت کی یہاں تک کہ اس جگہ تک پہنچے کہ جہاں پیغمبر کا تذکرہ تھا تو آپؑ نے توقف کیا اور رک گئے فرمایا اے نصرانی تجھے مسیحؑ اور اس کی والدہؑ کے حق کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا تجھے معلوم ہوا ہے کہ میں انجیل کا علم رکھتا ہوں عرض کیا کہ ہاں پس آپؑ نے اس پر ذکر محمدؐ اور ان کے

اہل بیتؑ اور امت کی تلاوت فرمائی اس کے بعد فرمایا اے نصرانی کیا کہتے ہو یہ عیسیٰ بن مریمؑ کا قول ہے (کہ نہیں) اگر تکذیب کرو اس چیز کی کہ جس سے انجیل نے نطق کیا ہے تو موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی تکذیب کرو گے اور جب اس ذکر کا انکار کرو گے تو تمہارا قتل واجب ہو جائے گا کیونکہ تم اپنے پروردگار اور اپنے پیغمبر اور کتاب کے کافر و منکر ہو جاؤ گے جاثلیق کہنے لگا میں اس چیز کا انکار نہیں کرتا جو میرے سامنے ظاہر ہو جائے کہ انجیل میں ہے بلکہ اس کا اقرار کرتا ہوں حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کے اقرار پر گواہ رہنا پھر آپؑ نے فرمایا اے جاثلیق جس چیز کے متعلق چاہو سوال کرو جاثلیق کہنے لگا مجھے یہ بتایئے کہ علماء انجیل کی تعداد کتنی ہے۔

حضرت نے فرمایا علی الخیر سقطت یعنی دانئے حقیقت کار کے دروازے پر گرا ہے یاد رکھو کہ حواریین بارہ افراد تھے اور ان میں سے افضل و اعلم الوتا تھا اور علماء نصاریٰ تین اشخاص ہیں یوحنا اکبر جو کہ اج میں رہتا تھا اور یوحنا ضرقیسیا اور یوحنا دیلمی زجار کے ساتھ اور پیغمبرؐ ان کے اہل بیتؑ اور امت کا ذکر اس کے پاس تھا اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے امت عیسیٰ اور بنی اسرائیل کو حضرتؐ کی بشارت دی تھی پھر فرمایا اے نصرانی خدا کی قسم میں مومن اور تصدیق کرنے والا ہوں اس عیسیٰؑ کی کہ جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا تھا اور تمہارے عیسیٰؑ کی کوئی چیز مجھے ناپسند نہیں سوائے اس کے ضعف و قلت و کمی نماز و روزہ کے جاثلیق کہنے لگا خدا کی قسم آپؑ نے اپنے علم کو خراب اور فاسد کیا ہے اور اپنے معاملہ کو کمزور کر دیا اور میں گمان نہیں کرتا تھا آپؑ کے متعلق مگر یہ کہ آپؑ اہل علم اسلام ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا ہو گیا ہے، جاثلیق کہنے لگا آپ کا یہ قول کہ عیسیٰؑ ضعیف و کم نماز و روزہ تھے حالانکہ جناب عیسیٰؑ نے کبھی دن کو افطار نہیں کیا اور کبھی رات کو سوئے نہیں اور ہمیشہ دن کو روزے رات کو عبادت میں قائم رہتے حضرتؑ نے فرمایا عیسیٰؑ کس کے لیے نماز اور روزہ بجالاتے تھے جاثلیق آپؑ کے جواب سے گنگ رہ گیا اور اس کی گفتگو ختم ہو گئی۔

حضرتؑ نے فرمایا اے نصرانی میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں عرض کیا پوچھیے اگر جانتا ہوا تو جواب ضرور دوں گا حضرتؑ نے فرمایا تم کیوں انکار کرتے ہو کہ جناب عیسیٰؑ حکم خدا سے مردوں کو زندہ کرتے تھے جاثلیق کہنے لگا کہ میرا انکار اس وجہ سے ہے کہ جو شخص مردہ کو زندہ کرے مادر زاد اندھے کو بینا اور جذام کے بیمار کو درست کرے وہ خدا ہے اور مستحق عبادت ہے۔

حضرت نے فرمایا الیسع پیغمبرؑ نے بھی وہ کیا جو عیسیٰؑ کرتے تھے وہ پانی پر چلتے تھے مردہ کو زندہ، مادر زاد نابینا کو بینا اور جذام کی بیماری والے کو ٹھیک کر دیتے تھے اس کی امت نے تو اسے خدا نہیں بنا لیا اور کسی نے اس کی عبادت نہیں کی ہے اور حزقیل پیغمبرؑ سے بھی وہ چیزیں صادر ہوئی جو عیسیٰؑ سے صادر ہوئیں انہوں نے پینتیس ہزار افراد کو مرنے کے بعد زندہ کیا جب کہ انہیں مرے ہوئے ساٹھ سال گذر گئے تھے۔

پس آپؑ نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے راس الجالوت کیا تورات میں تجھے ملتا ہے کہ یہ پینتیس ہزار افراد بنی اسرائیل کے جوانوں میں سے تھے بخت نصر نے انہیں بنی اسرائیل کے باقی قیدیوں سے الگ کر لیا جب کہ اس نے بیت المقدس میں جنگ کی تھی اور انہیں شہر بابل میں لے گیا پس اللہ تعالیٰ نے حزقیل کو ان کی طرف بھیجا پس انہوں نے انہیں زندہ کیا اور یہ چیز تورات میں موجود ہے اور اس کا انکار نہیں کر سکتا مگر وہ جو تم میں سے کافر ہو جائے۔

راس الجالوت کہنے لگا ہم نے یہ سنا ہے اور جانا ہے فرمایا تو صحیح کہتا ہے پس آپؑ نے فرمایا اے یہودی تورات سے اسی سفر کو مجھ سے لو یہاں تک کہ میں اسے پڑھ لوں پس آپ نے تورات کی چند آیات پڑھیں اور وہ یہودی آپؑ کی طرف متوجہ تھا اور چاہتا تھا کہ حضرتؑ پڑھیں اور اسے تعجب ہوتا تھا کہ حضرتؑ کس طرح یہ پڑھ رہے ہیں پھر حضرتؑ نے اس نصرانی یعنی جاثلیق کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے نصرانی آیا یہ پینتیس ہزار افراد عیسیٰؑ کے زمانہ سے پہلے تھے یا عیسیٰؑ ان کے زمانہ سے پہلے تھے عرض کیا بلکہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ پہلے تھے حضرتؑ نے فرمایا کہ قریش کے ایک گروہ نے رسول خداؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا آپ ان کے مردوں کو زندہ کر دیں آنحضرتؐ نے علیؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا قبرستان میں جاؤ اور بلند آواز سے اس گروہ کے نام پکارو کہ جنہیں یہ لوگ چاہتے ہیں زبان پر جاری کرو اے فلاں والے فلاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کہہ رہے ہیں کہ باذن خدا عزوجل کھڑے ہو جاؤ۔

امیر المومنین نے ایسا ہی کیا کہ جیسا آنحضرتؐ نے فرمایا تھا پس ان کے مردے کھڑے ہو گئے درانحالیکہ وہ اپنے سروں سے خاک جھاڑ رہے تھے پس طائفہ قریش نے ان مردوں کا رخ کیا اور ان سے ان کے امور و حالات پوچھنے لگے اور انہوں نے انہیں بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث بر رسالت ہوئے ہیں وہ کہنے لگے کہ ہم دوست رکھتے تھے کہ ہم ان کا زمانہ پاتے اور ان پر ایمان لے آتے پس حضرت رضاؑ نے فرمایا کہ ہمارے نبی نے مادر زاد اندھوں اور جذام والوں اور دیوانوں کو درست کیا ہے اور حیوانات ، پرندوں اور جن و شیاطین نے ان سے گفتگو کی ہے باوجود اس کے ہم نے انہیں خدا نہیں مانا اور ہم کسی نبی کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے لیکن نہ اس حد تک کہ ہم انہیں خدا سمجھنے لگیں۔ تم جناب عیسیٰؑ کو جو خدا کہتے ہو پھر الیسع اور حزقیل کو کیوں خدا نہیں کہتے حالانکہ یہ دونوں بزرگوار بھی مردہ کو زندہ کرنے اور دوسرے امور میں عیسیٰؑ کی طرح تھے ہوا یوں کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے اپنے شہروں سے طاعون کے خوف اور مرنے کے ڈر سے فرار اختیار کیا پس خداوند کریم نے ان سب کو ایک ہی وقت میں مار دیا اس بستی والوں نے کہ جہاں یہ لوگ مرے تھے ان کے گرداگرد ایک دیوار کھڑی کر دی وہ اسی طرح رہے یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو گئیں پس وہاں سے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی گزرا اور اس نے ان سے اور بہت سی بوسیدہ ہڈیوں پر تعجب کیا پس پروردگار عالم کی طرف سے اس نبی کو وحی ہوئی کیا تم چاہتے ہو کہ میں انہیں زندہ کروں تا کہ تم انہیں دیکھو عرض کیا ہاں اے میرے پروردگار وحی آئی کہ انہیں پکارو اور ندا دو تو اس پیغمبر نے کہا اے بوسیدہ ہڈیو اذن خدا سے اٹھ کھڑے ہو پس ایک ہی دفعہ وہ سب زندہ ہو گئے درانحالیکہ وہ خاک اپنے سروں سے جھاڑ رہے تھے۔'

اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل الرحمان نے چار پرندے لیے اور ریزہ ریزہ کیا اور ہر جزو کو ایک پہاڑ پر رکھا پس ان پرندوں کو پکارا ایک ہی دفعہ وہ سب آپ کی طرف آئے۔

حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام اپنے اصحاب میں سے ستر افراد کے ساتھ کہ جنہیں اپنی قوم میں سے منتخب کیا تھا پہاڑ کی طرف گئے پس انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے خدا کو دیکھا ہے ہمیں بھی دکھائیں جس طرح خود دیکھا ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں نے اسے نہیں دیکھا وہ کہنے لگے ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک واضح طور پر ہمیں خدا کا

دیدار نہیں کرائیں گے پس ان سب پر بجلی گری اور وہ جل گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا رہ گئے تو عرض کیا اے پروردگار میں نے بنی اسرائیل میں سے ستر افراد چنے تھے اور ان سب کے ساتھ آیا تھا اب اگر میں تنہا واپس جاؤں اور انہیں بتاؤں تو میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی اور اگر تو چاہتا ہے کہ اس سے پہلے انہیں اور مجھے ہلاک کر سکتا تھا تو کیا تو اس کام کی وجہ سے جو ہم میں سے بے وقوف لوگوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کرتا ہے پس خداوند عالم نے ان سب کو ان کے مرجانے کے بعد زندہ کر دیا۔

اے جاثلیق یہ جتنے واقعات میں نے بیان کئے ہیں ان میں سے کسی ایک کو رد کرنے کی تجھ میں قدرت نہیں ہے کیونکہ یہ توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن پاک میں موجود ہیں پس اگر جو شخص بھی مردے کو زندہ کرے اور مادرزاد اندھے، جذام کی بیماری والے اور دیوانے کو درست کرے تو وہ عبادت کے لائق ہے کہ خدا تو پھر ان سب کو خدا مان لو اب کیا کہتے ہو۔ جاثلیق نے عرض کیا کہ بیشک بات آپؑ ہی کی صحیح ہے یعنی جو آپ کہہ رہے ہیں ولا الہ الا اللہ۔

پھر اس کے بعد آپؑ نے راس الجالوت کا رخ کیا اور فرمایا اے یہودی میری طرف دیکھو ان دس معجزوں کے حق کا تجھے واسطہ ہے جو حضرت موسیٰ بن عمرانؑ پر نازل ہوئے کیا توراۃ میں محمد صلی اللہ وسلم اور ان کی امت کی خبر ملی ہے کہ جس میں لکھا ہے کہ جس وقت آخری امت آئے گی جو اونٹ کے سوار کی پیرو ہو گی جو جدت کے ساتھ نئی تسبیح نئے عبادت خانوں میں کریں گے یعنی ان کی تسبیح اس تسبیح کے علاوہ ہو گی جو سابق امتوں کی تھی پس بنی اسرائیل اس امت کی طرف اور ان کے ملک میں جا کر پناہ لیں تا کہ ان کے دل مطمئن ہو جائیں ان کے ہاتھ میں وہ تلواریں ہوں گی کہ جس کے ساتھ گمراہ امتوں سے اطراف زمین میں انتقام لیں گے اے یہودی کیا یہ توراۃ میں لکھا ہے راس الجالوت کہنے لگا ہاں ہم نے ایسا ہی وہاں پایا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے جاثلیق سے فرمایا اے نصرانی تیرا کتاب شعیا کے متعلق علم کیسا ہے وہ کہنے لگا اسے میں حرف بحرف جانتا ہوں آپؑ نے جاثلیق اور راس الجالوت سے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ اس کا کلام ہے اے قوم میں نے گدھے کے سوار کی صورت دیکھی ہے جب کہ اس نے نور کا لباس پہنا ہوا ہے اور میں نے اونٹ کے سوار کو دیکھا ہے کہ جس کی روشنی چاند کی روشنی کی طرح ہے کہنے لگے یہ سچ ہے شعیا نے ایسا ہی کہا ہے۔

حضرت رضاؑ نے فرمایا اے نصرانی کیا تمہیں حضرت عیسیٰؑ کا یہ ارشاد انجیل میں معلوم ہے کہ میں تمہارے پروردگار اور اپنے پروردگار کی طرف جاؤں گا اور بارقلیطا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں گے اور وہ ایسی شخصیت ہے جو میرے متعلق حق کی گواہی دیں گے جس طرح کہ میں نے ان کے لیے گواہی دی ہے اور وہ ایسے بزرگوار ہیں جو تمہارے لیے ہر چیز کی تفسیر کریں گے اور وہ وہی ہیں جو امتوں کی فضیحتوں اور رسوائیوں کو ظاہر کریں گے اور وہی بزرگ ہیں جو کفر کے ستون توڑیں گے۔

پس جاثلیق نے کہا کہ جس جس چیز کا آپؑ نے انجیل میں سے ذکر کیا ہے ہم اس کا اقرار کرتے ہیں آنجنابؑ نے فرمایا کہ یہ انجیل میں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں حضرتؑ نے فرمایا اے جاثلیق کیا مجھے پہلی انجیل کے متعلق نہیں بتاتے جب کہ وہ مفقود اور گم ہو گئی تھی اس کو کس کے ہاں تم نے پایا اور کس نے تمہارے لیے موجودہ انجیل وضع کی اور جاثلیق نے کہا کہ ہم نے صرف ایک دن انجیل

کو مفقود و گم کیا تھا پھر ہم نے اسے تر و تازہ پایا اسے یوحنا اور متی باہر نکال لائے حضرت رضا نے فرمایا تیرے معلومات انجیل اور علماء انجیل کے متعلق کتنے کم ہیں پس اگر اسی طرح ہو جیسے تو کہتا ہے تو تم نے انجیل میں کیوں اختلاف کیا ہے اور یہ اختلاف اس انجیل میں ہے جو آج تمہارے ہاتھ میں ہے پس اگر یہ عہد اول پر باقی ہوتی اور یہ پہلی انجیل ہوتی تو پھر اس میں اختلاف نہ ہوتا لیکن میں اس کا علم تجھے یاد کراتا ہوں واضح ہو کہ جب پہلی انجیل مفقود ہو گئی تو نصاریٰ اپنے علماء کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ عیسیٰ بن مریم تو قتل ہو گئے ہیں اور ہم انجیل کو بھی مفقود اور کھو بیٹھے ہیں آپ ہمارے علماء ہیں پس تمہارے پاس کیا ہے۔

الوقا اور مرقابوس نے کہا کہ انجیل ہمارے سینہ میں موجود ہے ہم اسے سفر بسفر سینہ سے باہر نکالیں گے جس کسی کے حق میں ہے لہٰذا تم اس پر محزون نہ ہو اور گرجوں وکنیسوں کو اس سے خالی نہ رکھو پس ہم انجیل کی تلاوت تمہارے سامنے کریں گے جس کسی کے حق میں نازل ہوئی ہے سفر بسفر یہاں تک تمام کو جمع کر لیں گے پس الوقا و مرقابوس یوحنا اور متی نے تمہارے لیے یہ انجیل بنائی ہے بعد اس کے کہ تم پہلی انجیل کو مفقود کر بیٹھے ہو اور یہ چاروں آدمی پہلے علماء کے شاگرد تھے کیا یہ تمہیں معلوم ہوا جاثلیق کہنے لگا پہلے مجھے اس کا علم نہیں تھا اب میں جان گیا ہوں اور مجھ پر واضح ہو گیا ہے کہ آپ کا عالم انجیل ہونا اور میں نے کچھ ایسی چیزیں بھی سنی ہیں کہ جنہیں آپؑ جانتے ہیں کہ میرا دل ان کی حقیقت کی گواہی دیتا ہے اور میں انہیں کچھ زیادہ سمجھنا چاہتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا ان لوگوں کی شہادت تیرے نزدیک کیسی ہے کہنے لگا جائز اور مسموع ہے کیونکہ یہ لوگ انجیل کے عالم ہیں اور جو کچھ یہ شہادت دیں وہ حق ہے پس امام رضا نے مامون اور دوسرے لوگوں میں سے حاضرین سے فرمایا کہ گواہ اور شاہد رہنا وہ کہنے لگے ہم گواہ ہیں پس آپؑ نے جاثلیق سے فرمایا فرزند اور اس کی ماں کے حق کی قسم یعنی عیسیٰؑ و مریمؑ کیا تمہیں معلوم ہے کہ متی نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ داؤد بن ابراہیم بن اسحاق بن یعقوب بن یہود بن ہارون کے بیٹے ہیں اور مرقابوس نے عیسیٰؑ بن مریم کے نسب میں کہا ہے کہ عیسیٰؑ کلمہ خدا ہے جس نے حلول کیا ہے آدمی کے جسم میں پس انسان ہو گیا ہے۔

اور الوقا نے کہا ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم اور ان کی والدہ دو انسان تھے گوشت و خون سے پس روح القدس ان میں داخل ہوا اے جاثلیق کیا تو اس کا قائل ہے کہ خود جناب عیسیٰؑ کی شہادت اپنے حق میں ہے کہ جس نے کہا ہے کہ میں تم سے کہتا ہوں اے حواریین کا گروہ کہ آسمان کی طرف صعود نہیں کرتا مگر وہ جو آسمان سے نازل ہوا ہے سوائے اونٹ سوار خاتم انبیاء کے پس بیشک وہ آسمان کی طرف جا کر پلٹ آئے گا اس قول کے متعلق کیا کہتے ہو۔؟

جاثلیق کہنے لگا یہ عیسیٰؑ کا ارشاد ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا کہتے ہو اس شہادت کے متعلق جو الوقا، مرقابوس اور متی نے عیسیٰؑ پر دی ہے اور جس چیز کی نسبت ان سے دی ہے جاثلیق کہنے لگا انہوں نے عیسیٰؑ پر جھوٹ باندھا ہے۔

حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا اے قوم کیا جاثلیق نے ان علماء کا تزکیہ نہیں کیا تھا اور یہ شہادت نہیں دی تھی کہ یہ علماء انجیل ہیں اور ان کا قول حق ہے۔

جاثلیق کہنے لگا اے مسلمانوں کے عالم مجھے ان علماء کے معاملہ میں معاف کیجئے حضرتؑ نے فرمایا میں نے معاف کیا اے نصرانی جو چاہو سوال کرو جاثلیق کہنے لگا اب میرے علاوہ کوئی شخص آپؑ سے سوال کرے حضرت مسیح کے حق کی قسم میں گمان نہیں کرتا کہ مسلمانوں کے علماء میں آپؑ جیسا کوئی ہو پس آپؑ نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا تو مجھ سے سوال کرے گا یا میں تجھ سے سوال کروں عرض کیا بلکہ میں ہی سوال کروں گا اور میں آپؑ کی کوئی دلیل قبول نہیں کروں گا مگر جو تورات، انجیل اور زبور داؤد سے ہو یا ایسی ہو جو صحف ابراہیم و موسیٰ میں ہے حضرتؑ نے فرمایا مجھ سے قبول نہ کرو مگر وہ چیز کہ جس سے تورات نے زبان موسیٰ بن عمران پر اور انجیل نے زبان عیسیٰ بن مریم پر اور زبور نے زبان داؤدؑ پر نطق کیا ہے۔

پس راس الجالوت کہنے لگا کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کہاں سے ثابت کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ آپ کی نبوت کی گواہی حضرت موسیٰ بن عمران، حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت داؤد علیہ السلام زمین میں خدا کے خلیفہ نے دی ہے۔ عرض کیا کہ آپؑ موسیٰ بن عمران کا قول ثابت کریں حضرتؑ نے فرمایا اے یہودی تجھے کیا معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو وصیت کی کہ عنقریب تمہارے پاس تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی آئے گا تم اس کے کلام کی تصدیق کرنا اور اس کی بات کو سننا پس کیا تمہیں بنی اسرائیل کے بھائی علاوہ اولاد اسماعیل کے معلوم ہیں اگر تم جانتے اور پہچانتے ہو یعقوب کے اسماعیل سے رشتہ و قرابت سبب اور عزیز داری کو جو کہ ان کے درمیان ابراہیم کی طرف سے تھی راس الجالوت کہنے لگا ہاں یہ موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے اور ہم اسے رد نہیں کرتے حضرتؑ نے فرمایا آیا بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی ہے کہنے لگا کہ نہیں، حضرت نے فرمایا کیا یہ تمہارے ہاں صحیح نہیں ہے عرض کیا ہاں صحیح ہے لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ آپ محمدؐ کی نبوت کو تورات سے صحیح ثابت کریں حضرتؑ نے فرمایا کہ تم انکار کرتے ہو کہ تورات میں ہے **جآء النور من جبل طور سینآ واضآء لنا من جبل ساعیر واستعلن علینا من جبل فاران** یعنی نور طور سینا پہاڑ آیا اور اس نے ہمیں روشنی دی ساعیر پہاڑ سے اور ہم پر آشکار ہوا فاران پہاڑ سے۔

راس کہنے لگا کہ ان الفاظ کو تو پہچانتا ہوں لیکن ان کی تفسیر کو نہیں جانتا حضرتؑ نے فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں یہ جو نور سیناء پر آیا اس سے مراد وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی طور سینا پہاڑ پر اور یہ کہ اس نے لوگوں کو روشنی دی ساعیر پہاڑ سے تو یہ وہ پہاڑ ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم پر وحی نازل کی جب کہ آپؑ پہاڑ کے اوپر تھے اور یہ کہ ہم پر آشکار ہوا فاران پہاڑ سے تو وہ مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک ہے کہ اس کے اور مکہ کے درمیان ایک دن کا راستہ ہے اور شعیا نبی نے کہا تورات میں تیرے اور اصحاب کے قول کی بناء پر **رایت راکبین اضاء لھما الارض احدھما علی حمار والآخر علی الجمل** یعنی میں نے دو سوار دیکھے کہ جن کے لیے زمین روشن ہو گئی ان میں سے ایک گدھے پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ پر پس وہ گدھے کا سوار اور اونٹ کا سوار کون ہے؟

راس الجالوت کہنے لگا کہ میں تو ان کو نہیں پہچانتا آپؑ مجھے بتائیں کہ یہ دونوں افراد کون ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ گدھے کے

سوار عیسیٰ علیہ السلام اور اونٹ کے سوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیا ان کا تورات میں ہونے کا انکار کرتے ہو اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کیا حیتوق پیغمبرؑ کو پہچانتے ہو عرض کیا ہاں میں انہیں پہچانتا ہوں آپؑ نے فرمایا اور تمہاری کتاب میں لکھا ہے کہ خداوند عالم فاران پہاڑ سے بیان لایا اور آسمان احمدؐ اور اس کی امت کی تسبیح سے پر ہو گئے وہ اپنے گھوڑے سمندر میں اسی طرح لے جائے گا جس طرح کہ خشکی پر لے جائے گا وہ ہمارے پاس تازہ کتاب لے کر آئے گا بیت المقدس کے خراب ہونے کے بعد اور تازہ کتاب سے مراد قرآن ہے آیا اسے پہچانتے ہو اور اس کی تصدیق کرتے ہو۔؟

راس الجالوت نے کہا کہ حیتوق پیغمبرؑ نے یہ کہا ہے اور ہم اس کے قول کا انکار نہیں کرتے، حضرتؑ نے فرمایا کہ داؤدؑ نے اپنی زبور میں کہا ہے اور تم اسے پڑھتے ہو کہ پروردگار مبعوث فرما اس شخص کو جو زمان فترت کے بعد سنت کو برپا کرے یعنی آثار نبوت کے ختم ہونے اور دین کے مٹ جانے کے بعد پس کیا کسی پیغمبر کو جانتے ہو کہ جس نے سنت کو زمان فترت کے بعد قائم کیا ہو سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، راس الجالوت کہنے لگا یہ داؤدؑ کا قول ہے اور اسے جانتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کرتے لیکن ان کا مقصود اس کلام سے عیسیٰؑ ہے اور اس کا زمانہ فترت ہے۔

حضرت نے فرمایا تو جاہل ہے اور یہ نہیں جانتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سنت (پہلے دستور) کی مخالفت نہیں کی اور وہ تورات کی سنت کے موافق تھے یہاں تک کہ خداوند عالم اسے آسمان پر لے گیا اور یہ بات انجیل میں لکھی ہوئی ہے کہ ابن برہ (نیک عورت کا بیٹا) جانے والا ہے اور بارقلیطا اس کے بعد آنے والا ہے اور وہ بوجھ ہلکے کردے گا اور وہ تمہارے لیے ہر چیز کی تفسیر کرے گا اور میرے لیے اسی طرح گواہی دے گا جس طرح میں نے اس کی گواہی دی ہے میں تمہارے لیے امثال ضرب المثلین لایا ہوں اور وہ تمہارے لیے تاویل لے کر آئے گا آیا ان باتوں کی انجیل میں ہونے کی تصدیق کرتے ہو کہنے لگا کہ ہاں اور میں ان کا انکار نہیں کرتا پس حضرت رضاؑ نے فرمایا اے راس الجالوت میں تجھ سے تیرے پیغمبر موسیٰ بن عمرانؑ کے متعلق سوال کرتا ہوں عرض کیا کہ سوال کیجئے فرمایا کہ موسیٰؑ کی نبوت کے اثبات کے لیے تمہارے پاس کونسی دلیل ہے وہ کہنے لگا کہ میری دلیل یہ ہے کہ جناب موسیٰ وہ معجزہ لائے جو پہلے آپؑ سے انبیاء میں سے کوئی نہ لایا فرمایا کون سا معجزہ لایا تھا عرض کیا دریا کا چیرنا اور عصا کا آپ کے ہاتھ پر اژدہا ہونا اور عصا کو پتھر مارنا اور اس سے چشموں کا جاری ہونا اور ید بیضا دیکھنے والوں کے لیے باہر نکالنا اور دیگر اس قسم کی علامات کہ جن پر مخلوق قادر نہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا سچ کہتے ہو کہ ان کی نبوت کی صحت اور دلیل یہ تھی کہ وہ ایسی چیزیں لائے کہ جس قسم کی چیزوں کی مخلوق قدرت نہیں رکھتی تھی تو کیا ایسا نہیں کہ جو شخص دعویٰ نبوت کرے اور اس کے بعد ایسی چیزیں لائے کہ جیسی چیزوں پر مخلوق قدرت نہ رکھتی ہو تو تم پر اس کی تصدیق واجب ہے؟ کہنے لگا کہ نہیں کیونکہ موسیٰؑ کی نظیر نہ تھی بسبب اس مقام و مرتبہ کے جو انہیں بارگاہ ایزدی میں حاصل تھا اور ہم پر واجب نہیں کہ ہم اقرار و اعتراف کریں ہر اس شخص کی نبوت کا جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے جب تک کہ وہ حضرت موسیٰؑ جیسا معجزہ نہ لے آئے حضرتؑ نے فرمایا پھر تم نے کس طرح اقرار کر لیا ہے ان انبیاء کی نبوت کا جو موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے حالانکہ نہ

انہوں نے دریا میں شگاف کیئے نہ پتھر سے بارہ چشمے جاری کیے اور نہ ہی ان کے ہاتھوں سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح ید بیضاء نکلا اور نہ عصا کو اژدہا کیا۔

اس یہودی نے عرض کیا کہ میں آپؑ سے کہہ چکا ہوں جب وہ اپنی نبوت پر ایسی علامات و معجزہ لے آئیں کہ مخلوق اس جیسے کام کرنے کی قدرت نہ رکھتی ہے اگر چہ وہ ایسا معجزہ لے آئیں جو موسیٰ علیہ السلام نہ لائے ہوں یا اس طریقہ پر لے آئیں جس طریقہ پر موسیٰ علیہ السلام نہیں لائے تھے تو بھی ان کی تصدیق ضروری اور واجب ہے، حضرت نے فرمایا اے راس الجالوت پس کیا مانع اور رکاوٹ ہے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کی نبوت کے اقرار و اعتراف کرنے میں حالانکہ اس نے مردہ کو زندہ کیا، مادرزاد اندھے کو بینا کیا، برص کی بیماری والے کو درست کیا اور مٹی سے پرندہ کی شکل بنا کر اس میں پھونکتے تو خدا کے حکم سے وہ پرواز کرنے لگتا۔

راس الجالوت کہنے لگا یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایسا کرتے تھے لیکن ہم نے اسے نہیں دیکھا حضرتؑ نے فرمایا کیا تو گمان رکھتا ہے کہ جو معجزے جناب موسیٰ لے آئے وہ تو نے آنکھوں سے دیکھے تھے کیا ایسا نہیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے معتمد اصحاب سے تجھے خبر ملی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسا کرتے تھے عرض کیا جی ہاں، آپ نے فرمایا پھر عیسیٰ بن مریم کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اخبار متواتر آئے ہیں کہ وہ ایسا ایسا کرتے تھے تو پھر کس بناء پر تم موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق تو کرتے ہو اور عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں کرتے راس الجالوت جواب نہ دے سکا حضرتؑ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ اور جو معجزات آپؐ لے کر آئے وہ بھی اس طرح ہے بلکہ ہر نبی کہ جس کو خدا نے مبعوث بر رسالت کیا ہے اس کا معاملہ اسی طریقہ پر ہے، جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات و آیات میں سے یہ ہے کہ آنحضرتؐ یتیم فقیر چرواہے اور اجیر تھے کسی کتاب کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی اور نہ کسی استاد سے سیکھا ہے پس ایسی کتاب لائے کہ جس میں انبیاء کے واقعات اور ان کی خبریں حرف بحرف ہیں اور گزرے ہوئے لوگوں کی اور قیامت تک آنے والے لوگوں کی خبریں ہیں اور آنحضرتؐ نے لوگوں کو ان کے اسرار پنہانی اور ہر اس عمل کی جو اپنے گھروں میں کرتے تھے خبر دی بلکہ آپؐ بہت سے آیات و معجزات لے کر آئے کہ جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

راس الجالوت کہنے لگا عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر ہمارے پاس صحت کو نہیں پہنچی اور ہمارے لیے صحیح نہیں کہ ہم ان دو افراد کے لیے اقرار کریں اس چیز کی وجہ سے جو ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکی۔

حضرتؑ نے فرمایا پس جھوٹ بولا ہے ان گواہوں نے جنہوں نے گواہی دی ہے عیسیٰ و محمدؐ کے لیے یعنی وہ انبیاء کہ جن کے کلام کو بیان کیا ہے کہ جنہوں نے ان کا اقرار کیا ہے وہ یہودی جواب سے عاجز آ گیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر آپؑ نے ہربزا کبر کو اپنے پاس بلایا جو کہ آتش پرستوں کا بڑا تھا اور اس سے فرمایا کہ مجھے زرتشت کے متعلق بتا کہ جس کے متعلق تیرا گمان ہے کہ وہ پیغمبر تھا تیرے پاس اس کی نبوت کیا دلیل ہے؟

عرض کیا کہ وہ ایسا معجزہ لے کر آیا جو دوسرے اس کے پیشرو نہیں لائے اور ہم نے دیکھا تو نہیں لیکن گزشتہ لوگوں سے ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ اس نے ہمارے لیے اس چیز کو حلال کیا ہے کہ جسے اس کے علاوہ کسی نے حلال نہیں کیا، پس ہم نے اس کی پیروی کی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اس طرح ہے کہ چونکہ تمہارے پاس اخبار آئے ہیں اور تم تک پہنچے ہیں تو تم نے اپنے پیغمبر کی پیروی کر لی ہے اس نے کہا کہ جی ہاں آپؑ نے فرمایا کہ باقی گزشتہ امتوں کے پاس بھی اخبار پہنچے ہیں ان چیزوں کے متعلق جو کہ دیگر پیغمبر اور موسیٰؑ وعیسیٰؑ ومحمدؐ لے آئے ہیں پس تمہارے پاس ان کے اقرار نہ کرنے میں کیا عذر ہے کیونکہ تمہارا زرتشت کے لیے اقرار کرنا اخبار متواتر کی وجہ سے تھا کہ وہ ایسی چیزیں لایا جو دوسرے نہیں لائے ہر بزلا جواب ہو گیا اور دوسری کوئی بات نہ کر سکا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا اے قوم اگر تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو اسلام کے مخالف ہو اور کوئی سوال کرنا چاہے تو بغیر شرم وخجالت کے سوال کرے پس عمران صابی کھڑا ہو گیا جو کہ متکلمین میں سے ایک تھا اور کہنے لگا اے عالم اور لوگوں میں سے دانا اگر یہ نہ ہوتا کہ آپؑ نے خود ہمیں سوال کرنے کے لیے پکارا اور کچھ پوچھنے کی دعوت دی ہے تو میں آپؑ سے سوال کرنے کا اقدام نہ کرتا میں اس میں شک نہیں کہ میں کوفہ وبصرہ شام اور جزیرہ میں گیا ہوں اور میں متکلمین سے گفتگو کی ہے اب تک مجھے کوئی ایسا نہیں مل سکا جو کسی ایک کو ثابت کر سکے کہ جس کا غیر کوئی نہیں اور جو اپنی وحدانیت پر قائم ہو گیا مجھے اجازت ہے کہ آپؑ سے سوال کروں۔؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر اس مجمع میں کوئی عمران صابی ہے تو وہ تو ہی ہے عرض کیا جی ہاں میں عمران صابی ہوں، حضرت نے فرمایا سوال کر و اے عمران لیکن انصاف کو اپنا پیشہ بناؤ اور کلام فاسد وجور سے پرہیز کرو۔

کہنے لگا اے میرے سید وآقا خدا کی قسم میں ارادہ نہیں رکھتا مگر اس چیز کا کہ آپؑ میرے لیے ثابت کریں ایسی چیز کو کہ جس سے میں چمٹ جاؤں اور اس سے تجاوز نہ کروں، حضرتؑ نے فرمایا سوال کرو اس چیز سے جو تمہارے لیے واضح وآشکار ہے پس لوگوں نے اژدہام کیا اور اکٹھے ہو گئے اور بعض بعض سے جا ملے عمران کہنے لگا کہ مجھے کائن اول اور جو کچھ اس نے خلق کیا ہے اس کی خبر دیں۔

آپؑ نے فرمایا تو نے سوال کیا ہے تو اس کا جواب سن۔ مولف کہتا ہے کہ حضرتؑ نے اس کا جواب مفصل دیا اس نے دوبارہ سوال کیا اور حضرتؑ نے جواب دیا اور اسی طرح کلام طولانی میں گفتگو ہوئی کہ جس کا نقل کرنا وضع کتاب کے منافی ہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا، حضرتؑ نے مامون کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ نماز کا وقت آ گیا ہے عمران نے عرض کیا اے میرے مولا میرے مسئلے کو قطع نہ کیجئے کیونکہ میرا دل نرم ورقیق ہو چکا ہے اس معنی میں کہ قریب ہے کہ مطلب مجھے معلوم ہو جائے اور اسلام لے آؤں حضرتؑ نے فرمایا ہم نماز پڑھ کر واپس آئیں گے، پس آنجناب اور مامون اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور حضرتؑ نے مکان کے اندر نماز پڑھی اور لوگوں نے باہر محمد بن جعفر کے ساتھ نماز ادا کی پس حضرتؑ اور مامون باہر نکلے اور آپؑ نے اپنی مجلس کی طرف رخ کیا اور واپس آئے اور عمران کو بلایا اور فرمایا سوال کر و اے عمران اس نے سوال کیا اور حضرت نے جواب دیا اور وہ مسلسل سوال کرتا رہا اور حضرتؑ جواب دیتے گئے یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا اے عمران کیا سمجھ گئے ہو عرض کیا ہاں اے میرے سید وسردار میں سمجھ گیا اشهد ان الله تعالیٰ علی ما وصفته و وحدته وان محمد عبده المبعوث بالهدی و دین الحق یعنی عمران نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور قبلہ رخ سجدہ میں گر پڑا اور اسلام لے آیا۔

حسن بن محمد نوفلی راوی کہتا ہے کہ جب متکلمین نے عمران صابی کی گفتگو کو سنا، حالانکہ وہ ایسا جدلی و مناظرہ تھا کہ ہرگز کسی نے اس کی دلیل کو نہیں توڑا تھا پھر کوئی دوسرا اعلماء ادیان وارباب مقالات میں سے حضرتؑ کے قریب آیا اور کسی چیز کے متعلق کسی نے سوال نہ کیا اور شام ہو گئی۔

پس مامون اور حضرت امام رضاؑ اُٹھ کر مکان کے اندر چلے گئے اور لوگ منتشر ہو گئے اور میں اصحاب کی اس جماعت میں سے تھا کہ جنہیں محمد بن جعفر نے بھیجا تھا میں اس کے پاس حاضر ہوا تو کہنے لگا اے نوفلی تو نے اپنے رفیق اور ساتھی کی گفتگو دیکھی خدا کی قسم میں گمان نہیں کرتا کہ علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام ان مطالب میں سے کبھی کسی میں داخل ہوئے ہوں جو آج بیان کئے ہیں اور مدینہ میں ہمارے درمیان یہ مشہور نہیں کہ حضرتؑ نے کبھی تکلم کیا ہو یا اصحاب کلام آپؑ کے پاس جمع ہوئے ہوں میں نے کہا حاجی لوگ آپؑ کے پاس آتے تھے اور اپنے حلال و حرام کے مسائل ان سے پوچھتے تھے اور آپؑ انہیں جواب دیتے تھے اور بعض اوقات آپؑ کے پاس کوئی آتا کہ جس سے آپؑ مجادلہ و محاسبہ کرتے تھے، محمد بن جعفر کہنے لگا اے ابو محمد میں ڈرتا ہوں کہ یہ شخص یعنی مامون اس پر حسد کرے اور اس کو زہر دے یا کسی حیثیت میں مبتلاء کر دے تم اشارہ کرنا کہ وہ اس قسم کی باتوں سے اپنی نگاہداری کریں اور اس قسم کی مطالب بیان نہ فرمائیں، میں نے کہا کہ وہ میری بات قبول نہیں فرمائیں گے۔

اس شخص یعنی مامون کی مراد و مقصد ان کا امتحان کرنا تھا کہ اسے معلوم ہو کہ آیا ان کے پاس ان کے آباؤ اجداد کے علوم میں سے کچھ ہے کہ نہیں محمد بن جعفر کہنے لگا کہ ان سے کہنا کہ آپ کا چچا ناپسند کرتا ہے کہ آپ اس باب میں داخل ہوں اور وہ دوست رکھتا ہے کہ وہ ان چیزوں سے کئی جہات سے نگاہداری کریں راوی کہتا ہے کہ جب میں امام رضاؑ کے دولت سرا گیا تو میں نے آپؑ کو وہ باتیں بتائیں جو ان کے چچا محمد بن جعفر نے کہی تھی حضرتؑ نے تبسم کیا اور فرمایا خداوند عالم میرے چچا کی حفاظت کرے میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میری ان باتوں کو کیوں پسند نہیں کرتے، پھر فرمایا اے لڑکے عمران صابی کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ میں نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں میں اس کی جگہ کو جانتا ہوں وہ ہمارے بعض شیعہ بھائیوں کے پاس ٹھہرا ہوا ہے حضرت نے فرمایا کوئی حرج نہیں کوئی سواری لے جاؤ اور اسے لے آؤ، میں گیا اور اسے لے آیا حضرتؑ نے اسے مرحبا کہا اور لباس منگوا کر اسے خلعت دی اور سواری اسے مرحمت فرمائی اور دس ہزار درہم منگوا کر اسے دیئے میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں آپؑ نے اپنے جد امیر المومنین والا فعل انجام دیا ہے فرمایا ہم اسی طرح پسند کرتے ہیں پھر حکم دیا اور شام کا کھانا لایا گیا مجھے آپؑ نے اپنی دائیں طرف اور عمران کو اپنی بائیں طرف بٹھایا جب ہم کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو عمران سے فرمایا جاؤ خدا تمہارا مددگار ہو اور صبح ہمارے پاس آنا تا کہ ہم تمہیں مدینہ کا کھانا کھلائیں، اس کے بعد عمران کا یہ دستور تھا کہ اصحاب متکلمین اس کے پاس جمع ہو جاتے اور اس سے بحث و تکلم کرتے اور وہ ان باتوں کو باطل کر دیتا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس سے دوری اختیار کر لی اور مامون نے بھی دس ہزار درہم عمران کو عطا کئے اور فضل نے کچھ مال اور سواری کا گھوڑا دیا اور حضرت رضاؑ نے اسے بلخ کے موقوفات کا متولی بنا دیا پس بہت سا عطیہ اس کو مل گیا۔

چھٹی فصل

امام رضاؑ کی شہادت کے اخبار اور اس جگر گوشہ رسول خداؐ کی شہادت کی کیفیت

مولف کہتا ہے کہ ہم اس فصل میں اس پر اکتفاء کرتے ہیں جو علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں تحریر فرمایا ہے ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ اہل خراسان میں سے ایک شخص امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے جناب رسالتمآبؐ کو خواب میں دیکھا ہے اور آپؐ نے مجھ سے فرمایا ہے تم اہل خراسان کی کیا حالت ہوگی جس وقت کہ تمہاری زمین میں میرے بدن کے ٹکڑے کو دفن کریں گے اور میری امانت تمہارے سپرد کریں گے اور تمہاری زمین میں میرا ستارہ ڈوب جائے گا حضرتؑ نے فرمایا وہ میں ہوں جو تمہاری زمین میں دفن ہونگا اور میں تمہارے پیغمبرؐ کے بدن کا ٹکڑا ہوں اور میں نجم فلک امانت وہدایت ہوں جو شخص میری زیارت کرے اور میرا حق پہچانے اور میری اطاعت اپنے اوپر لازم قرار دے تو میں میرے آباؤ اجداد قیامت کے دن اس کے شفیع ہونگے وہ ضرور نجات پائے گا چاہے اس کے ذمہ جن وانس کے گناہ ہوں بیشک مجھے خبر دی گئی ہے میرے باپ نے اپنے آباؤ اجداد سے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری شکل میں متشکل نہیں ہوسکتا اور نہ میرے کسی وصی کی شکل میں اور نہ ہی ہمارے کسی خالص شیعہ کی شکل میں کیونکہ سچا خواب نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

دوسری معتبر سند کے ساتھ آنجنابؑ سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم ہم اہل بیتؑ میں سے کوئی ایسا شخص نہیں مگر یہ کہ وہ قتل ہوگا اور شہید کر دیا جائے گا عرض کیا گیا اے فرزند رسولؐ آپ کو کون شہید کرے گا آپؑ نے فرمایا میرے زمانہ میں بدترین مخلوق خدا مجھے زہر سے شہید کریگا اور یار ودیار سے دور مجھے زمین غریب ومسافرت میں دفن کرے گا پس جو شخص اس غربت میں میری زیارت کرے گا تو خداوند عالم ایک لاکھ شہید، ایک لاکھ صدیق اور ایک لاکھ حج وعمرہ کرنے والے اور ایک لاکھ جہاد کرنے والے کا اجر اس کے لیے تحریر کرے گا اور وہ ہمارے زمرے میں محسوب ہوگا اور درجات عالیہ بہشت میں ہمارا رفیق وساتھی ہوگا۔

نیز سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ میرے بدن کا ایک ٹکڑا خراسان کی زمین میں دفن ہوگا جو مومن اس کی زیارت کرے گا تو بیشک جنت اس کے لیے واجب اور جہنم کی آگ اس کے بدن پر حرام ہے۔

نیز سند معتبر سے حضرت صادقؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا میرے بیٹے موسیٰؑ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کا نام امیر المومنین کے نام کے مطابق ہوگا اور اسے خراسان میں لے جا کر زہر سے شہید کریں گے اور غربت و مسافرت میں اسے دفن کریں گے جو کوئی اس کی زیارت کرے گا اور اس کے حق کو پہچانتا ہوگا تو خداوند عالم اسے ان اشخاص جیسا اجر دے گا کہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں اپنی جان و مال خرچ کیا ہے۔

نیز سند معتبر کے ساتھ امیر المومنین سے منقول ہے آنجنابؑ نے فرمایا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص خراسان میں زہر ظلم وعدوان سے شہید ہوگا کہ جس کا نام میرے نام کے مطابق ہے اور اس کے باپ کا نام موسیٰ بن عمران کے موافق ہے جو شخص اس کی اس غربت میں زیارت کرے تو خداوند عالم اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہ معاف کر دے گا اگرچہ وہ آسمان کے ستاروں اور بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

نیز علامہ مجلسی نے اپنی دوسری کتاب میں سند معتبر کے ساتھ امام رضاؑ سے نقل کیا آپ نے فرمایا کہ عنقریب میں ظلم وستم کے ساتھ زہر سے شہید ہوں گا اور ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہوں گا اور خداوند عالم میری قبر کو شیعوں اور میرے دوستوں کے آنے جانے کی جگہ قرار دے گا پس جو شخص اس عالم غربت میں میری زیارت کرے گا تو اس کی طرف سے واجب وضروری ہو جائے گا کہ میں قیامت کے دن اس کی زیارت کروں اور میں قسم کھاتا ہوں اس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ عزت بخشی ہے انہیں تمام مخلوق میں سے منتخب قرار دیا ہے کہ جو شخص تم شیعوں میں سے دو رکعت نماز میری قبر کے پاس ادا کرے گا تو بیشک وہ خدا کے ہاں قیامت کے دن کے بخشے جانے کا مستحق ہوگا اور اس خدا کے حق کی میں قسم کھاتا ہوں کہ جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت کے ساتھ عزت دی ہے اور ہمیں آنحضرتؐ کی وصیت کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے کہ میری زیارت کرنے والے قیامت کے دن ہر گروہ سے زیادہ گرامی وباعزت ہوں گے اور جو شخص میری زیارت کرے اور اس کے چہرہ پر بارش کا ایک قطرہ گرے تو بیشک خدا اس کے جسم پر جہنم کی آگ کو حرام قرار دے گا۔

باقی رہی اس جگر گوشہ رسول خداؐ کی شہادت کی کیفیت ابوالصلت کی روایت کے مطابق تو وہ اس طرح ہے ابوالصلت کہتا ہے کہ میں ایک دن امام رضاؑ کی خدمت میں کھڑا ہوا تھا تو آپؑ نے فرمایا کہ ہارون الرشید کے گنبد میں داخل ہو جا اور اس کی قبر کے چاروں طرف سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھا لا تو جب میں وہ مٹی لے آیا جو اس کے آگے پیچھے سے میں نے اٹھائی تھی تو آپؑ نے اسے سونگھ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ مامون یہ چاہے گا کہ اپنے باپ کی قبر کو میری قبر کا قبلہ قرار دے اور مجھے اس جگہ دفن کرے تو ایک سخت قسم کا بڑا پتھر ظاہر ہوگا کہ اگر خراسان کے سب ہتھوڑے اس کے اکھاڑنے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ اسے نہیں اکھیڑ سکیں گے پھر آپؑ نے سر کی طرف اور پائنتی کی طرف کی مٹی کو سونگھا تو بھی اسی طرح فرمایا جب قبلہ کی طرف کی مٹی کو سونگھا تو فرمایا عنقریب میری قبر اس جگہ کھودیں گے پس ان سے کہنا کہ سات سیڑھی کے برابر زمین کے نیچے تک کھودیں اور اس کے لحد دو ہاتھ اور ایک بالشت بنائیں کہ خداوند عالم جتنا چاہیں گے اسے کشادہ کر دے گا اور جنت کے باغوں میں سے اسے ایک باغ بنائے گا

اس وقت سر کی طرف سے کچھ رطوبت ظاہر ہوگی پس جو دعا میں تجھے تعلیم دیتا ہوں وہ پڑھنا، یہاں تک کہ قدرت خدا سے وہاں پانی جاری ہو جائے گا اور لحد اس پانی سے پر ہو جائے گی اور چند چھوٹی مچھلیاں اس پانی میں ظاہر ہوں گی تو یہ روٹی جو تمہارے سپرد کر رہا ہوں ٹکڑے کر کے اس پانی میں ڈال دینا کہ جسے وہ مچھلیاں کھا لیں گی اس وقت ایک بڑی مچھلی ظاہر ہوگی جو ان چھوٹی مچھلیوں کو کھانے کے بعد غائب ہو جائے گی اس وقت اپنا ہاتھ پانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھنا جو میں تجھے تعلیم کرنے لگا ہوں تا کہ وہ پانی زمین میں جذب اور قبر خشک ہو جائے اور یہ سب کام مامون کی موجودگی میں کرنا اور فرمایا کہ میں کل اس فاجر کی مجلس میں جاؤں گا اگر میں سر ڈھانکنے بغیر باہر آؤں تو مجھ سے بات کرنا اور اگر میں نے کسی چیز سے سر کو ڈھانپا ہوا ہو تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔

ابوالصلت کہتا ہے کہ جب دوسرے دن امام رضاؑ صبح کی نماز پڑھ چکے تو اپنا لباس پہنا اور محراب میں بیٹھ گئے اور آپؑ منتظر رہے یہاں تک کہ مامون کے غلام آپ کو بلانے کے لیے آئے اس وقت آپؑ نے جوتا پہنا اور اپنی ردائے مبارک دوش اقدس پر ڈالی اور مامون کی مجلس میں تشریف لے گئے اور میں حضرتؑ کے ساتھ تھا اس وقت کئی طبق مختلف میوہ جات کہ اس کے پاس رکھے تھے اور وہ انگوروں کا ایک خوشہ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھا کہ جس کے کچھ دانوں میں سوئی کے تاگے کے ساتھ زہر کو گزارا گیا تھا اور ان میں سے کچھ دانے جو زہر آلود نہ تھے تہمت دور کرنے کے لیے ان میں سے خود کھا رہا تھا جب اس لعین کی نگاہ حضرتؑ پر پڑی تو مشتاقانہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور آپ کی گردن مبارک میں باہیں ڈال دیں اور اس قرۃ العین مصطفیؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور جو کچھ ظاہری اکرام و احترام کے لوازمات تھے ان میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا آپؑ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور وہ انگور کا خوشہ آپؑ کے ہاتھ میں دیا اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ میں نے ان سے بہتر انگور نہیں دیکھے، حضرتؑ نے ارشاد فرمایا شاید جنت کے انگور اس سے بہتر ہیں مامون نے کہا کہ ان انگوروں میں سے تناول فرمائیں آپؑ نے فرمایا مجھے ان انگوروں کے کھانے سے معافی دو، مامون نے بہت اصرار کیا اور کہنے لگا کہ ضرور ان میں کھایئے کیا آپ مجھے متہم سمجھتے ہیں باوجود اس اخلاص کے جو آپؑ مشاہدہ فرماتے ہیں یہ کیسے گمان ہیں جو آپؑ میرے متعلق رکھتے ہیں اور وہ انگوروں کا گچھا لے کر اس میں سے چند دانے کھائے اور دوبارہ آپؑ کے ہاتھ میں دے دیا اور کھانے پر زور دیا، جب اس امام مظلوم نے اس خوشہ انگوری میں سے تین دانے کھائے آپؑ کی حالت دگرگون ہوگئی اور آپؑ نے باقی خوشہ زمین پر پھینک دیا اور متغیر الاحوال اس مجلس سے کھڑے ہو گئے مامون کہنے لگا اے پسر عم آپؑ کہاں جاتے ہیں فرمایا جدھر تو نے بھیجا ہے اور حضرتؑ حزین و غمگین و نالاں سر مبارک کو ڈھانپے ہوئے مامون کے گھر سے نکلے ابوالصلت کہتا ہے کہ میں نے آپؑ کے ارشاد کے مطابق آپؑ سے کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ آپؑ اپنے مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا مکان کا دروازہ بند کر دو اور رنجور نالاں آپؑ نے اپنے بستر پر تکیہ لیا جب وہ امام معصوم بستر پر قرار لے چکے تو میں نے مکان کا دروازہ بند کر دیا اور مکان کے درمیان محزون و مغموم کھڑا ہو گیا اچانک میں نے جوان خوشبو و مشکیں کو مکان کے اندر دیکھا کہ ہیماتے ولایت و امامت اس کی جبین فائز الانوار سے ظاہر تھیں اور وہ سب سے زیادہ شباہت رکھتا تھا۔

امام رضاؑ کے ساتھ پس میں اس کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا کہ آپ کس راستہ سے مکان میں داخل ہوئے ہیں حالانکہ

میں نے تو دروازہ پختہ طریقہ سے بند کیے تھے فرمایا وہ قادر جو مجھے مدینہ سے ایک لحظہ میں طوس لے آیا اس نے بند دروازوں سے مجھے داخل مکان کیا ہے، میں نے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا اے ابوالصلت میں تم پر حجت خدا ہوں میں محمد بن علی ہوں مدینہ سے آیا ہوں تاکہ اپنے غریب ومظلوم باپ اور معصوم مسموم کو دیکھوں اور اس کو وداع کروں اس وقت اس حجرہ کے اندر چلے گئے کہ جس میں حضرت رضاؑ تھے جب اس امام مسموم کی نگاہ اپنے فرزند معصومؑ پر پڑی تو اپنی جگہ سے اٹھے اور یعقوب کی طرح اپنے یوسف گمگشتہ کو اپنی آغوش میں لیا اور اس کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور اسے اپنے سینے سے بھینچا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور فرزند معصوم کو اپنے بستر میں داخل کرلیا اور اس کے چہرہ کے بوسے لیتے تھے اور اس سے اسرار ملک وملکوت اور خزائن علوم حی لایموت سے کئی راز کی باتیں کرتے رہے کہ جنہیں میں نہیں سمجھ سکتا تھا اور ابواب علوم اولین وآخرین اور ودائع سید المرسلین اس کے سپرد کیئے اس وقت میں نے امام رضاؑ کے لبوں پر جھاگ سا دیکھا جو برف سے زیادہ سفید تھا امام محمد تقی علیہ السلام نے اسے چاٹ لیا اور اپنا ہاتھ اپنے باپ کے سینہ کے درمیان لے گئے اور کوئی چڑیا کی طرح کی چیز باہر نکالی اور اسے نگل لیا اور پھر اس طائر قدس نے ببال ارتحال تعلقات جسمانی اپنے دامان مطہر سے جھاڑ دیئے اور رضوان قدس کے ریاض کی طرف پرواز کر گیا۔

پھر امام محمد تقیؑ نے فرمایا اے ابوالصلت اس کمرے کے اندر جاؤ اور پانی وتختہ لے آؤ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ اس کمرے میں نہ تو پانی ہے اور نہ تختہ آپؑ نے فرمایا جس طرح میں کہہ رہا ہوں ویسے کرو اور تجھے اس سے سروکار نہیں ہونا چاہیے جب میں اس کمرے میں گیا تو پانی اور تختہ موجود پائے آپؑ کی خدمت میں لے گیا اور میں دامن سمیٹ کر تیار ہوا کہ آنجنابؑ کو غسل دینے میں مدد کروں فرمایا دوسرا کوئی مدد کرنے والا موجود ہے ملائکہ مقربین میری امداد کریں گے تمہاری ضرورت نہیں ہے جب غسل سے فارغ ہوئے تو فرمایا کمرے میں جاؤ اور کفن وحنوط لے کر آؤ جب میں اندر گیا تو دیکھا کہ کمرے میں کفن اور حنوط ایک ٹوکری کے اوپر رکھے ہوئے ہیں حالانکہ میں نے کبھی ان چیزوں کو اس کمرے کے اندر نہیں دیکھا تھا میں انہیں اٹھا کر حضرتؑ کی خدمت میں لے آیا پس آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار کو کفن پہنایا اور ان کے مقامات سجدہ پر کافور چھڑکا اور ملائکہ کروبین اور ارواح انبیاء ومرسلین کے ساتھ اس فرزند خیرالبشر پر نماز پڑھی اس وقت فرمایا تابوت میرے پاس لے آؤ میں نے عرض کیا کیا فرزند رسولؐ بڑھئی کے پاس جاکر تابوت لے آؤں فرمایا کمرے میں ہے لے آؤ جب میں مکان کے اندر گیا تو تابوت دیکھا جو میں نے وہاں کبھی نہیں دیکھا تھا کہ جیسے دست قدرت حق تعالیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ کی لکڑی سے ترتیب دیا تھا پس حضرتؑ کو اس تابوت میں رکھا گیا اور دو رکعت نماز بجا لائے ابھی آپؑ نماز سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ تابوت قدرت حق تعالیٰ سے زمین سے الگ ہوا اور مکان کی چھت پھٹ گئی اور آسمان کی طرف اٹھ گیا اور نظر سے غائب ہو گیا جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اگر مامون آیا اور مجھ سے حضرتؑ کا مطالبہ کیا تو اس کے جواب میں کیا کہوں فرمایا کہ خاموش رہو بہت جلد واپس آجائے گا اے ابوالصلت اگر پیغمبر مشرق میں رحلت کرے اور اس کے وصی کی مغرب میں وفات ہو تو بھی خدا ان کے اجساد مطہرہ اور ارواح منورہ کو اعلیٰ علیین میں ایک دوسرے کے ساتھ جمع کرے گا حضرتؑ ابھی یہی بات کر رہے تھے کہ دوبارہ چھت پھٹی اور وہ تابوت محفوف برحمت حی لایموت اتر آیا اور حضرت نے

اپنے پدر رفیع قدر کو تابوت سے اٹھایا اور بستر پر اس طرح سلا دیا کہ گویا انہیں غسل و کفن نہیں دیا گیا پھر فرمایا کہ جاؤ مکان کا دروازہ کھولو تا کہ مامون اندر آجائے میں نے مکان کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ مامون اپنے غلاموں کے ساتھ دروازے پر کھڑا ہے پس مامون مکان کے اندر آیا اور نوحہ وزاری اور گریہ وبیقراری شروع کردی اپنا گریبان چاک کیا اور سر پر ہاتھ مارنے اور فریاد کرنے لگا کہ اے سید و سردار آپ نے اپنی مصیبت میں میرے دل کو درد و تکلیف پہنچائی ہے اور اس حجرہ میں گیا اور آپؑ کے سرہانے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ حضرتؑ کی تجہیز شروع کرو اور حکم دیا کہ آپ کی قبر کھودی جائے جب قبر کھودنے لگے تو جو کچھ اس سرور اوصیاء نے فرمایا تھا وہ ظاہر ہوا پس جب ہارون کے سر کے پیچھے کی طرف حضرتؑ کی قبر کھودنے لگے تو زمین نے اطاعت وانقیاد نہ کیا اہل مجلس میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ تو ان کی امامت کا اقرار کرتا ہے کہنے لگا کہ ہاں اس نے کہا تو پھر امام کو جہات جمات میں مقدم ہونا چاہیے۔

پس اس نے حکم دیا کہ قبر قبلہ کی طرف کھودی جائے جب پانی اور مچھلیاں ظاہر ہوئیں تو مامون کہنے لگا کہ ہمیشہ امام رضا اپنی زندگی میں عجائب وغرائب اور معجزات ہمیں دکھایا کرتے تھے مرنے کے بعد بھی اپنے غرائب و کرامات ہمارے سامنے ظاہر کیے جب بڑی مچھلی نے چھوٹی مچھلیوں کو کھالیا تو مامون کے ایک وزیر نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ حضرتؑ نے اپنے کرامات کے ضمن میں آپؑ کو کس چیز کی خبر دی ہے مامون نے کہا مجھے معلوم نہیں ہوا وہ کہنے لگا کہ حضرتؑ نے اشارہ کیا ہے کہ تم بنی عباس کے ملک و پادشاہی کی مثال ان مچھلیوں کی طرح ہے کثرت و دولت جو تمہارے پاس ہے عنقریب تمہارا ملک ختم ہوجائیگا اور تمہاری دولت و سلطنت آخر کو پہنچ جائے گی اور خداوند عالم ایک شخص کو تم پر مسلط کردے گا اور جس طرح اس بڑی مچھلی نے چھوٹی مچھلیوں کو چن کر کھالیا ہے وہ بھی تمہیں روئے زمین سے پھینک دے گا اور اہل بیت رسالتؐ کا انتقام تم سے لے گا مامون نے کہا کہ تم سچ کہہ رہے ہو آنجنابؑ کو دفن کر کے مامون واپس چلا گیا۔

ابو الصلت کہتا ہے کہ اس کے بعد مامون نے مجھے بلایا اور کہنے لگا کہ مجھے وہ دعا سکھاؤ کہ جسے تو نے پڑھا تو پانی جذب ہوگیا میں نے کہا کہ خدا کی قسم وہ مجھے یاد نہیں رہی اس نے باور نہ کیا حالانکہ میں سچ کہہ رہا تھا، پس اس نے حکم دیا اور مجھے قید خانے میں لے گئے اور ایک سال میں اس کی قید میں رہا جب میں دل تنگ ہوا تو ایک رات میں بیدار اور دعا اور عبادت میں مشغول رہا اور انوار مقدسہ محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کو میں نے شفیع قرار دیا اور ان کے حق کا واسطہ دے کر خداوند منان سے سوال کیا کہ وہ مجھے نجات بخشے ابھی میری دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا حضرت امام محمد تقیؑ زندان میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو الصلت تیرا سینہ تنگ ہوگیا ہے میں نے کہا ہاں خدا کی قسم، فرمایا کھڑے ہوجاؤ پس زنجیریں میرے پاؤں سے جدا ہوگئیں آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور زندان سے باہر لے آئے حالانکہ نگہبان اور غلام مجھے دیکھ رہے تھے اور حضرتؑ کے اعجاز سے ان میں گفتگو کرنے کی طاقت باقی نہیں رہی تھی جب مجھے اس مکان سے باہر لے گئے تو فرمایا کہ تو خدا کی امان میں ہے اب تو کبھی مامون کو نہ دیکھے گا اور نہ وہ تجھے دیکھے گا ایسا ہی ہوا جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا، نیز ابن بابویہ اور شیخ مفید نے علی بن الحسین کاتب سے مختلف اسانید سے روایت کی ہے کہ امام رضا کو بخار آیا آپؑ نے فصد کھلوانے کا ارادہ کیا مامون نے پہلے سے اپنے ایک غلام کو کہہ رکھا تھا کہ وہ اپنے ناخن

بڑھائے اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق عبداللہ بشیر سے ایسا کہا تھا اور کسی کو اس امر کی خبر نہیں تھی جب اس نے سنا کہ حضرت فصد کھلوانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس نے املی کی طرح زہر نکالا اور اس غلام نے کہا کہ اسے ریزہ ریزہ کر اور اسے اپنے ہاتھوں پر مل لے اپنے ناخنوں کی اندرونی جگہ کو اس سے پر کر لے اور اپنے ہاتھ نہ دھونا اور میرے پاس آجانا پس مامون سوار ہوا اور حضرتؑ کی عیادت کے لیے آیا اور بیٹھا رہا یہاں تک کہ آپ کی فصد کھولی گئی دوسری روایت کے مطابق فصد نہ کھلوانے دی۔

جس مکان میں حضرتؑ رہتے تھے اس میں ایک باغ تھا جس میں انار کے درخت تھے تو اسی غلام نے کہا کہ انار کے چند دانے باغ سے توڑ لا جب وہ لے آیا تو کہنے لگا حضرت کے لیے ایک جام میں اس کے دانے نکالو اور وہ جام اپنے ہاتھ میں لئے رہا اس امام مظلومؑ کے قریب رکھ دیا اور کہنے لگا کہ ان اناروں میں سے آپ کھائیے آپؑ کی کمزوری کے لیے بہت اچھے ہیں فرمایا رہنے دو کچھ دیر بعد مامون نے کہا نہیں خدا کی قسم آپ میرے سامنے ہی تناول فرمائیں اور اگر میرے معدہ میں رطوبت نہ ہوتی تو میں بھی اس کے کھانے میں آپ کا ساتھ دیتا پس مامون کے مجبور کرنے سے حضرتؑ نے کچھ دانے اس انار کے تناول فرمائے۔

مامون باہر چلا گیا اور حضرت اسی وقت قضائے حاجت کے لیے گئے اور ابھی ہم نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی کہ حضرتؑ کو پچاس مرتبہ جانا پڑا اور اس زہر قاتل سے آپؑ نے انتڑیاں نیچے آگئیں جب مامون کو خبر ملی تو اس نے پیغام بھیجا کہ یہ مادہ فصد کی وجہ سے متحرک ہوا ہے اور اس کو نکالنا آپؑ کے لیے نفع بخش ہے جب رات ہوئی تو حضرتؑ کی حالت دگرگوں ہوگئی اور صبح کو آپؑ نے ریاض رضوان کی طرف انتقال فرمایا اور انبیاء و شہداء سے آخری بات جو آپؑ نے کی وہ یہ تھی قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم

وہ گروہ کہ جن پر قتل ہونا لکھا جا چکا ہے اپنے محل وفات کی طرف یا اپنی قبروں کی طرف اور امر خدا مقدر ہے اور ہونے والا ہے۔

جب مامون کو خبر ہوئی تو اس نے آپؑ کے غسل و کفن کا حکم دیا اور آنجناب کے جنازہ میں سر و پا برہنہ اور بٹن کھولے ہوئے صاحبان مصیبت کی طرح جا رہا تھا اور لوگوں کے طنز و تشنیع کو دور کرنے کے لیے بظاہر گریہ وزاری کرتا اور کہتا تھا کہ اے بھائی آپؑ کی موت سے اسلام کے گھر میں رخنہ اور شگاف پڑ گیا ہے جو کچھ میں آپؑ کے متعلق چاہتا تھا وہ نہ ہو سکا تقدیر خدا میری تدبیر پر غالب آگئی۔

ابو الصلت ہروی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب مامون آپؑ کی خدمت سے باہر نکلا تو میں داخل ہوا جب آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا اے ابو الصلت جو کچھ وہ چاہتے تھے کر گزرے اور آپؑ ذکر خدا اور اس کی حمد و بزرگی میں مشغول ہو گئے اس کے بعد کوئی بات نہ کہی اور بصائر الدرجات میں سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ اس دن حضرتؑ نے فرمایا کہ گزشتہ شب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپؑ فرما رہے ہیں اے علیؑ ہمارے پاس آجاؤ کیونکہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے کہ جس میں تم ہو۔

ابن بابویہ نے سند حسن کے ساتھ یاسر خادم سے روایت کی ہے کہ امام رضا کے طوس پہنچنے سے سات منزل پہلے آپ کو بیماری لاحق ہوئی جب ہم شہر طوس میں داخل ہوئے تو آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اس لیے مامون کے طوس میں چند دن توقف کیا اور ہر دن دو مرتبہ آپ کی عیادت کے لیے آتا تھا اور آخری دن آپ پر کمزوری غالب آ گئی جب ظہر کی نماز ادا کی تو فرمایا کیا لوگوں نے کچھ کھایا ہے تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی ایسی حالت میں کیسے کھانے پینے کی رغبت ہو سکتی ہے پس وہ باوجود انتہائی ضعف و ناتوانی کے خدمتگاروں کا خیال کرتے ہوئے ٹھیک سے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ دسترخوان لے آؤ جب دسترخوان بچھا دیا گیا تو تمام اہل خانہ اور حشم و خدم کو بلایا اور اپنے خوان احسان پر بٹھایا اور ایک ایک کے متعلق پوچھا اور نوازش اور مہربانی کی جب یہ لوگ کھانا کھا چکے تو کمزوری آپ پر غالب آ گئی اور مدہوش ہو گئے صدائے گریہ وزاری آپ کے گھر سے بلند ہوئی مامون کی بیوی اور کنیزیں سر و پا برہنہ اس مظلوم کے گھر کی طرف دوڑیں اور تمام لوگ رونے لگے اور طوس سے گریہ وزاری کے آواز فلک آبنوس تک پہنچی۔

پس مامون نالاں و گریاں اپنے گھر سے باہر نکلا اور دست تاسیف اپنے سر پر مارتا تھا اور اپنی داڑھی کے بال کھینچتا اور نوچتا تھا اور قطرات اشک حسرت آنکھوں سے برساتا اور اپنے جرم و روسیاہی پر زار و قطار روتا تھا جب اس امام ذوی الاحترام کے پاس آیا تو آپ نے آنکھیں کھول دیں مامون کہنے لگا اے میرے سید و سردار خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ کونسی مصیبت مجھ پر زیادہ عظیم ہے آپ جیسے پیشوا کی جدائی اور آپ جیسے رہنما کی مفارقت یا وہ تہمت جو لوگ مجھ پر لگاتے ہیں کہ میں نے آپ کو قتل کیا ہے حضرت اس کی فضول باتوں کے جواب کی طرف متوجہ ہوئے اور آنکھیں کھول کر فرمایا کہ دیکھو میرے بیٹے تقی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اس کی اور تیری وفات قریب ہوگی۔

جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو آنجناب نے عالم قدس کی طرف رحلت فرمائی جب صبح ہوئی تو لوگ جمع ہو گئے اور چیخ و پکار کرنے لگے کہ مامون نے فرزند رسول کو ناحق شہید کیا ہے اور شورش عظیم لوگوں کے درمیان برپا ہوئی، مامون کو خوف ہوا کہ اگر حضرت کا جنازہ اسی دن باہر گیا تو اس کے لیے فتنہ و فساد کھڑا ہو جائے گا پس محمد بن جعفر باہر گیا اور اس نے لوگوں سے کچھ باتیں کیں اور وہ منتشر ہو گئے رات کے وقت آپ کو غسل دے کر دفن کر دیا شیخ مفید نے روایت کی ہے جب اس تیز فلک امامت نے سرائے باقی کی طرف کوچ کیا تو مامون نے ایک دن اور ایک رات آپ کی وفات کو چھپائے رکھا اور محمد بن جعفر کو آل ابو طالب کے ایک گروہ کے ساتھ بلایا اور حضرت کی وفات کی خبر ان کے سامنے ظاہر کی اور رویا اور بہت غم و اندوہ کیا اور انہیں حضرت کے پاس لے آیا اور آپ کے جسم سے لباس ہٹا کر انہیں دکھایا اور کہنے لگا کہ میری طرف سے کوئی تکلیف انہیں نہیں پہنچی پس آنجناب سے خطاب کیا اے میرے بھائی میرے لیے گراں ہے کہ آپ کو اس حالت میں دیکھوں اور میں تو چاہتا تھا کہ آپ سے پہلے مر جاؤں اور آپ میرے خلیفہ و جانشین ہوں لیکن خدا کی تقدیر۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ ہرثمہ بن اعین سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک رات مامون کے پاس تھا یہاں تک کہ رات کے چار گھنٹے گزر گئے جب میں مرخص ہوا اور گھر پہنچا تو آدھی رات کے بعد مامون نے گھر کے دروازے پر آواز سنی

میرے ایک غلام نے جواب میں کہا کہ تم کون ہو وہ کہنے لگا ہرثمہ سے کہو کہ تیرے سید و مولا تجھے بلا رہے ہیں پس میں تیزی سے اٹھا اور اپنے کپڑے پہنے اور جلدی سے چل پڑا جب آنحضورؑ کے گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے مولا صحن خانہ میں بیٹھے ہیں اور فرمایا ہرثمہ میں نے عرض کیا لبیک اے میرے مولا و آقا فرمایا بیٹھ جاؤ جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا اے ہرثمہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے سنو اور یاد رکھو جان لو کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ میں خدا کی بارگاہ میں منتقل ہو جاؤں اور اپنے جد بزرگوار اور آباؤ اجداد ابرار کے ساتھ جا ملوں میری زندگی کا خط آخر کو پہنچ گیا ہے اور مامون یہ پختہ ارادہ کر چکا ہے کہ مجھے انگور و انار میں زہر کھلائے گا پس زہر دھاگے پر کھینچ گا اور سوئی کے ساتھ انگور کے دانوں میں پھیلائے گا اور باقی رہے انار تو اپنے ایک غلام کے ناخن زہر آلود کرے گا اور اس کے ہاتھ سے میرے لیے انار کے دانے نکلوائے گا اور کل مجھے بلائے گا اور وہ انار اور انگور زہر دے کر مجھے کھلائے گا اس کے بعد خدا کی قضا و قدر مجھ پر جاری ہوگی جب میں دار البقا کی طرف رحلت کروں تو مامون چاہے گا کہ مجھے اپنے ہاتھ سے غسل دے جب وہ یہ ارادہ کرے تو اسے تنہائی میں میرا یہ پیغام پہنچانا اور کہنا کہ وہ کہہ گئے ہیں اگر تو میرا غسل و کفن و دفن سے معترض ہوا تو خداوند عالم تجھے مہلت نہیں دے گا اور وہ عذاب جو آخرت میں تیرے لیے مہیا کیا ہے وہ جلد ہی دنیا میں تجھ پر نازل کرے گا جب تو اس سے یہ کہے گا تو وہ میرے غسل سے دستبردار ہو جائے گا اور تجھ پر چھوڑ دے گا اور اپنے مکان کی چھت سے جھانک کر دیکھے گا کہ تو مجھے غسل کس طرح دیتا ہے اے ہرثمہ خبردار میرے غسل سے معترض نہ ہونا جب تک یہ نہ دیکھ لے کہ مکان کے گوشہ میں سفید خیمہ نصب ہو گیا ہے جب خیمہ دیکھے تو مجھے خیمہ کے اندر اٹھا کر رکھ دینا اور خود خیمہ کے باہر کھڑے ہو جانا خیمہ کا دامن نہ اٹھانا اور دیکھنا نہیں ورنہ ہلاک ہو جائے گا اور جان لے کہ اس وقت مامون اپنے مکان کی چھت سے تجھے کہے گا اے ہرثمہ تم شیعہ تو یہ کہتے ہو کہ امام کو امام کے علاوہ کوئی غسل نہیں دیتا پس اس وقت امام رضاؑ کو کون غسل دے رہا ہے حالانکہ اس کا بیٹا مدینہ میں ہے اور ہم طوس میں ہیں جب یہ کہے تو اس کے جواب میں کہنا کہ ہم شیعہ یہ کہتے ہیں واجب ہے کہ امام کو امام ہی غسل دے اگر کوئی ظالم منع نہ کرے اور اگر کوئی تعدی کرے امام اور اس کے بیٹے کے درمیان جدائی ڈال دے تو پھر امامؑ کی امامت باطل نہیں ہو جائے گی اگر امام رضاؑ کو مدینہ میں رہنے دیتا تو ان کا بیٹا جو امام زمانہ ہے علانیہ اسے غسل دیتا اور اس وقت بھی امین انکا بیٹا ہی غسل دے رہا ہے اس طرح کہ دوسرے نہیں جانتے ہیں پس ایک گھنٹہ کے بعد دیکھو گے کہ وہ خیمہ اٹھا دیا گیا ہے اور مجھے غسل و کفن دے کر نعش کو چارپائی پر رکھ دیا گیا ہے۔

پھر میرا جنازہ اٹھا کر میرے دفن کی جگہ کی طرف لے جائیں گے اور جب مجھے ہارون کے گنبد میں لے جائیں گے تو مامون چاہے گا کہ وہ اپنے باپ ہارون کی قبر کو قبلہ قرار دے اور ایسا نہیں ہوگا بلکہ جتنے ہتھوڑے زمین پر ماریں گے ایک ناخن کے ٹکڑے کے برابر بھی نہیں کھود سکیں گے جب یہ حالت دیکھو تو اس کے پاس جا کر اسے میری طرف سے کہنا کہ جو ارادہ تو نے کیا ہے یہ صورت پذیر نہیں ہوگا اور امام کی قبر مقدم ہوتی ہے۔

اور اگر ہارون کے منہ والی طرف ایک بیلچہ لگائیں کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی ضریح ظاہر ہوگی جب قبر ظاہر ہوگی تو ضریح سے سفید پانی نکلے گا اور قبر اس پانی سے پر ہو جائے گی ایک بڑی مچھلی اس پانی میں ظاہر ہوگی جو قبر کے برابر ہوگی کچھ دیر کے بعد وہ مچھلی

ناپید ہو جائے گی اور پانی جذب ہو جائے گا اس وقت قبر میں رکھ دینا لیکن قبر پر مٹی کسی کو نہ ڈالنے دینا کیونکہ قبر خود بخود بھر جائے گی۔

پس حضرتؑ نے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو یاد رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا اور اس میں سے کسی بات کی مخالفت نہ کرنا میں نے کہا اے میرے سید و سردار میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ آپؑ کے امور میں سے کسی امر کی مخالفت کروں۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ میں حضرتؑ کی خدمت سے محزون و مغموم گریان و نالاں باہر آیا اور سوائے خدا کے میرے ضمیر پر کوئی مطلع نہیں تھا جب دن ہوا تو مامون نے مجھے بلایا اور چاشت کے وقت تک میں اس کے پاس کھڑا رہا پھر کہنے لگا اے ہرثمہ جاؤ اور میرا اسلام رضا کو پہنچاؤ اور کہو کہ اگر آپؑ کے لیے آسان ہو تو میرے پاس تشریف لے آئیں اور اگر اجازت دیں تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اگر تشریف لانے کو قبول کر لیں تو پھر اصرار کرنا کہ بہت جلدی آ جائیں جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے بات کرنے سے پہلے فرمایا کہ تجھے میری وصیتیں یاد ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں پس آپؑ نے جوتا منگوایا اور فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تجھے اس نے کس کام کے لیے بھیجا ہے اور جوتا پہن کر ردائے مبارک دوش پر ڈالی اور متوجہ ہوئے۔

جب آپ مامون کی مجلس میں داخل ہوئے تو وہ کھڑا ہو گیا اور آپ کا استقبال کیا اور اپنی باہیں آپؑ کی گردن میں ڈال دیں آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور حضرتؑ کو اپنے تخت پر بیٹھایا اور اس امام مختار کے ساتھ گفتگوئے بسیار کی پس اپنے ایک غلام سے کہنے لگا کہ انگور و انار لے آؤ۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ جب میں نے انگور و انار کا نام سنا تو اس سید ابرار کی باتیں مجھے یاد آ گئیں اور میں صبر نہ کر سکا اور لرزہ بر اندام ہوا اور میں نے نہ چاہا کہ میری حالت مامون پر ظاہر ہو میں اس کی مجلس سے باہر نکل آیا اور خود ایک گوشہ میں بیٹھ گیا جب زوال شمس کا وقت قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؑ مامون کے دربار سے باہر نکلے اور گھر تشریف لے گئے۔

ایک گھنٹہ بعد مامون نے حضرتؑ کے گھر اطباء کے بھیجنے کا حکم دیا میں نے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ آپؑ کو کوئی بیماری عارض ہو گئی ہے اور لوگ حضرتؑ کے معاملہ میں قسم قسم کے گمان کرتے تھے جب رات کا تیسرا حصہ گزرا تو صدائے گریہ و شیون آپؑ کے گھر سے بلند ہوئی لوگ آپؑ کے گھر کے دروازے کی طرف دوڑے میں تیزی سے گیا تو دیکھا کہ مامون کھڑا ہے وہ سر برہنہ اور اپنے بٹن وغیرہ کھول رکھے ہیں بلند آواز سے گریہ و نوحہ کر رہا ہے جب میں نے یہ حالت دیکھی تو بیتاب ہو گیا اور رونے لگا جب صبح ہوئی تو مامون آپؑ کی تعزیت کے لیے بیٹھا اور ایک گھنٹہ کے بعد آپؑ کے مکان میں داخل ہوا اور کہنے لگا غسل کا سامان حاضر کرو میں چاہتا ہوں کہ میں خود انہیں غسل دوں جب میں نے یہ بات سنی تو آپؑ کے فرمان کے مطابق اس کے پاس جا کر آپ کا پیغام دیا جب وہ تہدید اس نے سنی تو ڈر گیا اور غسل دینے سے دستبردار ہو گیا اور غسل میرے اوپر چھوڑ دیا۔

جب وہ باہر گیا تو ایک لحظہ کے بعد جو خیمہ آپؑ نے فرمایا تھا برپا ہوا میں ایک گروہ کے ساتھ خیمہ کے باہر کھڑا تھا اور تسبیح و تکبیر و تہلیل کی آواز سن رہا تھا اور پانی ڈالنے اور برتنوں کی حرکت کی آواز ہمارے کانوں میں آ رہی تھی اور ایسی خوشبو پردہ کے پیچھے سے

ہمارے پاس آ رہی تھی کہ ویسی خوشبو ہم نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔

اچانک میں نے دیکھا کہ مامون مکان کی چھت سے جھانک رہا ہے اور مجھے پکار کر کہا جو کچھ میرے مولا نے خبر دی تھی اور میں نے وہ جواب دیا جو آپؑ نے فرمایا تھا پس میں نے دیکھا کہ خیمہ اٹھ چکا ہے اور میرے مولاؑ کو کفن پہنا کر اور خوشبو لگا کر چارپائی پر رکھ دیا گیا ہے پس آپ کا جنازہ میں باہر لے آیا مامون اور تمام حاضرین نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھی جب ہارون کے گنبد میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ بیلچہ دار ہارون کی پشت والی طرف حضرتؑ کی قبر کھودنا چاہتا ہے جتنے بیلچے اس نے زمین پر مارے ایک ذرہ بھی اس مٹی سے جدا نہیں ہوتا تھا مامون کہنے لگا تو نے دیکھا کہ زمین کس طرح ان کی قبر کھودنے سے امتناع کر رہی ہے۔

میں نے کہا کہ مجھ سے آپؑ نے فرمایا ہے کہ ہارون کی قبر کے آگے والی طرف ایک بیلچہ لگاؤں اور یہ بتایا تھا کہ بنی ہوئی قبر ملے گی مامون کہنے لگا سبحان اللہ بڑی عجیب چیز ہے لیکن امام رضاؑ سے کوئی چیز بھی عجیب و غریب نہیں ہے اے ہرثمہ جو کچھ آپؑ نے کہا ہے اس پر عمل کرو ہرثمہ کہتا ہے کہ میں نے بیلچہ اٹھایا اور ہارون کی قبلہ کی طرف ایک بیلچہ میں نے زمین پر لگایا تو کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی ضریح ظاہر ہوئی مامون کہنے لگا اے ہرثمہ انہیں قبر میں رکھ دو میں نے کہا کہ مجھے آپ نے حکم دیا ہے کہ انہیں قبر میں نہ رکھوں جب تک چند امور ظاہر نہ ہو لیں اور مجھے بتایا ہے کہ قبر سے سفید پانی جوش مارے گا اور قبر اس پانی سے پر ہو جائے گی اور پانی کے درمیان ایک مچھلی ظاہر ہوگی کہ جس کا طول قبر کے طول کے برابر ہوگا اور فرمایا کہ جب مچھلی غائب ہو جائے اور پانی قبر سے برطرف ہو جائے تو میں آپؑ کے جسد مبارک کو قبر کے کنارہ رکھ دوں اور وہ شخص کہ جس کے لیے خدا نے چاہا ہے کہ وہ انہیں قبر میں رکھے وہ آ کر رکھے گا۔

مامون نے کہا اے ہرثمہ جو کچھ آپؑ نے فرمایا ہے اس پر عمل کرو جب پانی اور مچھلی ظاہر ہو چکے تو میں نے آپکی نعش مطہر قبر کے کنارے رکھ دی اچانک میں نے دیکھا کہ سفید پردہ قبر کے اوپر تن گیا ہے اور میں قبر کو نہیں دیکھ رہا تھا، آنجنابؑ کو قبر میں لے گئے بغیر اس کے ہاتھ لگائے پس مامون نے حاضرین سے کہا کہ قبر پر مٹی ڈالو میں نے کہا کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ قبر پر مٹی نہ ڈالیں کہنے لگا پھر قبر پر کون مٹی ڈالے گا میں نے کہا کہ آپؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ قبر خود بخود پر ہو جائے گی، پس لوگوں نے مٹی اپنے ہاتھوں سے پھینک دی اور اس قبر کی طرف دیکھنے لگے اور جو عجائب و غرائب ظاہر ہوئے ان پر تعجب کرتے تھے اچانک قبر پر ہو گئی اور سطح زمین سے اونچی ہوئی۔

جب مامون واپس گھر گیا تو مجھے خلوت میں بلایا اور کہا کہ تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جو کچھ تو نے آپؑ سے سنا ہے وہ مجھے بتائیں میں نے کہا جو کچھ آپؑ نے فرمایا تھا میں نے عرض کر دیا تھا کہنے لگا خدا کی قسم ہے اس کے علاوہ بھی جو کچھ آپؑ نے بتایا ہے وہ مجھے بتا جب میں نے انگور و انار کی بات اسے بتائی تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس کا ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا اور وہ سرخ زرد اور سیاہ ہو رہا تھا پس زمین پر گر کر بیہوش ہو گیا اور بیہوشی میں کہہ رہا تھا وائے ہے مامون پر خدا کی طرف سے وائے ہے مامون کے لیے رسول خدا کی طرف سے وائے ہے مامون پر علی مرتضیٰ کی طرف سے وائے ہے مامون پر فاطمہ زہراؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر حسنؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر حسینؑ شہید کربلا کی طرف سے وائے ہے مامون پر زین

العابدینؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام محمد باقرؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام جعفر صادقؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام حق علیؑ بن موسیٰؑ کی طرف سے وائے ہے، خدا کی قسم یہ واضح خسارہ ہے بار بار یہ باتیں کرتا اور روتا اور فریاد کرتا تھا میں اس کے یہ حالات دیکھ کر ڈر گیا اور مکان کے ایک گوشہ میں چلا گیا۔

جب وہ اصلی حالت میں آیا تو مجھے بلایا اور مستوں کی طرح مدہوش تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم تو اور تمام اہل آسمان واہل زمین میرے نزدیک حضرتؑ سے زیادہ عزیز نہیں ہیں، اگر میں نے سن لیا کہ ان باتوں میں سے ایک بات بھی تو نے کہیں بیان کی ہے تو میں تجھے قتل کر دوں گا میں نے کہا کہ اگر ان میں ایک کلمہ بھی کہیں ظاہر کروں تو میرا خون آپ کے لیے مباح ہے پھر اس نے مجھ عہد و پیمان لیے اور بڑی بڑی قسمیں مجھے دیں کہ میں ان اسرار کو ظاہر نہ کروں جب میں نے پشت پھیری تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وھو معھم اذیبیتون مالا یرضی من القول وکان اللہ بما تعملون محیطاً یعنی لوگوں سے چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپاتے حالانکہ خدا ان کے ساتھ ہے راتوں میں کہ جب ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جنہیں خدا پسند نہیں کرتا اور خدا نے تمہاری تمام گزاریوں پر احاطہ کیا ہوا ہے اور وہ ان سب سے باخبر ہے۔

قطب راوندی نے حسن بن عباد امام رضاؑ کے کاتب سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے بغداد کے سفر کا ارادہ کیا تو میں امام رضاؑ کی خدمت میں گیا جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا اے عباد کے بیٹے ہم عراق میں داخل نہیں ہوں گے جب میں نے یہ بات سنی تو رونے لگا اور میں نے کہا کہ اے فرزند رسولؐ ہمیں آپؑ کے اہل و عیال اور اولاد سے ناامید کر دیا ہے فرمایا تم تو عراق میں داخل ہو گے میں نہیں ہوں گا جب حضرتؑ شہر طوس کے قریب پہنچے اور آپؑ کو بیماری لاحق ہوئی تو آپ نے وصیت فرمائی کہ آپؑ کی قبر قبلہ کی طرف کی دیوار کے قریب بنائیں اور آپؑ کی اور ہارون کی قبر کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ رکھیں پہلے ہارون کے لیے چاہتے تھے وہاں قبر کھودیں بہت سے بیلچے اور ہتھوڑے ٹوٹ گئے لیکن اس جگہ کو نہیں کھود سکے تھے حضرتؑ نے فرمایا کہ قبر آسانی سے کھد جائے گی اور ایک مچھلی تانبے کی شکل وصورت میں ظاہر ہوگی اور اس پر عربی خط اور زبان میں کچھ لکھا ہوگا جب میری لحد کھودو تو زیادہ گہری کھودنا اور اس مچھلی کی شکل میری پائنتی کی طرف دفن کر دینا۔

جب حضرتؑ کی قبر مقدس کھودنے لگے تو بیلچہ زمین پر لگاتے وہ ریتلی جگہ کی طرح نیچے چلا جاتا یہاں تک کہ مچھلی کی شکل ظاہر ہوگئی اور اس مورتی کے اوپر لکھا تھا کہ یہ علی بن موسیٰؑ الرضا کا روضہ ہے اور وہ گڑھا ہارون جبار کا ہے۔

تمام شد جو کچھ کہ ہم نے کتاب جلاء العیون سے نقل کیا ہے (مترجم کہتا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ آپؑ کی تجہیز و تکفین کی کیفیت کے سلسلہ میں روایات مختلف ہیں ان کے بعض مضامین کے لحاظ سے ان میں مشکل ہے ہوسکتا ہے کہ ان میں ابو الصلت ہرثمہ کی روایت صحیح ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ دونوں سے آپؑ نے وصیت فرمائی ہو اور بعض چیزیں ان میں سے ایک کو اور دوسری دوسرے کو بتائی ہوں اور پھر جو ایک آدھ اختلاف ہے وہ راویوں کی بھول کا نتیجہ ہو (واللہ العالم مترجم) مناسب ہے کہ یہاں تین چیزوں کا طرف اشارہ کیا جائے۔

پہلی چیز

یہ کہ آپؑ کی تاریخ شہادت کے متعلق زیادہ مشہور یہ ہے کہ ماہ صفر ۲۰۳ھ میں آپؑ کی وفات ہوئی لیکن اس کے دن میں اختلاف ہے ابن اثیر طبرسی اور کچھ دوسرے علماء نے اس ماہ کا آخری دن کہا ہے اور بعض نے چودہ تاریخ کہی ہے اور کفعمی نے اس ماہ کی سترہ بتائی ہے اور صاحب کتاب العدد اور صاحب مسار الشیعہ نے ذی القعدہ کی تیئیس تاریخ کہی ہے اور اس دن دور و نزدیک سے آپؑ کی زیارت مستحب ہے جیسا کہ سید بن طاؤس نے کتاب اقبال میں فرمایا ہے اور حمیری نے ثقہ جلیل معمر بن خلاد سے نقل کیا ہے کہ ایک دن مدینہ میں امام محمد تقیؑ نے فرمایا اے معمر سوار ہو جائیں میں نے عرض کیا کہاں جائیں گے فرمایا سوار ہو اور اس سے سروکار نہ رکھو پس میں سوار ہوا اور حضرتؑ کے ساتھ گیا یہاں تک کہ ایک وادی یا پلکٹ زمین میں پہنچے فرمایا یہاں کھڑے ہو جاؤ میں وہیں کھڑا رہا یہاں تک کہ حضرتؑ واپس ہوئے میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کہاں پر تشریف لے گئے تھے فرمایا میں خراسان گیا تھا اور اس وقت میں نے اپنے باپ کو دفن کیا ہے۔

اور شیخ طبرسی نے اعلام الوریٰ میں امیہ بن علی سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ میں تھا اور ہمیشہ امام محمد تقیؑ کی خدمت میں جایا کرتا اور سلام عرض کرتا تھا اس زمانہ میں جب کہ امام رضاؑ خراسان میں تھے اور امام محمد تقیؑ کے اہل بیتؑ اور ان کے والد کے چچا آنحضرتؑ کی خدمت میں آ کر سلام کرتے اور ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے پس ایک دن آپؑ نے ان کی موجودگی میں اپنی کنیز کو بلایا اور فرمایا انہیں کہہ دو یعنی گھر والوں کو کہ وہ ماتم کے لیے تیار ہو جائیں پس جب وہ لوگ چلے گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم نے یہ پوچھا کیوں نہیں کہ کس کے ماتم کے لیے۔

جب دوسرا دن ہوا تو پھر حضرتؑ نے اس کنیز سے وہی فرمائش کی تو اس گروہ نے عرض کیا کہ کس کے ماتم کے لیے تیار ہوں، فرمایا اہل زمین سے بہترین شخص کے ماتم کے لیے پس چند دنوں کے بعد خبر آئی کہ جس دن آپؑ کے فرزند ارجمند نے خبر دی تھی اس دن امام رضا علیہ السلام نے عالم بقاء کی طرف کوچ کیا تھا۔

دوسری چیز

یہ کہ علماء نے امام رضاؑ کا امام محمد تقیؑ کے علاوہ کوئی بیٹا ذکر نہیں کیا بلکہ بعض نے تو یہ کہا ہے کہ آپؑ کی اولاد حضرتؑ ہی پر منحصر تھی شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ امام رضاؑ کی دنیا سے رحلت ہوئی تو ہم آپ کا سن شریف باپ کی وفات کے دن سات سال اور چند ماہ تھا ابن شہر آشوب نے تصریح کی ہے کہ آپؑ کے فرزند محمدؑ امام ہی ہیں لیکن علامہ مجلسی نے بحار میں قرب الاسناد سے نقل کیا ہے کہ بزنطی حضرت رضاؑ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ چند سال تک میں آپؑ سے پوچھتا رہا آپؑ کی بعد والے خلیفہ کے متعلق اور آپؑ یہ فرماتے رہے کہ میرا بیٹا اور اس وقت آپؑ کا کوئی بیٹا نہیں تھا اب خدا نے آپؑ کو دو بیٹے عطا فرمائے ہیں تو آپؑ کے ان دو بیٹوں میں سے کون

ہے الخ۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں فرمایا ہے کہ مسجد زرد کی اصل جو کہ شہر میں ہے یہ ہے کہ امام رضاؑ نے اس میں نماز پڑھی ہے پس وہاں مسجد بنا دی گئی پھر اس میں امام رضاؑ کے ایک بیٹے دفن ہوئے اور کئی کرامتیں وہاں سے نقل ہوئی ہیں۔

نیز علامہ مجلسی نے بحار میں حسن خلق کے باب میں عیون اخبار الرضا سے ایک روایت نقل کی ہے کہ امام رضاؑ کی ایک بیٹی تھی فاطمہ نامی جس نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت حدیث کی ہے اور وہ حدیث یہ ہے

عن فاطمة بنت الرضا عن ابيها عن ابيه جعفر بن محمد عن ابيه و عمه عن علي بن ابي طالب عليهم السلام عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم . قال من كف غضبه كف الله عنه عذابه و من حسن خلقة بلغه الله درجته الصائم القائم

یعنی فاطمہ دختر امام رضاؑ نے اپنے آباؤ اجداد سے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص اپنے غضب کو روک لے خداوند عالم اس سے اپنے عذاب کو روک دے گا اور جو شخص اپنا خلق اچھا کرے تو خداوند عالم اسے روزہ دار اور عبادت میں قیام کرنے والے کے درجہ تک پہنچا دے گا۔

نیز شیخ صدوق نے روایت کی ہے:

مسنداً عن فاطمة بنت علي بن موسى الرضا عن ابيها الرضا عن ابائه عن علي عليهم السلام قال لا يحل لمسلم ان يروع مسلماً.

جناب فاطمہ نے اپنے والد امام رضاؑ سے اپنے آباؤ اجداد کے واسطہ سے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے اور کتب انساب میں بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت کی ایک بیٹی فاطمہ نامی تھی جو کہ محمد بن جعفر بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ابو ہاشم جعفری کے بھتیجے کی بیوی تھی اور وہ حسن بن جعفر قاسم کی ماں ہے شبلنجی نے نور الابصار میں اس مخدرہ سے ایک کرامت بیان کی ہے خواہشمند اس کی طرف رجوع کریں۔

تیسری چیز

شعراء نے امام رضاؑ کے بہت سے مرثیے کہے ہیں اور علامہ مجلسی نے بحار میں ایک مستقل باب کا آپؑ کے مراثی میں ایراد کیا ہے لیکن چونکہ وہ اشعار عربی میں ہیں اور یہ کتاب فارسی ہے لہذا نقل کرنے کی گنجائش نہیں لیکن تبرکاً و تیمناً چند اشعار کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں (ہم طوالت کے خوف سے انہیں بھی چھوڑ رہے ہیں مترجم) واضح ہو کہ آپؑ کی زیارت کا ثواب اس سے کہیں زیادہ ہے کہ

بیان ہو سکے اور ہم نے کتاب مفاتیح الجنان میں چند روایات پر اختصار کیا ہے اور اس فصل کی ابتدا میں ان میں سے مختصر کی طرف اشارہ کیا ہے اور اگر اس جگہ طوالت کی گنجائش ہوتی تو ہم ان دلائل و کرامات و برکات کی چند حکایات سے اپنی کتاب کو زینت دیتے جو کہ آپؑ کے مشہد مقدس سے ظاہر ہوئے ہیں۔

ساتویں فصل

امام رضاؑ کے چند اعاظم اصحاب اور حضرت کے مداح دعبل بن علی خزاعی کا تذکرہ (درجہ اول کا شاعر)

پہلا: کہ جس کا مقام فضل و بلاغت اور شعر و ادب میں اس سے بالاتر ہے کہ بیان ہو، قاضی نور اللہ مجالس المومنینؒ میں فرماتے ہیں اس کے احوال خجستہ مآل تفصیل و اجمال کے ساتھ کتاب کشف الغمہ اور عیون اخبار الرضا اور باقی کتب امامیہ میں مذکور ہیں اور خود عسل دعبل سے کشف الغمہ میں نقل کیا ہے کہ جب میں نے قصیدہ موسومہ بمدارس آیات کو نظم کیا تو ارادہ کیا کہ امام ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں خراسان جاؤں اور یہ قصیدہ ان کے حضور پیش کروں۔

جب میں خراسان گیا اور حضرتؑ کی خدمت سے مشرف ہوا اور میں نے ان کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا تو آپ نے بہت تحسین کی اور داد دی اور فرمایا جب تک میں تمہیں حکم نہ دوں یہ قصیدہ کسی کے سامنے نہ پڑھنا، یہاں تک کہ میرے آنے کی خبر مامون کو ملی اور اس نے مجھے بلایا، احوال پرسی کی اس کی بعد کہنے لگا کہ قصیدہ مدارس آیات کو میرے سامنے پڑھو، میں نے ایسے قصیدہ کی لاعلمی ظاہر کی۔

مامون نے اپنے ایک خادم سے کہا کہ حضرت امام علیہ السلام کو بلاؤ تو ایک گھنٹہ بعد حضرتؑ تشریف لائے مامون نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ میں نے دعبل سے کہا ہے کہ قصیدہ مدارس آیات میرے سامنے پڑھو تو اس نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

حضرتؑ نے مجھے حکم دیا کہ اے دعبل وہ قصیدہ پڑھو پس میں نے پڑھا تو مامون نے بہت تحسین کی اور داد دی اور پچاس ہزار درہم مجھے عطا کئے اور امام رضاؑ نے بھی مجھے اتنا ہی انعام دیا۔ پس میں نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اپنے لباس میں سے ایک کپڑا عنایت فرمائیں تاکہ مرتے وقت میں اسے اپنا کفن بناؤں، فرمایا ایسا کروں گا اور مجھے ایک کپڑا عنایت کیا کہ جسے آپؑ خود استعمال کر چکے تھے اور ایک عمدہ تولیہ بھی مجھے مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ اس کی حفاظت کرنا کہ اس کی وجہ سے محفوظ رہو گے اور اس

کے بعد فضل بن سہل ذوالریاستین نے جو مامون کا وزیر تھا مجھے عمدہ صلہ دیا نیز کی راہوار گھوڑا زین وساز کے ساتھ دیا۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو عراق کی طرف واپسی کا مجھے خیال آیا اثنائے راہ میں بعض ڈاکو ہم پر ٹوٹ پڑے انہوں نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو لوٹ لیا، چنانچہ میرے بدن پر سوائے ایک پرانی قبا کے کچھ نہ رہنے دیا مجھے اپنے اسباب میں سے کسی چیز پر افسوس نہیں تھا سوائے اس کپڑے اور تولیے کہ جو کہ حضرتؑ نے بطور انعام مجھے دیا تھا میں فکر کر رہا تھا آپؑ کے اس ارشاد میں کہ فرمایا تھا کہ اس کپڑے اور تولیہ کی حفاظت کرنا کہ تم اس کی برکت سے محفوظ رہو گے کہ اچانک ایک ڈاکو اس گھوڑے پر سوار ہو کر جو فضل بن سہل ذوالریاستین نے مجھے دیا تھا آیا اور میرے اشعار کا یہ مصرعہ پڑھا کہ مدارس آیات خلت من تلاوت اور رونے لگا۔

جب میں نے اس کی حالت کا مشاہدہ کیا تو مجھے تعجب ہوا کہ ان کے درمیان میں ایک شیعہ کو دیکھا تھا تو میں نے اس بناء پر کپڑے اور تولیہ واپس ملنے کے خیال سے اس شخص سے کہا کہ اے مخدوم یہ قصیدہ کس کا ہے وہ کہنے لگا تجھے اس سے کیا؟

میں نے کہا کہ میں دعبل ہوں اور یہ میرا قصیدہ ہے کہنے لگا یہ بات جو تو کہہ رہا ہے دور از کار اور بعید ہے میں نے کہا کہ اہل قافلہ سے تحقیق کرو، پس اس نے کسی کو بھیج کر اہل قافلہ میں سے کچھ افراد کو حاضر کیا اور میرے حالات پوچھے تو انہوں نے بتایا کہ یہ دعبل بن علی خزاعی ہے۔

جب اسے میرے متعلق یقین ہو گیا کہ میں دعبل ہوں تو کہنے لگا کہ میں تمام اہل قافلہ کا مال واسباب تیری وجہ سے بخشتا ہوں اس وقت ان کے منادی نے اپنے ساتھیوں کے درمیان ندا دی تو ہمارا مال ہمیں واپس کر دیا اور ہمیں حفاظت کے ساتھ جائے امن تک پہنچا دیا اور جو کچھ حضرتؑ نے فرمایا تھا اس کا راز ظاہر ہوا اور تمام اہل قافلہ حضرتؑ کے دیئے ہوئے کپڑے اور تولیے کی وجہ سے بچ گئے۔ اور کتاب عیون اخبار الرضاء میں مذکور ہے کہ دعبل جب اس مصیبت سے چھوٹا اور شہر قم میں پہنچا تو قم کے شیعہ اس کے پاس آئے اور اس سے قصیدہ مذکور کے پڑھنے کی استدعا کی، دعبل انہیں جامع مسجد میں لے گیا اور منبر پر جا کر ان کے سامنے قصیدہ پڑھا اہل قم نے بہت سا مال اور خلعتیں اس پر نچھاور کیں، اس وقت جب انہیں حضرتؑ کے جبہ مبارک کی خبر ملی جو آپؑ نے دعبل کو دیا تھا تو انہوں نے التماس کیا کہ وہ جبہ ہزار دینار سے ہمارے ہاں بیچ دو، دعبل نے اس سے انکار کیا۔ دوبارہ انہوں نے خواہش کی کہ اس کا کچھ ٹکڑا ہزار دینار پر دے دو، وہ بھی درجہ قبولیت کو نہ پہنچا اور جب دعبل قم سے باہر نکلا تو بعض خودرائے اور خودسر جوان جو وہاں رہتے تھے دعبل کے پاس پہنچ گئے اور زبردستی وہ جبہ اس سے چھین لیا۔ دعبل واپس قم میں آیا اور وہاں کے لوگوں سے التماس کیا کہ وہ جبہ اسے واپس کر دیں ان نوجوانوں نے انکار کر دیا اور اپنے مشائخ واکابر کے حکم کی اطاعت نہ کی اور دعبل سے کہا کہ جبہ تمہارے ہاتھ میں نہیں آئے گا۔ وہی ہزار دینار لے لو، دعبل نے قبول نہ کیا بالآخر جب اس سے ناامید ہو گیا تو التماس کیا کہ مجھے اس میں سے ایک ٹکڑا دے دو، اس جماعت نے یہ بات قبول کر لی اور جبہ کا ایک ٹکڑا اسے دے دیا، دعبل اپنے وطن کی طرف لوٹ گیا جب گھر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ چور اس کا سارا گھر لوٹ کر لے گئے ہیں اور چونکہ امام رضا علیہ السلام سے جدا ہوتے وقت حضرتؑ نے ایک تھیلی اسے دی تھی اور اس میں سو دینار تھے اور فرمایا تھا کہ اس کی حفاظت کرنا کیونکہ تجھے اس کی ضرورت پڑے گی، دعبل نے وہ عراق کے شیعوں کو بطور ہدیہ

دے دی اور انہوں نے اسے ہر دینار کے بدلے سو درہم دیئے، چنانچہ اس تھیلی سے دس ہزار درہم اس کے ہاتھ لگے اور انہیں حالات میں دعبل کی کنیز کو کہ جس سے اس کو بہت محبت تھی آنکھوں میں سخت قسم کی تکلیف ہوگئی طبیب اس کے پاس لے آئے جب انہوں نے آنکھ کا معائنہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اس کی دائیں آنکھ معیوب ہو چکی ہے ہم اس کا علاج نہیں کر سکتے، البتہ اس کی بائیں آنکھ کا علاج کریں گے اور امید ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔

دعبل یہ بات سن کر بہت غمگین ہوا اور اسے بہت تکلیف ہوئی یہاں تک کہ اسے حضرتؑ کے جبہ کا ٹکڑا یاد آیا، اس وقت اس نے اسے اس کنیز کی آنکھوں پر ملا اور شام سے پٹی اس پر باندھ دی، جب صبح ہوئی تو اس کی برکت سے اس کی آنکھیں پہلے سے بھی بہتر ہوگئیں۔

مولف کہتا ہے کہ وہ سو دینار والی تھیلی جو حضرتؑ نے دعبل کو دی تھی اس میں رضویہ نقدی تھی یعنی حضرتؑ کے نام پر وہ مسکوک تھے اس لیے شیعوا نے ہر دینار سو درہم پر خرید کیا تھا اور چونکہ قاضی نور اللہ نے ساری روایت عیون اخبار الرضا سے نقل نہیں کی، بلکہ اس کا پہلا حصہ کشف الغمہ سے نقل کیا ہے، لہذا سو دینار اور جبہ والی بات مجمل ہوگئی ہے اور میں روایت کے پہلے حصے کی طرف عیون کے مطابق اشارہ کرتا ہوں۔

شیخ صدوق نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ دعبل امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں مقام مرو میں حاضر ہوا اور عرض کیا فرزند رسولؐ میں نے آپؑ کے لیے ایک قصیدہ کہا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ آپؑ سے پہلے کسی کے سامنے نہیں پڑھوں گا فرمایا لے آؤ، پس اس قصیدہ مدارس آیات پڑھا یہاں تک کہ اس شعر تک پہنچا۔

ارى فيئهم فى غيرهم متقسماً
وايديهم من فيئهم صفرات

میں دیکھتا ہوں کہ ان کا مال فیئ ان کے غیر میں تقسیم ہو رہا ہے اور ان کے ہاتھ اپنے مال فی سے خالی ہیں۔

اور حضرتؑ رونے لگے اور فرمایا اے خزاعی تو نے سچ کہا ہے پس جب اس شعر پر پہنچا۔

اذا وتروا مدوا الى واتريهم
اكفا عن الاوتار منقبضات

جب ان پر ظلم وستم ہوتا ہے تو وہ ظلم کرنے والوں کی طرف اپنی ہتھیلیاں بڑھاتے ہیں جو کہ بدلہ لینے سے منقبض اور بند ہیں۔

حضرتؑ نے اپنی ہتھیلی کو الٹ پھیر کیا اور فرمایا خدا کی قسم منقبضات (بند ہیں) اور جب اس شعر پر پہنچا کہ

لقد خفت فی الدنیا وایام سعیہا
وانی لارجو الامن بعد وفاتی

میں دنیا اور اس میں سعی و کوشش میں تو خوفناک ہوں، البتہ اپنی وفات کے بعد امن و چین کی امید رکھتا ہوں، حضرت نے فرمایا خدا تجھے مامون قرار دے فزع اکبر (بڑی مصیبت) کے دن۔

پس جب وہ اس شعر پر پہنچا

وقبر ببغداد لنفس ذکیۃ
تضمنہا الرحمن فی الغرفات

اور بغداد میں پاکیزہ نفس کی قبر ہے خدائے رحمن نے جنت کے کمروں کے پہلو میں اسے قرار دیا ہے، آپؑ نے فرمایا کیا میں تیرے قصیدہ کے اس مقام کے ساتھ دو بیت ملحق نہ کر دوں کہ جن سے تیرا قصیدہ مکمل ہو جائے۔ عرض کیا ملحق فرمائے، فرزند رسولؐ نے فرمایا۔

وقبر بطوس یالہا من مصیبۃ
الحت علی الاحشاء بالزفرات
الی الحشر حتی یبعث اللہ قائما
یفرج عنا الھم والکربات

اور ایک قبر طوس میں ہے اور کتنی بڑی ہے اس کی مصیبت کہ جس نے اپنے گرم سانسوں سے انتڑیوں کو چھیل دیا ہے حشر کے دن تک کے لیے، یہاں تک کہ خداوند عالم مبعوث فرمائے گا قائم کو جو ہمارے غم اور مصیبتوں کو دور کر دے گا۔

دعبل نے عرض کیا یہ قبر جس کے متعلق آپؑ نے فرمایا ہے کہ وہ طوس میں ہے یہ کس کی قبر ہے فرمایا وہ میری قبر ہے، زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ طوس شیعوں اور میرے زواروں کے آنے جانے کی جگہ بن جائے گا، آگاہ رہو کہ جو شخص طوس میں میری زیارت کرے میری غربت و مسافرت میں تو وہ قیامت کے دن بخشا جانے کے ساتھ ساتھ میرے درجہ میں بھی ہوگا، پس جب دعبل قصیدہ پڑھنے سے فارغ ہوا تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ کہیں جانا نہیں اور اٹھ کر دولت سرا کے اندر گئے اور کچھ دیر بعد خادم باہر آیا اور سو دینار رضوی دعبل کے لیے لے آیا اور کہا کہ میرے مولا فرما رہے ہیں کہ انہیں اپنے صرف میں لے لو، دعبل کہنے لگا خدا کی قسم میں اس کے لیے نہیں آیا اور میں نے یہ قصیدہ کسی چیز کے طمع میں نہیں کہا اور وہ دیناروں کی تھیلی واپس کر دی اور آپؑ کے لباس

میں سے ایک کپڑے کی خواہش کی تا کہ اس سے تبرک وشرف حاصل کروں، پس حضرتؑ نے جبہ خز (ریشمی جبہ) تھیلی سمیت اس کے لیے بھیجا اور خادم سے فرمایا کہ اسے کہو کہ یہ تھیلی لے لے کہ اس کی اسے ضرورت پڑے گی اور اسے واپس نہ کر، پس دعبل نے تھیلی اور جبہ رکھ لیا اور قافلہ کے ساتھ وہ مرو سے نکلا، جب قوہان کے درمیان پہنچا تو ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کر دیا اور اہل قافلہ کو پکڑ کر ان کی مشکیں باندھ دیں کہ جن میں دعبل بھی تھا، پس وہ ڈاکو اہل قافلہ کے مال کے مالک بن بیٹھے اور آپس میں انہوں نے تقسیم کر لیا، ایک ڈاکو نے اس مقام کی مناسبت سے دعبل کا یہ شعر پڑھا

ارى فيئهم في غيرهم متقسما

وايديهم من فيئهم صفرات

دعبل نے سنا تو کہنے لگا کہ یہ شعر کس کا ہے اس نے کہا قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کا ہے کہ جس کا نام دعبل ہے، دعبل نے کہا وہ دعبل میں ہوں جس نے یہ قصیدہ کہا ہے، پس وہ شخص اپنے رئیس کے پاس گیا اور وہ ایک ٹیلے کے اوپر نماز پڑھ رہا تھا اور وہ شیعہ تھا اس نے دعبل کے واقعہ کی خبر دی، وہ ڈاکوؤں کا سردار دعبل کے پاس آ کر کہنے لگا کہ دعبل تو ہے۔

کہنے لگا ہاں اس نے کہا قصیدہ پڑھو، دعبل نے قصیدہ پڑھا پس اس نے حکم دیا کہ دعبل اور تمام اہل قافلہ کی مشکیں کھول دو اور ان کے اموال انہیں دعبل کی عزت واحترام میں واپس کر دو، دعبل کی ولادت حضرت صادقؑ کی وفات کے سال میں ہوئی ہے اور اس کی وفات مقام شوش ۲۴۶ ہجری میں ہوئی ہے۔

ابوالفرج نے اغانی میں کہا ہے کہ دعبل بن علی مشہور شیعہ ہے حضرت علیؑ کی طرف میلان رکھتا تھا اور اس کا قصیدہ مدارس آیات بہترین اشعار میں سے ہے اور فخر میں اس نے برابری کی ہے، تمام ان بیتوں کی جو اہل بیت کے لیے کہی گئی ہیں، پس ابوالفرج نے دعبل کے امام رضاؑ کی خدمت میں جانے اور آنجنابؑ کا اسے تیس ہزار درہم رضویہ صلہ دینے اور اپنے لباس میں سے اسے خلعت دینے کا واقعہ نقل کیا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ دعبل نے قصیدہ مدارس آیات ایک کپڑے پر لکھا اور اس کا احرام باندھا اور گھر والوں کو حکم دیا کہ اسے اس کا کفن قرار دیں اور دعبل ہمیشہ اپنے زمانہ کے خلفاء سے خوفزدہ ان سے فراری اور پنہاں رہتا بسبب اس ہجو کے جو ان کی تھی اور وہ اس کی زبان سے ڈرتے تھے اور دعبل سے حکایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں خلیفہ سے فرار کیے ہوئے تھا میں نے ایک رات نیشاپور میں اکیلے کاٹی اور ارادہ کیا کہ اس رات عبداللہ بن طاہر کے متعلق قصیدہ کہوں جس وقت میں یہ سوچ رہا تھا، حالانکہ میں نے دروازہ بند کیا ہوا تھا تو میں نے سنا کہ آواز آئی السلام علیکم الج یرحمك الله اپنے مقصد میں داخل ہو جا، خدا تجھ پر رحمت کرے، میرا بدن کانپنے لگا اور مجھ پر سخت قسم کی حالت طاری ہوئی، پس اس آواز دینے والے نے کہا خدا تجھے عافیت دے ڈر نہیں، کیونکہ میں تیرے جن بھائیوں میں سے یمن کا رہنے والا ہوں ہمارے پاس عراق میں سے ایک آنے والا آیا اور اس نے تیرا قصیدہ مدارس آیات پڑھا، میں دوست رکھتا تھا کہ وہ قصیدہ خود تجھ سے سنوں، دعبل کہتا ہے کہ میں نے اس کے لیے یہ قصیدہ پڑھا تو وہ اتنا رویا کہ زمین پر گر پڑا، پس کہنے لگا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے آیا تیرے لیے ایک حدیث بیان نہ کروں کہ جو تیری نیت کو

زیادہ کرنے اور اپنے مذہب سے متمسک رہنے میں تیری مدد کرنے میں نے کہا کہ ہاں بیان کرو، کہنے لگا میں مدت سے امام جعفر علیہ السلام کا ذکر سنتا تھا، پس میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سنا کہ آپؑ نے فرمایا مجھ سے میرے باپؑ نے اپنے باپؑ سے اپنے جد بزرگوار سے حدیث بیان کی کہ رسول خداؐ نے فرمایا علی و شیعته هم الفائزون۔ کہ علیؑ اور اس کے شیعہ فائز و کامیاب ہیں، وہ مجھ سے رخصت ہوا اور جانے لگا تو میں نے کہا خدا تجھ پر رحمت کرے مجھے اپنا نام تو بتا، کہنے لگا کہ میں طلیان بن عامر ہوں۔ انتھی

دوسرا: حسن بن علی بن زیاد بجلی کوفی وجوہ طائفہ اور حضرت امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ہے اور الیاس صیرفی کا نواسہ ہے جو کہ حضرت صادق علیہ السلام کے شیوخ اصحاب میں سے تھا اس نے اپنے نانا الیاس سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے احتضار کے وقت کہا کہ گواہ رہو یہ گھڑی جھوٹ بولنے کی نہیں میں نے کہا حضرت صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ خدا کی قسم وہ بندہ نہیں مرتا جو خدا اور رسولؐ و آئمہ علیہم السلام کو دوست رکھتا ہے کہ جہنم کی آگ اسے مس کرے اور اس کلام کا آپؑ نے تین مرتبہ اعادہ کیا بغیر اس کے کہ آپؑ سے سوال کیا گیا ہو اور شیخ طوسی نے احمد بن محمد بن عیسیٰ بن قمی سے روایت کی ہے کہ میں نے حدیث کی تلاش میں کوفہ کا سفر کیا اور وہاں حسن بن علی وشا سے ملاقات کی اور میں نے اس سے سوال کیا کہ علاء بن رزین اور ابان بن عثمان کی کتاب میرے پاس لے آؤ جب وہ لے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ مجھے اجازت دو کہ ان دونوں کتابوں کی روایت کروں۔

کہنے لگا خدا تجھ پر رحمت کرے تجھے کیا جلدی ہے جا اور ان سے لکھ لے پھر سن۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ میں حوادث روزگار سے مامون نہیں ہوں، وہ کہنے لگا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حدیث کے لیے تیرے جیسا طلب گار ہے تو میں بہت سی احادیث اخذ کرتا، کیونکہ میں نے اس مسجد میں نو سو مشائخ کو دیکھا ہے جن میں سے ہر ایک کہتا تھا کہ مجھ سے جعفرؑ بن محمدؑ نے حدیث بیان کی۔

مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق زمانہ میں اہل قم کس قدر حدیث کے متلاشی تھے کہ سامان سفر باندھ کر قم سے کوفہ تک طلب حدیث کے لیے جاتے تھے اور ان کا اعتماد بھی اصول پر ہوتا اور کوئی حدیث اجازہ اور سماع کے بغیر نقل نہیں کرتے تھے خلاصہ یہ کہ وہ مشائخ اجازہ اور اجلاء اصحاب آئمہ اس سے روایت کرتے ہیں اور اگر اس سے وقف کی لغزش ہوگئی تھی کہ اس نے امام موسیٰ علیہ السلام پر توقف کیا تو اس کا تدارک اس نے امام رضاؑ کی طرف رجوع کر کے اور ان کی امامت اور آنحضرتؑ کے بعد کی صحبت کا قائل ہو کر کر لیا تھا، ابن شہر آشوب نے مناقب میں اس سے روایت کی ہے کہ میں نے چند کاغذات پر کچھ مسائل لکھے تا کہ ان سے علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام کا امتحان کروں، پس صبح کے وقت میں آپؑ کے مکان کی طرف چلا آپؑ کے دروازے پر زیادہ جمعیت کی وجہ سے میں آپؑ کے در دولت تک نہ پہنچ سکا اس حالت میں میں نے ایک خادم کو دیکھا کہ وہ پوچھتا پھرتا تھا کہ حسن بن علی وشا الیاس بغدادی کی بیٹی کا لڑکا کون سا ہے، میں نے کہا اے غلام جس شخص کو تو تلاش کر رہا ہے وہ میں ہوں، پس اس نے ایک تحریر مجھے دی اور کہا کہ یہ جواب ہے ان مسائل کا کہ جو تیرے پاس ہیں، پس میں نے اس واضح معجزہ کے سبب سے آپؑ کی امامت کا یقین کر لیا اور واقفیہ کے مذاہب اور طریقوں کو چھوڑ دیا۔

تیسرا حسن بن علی بن فضال تیملی کوفی جس کی کنیت ابو محمد ہے، قاضی نور اللہ نے مجالس میں کہا ہے کہ حسن کہتا ہے کہ امام موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور وہ حضرت امام رضاؑ کے روایان حدیث میں سے ہے اور وہ حضرتؑ سے پورا اختصاص رکھتا تھا، جلیل القدر عظیم المنزلۃ زاہد صاحب ورع اور ثقہ تھا، روایات میں اور کتاب نجاشی میں فضل بن شاذان سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک مسجد میں ایک قاری کے پاس درس پڑھتا تھا وہاں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو آپس میں باتیں کر رہے تھے ان میں سے ایک مجھ سے کہنے لگا کہ پہاڑ میں ایک شخص رہتا ہے کہ جسے ابن فضال کہتے ہیں اور اس گروہ میں سب سے زیادہ عابد ہے کہ جنہیں ہم نے دیکھا ہے اور کہنے لگا کہ وہ صحرا میں چلا جاتا ہے اور سجدہ ریز ہوتا ہے تو صحرا کے پرندے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اس طرح زمین پر محو پڑا رہتا ہے کہ دور سے اس طرح گمان ہوتا ہے کہ کوئی کپڑا یا لکڑا پڑا ہے اور صحرا کے وحشی جانور اس کے نزدیک چرتے رہتے ہیں اور اس سے بدکتے نہیں بسبب انتہائی موانست کے جو انہیں اس سے حاصل ہو گئی ہے۔

فضل بن شاذان کہتا ہے یہ بات سننے کے بعد میں نے گمان کیا کہ شاید یہ کسی ایسے شخص کے حالات ہیں جو گزشتہ زمانہ میں ہوگا اور یہ بات سننے کے تھوڑے وقت کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک شخص خوبصورت نیک شمائل جس نے روئی کا لباس اور ردا اوڑھ رکھی ہے اور سبز جوتا پاؤں میں پہنے ہوئے ہے دروازے سے داخل ہوا اور میرے باپ کو کہ جس کے ساتھ میں بیٹھا ہوا تھا سلام کیا میرا باپ اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور اس کو جگہ دی اور اس کی تعظیم و تکریم کی جب کچھ دیر کے بعد وہ اٹھ کر چلا گیا تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اس نے کہا کہ یہ حسن بن علی بن فضال ہے، میں نے کہا وہی عابد و فاضل جو مشہور ہے، کہنے لگا ہاں وہی ہے میں نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہوگا کہنے لگا کہ وہ تو ہمیشہ پہاڑ میں رہتا ہے، کہنے لگا تو کس قدر کم عقل ہے بیٹا، کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اب وہیں سے آیا ہو، پس جو کچھ اس میں نے اہل مسجد سے سنا تھا وہ باپ کے سامنے بیان کیا میرا والد کہنے لگا جو کچھ تو نے سنا ہے وہ درست ہے اور یہ حسن وہی حسن ہے۔ حسن کبھی کبھی میرے باپ کے پاس آیا کرتا تھا پس میں اس کے پاس گیا اور کتاب ابن بکیر وغیرہ کتب احادیث اس سے سماع کیں اور اکثر ایسا ہوتا کہ ہو اپنی کتاب لے کر میرے حجرے میں آتا اور میرے سامنے اس کی قرائت کرتا اور جس سال طاہر بن حسین خزاعی نے جو مامون کا سپہ سالار تھا حج ادا کیا اور کوفہ لوٹ کے آیا جب اس نے حسن کے فضائل و کمالات کی تعریف سنی تو کسی کو حسن کے پاس بھیجا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذور ہوں، میں التماس کرتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لے آئیں تو حسن نے طاہر کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور اصحاب نے اسے طاہر کے پاس جانے کی جتنی ترغیب دی اس نے قبول نہ کی اور کہنے لگا کہ مجھے اس سے کوئی نسبت اور لگاؤ نہیں اور اس کے اس استغناء سے میں سمجھا کہ اس کا ہمارے گھر آنا دیانت داری کی بناء پر تھا اور اس کا مصلیٰ مسجد کوفہ کے اس ستون کے پاس تھا کہ جسے سابعہ اور اسطوانہ ابراہیم علیہ السلام کہتے تھے اور حسن اپنی پوری عمر میں عبداللہ بن افطح کی امامت کا قائل رہا اور مرض موت میں کوئی واقعہ دیکھا اور اس عقیدہ سے پلٹ آیا اور حق کی طرف رجوع کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حسن کی وفات ۲۲۴ھ ہجری میں ہوئی اور اس کی تصانیف میں سے کتاب زیارات و بشارات و کتاب نوادر و کتاب

ردعلی الغلات، وکتاب شواہد کتاب المستعہ اور کتاب ناسخ ومنسوخ وکتاب ملاحم وکتاب صلوۃ اور کتاب رجال ہے۔

چوتھا حسن بن محبوب سراد اور الزراد بھی کہا گیا ہے، ابوعلی بجلی کوفی ثقہ وجلیل القدر اور اپنے زمانہ کے ارکان اربعہ میں سے اور اصحاب اجماع میں سے ہے اور اس کی بہت سی کتب ہیں اور ان میں کتاب مشیخہ کتاب حدود دیات وفرائض ونکاح وطلاق اور کتاب نوادر جو کہ ہزار ورق کے قریب ہے اور کتاب تفسیر وغیرہ حضرت رضا علیہ السلام سے اور حضرت صادق علیہ السلام کے ساٹھ اصحاب سے روایت کرتا ہے اور منقول ہے کہ اس کے باپ محبوب کا حسن کی تربیت میں اتنا اہتمام کیا تھا کہ اسے اخذ حدیث میں ترغیب دلانے کے لیے یہ قرارداد کی ہوئی تھی کہ جو حدیث وہ علی بن رباب سے سنے گا اور اسے لکھے گا ہر حدیث کے بدلے اسے ایک درہم دے گا اور یہ علی بن رباب ثقات اور اجلاء علماء شیعہ کوفہ میں سے ہے، اس نے حضرت صادق اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت کی ہے اور اس کا بھائی یمان بن رباب روسائے خوارج میں سے تھا اور ہر سال یہ دونوں بھائی تین دن کے لیے جمع ہوتے اور مناظرہ کرتے تھے پھر اس کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے اور پھر ایک دوسرے سے کلام یہاں تک کہ سلام بھی نہیں کرتے تھے۔

شیخ کشی نے علی بن محمد قتیبی سے جعفر بن محمد بن حسن بن محبوب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے جد حسن بن محبوب کا نسب نامہ اس طرح ہے، حسن بن محبوب بن وہب بن جعفر بن وہب اور یہ وہب سندی غلام تھا، جریر بن عبداللہ بجلی کا اور زراد کا معنی ہے زرہ درست کرنے والا، پس یہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے التماس کیا کہ آپؑ اُسے جریر سے خرید کر لیں اور جریر چونکہ ناپسند کرتا تھا کہ وہ اس کے ہاتھ سے باہر نکلے، لہذا کہنے لگا کہ یہ غلام آزاد ہے، میں نے اس کو آزاد کیا اور جب اس کی آزادی محقق ہو گئی تو اس نے حضرت امیر المومنین کی خدمت اختیار کر لی اور حسن بن محبوب نے ۲۲۴ھ کے آخر میں پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

فقیر کہتا ہے اس لحاظ سے چونکہ وہب حسن زراد کا دادا تھا حسن کو وزاد کہتے تھے، یہاں تک کہ امام رضا نے بزنطی سے فرمایا کہ حسن بن محبوب زاراد نہ کہو بلکہ دراد کہو، کیونکہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے وقدر فی السرد، آپ کا زراد سے نہی کرنا اور سراد کا حکم دینا اس وجہ سے نہیں کہ زراد میں کوئی عیب ہے کیونکہ سراد و زراد کا ایک ہی معنی ہے، بلکہ یہ اہتمام تو قرآن مجید کی طرف ترغیب دینے کے لیے ہے، یہ کہ جب تک ممکن ہو انسان کو اس طرح ہونا چاہیے کہ اس کے کلمات اور شواہد قرآن کے مطابق ہوں اور کلام خدا سے ماخوذ ہوں، جیسا کہ حضرتؑ کے حالات میں روایت ہوئی ہے کہ آپؑ کی تمام باتیں اور آپؑ کے جوابات اور مثالیں سب قرآن مجید سے ماخوذ ہوتی ہیں۔

پانچواں زکریا بن آدم بن عبداللہ بن سعد شعری قمی ثقہ جلیل القدر اور امام رضا علیہ السلام کے نزدیک صاحب منزلت تھا شیخ کشی نے زکریا بن آدم سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے خانوادہ سے باہر چلا جاؤں، کیونکہ ان میں بیوقوف اور سفیہ زیادہ ہو گئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا یہ کام نہ کرنا، کیونکہ تیری وجہ سے ان سے آفات دفع ہوتی ہیں جیسا کہ اہل بغداد سے حضرت ابوالحسنؑ کے

واسطہ سے دفع ہوتی ہیں اور روایت کی ہے علی بن مسیب ہمدانی نے جو حضرت رضاؑ کے ثقات اصحاب میں سے ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا راستہ دور ہے اور میں ہر وقت آپؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکتا تو اپنے احکام دینی کس سے اخذ کروں، حضرتؑ نے فرمایا ''من زکریا بن آدم القمی الماموں علی الدین والدنیا'' یعنی معالم دین زکریا بن آدم قمی سے لو جو کہ دین و دنیا میں مامون ہے اور منجملہ زکریا بن آدم کی سعادتوں کے جس پر وہ فائز ہوا ہے یہ ہے کہ ایک سال حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک حج کے لیے مشرف ہوا اور حضرتؑ کا زمیل تھا کہ ظاہراً جس سے مراد یہ ہے کہ حضرتؑ کے ساتھ ایک ہی محمل میں سوار تھا۔

اور علامہ مجلسی نے تاریخ قم میں نقل کیا ہے کہ اس نے اہل قم کی مدح میں کہا ہے کہ ان میں سے اکثر اشعریین ہیں اور پیغمبر اکرمؐ نے ان کے حق میں بخشش کی دعا کی ہے اور فرمایا اللھم اغفر الله اشعر مین خدایا اشعریین کو بخش دے صغیرھم و کبیر ھم ان کے چھوٹے بڑوں کو اور یہ بھی فرمایا کہ اشعریون مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں ان کے مفاخر میں سے یہ ہے کہ پہلا شخص کہ جس نے قم میں شیعیت کا اظہار کیا وہ موسیٰ بن عبداللہ بن سعد اشعری تھا اور ان کے مفاخر میں سے یہ بھی ہے امام رضا علیہ السلام نے زکریا بن آدم عبداللہ بن سعد اشعری سے فرمایا کہ تیری وجہ سے خداوند عالم اہل قم سے بلاد مصیبت کو دور رکھتا ہے جس طرح کہ اہل بغداد سے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وجہ سے بلا دور رکھتا ہے۔

اور یہ بھی ان کے مفاخر میں سے ہے کہ انہوں نے بہت سی زرعی زمینیں اور املاک آئمہ علیہم السلام پر وقف کئے ہیں اور یہ کہ پہلے اشخاص کہ جنہوں نے آئمہ علیہم السلام کی خدمت میں خمس بھیجا وہ یہی تھے اور یہ کہ آئمہ علیہم السلام نے ان میں سے ایک جماعت کو مکرم کیا اور عزت بخشی ہدایا تحائف اور کفنوں کے ساتھ کہ جن میں سے ہیں ابو جریر زکریا بن ادریس زکریا بن آدم عیسیٰ بن عبداللہ بن سعد وغیرہ۔

شیخ کشی نے سند معتبر کے ساتھ زکریا بن آدم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں ابتدا شب میں وارد ہوا اور ابو جریر زکریا بن ادریس قمی کی وفات ہو چکی تھی، پس حضرتؑ نے اس کے متعلق مجھ سے سوال کیا اور اس پر ترحم کیا یعنی فرمایا رحمہ اللہ ولم یزل یحدثنی واحد حتی طلع الفجر فقام علیہ السلام فصلی الفجر خدا اس پر رحم کرے اور مسلسل آپؑ مجھ سے اور میں آپؑ سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ صبح طلوع ہوگئی پھر حضرتؑ کھڑے ہوگئے اور آپؑ نے نماز صبح ادا کی۔

مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رات حضرتؑ صبح صادق تک بیدار رہے زکریا بن آدم سے باتیں کرتے رہے، پس چاہیے کہ وہ مطالب بہت ہی اہم تھے کہ جن کے متعلق گفتگو کرتے رہے اور وہ نہیں ہو سکتے سوائے تذکرہ علوم و اسرار کے جیسا کہ رسول خداؐ کے حالات میں سلمان فارسی سے اسی کے قریب قریب منقول ہے۔

ابن ابی الحدید نے کتاب استیعاب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں عائشہ سے روایت ہوئی ہے وہ کہتی ہے کہ

سلمان فارسیؓ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک رات کے وقت انفرادی مجلس ہوئی تھی یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ ہماری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہو جائے بلکہ ظاہر روایت سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ اس رات آپؑ نے نماز تہجد بھی نہیں پڑھی اور یہ نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ آپؑ کسی ایسی چیز میں مشغول تھے کہ جو اس سے افضل تھی اور وہ مذاکرہ علم ہے۔

شیخ صدوق نے اس مجلس میں جو مشائخ مذہب امامیہ کو لکھوائی ہے فرمایا ہے کہ جو شخص اکیس اور تیئس کی رات ماہ رمضان کی مذاکرہ علمی میں بیدار رہ کے گزار دے تو وہ افضل ہے، بالجملہ اس کی قبر قم کے اس قبرستان کے وسط میں مشہور ہے جو کہ لحوطہ (احاطہ) میں ہے جو شیخان بکیر کے نام سے معروف ہے اور اس کے قریب میں اس کے چچازاد بھائی زکریا بن ادریس بن عبداللہ بن سعد قمی معروف بابو جریر کی قبر ہے جو کہ حضرت صادقؑ و حضرت کاظمؑ و حضرت رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے صاحب قدر و منزلت تھا، امام رضاؑ کے نزدیک ان کے قریب دفن ہے، آدم بن اسحاق بن آدم بن عبداللہ بن سعد اشعری جو کہ زکریا بن آدم کا بھتیجا ہے اور ثقہ وجلیل ہے اور حضرت جواد تقیؑ کے اصحاب میں شمار ہوتا ہے اور زکریا بن آدم حضرت رضاؑ اور حضرت جوادؑ کے اصحاب میں شمار ہوتا ہے۔

چھٹا صفوان بن یحییٰ ابو محمد بجلی کوفی عمدہ کھجوریں بیچنے والا ثقہ جلیل عابد و زاہد نبیل فقیہ مسلم اور صاحب منزلت حضرت رضا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے ہاں اس کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو صاحب مجالس المومنین فرماتے ہیں کہ کتاب خلاصہ اور ابن داؤد میں لکھا ہے کہ اصحاب حدیث اور دوسرے لوگوں کے نزدیک اپنے زمانہ میں وہ زیادہ قابل وثوق تھا اور امام رضاؑ اور حضرت جواد علیہ السلام کے راویوں اور ان کے وکلا میں سے تھا اور اس کا باپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے راویوں میں سے تھا اور حضرتؑ کے نزدیک اس کی بڑی قدر و منزلت تھی اور کتاب فہرست نجاشی میں صفوان روایت کرے اور علم فقہ میں اسے مسلم سمجھتے ہیں اور صفوان مال تجارت میں عبداللہ بن جندب اور علی بن نعمان کے ساتھ شریک تھا جو کہ مومنین میں سے تھے اور ان میں سے ہر شخص روزانہ اکاون رکعت نماز پڑھتا تھا، پس بیت الحرام میں انہوں نے ایک دوسرے سے عہد کیا کہ جو کوئی ان میں سے دوسرے کے بعد رہ جائے وہ مرنے والے کی نمازیں ادا کرے اور اس کے روزے بھی رکھے اور چونکہ صفوان ان دونوں کے بعد رہ گیا لہٰذا اس عہد کی بنا پر روزانہ ایک سو ترپن ۱۵۳ رکعت نماز پڑھتا تھا اور اس کا ثواب ان اپنے مومن بھائیوں کی ارواح کو ہدیہ کرتا تھا اور اس کی پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ اس نے ایک سفر پر کسی کا اونٹ کرایہ پر لیا اس کے ایک دوست نے اسے دو دینار امانت کے طور پر دیئے کہ انہیں اہل کوفہ کے ہاں پہنچا دے صفوان نے جب تک کرایہ پر اونٹ دینے والے سے اجازت نہ لے لی انہیں اپنے سامان میں نہیں رکھا۔

مولف کہتا ہے کہ اس عمل میں اس بزرگوار کی اقتدا کی تھی شیخ اجل عالم ربانی محقق صمدانی مرحوم اخوند ملا احمد اردبیلی نجفی نے جو کہ ورع و تقویٰ و زہد و قدسی و فضل میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اس حد تک کہ علامہ مجلسی نے فرمایا ہے کہ ہم نے ایسا بزرگوار متقدمین ومتاخرین میں نہیں سنا روایت ہے کہ ایک سفر پر کاظمین سے نجف کے لیے انہوں نے سواری کرایہ پر لی تھی اور اس کا مالک ساتھ نہیں تھا جب آپؒ نے چاہا کہ روانہ ہوں تو اہل بغداد میں سے ایک شخص نے آپ کو ایک خط دیا کہ یہ نجف میں پہنچا دینا اس بزرگوار نے وہ خط تو لے لیا، لیکن پیادہ نجف تک گئے اور سواری پر سوار نہیں ہوئے اور فرمایا کہ میں نے سواری والے سے اس خط کی اجازت نہیں لی

تھی، فقیر کہتا ہے کہ یہ حکایت جس طرح محقق مذکور کی شدت احتیاط اور کثرت ورع پر دلالت کرتی ہے اس طرح برادر دینی کی قضاء حاجت میں اس مرحوم کے زیادہ اہتمام پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ آنجناب کے لیے ممکن تھا کہ عذر پیش کرتے اور اس خط کو قبول ہی نہ کرتے، لیکن یہ نہیں چاہا کہ یہ فضیلت آپؒ سے فوت ہو جائے جیسا کہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مرد مومن کی حاجت روائی کرنا افضل ہے تین حج سے یہاں تک کہ آپؑ نے دس حجوں تک شمار کیا ہے اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں جب کوئی عابد انتہائے درجہ عبادت کو پہنچ جاتا تو تمام عبادات میں سے لوگوں کی حاجات پورا کرنے کی کوشش کرتا بہرحال معمر بن خلاد سے منقول ہے کہ حضرتؑ ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ دو دو حریص بھیڑیوں کا گوسفندوں کو قتل کرنے کے لیے ایسے گوسفندوں میں جا پڑنا کہ جن کا چرواہا ان کے ساتھ موجود نہ ہو ان کا ضرر مرد مسلمان کے دین میں جب ریاست سے زیادہ نہیں ہے پھر اس کے بعد فرمایا صفوان ریاست کو دوست نہیں رکھتا اور شیخ طوسی نے فرمایا ہے کہ صفوان نے حضرت صادقؑ کے چالیس اصحاب سے روایت کی ہے اور بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں مثل حسین بن سعید کی کتابوں کے اور اس کے کچھ مسائل ہیں جو اس نے ابوالحسن موسیٰ سے لیے ہیں اور شیخ کشی نے نقل کیا ہے کہ صفوان بن یحییٰ نے ۲۱۰ھ میں وفات پائی ہے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کے لیے حنوط اور کفن بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھائے۔

ساتواں محمد بن اسماعیل بن بزیع ابو جعفر منصور عباس کا غلام ثقہ صحیح گروہ امامیہ کے صلحاء میں سے اور ان کے ثقات میں سے ہے بہت جلیل القدر ہے اور اصحاب حضرت موسیٰؑ و رضاؑ میں سے ہے اس نے حضرت جواد علیہ السلام کو بھی دیکھا ہے اور ایک روایت ہے کہ یہ اور احمد بن حمزہ بن بزیع وزراء میں سے تھے اور ثقہ جلیل القدر علی بن نعمان نے (جو کہ امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ہیں) وصیت کی ہے کہ اس کی کتابیں محمد بن اسماعیل بن بزیع کو دی جائیں اور کشی نے روایت کی ہے کہ امام رضاؑ نے فرمایا کہ بیشک ظالموں کے دروازوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ برہان کو روشن کرتا ہے اور انہیں شہروں میں تمکین وقدرت دیتا ہے کہ ان کے ذریعہ سے اپنے اولیا سے مصائب وبلیات کو دور کرے اور اللہ ان کے ذریعہ سے امور مسلمین کی اصلاح کرتا ہے کیونکہ وہ مومنین کے لیے ضد سے بچنے کے ملجا و ماویٰ ہیں اور انہیں کے پاس گھبرا کر ہمارے شیعوں میں سے صاحبان حاجت جاتے ہیں انہیں کی وجہ سے خداوند عالم مومن کے دل کے خوف کو ظالمین کے گھر میں امن سے بدل دیتا ہے۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا کس چیز سے یہ مرتبہ ملتا ہے فرمایا وہ ہمیں ہمارے شیعوں میں سے مومنین کے دلوں میں سرور وخوشی داخل کرے خوش کرے۔

پس اے محمد ایسے لوگوں میں سے ہو جا اور یہ وہی محمد ہے کہ جس نے حضرت جوادؑ سے پیراہن مانگا تھا تاکہ اسے اپنا کفن بنائے اور حضرتؑ نے اس کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ اس کے بٹن کاٹ دیئے جائیں اور محمد کے مقام فید میں جو مکہ کے راستہ میں ایک منزل ہے وفات پائی ہے شیخ ثقہ جلیل ابن قولویہ نے سند صحیح کے ساتھ محمد بن یحییٰ اشعری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مقام فید میں علی بن بلال کے ساتھ میں محمد بن اسماعیل بن بزیع کی قبر پر جانے کے لیے روانہ ہوا تو علی بن بلال نے مجھ سے کہا کہ اس قبر والے نے مجھے

امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا جو شخص مومن بھائی کی قبر کے پاس جائے اور قبر پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ سورہ انا انزلنا پڑھے تو وہ فزع اکبر سے مامون رہے گا یعنی قیامت کے دن کے بڑے و عظیم خوف سے اور دوسری روایت میں ہے مراوی کہتا ہے کہ میں محمد بن علی بن بلال کے ساتھ ابن بزیع کی قبر پر گیا محمد قبر کے سرہانے قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گیا اور قبر کو اپنے سامنے رکھ کر کہنے لگا کہ مجھے اس قبر والے نے خبر دی ہے کہ اس نے حضرت جوادؑ سے سنا کہ جو شخص اپنے برادر مومن کی قبر کی زیارت کرے اور اس کی قبر کے پاس قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور اپنا ہاتھ قبر پر رکھ کر سات مرتبہ سورہ انا انزلنا پڑھے تو وہ فزع اکبر (بڑا خوف) سے مامون رہے گا۔

مولف کہتا ہے کہ فزع اکبر سے مامون ہونا ممکن ہے کہ پڑھنے والے کے لیے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ میت کے لیے ہو جیسا کہ کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے اور میں نے ایک مجموعہ میں دیکھا ہے کہ شیخ شہید اپنے استاد فخر المحققین فرزند آیۃ اللہ علامہ کی قبر پر گئے اور فرمایا کہ میں اس قبر والے سے نقل کرتا ہوں اور انہوں نے اپنے والد ماجد سے نقل کیا ہے ان کی سند سے امام رضا علیہ السلام سے کہ جو برادر مومن کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس سورہ قدر کو پڑھے اور کہے کہ اللهم جاف الارض عن جنوبهم وصاعد اليك ارواحهم وزدهم منك رضوانا واسكن اليهم من رحمتك ما تصل به وحدتهم وتونس وحشتهم انك على كل شئى قدير تو مامون ہو جائے گا فزع اکبر سے پڑھنے والا اور میت اور منجملہ ان چیزوں کے جو محمد بن اسماعیل کی جلالت اور امام رضا علیہ السلام کے ساتھ اختصاص پر دلالت کرتی ہیں ایک چیز وہ ہے جو جناب سید مرتضیٰ والد علامہ طباطبائی بحر العلوم سے نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے علامہ مذکور کی ولادت کی رات دیکھا کہ حضرت امام رضا صلوات اللہ علیہ نے محمد بن اسماعیل بن بزیع کو ایک شمع دے کر بھیجا اور اس نے وہ شمع والد بحر العلوم کے گھر کی چھت پر روشن کر دی، پس اس شمع کی روشنی اتنی بلند ہوئی کہ جس کی انتہا نہیں دیکھی جاسکتی تھی فقیر کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ وہ شمع بحر العلوم تھے کہ جنہوں نے دنیا کو اپنے نور سے روشن کیا اور ان کی جلالت کے لیے کافی ہے کہ شیخ اکبر جناب الحاج شیخ جعفر کاشف الغطاء رضوان اللہ علیہ باوجود اس فقاہت و ریاست و جلالت کے سید کے جوتے کی مٹی کو اپنے عمامہ کے حنک کے ساتھ صاف کرتے اور تواتر کو پہنچا ہوا ہے کہ آپ ملاقات امام عصر عجل اللہ فرجہ سے مشرف ہوئے اور ان کی کرامات باہرات اس حد تک نقل ہوئی ہیں کہ شیخ اعظم صاحب جواہر نے ان کے حق میں فرمایا ہے صاحب الکرامات الباہرہ والمعجزات القاہرہ آپ کی ولادت شریف کربلائے معلی میں ۱۱۵۵ھ میں ہوئی، تقریباً اٹھاون سال ان کا نور جلوہ گر رہا اور ۱۲۱۲ھ غریب، میں عزی میں غروب کیا اور آپ کی تاریخ وفات مطابق ہوئی اس مصرعہ کے

قد غاب مهدی یها جدا وها دیها

آٹھواں نصر بن قابوس حضرت صادق و موسیٰ بن جعفرؑ و حضرت رضا علیہم السلام سے روایت کرتا اور ان کے نزدیک صاحب منزلت ہے اور شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ میں بیس سال تک حضرت صادق علیہ السلام کا وکیل رہا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ آپ کا وکیل ہے وہ بہترین اور فاضل شخص ہے اور شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں اسے خواص اور ثقات امام موسیٰ علیہ السلام میں سے شمار کیا ہے اور آپؑ کے شیعوں میں سے اسے صاحب علم و ورع و فقہ کہا ہے اور اس سے حضرت رضا علیہ السلام کی امامت کی نص کی روایت کی ہے اور

شیخ کشی نے اس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے مکان پر تھا، پس حضرتؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مکان کے ایک کمرے کے دروازے پر لے آئے، پس دروازہ کھولا میں نے ان کے فرزند علی علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کہ جس پر وہ نظر کر رہے ہیں، پس مجھ سے فرمایا اے نصر اسے پہچانتے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں یہ آپؑ کے فرزند ہیں۔فرمایا اے نصر جانتے ہو یہ کتاب کیا ہے کہ جس میں وہ نظر کر رہا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ نہیں،

فرمایا یہ جفر ہے کہ جس میں پیغمبر یا وصی پیغمبر کے علاوہ کوئی نظر نہیں کرتا۔راوی کہتا ہے کہ نصر کے لیے امامت کے سلسلہ میں شک وشبہ پیدا نہ ہوا یہاں تک کہ اسے حضرت ابوالحسن کی وفات کی خبر ملی اور نیز نصر مذکور سے روایت ہے کہ ایک دفعہ اس نے امام موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے آپ کے والد سے ان کے بعد کے امامؑ کے متعلق پوچھا تھا اور آنجناب نے آپ کا تعین فرمایا تھا، لہذا جب ان کی وفات ہوئی تو باقی لوگ تو دائیں بائیں طرف گئے لیکن میں اور میرے ساتھی آپؑ کی امامت کے قائل رہے، پس مجھے خبر دیجئے کہ آپؑ کے بعد امامؑ کون ہیں۔فرمایا میرا بیٹا علی علیہ السلام

گیارھواں باب

امام کل عاکف وحجتہ اللہ علی جمیع العباد حضرت ابوجعفرؑ امام محمد تقی جواد صلوات اللہ علیہ وعلی اباءو اولادہ الامجاد کی تاریخ سوانح

اور اس کی چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

آپؑ کی ولادت اسم مبارک کنیت اور نسب کے بیان میں

واضح ہو کہ آنحضرتؑ کی ولادت میں اختلاف ہے اور علماء و مشائخ کے نزدیک زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ انیس رمضان یا پندرہ رمضان کو 195 ہجری مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور ابن عیاش نے آپؑ کی ولادت دس رجب بیان کی ہے اور دعائے ناحیہ مقدسہ کے یہ کلمات اللهم انی اسئلك بالمولودين فی رجب محمد بن علی الثانی وابنه علی بن محمد المنتجب اس قول کے مؤید ہیں۔ آپ کا اسم گرامی محمدؑ اور مشہور کنیت ابوجعفر القاب شریفہ تقیؑ اور جواد ہیں اور مختار و منتجب و مرتضیٰ و قانع و عالم وغیرہ بھی کہے گئے ہیں۔

شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ آپؑ کو تقی اس لیے کہتے ہیں کہ چونکہ آپؑ خدا سے ڈرتے تھے بلہذا خداوند عالم نے انہیں شر مامون سے محفوظ رکھا جب کہ مستی کی حالت میں مامون آپ کے مکان میں داخل ہوا اور اس نے آپؑ پر تلوار کے وار کیے یہاں تک کہ اسے یہ گمان ہوا کہ اس نے حضرتؑ کو قتل کر دیا ہے، لیکن خداوند عالم نے ان کی اس کے شر سے نگہبانی کی، مولف کہتا ہے اس واقعہ کی تفصیل آپ کے معجزات کی فصل میں انشاء اللہ ضرور آئے گی۔

آپ کی والدہ گرامی کنیز تھیں کہ جنہیں سبیکہ کہتے تھے اور امام رضا علیہ السلام نے ان کا نام خیزران رکھا اور وہ معظمہ اہل نوبہ میں سے ماریہ قبطیہ والدہ ابراہیم فرزند رسول خداؐ کے خاندان سے تھیں اور وہ مخدرہ اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل تھیں اور ان کی

طرف رسول اکرمؐ نے اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے بابی ابن خیرة الاماء النوبیة الطیبة میرا باپ قربان ہو بہترین کنیز کے فرزند پر جو کہ اہل نوبہ اور پاکیزہ ہے، اور یزید بن سلیط کی خبر میں ہے جب کہ رکن نے امام موسیٰ علیہ السلام سے مکہ کے راستہ میں ملاقات کی تو اس سے فرمایا کہ مجھے اس سال گرفتار کر لیں گے اور معاملہ میرے بیٹے علیؑ کے سپرد ہے جو ہمنام ہے علیؑ اور علیؑ کا، پہلا علی تو علیؑ بن ابی طالب ہے اور دوسرا علی علیؑ بن الحسینؑ ہے۔ خداوند عالم میرے بیٹے علیؑ کو پہلے علیؑ کا فہم و حکمت و بینائی محبت اور اس کا دین اور دوسرے علیؑ کی محنت و سختی اور اس کا صبر اس چیز پر جو اسے ناپسند ہے عطاء فرمائے گا اور اس کے لیے بولنا جائز نہیں، مگر ہارون کی موت کے چار سال بعد پھر فرمایا کہ جب تیرا گزر اس جگہ سے اور اس سے ملاقات کرے تو اسے بشارت دینا کہ اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو امانت دار اور مبارک ہوگا اور وہ تجھے بتائے گا کہ تو نے مجھ سے ملاقات کی تھی تو اس کو اس وقت خبر دینا کہ وہ کنیز کہ جس سے بیٹا پیدا ہوگا کنیز رسولؐ ماریہ قبطیہ کے اہل بیت میں سے ہوگی اور اگر میرا سلام اس کنیز تک پہنچا سکو تو ضرور پہنچانا۔

مولف کہتا ہے کہ اس معظمہ جلیلہ کی جلالت کے لیے کافی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام یزید بن سلیط کو حکم دیں کہ آپ کا سلام اس مخدرہ کو پہنچائے جیسا کہ رسول خداؐ نے جابر بن عبداللہ انصاری کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ کا سلام حضرت باقرؑ کو پہنچائے۔

باقی رہی آپؑ کی ولادت کی کیفیت تو وہ اس طرح ہے جیسا کی علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ ابن شہر آشوب نے سند معتبر کے ساتھ جناب حکیمہ خاتون دختر نیک اختر امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن میرے بھائی حضرت امام رضاؑ نے مجھے بلوایا اور فرمایا کہ اے حکیمہ آج رات فرزند مبارک خیزران سے پیدا ہوگا، ضروری ہے کہ تم اس کی ولادت کے وقت موجود رہو تو میں آپؑ کی خدمت میں رہی، جب رات ہوئی تو مجھے خیزران اور دائیوں کے ساتھ حجرہ میں چھوڑ کر آپ علیہ السلام باہر چلے گئے اور چراغ ہمارے پاس روشن کر دیا۔

جب خیزران کو دردزہ شروع ہوئی اور اسے ہم نے طشت کے اوپر بٹھایا تو ہمارا چراغ گل ہو گیا اور چراغ کے گل ہونے سے ہم مغموم ہوئے، اچانک ہم نے دیکھا کہ وہ خورشید امامت افق رحم سے طالع ہوا اور طشت کے درمیان نزول کیا اور نازک سے پردہ نے آپؑ پر احاطہ کیا ہوا تھا اور حضرتؑ سے نور ساطع تھا کہ جس سے وہ تمام حجرہ منور ہو گیا اور ہم چراغ سے بے نیاز ہو گئے، پس اس نور مبین کو میں نے اٹھا لیا اور اپنے دامن میں رکھا اور وہ پردہ میں نے ان کے خورشید جمال سے دور کیا، اچانک امام رضا علیہ السلام حجرہ میں تشریف لائے بعد اس کے کہ ہم انہیں ایک پاکیزہ کپڑے میں لپیٹ چکے تھے تو آپؑ نے اس گوشوارہ عرش امامت کو ہم سے لیا اور گہوارہ عزت و کرامت میں رکھا اور وہ مہد عزت و شرف میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ اس گہوارے سے جدا نہ ہونا، جب آپؑ کی ولادت کا تیسرا دن ہوا تو انہوں نے اپنی حقیقت نگاہیں کھول کر آسمان کی طرف اور دائیں بائیں نگاہ دوڑائی اور زبان فصیح میں ندا دی اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ جب میں نے یہ عجیب حالت اس نور دیدہ کی مشاہدہ کی تو جلدی سے حضرتؑ کی خدمت میں گئی اور جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا تھا حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کے بعد جو عجائبات اس سے مشاہدہ کرو گی وہ اس سے زیادہ ہیں جواب دیکھ چکی ہو اور کتاب عیون المعجزات میں سند معتبر کے ساتھ حکیم بن عمران سے

روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاء علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا دعا کیجئے کہ خداوند عالم آپ کو فرزند عنایت فرمائے حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم مجھے ایک فرزند عنایت فرمائے گا جو کہ میری امامت کا وارث ہوگا، جب امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے فرزند عطا کیا ہے جو کہ موسیٰ بن عمران کے مشابہ ہے جو دریا میں شگاف کرتا تھا اور عیسیٰ بن مریم کی نظیر ہے کہ جس کی والدہ کو پاک و پاکیزہ قرار دیا گیا تھا، وہ طاہر مطہر ہوا تھا پھر آپؑ نے فرمایا میرا یہ بیٹا ظلم و ستم سے شہید کر دیا جائیگا اور اس پر آسمانوں کے رہنے والے گریہ کریں گے خداوند عالم اس کے دشمن اس کے قتل کرنے والے اور اس پر ظلم و ستم ڈھانے والا ہوگا اور وہ اس کو شہید کرنے کے بعد اپنی زندگی سے بہرہ ور نہیں ہوگا، بہت جلدی عذاب خدا سے دو چار ہوگا۔

اور حضرت کی ولادت کی رات صبح تک آپؑ ان سے باتیں کرتے رہے اور اسرار الٰہی ان کے گوش الہام نیوش تک پہنچاتے رہے، مشہور یہ ہے کہ آپ کا رنگ مبارک گندم گوں تھا اور بعض نے سفید کہا ہے، آپؑ بالا قد تھے، روایت ہے کہ آپ کا نقش خاتم نعم القادر اللہ تھا۔

آپؑ کی تسبیح مہینہ کی بارہ اور تیرہ تاریخ میں ہے اور وہ تسبیح یہ ہے سبحان من لا یعتدی علی اهل مملکته سبحان من لا یواخذ اهل الارض بالوان العذاب سبحان الله و بحمده اور درالنظم میں حکیمہ خاتون سے نقل کیا ہے کہ حضرت جوادؑ کی ولادت کے تیسرے دن چھینک آئی تو کہا کہ الحمد لله و صل علی سیدنا محمد و علی الائمة الراشدین۔

دوسری فصل

حضرت جوادؑ کے فضائل مناقب اور علوم کا بیان نمبر ا

حضرت کے دلائل واضح اور آنجنابؑ کے امتحان کے لیے مجلس مامون کا ذکر

علامہ مجلسی اور دوسرے علمائی نے فرمایا ہے کہ حضرت جوادؑ کا سن مبارک اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت نو سال تھا اور بعض نے سات سال کہا ہے، اور امام رضاؑ کی شہادت کے وقت آپؑ مدینہ میں تھے اور بعض شیعہ حضرات آپؑ کی صغیر سنی وجہ سے تامل میں تھے، یہاں تک کہ علماء و افاضل و اشراف و اماثل شیعہ اطراف عالم سے حج کے لیے آئے اور مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرتؑ کی خدمت میں پہنچے تو مشاہدہ معجزات و کرامات و علوم و کمالات سے اس منبع سادات کی امامت کا اقرار کیا اور شک و شبہ کا زنگ اپنے دلوں کے آئینوں سے دور کیا یہاں تک کہ شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ایک مجلس میں یا چند دن پے در پے غوامض مسائل میں سے تین ہزار مسئلے اس معدن فضائل و علوم سے پوچھے گئے اور سب کے وافی و شافی جواب سنے اور چونکہ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد مامون کا نام زبان زد خلائق ہو گیا اور اسے لوگوں نے طعن و ملامت کا نشانہ بنالیا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ بظاہر اس جرم سے بری ہو جائے تو جب وہ خراسان سے بغداد پہنچا تو اس نے امام محمد تقی کی خدمت میں خط لکھا اور آپؑ کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ بلا بھیجا۔ جب آپؑ بغداد میں تشریف لائے اس سے پہلے کہ مامون آپؑ سے ملاقات کرتا ایک دن وہ شکار کے ارادہ سے سوار ہوا اثناء راہ کچھ بچوں کے پاس پہنچا جو راستے میں کھڑے تھے اور حضرت جواد بھی وہاں موجود تھے، جب بچوں نے مامون کی سواری کو آتے دیکھا تو وہ منتشر ہو گئے لیکن حضرت جوادؑ نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی اور نہایت تمکین و وقار کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑے رہے، یہاں تک کہ مامون آپؑ کے قریب پہنچ گیا اور انوار امامت و جلالت کے مشاہدہ اور آثار متانت و ہیبت کے ملاحظہ سے اسے تعجب ہوا۔ عنان فرس روک کر اس نے پوچھا کہ صاحبزادے آپؑ کیوں دوسرے بچوں کی طرح راستہ سے نہیں ہٹے اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔

حضرتؑ نے فرمایا اے خلیفہ راستہ تنگ نہیں تھا کہ میں اسے تیرے لیے کشادہ کرتا اور کوئی خطا میں نے نہیں کی کہ تجھ سے بھاگتا اور مجھے یہ گمان نہیں کہ کسی جرم و خطاء کے بغیر تو کسی کو معرض عقاب میں لائے گا۔

یہ باتیں سن کر مامون کا تعجب اور بڑھا اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا، پس اس نے پوچھا صاحبزادے آپؑ کا کیا نام ہے فرمایا میرا نام محمدؑ ہے کہنے لگا کس کے بیٹے ہو، فرمایا علیؑ بن موسیٰؑ الرضا علیہ السلام کا بیٹا ہوں۔

مامون نے جب آپؑ کا نسب شریف سنا تو اس کا تعجب زائل ہوا اور اس امام مظلوم کا نام سن کر کہ جنہیں شہید کر چکا تھا منفعل ہوا اور صلوات و رحمت آپؑ پر بھیجی اور روانہ ہوا۔ جب صحرا میں پہنچا تو اس کی نگاہ ایک تیتر پر پڑی اس کے پیچھے باز کو چھوڑا وہ باز کچھ دیر تک غائب رہا جب وہ فضا سے واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی کہ جس میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی، مامون یہ دیکھ کر حیران ہوا اور وہ مچھلی اپنی مٹھی میں لے لی اور واپس لوٹا، جب اسی جگہ پر پہنچا کہ جہاں جاتے ہوئے اس کی حضرت جوادؑ سے ملاقات ہوئی تھی دوبارہ اس نے دیکھا کہ باقی بچے منتشر ہو گئے اور حضرتؑ نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔

مامون کہنے لگا اے محمدؑ یہ کیا چیز ہے جو میرے ہاتھ میں ہے حضرتؑ نے ملک علام کے الہام سے فرمایا کہ خداوند عالم نے کئی ایک دریا پیدا کیے ہیں کہ جن سے بادل اٹھتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ان بادلوں کے ساتھ اوپر کو جاتی ہیں اور بادشاہوں کے بازان کا شکار کرتے ہیں اور بادشاہ انہیں مٹھی میں بند کر کے سلالہ نذر کا امتحان لیتے ہیں، مامون کو اس معجزہ کے دیکھنے سے زیادہ تعجب ہوا اور کہنے لگا یہ حق ہے کہ آپؑ امام رضا علیہ السلام کے فرزند ہیں اور اس بزرگوار کے بیٹے سے یہ عجائب و اسرار بعید نہیں ہیں، پس آپؑ کو بلایا اور آپؑ کی بہت ہی عزت و تکریم کی اور ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی ام الفضل کی حضرتؑ سے ترویج و شادی کرے۔ یہ معاملہ سن کر بنی عباس چیخ اٹھے اور وہ جمع ہو کر مامون کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ خلعت خلافت جو قامت بنی عباس پر فٹ بیٹھی ہے اور یہ شرف و کرامت جس نے ان میں قرار پایا ہے باوجود اس عداوت قدیمی کے جو اس سلسلہ اور ہمارے درمیان چلی آرہی ہے کیوں ان سے نکال کر اولاد علیؑ میں قرار دیتے ہیں، اور جو کچھ آپؑ نے امام رضا علیہ السلام کے ساتھ کیا ہماری نگاہیں ہمیشہ اس پر لگی تھیں یہاں تک یہ مہم سر ہوئی۔

مامون کہنے لگا اس عداوت کا سبب تمہارے آباؤ اجداد تھے، اگر وہ انکی خلافت کو غصب نہ کرتے تو ہمارے اور انکے درمیان کوئی عداوت و دشمنی نہ ہوتی اور وہ ہماری نسبت خلافت و امامت کے زیادہ مستحق ہیں وہ کہنے لگے یہ چھوٹا سا بچہ ہے کہ جس نے ابھی تک علم و کمال کسب نہیں کیا اگر صبر کرو کہ وہ کامل ہو جائے اور اس کے بعد اس کے ساتھ شادی کرو تو زیادہ مناسب ہوگا۔

مامون کہنے لگا تم لوگ انہیں نہیں پہچانتے، ان کا علم خدا کی طرف سے ہے اور کسب و تحصیل کا محتاج نہیں اور ان کے چھوٹے بڑے دوسروں سے افضل ہیں اور اگر چاہتے ہو کہ یہ بات تمہیں معلوم ہو تو اس وقت کے علماء کو جمع کر لو تا کہ وہ اس سے مباحثہ کر لیں۔

انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو جو ان کے علماء میں سے عالم تھا اور اس وقت بغداد کا قاضی بھی تھا کا انتخاب کیا اور مامون

نے ایک بہت بڑا جلسہ ترتیب دیا اور باقی علماء واشراف اور یحییٰ بن اکثم کو جمع کیا، پس مامون نے حکم دیا کہ جلسہ کے صدر مقام پر حضرتؑ کے لیے فرش بچھایا جائے اور گاؤ تکیے آپؑ کے لیے لگائے جائیں، شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حضرت جواد علیہ السلام تشریف لائے جب کہ آپؑ کی عمر سات سال اور کچھ مہینے تھی اور آپؑ اپنی جگہ پر دو تکیوں کے درمیان بیٹھ گئے یحییٰ بن اکثم آپؑ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، باقی لوگوں میں سے ہر کوئی اپنے مرتبہ و مقام پر بیٹھا اور مامون کے لیے حضرتؑ کے پہلو میں جگہ قرار پائی۔

پس یحییٰ نے چاہا کہ حضرتؑ کا امتحان لینے کے لیے مسئلہ پوچھے، پہلے اس نے مامون کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین آپؑ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ابوجعفرؑ سے ایک مسئلہ پوچھوں، مامون نے کہا خود آنجناب سے اجازت حاصل کرو۔

یحییٰ نے آپؑ سے اذن چاہا حضرتؑ نے فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے پوچھو جو چاہتے ہو، یحییٰ نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں کیا فرماتے ہیں اس شخص کے حق میں جو محرم تھا اور اس نے شکار کیا۔

حضرتؑ نے فرمایا حل میں شکار کیا ہے یا حرم میں عالم تھا یا جاہل، عمداً قتل کیا یا سہواً، وہ آزاد تھا یا غلام، بچہ تھا یا بڑا، یہ اس کا پہلا شکار تھا یا پہلے بھی کر چکا تھا، وہ شکار پرندوں میں سے تھا یا ان کے علاوہ چھوٹے جانور کا شکار کیا یا بڑے کا، یہ اصرار کرتا ہے یا پشیمان ہوا ہے، رات کو شکار کیا ہے یا دن کو، عمرہ کا احرام باندھے تھا یا حج کا۔

یحییٰ یہ فروعات سن کر متحیر ہو گیا اور اس کے ہوش اڑ گئے اور عجز اس کے چہرہ سے ظاہر ہوا اور اس کی زبان لڑکھڑا گئی اس وقت حاضرین جلسہ پر معاملہ واضح ہو گیا۔

پس مامون حمد خدا بجا لایا اور کہنے لگا اب تمہیں حقیقت معلوم ہوئی، اس نے حضرتؑ کی طرف رخ کیا اور کہا کہ آپؑ خطبہ اور خواستگاری کریں گے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں، عرض کیا پھر میری بیٹی ام الفضل کا اپنے ساتھ شادی کرنے کا خطبہ ارشاد فرمائیں، کیونکہ میں آپؑ کو اپنی دامادی کے لیے پسند کر چکا ہوں اگرچہ کچھ لوگ اس ازدواج کو ناپسند اور مکروہ سمجھتے ہیں اور ان کے ناک زمین پر لگا دیئے گے پس حضرتؑ نے خطبہ نکاح پڑھنا شروع کیا اور فرمایا

الحمد الله اقراراً بنعمته ولا اله الله اخلاصا لوحدا نيته وصلى الله محمد سيد برمته والا صفياء من عترته اما بعد فقد كان من فضل الله على الانام ان اغناهم الحلال عن الحرام فقال سبحانه وانكحو الايامى منكم والصالحين من عباد كم واماتكم ان يكونو افقرآء يغنهم الله من فضله والله واسع عليم۔

پس حضرتؑ نے مامون کے ساتھ صیغہ نکاح پڑھا اور ام الفضل سے تزویج کی اور پانچ سو عمدہ درہم حق مہر قرار دیا جو آپؑ کی جدہ ماجدہ جناب فاطمہ سلام علیہا کے حق مہر کے برابر تھا، جب صیغہ نکاح جاری ہوا تو مامون کے خدم و حشم بہت سی خوشبو لے کر آئے اور

خواص کی داڑھیوں کو اس مرکب خوشبو سے معطر کیا، پھر باقی لوگوں کے پاس لے کر گئے انہوں نے بھی اپنے آپ کو خوشبو لگائی، پھر خوانہائے نعمت لائے اور لوگوں نے کھانا کھایا اس کے بعد مامون نے ہر گروہ کو اس کی شان کے مطابق جائزہ اور انعام دیا اور مجلس برخواست ہوئی، خواص بیٹھے رہے اور باقی لوگ چلے گئے۔

اس وقت سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اگر میل خاطر ہو تو مسائل محرم کے جوابات فرمایئے تا کہ ہم مستفید ہوں، پس حضرتؑ نے جواب دینے شروع کئے اور مسئلہ کی ہر ایک شق کو بیان کیا مامون نے صدائے احسنت (بہت اچھے) بلند ہوئی اس وقت آپ کی خدمت میں عرض کیا آپؑ بھی یحییٰ سے کوئی مسئلہ پوچھئے حضرتؑ نے یحییٰ سے فرمایا میں پوچھوں عرض کیا جس طرح آپ کی مرضی ہو اور اگر پوچھیں گے تو معلوم ہوا تو بتا دوں گا ورنہ آپ سے استفادہ کروں گا فرمایا اس مسئلہ کا جواب بیان کرو ایک شخص نے دن کے ابتدائی وقت میں ایک عورت کی طرف نظر کی اور اس کا یہ دیکھنا حرام تھا جب دن چڑھ آیا تو حلال ہو گیا جب ظہر کا وقت ہوا تو حرام ہو گیا، جب عصر کا وقت آیا تو حلال ہو گیا جب سورج غروب ہوا تو حرام ہو گیا جب عشاء کا وقت آیا تو حلال ہو گیا جب آدھی رات ہوئی تو حرام ہو گیا اور جب طلوع ہوا تو اس کے لیے دیکھنا حلال ہو گیا، بتاؤ یہ کیسے ہوا کہ یہ عورت کبھی اس کے لیے حرام تھی اور کبھی حلال۔

یحییٰ کہنے لگا خدا کی قسم میں اس مسئلہ کا جواب نہیں جانتا آپؑ ہی بیان فرما دیں تا کہ میں بھی یاد کر لوں۔

فرمایا یہ عورت کنیز تھی اور یہ مرد اجنبی تھا صبح کے وقت اس نے ان کی طرف دیکھا تو یہ دیکھنا اس کے لیے حرام تھا جب دن چڑھا اس نے اسے خرید لیا تو وہ حلال ہو گیا، ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیا تو حرام ہو گئی، عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا تو حلال ہو گئی مغرب کے وقت اس سے اظہار کیا کہ تیری پشت میری ماں یا بہن کی طرح ہے تو حرام ہو گئی، عشاء کے وقت کفارہ اظہار دے دیا تو حلال ہو گئی، آدھی رات کے وقت کو اس کو طلاق رجعی دے دی تو حرام ہو گئی اور صبح صادق کے وقت رجوع کیا تو حلال ہو گئی۔

اس وقت مامون نے بنی عباس میں سے حاضرین کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا آیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس مسئلہ کا اس طرح جواب دے سکے یا سابقہ مسئلہ کو اس تفصیل سے جان لے۔

وہ کہنے لگے نہیں خدا کی قسم آپؑ ابو جعفرؑ کے حالات کو ہم سے زیادہ جانتے تھے، مامون کہنے لگا تم پروائے ہو اہلبیت رسولؐ فضل و کمال کی وجہ سے مخلوق میں امتیاز رکھتے ہیں اور ان کا سن کا کم ہونا ان کے کمالات کے لیے مانع نہیں ہے پھر کچھ فضائل ابو جعفرؑ کے بیان کئے، مجلس برخاست ہوئی اور لوگ چلے گئے دوسرے دن بھی مامون نے بہت سے جوائز عطیات لوگوں مین تقسیم کئے اور حضرت جوادؑ کا بہت اکرام و احترام کیا اور حضرت کو جب تک زندہ رہا اپنی اولاد و اقرباء پر فضیلت دیتا رہا۔

مولف کہتا ہے کہ علماء نے دن کو بارہ گھنٹوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر گھنٹے کو یک امامؑ کے ساتھ نسبت دی ہے اور دن کا نواں گھنٹہ حضرت جوادؑ کے متعلق ہے اور اس گھنٹے کو دعا میں حضرتؑ سے مامون کے سوال کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے جو اس چیز کے متعلق کیا تھا جو اس کے ہاتھ میں تھی اور اسی طرح یحییٰ بن اکثم کا آپؑ سے سوال کرنا اور آپ کا دونوں کو جواب دینا جہاں کہ فرمایا ہے،

وبالامام الفاضل محمد بن علی علیه السلام الذی سُئل فوفقته للجواب

وامتحن فحضته بالتوفيق والصواب صلى الله عليه وعلى اهل بيته الاطهار.

اور اس گھنٹے میں حضرتؑ سے متوسل ہونا وسعت رزق کے لیے مفید ہے اور مناسب ہے وہ حضرتؑ کے توسل کے لیے یہ دعا پڑھی جائے، اللهم انى اسئلك بحق عليك محمد بن على عليه السلام الاجدت به على من فضلك و تفضلت به على من وسعك ووسعت به على من رزقك واغنيتنى عمن سواك وجعلت حاجتى اليك وقضا عليك انك لما تشاء قدير.

بعض کہتے ہیں کہ یہ دعا ہر نماز کے بعد قرض ادا کرنے کے لیے مجرب ہے۔

۲۔حضرت کا آئمہ علیہم السلام کی طرف سے طواف کرنے کا حکم

شیخ کلینی نے موسیٰ بن القاسم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت جوادؑ سے عرض کیا کہ میں ارادہ رکھتا ہوں آپؑ کی طرف سے اور آپؑ کے والد بزرگوار کی طرف سے طواف کروں، بعض کہتے ہیں کہ اوصیا کے لیے طواف کرنا جائز نہیں ہے حضرت نے فرمایا بلکہ جتنا تجھ سے ممکن ہو طواف کرو بیشک یہ مطلب جائز ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے تین سال بعد حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا چند سال قبل میں نے آپؑ سے اجازت لی تھی آپؑ کی طرف سے اور آپؑ کے والد کی طرف سے طواف کرنے کی اور آپؑ نے مجھے اجازت دی تھی، پس میں نے آپؑ کی طرف سے اور آپؑ کے والد بزرگوار کی طرف سے جتنے خدا نے چاہے طواف کیے، پھر میرے دل میں ایک چیز آئی اور میں نے اس پر عمل کیا، فرمایا وہ کیا تھی۔

میں نے عرض کیا کہ ایک دن میں نے رسول خداؐ کی طرف سے طواف کیا، جب آپؑ نے پیغمبر اکرم کا نام سنا تو تین مرتبہ فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پھر میں نے کہا کہ دوسرے دن میں نے امیر المومنین کی طرف سے طواف کیا، تیسرے دن امام حسنؑ، چوتھے دن امام حسینؑ کی طرف سے، اسی طرح بابعد کے ہر دن ایک امامؑ کی طرف سے طواف کیا یہاں تک کہ دسویں دن پھر آپؑ کی طرف سے طواف کیا اے میرے آقا یہ بزرگوار وہ گروہ ہیں کہ جن کی ولایت کو میں نے اپنا دین قرار دیا ہے، فرمایا اس وقت تو اس دین سے متدین ہوا ہے کہ جس کے علاوہ خداوند عالم اپنے بندوں سے کچھ بھی قبول نہیں کرے گا، میں نے کہا کہ بعض اوقات میں آپؑ کی والدہ جناب فاطمہ

صلوات اللہ علیہا کی طرف سے طواف کرتا ہوں اور بعض اوقات نہیں کرتا۔فرمایا اس کام کو زیادہ کیا کرو، کیونکہ یہ کام ان سب کاموں سے افضل ہے جن پر تم عمل کرتے ہو انشاء اللہ۔

۳۔حضرت کا ان صدمات سے متفکر ہونا جو آپؑ کی والدہ گرامی حضرت فاطمہ علیہا السلام پر وارد ہوئے

دلائل طبری سے منقول ہے کہ اس نے محمد بن ہارون بن موسیٰ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابن الولید سے اس نے زکریا بن آدم سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ حضرت جوادؑ کو آپؑ کی خدمت میں لے کر آئے جب کہ آپؑ کا سن مبارک چار سال سے کم تھا، پس آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر رکھ لئے اور سر آسمان کی طرف اٹھا کر آپ کافی دیر تک فکر کرتے رہے۔

حضرتؑ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا میری جان تم پر فدا ہو، کس لیے اس قدر فکر کر رہے ہو عرض کیا میرا فکر اس چیز میں ہے جو میری والدہ جناب فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ سلوک کیا گیا، یاد رہے خدا کی قسم میں ان دونوں کو باہر نکالوں گا، پھر انہیں ہوا میں اڑا دوں گا، پھر انہیں سمندر میں پھینک دوں گا، پس حضرت امام رضاؑ نے انہیں اپنے قریب بلایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تو ہی امامت کے لائق ہے۔

۴۔ابو سائل اے المسائل کی روایت

سید بن طاؤس نے محمد بن حارث نوفلی امام محمد تقی علیہ السلام کے خادم سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے اپنی بیٹی کی شادی امام محمد تقیؑ سے کر دی تو آپؑ نے اس کے لیے لکھا کہ ہر عورت کے لیے اس کے شوہر کے مال سے حق مہر ہوتا ہے اور خداوند عالم نے ہمارے اموال آخرت میں ذخیرہ کر رکھے ہیں جیسا کہ اس نے تمہارے مال دنیا میں تمہیں دے دیئے ہیں اور تمہاری بیٹی کے نکاح کے بدلے الوسائل اے المسائل دیتا ہوں اور وہ وہ مناجات ہے کہ جو میرے والد نے مجھے دی ہے اور انہیں ان کے والد موسیٰ بن جعفرؑ سے پہنچی ہے اور انہیں ان کے والد جعفرؑ سے اور انہیں ان کے والد محمدؑ سے اور انہیں ان کے والد علی بن الحسینؑ سے اور انہیں ان کے والد حسینؑ سے اور انہیں ان کے بھائی حسنؑ سے اور انہیں ان کے والد امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام سے اور انہیں حضرت رسول اکرم سے اور آنحضرت کو جبریل نے لا کر دی اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت رب العزت آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ دنیا و آخرت کے خزانوں کی چابی ہے اسے اپنے مطالب تک پہنچنے کے لیے اپنا وسیلہ بنائیں تا کہ اپنی مراد کو پالیں اور آپ کا مطلب حصول مراد ہے اور اسے حاجات دنیا کے لیے ترجیح نہ دیں کیونکہ یہ چیز آپؑ کی آخرت کے حصہ کو کم کر دے گی اور وہ دس وسیلے ہیں کہ جن کے واسطہ سے مرغوب چیزوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ حاجات طلب کی جاتی ہیں اور

وہ انجام کو پہنچتی ہیں اور وہ نسخہ اس مناجات استخارہ کا یہ ہے اللھم ان خیر تك فیما استحز تك فیه تنیل الر غائب۔
مولف کہتا ہے کہ میں نے ان دس مناجات کو باقیات صالحات میں تحریر کیا ہے جو طالب ہے وہاں رجوع کرے۔

۵۔حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا

طبری نے شلمغانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ اسحاق بن اسماعیل نے اس سال حج کیا جس سال لوگوں کی ایک جماعت ابوجعفر جوادؑ کی طرف ان سے سوال کرنے اور ان کا امتحان کرنے کے لیے گئے تھے اسحاق کہتا ہے کہ میں نے ایک رقعہ میں دس مسئلے تیار کیے تا کہ ان کے متعلق حضرتؑ سے سوال کروں میری بیوی حاملہ تھی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ حضرتؑ نے مسائل کے صحیح جواب دیئے تو آپؑ سے گزارش کروں گا کہ وہ خدا سے دعا کریں کہ وہ اسے لڑکا قرار دے، پس جب باقی لوگ اپنے سوالات حضرت سے کر چکے تو میں کھڑا ہوا جب کہ وہ رقعہ میرے پاس تھا اور میں چاہتا تھا کہ اپنے مسائل کے متعلق سوال کروں کہ حضرتؑ نے مجھ پر نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا اے ابو یعقوب اس کا نام احمد رکھنا پس میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا میں نے اس کا نام رکھا وہ کچھ دن زندہ رہا پھر مر گیا۔

مشہور تھا وہ کہتا تھا کہ میں نے ایک بچوں کا کھلونا اپنے ساتھ لیا جس کا کچھ حصہ چاندی کا تھا اور میں نے کہا کہ میں اپنے مولا ابوجعفرؑ کے لیے تحفہ لے جاتا ہوں، پس جب لوگ اپنے مسائل کے جواب سن چکے اور آپؑ کے پاس سے منتشر ہو گئے تو حضرتؑ اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپؑ صریا (پانی کا خود وغیرہ) کی طرف تشریف لے گئے میں بھی آپؑ کے پیچھے چلا میری ملاقات آپؑ کے خادم موفق سے ہوئی اور میں نے اس سے کہا کہ میرے لیے حضرتؑ سے اجازت طلب کرو پس میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؑ نے سلام کا جواب دیا درآنحالیکہ آپؑ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار تھے اور مجھے آپؑ نے بیٹھنے کا حکم نہ دیا میں آپؑ کے قریب گیا اور جو کچھ میرے تھیلے میں تھا وہ آپؑ کے سامنے خالی کر دیا، آپؑ نے غضب ناک شخص کی طرح میری طرف دیکھا اور ان آلات کو دائیں بائیں پھینک دیا اور فرمایا خدا نے مجھے ان چیزوں کے لیے پیدا نہیں کیا مجھے کھیلنے سے کیا سروکار ہے، پس میں نے آپؑ سے درخواست کی کہ مجھے معاف کر دیں آپؑ نے معاف کر دیا۔

۶۔حضرت کا قدرت الٰہی کی طرف اشارہ کرنا

مدینۃ المعاجز میں عیون المعجزات سے نقل کیا ہے کہ عمر بن فرج رخجی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد تقیؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کے شیعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؑ جتنا پانی دجلہ میں ہے اس کو اور اس کی مقدار کو جانتے ہیں اور اس وقت ہم دجلہ کے کنارے پر تھے۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ آیا خداوند عالم قدرت رکھتا ہے کہ یہ علم اپنی خلوق میں سے ایک مچھر کو دے دے، یا یہ قدرت نہیں رکھتا

میں نے کہا کہ یہ قدرت رکھتا ہے فرمایا میں تو خدا کے نزدیک مچھر اور اس کی بہت سی مخلوق سے زیادہ عزت رکھتا ہوں۔

۷۔ حضرتؑ کا تین ہزار مسئلہ کا جواب دینا

شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے علی بن ابراہیم سے اور ان کے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ گرد و نواح کے ایک گروہ نے حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آنجناب نے اجازت دے دی پس وہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور حضرتؑ سے ایک ہی مجلس میں تین ہزار مسائل پوچھے اور آپؑ نے ان کے جواب دیئے۔

مولف کہتا ہے ممکن ہے کہ سوال کرتے وقت ہر ایک شخص اس جماعت کا سوال کرتا ہو اور وہ یہ نہ دیکھتا ہو کہ دوسرا بھی سوال کر رہا ہے اور حضرتؑ نے ان میں سے اکثر کا جواب ہاں یا ناں میں دیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے چونکہ حضرتؑ لوگوں کے دلوں کے حالات سے باخبر تھے جب تک سائل اپنا سوال کرتا حضرتؑ اس کا جواب دے دیتے اور اسے مہلت نہ دیتے کہ وہ اپنے سوال کو بیان کرے، چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا میں قربان جاؤں حضرتؑ نے فرمایا قصر نہ کرے، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے جو آپؑ نے فرمائی ہے فرمایا یہ شخص سوال کرنا چاہتا تھا کہ ملاح کشتی میں قصر نماز پڑھے یا پوری میں نے کہا کہ نماز قصر نہ کرے اور علامہ مجلسی نے چند اور وجوہ بھی اس حدیث کے استبعاد کو دور کرنے کے لیے بیان فرمائی ہیں یہ ان کے نقل کرنے کا مقام نہیں، واللہ العالم

تیسری فصل

حضرت امام تقی علیہ السلام کے دلائل و معجزات

ہم چند معجزات کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلا معجزہ! شیخ مفید و ابن شہر آشوب اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت جوادؑ اپنی بیوی ام الفضل کے ساتھ بغداد سے مدینہ کی طرف واپس جا رہے تھے جب آپؑ شارع کوفہ پر دار مسیب میں پہنچے تو وہیں اتر گئے، اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا پس آپ مسجد میں تشریف لے گئے وہاں ایک بیری کا درخت تھا جس پر بیر نہیں لگتے تھے تو آپؑ نے پانی کا کوزہ منگوایا اور اس درخت کے نیچے وضو کیا اور نماز مغرب کے لیے کھڑے ہوئے، آپؑ نے جماعت کرائی اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ عصر اور دوسری رکعت میں حمد و توحید پڑھی، رکوع سے پہلے قنوت پڑھا، تیسری رکعت اور تشہد کے بعد سلام پھیرا پس ایک لحظہ بیٹھ کر ذکر خدا بجالائے اور کھڑے ہو کر چار رکعت نافلہ مغرب پڑھے پھر تعقیبات نماز پڑھے اور دو سجدے شکر کے بجالائے اور مسجد

سے باہر آ گئے۔

پس لوگ اس درخت کے قریب گئے تو دیکھا کہ وہ بار آور ہو چکا ہے اور عمدہ میوے اس پر لگے ہیں انہیں تعجب ہوا انہوں نے اس بیری کے بیر کھائے تو انہیں شیریں اور میٹھا پایا اور یہ کہ ان میں گٹھلیاں نہیں تھیں، پس لوگوں نے حضرت کو وداع کیا، آپ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور معتصم کے زمانہ تک مدینہ میں رہے کہ اس نے آپ کو بغداد میں ۲۲۵ھ میں بلایا اور آپؑ نے اس سال کے ماہ ذیقعدہ کے آخر تک توقف کیا اور آپؑ کی وفات ہو گئی اور اپنے جد مبارک امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی پشت کی طرف دفن ہوئے اور شیخ مفید سے منقول ہے کہ میں نے اس بیری کے بیر کھائے ہیں اور وہ گٹھلی کے بغیر تھے۔

دوسرا معجزہ! قطب راوندی نے محمد بن میمون سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام جوادؑ بچے تھے اور جناب امام رضا علیہ السلام ابھی تک خراسان نہیں گئے تھے آپؑ نے مکہ کا سفر کیا میں بھی آپؑ کی خدمت میں تھا جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں مدینہ جانا چاہتا ہوں آپؑ ابو جعفر محمد تقیؑ کے لیے خط لکھ دیں تا کہ میں اسے لے جاؤں حضرتؑ نے تبسم فرمایا اور خط لکھ دیا میں وہ خط مدینہ لے آیا اور اس وقت میں نابینا ہو چکا تھا پس موفق خادم حضرت محمد تقیؑ کو لے آیا جب کہ آپؑ ابھی گھوارے میں تھے پس میں نے خط دیا تو حضرت نے موفق سے فرمایا کہ خط کی مہر توڑ کر کاغذ کھولو موفق نے خط کی مہر توڑی اور اسے کھول کر حضرت کے سامنے کیا، پس حضرتؑ نے اس کو پڑھا تو کہنے لگے اے محمد تمہاری آنکھوں کا کیا حال ہے میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ میری آنکھیں علیل ہو گئی ہیں اور ان کی بینائی جاتی رہی ہے جیسا کہ آپؑ مشاہدہ کر رہے ہیں۔

پس حضرتؑ نے اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرا، حضرتؑ کے ہاتھ کی برکت سے میری آنکھیں شفایاب ہو گئیں، پس میں نے آپؑ کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لیے اور آپؑ کی خدمت سے باہر نکلا درآنحالیکہ میں بینا تھا۔

تیسرا معجزہ! نیز حسین مکاری (کرایہ پر چلنے والا یا سواری دینے والا) سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں بغداد میں تھا اور آپ خلیفہؑ کے ہاں نہایت عظمت و جلالت سے تھے میں نے دل میں کہا کہ اب حضرت جواد علیہ السلام مدینہ واپس نہیں جائیں گے اس قدر و منزلت کی وجہ سے جو آپؑ کو حاصل ہے جب یہ خیال میرے دل میں آیا میں نے دیکھا کہ حضرتؑ نے سر جھکایا، پھر بلند کیا درآنحالیکہ آپؑ کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور فرمایا اے حسین جو کی روٹی نمک کے ساتھ حرم رسولؐ میں میرے نزدیک ان چیزوں سے بہتر ہے کہ جنہیں تو یہاں دیکھ رہا ہے۔

چوتھا معجزہ! کشف الغمہ میں قاسم بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں زیدیہ مذہب کا تھا ایک دن میں بغداد میں تھا، میں نے دیکھا کہ لوگ حرکت و اضطراب میں ہیں، بعض دوڑ رہے ہیں اور بعض اونچی جگہ پر جا رہے ہیں اور کچھ کھڑے ہوئے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے وہ کہنے لگے ابن الرضاؑ ابن الرضاؑ یعنی حضرت جوادؑ فرزند امام رضا علیہ السلام آ رہے ہیں میں نے کہا خدا کی قسم میں بھی کھڑا ہو جاتا ہوں اور انہیں دیکھوں گا اچانک میں نے دیکھا کہ حضرتؑ ظاہر ہوئے اور آپؑ

خچر پر سوار تھے، میں نے دل میں کہا لعن اللہ اصحاب الامامیۃ یعنی امامیہ رحمت خدا سے دور ہے جب کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے اس نوجوان کی اطاعت واجب قرار دی ہے، یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا!

اے قاسم بن عبدالرحمن البشراً امنا واحداً نتبعہ انا اذا لفی ضلال وسعر کیا ہم جیسے ایک بشر کی اتباع کریں پھر تو ہم گمراہی اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ہیں۔

دوبارہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جادوگر ہے، آپؑ نے میری طرف رخ کر کے فرمایا القی الذکر علیہ من بیننا بل ھو کذاب اشر کیا ہم میں سے اسی پر ذکر نازل کیا گیا ہے، بلکہ وہ بہت جھوٹا اور متکبر ہے، جب حضرتؑ نے میرے خیالات کی خبر دی تو میرا اعتقاد کامل ہو گیا اور میں نے آپؑ کی امامت کا اقرار کر لیا اور یہ یقین پیدا کر لیا کہ وہ مخلوق خدا پر اللہ کی حجت ہیں، مولف کہتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں سورہ قمر میں ہیں، پہلی آیت کا معنی جیسا کہ تفسیر میں ہے کہ قوم ثمود نے صالح پیغمبرؑ کی تکذیب کی اور کہنے لگے کہ کیا وہ انسان نہیں جو ہماری جنس سے ہے اور اکیلا ہے کہ جس کے کوئی پیچھے چلنے والا اور خدم وحشم نہیں ہم اس کی پیروی کریں مراد اس معنی کا انکار ہے یعنی ہم ایسے شخص کے تابع نہیں ہوتے جو ہم پر فضیلت نہیں رکھتا اور بے کس و بے یار و مددگار اور اعزاء و اقرباء کے بغیر ہے بیشک جب ہم نے اس کا اتباع کر لیا تو گمراہی اور جلانے والی آگ میں ہوں گے اور دوسری آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم میں سے اس پر وحی القاء کی گئی ہے، حالانکہ اس سے بہتر اور زیادہ حقدار موجود ہیں ایسا نہیں ہے کہ وحی اس کے ساتھ مخصوص ہو، بلکہ وہ جھوٹا خود پسند اور متکبر ہے۔

پانچواں معجزہ! شیخ مفید طبرسی اور دوسرے بزرگوں نے علی بن خالد سے روایت کی ہے کہ ایک زمانہ تھا جب کہ میں عسکر تھا یعنی سامرہ میں میں نے سنا کہ ایک شخص کو شام سے قید و بند میں لے آئے ہیں اور یہاں اسے زندان میں رکھا گیا ہے کہتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس مکان میں گیا کہ جہاں اسے انہوں نے قید کر رکھا تھا اور پاسبان کے ساتھ میں نے مدارت و محبت کی یہاں تک وہ مجھے اس کے پاس لے گئے جب میں نے اس سے گفتگو کی تو اسے صاحب علم، عقل وفہم پایا، پس میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص بتا تیرا واقعہ کیا ہے کہنے لگا تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک شخص ہوں شام میں اس جگہ جو راس الحسینؑ کے نام سے معروف ہے، یعنی وہ جگہ کہ جہاں امام حسینؑ کا سر رکھا گیا تھا یا نصب کیا گیا تھا خدا کی عبادت کرتا تھا، ایک رات میں محراب عبادت میں ذکر خدا میں مشغول تھا کہ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا جو میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کھڑے ہو جاؤ تو میں کھڑا ہو گیا اور وہ تھوڑا سا راستہ مجھے لے گیا اچانک میں نے دیکھا کہ میں مسجد کوفہ میں ہوں۔

فرمایا کہ اس جگہ کو پہچانتے ہو میں نے کہا ہاں یہ مسجد کوفہ ہے، پس اس نے نماز پڑھی میں نے بھی اس کے ساتھ نماز ادا کی، پس ہم اکٹھے باہر نکلے تھوڑا سا راستہ مجھے لے کر گیا تو میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں ہوں پس اس نے رسول خداؐ کو سلام کیا اور نماز پڑھی اور میں نے بھی نماز پڑھی پھر ٹل کر ہم باہر نکلے اور تھوڑا سا راستہ طے کیا تو میں نے دیکھا کہ میں مکہ میں ہوں، پس

اس نے طواف کیا میں نے بھی اس کے ساتھ طواف کیا اور ہم باہر نکلے تھوڑا سا دور آئے تھے کہ میں نے دیکھا کہ میں اسی اپنے محراب عبادت میں شام میں تھا اور وہ شخص میری نظر سے غائب ہو گیا۔

پس میں ایک سال تک تعجب میں رہا جب دوسرا سال شروع ہوا تو دوبارہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ ہو میرے پاس آیا اور میں اس کے دیکھنے سے خوش ہوا، پس اس نے مجھے بلایا اور انہیں مقامات پر لے گیا جہاں گزشتہ سال لے گیا تھا جب اس نے مجھے شام پلٹا دیا اور مجھ سے جدا ہونے لگا تو میں نے اس سے کہا کہ تجھے قسم ہے اس خدا کے حق کی کہ جس نے تجھے یہ قدرت و توانائی بخشی ہے مجھے بتا کہ تو کون ہے، فرمایا میں محمدؐ بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہوں، پس میں نے یہ حکایت ایک شخص کے سامنے بیان کی اور آہستہ آہستہ یہ خبر معتصم کے وزیر محمد بن عبدالملک زیات کے کانوں تک پہنچی اس نے اپنے ملازمین کو بھیجا کہ جو مجھے گرفتار کر کے عراق لے آئے اور یہاں قید کر دیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور مجھ پر یہ بہتان باندھ دیا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ دار ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرا واقعہ محمد بن عبدالملک کو لکھ بھیجوں تا کہ وہ تیری حقیقت حال سے مطلع ہو اور تجھے رہا کر دیا جائے، وہ کہنے لگا لکھ دو پس میں نے محمد بن عبدالملک کو خط لکھا اور اس قیدی کے حالات کی تفصیل اس میں درج کی، جب اس کا جواب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہی میرے والا خط ہے کہ جس کی پشت پر لکھا ہے اس شخص سے کہو کہ وہ اس سے کہے جو اسے ایک ہی رات میں شام سے کوفہ مدینہ اور مکہ لے گیا اور مکہ سے پھر شام پہنچا دیا کہ وہ آ کر اسے قید سے چھڑا کر لے جائے۔

راوی کہتا ہے کہ میں خط کا جواب دیکھنے سے بہت مغموم ہوا اور اس شخص کی حالت پر میرا دل جلا، دوسرے دن صبح میں نے کہا کہ جلدی جاؤں اور اسے خط کے جواب کی اطلاع دوں اور اسے صبر اور حوصلہ کی تلقین کروں جب میں زندان کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ زندان کے پاسبان سپاہی اور بہت سے لوگ بڑی تیزی سے گردش کر رہے ہیں اور کسی کو تلاش کر رہے ہیں۔

میں نے کہا کیا ہوا، کہنے لگے وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا تھا اور زندان میں قید تھا گزشتہ رات سے مفقود و لاپتہ ہے اور اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا نا معلوم وہ زمین میں چلا گیا یا فضا کے پرندے اسے اٹھا کر لے گئے ہیں علی بن خالد کہتا ہے کہ میں سمجھا کہ محمد بن علیؑ اعجاز سے اسے باہر نکال لے گئے ہیں اور میں اس وقت زیدیہ مذہب کا تھا جب یہ معجزہ دیکھا تو امامیہ مذہب کا ہو گیا اور میرا اعتقاد اچھا ہو گیا۔

مولف کہتا ہے کہ محمد بن عبدالملک اپنی سزا کو پہنچا، مسعود کہتا ہے کہ جب خلافت متوکل عباسی کی طرف منتقل ہوئی اور اس کی خلافت کے چند مہینے گزرے تو وہ محمد بن عبدالملک زیات پر غضب ناک ہوا اور اس کا تمام مال چھین لیا اور اسے وزارت سے معزول کر دیا اور محمد بن عبدالملک نے اپنی وزارت کے زمانہ میں لوہے کا ایک تنور بنایا ہوا تھا اور اس میں میخیں لگائی ہوئی تھیں کہ ان میخوں کی نوکیں تنور کے اندر کی طرف تھیں جس کو وہ سزا دینا چاہتا تھا حکم دیتا کہ اسے اس تنور میں ڈال دیا جائے تو وہ ان میخوں کے صدمے اور جگہ کی تنگی سے سخت ترین عذاب میں ہوتا اور ہلاک ہو جاتا اور جب متوکل اس پر غضب ناک ہوا تو حکم دیا کہ اسے اسی تنور میں پھینکا جائے، محمد چالیس دن تک اسی تنور میں معذب رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا اور اپنی زندگی کے آخری دن اس نے کاغذات اور دوات منگوائی

اور یہ شعر لکھ کر متوکل کے پاس بھیجے۔

هی السهیل فمن الی یوم
کانه ماتریك العین فی قوم
لا تجز عن رویدن انها دول
دنیا تنقل من قوم الی قوم

رستہ یہی ہے ایک دن سے دوسرے دن تک گویا آنکھ تجھے کبھی نیند میں دیکھا گھبراؤ نہیں اور تھوڑا سا صبر کرو، یہ تو منتقل ہونے والی دنیا ہے جو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف منتقل ہوتی ہے، متوکل کو فرصت نہیں تھی کہ یہ رقعہ اس تک پہنچاتے دوسرے دن جب رقعہ اسے دیا گیا تو حکم دیا کہ اس کو تنور سے باہر نکالیں جب تنور کے پاس گئے تو اسے مردہ پایا گیا، اور واضح ہو ہم امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں نقل کر چکے ہیں کہ ابو الصلت کو مامون نے زندان میں قید کر دیا، ایک سال قید میں رہا تو انوار مقدسہ محمدؐ وآل محمدؐ سے متوسل ہوا ابھی اس کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ حضرت جوادؑ اس کے پاس آئے اور اسے قید سے چھڑا لے گئے۔

چھٹا معجزہ! شیخ کشی نے محمد بن سنان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آنکھوں کے درد کی شکایت کی، پس حضرتؑ نے ایک کاغذ لیا اور ابوجعفر حضرت جوادؑ کے لیے خط لکھا اور حضرت تین سالہ بچے سے بھی چھوٹے تھے، پس حضرت رضاؑ نے وہ خط ایک خادم کو دیا کہ میں اس کے ساتھ جاؤں اور مجھ سے فرمایا کہ اسے پوشیدہ رکھنا، یعنی اگر حضرت جوادؑ سے معجزہ دیکھوں تو اس کو میں ظاہر نہ کروں۔

پس میں حضرتؑ کے پاس گیا اور ایک خادم نے آپ علیہ السلام کو اپنی دوش پر اٹھا رکھا تھا، محمد کہتا ہے کہ پس خادم نے حضرتؑ کے سامنے وہ خط کھول کر آگے کیا حضرتؑ نے اس خط میں نگاہ کرتے اور سر آسمان کی طرف بلند کرتے اور فرماتے ناج (نجات پائے گا) پس آپؑ نے یہ کام چند دفعہ کیا، پس ہر قسم کی آنکھ کی تکلیف جاتی رہی اور میری آنکھیں اتنی روشن اور بینا ہوگئیں کہ جس طرح کسی کی آنکھیں نہ تھیں، پس میں نے حضرت جواد علیہ السلام سے کہا کہ خداوند عالم آپؑ کو جس طرح کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا شیخ قرار دیا ہے اس امت کا شیخ (بزرگ) قرار دے۔

پھر میں نے حضرت سے عرض کیا اے صاحب فطرس کی شبیہ، پھر میں واپس لوٹ آیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اسے چھپائے رکھنا اور مسلسل میری آنکھیں صحیح وسالم ہیں یہاں تک کہ میں نے حضرت جوادؑ کا یہ معجزہ اپنی آنکھ کے بارے میں فاش کر دیا تو میری آنکھوں میں درد عود کر آیا۔

راوی کہتا ہے کہ محمد بن سنان سے کہا تیرا کیا مقصد تھا اس سے جو تو نے حضرتؑ سے کہا اے شبیہ صاحب فطرس تو اس نے جواب میں کہا کہ خداوند عالم نے ملائکہ میں سے ایک ملک پر غضب کیا کہ جسے فطرس کہتے تھے، پس اس کے پر و بال توڑ دیئے اور دریا کے ایک جزیرہ میں اسے پھینک دیا یہاں تک کہ جب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو خداوند عالم نے جبریل حضرت پیغمبر اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تا کہ حضرت کو امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی تہنیت و مبارک باد کہے اور جبریل کی فطرس سے دوستی تھی پس جبریل اس کے پاس سے گزرا جب کہ وہ جزیرہ میں پڑا تھا، پس اسے بتایا کہ امام حسینؑ پیدا ہوئے ہیں اور خداوند عالم نے اسے حکم دیا ہے کہ جا کر پیغمبر اکرمؐ کو مبارک باد دوں، پھر فطرس سے کہا کیا تیری یہ خواہش ہے کہ تجھے اپنے ایک پر پر اٹھالوں اور تجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلوں تا کہ وہ تیری شفاعت کریں۔

فطرس کہنے لگا کہ ہاں پس جبرئیل اسے اپنے ایک پر کے اوپر اٹھا کر پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں لے آیا پس خداوند عالم کی طرف سے مبارک باد پیش کی اس وقت فطرس کا واقعہ آنحضرتؐ سے بیان کیا، حضرتؐ نے فطرس سے فرمایا کہ اپنے پر حسینؑ کے گہوارے سے ملو اور اس سے تبرک و تحسین حاصل کرو ان کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے خداوند عالم نے دوبارہ اسے پر و بال عنایت فرمائے اور اسے اس کی جگہ اور مقام کی طرف جو کہ وہ ملائکہ کے ساتھ رکھتا تھا پلٹا دیا۔

ساتواں معجزہ! شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے محمد بن ابی العلاء سے وہ کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن اکثم سے سنا جو کہ سامرہ کا قاضی تھا کہ جب میں آزما چکا اور مناظرہ کر لیا اور اس سے محاورہ و مراسلہ کر چکا اور اس سے علوم آل محمدؐ کے متعلق سوال کر چکا تو ایک دن میں مسجد نبوی میں گیا اور قبر مبارک کا طواف کرنے لگا میں نے محمد بن علی الرضاؑ کو بھی طواف قبر کرتے ہوئے دیکھا پس میں نے آپؑ سے ان مسائل کے متعلق مناظرہ کیا جنہیں میں اچھی طرح جانتا تھا تو آپؑ نے ان کا جواب دیا اس وقت میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک مسئلہ آپؑ سے پوچھوں لیکن مجھے اس کے متعلق سوال کرنے سے شرم آتی ہے۔

حضرت نے فرمایا میں تجھے اس کی خبر دیتا ہوں اس سے پہلے کہ تو مجھ سے سوال کرے اور وہ یہ ہے کہ تو امام کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے۔

وہ کہنے لگا خدا کی قسم یہی ہے میرا سوال، فرمایا میں ہوں امامؑ، میں نے کہا میں اس کی علامت چاہتا ہوں حضرت کے ہاتھ میں ایک عصا تھا وہ بول اٹھا کہ بیشک میرے مولا اس زمانہ کے امام اور حجت ہیں۔

آٹھواں معجزہ! سید بن طاؤس نے کتاب مہج الدعوات میں ابو نصر ہمدانی سے امام محمد تقی علیہ السلام کی بیٹی حکیمہ خاتون سے روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کی وفات کے بعد ام عیسیٰ مامون کی بیٹی کے پاس تعزیت کے لیے گئی جو کہ حضرتؑ کی بیوی تھی میں نے دیکھا کہ وہ بہت ہی جزع و فزع اور گریہ و زاری امامؑ کے لیے کر رہی ہے اس حد تک کہ وہ چاہتی ہے کہ اپنے آپ کو گریہ کرتے کرتے فنا کر دے مجھے خوف ہوا کہ کہیں اس کا پتہ زیادہ غم و غصہ کی وجہ سے پھٹ نہ جائے اور اس اثناء میں جب کہ ہم باتیں کر رہے تھے حضرتؑ کے کرم و حسن خلق و شرف کی اور جو کچھ خداوند عالم نے آپؑ کو عزت و کرامت مرحمت فرمائی تھی، ام عیسیٰ کہنے لگی کہ میں تجھے ایک عجیب و غریب چیز بتاتی ہوں کہ جو کہ سب سے بڑی ہے میں نے کہا کہ وہ کون سی چیز ہے ام عیسیٰ کہنے لگی کہ میں ہمیشہ امام کی دیکھ بھال کرتی تھی اور کبھی کبھی میں سخت باتیں سنتی تو اپنے باپ سے کہتی اور میرا باپ مجھ سے کہتا کہ صبر کرو کہ وہ فرزند رسولؐ ہے اور رسول کا تعلق دار ہے اچانک میں ایک دن بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک لڑکی مکان کے دروازے سے داخل ہوئی اور اس

نے مجھے سلام کیا میں نے کہا کہ تو کون ہے۔

وہ کہنے لگی کہ میں عمار یاسر کی اولاد میں سے ہوں اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بیوی ہوں جو کہ تیرے شوہر ہیں۔

پس مجھے اتنی غیرت آئی کہ نزدیک تھا کہ سر اٹھائے بیابان کی طرف چلی جاؤں اور جلاوطنی اختیار کرلوں اور شیطان قریب تھا کہ مجھے اس بات پر آمادہ کرے کہ میں اس لڑکی کو کوئی تکلیف و آزار پہنچاؤں، لیکن میں نے اپنا غصہ کو پی لیا اور اس کے ساتھ نیکی و احسان کیا اور اسے خلعت دی، جب وہ عورت میرے سامنے سے چلی گئی میں اپنے باپ کے پاس گئی اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ اس کو کہہ سنایا۔

میرے باپ نے جو اس وقت مستی کی حالت میں تھا ایک غلام کی طرف اشارہ کیا جو اس کے سامنے کھڑا تھا کہ تلوار لے آؤ اور تلوار لے کر سوار ہوا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں جا کر اسے قتل کرتا ہوں۔

جب میں نے اپنے باپ سے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا تو میں پشیمان ہوئی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور میں نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کے ساتھ کیا کیا اور اپنے شوہر کو قتل کرا دیا، میں اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھی، میں بھی باپ کے پیچھے پیچھے جارہی تھی یہاں تک کہ وہ اس کمرے میں داخل ہوا کہ جس میں امامؑ موجود تھے اور مسلسل وہ ان پر تلوار چلاتا رہا یہاں تک کہ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا، پھر وہاں سے باہر آگیا میں وہاں سے بھاگ گئی اور صبح تک مجھے نیند نہ آئی۔

جب چاشت کا وقت ہوا تو میں باپ کے پاس گئی اور کہا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے گزشتہ رات کیا کیا کہنے لگا کہ نہیں میں نے کہا آپ نے امام رضا علیہ السلام کے بیٹے کو قتل کردیا، اس بات سے وہ متحیر ہوگیا اور بے قابو ہو کر بے ہوش ہوگیا، ایک گھنٹہ کے بعد ہوش میں آیا کہنے لگا وائے ہو تجھ پر تو کیا کہتی ہے۔

میں نے کہا کہ آپ ان کے پاس گئے اور انہیں تلواریں مار مار کر قتل کردیا، مامون اس بات سے بہت گھبرایا کہنے لگا کہ یاسر غلام کو بلا کر لاؤ یاسر لایا گیا تو یاسر سے کہا وائے ہو تجھ پر یہ کیا بات ہے جو میری بیٹی کہتی ہے، یاسر کہنے لگا کہ یہ سچ کہتی ہے۔

مامون اپنا چہرہ اور سینہ پیٹنے لگا اور کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم قیامت تک کے لیے لوگوں کے درمیان رسوا ہوئے اور ہلاک ہوئے، یاسر جاؤ اور حضرتؑ کے حالات کی تحقیق کرو اور ہمارے لیے خبر لے کر آؤ، کیونکہ قریب ہے کہ میری روح بدن سے نکل جائے۔

یاسر مکان کی طرف گیا اور میں اپنے رخسار پر طمانچے مارتی تھی، پس وہ جلدی واپس آگیا اور کہنے لگا بشارت اور مژدہ ہو اے امیر، کہنے لگا کیا بات ہے اس نے بتایا میں گیا تو دیکھا کہ حضرتؑ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ علیہ السلام کے بدن پر پیراہن ہے اور لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور مسواک کر رہے تھے، میں نے آپ علیہ السلام کو سلام کیا اور عرض کیا کہ یہ پیراہن جو آپؑ نے پہن رکھا

ہے میں چاہتا ہوں کہ تبرک کے طور پر مجھے دے دیجئے تاکہ میں اس پر نماز پڑھوں اور میرا مقصد یہ تھا کہ امامؑ کے جسم مبارک پر نگاہ کروں کہ آیا اس پر تلوار کے زخم ہیں کہ نہیں، خدا کی قسم آپ علیہ السلام کا جسم ہاتھی کے دانت کی طرح سفید تھا کہ جسے زردی نے مس کیا ہو اور آپؑ کے بدن پر تلوار وغیرہ کا کوئی زخم نہیں تھا، پس مامون دیر تک روتا رہا اور کہنے لگا کہ اس معجزہ کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہ اولین و آخرین کے لیے عبرت ہے۔

اس کے بعد یاسر کہنے لگا کہ سوار ہونا اور تلوار ہاتھ میں لینا اور ان کے مکان میں داخل ہونا تو مجھے یاد آتا ہے لیکن واپس آنا مجھے یاد نہیں ہے، پس میرا معاملہ اور ان کے پاس جانا کس طرح تھا خدا اس لڑکی پر سخت لعنت کرے اس لڑکی کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ تیرا باپ کہہ رہا ہے خدا کی قسم اگر اس کے بعد تو نے حضرتؑ کی شکایت کی یا ان کی اجازت کے بغیر ان کے گھر سے باہر آئی تو میں تجھے سزا دوں گا، پھر فرزند رضا علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو اور بیس ہزار دینار ان کے لیے لے جاؤ اور وہ گھوڑا کہ جس پر میں گذشتہ رات سوار تھا کہ جسے شہری کہتے ہیں وہ آپؑ کے پاس لے جاؤ اور ہاشمین سے کہو کہ وہ آپؑ پر سلام کرنے کے لیے حاضر ہوں اور آپ کو جا کر سلام کریں۔

یاسر کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا جس طرح مامون نے کہا تھا اور مامون کا سلام آپؑ کی خدمت میں پہنچایا اور جو مال مامون نے بھیجا تھا وہ آپؑ کی خدمت میں پیش کیا اور گھوڑا بھی جا کر دیا۔

حضرتؑ نے اس مال و زر پر نگاہ کی اور تبسم فرمایا اور فرمایا جو عہد ہمارے اور مامون کے درمیان تھا وہ اسی طرح تھا کہ وہ تلوار لے کر مجھ پر گھس آئے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان ایک مانع ہے کہ جو میری مدد کرتا ہے۔

پس میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اس عتاب و سرزنش کو چھوڑ دیجئے، خدا اور آپؑ کے جد رسولؐ کی قسم ہے کہ مامون اس طرح مست تھا کہ وہ ان چیزوں میں سے کسی کو نہیں جان رہا تھا اور اس نے سچی نذر کی قسم کھائی ہے کہ وہ اب مست نہیں ہوگا اور مستی والی کوئی چیز استعمال نہیں کرے گا، کیونکہ یہ شیطان کے دام اور جال میں سے ہے، پس جس وقت آپؑ مامون کے پاس جائیں تو یہ بات اس کے سامنے نہ کریں اور نہ اسے سرزنش فرمائیں۔ فرمایا میرا ارادہ بھی یہی تھا، اس کے بعد آپؑ نے اپنا لباس منگوایا اور پہن کر کھڑے ہو گئے اور تمام لوگ بھی آپؑ کے ساتھ مامون کے پاس گئے مامون کھڑا ہو گیا اور آپؑ سے بغلگیر ہوا اور آپؑ کو سینہ سے لگایا اور ترحیب کی اور کسی کو اجازت نہ دی کہ اس کے دربار میں آئے اور مسلسل آپؑ سے باتیں کرتا رہا، جب نشست برخواست ہونے لگی، حضرتؑ نے فرمایا اے مامون میں تجھے وصیت کرتا ہوں اسے قبول کر، مامون کہنے لگا ہاں فرمائیے وہ کون سی ہے، فرمایا میں چاہتا ہوں کہ رات کے وقت باہر نہ جایا کرو، کیونکہ اس پست مخلوق سے تو مامون نہیں ہے اور میرے پاس ایک دعا ہے تو اپنے آپ کو اس کے ذریعہ محصور کر لے اور اسے برائیوں بلاؤں اور مکروہات سے اپنا حرز قرار دے جیسا کہ اس نے مجھے گزشتہ شب تیرے شر سے محفوظ رکھا ہے اور اگر تو روم و ترک کے لشکروں کا سامنا بھی کرے اور وہ سب تیرے خلاف ہو جائیں تمام اہل زمین کے ساتھ تب بھی تجھے ان سے کوئی برائی نہیں پہنچے گی اور اگر چاہیے تو میں اس کو تیرے ساتھ بھیج دوں۔

اس نے قبول کیا جب صبح ہوئی تو حضرت جوادؑ نے یاسر کو بلایا اور اپنے ہاتھ سے وہ حرز تحریر کیا اور یاسر سے فرمایا کہ یہ مامون کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ اس کے لیے صاف وشفاف چاندی کی ایک نلکی بناؤ اور اس کے بعد جو میں کہوں گا وہ اس پر لکھ دینا اور جب اُسے بازو پر باندھنے لگے تو مکمل وضو کرے اور چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ حمد اور آیۃ الکرسی وشھد اللہ والشمس وضحٰھا واللیل اور توحید کو سات سات دفعہ پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو اسے دائیں بازو پر باندھ لے تاکہ سختیوں اور جنگیوں کے وقت خدا کی قوت سے ہر اس چیز سے سالم رہے جس سے خوف وحذر رکھتا ہے اور جس وقت بازو پر باندھنے لگے تو قمر در عقرب نہیں ہونا چاہیے۔

روایت ہے کہ جب مامون نے یہ حرز آپ سے لیا اور اہل روم سے جنگ کی تو اسے فتح ہوئی اور تمام جنگوں اور غزوات میں اپنے ساتھ رکھتا تھا اور حرز مبارک کی وجہ سے مظفر ومنصور رہا اور حرز یہ ہے۔

وجاز فی الفضۃ ماکان رعاء لمثل تعویذ وحرز ودعاء فقد اتی فیہ صحیح من خبر عاضد ہ حرز الجواد۔ المشتھر

نواں معجزہ! ابو جعفر طبری نے ابراہیم بن سعیدؒ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد تقیؑ کو دیکھا کہ آپؑ زیتون کے پتوں پر ہاتھ لگاتے تو وہ چاندی کے ہو جاتے، پس میں نے ان میں سے بہت سے حضرتؑ سے لیے اور انہیں بازار میں فروخت کیا اور کبھی ان میں تغیر نہیں آیا، یعنی وہ خالص چاندی کے ہو گئے تھے۔

دسواں معجزہ! حضرت کے بعض دلائل اور نیز عمارہ بن زید نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد تقی کو دیکھا تو میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ امامؑ کی علامت کیا ہے فرمایا امام وہ ہے جو یہ کام کر سکے پھر آپؑ نے اپنا دست مبارک ایک پتھر پر رکھا تو آپؑ کی انگلیوں کے نشان اس پر ابھر آئے، راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپؑ لوہے کو کھینچتے تھے بغیر اس کے کہ اسے آگ میں پگھلاتے اور پتھر پر اپنی انگوٹھی سے مہر لگاتے۔

گیارھوں معجزہ! ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے محمد بن ریان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مامون نے ہر حربہ آزمایا کہ کسی طرح امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنی طرح اہل دنیا بنا لے اور لہو ولعب وفسق وفجور کی طرف مائل کرے، لیکن یہ اس کے لیے ممکن نہ ہو سکا اور اس کا حیلہ وتدبیر حضرتؑ پر اثر انداز نہ ہوا یہاں تک کہ جس وقت اس نے چاہا کہ وہ اپنی لڑکی کو حضرتؑ کے گھر روانہ کرے (رخصتی ہو) اور زفاف واقع ہو تو اس نے سو کنیزوں کو حکم دیا جو کہ سب کنیزوں سے زیادہ خوبصورت تھیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ہاتھ میں جواہرت سے پر جام لے لے اور حضرتؑ کا استقبال کریں جب کہ آپؑ وارد ہوں اور حضرتؑ حجلہ عروس میں بیٹھیں۔

ان کنیزوں نے اسی دستور العمل کے مطابق عمل کیا، لیکن حضرت جواد علیہ السلام نے ان کی طرف التفات نہ فرمایا، مامون نے مخارق نامی گویے کو بلایا اور وہ ایک خوش آواز شخص تھا جو رباب بجاتا تھا اور اس کی داڑھی لمبی تھی مخارق نے مامون سے کہا کہ اے

امیر المومنین اگر مقصد ابوجعفر کو دنیا کی طرف مائل کرنا ہے تو یہ کام میرے ذمہ رہا اور میں اس کے لیے کافی ہوں، پس وہ حضرت علیہ السلام کے پاس بیٹھ گیا اور اس نے اپنی آواز کو بلند کیا کہ جس سے تمام اہل خانہ اس کے پاس جمع ہو گئے، پس اس نے رباب بجانا اور گانا شروع کیا ایک گھنٹہ تک وہ یہی کچھ کرتا رہا، اس نے دیکھا کہ حضرت جواد علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور نہ اپنے دائیں بائیں دیکھا اس کے بعد آپؑ نے سر اونچا کیا اور فرمایا خدا سے ڈر وائے بڑی داڑھی والے شخص۔

جب آپؑ نے یہ ارشاد فرمایا تو رباب و مضراب مخارق کے ہاتھ سے گر پڑا اور پھر مرتے دم تک اس کا یہ ہاتھ بیکار رہا، مامون نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہو گیا تھا کہنے لگا جب ابوجعفرؑ نے مجھے پکارا تو میں ایسا گھبرایا کہ جس سے کبھی بھی صحت یاب نہ ہوں گا۔

بارہواں معجزہ! قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ معتصم نے اپنے وزراء کی ایک جماعت کو طلب کیا اور کہنے لگا تم محمد تقی علیہ السلام کے حق میں جھوٹی گواہی دو اور اسے تحریر کرو کہ وہ خروج کا ارادہ رکھتا ہے پس معتصم نے حضرت کو بلایا اور کہنے لگا تم نے میرے خلاف خروج کا ارادہ کیا ہے۔

فرمایا خدا کی قسم میں نے اس سلسلہ میں کوئی کام بھی نہیں کیا، کہنے لگا کہ فلاں فلاں اشخاص تمہارے اس کام پر گواہی دیتے ہیں پس ان لوگوں کو حاضر کیا گیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ آپؑ کے خطوط ہیں جو آپؑ نے اس سلسلہ میں تحریر کئے ہیں ہم نے یہ آپؑ کے غلاموں سے حاصل کئے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ حضرتؑ ایوان کے ایک کنارہ پر بیٹھے تھے، پس آپؑ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا خداوندا اگر یہ لوگ میرے خلاف جھوٹ بولتے ہیں تو ان کا مواخذہ فرما، راوی کہتا ہے کہ میں نے ایوان کے اس صفحہ اور جانب کو دیکھا کہ سخت جنبش واضطراب میں ہے اور جو شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ہے وہ گر جاتا ہے معتصم نے کہا اے فرزند رسولؐ میں توبہ کرتا ہوں اس چیز سے جو میں نے کہی ہے، دعا کیجئے کہ خدا اس جنبش کو ختم کر دے، آپؑ نے عرض کیا خداوند عالم اس جنبش کو ختم کر دے، حالانکہ تو جانتا ہے کہ یہ لوگ تیرے اور میرے دشمن ہیں پس اس میں سکون آ گیا۔

تیرہواں معجزہ! نیز اسماعیل بن عباس ہاشمی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں عید کے دن حضرت جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنجناب سے تنگی معاش کی شکایت کی، حضرتؑ نے اپنے مصلیٰ کو اٹھا کر مٹی سے سونے کی ڈھیلی اٹھائی یعنی مٹی آپؑ کے ہاتھ کی برکت سے سونے کا ٹکڑا ہو گئی، پھر وہ مجھے عطاء فرمایا میں اسے بازار لے کر گیا تو وہ سونا مثقال تھا۔

چودھواں معجزہ! شیخ کشی نے احمد بن علی بن کلثوم سرخسی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امامیہ (شیعہ اثنا عشریہ) میں سے ایک شخص کو دیکھا جو ابوزینبہ کے نام سے مشہور تھا، پس اس نے مجھ سے الحکم بن بشار مروزی کے متعلق سوال کیا اور اس اثر کے متعلق جو اس کے حلق میں ہے اور میں نے دیکھا تھا کہ اس کی گردن پر خط کی طرح ذبح کا نشان ہے چند مرتبہ میں نے اس سے نشان کے متعلق پوچھا، لیکن اس نے مجھے نہیں بتایا۔ ابوزینبہ نے کہا کہ ہم بغداد میں سات آدمی ایک ہی حجرہ میں

رہتے تھے امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دن احکم عصر کے وقت سے ناپید ہو گیا اور رات کے وقت بھی نہ آیا، جب رات کا اول وقت شروع ہوا تو حضرت جواد علیہ السلام کی طرف سے توقیع وخط آیا کہ تمہارا ساتھی وہ مرد خراسانی یعنی احکم ذبح ہو چکا ہے اور اس کو ایک نمدے میں لپیٹ کر فلاں مزبلہ پر ڈال گئے ہیں جا کر اس کو اٹھا لاؤ اور فلاں فلاں چیز سے اس کا علاج کرو تو وہ شفا پائے گا اور ٹھیک ہو جائے گا۔

پس ہم اس جگہ گئے اور اسے مذبوحی حالت میں پڑا ہوا پایا جس طرح حضرتؑ نے خبر دی تھی پس اسے ہم لے آئے اور اس کا علاج کیا جیسے حضرتؑ نے فرمایا تھا تو وہ درست ہو گیا، احمد بن علی راوی کہتا ہے کہ اس کا واقعہ یوں تھا کہ احکم نے بغداد کے ایک گھر میں متعہ کیا تھا اس گروہ کو پتہ چل گیا تو انہوں نے اسے ذبح کر کے نمدے میں لپیٹ کر مزبلہ پر ڈال گئے۔

مولف کہتا ہے کہ استحباب شیعوں کے نزدیک ثابت ہے، بلکہ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے آپؑ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو رجعت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور متعہ کو حلال نہ سمجھتا ہو اور حضرتؑ سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے ہمارے شیعوں پر ہر قسم کی نشہ آور شراب حرام کی ہے اور اس کے عوض میں انہیں متعہ دیا ہے اور متعہ کرنے کی فضیلت میں روایات بہت ہیں ان میں سے شیخ مفید نے کتاب متعہ میں صالح بن عقبہ سے اس کے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ جو شخص متعہ کرے اس کے لیے کوئی ثواب ہے، فرمایا اگر اس متعہ میں اس کا مقصد خدا اور حکم شریعت کا امتثال وفرمانبرداری ہو اور اس شخص کی مخالفت ہو کہ جس سے اس نے منع کیا تھا وہ اس عورت سے جو بات بھی کرے خداوند عالم اس کے لیے ایک حسنہ لکھے گا اور جب اس کی ساتھ ہمبستری کرے تو خداوند عالم اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر دے گا اور جب وہ غسل کرے گا تو اس کے ہر بال کے بدلے کہ جس پر سے پانی گزرے اللہ تعالیٰ اسے مغفرت عطاء فرمائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے از روئے تعجب حضرتؑ سے عرض کیا کہ جتنے بال اس کے بدن پر ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ جتنے بال اس کے بدن پر ہیں اور حضرت صادق علیہ السلام سے یہ بھی روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص بھی متعہ کرے اور اس کے بعد غسل کرے تو جو قطرہ بھی اس کے بدن سے گرے گا اس سے خداوند عالم ستر فرشتے پیدا کرے گا جو قیامت تک اس کے لیے استغفار کریں گے اور قیامت آنے تک اس سے اجتناب کرنے والے پر لعنت کریں گے اور روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اپنے بعض موالیوں کو لکھا کہ متعہ کرنے میں اصرار اور مبالغہ نہ کرنا جو کچھ تم پر لازم ہے وہ سنت کو قائم کرنا ہے، یعنی متعہ اتنی مقدار میں کرو کہ جس سے سنت قائم ہو، لیکن اپنے آپ کو متعہ کرنے میں مشغول نہ رکھو یہاں تک کہ اپنی بیویوں کو ترک کر دو اور انہیں معطل چھوڑ دو، پس وہ کافر ہو جائیں اور نفرین کریں ان لوگوں پر کہ جنہوں نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے اور وہ ہم پر لعنت بھیجیں۔

چوتھی فصل

حضرت امام محمد تقیؑ کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر

پہلا ارشاد: آپؑ نے فرمایا اللہ پر بھروسہ کرنا ہر مہنگی چیز کی قیمت اور ہر بلند چیز کی طرف سیڑھی ہے۔

دوسرا ارشاد: آپؑ نے فرمایا مومن کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے اور کیا ہی عمدہ شعر ہے۔

دو قرص نان اگر از گندم است یا از جو
دوتائی جامہ گراز کہنہ است یا از نو
چہار گوشہ دیوار خود بخاطر جمع
کہ کس نگوید ازایں جاخیز وآنجا رو
ہزار بار نکو تر بنزد دانایان
زفر مملکت کیقباد وکیخسرو

تیسرا ارشاد: فرمایا لوگوں کے سامنے ولی خدا اور تنہائی میں دشمن خدا نہ بن، فقیر کہتا ہے کہ یہ کلمہ شریفہ مشابہ ہے آپؑ کے جد امجد امیر المومنینؑ کی فرمائش کے جو آپؑ نے فرمائی کہ لوگوں کے سامنے شیطان کو گالیاں نہ دو جب کہ تنہائی میں اس کے دوست ہو۔

چوتھا ارشاد: استفادہ کا معنی ہے فائدہ اٹھانا، فائدہ چاہنا اور فائدہ دینا یعنی جو خدا کے لیے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے اس نے بہشت میں ایک گھر حاصل کیا ہے۔

پانچواں ارشاد: فرمایا کس طرح تلف اور ضائع ہو سکتا ہے وہ شخص کہ جس کا خدا کفیل ہے اور کس طرح نجات پا سکتا ہے وہ شخص کہ جو اپنا رشتہ خدا سے توڑ لے اور الگ ہو جائے اور دوسرے سے جا چمٹے تو خدا اسے کسی دوسرے کے سپرد کر دیتا ہے اور جو شخص علم کے بغیر عمل کرے تو وہ فاسد عمل زیادہ کرتا ہے اس سے کہ جس کی اصلاح اور درستی کرتا ہے یعنی درست عمل کی بجائے فاسد زیادہ کرتا ہے۔

چھٹا ارشاد: فرمایا برے آدمی کی صحبت اور ساتھ دینے سے بچو، کیونکہ اس کی مثال بے نیام تلوار کی سی ہے جس کا منظر تو اچھا

ہے لیکن اس کے آثار برے ہیں۔

ساتواں ارشاد: فرمایا کہ انسان کی خیانت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ خیانت کرنے والوں کا امین ہو۔

آٹھواں ارشاد: روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت کیجئے فرمایا اسے قبول کرو گے عرض کیا جی ہاں، فرمایا فقر کو اپنا تکیہ بناؤ اور فقر کی گردن میں بائیں ڈال دو اور شہوت کو ترک کرو اور ہوس و خواہش نفس کی مخالفت کرو اور یہ جان لو کہ تم ہر وقت خدا کے سامنے ہو، پس اپنے آپ کو دیکھو کہ کس طرح ہو۔

نواں ارشاد: فرمایا مومن تین خصلتوں کا محتاج ہے خدا کی توفیق اور اپنے نفس میں سے واعظ جو ہمیشہ اُسے وعظ کرتا ہے اور جو کچھ اسے کوئی وصیت کرے وہ اسے قبول کرے۔

دسواں ارشاد: فرمایا دلوں کے ساتھ خدا کی طرف جانے کا قصد کرنا اعضاء و جوارح کو اعمال میں تھکانے سے زیادہ منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ روایات دل اور اس کی مراعات کے متعلق بہت ہیں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ انسان میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ جب تک وہ صحیح سالم ہے باقی بدن بھی صحیح ہے اور جب وہ بیمار اور فاسد ہو جائے تو باقی بدن بھی بیمار اور فاسد ہو جاتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ جب دل پاکیزہ ہو تو باقی جسم بھی پاکیزہ رہتا ہے اور جب دل خبیث ہے تو باقی جسم بھی خبیث ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام سے وصیت فرمائی کہ مصیبتوں میں سب سے زیادہ مصیبت فقر و فاقہ ہے اور اس سے بدتر بدن کا بیمار ہونا ہے اور اس سے بدتر دل کی بیماری ہے، اور نعمتوں میں سے ایک نعمت مال کی وسعت ہے اور اس سے بہتر بدن کی صحت ہے اور اس سے بہتر دل کی پرہیزگاری ہے اور حضرت امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ دل تین قسم کے ہیں ایک دل سرنگوں اور الٹا ہے کہ جس میں کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی اور وہ کافر کا دل ہے اور ایک دل وہ ہے کہ جس میں اچھائی اور برائی دونوں داخل ہو جاتی ہیں اور ان میں سے جو زیادہ قوی ہوتی ہے وہ غالب آجاتی ہیں اور ایک وہ دل ہے جو کشادہ ہے اور اس میں انوار الٰہی کا چراغ ہے جو ہمیشہ روشنی دیتا رہتا ہے اور اس کا نور قیامت تک برطرف نہیں ہوگا اور وہ مومن کا دل ہے اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ دل کی قدر و منزلت بدن میں امام جیسی ہے، لوگوں میں روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب موسیٰ بن عمران اپنے اصحاب کو موعظہ فرما رہے تھے آپؑ کے وعظ کے دوران ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنا پیراہن چاک کر دیا، خداوند عالم کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ کو وحی آئی کہ اس سے کہو کہ وہ اپنا پیراہن چاک نہ کرے، بلکہ اپنے دل کو میرے لیے چاک کرے، مولف نے فارسی کے کچھ اشعار لکھے ہیں (ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں۔مترجم)

گیارھواں ارشاد: فرمایا جو شخص اپنی خواہش نفس کی اطاعت کرے اس نے اپنے دشمن کی آرزو پوری کر دی۔

بارھواں ارشاد: شیخ صدوق نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپؑ کے آباؤ اجداد سے نقل ہوئی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا

میرے والد نے میرے دادا سے اور اپنے آباؤ اجداد سے حدیث بیان کی کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہمیشہ لوگ خیر وخوبی میں رہیں گے جب تک ان میں تفاوت رہے گا، پس جب برابر اور مساوی ہو گئے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

میں نے عرض کیا کچھ مزید ارشاد فرمائے اے فرزند رسولؐ، دوبارہ آپؑ نے اپنے آباؤ اجداد کی وساطت سے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ اگر تم میں سے ہر ایک کے عیوب دوسرے پر آشکار ہو جائیں تو تم ایک دوسرے کو دفن نہ کرو میں نے عرض کیا مزید کچھ فرمائیں اے فرزند رسولؐ، پھر آپؑ نے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپؑ نے فرمایا تمہارے نال لوگوں کے لیے گنجائش نہیں رکھتے، پس لوگوں کو کشادہ روی اور اچھی ملاقات کے ساتھ گنجائش دو، کیونکہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کے لیے اپنے اموال کے ذریعہ کبھی بھی وسعت پیدا نہیں کر سکتے، پس اپنے اخلاق کے ساتھ انہیں وسعت دو۔

جناب عبدالعظیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جواد علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ اس سے زیادہ کچھ فرمایئے، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے جو شخص زمانہ پر غضب ناک ہو اس کا غضب طویل ہوگا، یعنی زمانہ کی نامناسب وغیر ملائم چیزیں ایک دو نہیں تا کہ انسان کا غم وغصہ جلدی ختم ہو جائے، بلکہ وہ زیادہ اور حد سے متجاوز ہیں، لہذا اس کا غصہ طویل ہوگا فقیر کہتا ہے کہ اس معنی میں ہے آپؑ کا یہ فرمان یعنی آنکھ کے خار کے باوجود آنکھ بند کر لو یہ کنایہ ہے اس سے کہ مکارہ اور رنج وبلائے دنیا اور بیوفا دوستوں کے غیر مناسب رویہ سے چشم پوشی کرو اور اسے برداشت کرو، ورنہ کبھی خوش اور راضی نہیں ہو گے اور ہمیشہ غصہ اور تلخی کی حالت میں زندگی بسر کرو گے، کیونکہ دنیا کی طبیعت میں ناپسند چیزیں رچی بسی ہوئی ہیں جناب عبدالعظیم نے عرض کیا مزید فرمایئے ارشاد ہوا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ برے لوگوں کے پاس بیٹھنا اچھے لوگوں سے بدظن کر دیتا ہے عرض کیا اور فرمایئے، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا سفر قیامت کا برا زادِ راہ بندگان خدا پر ستم کرنا ہے فقیر کہتا ہے کہ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے ظلم کرنا بادشاہوں کی زندگی کی انتہا ہے، مناسب ہے کہ میں یہ چند اشعار اس کلمہ شریفہ کے ذیل میں حکیم فردوسی کے نقل کروں۔

برستم چنین گفت دستان کہ کم
کن اے پور برزیردستان ستم
اگرچہ تراز یردستا بس است
فلک رادرایں زیرستان بسی است
مکن ناتوانی دل خلق ریش
وگر مسکینی مسکینی بیخ خویش!
مکن ناتوانی ستم بر کسے!
ستمگر بگیتی نماند بسے!

عبدالعظیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ کچھ زیادہ فرمایئے، فرمایا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے

کہ ہر مرد کی قیمت وہی چیز ہے جو اس کو حسین بنائے، علم وہنر وعرفان سے مقصد کمالات نفسانیہ وکسب وتحصیل کی طرف تحریص وترغیب دینا ہے خلیل بن احمد کہتا ہے کہ بہترین جملہ جو انسان کو طلب علم ومعرفت کی طرف ترغیب دلاتا ہے، حضرت امیر کا قول ہے کہ ہر شخص کی قیمت وہ چیز ہے جو اس کو حسین بنائے۔

جناب عبدالعظیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کچھ مزید فرمائے اے فرزند رسولؐ فرمایا! امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

مرد پنہاں است درزیر زبان خویشتن
قیمت و قدرش نادانی تانیا دی درسخن

یہی وجہ ہے کہ فرمایا بات کرو تا کہ پہچانے جاؤ، چوں در بستہ باشد چہ داند کسے۔ کہ گوہر فروش است یا پیلہ ور۔ میں نے عرض کیا اور کچھ ارشاد فرمائے فرزند رسولؐ فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ہلاک نہیں ہوگا جو اپنی قدر ومنزلت کو پہچانتا ہے۔

میں نے کہا کچھ اور اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے عمل سے پہلے تدبیر کرنا تجھے پشیمانی سے بچا لے گا۔

ندانستہ درکار تندی مکن
بندیش بنگرز سرتابہ بن

فقیر کہتا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام کے مواعظ میں اس مطلب کے قریب قریب نقل ہو چکا ہے اور ہم نظامی کے ان دو اشعار کو اس کلمہ سریفہ کی مناسبت سے نقل کرتے ہیں۔

درسرکار کہ درآئی نخست
زخنہ بیرون شد نش کن درست
تانگنی جائے قدم استوار
پائے منہ در طلب، ہیچ کار

عرض کیا مزید ارشاد ہو اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص زمانہ پر اعتماد کرلے وہ زمین پر آ گرے گا۔

میں نے عرض کیا اور کچھ ارشاد ہو، فرمایا امیر المومنین علیہ کا ارشاد ہے اس شخص نے اپنے نفس کو خطرہ میں ڈال دیا جو اپنی رائے سے مستغنی ہے یعنی جو مہم امور میں اپنی رائے اور دانش پر بھروسہ کریں اور عقلمندوں سے مشورہ کرنا چھوڑ دے۔

عرض کیا مزید ارشاد ہو اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے اہل وعیال کی کمی اور تھوڑا ہونا مال کی دو تو

نگریوں میں سے ایک ہے کیونکہ جس کے اہل وعیال کم ہوئے اس کی زندگی آسانی سے گزرے گی اور اس کی معیشت زیادہ وسیع ہوگی جیسا کہ مال کی کثرت کی صورت میں بھی حال اسی نوال پر ہے۔

عرض کیا مزید ارشاد ہو اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے جس میں عجب وخود پسندی آجائے وہ ہلاک ہوا۔

عرض کیا مزید ارشاد ہو اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس کو یقین ہے کہ جو کچھ دے رہا ہے اس کا عوض اس کی جگہ آجائے گا تو وہ عطاء وبخشش کرنے میں جوانمردی دکھائے گا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس عطاء وبخشش کا عوض اسے مل جائے گا۔

فقیر کہتا ہے کہ ایک شاعر نے امیر المومنین علیہ السلام کی مدح میں اسی مطالب کی طرف اشارہ کیا ہے،

جاد بالقرص والطوی ملا حینمیه وعاف الطعام وهو سعوب

فاعا والقرص المنیر علیه القرص والمقرص الکرام کسوب

منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک نخلستان کو پانی دیا کچھ مقدار جو کے بدلے، پس وہ جو آپؑ گھر لے گئے اور ان کی روٹیاں پکائی گئیں، جب چاہا کہ افطار کریں تو ایک سائل آپؑ کے گھر کے دروازے تک آیا، حضرتؑ نے اپنی روٹی سائل کو دے دی اور خود رات کو بھوکے سو رہے۔ شاعر کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی روٹی بخش دی جب کہ بھوک سے آپؑ کے پہلو پر تھے اور وہ روٹی کھانا پسند نہیں کر رہے تھے سائل کی وجہ سے، حالانکہ وہ بھوکے تھے، پس جب آپؑ نے روٹی سائل کو دی تو سورج کی ٹکیہ آپؑ کے لیے آسمان پر پلٹ آئی اور کریم روٹی دینے والا نفع حاصل کرنے والا ہے۔

عبدالعظیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا مزید ارشاد ہو اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے جو شخص عافیت وسلامت پر راضی ہو جائے تو اس کو ان لوگوں سے سلامتی مل جائے گی جو اس سے اوپر ہیں، اس وقت جناب عبدالعظیم نے کہا کہ میں نے حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جو کچھ اب تک آپؑ نے فرمایا ہے وہ میرے لیے کافی ہے۔

مولف کہتا ہے کہ یہ روایت سولہ فقرات پر مشتمل ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ارشادات میں سے کہ جن میں سے ہر ایک کو حضرت جواد علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کے اسناد سے امیر المومنین علیہ السلام سے بیان فرمایا ہے اب میں بھی جواد علیہ السلام کی اقتداء میں حضرتؑ کے ارشادات میں سے بارہ فقرے نہج البلاغۃ سے نقل کرتا ہوں کہ جن کہ مجموعی تعداد حضرت جواد علیہ السلام کے اپنے بارہ فقرات کو ملا کر چالیس جملہ بن جائے گی کہ جو شخص انہیں یاد کرلے تو یہ حدیث شریف شامل حال ہو جائے گی۔

من حفظ من شیعتنا اربعین حدیثاً بعثه الله عزوجل یوم القیامة عالماً فقیها ولم یعذبه۔

جو ہمارے شیعوں میں سے چالیس حدیثیں یاد کرلے خداوند عالم قیامت کے دن اسے عالم وفقیہ کر کے اٹھائے گا اور اس پر عذاب نہیں کرے گا۔

ا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جب انسان کی عقل کم ہو جاتی ہے تو اس کی گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

۲۔ آپؑ نے فرمایا کہ سب سے بڑا عیب یہ ہے تو لوگوں کی ان عیوب میں عیب جوئی کرے جو خود تجھ میں موجود ہے، پس احمق وہ شخص ہے کہ خود ہزار عیب سے آلودہ ہے اور سر سے لے کر پاؤں تک وہ معصیت میں ڈوبا ہوا ہے، پھر اپنے عیوب سے آنکھیں بند کر کے لوگوں کے عیوب کے بارے میں زبان کھولتا ہے، ہمہ جہال خویشتند طعنہ بر عیب دیگراں چہ زنند، اور آنجنابؑ نے ایسے اشخاص کو جو لوگوں کے عیوب کی جستجو کرتے ہیں اور انہیں بیان کرتے ہیں، لیکن ان کی خوبیوں کو بیان نہیں کرتے اپنے بعض کلمات میں اس مکھی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو انسانی بدن کے فاسد اور کثیف جگہوں کی تلاش میں رہتی ہے اور ان کے اوپر بیٹھتی ہے اور بدن کی صحیح جگہوں سے اسے سروکار نہیں ہوتا۔

۳۔ آپؑ نے فرمایا کہ بوڑھے آدمی کی رائے اور اندیشہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے نوجوان کی جلادت و مردانگی سے شاید اس میں نکتہ یہ ہو کہ پیر صاحب تدبیر کی رائے عقل و تجربہ سے صادر ہوتی ہے اور وہ فتنہ کی اصلاح ہی نہیں بلکہ بہت سے فتنوں کی آگ کے بجھانے کا سبب ہوتی ہے بخلاف نوجوان کی مردانگی کے جو کہ زیادہ تر تہوار اور نفس کی ہلاکتوں میں ڈالنے اور نا آزمودہ کاموں پر مبنی ہوتی ہے جو کہ غالباً جنگ کی آگ کی بھڑکنے اور ایک گروہ کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے اسی لیے ابوالطیب کہتا ہے۔

الرای قبل شجاعة الشجعان
هو اول وهی المحل الثانی
فاذا هما اجتمعا لنفس حرة
بلغت من العلیا کل مکان

رائے بہادروں کی شجاعت سے پہلے ہونی چاہیے یہ پہلی چیز ہے اور وہ دوسری جگہ پر ہے، پس جب یہ دونوں کسی آزاد نفس کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ بلندی کے ہر مقام تک پہنچ سکتا ہے۔

۴۔ فرمایا حاجت کا فوت ہو جانا زیادہ آسان ہے اس سے کہ انسان اس سے حاجت طلب کرے جو اس کا اہل نہیں (مولف نے اس کے بعد عربی وفارسی کے اشعار نقل کئے ہیں جنہیں ہم نے ترک کر دیا ہے) مترجم

۵۔ فرمایا قناعت (جو کہ اسباب معاش میں مساہلہ کرنا ہے یعنی جتنا مل جائے اس پر اکتفا کرنا) ایسا مال ہے جو فنا نہیں ہوتا اور ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

فقیر کہتا ہے کہ حضرت ہادی علیہ السلام کے معجزات کی فصل میں قناعت کے سلسلہ میں گفتگو ہوگی۔

۶۔ اپنے نفس کو آداب سکھانے کے لیے کافی ہے تیرا ان چیزوں سے اجتناب اختیار کرنا کہ جنہیں تو اپنے غیر سے برا سمجھے، پس جو شخص کہ سعادت نفس اور تہذیب اخلاق کا طالب ہے اسے چاہیے کہ دوسرے لوگوں کو اپنے عیوب کا آئینہ قرار دے اور جو کچھ ان سے سرزد ہوا تو قبیح ہوگا، اور جسے حسن اور اچھا جانے تو جان لے کہ یہ عمل اس سے بھی حسن ہی ہوگا، پس اپنے قبائح کے زائل کرنے کی کوشش کرے اور اچھے اخلاق کی تحصیل میں سعی بلیغ کرے۔

۷۔ فرمایا بعض اوقات ایک وقت کا کھانا یا ایک لقمہ کا کھانا بہت سے کھانوں سے روک دیتا ہے اور اسی مفہوم میں ہے آپ کا یہ ارشاد بھی بسا اوقات ایک لحظہ کی خواہش طویل احزان وغموم کا سبب بنتی ہے اور حریری نے مقامات میں اپنا یہ کلام حضرتؑ کے ارشاد سے اخذ کیا ہے، کئی ایک لقمہ ایسے ہوتے ہیں جو کھانے والے کے لیے ہیضہ پیدا کر دیتے ہیں اور اسے بہت سے کھانوں سے محروم کر دیتے ہیں۔

۸۔ فرمایا فتنہ کے زمانہ میں اونٹ کے اس بچہ کی طرح ہو جاؤ جو تیسرے سال میں داخل ہو کہ نہ اس کی پشت ہے کہ اس پر سواری کی جا سکے اور نہ پستان ہیں کہ دودھ دوہا جائے، خلاصہ یہ کہ فتنہ میں داخل نہ ہو اور اپنے قوت بازو اور مال کے ساتھ اس کا ساتھ نہ دو اور اس طرح ہو جاؤ کہ لوگ تجھ سے فائدہ نہ حاصل کر سکیں، کیونکہ اکثر اوقات خون بہائے جاتے ہیں اور مال لوٹے جاتے ہیں اور عزتیں تباہ و برباد ہوتی ہیں، اب اگر تو اس میں شریک ہوا تو دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھائے گا۔

۹۔ آپؑ نے فرمایا جو شخص اپنے اخراجات میں میانہ روی اختیار کرے وہ فقیر و محتاج نہیں ہوتا۔

۱۰۔ آپؑ نے فرمایا جس چیز کے لیے لوگ کہیں کہ اس کا کیا کہنا زمانہ غدار اس کے لیے ایک برا دن چھپائے ہوئے ہے۔

خویشتن آرائے مشو در بہار
تا نکند در تو طمع روزگار

۱۱۔ جو شخص اپنے سفر کی دوری کو یاد رکھے تو وہ اپنے اس دور کے سفر کے لیے تیاری اور اس کے اسباب کرتا ہے، لہذا وہ اشخاص جو آخرت کے زاد راہ اور توشہ کی تیاری میں مصروف نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس منزل سے غافل ہیں پس اپنے سفر کے لیے آمادہ ہو اور غفلت میں وقت نہ گزارے (مولف نے عربی فارسی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جو ترک کر رہا ہوں) مترجم

۱۲۔ فرمایا عبرتیں اور نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں، لیکن ان میں بہت کم عبرت حاصل کی جاتی ہے۔

کاخ جہاں پر است ز ذکر گذشتگان
لکن کسیکہ گوش دہد این ندا کم است

تاریخ میں ہے کہ جب عبدالملک بن مروان نے مصعب بن زبیر کو قتل کیا اور عراق کو تسخیر کر لیا تو کوفہ میں گیا اور دار الامارہ

میں داخل ہوا اور تخت سلطنت پر تکیہ لگایا اور مصعب کے سر کو اپنے سامنے رکھا اور وہ انتہائی وفرح وانبساط میں تھا کہ اچانک حاضرین میں سے ایک شخص (کہ جسے عبدالملک بن عمر کہتے تھے) کا بدن لرزا اور اس نے کہا امیر سلامت رہے اس دارالامارہ کے متعلق میرے دل میں ایک عجیب قصہ و واقعہ ہے اور اس طرح ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد لعین کے ساتھ اسی مجلس میں تھا کہ امام حسین علیہ السلام کا سرمبارک اس کے پاس لے آئے اور اس کے پاس رکھا گیا، پس کچھ مدت کے بعد مختار نے کوفہ کو تسخیر اور مطیع کرلیا اور اسی مجلس میں اس کے پاس بیٹھا تھا اور میں نے عبیداللہ بن زیاد کا سر اس کے پاس دیکھا، مختار کے بعد میں اس سر والے مصعب کے ساتھ موجود تھا کہ مختار کا سر اس کے پاس رکھا گیا اب میں امیر کے ساتھ اس مجلس میں بیٹھا ہوں اور مصعب کا سر میں اس کے پاس دیکھ رہا ہوں اور میں امیر کو اس مجلس کے شر اور برائی سے خدا کی پناہ میں قرار دیتا ہوں۔

عبدالملک بن مروان نے جب یہ واقعہ سنا تو وہ لرزنے لگا اور اس نے حکم دیا کہ اس دارالامارہ کو مسمار کر دو۔ (اس قصہ کو بعض شعراء فارسی نے اشعار میں نظم کیا ہے جو اصل کتاب میں موجود ہیں، مترجم)

مولف کہتا ہے کہ کشف الغمہ میں حضرت جواد علیہ السلام کے حالات میں بہت سے کلمات حضرت امیر المومنین کے نقل کیے ہیں کہ جنہیں حضرت جواد علیہ السلام نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے، چونکہ مقام میں گنجائش طویل نہیں ہم بیان نہیں کر رہے، جو شخص طالب ہو وہاں رجوع کرے۔

پانچویں فصل

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت کا بیان

واضح ہو کہ جب مامون نے حضرت جواد علیہ السلام کو ان کے والد بزرگوار کی وفات کے بعد بغداد بلایا اور اپنی بیٹی کی شادی ان سے کر دی تو آنجنابؑ مامون کی بری معاشرت سے اتنے تنگ ہوئے کہ اس سے اجازت لی اور حج بیت اللہ الحرام کو روانہ ہوئے اور وہاں سے اپنے جد بزرگوار کے مدینہ لوٹ آئے اور مدینہ میں قیام فرمایا اور آپؑ مدینہ میں رہے کہ مامون کی وفات ہوئی اور اس کے بھائی معتصم نے خلافت غصب کر لی اور یہ سترہ رجب ۲۱۸ھ کا واقعہ ہے اور جس وقت معتصم خلیفہ ہوا اور اس نے اس معدن سعادت و خیرات کے زیادہ فضائل و کمالات دیکھے تو حسد کا شعلہ اس کے سینہ کے اندر منتقل ہوا اور حضرتؑ کو راستہ سے دور کرنے کے درپے ہوا اور آنجنابؑ کو بغداد بلایا، جب آپؑ نے بغداد جانے کا ارادہ کیا تو حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا اور اکابر شیعہ اور اپنے ثقات اصحاب کی موجودگی میں حضرتؑ کی امامت پر نص صریح بیان کی اور کتب علوم الٰہی اور اسلحہ و آثار رسالت پناہ اور باقی انبیاء اپنے فرزندؑ کے سپرد کیے اور دل شہادت پر آمادہ رکھا۔ اپنے فرزند گرامی سے رخصت ہوئے اور دل خونین کے ساتھ اپنے جد امجد کی

تربت سے جدائی اختیار کی اور بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور معتصم لعین نے اس سال کے آخر میں آپ کو زہر سے شہید کیا۔

اس مظلوم امامؑ کی شہادت کی کیفیت اختلاف کے ساتھ بیان ہوئی ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی بیوی ام الفضل مامون کی بیٹی نے اپنے چچا معتصم کی تحریک سے آپ کو زہر دیا کیونکہ ام الفضل حضرت سے منحرف تھی کیونکہ آپؑ کنیزوں اور دوسری عورتوں کی طرف بھی میل و رغبت رکھتے تھے اور امام علی نقی علیہ السلام کی والدہ کو اس پر ترجیح دیتے تھے، اس وجہ سے ام الفضل ہمیشہ حضرتؑ سے شاکی تھی اور اس نے اپنے باپ کے زمانہ میں بارہا اپنے باپ سے شکایت کی، لیکن مامون اس کی شکایت پر کان نہیں دھرتا تھا اور جو کچھ وہ امام رضاء علیہ السلام کے ساتھ کر چکا تھا اس کے بعد پھر تعرض کرنا اور اہل بیت رسالت کو اذیت دینا اپنی حکومت کے لیے مناسب نہیں سمجھتا تھا سوائے ایک رات کے جب کہ ام الفضل اپنے باپ کے پاس گئی اور شکایت کی کہ حضرت جواد علیہ السلام نے عمار یاسر کی اولاد میں سے ایک عورت لے لی ہے اور حضرتؑ کی بدگوئی کی۔

مامون چونکہ شراب میں مست تھا، لہذا غضب میں آ کر تلوار اٹھالی اور حضرتؑ کے سرہانے پہنچا اور اتنے تلوار کے وار آپؑ کے بدن پر کئے کہ حاضرین نے یہ گمان کیا کہ آنجنابؑ کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت صحیح و سالم ہیں اور آپؑ کے بدن پر زخم کا کوئی نشان نہیں ہے جیسا کہ تیسری فصل میں یہ خبر لکھی جا چکی ہے خلاصہ یہ کہ کتاب عیون المعجزات سے نقل ہوا ہے کہ جب حضرت جواد علیہ السلام بغداد میں داخل ہوئے اور معتصم کو ام الفضل کا آپؑ سے انحراف معلوم ہوا تو اسے بلایا اور حضرتؑ کے قتل پر راضی کر لیا اور اس کے پاس زہر بھیجا کہ وہ اسے حضرتؑ کے کھانے میں ملا دے۔

ام الفضل رزاقی انگور زہر آلود کر کے اس امام مظلومؑ کے پاس لے آئی اور جب حضرتؑ نے وہ انگور کھائے اور زہر کا اثر آپؑ کے بدن میں ظاہر ہوا تو ام الفضل اپنے کئے پر پشیمان ہوئی، لیکن اب کوئی چارہ نہیں کر سکتی تھی تو گریہ وزاری کرنے لگی، حضرتؑ نے فرمایا اب مجھے قتل کرنے کے بعد گریہ کرتی ہے خدا کی قسم ایسی بیماری میں مبتلا ہو گی کہ جس پر مرہم پٹی نہیں کی جا سکے گی، جب وہ نونہال جویبار امامتؑ ابتدائے جوانی میں دشمنوں کے زہر کی وجہ سے گر پڑے تو معتصم نے ام الفضل کو اپنے حرم میں بلایا اس کی شرمگاہ میں ایک ناسور پیدا ہو گیا اور اطباء نے جتنا علاج کیا فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ وہ معتصم کے گھر آ گئی اور جتنا مال اس کے پاس تھا وہ سب اس بیماری کے علاج میں صرف کیا اور اتنی پریشان ہوئی کہ لوگوں سے گدائی کرتی پھرتی اور بدترین حالات میں ہلاک ہوئی اور دنیا و آخرت گنوا بیٹھی۔

مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں بھی تقریباً اسی طرح لکھا ہے سوائے اس کے کہ اس نے کہا ہے معتصم اور جعفر بن مامون دونوں نے مل کر ام الفضل کو حضرتؑ کے قتل کرنے پر آمادہ کیا اور جعفر بن مامون اس امر کی سزا میں مستی کی حالت میں کنویں سے گرا اسے مردہ حالت میں کنویں سے نکالا گیا اور علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں نقل کیا ہے کہ جب لوگوں نے معتصم کی بیعت کر لی تو وہ حضرت امام تقی علیہ السلام کے حالات کی ٹوہ میں لگا اور عبد الملک زیات کو جو مدینہ کا والی تھا خط لکھا کہ وہ حضرتؑ کو ام الفضل کے ساتھ

بغداد بھیج دے، جب آپ بغداد تشریف لائے تو بظاہر آپؑ کی عزت و تکریم کی اور حضرتؑ وام الفضل کے لیے تحفے تحائف بھیجے پھر شربت لیموں تمکین حضرتؑ کے لیے اشناس نامی غلام کے ہاتھ بھیجا اور وہ ظرف شربت سر بمہر تھا، جب وہ غلام حضرتؑ کی خدمت میں شربت لے کر آیا تو کہنے لگا کہ یہ وہ شربت ہے جو خلیفہ نے خود اپنے لیے بنایا ہے اور خود خواص کی جماعت کے ساتھ استعمال کیا ہے اور یہ حصہ آپؑ کے لیے بھیجا ہے کہ اسے برف کے ساتھ ٹھنڈا کر کے تناول فرمائیں اور جتنا اس امام مظلومؑ نے اس کے پینے سے انکار کیا اس ملعون نے زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ آپؑ جاننے کے باوجود وہ شربت زہر آلود نوش فرمایا اور حیات کثیر البرکات سے دستبردار ہوئے۔

شیخ عیاشی نے زرقان ابن ابی داؤد قاضی کے دوست اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہنے والے سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن ابن ابی داؤد معتصم دربار سے غمناک حالت میں گھر واپس آیا اس کے غم واندوہ کے متعلق میں نے سوال کیا تو کہنے لگا کہ آج کا دن ابوجعفر محمد بن علیؑ کی وجہ سے اتنا سخت گزرا ہے کہ میں نے آرزو کی کہ کاش میں آج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا، میں نے پوچھا کہ کیا ہوا۔

کہنے لگا ہم خلیفہ کے دربار میں حاضر تھے کہ ایک چور کو لے آئے کہ جس نے خود چوری کا اقرار کیا تھا اور خلیفہ نے چاہا کہ اس پر حد جاری کرے، پس اس نے علماء اور فقہا کو اپنی مجلس میں اکٹھا کیا اور محمد بن علیؑ کو بھی بلایا پھر ہم سے پوچھا کہ ہاتھ کہاں سے کاٹنا چاہیے میں نے کہا کہ کلائی سے کاٹنا چاہیے، وہ کہنے لگا کہ کس دلیل سے میں نے کہا کہ آیت تیمم کی وجہ سے **فامسحو الوجوهکم وایدیکم** مسح کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا، کیونکہ خداوند علام نے اس آیت میں ہاتھ کا ہتھیلی پر اطلاق کیا ہے اور اہل مجلس کی ایک جماعت نے بھی میری موافقت کی اور بعض دوسرے فقہا نے کہا کہ کہنی سے کاٹنا چاہیے اور انہوں نے آیت وضو سے استدلال کیا اور کہنے لگے خداوند عالم فرماتا ہے وایدیکم الی المرافق لہذا ہاتھ کہنی تک ہے، پس معتصم حضرت امام محمد تقیؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا آپ کیا فرماتے ہیں انہوں نے کہا کہ حاضرین نے کہا ہے اور تو نے سنا ہے، معتصم نے کہا کہ مجھے ان کے کہے ہوئے سے سروکار نہیں جو آپؑ جانتے ہیں وہ بتایئے حضرتؑ نے فرمایا کہ مجھے اس سوال سے معاف کرو، خلیفہ نے انہیں قسم دی کہ ضرور بتائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اب چونکہ تو نے قسم دی ہے تو میں کہتا ہوں کہ تمام حاضرین نے اس مسئلہ میں خطا کی ہے، بلکہ چور کی یہ حد ہے کہ اس کی چار انگلیاں کاٹی جائیں اور اس کی ہتھیلی رہنے دی جائے۔

معتصم نے کہا کہ کس دلیل سے، آپؑ نے فرمایا اس لیے کہ رسول خداؐ نے سجود کے سلسلے میں فرمایا کہ سات جگہیں زمین پر لگنی چاہئیں کہ جن میں سے دو ہاتھ کی ہتھیلیاں بھی ہیں، پس اگر چور کا ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹا گیا تو اس کی ہتھیلیاں باقی نہیں رہتیں۔ تا کہ وہ عبادت خدا میں ان پر سجدہ کرے، حالانکہ مواضع سجود حقوق اللہ ہیں اور کسی کو اس پر حق نہیں کہ اسے کاٹے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے ''وان المساجد للہ'' کہ مساجد مخصوص ہیں اللہ کے لیے، معتصم نے آپؑ کے کلام کو پسند کیا اور حکم دیا کہ چور کا ہاتھ وہیں سے کاٹا جائے جہاں سے حضرتؑ نے فرمایا تھا، اس وقت مجھ پر قیامت گزر گئی اور میں نے تمنا کی کہ کاش میں مر گیا ہوتا اور ایسا روز بد نہ دیکھا ہوتا۔

زرقان کہتا ہے کہ تین دن کے بعد ابن ابی داؤد خلیفہ کے پاس گیا اور تنہائی میں اسے سے کہا کہ خلیفہ کی خیر خواہی مجھ پر لازم و ضروری ہے اور وہ معاملہ جو آج سے چند دن پہلے واقع ہوا ہے وہ آپ کی سلطنت اور حکومت کے لیے مناسب نہیں تھا، کیونکہ خلیفہ نے اس مسئلہ کے لیے جو اس کے لیے مشکل ہو گیا تھا علماء امصار کو بلایا اور وزراء و افسران و امراء اور پولیس اور باقی اکابر و اشراف کے سامنے ان سے سوال کیا اور انہوں نے ایک طریقہ پر جواب دیا اور پھر اس قسم کی مجلس میں اس شخص سے سوال کیا کہ جسے اہل عالم میں سے آدھے لوگ امامؑ اور خلیفہ سمجھتے ہیں اور اس خلیفہ کو اس کے حق کا غاصب شمار کرتے ہیں اور اس نے تمام علماء کے خلاف فتویٰ دیا اور خلیفہ نے تمام علماء کا قول چھوڑ کر اس کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا یہ خبر لوگوں کے درمیان منتشر ہو گئی اور یہ حجت و دلیل ہو گئی اس کے شیعوں اور موالیوں کے لیے۔

معتصم نے جب یہ باتیں سنی تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ متنبہ ہوا اور کہنے لگا خدا تجھے جزائے خیر دے کہ تو نے مجھے ایسے امر سے آگاہ کیا کہ جس سے میں غافل تھا، چند روز کے بعد اُس نے ایک منشی کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ حضرتؑ کو دعوت دے اور ان کے کھانے میں زہر ملا دے، اس بدبخت نے حضرتؑ کو مہمانی پر بلایا حضرتؑ نے معذرت کی کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہاری مجلس میں حاضر نہیں ہوتا، اس ملعون نے بہت اصرار کیا کہ مقصد آپؑ کے کھانا کھلانے اور آپؑ کی تشریف آوری سے ہمارے گھر کا متبرک ہونا ہے اور خلیفہ کا ایک وزیر بھی آپؑ کی ملاقات کی خواہش رکھتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آپؑ کی صحبت سے شرفیاب ہو، پس اس نے اتنا اصرار کیا کہ امام مظلومؑ اس کے گھر تشریف لے گئے جب کھانا لے کر آئے اور آپؑ نے تناول فرمایا تو آپؑ نے زہر کا اثر اپنے گلے میں محسوس کیا تو کھڑے ہو گئے اور اپنا گھوڑا منگوایا۔

صاحب مکان آپؑ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ٹھہرنے پر اصرار کیا حضرتؑ نے فرمایا جو کچھ تو نے میرے ساتھ کیا ہے اگر اب میں تیرے مکان پر نہ رہوں تو تیرے لیے بہتر ہو گا اور جلدی سے سوار ہو کر اپنے مکان کی طرف پلٹ گئے جب اپنے مکان میں پہنچے تو اس زہر قاتل کا اثر آپؑ کے بدن شریف میں ظاہر ہوا اور تمام دن آپؑ رنجور و نالاں رہے یہاں تک کہ طائر روح نے درجات بہشت کی طرف پرواز کی صلوات اللہ علیہ۔ انتہی

پس آپؑ کا جنازہ غسل و کفن کے بعد مقابر قریش میں لے آئے اور ان کے جد بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی پشت سر کی طرف دفن کیا اور بحسب ظاہر واثق باللہ نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھائی، لیکن درحقیقت حضرت امام علی نقی علیہ السلام طی الارض کے ذریعہ مدینہ سے آئے اور اپنے والد بزرگوار کے غسل و کفن و نماز دفن کا اہتمام کیا اور کتاب بصائر الدرجات میں ایک ایسے شخص سے روایت ہے کہ جو ہمیشہ امام علی نقی علیہ السلام کے ساتھ رہتا تھا وہ کہتا ہے کہ جس وقت حضرتؑ بغداد میں تھے میں ایک دن حضرت امام نقی علیہ السلام کے ساتھ مدینہ میں بیٹھا تھا اور حضرت ابھی بچے تھے اور آپؑ کے سامنے ایک تختی تھی کہ جسے آپؑ پڑھ رہے تھے، اچانک آپؑ کی حالت متغیر ہو گئی اور آپؑ اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے اچانک میں نے گریہ و زاری کی آواز سنی جو حضرتؑ کے گھر سے بلند تھی، کچھ دیر بعد حضرتؑ باہر آئے تو میں نے ان حالات کا سبب پوچھا۔

فرمایا اسی وقت میرے والد بزرگوار نے وفات پائی ہے میں نے کہا کہ آپؑ کو کیسے معلوم ہوا، فرمایا کہ خداوند عالم کے اجلال و

تعظیم کی ایک حالت مجھ پر طاری ہوئی کہ اس سے پہلے میں اپنی ذات میں ایسی حالت محسوس نہیں کرتا تھا، اس حالت سے میں سمجھا ہوں کہ میرے والد وفات پا گئے ہیں اور امامت میری طرف منتقل ہو گئی ہے، کچھ مدت کے بعد خبر آئی کہ حضرتؑ اسی وقت رحمت الٰہی سے واصل ہوئے تھے حضرت جواد علیہ السلام کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ آخر ماہ ذیقعد ۲۲۰ھ ہجری میں آپؑ شہید ہوئے اور بعض نے ذوالحجہ کی چھ تاریخ کہی ہے، یہ واقعہ مامون کی وفات کے ڈھائی سال بعد کا ہے جیسا کہ خود حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ الفرج بعد مامون بثلاثین شھراً مامون کے تیس ماہ بعد کشائش اور چھٹکارا ہے اور مسعودی نے آپ کی وفات ذی الحجہ ۲۱۹ھ میں بیان کی ہے اور وفات کے وقت آپؑ کا سن مبارک پچیس سال اور چند ماہ ہے۔

چھٹی فصل

حضرت جوادؑ کی اولاد کا ذکر!

واضح ہو کہ سید فاضل نسابہ سید ضامن بن سدقم حسینی مدنی نے کتاب تحفۃ الازہار فی نسب ابناء الائمۃ الاطہار علیہم السلام میں فرمایا ہے کہ حضرت جواد علیہ السلام کے بیٹے تھے ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام و ابواحمد بن موسیٰ مبرقع و ابواحمد حسین و ابوموسیٰ عمران اور حضرتؑ کی بیٹیاں فاطمہ و خدیجہ و ام کلثوم و حکیمہ تھیں اور ان سب کی والدہ ایک کنیز تھی جسے سمانہ مغربیہ کہتے تھے اور ام الفضل مامون کی بیٹی سے حضرت جواد علیہ السلام کی کوئی اولاد نہ تھی اور آپؑ کی نسل منحصر ہے دو بیٹوں میں امام علی نقی علیہ السلام اور ابواحمد بن موسیٰ۔

مولف کہتا ہے کہ تاریخ قم سے ظاہر ہوتا ہے کہ زینب و ام محمد و میمونہ بھی حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں اور شیخ مفید نے آپؑ کی بیٹیوں میں امامہ نامی ایک بیٹی کا ذکر کیا ہے۔ بہر حال موسیٰ مبرقع سادات رضویہ کے جداعلیٰ ہیں اور الحمد للہ ان کی اولاد کا رشتہ ابھی تک منقطع نہیں ہوا اور بہت سے سادات کا سلسلہ نسب ان تک پہنچتا ہے اور سادات رضویہ میں وہ پہلے شخص ہیں جو قم میں ۲۵۶ھ ہجری میں وارد ہوئے اور ہمیشہ وہ اپنے چہرہ پر برقعہ ڈالے رہتے تھے، اسی لیے انہیں موسیٰ مبرقع کہتے ہیں جب وہ قم میں وارد ہوئے تو عرب کے بڑے لوگوں نے انہیں قم سے نکال دیا اور وہ کاشان میں چلے گئے۔

جب کاشان میں پہنچے تو احمد بن عبدالعزیز بن دلف عجلی نے ان کی عزت و تکریم کی اور بہت سی خلعتیں اور سواریاں انہیں بخشیں اور یہ طے کیا کہ ہر سال ایک ہزار مثقال سونا اور ساز و سامان کے ساتھ ایک گھوڑا انہیں دے گا، لیکن روسائے عرب اہل قم اس کے بعد پشیمان ہوئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت چاہی اور عزت و احترام کے ساتھ قم لے گئے اور ان کی تعظیم و تکریم کی اور قم میں موسیٰ کی حالت اچھی ہو گئی، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے مال بستیاں اور زرعی زمینیں خرید کی، اس کے بعد ان کی ہمشیرگان زینب و ام محمد و میمونہ حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹیاں ان کے پاس آ گئیں اور ان کے بعد بریمہ موسیٰؑ کی

بیٹی آئی اور ان سب کی وفات قم میں ہی ہوئی اور جناب فاطمہ علیہا السلام کے پاس دفن ہوئیں اور زینب وہی ہیں جنہوں نے جناب فاطمہ کی قبر پر گنبد بنوایا بعد اس کے کہ ان کی قبر پر بوریئے کی چھت تھی اور موسیٰ نے بدھ کی رات اور یاردیہشت مہینہ کے آخری دن جب کہ ماہ ربیع الثانی کے دو دن باقی تھے ۲۹۶ ہجری میں دنیا سے رحلت کی اور امیر قم عباس بن عمرو غنوی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہاں دفن ہوئے جہاں اب ان کی قبر مشہور ہے جیسا کہ تاریخ قم میں مذکور ہے اور سید ضامن بن شدقم فرماتے ہیں کہ موسیٰ مبرقع قم میں محمد بن حسن ابو خالد اشعری کہ جس کا لقب شنبولہ تھا ان کے مکان میں دفن ہوئے، فقیر کہتا ہے کہ یہ محمد بن حسن قم کے راویوں اور امام رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا اور سعد بن سعد احوص اشعری قمی کا وصی تھا اور اس وقت وہ جگہ محلہ مولویاں کے نام سے مشہور ہے اور وہاں دو مقامات ہیں ایک چھوٹی جگہ ہے کہ جس میں دو قبریں بنی ہیں ایک موسیٰ مبرقع کی قبر کہلاتی ہے اور دوسری احمد بن محمد بن احمد بن موسیٰ کی قبر ہے جو بڑی بارگاہ بنی ہے، جو چہل اختران کے نام سے اور اس کے کتبہ پر شاہ طہماسپ کا نام لکھا ہے بتاریخ ۹۵۳ھ پہلا شخص جو وہاں دفن ہوا محمد بن موسیٰ مبرقع تھا، اس کے بعد اس کی بیوی بریہہ جعفر بن امام علی نقی علیہ السلام کی بیٹی اپنے شوہر کے پہلو میں دفن ہوئی، بریہہ کے بھائی یحییٰ صوفی قم میں رہ گیا، اور میدان زکریا بن آدم میں حمزہ بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مقبرہ کے پاس رہائش اختیار کی اور محمد بن موسیٰ کے پہلو میں اور اس کے نزدیک کچھ علوئین و سادات کی قبریں ہیں، منجملہ ان کے زینب موسیٰ کی بیٹی اور ابو علی محمد بن احمد بن موسیٰ مع اس کی بیٹیوں فاطمہ، بریہہ وام سلمہ وام کلثوم کے اور ان کے علاوہ علویات و فاطمیات ہیں جو کہ تمام موسیٰ مبرقع کی نسل سے ہیں اور وہاں دفن ہیں اور محمد بن احمد بن موسیٰ کہ جسے ابو علی اور ابو جعفر بھی کہتے ہیں، شخص فاضل، انتہائی پرہیزگار اچھی گفتگو کرنے والا نیکو منظر فصیح و دانا و عاقل تھا اور تحفۃ الازہار میں ہے کہ اس کا لقب اعرج تھا اور وہ قم میں رئیس و نقیب تھا اور امارت حاج اس سے متعلق تھی، خلاصہ یہ کہ والی قم نے اسے فضل میں آئمہؑ سے تشبیہ دی ہے اور اسے امامت کے قابل سمجھا ہے اور اس کی وفات تین ربیع الاول ۳۱۵ ہجری میں ہوئی ہے اور محمد بن موسیٰ کے مقبرہ میں دفن ہوا ہے اور تحفۃ الازہار میں ہے کہ موسیٰ مبرقع کے پانچ بیٹے تھے ابو القاسم حسین و علی و احمد و محمد و جعفر اور احمد بن موسیٰ مبرقع کی اولاد اس کے بیٹے احمد بن موسیٰ سے ہے اور احمد کی اولاد اس کے بیٹے محمد اعراج سے ہے۔ والبقیۃ فی ولدہ لابنہ ابی عبداللہ احمد نقیب قم اور نسل کی بقاء محمد کے بیٹے احمد ابی عبداللہ کی اولاد ہے جو کہ نقیب قم تھا۔

مولف کہتا ہے کہ ابو عبداللہ احمد بن محمد اعرج مذکور سید جلیل القدر عظیم الشان رفیع المنزلۃ رئیس اور نقیب قم تھا، عابد و زاہد لوگوں کے دلوں کے نزدیک سخی و کریم اور بڑی جاہ و منزلت کا مالک تھا، اس کی ولادت قم میں ۳۱۱ھ میں اور وفات ماہ صفر ۳۵۸ھ میں واقع ہوئی اور اس کی وفات سے اہل قم کو بہت صدمہ ہوا اور وہ وہی ہے جو کہ موسیٰ کے ساتھ دفن ہوا نہ کہ احمد بن موسیٰ مبرقع، کیونکہ احمد کا قم میں آنا معلوم نہیں ہے اور اس کے چار بیٹے تھے، ابو علی محمد و ابو الحسن موسیٰ و ابو القاسم علی و ابو محمد الحسن اور چار ہی بیٹیاں تھیں۔ اس کے بیٹے باپ کی وفات کے بعد رکن الدولہ کے پاس جانے کے قصد سے شہرری میں چلے گئے، رکن الدولہ نے انہیں تسلی دی اور حکم دیا کہ ان سے رعایت برتی جائے اور ان کے املاک سے خراج نہ لیا جائے۔ وہ پھر دوبارہ قم آ گئے اس کے بعد ابو علی محمد خراسان چلا گیا، اہل

خراسان نے اس کی عزت وتکریم کی اور وہ خراسان میں رہا یہاں تک کہ وہیں قتل ہوگیا یا وفات پائی اور ابوالقاسم علی بھی خراسان گیا اور طوس میں رہائش اختیار کرلی اور ابوالحسن موسیٰ قم میں رہا اور اپنے بھائی ابومحمد اور بہنوں کے کاروبار میں شریک ہوگیا اور اس کے باپ کے جو املاک باقی رہ گئے تھے انہیں قبضہ میں لیا اور جو رہن تھے انہیں رہن سے چھڑوایا، اس کی سیرت اچھی تھی اور قم کے لوگوں سے بہت اچھے پیرائے میں زندگی گزاری اور ان کے حقوق کا خیال رکھا، پس اہل قم اس کی محبت اور میل جول کی طرف راغب ہوئے اور وہ ان کا رئیس وسردار ہوگیا اور ۳۷۱ھ میں وہ حج کے لیے گیا اور اپنے چچازاد بھائیوں پر شفقت ومہربانی کی اور انہیں خلعتیں اور عطیات دیئے پس انہوں نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا، پھر وہ قم کی طرف لوٹ آیا تو اہل قم نے اس کے آنے کی بڑی خوشی منائی اور محلہ جات اور کوچہ بازار کی آئینہ بندی کی اور صاحب بن عباد کو خط لکھا اور اسے تہنیت ومبارک باد دی، خلاصہ یہ کہ ابوالحسن موسیٰ مذکور سید فاضل متواصل سہل الجانب تھا اور سادات قم اور اس کے اطراف کی نقاہت اس کے سپرد تھی اور تقسیمات وظائف رسوم ومرسومات اور مشاہرات سادات آبہ وقم وکاشان وخورزن سب اس کے اختیار میں تھے اور ان سادات کی تعداد اس زمانہ میں مرد اور بچے تین سو کتیس تھی اور ہر ایک کا وظیفہ مہینہ تیس من (فارسی) کھانا اور دس درہم چاندی تھی اور ان میں سے جو شخص فوت ہوجاتا اس کا نام وظیفہ کے رجسٹر سے کاٹ دیتے اور جو ان میں سے نیا پیدا ہوتا اس کا نام اس جگہ پر لکھا جاتا۔

ابوالحسن موسیٰ کے چند بیٹے تھے کہ جن میں سے ایک ابوجعفر ہے جو کہ ذوالکفاتین ابوالفتح علی بن محمد حسین بن عمید کا داماد ہے جو کہ رکن الدولہ دیلمی کا وزیر تھا اور میں نے اپنی کتاب میں اس کے اور اس کے والد ابوالفضل بن عمید کے حالات تحریر کئے ہیں۔

ابوالحسن موسیٰ کی اولاد میں سے ایک عالم جلیل السید ابوالفتح عبیداللہ بن موسیٰ مذکور ہیں کہ جس کا نام شیخ منتجب الدین نے فہرست میں لیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ثقہ وپرہیزگار وفاضل اور اخبار آئمہ اطہار علیہم السلام کا راوی ہے اور اس کی تصانیف میں سے کتاب انساب سادات ہے، ایک اور کتاب حلال وحرام میں اور ایک کتاب ہے مذاہب مختلفہ میں اور مجھے خبر دی ہے ان کتب کی ثقات کی ایک جماعت نے شیخ مفید نیشاپوری سے اور انہوں نے خود اس سے اور واضح ہو کہ مفید نیشاپوری کے علاوہ ان کے بھائی جلیل ابو سعید محمد بن احمد نیشاپوری جد شیخ ابوالفتوح رازی نے بھی سید عبیداللہ مذکور سے روایت کی ہے اور معلوم رہے کہ اولاد اور ذریت موسیٰ مبرقع کی زیادہ تر ری اور قم میں تھی اور وہاں سے قزوین، ہمدان، خراسان، کشمیر وہندوستان میں منتشر ہوئے ہیں اور اس وقت شیعوں کے شہروں میں اعظم سادات واشراف ہیں۔

قاضی نوراللہ نے مجالس میں فرمایا ہے رضویہ نسب شریف سادات عظام رضویہ مشہد مقدس منور اور سادات رضویہ قم کا سب ابی عبیداللہ احمد نقیب قم بن محمد اعرج ابن احمد بن موسیٰ مبرقع بن امام محمد تقی علیہ السلام تک انتہا ہوتی ہے سید مقیب امیر شمس الدین محمد جو کہ تیراں واسطوں کے ساتھ ابوعبداللہ احمد نقیب قم تک پہنچتا ہے اور وہ میرزا شاہ رخ کی سلطنت وحکومت کے زمانہ میں شہر قم سے مشہد مقدس آیا تھا اور میرزا ابوطالب مشہور بھی اس کی اولاد امجد میں سے ہے جو کہ ایک مدت تک بادشاہ مغفور کی تفویض سے ولایت تبریز کی حکومت میں اشتغال رکھتا تھا اور اس وقت اس کے فرزند اور بھتیجے مشہد مقدس رضوی میں انتہائی حشمت وشوکت کے ساتھ

سکونت پذیر ہیں۔

معلوم رہے کہ ابو عبداللہ احمد نقیب قم مذکور تک منتہی ہوتا ہے، سید اجل السید محسن بن سید رضی الدین محمد سید مجد الدین علی بن سید رضی الدین محمد بن بادشاہ بن القاسم بن میسرہ بن ابوالفضل بن خدار بن میر عیسیٰ بن ابی محمد جعفر بن علی بن ابی محمد بن احمد بن محمد اعرج بن احمد بن موسیٰ مبرقع بن امام جواد علیہ السلام کہ جس کے حق میں قاضی نوراللہ فرماتے ہیں کہ وہ سید فاضل عالی مقدار تھا اور اس کے والد بزرگوار سلطان حسین میرزا کے زمانہ میں قم سے مشہد مقدس رضوی کی طرف منتقل ہو گئے اور وہ یہاں افادہ علوم دین اور ترویج مذہب آباء طاہرین علیہم السلام میں مشغول رہے اور شیخ محمد بن ابی جمہور اس سید کی خدمت میں پہنچی اور اس کے ساتھ طریق معاشرت رکھا اور اپنی بعض تصانیف شریفہ کو اس سید بزرگوار کے نام سے مزین کیا اور مشہد مقدس کی مجاورت کے زمانہ میں ان کی حمایت کی برکت و میمنت سے علماء مخالفین کے ساتھ عمدہ مناظرے کئے اور اس وقت ان کی اولاد میں سے ہے، سید متقی عاقل یعنی انسان کامل صاحب طہارت ملکی ثمرۃ امیر محمد جعفر جو کہ شرافت ذات اور نفاست گوہر کی انتہا کی وجہ سے اس ذرہ احقر کی مدح سے مستغنی ہے۔

فتی لا یحب الزاد الامن التقی
ولا یمتقی الخلان الا ذوی الفضل
نکر دہ بہر رضائے حق و صحیح علم
نہ چشم سوئے غزال ونہ گوش سوئے غزل
من اللہ علینا بطول بقائہ
ورزقنی مرۃ اخری شرف القائہ

اور بعض متتبعین نے کہا ہے کہ میر جعفر مذکور کا ایک بیٹا تھا میر محمد زمان نامی اور وہ بھی علماء میں سے تھا اور اس نے قواعد کی شرح لکھی ہے اور اس کی وفات ۱۰۴۱ ہجری میں ہوئی ہے اور میر محمد زمان کا بیٹا میر محمد حسن تھا اور وہ بھی علماء میں سے تھا اور سید محسن کا ایک اور بیٹا میر محمد مہدی تھا اور وہ بھی علماء میں سے تھا اور اسے شیخ علی کرکی نے کاشان کی طرف جاتے ہوئے قم میں ۹۳۶ھ میں اجازہ دیا تھا اور اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس سید جلیل کی قبر شریف قم میں اس تکیہ میں ہے جو حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے محسن کے قریب ہے اور آج کل وہ تکیہ محمد یہ کے نام سے مشہور ہے اور وہاں ایک بقعہ ہے اور وہ بزرگوار اس بقعہ میں دفن ہیں، فقیر کہتا ہے کہ وہ بقعہ محمد یہ کے نام سے مشہور ہے اور وہ تکیہ حسینیہ کے نام سے شہرت رکھتا ہے اور کوچہ حرم میں محسن جدید کے قریب ہے کہ اس سید بزرگوار کی طرف منسوب ہے، سید اجل سید صدر الدین من میرزا محمد باقر رضی قمی شاہ رخ وافیہ اور اس کا بھائی میرزا محمد ابراہیم بن محمد باقر رضوی جو کہ علماء میں سے تھا اور ہمدان میں ساکن تھا، الی غیر ذلک۔ انتہی

یہ بھی واضح ہو کہ موسیٰ مبرقع تک منتہی ہوتا ہے، سید جلیل میر محمد بدیع خادم رضوی کا نسب جیسا کہ سید ضامن مدنی نے تحفہ میں کہا ہے، محمد بدیع بن ابی طالب بن القاسم بن محمد بن غیاث الدین عزیز شمس الدین محمد بن محمود بن محمد بن میر ہادی حسن بن علی بن ابی

الفتوح بن عیسیٰ بن محمد بن ابی محمد جعفر بن ابی جعفر علی بن ابی علی محمد بن ابی احمد موسیٰ الابرش بن ابی علی محمد اعرج بن احمد بن موسیٰ مبرقع سید یہ بزرگوار صاحب مروت وشہامت ورفعت وریاست وعظمت وجلالت اور بہت سے محاسن کے مالک تھے اور ہمارے ساتھ مودت وصداقت ودوستی رکھتے تھے اور میں نے ان کی خدمت میں کتاب حقوق ومواریث تالیف عزالدین محمد بن تاج الدین محمد فقیہ حسینی ہدیہ کی اور یہ محمد بدیع والی امر مشہد مقدس میں تھے اور ان کی طرف رجوع کرتے تھے اعیان امجاد وزوار وقصاد اور وہ اہل بلاد کے مرجع تھے، پھر ان کا منصب ان کے بیٹے غیاث الدین کو دیا اور والی اوقاف امام رضاء علیہ السلام ہوا شاہ عباس بن شاہ صفی کے حکم سے پس وہ مشغول ہوا بنفس خراب جگہوں کی تعمیر میں اور انہیں مکمل کیا اور غلات وغیرہ کے لیے عمارتیں بنائیں اور اس کا والد ابو طالب سید جلیل القدر وجیہ ورئیس اور کثیر المحاسن لوگوں کے لیے صاحب مروت عالیہ وخیرات جاریہ اور ملجاء وماویٰ ومقصد تھا۔ حرم امام رضاء علیہ السلام میں شاہ عباس بن شاہ خدابندہ کی طرف سے خدمت گار تھا، شاہ عباس نے چاہا کہ اس کی بیٹی سے شادی کرلے تو انہوں نے معذرت چاہی اور اسے اس کے چچازاد بھائی میر حسن سے بیاہ دیا۔

پھر سید ضامن فرماتا ہے کہ میر حسن بن ولی اللہ بن ہداہت اللہ بن مراد بن نعمت اللہ میر حسن قائنی کے نام سے مشہور تھا، میں نے اسے ۱۰۵۶ھ میں مشہد مقدس رضوی میں ماہ ذوالحجہ میں دیکھا ہے وہ شخص عالم وفاضل کامل مدرس ومحقق تھا اور اس کا چچازاد بھائی محمد ابراہیم بن حسین بن نعمت اللہ بن ہدایت اللہ سید جلیل القدر عظیم الشان رفیع المنزلہ عالم وکامل فاضل اور قارین شیخ الاسلام تھا، پھر وہ ہندوستان کی طرف گیا اور ایک مدت تک وہاں رہا، ۱۰۶۱ھ میں مکہ معظمہ گیا اور وہاں وفات پائی۔

حضرت جوادؑ کی بیٹی جناب حکمیہ کا ذکر

واضح ہو کہ حکمیہ کاف کے ساتھ نہ کہ حلیمہ لام کے ساتھ جیسا کہ عوام کی زبان مشہور ہے، حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹیوں سے فضائل ومناقب میں ممتاز ہیں اور انہوں نے چار اماموں کو دیکھا ہے اور حضرت ہادیؑ نے مکرمہ کو جس خاتون والدہ امام عصرؑ وان کے سپرد کیا تھا کہ انہیں علوم دین واحکام شریعت سکھائیں اور آداب الٰہیہ کے ساتھ ان کی تربیت کریں اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ امام عصر صلوات اللہ علیہ کی طرف سے منصب سفارت پر فائز تھیں اور لوگوں کے عرائض آنحضرت کی خدمت میں توقیعات شریفہ (امام کے خطوط) جو اس ناحیہ مقدسہ سے صادر ہوتے لوگوں تک پہنچاتی تھیں، اور یہی حضرت صاحب الامرؑ کی دایہ گیری اور امور ولادت سپردگی سے متگز ہوئیں جیسا کہ ان کی پھوپھی مکرمہ حکیمہ خاتون دختر امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام اپنے بھتیجے امام محمد تقی کی دایہ بننے کے منصب پر فائز ہوئیں جیسا کہ تصریح کی ہے ہماری اس بات کی علامہ بحر العلوم طالب ثراہ نے کتاب رجال میں اور یہ مخدرہ پہلی فرد ہیں کہ جنہوں نے آنجناب کو بوسہ دیا اور گود میں لیا اور انہیں ان کے والد ماجد کی خدمت میں لے کر گئیں اور دوبارہ نرجس خاتون کی طرف واپس لے آئیں۔ خلاصہ یہ کہ معظمہ سادات علویہ اور بنات ہاشمیہ میں سے فضائل ومناقب عبادت وتقویٰ وعلم کے لحاظ

سے ممتاز اور وقوف اسرار امامت سے سرفراز تھیں اور علماء نے ان کی زیارت کے استحباب کی تصریح کی ہے اور ان کی قبر شریف سامرہ میں قبہ عسکرین میں پائنتی کی طرف ضریح عسکریین میں متصل ہے اور ان کی علیحدہ ضریح ہے اور کتب مزار میں ان کے لیے مخصوص زیارت بیان نہیں ہوئی۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ علماء کس بناء پر ان کی زیارت کے معتقد نہیں ہوئے باوجود اس مرتبہ فضیلت وجلالت کے کہ جو انہیں حاصل تھا اور علامہ بحر العلوم فرماتے ہیں کہ اس معظمہ کی زیارت کو بیان کرنا باوجود اس عظمت وجلالت کے جیسا کہ میرے خال مفضال (ماموں) یعنی مجلسی نے فرمایا ہے عجیب ہے اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ بہت سے علماء مثل شیخ مفید کے ارشاد میں دیگر کتب وتواریخ وسیر ونسب میں اولاد حضرت جواد علیہ السلام میں ان کا ذکر نہیں کیا، بلکہ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حضرت جواد علیہ السلام کی اولاد میں سے باقی رہے ان کے فرزند علیؑ امام اور ان کے بعد موسیٰ اور فاطمہ وامامہ اور آپؑ نے اولاد ذکور نہیں چھوڑی سوائے ان کے کہ جن کے نام ہم نے لیے ہیں۔ انتھی

ساتویں فصل

حضرت جوادؑ کے اصحاب میں سے چند بزرگوں کا تذکرہ

پہلا ابوجعفر احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کوفی ثقہ جلیل القدر مجالس المومنین میں ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ یہ بزرگوار امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور حضرتؑ کے نزدیک اس کی بہت قدر ومنزلت تھی اور اسے امام محمد جواد علیہ السلام کے ساتھ بہت اختصاص تھا، اصحاب نے اس روایت کی تصحیح پر اجماع کیا ہے جسے اس نے روایت کیا ہے اور علماء نے اس کے فقہ واجتہاد کا اقرار کیا ہے اس نے ۲۲۱ھ میں حسن بن علی فضال کی وفات کے آٹھ ماہ بعد وفات پائی، اور مختار کشی میں احمد سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن صفوان بن یحییٰ ومحمد بن سنان وعبداللہ بن مغیرہ یا عبداللہ بن جندب کی معیت میں ہم امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کچھ دیر بیٹھ چکے تو ہم کھڑے ہوگئے، پس حضرتؑ نے ان میں سے مجھ سے فرمایا کہ اے احمد تم بیٹھے رہو میں بیٹھ گیا اور حضرتؑ مجھ سے باتیں کرنے لگے اور میں بھی حضرتؑ سے سوال کرتا رہا اور جواب سنتا رہا یہاں تک کہ رات کا زیادہ تر حصہ گزر گیا اور جب میں نے چاہا اپنے گھر کی طرف واپس جاؤں تو مجھ سے فرمایا جاؤ گے یا یہیں سو رہو گے۔

میں نے عرض کیا میری جان آپؑ پر قربان جائے، اگر آپؑ فرمائیں کہ میں چلا جاؤں تو چلا جاؤں گا اور اگر فرمائیں کہ یہاں رہوں تو آپؑ کی خدمت میں رہوں گا پس آپؑ نے فرمایا کہ یہیں سو جاؤ کیونکہ اب وقت زیادہ ہوگیا ہے لوگوں نے گھروں کے دروازے بند کر لیے ہیں اور وہ سو گئے ہیں۔

حضرتؑ کھڑے ہوئے اور اپنے حرم شریف میں تشریف لے گئے اور جب مجھے گمان ہوا کہ آپؑ حرم کے اندر چلے گئے ہیں تو میں سجدہ میں گر پڑا اور میں نے اس سجدہ میں کہا کہ حمد وثنا مخصوص ہے خدا کے لیے جس نے اپنی حجت اور وارث علوم انبیاؑ کو میرے تمام بھائیوں اور اصحاب میں سے میرے ساتھ مقام انس وعنایت میں داخل کر دیا ہے اور میں ابھی سجدہ میں ہی تھا کہ حضرتؑ تشریف لے آئے اور پائے مبارک کے ساتھ مجھے متنبہ کیا، پس میں کھڑا ہو گیا تو حضرتؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اے احمد حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور جب اس کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے تو اس سے فرمایا اے صعصعہ خبردار اس عیادت کی وجہ سے جو میں نے تیری کی ہے اپنے اصحاب پر فخر نہ کرنا اور خدا سے ڈرتے رہنا، امام رضا علیہ السلام یہ بات مجھ سے فرما کر دوبارہ حرم سرا میں تشریف لے گئے۔

نیز اسی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام کو مامون کے کہنے پر مدینہ سے لا رہے تھے تو انہیں بصرہ کی طرف سے لے چلے اور کوفہ نہ لائے، میں اس وقت قادسیہ میں تھا، پس آپؑ نے ایک مصحف میرے پاس بھیجا جب میں نے اس مصحف کو کھولا تو دیکھا کہ سورہ لم یکن اس سے زیادہ وطویل ہے جو کچھ لوگوں کے پاس موجود ہے اور میں نے وہاں سے چند آیتیں یاد کرلیں یہاں تک کہ آپؑ کا غلام مسافر آیا اور وہ مصحف مجھ سے لے کر ایک رومال میں رکھا اور اسے سربمہر کر دیا، پس جو کچھ میں نے اس مصحف سے یاد کیا تھا وہ میں بھول گیا اور جتنی میں نے کوشش کی کہ مجھے اس کا ایک ہی کلمہ یاد آئے نہ آسکا، ظاہراً اس روایت کے آخری جملہ اصول مذہب کے خلاف ہیں، کیونکہ قرآن مجید کی ترتیب سورہ آیات کے اختلاف کو تو کسی حد تک تو مانا جاسکتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اس کی آیات خرد برد ہو گئی ہوں۔ (مترجم)

دوسرا ابومحمد فضل بن شاذان بن خلیل ازدی نیشاپوری ثقہ جلیل القدر فقہاؤ متکلمین شیعہ میں سے شیخ طائفہ جو بہت عظیم الشان اور توصیف و بیان سے زیادہ جلیل ہے حضرت جواد علیہ السلام سے روایت حدیث کی ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی روایت کی ہے اور اس کا باپ یونس کے اصحاب میں سے ہے اور فضل نے ایک سو اسی کتابیں تصنیف کی ہیں اور حضرت ابومحمد عسکری علیہ السلام نے دو مرتبہ اور ایک روایت ہے کہ تین مرتبہ اس پر ترحم فرمایا ہے اور شیخ کشی نے کئی ایک روایات اس کی مدح میں بیان کی ہیں، اور ایک ایسی خبر بھی نقل کی ہے جو ان روایات کے منافی ہے، علامہ اور دوسرے علماء نے مدح سے منافات رکھنے والی روایات کا جواب دیا ہے۔ **وهو رضی اللہ عنہ اجل من ان یغمز علیہ وهو رئیس طائفتنا رضی اللہ عنهم اجمعین**

اور وہ خدا اس سے راضی رہے اس سے اجل ہے کہ اس پر طنز کیا جائے اور وہ ہمارے طائفہ وگروہ کا رئیس ہے اور مجالس المومنین میں کتاب مختار سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن طاہر نے فضل بن شاذان کو نیشاپور سے نکال دیا بعد اس کے کہ اس کو اپنے پاس بلایا اور اس کی کتب کی جانچ پڑتال کی، حکم دیا کہ یہ کتابیں اس کے لیے لکھی جائیں، پس فضل نے روئس مسائل اعتقادیہ توحید وعدل اور اس قسم کے دوسرے مسائل اس کے لیے تحریر کیے جب وہ عبداللہ کے سامنے پیش ہوئے تو کہنے لگا اتنا کافی نہیں، میں چاہتا ہوں کہ تیرا

اعتقاد سلف کے بارے میں معلوم کروں تو فضل نے کہا کہ میں ابوبکر کو دوست رکھتا ہوں اور عمر سے بیزار ہوں۔

عبداللہ نے کہا کہ کس لیے بیزار ہے کہنے لگا اس وجہ سے کہ اس نے عباس کو شوریٰ سے خارج کر دیا تھا اس جواب کے القاء کرنے کی وجہ سے جو کہ عباسیوں کے لیے خوش کرنے والا تھا اس قط غلیظ سے چھٹکارا پایا ہے اور سحر بن بحر فارسی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے فضل بن شاذان کے ساتھ اپنی آخری مصاحبت کے زمانہ میں سنا کہ میں اکابر کی ایک جماعت کا جانشین ہوں جو کہ پہلے گزر چکے ہیں، مثلاً محمد بن ابی عمیر صفوان بن یحییٰ وغیرہ اور میں پچاس سال ان کی خدمت میں رہا ہوں اور ان سے استفادہ کیا ہے اور ہشام بن حکم جب فوت ہوا تو یونس بن عبدالرحمن مخالفین کی رد کے سلسلہ میں اس کا جانشین تھا اور جب یونس کی وفات ہوئی تو مخالفین کی رد میں سکاک اس کا قائم مقام تھا اور وہ بھی درمیان سے چلا گیا اب میں ان سب کا خلیفہ وجانشین ہوں۔انتھی

مولف کہتا ہے کہ سکاک ابوجعفر محمد بن خلیل بغدادی ہے جو کہ متکلمین اور اصحاب ہشام اور اس کے شاگردوں میں سے ہے امامت میں ایک کتاب تحریر کی ہے خلاصہ یہ کہ فضل بن شاذان کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ جو بیان میں آسکے۔اس کی وفات امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی اور اس کی قبر پرانے نیشاپور میں ہے جو کہ موجودہ نیشاپور سے باہر تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر بقعہ و بارگاہ وصحن کے ساتھ زیارت گاہ اور مشہور ہے اور اس کی قبر کے پتھر پر لکھا ہے **هذا ضريح النحرير المتعال الى ان قال الراوي من الامين ابي الحسن علي بن موسى وابي جعفر الثاني عليهما السلام زبدة الرواة نخبة الهداة وقدوة الاجلاء المتكلمين واسوة الفقهاء المتقدمين الشيخ العليم الجليل الفضل ابن شاذان بن الخليل طاب الله ثراة وقد وصل بلقاء ربه في** ''۲۶۰ھ'' ہجری اور قبر کے گرداگرد والے پتھر پر لکھا ہے **قد رحم عليه ابو محمد حسن العسكري فقال رحم الله الفضل ثلاثة ولاء وقال عليه السلام ايضا اغبط اهل خراسان بمكان الفضل وقال محمد بن ابراهيم الوراق خرجت الى الحج فدخلت الى مولاي ابي محمد الحسن واريته كتاب الفضل ابن شاذان فنظر فيه وتصفحه روقه روقه قال عليه السلام هذا صحيح ينبغي ان يعمل به رحم الله الفضل كتبه.**

> یعنی امام حسن عسکری نے اس پر ترحم کیا، پس تین مرتبہ فرمایا خدا فضل پر رحم کرے اور نیز حضرت نے فرمایا میں فضل کی وجہ سے اہل خراسان پر رشک کرتا ہوں، محمد وراق کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو فضل کی کتاب دکھائی تو حضرتؑ نے اس کا ایک ایک ورق دیکھا اور فرمایا یہ صحیح ہے اس پر عمل کرنا چاہیے خدا فضل پر رحم کرے، پوشیدہ نہ رہے کہ امام رضاؑ کے اصحاب کے تذکرہ میں حسن بن علی بن فضال کے حالات میں کچھ حالات فضل بن شاذان کے بیان ہو چکے ہیں۔

تیسرا ابوتمام حبیب ابن اوس طائی امامی نجاشی نے اور علامہ نے کتاب خلاصہ میں فرمایا ہے کہ ابوتمام امامی مذہب کا تھا اور

اس نے اہل بیتؑ کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں اور احمد بن حسین نے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک پرانا نسخہ دیکھا ہے جو شاید ابو تمام کے زمانہ میں یا اس کے قریب کے زمانہ میں لکھا گیا تھا کہ جس میں ابو تمام کا قصیدہ تھا کہ جس میں اس نے آئمہ علیہم السلام کا ذکر حضرت ابو جعفر جواد علیہ السلام تک کیا ہے اور ان سے آگے تجاوز نہیں کیا، کیونکہ اس نے حضرتؑ ہی کے زمانہ میں وفات پائی ہے اور جاحظ نے کتاب حیوان میں کہا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی، ابو تمام نے اور وہ روسائے رافضہ میں سے تھا۔ انتہی

خلاصہ یہ کہ ابو تمام صاحب حماسہ اپنے وقت میں فصاحت و بلاغت میں یکتائے زمانہ تھا کہتے ہیں کہ چودہ ہزار جوزہ عرب کے اسے یاد تھے علاوہ قصائد اور قطعوں کے اور اس کا فن شعر میں محل منیع اور مرتبہ رفیع تھا اور ابراہیم بن مدبر باوجود کے اہل علم و معرفت وادب میں سے تھا۔ وہ ابو تمام کے اشعار میں سے کوئی حفظ نہیں کرتا تھا، کیونکہ اس سے دشمنی رکھتا تھا اور بعض اوقات اسے سب و شتم و لعن بھی کرتا تھا ایک دن ایک شخص نے ابو تمام کے چند اشعار اس کی طرف نسبت دیئے بغیر پڑھے ابراہیم کو پسند آئے اور اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ یہ اشعار کتاب کی پشت پر لکھوا دو، جب اشعار لکھے جاچکے، کسی نے کہا اے امیر یہ ابو تمام کے اشعار ہیں جب ابراہیم نے یہ سنا تو بیٹے سے کہا کہ وہ صفحہ پھاڑ دو۔ مسعودی نے ابن مدبر کا یہ عمل پسند نہیں کیا اور کہا ہے کہ یہ عمل اس کا قبیح ہے کیونکہ عاقل کو چاہیے کہ وہ فائدہ حاصل کرے چاہے دشمن سے ہو یا دوست سے، پست سے ہو یا شریف سے، حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا الحکمة ضالة المومن فخذ ضالتك ولو من اهل الشرك یعنی حکمت و دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے، لہذا اپنی گمشدہ کو لے لے چاہے اہل مشرک سے کیوں نہ ہو۔

بزرجمہر حکیم سے منقول ہے کہ اس نے فرمایا میں نے ہر چیز سے اس کی اچھی صفت اخذ کی ہے، یہاں تک کہ کتے بلی اور خنزیر اور کوئے سے، لوگوں نے پوچھا کتے سے کیا اخذ کیا ہے کہنے لگے اپنے مالک سے اس کی الفت اور اس سے وفاداری۔

کہنے لگے کوئے سے کیا اخذ کیا ہے کہنے لگا کہ اس کا احتراز اور حذر و خوف یعنی محتاط ہونا، کہا گیا کہ خنزیر سے کیا سیکھا ہے، کہنے لگے صبح سویرے اپنی حاجات کے لیے جانا، کہنے لگے کہ بلی سے کیا سیکھا ہے کہنے لگا حسن نغمہ اور سوال کرنے میں زیادہ تملق و چاپلوسی اور ابو تمام نے واثق کی حکومت کے زمانہ میں ۲۶۱ ہجری میں وفات پائی اور ابو نہشل بن حمید طوس نے اس کی قبر پر گنبد بنوایا۔

چوتھا ابو الحسن علی بن مہزیار اہوازی دورقی الاصلؒ کہ جس کی جلالت شان اور عظمت قدر اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو اور جو توقیعات شریفہ حضرت جواد علیہ السلام نے اسے لکھی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص معظم کس قدر جلیل الشان تھا، ان میں سے ایک توقیع میں ہے کہ تو نے مجھے خوش کیا ہے اس چیز سے جو تو نے بیان کی ہے اور تو ہمیشہ مجھے خوش رکھتا ہے خداوند عالم تجھے بہشت سے خوش کرے اور میری رضا کی وجہ سے وہ تجھ سے راضی ہو اور دوسری توقیع میں ہے واسئل الله ان یحفظك من بین یدیك ومن خلفك وفی کل حالاتك فابشر فانی ارجوان یدفع الله عنك والله اسئل ان یجعل لك الخیر الخ وفی توقیع آخر واما ما سئلت من الدعا فانك بعد لست تدری کیف جعلك الله عندی وربما سمیتك باسمك ونسبك مع کثرة عنایتی بك ومحبتی لك ومعرفتی بما انت علیه فأدام الله لك الفضل وفی توقیع

آخر یا علی قد بلوتك وخبرتك فی النصیحة والطاعة والخدمة والتوقیر والقیام بما یجب علیك فلو قلت انی لم ارمثلك لرجوت ان اكون صادقاً اقول فتامل فی تلك التوقیعات الشریفة فان فیها غنی عن التعرض لمدحه فان مدح الامام امام كل مدح ومن تصدی للقول بعده فقد تعرض للقدح۔

یعنی میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تیری سامنے اور پیچھے سے حفاظت کرے، بلکہ تیرے سب حالات میں پس تجھے خوشخبری ہو، میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تجھ سے دشمنوں کو دفع کرے اور اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تیرے لیے بھلائی قرار دے۔

دوسرے خط میں فرمایا، باقی رہا وہ جو تم نے دعا کے متعلق سوال کیا ہے تو بیشک تجھے معلوم نہیں کہ خداوند عالم نے تجھے میرے نزدیک کیسا قرار دیا ہے اور بعض اوقات میں تیرے نسب کے ساتھ تیرا نام لیتا ہوں، علاوہ میری زیادہ عنائت کے اور میری تجھ سے محبت کے اور میرا یہ جاننا کہ جس حالت میں تو ہو پس خدا تیرے فضل کو دائمی قرار دے۔ اور دوسرے خط میں ہے اے علی میں نے تیرا امتحان کیا ہے اور نصیحت وخلوص، اطاعت وخدمت وتوقیر میں اور تیرا قیام ان چیزوں کے ساتھ جو تجھ پر واجب ہیں، پس اگر میں کہوں کہ میں نے تیرے جیسا شخص نہیں دیکھا تو مجھے امید ہے کہ میں سچا ہوں گا، میں کہتا ہوں کہ ذرا ان توقیعات وخطوط میں غور وفکر کر، پس یہ اس کی مدح سے متعرض ہونے سے پہلے بے پرواہ کر دیتی ہیں کیونکہ امامؑ کی مدح ہر مدح کی امامؑ ہے اور جو آپؑ کے کلام کے بعد اس کے در پے ہو تو وہ اپنے آپ کو قدح کے لیے پیش کر رہا ہے یا وہ قدح کے لیے اقدام کر رہا ہے۔

بہر حال خبر میں ہے کہ علی بن مہز یار کا باپ نصرانی تھا اور مسلمان ہو گیا اور کہا گیا ہے کہ خود علی بھی ایسا ہی تھا خداوند عالم نے اس کی ہدایت کی اور اس نے دین کو سمجھا اور حضرت رضا وجواد علیہ السلام سے روایت کی اور حضرت جوادؑ کے خواص میں سے ہو گیا یہاں تک کہ آپؑ کی طرف سے وکالت حاصل کی، جیسا کہ حضرت ہادیؑ کی طرف سے بھی بعض اطراف کی طرف وکالت رکھتا تھا اور شیعوں کے لیے جو توقیعات اس کے متعلق صادر ہوئیں ان میں سوائے اس کی خیر وخوبی کے کچھ نہیں تھا اور اس نے تینتیس (۳۳) کتابیں تصنیف کیں اور آنجناب کی عادت یہ تھی کہ جب سورج طلوع کر لیتا تو سجدہ میں سر رکھ دیتے اور اس وقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک کہ ایک ہزار برادر مومن کے لیے دعا نہ کرتے نہ کہ اپنی ذات کے لیے اور زیادہ سجدہ کرنے کی وجہ سے آپ کی پیشانی پر اونٹ کے گھٹنے کی طرح گٹہ پڑ گیا تھا اور یہ علی وہی ہے جو قرعاء مقام پر پچھلی رات اپنے بستر سے اٹھے اور باہر گئے تا کہ وضو کریں اور مسواک ان کے ہاتھ میں تھی وہ مسواک کر رہے تھے کہ اچانک دیکھا کہ آگ کی طرح کسی چیز کا شعلہ نکل رہا ہے اور اس کی شعاع سورج کی طرح ہے۔ اس پر ہاتھ رکھا تو دیکھا کہ اس میں کوئی حرارت نہیں ہے آیہ شریفہ **الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا** (وہ خدا کہ جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ قرار دی) کی تلاوت کی اور سوچ میں ڈوب گیا اور جب اپنی جگہ واپس آیا تو اس کے ساتھیوں کو آگ کی ضرورت تھی جب اس نور کو دیکھا تو خیال کیا کہ علی ان کے لیے آگ لے آیا ہے جب اس کے قریب گئے تو دیکھا کہ اس کی آگ میں تو حرارت نہیں ہے اور اس کی روشنی کبھی بجھ جاتی ہے اور کبھی شعلہ ور ہوتی ہے تین مرتبہ ایسا ہو کر بالکل بجھ گئی، اب

مسواک کے سرے کو دیکھا تو کوئی اثر آگ کا یا جلنے اور سیاہی کا اس میں نہیں ہے جب علی ہادیؑ کی خدمت میں پہنچا اور اپنی کیفیت بیان کی تو حضرتؑ نے اس مسواک کو بغور دیکھا اور فرمایا کہ وہ نور تھا اور یہ تیرے ہم اہلبیت کی طرف مائل ہونے اور میرے اور میرے آباؤ اجداد کی اطاعت کرنے کی وجہ سے تھا اور علی کا بھائی ابراہیم بھی اجلاء میں سے تھا اور روایت ہے کہ وہ امام زمانہ علیہ السلام کے سفراء میں سے تھا اور علی بن مہزیار کا بیٹا محمد بھی ثقہ اور حضرت ہادی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا۔

پانچواں ثقۃ الاسلام محمد بن عمیر کا نام زیاد بن عیسیٰ اور محمد کی کنیت ابو احمد ہے اور وہ مہلب بن ابی صفرہ کے موالی میں سے ہیں اور ان کی اصل بغدادی ہے اور سکونت بھی بغداد میں تھی، ہمارے نزدیک اور مخالفین کے نزدیک عظیم المنزلہ اور جلیل القدر تھے اور وہ اصحاب اجماع میں سے ہے اور عامہ وخاصہ نے ان کی وثاقت وجلالت کی تصدیق کی ہے اور وہ لوگوں میں زیادہ عابد اور پارسا تھا، اور انہیں یونس سے زیادہ صاحب فضل وفقہ کہا گیا ہے، حالانکہ یونس کی فقہ کے متعلق فضل بن شاذان سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا تھا کہ اسلام میں کوئی ایسا شخص باقی لوگوں میں سے پیدا نہیں ہوا جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہو اور سلمان کے بعد یونس بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ پیدا نہیں ہوا اور ابن ابی عمیر نے حضرت کاظم ورضا وجواد علیہم السلام کی خدمت میں حضوری کا شرف حاصل کیا ہے اور چار کتابیں لکھی ہیں، اور ہارون اور مامون الرشید کے زمانہ میں وہ بڑی سختی اور شدت میں تھے، کیونکہ کئی سال تک انہیں قید رکھا اور بہت سے تازیانے لگائے تاکہ وہ قاضی بنیں اور اس لیے بھی کہ خلیفہ کو شیعوں کے نام بتائیں، کیونکہ وہ بزرگوار کوفہ کے شیعوں کو پہچانتے تھے جس وقت انہیں سو تازیانے مارے گئے ان کی طاقت جواب دے گئی اور قریب تھا کہ شیعوں کے نام بتادے کہ محمد بن یونس بن عبدالرحمن کی آواز سنی کہ جو کہہ رہا تھا یا محمد بن ابی عمیر اذکر موقفك بين يدى الله اے محمد اللہ کے سامنے اپنے کھڑے ہونے کو یاد کرو، لہذا انہوں نے نام نہ بتائے انہیں ایک لاکھ درہم سے زیادہ کا مالی ضرر ہوا اور چار سال برابر قید میں رہے اور ان کی بہن نے ان کی کتابیں جمع کر کے اوپر کے کمرے میں رکھ دی تھیں بارش آئی تو وہ کتابیں ضائع ہو گئیں، لہذا ابن ابی عمیر اپنے حافظہ سے نقل کرتے تھے یا ان نسخوں سے جو لوگوں نے ان کی کتابوں سے تلف ہونے سے پہلے نقل کئے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء ان کی تحریروں پر اعتماد رکھتے ہیں اور ان کی مراسیل کو مسانید کے حکم میں لیتے ہیں اور ان کی بہنیں سعیدہ اور آمنہ بھی روایت حدیث میں شمار ہوتی ہیں اور کشی سے روایت ہے کہ محمد بن ابی عمیر گرفتار ہوئے اور قید کر دیئے گئے اور انہیں مشقت وتنگی اور بہت بڑی مصیبت کا سامنا ہوا، جو کچھ ان کے پاس تھا وہ بھی لے لیا گیا، اس سب کا کرنے والا مامون لعین تھا اور یہ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد کا واقعہ ہے، ابن ابی عمیر کی کتابیں ضائع ہو گئیں، پس اس کی کتب احادیث نہ مل سکیں، حالانکہ اس نے چالیس جلدیں اپنے پاس محفوظ رکھی ہوئی تھیں اور ان کا نام نوادر رکھا تھا اسی لیے ان کی وہ احادیث لے لی جاتی ہیں کہ جس کی سند منقطع ہے اور نیز روایت ہے کہ ہارون کے زمانہ میں سندی بن شاہک ملعون نے شیعہ ہونے کی وجہ سے اسے سو کوڑے لگائے پھر انہیں قید کر لیا گیا، ابن ابی عمیر نے ایک لاکھ اکیس ہزار درہم دیئے تب جا کر چھوٹے۔

منقول ہے کہ ابن ابی عمیر مالدار تھے اور ان کے پاس پانچ لاکھ درہم تھے اور شیخ صدوق ابن ولید سے روایت کرتے ہیں

اور وہ علی بن ابراہیم سے، وہ اپنے باپ سے، وہ کہتا ہے کہ ابن ابی عمیر بزازی کا کام کرتے تھے، ایک شخص سے انہیں دس ہزار درہم لینے تھے پس ان کا مال ختم ہو گیا اور وہ مفلس ہو گئے تو اس شخص نے جس سے قرض لینا تھا اپنا گھر دس ہزار درہم پر فروخت کر دیا اور اس کی قیمت ابن ابی عمیر کے پاس لے آیا۔ جب ان کے دروازے پر آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا ابن ابی عمیر باہر نکلے تو اس شخص نے وہ رقم ان کے سپرد کی اور کہنے لگا یہ آپ کا قرض لے کر آیا ہوں ابن ابی عمیر نے پوچھا کہ یہ مال تو نے کہاں سے لیا ہے کیا تجھے میراث میں ملا ہے یا تجھے کسی نے بخشا ہے وہ کہنے لگا ان میں سے کوئی بات نہیں ہوئی بلکہ میں نے اپنا قرض ادا کرنے کے لیے اپنا گھر بیچا ہے۔

ابن ابی عمیر نے فرمایا مجھ سے ذریح محاربی نے حضرت صادق علیہ السلام سے حدیث بیان کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا لا یخرج الرجل عن مسقط راسه بالدین یعنی انسان اپنے قرض کی بناء پر اپنا مکان ترک نہیں کرتا، پھر فرمایا یہ رقم لے جاؤ مجھے ایسی رقم کی ضرورت نہیں، حالانکہ خدا کی قسم ہے کہ میں اس وقت ایک ایک درہم کا محتاج ہوں، لیکن ان میں سے ایک درہم بھی قبول نہیں کروں گا۔

فضل بن شاذان سے روایت ہوئی ہے کہ جب میں عراق میں گیا تو ایک شخص کو دیکھا جو اپنے ساتھی کو سرزنش کر رہا تھا کہ تو صاحب عیال شخص ہے اور تجھے کسب کی ضرورت ہے، ان حالات میں تو طویل سجدہ کرتا ہے اور مجھے خوف ہے کہ طویل سجدہ کی وجہ سے تیری آنکھیں نابینا ہو جائیں اور تو کام کرنے سے رہ جائے اور اس قسم کے کلمات اس کی نصیحت کے لیے بہت کہے، بالآخر اس کا ساتھی اس سے کہنے لگا تجھ پر وائے ہو کس قدر تو نے مجھے سرزنش و عتاب کیا ہے اگر سجدہ کا طول انسان کو نابینا کر دیتا ہے تو پھر ابن ابی عمیر رضی اللہ عنہ نابینا ہو چکا ہوتا، کیونکہ وہ تو نماز صبح کے بعد سر سجدہ میں رکھتا اور زوال کے وقت اٹھاتا تھا۔

اور شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ فضل بن شاذان ابن ابی عمیر کے پاس آیا اور وہ سجدہ میں تھے اور انہوں نے سجدہ کو بہت طول دیا، جب سر سجدہ سے اٹھایا اور اس کے سجدہ کے طول کا ذکر کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ اگر تم نے جمیل بن دراج کا سجدہ دیکھا ہوتا تو میرے سجدے کو طویل شمار نہ کرتے اور کہنے لگے میں ایک دن جمیل کے پاس گیا اس نے سجدہ کو بہت طول دیا ہے جب سر سجدہ سے اٹھایا تو میں نے کہا کہ آپ نے سجدہ کو طول دیا ہے تو وہ کہنے لگا کہ اگر معروف بن خربوذ کے طول سجدہ کو تم دیکھتے تو میرے سجدہ کو کہل شمار کرتے، ان دو خبروں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ابن ابی عمیر سجدہ کی طوالت میں (جو کہ انتہائے خضوع اور کمال عبادت اور بندے کے حالات میں سے پروردگار کے نزدیک زیادہ قرب کی حالت ہے اور ابلیس کے لیے سخت ترین عمل ہے) معروف اور محل توجہ تھے اور ابن ابی عمیر نے اس عمل میں اپنے امام زمانہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اقتدا کی، کیونکہ آنجناب سجدہ طویل اور زیادہ آنسو اور مناجات کثیرہ اور پے در پے تضرع وزاری کے حلیف و ساتھی تھے، ان کی فقہ و حدیث اور علم و اخلاق بھی اسی خانوادہ کے برکات میں سے تھے۔

ہر بوئے کہ از مشک و قرنفل شنوی
از دولت آں زلف چو سنبل شنوی

چھٹا محمد بن سنان ابوجعفر زاہری علماء کے کلمات اس کے بارے میں انتہائی مختلف ہیں یہاں تک کہ ایک ہی شخص، شیخ مفید نے اس کو کتاب ارشاد میں حضرت کاظم علیہ السلام کے خواص وثقات اور حضرتؑ کے شیعوں میں سے صاحب ورع وفقہ وعلم تحریر کیا ہے اور اپنے دوسرے رسالہ میں اسے مطعون شمار کیا ہے اور شیخ الطائفہ نے فہرست ورجال میں اسے ضعیف شمار کیا ہے اور کتاب غیبت میں خواص آئمہ علیہ السلام میں ممدوحین کی فہرست میں گنوایا ہے، جیسا کہ فرماتے ہیں کہ ممدوحین میں سے ہو۔

حمران بن اعین یہاں تک فرماتے ہیں اور انہیں میں سے ہے، ابوطالب قمی کی روایت کی بناء پر جو اس نے نقل کی ہے کہ میں حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں آپؑ کی زندگی کے آخری ایام میں حاضر ہوا تو میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے خداوند عالم صفوان بن یحییٰ ومحمد بن سنان وزکریا بن آدم اور سعد بن سعد کو میری طرف سے جزائے خیر دے، اس میں شک نہیں کہ انہوں نے میرے ساتھ وفا کی ہے۔

نیز شیخ فرماتے ہیں کہ باقی رہا محمد بن سنان تو بے شک علی بن حسین بن داؤد سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت جواد علیہ السلام کو محمد بن سنان کا ذکر خیر کرتے ہوئے سنا اور فرمایا خدا اس سے راضی رہے بسبب اس سے میری رضا کے، پس اس نے نہ کبھی میری مخالفت کی اور میرے والد کی اور آیۃ اللہ علامہ رفع اللہ مقامہ نے خلاصہ میں اس کے متعلق توقف کیا ہے اور کتاب مختلف میں فرمایا ہے کہ ہم بیان کر چکے ہیں محمد بن سنان کی روایت پر عمل کرنے کے رجحان کو اور سید ابن طاؤس نے فلاح السائل میں فرمایا ہے کہ میں نے ایسے شخص کی گفتگو سنی جو محمد بن سنان پر طعن وتشنیع کر رہا تھا اور شاید وہ صرف ان کے طعن پر مطلع ہوا ہے اور اس کے تزکیہ اور تعریف سے واقف نہیں ہوا اور یہی احتمال ہے بہت سے مطاعن سے متعلق پھر اس کے مدائح کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ حضرت جواد علیہ السلام کا معجزہ اس میں ظاہر ہوا، کیونکہ وہ نابینا تھا اور حضرتؑ نے اس کی آنکھوں کو مسح کیا تو اس کی بینائی پلٹ آئی جیسا کہ حضرت جواد علیہ السلام کے معجزات کی فصل میں اس واقعہ کا ذکر ہو چکا ہے، اور یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا اور عبادت گزار تھا۔

خلاصہ یہ کہ محمد بن سنان کے متعلق علماء نے کلام کو بسط دیا ہے جو شخص طالب ہے وہ رجوع کرے رجال کبیر وتعلیقہ ورجال سید اجل علامہ بحر العلوم اور خاتمہ مستدرک شیخ مرحوم کی طرف، کیونکہ اس مختصر تحریر میں اس کی گنجائش نہیں۔

کہتے ہیں کہ بعض عارفین نے محمد بن سنان کے حالات معلوم کرنے کے لیے قرآن سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (کہ بس اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں)

اور محمد بن سنان کا نسب زاہر مولی عمرو ابن حمق (جو کربلا میں شہید ہوا) تک جا پہنچتا ہے، اس طرح سے محمد بن سنان بن عبد اللہ بن زاہر اور پہلی جلد میں زاہر کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور محمد کی اولاد واحفاد میں کچھ لوگ راویان حدیث ہیں کہ جن میں سے ابوعیسیٰ محمد بن احمد بن محمد بن سنان ہے۔ جو کہ شیخ صدوق کے مشائخ واساتذہ میں سے ہے۔

بارہواں باب

امام عاشر بدر باہر ابوالحسن الثالث مولانا الہادی امام علی نقی صلوات اللہ علیہ کی تاریخ وسوانح

اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

حضرتؑ کی ولادت اسم مبارک اور کنیت

آپؑ کی ولادت کے سلسلہ میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ نے پندرہ ذی الحجہ ۲۱۲ ہجری مدینہ کے اطراف میں کہ جس جگہ کو صریا کہتے ہیں دنیا کو اپنے نور سے روشن کیا لیکن ابن عباس کی روایت ہے کہ آپؑ کی ولادت دو رجب یا پانچ میں واقع ہوئی، آپؑ کی والدہ معظمہ جلیلہ سمانہ مغربیہ ہیں جو سیدہ کے نام سے مشہور ہیں اور جنات الخلود میں ہے کہ وہ مخدرہ ہمیشہ مستحب روزہ سے رہتیں اور زہد وتقویٰ میں ان کی مثل ونظیر نہ تھی اور دار النظیم میں ہے کہ اس بی بی کی کنیت ام الفضل تھی اور محمد بن فرج اور علی بن مہزیار نے حضرت ہادیؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا میری والدہ میرے حق کو پہچانتی ہیں اور وہ اہل جنت میں سے ہیں اور شیطان سرکش ان کے قریب نہیں پھٹکتا اور کسی جبار عنید کا مکران تک نہیں پہنچے گا اور خدا ان کا حافظ ونگہبان ہے اور وہ صدیقین اور صالحین کی ماؤں سے پیچھے نہیں رہیں۔

آپؑ کا اسم گرامی علیؑ اور کنیت ابوالحسن ہے اور چونکہ امام موسیٰؑ وامام رضاؑ کی کنیت بھی ابوالحسنؑ ہے، لہذا تعین کے لیے آپؑ کو ابوالحسن الثالث کہتے ہیں، جیسا کہ امام رضاؑ کو ابوالحسنؑ ثانی کہتے ہیں اور کبھی ثالث کی جگہ ماضیؑ یا ہادیؑ یا عسکریؑ کا ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ علم حدیث کے ماہرین جانتے ہیں اور آپؑ کے زیادہ مشہور القاب نقیؑ اور ہادیؑ ہیں اور کبھی حضرتؑ کو نجیب ومرتضیٰؑ وعالم وفقیہ وناصح وامین ومؤتمن وطیب ومتوکل بھی کہتے ہیں، لیکن آپؑ آخری لقب کو پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنے صاحب اصحاب سے فرماتے تھے کہ اس لقب سے اعراض کریں، اس وجہ سے چونکہ اس زمانہ میں یہ متوکل علی اللہ خلیفہ کا لقب تھا اور چونکہ حضرتؑ اور آپؑ کے بیٹے امام حسن علیہ السلام نے سامرہ میں سکونت اختیار کرلی تھی اس محلہ میں کہ جسے عسکر کہتے تھے، لہذا ان دونوں بزرگوں کو اس جگہ کی نسبت سے عسکری کہتے تھے اور حضرتؑ کے شمائل میں ہے کہ آپؑ متوسط قد تھے اور چہرہ سرخ وسفید اور رخسار تھوڑے سے ابھرے ہوئے تھے اور آنکھیں بڑی ابرو کشادہ اور آپ کا چہرہ دلکش تھا اور آپؑ کا نقش نگین اللہ ربی وھو عصمتی من خلقہ تھا اور آپؑ کی ایک اور انگوٹھی تھی کہ جس کا یہ نقش تھا حفظ العھود من اخلاق المعبود اور سید بن طاؤس نے جناب عبدالعظیم حسنی سے روایت کی ہے کہ امام محمد

تقی علیہ السلام نے یہ حرز اپنے بیٹے امام علی نقی علیہ السلام کے لیے لکھا جب کہ وہ ابھی بچے تھے اور انہیں اس کا تعویز دیتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے تھے اور وہ حرز یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم. اللهم رب الملائكة والروح الخ اور یہ مکمل مہج الدعوات میں موجود ہے اور آپ کی تسبیح ہے۔ سبحان من هو دائم لا يسهو سبحان الله من هو قائم لا يلهو سبحان من هو غني لا يفتقر سبحان الله وبحمده.

دوسری فصل

امام علی نقی کے مختصر فضائل ومناقب ومکارم اخلاق

اس سلسلہ میں چند اخبار پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

پہلی خبر! شیخ طوسی نے کافور خادم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں جگہ ایک تھال رکھ دو تا کہ میں اس سے نماز کے لیے وضو کروں اور پھر مجھے کسی حاجت کے لیے بھیج دیا اور فرمایا کہ جب واپس آؤ تو تھال رکھ دینا تا کہ وہ اس وقت کے لیے مہیا ہو جب میں نماز پڑھنا چاہوں۔ پھر آپؑ چت لیٹ گئے تا کہ سو جائیں اور میں بھول گیا کہ حضرتؑ کی فرمائش پر عمل کرتا وہ سرد رات تھی پس اچانک میں ملتفت ہوا کہ حضرتؑ نماز کے لیے آئے ہیں اور مجھے یاد آیا کہ میں نے پانی کا برتن وہاں نہیں رکھا تھا کہ جہاں حضرتؑ نے فرمایا تھا، پس میں اپنی جگہ سے اٹھا حضرتؑ کی ملاقات کے خوف سے اور مجھے یہ دکھ ہوا کہ حضرتؑ اس پانی کے برتن کے حاصل کرنے میں سختی ومشقت برداشت کریں گے۔

اچانک آپ نے مجھے غصے کی حالت میں پکارا میں نے کہا انا للہ اب کیا عذر پیش کروں گا، کیا یہ کہوں کہ اس قسم کے کام کو بھول گیا تھا بہر حال سوائے آپؑ کے بلاوے پر جانے کے کوئی چارہ نہ دیکھا، پس میں آپؑ کی خدمت میں خوف واضطراب کی حالت میں گیا تو فرمایا وائے ہو تجھ پر کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں صرف ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہوں اور تو نے میرے لیے پانی گرم کر کے اس برتن میں رکھ دیا ہے۔

میں نے عرض کیا خدا کی قسم نہ تو میں نے وہ برتن وہاں رکھا ہے اور نہ اس میں پانی ڈالا ہے فرمایا الحمد للہ خدا کی قسم ہم خدا کی نعمت کو ترک نہیں کریں گے اور اس کے عطیہ کو رد کریں گے اور حمد ہے خدا کی جس نے ہمیں اطاعت گزاروں میں قرار دیا ہے اور ہمیں توفیق دی ہے اپنی عبادت پر اعانت ومدد کر کے بیشک رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم غضب ناک ہوتا ہے اس شخص پر جو اس کی

عطاء کو قبول نہ کرے۔

دوسری خبر! نیز شیخ نے روایت کی ہے لوگوں نے متوکل سے کہا کہ اس طرح کوئی شخص نہیں کرتا جس طرح تو علی بن محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ سلوک کرتا ہے، کیونکہ جس وقت وہ تیرے دربار میں آتا ہے تو جو شخص اس مکان میں ہوتا ہے وہ اس کی خدمت کرتا ہے اس حد تک کہ وہ دروازے پر لٹکے ہوئے پردہ کو نہیں رہنے دیتے کہ وہ خود بلند کرے اور دروازہ کھولے اور جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا تو کہیں گے کہ اگر خلیفہ کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ شخص اس امر خلافت کا مستحق ہے تو وہ اس طرح اس کے ساتھ سلوک نہ کرتا، لہذا جب وہ آئے تو اس کو بھی پردہ اٹھانے دے اور جانے دے جس طرح کہ باقی لوگ جاتے ہیں اور اسے بھی وہ زحمت برداشت کرنی پڑے جو دوسرے لوگوں کو کرنی پڑتی ہے۔

متوکل نے فرمان جاری کیا کہ کوئی شخص حضرت علی نقیؑ کی خدمت نہ کرے اور نہ ہی ان کے آگے پردہ اٹھائے اور متوکل بہت اہتمام کرتا ہے کہ جو خبریں اور مطالب اس کے گھر رونما ہوں ان سے وہ مطلع رہے، لہذا اس نے ایک شخص کو مقرر کیا ہوا تھا کہ جو واقعات کو اس کے لیے لکھتا تھا، پس اس شخص نے متوکل کے لیے لکھ بھیجا کہ جب علی بن محمد علیہ السلام مکان میں داخل ہوئے تو کسی نے ان کے سامنے سے پردہ بلند نہیں کیا، لیکن ایسی ہوا آئی کہ جس نے پردہ اٹھا دیا اور حضرتؑ بغیر کسی تکلیف کے اندر داخل ہو گئے۔

متوکل نے کہا کہ آپؑ کے باہر جانے کے وقت پورا خیال رکھنا، دوبارہ متوکل کے معین شدہ اخبار نویس نے لکھا کہ اس مرتبہ مخالف سمت سے ہوا آئی اور اس نے پردہ کو اٹھایا اور حضرتؑ بغیر کسی زحمت کے باہر چلے گئے، متوکل نے دیکھا کہ اس کام میں تو حضرتؑ کی فضیلت ظاہر ہو گئی، لہذا فرمان جاری کیا کہ دستور سابق پر عمل کرو اور آپؑ کے سامنے سے پردہ اٹھایا جائے۔

تیسری خبر! امین الدین طبرسی نے محمد بن حسن اشتر علوی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور میرا باپ متوکل کے گھر کے دروازے پر کھڑے تھے، میں اس وقت بچہ تھا اور اولاد ابو طالب و بنی عباس و آل جعفر کی ایک جماعت وہاں موجود تھی، ہم کھڑے ہوئے تھے کہ حضرت ابوالحسن علی ہادی علیہ السلام تشریف لائے اور تمام لوگ آپؑ کی تعظیم کے لیے سواریوں سے اتر پڑے یہاں تک کہ حضرتؑ مکان کے اندر چلے گئے تو اس گروہ میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس لڑکے کے لیے کیوں پیادہ ہوں، حالانکہ نہ تو وہ شرافت نسبی میں ہم سے بڑھا ہوا ہے اور نہ ہی اس کا سن زیادہ ہے خدا کی قسم ہم اس کی تعظیم کے لیے پیادہ نہیں ہوں گے۔

ابو ہاشم جعفری کہنے لگا خدا کی قسم جب اس کو دیکھو گے تو اس کے لیے ضرور پیادہ ہو گے، پس تھوڑی دیر گزری کہ حضرتؑ تشریف لائے، جب ان لوگوں کی نظر آپؑ پر پڑی تو سب کے سب پیادہ ہو گئے، ابو ہاشم نے ان سے فرمایا کیا تم نہیں کہتے تھے کہ ہم اس کے لیے پیادہ نہیں ہوں گے، کیا ہوا کہ تم اتر پڑے، کہنے لگے خدا کی قسم ہم خود پر قابو نہ پا سکے اور بے اختیار اتر آئے۔

چوتھی خبر! شیخ یوسف بن حاتم شامی نے در النظیم میں اور سیوطی نے در المنثور میں تاریخ الخطیب سے محمد بن یحییٰ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن یحییٰ بن اکثم نے واثق باللہ خلیفہ عباسی کی مجلس میں سوال کیا، جب کہ فقہا حاضر تھے کہ حج کے موقعہ پر حضرت آدم کا سر کس نے مونڈا تھا تمام لوگ جواب دینے سے عاجز رہے، واثق نے کہا کہ میں ایسے شخص کو بلاتا ہوں جو اس کا جواب

دے گا، پس اس نے کسی کو حضرت ہادیؑ کے پاس بھیجا اور حضرتؑ کو لایا گیا، پس واثق نے پوچھا کہ اے ابوالحسنؑ ہمیں یہ بتایئے کہ حج کے موقعہ پر حضرت آدمؑ کا سر کس نے مونڈا تھا۔

فرمایا اے امیر میں تم سے خواہش کرتا ہوں کہ تو مجھے اس سوال کے جواب سے معاف کر دے، وہ کہنے لگا میں آپؑ کو قسم دیتا ہوں کہ جواب عنایت فرمائیں۔

فرمایا اب اگر تو میرا عذر قبول نہیں کرتا تو سن، مجھے میرے والد نے میرے جد سے، انہوں نے اپنے والد سے اور اپنے جد رسول خداؐ سے خبر دی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آدمؑ کا سر تراشنے کے لیے جبریل مامور ہوئے اور وہ جنت سے ایک یاقوت لے آئے، وہ آدمؑ کے سر پر پھیرا تو ان کے سر کے بال گر پڑے اور جہاں جہاں تک اس یاقوت کی روشنی گئی وہ جگہ حرم میں داخل ہو گئی۔

پانچویں خبر! شیخ اربلیؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت ہادیؑ ایک دن سامرہ سے کسی مہم کے سلسلہ میں جو آپؑ کو درپیش تھی، کسی بستی کی طرف گئے اور ایک شخص عرب آپؑ کی تلاش میں سامرہ آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ حضرتؑ فلاں بستی میں گئے ہیں، وہ عرب حضرتؑ کے ملنے کے ارادہ سے اس بستی میں گیا، جب آپؑ کی خدمت میں پہنچا تو حضرتؑ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کیا حاجت ہے۔

وہ کہنے لگا کہ میں کوفہ کے عربوں میں سے آپؑ کے جد امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کے مستمسکین میں سے ایک شخص ہوں، مجھ پر قرض کا بہت بوجھ ہو گیا ہے کہ جس نے مجھے پریشان کر دیا ہے آپؑ کے علاوہ مجھے کوئی نظر نہیں آیا جو اسے ادا کرے، حضرتؑ نے فرمایا کہ خوش اور شاد رہو، پس آپؑ نے اس شخص کو اپنے ساتھ ٹھہرا لیا، جب صبح ہوئی تو حضرتؑ نے اس سے کہا کہ میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں اور تجھے خدا کی قسم اس کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ اعرابی نے کہا کہ میں مخالفت نہیں کروں گا تو آپؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک کاغذ لکھا اس میں اعتراف کیا کہ حضرتؑ کے ذمہ ہے کہ وہ اس اعرابی کو مال دیں اور اس مال کا آپؑ نے اس کاغذ میں تعین فرمایا تھا اور اس کا اندازہ اس کے قرض کی تعداد سے کہیں زیادہ تھا۔

فرمایا کہ یہ خط لے لو اور جب میں سامرہ میں پہنچ جاؤں تو میرے پاس اس وقت آنا جب کہ لوگوں کی ایک جماعت میرے ہاں موجود ہو تو اس چیز کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور اس پر زور دینا، تجھے خدا کی قسم اس کے خلاف نہ کرنا۔

وہ عرب کہنے لگا کہ ایسا ہی کروں گا اور وہ خط لے لیا، پس جب آپؑ سامرہ میں پہنچ گئے اور آپؑ کی خدمت میں اصحاب خلیفہ اور دوسرے لوگوں کا ایک گروہ حاضر ہوا تو وہ شخص آیا اور وہ خط نکالا اور اسی طرح مطالبہ کیا کہ جس طرح حضرتؑ نے اسے نصیحت کی تھی حضرتؑ نے نرمی اور ملائمت کے ساتھ اس سے گفتگو کی اور معذرت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں اس کو پورا کروں گا اور تجھے خوش کروں گا۔

متوکل تک یہ خبر پہنچی تو اس نے تیس (۳۰) ہزار درہم حضرتؑ کی طرف بھیجے اور وہ رقم آپؑ نے اپنے پاس رکھ لی، جب وہ شخص آیا تو فرمایا کہ یہ مال لے لو اور اس سے اپنا قرض ادا کرو اور باقی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو اور ہمیں معذور سمجھو، اعرابی کہنے لگا اے فرزند رسولؐ خدا کی قسم میرا مقصد تو اس مال کے تیسرے حصہ سے بھی کم تھا لیکن اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ، خدا بہتر

جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے اور وہ مال لے کر چلا گیا۔

مولف کہتا ہے کہ حضرتؑ کی یہ منقبت مشابہ ہے اس کے جو حضرتؑ کے متعلق روایت ہوئی ہے اور وہ روایت ابوامامہ سے دیلمی نے اعلام الدین میں اس طرح نقل کی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا کیا میں تمہیں حضرت خضرؑ کی خبر نہ بتاؤں۔

وہ کہنے لگے ہاں اللہ کے رسولؐ، فرمایا! ایک دفعہ بنی اسرائیل کے ایک بازار میں جا رہے تھے کہ اچانک ایک مسکین کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو وہ کہنے لگا مجھے صدقہ دیجئے خدا آپ کو برکت دے، خضر نے کہا کہ میں خدا پر ایمان لایا ہوں جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہے وہ ہوگا، لیکن میرے پاس کچھ نہیں جو میں تجھے دے دوں۔

وہ مسکین کہنے لگا میں آپؑ کو وجہ اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ پر صدقہ کیجئے کیونکہ میں خیر کے آثار آپؑ کے چہرے پر دیکھ رہا ہوں اور آپؑ سے خیر کی امید رکھتا ہوں۔

حضرت خضرؑ کہنے لگے میں خدا پر ایمان لایا ہوں، بیشک تو نے مجھ سے امر بزرگ کے وسیلہ سے سوال کیا ہے میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں تجھے دے دوں، مگر یہ کہ میرا ہاتھ پکڑ لے اور مجھے فروخت کر دے۔

مسکین کہنے لگا یہ بات کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے خضرؑ کہنے لگے میں تجھ سے سچی بات کہہ رہا ہوں کیونکہ تو نے ایک بڑی چیز کا واسطہ دے کر مجھ سے سوال کیا ہے اور تو نے سوال کیا ہے میرے پروردگار کی وجہ سے، لہذا مجھے فروخت کر دے، پس وہ آپؑ کو بازار میں لے گیا اور چار سو درہم کے بدلے بیچ دیا تو آپؑ ایک مدت تک خریدار کے پاس رہے لیکن اس نے آپؑ کو کسی کام پر نہ لگایا۔

پس جناب خضرؑ نے فرمایا کہ تو نے مجھے خدمت کرنے کے لیے خریدا ہے تو مجھے کسی کام کا حکم دے وہ کہنے لگا میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں زحمت و تکلیف میں ڈالوں، کیونکہ تم بوڑھے ہو آپؑ نے فرمایا نہیں زحمت میں نہیں ڈالو گے، یعنی جو کچھ کہو میں اس پر قدرت رکھتا ہوں وہ کہنے لگا پھر اٹھ کے یہ پتھر منتقل کرو (یعنی اس جگہ سے انہیں اس جگہ پر لے جاؤ) اور ایک دن میں انہیں چھ آدمی منتقل نہیں کر سکتے تھے، پس آپؑ کھڑے ہوئے اور اسی وقت ان سب کو منتقل کر دیا، وہ شخص کہنے لگا احسنت و اجملت یعنی تو نے اچھا کام کیا اور ایسی قوت تجھ میں ہے جو کسی میں نہیں ہے۔

پس اس شخص کو سفر پر جانا پڑا تو وہ حضرت خضرؑ سے کہنے لگا میرا خیال ہے کہ تم امین شخص ہو، پس تم میری جانشینی کرو اور اچھی طرح سے قائم مقامی کے فرائض انجام دینا، لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ تمہیں مشقت و تکلیف میں ڈالوں، فرمایا نہیں مجھے مشقت میں نہیں ڈال رہے ہو۔

وہ شخص کہنے لگا میرے واپس آنے تک تم کچھ اینٹیں میرے لیے بناؤ پس وہ شخص سفر پر چلا گیا اور جب واپس آیا تو جناب خضرؑ اس کے لیے ایک پختہ مکان بنا چکے تھے، پس وہ شخص کہنے لگا وجہ خدا کا واسطہ دے کر تم سے ایک سوال کرتا ہوں کہ تمہارا حسب اور

تمہارا معاملہ کیا ہے۔

جناب خضرؑ نے فرمایا کہ تو نے امر عظیم کے ذریعہ مجھ سے سوال کیا اور وہ ہے وجہ خداوند اور وجہ خدا نے ہی مجھے غلامی میں ڈالا ہے اب میں تجھے بتاتا ہوں میں وہی خضرؑ ہوں کہ جس کا نام لے کر ایک مسکین نے مجھ سے سوال کیا تھا اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو میں اس کو دیتا، اور اس نے وجہ خدا سے سوال کیا تھا، پس میں نے خود کو اس کی غلامی میں دے دیا اور اس نے مجھے فروخت کر دیا، اور تجھے میں خبر دوں کہ جس شخص سے بوجہ خدا سوال کریں اور وہ سائل کو رو کر دے باوجودیکہ اس پر قدرت رکھتا ہو تو وہ قیامت کے دن اس حالت پر کھڑا ہوگا کہ اس کے چہرے پر کھال گوشت اور خون نہیں ہوگا سوائے ہلتی ہڈیوں کے اور وہ شخص حرکت نہیں کر سکے گا۔

وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے آپؑ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے مشقت و زحمت میں ڈالا ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، تو نے مجھے اپنے پاس رکھا اور مجھ سے نیکی کی، وہ کہنے لگا میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں آپ میرے اہل و عیال و مال میں حکم کیجئے، جو کچھ خداوند عالم آپؑ کے لیے روشن کرے، یعنی یہاں رہ جایئے اور جو چاہیں کریں میں آپؑ کو اختیار دیتا ہوں، آپؑ جہاں چاہیں چلے جایئے، آپؑ نے فرمایا کہ مجھے آزاد کر دو تا کہ میں خدا کی عبادت کر سکوں، تو اس شخص نے ایسا ہی کیا، پس حضرت خضرؑ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے غلامی میں ڈالا اور پھر اس سے نجات دی۔

چھٹی خبر | قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ متوکل، واثق یا کسی اور خلیفہ نے اپنے لشکر کو حکم دیا جو کہ نوے ہزار ترکوں پر مشتمل تھا اور وہ سامرہ میں رہتا تھا کہ ہر شخص اپنے گھوڑے کا توبرہ سرخ مٹی سے پر کرے اور ایک وسیع بیابان میں ایک جگہ تھی، اس میں ایک دوسرے کی مٹی پر ڈالتے جائیں، انہوں نے ایسا ہی کیا تو ایک بڑے پہاڑ کے برابر جگہ ہوگئی اور اس کا نام تل مخالی (توبرے) رکھ دیا، اس وقت وہ خلیفہ اس ٹیلہ کے اوپر چڑھ گیا اور حضرت امام نقی علیہ السلام کو بھی وہاں بلایا اور کہنے لگا میں نے آپؑ کو یہاں اس لیے بلایا ہے تا کہ آپؑ میرے لشکر کو دیکھیں اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دے رکھا تھا کہ پوری زیب و زینت اور تمام ہتھیاروں کے ساتھ حاضر ہوں اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی شان و شوکت اور دبدبہ واقتدار دکھائے تا کہ حضرتؑ یا آپؑ کے اہل بیتؑ میں سے کوئی شخص کہیں خروج کا ارادہ نہ کرے۔

حضرتؑ نے فرمایا آیا چاہتے ہوں کہ میں بھی تمہیں اپنا لشکر دکھاؤں، وہ کہنے لگا جی ہاں، پس حضرتؑ نے دعا کی اور فرمایا دیکھو۔

جب اس نے نگاہ کی تو دیکھا کہ آسمان اور زمین کی درمیانی فضا مشرق سے لے کر مغرب تک ملائکہ سے پر ہے اور سب ہتھیاروں سے لیس ہیں، جب خلیفہ نے یہ حالت دیکھی تو اسے غش آ گیا، جب ہوش آیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ ہمیں تمہاری دنیا سے کوئی سروکار نہیں ہے امر آخرت میں مشغول ہیں اور تمہیں کوئی خدشہ اس چیز کا نہ رہے جو تم نے گمان کیا ہے یعنی اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ ہم تمہارے خلاف خروج کریں گے تو اس خیال سے راحت و آرام میں رہو ہم ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

ساتویں خبر | شیخ طوسی اور دوسرے اعلام نے اسحاق بن عبداللہ علوی عریضی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے والد اور

چچاؤں کے درمیان اختلاف ہوا ان چار دنوں کے متعلق کہ سال میں جن کا روزہ رکھنا مستحب ہے، پس وہ حضرت سوار ہوئے اور امام نقی علیہ السلام کی خدمت میں گئے اور آپؑ اس وقت مقام صبریا میں مقیم تھے، اس سے پہلے کہ آپؑ سامرہ جاتے یہ لوگ آپؑ کی خدمت میں پہنچ گئے تو آپؑ نے فرمایا کہ تم اس لیے آئے ہو کہ ان چار دنوں کے متعلق سوال کرو کہ سال میں جن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

کہنے لگے جی ہاں ہم صرف اسی چیز کے تعین کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

فرمایا وہ چار دن یہ ہیں ایک سترہ ربیع الاول کہ جس دن رسول خداؐ پیدا ہوئے تھے، دوسرا ستائیس رجب کہ جس دن آپؐ مبعوث برسالت ہوئے اور تیسرا دن پچیس ذیقعدہ کا ہے کہ جس دن زمین بچھائی گئی اور چوتھا اٹھارہ ذی الحجہ کا ہے اور وہ غدیر کا دن ہے۔

آٹھویں خبر! قطب راوندی نے کہا ہے کہ حضرت علی بن محمد ہادی علیہ السلام میں خصال امامت جمع تھیں اور آپؑ میں فضل و علم و خصال خیر بدرجہ کمال تھے او ۔ پؑ کے تمام اخلاق مثل آپؑ کے آباؤ اجداد کے اخلاق کے خارق عادت تھے، جب رات ہوتی تو آپؑ قبلہ رخ ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتے اور ایک لحظہ عبادت سے غافل نہ رہتے، اور آپ کا جسم مبارک پر ریشم کا جبہ ہوتا اور آپؑ کا سجادہ ایک حصیر کا تھا، اگر ہم آپؑ کے محاسن شمائل کو بیان کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

تیسری فصل

امام علی نقی علیہ السلام کے دلائل اور معجزات

ہم اس سلسلہ میں چند اخبار پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلی خبر! امالی ابن الشیخ میں منصوری اور کافور خادم سے مروی ہے کہ سامرہ میں آپؑ کا ایک ہمسایہ تھا کہ جسے یونس نقاش کہتے تھے وہ زیادہ اوقات حضرتؑ کی خدمت میں گزارتا تھا اور آپؑ کی خدمت کرتا تھا ایک دن وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحالیکہ وہ کانپ رہا تھا، عرض کرنے لگا اے میرے سید و سردار میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل خانہ کے ساتھ آپؑ اچھا برتاؤ کرنا۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا بات ہے اور تبسم فرماتے رہے عرض کیا کہ موسیٰ بن بغا نے ایک نگین مجھے دیا تھا تا کہ میں اس پر نقش کروں اور وہ نگینہ خوبی اور ۔ رگی کی وجہ سے ایسا ہے کہ اس کی کوئی قیمت نہیں کر سکتا جب میں نے چاہا کہ اس پر نقش کروں تو وہ ٹوٹ کر دو حصے ہو گیا اور کل اس کے وعدہ کا دن ہے، اور موسیٰ بن بغا یا تو مجھے ہزار تازیانہ لگائے گا یا قتل کر دے گا۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر کل تک جا کر رہو اور تم سوائے بھلائی کے کچھ نہیں دیکھو گے، دوسرے دن اول صبح حضرتؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ موسیٰ بن بغا کا قاصد نگینہ کے لیے آیا ہے۔

فرمایا اس کے پاس جاؤ اور تمہیں سوائے خیر وخوبی کے کچھ نہیں نظر آئے گا، وہ شخص کہنے لگا جب اس کے پاس جاؤں تو کیا کہوں حضرتؑ نے فرمایا تم اس کے پاس جاؤ اور سنو کہ وہ تم سے کیا کہتا ہے اور سوائے خیر کے کچھ نہیں ہوگا، وہ نقاش چلا گیا اور کچھ دیر بعد ہنستا ہوا واپس آیا اور عرض کیا کہ میں جب موسیٰ کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ میری کنیزیں اس نگینہ کے لیے جھگڑ رہی ہیں آیا ممکن ہے کہ آپ اس کے دو کر دیں تا کہ دو نگینے ہو جائیں اور ان کا جھگڑا ختم ہو جائے، جب آپؑ نے سنا تو حمد خدا بجا لائے اور فرمایا پھر تو نے اس کے جواب میں کیا کہا ہے کہنے لگا میں نے کہا ہے کہ مجھے مہلت دو تا کہ میں اس معاملہ میں غور وفکر کروں، حضرتؑ نے فرمایا اچھا جواب دیا ہے۔

دوسری خبر! شیخ صدوق نے امالی میں ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ فقر وفاقہ کی مجھ پر شدت ہوئی تو میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا آپؑ نے مجھے اجازت بخشی اور فرمایا اے ابو ہاشم تو خدا کی عطاء کردہ نعمتوں میں سے کس شکر ادا کر سکتا ہے، ابو ہاشم کہتا ہے کہ میں نہ سمجھا کہ آپؑ کو کیا جواب دوں، حضرتؑ نے ابتدا کی اور فرمایا خدا نے ایمان تجھے عطاء فرمایا پس اس کی وجہ سے تیرا بدن آتش جہنم پر حرام کیا اور تجھے عافیت وسلامتی عطا کی تا کہ اطاعت کرنے کی وجہ سے تجھ پر عنایت کرے اور خدا نے تجھے قناعت دی ہے تا کہ آبرو ریزی سے تجھے محفوظ رکھے،

اے ابو ہاشم میں نے ابتداً تجھے یہ کلمات اس لیے کہے ہیں کہ چونکہ میرا گمان ہے کہ تو نے ارادہ کیا ہے کہ میرے پاس اس کی شکایت کرے کہ جس نے یہ تمام انعام تجھ پر کئے ہیں اور میں نے حکم دیا ہے کہ سو دینار زر سرخ کے تجھے دیں پس لے لے۔

مولف کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان سب نعمات الٰہیہ میں سے افضل ہے، کیونکہ تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار اسی پر ہے۔

اور بحار کی پندرہویں جلد میں ہے، باب الرضا بموہبۃ الایمان یعنی یہ باب ایمان کی بخشش پر راضی رہنے کے لیے ہے اور یہ کہ ایمان سب نعمتوں سے زیادہ عظیم ہے، پس ہم اللہ سبحانہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ایمان کو ہمارے دلوں میں ثابت رکھے اور ہمارے نامہ اعمال کو گناہوں سے پاک رکھے اور ایمان کے بعد نعمت عافیت وسلامتی ہے، پس اللہ تعالیٰ سے عافیت دنیا وآخرت کا سوال کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ رسول خداؐ کی خدمت میں عرض ہوا کہ اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو اپنے خدا سے کیا چاہوں فرمایا عافیت چاہو اور عافیت کے بعد نعمت قناعت ہے آیہ شریفہ **من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔**

(اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے یعنی کردار شائستہ، وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو، کیونکہ عمل بغیر ایمان مستحق جزا نہیں ہے، پس البتہ ہم اسے دنیا میں پاک خوش زندگی دیں گے) کے ذیل میں معصوم سے سوال ہوا کہ یہ حیاۃ طیبہ جو کہ خوش زندگی ہے یہ کیا ہے، فرمایا قناعت۔

اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ کوئی مال موجود چیز پر قناعت کرنے سے زیادہ نفع بخش نہیں، فقیر کہتا ہے کہ روایات قناعت کی فضیلت میں بہت ہیں، لیکن اس جگہ نقل کرنے کی گنجائش نہیں، منقول ہے کہ ایک حکیم سے کہا گیا کہ سونے سے بہتر کوئی چیز آپ نے دیکھی ہے، کہنے لگا ہاں وہ قناعت ہے۔

اس لیے بعض حکماء کے کلام میں ہے کہ اس نے کہا استغناؤك عن الشي خير من استغنائك به کسی چیز سے مستغنی ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ اس کے ذریعہ سے غنی حاصل کرو، کہا گیا ہے کہ دیوجانس کلبی جو کہ اساطین حکماء یونان میں سے ایک ہے، وہ شخص متقشف وزاہد تھا اور اس نے کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کیا تھا، اور اس نے اپنے لیے رہنے کی کوئی جگہ بھی نہیں بنائی تھی، جب اسکندر نے اسے اپنے دربار میں بلایا، وہ حکیم اسکندر کے قاصد سے کہنے لگا، اسکندر سے کہو کہ جو چیز تجھے میرے پاس آنے سے روک رہی ہے اسی چیز نے مجھے تیرے پاس آنے سے باز رکھا ہے، جس نے تجھے منع کیا وہ تیری سلطنت ہے اور جس نے مجھے روکا وہ میری قناعت ہے کسی نے بہت اچھا کہا ہے وجدت القناعة اصل الغناء وصرت باذيالها ممتسك فلا ذا يرانی علی بابه ولا ذا يرانی به منهمك وعشت غنياً بلا درهم امر علی الناس شبه الملك.

یعنی میں نے قناعت کو غنی و تونگری کی اصل وجڑ پایا ہے اور میں اس کے دامن سے وابستہ ہو گیا ہوں، پس نہ یہ شخص مجھے اپنے دروازے پر دیکھتا ہے اور نہ یہ مجھے تونگری حاصل کرنے میں گھسا ہوا دیکھتا ہے، اور میں تونگر ہوں بغیر درہم و دینار کے اور میں لوگوں کے سامنے بادشاہ کی طرح گزرتا ہوں۔

کیمائے کنم ترا تعلیم
کہ در اکسیر و صنعت نیست
روز قناعت گزیں کہ درعالم
کیمیائے بہ از قناعت نیست

اور مولانا الرضاء کی طرف یہ شعر منسوب ہیں۔

لبست بالعفة ثوب الغنی
وصرت امشی شامخ الراس
لست الی الناس فتستانسا
لكننی انس بالناس!
اذا رايت التيه من ذی الغنی
تهت علی التايه باليأس

مان تفاخرت علی معدم
ولا تضعضعت لا فلاس

پاکدامنی کی وجہ سے میں نے تونگری کا لباس پہن لیا اور میں سر اونچا کر کے چلتا ہوں، میں جانوروں کے ساتھ مانوس نہیں ہوتا، بلکہ لوگوں کے ساتھ انس پکڑتا ہوں، جب میں تونگر میں تکبر دیکھتا ہوں تو متکبر سے نا امیدی اور اس کی وجہ سے تکبر کرتا ہوں، میں نے کبھی فقیر پر فخر نہیں کیا اور نہ کبھی فقر و فاقہ سے گھبرایا ہوں۔

تیسری خبر! ابن شہر آشوب اور قطب راوندی نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو آپؑ نے مجھ سے ہندی زبان میں گفتگو کی، میں صحیح طور پر جواب نہ دے سکا آپؑ کے پاس ایک کوزہ پڑا تھا جو سنگریزوں سے پر تھا، پس آپؑ نے سنگریزہ اٹھایا اور اُسے چوس کر میری طرف پھینکا، میں نے اسے منہ میں رکھ لیا، خدا کی قسم میں آپؑ کی خدمت سے نہیں اٹھا تھا، مگر یہ کہ تہتر زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا کہ جن میں سے پہلی ہندی زبان تھی۔

چوتھی خبر! نیز ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مولا حضرت امام علی نقی ہادی علیہ السلام سے شکایت کی کہ جب میں آپؑ کی خدمت سے سامرہ سے رخصت ہوتا ہوں اور بغداد جاتا ہوں تو آپ کی ملاقات کا شوق مجھ میں پیدا ہو جاتا ہے اور میرے پاس کوئی سواری سوائے اس ٹٹو کے کہ جو کمزور ہے نہیں ہوتی اور حضرتؑ سے خواہش کی کہ آپؑ اپنی زیارت پر قادر ہونے کی میرے لیے دعا فرمائیں، حضرتؑ نے فرمایا اے ابو ہاشم خدا تجھے قوت دے اور تیرے ٹٹو کو بھی، حضرت کی دعا کے بعد یہ عالم تھا کہ ابو ہاشم صبح کی نماز بغداد میں پڑھتے اور اپنے ٹٹو پر سوار ہو جاتے اور وہ بغداد و سامرہ کی درمیانی مسافت کو طے کرتے اور اسی دن زوال کے وقت سامرہ میں پہنچ جاتے اور اگر چاہتے تو اسی دن بغداد کی طرف واپس چلے جاتے اور یہ عجیب دلائل میں سے تھا جو مشاہدہ میں آتا تھا۔

پانچویں خبر! امالی شیخ طوسی میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ میں سامرہ میں کراہت و ناپسندی کی حالت میں آیا، اب اگر یہاں سے جاؤں تو کراہت و ناپسندیدگی میں جاؤں گا۔

روای نے کہا اے میرے آقا و سردار یہ کس لیے فرمایا، اس کی آب و ہوا کی اچھائی اور یہاں درد و تکلیف نہ ہونے کی وجہ سے، پھر آپؑ نے فرمایا کہ سامرہ خراب ہوگا، یہاں تک کہ اس میں صرف ایک سرائے اور گزرنے والوں کے لیے سبزی ہوگی۔

چھٹی خبر! قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ اہل اصفہان کی ایک جماعت روایت کرتی ہے کہ اصفہان میں ایک شخص تھا کہ جسے عبدالرحمن کہتے تھے اور وہ شیعہ مذہب کا تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ تو نے کس طرح شیعہ مذہب اختیار کیا ہے اور امام علی نقی

علیہ السلام کی امامت کا قائل ہوا۔

وہ کہنے لگا ایک معجزہ کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ میں فقیر و محتاج تھا باوجود اس کے میں صاحب جرات تھا، ایک سال مجھے اہل صفان نے ایک گروہ کے ساتھ ظلم کی فریاد کے لیے متوکل کے پاس بھیجا، جب ہم متوکل کے پاس پہنچے تو ایک دن ہم اس کے مکان کے دروازے پر حاضر تھے کہ امام علی نقی علیہ السلام کو طلب کرنے کا حکم ہوا، میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس کے حاضر کرنے کا متوکل نے حکم دیا ہے، اس نے کہا کہ یہ علویین میں سے ایک شخص ہے کہ رافضی جسے امام سمجھتے ہیں، پھر وہ کہنے لگا کہ ممکن ہے کہ متوکل نے اسے قتل کرنے کے لیے بلایا ہو، میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ وہ علوی نہ آجائے، اور میں اسے دیکھ نہ لوں، پس اچانک ایک شخص گھوڑے پر سوار آیا اور لوگ اس کے احترام میں دائیں بائیں صف کشیدہ ہو گئے اور اسے دیکھنے لگے، پس جب میری نظر آپؑ پر پڑی تو ان کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی اور میں دل ہی دل میں ان کے لیے دعا کرنے لگا کہ خداوند عالم متوکل کے شر سے ان کو محفوظ رکھ۔

آنجنابؑ لوگوں کے درمیان سے گزر رہے تھے کہ درآنحالیکہ آپؑ کی نگاہ اپنے گھوڑے کی گردن کے بالوں پر تھی اور دوسری طرف نہیں دیکھتے تھے، یہاں تک کہ میرے قریب پہنچے اور میں آپؑ کے حق میں دعا کرنے میں مشغول تھا جب میرے مدمقابل پہنچے تو فرمایا کہ خدا تیری دعا قبول کرے اور تیری عمر کو طویل اور تیرے مال و اولاد کو زیادہ کرے، جب میں نے یہ سنا تو مجھے لرزہ طاری ہوا اور ساتھیوں کے درمیان گر پڑا۔

تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے میں نے کہا کہ خیر ہے اور میں نے اپنی حالت کسی سے بیان نہ کی جب میں اصفہان کی طرف واپس آیا تو خداوند عالم نے مجھے بہت سا مال دیا اب جو مال میرے پاس گھر میں موجود ہے اس کی قیمت دس لاکھ درہم ہے علاوہ اس کے جو گھر سے باہر ہے، اور میری اولادیں دس ہیں اور میری عمر بھی ستر سال سے اوپر ہو چکی ہے اور میں اس شخص کی امامت کا قائل ہوں جس نے مجھے میرے دل کی بات بتائی اور اس کی دعا میرے حق میں قبول ہوئی۔

ساتویں خبر! نیز قطب راوندی نے ایک روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متوکل کے زمانہ میں ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں زینب بنت فاطمہ زہرا علیہا السلام ہوں۔

متوکل کہنے لگا کہ جناب زینبؑ کے زمانہ سے لے کر اب تک بہت زیادہ سال گزر گئے ہیں اور تو تو ابھی جوان ہے۔

وہ کہنے لگی کہ رسول خداؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور دعا کی تھی کہ ہر چالیس سال کے بعد میری جوانی عود کر آئے گی، متوکل نے مشائخ بزرگان آل ابو طالب و اولاد عباس اور قریش کو جمع کیا، سب کہنے لگے کہ وہ جھوٹ بولتی ہے، جناب زینب نے تو فلاں سال میں وفات پائی ہے۔

وہ عورت کہنے لگی کہ یہ سب جھوٹ بولتے ہیں میں لوگوں سے پوشیدہ رہتی تھی، اور کوئی شخص میرے حالات سے باخبر نہیں تھا، اب میں ظاہر ہوئی ہوں۔

متوکل نے قسم کھائی کہ حجت و دلیل کے ساتھ اس کے دعویٰ کو باطل کرنا چاہیے، وہ کہنے لگے پھر کسی کو بھیجو تا کہ فرزند رضاؑ کو بلا لائیں، شاید وہ کسی حجت سے اس عورت کی بات کو باطل کریں۔

متوکل نے آپؑ کو بلایا اور اس عورت کا قصہ آپؑ سے بیان کیا، آپ نے فرمایا یہ جھوٹ بولتی ہے جناب زینب علیہا السلام نے تو فلاں سال میں وفات پائی ہے۔

وہ کہنے لگا یہ بات تو یہ حضرات بھی کر چکے ہیں، اس کے قول کے بطلان پر کوئی حجت و دلیل بیان کیجئے، فرمایا اس کے قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ اولاد جناب فاطمہ علیہا السلام کا گوشت درندوں پر حرام ہے اس کو شیروں کے پاس بھیج دو، اگر یہ سچ کہتی ہے تو اسے شیر نہیں کھائیں گے۔

متوکل نے اس عورت سے کہا کہ اب کیا کہتی ہے، وہ کہنے لگی یہ شخص چاہتا ہے کہ مجھے اس سبب سے قتل کرے۔

حضرتؑ نے فرمایا یہ لوگ اولاد فاطمہؑ سے ہیں جس کو چاہو بھیج دو تا کہ یہ مطلب واضح ہو جائے۔

راوی کہتا ہے اس وقت سب کے ہوش اڑ گئے، بعض کہنے لگے کیوں دوسروں کا حوالہ دیتا ہے، خود کیوں نہیں جاتا۔

متوکل کہنے لگا اے ابوالحسنؑ آپؑ خود ان کے پاس کیوں نہیں جاتے، آپؑ نے فرمایا یہ تیری خواہش پر ہے، اگر چاہو تو میں ان کے پاس چلا جاتا ہوں، متوکل نے اس چیز کو غنیمت سمجھا، کہنے لگا کہ آپؑ خود درندوں کے پاس تشریف لے جائیں، پس سیڑھی رکھ دی گئی اور حضرتؑ درندوں کی جگہ چلے گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے شیر آپؑ کی خدمت میں آئے اور خضوع و خشوع سے اپنے سر آپؑ کے سامنے زمین پر رکھ دیئے، اور حضرتؑ اپنا ہاتھ ان کے سروں پر پھیرتے رہے، پھر انہیں حکم دیا کہ ایک طرف لوٹ جاؤ، سب ایک طرف ہو گئے اور حضرتؑ کے حکم کی اطاعت کی، وزیر متوکل نے کہا یہ کام درست نہیں ہے، آنجنابؑ کو جلدی سے بلاؤ تا کہ لوگ یہ چیز نہ دیکھنے پائیں، ابھی آپؑ نے پاؤں سیڑھی پر رکھا ہی تھا کہ شیر آپؑ کے گرد جمع ہو گئے اور وہ اپنا جسم حضرتؑ کے لباس سے مس کرتے تھے، حضرت نے اشارہ کیا کہ واپس چلے جاؤ تو وہ واپس چلے گئے۔

پس حضرتؑ اوپر آ گئے اور فرمایا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اولاد فاطمہؑ سے ہوں وہ اس جگہ جا بیٹھے، اس وقت وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے باطل دعویٰ کیا تھا، میں فلاں شخص کی بیٹی ہوں اور فقر و فاقہ نے مجھے مجبور کیا کہ یہ دعویٰ کروں۔

متوکل نے کہا کہ اسے شیروں کے پاس پھینک دو تا کہ وہ اسے چیر پھاڑ کھائیں، متوکل کی ماں نے اس کے سفارش کی تو متوکل نے اسے معاف کر دیا۔

آٹھویں خبر! شیخ مفید اور دوسرے علماء نے خیران اسباطی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں گیا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت سے مشرف ہوا، حضرتؑ نے مجھ سے پوچھا کہ واثق کا کیا حال ہے میں نے کہا کہ وہ خیر و عافیت سے ہے، دس دن ہوئے کہ میں اس کے پاس آیا ہوں فرمایا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ میری ملاقات تمام لوگوں کی نسبت اس سے زیادہ ہے اور میں اس کے حالات سے زیادہ باخبر ہوں،

فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے۔

جب میں نے یہ کلام سنا تو میں سمجھا کہ لوگوں کے لفظ سے آپؑ کی مراد اپنی ذات ہے، پھر فرمایا جعفر نے کیا کیا ہے، میں نے عرض کیا بدترین حالت میں قید خانے میں بند تھا، فرمایا وہ خلیفہ ہو جائے گا، پھر فرمایا ابن زیات کیا کرتا تھا، میں نے کہا کہ لوگوں کے معاملات اس کے ہاتھ میں تھے اور اسی کا حکم چلتا تھا۔

فرمایا اس کی ریاست اس کے لیے شوم و بدبختی کا سبب بن جائے گی، پھر کچھ دیر خاموش رہ کر آپؑ نے فرمایا تقدیرات الٰہی اور احکام خداوندی کے جاری ہونے سے کوئی چارہ کار نہیں، اے خیران جان لو کہ واثق مر گیا ہے، اور جعفر متوکل اس کی جگہ بیٹھا ہے اور ابن زیات قتل ہو گیا ہے۔

میں نے عرض کیا قربان جاؤں یہ واقعات کب رونما ہوئے، فرمایا تیرے وہاں سے آنے سے چھ دن بعد، مولف کہتا ہے کہ واثق ہارون بن معتصم بن عباس کا نواں خلیفہ ہے اور جعفر متوکل اس کا بھائی ہے جو اس کے بعد خلیفہ ہوا اور ابن زیات بن عبدالملک کاتب صاحب تنور معروف ہے جو کہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں امر وزارت میں مشغول تھا، جب متوکل خلیفہ ہوا تو اسے قتل کر دیا، جیسا کہ امام جواد علیہ السلام کے معجزات میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

نویں خبر! شیخ طوسی نے فحام سے محمد بن احمد ہاشمی منصوری سے اس کے باپ کے چچا ابو موسیٰ عیسیٰ بن احمد بن عیسیٰ بن منصور سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ متوکل نے مجھے اپنے سے دور کر دیا ہے، میری روزی قطع کر دی ہے اور وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے اور اس میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا، سوائے اس کے کہ اسے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ میں اس سے عقیدت رکھتا ہوں، پس جس وقت کوئی اس سے آپؑ خواہش کریں کہ جس کا قبول کرنا اس پر لازم ہو تو مناسب ہے کہ مجھ پر فضل و کرم کرتے ہوئے وہ خواہش میرے لیے قرار دیجئے۔

حضرتؑ نے فرمایا انشاء اللہ تیرا کام ٹھیک ہو جائے گا، جب رات ہوئی تو چند افراد متوکل کی طرف سے پے در پے میری تلاش میں آئے اور مجھے اس کے پاس لے گئے جب میں متوکل کے مکان کے قریب گیا تو میں نے فتح بن خاقان کو مکان کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا، کہنے لگا رات کو بھی تم اپنے مکان پر نہیں رہتے اور ہمیں تکلیف میں ڈال دیتے ہو کہ متوکل نے ہمیں تمہاری تلاش کی وجہ سے مصیبت و رنج و سختی میں ڈال رکھا ہے، پس میں متوکل کے پاس گیا اور اسے میں نے اپنے بستر پر دیکھا۔

کہنے لگا اے ابو موسیٰ ہم تجھ سے غافل ہو جاتے ہیں اور تو ہمیں فراموش کر دیتا ہے اور ہمیں اپنے حقوق یاد نہیں دلاتا، اب بتا کہ کیا کچھ تیرے ذمہ ہے میں نے کہا کہ فلاں صلہ و عطا اور فلاں رزق، پس میں نے چند چیزوں کا نام لیا تو اس نے حکم دیا کہ وہ چیزیں دگنی کر کے مجھے دیں، پر میں فتح بن خاقان سے کہا کہ امام علی نقی علیہ السلام یہاں تشریف لائے تھے، اس نے کہا کہ نہیں میں نے کہا پھر آپؑ نے کوئی خط متوکل کو بھیجا ہے کہنے لگا کہ نہیں، پس میں باہر نکلا تو فتح میرے پیچھے آیا اور کہنے لگا کہ مجھے اس میں شک نہیں کہ تو نے امام علی نقی علیہ السلام سے دعا کی خواہش کی ہے پس میرے لیے بھی حضرتؑ سے دعا

کی خواہش کر۔

جب میں حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا اے ابو موسیٰ یہ خوشی کا چہرہ، میں نے کہا جی ہاں آپؑ کی برکت سے اے میرے سید وسردار لیکن مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ آپ اس کے پاس نہیں گئے اور نہ ہی آپؑ نے اس سے خواہش کی ہے۔

فرمایا خداوند عالم جانتا ہے کہ ہم مہمات میں صرف اسی سے پناہ لیتے ہیں اور سختیوں اور مصیبتوں میں اسی پر توکل کرتے ہیں اور ہمیں اس نے عادی بنایا ہے کہ جب ہم سوال کریں تو وہ پورا کرتا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم اس سے عدول کریں تو وہ بھی ہم سے روگردانی کرے۔

میں نے کہا کہ فتح نے مجھے اس طرح کہا ہے فرمایا وہ ظاہر میں ہمیں دوست رکھتا ہے اور اپنے باطن میں ہم سے دور رہتا ہے ،اور کسی دعا کرنے والے کے لیے دعا فائدہ مند نہیں جب تک کہ ان شرائط کے ساتھ دعا نہ کرے جب تو اطاعت خدا میں خلوص برتے اور رسول خدا کی رسالت اور ہم اہل بیت کے حق کا اعتراف کرے اور پھر خدا سے کسی چیز کا سوال کرے تو وہ تجھے محروم نہیں کرے گا۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم کیجئے کہ باقی دعاؤں میں سے مجھے اس کے ساتھ مخصوص قرار دیجئے ،فرمایا یہ دعا ایسی ہے کہ جس کے ساتھ میں خدا کو بہت پکارتا ہوں اور میں نے خدا سے طلب کیا ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو محروم نہ کرے جو میرے مشہد میں اسے پڑھے اور وہ دعا یہ ہے۔

یا عدتی عند العدد و یا رجائی والمعتمد و یا کهفی والسند و یا واحد یا احد یا قل هو الله احد اسئلك اللهم بحق من خلقته من خلقك ولم تجعل فی خلقك مثلهم احداً ان تصلی علیهم و تفعل بی کیت و کیت۔

دسویں خبر! قطب راوندی نے ہبۃ اللہ بن ابو منصور موصلی سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے دیار ربیعہ (جہاں ربیعہ قبیلہ رہتا تھا) میں ایک عیسائی کاتب تھا جو توانا کے اہل کفر میں سے تھا اور اس کا نام یوسف بن یعقوب تھا اور میرے والد اور اس کے درمیان دوستی تھی، پس وہ ایک دفعہ میرے والد کے ہاں آیا تو اس نے پوچھا کہ اس وقت کس لیے آئے ہو، کہنے لگا کہ مجھے متوکل نے بلایا ہے، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ اس نے مجھے کیوں بلایا ہے مگر یہ کہ میں نے اپنی وصیت وسلامتی خداوند عالم سے سو اشرفی پر خریدی ہے اور وہ رقم اپنے ساتھ اٹھا کر لایا ہوں تا کہ وہ حضرت علی بن محمد رضا علیہ السلام کو دوں، میرا والد کہنے لگا کہ تو اس ارادہ میں موفق ہوا ہے جو تو نے کیا ہے پس وہ عیسائی متوکل کے پاس جانے کے لیے باہر گیا اور تھوڑے دنوں کے بعد واپس ہمارے پاس خوشحال وشاداں آیا، میرے والد نے اس سے کہا کہ اپنے حالات ہم سے بیان کرو، کہنے لگا میں سامرہ گیا اور اس سے پہلے کبھی سامرہ نہیں گیا تھا میں ایک مکان میں اترا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ بہتر یہ ہے کہ متوکل کے پاس جانے سے پہلے یہ سو اشرفی اس سے پہلے کہ مجھے کوئی پہچانے اور میری آمد کو سمجھے فرزند رضا علیہ السلام کو پہنچا دوں اور مجھے معلوم ہوا کہ متوکل کے فرزند رضا علیہ السلام کو سوار ہونے سے منع کر

رکھا ہے اور وہ اپنے مکان پر ہی رہتے ہیں۔

میں نے دل میں کہا کہ کیا کروں، میں عیسائی شخص ہوں، اگر فرزند رضا علیہ السلام کے گھر کا اتہ پتہ کسی سے پوچھوں تو اس سے مامون نہیں ہوں کہ یہ خبر بڑی جلدی متوکل تک پہنچ جائے گی اور یہ اس چیز کی زیادتی کا سبب بنے کہ جس کی وجہ سے میں اس سے ڈر رہا ہوں، پس میں نے ایک گھنٹہ تک اس پر غور وفکر کی تو میرے دل میں آیا کہ میں اپنے گدھے پر سوار ہو جاؤں اور شہر میں پھرتا رہوں اور اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دوں، جہاں چاہے جائے شاید اس دوران حضرتؑ کے مکان کی اطلاع مل جائے بغیر اس کے کہ کسی سے پوچھوں۔

پس میں نے وہ رقم ایک کاغذ میں لپیٹ کر اپنے کیسہ میں رکھ لی، اور اپنے گدھے پر سوار ہو گیا، پس وہ جانور اپنی خواہش پر جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ کوچہ و بازار سے گزر کر ایک مکان کے دروازے پر جا کر رک گیا، پس میں نے کوشش کی کہ آگے چلے لیکن اس نے حرکت نہ کی، میں نے اپنے غلام سے کہا کہ ذرا پوچھو یہ کس کا مکان ہے، لوگوں نے بتایا کہ یہ فرزند رضا علیہ السلام کا مکان ہے۔

میں نے کہا اللہ اکبر خدا کی قسم یہ دلیل کافی ہے اچانک ایک سیاہ فام غلام گھر سے باہر نکلا اور کہنے لگا کہ یوسف بن یعقوب تو ہے، میں نے کہا ہاں، وہ کہنے لگا کہ اپنی سواری سے اترو، میں اترا تو اس نے مجھے دہلیز میں بٹھا دیا اور خود مکان کے اندر چلا گیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بھی دوسری دلیل ہے اس غلام کو میرے نام کا علم کہاں سے ہوا، حالانکہ اس شہر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو مجھے پہچانتا ہو اور میں اس شہر میں کبھی بھی نہیں آتا، پس وہ خادم باہر آیا اور کہنے لگا جو سو اشرفی تو نے کاغذ میں لپیٹ کر کیسہ میں رکھی ہوئی ہیں وہ لے آ۔ میں نے وہ رقم نکال کر اس کو دے دی اور کہا کہ یہ تیسری دلیل ہے۔

پھر وہ خادم واپس آیا اور کہنے لگا کہ اندر آجاؤ، پس میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ تنہا اپنی جگہ پر بیٹھے تھے، فرمایا اے یوسف آیا تیری ہدایت کا زمانہ نہیں آیا۔

میں نے عرض کیا اے میرے مولا میرے لیے اس قدر برہان و دلیل ظاہر ہوئی ہے کہ جو کافی ہے فرمایا ہیہات (دور کی بات) تو اسلام نہیں لائے گا، البتہ تیرا فلاں بیٹا اسلام لائے گا اور وہ ہمارا شیعہ ہے، اے یوسف کچھ لوگوں کو یہ گمان ہے کہ ہماری ولایت و دوستی تمہارے جیسے اشخاص کو فائدہ نہیں دیتی خدا کی قسم وہ جھوٹ بولتے ہیں وہ تمہارے جیسے اشخاص کو بھی نفع دیتی ہے پس جاؤ اس چیز کی طرف کہ جس کے لیے آئے ہو بیشک تم وہ کچھ دیکھو گے جو دوست رکھتے ہو۔

یوسف کہتا ہے پس میں متوکل کے پاس گیا اور اس مقصد تک پہنچا کہ جس کا میں ارادہ رکھتا تھا، پھر میں واپس آ گیا ہبۃ اللہ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کے بیٹے سے اس کے باپ کے مرنے کے بعد ملاقات کی خدا کی قسم وہ مسلمان اور اچھا شیعہ تھا، پس اس نے مجھے خبر دی کہ اس کا باپ حالت عیسائیت ہی میں مرا اور وہ اسلام لے آیا، اور اپنے باپ کی موت کے بعد وہ کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مولا کی بشارت ہوں۔

گیارھویں خبر! شیخ طبرسی نے ابوالحسین سعید بن سہل بصری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جعفر بن قاسم ہاشمی بصری وقف

کا قائل تھا (یعنی امام موسیٰ تک رک جانا اور کہنا کہ ان کے بعد کوئی امام نہیں) اور میں اس کے ساتھ سامرہ میں تھا کہ اچانک امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام نے اسے ایک راستہ پر دیکھا، اس سے فرمایا کہ تم کب تک سوتے رہو گے، کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم اپنے خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔

جعفر نے کہا تو نے سنا جو کچھ علی بن محمد علیہ السلام نے مجھے کہا ہے۔ قدواللہ قدح فی قلبی شیئا، خدا کی قسم اس نے میرے دل کی ایک چیز پر اثر کیا ہے، پس چند دنوں کے بعد خلیفہ کی اولاد میں سے کسی کا ولیمہ تھا اور ہمیں اس کی دعوت تھی اور امام علی نقی علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ مدعو تھے،

جب آپؑ وہاں تشریف لائے تو آپؑ کے احترام میں سب لوگ خاموش ہو گئے ایک جوان اس مجلس میں تھا اس نے آپ کا احترام نہ کیا اور باتیں کرنے اور ہنسنے لگا۔

حضرتؑ نے اس کی طرف رخ کیا، اور فرمایا اے فلاں تو فمی سے اپنا دہن پر کرتا ہے اور ذکر خدا سے غافل ہے حالانکہ تو تین دن بعد اہل قبور میں سے ہوگا۔

راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا یہ چیز ہماری دلیل ہو جائے گی، دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے اس جوان نے آپ کا کلام سننے کے بعد سکوت کیا اور ہنسنے اور باتیں کرنے سے منہ بند کیا، ہم کھانا کھا کر باہر آ گئے دوسرے دن وہ جوان بیمار ہو گیا اور تیسرے دن اول صبح وہ فوت ہو گیا اور دن کے آخری حصہ میں اسے دفن کر دیا گیا۔

نیز سعید نے بیان کیا ہے کہ اہل سامرہ میں سے ایک شخص کے ولیمہ میں ہم جمع ہوئے اور حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمد علیہ السلام بھی وہاں تشریف رکھتے تھے، پس ایک شخص کھیل تماشہ اور مزاح کرنے لگا اور اس نے حضرتؑ کی جلالت و احترام کا خیال نہ کیا، پس حضرتؑ نے جعفر سے فرمایا کہ یہ شخص اس کھانے میں سے کھانا نہیں کھا سکے گا اور بہت جلد ہی اسے ایسی خبر ملے گی جو اس کے عیش و عشرت کو ناخوش اور ناگوار بنا دے گی، پس خوان طعام لے آئے جعفر کہنے لگا اس کے بعد کوئی بات نہیں ہوگی اور علیؑ بن محمد علیہ السلام کا قول باطل ہو گیا، خدا کی قسم اس شخص نے اپنے ہاتھ کھانا کھانے کے لیے دھوئے اور کھانے کے لیے گیا، اس حالت میں اچانک اس کا غلام روتا ہوا دروازے سے آیا اور کہنے لگا اپنی ماں کی خبر لو جو مکان کی چھت سے گر پڑی ہے اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔

جعفر نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگا خدا کی قسم اب میں وقف کا قائل نہیں رہوں گا اور اپنے آپ کو واقفہ سے الگ کر لیا اور حضرتؑ کی امامت کا اعتقاد اختیار کر لیا۔

بارھویں خبر ا ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت ہادی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا درآنحالیکہ وہ خوفزدہ تھا اور کانپ رہا تھا اور عرض کیا کہ میرے بیٹے کو آپؑ کی محبت کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا ہے اور آج رات اسے قتل کر پھینکیں گے اور اسی جگہ اسے دفن کر دیں گے، حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو۔

عرض کیا جو کچھ ماں باپ چاہتے ہیں یعنی اپنے بیٹے کی سلامتی چاہتے ہیں، فرمایا اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں اور بیشک کل

تمہارا بیٹا تمہارے پاس آئے گا۔ جب صبح ہوئی تو اس کا بیٹا اس کے پاس آیا، وہ کہنے لگا اے میرے بیٹے تیرا واقعہ کس طرح ہے کہنے لگا جب انہوں نے میری قبر کھودی اور میرے ہاتھ باندھ دیئے تو دس افراد پاک و پاکیزہ و خوشبودار میرے پاس آئے اور مجھ سے رونے کا سبب پوچھا میں نے اپنے رونے کا سبب بتایا، وہ کہنے لگے اگر طالب مطلوب ہو جائے یعنی جو شخص تجھے پھینکنا چاہتا ہے اور ہلاک کرنا چاہتا ہے وہ پھینکا جائے تو تو تجرد و تنہائی کی زندگی اختیار کرے گا اور شہر سے چلا جائے گا، اور تربت رسولؐ کی ملازمت اور وہاں رہائش اختیار کرے گا، میں نے کہا ہاں۔

پس انہوں نے حاجب کو پکڑ لیا اور اسے پہاڑ کی بلندی سے گرایا اور کسی نے اس کی چیخ و پکار نہیں سنی اور نہ لوگوں نے ان دس افراد کو دیکھا اور وہ دس اشخاص مجھے آپؑ کے پاس لے آئے ہیں اور اب وہ میرے باہر آنے کے منتظر کھڑے ہیں کہ میں ان کے پاس جاؤں۔

پس ابن نے اپنے باپ کو رخصت کیا اور چلا گیا، پس اس کا باپ امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے بیٹے کے حالات آپؑ سے بیان کئے اور بہت قسم کے لوگ آپس میں کہتے جاتے تھے کہ فلاں جوان کو انہوں نے پھینکا ہے اور اس طرح کیا ہے، اور اس طرح کیا ہے، اور امام علیہ السلام تبسم کرتے اور فرماتے کہ یہ لوگ نہیں جانتے جو کچھ کہ ہم جانتے ہیں۔

تیرہویں خبر! قطب راوندی نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ متوکل نے ایک مجلس (نشست گاہ) شبکہ دار بنائی تھی اس طرح کہ سورج اس کی دیوار پر گردش کرے، اور اس میں خوش الحان پرندے ٹھہرے ہوئے تھے، پس جب اس کی سلامی کا دن ہوتا تو وہ اس مجلس میں بیٹھتا تو بسبب ان پرندوں کی چیخ و پکار کے نہ وہ سن سکتا تھا کہ اسے کیا کہا جا رہا ہے اور نہ یہ سنا جاتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

پس جب امام علی نقی علیہ السلام اس مجلس میں تشریف لاتے تو وہ پرندے خاموش ہو جاتے اس طرح کہ ان میں سے ایک پرندہ کی آواز بھی سنائی نہ دیتی اور جب حضرت اس مجلس سے اٹھ جاتے تو پرندے چیخنا چلانا شروع کر دیتے، اور متوکل کے پاس چند کبوتر تھے جس وقت آپ تشریف لاتے تو وہ حرکت بھی نہ کرتے اور جب آپؑ چلے جاتے تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا اور جنگ کرنا شروع کر دیتے۔

چوتھی فصل

حضرت ہادی علیہ السلام کے چند منقولہ کلمات

پہلا ارشاد! آپؑ نے فرمایا جو اپنے نفس سے راضی اور خوش رہے اور خود پسند ہو تو اس پر ناراض اور ناخوش ہونے والے

زیادہ ہو جائیں گے، فقیر کہتا ہے مناسب ہے سعدی کے یہ تین ارشاد یہاں نقل کئے جائیں۔

بخشم کسان در نیاید کسے
کہ از خود بزرگی نماید بسے
مگو تا بگو یند شکرت ہزار
چو خود گفتی از کس توقع مدار
بزرگان نہ کروند در خود نگاہ
خدا بینی از خویشتن بین مخواہ

دوسرا ارشاد فرمایا صبر کرنے والے کے لیے ایک مصیبت ہے اور جزع فزع کرنے والے کے لیے دو ہیں، فقیر کہتا ہے ظاہراً جزع کرنے والی کی دو مصیبتیں (یوں ہیں) ایک تو وہ مصیبت جو اس پر وارد ہوئی ہے اور دوسری مصیبت اس مصیبت کا اجر ثواب نہ ملنا بسبب اس کی جزع و بیتابی کے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم ہو اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ کے لیے ایک کاغذ پر اس کے فرزند کی موت پر اسے تعزیت دیتے ہوئے تحریر فرمایا، بیشک تیرا بیٹا عطا کی خوشگوار بخششوں میں سے تھا اور عاریتہً دی ہوئی چیزوں میں سے تھا جو بطور امانت سپرد کی جاتی ہیں، خدا نے تجھے اس سے رشک وخوشی کی حالت میں نفع پہنچایا اور اس نے اسے تجھ سے بہت سے اجر کے بدلے لے لیا ہے اور درود رحمت اور ہدایت ہے، اگر تو صبر کرے اور اس کے اجر کا خدا سے طالب ہو، پس تجھ پر دو مصیبتیں جمع نہ ہو جائیں کہ تیرا اجر حبط وساقط ہو جائے اور تو پشیمان ہو اس چیز پر جو تجھ سے فوت ہوئی ہے۔

صبر کی مدح اور ثواب کے متعلق روایات بہت ہیں، یہاں ایک روایت اور ایک حکایت پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب مومن کو قبر میں داخل کرتے ہیں تو نماز اس کی دائیں طرف ہوتی ہے اور زکوۃ اس کی بائیں طرف اور اس کا نیکی واحسان کرنا اس کو جھانک رہا ہوگا اور اس کا صبر اس کی ایک جانب ہوگا، پس جب دو سوال کرنے والے ملائکہ کے سوال کا وقت آئے گا تو صبر نماز وزکوۃ ونیکی سے کہے گا کہ اپنے ساتھی کی خبر گیری کرو، یعنی میت کی نگاہ داری کرو، پس جب اس سے عاجز آ جاؤ تو پھر میں تو اس کے پاس ہی موجود ہوں، باقی رہی حکایت تو بعض تواریخ سے منقول ہے کہ کسریٰ ایران بزرجمہر حکیم پر غضب ناک ہوا اور حکم دیا کہ اسے ایک تاریک جگہ میں قید کر دیا جائے اور اسے لوہے کی زنجیروں میں قید کیا جائے پس چند دن اسی حالت میں گزر گئے تو ایک دن کسی کو بھیجا کہ وہ اس کی خبر لے اور اس کی حالت پوچھے۔

جب وہ پیغام رساں آیا تو اسے کشادہ سینے اور مطمئن سانس کے ساتھ دیکھا وہ کہنے لگا کہ تو اس تنگی وسختی میں ہے لیکن اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ تو آسائش اور فراخی میں زندگی گزار رہا ہے۔

حکیم کہنے لگا میں نے ایک معجون چھ چیزوں سے درست کی ہے اور اسے استعمال کیا ہے لہذا اس نے مجھے اس خوشحالی میں

رکھا ہوا ہے۔

وہ قاصد کہنے لگا وہ معجون ہمیں بھی دیکھا تا کہ ہم بلاؤں اور مصیبتوں میں اسے استعمال کریں، شاید ہم بھی اس سے فائدہ اٹھائیں، فرمایا وہ چھ چیزیں ہیں پہلی خدا پر اعتماد، دوسری یہ کہ جو کچھ مقدر میں ہو چکا ہے ہو کے رہے گا، تیسری یہ کہ صبر بہترین چیز ہے کہ جسے امتحان میں مبتلا شخص استعمال کرے، چوتھی یہ کہ اگر صبر نہ کروں تو کیا کرو گے، پانچویں یہ کہ شاید ایسی مصیبت وارد ہو جو اس مصیبت سے زیادہ سخت ہو، چھٹی یہ کہ ایک لحظہ سے دوسرے لحظہ تک کشائش ہے۔ جب اس مطلب کی کسریٰ کو اطلاع دی گئی تو اس نے حکم دیا اور اسے قید و بند سے رہا کر کے اس کی تعظیم کی جائے۔

تیسرا ارشاد فرمایا بیہودگی بیوقوفوں کی خوش طبعی اور جاہلوں کی کاریگری ہے، فقیر کہتا ہے کہ یہ معنی اس صورت میں ہے کہ اگر ہزل لام کے ساتھ ہو اور اگر لفظ ہزل ہمزہ کے ساتھ ہو جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے تو پھر معنی ہے ریشخندی و فسون اور مسخرہ پن اور اس میں شک نہیں کہ یہ عمل رذیل و اوباش اور پست فطرت لوگوں کا ہے اور اس عمل والے شخص کو دین ایمان کی کوئی خبر نہیں اور عقل و دانائی کا اس میں کوئی اثر و نشان نہیں اور کئی مرحلے وہ منزل انسانیت سے دور اور انسانیت کا نام اس سے متروک ہے۔

چوتھا ارشاد فرمایا بیدار رہنا نیند کو زیادہ لذیز بناتا ہے اور بھوک کھانے کو زیادہ عمدہ اور پاکیزہ کرنے والی ہے۔

پانچواں ارشاد فرمایا یاد کرو اس وقت کو جب اپنے اہل و عیال کے سامنے زمین پر پڑا ہو، پس کوئی طبیب نہیں جو تجھ سے موت کو روک سکے اور نہ کوئی دوست ہے جو تجھے اس وقت نفع پہنچائے، مولف کہتا ہے کہ حضرتؑ نے وقت احتضار کی طرف اشارہ کیا ہے، وہی حالت کہ جس کے متعلق خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد کیا ہے اذا بلغت التراقی و قیل من راق، یعنی جب روح حلق تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا یعنی محتضر کے گھر والے کہیں گے کون ہے دعائیں پڑھ کر دم کرنے والا اور دوائیوں کے ساتھ علاج کرنے والا یا ملائکہ رحمت کہیں کہ کیا اسے رحمت کے آسمان کی طرف اٹھا کر لے جائیں یا ملایکہ عذاب اسے جہنم کی طرف لے چلیں، وظن انہ الفراق اور مرنے والا یقین کرلے کہ جو کچھ اس پر نازل ہوا ہے یہ جدائی ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ بندہ تو شواہد موت کا علاج کر رہا ہوتا ہے، حالانکہ اس کے جوڑ اور اعضاء ایک دوسرے کو سلام کر رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تجھ پر سلام ہو تو مجھ سے اور میں تجھ سے قیامت تک کے لیے جدا ہو جاؤں گا والتفت الساق بالساق اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے مل جائے گی، یعنی اس کی پنڈلیاں موت کے ہول سے اور جان کنی کی سختی اور شدت سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جاتی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ موت کی شدت کے ساتھ آخرت کی شدت جمع ہو جائے گی۔

فقیر کہتا ہے کہ میں نے مناسب سمجھا کہ اس مقام پر اس دعائے شریف کو نقل کروں تا کہ ناظرین اس کے پڑھنے سے فیض یاب ہوں۔

اِلٰهی کیف اصدر عن بابك بخیبة منك وقد قصدت علی ثقة بك الٰهی کیف

تو یسنی من عطائك و قد امر تنی بد عائك صل علی محمد وآل محمد وارحمنی اذاشتد الا نین و حظر علی العمل وانقطع منی الامل وافضیت الی المنون وبکت علی العیون وودعنی الا هل والا حباب وحثی علی التراب ونسی اسمی وبلی جسمی وانطمس ذکری وهجر قبری فلم یزرنی زائر ولم یذکرنی ذاکر وظهرت منی المائم واستولت علی المظالم وطالت شکایة الخصوم واتصلت دعوة المظلوم صل اللهم علی محمد وآل محمد وارض خصومی عنی بفضلك واحسانك وجد علی بعفوك ورضوانك الهی ذهبت ایام لذاتی وبقیت مآثمی وتبعاتی وقد اتیتك منیباً تائبا فلا تردنی محروماً ولا خائباً اللهم آمن روعتی واغفر زلتی وتب علی انك انت التواب الرحیم۔

الہی توئی آگہ از حال من
عیانست پیش تو احوال من
توئی از کرم دلنواز ہمہ
بہ بیچارگی چارہ شاز ہمہ
بجرم گناہ شرمسارم مکن
اگر طاعتم روکن درقبول
من دوست ودامان آل رسول

چھٹا ارشاد فرمایا جو چیزیں مقدر ہو چکی ہیں وہ تجھے وہ چیزیں دکھاتی ہیں جنہوں نے تیرے دل میں خطور نہیں کیا۔

ساتواں ارشاد فرمایا حکمت ودانائی فاسد طبیعتوں پر اثر نہیں کرتی، فقیر کہتا ہے کہ اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خنزیروں کی گردنوں میں جواہرات نہ ڈالو، وارد ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا! اے بنی اسرائیل حکمت کی باتیں جاہلوں کے سامنے بیان نہ کرو ورنہ حکمت پر تم نے ظلم کیا ہے اور جو اس کے اہل ہیں ان سے منع نہ کرو ورنہ ان پر ظلم کیا ہے اور عمدہ کہا ہے کسی نے ان لکل تربة غرما ولکل بناء أسا و ما کل راس یستحق التیجان ولا کل طبیعة یستحق افادة البیان، ہر زمین کے لیے الگ درخت بوئے جاتے ہیں اور ہر منزل کی

الگ اساس ہوتی ہے اور ہر سر تاج کا مستحق نہیں ہوتا اور ہر طبیعت بیان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔

قال العالم علیہ السلام آپؑ نے فرمایا ملائیکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا ہو۔

تانگی فرشتہ آید در کے
از دیوار صورت زدرودرد سگ

پس اگر بیان کرنا لازمی ہو تو اتنی مقدار پر اختصار کر کہ جہاں تک اس کی فہم پہنچ سکے اور جس کی اس کے ذہن میں گنجائش ہو، پس کہا گیا ہے کہ جس طرح پھلوں کا گودا لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے تو ان کے چھلکے چوپاؤں کے لیے مقدر کئے گئے ہیں، پس حکمت کا گودا صاحبان عقل و فراست کے لیے ہے اور اس کے چھلکے بھیڑ بکریوں جیسے لوگوں کے لیے ہیں۔

آٹھواں ارشاد فرمایا جب زمانہ ایسا ہو کہ ظلم و جور غالب ہو تو حرام ہے کہ کسی کے متعلق تو برا گمان کرے جب تک کہ اس کی برائی کا تجھے علم نہ ہو جائے اور جب زمانہ ایسا ہو کہ ظلم و جور عدل پر غالب آ جائیں تو پھر کسی کے لیے مناسب نہیں کہ کسی کے متعلق اچھا گمان رکھے جب تک اس میں اچھائی کو دیکھ نہ لے۔

مولف کہتا ہے کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں اس خبر کو نقل کروں، حمران سے روایت ہوئی ہے کہ اس نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ کی برحق حکومت کب ظاہر ہوگی، فرمایا اے حمران تیرے دوست بھائی اور شناسا موجود ہیں، ان کے حالات سے تو اپنے زمانہ کے حالات جان سکتا ہے یہ وہ زمانہ نہیں کہ امام حق خروج کر سکے، تحقیق گزشتہ زمانہ میں ایک عالم تھا جس کا ایک بیٹا تھا جو اپنے باپ کے علم کی طرف میل و رغبت نہیں رکھتا اور نہ اس سے سوال کرتا تھا عالم اور اس کا ایک ہمسایہ تھا جو اس کے پاس آتا اور اس سے سوال کرتا اور اس کا علم تحصیل کرتا تھا، پس اس عالم کی موت کا وقت آ گیا تو اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا اے بیٹا تو نے مجھ سے علم اخذ نہیں کیا اور تو اس میں رغبت کم رکھتا تھا اور تو نے مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا اور میرا ایک ہمسایہ ہے جو مجھ سے سوال کرتا اور میرا علم حاصل کرتا اور اسے یاد رکھتا تھا، اگر تجھے میرے علم کی ضرورت ہو تو میرے ہمسائے کے پاس جانا اور اس کا پتہ نشان بتایا اور اس کی پہچان کرائی، پھر وہ عالم رحمت ایزدی سے واصل ہو گیا اور اس کا بیٹا باقی رہ گیا۔

پس اس وقت کے بادشاہ نے خواب دیکھا اور خواب کی تعبیر کے لیے اس عالم کے حالات پوچھے، لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے بادشاہ نے پوچھا کہ کوئی اس کا بیٹا موجود ہے لوگوں نے بتایا کہ ہاں اس کا بیٹا موجود ہے پس بادشاہ نے اس لڑکے کو بلایا۔

جب بادشاہ کا ملازم اس کو بلانے آیا تو وہ کہنے لگا، خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ بادشاہ مجھے کیوں بلا رہا ہے اور میرے پاس علم نہیں ہے اگر اس نے مجھ سے کوئی سوال کیا تو میں رسوا ہو جاؤں گا، پس اسی حالت میں اسے باپ کی وصیت یاد آئی اور اس شخص کے گھر گیا کہ جس نے اس کے باپ سے علم سیکھا تھا، کہنے لگا بادشاہ نے بلایا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ اس نے مجھے کس لیے بلایا ہے، اور مجھے میرا باپ حکم دے گیا ہے کہ اگر مجھے علم کی ضرورت پڑے تو میں تیرے پاس آؤں۔

وہ شخص کہنے لگا مجھے معلوم ہے کہ بادشاہ نے تجھے کیوں بلایا ہے اگر تجھے بتادوں تو جو کچھ تجھے حاصل ہو وہ میرے اور اپنے درمیان ساری تقسیم کرنا۔

وہ کہنے لگا جی ہاں، پس اس نے اسے قسم دی اور اس سلسلہ میں اس سے ایک تحریر لے لی کہ وہ اس وعدہ کی شرط کی وفا کرے گا، پھر وہ کہنے لگا کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا ہے اور تجھے بلایا ہے تا کہ تجھ سے پوچھے کہ یہ زمانہ کون سا زمانہ ہے تو جواب میں کہو کہ یہ بھیڑیے کا زمانہ ہے۔

پس جب وہ لڑکا بادشاہ کے دربار میں گیا تو اس نے پوچھا کہ میں نے تجھے کس لے بلایا ہے، وہ کہنے لگا تو نے مجھے اس خواب کی وجہ سے بلایا ہے جو تو نے دیکھا ہے کہ یہ کون سا زمانہ ہے، بادشاہ نے کہا کہ تو سچ کہہ رہا ہے، پس بتا کہ یہ کیسا زمانہ ہے اس نے کہا کہ یہ بھیڑیے کا زمانہ ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے جائزہ و انعام دیا جائے اس نے انعام لیا اور اپنے گھر چلا گیا لیکن اپنی شرط پوری نہ کی اور اس شخص کا حصہ اسے نہ دیا اور کہنے لگا شاید اس مال کے ختم ہونے سے پہلے میں مر جاؤں اور دوبارہ مجھے اس شخص سے دوبارہ سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

پس جب اسی طرح کچھ وقت گزر گیا تو بادشاہ نے دوسرا خواب دیکھا اور کسی کو بھیج کر اس لڑکے کو بلایا، اب لڑکا پشیمان ہوا کہ اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ میرے پاس تو علم ہے نہیں کہ میں بادشاہ کے پاس جاؤں اب اس عالم کے پاس کیسے جاؤں اور اس سے کس طرح سوال کروں، حالانکہ اس سے مکر و فریب کر چکا ہوں اور اس کے وعدہ کی وفا نہیں کی، پس کہنے لگا بہر حال میں دوبارہ اس کے پاس جاتا ہوں اور اس سے معذرت چاہتا ہوں اور دوبارہ قسم کھاتا ہوں کہ اس دفعہ وفا کروں گا شاید وہ مجھے تعلیم دے۔

پس وہ اس عالم کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے کیا جو کچھ کیا ہے اور اپنے عہد و پیمان پر وفا نہیں کی اور جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب ختم ہو گیا ہے اور کوئی چیز میرے پاس باقی نہیں رہی، اب مجھے تیری ضرورت پڑی ہے تجھے قسم خدا دیتا ہوں کہ مجھے محروم نہ کر، اب میں تجھ سے عہد و پیمان باندھتا اور قسم کھاتا ہوں کہ اس دفعہ جو میرے پاس آیا وہ میں تیرے اور اپنے درمیان تقسیم کروں گا، اس وقت مجھے بادشاہ نے بلایا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ اس نے کیوں مجھے بلایا ہے اور کیا پوچھنا چاہتا ہے۔

وہ عالم کہنے لگا اس نے تجھے بلایا ہے تا کہ دوبارہ تجھ سے سوال کرے اس خواب کے متعلق جو دیکھا ہے کہ یہ کونسا زمانہ ہے تو کہو کہ یہ گوسفند کا زمانہ ہے۔

پس جب وہ بادشاہ کے دربار میں گیا تو اس سے پوچھا کہ تجھے کس مقصد کے لیے بلایا ہے کہنے لگا تو نے خواب دیکھا ہے اور تو چاہتا ہے کہ مجھ سے سوال کرے کہ یہ کونسا زمانہ ہے بادشاہ کہنے لگا کہ تو نے سچ بتایا ہے، اب بتا کہ یہ کونسا زمانہ ہے۔

اس نے کہا کہ گوسفند کا زمانہ ہے، پس بادشاہ نے حکم دیا تو اسے صلہ دیا گیا اور جب گھر واپس آیا تو متردد ہوا کہ آیا اس عالم

کے ساتھ وفا کرے یا مکروفریب کر کے اسے اس کا حصہ نہ دے، پس بہت غوروفکر کے بعد کہنے لگا شاید اب مجھے اس کی ضرورت پیش نہ آئے اور ارادہ کیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ کرے اور اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو پورا نہ کرے۔

پس ایک مدت کے بعد پھر اسے بادشاہ نے بلایا تو وہ اپنے دھوکہ سے پشیمان ہوا اور کہنے لگا دو مرتبہ دھوکہ کرنے کے باوجود پھر میں کس طرح اس عالم کے پاس جاؤں اور خود مجھ کو علم نہیں کہ بادشاہ کو جواب دے سکوں، دوبارہ اس کی رائے اس پر برقرار ہوئی کہ وہ اس عالم کے پاس جائے۔

پس اس کی خدمت میں گیا تو اسے خدا کی قسم دی اور اس سے التماس کیا کہ وہ دوبارہ اسے خواب کی تعلیم دے اور کہنے لگا کہ اس دفعہ میں وفا کروں گا اور اب کے مکروفریب نہیں کروں گا، اب مجھ پر رحم کرو اور مجھے اس حالت میں نہ چھوڑو، پس اس عالم نے پیمان اور تحریریں اس سے لیں اور کہنے لگا پھر بادشاہ نے تجھے بلایا ہے تا کہ اس خواب کے متعلق سوال کرے جو اس نے دیکھا ہے کہ یہ کیا زمانہ ہے تو اس سے کہو یہ ترازو کا زمانہ ہے، جب یہ بادشاہ کے دربار میں گیا تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیوں بلایا ہے تو وہ جوان کہنے لگا کہ تو نے مجھے اس خواب کے لیے بلایا ہے جو دیکھا ہے اور تو مجھ سے پوچھنا چاہتا ہے کہ اب کونسا زمانہ ہے، بادشاہ نے کہا سچ کہتے ہو اب بتاؤ کہ کون سا زمانہ ہے، اس نے کہا ترازو کا زمانہ ہے، پس بادشاہ نے حکم دیا تو اس کو صلہ دیا گیا اور وہ صلہ اور انعاموں کو لے کر اس عالم کے پاس آیا اور اس کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا یہ سارا وہ مال ہے کہ جو مجھے ملا ہے اور میں اسے لے آیا ہوں تا کہ اسے اپنے اور آپ کے درمیان تقسیم کروں، وہ عالم کہنے لگا چونکہ پہلا بھیڑیوں کا زمانہ تھا اور تو بھیڑیا تھا، لہذا پہلی مرتبہ تو نے پختہ ارادہ کیا کہ وفائے عہد نہ کرے، اور دوسرا زمانہ چونکہ گوسفند کا تھا اور گوسفند ارادہ کرتا ہے کہ ایک فلاں کام کرے، لیکن کرتا نہیں تو نے بھی ارادہ کیا کہ وفا کرے لیکن کی نہیں اور یہ زمانہ چونکہ ترازو کا زمانہ ہے اور ترازو کا کام ہے حق کی وفا اور اس کو پورا کرنا، لہذا تو نے بھی وفائے عہد کیا، اب اپنا مال اٹھا لے کیونکہ مجھے اس کی حاجت وضرورت نہیں ہے، علامہ مجلسی فرماتے ہیں گویا حضرتؑ کی غرض ومقصد اس واقعہ کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ ہر زمانہ کے حالات ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے اور ملتے جلتے ہیں جب تو اپنے یار دوستوں کو دیکھتا ہے کہ وہ تجھ سے مقام عذر مکر ہیں تو امام علیہ السلام کس طرح ان کے عہد وپیمان پر اعتماد کرلیں اور مخالفین کے خلاف خروج کریں، اور جب ایسا زمانہ آیا کہ جس میں لوگ عہد وعدوں کو پورا کریں گے اور خدا کو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ امام علیہ السلام سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کریں گے تو امام علیہ السلام کو مامور بظہور وخروج قرار دے گا، خداوند عالم ہمارے اہل زمانہ کی اصلاح فرمائے اور یہ عطیہ عظمیٰ ان کو نصیب کرے۔بمحمد وآلہ الطاہرین

پانچویں فصل

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا مدینہ سے سامرہ کی طرف جانا اور مخالفین کی طرف سے آپؑ پر ہونے والے بعض ظلم و ستم اور حضرتؑ کی شہادت

واضح ہو کہ امام علی نقی علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور نشوونما مدینہ طیبہ میں ہوئی اور آپؑ کی عمر کے آٹھ سال گزرے تھے جب کہ آپؑ کے والد بزرگوار شہید ہوئے اور امامت آپؑ کی طرف منتقل ہوئی، آپؑ ہمیشہ مدینہ میں رہے یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں آپؑ کو اس نے سامرہ میں بلایا اس کا سبب یہ تھا کہ بریحہ عباسی نے جو حرمین کا امام جماعت تھا متوکل کو لکھا کہ اگر تجھے مکہ و مدینہ کی ضرورت ہے تو علیؑ بن محمدؑ کو اس علاقہ سے نکال دے، کیونکہ اس علاقہ کے اکثر لوگوں کو انہوں نے اپنا مطیع و فرمانبردار بنالیا ہے اور کچھ اور لوگوں نے بھی متوکل کو اسی مضمون کے خطوط لکھے اور عبداللہ بن محمد والی مدینہ بھی آپ کو بہت اذیت و تکلیف پہنچاتا اور زیادہ اہانت کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے بھی کئی خطوط آپؑ کے سلسلہ میں لکھے جو کہ متوکل کے غصہ اور غضب کا سبب ہوئے جب حضرتؑ کو یہ اطلاع ہوئی کہ والی مدینہ نے متوکل کو چند چیزیں لکھی ہیں جو آنجنابؑ کی نسبت اس کی اذیت و ضرر کا سبب نہیں بنیں گی تو آپؑ نے متوکل کو ایک خط لکھا اور اس میں درج کیا کہ والی مدینہ مجھے آزار و اذیت پہنچاتا ہے اور جو کچھ اس نے میرے متعلق لکھا ہے وہ کذب محض اور افتراء ہے، متوکل نے مصلحت کے طور پر آپؑ کو مشفقانہ خط لکھا اور اس میں امام زمانہ کی تعظیم و تکریم کی اور لکھا کہ چونکہ میں مطلع ہوا ہوں کہ عبداللہ بن محمد نے آپؑ کی نسبت ناروا سلوک کیا ہے لہذا اس کا منصب بدل دیا ہے اور اس کی جگہ محمد بن فضل کو مقرر کیا ہے اور اسے آپؑ کے اعزاز و اکرام و تجلیل کا حکم دیا ہے۔

یہ بھی حضرتؑ کو لکھا کہ خلیفہ آپؑ کی ملاقات وافر البرکات کا مشتاق ہوا ہے اور اس چیز کا خواہش مند ہے کہ اگر آپؑ کے لیے دشوار نہ ہو تو اس طرف تشریف لائیں اور اپنے اہل بیتؑ عزیزوں اور خدم و حشم میں سے جسے چاہیں اپنے ساتھ لے آئیں اور سکون و اطمینان خاطر کے ساتھ جس کی رفاقت میں چاہیں اور جب آپؑ چاہیں روانہ ہوں اور جب چاہیں کہیں نزول اجلال فرمائیں اور یحییٰ

بن ہرثمہ کو آپؑ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اگر آپؑ چاہیں تو یہ راستہ میں آپؑ کی خدمت میں رہے گا اور ہر معاملہ میں آپؑ کی اطاعت کریگا، اور آپؑ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اہل خانہ، رشتہ داروں، بیٹوں اور خلیفہ کے خواص میں سے اس کے نزدیک آپؑ سے زیادہ گرامی قدر اور عزت دار نہیں ہے اور خلیفہ انتہائی لطف وشفقت ومہربانی آپؑ کی نسبت رکھتا ہے اور اس خط کو ابراہیم بن عباس ماہ جمادی الآخر ۲۴۳ ہجری میں تحریر کیا ہے۔

باقی رہیں وہ اذیتیں اور آزار جو مخالفین کی طرف سے اس امام مبین کو پہنچیں تو وہ بہت ہیں، ہم یہاں چند روایات کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلی روایت! مسعودی نے یحیٰی بن ہرثمہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے متوکل نے مدینہ کی طرف امام علی نقی علیہ السلام کو وہاں سے سامرہ کی طرف لے جانے کے لیے بھیجا، بسبب بعض چیزوں کے جو متوکل کو حضرتؑ کے بارے میں پہنچی تھیں، پس جب میں مدینہ میں وارد ہوا تو اہل مدینہ کی فریاد اس قدر بلند ہوئی کہ میں نے ایسی فریاد وزاری کبھی نہیں سنی تھی پس میں نے انہیں خاموش کیا اور قسم کھائی کہ مجھے حضرتؑ کو مکر وتکلیف وآزار پہنچانے کا حکم نہیں ملا اور میں نے حضرتؑ کے گھر کی تلاشی لی تو وہاں علاوہ قرآن ودعا اور اس قسم کی چیزوں کے کچھ نہ پایا اور تذکرہ سبط میں ہے کہ میں نے نہیں پایا، وہاں مگر قرآن دعائیں اور کتابیں، پس آپؑ مجھے عظیم نظر آنے لگے اور میں حضرتؑ کو مدینہ سے لے چلا اور میں خود حضرتؑ کی خدمتیں بجالاتا اور حضرتؑ سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آتا تھا، پس جن دنوں ہم راستہ میں تھے میں نے دیکھا کہ حضرتؑ گھوڑے پر سوار ہیں۔

دوسری روایت! شیخ کلینیؒ اور دوسرے اعلام نے صالح بن سعید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن سامرہ گیا اور آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ ان ستمگروں نے تمام امور میں آپؑ کے نور کو بجھانے اور ذکر کو چھپانے کی کوشش کی ہے یہاں تک کہ آپؑ کو اس جیسی جگہ اتارا ہے جو کہ گداگروں اور بے نام ونشان غریب اور مسافروں کے ٹھہرنے کے لیے ہے، حضرتؑ نے فرمایا اے سعید کے بیٹے ابھی تک تم ہماری قدر ومنزلت کے پہچاننے میں اس درجہ پر ہے اور تو سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں ہماری شان کی بلندی کے منافی ہیں اور تو یہ نہیں جانتا کہ جسے خدا بلند کرے وہ ان چیزوں سے پست وحقیر نہیں ہوتا پھر آپؑ نے اپنے دست مبارک سے ایک طرف اشارہ کیا جب میں نے اس طرف دیکھا تو میں نے کئی باغات دیکھے جو مختلف پھولوں سے آراستہ تھے اور ایسے گلستان دیکھے جو قسم قسم کے میووں سے پیراستہ تھے اور ایسی نہریں دیکھی جو ان باغوں کے صحن میں جاری تھیں اور حور وقصور غلمان ان میں دیکھے کہ جن کی مثل میرے خواب وخیال میں بھی نہیں تھی اور ان حالات کو دیکھ کر میری نگاہ حیران اور عقل پریشان ہوگئی، پھر حضرتؑ نے فرمایا ہم جس جگہ بھی جائیں یہ چیزیں ہمارے لیے مہیا وتیار ہیں اور ہم گداگروں کے سرائے میں نہیں ہیں۔

تیسری روایت! مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں روایت کی ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام متوکل کے گھر میں داخل ہوئے تو آپؑ کھڑے ہوکر نماز میں مشغول ہوئے تو مخالفین میں سے ایک شخص آکے آپؑ کے سامنے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کب تک ریاکاری کروگے، حضرتؑ نے جب یہ جسارت سنی تو نماز میں تعجیل کی اور سلام پھیرا پھر اس کی طرف رخ کرکے فرمایا اگر تو نے جھوٹ

بولا ہے اس نسبت میں جو کہ میری طرف دی ہے تو خدا تیری بیخ کنی کرے، بس آپؑ نے یہ فقرہ کہا ہی تھا کہ وہ شخص گر کر مر گیا اور اس کا واقعہ متوکل کے گھر میں نئی چیز ہو گیا۔

چوتھی روایت! شیخ کلینی و شیخ مفید اور دوسرے علماء نے ابراہیم بن محمد طاہری سے روایت کی ہے کہ ایک پھوڑا متوکل کے بدن پر نکل آیا کہ جس سے وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا اور کوئی شخص جرات نہیں کرتا تھا کہ نشتر اس کے قریب لے جائے، پس متوکل کی ماں نے نذر کی کہ اگر اس کو عافیت و صحت ہو گئی تو مال جلیل حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے لیے بھیجے گی، پس فتح خاقان نے متوکل سے کہا اگر چاہو تو امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں کسی کو بھیجیں، شاید اس بیماری کی کوئی دوا بتائیں۔

کہنے لگا بھیج دو، جب حضرتؑ کی خدمت میں گئے اور اس کی حالت بیان کی تو فرمایا گوسفند کی وہ مینگنیاں کہ جو اس کے پاؤں کے نیچے مسلی گئی ہوں گلاب میں بھگوئی جائیں اور اس پھوڑے پر باندھ دی جائیں انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

جب یہ خبر لے کر آئے تو خلیفہ تابعین کی ایک جماعت جو حاضر تھی ہنسنے لگی اور مذاق اور استہزاء کیا، فتح بن خاقان کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ حضرتؑ کی بات بے بنیاد نہیں اور آپؑ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بجا لاؤ، اس سے کوئی ضرر نہیں ہوگا جب دوا باندھی گئی تو فوراً پھوڑا پھٹ گیا اور متوکل کو درد والم سے راحت ہوئی اور اس کی ماں خوش ہو گئی پس اس نے دس ہزار دینار ایک تھیلی میں رکھے اور اسے سر بمہر کر کے حضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیے جب متوکل اس بیماری سے شفایاب ہو گیا تو ایک شخص جسے بطحائی کہتے تھے متوکل کے پاس تھا اس نے حضرتؑ کی بہت برائیاں بیان کی اور کہنے لگا کہ اس نے بہت سا اسلحہ اور زر و مال جمع کر رکھا ہے اور خروج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، پس ایک رات متوکل نے سعید خادم کو بلایا اور کہنے لگا اطلاع کیے بغیر امام علی نقی علیہ السلام کے گھر میں گھس جاؤ اور اس میں جو ہتھیار اور مال ہو میرے پاس لے آؤ۔

سعید کہتا ہے کہ میں نے رات کے وقت سیڑھی اٹھائی اور حضرتؑ کے گھر کی طرف گیا اور سیڑھی آپؑ کے گھر کی دیوار کے ساتھ لگائی، جب میں نیچے اترنے لگا تو تاریکی کی وجہ سے راستہ گم ہو گیا اور میں حیران و پریشان ہو گیا اچانک حضرتؑ نے مکان کے اندر سے مجھے پکارا کہ اے سعید وہیں رہو یہاں تک کہ چراغ تمہارے لیے لے آئیں تو میں نیچے اترا تو دیکھا کہ حضرتؑ نے پشم کا ایک جبہ پہن رکھا ہے پشم کا عمامہ آپؑ کے سر پر ہے اور اپنا سجادہ ایک حصیر پر بچھایا ہوا ہے اور سجادہ پر رو بقبلہ بیٹھے ہیں، پھر فرمایا کہ جاؤ اور ان کمروں میں گردش کرو اور تلاشی لے لو، میں گیا اور تمام حجرے دیکھے ان میں کوئی چیز نہ ملی سوائے ایک تھیلی کے کہ جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی تھی اور ایک سر بمہر تھیلی تھی۔

پھر فرمایا میرے مصلے کو اٹھاؤ جب میں نے اٹھایا تو مصلے کے نیچے ایک تلوار دیکھی جس کی نیام لکڑی کی تھی اور غلاف و نیام کے اوپر کچھ نہیں تھا، وہ تلوار ان دو تھیلیوں کے ساتھ اٹھا کر متوکل کے پاس لے گیا، جب اس نے اپنی ماں کی مہر اس پر دیکھی تو اسے بلایا اور حقیقت حال کے متعلق سوال کیا اس کی ماں کہنے لگی کہ یہ میں ان کے لیے بھیجی تھی اور انہوں نے ابھی تک اس کی مہر بھی نہیں توڑی جب دوسری تھیلی کی مہر توڑی گئی تو اس میں چار سو دینار تھے، پس متوکل نے ایک تھیلی اور اس کے ساتھ ملائی اور فرمایا اے سعید یہ

تھیلیاں اس تھیلی اور تلوار کے ساتھ ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے معذرت طلب کرو۔

پس جب یہ چیزیں میں حضرتؑ کی خدمت میں لے کر گیا میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار میری تقصیر معاف کیجئے کہ میں نے بے ادبی کی اور اجازت لیے بغیر آپؑ کے گھر میں داخل ہوا، چونکہ خلیفہ کی طرف سے مامور تھا لہذا معذور ہوں، حضرتؑ نے فرمایا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون یعنی عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے کہ ان کی بازگشت کہاں ہے۔

پانچویں روایت اعلاء کی ایک جماعت نے کہ جن میں سے مسعودی بھی ہے روایت کی ہے کہ متوکل کے پاس امام علی نقی علیہ السلام کی شکایت کی گئی اور کہا گیا کہ آنجنابؑ کے گھر میں بہت سا اسلحہ اور زیادہ خطوط ہیں جو اہل قم میں سے ان کے شیعوں نے ان کے پاس بھیجے ہیں اور آپؑ کا یہ ارادہ ہے کہ تیرے خلاف خروج کریں، متوکل نے ترکوں کی ایک جماعت حضرتؑ کے گھر بھیجی اور انہوں نے رات کے وقت آپؑ کے گھر کا محاصرہ کیا اور اندر گھسے اور جتنی انہوں نے تلاشی لی کوئی چیز انہیں نہ ملی انہوں نے دیکھا کہ حضرتؑ ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور اس کا دروازہ بند کیا ہوا ہے اور پشم کا لباس پہنے ریتلی زمین پر بیٹھے ہیں اور آپؑ کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اور آیات قرآن کی تلاوت میں مشغول ہیں، پس آنجنابؑ کو اسی حالت میں گرفتار کر کے متوکل کے پاس لے گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپؑ کے گھر میں گھس گئے لیکن وہاں کوئی چیز نہیں ملی اور آنجنابؑ کو دیکھا کہ قبلہ رخ ہو کر بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے، متوکل اس وقت مجلس شراب میں تھا، پس اس امام معصومؑ کو اس مجلس شوم میں لے گئے شراب کا جام متوکل کے ہاتھ میں تھا اس نے آنجنابؑ کی تعظیم کی اور آپؑ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور شراب کا جام آپؑ کے سامنے پیش کیا، آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم شراب میرے گوشت اور خون میں کبھی داخل نہیں ہوئی مجھے معاف رکھو، آپؑ سے درگزر کیا تب کہنے لگا پھر میرے لئے کچھ اشعار پڑھیں فرمایا مجھ سے شعر کی روایت بہت کم کی گئی ہے یا میں شعر کم پڑھتا ہوں۔ کہنے لگا اس سے چارہ کار نہیں، پس حضرتؑ نے یہ اشعار پڑھے جو کہ دنیا کی بیوفائی بادشاہوں کی موت اور موت کے بعد ان کی ذلت و خواری پر مشتمل ہیں۔

باتوا علی قلل الا جبال تحرسهم
غلب الرجال فلم تنفعهم القلل
واستنزلوا بعد عزعن معاقلهم
واسکنوا حفراً یا بئسما نزلوا
فاذاهم صارخ من بعد دفنهم
این الا ساور والتیجان والحلل
این الوجوه التی کانت منعمة!

من دونہا تضرب الا ستار والکلل
فاصفح القبر عنہم حین سائلہم
تلک الوجوہ علیہا الدود تنتقل
قد طال ما اکلوا دہراً وما شربوا!
واصبحو الیوم بعد الاکل قد اکلوا

یعنی رات گزاری انہوں نے پہاڑی کی چوٹی پر جب کہ مضبوط قسم کے لوگ ان کی حفاظت وحراست کر رہے تھے پس وہ پہاڑ کی چوٹیاں انہیں نفع نہ دے سکیں، وہ عزت کے بعد اپنی پناہ گاہوں سے اتار لیے گئے اور انہیں زمین کے گڑھوں میں ساکن کیا گیا، کس برے مقام پر وہ اُترے، ایک چیخنے والے نے ان کے دفن ہونے کے بعد انہیں آواز دی کہ کہاں ہیں سونے کے کنگن تاج اور عمدہ لباس، کہاں گئے وہ چہرے جو ناز و نعمت میں پلے تھے، جن کے سامنے باریک پردے لٹکائے جاتے تھے، پس قبر نے فصیح زبان میں ان کے متعلق سوال کرنے والے سے کہا کہ ان چہروں پر کیڑے چل رہے ہیں، وہ طویل زمانہ تک کھاتے پیتے رہے اور آج کھانے کے بعد وہ خود کھائے جا رہے ہیں۔

متوکل یہ اشعار سن کر رونے لگا، یہاں تک کہ اس کے آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہوگئی اور باقی حاضرین بھی روتے رہے اور کنز الفوائد کی روایت کی بناء پر متوکل نے شراب کا جام زمین پر مار کر توڑ دیا اور اس کا عیش ونشاط ناگوار ہوگیا اور پہلی روایت کی بنا پر حضرتؑ سے پوچھا کیا آپؑ مقروض ہیں، فرمایا ہاں چار ہزار دینار، پس اس نے چار ہزار دینار آپؑ کو دیئے اور عزت واحترام کے ساتھ آپؑ کو اپنے گھر کی طرف واپس کیا۔

چھٹی روایت! قطب راوندی نے فضل بن احمد کاتب سے۔اس نے اپنے باپ معتز باللہ بن متوکل کے کاتب احمد بن اسرائیل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن معتز کے ساتھ متوکل کی مجلس میں گیا وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور فتح بن خاقان اس کے پاس کھڑا تھا۔

پس معتز سلام کر کے کھڑا ہو گیا اور میں اس کے پیچھے تھا اور قاعدہ یہ تھا کہ جب معتز اس کے پاس جاتا تو متوکل اسے مرحبا کہتا اور بیٹھنے کے لیے کہتا، لیکن اس دن وہ انتہائی غضب اور تغیر کی وجہ سے جو اس میں تھا معتز کی طرف متوجہ نہ ہوا اور فتح بن خاقان سے باتیں کرتا رہا اور ہر لحظہ اس کے چہرہ متغیر ہو رہا تھا اور اس کے غضب کا شعلہ اور بھڑکتا اور فتح بن خاقان سے کہتا کہ یہ اس پر افترا و بہتان ہے اور وہ ان چیزوں سے بری الذمہ ہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوتا اور اس کا غصہ بڑھتا جاتا اور کہتا کہ خدا کی قسم میں اس ریاکار کو قتل کروں گا جو جھوٹا دعویٰ کرتا ہے اور میری سلطنت میں رخنہ ڈالتا ہے۔

پھر کہنے لگا کہ چار آدمی پست قد اجڈ قسم کے لے آؤ جو کچھ نہ جانتے ہوں جب وہ حاضر ہوئے تو ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار دے دی اور انہیں حکم دیا کہ جب امام علی نقی علیہ السلام حاضر ہوں تو انہیں قتل کر دو اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں اس کے قتل کرنے کے بعد اس کا بدن بھی جلا دوں گا۔

کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ متوکل کے حاجب آئے اور کہنے لگے کہ وہ آ گیا ہے اچانک میں نے دیکھا کہ حضرتؑ داخل ہوئے اور آپؑ کے لبہائے مبارک حرکت کر رہے ہیں اور آپؑ دعا پڑھ رہے تھے اور اضطراب وخوف کا اثر بالکل آپؑ پر نہیں تھا، جب متوکل کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو خود کو تخت سے گرا دیا اور آپؑ کے استقبال کو دوڑا اور انہیں بغل گیر کیا اور آپؑ کے ہاتھوں اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ کہہ رہا تھا اے میرے مولا سید و آقا اے فرزند رسول خدا اے بہترین خلق اے میرے چچازاد بھائی اور میرے مولا اے ابوالحسنؑ۔

اور حضرتؑ فرمانے لگے" اعیذك بالله "میں تمہیں خدا کی پناہ میں دیتا ہوں اے امیر مجھے ان کلمات کے کہنے سے معاف کرو، متوکل کہنے لگا آپؑ نے کس لیے تکلیف کی ہے اور اس وقت تشریف لائے ہیں اس ولد الزناں نے جھوٹ بولا ہے اور کہنے لگا، اے میرے سید و سردار آپؑ واپس جائیں اس جگہ کہ جہاں سے تشریف لائے ہیں، حضرتؑ نے فرمایا کہ تیرا قاصد ابھی آیا تھا اور اس نے کہا کہ متوکل آپ کو بلا رہا ہے متوکل کہنے لگا اے فتح بن خاقان اے عبداللہ اے معتز اپنے اور میرے آقا کی مشایعت کرو پھر جب ان پست قد غلاموں کی نگاہ حضرتؑ پر پڑی تو وہ زمین پر گر پڑے اور حضرتؑ کی تعظیم کے لیے سجدہ کیا جب حضرتؑ واپس چلے گئے تو متوکل نے ان غلاموں کو بلایا اور ترجمان سے کہا کہ ذرا ان سے پوچھو کہ کس بناء پر تم اس کے متعلق میرا حکم بجا نہیں لائے تو وہ کہنے لگے کہ حضرتؑ کی ہیبت سے ہم بے اختیار ہو گئے، جب آپ تشریف لائے تو آپؑ کی گرد سو ننگی تلواریں ہم نے دیکھیں اور تلوار والوں کو ہم نہیں دیکھ رہے تھے لہذا اس حالت کا دیکھنا ہمارے لیے مانع ہوا کہ ہم تیرے حکم کو بجا لاتے اور ہمارے دل بیم وخوف سے پر ہو گئے، اس متوکل نے فتح خاقان کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا یہ ہے تیرا امام اور ہنسا اور فتح اس لیے خوش ہوا کہ وہ مصیبت حضرتؑ سے ٹل گئی اور حمد خدا بجا لایا۔

ساتویں روایت! ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے صقر بن ابی دلف سے روایت کی ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام کو سامرہ لے آئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپؑ کے حالات معلوم کرلوں اور حضرتؑ کو زراقی حاجب متوکل کے پاس قید کیا گیا تھا، جب میں اس کے پاس گیا تو کہنے لگا کہ کس لیے آئے ہو میں نے کہا کہ آپؑ کو دیکھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، کچھ دیر میں بیٹھا رہا اور جب مجلس خلوت ہوئی تو رزاقی کہنے لگا تو گویا تم اپنے صاحب اور امامؑ کی خبر لینے آئے ہو، میں ڈر گیا اور کہا کہ میرا صاحب تو خلیفہ ہے وہ کہنے لگا چپ رہ کہ تیرا مولا ہی برحق ہے اور میں بھی تیرے جیسا عقیدہ رکھتا ہوں اور انہیں ہی امام سمجھتا ہوں، پھر کہنے لگا کیا چاہتے ہو کہ ان کی خدمت میں جاؤ، میں نے کہا ہاں، کہنے لگا کچھ دیر صبر کرو کہ ڈاکیہ باہر چلا جائے جب وہ چلا گیا تو اس نے ایک شخص کو میرے ساتھ کیا اور اس سے کہا کہ اسے اس علوی کے پاس لے جاؤ جو قید ہے اسے

اس کے پاس چھوڑ کر واپس آ جاؤ۔

جب میں آپؑ کی خدمت میں گیا تو دیکھا کہ آپؑ ایک چٹائی پر بیٹھے ہیں اور آپؑ کے سامنے ایک قبر کھودی ہوئی موجود ہے پس میں سلام کر کے آپؑ کی خدمت میں بیٹھ گیا تو آپؑ نے فرمایا کیسے آئے ہو میں نے عرض کیا کہ آپؑ کے حالات معلوم کرنے کے لیے، جب میری نگاہ قبر پر پڑی تو میں رونے لگا۔

آپؑ نے فرمایا گریہ نہ کرو اس وقت مجھے ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا میں نے کہا الحمد للہ، پھر صقر نے آپؑ سے حدیث لا تعادو الایام فتعادیکم (دنوں سے دشمنی نہ رکھو ورنہ یہ تم سے دشمنی رکھیں گے) پوچھی تو حضرتؑ نے جواب دیا، پھر فرمانے لگے رخصت ہو کر چلے جاؤ چونکہ میں تمہارے بارے میں مطمئن نہیں، ایسا نہ ہو کہ کوئی اذیت و تکلیف تمہیں نہ پہنچے۔

آٹھویں روایت! سید ابن طاؤس اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ جب متوکل نے چاہا کہ اپنے وزیر فتح بن خاقان کا اعزاز و اکرام کرے اور جو اس کی قدر و منزلت اس کے ہاں ہے وہ دوسروں پر ظاہر کرے اور حقیقت میں اس کی غرض تنقیص شان اور استخفاف قدر امام علی نقی علیہ السلام تھی اور اس چیز کو صرف بہانہ بنایا تھا پس سخت گرمی کے دن فتح بن خاقان کے ساتھ سوار ہوا اور حکم دیا کہ تمام امراء علماء و سادات، و اشراف و اعیان اس کی ہمرکابی میں پیدل چلیں، اور انہیں میں امام علی نقی علیہ السلام بھی تھے، متوکل کا حاجب زرافہ کہتا ہے کہ میں نے اس دن حضرتؑ کو دیکھا کہ پیدل چل رہے تھے اور آپؑ کو سخت تعب و تکلیف ہو رہی تھی اور آپؑ کے بدن مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا میں آپؑ کے پاس گیا اور عرض کیا اے فرزند رسول خدا آپؑ اپنے کو کیوں زحمت میں ڈال رہے ہیں۔

فرمایا ان کا مقصد میری ہی تخفیف و تذلیل ہے لیکن میرے بدن کی حرمت ناقہ صالح اور اس کے بچے سے کم نہیں ہے زرافہ کہتا ہے کہ جب میں اپنے گھر واپس آیا تو یہ واقعہ میں نے اپنے بچوں کے معلم کو بتایا کہ جس کے متعلق مجھے شیعہ ہونے کا گمان تھا اس نے مجھے قسم دی کہ کیا تو نے یہ بات حضرتؑ سے سنی ہے۔

میں نے کہا کہ تو نے یہ کہاں سے سمجھا ہے وہ کہنے لگا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرتؑ جھوٹ نہیں بولتے اور خداوند عالم قوم صالح کے واقعہ میں فرماتا ہے تمتعوا فی دار کم ثلثة ایام، اپنے گھروں میں تین دن فائدہ اٹھالو اور وہ قوم ناقہ کی کونچیں کاٹنے کے تین دن بعد ہلاک ہو گئی تھی۔

جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو اسے گالیاں دے کر گھر سے نکال دیا، لیکن جب وہ چلا گیا تو میں نے غور و فکر کیا اور دل میں کہا ہو سکتا ہے کہ یہ بات سچ ہو، اب اگر میں اپنے معاملات اور امور میں احتیاط کر لوں تو کیا حرج ہے پس میں نے اپنے پراگندہ اموال کو جمع کیا اور تین دن کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا جب تیسرا دن ہوا تو متوکل کا بیٹا منتصر ترکوں اور اپنے مخصوص غلاموں کے ایک گروہ کے ساتھ متوکل کے دربار میں گھس آیا اور انہوں نے اسے فتح بن خاقان کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

یہ حالات دیکھنے کے بعد میں نے آپؑ کی امامت کا اعتقاد کر لیا اور آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ واقعہ بیان کیا جو میرے اور معلم کے درمیان گزرا تھا۔

فرمایا معلم نے سچ کہا ہے میں نے اس دن اس پر نفرین اور بد دعا کی تھی اور خداوند عالم نے میری دعا قبول فرمائی تھی، مولف کہتا ہے کہ جواذیتیں متوکل لعین کی طرف سے حضرت کو پہنچی ہیں چاہے جو خود حضرت کو پہنچیں یا آپ کے شیعہ دوستوں اولاد علیؑ و فاطمہ علیہما السلام کو یا قبر امام علیہ السلام اور آپ کے زائرین کو پہنچیں کہ جن سب کی بازگشت آپ ہی کی طرف ہے وہ اس سے زیادہ ہو سکیں کیونکہ متوکل اکفر (زیادہ کافر) بنی عباس ہے، جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کی اخبار غیبیہ میں اسے اس صفت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے یہ شخص خبیث باطن پست فطرت اور انتہائی کمینہ تھا اور آل ابو طالب کا سخت دشمن تھا اور تہمت لگا کر انہیں گرفتار کر لیتا اور ہمیشہ ان کے آزار و اذیت کے در پے رہتا تھا اور اس کا آثار قبر شریف امام حسین علیہ السلام کے محو کرنے کے سلسلہ میں اور حضرت کے زواروں کو اذیت و تکلیف پہنچانے میں اصرار اظہر من الشمس وابین من الامس ہے اور ہم نے تتمۃ المنتہیٰ میں اختصار کے ساتھ ان واقعات کو تحریر کیا ہے ایک اور روایت فرمائی جو کہ علماء اہل سنت میں سے ہے، اخبار الاول میں کہتا ہے کہ ۲۳۶ ہجری میں متوکل نے حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر کو گرا دیا جائے اور اس کے گرد جو مکانات ہیں انہیں مسمار کر دیں اور وہاں زراعت کریں اور حضرت کی زیارت سے لوگوں کو منع کر دیا اور زمین کربلا کو کھود ڈالا، مسلمانوں کو اس کا بہت دکھ ہوا اور اہل بغداد نے دیواروں پر اس کے لیے گالیاں اور فحش و دشنام لکھ دیئے اور شعراء نے اس کی ہجو کی کہ ان میں سے اس کی ہجو میں کہا گیا ہے۔

تا اللہ ان کانت امیۃ قد اتت
قتل ابن بنت نبیہا مظلوما!
فلقد اتاہ بنوابیہ بمثلہا
ھذا لعمرک قبرہ مھدوما
اسفوا علی ان لا یکونوا شارکوا
فی قتلہ فتتبعوہ رمیماً

خدا کی قسم اگر چہ بنی امیہ نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو مظلوم شہید کیا ہے تو نبیؐ کے چچا کے بیٹوں نے ویسا ہی کردار دکھایا ہے یہ لو تمہاری جان کی قسم اس کی قبر مسمار کر دی ہے، انہیں افسوس ہے کہ وہ اس کے قتل میں کیوں شریک نہیں ہوئے، پس انہوں نے اس کی بوسیدہ ہڈیوں کا پیچھا کیا۔

ابو الفرج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ متوکل نے عمر بن فرج رخجی کو مکہ اور مدینہ کا گورنر مقرر کیا، اس لعین نے لوگوں کو آل ابو طالب سے نیکی و احسان کرنے سے روکا اور اس کام کا سختی سے تعاقب کیا، یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی جان کے خوف سے اولاد علیؑ کی رعایت چھوڑ دی اور اولاد امیر المومنین پر معاملہ اتنا سخت ہو گیا کہ خواتین علویات کے تمام لباس پھٹ گئے اور ان کے پاس درست و

صحیح حالت میں ایک لباس بھی نہیں تھا کہ جس میں وہ نماز پڑھیں سوائے ایک پرانے کرتے کے جوان کے پاس باقی رہ گیا تھا، جب نماز پڑھنے لگتیں تو باری باری وہ قمیض پہن کر نماز ادا کرتیں، نماز پڑھنے کے بعد وہ بی بی اس کو اتار کر دوسری کو دیتی اور خود برہنہ چرخہ کاتنے بیٹھ جاتی مسلسل اس تنگی وعسرت میں رہے، یہاں تک کہ متوکل ملعون فی النار والسقر ہوا اور متوکل کی خباثت کی تفصیل طویل اور رشتہ کلام سے خارج ہے اسی مقدار کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام پر اس کا زمانہ کتنا سخت تھا۔ واللہ المستعان

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کا ذکر

واضح ہو کہ آپؑ کی شہادت کا سال باتفاق ۲۵۴ھ ہجری تھا، البتہ وفات کے دن میں اختلاف ہے کچھ علماء نے تین رجب کا دن تحریر کیا ہے اور اس قول کی بناء پر کہ آپؑ کی ولادت ۲۱۲ھ ہجری میں ہوئی تو وفات کے وقت آپؑ کا سن مبارک تقریباً بیالیس سال ہوگا اور آپؑ کے والد بزرگوار کی وفات کے وقت آپؑ کی عمر آٹھ سال اور پانچ ماہ گزر چکے تھے کہ آپؑ منصب امامت کبریٰ اور خلافت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے اور آپؑ کی مدت امامت تنتیس (۳۳) سال تھی۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں تقریباً تیرہ سال آپؑ نے مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور اس کے بعد متوکل نے آپؑ کو سامرہ بلایا اور بیس سال آپؑ نے سامرہ میں اس مکان میں رہائش رکھی کہ جہاں آپ کا مدفن ومشہد ہے۔

فقیر کہتا ہے اس روایت کی بنا پر کہ متوکل نے حضرتؑ کو ۲۴۳ھ ہجری میں سامرہ میں بلایا، آپؑ کی سامرہ میں اقامت تقریباً گیارہ سال بنتی ہے اور مسعودی کے قول کی بناء پر انیس سال ہے اور آپؑ نے اپنی زندگی میں مامون کی خلافت کا کچھ زمانہ اور معتصم، واثق ومتوکل ومستنصر مستعین ومعتز کی خلافت وحکومت کا زمانہ دیکھا ہے اور معتز کے زمانہ میں آپؑ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔

مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ مجھ سے محمد بن فرج نے سر جرجان کے مشہور محلہ غسان میں حدیث بیان کی وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابودعامہ نے بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام کی خدمت سے بسبب اس بیماری کی عیادت میں کہ جس میں آپؑ کی وفات ہوئی شرفیاب ہوا۔ جب میں نے چاہا کہ آپ کی خدمت سے مراجعت کروں تو فرمایا اے ابو دعامہ تیرا حق مجھ پر واجب ہوگیا ہے کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے ایسی حدیث بیان کروں کہ جس سے تو خوش ہو، میں نے عرض کیا کہ میں بہت شائق اور محتاج ہوں اس کا، فرمایا مجھ سے میرے والد محمدؑ نے اپنے والد علیؑ بن موسیٰؑ سے ان کے باپ موسیٰؑ بن جعفر سے ان کے باپ جعفرؑ بن محمد سے اُن کے باپ محمدؑ بن علیؑ سے ان کے باپ علیؑ بن الحسینؑ سے ان کے باپ حسینؑ بن علیؑ سے ان کے باپ علی بن ابی طالب سے رسول خدا صلوات اللہ علیہا اجمعین نے حدیث بیان کی، پس مجھ سے فرمایا کہ لکھو میں نے عرض کیا کہ کیا لکھوں، فرمایا لکھو کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الایمان ماوقرته(ماوقرنی)القلوب وصدقة الاعمال والاسلام ماجری به اللسان وحلت به المناکحة، ایمان وہ ہے جو دلوں میں اثر کرے اور نقش ہو اور اعمال اس کی تصدیق کریں اور اسلام وہ ہے جو زبان پر جاری ہو اور جس سے نکاح کرنا جانبین سے حلال ہو، ابو دعامہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نہیں جانتا کہ ان دو میں سے کون بہتر ہے یہ حدیث یا اس کی اسناد، فرمایا یہ حدیث ایک صحیفہ میں ہے جو حضرت علی بن ابی طالبؑ کے خط اور رسول اکرمؐ کے املاء سے ہے جو کہ ہم میں سے ہر ایک امام کو وراثت میں پہنچا ہے۔ انتہی

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ ابو جعفر ہاشمی نے یہ اشعار امام علی نقی علیہ السلام کی علالت و کسالت کے سلسلہ میں کہے ہیں۔

مادت الارض بی وادت فواد
واعترتنی موار دالعر وآء
حین قیل الامام نضو علیل
قلت نفسی فد ته کل الفدآء
مرض الدین لاعتلا لك واعتل
وغارت له نجوم السماء
عجباان منیت بالداء والسقم
وانت الامام حسم الداء
انت اسی الادآء فی الدین
والدنیا والمحی الاموات والاحیاء

میرے ساتھ زمین ہلنے لگی میرا دل بوجھل ہو گیا اور مجھے بخار کی سی سردی لگنے لگی، جب کہا گیا کہ امامؑ کمزور اور بیمار ہیں، میں نے کہا کہ میرا نفس پورے طور پر ان پر قربان ہو جائے آپؑ کی بیماری سے تو دین وایمان ہی بیمار اور علیل ہو گئے اور اس کی وجہ سے آسمان کے ستارے چھپ گئے، تعجب ہے کہ آپؑ بیماری میں مبتلا ہو گئے، حالانکہ آپؑ دین ودنیا کی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں اور مردہ اور زندوں کے زندہ کرنے والے ہیں۔ بہر حال شیخ صدوق اور دوسرے اعلام کے قول کے مطابق معتمد عباسی معتز کے بھائی نے حضرتؑ کو زہر دیا اور اس امام غریب ومسافر کی شہادت کے وقت سوائے امام حسن عسکری علیہ السلام کے کوئی بھی آپؑ کے پاس نہیں تھا اور جب حضرتؑ نے دنیا سے رحلت کی تو تمام امراء واشراف حاضر ہوئے اور امام حسن عسکریؑ نے اپنے والد شہید کے جنازہ پر گریبان چاک کیا اور خود اپنے والد

گرامی کے غسل وکفن کی طرف متوجہ ہوئے اور آنجناب کو اس حجرہ میں دفن کیا جو آپ کی عبادت کی جگہ تھا اور کچھ جاہل واحمق لوگوں نے حضرتؑ پر اعتراض کیا کہ مصیبت میں گریبان چاک کرنا مناسب اور درست نہیں ہے، حضرتؑ نے ان احمقوں سے فرمایا کہ تم احکام دین خدا کو کیا جانو، حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھے اور انہوں نے اپنے بھائی ہارون کے غم میں گریبان چاک کیا تھا۔

شیخ اجل علی بن الحسین مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں فرمایا ہے کہ ہم سے ایک گروہ نے بیان کیا جن میں سے ہر ایک نے بتایا کہ ہم حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی وفات کے دن حضرتؑ کے مکان پر موجود تھے اور وہاں تمام بنی ہاشم آل ابوطالبؑ وآل عباس جمع تھے اور بہت سے شیعہ بھی جمع تھے اور ان کے نزدیک امر امامت وصیامت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر ظاہر نہیں ہوا تھا اور آپؑ کے امر کی سوائے ثقات ومعتمدین کے (کہ جن کے سامنے امام علی نقی علیہ السلام نے حضرتؑ کی امامت پر نص کی تھی) کسی کو اطلاع نہ تھی، پس اس جماعت نے جو وہاں موجود تھی بیان کیا کہ ہم سب مصیبت وحیرت میں تھے کہ اچانک گھر کے اندر سے ایک خادم آیا اور اس نے دوسرے خادم کو آواز دی اور کہا اے ریاش یہ رقعہ لے لو اور امیر المومنین (معتز) کے پاس لے جاؤ اور یہ فلاں شخص کے سپرد کر دو اور کہو کہ حسنؑ بن علیؑ نے دیا ہے، لوگوں نے جب اسم مبارک امام حسنؑ فرزند امام علی نقی علیہ السلام سنا تو سب نے نگاہیں بلند کیں تا کہ شاید حضرتؑ کو دیکھ سکیں، پس انہوں نے دیکھا کہ صدر رواق سے ایک دروازہ کھلا اور ایک سیاہ رنگ کا خادم آیا، پھر اس کے پیچھے امام حسن عسکری علیہ السلام تشریف لائے جب کہ آپؑ غمناک، افسوس خوردہ اور سر برہنہ اور گریبان چاک تھے، اور آپؑ کے جسم پر ملحم (ایک قسم کا لباس ہے) تھا کہ جس کو استر لگایا ہوا تھا، وہ سفید رنگ کا تھا اور آپؑ کا چہرہ مبارک آپؑ کے والد بزرگوار کے چہرہ کی طرح تھا، کسی قسم کا فرق نہیں تھا اور حضرت کے مکان پر متوکل کی اولاد تھی اور ان میں بعض ولی عہد تھے، پس جب ان لوگوں نے آپؑ کو دیکھا تو سب کے سب کھڑے ہو گئے اور ابو احمد موفق بن متوکل جو ولی عہد تھا حضرت کی طرف بڑھا اور حضرتؑ بھی اس کی طرف ہوئے، پس موفق نے آپؑ کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور آپؑ سے معانقہ کیا اور کہا مرحباء اے میرے چچا زاد۔

پس حضرتؑ رواق کے دو دروازوں کے درمیان بیٹھ گئے اور تمام لوگ آپؑ کے سامنے بیٹھے تھے اور آپؑ کے آنے سے پہلے وہ مکان باتوں اور گفتگو کی وجہ سے بازار کی طرح تھا، لیکن جب امام حسنؑ آ کر بیٹھ گئے تو تمام لوگ خاموش ہو گئے پھر سوائے چھینک یا کھانسی کے کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی، اس اثنا میں ایک کنیز گھر سے باہر آئی درآنحالیکہ وہ امام علی نقی علیہ السلام پر ندبہ وگریہ کر رہی تھی، امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کوئی ایسا نہیں جو اس جاہلہ (جاریہ) کو خاموش کرے، شیعوں نے اس کی طرف سبقت کی اور وہ اندر چلی گئی، پھر ایک خادم باہر آیا اور آپؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا حضرتؑ اٹھے اور امام علی نقی علیہ السلام کا جنازہ باہر لے آئے حضرت جنازہ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ اسے اس سڑک تک لے گئے کہ جو موسیٰ بن بغا کے مکان کے مد مقابل تھی، پس معتمد نے حضرتؑ کی نماز

جنازہ پڑھائی اور گھر سے باہر آنے سے پہلے حضرت امام حسن عسکریؑ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی، پس آپ کو اپنے مکان کے ایک کمرے میں دفن کیا گیا۔

نیز مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام نے پیر کے دن جمادی الآخر کے ختم ہونے سے چار دن پہلے ۲۵۴ ہجری میں وفات پائی اور جب حضرتؑ کے جنازہ کو لیے جا رہے تھے تو لوگوں نے سنا کہ ایک کنیز کہہ رہی تھی **ماذا لقينا فی يوم الاثنين قديماً و حديثاً** یعنی ہم نے پیر کے دن کی نحوست سے کیسی مصیبت برداشت کی ہے۔ قدیم زمانہ سے لے کر اس زمانہ تک اور اس کے اس کلمہ سے رسول خداؐ کی وفات کے دن اور خلافت منافقین **طغام والبيعة التی علم شومها الاسلام** کی طرف اشارہ کیا اور بعید نہیں کہ یہ کنیز وہی ہو کہ جس کے ندبہ کو امام حسن عسکری علیہ السلام نے سنا تھا اور یہ کلمات چونکہ خلاف تقیہ تھے، لہذا حضرتؑ نے پسند نہ فرمائے، اور نیز مسعودی نے اثبات الوصیہ میں نقل کیا ہے کہ امام حسن عسکریؑ پر اپنے والد بزرگوار کے جنازہ کے ساتھ شارع عام تک جانے اور وہاں نماز پڑھنے اور واپس آنے کی وجہ سے گرمی کی شدت ہوئی، علاوہ اس زحمت و تکلیف کے جو آپ کو لوگوں کے اژدہام اور آپؑ کے گرد زیادہ جمعیت کی وجہ سے پہنچی۔

پس جب آپؑ گھر کی طرف آ رہے تھے تو ایک سبزی فروش کی دکان کے قریب سے گزرے کہ جس نے وہاں پانی کا چھڑکاؤ کیا ہوا تھا اس طرح کہ وہ جگہ ٹھنڈی تھی، جب آپؑ نے وہاں پانی کی ٹھنڈک محسوس کی تو اس شخص کو سلام کیا اور اس سے اجازت چاہی کہ ایک لحظہ بیٹھ کر وہاں ستا لیں۔ اس شخص نے اجازت دی تو آپؑ وہیں بیٹھ گئے اور لوگ بھی آپؑ کے گرد کھڑے ہو گئے، اس وقت ایک نوجوان خوش رو صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے جب کہ وہ عمدہ خچر پر سوار تھا، اور اس کی قبا کے نیچے کا لباس سفید تھا آیا اور وہ خچر سے اترا اور حضرتؑ سے خواہش کی کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں، حضرتؑ اس پر سوار ہو کر اپنے مکان تک آئے اور پھر اس سے اتر آئے اور اسی دن کے عصر کے وقت سے توقیعات وغیرہ حضرتؑ کی جانب سے آنے لگیں جیسا کہ آپؑ کے والد بزرگوار کی طرف سے آیا کرتی تھیں، گویا لوگوں نے صرف امام علی نقی علیہ السلام کی شخصیت کو مفقود پایا اور کام اسی طرح جاری رہا۔

چھٹی فصل

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ

حضرتؑ کی اولاد ذکور و اناث پانچ افراد شمار ہوئی ہے، ابو محمد الحسن الامام علیہ السلام و حسین و محمد و جعفر و علیہ، امام حسن علیہ السلام کے حالات تو انشاء اللہ بعد میں بیان ہوں گے، باقی رہے حسین تو مجھے اس کے حالات کی اطلاع نہیں، مگر اتنی کہ جو میں نے مفاتیح میں بیان کر دی ہے اور یہ کہ حسین جلیل القدر و عظیم الشان تھے، کیونکہ میں نے بعض روایات سے استفادہ کیا ہے کہ ہمارے مولا امام حسن عسکریؑ

اوران کے بھائی حسین بن علی کو سبطین سے تعبیر کرتے تھے، اوران دو بھائیوں کوان کے دو اجداد پیغمبر رحمتؐ کے نواسوں امام حسنؑ وامام حسینؑ سے تشبیہ دیتے تھے اور ابوالطیب کی روایت میں ہے کہ حضرت حجتؑ کی آواز امام حسینؑ کی آواز کے مشابہ تھی اور شجرۃ الاولیاء میں ہے کہ حسینؑ فرزند امام علی نقیؑ زاہد وعابد تھے اور اپنے بھائی امام حسنؑ کی امامت کا اعتراف رکھتے تھے۔ بہر حال مشہور ہے کہ حسینؑ کی قبر اپنے والد بزرگوار اور برادر نامدار کے ساتھ سامرہ میں اسی گنبد عالی کے نیچے ہے، باقی رہے سید محمد کہ جن کی کنیت ابوجعفر ہے تو وہ جلالت قدر اور علوشان کے ساتھ مشہور ہیں اوران کی عظمت وشان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ امامت کی قابلیت اور صلاحیت رکھتے تھے اوران کی وفات کے بعد حضرت ہادیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا۔

یا بنی احدث الله شکر أ فقد احدث فیك امر أ یعنی اے بیٹا خدا کا نئے سرے سے شکر ادا کرو تحقیق خداوند عالم نے تجھ میں ایک نیا امر ایجاد کیا ہے، یعنی حضرتؑ میں امر امامت کا ظہور، اور احادیث بدائیہ ابوجعفر کے حالات میں کافی نقل ہوئی ہیں کہ جن میں سے بعض کو شیخ مفید وطوسی وطبرسی نے روایت کی ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ہم سید محمد کی وفات کے دن امام علی نقی علیہ السلام کے مکان پر حاضر ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ امام علی نقی علیہ السلام کے لیے صحن خانہ میں ایک مسند بچھی ہوئی ہے اور لوگ آپؑ کے گرد جمع ہیں اور ہم نے ان لوگوں کا اندازہ لگایا جو ابوطالبؑ و بنی عباس وقریش سے آپؑ کے گرد تھے تو وہ ڈیڑھ سو افراد نظر آتے تھے علاوہ غلاموں اور دوسرے لوگوں کے، پس اچانک امام حسنؑ وارد ہوئے جب کہ آپؑ نے اپنے بھائی کی موت میں گریبان چاک کیا ہوا تھا اور آپؑ اپنے والد کے دائیں طرف آکر کھڑے ہو گئے اور ہم آپؑ کو نہیں پہچانتے تھے۔ کچھ دیر بعد امام علی نقی علیہ السلام نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے بیٹا خدا کے لیے نئے سرے سے شکر کرو، پس تحقیق اس نے تیرے معاملہ میں نیا امر احداث کیا ہے۔ پس امام حسن علیہ السلام نے گریہ کیا اور انا للہ پڑھا اور فرمایا الحمد لله رب العالمین ہم صرف اسی کا شکریہ اس کی دی ہوئی نعمتوں پر ادا کرتے ہیں اور ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے۔

پس ہم نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حسن عسکری امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند ہیں اور اس وقت ہماری نظر میں ان کی عمر بیس سال ہو چکی تھی، ہم نے انہیں اسی دن سے پہچانا اوران کے والد بزرگوار کے کلام سے سمجھا کہ وہ امامؑ اور اپنے والد کے قائم مقام ہیں، اور شیخ طوسی نے شاہویہ بن عبداللہ جلابی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے امام علی نقیؑ کی طرف سے آپؑ کے بیٹے ابو جعفر کے حق میں روایات بیان کی گئی تھیں جو اُن کی امامت پر دلالت کرتی ہیں، پس جب ابوجعفر نے وفات پائی تو مجھے ان کی وفات سے قلق واضطراب ہوا اور میں تحیر و پریشانی میں رہا اور مجھے خوف لگا کہ اس سلسلہ میں حضرتؑ کی خدمت میں خط لکھوں، پس میں نے آپؑ کو ایک خط لکھا کہ جس میں حضرتؑ سے ان اسباب کے سلسلہ میں فرج وکشائش کے لیے دعا کی استدعا کی کہ جو مجھے بادشاہ کی طرف سے میرے غلاموں کے سلسلہ میں درپیش تھے، پس حضرتؑ کی طرف سے خط کا جواب آیا جس میں تھا کہ آپؑ نے میرے لیے دعا فرمائی ہے اور میرے غلام مجھے واپس مل جائیں گے اور خط کے آخر میں تحریر فرمایا تھا کہ تو چاہتا تھا کہ ابوجعفر کے بعد میرے جانشین کے متعلق سوال کرے اور تو اس سلسلہ میں مضطرب ہوا، غمگین نہ ہو کیونکہ خداوند عالم قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتا جب انہیں

ہدایت کردے جب تک کہ ان کے لیے وہ چیز واضح نہ کردے کہ جس کی وجہ سے وہ متقی بن سکیں، تیرا امام میرے بعد میرا بیٹا ابو محمدؑ ہے اور اس کے پاس وہ سب کچھ ہے کہ جس کی ضرورت و احتیاج ہو سکتی ہے اور خدا جسے چاہتا ہے مقدم اور جسے چاہے موخر کرتا ہے جو آیت ہم نسخ کرتے یا فراموش کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں۔ بیشک میں نے لکھ دیا ہے کہ جس میں بیان اور وضاحت ہے اور بیدار مغز صاحبان عقل کے لیے قناعت و اکتفاء ہے، پہلے بھی ہم کسی مقام پر بتا آئے ہیں کہ اگر اس قسم کی روایات صحیح ہیں تو یقیناً یہ تاویل شدہ ہیں، کیونکہ اگر ان کے ظاہر کو مان لیا جائے تو اس کا معنی یہ ہے کہ آئمہ اثناء عشر کا پہلے سے تعیین و تقرر نہیں تھا، حالانکہ بات بدیہیات شیعہ میں سے ہے کہ یہ ذوات مقدسہ پہلے سے ہی معین و مقرر تھیں، لہذا اگر اس قسم کی روایات آئمہ اہل بیتؑ سے صادر ہوئی ہیں تو شاید ان کا مفہوم یہ ہو، بعض لوگوں کو یہ اشتباہ باقی رہتا اور اہل بیتؑ کے ماننے والے دو حصوں میں بٹ جاتے، لیکن اس امام زادے کی وفات سے اشتباہ ختم ہو گیا اور اب معاملہ صاف ہو گیا ہے۔ (واللہ العالم، مترجم)

اور ہمارے شیخ نے کتاب نجم الثاقب میں فرمایا ہے کہ سید محمد مذکور کا مزار سامرہ سے آٹھ فرسخ کے فاصلہ پر بلد بستی کے قریب ہے اور وہ بزرگوار اجلاء سادات اور صاحب کرامات متواترہ میں سے ہیں، یہاں تک کہ اہل سنت و بادیہ نشین بھی آپؑ کا انتہائی احترام کرتے ہیں اور آپؑ سے ڈرتے ہیں اور کبھی بھی جھوٹی قسم ان کے نام کی نہیں کھاتے اور ہمیشہ اطراف و جوانب سے ان کے لیے نذریں لے جاتے ہیں، بلکہ اکثر جھگڑوں کا فیصلہ اطراف سامرہ میں ان کے نام کی قسم کھانے پر ہوتا ہے اور بارہا ہم نے دیکھا ہے کہ جب بھی بناء قسم کھانے پر ہوئی تو منکر مال اس کے مالکوں کو دے دیتا ہے، کیونکہ ان کے نام کی جھوٹی قسم سے انہیں تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان دنوں سامرہ میں رہائش کے زمانہ میں چند ایک کرامات ان سے دیکھی گئی ہیں اور ایک عالم ان کرامات کو جمع کر کے ان کے فضل میں رسالہ لکھنا چاہتا ہے۔ وفقه الله تعالی، انتھی۔ سید ضامن نے تحفہ میں فرمایا ہے کہ سید محمد کی اولاد میں سے ہے شمس الدین محمد بن علی بن حسین بن محمد بن علی بن محمد الامام الہادی علیہ السلام جو کہ میر سلطان بخاری کے نام سے مشہور ہیں، کیونکہ ان کی ولادت اور نشوونما بخارا میں ہوئی ہے اور ان کی اولاد کو بخاری کہتے ہیں اور یہ شمس الدین سید باورع عابد صالح اور زاہد دنیا تھے، بڑے بڑے علماء کے ساتھ رہے اور ان سے فضائل کا اکتساب کیا اور ان کی صدر مجلس میں بیٹھے پھر بخارا سے بلاد روم کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں شہر بروساء میں قیام کیا اور ان سے بہت سی کرامات نقل ہوئی ہیں، اسی شہر میں ۸۳۲ھ ہجری یا ۸۳۳ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی قبر اس جگہ مشہور ہے اور وہ زیارت گاہ ہے کہ لوگ اس کی زیارت کے لیے جاتے اور ان کے لیے نذریں لے جاتے ہیں، سید حسن براقی نے کہا ہے کہ امام زادہ سید محمد کی نسل اسی شمس الدین سے چلی ہے اور اس کی اولاد در اولاد اطراف عالم میں منتشر ہے، انہیں کی اولاد میں سے علاؤ الدین ابراہیم ہے اور اس کا بیٹا علی اور اس کا بیٹا یوسف اور اس کا بیٹا حمزہ اور اس کا بیٹا سید محمد یعاج۔ انتھی

اور باقی رہا جعفر تو اس کی مثال پسر نوحؑ پیغمبر جیسی ہے اور اس کا لقب کذاب ہے اور اس نے ناحق امامت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو گمراہ کیا اور اس نے ایک آزاد عورت آل جعفر میں سے فروخت کی اور اس کی مذمت میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ لیکن میں ان کا نقل کرنا یہاں ضروری نہیں سمجھتا اور اسے ابو کرین کہتے تھے اس لیے کہ کہا گیا ہے کہ اس کی ایک سو بیس اولادیں تھیں، مجدی

میں ہے کہ اس کی قبر اپنے باپ کے گھر سامرہ میں ہے جب اس کی وفات ہوئی تو اس کی عمر پینتالیس سال تھی اور ۲۷۱ ہجری میں وفات ہوئی اور اس کی اولاد میں سے ابوالرضا محسن بن جعفر ہے جس نے مقتدر کے زمانہ حکومت میں ۳۰۰ھ میں دمشق کے علاقہ میں خروج کیا اور اس کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر قلم کر کے بغداد لے گئے اور پل بغداد پر سولی پر لٹکایا گیا، نیز اس کی اولاد میں سے ہے عیسیٰ بن جعفر جو ابن رضا کے نام سے مشہور ہے جو کہ عالم و فاضل کامل تھا، اس سے شیخ اجل ابو محمد، ہارون بن موسیٰ تلعکبری نے ۳۲۵ھ میں سماع حدیث کیا اور اس سے اجازہ حاصل کیا۔ تاریخ قم سے نقل ہوا ہے کہ بریعہ جعفر بن امام علی نقی علیہ السلام کی بیٹی محمد بن موسیٰ مبرقع کی بیوی تھی، وہ اپنے شوہر کے ساتھ قم میں آئی اور اپنے شوہر محمد کے بعد وفات پائی اور اپنے شوہر کے مشہد میں اس کے پہلو میں دفن ہوئی، ان کی قبر بقعہ مشہورہ چہل دختران یا اختران میں ہے، اور بریعہ کی وفات کے بعد اس کے بھائی ابراہیم قم سے چلا گیا اور یحییٰ صوفی قم میں رہ گیا۔ اور زکریا بن آدم کے میدان میں حمزہ بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مشہد کے پاس سکونت پذیر ہوا اور قم میں شہربانویہ امین الدولہ ابوالقاسم بن مرزبان بن مقاتل کی بیٹی کو نکاح شرعی سے اپنے عقد میں لے آیا اور اس سے ابوجعفر و فخر العرق اور ستیہ پیدا ہوئے اور ان سے کافی اولاد ہوئی اور وہ سب صوفیہ کے لقب سے مشہور تھے اور کتاب مجدی میں ہے کہ جعفر کذاب کی اولاد میں سے ہے ابوالفتح احمد بن محمد بن محسن بن یحییٰ بن جعفر مذکور۔ اور اس نے مقام آمد میں وفات پائی، اس کا باپ ابوعبداللہ محمد صاحب جلالت تھا، اور اس کا بھائی ابوالقاسم علی فاضل و ادیب و حافظ قرآن تھا اور اس نے مصر کی طرف سفر کیا اور وہ ناصبیت کے ساتھ متہم ہے۔

ساتویں فصل

حضرت ہادی علیہ السلام کے چند اصحاب کا تذکرہ

پہلا حسین بن سعید بن حماد بن سعید بن مہران مولیٰ (غلام) علی بن الحسین علیہما السلام اہوازی ثقہ جلیل القدر حضرت رضاؑ و حضرت ہادی علیہم السلام کے راویان حدیث میں سے ہے، اس کی اصل کوفہ ہے، لیکن وہ اپنے بھائی حسنؓ کے ساتھ اہواز کی طرف منتقل ہو گیا اس کے بعد قم میں گیا اور حسن بن ابان کے پاس قیام کیا اور قم میں ہی وفات پائی۔ اس نے تیس کتابیں تالیف کیں اور اس کے بھائی حسن نے پچاس کتابیں تصنیف کیں وہ ان تیس کتب کی تصنیف میں بھی شریک رہا یہ تیس کتابیں اصحاب کے درمیان اس طرح معروف ہیں کہ باقیوں کی کتابوں کا ان پر قیاس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی کتابیں حسین بن سعید اہوازی کی تیس جلدوں کی طرح ہیں اور حسن بن سعید وہی ہے کہ جس نے علی بن مہزیار اور اسحاق بن ابراہیم حضینی کو امام رضاؑ کی خدمت میں پہنچایا اور اس کے بعد علی بن ریان کو حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا، ان تین افراد کی ہدایت اور ان کی مذہب حق کی معرفت کا سبب اور باعث یہ ہوا انہوں نے اس سے حدیث سنی اور اس کے ساتھ معروف ہوئے اور اسی طرح عبداللہ بن محمد حضینی کو حضرتؑ کی طرف دلالت و ہدایت

کی، احمد حسین کا بیٹا غلو کے ساتھ متہم ہے اس نے قم میں وفات پائی۔

دوسرا خیران خادم مولا (غلام) امام رضاؑ ثقہ وجلیل القدر اور حضرت ابوالحسن الثالثؑ کے اصحاب میں سے ہے، بلکہ منتہی المقال میں ہے کہ وہ حضرت رضاؑ و جواد و ہادی علیہم السلام کے اصحاب اور ان کے اسرار کا امین ہے، یہ وہی شخص ہے کہ سفر حج میں مدینہ میں حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت سے شرفیاب ہوا، جب کہ آنجنابؑ ایک چبوترے پر بیٹھے تھے، اس طرح اس پر حضرتؑ کی ہیبت و دہشت طاری ہوئی کہ وہ چبوترے کی سیڑھیوں کی طرف متوجہ ہوئے بغیر چاہتا تھا کہ سیڑھیوں کے بغیر ہی اوپر چلا جائے اور آنجنابؑ نے اشارہ کیا کہ سیڑھیوں سے آؤ۔ اوپر گیا اور سلام کر کے آپؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور اپنے ہاتھ حضرتؑ کے چہرے پر ملے اور بیٹھ گیا اور کافی دیر تک دہشت سے آپؑ کے ہاتھ کو پکڑے رہا، جب دہشت ختم ہوئی تو اس وقت آپ کا ہاتھ چھوڑ دیا، پھر عرض کیا کہ آپؑ کے غلام ریان بن صبب نے آپؑ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور التماس کی ہے کہ اس کے بیٹے کے لیے دعا فرمائیں۔

حضرتؑ نے اس کے لیے تو دعا فرمائی، لیکن اس کے بیٹے کے لیے دعا نہ کی، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خیران حضرتؑ کی طرف سے وکیل تھا اور ایک روایت کی ذیل میں ہے کہ آپؑ نے اس سے فرمایا اس میں اپنی رائے کو بروئے کار لاؤ، کیونکہ تیری رائے میری رائے ہے۔ اور جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور خیران کے چند مسئلے ہیں جو اس نے حضرتؑ اور حضرت ہادیؑ سے روایت کئے ہیں اور یہ خیران وہی ہے جو حضرت جواد علیہ السلام کے زمانہ میں آنجنابؑ کی خدمت کے لیے ہر وقت دروازے سے لگا رہتا تھا، ایک دفعہ حضرت جوادؑ کی طرف سے اس کے پاس ایک قاصد آیا اور اس نے کہا کہ تیرا مولا یعنی حضرت جوادؑ تجھے سلام کہہ رہے ہیں اور فرمایا ہے کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں اور امر امامت میرے بیٹے علی کی طرف پلٹ گیا ہے، اور تمہاری گردن پر اس کے لیے وہ چیز ہے جو میرے باپ کے مختصر حالات لکھ دیئے ہیں اور یہاں ہم صرف اس حدیث پر اکتفاء کرتے ہیں کہ جن میں انہوں نے اپنا دین و مذہب اپنے امام زمانہ حضرت ہادی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا ہے۔

شیخ صدوق اور دوسرے علماء نے حضرت عبدالعظیم سے روایت کی ہے، فرمایا میں اپنے آقا علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو فرمایا مرحبا اے ابوالقاسم تو حقیقۃً ہمارا ولی و دوست ہے، پس میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں چاہتا ہوں کہ اپنا دین آپؑ کے خدمت میں پیش کروں۔ پس وہ اگر رضائے الٰہی کے مطابق اور پسندیدہ ہے تو اس پر ثابت قدم رہوں یہاں تک کہ خداوند عزوجل سے ملاقات کروں، فرمایا اے ابوالقاسم لے آؤ یعنی اپنا دین پیش کرو۔

میں نے کہا میں کہتا ہوں کہ خداوند تبارک و تعالیٰ ایک ہے، اور کوئی اس کے مثل نہیں، اور وہ حد ابطال اور حد تشبیہ سے خارج ہے، وہ جسم وصورت عرض و جوہر نہیں ہے، بلکہ وہ اجسام وصور کا پیدا کرنے والا اور اعراض و جواہر کا خالق ہے، وہ ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے اور اسی نے ہر چیز کو بنایا ہے، میں کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بندہ اور رسولؐ اور خاتم انبیاء و پیغمبران ہے اور قیامت تک ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، آپؑ کی شریعت تمام شرائع کی آخری ہے، اور قیامت تک اس کے بعد کوئی شریعت نہیں

اور کہتا ہوں کہ امام وخلیفہ اور ولی امر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں اور ان کے بعد امام حسنؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ اور اس کے بعد علی بن الحسینؑ اور بعد میں محمدؑ بن علیؑ ان کے بعد جعفرؑ بن محمد بن موسیٰ بن جعفرؑ بعد علیؑ بن موسیٰؑ بعد محمد بن علی علیہم السلام اور ان بزرگوں کے بعد آپؑ ہیں اے میرے مولا۔

پس امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد میرا بیٹا حسن ہے، پس لوگوں کا کیا حال ہوگا اس کے بعد خلف کے زمانہ میں، میں نے عرض کیا اے مولا یہ معاملہ کیا ہوگا، فرمایا یہ اس لیے کہ اس کے وجود کو دیکھا نہیں جاسکے گا، اور اس کا نام زبان پر لانا حلال نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ خروج نہ کرے اور وہ زمین کو عدل وانصاف نہ کرے، جیسا کہ وہ ظلم وجور سے پُر ہوگی۔

میں نے عرض کیا کہ میں نے اقرار کیا یعنی امام حسن عسکریؑ اور ان کے خلفؑ کی امامت کا قائل ہوں، پھر میں نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ ان بزرگوارں کا دوست خدا کا دوست ہے اور ان کا دشمن خدا کا دشمن ہے، ان کی اطاعت خدا کی اطاعت اور ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ معراج حق ہے، قبر میں سوال ہونا حق ہے، بہشت حق ہے، دوزخ حق ہے، صراط حق ہے، میزان حق ہے، اور یہ کہ قیامت آکر رہے گی اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور خداوند عالم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں زندہ کرے گا اور اٹھائے گا، اور میں کہتا ہوں کہ ولایت کے بعد واجب فرائض یعنی خدا اور رسولؐ وآئمہ علیہم السلام کی دوستی کے بعد کے واجبات نماز، زکوۃ، روزہ، حج وجہاد امر بمعروف اور نہی از منکر ہیں۔

پس امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالقاسم یہی خدا کا دین کہ جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا ہے، اسی اعتقاد پر ثابت قدم رہو، خداوند عالم تمہیں دنیا وآخرت میں قول ثابت پر برقرار رکھے۔

تیسرا علی بن جعفر ہمیناوی (اطراف بغداد کی ایک بستی ہے) حضرت ہادیؑ کا وکیل اور ثقہ تھا، متوکل کے پاس اس کی سعایت وچغلی گئی، متوکل نے حکم دیا اور اسے قید کر دیا گیا اور اس کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، یہ اطلاع علی بن جعفر کو مل گئی، تو اس نے قید خانے سے حضرت ہادیؑ کو خط لکھا کہ آپؑ کو خدا کا واسطہ ہے آپؑ میرے حال پر نظر رحمت کیجئے، خدا کی قسم مجھے خوف ہے کہ میں کہیں شک نہ کر بیٹھوں، حضرتؑ نے وعدہ فرمایا کہ جمعہ کی رات تمہارے لیے دعا کروں گا۔

پس حضرتؑ نے دعا کی، اس دن کی صبح کو متوکل کو بخار آ گیا، اس کے بخار میں پیر کے دن تک شدت رہی، یہاں تک کہ اس کے لیے چیخ وپکار بلند ہوئی، پس اس نے حکم دیا کہ ایک ایک قیدی کو رہا کرو، خصوصاً علی کا نام لیا اور حکم دیا کہ اس کو رہا کر دو، اس سے معذرت چاہو، پس رہا ہو کر حضرتؑ کے حکم سے مکہ گیا اور وہاں کی مجاورت اختیار کر لی اور متوکل کی بیماری ٹھیک ہوگئی اور وہ صحت یاب ہوا۔

چوتھا ابن السکیت بن یعقوب بن اسحاق اہوازی شیعہ آئمہ لغت میں سے ایک حامل لواء علم عربیت وادب وشعر صاحب اصلاح المنطق اور امام محمد تقی اور امام علی نقی علیہما السلام کے خواص میں سے ثقہ وجلیل ہے، اور ۲۴۴ ہجری میں متوکل نے اسے قتل کر دیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ متوکل کی اولاد کا مودب ومعلم تھا، ایک دن متوکل نے اس سے پوچھا کہ میرے دو بیٹے معتز یا موید تیرے

نزدیک بہتر ہیں یا حسنؑ و حسینؑ؟

ابن سکیت نے حسنین علیہما السلام کے فضائل شروع کر دیئے، متوکل لعین نے اپنے ترک غلاموں کو حکم دیا کہ وہ اسے اپنے قدموں کے نیچے پھینک دیں اور اس کے پیٹ کو روندیں۔ پھر اسے اس کے مکان پر چھوڑ آئے، دوسرے دن اس کی وفات ہوگئی۔

ایک اور قول یہ ہے کہ اس نے متوکل کے جواب میں کہا کہ علیؑ کا غلام قنبر تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے بہتر ہے، متوکل نے حکم دیا کہ اس مظلوم کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے اور اسے ابن السکیت زیادہ خاموش و ساکت رہنے کی وجہ سے کہتے تھے اور بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ وہ اس چیز میں پڑا کہ جس سے اس نے تھوڑے دن پہلے یہ کہہ کر ڈرایا تھا۔

یصاب الفتی من عثرة بلسانه
ولیس یصاب المرء من عثرة الرجل
فعثرته فی القول تذهب راسه
وعثرته فی الرجل تبرء عن مهل

جوان اپنی زبان کے پھسلنے سے مصیبت میں جا پڑتا ہے، اور پاؤں کے پھسلنے سے مصیبت میں نہیں پڑتا، پس بات کا پھسلنا اس کا سر لے جاتا ہے اور پاؤں کے پھسلنے میں کچھ دیر میں ٹھیک ہو جاتا ہے۔

تیرھواں باب

گیارھویں امام سبط سید البشر والد امام منتظر علیہ السلام

محبوب قلب ہر نبی ووصی حضرت ابو محمد حسن بن علی عسکری صلوات اللہ علیہ کی تاریخ وسوانح، اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

آپؑ کی ولادت اسم ولقب وکنیت اور آپؑ کی والدہ کے حالات

واضح ہو کہ آپؑ کی ولادت باسعادت مدینہ طیبہ ۲۳۲ ہجری ماہ جمادی الثانی میں ہوئی، البتہ دن کے تعین میں اختلاف ہے، علامہ مجلسی نے فرمایا کہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت کا دن جمعہ آٹھ ماہ ربیع الثانی تھا اور بعض نے ماہ مذکور کی دس تاریخ کہی ہے اور بعض نے چار کی رات کہی ہے اور ہمارے شیخ محمد عاملی نے بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ارجوزہ میں آپؑ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں اپنے قول میں

مولدہ شھر ربیع الآخر
وذاک فی یوم الشریف العاشر
فی یوم الا ثنین وقیل الرابع
وقیل فی الثامن وھو شایع

یعنی آپؑ کی ولادت ربیع الثانی کی دس تاریخ پیر کے دن ہوئی اور بعض نے چار کہا اور بعض نے آٹھ کہا ہے جو کہ مشہور ہے۔

آپؑ کا اسم مبارک حسنؑ اور کنیت ابو محمد ہے، اور آپؑ کے زیادہ مشہور القاب زکی اور عسکری ہیں، حضرتؑ کو اسی طرح ان کے والد اور دادا کو ابن الرضا کہتے تھے اور آپؑ کا نقش خاتم سبحان من له مقالیه السموات والارض، اور ایک قول ہے کہ انا للہ شہید تھا اور آپؑ کی تسبیح مہینہ کی سولہ سترہ تاریخ میں ہے، اور وہ تسبیح یہ ہے۔

"سبحان من ھو فی علوہ دان و فی دنوہ عال وفی اشراقہ منیرٌ وفی سلطانہ قوی سبحان اللہ و بحمدہ۔

آپؑ کی والدہ ماجدہ کا نام حدیث اور ایک قول ہے کہ سُلیل تھا اور انہیں جدہ کہتے تھے، وہ نہایت صاحب ورع وصلاح وتقویٰ تھیں، جناب الخلو د میں ہے کہ وہ اپنے علاقہ کی شہزادی تھیں ان کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد شیعیان علیؑ کی پناہ اور دادرس تھیں اور مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں فرمایا ہے کہ جس وقت سلیل والدہ امام حسن عسکریؑ امام علی نقی علیہ السلام کی بارگاہ میں داخل ہوئیں تو آپؑ نے فرمایا سلیل ہر آفت و پلیدگی ونجاسب سے باہر نکال دی گئی ہے، اس کے بعد آپؑ نے اس مخدرہ سے فرمایا کہ خداوند عالم تجھے اپنی مخلوق پر اپنی حجت عطاء فرمائے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگی۔

اس کے بعد مسعودی نے کہا ہے کہ ان مخدرہ کو امام حسن عسکریؑ کا حمل مدینہ طیبہ میں ہوا، اور حضرتؑ ۲۳۱ ہجری مدینہ میں پیدا ہوئے، امام علی نقی علیہ السلام کا سن مبارک اس وقت سولہ سال اور چند ماہ تھا اور حضرتؑ کے ساتھ ہی ۲۳۲ ہجری میں آپؑ عراق کی طرف گئے، جب کہ آپؑ کا سن مبارک چار سال اور کچھ ماہ تھا، فقیر کہتا ہے کہ حضرت ہادی علیہ السلام کے حالات کے ذیل میں سید محمد کے تذکرہ میں حضرت ہادی علیہ السلام کی طرف سے امام حسن عسکریؑ کی امامت کی نصوص بیان ہو چکی ہیں۔

دوسری فصل

حضرت امام حسن عسکریؑ کے مختصر مکارم اخلاق اور نو اور حالات کا تذکرہ اور اس میں چند خبریں ہیں

پہلی خبر! شیخ مفید اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ بنی عباس صالح بن وصیف کے ہاں گئے جبکہ اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید کر رکھا تھا اور اس سے کہنے لگے کہ اس پر تنگی اور سختی کرو اور اسے وسعت نہ دو۔

صالح کہنے لگا کہ میں اس کے ساتھ کیا کروں، میں نے اسے ایسے دو افراد کے سپرد کیا جو مجھے بدترین اشخاص مل سکے، ایک کا نام علی بن یارمش ہے اور دوسرے کا اقامش اور یہ تو اب وہ دونوں صاحب نماز، روزہ ہو چکے ہیں اور وہ عبادت کے مقام عظیم پر پہنچ گئے ہیں، پس اس نے حکم دیا اور ان دو افراد کو لایا گیا تو اس نے انہیں سرزنش کی اور کہنے لگا وائے ہو تم پر تمہارا اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ ہے۔

وہ کہنے لگے ہم کیا بتائیں اس شخص کے حق میں جو دنوں کو روزے رکھتا ہے اور راتوں کو صبح تک عبادت میں مشغول رہتا ہے جو کسی سے بات نہیں کرتا اور عبادت کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا اور جس وقت ہم پر نظر کرتا ہے تو ہمارے بدن اس طرح کانپنے لگتے ہیں کہ گویا ہم اپنے نفس کے مالک نہیں اور اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔

جب آل عباس نے یہ سنا تو انتہائی ذلت اور بدترین حالت میں اس کے پاس سے واپس چلے گئے، مولف کہتا ہے کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرتؑ کے بیشتر اوقات قید میں گزرے، اور آپؑ لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھ سکتے تھے، اور ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے جیسا کہ بعد کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

مسعودی روایت کرتا ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام تھوڑے سے اپنے خاص دوستوں کے علاوہ زیادہ تر شیعوں سے مخفی رہتے تھے اور جب امر امامت حسنؑ تک پہنچا تو آپؑ خواص اور غیر خواص سب کے ساتھ پس پردہ گفتگو کرتے سوائے ان اوقات کے جب سوار ہو کر بادشاہ کے مکان پر جاتے اور یہ عمل آنجنابؑ کا اور ان سے پہلے ان کے والد بزرگوار کا تھا۔ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی غیبت کا پیش خیمہ تھا تا کہ شیعہ اس چیز سے مانوس رہیں اور غیبت سے انہیں وحشت نہ ہو اور احتجاب اور اختفاء میں ان کی عادت جاری ہو جائے۔

دوسری خبر: روایت ہوئی ہے کہ جس وقت معتمد نے امام حسن عسکریؑ کو علی بن حزین کے پاس قید رکھا اور ان کے ساتھ ان کے بھائی جعفر کو بھی تو ہمیشہ معتمد علی بن حزین سے آپؑ کے حالات پوچھتا رہتا اور وہ کہتا کہ آپؑ دنوں کو روزہ رکھتے اور راتوں کو نماز میں مشغول رہتے ہیں، یہاں تک کہ ایک دن آنجنابؑ نے حالات پوچھے اور علی نے وہی جواب دیا، معتمد نے کہا کہ اسی وقت ان کے پاس جاؤ اور انہیں میرا اسلام پہنچاؤ اور ان سے کہو کہ آپؑ سلامتی کے ساتھ اپنے گھر آ جائیں۔

علی بن حزین کہتا ہے کہ میں زندان کی طرف گیا تو دیکھا کہ زندان کے دروازہ پر ایک گدھا زین کسے ہوئے تیار کھڑا ہے، میں زندان کے اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے موزے سبز چادر اور شاش شہر کا مخصوص لباس جسے شاشہ کہتے ہیں پہنے ہوئے ہیں، یعنی زندان سے باہر نکلنے اور گھر جانے کے لیے اپنے آپؑ کو تیار کیا ہوا تھا، پس جب مجھے دیکھا تو کھڑے ہو گئے میں نے اپنا پیغام پہنچایا۔

پھر آپؑ گدھے پر سوار ہو کر کھڑے ہو گئے، میں نے آپؑ سے کہا اے میرے سید و سردار آپؑ کیوں کھڑے ہیں، فرمایا تا کہ جعفر بھی آ جائے، میں نے عرض کیا کہ معتمد نے مجھے صرف آپؑ کی رہائی کا حکم دیا ہے۔

فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں اکٹھے گھر سے باہر نکلے تھے، اب اگر میں واپس جاؤں اور وہ ساتھ نہ ہو تو تم سمجھتے ہو کہ کیا ہوگا۔

پس وہ شخص گیا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ وہ کہتا ہے کہ میں جعفر کو آپؑ کی خاطر رہا کرتا ہوں اور میں نے اسے اس خیانت اور تقصیر کی وجہ سے قید کیا تھا جو اس نے اپنی ذات پر وارد کی تھی اور ان باتوں کی وجہ سے جو اس سے سرزد ہوئی تھیں، پس جعفر آپ کے ساتھ گھر واپس آ گیا۔

تیسری خبر: عیسیٰ بن صبیح سے روایت ہے، وہ کہتا ہے جب ہم قید میں تھے تو حضرت امام حسن عسکریؑ کو بھی قید کیا گیا، اور انہیں ہمارے ہی قید خانے میں لے آئے، میں آپؑ کو جانتا تھا اور آپؑ سے شناسائی رکھتا تھا، آپؑ نے فرمایا تیری عمر پینسٹھ برس چند ماہ اور کچھ دن ہے، اور میرے پاس ایک دعاؤں کی کتاب تھی کہ جس میں میری تاریخ ولادت لکھی ہوئی تھی، جب میں نے اس کی طرف رجوع کیا تو اسی طرح تھا جیسے آپؑ نے خبر دی تھی، پھر فرمایا خدا نے تجھے کوئی بیٹا دیا ہے میں نے عرض کیا نہیں، عرض کیا خدایا اسے ایک بیٹا عطاء فرما جو کہ اس کا بازو بنے اور بیٹا اچھا بازو و قوت ہے، پھر آپؑ نے اس شعر سے تمثل کیا۔

من کان ذا ولد یدرك ظلا متہ

ان الذلیل الذی لیست له عضد

یعنی جو شخص صاحب اولاد ہے وہ ظلم کا بدلہ لیتا ہے، بیشک ذلیل وہ ہے کہ جس کا بازو اور قوت نہ ہو، میں نے عرض کیا آپ کا کوئی بیٹا ہے، فرمایا ہاں خدا کی قسم مجھے خداوند عالم ایک فرزند عنایت فرمائے گا جو زمین کو عدل و داد سے پر کرے گا، لیکن اس وقت میرا کوئی بیٹا نہیں، اس وقت آپؑ ان دو اشعار سے متمثل ہوئے۔

لعلك یوما ان ترانی کانما
بنی حوالی الا سود اللوابد
فان تمیما قبل ان یلد الحصی
اقام زمانا وھو فی الناس واحد

شاید تو مجھے ایک دن دیکھے کہ میرے بیٹے کے گرد ببر شیر ہیں اور تمیم حصی کے پیدا ہونے سے پہلے ایک زمانہ تک لوگوں میں اکیلا رہا ہے۔

چوتھی خبر! روایت ہے کہ حضرت امام حسن عسکریؑ کو نحریر کے سپرد کیا گیا اور نحریر نے آپؑ پر سختی کی، وہ آپؑ کو اذیت و تکلیف دیتا تھا اس کی بیوی اس سے کہنے لگی اے شخص خدا سے ڈر کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ تیرے گھر کون شخص ہے، پس اس خاتون نے حضرت عسکریؑ کے آپؑ کی صالحیت عبادت وجلالت میں سے اوصاف بیان کرتے شروع کئے اور کہنے لگی میں تیری اس بدسلوکی سے تیرے متعلق خوفزدہ ہوں۔

نحریر لعین کہنے لگا خدا کی قسم میں اسے درندہ خانے میں شیروں اور درندوں میں پھینکوں گا، پس اس نے خلیفہ سے اجازت لی تو اس نے اجازت دے دی، پھر اس نے آپؑ کو شیروں کی جگہ پر پھینک دیا، اور انہیں اس میں شک نہیں تھا کہ شیر آپؑ کو کھا جائیں گے، پس انہوں نے اس جگہ نگاہ کی کہ حضرتؑ کی حالت معلوم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ جنابؑ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور درندے آپؑ کے گرد ہیں۔

پس اس نے حکم دیا تو آپؑ کو باہر لائے اور اس کے گھر لے گئے۔ مولف کہتا ہے کہ اسی معجزہ و دلیل کی طرف گیارہ تاریخ کے دن کی دعا میں اشارہ ہوا ہے، جو آپؑ سے توسل کے لیے ہے۔ وبالا امام الحسن بن علی علیه السلام الذی طرح للسباع مخلصه من مرابضها وامتحن بالا واب الصعاب فذللت له مرا کبها

یعنی میں متوسل ہوتا ہوں امام حسن عسکریؑ کے ساتھ وہ آقا کہ جس کو درندوں کے درمیان پھینکا گیا، پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ درندوں کی جگہ سے تو اسے باہر لے آیا اور آپؑ کا امتحان کیا گیا ایک سرکش گھوڑے اور دانہ کے ساتھ جس کو تو نے رام کیا ان کی سواری کے لیے اور اس فقرہ میں اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف کہ مستعین باللہ خلیفہ کے پاس ایک خچر تھا، سرکش اس طرح کہ کسی میں یہ طاقت نہیں تھی کہ اسے لگام چڑھائے یا اس کی پشت پر زین کس دے یا اس پر سوار ہو سکے۔ اتفاقاً ایک دن حضرت خلیفہ سے ملنے گئے تو وہ آپؑ سے کہنے لگا کہ میں آپؑ سے خواہش کرتا ہوں کہ آپؑ اس خچر کے منہ میں لگام چڑھادیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ یا تو خچر رام ہو جائے گا یا وہ سرکشی کر کے حضرتؑ کو ہلاک کر دے گا۔

پس حضرت اٹھے اور اپنا دست مبارک خچر کی پشت پر مارا تو اس جانور کو پسینہ آ گیا، اتنا کہ وہ اس کے بدن پر جاری ہو گیا اور وہ انتہائی آرام وسکون میں ہو گیا، پس حضرتؑ نے اس پر زین کسی اور اس کے منہ میں لگام چڑھائی اور اس پر سوار ہو کر کچھ دیر اسے

مکان میں چلایا، خلیفہ کو اس چیز سے تعجب ہوا اور وہ خچر آپ کو دے دیا۔

پانچویں خبر! ابن شہر آشوب نے کتاب تبدیل ابوالقاسم کوفی سے نقل کیا ہے کہ اسحاق کندی جو کہ فیلسوف عراق تھا، اس نے اپنے زمانہ میں ایک کتاب کی تالیف تناقض قرآن میں شروع کی اور خود کو اس کام میں اتنا مشغول کیا کہ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے گھر میں رہتا، اور ہمیشہ اسی کام میں مصروف رہتا، یہاں تک کہ اس کا ایک شاگرد امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرتؑ نے اس سے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص رشید نہیں کہ تمہارے استاد کندی کو اس شغل سے رد کرے کہ جو اس نے اپنے لیے قرار دیا ہے، وہ شاگرد کہنے لگا ہم کس طرح اس پر اس امر میں اعتراض کر سکتے ہیں، ہماری طرف سے یہ کام مناسب نہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا اگر میں تمہیں کوئی القاء کروں تو تم وہ اس تک پہنچاؤ گے، اس نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے انس حاصل کرو، اس کی موانست و اعانت لطف و مدارت کر کے کرو، جب تم دونوں میں انس پیدا ہو جائے تو اس سے کہو کہ ایک مسئلہ میری نظر میں آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ تجھ سے پوچھوں، پھر اس سے کہو کہ اگر تیرے پاس کوئی قرآن کے متعلق گفتگو و بحث کرنے والا آئے اور کہے کہ کیا یہ جائز و ممکن ہے کہ خداوند عالم نے اس کلام سے جو قرآن میں ہے اس معنی کے علاوہ کسی معنی کا جو تو نے گمان کیا ہے ارادہ فرمایا ہو،

وہ جواب میں کہے گا ہاں جائز ہے، کیونکہ وہ ایسا شخص ہے جو اس بات کو جو سنے سمجھ لیتا ہے پس اس سے کہو شاید خداوند عالم نے قرآن میں اس معنی کے سوا کوئی اور معنی مراد لیا ہو، جو معنی تو نے اس کا لیا ہے اور اسے خدا کی مراد و مقصد سمجھا ہے اور تو اس معنی کے علاوہ وہ معنی رکھ رہا ہے۔

پس وہ شاگرد اس کندی کے پاس گیا اور اس سے ملاطفت و موانست کی، یہاں تک کہ اس پر وہ مسئلہ القاء کیا جو حضرتؑ نے اسے تعلیم دیا تھا۔

کندی کہنے لگا اس مسئلہ کا مجھ پر اعادہ کرو، اس نے دوبارہ اسے بیان کیا اس نے اس میں غور و فکر کیا تو اس نے لغت و نظر کی بناء پر جائز اور متحمل پایا کہ کوئی دوسرا معنی مراد ہو اس نے کہا کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتا یہ مسئلہ تجھے کس نے تعلیم دیا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ بات میرے دل میں آئی ہے وہ کہنے لگا اس طرح نہیں ہے جو تو کہتا ہے، کیونکہ یہ ایسا کلام نہیں جو تجھ سے سرزد ہو، کیونکہ تو ابھی اس مرتبہ کو نہیں پہنچا کہ اس کا مطلب سمجھ سکے لہذا مجھے بتا کہ تو نے یہ کہاں سے لیا ہے۔

وہ کہنے لگا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے اس کا حکم دیا ہے کندی کہنے لگا اب تو نے حقیقت حال کو بیان کیا ہے اس قسم کے مطالب صرف یہی خانوادہ بیان کر سکتا ہے پھر آگ منگوائی اور جو کچھ اس سلسلے میں تالیف کر رہا تھا سب جلا دیا۔

چھٹی خبر! علامہ مجلسی نے ہمارے اصحاب کے بعض تالیف سے علی بن عاصم کوفی سے ایک خبر روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرتؑ نے اسے بساط و مسند پر بہت سے انبیاء و مرسلین اور ان کے قدموں کے نشانات دکھائے علی کہتا ہے کہ میں ان پر گر پڑا اور ان کے بوسے لئے اور حضرتؑ کے ہاتھوں کا بھی بوسہ لیا اور میں نے عرض کیا کہ میں

ہاتھ سے آپ کی نصرت ومدد کرنے سے عاجز ہوں اور میرے پاس کوئی عمل نہیں سوائے آپ کی موالات ودوستی کے اور سوائے بیزاری اور لعنت کرنے کے آپ کے دشمنوں پر علیحدگیوں میں، پس میری حالت کیا ہوگی۔

حضرتؑ نے فرمایا مجھے حدیث بیان کی میرے باپؑ نے میرے جد رسول خدا سے کہ آپؐ نے فرمایا جو ہم اہل بیتؑ کی مدد کرنے سے عاجز ہو اور تنہائیوں میں ہمارے دشمنوں پر لعنت کرے تو خداوند عالم اس کی آواز تمام ملائکہ تک پہنچاتا ہے، پس جس وقت تم میں سے کوئی لعنت کرے ہمارے دشمنوں پر تو ملائکہ اسے اوپر لے جاتے ہیں اور اس پر لعنت کرتے ہیں جو اس پر لعنت نہ کرے، پس جب اس کی آواز ملائکہ تک پہنچتی ہے تو وہ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کی تعریف وثناء کرتے ہیں اور کہتے ہیں خدایا رحمت نازل کر اپنے اس بندہ کی روح پر کہ جس نے اپنے اولیاء کی نصرت میں اپنی کوشش صرف کی ہے اور اگر اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوتا تو وہ بھی کرتا، پس خداوند عالم کی ندا آتی ہے کہ اے میرے ملائکہ میں نے تمہاری دعا اس بندے کے حق میں قبول کر لی ہے اور تمہاری پکار کو سن لیا ہے اور میں نے ابرار کی ارواح کے ساتھ اس کی روح پر صلوات ورحمت نازل کی ہے اور اسے چنے ہوئے اخیار اور اچھے افراد میں قرار پایا ہے۔

ساتویں خبر! بحار الانوار میں ہے کہ صاحب تاریخ قم نے مشائخ قسم سے روایت کی ہے کہ ابوالحسن حسین بن حسن (حسین نسخہ) بن جعفر بن محمد اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام قم میں تھا اور وہ علانیہ شراب پیتا تھا، پس ایک دن کسی ضرورت کے ماتحت وہ احمد بن اسحاق اشعری کے مکان پر گیا جو قم میں وکیل اوقاف تھا اور اس نے اذن دخول چاہا، لیکن اس نے آنے کی اجازت نہ دی تو وہ سید غم واندوہ کی حالت میں اپنے گھر واپس چلا گیا۔

اس کے بعد احمد بن اسحاق حج کے لیے روانہ ہوا جب وہ سامرہ میں پہنچا تو اجازت چاہی کہ ابومحمد حسن عسکریؑ کی خدمت میں مشرف ہو تو حضرتؑ نے اجازت نہ دی، احمد نے اس سلسلہ میں طویل گریہ وزاری کی یہاں تک کہ آپؑ نے اجازت دے دی۔

جب حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا تو عرض کیا اے فرزند رسولؐ کس وجہ سے آپؑ نے مجھے خدمت میں مشرف ہونے سے منع کیا، حالانکہ میں آپؑ کے شیعوں اور موالیوں میں سے ہوں آپؑ نے فرمایا اس وجہ سے کہ تو نے میرے چچازاد بھائی کو اپنے گھر سے واپس کر دیا تھا، پس احمد نے گریہ کیا اور قسم کھائی کہ میں نے اس کو صرف اس لیے اپنے مکان میں آنے سے منع کیا تھا کہ وہ شراب پینے سے توبہ کر لے۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن ان کے احترام واکرام سے کسی حالت مین چارہ نہیں اور یہ کہ ان کو حقیر نہ سمجھو اور ان کی اہانت نہ کرو، ورنہ خاسرین اور نقصان میں رہنے والوں میں سے ہو جاؤ گے، کیونکہ یہ ہماری طرف منسوب ہیں۔

پس جب احمد قم سے پلٹ کے گیا تو اشراف لوگ اس کو دیکھنے کے لیے آئے اور حسین بھی ان کے ساتھ تھا جب احمد نے حسین کو دیکھا تو اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس کا استقبال اور عزت وتکریم کی اور اسے اپنی صدر مجلس میں بٹھایا۔ حسین نے احمد کے اس فعل کو بعید اور نیا سمجھا اور اس سے اس کا سبب پوچھا تو احمد نے وہ کچھ کہا جو اس کے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے درمیان گزرا تھا

جب حسین نے یہ سنا تو وہ اپنے افعال قبیحہ پر پشیمان ہوا اور ان سے توبہ کی اور اپنے گھر واپس جا کر جو شراب اس کے پاس تھی وہ زمین پر پھینک دی اس کے برتن توڑ ڈالے اور وہ اتقیاء، باورع صالحین اور عبادت گزاروں میں ہو گیا اور ہمیشہ مساجد میں رہتا اور مساجد میں معتکف رہا، یہاں تک کہ وفات پائی اور جناب فاطمہ بنت موسیٰ علیہا السلام کے پاس دفن ہوا۔

مولف کہتا ہے تاریخ قم میں ہے کہ سید ابوالحسین مذکور سادات حسینی میں سے پہلا شخص ہے جو قم میں آیا اور جب اس کی وفات ہوئی تو اس کو مقبرہ بابلان میں دفن کیا گیا اور اس کا گنبد جناب فاطمہ کے گنبد کے اس طرف سے ملا ہوا ہے کہ جس طرف سے شہر کی جانب سے اندر داخل ہوتے ہیں۔ انتہی

واضح ہو کہ اسی واقعہ کے قریب وہ واقعہ ہے جو علی بن عیسیٰ وزیر سے منقول ہے اور وہ اس طرح ہے کہ علی بن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں اولاد علیؑ کے ساتھ احسان کرتا تھا اور میں ہر ایک کو مدینہ طیبہ میں سال بھر کے لیے اتنی مقدار میں دیتا تھا جو اس کے طعام و لباس و اہل و عیال کے لیے کفایت کرتا اور یہ کام ماہ رمضان سے لے کر اس کے اختتام تک کرتا تھا ان میں سے ایک بوڑھا شخص تھا، امام موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد میں سے اور میں نے اس کے سال بھر کے لیے پانچ ہزار درہم مقرر کیے ہوئے تھے۔

اس طرح کا اتفاق ہوا کہ سردیوں کے موسم میں میں ایک دن گزر رہا تھا، میں نے اسے دیکھا کہ وہ مست پڑا ہے اور اس نے قے کی ہوئی ہے اور خاک آلود بدترین حالت میں شارع عام میں پڑا ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس جیسے فاسق شخص کو سال میں پانچ ہزار درہم دیتا ہوں کہ وہ اسے خداوند عالم کی نافرمانی میں صرف کرے اب اس سال کا اس کا مقرر وظیفہ بند کر دوں گا۔

جب ماہ مبارک رمضان داخل ہوا تو وہ بوڑھا میرے ہاں آیا اور میرے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا جب میں وہاں پہنچا تو اس نے سلام کیا اور اپنے وظیفہ کا مطالبہ کیا میں نے کہا کہ نہیں تیرے لیے کوئی عزت و تکریم نہیں ہے میں اپنا مال تجھے دوں گا کہ اسے تو خدا کی نافرمانی میں صرف کرے کیا میں نے سردیوں میں تجھے نہیں دیکھا تھا کہ تو مست تھا، اپنے گھر واپس چلا جا اور پھر میرے مکان پر نہ آنا جب رات ہوئی تو میں نے پیغمبر اکرمؐ کو عالم خواب میں دیکھا کہ لوگ آپؐ کے گرد جمع ہیں پس میں آگے بڑھا تو آپؐ نے مجھ سے منہ پھیر لیا پس مجھ پر یہ بات دشوار ہوئی اور میری حالت بری ہو گئی۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ میرے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں، باوجود اس کے کہ میں آپؐ کی اولاد کے ساتھ احسان اور نیکی کرتا ہوں اور میری ان سے نیکی کرنے اور ان پر زیادہ انعام و اکرام کرنے کا بدلہ آپؐ نے یہ دیا ہے کہ مجھ سے منہ پھیر لیا ہے۔

فرمایا ہاں، کیوں تو نے میرے فلاں بیٹے کو اپنے دروازے سے بدترین حالت میں واپس کیا ہے اسے ناامید کیا اور ہر سال کا اس کا وظیفہ بند کر دیا۔

میں نے عرض کیا، چونکہ میں نے اسے ایک قبیح معصیت میں مبتلا دیکھا ہے اور آپؐ کے سامنے وہ واقعہ نقل کیا، میں نے کہا کہ میں نے اپنا جائزہ اس لیے روک دیا ہے تاکہ معصیت خدا پر اعانت نہ کروں، تو آپؐ نے فرمایا تو اس کے لیے اسے دیتا تھا یا میری وجہ سے۔

میں نے عرض کیا آپ کی وجہ سے، آپ نے فرمایا پھر میری ہی وجہ سے اس کے اس فعل کو چھپا ہی لیتا جو اس سے سرزد ہوا تھا اور یہ کہ وہ میری اولاد میں سے ہے۔

میں نے عرض کیا ایسا ہی کروں گا، اس کے ساتھ اعزاز و اکرام کے ساتھ، پس میں خواب سے بیدار ہوا جب صبح ہوئی تو میں نے کسی کو بوڑھے سید کے پیچھے بھیجا جب میں دیوان (دفتر) سے واپس آیا تو میں نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لے آؤ میں نے غلام سے کہا کہ دس ہزار درہم دو تھیلیوں میں اسے دو اور اس سے کہا کہ اگر کسی وجہ سے کم ہو جائے تو مجھے بتانا اور خوش کر کے اُسے بھیجا جب وہ صحن خانہ میں پہنچا تو میرے پاس واپس آیا اور کہنے لگا اے وزیر کیا سبب ہے کہ کل تو نے مجھے دھتکار دیا اور آج مہربانی و نوازش کی اور دگنا عطا کیا۔

میں نے کہا سوائے اچھائی کے کوئی بات نہیں تم خوشی کے ساتھ جاؤ۔

وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک اصل واقعہ مجھے معلوم نہ ہو۔

پس میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا اس کے لیے بیان کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے اور کہنے لگا کہ میں نذر واجبی کرتا ہوں کہ دوبارہ میں اس کام کو نہیں کروں گا جو تو نے دیکھا ہے اور کبھی کسی معصیت کے پیچھے نہیں جاؤں گا اور اپنے جد بزرگوار کو یہ تکلیف نہیں دوں گا کہ آپ مجھ سے احتجاج کریں، پھر اس نے توبہ کر لی۔

مولف کہتا ہے کہ شراب پینا گناہ کبیرہ ہے بلکہ روایت ہے کہ خداوند عالم نے شر اور بدی کے کچھ قفل اور تالے قرار دیئے ہیں کہ جن کی چابی شراب ہے اور ایک روایت میں ہے حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ شراب ام الخبائث اور ہر بدی کا بھید ہے شراب پینے والے پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ جس سے اس کی عقل چھین لی جاتی ہے اس وقت وہ خدا کو نہیں پہچانتا اور کوئی گناہ نہیں چھوڑتا کہ جس کا ارتکاب نہ کرے اور نہ ہی کسی حرمت کو چھوڑتا ہے کہ جس کی ہتک حرمت نہ کرے اور نہ ہی کسی رحم کو قطع کرنے سے باز آتا ہے اور نہ ہی کسی فاحشہ اور قبیح فعل کو ترک کرتا ہے اور مست انسان کی مہار شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اگر وہ اسے حکم دے تو وہ بت کو بھی سجدہ کرتا ہے اور وہ شیطان کے تابع فرمان ہوتا ہے جدھر چاہے وہ اُسے لے جاتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک روایت میں ہے آپؑ نے فرمایا شراب پینا انسان کو زنا کاری، چوری، قتل نفس محترم اور خدا کا شریک قرار دینے میں داخل کر دیتا ہے اور شراب کے کام ہر گناہ سے اونچے ہیں، جس طرح کہ اس کا درخت ہر درخت سے اونچا ہے اور بہت سی روایات میں ہے کہ شراب کا عادی بت پرست کی مانند ہے اور یہ شراب پینے والا دوستی کے قابل نہیں، اس کی ہم نشینی نہیں کرنی چاہیے اور اسے امین نہیں سمجھنا چاہیے جب وہ شادی کرنا چاہے تو اپنی شریف لڑکی اسے نہ دو، جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت نہ کرو، جب وہ مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت نہ کرو، اس کی بات کی تصدیق نہ کرو، اور جو شخص نشے والی چیز پئے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور اسے پیغمبر اکرمؐ کی شفاعت نصیب نہیں ہوتی اور وہ حوض کوثر پر نہیں جا سکے گا اور طینت خبال سے (وہ چیز ہے جو زنا کار عورتوں کی شرمگاہ سے نکلے گی) اسے سیراب کیا جائے گا۔

فقیر کہتا ہے کہ روایات اس سلسلہ میں اس سے زیادہ ہیں کہ ان کا احصار و شمار کیا جائے اور فاسد و شرور جو مسکرات کے پینے سے دیکھنے میں آتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں، اسی لیے نقل ہوا ہے کہ بعض یورپ کے ممالک میں مسکرات کے پینے سے سختی سے ممانعت کے احکام جاری کئے گئے اور ان کے بعض جرائد اور روزناموں میں نقل کیا ہے کہ جس میں مسکرات کے معائب و مفاسد کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اس کے فقرات میں سے کچھ یہ ہیں کہ تمام مشروبات میں سے بہترین خالص و سادہ پانی ہے اور یہ جو بعض ممالک کے اطباء اچھے صاف و شفاف پانی کے فقدان کی وجہ سے یا ہوا کے تقاضوں کے ماتحت تھوڑی سی شراب کی تجویز کرتے ہیں کہ پانی کے ثقل کو دور کرنے کے لیے تھوڑی سی ملائی جائے اور پھر پیا جائے، ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہی پانی پیا جائے اور جب تک کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لازمی شراب پینے کی مقتضی ہو تو اس کے پینے میں کوئی بھی فائدہ نہیں، تمام نشہ آور چیزیں وجود انسانی کے لیے مضر ہیں اور دانشور لوگوں نے مسکرات کے مضرات کے باب میں جو کہنے کی باتیں ہیں تفصیل سے کہی ہیں۔ مسکرات سے فائدہ کا تصور بچھو کے ڈنگ سے استفادہ کرنے کی طرح ہے جب زہر میں تریاق کی خاصیت پیدا ہو جائے تو مسکرات کے پینے سے بھی فائدہ کی توقع کوئی رکھ سکتا ہے جب ذوق سلیم رکھنے والا شخص اس کی ماہیت سے آگاہ ہو جائے اگر اس کا ہر قطرہ تازہ روح بخشنے والا ہو تب بھی وہ اپنی طبیعت کی صفائی کی بناء پر اس کے پینے سے منع کرے گا، شراب خور آج کے کام کو کل پر ڈالتا ہے اور اپنے کل کا خرچ بھی آج ہی صرف کرتا ہے علاوہ اس کے کہ اس کے پینے سے بہت سے مفاسد ظہور پذیر ہوتے ہیں جو کہ نیک خاندانوں کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں، شراب بہت سے بڑے خاندانوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے اور جب ہم نگاہ انصاف سے دیکھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ کئی ایک علل و امراض مہلکہ مسکرات کے زیادہ استعمال کی وجہ سے ہیں، کیونکہ وہ ممالک کہ جن میں شراب اور دوسرے مسکرات نہیں ہیں یا دین و دیانت کے حکم سے ممنوع ہیں وہاں کے رہنے والوں کا بعض امراض سے مامون ہونا تو آسان ہے، علاوہ اس کے وہ قوی الجسہ اور تندرست بھی ہیں خلاصہ یہ کہ اس قسم کے کئی مقالے انہوں نے لکھے ہیں، لیکن اس مقام پر گنجائش اس سے زیادہ کی نہیں، لہذا اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور اوحدی مراغہ اصفہانی کے ان چند اشعار سے ہم گفتگو کو ختم کرتے ہیں۔

می سرخت نمد فروش کند!
بنگ سبزت گلیم پوش کند!
دل سیاہی دہند رخ زردے
خون بسوز آیدت چونافہ مشک
خوردن آب گرم و سبزہ خشک
خون بسوز آیدت چونافہ مشک
بت پرستی زمی پرستی بہ!
مردن عاقلاں زمستی بہ!

چند گوئی کہ بادہ غم ہبردا
دین و دنیا ہمیں کہ ہم ہبردا

آٹھویں خبر! ابو سہل بلخی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں خط لکھا اور حضرتؑ سے درخواست کی کہ اس کے والدین کے لے دعا فرمائیں جب کہ اس کی ماں خالی اور باپ مومن تھا تو توقیع شریف آئی کہ رحم اللہ والدک، خدا تیرے باپ پر رحم کرے، ایک دوسرے شخص نے لکھا کہ اس کے والدین کے لیے دعا کریں کہ جس کی ماں مومنہ اور باپ ثنوی مذہب تھا، یعنی دو خداؤں کا قائل تھا تو توقیع (تحریر) آئی کہ رحم اللہ والدتک والتا معقوطۃ یعنی خدا تیری والدہ پر رحم کرے، اور لفظ والدہ کا ضبط فرمایا کہ آخر میں تا نقطہ دار ہے، نہ پڑھی جائے تا کہ والد یک ہو جائے یعنی تیرے ماں باپ۔

تیسری فصل

امام حسن عسکریؑ کے دلائل و معجزات باہرات

پہلا معجزہ! قطب راوندی نے جعفر بن شریف جرجانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں حج پر گیا اس کے بعد میں سامرہ میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں پہنچا، اور میرے ساتھ کچھ مال تھا جو شیعوں نے مجھے دیا تھا کہ وہ امام علیہ السلام تک پہنچاؤں، میں نے ارادہ کیا کہ حضرتؑ سے پوچھوں کہ یہ مال میں کس کو دوں تو میرے بات کرنے سے پہلے فرمایا کہ میرے خادم مبارک کو دے دو۔

وہ کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور باہر آ گیا اور میں نے عرض کیا کہ آپؑ کے جرجان کے شیعوں نے آپؑ کو سلام کہا ہے فرمایا کیا تم حج کر کے واپس جرجان نہیں جاؤ گے، میں نے عرض کیا واپس جاؤں گا، فرمایا آج سے لے کر ایک سو ستر دن کے بعد تم واپس جرجان جاؤ گے، اور اس میں جمعہ کے دن تین ربیع الثانی دن کے پہلے وقت میں داخل ہو گے تو لوگوں کو بتانا کہ میں اسی دن کے آخر میں جرجان میں آؤں گا، رشد و ہدایت کے ساتھ جاؤ بیشک خدا تمہیں اور جو تیرے ساتھ ہے سب کو سلامتی کے ساتھ پہنچائے گا اور تم اپنے اہل عیال کے پاس پہنچو گے اور تمہارے بیٹے شریف کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا تو اس کا نام صلت بن شریف بن جعفر بن شریف رکھنا وسیبلغ اللہ بہ عنقریب خداوند عالم اسے حد کمال تک پہنچائے گا اور ہمارے اولیاء میں سے ہو گا۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ ابراہیم بن اسماعیل جرجانی آپؑ کے شیعوں میں سے ہے اور آپؑ کے اولیاء اور دوستوں پر بہت احسان کرتا ہے اور ہر سال ایک لاکھ سے زیادہ اپنے مال میں سے خرچ کرتا ہے اور وہ ان اشخاص میں سے ایک ہے جو جرجان

میں نعمات خداوندی میں گردش کر رہے ہیں۔

فرمایا ابواسحاق ابراہیم بن اسماعیل کو خدا جزائے خیر دے ان احسانات کے بدلے جو وہ ہمارے شیعوں پر ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دے اور اسے صحیح الاعضاء بیٹا عنایت کرے جو حق کا قائل ہو، ابراہیم سے کہنا کہ حسن بن علیؑ کہہ رہے ہیں کہ اپنے بیٹے کا نام احمد رکھنا۔

راوی کہتا ہے کہ پس میں حضرتؑ کی خدمت سے واپس ہوا اور حج کیا اور سلامتی کے ساتھ جرجان واپس آیا اور جمعہ کی صبح تین ربیع الثانی کو وہاں وارد ہوا جس طرح کہ حضرتؑ نے خبر دی تھی، جب میرے ساتھی دوست وہ احباب بھی مجھے مبارک باد دینے کے لیے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ امامؑ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج کے دن دن کے آخر میں یہاں تشریف لائیں گے، پس جمع ہو جاؤ اور حضرتؑ سے اپنے مسائل وحاجات کے سوال کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔

پس شیعہ حضرات ظہر وعصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد میرے مکان پر جمع ہو گئے پس خدا کی قسم ہم ملتفت نہ ہوئے، مگر یہ کہ ہم نے حضرتؑ کو دیکھا کہ وہ اچانک ہم میں آموجود ہوئے، ہم تو جمع ہی تھے، آپ نے آتے ہی ہم کو سلام کیا، ہم نے آپ کا استقبال کیا اور آپؑ کے ہاتھ کے بوسے لیے پھر آپؑ نے فرمایا کہ میں نے جعفر بن شریف سے کہا تھا کہ میں اس دن کے آخر میں تمہارے پاس آؤں گا، لہذا میں نے ظہر وعصر کی نماز سامرہ میں پڑھی ہے اور تمہارے پاس آگیا ہوں تا کہ تم سے تجدید عہد کروں، پس اپنے تمام سوالات اور حاجتیں جمع کرو، سب سے پہلے جس شخص نے سوال کی ابتدا کی وہ نضر بن جابر تھا۔

عرض کیا فرزند رسولؐ چند مہینے ہوئے ہیں کہ میرے بیٹے کی آنکھیں خراب ہو گئی ہیں آپؑ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اس کی آنکھیں دوبارہ ٹھیک کر دے۔

حضرتؑ نے فرمایا اسے لے آؤ پھر آپؑ نے اپنا دست مبارک اس کی آنکھوں پر رکھا تو وہ روشن ومنور ہو گئیں، پھر ایک ایک آتا گیا اور اپنی حاجات طلب کرتا اور حضرتؑ اسے پورا کیے جاتے، یہاں تک کہ آپؑ نے سب کی حاجات پوری کر دیں اور سب کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور اسی دن واپس چلے گئے۔

دوسرا معجزہ ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں نے امام حسن عسکریؑ سے سنا آپؑ فرما رہے تھے کہ جو گناہ بخشے نہیں جاتے، ان میں سے ایک انسان کا یہ قول ہے کہ وہ کہے کاش مجھے صرف اس گناہ کا مواخذہ ہوتا، یعنی کاش میرا صرف یہی گناہ ہوتا تو میں نے دل میں کہا کہ یہ مطلب دقیق ہے اور انسان کے لیے مناسب ہے کہ اپنے نفس میں ہر چیز کی جستجو وتلاش رکھے، جب اس بات نے میرے دل میں خطور کیا تو حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا سچ کہا ہے تو نے اے ابو ہاشم، لازم پکڑو اس چیز کو جو تمہارے دل میں گزری ہے پس اس میں شک نہیں کہ لوگوں کے درمیان شرک چیونٹی کے صاف وشفاف پتھر پر چلنے اور سیاہ پلاس کے کپڑے پر حرکت کرنے سے بھی زیادہ مخفی ہے مولف کہتا ہے کہ اس قسم کے گناہوں کو محقرات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ گناہاں محقرات سے بچو کہ وہ بخشے نہیں جاتے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابلیس تم سے محقرات پر راضی ہو گیا ہے، اور فرمایا اے ابن مسعود آپؐ نے اُسے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کسی گناہ کو حقیر اور چھوٹا نہ سمجھو اور اجتناب کرو بڑے گناہوں سے، کیونکہ بندہ جب قیامت کے دن اپنے گناہوں پر نگاہ کرے گا تو اس کی آنکھیں پیپ اور خون روئیں گی، خداوند عالم فرماتا ہے۔

یوم تجد کل نفس ما عملت من سوء تو دلو ان بینہا و بینہ امد بعیدا وہ دن کہ جس دن نفس موجود پائے گا جو کچھ برے عمل کر چکا ہے تو دوست رکھے گا کہ کاش ان کے اور اس کے درمیان مسافت بعیدہ ہوتی ہے اور آپؐ ابوذر سے فرمایا کہ تحقیق مومن اپنے گناہ کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے وہ شخص ایک بہت بڑے سخت پتھر کے نیچے ہو کہ جس کا اسے ڈر ہو کہ وہ اس پر گر پڑے گا، اور کافر اپنے گناہ کو اس مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کے ناک سے گزر جاتی ہے۔

اور حضرت امیر المومنین کے کلام میں سے ہے سخت ترین وہ گناہ ہے کہ جس کو اس کا کرنے والا سبک و آسان سمجھے اور علی بن ابراہیم قمی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے ایک سانپ خلق کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کا احاطہ اور اس نے اپنا سر اور دم عرش کے نیچے اکٹھا کیا ہوا ہے پس جب وہ بندوں کے گناہوں کو دیکھتا ہے تو وہ غصے ہو جاتا ہے اور وہ رخصت و اجازت طلب کرتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کو کھا جائے، اور روایات اس سلسلہ میں بہت زیادہ ہیں، اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ ایک دفعہ رسول خداؐ ایک بے گیاہ زمین پر اترے تو آپؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ جلانے کے لیے لکڑیاں لے آؤ۔

انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس زمین میں ہیں کہ جس میں کوئی گھاس وغیرہ نہیں ہے اس میں لکڑیاں نہیں مل سکتیں، فرمایا ہر شخص لے آئے جو اس کے لیے ممکن ہو، پس وہ لکڑیاں لے کر آئے اور انہوں نے آپؐ کے سامنے ایک دوسرے پر رکھ دیں، جب لکڑیاں جمع ہو گئیں تو آپ نے فرمایا کہ گناہ اس طرح جمع ہو جاتے ہیں، معلوم ہوا کہ آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح گھاس سے خالی بیابان میں لکڑیاں نظر نہیں آتی تھیں، جب ان کی طلب و تلاش میں نکلے تو بہت سی جمع ہو گئیں اور ایک دوسرے کے اوپر ڈالی گئیں اسی طرح گناہ بھی نظر میں نہیں آتے لیکن جب جستجو اور حساب ہو تو بہت سے گناہ جمع ہو جائیں گے۔

تیسرا معجزہ نیز ابو ہاشم سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن عسکریؑ سوار ہوئے اور صحرا کی طرف گئے میں بھی آپؐ کے ساتھ سوار ہوا، پس اس اثناء میں جب کہ حضرتؑ میرے آگے آگے جا رہے تھے اور میں ان کے پیچھے تھا تو مجھے میرے قرض کی فکر دامن گیر ہوئی کہ جس کا وقت آ گیا تھا، پس میں فکر کرتا تھا کہ اسے کہاں سے ادا کروں تو حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا خدا اسے ادا کرے گا، پس اسی حالت میں کہ زین سوار تھے زمین کی طرف جھکے اور اپنے تازیانے سے زمین پر خط کھینچا اور فرمایا اے ابو ہاشم پیادہ ہو کر لے لو اور اسے مخفی رکھو، ابو ہاشم کہتے ہیں میں پیادہ ہوا تو اچانک دیکھا کہ عمدہ خالص سونا ہے، میں نے اسے اٹھا کر اپنے موزے میں رکھ لیا۔

پس کچھ راستہ اور سیر کرتے رہے، پھر میں نے فکر کی اور دل میں کہا کہ اگر اس سے میرا قرض ادا ہو گیا تو فبہا ورنہ قرض خواہ کو

اسی پر راضی کر لوں گا اور دوست رکھتا تھا کہ سردیوں کے اخراجات کپڑوں وغیرہ کے متعلق کچھ سوچوں جب یہ خیال آیا تو آپؑ نے میری طرف دیکھا اور دوبارہ زمین کی طرف جھکے اور زمین پر اپنے تازیانے سے پہلے کی طرح خط کھینچا اور فرمایا پیادہ ہو کر لے لو اور مخفی رہو۔

ابو ہاشم کہتے ہیں کہ میں اترا تو دیکھا کہ عمدہ سونا ہے اس کو بھی اٹھا کر کے اپنے دوسرے موزے میں رکھ لیا، پس کچھ راستہ چل کر حضرتؑ اپنے گھر کی طرف اور میں اپنے گھر کی طرف چلا گیا، پس میں نے بیٹھ کر حساب کیا اپنے اس قرض کا اور اس کی مقدار معلوم کی، پھر میں نے پہلے سونے کو تولا تو میں نے دیکھا کہ اس کی مقدار بغیر کسی کی وزیادتی کے میرے قرض کے برابر تھی پھر میں نے سوچا ان چیزوں کو کہ جن کی سردیوں میں مجھے ضرورت تھی ہر لحاظ سے اتنی مقدار کہ جس سے چارہ نہیں میانہ روی کے ساتھ بغیر تنگی اور فضول خرچی کے، پھر میں نے اس دوسرے سونے کو تولا تو وہ اس کے مطابق تھا کہ جس کا میں نے سردیوں کے لیے کمی وزیادتی کے بغیر اندازہ لگایا تھا۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں ابو ہاشم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں امر معاش کے لحاظ سے ضیق وتنگی میں تھا میں نے چاہا کہ حضرت امام حسن عسکریؑ سے اعانت طلب کروں مجھے شرم وحیا دامن گیر ہوئی، جب میں اپنے گھر واپس گیا تو حضرت نے میرے لیے سو اشرفی بھیجی اور لکھا تھا کہ جب تمہیں کوئی ضرورت پڑے تو شرم نہ کرو اور خجالت محسوس نہ کرو، بلکہ اس کا ہم سے مطالبہ کرو تو انشاء اللہ وہ کچھ دیکھو گے جو چاہتے ہو۔

چوتھا معجزہ! نیز ابو ہاشم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام حسن عسکریؑ کی بارگاہ سے شرفیاب ہوا میں نے دیکھا کہ حضرتؑ خط لکھنے میں مشغول ہیں، پس نماز کا اول وقت آیا تو آپؑ نے وہ کاغذ زمین پر رکھ دیا اور نماز میں مشغول ہو گئے، پس میں نے دیکھا کہ قلم کاغذ کے اوپر چل رہا ہے اور لکھ رہا ہے یہاں تک کہ کاغذ کے آخر تک پہنچا، پس میں سجدہ میں گر گیا جب حضرتؑ نماز سے فارغ ہوئے تو قلم اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔

مولف کہتا ہے کہ جو کچھ ابو ہاشم نے روایت کیا اور دیکھا ہے دلائل ومعجزات حسن عسکری علیہ السلام اس سے زیادہ ہیں کہ یہاں ذکر ہو سکیں اور انہیں سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جب بھی میں امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو کوئی نہ کوئی دلیل برہان ان سے دیکھی، حضرت ہادیؑ کے دلائل ومعجزات میں بھی چند روایات اس سے نقل ہو چکی ہیں۔

پانچواں معجزہ! قطب راوندی نے فطرس (بطریق نسخہ) سے روایت کی ہے اور وہ ایک شخص تھا کہ جس نے علم طب پڑھا ہوا تھا اور اس کی عمر سو سال سے زیادہ تھی، وہ کہتا ہے کہ میں بختیشوع طبیب متوکل کا شاگرد تھا اور اس نے مجھے اپنے شاگردوں میں سے منتخب کیا ہوا تھا پس اس کی طرف حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے کسی کو بھیجا کہ وہ اپنے شاگردوں میں سے مخصوص ترین شاگرد کو بھیجے جو ان کی فصد کھولے پس بختیشوع نے مجھے اس کے لیے چنا اور کہنے لگا امام حسن عسکریؑ نے مجھ سے کسی شخص کو مانگا ہے جو ان کی فصد کھولے، پس ان کے پاس جاؤ اور یہ جان لو کہ وہ زیر آسمان رہنے والے سب لوگوں سے زیادہ عالم ہے لہذا اس سے پرہیز کرنا کہ کسی چیز میں تو تعرض کرے جس کا وہ تجھے حکم دیں۔

پس میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ اس کمرہ میں رہو جب تک کہ میں تجھے بلاؤں نہیں، راوی کہتا ہے کہ جب میں حضرتؑ کی خدمت میں گیا تھا تو وہ وقت فصد کھولنے کے لیے عمدہ تھا لیکن آپؑ نے مجھے اس وقت بلایا جو فصد کے لیے اچھا نہیں تھا، پس آپؑ نے ایک بڑا طشت منگوایا تو میں نے آپؑ کی رگ اکحل کی فصد کھولی اور مسلسل خون آتا رہا یہاں تک کہ وہ طشت پر ہو گیا پھر فرمایا کہ اب خون کو بند کر دو، میں نے ایسا کیا پس آپؑ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اس کے اوپر کپڑا باندھ دیا اور مجھے اس کمرے کی طرف واپس کر دیا کہ جس میں مجھے ٹھہرایا ہوا تھا اور میرے لیے گرم کھانا لایا گیا جس میں بہت سی چیزیں تھیں اور میں عصر تک وہیں رہا، پھر مجھے بلایا اور فرمایا کہ رگ کھولو اور وہ طشت منگوایا پس میں نے رگ کھولی تو طشت پر ہو گیا، پس حکم دیا کہ خون کو روک لو اور رگ کو باندھ دیا اور مجھے کمرے کی طرف واپس کر دیا، میں نے وہاں رات گزاری جب صبح ہوئی اور سورج نکل آیا تو مجھے بلایا اور وہ طشت منگوایا اور فرمایا کہ رگ کھولو میں نے رگ کھولی تو خون آپؑ کے ہاتھ سے سفید دودھ کی مانند باہر آیا یہاں تک کہ طشت پر ہو گیا ، پس حکم دیا کہ خون بند کر دو اور رگ کو باندھ دیا اور حکم دیا کہ ایک جامہ لباس کا اور پچاس دینار مجھے دے دیں، فرمایا یہ لے لو اور مجھے معذور سمجھو اور چلے جاؤ۔

پس میں نے وہ چیزیں لے لیں جو آپؑ نے مجھے عطاء فرمائیں اور عرض کیا میرے مولا و آقا کسی خدمت کا مجھے حکم فرمائیں گے، فرمایا ہاں میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اس کے ساتھ خوش رفتاری کرنا جو تمہاری رفاقت کرے اور تیرا ہمسفر ہو دیر عاقول سے پس میں بختیشوع کے پاس گیا اور اس سے واقعہ بیان کیا تو بختیشوع کہنے لگا کہ زیادہ تر خون مین جو بدن انسان میں ہوتا ہے اس کی مقدار سات من ہے (تقریباً آٹھ چھٹانک اور دس ماشے) اور یہ خون کی مقدار جو تو نقل کرتا ہے، اگر پانی کے کسی چشمے سے خارج ہوئی ہوتی تو بھی عجیب تھی اور اس سے زیادہ عجیب ہے دودھ جیسا خون کا آنا۔

پس اس نے کچھ دیر غور کیا اور پھر تین رات مسلسل کتابیں پڑھتا رہا کہ شاید اس واقعہ کا ذکر کہیں دنیا میں اسے مل جائے، لیکن اسے نہ مل سکا تو کہنے لگا کہ عیسائیوں کے درمیان اس وقت طب کا کوئی عالم دیر عاقول کے راہب سے زیادہ نہیں، پس اس نے اس کے لیے خط لکھا اور اس میں حضرتؑ کی فصد کا واقعہ بیان کیا اور میں وہ خط اس کے پاس لے گیا، جب میں اس کے گرجے کے پاس پہنچا تو اس نے گرجے کے اوپر سے مجھ پر نگاہ کی اور کہنے لگا تو کون ہے۔

میں نے کہا کہ میں بختیشوع کا شاگرد ہوں کہنے لگا اس کا خط لے کر آئے ہو، میں نے کہا کہ ہاں تو اس نے ایک زنبیل اوپر سے نیچے لٹکائی کہ جس میں میں نے خط رکھ دیا اور اس نے اسے اوپر کھینچا اور خط پڑھنے کے بعد اسی وقت گرجے سے نیچے اترا اور کہنے لگا وہ شخص تو ہے جس نے اس کی فصد کھولی ہے میں نے کہا کہ ہاں، وہ کہنے لگا طوبیٰ لامک خوش خبری ہے تیری ماں کے لیے۔

پس وہ خچر پر سوار ہوا اور چل پڑا، پس ہم سامرے میں اس وقت پہنچے جب کہ رات کی ایک تہائی باقی تھی میں نے کہا کہ کہاں جانا پسند کرتے ہو، ہمارے استاد کے گھر یا اس شخص کے گھر۔

وہ کہنے لگا اس شخص کے گھر اور ہم حضرتؑ کے دروازے پر اذان سے پہلے پہنچ گئے پس دروازہ کھلا اور ہمارے پاس ایک سیاہ رنگ کا خادم آیا اور کہنے لگا تم دونوں میں سے دیر عاقول کا رہنے والا کون ہے، راہب کہنے لگا تجھ پر قربان جاؤں میں ہوں، کہنے لگا اپنی سواری سے اترو اور مجھ سے کہنے لگا اس خچر اور اپنے خچر کی تم نگہبانی کرو، جب تک کہ راہب واپس آتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ دونوں مکان کے اندر چلے گئے اور میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور دن چڑھ آیا تو اس وقت راہب اس حالت میں باہر آیا کہ اس نے اپنا رہبانیت والا لباس اتارا ہوا تھا اور سفید لباس پہنے ہوئے تھا اور اسلام لا چکا تھا۔

پھر کہنے لگا کہ اب مجھے اپنے استاد کے گھر لے چلو پس ہم بختیشوع کے گھر کے دروازے پر پہنچے جب اس کی نگاہ راہب پر پڑی تو اس نے جلدی کی اور دوڑ کر اس کی طرف آیا اور کہنے لگا کہ کس چیز نے تجھے دین نصرانیت وعیسائیت سے الگ کر دیا، اس نے کہا کہ میں نے مسیح کو پالیا ہے اور اسلام لے آیا ہوں، کہنے لگا مسیح کو پالیا ہے؟

اس نے کہا یا اس کی نظیر ومثیل کو، کیونکہ یہ فصد دنیا میں نہیں کھلوائی، مگر مسیح نے اور یہ اس کا آیات و براہین میں نظیر ہے پھر وہ حضرتؑ کی خدمت میں واپس گیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ وفات پائی۔ رحم اللہ علیہ

چھٹا معجزہ شیخ کلینی نے ابن کردی سے محمد بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم پر امر معاش کی تنگی وسختی آگئی، میرا باپ کہنے لگا آؤ اس شخص کے پاس جائیں یعنی ابو محمد عسکریؑ کی طرف، کیونکہ نقل ہوا ہے کہ حضرتؑ صاحب سخاوت ہیں میں نے کہا کہ اسے پہچانتے ہو، کہنے لگا پہچانتا تو ہوں، لیکن کبھی اسے دیکھا نہیں پس ہم ان کے ارادہ سے چل پڑے میرے باپ نے راستہ میں کہا کہ ہم اس چیز کی طرف کس قدر حاجت مند ہیں کہ حضرتؑ ہمیں پانچ سو درہم دے دیں کہ جن میں سے دو سو درہم لباس وغیرہ میں خرچ کریں اور دو سو درہم اپنے قرض کی ادائیگی میں صرف کریں اور سو درہم اپنے اخراجات میں لے آئیں اور میں نے بھی دل میں کہا کہ کاش مجھے تین سو درہم مرحمت فرمائیں کہ جس میں سے سو درہم کا گدھا خریدوں اور سو درہم اپنے اخراجات میں اور سو درہم لباس پر خرچ کروں اور بلاد جبل کی طرف جاؤں۔

پس جب ہم آپؑ کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو حضرتؑ کا غلام باہر آیا اور کہنے لگا کہ علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا محمد داخل ہوں، پس جب ہم اندر گئے تو ہم نے حضرتؑ کو سلام کیا تو آپؑ نے میرے والد سے کہا کہ اے علی اب تک تجھے ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روک رکھا تھا۔

میرے والد نے عرض کیا اے میرے آقا مجھے شرم آتی تھی کہ اس حالت میں میں آپؑ سے ملاقات کروں، پس جب آپؑ کی خدمت سے باہر نکلے تو حضرتؑ کا غلام آیا اور اس نے ایک تھیلی میرے باپ کو دی اور کہا کہ اس میں پانچ سو درہم ہیں دو سو درہم لباس کے لیے دو سو درہم قرض ادا کرنے کے اور ایک سو اخراجات ونفقہ کے لیے، اور مجھے بھی ایک تھیلی دی اور کہا کہ یہ تین سو درہم ہیں ان میں سے ایک سو درہم گدھے کی قیمت ہے سو درہم لباس کے لیے اور سو درہم اخراجات کے اور جبل کی طرف نہ جاؤ، بلکہ سوراء کی طرف جاؤ۔

اس نے ایسا ہی کیا کہ جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا سوراء کی طرف گیا اور ایک عورت سے وہاں شادی کی اور وہ اتنا مالدار ہو گیا کہ آج اس کی آمدنی ہزار دینار ہے اور اس واضح و باہر معجزہ کے باوجود وہ وقف کا قائل ہے۔ ابن کردی کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا وائے ہو تجھ پر کیا کوئی ایسی چیز چاہیے جو اس سے زیادہ واضح اور روشن ہو کہنے لگا کہ ھذا امر قد جرینا علیہ یعنی اب تک مذہب وقف میں رہے ہیں اب بھی اسی پر باقی ہیں۔

ساتواں معجزہ! اسماعیل بن محمد بن علی بن اسماعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے راستہ پر بیٹھ گیا، جب آپؑ میرے قریب سے گزرے تو میں نے حضرت سے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور میں نے قسم کھائی کہ ایک درہم سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے اور نہ صبح کا کھانا ہے نہ شام کا۔

فرمایا جھوٹی قسم کھا رہے ہو، حالانکہ تم نے دو سو اشرفیاں دفن کر رکھی ہیں اور میں یہ بات اس لیے نہیں کہہ رہا تھا کہ تمہیں کچھ نہ دوں یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ میں تم سے یہ بات اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ تمہیں عطیہ و بخشش سے محروم کروں، پھر آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ جو کچھ مال تمہارے پاس ہے اسے دے دو، پس آپؑ کے غلام نے مجھے سو اشرفیاں دیں اس وقت حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا کہ تو اس دفن شدہ رقم سے اس وقت محروم ہو گا کہ جس وقت تو تمام اوقات کی نسبت اس کا زیادہ محتاج ہو گا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت کا ارشاد سچ نکلا اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا، میں نے دو سو اشرفی چھپا رکھی تھی اور میں نے کہا کہ یہ میری تنگی کے وقت پشت پناہ ہو گی، پس مجھے سخت ضرورت عارض ہوئی اور میں محتاج ہوا ایسی چیز کا جسے اپنے اخراجات میں خرچ کروں جب کہ روزی کے دروازے میرے اوپر بند ہو گئے تھے، پس میں اس دفینہ کے پاس گیا اور اس کو اوپر سے کھولتا کہ وہ رقم اٹھاؤں میں نے دیکھا کہ وہ رقم موجود نہیں ہے میرے بیٹے کو اس کا علم ہو گیا تھا وہ رقم کو لے کر بھاگ گیا تھا اور مجھے اس میں سے کچھ بھی نہ مل سکا اور اس سے محروم ہو گیا۔

آٹھواں معجزہ! صاحب تاریخ قم نے اس سادات کے تذکرہ میں جو کہ قم اور اس کے اطراف میں آئے تھے، کہا ہے کہ محمد خزری بن علی بن علی بن حسن افطس بن علیؑ بن علیؑ بن الحسین علیہم السلام طبرستان میں حسن بن زید کے پاس گیا اور ایک مدت تک اس کے پاس رہا، پس حسن نے اسے زہر دے دیا اور وہ مر گیا، اس کے بیٹے آبہ کی طرف واپس آ گئے اور وہاں مقیم ہو گئے، اس وقت کہا ہے کہ ابوالقاسم بن ابراہیم بن علی بیان کرتا ہے کہ ابراہیم بن محمد خزری کہتا ہے کہ مجھ پر اور میرے بھائی علی کے لیے ہمارے باپ کی خبر پوشیدہ اور اس کی قرار گاہ و جائے رہائش مشتبہ ہو گئی، ہم مدینہ سے اس کی تلاش میں نکلے اور میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میرے لیے اپنے باپ کی تلاش میں کوئی چارہ نہیں سوائے اس کے کہ میں اپنے مولا حسنؑ بن علی عسکری علیہ السلام کا قصد کروں اور ان سے اپنے والد کے حالات دریافت کروں تاکہ وہ مجھے بتائیں اور آگاہ کریں۔

پس میں نے سامرہ کا ارادہ کیا اور ابو محمد علیہ السلام در دولت پر حاضر ہوا، گرمی کا موسم تھا میں نے وہاں کسی کو نہ دیکھا پس میں وہیں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا کہ کوئی گھر سے باہر نکلے اچانک دروازے کے کھلنے کی آواز میں نے سنی اور ایک کنیز گھر سے نکلی جو

کہہ رہی تھی ابراہیم بن محمد خزری، پس میں نے دیکھا اور کہا لبیک میں ہی ابراہیم بن محمد خزری ہوں، پس وہ کنیز کہنے لگی کہ میرے مولا تجھے سلام کہہ رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ تجھے باپ تک پہنچا دے گی اور مجھے ایک تھیلی دی کہ جس میں دس دینار تھے اور وہ لے کر میں واپس آ گیا پس راستے میں مجھے خیال آیا کہ میں اپنے مولاؑ سے والد کی خبر اور اس کی رہائش پوچھتا، پس میں نے چاہا کہ پلٹ جاؤں کہ مجھے اس کنیز کی بات یاد آئی جس نے کہا تھا کہ یہ تجھے تیرے باپ تک پہنچا دے گی، پس میں نے سمجھا کہ میں اپنے باپ کے پاس پہنچ جاؤں گا اور میں اس کی تلاش میں طبرستان پہنچا اور وہاں حسن بن زید کے پاس اس سے جا ملا، اور ان دس دیناروں میں سے ایک دینار میرے پاس رہ گیا تھا، پس میں نے یہ واقعہ اپنے باپ سے بیان کیا اور اس کے پاس رہا، یہاں تک کہ حسن بن زید نے اسے زہر دے دیا کہ جس سے اس کی وفات ہوئی اور میں آپ کی طرف منتقل ہو گیا۔

چوتھی فصل

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعض حکمت آمیز کلمات

پہلا ارشاد! فرمایا جدال و نزاع نہ کرو ورنہ تمہاری خوبی اور حسن جاتا رہے گا اور مزاح و تمسخر نہ اڑاؤ ورنہ تم پر جرات کی جائے گی اور لوگ تم پر دلیر ہو جائیں گے۔

فقیر کہتا ہے کہ امام رضا علیہ کے کلمات میں نزاع و جدال کی مذمت میں اور امام موسیٰ بن جعفرؑ کے کلمات میں مزاح کی مذمت میں گفتگو ہو چکی ہے۔

دوسرا ارشاد! فرمایا زیادہ پارسا اور باورع وہ شخص ہے جو شبہ کے موقع پر توقف کرے اور سب لوگوں میں سے زیادہ عابد وہ ہے کہ جو فرائض و واجبات کو ادا کرے اور لوگوں میں زیادہ زاہد وہ ہے جو حرام کو چھوڑ دے اور تمام لوگوں کی نسبت کوشش اور مشقت اس کی زیادہ ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے۔

تیسرا ارشاد! فرمایا تواضع میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص کے پاس سے گزرو اس کو سلام کرو اور یہ کہ مجلس کی شریف اور بلند جگہ سے نیچے بیٹھو، مولف کہتا ہے کہ اس کی نظیر امام محمد باقر علیہ السلام کے کلمات میں گزر چکی ہے۔

چوتھا ارشاد! فرمایا احمق کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور حکیم و دانا کا منہ دل میں ہوتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ بیوقوف

احمق پہلے بات کر لیتا ہے، اس کے بعد غور و تامل کرتا ہے کہ اس میں مصلحت تھی یا نہیں اس کے برعکس حکیم و دانا پہلے اس کلام میں غور و فکر کرتا ہے کہ جسے کہنا چاہتا ہے پس اگر اس میں مصلحت نظر آئی کہ اسے کہنا چاہیے تو پھر کہتا ہے۔

پانچواں ارشاد فرمایا وہ روزی کہ جس کی ضمانت خدا نے لی ہے وہ تجھے اس عمل سے محروم نہ کرے کہ جو تجھ پر واجب ہے۔

چھٹا ارشاد فرمایا ادب سے بعید اور دور ہے کہ خوشحالی کا اظہار کسی محزون و غمناک کے سامنے کیا جائے، فقیر کہتا ہے کہ شاید شیخ سعدی نے اس کلمہ مبارکہ سے اپنا قول اخذ کیا ہو

چو بینی یتیمی سرافگندہ پیش
مزن بوسہ بر روئے فرزند خویش

ساتواں ارشاد! فرمایا جاہل کو رام و مطیع کرنا اور صاحب عادت کو اس کی عادت سے پھیرنا معجزہ کی طرح ہے، فقیر کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے آپؑ نے فرمایا میں نے بیماروں کا علاج کیا، پس زہ حکم خدا سے شفایاب ہوئے اور میں نے اذن خداوندی سے مردوں کو زندہ کیا اور میں نے احمق کا علاج کیا تو اس کی اصلاح پر قادر نہ ہو سکا۔

آٹھواں ارشاد فرمایا کسی شخص کا اس چیز کے ساتھ اکرام نہ کرو جو اس پر دشوار ہو۔

نواں ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو علیحدگی میں وعظ و نصیحت کرے اس نے اس کو زینت دی اور آراستہ کیا اور جس نے علانیہ اسے وعظ کیا اس نے اسے عیبدار کیا۔

دسواں ارشاد! فرمایا جس نے خدا سے انس حاصل کیا وہ لوگوں سے وحشت کھاتا ہے، فقیر کہتا ہے کہ اس کی فرمائش کو شیخ سعدی نے اشعار میں قلمبند کیا ہے۔

چنیں دارم از پیر دانندہ یاد
کہ شوریدہ ای سر بصحر انہاد
پدر در فراقش نخور دو نخفت
پسر را ملامت نمودند و گفت
از آنگہ کہ یارم کس خویش خواند
دگر باکسم آشنائی نماند!
بحقش کہ تا حق جمالم نمود
دگر ہر چہ دیدم خیالم نمود!
بصد قش چناں نہادم قدم
کہ بینم جہاں باوجودش عدم

دگر باکسم بر نیاید نفس
کہ بااو نماندو گر جائے کس
گراز ہستی خود خبر داشتی
ہمہ خلق رانیست پندا شتی

ارشاد قدرت ہے قل اللہ ثمہ ذرھم کہو پھر ان سب کو چھوڑ دو، اور امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے عظم الخالق عندك یصغر المخلوق فی عینك خالق کی عظمت تیرے نزدیک ہو تو وہ مخلوق کو تیری آنکھوں میں حقیر کر دے گی۔

گیارھواں ارشاد فرمایا حضرتؑ نے کہ اگر اہل دنیا دانا و عقلمند ہو جاتے اور دنیا کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو دنیا خراب و برباد ہو جاتی۔

بارھواں ارشاد فرمایا جود و بخشش کا ایک اندازہ اور مقدار ہے پس جب اس مقدار سے زیادہ ہو جائے تو وہ اسراف و فضول خرچی ہے اور ہوشیاری اور احتیاط کی بھی ایک مقدار ہے جب اس مقدار سے زیادہ ہو جائے تو وہ بزدلی و خوف ہے اور اقتصاد ومیانہ روی کی ایک مقدار و اندازہ ہے، پس جب وہ اس سے زیادہ ہو جائے تو وہ بخل ہے، اور شجاعت و بہادری کی ایک مقدار ہے جب اس سے زیادہ ہو جائے تو وہ تہور و بے باکی ہے اور تجھے اپنے نفس کو ادب سکھانے کے لیے تیرا ان چیزوں سے اجتناب کرنا کافی ہے جنہیں اپنے غیر سے مکروہ اور ناپسند سمجھتا ہے۔

پانچویں فصل

حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت

علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ ابن بابویہ رحمہ اللہ اور دوسرے اعلام نے اہل قم کے ایک شخص سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن احمد بن عبداللہ بن خاقان کی مجلس میں گیا جو کہ خلفاء کی طرف سے قم میں والی اوقاف وصدقات تھا اور وہ اہل بیت رسالتؐ کے ساتھ انتہائی عداوت ودشمنی رکھتا تھا، پس اس کی مجلس میں ان سادات علویہ کا جو سامرہ میں تھے اور ان کے مذاہب وصلاح وفساد اور ہر زمانہ کے خلیفہ کے نزدیک ان کی منزلت وقرب کا ذکر چھڑا تو احمد بن عبداللہ کہنے لگا کہ میں نے سامرہ میں سادات علوی میں سے کسی شخص کو علم وزہد وورع وزہادت ووقار وجاہت وعفت وحیاء وشرف اور خلفاء کے نزدیک قدر ومنزلت کے لحاظ سے حسنؑ بن علی عسکری جیسا نہیں دیکھا کہ امراء وسادات اور باقی بنی ہاشم ان کو اپنے بڑے بوڑھوں سے مقدم سمجھتے اور چھوٹے بڑے ان کا احترام اور تعظیم کرتے تھے اور اسی طرح وزراء وامراء اور تمام افسران لشکر اور مختلف اصناف کے لوگ ان کے اعزاز واکرام میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے۔

میں ایک دن اپنے باپ کے سرہانے اس کے دیوان ودفتر کے اندر کھڑا تھا کہ اچانک دربان اور خدمت گار دوڑ کر آئے اور کہنے لگے کہ فرزند رضاء علیہ السلام گھر کے دروازے پر آئے ہوئے ہیں میرے باپ نے بلند آواز سے کہا کہ انہیں آنے دو اور میرے ہاں مجلس میں لے آؤ۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص گندم گوں، کشادہ چشم، عمدہ قد وقامت، خوبصورت اور اچھے جسم (کہ جس میں مجھے ہیبت وجلالت نظر آئی) داخل ہوا، جب میرے والد کی نگاہ ان پر پڑی تو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھا، حالانکہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ میرا والد یہ کام بنی ہاشم یا امراء، خلیفہ یا اس کے شہزادوں کی نسبت کرتا ہو۔

جب میرا باپ ان کے قریب گیا تو ان کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور ان کے ہاتھوں کے بوسے لئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا اور ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں بیٹھا ان سے باتیں کرنے لگا۔ ازروئے تعظیم انہیں کنیت کے ساتھ خطاب کرتا اور اپنی جان اور ماں باپ کو ان پر فدا کرتا میں یہ حالات دیکھ کر تعجب کر رہا تھا، اچانک دربانوں نے کہا کہ موفق (جو کہ اس وقت کا خلیفہ تھا) آرہا ہے، اور دستور یہ تھا کہ جب خلیفہ میرے باپ کے پاس آتا تو اس سے پہلے حاجب ونقیب وچوہدار اور خدمت گار خصوصی پہلے آتے اور وہ میرے باپ سے لے کر خلیفہ کی بارگاہ تک دو صف میں آکر کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ خلیفہ آتا اور واپس چلا جاتا اور باوجود خلیفہ کی آمد کے سن لینے کے بعد میرے باپ کا رخ انہیں کی طرف رہا اور ان سے باتیں کرتا رہا، یہاں تک کہ خلیفہ کے مخصوص

غلام ظاہر ہوئے تو میرے باپ نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں اگر آپ چاہیں تو کھڑے ہو جائیں اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ انہیں لوگوں کی صف کے پیچھے سے لے جائیں تاکہ نقیب و چوبداروں کی نگاہ آپ پر نہ پڑے، پھر میرا باپ کھڑا ہو گیا ان کی تعظیم کی اور ران کی پیشانی پر بوسہ دیا اور انہیں روانہ کیا، پھر خلیفہ کے استقبال کے لیے گیا۔

میں نے اپنے باپ کے دربانوں اور غلاموں سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس کے اعزاز و اکرام میں میرا باپ اتنا اہتمام کر رہا تھا؟

وہ کہنے لگے کہ یہ شخص اکابر عرب میں سے ہے اور اس کا نام حسنؑ بن علیؑ ہے اور ابن الرضاؑ کے لقب سے مشہور ہے تو میرا تعجب اور بڑھا اور میں اس سارا دن فکر و حیرت میں رہا، جب میرا والد اپنی عادت کے مطابق مغرب و عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھ گیا اور لوگوں کے خطوط و عرائض دیکھنے لگا تاکہ صبح انہیں خلیفہ کے دربار میں پیش کرے تو میں اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

پوچھنے لگے کیا کوئی حاجت و ضرورت ہے میں نے کہا ہاں اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک سوال کروں، جب اس نے اجازت دی تو میں نے کہا بابا جان یہ شخص کون تھا کہ آج صبح جس کی تعظیم و تکریم میں آپ نے حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے اور اپنی جان اور ماں باپ کو اس پر فدا کرتے تھے۔

کہنے لگا اے بیٹا یہ رافضیوں کا امام ہے پھر تھوڑی دیر خاموشی اختیار کر کے کہنے لگا اے بیٹا اگر خلافت بنی عباس سے نکل جائے تو بنی ہاشم میں سے کوئی شخص اس کے علاوہ اس کا مستحق نہیں ہے، کیونکہ یہی شخص اپنے زہد و عبادت، فضل و علم و کمال و عفت نفس و شرافت نسب و علو حسب اور باقی صفات کمال کے ساتھ متصف ہونے کے سبب سے خلافت کے لائق ہے اگر تو اس کے باپ کو دیکھتا تو وہ شخص انتہائی شرافت و جلالت و فضیلت و علم و فضل و کمال رکھتا تھا، پس ان باتوں سے جو میں نے اپنے باپ سے سنی میرا غصہ اور بڑھ گیا اور میرا تفکر و تحیر اور زیادہ ہوا۔ اس کے بعد ہمیشہ میں ان کے حالات کی جستجو کرتا رہا تو میں نے وزراء و کتاب و امراء و سادات علوین و باقی لوگوں سے سوائے اس کی تعریف و توصیف و فضل و جلالت و علم و بزرگواری کے کچھ نہیں سنا اور تمام لوگ اسے بنی ہاشم پر تفصیل و تقدیم دیتے تھے اور کہتے کہ یہ رافضیوں کا امام ہے، پس اس کی قدر و منزلت میری نظر میں بڑھ گئی اور میں نے اس کی رفعت و شان کو پہچانا کیونکہ دوست و دشمن سے سوائے ان کی نیکی و بزرگی کے کچھ نہیں سنا، پس ایک شخص اہل مجلس میں سے کہنے لگا کہ اس کے بھائی جعفر کی کیا حالت تھی، وہ کہنے لگا جعفر کون ہے کہ کوئی شخص اس کے حالات کے متعلق سوال کرے یا امام حسنؑ کے ساتھ ملا کر کوئی اس کا نام لے، جعفر تو ایک فاسق و فاجر و شراب خور اور بدکار شخص تھا، اس کی طرح رسوائی بے عقلی اور بدکاری میں کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا۔ پس اس نے جعفر کی بہت مذمت کی اور دوبارہ حضرتؑ کے حالات کے ذکر کی طرف پلٹا اور کہنے لگا خدا کی قسم حسنؑ بن علیؑ کی وفات کے وقت خلیفہ اور دوسرے لوگوں پر ایسی حالت طاری تھی کہ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ کسی کی بھی وفات پر یہ حالت ہو گی، یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک دن میرے باپ کے پاس خبر لے آئے کہ فرزند رضاؑ رنجور و علیل ہیں، میرا باپ فوراً خلیفہ کے پاس گیا اور خلیفہ کو یہ خبر دی، خلیفہ نے اپنے معتمدین خاص میں سے پانچ افراد میرے باپ کے ساتھ کئے کہ جن میں سے ایک نحریر خادم تھا جو کہ خلیفہ کا خاص محرم راز تھا

اور انہیں حکم دیا وہ مسلسل حضرتؑ کے مکان پر رہیں اور حضرتؑ کے حالات سے باخبر رہیں اور ایک طبیب کو مقرر کیا کہ ہر صبح وشام حضرتؑ کے پاس جائے اور ان کے حالات پر مطلع رہے۔ دو دن کے بعد میرے باپ کے پاس خبر لائے کہ آپؑ کی بیماری سخت ہوگئی ہے اور ان پر کمزوری کا زیادہ غلبہ ہو گیا ہے، پس میرا باپ صبح کو سوار ہو کر حضرتؑ کی خدمت میں گیا اور قاضی القضاۃ کو بلایا اور کہا کہ علماء میں سے دس افراد کو حاضر کرو جو ہمیشہ حضرتؑ کے ساتھ رہیں، یہ انتظام اس لیے کرتے تھے تا کہ وہ زہر جو انہوں نے حضرتؑ کو دیا تھا وہ لوگوں کو معلوم نہ ہو اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کریں کہ حضرتؑ اپنی طبعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اور یہ لوگ مستقل آپؑ کے مکان میں رہے، یہاں تک کہ ماہ ربیع الاول کے چند دن گزرنے کے بعد اس امام مظلومؑ نے اس دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرمائی۔ ستمگاروں اور مخالفین کے ظلم وجور سے رہائی حاصل کی۔

جب آپؑ کی وفات کی خبر شہر سامرہ میں منتشر ہوئی تو اس شہر میں قیامت بپا ہوگئی اور تمام لوگوں کے نالہ وفغان وشیون کی آواز بلند ہوئی اور خلیفہ آپؑ کے فرزند سعادت مند کی تلاش میں لگ گیا اور اس نے ایک گروہ کو متعین کیا کہ وہ آپؑ کے گھر کو گھیرے میں لے لیں اور تمام کمروں کی تلاشی لیں کہ شاید حضرتؑ کو پالیں اور دائیوں کو بھیجا کہ وہ آپؑ کی کنیزوں کی دیکھ بھال کریں کہ شاید ان میں سے کوئی حاملہ ہو۔

پس ایک دائی کہنے لگی کہ آپؑ کی ایک کنیز میں حمل کا احتمال ہے خلیفہ نے نحریر کو متعین وموکل کیا کہ وہ اس کنیز کے حالات سے باخبر رہے، یہاں تک کہ اس بات کا صدق وکذب ظاہر ہو، پھر آنجنابؑ کی تجہیز کی طرف متوجہ ہوا، تمام اہل بازار کو معلوم ہوا تو چھوٹے بڑے حقیر وشریف لوگ اس برگزیدہ خالق کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔

میرا باپ جو کہ خلیفہ کا وزیر تھا تمام وزراء نو پسندگان وخلیفہ بنی ہاشم اور اولاد علیؑ کے ساتھ مل کر اس امامؑ زمان کی تجہیز میں حاضر ہوئے اور اس دن سامرہ لوگوں کے زیادہ نالہ وشیون وگریہ کی وجہ سے صحرائے قیامت کی طرح تھا، جب آنجنابؑ کے غسل سے فارغ ہوئے تو خلیفہ نے ابوعیسیٰ کو بھیجا تا کہ وہ آپؑ کی نماز جنازہ پڑھائے۔ جب آپؑ کا جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو ابوعیسیٰ حضرتؑ کے قریب آیا اور اس نے آپؑ کے چہرہ مبارک سے کفن ہٹایا اور خلیفہ سے تہمت دور کرنے کے لیے اولاد بنی ہاشم، امراء ووزراء و کتاب وقضاۃ وعلماء اور باقی اشراف واعیان کو قریب بلایا اور کہنے لگا آ کے دیکھو کہ یہ حسنؑ بن علیؑ امام رضا علیہ السلام کے فرزند ہیں جو اپنے بستر پر اپنی موت سے فوت ہوئے ہیں اور کسی نے انہیں کوئی آزار نہیں پہنچایا اور ان کی بیماری کے زمانہ میں اطباء وقضاۃ معتمدین و عدول حاضر تھے اور ان کے حالات سے مطلع تھے اور وہ اس چیز پر گواہ ہیں۔

پھر آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور نماز کے بعد حضرتؑ کو ان کے باپؑ کے پہلو میں دفن کر دیا اس کے بعد پھر خلیفہ آپؑ کے فرزند کی جستجو وتلاش میں لگ گیا، کیونکہ اس نے سن رکھا تھا کہ آپؑ کا فرزند پورے عالم پر غلبہ وفتح پائے گا اور اہل باطل کو ختم کر دے گا، چنانچہ جتنا تلاش کیا حضرتؑ کا اثر ونشان انہیں نہ ملا اور جس کنیز کے متعلق انہیں حمل کا احتمال تھا تو سال تک اس کے حالات کی دیکھ بھال کرتے رہے تو کوئی اثر ظاہر نہ ہوا، لہذا اہلسنت کے مذہب کے موافق آپؑ کی میراث آپؑ کی والدہ اور جعفر

کذاب کے درمیان تقسیم ہوئی جو کہ آپؑ کا بھائی تھا، آپؑ کی والدہ نے دعویٰ کیا کہ میں ان کی وصی ہوں اور قاضی کے سامنے یہ بات درجہ ثبوت تک پہنچائی۔

دوبارہ خلیفہ آنجنابؑ کے فرزند کی تلاش میں لگ گیا اور جستجو سے دستبردار نہیں ہوتا تھا، پس جعفر کذاب میرے باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ میرے بھائی کا منصب میرے سپرد کر دیں، میں قبالہ لکھ کر دیتا ہوں کہ سالانہ دو ہزار دینار طلا دیا کروں گا۔

میرا والد یہ بات سن کر غضب ناک ہوا اور کہنے لگا اے احمق تیرے بھائی کا منصب کوئی ایسا نہیں جو مال وقبالہ سے لیا جا سکے سالہا سال گزر گئے ہیں کہ خلفاء نے تلواریں سونتی ہوئی ہیں اور لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور انہیں ڈراتے دھمکاتے ہیں تا کہ وہ تمہارے باپ اور بھائی کی امامت کے اعتقاد کو ترک کر دیں، لیکن خلفاء ایسا نہیں کرا سکے۔ اگر تو شیعوں کے نزدیک امامت کا رتبہ رکھتا ہے تو سب تیری طرف آئیں گے اور تجھے خلیفہ یا دوسرے شخص کی ضرورت نہیں اور اگر ان کے نزدیک تو یہ مرتبہ نہیں رکھتا تو پھر خلیفہ یا کوئی دوسرا شخص تجھے یہ رتبہ لے کر نہیں دے سکتا اور میرے باپ نے اس کی ان باتوں سے اس کی عقل کی کمی بے وقوفی اور عدم دیانت کو سمجھ لیا تو حکم دیا کہ پھر کبھی اسے اس کی مجلس میں نہ آنے دیں۔ اس کے بعد اسے میرے باپ کی مجلس میں آنے نہیں دیا گیا یہاں تک کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اب تک خلیفہ ان کے بیٹے کی تلاش میں ہے، لیکن وہ اس کے آثار پر مطلع نہیں ہوتا اور نہ اس تک دسترس حاصل کر سکتا ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ ابوالادیان سے روایت کی ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپؑ کے خطوط مختلف شہروں میں لے جاتا تھا، پس اس بیماری میں کہ جس میں آپؑ نے عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی، ایک دن مجھے بلوایا اور چند خطوط مدائن کے لیے لکھے اور فرمایا کہ پندرہ دن کے بعد تو دوبارہ سامرہ میں آئے گا اور صدائے گریہ وزاری میرے گھر سے سنے گا اور مجھے اس وقت غسل دے رہے ہوں گے۔

ابوالادیان نے عرض کیا اے مولا جب یہ واقعہ ہائلہ رونما ہو تو امر امامت کس کے سپرد ہوگا، فرمایا جو شخص میرے خطوط کا جواب تجھ سے مانگے وہ میرے بعد امام ہے۔ میں نے عرض کیا کوئی اور علامت بیان فرمایئے، فرمایا جو شخص میری نماز جنازہ پڑھائے وہ میرا جانشین ہوگا۔

میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائے، فرمایا جو شخص بتائے کہ تھیلی میں کیا ہے وہ تمہارا امام ہے۔

ابوالادیان کہتا ہے کہ آپؑ کی ہیبت مانع ہوئی کہ میں پوچھتا کہ کون سی تھیلیاں، پس میں باہر نکلا اور خطوط اہل مدائن تک پہنچائے اور جوابات لے کر واپس ہوا، جیسا کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا پندرہویں دن سامرہ میں وارد ہوا تو گریہ وبکا ونالہ وفغان کی آواز اس امامؑ کے مکان منور سے بلند تھی جب میں گھر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے جعفر کذاب کو گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور شیعہ حضرات اس کے گرد جمع تھے جو اسے اس کے بھائی کی وفات کی تعزیت اور اسے اس کی امامت کی مبارکباد دے رہے تھے۔

پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ امام ہے تو پھر امامت کسی اور قسم کی ہوگئی ہے یہ فاسق کس طرح امامت کی اہلیت رکھتا ہے، کیونکہ میں پہلے سے اسے جانتا تھا کہ وہ شراب پیتا قمار بازی کرتا اور طنبورے بجاتا تھا، پس میں آگے بڑھا اور تہنیت کہی، لیکن اس نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا اس حالت میں عقید خادم باہر آیا اور جعفر سے خطاب کیا کہ آپ کے بھائی کو کفن پہنا چکے ہیں آؤ اور ان کی نماز جنازہ پڑھاؤ۔

جعفر کھڑا ہو گیا اور شیعہ بھی اس کے ہمراہ ہو گئے، جب ہم صحن خانہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو کفن دے کر تابوت میں رکھ دیا گیا ہے، پس جعفر آگے بڑھا تا کہ اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھائے جب اس نے چاہا کہ تکبیر کہے تو ایک بچہ گندم گوں گھنگریالے بالوں والا کھلے کھلے دانت چاند کے ٹکڑے کی مانند باہر آیا اور جعفر کی ردا کھینچ کر کہنے لگا۔

''اے چچا پیچھے ہٹو، کیونکہ میں زیادہ سزاوار ہوں اور اپنے باپ کی نماز جنازہ کا'' پس جعفر پیچھے ہٹ گیا اور اس کا رنگ متغیر ہو گیا، وہ بچہ آگے کھڑا ہوا، اور اس نے اپنے پدر بزرگوار کی نماز جنازہ پڑھی اور آنجناب کو امام علی نقیؑ کے پہلو میں دفن کیا اور میری طرف متوجہ ہوا اور فرمایا اے بصری ان خطوط کے جواب مجھے دے دو جو تمہارے پاس ہیں پس میں نے آپؑ کے سپرد کر دیئے اور دل میں کہا کہ جو نشانیاں حضرت امام حسن عسکریؑ نے بتائی تھیں ان میں سے دو تو ظاہر ہو گئی ہیں اور ایک باقی رہ گئی ہے۔

میں باہر گیا تو حاجز وشاء نے جعفر سے کہا تا کہ اس پر حجت تمام ہو جائے کہ وہ امام نہیں ہے کہ یہ بچہ کون تھا، جعفر کہنے لگا خدا کی قسم میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا اور نہ اسے پہچانتا تھا، پس اس اثناء میں اہل قم میں سے ایک جماعت آئی اور انہوں نے حضرت امام حسن عسکریؑ کے حالات پوچھے جب انہیں معلوم ہوا کہ آپؑ کی وفات ہو چکی ہے تو پوچھا کہ اب امام کون ہے، لوگوں نے جعفر کی طرف اشارہ کیا۔

پس وہ اس کے قریب گئے تو تعزیت و تہنیت کہی اور کہنے لگے کہ ہمارے پاس کچھ خطوط اور مال ہے یہ بتاؤ کہ خطوط کن لوگوں کے ہیں اور مال کی مقدار کتنی ہے تا کہ ہم وہ تمہارے سپرد کر دیں۔

جعفر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ لوگ ہم سے علم غیب چاہتے ہیں، اسی وقت جناب صاحب الامرؑ کی طرف سے ایک خادم باہر آیا اور اس نے کہا کہ تمہارے پاس فلاں شخص اور فلاں فلاں کے خطوط ہیں اور ایک ہمیانی ہے کہ جس میں ہزار اشرفی ہے اور ان کے درمیان دس اشرفیاں ایسی ہیں کہ جن کا سونا گھسا ہوا ہے۔

اس گروہ نے وہ خطوط اور مال سپرد کئے اور کہنے لگے کہ جس نے تجھے بھیجا ہے کہ تو یہ خطوط اور مال وصول کرے وہ امام زمانہؑ ہے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی مراد یہی ہمیانی تھی۔

پس جعفر کذاب معتمد کے پاس گیا جو کہ اس زمانہ کا ناحق خلیفہ تھا اور یہ واقعہ بیان کیا، معتمد نے اپنے خدمتگار بھیجے کہ جنہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی کنیز صیقل کو اپنی حراست میں لے لیا کہ ہمیں اس بچہ کا نشان بتاؤ، اس نے انکار کیا اور ان کے رفع مظنہ کے لیے کہا کہ میں حضرتؑ کی حاملہ ہوں اس لیے اسے ابن ابی شوارب قاضی کے سپرد کیا گیا تا کہ جس وقت بچہ پیدا ہو تو اسے قتل

کریں، اچانک عبداللہ بن یحییٰ وزیر مرگیا اور صاحب زنج نے بصرہ میں خروج کیا اور میرا اپنے حالات میں پریشان ہوئے وہ کنیز قاضی کے گھر سے اپنے گھر واپس آ گئی۔

نیز سند معتبر کے ساتھ محمد بن حسینؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے جمعہ کے دن آٹھ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری کو نماز صبح کے وقت دار بقاء کی طرف رحلت کی اور اس رات آپ نے اپنے دست مبارک سے اہل مدینہ کی طرف بہت سے خطوط تحریر فرمائے اور اس وقت آپؑ کے پاس سوائے آنجنابؑ کی ایک کنیز کے جسے صیقل کہتے تھے اور آپؑ کا غلام کہ جس کا عقید نام تھا اور وہ شخص کہ جس سے لوگ باخبر نہیں تھے یعنی حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے اور کوئی نہیں تھا، عقید کہتا ہے کہ اس وقت امام حسن علیہ السلام نے پانی مانگا جس میں مصطگی کو جوش دیا گیا تھا چاہا کہ اسے نوش فرمائیں، جب ہم نے پیش کیا تو فرمایا کہ پہلے پانی لے آؤ تا کہ نماز پڑھ لوں، جب ہم پانی لے آئے تو آپؑ نے ایک رومال اپنی گود میں بچھایا اور وضو کیا اور صبح کی نماز ادا کی۔ مصطگی جوش شدہ پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا تا کہ پئیں، انتہائی کمزوری اور شدت مرض کی وجہ سے آپ کا ہاتھ کانپنے لگا اور پیالہ آپؑ کے دندان مبارک سے ٹکرانے لگا۔ جب آپؑ پی چکے تو صیقل نے پیالہ لے لیا تو آپ کی روح مقدس عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی، اکثر محدثین کا اتفاق ہے کہ آپؑ کی شہادت آٹھ ربیع الاول ۲۶۰ھ ہجری کو ہوئی۔

شیخ طوسی نے مصباح میں ماہ مذکور کی پہلی تاریخ بھی کہی ہے اور اکثر کہتے ہیں کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور بعض نے بدھ کا، بعض نے اتوار کا بھی کہا ہے اور اس وقت آپؑ کی عمر کے انتیس سال گزر گئے تھے اور بعض نے اٹھائیس سال بھی کہے ہیں اور آپؑ کی مدت امامت تقریباً چھ سال ہے۔

ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ حضرتؑ کو زہر دے کر شہید کیا۔ اور کتاب عیون المعجزات میں احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا، حضرتؑ نے فرمایا تمہارا حال کیسا ہے اور وہ لوگ جو میرے بعد کے امام کے سلسلہ میں شک وشبہ میں تھے۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ جب ہمارے آقا کی ولادت کی خبر قم میں پہنچی ہے تو چھوٹے بڑے اور قم کے تمام شیعوں نے آنجنابؑ کی امامت کا اعتقاد کر لیا، حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ زمین کبھی امام سے خالی نہیں رہتی جو کہ مخلوق پر حجت خدا ہوتا ہے، پس ۲۵۹ھ ہجری میں حضرتؑ نے اپنی والدہ ماجدہ کو حج پر بھیجا اور انہیں دوسرے سال کے لیے اپنی وفات کی خبر دی اور ان فتنوں کی جو ان کی وفات کے بعد واقع ہوں گے، پس آپؑ نے اسم اعظم الٰہی اور مواریث انبیاء واسلحہ وکتب رسالت مآب حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے سپرد کیں اور آپؑ کی مادر گرامی کی طرف روانہ ہوئیں اور آنجنابؑ نے ماہ ربیع الآخر ۲۶۰ھ ہجری میں دنیا سے رحلت فرمائی اور سامرہ میں اپنے والد بزرگوارؑ کے پہلو میں مدفون ہوئے اور آپؑ کی عمر شریف انتیس سال تھی (تمام ہوا وہ کلام جو جلاء العیون سے نقل ہوا تھا)۔

شیخ طوسی نے اپنی سند سے ابوسلیمان داؤد بن غسان بحرانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو سہل اسماعیل بن علی

نوبختی کے پاس پڑھا جو کہ ہمارے اصحاب میں سے متکلمین بغداد میں استاد تھا اور دین و دنیا میں صاحب جلالت تھا اور اس نے کئی کتابیں تصنیف کی تھیں جس میں سے کتاب الانوار فی تواریخ آئمۃ الاطہار علیہم السلام بھی ہے تو فرمایا کہ ولادت باسعادت حضرت حجۃ بن الحسن صلوات اللہ علیہ وعلی آبائہ سامرہ ۲۵۶ ہجری میں ہوئی۔ آپؑ کی والدہ کا نام صیقل اور آپؑ کی کنیت ابوالقاسم تھی اور اس کنیت کی رسول خداؐ نے وصیت کی تھی اور فرمایا کہ اس کا نام میرا نام اور اس کی کنیت میری کنیت ہے اور اس کا لقب مہدی ہے اور وہ حجت ہے ۔اور امام منتظر اور صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ۔

پس ابو سہل نے کہا کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا اس بیماری میں کہ جس میں آپؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی اور آپؑ کے پاس تھا کہ آپؑ نے اپنے خادم عقید سے فرمایا اور یہ سیاہ رنگ کا خادم نوبہ کا رہنے والا تھا اور اس نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت کی تھی اور امام حسن علیہ السلام کو پالا پوسا اور بڑا کیا تھا، فرمایا اے عقید میرے لیے آب مصطکی کو جوش کرو، پس اس نے جوش دے دیا اور صیقل کنیز جو کہ حضرت حجۃ علیہ السلام کی والدہ ہیں وہ اس پانی کو امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں لے آئیں، جب انہوں نے پیالہ حضرتؑ کے ہاتھ میں دیا اور پینا چاہا تو آپؑ کا ہاتھ لرزنے لگا اور پیالہ حضرتؑ کے دانتوں سے ٹکرانے لگا تو آپؑ نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور عقید سے فرمایا کہ اس کمرے میں جاؤ وہاں ایک بچہ کو سجدہ کی حالت میں دیکھو گے، اُسے میرے پاس لے آؤ۔

ابو سہل کہتا ہے کہ عقید کا کہنا ہے کہ میں اس شہزادے کو لانے کے لیے اندر گیا تو اچانک میری نگاہ ایک بچہ پر پڑی جس نے اپنا سر سجدہ میں رکھا ہوا تھا انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی ہوئی تھی، پس میں نے آنجنابؑ کو سلام کیا تو آپؑ نے نماز کو مختصر کیا اور جب نماز ختم کی تو میں نے عرض کیا کہ میرا آقا و سردار فرما رہے ہیں کہ آپؑ ان کے پاس تشریف لے چلیں۔

پس اسی اثناء میں ان کی والدہ صیقل آئیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کے والد امام حسنؑ کے پاس لے گئیں، ابو سہل کہتا ہے کہ جب وہ بچہ امام حسنؑ کی خدمت میں پہنچا تو اس نے سلام کیا تو میں نے اس کی طرف نگاہ کی **واذا هو درسی اللون وفی شعر راسه قطط مفلج الاسنان** یعنی میں نے دیکھا کہ ان کا رنگ مبارک روشن و چمکدار ہے اور سر کے بال گھنگریالے ہیں اور ان کے دانتوں کے درمیان فاصلہ ہے کہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے نہیں، جیسے ہی امام حسن علیہ السلام کی نگاہ اس پر پڑی تو آپؑ رونے لگے اور فرمایا **یا سید اهل بیته اسقنی الماء فانی ذاهب الی ربی** اے اپنے اہل بیتؑ کے سردار مجھے پانی پلاؤ کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں، یعنی میری وفات قریب آچکی ہے۔

پس اس آقازادے نے وہ پانی کا پیالہ جس کو مصطکی کے ساتھ جوش دیا ہوا تھا اپنے ہاتھ میں لیا اور آنجنابؑ کے لبہائے مبارک کو کھولا اور انہیں پلایا جب امام حسن عسکری علیہ السلام پانی پی چکے تو فرمایا مجھے نماز کے لیے تیار کرو، پس آپؑ کے دامن پر رومال ڈالا گیا اور اس شہزادے نے اپنے والد گرامی کو وضو کرایا ایک ایک دفعہ یعنی اقل واجب اور ان کے سر و قدموں کا مسح کیا، پھر اس سے امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا، کہ تمہیں بشارت ہو اے میرے بیٹے کہ تم ہی صاحب الزمانؑ ہو اور تم مہدی ہو اور روئے زمین پر خدا کی

حجت اور تم ہی میرے بیٹے اور میرے بچے ہو اور میں تمہارا باپ ہوں۔ تم ہو م ح م د بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام، اور تمہارے باپ رسول خداؐ ہیں اور تم خاتم آئمہ طاہرین ہو اور تمہاری بشارت رسولؐ خدا نے دی اور تمہیں اپنا نام کنیت دی اور یہ معاہدہ ہے میری طرف میرے باپ کی طرف سے تمہارے آبا طاہرین کی طرف سے، پس اسی وقت امام حسن علیہم السلام نے وفات پائی۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین

شیخ طوسی نے امام حسن عسکری علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا سامرہ میں میری قبر دونوں طرف کے لوگوں کے لیے بلاؤں اور عذاب الٰہی سے امان ہے۔

مجلسی اول رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں طرف کے لوگوں کا معنی سنی و شیعہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ آپؑ کی برکت دوست و دشمن پر محیط ہے، جیسا کہ قبر کاظمین بغداد کی امان کا سبب ہے، اور شیخ اجل علی بن عیسیٰ اربلی نے کتاب کشف الغمہ میں (جو کہ ۶۷۷ ہجری میں تالیف کی ہے) نقل کیا ہے کہ مجھ سے بعض اصحاب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ مستنصر باللہ خلیفہ عباسی ایک سال سامرہ گیا اور عسکریین علیہم السلام کی زیارت کی، اور جب ان دونوں اماموں کے روضہ مقدسہ سے باہر نکلا تو اپنے آباؤ اجداد و خلفاء و آل عباس اور اپنے خاندان کی قبروں کو دیکھنے کے لیے گیا اور ان کی قبریں ایک گنبد میں تھیں کہ جس کی طرف خرابی اور ویرانی نے رخ کیا ہوا تھا اور ان پر بارش پڑی تھی اور ان کی قبروں پر پرندوں کی بیٹیں پڑی تھیں۔

علی بن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں نے بھی ان قبروں کو اسی حالت میں دیکھا پس مستنصر کو لوگوں نے کہا کہ آپ حضرات روئے زمین کے خلیفہ اور پوری دنیا کے بادشاہ ہیں اور آپ کا حکم اور امر عالم میں جاری ہے اور آپ کے آباؤ اجداد کی قبریں اس حالت میں ہیں کہ نہ کوئی ان کی زیارت کرتا ہے اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آتا ہے اور نہ ان کے پاس کوئی ہے: فضلات و کثافات کو ان سے دور کرے، اور ان علویین کی قبریں اس خوبی و پاکیزگی کے ساتھ زیارت گاہ بنی ہوئی ہیں جیسا کہ آپ مشاہدہ کر رہے ہیں، پردے اور قندیلیں آویزاں اور فرش و فراش و خادم و شمع بخور وغیرہ کے ساتھ ہیں۔

مستنصر کہنے لگا یہ امر آسمانی ہے، یعنی خدا کی طرف سے ہے اور یہ ہماری کوشش و جد و جہد سے حاصل نہیں ہوسکتا اور اگر ہم لوگوں کو اس کام پر مجبور کریں بھی تو وہ قبول نہیں کریں گے اور زبردستی کی ہماری کوشش اس سلسلہ میں فائدہ مند ثابت نہیں ہوگی اور یہ اس نے سچ کہا تھا، کیونکہ اعتقادات قہر و غلبہ سے حاصل نہیں ہوتے اور اکراہ و جبر سے کسی میں اعتقاد پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ انتھی

چھٹی فصل

حضرت امام حسن عسکریؑ کے چند اصحاب کا تذکرہ

پہلا شیخ اجل ابوعلی احمد بن اسحاق بن عبداللہ بن سعد بن مالک الاحوص الاشعری ثقہ رفیع القدر اور اجلاء اہل قم میں سے ہے اس کا خانوادہ اور رشتہ دار اصحاب آئمہ اور محدثین کبار میں سے ہیں اور اصحاب حضرت صادق اور اصحاب حضرت رضاؑ کی فصل میں ان میں سے چند افراد کا ذکر ہو چکا ہے، مثلاً عمران بن عبداللہ و عیسیٰ بن عبداللہ و زکریا بن آدم اور زکریا بن ادریس رضوان اللہ علیہم اجمعین اور احمد بن اسحاق نے حضرت جواد علیہ السلام اور حضرت ہادی علیہ السلام سے روایت کی ہے اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے خاص اصحاب میں سے تھا اور حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے شرف ملاقات سے مشرف ہوا جیسا کہ چودہویں باب میں انشاء اللہ آئے گا اور وہ قمیوں کا شیخ و بزرگ اور حکومت اور ان کے درمیان واسطہ تھا۔ اور سفراء ممدوحین میں سے ہے کہ جس کی مدح میں توقیع شریف (امام کا خط) آئی ہے، اور ربیع الشیعہ سے منقول ہے کہ وہ وکلاء و سفراء و ابواب معروفین میں سے ہے۔

شیخ صدوق نے کمال الدین میں ایک مبسوط حدیث نقل کی ہے کہ جس کے آخر میں مذکور ہے کہ احمد نے سامرہ میں حضرت امام حسن عسکریؑ سے ایک کپڑا اپنے کفن کے لیے مانگا، حضرتؑ نے تیرہ درہم اسے دیئے اور فرمایا کہ انہیں صرف اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرنا اور جو کچھ تو نے خواہش کی ہے وہ تجھ تک پہنچ جائے گا۔

شیخ جلیل سعد بن عبداللہ راوی خبر کہتا ہے کہ جب ہم نے حضرتؑ کی خدمت سے مراجعت کی اور حلوان سے تین فرسخ کے فاصلہ پر پہنچے کہ جو آج کل باب ذہاب کے نام سے معروف ہے تو احمد بن اسحاق کو بخار آیا اور وہ سخت بیمار ہو گیا یہاں تک کہ ہم اس سے مایوس ہو گئے، جب ہم حلوان میں وارد ہوئے تو ایک سرائے میں ہم نے قیام کیا، احمد نے فرمایا کہ مجھے رات تنہا رہنے دو اور تم اپنی رہائش گاہ میں چلے جاؤ، ہر شخص اپنی قیام گاہ کی طرف گیا، صبح کے قریب مجھے فکر ہوئی پس میں نے آنکھ کھولی تو اچانک اپنے مولا ابومحمد علیہ السلام کے خادم کافور کو دیکھا جو کہہ رہا تھا، احسن اللہ بالخیر عزا کم وجبر بالمحبوب رزتیکم، یعنی خدا تمہاری عزا کو بہتر قرار دے اور تمہاری مصیبت کی محبوب چیز سے تلافی کرے، پھر کہنے لگا ہم تمہارے ساتھی یعنی احمد کے غسل و کفن سے فارغ ہو چکے ہیں پس اٹھ کر اسے دفن کرو، بیشک وہ تم میں سے قرب خداوندی کی وجہ سے تمہارے آقا کے ہاں زیادہ عزیز ہے، پھر وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہو گیا اور حلوان یہی ذہاب مشہور ہے جو کہ بغداد کی طرف جاتے ہوئے کرمان شاہ کے راستہ میں ہے اور اس بزرگ کی قبر اس بستی کے رود کے قریب ہے، جنوب کی طرف تقریباً ہزار قدم کے فاصلہ پر اور اس قبر پر حقیری خراب شدہ تعمیر موجود ہے اور وہاں کے

رہنے والے بلکہ اہل کرمان اور وہاں آنے جانے والے ثروت مندوں کی بے ہمتی اور عدم معرفت کی وجہ سے بے نام ونشان رہ گیا ہے، اور ہزار افراد زائرین میں سے ایک شخص بھی اس بزرگوار کی زیارت کے لیے نہیں جاتا، حالانکہ اس شخص کے ساتھ کہ جس کے لیے امام علیہ السلام اپنے خادم کو طی الارض کے ذریعے کفن دے کر تجہیز وتکفین کے لیے بھیجیں اور قم کی مشہور مسجد کو آنجنابؑ کے حکم سے بنا رکھے اور جو کئی سال تک اس علاقہ میں آپؑ کی طرف سے وکیل رہا ہو زیادہ بہتر سلوک کرنا چاہیے اور اس کی قبر کو مزار قرار دینا چاہیے تا کہ صاحب قبر کی برکت اور اس کی وساطت سے فیوض الہیہ تک پہنچ سکیں۔

دوسرا احمد بن محمد بن مطہر ہے کہ جسے شیخ صدوق نے صاحب ابی محمد علیہ السلام کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، ہمارے شیخ نے مستدرک کے خاتمہ میں فرمایا ہے کہ لفظ صاحب سے صرف یہ مراد نہیں کہ وہ حضرت عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا، بلکہ جو کچھ ہمارے لیے ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حضرتؑ کے امور کے ساتھ قیام کرتا اور آپؑ کے کاموں کو انجام دیتا تھا اور یہ اس مرتبہ سے کاشف ہے جو کہ عدالت سے بلند ہے اور ثقہ ثبت علی بن الحسین مسعودی نے اثبات الوصیہ میں حمیری سے اس نے احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا اے احمد تمہاری حالت کیسی تھی اس چیز میں کہ جس میں لوگوں نے شک وشبہ کیا ہے۔

میں نے عرض کیا اے میری آقا جب ہمیں وہ خط ملا کہ جس میں ہمارے آقا اوران کی ولادت کی خبر تھی یعنی حضرت حجتہؑ کی تو ہم میں سے کوئی مرد وعورت ایسا نہیں رہا جو حق کا قائل نہ ہوا ہو۔

حضرت حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی پس حضرتؑ نے اپنی وفات کی خبر دی اور اپنی والدہ کو حج پر جانے کا حکم دیا ۲۵۹ھ ہجری میں اور انہیں خبر دی اس چیز سے جو انہیں ۲۶۰ھ ہجری میں پہنچنے والی تھی، یعنی اپنی وفات کی خبر دی کہ ۲۶۰ھ ہجری میں ہوگی اور حضرت صاحب الامرؑ کو حاضر کیا اور انہیں وصیت کی اور اسم اعظم و مواریث وسلاح وہتھیار ان کے سپرد کئے اور حضرت عسکریؑ کی والدہ حضرت صاحب صلوات اللہ علیہ کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوئیں۔

ابو علی احمد بن محمد بن مطہر ان کے کام کا متولی اور منتظم تھا، پس جب ایک منزل پر پہنچے تو اعراب کے ایک قافلہ کے ساتھ ملاقات کی اور انہیں شدت خوف اور کمی آب کی خبر دی، پس اکثر لوگ واپس آ گئے مگر وہ جو ناحیہ (جس جگہ صاحب الامرؑ ہے) میں تھے وہ صحیح سالم رہے، اور ایک روایت ہے کہ انہیں حضرت عسکریؑ کا فرمان پہنچا کہ وہ چلے جائیں اور پلٹ کر واپس نہ آئیں، اور ظاہر ہے کہ شخص کو امام اپنے اہل خانہ کے امور پر قائم ومنتظم قرار دے کہ جن میں ان کی والدہ اور وہ شخص ہو کہ جو اس طولانی سفر میں ان کی شکل ہے تو وہ شخص وثاقت وامانت وفطانت کے لحاظ سے بلند مقام ہونا چاہیے اور اس روایت سے اجمال اس خبر کا واضح ہو جاتا ہے جو کافی میں ابو محمد علیہ السلام کے مولد کے باب میں ان کی اسناد سے ابو علی مطہری سے ہے کہ اس نے قادسیہ سے حضرتؑ کی خدمت میں لکھا کہ جس میں لوگوں کا واپس پلٹ جانا بیان کیا تھا اور یہ کہ پیاس کا خوف ہے تو حضرت نے تحریر فرمایا تم جاؤ تمہارے لیے کوئی خوف وخطر نہیں ہے انشاء اللہ۔ پس وہ صحیح وسالم چلے گئے۔ والحمد للہ رب العالمین

تیسرا ابو سہل اسماعیل بن علی بن اسحاق بن ابو سہل بن نوبخت شیخ متکلمین امامیہ بغداد اور گروہ نوبختیہ کے بزرگ تھے اور اپنے زمانہ میں دین و دنیا میں بزرگی و جلالت رکھتے تھے اور جاری مجرائے وزراء تھے اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں، ان میں سے ایک کتاب الانوار فی تاریخ آئمہ اطہار علیہم السلام ہے۔ ابن ندیم نے فہرست میں کہا ہے کہ اس شیخ نے بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں اور بہت سے نسخے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے اور اس کی تصنیفات و تالیفات علم کلام و فلسفہ وغیرہ میں بہت ہے، اور علم فلسفہ کے ناقلین کی ایک جماعت اس کے پاس جمع ہوتی تھیں، مثلاً ابو عثمان دمشقی و اسحاق و ثابت وغیرہ اس کے غلاموں میں سے ہے، ابو الحسن سوسنجری جو حمدونی کی لقب سے مشہور اور اس کا نام محمد بن بشیر تھا، صاحب کتاب انفاذ جو بحث امامت میں ہے۔ انتھی

فقیر کہتا ہے کہ محمد بن بشر مذکور صلحاء عیون اصحاب اور ان کے متکلمین میں سے تھا اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے پچاس حج پا پیادہ کئے تھے اور ابو سہل ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی کا ماموں فلسیوف صاحب کتاب الفرق ہے۔ اور ابو سہل کی سعادت ہے وہ امام زمانہ صلوات اللہ علیہ کی ملاقات کے شرف سے مشرف ہوا جیسا کہ حضرت عسکریؑ کی وفات کے ذکر میں اس کی خبر گزر چکی ہے اور یہ شیخ جلیل حلاج کی رسوائی کا سبب بنے، کیونکہ حلاج نے سمجھا کہ وہ ابو سہل کو بھی دوسرے لوگوں کی طرح دھوکہ دے جائے گا اور حیلہ و بہانہ سے اسے بھی اپنے دام فریب میں پھنسا لے گا اور اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ چونکہ ابو سہل لوگوں میں بلند مرتبہ ہے اور علم و ادب و عقل و دانش کے ساتھ لوگوں میں مشہور ہے اگر وہ اس دام میں پھنس گیا تو کمزور قسم کے لوگ اور عوام اس کے گروی ہو جائیں گے، لہٰذا ابو سہل کو خط لکھا اور اسے اپنی طرف دعوت دی اور اظہار کیا کہ میں صاحب الزمان کا وکیل ہوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تجھے دعوت دوں مبادا اس امر میں تجھے شک و شبہ ہو۔

ابو سہل جب اس کے خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو اسے پیغام بھیجا کہ اگر تو حضرت صاحب الزمان کا وکیل ہے تو ضروری ہے کہ تیرے پاس دلائل و براہین ہوں میں اب تجھ پر ایمان لانے کے لیے ایک چھوٹی سی چیز کی خواہش کرتا ہوں تا کہ وہ تیری دعوت کی گواہ و شاہد ہو، اور وہ آسان چیز یہ ہے کہ میں کنیزوں کو دوست رکھتا ہوں اور اس وقت میرے پاس چند کنیزیں ہیں کہ جن کے وصال سے لطف اندوز ہوتا ہوں، لیکن چونکہ میرے سر اور چہرہ پر بڑھاپے نے اثر کیا ہے، لہٰذا میں مجبور ہوں کہ ہر ہفتہ خضاب لگاؤں تا کہ اپنے بالوں کی سفیدی ان سے چھپاؤں، کیونکہ اگر وہ میرے بالوں کی سفیدی کی طرف توجہ کریں تو مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور میرا وصال ہجر سے بدل جائے اور روز تاباں شب تار ہو جائے، لہٰذا میں ہر جمعہ کے دن خضاب کرنے کی زحمت و مشقت میں مبتلا ہوں، اگر تو اپنی دعوت میں سچا ہے تو ایسا کر کہ میری داڑھی سیاہ ہو جائے اور دوبارہ میں خضاب کا محتاج نہ رہوں، اس وقت میں تیرے مذہب میں داخل ہو جاؤں گا اور لوگوں کو بھی تیری طرف دعوت دوں گا۔

جب یہ پیغام حلاج کو ملا تو وہ سمجھا کہ اس کا تیر نشانہ پر نہیں بیٹھا اور اس اظہار میں رسوا ہو گیا ہے دوبارہ ابو سہل کو جواب نہ لکھا اور نہ کوئی قاصد اس کے پاس بھیجا، ابو سہل اس کے بعد اس چیز کو مجالس و محافل میں بیان کرتا اور اس کو لوگوں میں بہت ذلیل کرتا اور اس

کی کارکردگی کا پردہ فاش کر دیا اور اسے رسوا کیا اور لوگوں کو اس کے دام فریب سے چھڑوایا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا جب تم میرے بعد اہل بدعت وشک کو دیکھو تو ان سے اظہار برائت و بیزاری کرو، ان کو زیادہ سب و شتم کرنا ان کے متعلق کہو۔ ان کے عیوب کو ظاہر کرو اور اچانک ان کو اپنی گرفت میں لو یا انہیں حیران و سرگران کر دو اور انہیں لاجواب کر دو تا کہ اسلام میں فساد کرنے کی طمع و آرزو نہ رکھیں اور لوگ ان سے ڈریں اور ان کی بدعتیں نہ سیکھیں تو خداوند عالم اس کی وجہ سے تمہارے نامہ اعمال میں حسنات اور نیکیاں لکھے گا اور آخرت میں اس چیز کی وجہ سے تمہارے درجات بلند کرے گا۔

چوتھا محمد بن صالح بن محمد ہمدانی دہقان جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب اور ناحیہ مقدسہ کے وکلاء میں سے ہے، شیخ مفید نے اس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب میرا باپ فوت ہو گیا اور معاملہ میری طرف پلٹا اور میرے باپ کے ذمہ مال غریم کی کچھ وصولی تھی۔

شیخ مفید فرماتے ہیں: [1] غریم اس زمانہ کے شیعوں کے درمیان ایک رمز تھی جسے آپس میں وہ پہچانتے تھے اور حضرتؑ کو اس لفظ سے تقیۃً خطاب کرتے تھے، پس میں نے والد کی وفات کے بعد حضرتؑ کی خدمت میں ان کے اموال کے بارے میں خط لکھا، تو حضرتؑ نے جواب میں لکھا کہ جن سے طلب گار ہو ان سے مطالبہ کرو اور میں نے ان لوگوں سے مطالبہ کیا تو سب نے مال ادا کر دیئے سوائے ایک شخص کے کہ جن کے اسام پر لکھا تھا کہ اسے چار سو اشرفی دینی ہوں گی۔

میں اس کے پاس گیا اور اس مال کا اس سے مطالبہ کیا تو اس نے دینے میں تاخیر کی اور اس کے بیٹے نے میرا استخفاف کیا اور بیوقوفوں والا سلوک کیا، میں نے اس کی شکایت اس کے باپ سے کی وہ کہنے لگا کہ کیا ہوا، یعنی میرا استخفاف معمولی چیز ہے، میں نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے مکان کے وسط میں کھینچا اس کا بیٹا اسی وقت گھر سے باہر نکلا اور اہل بغداد سے استغاثہ کیا اور کہتا تھا کہ رافضی قمی نے میرے باپ کو قتل کر دیا، پس بہت سے لوگ ان میں سے میرے گرد جمع ہو گئے، میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے کہا اے اہل بغداد بڑا اچھا مظاہرہ کیا تم نے کہ ظالم کی طرف داری کر رہے ہو اور اسے اس مسافر مظلوم پر مسلط کر رہے ہو کہ جس نے اس سے قرض لینا ہے، میں اہل ہمدان کے اہلسنت میں سے ہوں اور یہ شخص مجھے قم کی طرف نسبت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ رافضی ہے اور چاہتا ہے کہ میرا حق ضائع کرے اور مجھے نہ دے۔

جب اہل بغداد نے یہ سنا تو انہوں نے اس پر ہجوم کیا اور چاہا کہ اس کی دوکان میں داخل ہو جائیں، میں نے انہیں روکا، پس اس شخص نے تمسک نامہ اور صورت منگوائی اور اس نے طلاق کی قسم کھائی کہ وہ یہ مال ادا کر دے گا، پس میں نے اس سے مال لے لیا ہے۔

چودھواں باب

بارھویں امام حجتہ اللہ علی عبادہ وبقیتہ فی بلادہ کاشف الاحزان وخلیفۃ الرحمن حضرت حجتہ ابن الحسن صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ

وعلی آبائہ سادات السموات والارض و کرالجدیدین ان کی تاریخ سوانح اور اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور آنحضرتؑ کی والدہ کے حالات اور آپؑ کے بعض اسماء والقاب شریفہ اور شمائل مبارکہ کا بیان

علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ آپؑ کی تاریخ ولادت میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت ۲۵۵ ہجری میں ہوئی بعض نے ۵۶، اور بعض نے ۵۸، بھی کہی ہے، اور مشہور یہ ہے کہ ولادت کا دن جمعہ کی رات پندرہ ماہ شعبان تھی اور بعض نے آٹھ شعبان بھی کہی ہے اور اس میں اتفاق ہے کہ آپؑ کی ولادت سرمن رای (سامرہ) میں ہوئی اور نام وکنیت میں رسول اکرمؐ کے ساتھ موافق ہیں، اور زمان غیبت میں آنجنابؑ کا نام لینا جائز نہیں ہے اور اس کی حکمت معلوم نہیں، اور آپؑ کے القاب شریفہ مہدی، خاتم، منتظر، حجتہ اور صاحب ہیں۔

ابن بابویہ اور شیخ طوسی نے سند ہائے معتبر کے ساتھ بشر بن سلیمان بردہ فروش (غلام بیچنے والا) سے روایت کی ہے جو کہ ایوب انصاری کی اولاد میں سے اور امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکری علیہم السلام کے خاص شیعوں میں سے ہے اور شہر سامرہ میں ان کے پڑوس میں رہتا تھا وہ کہتا ہے کہ ایک دن کافور امام علی نقی علیہ السلام کا خادم میرے پاس آیا اور مجھے بلا کر لے گیا، جب میں آپؑ کی خدمت میں گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ تم انصار کی اولاد میں سے ہو، ہم اہل بیتؑ کی ولایت ومحبت رسول خداؐ کے زمانہ سے لے کر اب تک تم میں موجود ہے، اور ہمیشہ تم ہمارے محل اعتماد رہے ہو اور میں اختیار کرتا اور مشرف کرتا ہوں ایسی فضیلت کے ساتھ کہ جس کی وجہ سے تو

ہمارے باقی شیعوں سے ہماری ولایت میں سبقت لے جائے، اور تجھے دوسرے رازوں سے مطلع کرنا چاہتا ہوں اور ایک کنیز کے خریدنے کے لیے بھیجتا ہوں، پس آپ نے ایک عمدہ خط رومی خط و زبان میں لکھا اور اس پر اپنی مہر شریف لگائی اور ایک تھیلی نقدی کی نکالی کہ جس میں دوسوبیس اشرفیاں تھیں، فرمایا یہ خط اور رقم لے لو اور بغداد چلے جاؤ اور فلاں چاشت کے وقت پل پر جاؤ، جب قیدیوں کی کشتیاں ساحل پر پہنچیں تو ان کشتیوں میں کچھ کنیزیں دیکھو گے اور کچھ خریدار امراء بنی عباس کے وکیل اور تھوڑے سے عرب نوجوان نظر آئیں گے جو قیدیوں کے گرد جمع ہوں گے، پس دور سے سارا دن اس بردہ فروش پر نگاہ رکھنا کہ جس کا نام عمر بن یزید ہے یہاں تک کہ جب وہ خریداروں کے لیے ایسی کنیز ظاہر کرے کہ جس کے فلاں فلاں صفات ہیں اور آپؑ نے اس کے تمام اوصاف بیان کئے، اور اس نے گاڑھا ریشمی لباس پہنا ہوگا اور وہ اس سے انکار کرے گی کہ مشتری اس کی طرف دیکھیں اور اسے ہاتھ لگائیں اور تو سنے گا کہ پردہ کے پیچھے سے اس کی رومی آواز بلند ہوگی تو سمجھنا کہ وہ رومی زبان میں کہہ رہی ہے، ہائے افسوس کہ میری حرمت ضائع ہو رہی ہے پس ایک خریدار کہے گا کہ میں تین سو اشرفی اس کنیز کی قیمت دیتا ہوں، کیونکہ اس کی پاکدامنی اس کے خریدنے میں میری زیادہ رغبت کا باعث ہوئی ہے تو وہ کنیز اسے عربی زبان میں کہے گی، اے جوان اگر تو سلیمان بن داؤد کی شان و شوکت میں بھی ظاہر ہو اور اس کی حکومت حاصل کرے تب بھی میں تیری طرف راغب نہیں ہوں گی، اپنا مال ضائع نہ کر اور میری قیمت ادا نہ کر۔

پس وہ بردہ فروش کہے گا کہ تیرا کیا چارہ کروں کہ تو کسی خریدار پر راضی نہیں ہوتی بالآخر تیرے بیچنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے تو وہ کنیز کہے گی تجھے کیا جلدی ہے، البتہ ایک خریدار آئے گا کہ جس کی طرف میرا دل مائل ہوگا اور مجھے اس کی وفاداری اور دیانت پر اعتماد ہوگا، پس اس وقت تم اس کنیز کے مالک کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ میرے پاس اک شریف اور بزرگ شخص کا خط ہے کہ جسے اس نے بڑی ملاطفت و شفقت کے ساتھ لغت روم میں لکھا ہے کہ جس میں اس نے اپنے کرم و سخاوت اور بزرگی کا ذکر کیا ہے اور یہ خط اس کنیز کو دے دو تا کہ وہ اسے پڑھے اور اگر اس خط لکھنے والے پر راضی ہو جائے تو میں اس کی طرف سے وکیل ہوں کہ یہ کنیز میں اس کے لیے خریدوں۔

بشیر بن سلیمان کہتا ہے کہ جو کچھ حضرتؑ نے فرمایا تھا وہ سب واقع ہوا اور جو کچھ آپؑ نے مجھے سے فرمایا تھا میں نے اس پر عمل کیا اور جب اس کنیز نے خط پڑھا تو رونے لگی اور عمرو بن یزید سے کہنے لگی کہ مجھے اس خط لکھنے والے کے ہاتھ بیچ دو اور اس نے بڑی بڑی قسمیں کھائی کہ اگر مجھے اس کے پاس فروخت نہ کیا تو میں خود کو ہلاک کر دوں گی، پھر میں نے اس کے ساتھ اس کی قیمت کے سلسلہ میں بہت سے باتیں کیں، یہاں تک کہ وہ اس قیمت پر راضی ہو گیا جو امام علی نقی علیہ السلام نے مجھے دی تھی، پس میں نے وہ رقم اس کے سپرد کی اور کنیز کو لے لیا اور وہ کنیز بڑی خوش تھی، وہ میرے ساتھ اس حجرہ میں آئی جو میں نے بغداد میں لیا ہوا تھا، جس وقت وہ اس کمرے میں پہنچی تو اس نے حضرت کا خط نکالا اور اس کے بوسے لیتی اور اس کو آنکھوں پر ملتی اور چہرے پر رکھتی اور اپنے جسم پر ملتی تھی، پس میں نے از روئے تعجب کہا کہ تو اس خط کو بوسہ دیتی ہے کہ جس کے لکھنے والے کو تو نہیں پہچانتی۔

وہ کنیز کہنے لگی اے عاجز اور اولاد اوصیاء و انبیاء کی بزرگی کی کم معرفت رکھنے والے تو اپنے کان میرے حوالے کر دے اور

دل کو میری باتیں سننے کے لیے فارغ کرتا کہ میں تجھے اپنے حالات کی تفصیل بتاؤں۔

میں ملیکہ دختر یشوعائے فرزند قیصر بادشاہ روم ہوں اور میری والدہ شمعون بن حمون بن صفا وصی حضرت عیسیٰؑ کی اولاد میں سے ہے، میں تجھے اک عجیب چیز کی خبر دیتی ہوں، واضح ہو کہ میرے دادا قیصر نے چاہا کہ میرا عقد اپنے بھتیجے سے کردے اور اس وقت میری عمر تیرہ سال تھی، پس اس نے اپنے قصر ومحل میں حوار یین عیسیٰؑ کی اولاد علماء ونصاریٰ اور ان کے عباد میں سے تین سو افراد جمع کئے اور صاحبان قدر ومنزلت میں سے سات سو اشخاص اور امراء لشکر اور افسران عسکر اور بزرگان فوج اور سرداران قبائل میں سے چار ہزار نفر اکٹھے کئے اور حکم دیا کہ اس تخت کو حاضر کیا جائے کہ جسے اس نے اپنی سلطنت کے زمانہ میں مختلف قسم کے جواہرات سے مرصع کیا تھا اور اس تخت کو چالیس پایہ پر درست اور کھڑا کیا گیا تھا اور اپنے بتوں اور صلیبوں کو اونچی جگہ پر رکھ دیا اور اپنے بھتیجے کو تخت پر بیٹھنے کے لیے بھیجا، جب قسیسین نے انجیلین اپنے ہاتھ میں اٹھائیں تا کہ انہیں پڑھیں تو بت اور صلیبیں سرنگوں ہو کر زمین پر گر پڑیں اور تخت کے پائے خراب ہوئے اور تخت زمین پر گر گیا اور بادشاہ کا بھتیجا تخت سے گر پڑا اور بیہوش ہو گیا تو قسیسین کے رنگ متغیر ہو گئے اور وہ کانپنے لگے، اور ان میں سے جو بزرگ تھا اس نے میرے دادا سے کہا کہ اے بادشاہ ہمیں معاف کرا ایسے امر سے کہ جس سے کئی نحوستیں رونما ہوئیں اور جو دلالت کرتا ہے کہ دین مسیحی بہت جلدی زائل ہو جائے گا، پس میرے جد نے اس کام کو فال بد سمجھا اور علماء و قسیسین سے کہا کہ اس تخت کو دوبارہ اس کی جگہ پر رکھو اور صلیبیں اپنے مقام پر قرار دو اور اس برگشتہ روزگار بدبخت کے بھائی کو حاضر کرو تا کہ اس لڑکی کی اس سے شادی کروں تا کہ اس بھائی کی نحوست کو دور کرے۔

جب ایسا کیا گیا تو اس کے بھائی کو تخت کی طرف لے چلے اور قسیسین نے انجیل پڑھنی شروع کی تو دوبارہ پہلے والی کیفیت ظاہر ہوئی تو اس برادر کی نحوست اس برادر کے برابر ہو گئی، لیکن وہ اس کے راز کو نہ سمجھ سکے کہ یہ ایک سردر کی سعادت ہے نہ کہ ان دو بھائیوں کی نحوست ہے، پس لوگ منتشر ہو گئے اور میرے دادا غمناک حالت میں حرم سرا میں واپس آ گئے اور خجالت کے پردے آویزاں کئے۔

جب رات ہوئی تو میں سو گئی اور عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیحؑ اور شمعون اور کچھ حوار یین میرے دادا کے قصر میں جمع ہوئے اور نور کا ایک منبر نصب کیا جو رفعت و بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا تھا اور وہاں اس کو رکھا کہ جہاں میرے دادا نے تخت رکھا تھا پس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وصی و داماد علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام اور کچھ افراد آئمہ اور اپنے فرزندوں کے ساتھ آئے اور اس قصر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور کیا۔

پس حضرت مسیحؑ بقدوم ادب از روئے تعظیم و اجلال حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور اپنی باہیں آنجنابؐ کی گردن میں ڈال دیں تو حضرت رسالتؐ پناہ نے فرمایا اے روح اللہ ہم اس لیے آئے ہیں کہ ملیکہ آپؑ کے وصی شمعون کی بیٹی کی اپنے فرزند سعادتمند کے لیے خواستگاری کریں اور آپؐ نے اشارہ کیا ماہ برج امامت وخلافت حضرت امام حسن عسکریؑ کی طرف جو فرزند ہیں اس بزرگوار کے جن کا خط تو نے مجھے دیا ہے، پس حضرتؐ نے حضرت شمعون کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ

دونوں جہانوں کے شرف و بزرگی نے تیرا رخ کیا ہے، اپنے رحم کو رحم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پیوند کردے، پس شمعون نے عرض کیا کہ میں نے کر دیا۔

پس حضرت رسول اکرمؐ نے خطبہ انشاء کیا اور حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ مل کر میرا عقد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ کر دیا اور حضرت رسولؐ (فرزندان رسولؐ) حواریوں کے ساتھ گواہ ہوئے۔

جب میں اس خواب سعادت مآب سے بیدار ہوئی تو قتل کے خوف سے میں نے وہ خواب اپنے دادا سے بیان نہ کیا اور اس خزینہ کو اپنے سینہ میں پنہاں رکھا اور اس خورشید فلک امامت کی محبت کی آگ میرے سینہ میں روز بروز شعلہ زن ہوتی رہی اور سرمایہ صبر و اقرار میرا باد فنا کے حوالے ہو گیا، یہاں تک کہ کھانا پینا میرے لیے حرام ہو گیا اور ہر روز میرا چہرہ اور بدن زرد و لاغر ہوتا گیا اور چھپے عشق کے آثار باہر آشکار ہونے لگے، پس روم کے شہروں میں کوئی طبیب ایسا نہیں تھا کہ جسے میرے دادا نے میرے علاج کے لیے نہ بلایا ہو اور اس سے میرا علاج نہ پوچھا ہو، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جب وہ میرے دکھ کے علاج سے مایوس ہوا تو ایک دن مجھ سے کہنے لگا اے میرے نور چشم آیا تیرے دل میں دنیا کی کوئی خواہش ہے جسے میں عمل میں لے آؤں۔

میں نے کہا دادا جان میں کشائش کے دروازے اپنے اوپر بند پاتی ہوں، اگر آزار و تکلیف ان مسلمان قیدیوں سے جو آپ کی قید میں ہیں دور کر دیں اور ان کی زنجیریں بیڑیاں کھول دیں اور انہیں آزاد کر دیں تو مجھے امید ہے کہ جناب مسیحؑ اور ان کی والدہ مجھے عافیت و صحت بخشیں گی۔

جب اس نے ایسا ہی کیا تو میں نے کچھ اپنے سے صحت کا اظہار کیا اور تھوڑا سا کھانا کھایا تو وہ خوشحال و شاد ہوا اور اب مسلمان قیدیوں کی عزت و احترام کرنے لگا پس چودہ راتوں کے بعد میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ عالمین کی عورتوں میں سے بہترین عورت فاطمہ علیہا السلام مجھے دیکھنے کے لیے تشریف لائیں اور جناب مریمؑ ایک ہزار حوران جنت کے ساتھ ان کی خدمت میں تھیں پس جناب مریمؑ نے مجھے کہا کہ یہ خاتون بہترین خواتین اور تیرے شوہر امام حسن عسکریؑ کی جدہ ماجدہ ہیں پس میں ان کے دامن سے لپٹ گئی اور رونے لگی اور شکایت کی کہ امام حسنؑ نے مجھ پر جفا کی اور مجھے دیکھنے سے انکار کرتے ہیں۔

پس آپؑ نے فرمایا کہ کس طرح میرا بیٹا تجھے دیکھنے آئے، حالانکہ تو خدا کے ساتھ شرک کرتی ہے اور عیسائی مذہب کی پیروکار ہے اور یہ میری بہن مریم بنت عمران خدا کی بارگاہ میں بیزاری چاہتی ہیں تیرے دین و مذہب سے اگر تیرا دل چاہتا اور اس طرف ہے کہ خداوند مریم تجھ سے خوش ہو اور امام حسن عسکری علیہ السلام تجھے ملنے اور دیکھنے آئیں تو پھر کہہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ۔

جب میں نے یہ دو طیب و پاک کلمات کہے تو جناب سیدۃ النساءؑ نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور میری دلداری فرمائی اور فرمایا کہ اب میرے بیٹے کے آنے کی منتظر رہ کہ میں اسے تیرے پاس بھیجوں گی، پس میں بیدار ہوئی تو کلمہ طیبہ شہادتین کو ورد زبان بنایا

اور حضرتؑ کی ملاقات کا انتظار کرنے لگی۔

جب آئندہ رات ہوئی تو آپ کا خورشید جمال طالع ہوا میں نے کہا کہ اے میرے محبوب میرے دل کو اپنی محبت میں قید کرنے کے بعد کیوں اپنے حسن و جمال کی جدائی میں مجھ پر اتنی جفا کرتے رہے۔

فرمایا میرے آنے میں تاخیر کا سبب سوائے اس کے اور کوئی نہ تھا کہ تو مشرک تھی اب جو مسلمان ہوگئی ہے میں ہر رات تیرے پاس رہوں گا، یہاں تک کہ خداوند عالم مجھے اور تجھے ظاہراً ایک جگہ اکٹھا کر دے اور اس ہجر و جدائی کو وصال میں تبدیل کرے، پس اس رات سے لے کر اب تک ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ میرے درد ہجران اور جدائی کا شربت وصال سے دوا نہ فرماتے ہوں۔

بشر بن سلیمان نے کہا کہ تو قیدیوں میں کیسے آگئی، کہنے لگی ایک رات مجھے امام حسن عسکری علیہ السلام نے بتایا کہ فلاں روز تیرا دادا ایک لشکر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجے گا، پھر اس کے پیچھے خود بھی جائے گا تو خود کو کنیزوں اور خدمتگاروں میں اس طرح داخل کر لینا کہ تجھ کو پہچان نہ سکیں اور اپنے دادا کے پیچھے چلی آنا اور فلاں راستہ سے جانا میں نے ایسا کیا تو مسلمانوں کے لشکر کا طلایہ (گشتی دستہ) ہمارے قریب سے گزرا اور وہ ہمیں قید کر کے لے گیا اور میرا آخری معاملہ وہ تھا جو تو نے دیکھا اور اب تک سوائے تیرے کسی کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ میں بادشاہ روم کی بیٹی ہوں اور اس بوڑھے شخص نے کہ میں جس کے مال غنیمت کے حصہ میں آئی تھی مجھ سے میرا نام پوچھا تو میں نے کہا کہ میرا نام نرجس ہے، وہ کہنے لگا کہ یہ کنیزوں والا نام ہے۔

بشر نے کہا کہ یہ تعجب ہے کہ تم اہل فرنگ (اہل یورپ) ہونے کے باوجود زبان عربی بہت اچھی جانتی ہو، وہ کہنے لگی چونکہ میرے دادا کو مجھ سے بہت محبت تھی، لہذا وہ چاہتا تھا کہ مجھے آداب حسنہ سکھائے، اس بناء پر اس نے ایک مترجم عورت جو انگریزی اور عربی زبانیں جانتی تھی مقرر کی جو ہر صبح و شام آتی اور مجھے عربی زبان سکھاتی تھی، یہاں تک کہ میری زبان پر یہ لغت روانی سے جاری ہوگئی۔

بشر کہتا ہے کہ میں اسے سامرہ لے گیا اور امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا، حضرتؑ نے اس کنیز سے فرمایا کہ کس طرح خداوند عالم نے تجھے دین اسلام کی عزت اور دین نصاریٰ کی ذلت اور محمدؐ و آل محمدؑ کا شرف و بزرگی دکھائی ہے تو وہ کہنے لگی اے فرزند رسولؐ میں وہ چیز کس طرح آپؑ کی خدمت میں بیان کروں کہ جسے آپؑ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

پس حضرتؑ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھے عزت بخشوں اور تیرا احترام رکھوں، کون سی چیز تیرے نزدیک بہتر ہے آیا تجھے دس ہزار اشرفی دوں یا شرف ابدی کی بشارت دوں۔

اس نے کہا کہ میں شرف بشارت چاہتی ہوں اور مال کی مجھے ضرورت نہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا تجھے بشارت ہو ایسے فرزند کی جو مشرق و مغرب عالم کا بادشاہ ہوگا، اور زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔

وہ کہنے لگی کہ یہ فرزند کس سے عالم وجود میں آئے گا فرمایا اس شخص سے کہ جس کے لیے حضرت رسالت مآبؐ نے خواستگاری کی تھی، پھر آپؑ نے اور حضرت مسیحؑ اور ان کے جانشین نے کس کے ساتھ تیرا عقد کیا تھا، اس نے کہا کہ آپ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے۔

آپؑ نے فرمایا کیا اسے پہچانتی ہو کہنے لگی کہ جس رات سے میں بہترین خواتین کے ہاتھ پر اسلام لائی ہوں کوئی ایسی رات نہیں گزری کہ آپؑ مجھے دیکھنے کے لیے نہ آئے ہوں۔

پس حضرت نے کافور خادم کو بلایا اور فرمایا جاؤ اور میری بہن حکیمہ خاتون کو بلاؤ، جب جناب حکیمہ خاتون آئیں تو حضرتؑ نے فرمایا یہ وہی کنیز ہے کہ جس کے متعلق میں کہتا تھا، حکیمہ خاتون نے اسے بغل گیر کیا اور بہت نوازش و شفقت فرمائی اور خوش ہوئیں۔

پس حضرتؑ نے فرمایا اے رسولؐ کی بیٹی اسے اپنے گھر لے جاؤ اور واجبات اور مستحبات اسے سکھاؤ کہ یہی حضرت حسن عسکری علیہ السلام کی بیوی اور صاحب الامرؑ کی ماں ہے۔

کلینی و ابن بابویہ و سید مرتضیٰ اور ان کے علاوہ باقی ذی قدر محدثین نے سند ہائے معتبر کے ساتھ حکیمہ خاتون سے روایت کی ہے کہ ایک دن امام حسن عسکری علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے اور انہوں نے تیز نگاہ نرجس خاتون کی طرف کی، پس میں نے عرض کیا کہ اگر آپ کو اس کی خواہش ہو تو اسے آپ کی خدمت میں بھیج دوں، فرمایا اے پھوپھی جان میرا تیز نظر سے اس کی طرف دیکھنا تعجب کی بناء پر ہے، کیونکہ عنقریب خداوند عالم اس سے ایسا فرزند پیدا کرے گا جو عالم کو عدالت سے پر کرے گا، بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگا۔

میں نے کہا کہ اسے آپؑ کے پاس بھیج دوں فرمایا اس سلسلہ میں میرے والد گرامی سے اجازت لے لیں، حکیمہ خاتون کہتی ہے کہ میں نے اپنے کپڑے پہنے اور اپنے بھائی امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں ان کے گھر گئی جب میں سلام کر کے بیٹھ گئی تو بغیر اس کے کہ میں کوئی بات کرتی حضرتؑ نے ابتداً فرمایا۔

اے حکیمہ نرجس کو میرے بیٹے کے پاس بھیج دو، میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار میں اسی لیے حاضر خدمت ہوئی ہوں کہ اس معاملہ میں آپؑ سے اجازت لوں۔

آپؑ نے فرمایا اے بزرگوار صاحب برکت خدا چاہتا ہے کہ تمہیں اس ثواب میں شریک کرے اور خیر و سعادت کا عظیم حصہ تمہیں کرامت ہوئے، تبھی تو تمہیں اس جیسے معاملہ میں واسطہ قرار دیا ہے، حکیمہ کہتی ہے کہ میں فوراً اپنے گھر واپس آ گئی اور اس معدن فتوت و سعادت کے زفاف کا اہتمام اپنے گھر میں کیا اور چند دنوں کے بعد اس سعد اکبر کو اس زہرہ منظر کے ساتھ خورشید انور یعنی ان کے والد مطہر کے گھر لے گئی اور کچھ دنوں کے بعد اس آفتاب مطلع امامت نے مغرب عالم بقاء میں غروب کیا اور ماہ برج خلافت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام امامت میں ان کے جانشین ہوئے اور میں ہمیشہ ان کے والد کے زمانہ کی مقررہ عادت کے ماتحت اس امام البشرؑ کی خدمت میں حاضری دیتی۔

پس ایک دن نرجس خاتون میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ اے خاتون معظم اپنے پاؤں آگے کیجئے تا کہ میں آپ کے پاؤں سے جوتا اتاروں۔

میں نے کہا کہ اب تم خاتون اور میری مالک ہو میں اب کبھی تمہیں اپنے پاؤں سے جوتا نہیں اتارنے دوں گی اور نہ کوئی خدمت کرنے دوں گی، بلکہ میں تمہاری خدمت کروں گی اور اس کو اپنے اوپر منت و احسان سمجھوں گی، جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے میری بات سنی تو فرمایا کہ اے پھوپھی جان خدا تمہیں جزائے خیر دے، پس میں آپ کی خدمت میں غروب آفتاب تک رہی پھر میں نے اپنی کنیز کو آواز دی کہ میرے کپڑے لے آؤ تا کہ میں واپس جاؤں، حضرتؑ نے فرمایا کہ اے پھوپھی جان آج رات ہمارے پاس رہیں، کیونکہ آج رات اس فرزند گرامی قدر کو پیدا ہونا ہے کہ جس سے خداوند عالم زمین کو علم و ایمان و ہدایت کے ساتھ بعد اس کے کہ وہ کفر و ضلالت کی اشاعت سے مردہ ہو چکی ہوگی زندہ کرے گا۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار وہ بچہ کس سے پیدا ہوگا مجھے نرجس میں کوئی آثار حمل نظر نہیں آتے تھے، فرمایا نرجس ہی سے پیدا ہوگا نہ کہ کسی اور سے۔

پس میں نے نرجس کی پشت و شکم کو ٹٹولا اور دیکھا تو کوئی اثر مجھے نظر نہ آیا تو میں واپس گئی اور عرض کیا، حضرتؑ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ جب صبح ہوگی تو اس میں اثر حمل ظاہر ہوگا اور اس کی مثال والدہ موسیٰ جیسی ہے کہ ولادت کے وقت تک کوئی تغیر اس میں ظاہر نہ ہوا، اور کوئی شخص اس کے حالات سے مطلع نہ ہوا، کیونکہ فرعون حاملہ عورتوں کے شکم حضرت موسیٰ کی تلاش میں چاک کر دیتا تھا، اور اس فرزند کی حالت بھی اس اُمر میں حضرت موسیٰؑ سے مشابہ ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہم اوصیاء انبیاء کا حمل شکم میں نہیں بلکہ پہلو میں ہوتا ہے اور رحم سے نہیں بلکہ اپنی ماؤں کی ران سے پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ ہم نور الٰہی ہیں، اس نے گندگی اور نجاست کو ہم سے دور کر رکھا ہے۔

حکیمہ کہتی ہے کہ میں نرجس کے پاس گئی اور یہ حالت اس کو بتائی وہ کہنے لگی اے خاتون معظم میں اپنے میں کوئی اثر محسوس نہیں کرتی، پس میں رات وہیں رہی اور افطار کر کے نرجس کے قریب لیٹ گئی اور ہر گھڑی اس کی خبر گیری کرتی رہی اور وہ اپنی جگہ سوئی رہی اور ہر لحظہ میری حالت بڑھتی جاتی تھی، اور اس رات باقی راتوں کی نسبت زیادہ میں نماز اور تہجد کے لیے اٹھی اور نماز تہجد ادا کی، جب میں نماز وتر میں پہنچی تو نرجس بیدار ہوئی اور وضو کر کے نماز تہجد بجالائی، جب میں نے نگاہ کی تو صبح کاذب طلوع کر چکی تھی، پس قریب تھا کہ میرے دل میں اس وعدہ کے متعلق شک پیدا ہو جو حضرتؑ نے فرمایا کہ اچانک امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے کمرے سے آواز دی کہ شک نہ کرو اب اس کا وقت قریب آگیا ہے۔

پس اس وقت میں نے نرجس میں کچھ اضطراب کا مشاہدہ کیا، پس میں نے اسے سینے سے لگایا اور اس پر اسماء خدا پڑھے، دوبارہ آپؑ نے آواز دی کہ اس پر سورہ انا انزلنا کی تلاوت کرو، پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے، وہ کہنے لگی کہ مجھ میں اس کا اثر ظاہر ہو چکا ہے جو میرے مولا نے فرمایا ہے۔

پس جب میں نے سورہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر پڑھنا شروع کی تو میں نے سنا کہ وہ بچہ شکم مادر میں میرے ساتھ پڑھتا ہے، اور اس نے مجھ کو سلام کیا تو میں ڈر گئی، حضرتؑ نے آواز دی کہ قدرت خدا پر تعجب نہ کرو، کیونکہ وہ ہمارے بچوں کو حکمت سے گویا کرتا ہے اور ہمیں بڑے ہوتے ہی زمین میں اپنی حجت قرار دیتا ہے۔

پس جب حضرت امام حسنؑ کی گفتگو ختم ہوئی تو نرجس میری آنکھوں سے غائب ہوگئی، گویا میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل ہوگیا، پس میں فریاد کرتی ہوئی دوڑ کر امام حسنؑ کے پاس گئی، حضرتؑ نے فرمایا اے پھوپھی واپس جاؤ اسے اپنی جگہ پاؤ گی۔

جب میں واپس آئی تو وہ پردہ ہٹ چکا تھا اور نرجس میں میں نے ایسا نور دیکھا کہ جس نے میری نگاہوں کو خیرہ کر دیا اور حضرت صاحب الامرؑ کو دیکھا کہ وہ قبلہ رخ سجدہ میں زانو کے بل پڑے ہیں، اور اپنی شہادت کی انگلیاں آسمان کی طرف بلند کی ہوئی ہیں اور کہہ رہے ہیں اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ان جدى رسول الله وان ابى امير المومنين وصى رسول الله پھر آپؑ نے ایک ایک امام کا نام لیا، یہاں تک کہ اپنے نام پر پہنچے تو فرمایا، اللهم انجزلى وعدى واتمم لى امرى وثبت وطاتى واملاء الارض بى عدلا وقسطاً یعنی خداوند جو نصرت کا وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اسے پورا فرما اور میرے امر خلافت و امامت کو تمام کر اور میرا استیلاء اور دشمنوں سے انتقام لینا ثابت کر دے اور میرے ذریعہ سے زمین کو عدل و داد سے پر کر دے۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب صاحب الامرؑ پیدا ہوئے تو آپؑ سے ایسا نور ساطع ہوا جو آفاق آسمان پر پھیل گیا اور میں نے سفید پرندے دیکھے جو آسمان پر پھیل گیا اور میں نے سفید پرندے دیکھے جو آسمان سے نیچے آئے اور وہ اپنے پر وہاں حضرتؑ کے سر و چہرہ و بدن سے ملتے اور پرواز کر جاتے۔

پس حضرت امام حسن عسکریؑ نے مجھے آواز دی کہ اے پھوپھی میرے فرزند کو میرے پاس لے آؤ، جب میں نے انہیں دیکھا تو انہیں ختنہ شدہ، ناف بریدہ اور پاک و پاکیزہ پایا، ان کے دائیں بازو پر لکھا تھا جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً حق آیا اور باطل محو ہو گیا اور بیشک باطل محو ہونے والا ہے اور اس کے لیے بقاء و ثبات نہیں، پس حکیمہ کہتی ہیں کہ جب میں اس فرزند ارجمند کو حضرتؑ کے پاس لے گئی تو اس کی نگاہ اپنے باپ پر پڑی تو سلام کیا، پس حضرتؑ نے اس کو اٹھایا اور اپنی زبان مبارک اس کی دونوں آنکھوں اور اس کے منہ اور دونوں کانوں پر پھیری اور اسے اپنے ہاتھ کی بائیں ہتھیلی پر بٹھا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے بیٹا قدرت الٰہی سے بات کرو، پس صاحب الامرؑ نے اعوذ باللہ کے بعد کہا۔

بسم الله الرحمن الرحيم ونريد ان نمن على الذين استضعفوا فى الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثين ونمكن لهم فى الارض ونرى فرعون وهامان وجنودهما منهم ما كانوا يحذرون۔

یہ آیہ شریفہ حدیث معتبرہ کی بناء پر حضرتؑ اور آپؑ کے آباء کرام کی شان میں نازل ہوئی ہے، اور اس

کا ظاہری ترجمہ یہ ہے۔ کہ ہم منت واحسان رکھنا چاہتے ہیں ان لوگوں پر کہ جنہیں ستمگروں نے زمین میں کمزور کر دیا ہے، اور ہم انہیں دین کا پیشوا قرار دیتے ہیں اور انہیں زمین کا وارث بناتے ہیں اور انہیں زمین میں تمکین وغلبہ بخشتے ہیں اور ہم فرعون وہامان اور ان کے لشکروں کو ان آئمہ سے وہ چیز دکھائیں گے جس سے وہ ڈرتے تھے۔

پھر حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ نے حضرت رسالت مآبؐ امیر المومنینؑ اور اپنے والد گرامی تک تمام آئمہ پر صلوات بھیجی، پس اس وقت بہت سے پرندے آپؑ کے سرہانے جمع ہو گئے تو آپؑ نے ان میں سے ایک پرندہ کو آواز دی کہ اس بچہ کو اٹھالو اور اس بچہ کی اچھی طرح حفاظت کرنا اور چالیس دن میں ایک مرتبہ ہمارے پاس لے آنا، وہ پرندہ حضرتؑ کو لے کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا اور باقی پرندوں نے بھی اس کے پیچھے پرواز کی۔

پس حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھے اس کے سپرد کرتا ہوں کہ موسیٰ کی والدہ نے حضرت موسیٰ کو جس کے سپرد کیا تھا، پس نرجس خاتون رونے لگیں تو آپؑ نے فرمایا خاموش رہو اور گریہ نہ کرو، کیونکہ یہ تمہارے علاوہ کسی کے پستان سے دودھ نہیں پیئے گا اور بہت جلدی اسے تیرے پاس لوٹا دیں گے کہ جس طرح کہ موسیٰ کو مادر موسیٰ کی طرف پلٹا دیا تھا جس طرح کہ خدا فرماتا ہے کہ پس میں نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف پلٹا دیا تا کہ اس کی ماں کی آنکھیں روشن ہوں۔

پس حکیمہ نے پوچھا کہ یہ پرندہ کون تھا کہ صاحب الامر کو آپؑ نے جس کے سپرد کیا ہے، فرمایا کہ وہ روح القدس ہے جو کہ آئمہ علیہم السلام کے ساتھ موکل ہے جو انہیں خدا کی طرف سے موفق کرتا ہے اور خطاء سے ان کی نگاہداری کرتا ہے اور انہیں علم کے ساتھ زینت دیتا ہے۔

حکیمہ کہتی ہیں کہ جب چالیس دن گزر گئے تو میں حضرتؑ کی خدمت میں گئی جب وہاں پہنچی تو دیکھا کہ ایک بچہ گھر کے اندر چل پھر رہا ہے تو میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار یہ دو سال کا بچہ کس کا ہے، حضرتؑ نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اولاد انبیاء واوصیاء جب امام ہوں تو وہ دوسرے بچوں سے مختلف نشوونما پاتے ہیں اور وہ ایک ماہ کا بچہ دوسرے ایک سالہ بچے کی طرح ہوتا ہے اور وہ شکم مادر میں بات کرتے ہیں، اور قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی شیر خوارگی کے زمانہ میں ملائکہ ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور ہر صبح وشام ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

پس حکیمہ فرماتی ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں میں چالیس دن میں ایک مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتی، یہاں تک کہ میں نے حضرتؑ کی وفات سے چند دن پہلے ان سے ملاقات کی تو انہیں مکمل مرد کی شکل وصورت میں دیکھ کر نہ پہچان سکی اور اپنے بھتیجے سے عرض کیا کہ یہ شخص کون ہے، کہ آپؑ مجھے فرماتے ہیں کہ میں اس کے پاس بیٹھوں، فرمایا یہ نرجس کا بیٹا ہے اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے اور میں عنقریب تمہارے درمیان سے جانے والا ہوں تم اس کی بات کو قبول کرنا اور اس کے حکم کی

اطاعت کرنا۔

پس چند دنوں کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے عالم قدس کی طرف کوچ کیا، اور اب میں ہر صبح وشام حضرت صاحب الامرؑ سے ملاقات کرتی ہوں اور جس چیز کا میں ان سے سوال کرتی ہوں وہ مجھے اس کی خبر دیتے ہیں اور کبھی میں سوال کرنے کا ارادہ کرتی ہوں اور وہ مجھے سوال کرنے سے پہلے جواب دے دیتے ہیں۔

اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے، حکیمہ خاتون کہتی ہیں کہ میں حضرت صاحب الامرؑ کی ولادت کے تین دن بعد ان کی ملاقات کی مشتاق ہوئی تو میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے مولا کہاں ہیں، فرمایا میں نے اسے اس کے سپرد کیا ہے جو ہماری اور تمہاری نسبت اس کا حق دار واولیٰ ہے، یعنی اس کا زیادہ حق دار ہے، جب ساتواں دن ہو تو پھر ہمارے پاس آنا، اور جب میں ساتواں دن گئی تو میں نے ایک گہوارہ دیکھا، میں دوڑ کر گہوارے کے پاس گئی تو اپنے مولا کو چودھویں کے چاند کی طرح دیکھا۔

آپؑ نے تبسم فرمایا، پس حضرتؑ نے آواز دی کہ میرے بیٹے کو میرے پاس لے آؤ، جب میں انہیں آپؑ کے پاس لے گئی تو آپؑ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں پھیری اور فرمایا اے بیٹا بات کرو۔

حضرت صاحب الامرؑ نے شہادتین پڑھے اور رسالت پناہؐ اور باقی آئمہ صلوات اللہ علیہم پر صلوات پڑھی اور بسم اللہ پڑھ کر گزشتہ آیت کی تلاوت فرمائی، پس امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ پڑھو اے بیٹا وہ کچھ خداوند عالم نے اپنے انبیاء پر نازل فرمایا۔

پس آپؑ نے صحف آدمؑ سے شروع کیا اور زبان سریانی میں اسے پڑھا اور کتاب ادریسؑ وکتاب نوحؑ وکتاب ہودؑ وکتاب صالحؑ وصحف ابراہیمؑ وتورات موسیٰؑ وزبور داؤدؑ وانجیل عیسیٰؑ اور میرے جد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن پڑھا، پھر انبیاء کے واقعات بیان کئے۔

پھر امام عسکری علیہ السلام نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس امت کا مہدی عطاء فرمایا اور ایک فرشتہ بھیجا تا کہ اسے سراپردہ عرش رحمانی میں لے جائیں، تو خداوند عالم نے اسے خطاب کیا کہ مرحبا تجھے اے میرے بندے کہ تجھے میں نے اپنے دین کی مدد اور اپنے امر شریعت کے اظہار کے لیے خلق کیا ہے، تو ہے میرے بندوں میں سے ہدایت یافتہ، میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں، کہ تیری اطاعت پر لوگوں کو ثواب دوں گا اور تیری نافرمانی پر عقاب کروں گا، اور تیری شفاعت وہدایت کی وجہ سے اپنے بندوں کو بخشوں گا اور تیری مخالفت کی بناء پر انہیں سزا دوں گا، اے دو فرشتو اسے اس کے باپ کے پاس واپس لے جاؤ اور میری طرف سے اسے سلام پہنچانا اور کہنا کہ یہ میری حفظ اور حمایت کی پناہ میں ہے میں دشمنوں کے شر سے اس کی حفاظت کروں گا، یہاں تک کہ اسے ظاہر کر کے حق کو اس کی وجہ سے برپا اور اس سے باطل کو سرنگوں کروں گا اور دین حق میرے ہی لیے خالص ہوگا۔ (تمام ہوا جو کچھ کہ ہم نے جلاء العیون سے نقل کیا ہے)

اور حق الیقین میں بھی حضرتؑ کی ولادت شریف اسی کیفیت سے چند اور روایات کے ساتھ نقل کی ہے، منجملہ ان کے فرماتے ہیں کہ محمد بن عثمان عمروی نے روایت کی ہے کہ جب ہمارے آقا صاحب الامرؑ پیدا ہوئے تو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے والد کو بلایا اور فرمایا کہ دس ہزار رطل جو کہ تقریباً ایک ہزار من ہوتا ہے (ایک من تقریباً چھ تولہ ہوتا ہے) کھانا اور دس ہزار رطل گوشت بنی ہاشم اور دوسرے لوگوں پر صدقہ کرو، اور بہت سے گوسفند عقیقہ کے لیے ذبح کریں۔

اور نسیم و ماریہ حضرت حسن علیہ السلام کی کنیزیں روایت کرتی ہیں جب حضرت قائم علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہوں نے دو زانو بیٹھ کر انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی اور چھینک لی اور فرمایا، الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد وآلہ، پھر فرمایا ظالموں کا یہ گمان ہے کہ حجت خدا برطرف ہو جائے گی، اگر مجھے خدا بولنے کی اجازت دے دے تو شک باقی نہیں رہے گا۔

نیز نسیم روایت کرتی ہے کہ میں حضرتؑ کی ولادت سے ایک رات بعد آپؑ کی خدمت میں گئی تو مجھے چھینک آ گئی، آپؑ نے فرمایا یرحمک اللہ، میں بہت خوش ہوئی، پس آپؑ نے فرمایا کیا تجھے چھینک کے سلسلہ میں خوشخبری دوں، میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا چھینک تین دن تک موت سے امان ہے۔

باقی رہے حضرتؑ کے اسماء اور القاب

واضح ہو کہ ہمارے شیخ ثقۃ الاسلام نوری نے کتاب نجم ثاقب میں حضرتؑ کے ایک سو بیاسی نام بیان کئے ہیں اور ہم یہاں ان میں سے چند اسماء کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہیں۔

پہلا بقیۃ اللہ، روایت ہوئی ہے کہ جب حضرت خروج کریں گے تو پشت مبارک خانہ کعبہ کے ساتھ لگا لیں گے اور تین سو تیرہ مرد اکھٹے ہو جائیں گے، اور پہلی بات جو آپ کریں گے وہ یہ آیت ہوگی۔ **بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین**۔ خدا کی باقی ماندہ حجت تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم مومن ہو۔

اس وقت فرمائیں گے کہ میں ہوں بقیۃ اللہ اس کی حجت اور تم پر اس کا خلیفہ، پس ہر سلام کرنے والا آپ کو اس طرح سلام کرے گا، **السلام علیك یا بقیۃ اللہ فی ارضہ**

دوسرا حجۃ اللہ ہے، یہ آپؑ کے مشہور القاب میں سے ہے کہ بہت سے ادعیہ اور اخبار میں آپ کا اسی نام سے تذکرہ کیا گیا ہے اور محدثین نے زیادہ تر اسے بیان کیا ہے اگرچہ اس لقب میں باقی آئمہ بھی شریک ہیں اور وہ تمام کے تمام خداوند عالم کی طرف سے مخلوق کے اوپر حجت ہیں، لیکن اس طرح آنجنابؑ کے ساتھ مخصوص ہو گیا کہ اخبار و روایات میں جہاں بغیر قرینہ اور شاہد کے ذکر ہو وہاں حضرتؑ ہی مراد ہوں گے اور حجۃ اللہ کا معنی ہے غلبہ یا سلطنت خدا کی مخلوق پر، کیونکہ غلبہ و سلطنت دونوں کے واسطہ سے ظہور پذیر ہوں گے اور آپؑ کا نقش خاتم انا حجۃ اللہ ہے۔

تیسرا خلف اور خلف صالح کے اس لقب کے ساتھ آئمہ علیہم السلام کی زبان پر بارہا آپؑ کا ذکر ہوا، اور خلف سے مراد جانشین ہے، اور حضرتؑ تمام گزشتہ انبیاء و اوصیاء کے جانشین اور ان کے تمام علوم وصفات وحالات وخصائص کے مالک تھے، مواریث الہیہ کہ جو ان میں سے ایک دوسرے تک پہنچتی رہیں وہ سب آپؑ میں اور آپؑ کے پاس جمع تھیں اور معروف حدیث لوح میں مذکور ہے جو کہ جابر نے صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کے پاس دیکھی تھی حضرت امام حسن عسکریؑ کے ذکر کے بعد کہ اس وقت میں اس کو کامل کروں گا اس کے بیٹے خلف کے ساتھ جو کہ تمام عالمین کے لیے رحمت ہے، کمال صفوت آدمؑ ورفعت ادریسؑ وسکینہ نوحؑ وحلم، ابراہیمؑ وشدت موسیٰؑ وبہار عیسیٰؑ اور صبر ایوبؑ اس میں ہے۔

اور مفضل کی مشہور حدیث میں ہے کہ جب آنجناب ظہور فرمائیں گے تو دیوار کعبہ سے ٹیک لگائیں گے اور فرمائیں گے اے گروہ خلائق آگاہ ہو جو چاہتا ہے کہ آدمؑ وشیثؑ کو دیکھے تو میں آدم وشیث ہوں، اور اسی طرح ذکر کریں گے نوحؑ وسام وابراہیمؑ واسماعیلؑ وموسیٰ ویوشعؑ وشمعونؑ ورسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی آئمہ علیہم السلام کو۔

چوتھا شرید بار بار زبان ائمہ علیہم السلام میں خصوصاً جناب امیر المومنین اور جناب باقرؑ کی زبان پر اس لقب کے ساتھ آپؑ کا ذکر ہوا ہے اور شرید کا معنی ہے راندہ شدہ اس مخلوق منکوس سے کہ جس نے نہ آنجنابؑ کو پہچانا ہے اور نہ ان کے وجود کی نعمت کی قدر کی ہے اور نہ ہی شکر گزاری، اور آپؑ کے اداء حق کے مقام میں آئے ہیں، بلکہ ان کے پیشرو آنجنابؑ پر غلبہ وتسلط سے مایوس ہو جانے اور ان کے اخلاف کا ذریت طاہرہ کے قتل وقلع قمع کرنے کے بعد زبان وقلم کی مدد سے لوگوں کے دلوں سے ان کے نفی وطرد کے مقام پر اتر آئے اور آپؑ کے اصل موجود کی نفی اور پیدا نہ ہونے پر دلیلیں قائم کرنے لگے اور دلوں سے ان کی یاد کو محو کرنے لگے ہیں اور خود آنجنابؑ نے علی بن مہزیار سے فرمایا کہ میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں منزل وقیام نہ کروں، مگر زمین کی ایسی جگہ میں کہ جو تمام جگہوں کی نسبت زیادہ مخفی اور دور ہو اپنے امر کو پوشیدہ رکھنے اور اپنے محل ومقام کو اہل ضلالت کے مکر وفریب سے محکم کرنے کے لیے، یہاں تک کہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا اے بیٹا تم پر لازم ہے کہ زمین کی پوشیدہ جگہ میں ہمیشہ رہائش اختیار کرو، کیونکہ خدا کے اولیاء میں سے ہر ایک ولی کے لیے غلبہ کرنے والا دشمن اور نزاع کرنے والی ضد موجود ہے۔

پانچواں غریم جو کہ حضرتؑ کے القاب خاصہ میں سے ہے اور اخبار وروایات میں اس لفظ کا اطلاق آپؑ پر شائع ہے اور غریم کا معنی قرض خواہ بھی ہے اور وہ بھی ہے کہ جس کے ذمہ قرض ہو اور ظاہراً یہاں پہلا معنی مراد ہے اور یہ لفظ حضرتؑ سے تعبیر کرنے میں لفظ غلام (نوخیز) کی طرح ہے از روئے تقیہ، کیونکہ شیعہ حضرات جب چاہتے کہ کوئی مال آپؑ کی خدمت میں یا آپؑ کے وکلاء کے ہاں بھیجیں یا وصیت کریں یا آنجنابؑ کی طرف سے کسی سے مطالبہ کریں تو آپؑ کو اس لقب سے پکارتے تھے، اور آپؑ زیادہ ارباب زراعت وتجارت وحرفت وصنعت سے طلب گار رہتے تھے، جیسا کہ محمد بن صالح کے حالات میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب کے تذکرے میں گزر چکا ہے۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے غریم بمعنی مقروض ہو، اور اس لقب کے ساتھ آپؑ کا نام لینا شخص مدیون ومقروض کے

ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہو جو کہ اپنے آپ کو اپنے قرضوں کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے یا چونکہ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہیں تا کہ حضرتؑ سے علوم و شرائع اخذ کریں اور آپ تقیہ کی وجہ سے اس سے گریز کرتے ہیں، پس حضرت غریم مستتر ہیں صلوات اللہ علیہ۔

چھٹا قائم یعنی فرمان الٰہی میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے والا، کیونکہ آپؑ شب و روز فرمان الٰہی کے لیے مہیا ہیں کہ صرف اشارہ پر ظہور فرمائیں گے اور روایت ہے کہ آپؑ کو قائم کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کیونکہ آپ حق کے ساتھ قیام کریں گے اور صقر بن ابی دلف کی روایت ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آنجنابؑ کو قائم کیوں کہتے ہیں۔

فرمایا چونکہ وہ امامت کے ساتھ قیام کریں گے بعد اس کے کہ اس کا ذکر خاموش ہو جائے گا اور اکثر لوگ جو آپؑ کی امامت کے قائل تھے مرتد ہو جائیں گے۔

ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ اے فرزند رسولؐ کیا آپ سب قائم بحق نہیں ہے، فرمایا ہاں ہم سب قائم بحق ہیں، میں نے عرض کیا پھر کیوں حضرت صاحب الامرؑ کو قائم کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میرے جد امجد حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ملائکہ نے درگاہ الٰہی میں صدائے گریہ و نالہ بلند کیا اور کہنے لگے، خداوندا اور اے ہمارے سید و آقا کیا تو اپنے برگزیدہ اور اپنے پسندیدہ پیغمبرؐ اور بہترین خلق کے قتل کی پروا نہیں کرے گا۔

پس حق تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے ملائکہ قرار پکڑو کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ ضرور میں ان سے انتقام لوں گا، اگرچہ کئی ایک ازمنہ اور صدیوں کے بعد ہو، پس اللہ تعالیٰ نے ان سے حجاب اٹھا دیئے اور اولاد امام حسین علیہ السلام کے انوار انہیں دکھائے تو ملائکہ انہیں دیکھ کر خوش ہوئے، پس ان میں سے ایک نور کو انہوں نے دیکھا کہ جوان کے درمیان کھڑے ہو کر نماز میں مشغول تھا تو خداوند عالم نے فرمایا کہ میں اس قائم کے ذریعہ ان سے انتقام لوں گا۔

فقیر کہتا ہے کہ چھٹی فصل میں اس اسم مبارک کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کے سلسلہ میں گفتگو ہوگی۔

ساتواں م ح م د صلی اللہ علیہ وآلہ واھل بیتہ جو کہ اسم اصلی ہے حضرتؑ کا جیسا کہ اخبار متواتر خاصہ و عامہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میرا ہمنام ہے۔

اور خبر لوح مستفیض میں حضرتؑ کا نام اسی طرح ضبط ہوا ہے۔ ابو القاسم محمد بن حسن هو حجته الله القائم لیکن مخفی نہ رہے، بمقتضائے اخبار کثیرہ معتبرہ حضرتؑ کے ظہور موفور السرور تک مجالس و محافل میں اس اسم مبارک کا حرام ہے اور یہ حکم حضرتؑ کے خصائص میں سے ہے اور قدماء امامیہ فقہاء و متکلمین اور محدثین کے نزدیک مسلم ہے، یہاں تک کہ شیخ اقدام حسن بن موسیٰ نوبختی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم خائص مذہب امامیہ میں سے ہے اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے زمانہ تک کسی سے اس سلسلہ میں اختلاف نقل نہیں ہوا، لیکن یہ مرحوم جواز کے الغمہ کے زمانہ میں اور شیخ بہائی کے زمانہ میں یہ مسئلہ نظری ہو گیا اور فضلاء کے درمیان محل تشاجر و بحث قرار پایا۔ یہاں تک کہ اس میں علیحدہ رسائل لکھے گئے مثلاً شرعۃ التسمیہ محقق داماد کا اور رسالہ تحریم التسمیہ سلیمان ماخوری کا اور کشف التسمیہ ہمارے شیخ حر عاملی رضوان علیہم وغیر ذلک اور تفصیلی گفتگو نجم ثاقب میں موجود ہے۔

آٹھواں مہدی صلوات اللہ جو کہ تمام فرق اسلامیہ میں آپ کے اسماء والقاب سے زیادہ مشہور ہے۔

نواں ماء معین یعنی روئے زمین پر ظاہر و جاری ہونے والا پانی، کمال الدین اور غیبت طوسی میں حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ آیۂ شریفہ قل ارئیتم ان اصبح ماء کم غورا فمن یاتیکم بماء معین، اور کہہ دو کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر تمہارا پانی زمین کے اندر چلا جائے تو تمہارے لیے جاری پانی کون لے کر آئے گا، پس آپؑ نے فرمایا کہ یہ آیت قائم علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی ہے، خداوند عالم فرماتا ہے کہ اگر تمہارا امام تم سے غائب ہو گیا ہے اور تمہیں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے، پس کون ہے جو لے آئے گا، تمہارا امام ظاہر جو تمہارے لیے آسمان و زمین اور خداوند عالم کے حلال و حرام کی خبریں لے کر آئے گا، اس وقت آپؑ نے فرمایا کہ اس کی تاویل ابھی تک نہیں آئی اور ضروری ہے کہ اس کی تاویل آئے اور اس مضمون کے قریب قریب چند دوسری روایات غیبت نعمانی اور تاویل آلات میں موجود ہیں اور آپؑ کی وجہ شبہ پانی سے جو کہ ہر چیز کی حیات کا سبب ہے ظاہر ہے، بلکہ وہ حیات و زندگی جو اس وجود معظم کی برکت سے حاصل ہوتی ہے اور ہو گی وہ اس حیات سے جو پانی سے حاصل ہوتی ہے کئی رتبے اعلیٰ اتم واشد زیادہ دائمی ہے، بلکہ خود پانی کی حیات آنجنابؑ کی وجہ سے ہے، اور کمال الدین میں جناب باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ آیت شریفہ اعلمو ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا۔ جان لو کہ خدا زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا، فرمایا یعنی خداوند عالم حضرت قائم علیہ السلام کی وجہ سے زمین کو اس کے اہل کفر کی بناء پر مردہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا اور کافر مردہ ہے۔

اور شیخ طوسی کی روایت کی بناء پر آیت مذکورہ میں خداوند عالم قائم آل محمد علیہ السلام کی وجہ سے زمین کی اس کے مرنے کے بعد اصلاح کرے گا، یعنی اس کے اہل ملک کے ظلم و جور کے بعد۔

مخفی نہ رہے، چونکہ ایام ظہور میں لوگ اس چشمہ فیض الٰہی سے سہولت و آسانی کے ساتھ فیض حاصل کریں گے مثل اس پیاسے کے جو نہر جاری و خوش گوار کے کنارے پر ہو اور بہرہ ور ہوں گے تو اس کے لیے سوائے چلو میں پانی لینے کے اور کوئی حالت منتظرہ نہیں ہے، لہٰذا آنجنابؑ کو ماء معین سے تعبیر کیا گیا ہے اور غیبت کے دنوں میں خدا کا لطف خاص مخلوق سے ان کے برے کردار کی بناء پر اٹھ گیا ہے، لہٰذا اب رنج و تعب و عجز و لابہ اور تفرع و انابہ کے ساتھ آنجنابؑ سے فیض حاصل ہو سکتا ہے اور کوئی چیز لی جا سکتی ہے اور کوئی علم سیکھا جا سکتا ہے، مثل اس پیاسے کے جو کہ گہرے کنوئیں سے پانی لینا چاہتا ہے وہ صرف آلات و اسباب کے ذریعہ ہی زحمت کے ساتھ پانی حاصل کر سکتا اور پیاس کی آگ بجھا سکتا ہے، لہٰذا آپؑ کو بئر معطلہ سے (وہ کنواں کہ جس کو ترک کر دیا گیا ہو) تعبیر کیا گیا ہے، اور اس مقام پر اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

باقی رہے آپؑ کے شمائل و نقش و نگار، تو روایت ہوئی ہے کہ آپؑ سب سے زیادہ حضرت رسول اکرمؐ سے شباہت رکھتے ہیں خلق و خُلق میں اور جو کچھ روایات سے آپؑ کے شمائل و نقش و نگار میں جمع ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپؑ سفید سرخی مائل اور گندم گوں ہیں کہ جس میں شب بیداری کی وجہ سے زردی پیدا ہو گئی ہے آپؑ کی پیشانی فراخ سفید اور تاباں ہے اور آپؑ کے ابرو ایک دوسرے

سے ملے ہوئے ہیں، بینی مبارک باریک ودراز ہے کہ جس کے وسط میں کچھ جھکاؤ ہے اور آپ کا چہرہ عمدہ ہے اور آپؑ کے رخساروں کا نور ریش مبارک اور سر کے بالوں کی سیاہی پر چھایا ہوا ہے، آپؑ کے چہرہ پر گوشت زیادہ نہیں اور آپؑ کے دائیں رخسار پر ایک تل ہے جو چمکتے ہوئے ستارے کی مانند نظر آتا ہے وعلی راسہ فرقین وفرتین کانہ الف بین واوین، آپ کے سر کی مانگ دو طرف کی زلفوں میں اس طرح ہے جیسے دو واؤں کے درمیان لفظ الف اور آپ کے دندان مبارک کے درمیان فاصلہ ہے آپؑ کی آنکھیں سیاہ سرگین ہیں، اور آپؑ کے سر میں ایک علامت ہے دونوں کندھوں کی درمیانی جگہ چوڑی ہے، اور شکم سے لے کر پنڈلی تک کا حصہ ان کے جد مبارک امیر المومنین کی طرح ہے، اور وارد ہوا ہے کہ مہدیؑ اہل جنت کے طاؤس ہیں، آپ کا چہرہ چودھویں کا چمکتا ہوا چاند ہے اور آپؑ کے بدن اطہر پر نور کا لباس پہنایا گیا ہے، آنجنابؑ پر جامہ ہائے قدسیہ وخلعتہائے نوراشیہ ربانیہ ہیں جو کہ شعاع انوار فیض وفضل احدیت سے چمک رہے ہیں اور رنگ ولطافت میں گل بابونہ کی طرح اور ارغوانی ہیں کہ جن پر شبنم پڑی ہو اور اس کی زیادہ سرخی کو ہوبے ماند کر دیا ہو، اور آپؑ کا قد مبارک بید مشک درخت کے شاخہ بان کی طرح یا ساقہ ریحان کی مانند ہے نہ حد سے زیادہ طویل اور نہ زمین سے ملا ہوا کوتاہ ہے، بلکہ آپ کا قد وقامت معتدل اور سر مبارک مدور ہے، آپؑ کے دائیں رخسار پر خال ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مشک کا ٹکڑا عنبرین زمین پر ہو، آپؑ کی ہیئت کذائی اتنی اچھی اور عمدہ ہے کہ کسی آنکھ نے اتنی معتدل اور مناسب ہیئت نہ دیکھی ہوگی۔صلی اللہ علیہ وعلی آباء الطاہرین۔

دوسری فصل

حضرت صاحب الزماں صلوات اللہ علیہ کے کچھ خصائص کا ذکر

پہلی خصوصیت آپؑ کے ظل وشج کے عالم اظلہ میں انوار ائمہ علیہم السلام کے درمیان امتیاز حاصل کرنا۔(یہ ذوات مقدسہ اس ظاہری وجود میں آنے سے پہلے عالم بالا کے مقامات عالیہ میں کسی خاص ہیئت وشکل میں رہتے تھے کہ جسے لفظ شج وظل کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، مترجم) جیسا کہ کئی ایک اخبار معراجیہ وغیرہ میں ہے کہ آنجناب کا نور انوار ائمہ کے درمیان باقی کواکب اور ستاروں کے درمیان ستارہ درخشندہ کی طرح چمکتا تھا۔

دوسری خصوصیت شرافت نسب، کیونکہ ایک تو آپؑ اپنے تمام آباؤ اجداد کے نسب کی شرافت کے حامل ہیں کہ جن کا نسب اشراف انساب ہے، اور دوسرا یہ کہ آپؑ کا نسب یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ وہ ماں کی طرف سے قیصرہ روم اور جناب شمعون وصی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچتا ہے کہ جن کا نسب بہت سے انبیاء واوصیاء سے جاملتا ہے۔

تیسری دوفرشتوں کا آپؑ کو ولادت کے دن سراپردہ عرش میں لے جانا اور خداوند عالم کا ان سے خطاب کرنا کہ مرحباء ہے تیرے لیے اے میرے بندے جو نصرت دین کے لیے اور میرے امر کے اظہار کے لیے ہے اور میرے بندوں کا مہدی ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ تیری وجہ سے لوں گا اور تیری وجہ سے دوں گا اور تیری وجہ سے بخشوں گا۔ الخ

چوتھی بیت الحمد، روایت ہے کہ صاحب الامر علیہ السلام کے لیے ایک مکان ہے کہ جسے بیت الحمد کہتے ہیں اور اس میں ایک چراغ ہے جو آپؑ کی ولادت کے دن سے لے کر تلوار کے ساتھ خروج کرنے کے دن تک روشن رہے گا اور وہ بجھتا نہیں ہے۔

پانچویں رسول خداؐ کی کنیت اور حضرتؑ کے نام کا جمع ہونا مناقب میں روایت ہے کہ میرا نام رکھو، لیکن کنیت نہ رکھو۔

چھٹی آنجنابؑ کے نام لینے کی حرمت وممانعت جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

ساتویں زمین پر وصایت وحجت کا حضرتؑ پر ختم ہونا۔(نہ آپؑ کے بعد کوئی وصی نبی ہے اور نہ حجت خدا ہے)

آٹھویں روز ولادت سے پردہ غیبت میں رہنا اور روح القدس کے سپرد ہونا اور عالم نور وفضائے قدس میں آپؑ کی تربیت ہونا کہ آپؑ کے اجزاء میں سے کوئی جز قذارت وکثافت اور بنی آدم وشیاطین کے معاصی اور نافرمانیوں سے ملوث نہیں ہے، اور

موانست ومجالست ملاء اعلیٰ وارواح مقدسہ سے حاصل ہے۔

نویں کفار ومنافقین ومنافق کے ساتھ معاشرت ومصاحبت کا نہ ہونا بسبب خوف وتقیہ اور ان سے مدارات کے روز ولادت سے لے کر آج تک کسی ظالم کا ہاتھ آپؑ کے دامن تک نہیں پہنچ سکا اور کسی کافر ومنافق کے ساتھ آپؑ کی مصاحبت وہمنشینی نہیں ہوئی اور آپؑ ان کے منازل اور رہائش گاہوں سے کنارہ کش ہیں۔

دسویں کسی جبار کی بیعت کا آپؑ کی گردن میں نہ ہونا۔ اعلام الوریٰ میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کی گردن میں اس کے زمانہ کے سرکش کی بیعت نہ ہو، مگر قائم کہ جس کے پیچھے روح اللہ عیسیٰؑ بن مریم نماز پڑھیں گے (معلوم ہے کہ اس سے مراد وہ اصلاحی بیعت نہیں، اس لیے کہ ویسی بات تو کوئی معصوم غیر معصوم کی نہیں کرسکتا چاہے وہ نیک و پارسا ہی کیوں نہ ہو چہ جائے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے بادشاہ کہ جن کا فسق اور ظلم وستم اظہر من الشمس وابین من الامس ہے تو مراد یہ ہے کہ ظاہراً کسی بادشاہ کا تسلط ان پر رہتا تھا جب وہ ظالم بادشاہ چاہتے، ان پر ظلم وستم کرتے قید میں رکھتے اور بالآخر انہیں زہر سے شہید کردیتے، اس قسم کا تسلط حضرت حجتؑ کے اوپر کسی کو کسی وقت بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ مترجم

گیارہویں آپؑ کی پشت مبارک پر اس قسم کی علامت کا ہونا کہ جیسی جناب رسالت مآبؐ کی پشت مبارک پر تھی کہ جسے مہر نبوت کہتے ہیں اور شاید یہاں ارشاد مہر امامت وختم وصایت کی طرف ہو۔

بارہواں حق تعالیٰ کا آنجنابؑ کو کتب سماویہ اور اخبار معراجیہ میں باقی اوصیاء میں سے ان کے لقب کے ساتھ بلکہ کئی القاب کے ساتھ مخصوص قرار دینا اور ان کا نام نہ لینا۔

تیرہویں آیات غریبہ اور علامات سماویہ وارضیہ کا آپؑ کے ظہور موخور امیرور کے وقت ظاہر ہونا جو کہ کسی حجت کے تولد وظہور کے موقعہ پر ظاہر نہیں ہوئیں، بلکہ کتاب کافی میں جناب صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے آیۂ شریفہ سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔

یعنی عنقریب ہم انہیں آفاق واطراف میں اور ان کے نفوس میں آیات ونشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان کے لیے روشن ہوجائے کہ وہ حق ہے، کہ تفسیر تفسیر ان آیات وعلامات کے ساتھ فرمائی جو حضرتؑ کے ظہور سے قبل ہوں گی اور میں حق کی تفسیر خروج قائم علیہ السلام سے فرمائی اور فرمایا کہ وہ خدا کی طرف سے حق ہے کہ جسے خلق دیکھے گی اور آنجنابؑ کا خروج ضروری ہے اور وہ آیات و علامات بہت سی ہیں، بلکہ بعض نے ذکر کیا ہے کہ وہ چار سو کے قریب ہیں۔

چودھویں ظہور کے ساتھ ندائے آسمانی کا آپؑ کے نام کے ساتھ آنا جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے اور علی بن ابراہیم قمی نے آیۂ شریفہ واستمع یوم ینادی المناد من مکان قریب (کان دھر کے سنا جب منادی نزدیک کے مکان سے ندا کرے) کی تفسیر میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ منادی جناب قائم اور ان کے والد علیہما السلام کا نام لے کر ندا کرے گا اور غیبت نعمانی میں جناب باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ایک خبر میں فرمایا کہ پس منادی آسمان سے قائم علیہ السلام کے

ساتھ ندا کرے گا، پس وہ شخص سنے گا جو مشرق میں ہے اور وہ جو مغرب میں ہے، ہر سویا ہوا بیدار ہو جائے گا اور ہر کھڑا ہوا بیٹھ جائے گا اور ہر بیٹھا ہوا اس کی آواز کے خوف سے کھڑا ہو جائے گا، اور فرمایا کہ وہ آواز جبریل کی ہوگی جو کہ جمعہ کی رات ماہ مبارک رمضان کی تیئیس (۲۳) تاریخ کو دے گا اور اس سلسلہ میں بہت سی روایات ہیں جو کہ حد تواتر سے بڑھی ہوئی ہیں اور ان میں سے بعض میں اس کو حتمیات (جس کا ہو نا ٹل نہیں سکتا) میں شمار کیا گیا ہے۔

پندرہویں افلاک و آسمان کا تیز رفتار کو چھوڑ کر سست حرکت کو اپنا لینا، جیسا کہ شیخ مفید نے ابو بصیر سے حضرت باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک طویل حدیث میں جو کہ حضرت قائمؑ کی سیر و سلوک کے متعلق ہے، یہاں تک فرمایا کہ پس سات سال تک یہ حکومت رہے گی کہ جس میں ان کا ہر سال تمہارے ان دس سالوں کی مقدار میں ہوگا، اس وقت خدا جسے چاہے گا زندہ کرے گا۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا قربان جاؤں وہ سال کس طرح طولانی ہو جائیں گے فرمایا کہ خداوند عالم فلک کو آہستگی اور کم رفتاری کا حکم دے گا، پس اس بناء پر دن اور سال طویل ہو جائیں گے۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ اگر فلک میں تبدیلی اور تغیر پیدا ہو جائے تو فاسد ہو جائے، فرمایا یہ زندیقوں کا قول ہے، باقی رہے مسلمان تو ان کے لیے اس قول کے ماننے کا کوئی سبب نہیں جب کہ خداوند عالم نے چاند کو اپنے پیغمبرؐ کے لیے دو ٹکڑے کیا اور یوشع بن نون کے لیے سورج واپس پلٹایا اور قیامت کے دن کے طویل ہونے کی خبر دی ہے اور یہ کہ وہ ان سالوں میں سے ہے کہ جنہیں تم شمار کرتے ہو ہزار سال کے برابر ہے۔

سولہویں مصحف امیر المومنینؑ کا ظاہر ہونا کہ جسے آپؑ نے رسول خداؐ کی وفات کے بعد جمع کیا تھا بغیر تغیر و تبدل کے جو کہ تمام ان چیزوں کا حامل ہے جو آپؐ پر اعجاز کے طور پر نازل ہوئی تھیں، پس آپؑ نے اسے صحابہ کے سامنے پیش کیا تھا تو انہوں نے اس پر اعتراض کیا، پس آپؑ نے اسے مخفی کر دیا اور وہ اپنی حالت پر باقی ہے یہاں تک کہ وہ حضرتؑ کے ہاتھ پر ظاہر ہوگا، اور مخلوق کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اسے پڑھیں اور حفظ کریں۔ اور چونکہ موجودہ قرآن سے اس کی ترتیب مختلف ہے کہ جس سے وہ مانوس ہیں تو اس کا یاد کرنا مکلفین کی تکالیف مشکلہ میں سے ہوگا۔

سترہویں سفید بادل کا حضرتؑ کے سر پر سایہ کرنا اور اس میں منادی کا ندا کرنا اس طرح کہ ثقلین (جن وانس) ثقلین (یورپ پچھم والے) اسے سنیں گے کہ یہ ہیں مہدی آل محمد علیہم السلام جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کریں جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہے، اور یہ ندا اس ندا کے علاوہ ہے جو چودہویں خصوصیت میں گزر چکی ہے۔

اٹھارویں ملائکہ اور جناب کا آپؑ کے لشکر میں ہونا اور آپؑ کے انصار کے سامنے ان کا ظاہر ہونا یعنی نظر آنا۔

انیسویں طول روزگار و گردش لیل و نہار و سیر فلک دوار کا آپؑ کے بدن، مزاج، اعضاء و جوارح قوی و صورت اور ہیئت پر تصرف نہ کرنا کہ باوجود اس طویل عمر کے جواب تک ایک ہزار چھیانوے سال گزر چکے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ ظہور تک کس سن کو پہنچیں گے جب ظہور فرمائیں گے تو چالیس سال کے مرد کی شکل میں ہوں گے اور وہ گزشتہ طویل عمر انبیاء اور غیر انبیاء کی طرح نہیں ہوں گے کہ

جن میں سے ایک بڑھاپے کا تیر ہدف ہے کہ ان هذا بعلی شیخاً میرا یہ شوہر بوڑھا ہے۔اور دوسرا نوحہ گری کرتے ہوئے انی وهن العظم منی واشتعل الراس شیباً (یعنی میری ہڈی کمزور اور سر سفید ہو چکا ہے) اپنے بڑھاپے کی کمزوری پر نالہ وفغان کر رہا ہے۔

شیخ صدوق نے ابو الصلت ہروی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا کہ آپؑ کے قائمؑ کی علامت خروج کے وقت کیا ہوگی۔

فرمایا اس کی علامت یہ ہے کہ بوڑھے کے سن میں اور جوان کی صورت میں ہوں گے یہاں تک کہ دیکھنے والا حضرتؑ کو گمان کرے گا کہ آپؑ چالیس سالہ یا چالیس سے کم عمر کے ہیں۔

بیسویں جانوروں کے درمیان جو ایک دوسرے سے اور ان کے اور انسانوں کے درمیان جو وحشت ونفرت ہے اس کا نہ رہنا اور ان کے درمیان سے عداوت کا اٹھ جانا جس طرح کہ ہابیل کے قتل ہونے سے پہلے یہی کیفیت تھی، حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ اگر ہمارا قائم خروج کرے تو درندوں اور باقی جانوروں کے درمیان صلح ہو جائے، یہاں تک کہ ایک عورت عراق و شام کے درمیان سفر کرے گی تو اس کا پاؤں سبزہ پر ہی پڑے گا اور اس کے اوپر اس کی مکمل زینت کا سامان ہوگا، کوئی درندہ اسے ہیجان میں نہیں لائے گا اور نہ اسے وہ ڈرائے گا۔

اکیسویں وفات پا جانے والوں میں سے ایک جماعت کا آپؑ کے ہم رکاب ہونا۔شیخ مفید نے نقل کیا ہے کہ ستائیس افراد قوم موسیٰؑ میں سے اور سات اصحاب کہف اور یوشع بن نون وسلمان وابوذر وابودجانہ انصاری ومقداد ومالک اشتر آنجنابؑ کے انصار میں سے ہوں گے اور یہ لوگ مختلف شہروں میں حاکم ہوں گے اور روایت ہوئی ہے کہ جو شخص چالیس صبح کو دعائے عہد اللهم رب النور العظیم پڑھے تو وہ آپؑ کے انصار میں سے ہوگا۔اور اگر وہ شخص حضرتؑ کے ظہور سے پہلے مر گیا تو خداوند عالم اسے اس کی قبر سے نکالے گا تاکہ وہ حضرتؑ کی خدمت میں رہ سکے۔

بائیسویں زمین کا ان خزانوں اور ذخیروں کو باہر نکالنا جو اس میں چھپے ہوئے اور اس کے سپرد کئے گئے ہیں۔

تیئیسویں بارش گھاس درختوں میوہ جات اور باقی نعمتوں کی زیادتی اور فراوانی اس حد تک کہ زمین کی حالت اس وقت دوسرے اوقات کی نسبت بدل جائے گی اور اس پر خدا کا یہ قول صادق آئے گا کہ یوم تبدل الارض غیر الارض۔جب کہ یہ زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی۔

چوبیسویں لوگوں کی عقول کا آپؑ کے وجود مبارک سے مکمل ہو جانا اور آپ کا ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنا اور کینہ و حسد کا ان کے دلوں سے چلے جانا جو کہ ہابیل کے قتل کے دن سے لے کر اب تک بنی آدم کی طبیعت ثانوی بن چکا ہے اور ان میں علم وحکمت کی زیادتی اور علم القاء ہوگا مومنین کے دلوں میں، پس کوئی مومن محتاج نہیں ہوگا اس علم کا جو اس کے بھائی کے پاس ہے اور اس وقت اس آیت کی تاویل ظاہر ہوگی۔یغن الله کلا من سعته خداوند عالم سب کو اپنی وسعت سے بے پرواہ

کردے گا۔

پچیسویں حضرتؑ کے اصحاب کی آنکھوں اور کانوں میں فوق العادۃ قوت کا ہونا اس حد تک کہ وہ چار فرسخ کے فاصلہ پر حضرتؑ سے دور ہوں گے اور حضرتؑ ان سے گفتگو کریں گے تو وہ نہیں سنیں گے اور حضرتؑ کو دیکھیں گے۔

چھبیسویں حضرتؑ کے اصحاب وانصار کا طویل العمر ہونا روایت ہوئی ہے کہ آنجنابؑ کی سلطنت میں ایک شخص اتنی زندگی گزارے گا کہ اس کے ہاں ہزار فرزند پیدا ہوں گے۔

ستائیسویں حضرتؑ کے انصار کے بدن سے آفات اور بلاؤں اور کمزوری کا دور ہونا۔

اٹھائیسویں حضرتؑ کے اعوان وانصار میں سے ہر ایک کو چالیس مرد کی قوت دیئے جانا اور ان کے دلوں کا لوہے کے ٹکڑے کی طرح ہوجانا کہ اگر وہ اس قوت سے پہاڑ کو اکھاڑنا چاہیں تو اکھاڑ سکیں گے۔

انتیسویں لوگوں کا آپؑ کے نور جمال کی وجہ سے سورج اور چاند کی روشنی سے مستغنی ہوجانا، چنانچہ آیۃ شریفہ واشرقت الارض بنور ربھا (زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھی) کی تفسیر میں روایت ہوئی ہے کہ مربی زمین امام زمانہ صلی اللہ علیہ وعلی آباۂ ہیں۔

تیسویں رسول خداؐ کے رائت وعلم کا آنجنابؑ کے پاس ہونا۔

اکتیسویں حضرت رسول اکرمؐ کی زرہ کا صرف آپؑ کے بدن پر فٹ ہونا اور آپؑ کے بدن پر اس طرح ہونا کہ جس طرح سرکار رسالتؐ کے بدن مبارک پر تھی۔

بتیسویں حضرتؑ کے لیے مخصوص بادل کا ہونا جو کہ خداوند عالم نے آپؑ ہی کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے کہ جس میں رعد و برق ہوگی اور آپؑ اس پر سوار ہوں گے تو وہ آپؑ کو سات آسمانوں اور سات زمینوں کے راستوں میں لے جائے گا۔

تینتیسویں کفارہ ومشرکین ومنافقین کی طرف سے تقیہ اور خوف کا اٹھ جانا اور خدا کی بندگی وعبادت کا میسر ہونا اور امور دین و دنیا میں نواہی الٰہیہ اور فرامین سماویہ کے ماتحت چلنا اور مخالفین کے خوف سے ان میں سے بعض احکام سے دستبردار ہونے اور اعمال ناشائستہ ظالمین کی مطابقت میں ارتکاب کرنے کے بغیر جیسا کہ خداوند عالم نے اپنے کلام بلاغت نظام میں وعدہ فرمایا ہے۔

وعد اللہ الذین امنو وعملو الصالحات منکم یستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئًا۔

وعدہ دیا ہے خداوند عالم نے ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں کہ البتہ ضرور وہ

انہیں خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے، البتہ ضرور ان کے لیے تمکین دے گا، ان کے اس دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور البتہ ان کے لیے خوف کو امن سے بدل دے گا، وہ صرف میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک قرار نہیں دے گا۔

چونتیسویں تمام زمین کو مشرق سے لے کر مغرب تک برو بحر خشک و تر آباد و غیر آباد اور کوہ و دشت کو آپؑ کی سلطنت کا گھیر لینا اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہوگی کہ جس میں آپؑ کا حکم جاری اور فرمان نافذ نہ ہو اور اس سلسلہ میں روایات متواترہ ہیں ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا اور اس کے لیے سر تسلیم خم کر لیا، انہوں نے جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں، چاہ و رغبت سے یا مجبوراً اور کراہت کرتے ہوئے۔

پینتیسویں تمام روئے زمین کا عدل و انصاف سے پر ہونا، چنانچہ کم ہی کوئی خبر الٰہی یا نبوی خاصہ یا عامہ سے ہوگی کہ جس میں حضرت مہدی علیہ السلام کا ذکر ہو، اور اس کے ساتھ یہ بشارت اور یہ منقبت آنجنابؑ کی مذکور نہ ہو۔

چھتیسویں حضرتؑ کا لوگوں کے درمیان علم امامت کے ذریعہ حکم کرنا اور مثل حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے حکم کرنے کے گواہ شاہد کسی سے نہ مانگنا۔

سینتیسویں وہ مخصوص احکام لانا جو حضرتؑ کے زمانہ تک ظاہر اور جاری نہیں ہوئے، مثلاً زنا کار بوڑھے اور زکوۃ نہ دینے والے کو قتل کر دیں گے، اور عالم ذر کے ایک بھائی کی دوسرے بھائی کو میراث دیں گے۔ یعنی ہر دو اشخاص کہ جن کے درمیان عالم ذر میں عقد مواخات (بھائی چارہ) پڑھا گیا ہے، وہ یہاں ایک دوسرے کی میراث لیں گے۔

اور شیخ طبری نے روایت کی ہے کہ آپ اس بیس سالہ نوجوان کو قتل کر دیں گے کہ جس نے علم دین اور احکام مسائل نہ سیکھے ہوں گے۔

اڑتیسویں تمام مراتب علم کا خارج ہونا جیسا کہ قطب راوندی نے خرائج میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ علم کے ستائیس حروف ہیں، پس تمام وہ جو انبیاء لے کر آئے وہ دو حرف تھے اور اب تک لوگ ان دو حرف کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، پس جب ہمارے قائم علیہ السلام خروج کریں گے تو وہ پچیس کو لائیں، یہاں تک کہ ان تمام ستائیس حروف کو منتشر فرمائیں گے۔

انتالیسویں حضرتؑ کے اصحاب و انصار کے لیے آسمان سے تلواریں لانا۔

چالیسویں جانوروں کا حضرتؑ کے انصار کی اطاعت کرنا۔

اکتالیسویں پانی اور دودھ کی دو نہروں کا ہمیشہ کے لیے کوفہ کی پشت سے جو کہ آپؑ کا دارالسلطنت ہوگا سنگ موسیٰ سے نکلنا جو کہ آپؑ کے پاس ہوگا، چنانچہ کتاب خرائج میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپؑ نے فرمایا کہ جب قائم علیہ السلام خروج کریں گے اور مکہ کا ارادہ فرمائیں گے تو کوفہ کا رخ کریں گے، اور آپؑ کا منادی ندا دے گا کہ آگاہ رہو کوئی شخص کھانا پینا ساتھ نہ لے اور حجر موسیٰؑ

ساتھ لیں گے کہ جس سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہوئے تھے، پس جس منزل میں اتریں گے تو اس پتھر کو نصب کر دیں گے تو اس سے چشمے جاری ہو جائیں گے پس جو بھوکا ہوگا وہ اس سے سیر ہوگا اور جو پیاسہ ہوگا وہ سیراب ہوگا اور وہ ان کا زادو توشہ ہوگا، یہاں تک کہ نجف میں وارد ہوں گے جو کوفہ کی پشت پر ہے، اور جس وقت پشت کوفہ میں اتریں گے تو ہمیشہ کے لیے اس پتھر سے پانی اور دودھ جاری ہو جائے گا، پس جو بھوکا ہوگا وہ سیر اور جو پیاسا ہوگا وہ سیراب ہوگا۔

بیالیسویں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے حضرت مہدیؑ کی نصرت و مدد کے لیے اترنا اور حضرتؑ کے پیچھے نماز پڑھنا جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے، بلکہ خداوند عالم نے اسے آنجنابؑ کے مدائح اور مناقب میں شمار کیا ہے چنانچہ حسن بن سلیمان حلی کی کتاب مختصر میں ایک طویل خبر میں مروی ہے کہ خداوند عالم نے رسول اکرمؐ سے شب معراج فرمایا کہ میں نے تجھے یہ عطا کیا ہے کہ اس کی صلب یعنی علی علیہ السلام سے گیارہ مہدی پیدا کروں گا جو سب تیری ذریت میں سے ہوں گے جو باکرہ بتول سے ہوں گے، اور ان میں سے آخری مرد وہ ہوگا کہ جس کی اقتداء میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نماز پڑھیں گے، وہ زمین کو عدل سے پر کر دے گا، جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی اس کے ذریعہ سے ہلاکت سے نجات دوں گا اور گمراہی سے ہدایت کروں گا اور اندھے پن سے عافیت بخشوں گا اور اس سے مریض کو شفا دوں گا۔

تینتالیسویں دجال کو قتل کرنا جو کہ اہل قبلہ کے لیے عذاب الٰہی ہوگا، جیسا کہ تفسیر علی بن ابراہیم میں باقرؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے آیہ شریفہ قل هو القادر على ان يبعث عليكم عذابا من فوقكم (کہہ دو کہ وہ قادر ہے کہ عذاب تمہارے اوپر سے بھیجے) کے لفظ عذاب کی تفسیر دجال اور صیحہ (آسمانی پکار) سے کی ہے اور فرمایا جو نبی بھی آیا اس نے دجال کے فتنہ سے ڈرایا ہے۔

چوالیسواں سات تکبیروں کا کسی کی نماز جنازہ پر حضرت امیر المومنینؑ کے آپؑ کے علاوہ جائز نہ ہونا، جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کی حدیث میں آپؑ کے امام حسن علیہ السلام کو وصیت کرنے میں ذکر ہو چکا ہے۔

پینتالیسواں آپؑ کی تسبیح مہینہ کی اٹھارہ تاریخ سے لے کر آخر ماہ تک ہونا واضح ہو کہ حج طاہرہ کے لیے مہینہ کے دنوں میں تسبیح مقرر ہے، رسول اکرمؐ کی تسبیح مہینہ کی پہلی تاریخ میں، حضرت امیر المومنینؑ کی مہینہ کی دوسری میں اور جناب فاطمہؑ کی مہینہ کی تیسری تاریخ کو، اور اسی ترتیب کے ساتھ باقی آئمہ علیہم السلام کی تسبیح ہے امام رضاؑ تک، کیونکہ آپؑ کی تسبیح مہینہ کی دسویں اور گیارہویں کو ہے، اور حضرت جواد علیہ السلام کی بارہویں اور تیرہویں کو اور حضرت ہادیؑ کی چودہویں اور پندرہویں کو ہے، اور حضرت عسکریؑ کی تسبیح سولہویں اور سترہویں تاریخ کو ہے، اور حضرت حجۃ اللہؑ کی تسبیح اٹھارہویں سے لے کر مہینہ کی آخری تاریخ تک ہے اور وہ یہ ہے۔

سبحان الله عدد خلقه سبحان الله رضا نفسه سبحان الله مداد كلماته سبحان الله زنه عرشه والحمد لله مثل ذلك۔

چھیالیسویں جبابرہ کی سلطنت اور ظالموں کی حکومت کا دنیا میں آنجنابؑ کے وجود کے سبب سے منقطع ہونا کہ پھر دنیا میں کوئی

بادشاہ نہیں ہوگا، اور آنحضرتؐ کی حکومت وسلطنت قیامت یا باقی آئمہ علیہم السلام کی رجعت یا ان کی اولاد کی بادشاہی سے متصل ہوگی، اور منقول ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام بارہا اس بیت شعر کے ساتھ مترنم ہوئے۔

لکل اناس دولته یرقبونہا

ودولتنا فی آخر الدھر یظھر

تم لوگوں کے لیے ایک حکومت ہے کہ جس کا وہ انتظار کرتے رہتے ہیں اور ہماری حکومت زمانہ کے آخر میں ظاہر ہوگی۔

تیسری فصل

بارہویں امام حضرت حجت علیہ السلام کے وجود کے اثبات اور آپؑ کی غیبت کے بیان میں

اور ہم یہاں اس بیان پر اکتفا کرتے ہیں جو علامہ مجلسی نے کتاب حق الیقین میں ذکر کیا ہے اور جو تفصیل کا طالب ہے وہ نجم ثاقب اور دوسری کتب کی طرف رجوع کرے، فرماتے ہیں کہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت مہدیؑ کے خروج کی احادیث خاصہ اور عامہ نے بطریق متواترہ روایت کی ہیں، جیسا کہ جامع الاصول میں صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس خدا کے حق کی قسم کہ میری جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے وہ وقت قریب ہے کہ جب فرزند مریم نازل ہو جو کہ حاکم عادل ہے، پس وہ نصاریٰ کی صلیبوں کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ کی برطرف کر دے گا، یعنی ان سے سوائے اسلام کے کوئی چیز قبول نہیں کرے گا، اور اتنا مال فراوان کردے گا کہ مال دینے والے دیں گے اور کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

پھر راوی کہتا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب کہ فرزند مریم تمہارے درمیان نازل ہوگا، اور تمہارا امام مہدیؑ تم میں سے ہوگا۔

اور صحیح مسلم میں جابر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلسل میری امامت کا ایک گروہ حق پر مقاتلہ و جہاد کرے گا اور قیامت تک غالب رہے گا، جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر اس سے کہے گا آؤ (اے عیسیٰ)

تمہاری اقتدا میں نماز پڑھیں وہ کہیں گے کہ نہیں، بلکہ تم ایک دوسرے پر امیر ہو اس لیے کہ خداوند عالم نے اس امت کو محترم گرامی قدر قرار دیا ہے۔

ابو مسند ابوداؤد ترمذی میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر دنیا میں سے صرف ایک دن باقی ہو تو بھی خداوند عالم اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ اس دن ایک شخص کو میرے اہل بیتؑ میں سے مبعوث کرے گا کہ جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا جو کہ زمین کو عدالت سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہو گئی ہوگی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک کہ عرب کا بادشاہ میرے اہل بیتؑ میں سے نہ ہو جائے کہ جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔

اور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر دنیا میں سے صرف ایک دن باقی رہ جائے تو خداوند عالم اس دن کو طولانی کر دے گا، یہاں تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص بادشاہ ہوگا کہ جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور سنن ابوداؤد میں علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر زمانہ میں صرف ایک دن باقی رہ جائے تو پھر بھی میرے اہل بیتؑ میں سے خدا ایک شخص کو خدا مبعوث کرے گا جو کہ زمین کو عدل و داد سے پر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔

نیز سنن ابوداؤد میں ام سلمہ سے روایت ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ میری عترت میں سے اولاد فاطمہؑ میں سے ہوگا۔

ابوداؤد و ترمذی نے ابو سعید خرری سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ میری اولاد میں سے کشادہ جبیں اور کشیدہ بینی ہوگا اور زمین کو عدالت سے پر کرے گا جس طرح ظلم و جور سے پر ہوگی اور وہ سات سال تک حکومت کرے گا، اور پھر روایت کرتے ہیں کہ ابو سعید نے کہا ہمیں خوف ہوا تھا کہ کہیں پیغمبرؐ کے بعد بدعتیں پیدا ہو جائیں، پس ہم نے حضرتؐ کی خدمت میں سوال کیا،

فرمایا میری امت میں مہدیؑ ہوگا جو خروج کرے گا، اور پانچ سال یا سات سال یا نو سال حکومت کرے گا پس اس کے پاس ایک شخص آئے گا اور کہے گا کہ اے مہدی

سنن ترمذی میں ابو اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت امیرؑ نے ایک دن اپنے بیٹے حسینؑ کی طرف دیکھا پھر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید و سردار قوم ہے، جیسا کہ رسول خداؐ نے اس کا نام سید رکھا ہے اور اس کے صلب سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام تمہارے نبی والا ہوگا اور ان کے ساتھ خلقت و خلق میں مشابہ ہوگا، اور وہ زمین کو عدالت سے پر کر دے گا۔

حافظ ابو نعیم نے جو کہ عامہ کے مشہور محدثین میں سے ہے، چالیس احادیث ان کے صحاح سے روایت کی ہیں جو کہ حضرتؑ کے صفات، حالات، نام و نسب پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے ایک روایت علی بن ہلال سے اس کے باپ نے کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپؐ رحلت فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام ان کے سرہانے بیٹھی گریہ کر رہی تھیں جب جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو سرکار رسالتؐ نے ان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا اے میری حبیبہ فاطمہؑ تیرے رونے کا سبب کیا ہے، جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا مجھے خوف ہے کہ آپؐ کی امت کہیں میری حرمت کی رعایت نہ کرے تو حضرتؐ نے فرمایا اے میری حبیبہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ خدا مطلع ہوا زمین پر (مطلع ہونا، جھانک کر دیکھنا) اور اس میں سے

تیرے باپ کو انتخاب کیا، پس اسے اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا پھر دوبارہ مطلع ہوا اور تیرے شوہر کو چنا اور مجھ پر وحی کی کہ میں تیری شادی اس سے کر دوں، اے فاطمہؑ خداوند عالم نے ہمیں سات ایسی خصلتیں عطا فرمائی ہیں جو کہ ہم سے پہلے نہ کسی کو دی ہیں اور نہ ہمارے بعد کسی کو دے گا۔

میں ہوں خاتم انبیاء اور خدا کے نزدیک زیادہ گرامی قدر اور خدا کی مخلوق میں سے اس کے ہاں زیادہ محبوب، اور میں تیرا باپ ہوں اور میرا وصی بہترین اوصیاء ہے اور وہ ان میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور وہ تیرا شوہر ہے اور ہمارا شہید بہترین شہداء ہے اور خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور وہ حمزہ تیرے باپ اور شوہر کا چچا ہے اور ہم میں سے وہ ہے کہ جسے خداوند عالم نے دو پر عنایت کئے ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کر کے جہاں چاہتا ہے جاتا ہے، اور وہ تیرے باپ کا چچا زاد اور تیرے شوہر کا بھائی ہے اور ہم میں سے اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ دونوں تیرے بیٹے حسنین علیہم السلام ہیں اور وہ جوانان جنت کے سردار ہیں اور اس خدائے حق کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے ان کا باپ ان سے بہتر ہے۔ اے فاطمہؑ اس خدا کے حق کی قسم کہ جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ حسنؑ وحسینؑ سے اس امت کا مہدیؑ ہوگا۔ (یعنی حسنؑ کی شہزادی امام زین العابدینؑ کی زوجہ تھیں کہ جن سے نسل آئمہ چلی بلحاظ البعد کے امام دونوں بھائیوں کی اولاد ہیں) اور وہ اس وقت ظاہر ہوگا جب دنیا حرج ومرج سے پر ہوگی۔ اور فتنے ظاہر ہو چکے ہوں گے اور راستے مسدود ہوں گے، اور لوگ ایک دوسرے کو لوٹ رہے ہوں گے نہ بڑا بوڑھا چھوٹے پر رحم کرے گا، اور نہ چھوٹا بڑے کی تعظیم کرے گا، پس خدا اس وقت ان کی اولاد میں سے ایسے شخص کو بھیجے گا، جو ضلالت وگمراہی کے قلعوں اور ان دلوں کو جو حق سے غافل ہوں گے فتح کرے گا اور جو آخری زمانہ میں دین خدا کے ساتھ قیام کرے گا، جس طرح کہ میں نے قیام کیا ہے، اور زمین کو عدل وداد سے پر کرے گا، جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگی، اے فاطمہ غم نہ کرو اور گریہ نہ کرو، کیونکہ خداوند عالم میری نسبت تجھ پر زیادہ رحیم اور مہربان ہے، بسبب اس قدر ومنزلت کے جو تجھے میرے ہاں حاصل ہے اور اس محبت کی بناء پر جو تیری میرے دل میں ہے، اور خدا نے تیری شادی کی ہے اس شخص کے ساتھ جس کا حسب ونسب سب سے بڑا ہے اور جس کا منصب سب سے گرامی تر ہے، اور جو رعیت پر سب لوگوں سے زیادہ رحیم وکریم ہے اور برابر تقسیم کرنے میں سب سے زیادہ عادل ہے اور جو احکام الہی کو سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہے اور میں نے خدا سے سوال کیا ہے کہ تم میرے اہل بیتؑ میں سے سب سے پہلے آکر مجھ سے ملحق ہو، اور علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ اپنے باپ کے بعد صرف پچھتر دن زندہ رہ کر اپنے باپؐ سے جا ملحق ہوئیں۔

مولف کہتا ہے کہ رسول خداؐ نے مہدی کو حسنین علیہما السلام دونوں کی طرف نسبت دی ہے، کیونکہ آپؑ ماں کی طرف سے امام حسن علیہ السلام کی نسل سے ہیں، کیونکہ امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ امام حسن علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔

چند اور احادیث بھی روایت کی ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی نسل سے ہے، اور دار قطنی نے جو کہ مشہور محدثین عامہ میں سے ہے، اس حدیث طولانی کو ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں کہا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہے اس امت کا مہدیؑ کہ جس کے پیچھے عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے، پھر آپؐ نے امام حسینؑ کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اس امت کا مہدیؑ اس سے

پیدا ہوگا اور نیز ابو نعیم نے حذیفہ اور ابو امامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ مہدیؑ کا چہرہ چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے اور ان کے چہرے کی دائیں طرف سیاہ خال ہے، اور عبدالرحمن کی روایت کے مطابق ان کے دندان مبارک کشادہ ہیں اور عبداللہ بن عمر کی روایت کے مطابق ان کے سر پر بادل سایہ کرے گا اور ان کے سر کے اوپر ایک فرشتہ ندا کرے گا کہ یہ مہدیؑ اور خدا کا خلیفہ ہے، پس اس کی اتباع کرو، اور جابر بن عبداللہ اور ابوسعید کی روایت کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور صاحب کفایۃ الطالب محمد بن یوسف شافعی نے جو کہ علماء عامہ میں سے ہیں، ظہور مہدیؑ اور ان کی صفات وعلامت کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جو کہ پچیس ابواب پر مشتمل ہے، اور اس نے کہا ہے کہ میں نے تمام روایات غیر شیعہ طریق سے روایت کی ہیں، اور کتاب شرح السنۃ حسین بن سعید بغوی (جو کہ کتب مشہورہ معتبرہ عامہ میں سے ہے) کا ایک قدیم نسخہ اس حقیر کے پاس موجود ہے کہ جس پر ان علماء کے اجازت لکھے ہیں اور اس میں پانچ احادیث ان کے صحاح میں سے روایت کی ہیں اور حسینؑ بن مسعود فرانے کتاب مصابیح میں (جو کہ اس وقت عامہ میں متداول ہے) پانچ احادیث خروج مہدیؑ کے سلسلہ میں روایت کی ہیں اور بعض علماء شیعہ نے عامہ کے کتب معتبرہ سے ایک سو چھپن احادیث اس سلسلہ میں نقل کی ہیں اور کتب شیعہ میں ایک ہزار سے زیادہ احادیث ہیں، حضرت مہدیؑ کی ولادت اور ان کی غیبت اور یہ کہ وہ بارھویں امام ہیں اور وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں، اور ان میں سے بہت سی احادیث اعجاز کے ساتھ مقرون ہیں کہ جنہوں نے بارھویں امام تک آئمہ علیہم السلام کی ترتیب اور حضرتؑ کی ولادت کے مخفی امور اور یہ کہ آپؑ کے لیے دو غیبتیں ہیں جن میں سے دوسری پہلی کی نسبت زیادہ طویل ہوگی اور یہ کہ حضرت مخفیانہ طور پر پیدا ہوں گے باقی خصوصیات کے ساتھ خبر دی ہے اور یہ تمام مراتب ومراحل واقع ہو چکے ہیں اور جو کتابیں ان اخبار پر مشتمل ہیں، معلوم ہے کہ وہ سالہا سال ان مراتب کے ظہور سے پہلے تصنیف ہوئی ہیں۔ پس یہ روایات تواتر سے قطع نظر کرتے ہوئے چند در چند جہات سے مفید علم ویقین ہیں، نیز حضرت کی ولادت اور بہت سے لوگوں کا اس ولادت باسعادت سے مطلع ہونا اور بہت سے لوگوں کا اصحاب ثقات میں سے حضرتؑ کو ولادت سے لے کر غیبت تک اور اس کے بعد دیکھنا معلوم ہے، اور کتب معتبرہ خاصہ وعامہ میں مذکور ہے، جیسا کہ اس کے بعد انشاء اللہ ذکر کیا جائے گا، اور صاحب فصول المہمہ ومطالب السول وشواہد النبوۃ وابن خلکان اور بہت سے مخالفین نے اپنی کتب میں حضرت کی ولادت اور باقی خصوصیات کہ جنہیں شیعوں نے روایت کیا ہے نقل کی ہیں، پس جس طرح حضرتؑ کے اباء اطہارؑ کی ولادت معلوم ہے اس طرح آپؑ کی ولادت بھی معلوم ہے اور وہ استبعادات ومخالفین پیش کرتے ہیں آپؑ کی طویل غیبت خواہ ولادت اور آپؑ کے طول عمر شریف کے متعلق وہ کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ امور جو براہین قاطعہ سے ثابت ہو چکے ہیں ان کی صرف استبعاد سے نفی نہیں کی جاسکتی جس طرح کہ کفار قریش معاد کا انکار صرف استبعاد کی بناء پر کرتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں جو کہ خاک ہو چکی ہوں یہ کس طرح زندہ ہوں گی، حالانکہ اس کی مثالیں اور نظریں گزشتہ امتوں میں بہت گزر چکی ہیں اور احادیث خاصہ وعامہ میں وارد ہوا ہے کہ جو کچھ امم سابقہ میں ہو چکا ہے وہ اس امت میں ہوگا، یہاں تک کہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ کہ جن کے نام مشہور ہیں وہ حضرتؑ کی ولادت باسعادت پر مطلع ہوئے۔

مثلاً حکیمہ خاتون اور وہ دائی جو سامرہ میں آپؑ کے ہمسایہ میں رہتی تھی اور ولادت کے بعد سے لے کر جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات تک، بہت سے لوگ حضرتؑ کی خدمت میں پہنچے اور وہ معجزات جو آپؑ کی ولادت کے وقت نرجس خاتون میں ظاہر ہوئے۔ وہ حد و عدد احصاء و شمار سے زیادہ ہیں، اور انہیں کتاب بحار الانوار و جلاء العیون اور دوسرے رسائل میں بیان کیا ہے، نیز حق الیقین میں فرماتے ہیں کہ شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے سند صحیح کے ساتھ احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں چاہتا تھا کہ حضرت سے سوال کروں کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا، حضرت نے فرمایا اے احمد خداوند عالم نے جس دن سے آدمؑ کو خلق فرمایا ہے اس سے لے کر اب تک زمین کو کبھی حجت سے خالی نہیں رکھا اور قیامت تک ایسے شخص سے خالی نہیں رکھے گا جو خلق خدا پر حجت ہوگا اور اس کی برکت سے اہل زمین سے بلا اور مصیبتوں کو دور کر دے گا اور آسمان سے بارش نازل کرے گا اور زمین کی برکتیں اگائے گا۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ پس آپؑ کے بعد امام و خلیفہ کون ہوگا، حضرتؑ اٹھے اور گھر کے اندر گئے اور باہر آئے تو آپؑ کے دوش مبارک پر چودھویں کے چاند کی مانند تین سالہ بچہ تھا آپؑ نے فرمایا اے احمد یہ ہے امامؑ میرے بعد، اگر یہ نہ ہوتا کہ تو خدا اور حج کے نزدیک گرامی قدر ہے تو میں تجھے وہ نہ دکھاتا، اس بچہ کا نام اور کنیت حضرت رسول اکرمؐ کے نام و کنیت کے مطابق ہے اور یہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوگی، اے احمد اس کی مثال اس اُمت میں خضر و ذوالقرنین جیسی ہے، خدا کی قسم وہ غائب ہوگا، ایسا غائب ہوتا کہ اس کی غیبت کی وجہ سے ہلاکت اور گمراہی سے نجات نہیں کرے گا مگر وہ شخص کہ جسے خداوند عالم اس کی امامت پر ثابت قدم رکھے گا اور خدا اسے توفیق دے گا کہ وہ اس کی تعجیل فرج کی دعا کرے۔

میں نے عرض کیا کہ کیا کوئی معجزہ اور علامت ظاہر ہوسکتی ہے کہ جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے، پس اس بچے نے نطق کیا اور فصیح عربی زبان میں فرمایا کہ میں ہوں زمین میں بقیۃ اللہ اور دشمنان خدا سے انتقام لینے والا۔

احمد کہتا ہے کہ میں شادمان و خوشحال حضرتؑ کی بارگاہ سے باہر آیا، دوسرے دن میں حضرتؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ میرا سرور عظیم ہے اس احسان و انعام پر جو آپؑ نے مجھ پر فرمایا ہے، اب یہ بیان فرمائیں کہ جو خضر و ذوالقرنین کی سنت اس حجت خدا میں ہوگی وہ کیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا اے احمد وہ سنت طویل غیبت ہے۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اس کی غیبت طویل ہو جائے گی۔

فرمایا ہاں میرے پروردگار کے حق کی قسم وہ اتنی طویل ہوگی کہ بہت سے ان لوگوں کو جو اس کی امامت کے قائل ہوں گے دین سے روگردان کر دے گی اور دین حق پر باقی نہیں رہے گا، مگر وہ شخص کہ جس سے خداوند عالم نے میثاق کے دن عہد اور ہماری ولایت کا میثاق لے لیا ہے اور قلم صنعت کے ساتھ اس کے دل پر ایمان لکھ دیا ہے، اور اسے روح ایمان کے ساتھ موید قرار دیا ہے اے احمد یہ چیز خدا کے امور عجیبہ میں سے ہے اور اس کے مخفی رازوں میں سے ایک راز ہے اور اس کے غیوب میں سے ایک غیب ہے پس

لازم سمجھو اس کو جو میں نے تجھے عطا کیا ہے اور شکر گزار افراد میں سے ہو جا تا کہ قیامت کے دن علیین میں ہماری رفاقت تجھے حاصل ہو۔ نیز یعقوب بن منفوس (منقوش) سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک تخت پوش پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس کی دائیں طرف ایک کمرہ تھا کہ جس کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید و آقا آپؑ کے بعد صاحب امر امامت کون ہے تو فرمایا کہ پردہ اٹھاؤ اور جب میں نے پردہ ہٹایا تو ایک بچہ باہر نکلا کہ جس کا قد پانچ بالشت تھا اور تقریباً آٹھ یا دس سالہ معلوم ہوتا تھا، جبیں کشادہ چہرہ سفید آنکھیں چمکدار ہاتھ قوی اور مضبوط گھٹنے گندھے ہوئے اور اس کے دائیں رخسار پر خال (تل) اور سر پر زلفیں تھیں، وہ آ کر باپ کے زانو پر بیٹھ گیا۔

حضرتؑ نے فرمایا یہ ہے تمہارا امام، پھر وہ بچہ کھڑا ہو گیا اور حضرتؑ نے فرمایا اے فرزند گرامی جاؤ وقت معلوم تک جو تمہارے ظہور کے لیے مقرر ہوا ہے۔ پس میں اس کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ حجرہ میں داخل ہو گیا پس حضرتؑ نے فرمایا اے یعقوب دیکھو اس حجرہ میں کون ہے، میں اس میں گیا اور پھرا لیکن مجھے وہاں کوئی نظر نہ آیا۔

نیز سند صحیح کے ساتھ محمد بن معویہ و محمد بن ایوب اور محمد بن عثمان عمروی سے روایت ہے وہ سب کہتے ہیں کہ حضرت عسکری علیہ السلام نے اپنا بیٹا حضرت صاحب الامرؑ ہمیں دکھایا اور ہم آپؑ کے مکان پر حاضر چالیس افراد تھے اور آپؑ نے فرمایا کہ میرے بعد یہ تمہارا امام اور تم پر میرا خلیفہ ہے اس کی اطاعت کرنا اور میرے بعد منتشر نہ ہو جانا، ورنہ اپنے دین میں ہلاک ہو جاؤ گے اور آج کے بعد اسے نہیں دیکھ سکو گے پس ہم آپؑ کی خدمت سے باہر نکلے اور چند دنوں کے بعد حضرت عسکری علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

نیز حق الیقین میں فرمایا ہے کہ شیخ صدوق و شیخ طوسی و طبری اور دوسرے علماء نے اسناد صحیح کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن مہزیار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے بیس حج اس ارادہ سے کیے کہ شائد حضرت صاحب الامرؑ کی خدمت میں پہنچوں لیکن کامیابی نہ ہوئی ایک رات میں اپنے بستر پر سویا ہوا تھا کہ میں نے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے مہزیار کے بیٹے اس سال حج پر آؤ تا کہ اپنے امام زمانہؑ کی خدمت میں پہنچو، پس میں خوشحال اور فرحناک بیدار ہوا اور مسلسل عبادت میں مشغول رہا یہاں تک کہ صبح طالع ہوئی ،نماز صبح ادا کی اور ساتھی کی تلاش میں باہر نکلا، مجھے چند ساتھی مل گئے اور راستہ پر ہولیا۔

جب میں کوفہ میں پہنچا تو بہت جستجو کی، لیکن مجھے کوئی خبر نہ مل سکی، پھر مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہوا اور بہت کچھ جستجو کی اور ہمیشہ امید و ناامیدی میں متردد و متفکر تھا یہاں تک کہ ایک رات میں مسجد الحرام میں اس انتظار میں تھا کہ کعبہ کے گرد خلوت ہو تو مشغول طواف ہوں اور تضرع و ابتہال سے بخشندہ لازوال سے سوال کروں کہ مجھے میرے کعبہ مقصود تک راہنمائی کرے جب خلوت ہوئی اور میں طواف میں مشغول ہوا تو اچانک ایک جوان ملیح خوش رو و خوشبو کو طواف میں دیکھا کہ جس نے دو یمنی چادریں پہن رکھی تھیں، ایک کمر سے باندھی ہوئی تھی اور دوسری دوش پر ڈالے تھا اور اس رداء کا دامن دوسرے کندھے پر ڈالا ہوا تھا جب میں اس کے قریب پہنچا تو وہ میری طرف ملتفت ہوا اور فرمایا کہ کس شہر کے رہنے والے ہو، میں نے عرض کیا کہ اہواز کا، فرمایا ابن الخصیب کو پہچانتے ہو میں نے کہا

کہ وہ رحمت الٰہی میں پہنچ گیا ہے۔

فرمایا خدا اس پر رحمت کرے وہ دنوں کو روزے رکھتا تھا اور راتوں کو عبادت کرتا تھا اور قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا، اور قرآن مجید کی تلاوت زیادہ کرتا تھا اور ہمارے شیعوں اور موالیوں میں سے تھا فرمایا علی بن مہز یار کو پہچانتے ہو، میں نے کہا کہ وہ تو میں ہوں فرمایا خوش آمدی اے ابوالحسن، فرمایا اس علامت کا کیا ہوا جو تمہارے اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے درمیان تھی میں نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے فرمایا وہ میرے لیے باہر نکالو، پس میں نے اس بہترین انگوٹھی کو نکالا کہ جس پر محمدؐ و علیؑ نقش کیا گیا تھا اور دوسری روایت ہے کہ یا اللہ و یا محمدؐ و یا علیؑ اس پر نقش تھا، جب اس پر اس کی نگاہ پڑی تو اتنا گریہ کیا کہ اس کے کپڑے تر ہو گئے کہنے لگا خدا آپ پر رحم کرے اے ابو محمدؑ آپ امام ماو آئمہ علیہم السلام کے فرزند اور ایک امام کے باپ تھے، حق تعالیٰ نے آپؑ کو آپ کے آباؤ اجداد کے ساتھ فردوس اعلیٰ میں ساکن کیا ہے۔

پھر اس نے کہا کہ حج کے بعد تمہارا کیا مقصد و مطالب ہے میں نے کہا کہ فرزند امام حسن عسکریؑ کو تلاش کرتا پھرتا ہوں، کہنے لگے کہ تو اپنے مقصد کو پہنچ گیا اور انہوں نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اپنی رہائش گاہ میں جاؤ اور سفر کی تیاری کرو اور اس کو مخفی رکھو اور جب رات ایک تہائی گزر جائے پس شعب بن عامر کی طرف آنا تو اپنے مقصد تک پہنچ جاؤ گے۔

ابن مہز یار کہتا ہے کہ میں اپنے مکان کی طرف واپس گیا اور اسی خیال میں رہا یہاں تک کہ رات ایک تہائی گزر گئی، پس میں سوار ہو کر شعب بنی عامر کی طرف گیا جب میں شعب میں پہنچا تو اس جوان کو وہاں پایا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ خوش آمدی اور خوشا حال تیرے کہ تجھے ملازمت و حضوری کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ پس میں اس کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ وہ منیٰ و عرفات سے آگے نکل گیا، رجب عقبہ طائف کے نیچے پہنچے تو کہنے لگا کہ اے ابوالحسن سواری سے اترو اور نماز کی تیاری کرو، پس میں نے اس کے ساتھ ہی نماز تہجد ادا کی اور صبح طالع ہوئی تو میں نے نماز صبح مختصرا پڑھی، پس اس نے سلام پھیرا اور نماز کے بعد سر سجدہ میں رکھا اور اپنا چہرہ خاک پر ملا اور سوار ہو گیا، میں بھی سوار ہوا یہاں تک کہ ہم عقبہ کے اوپر پہنچ گئے تو اس نے کہا ذرا دیکھو کوئی چیز تمہیں نظر آتی ہے میں نے جگہ سبز و خرم (سبزہ زار عمدہ) دیکھا کہ جس میں بہت زیادہ گھاس تھی، کہنے لگا کہ ریت کے ٹیلے کے اوپر دیکھو کوئی چیز تمہیں نظر آتی ہے جب میں نے نگاہ کی تو بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ میں نے دیکھا کہ جس کے نور نے تمام آسمان اور اس وادی کو روشن کر رکھا تھا، تو کہنے لگا کہ آرزوں اور امیدوں کا منتہیٰ وہاں ہے، تیری آنکھیں روشن ہوں جب عقبہ سے نکلے تو کہنے لگا کہ سواری سے اتر آؤ، کیونکہ یہاں ہر سخت ذلیل ہو جاتا ہے جب میں سواری سے نیچے اترا تو اس نے کہا کہ اونٹ کی مہار سے ہاتھ اٹھا لو اور اسے چھوڑ دو، میں نے کہا کہ ناقہ کو کس کے سپرد کروں، کہنے لگا کہ یہ وہ حرم ہے کہ جس میں داخل نہیں ہوتا مگر خدا کا ولی اور اس سے باہر نہیں جاتا مگر خدا کا ولی۔ پس میں اس کی خدمت میں روانہ ہوا، یہاں تک کہ خیمہ مطہرہ و منورہ کے قریب پہنچ گئے تو اس نے مجھ سے کہا کہ یہاں ٹھہر جاؤ جب تک کہ میں تمہارے لیے اجازت نہ لے لوں، تھوڑی دیر کے بعد باہر آیا اور کہنے لگا خوشا حال تیرا کہ تجھے اجازت دے دی گئی۔

جب میں خیمے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرتؑ ایک نمدے پر بیٹھے ہیں کہ جس کے اوپر چمڑے کا ایک فرش بچھا ہے اور پوست کے تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

میں نے سلام کیا تو میرے سلام سے بہتر جواب عنایت فرمایا، میں نے چہرہ دیکھا جو چودھویں کے چاند کی طرح تھا جو کہ طیش وسفاہت سے مبرا ومنزہ نہ بہت اونچے قد کے تھے اور نہ کوتاہ قد، البتہ قد مبارک تھوڑا سا طول کی طرف مائل تھا، کشادہ پیشانی باریک کشیدہ ابرو جو کہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے، آنکھیں سیاہ اور کشادہ تھیں اور بینی کشیدہ اور رخسار مبارک ہموار تھے ابھرے ہوئے نہیں تھے، انتہائی حسن وجمال میں اور آپؑ کے دائیں رخسار پر خال تھا مثل مشک کے ٹکڑے کے جو چاندی کے اوپر رکھا ہو، اور آپؑ کے موئے عنبر بوئے سر سیاہ اور کان کی لو کے قریب تک تھے اور آپؑ کی پیشانی نورانی سے درخشاں ستارے کی طرح نور انتہائی سکینہ ووقار وحیا وحسن لقاء میں ساطع تھا، پس آپؑ نے ایک ایک شیعہ کے حالات مجھ سے پوچھے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ حضرات بنی عباس کی حکومت کے ماتحت انتہائی مشقت وذلت وخواری کی زندگی بسر کر رہے ہیں، فرمایا ایک دن آئے گا جب تم ان کے مالک ہو گے اور یہ لوگ تمہارے ہاتھوں ذلیل ہوں گے، پھر فرمایا کہ میرے والد نے مجھ سے عہد لیا کہ میں زمین کی کسی جگہ میں نہ رہوں مگر وہ جگہ جو زیادہ مخفی اور زیادہ دور ہو تا کہ اہل ضلالت اور متمردین جہاں کے مکائد اور فریب کاریوں سے ایک طرف رہوں جب تک کہ خداوند عالم ظہور کی رخصت واجازت دے، اور مجھ سے فرمایا تھا اے بیٹا خداوند عالم اہل بلاد وطبقات عباد کو کسی حجت وامام سے خالی نہیں رکھتا کہ جس کی لوگ پیروی کریں، اور خدا کی حجت اس کی وجہ سے تمام ہو، اے فرزند گرامی تو وہ ہے کہ جسے خداوند عالم نے حق کے پھیلانے اور باطل واعداء دین کے گرانے اور گمراہوں کی آگ کے شعلوں کو بجھانے کے لیے پیدا کیا ہے پس زمین کی پوشیدہ جگہوں میں رہائش اختیار کرو اور ظالموں کے شہروں سے دور رہو اور تمہیں تنہائی سے وحشت نہ ہو اور یہ جان لو کہ اہل اطاعت واخلاص کے دل تمہاری طرف مائل ہوں گے جس طرح کہ پرندے اپنے آشیانہ کی طرف پرواز کرتے ہیں، اور یہ لوگوں کے چند گروہ ہیں کہ جو بظاہر مخالفین کے ہاتھوں ذلیل ہیں، لیکن خدا کے نزدیک گرامی اور عزیز ہیں اور وہ اہل قناعت ہیں، اور انہوں نے اہل بیتؑ کے دامن سے تمسک کیا ہوا ہے اور ان کے آثار سے دین کا استنباط کرتے ہیں اور حجت ودلیل کے ذریعہ اعداء دین کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور خدا نے انہیں مخصوص قرار دیا ہے اس چیز کے ساتھ کہ مخالفین دین سے جو ذلتیں برداشت کرتے ہیں ان پر صبر کریں۔ تا کہ وہ دار قرار میں عزت ابدی کے ساتھ فائز ہوں، اے فرزند اپنے امور کے مصادر وموارد پر صبر کرو، یہاں تک کہ خداوند عالم تمہاری حکومت کے اسباب میسر فرمائے، اور زرد رنگ کے علم اور سفید جھنڈے حطیم وزمزم کے درمیان تیرے سر پر لہرائیں اور فوج در فوج صاحب خلوص وصفا حجر اسود کے قریب تمہارے پاس آئیں اور تمہاری بیعت حجر اسود کے گرد اگرد کریں، یہ ایسی جماعت ہوگی کہ جن کی طینت نفاق کی آلودگی سے اور جن کے دل نجاست وشقاق واختلاف سے پاک و پاکیزہ ہوں گے، اور ان کی طبائع دین کے قبول کرنے کے لیے نرم ہوں گی اور گمراہ لوگوں کے فتنوں کو دور کرنے کے لیے سخت پتھر ہوں گے، اس وقت ملت ودین کے گلستان آراستہ ہوں گے اور صبح حق درخشاں ہوگی اور خداوند عالم تمہارے ذریعہ سے ظلم وطغیان کو زمین سے دور کرے گا، اور بہجت امن وامان

اطراف جہاں میں ظاہر ہوگی اور شرائع دین مبین کے طیور و مرغ اپنے آشیانوں کی طرف پلٹ آئیں گے اور فتح و ظفر کے بادل بساتین ملت کو سرسبز شاداب کریں گے۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا جو کچھ اس مجلس و نشست میں گزرا ہے اسے پنہاں رکھنا اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا مگر وہ لوگ جو اہل صدق و وفا و امانت ہوں۔

ابن مہزیار کہتا ہے کہ میں چند دن حضرتؑ کی خدمت میں رہا اور مشکل مسائل حضرتؑ سے پوچھے اس وقت آپؑ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی کہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جاؤں، الوداع کے دن پچاس ہزار درہم سے زیادہ جو میرے پاس تھے وہ بطور ہدیہ حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا اور بہت اصرار و التماس کیا کہ اسے قبول فرمالیں، آپؑ نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اس مال سے اپنے وطن کو واپس جاتے ہوئے اعانت طلب کرنا، کیونکہ سفر دراز تجھے درپیش ہے اور بہت سی دعائیں میرے حق میں فرمائیں اور میں اپنے وطن واپس آگیا۔

چوتھی فصل

صاحب الزمانؑ سے صادر ہونے والے معجزات باہرات وخوارق عادات

معلوم رہے کہ آپؑ کے وہ معجزات، جو زمانہ غیبت صغریٰ میں نقل ہوئے ہیں جب کہ خواص و نواب کا آپؑ کے ہاں جانا تھا تو وہ بہت ہیں، لیکن چونکہ اس کتاب میں بسط کی گنجائش نہیں لہذا ان میں سے قلیل کے ذکر پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

پہلا معجزہ! شیخ کلینی و قطب راوندی اور دوسرے اعلام نے بیان کیا ہے، اہل مدائن کے ایک شخص سے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کے لیے گیا اور ہم موقف عرفات میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے قریب ایک جوان بیٹھا تھا کہ جس نے ایک لنگ اور ردا پہن رکھی تھی کہ جن کی ہم نے ایک سو پچاس دینار قیمت لگائی کہ اتنے میں پڑیں گے اور اس کے پاؤں میں زرد رنگ کا جوتا تھا اور اس پر سفر کا اثر ظاہر نہیں تھا پس ایک سائل نے ہم سے سوال کیا کہ جسے ہم نے رد کر دیا وہ اس جوان کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا تو جوان نے زمین سے کوئی چیز اٹھا کر دے دی تو سائل نے اس کو بہت دعا دی، جوان اٹھ کر کھڑا ہوا اور ہماری نظروں سے غائب ہو گیا، ہم سائل کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ اس جوان نے تجھے کیا دیا کہ تو

نے ڈھیر ساری دعائیں دیں تو اس نے ہمیں سونے کے ٹکڑے دکھائے جو ریت کی طرح دانہ دار تھے، جب اس کا وزن کیا تو وہ بیس مثقال تھا۔

میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہمارے امامؑ اور مولا ہمارے پاس تھے اور ہم نہیں جانتے تھے، کیونکہ ان کے اعجاز سے ہی سنگریزے سونا ہوئے ہیں پھر ہم تمام میدان عرفات میں پھرے تو انہیں نہ پایا، اہل مکہ ومدینہ میں سے جو گروہ ان کے گرد تھا ان سے ہم نے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا وہ کہنے لگا یہ علوی جوان ہے جو ہر سال پاپیادہ حج کے لیے آتا ہے۔

دوسرا معجزہ! قطب راوندی نے خرائج میں حسن مسترق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن حسن بن عبداللہ حمدان ناصر الدولہ کی مجلس میں بیٹھا تھا اور وہاں ناحیہ حضرت صاحب الامرؑ اور ان کی غیبت کے متعلق گفتگو ہونے لگی اور ان باتوں کا استہزا اور تمسخر اڑاتا تھا، اسی حالت میں میرا چچا حسین اس مجلس میں آیا اور میں پھر وہی باتیں کرنے لگا تو اس نے کہا اے بیٹا میں بھی اس سلسلہ میں تیرے جیسا اعتقاد رکھتا تھا، یہاں تک کہ حکومت قم مجھے دی گئی، جب کہ اہل قم خلیفہ کے نافرمان ہو چکے تھے اور جو حاکم بھی وہاں جاتا اسے قتل کر دیتے اور کسی کی اطاعت نہیں کرتے تھے، پس مجھے ایک لشکر دے کر قم کی طرف بھیج دیا گیا جب میں طرز کے علاقہ میں پہنچا تو شکار کے لیے گیا، شکار مجھ سے آگے نکلا میں اس کے پیچھے گیا اور بہت دور چلا گیا یہاں تک کہ میں نہر پر پہنچ گیا اور میں نہر کے درمیان چلنے لگا جتنا بھی جاتا اس کی وسعت بڑھتی جاتی اسی حالت میں ایک سوار نمودار ہوا جو سفید سیاہی مائل گھوڑے پر سوار تھا اس سبز خز کا عمامہ پہنے ہوئے تھا اور سوائے اس کی آنکھوں کے نیچے کا جسم نظر نہیں آتا تھا اس نے پاؤں میں دو موزے پہن رکھے تھے، مجھ سے کہا حسین اور مجھے امیر نہ کہا اور نہ کنیت کے ساتھ یاد کیا، بلکہ حقارت کے ساتھ میرا نام لیا اور فرمایا کہ کیوں ہماری ناحیہ کی عیب جوئی کرتا ہے اور اپنے مال کا خمس کیوں ہمارے اصحاب وثواب کو نہیں دیتا میں صاحب وقار اور شجاع و بہادر تھا اور کسی چیز سے نہیں ڈرتا تھا لیکن ان کی باتوں سے کانپ گیا اور میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپؑ نے فرمایا ہے میرے آقا وسید وہ بجالاؤں گا۔

فرمایا جب وہاں پہنچو تو جس طرح متوجہ ہوا آسانی کے ساتھ بغیر مشقت قتال وجدال کے شہر میں داخل ہو جاؤ اور کسب کرو، جو کچھ کسب کرو تو اس کا خمس اس کے مستحق تک پہنچانا۔

میں نے عرض کیا میں نے سنا اور اطاعت کی، پھر فرمایا پس رشد وصلاح کے ساتھ جاؤ پھر اپنے گھوڑے کی باگ پھیری اور چلے گئے اور میری نظروں سے غایب ہو گئے میں نہ جان سکا کہ وہ کہاں گئے، میں نے اپنے دائیں بائیں انہیں تلاش کیا لیکن نہ پایا، مجھ پر خوف طاری ہوا اور اپنے لشکر کی طرف پلٹ آیا اور یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کیا میں اسے بھول گیا جب میں قم پہنچا تو میرا خیال تھا کہ مجھے ان سے جنگ کرنی پڑے گی، لیکن اہل قم میرے استقبال کے لیے نکل آئے اور کہنے لگے جو شخص مذہب میں ہمارا مخالف ہوتا اور ہماری طرف آتا تو ہم اس سے جنگ کرتے تھے چونکہ تو ہم میں سے ہے اور ہماری طرف آیا ہے تو تیرے اور ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں، شہر میں داخل ہو کر جس طرح چاہو شہر کا انتظام کرو میں ایک مدت تک قم رہا اور بہت سا مال جمع کیا، پس امراء خلیفہ نے مجھ پر اور میرے کثیر مال پر حسد کیا اور خلیفہ کے پاس میری مذمت کی یہاں تک کہ اس نے مجھے معزول کر دیا پھر میں بغداد کی طرف

واپس آ گیا میں سب سے پہلے خلیفہ کے مکان پر گیا اسے سلام کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا اور لوگ میری ملاقات کو آ رہے تھے اس اثناء میں محمد بن عثمان عمروی آئے، وہ تمام لوگوں کے پاس سے گزر کر میری مسند پر آ بیٹھے اور میری پشتی پر تکیہ کیا، میں ان کی اس حرکت سے آگ بگولہ ہو گیا مسلسل لوگ آ جا رہے تھے اور وہ بیٹھے تھے کہ جانے کا نام ہی نہیں لیتے تھے لحظہ بہ لحظہ میرا غصہ بڑھتا جاتا تھا جب مجلس ختم ہوئی تو وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تیرے اور میرے درمیان ایک راز ہے اسے سن لے۔

میں نے کہا کہ بتاؤ، کہنے لگے سفید سیاہی مائل گھوڑے کے سوار اور نہر والے بزرگ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔

پس وہ واقعہ مجھے یاد آیا، میں لرزنے لگا میں نے کہا کہ میں نے سنا اور اطاعت کرنے کو تیار ہوں اور اپنے اوپر ان کا احسان سمجھوں گا، پس میں اٹھ کھڑا ہوا اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہیں اندر لے گیا، اپنے خزینوں کے دروازے کھول دیئے اور سب کا خمس ان کے سپرد کیا اور بعض اموال جو میں بھول گیا تھا وہ انہوں نے مجھے یاد دلائے اور ان کا خمس لیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت صاحب الامرؑ کے معاملہ میں کبھی شک نہیں کیا پس حسن ناصر الدولہ نے کہا کہ جب میں نے اپنے چچا سے یہ واقعہ سن لیا تو میرے بھی دل سے شک جاتا رہا اور حضرتؑ کے متعلق یقین کر لیا۔

تیسرا معجزہ! شیخ طوسی اور دوسرے اعلام نے علی بن بابویہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت صاحب الامرؑ کی خدمت میں عریضہ لکھا اور حسین بن روح رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اس عریضہ میں سوال کیا تھا کہ حضرتؑ ان کے لیے دعا کریں کہ خداوند عالم انہیں فرزند عنایت کرے۔

حضرتؑ نے جواب میں لکھا کہ ہم نے دعا کی ہے خداوند عالم بہت جلد تمہیں دو نیکوکار بیٹے عطا فرمائے گا، پس بہت جلدی ایک کنیز سے دو فرزند عطا کیے ایک محمد اور دوسرے حسین، محمد نے بہت سی کتب تصنیف کیں کہ جن میں سے ایک کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' ہے اور حسین سے بہت سی محدثین کی نسل پیدا ہوئی، اور محمد فخر کیا کرتے تھے کہ میں حضرت قائم علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوا ہوں اس کے اساتذہ اسے شاباش دیتے اور کہتے تھے کہ جو شخص حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہو وہ اس لائق ہے کہ ایسا ہو۔

چوتھا معجزہ! شیخ طوسی نے رشیق سے روایت کی ہے کہ معتمد خلیفہ نے مجھے دو افراد کے ساتھ کسی کو بھیج کر بلوایا اور حکم دیا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے دو گھوڑے ساتھ لے، ایک پر سوار ہو اور دوسرا اس کے پہلو میں چلائیں یعنی اس کی باگ ہاتھ میں لے لیں، اور سبکباری و آسانی کے ساتھ جلدی سامرہ میں جائیں اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا اتہ پتہ بتایا اور کہنے لگا کہ جب مکان کے دروازے پر پہنچو گے تو وہاں دروازے پر ایک سیاہ رنگ کا غلام بیٹھا ہوگا، پس مکان کے اندر چلے جانا اور مکان کے اندر جو کوئی تمہیں ملے اس کا سر میرے پاس لے آنا۔ جب ہم حضرتؑ کے دروازے پر پہنچے تو گھر کی دہلیز پر سیاہ رنگ کا غلام بیٹھا تھا اس کے ہاتھ میں آزار بند تھا کہ جسے وہ بن رہا تھا۔

ہم نے پوچھا اس مکان میں کون ہے کہنے لگا اس کا مالک، اس نے ہماری طرف کسی قسم کی توجہ نہ کی اور ہماری پروانہ کی، جب ہم مکان کے اندر داخل ہوئے تو اسے بڑا عمدہ اور صاف ستھرا پایا سامنے ایک پردہ لٹکا ہوا دیکھا کہ جس سے بہتر کبھی نہیں دیکھا تھا گویا ابھی کاریگر کے ہاتھ سے نکلا ہو اور مکان میں کوئی شخص موجود نہیں تھا جب ہم نے پردہ اٹھایا تو ایک بہت بڑا ہال ہمیں نظر آیا گویا کہ پانی کا دریا اس کمرے میں رکا ہوا ہے اور کمرے کے آخر میں ایک چٹائی پانی کے اوپر بچھی ہوئی ہے اور اس چٹائی کے اوپر ایک مرد کھڑا ہے جو ہیبت و شکل کے لحاظ سے بہترین جوان مرد ہے اور نماز میں مشغول ہے اور وہ کسی طرح بھی ہماری طرف ملتفت نہ ہوا، احمد بن عبداللہ نے کمرے میں پاؤں رکھا تا کہ پانی میں داخل ہو تو وہ ڈوب گیا اور وہ تڑپا یہاں تک کہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کو باہر نکالا وہ بیہوش ہو گیا، کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آیا تو میرے دوسرے ساتھی نے اندر جانے کا ارادہ کیا، اس کی حالت بھی وہی ہوئی۔ پس میں متحیر ہو گیا اور زبان معذرت کھولی اور میں نے کہا اے مقرب درگاہ خدا سے اور آپ سے عذر چاہتا ہوں خدا کی قسم میں نہیں جانتا تھا کہ کس کے پاس جا رہا ہوں اور حقیقت حال سے مطلع نہیں تھا، اور اب خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں پس وہ بالکل میری گفتگو کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور نماز میں مشغول رہے، ہمارے دلوں میں عظیم ہیبت طاری ہوئی اور ہم واپس آ گئے معتضد ہمارا انتظار کر رہا تھا اس نے دربانوں سے کہہ رکھا تھا کہ ہم جس وقت آئیں ہمیں اس کے پاس لے جائیں پس رات کے وقت ہم پہنچے اس کے پاس گئے اور تمام واقعہ اسے کہہ سنایا۔

کہنے لگا مجھ سے پہلے تم نے کسی سے ملاقات کی ہے اور کسی سے کوئی بات کی ہے ہم نے کہا کہ نہیں، پس اس نے بڑی بڑی قسمیں کھائیں کہ اگر میں نے اس میں سے ایک لفظ بھی سنا کہ تم نے کسی کے سامنے بیان کیا ہے تو تم سب کی گردنیں اڑا دوں گا پس ہم یہ حکایت بیان نہ کر سکے مگر اس کے مرنے کے بعد۔

پانچواں معجزہ! جناب محمد بن یعقوب کلینی نے خلیفہ عباسی کے ایک سپاہی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں غلام خلیفہ نسیم کے ساتھ تھا جب وہ سامرہ میں آیا اور اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر کا دروازہ توڑ دیا حضرتؑ کی وفات کے بعد تو حضرت صاحب الامر گھر سے نکلے اور تبرزینی (کلہاڑی) آپؑ کے ہاتھ میں تھی، آپؑ نے نسیم سے کہا کہ تم میرے مکان کے ساتھ کیا کر رہے ہو، نسیم کانپنے لگا اور کہا کہ جعفر کذاب کہتا تھا کہ آپؑ کے والد کا کوئی بیٹا نہیں ہے اب اگر یہ مکان آپ کا ہے تو ہم واپس چلے جاتے ہیں۔

علی بن قیس راوی حدیث کہتا ہے کہ حضرتؑ کے مکان کے خادموں میں سے ایک شخص باہر آیا تو میں نے اس سے وہ واقعہ پوچھا جو اس نے نقل کیا تھا، کیا یہ سچ ہے تو وہ کہنے لگا کہ تجھے کس نے بتایا ہے میں نے کہا کہ خلیفہ کے ایک سپاہی نے، وہ کہنے لگا کہ کوئی چیز دنیا میں چھپی نہیں رہتی۔

چھٹا معجزہ! شیخ ابن بابویہ اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ احمد بن اسحاق جو کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکلا میں سے تھا، سعد بن عبداللہ کو جو کہ ثقات اصحاب میں سے ہے اپنے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا، کیونکہ وہ حضرت

سے چند مسائل پوچھنا چاہتا تھا، وعد بن عبداللہ کہتا ہے کہ جب ہم حضرتؑ کی خدمت میں دولت سرا کے دروازے پر پہنچے تو احمد نے اپنے اور میرے لیے اندر جانے کی اجازت طلب کی اور ہم اندر چلے گئے احمد کے ساتھ ایک ہمیانی تھی کہ جسے اس نے عباء کے نیچے چھپا رکھا تھا کہ اس ہمیانی میں سونے اور چاندی کی ایک سو ساٹھ تھیلیاں تھیں ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک شیعہ نے اپنی مہر لگا رکھی تھی اور حضرتؑ کی خدمت میں بھیجی تھی، جب ہم امام کی خدمت میں پہنچے تو آپؑ کی گود میں ایک بچہ تھا کہ کمال حسن و جمال کی وجہ سے مشتری کی طرح تھا اور اس کے سر پر دو زلفیں تھیں اور حضرتؑ کے قریب سونے کی ایک گیند انار کی شکل کی پڑی تھی جو نگینہ ہائے زیبا اور جواہر گرانبہا سے مرصع تھی اور اکابر بصرہ میں سے کسی نے حضرتؑ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجی تھی اور حضرتؑ کے ہاتھ میں ایک خط تھا کہ جسے آپؑ لکھ رہے تھے جب وہ بچہ مانع ہوتا تو حضرتؑ وہ گیند پھینک دیتے اور بچہ اس کے پیچھے جاتا اور حضرتؑ لکھنے لگتے۔ جب احمد نے ہمیانی کھولی اور آپؑ کے پاس رکھ دی اور حضرتؑ نے اس بچہ سے فرمایا کہ یہ تمہارے شیعوں کے ہدیے اور تحفے ہیں انہیں کھول کر ان میں تصرف کرو، وہ بچہ (صاحب الامرؑ) کہنے لگا اے میرے مولا کیا یہ جائز ہے کہ میں اپنا طاہر و پاک ہاتھ حرام مال کی طرف دراز کروں، پس حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا اے اسحاق کے بیٹے جو کچھ ہمیانی میں ہے باہر نکالو تا کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام حلال و حرام کو ایک دوسرے سے الگ کر دیں۔

پس احمد نے ایک تھیلی نکالی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کا مال ہے جو قم کے فلاں محلہ میں رہتا ہے اور اس تھیلی میں باسٹھ اشرفیاں ہیں، بیالیس اشرفیاں تو اس ملک کی قیمت میں سے ہیں جو اسے باپ کی طرف سے میراث میں ملا ہے اور اس نے اسے بیچا ہے اور چودہ اشرفیاں ان سات کپڑوں کی قیمت ہے جو اس نے بیچے ہیں اور تین دینار مکان کے کرایہ میں سے ہیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا بیٹا تم نے سچ کہا ہے یہ بتاؤ کہ ان میں حرام کیا چیز ہے تا کہ اس کو باہر نکال دوں۔

فرمایا کہ اس تھیلی میں ایک اشرفی ہری کا سکہ ہے جو فلاں سال کی تاریخ میں لگایا گیا ہے اور وہ تاریخ اس سکہ پر نقش تھی اب اس کا آدھا نقش مٹ چکا ہے اور ایک دینار مقراض شدہ ناقص ہے اور وہ ڈیڑھ دانگ ہے اس تھیلی میں یہی دونوں دینار حرام ہیں ان کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مالک کی فلاں سال کے فلاں ماہ میں اس کے ہمسائے جولاہے کے پاس ڈیڑھ من (ایرانی) دھاگوں کی انٹیاں تھیں کچھ دیر ان کے پاس رہیں تو چور انہیں چوری کر کے لے گئے، جب جولاہے نے کہا کہ انہیں چور لے گئے ہیں تو اس نے اس کی تصدیق نہ کی اور اس سے جرمانہ وصول کیا ایسے دھاگے جو ان سے زیادہ باریک تھے جو چور لے گئے تھے اور اسی وزن پر ان کو بن کر بیچا ہے اور یہ دونوں دینار اس کپڑے کے ہیں اور حرام ہیں۔

جب احمد نے وہ تھیلی کھولی تو دو دینار انہیں علامتوں والے نکلے جو حضرت صاحب الامرؑ نے بیان کی تھیں وہ اس نے اٹھا لیے اور باقی حضرتؑ کے سپرد کر دیے۔

پس اس نے دوسری تھیلی نکالی تو صاحب الامر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کا مال ہے جو قم کے فلاں محلے میں رہتا

ہے اور اس میں پچاس اشرفیاں ہیں ہم اس مال کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائیں گے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے پوچھا کیوں۔

فرمایا کہ یہ اشرفیاں اس گندم کی قیمت ہے جو اس کے اور زراعت کرنے والوں کے درمیان مشترک تھی اس نے اپنا حصہ زیادہ تول لیا ہے اور اس میں ان کا مال موجود ہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا ہے بیٹا، پس آپؑ نے احمد سے فرمایا کہ یہ تھیلیاں اٹھا لو اور وصیت کرو کہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں، اور ہم نہیں چاہتے کیونکہ یہ حرام مال ہے یہاں تک کہ سب کو آپؑ نے اسی طرح جانچا اور جب سعد بن عبداللہ نے چاہا کہ وہ اپنے مسائل پوچھے تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے نور نظر سے جو چاہتے ہو پوچھو اور آپؑ نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔

پس اس نے اپنے تمام مشکل مسائل پوچھے اور ان کے شافی و وافی جوابات سنے، بعض سوالات جو اس کے دل سے محو ہو گئے تھے وہ آپؑ نے بطور اعجاز اسے یاد دلائے اور ان کے جوابات دیئے۔ (حدیث طویل ہے کہ جسے میں نے دیگر کتب میں بیان کیا ہے)

ساتواں معجزہ: شیخ کلینی و ابن بابویہ اور دوسرے علماء رحمۃ اللہ علیہم نے معتبر اسناد کے ساتھ عالم ہندی سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ شہر کشمیر میں تھا جو کہ ہندوستان کا ایک شہر ہے (ہوسکتا ہے کہ کشمیر اس زمانہ میں کوئی شہر ہو، مترجم) ہم چالیس افراد تھے جو اس ملک کے بادشاہ کی دائیں طرف کرسیوں پر بیٹھے تھے ہم سب نے تورات، انجیل، زبور اور صحف ابراہیم پڑھے ہوئے تھے اور ہم لوگوں کے درمیان حکم کرتے تھے اور انہیں اپنے دین کی تعلیم دیتے تھے ان کے حلال و حرام میں فتویٰ دیا کرتے، تمام لوگ بادشاہ اور اس کے علاوہ ہماری طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہم نے لیا اور ہم نے کہا کہ وہ پیغمبر کہ جس کا نام کتابوں میں مذکور ہے اس کا معاملہ ہم پر مخفی ہے اور ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کے حالات کا تفحص کریں اس کے آثار کے پیچھے جائیں، پس سب کی رائے اس پر برقرار ہوئی کہ میں ملک سے باہر جاؤں اور ان کے لیے آنحضرتؐ کے حالات کی جستجو کروں، پس میں باہر نکلا اور بہت سا مال اپنے ساتھ لیا اور بارہ مہینے گردش کرنے کے بعد کابل پہنچا اور کچھ ترک لوگوں سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے زخمی کر دیا اور میرا مال چھین لیا، کابل کا حاکم جب میرے حالات سے باخبر ہوا تو اس نے مجھے بلخ شہر میں بھیج دیا اور اس وقت داؤد بن عباس بلخ کا والی تھا، جب اس کو یہ خبر ہوئی کہ میں دین حق کی تلاش میں ہندوستان سے نکلا ہوں اور میں نے فارسی زبان سیکھی ہے اور فقہاء و متکلمین کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کئے ہیں تو اس نے مجھے اپنے دربار میں بلایا اور فقہاء و علماء کو بلایا کہ وہ مجھ سے گفتگو کریں، میں نے ان سے کہا کہ میں اپنے شہر سے نکل کر آیا ہوں تاکہ تلاش کروں اس پیغمبر کو کہ جس کا نام میں نے اپنی کتب میں پڑھا ہے۔

وہ کہنے لگے کہ اس کا نام کیا ہے میں نے کہا کہ محمدؐ، وہ کہنے لگے کہ جسے تو تلاش کرتا پھرتا ہے وہ تو ہمارا پیغمبرؐ ہے میں نے

آنحضرتؐ کے شرائع اور دین ان سے پوچھے تو انہوں نے بیان کئے میں نے ان سے کہا کہ پھر تو میں جانتا ہوں کہ محمد پیغمبرؐ ہے، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ جس کو تم کہتے ہو یہ وہی ہے کہ جسے میں تلاش کر رہا ہوں، اب بتاؤ کہ وہ کہاں رہتا ہے تا کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اس سے ان علامات و دلائل کے متعلق سوال کروں، کہ جو میرے پاس ہیں اور جو میں نے کتب میں پڑھے ہیں اگر وہی ہوا کہ جس کو میں تلاش کر رہا ہوں تو میں اس پر ایمان لے آؤں گا وہ کہنے لگے کہ وہ تو دنیا سے چلے گئے ہیں، میں نے کہا تو اس کا وصی اور خلیفہ کون ہے کہنے لگے کہ ابوبکر میں نے کہا اس کا نام بتایئے یہ تو اس کی کنیت ہے کہنے لگے کہ اس کا نام عبداللہ بن عثمان ہے اور اس کا قریش میں جو نسب ہے وہ بیان کیا۔

میں نے کہا کہ اب پیغمبر کا نسب بیان کرو تو انہوں نے بتایا میں نے کہا یہ وہ پیغمبر نہیں کہ جسے میں تلاش کرتا ہوں، اس کا خلیفہ تو اس کا دینی بھائی اور نسب میں اس کا چچازاد ہے اور اس کی بیٹی کا شوہر ہے اور اس کی اولاد کا باپ ہے اور روئے زمین پر اس پیغمبرؐ کا کوئی بیٹا نہیں سوائے اس شخص کی اولاد کے جو کہ اس کا خلیفہ ہے جب فقہا نے یہ باتیں مجھ سے سنیں تو وہ اچھلے اور کہنے لگے اے امیر یہ شخص شرک سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا ہے اور اس کا خون حلال ہے۔

میں نے کہا اے قوم میرا ایک دین ہے کہ جس سے میں متمسک ہوں اور میں اس دین سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک اس سے زیادہ قوی اور محکم دین نہ پاؤں کہ جو میں رکھتا ہوں، میں پیغمبر کی صفات ان کتب میں پڑھی ہیں جو خدا نے ان انبیاء پر نازل کی ہیں اور میں ہندوستان کے علاقہ سے باہر نکلا ہوں اور میں اس عزت و احترام سے جو میرے لیے تھا دست بردار ہوا ہوں اس پیغمبر کی تلاش میں جب میں نے تمہارے پیغمبرؐ کے معاملہ کا اس سے تقابل کیا کہ جو تم نے بیان کیا ہے تو وہ اس کے مطابق نہیں جو میں نے کتب میں پڑھا ہے تم مجھ سے دستبردار ہو جاؤ، پس والی بلخ نے کسی کو بھیجا اور حسین بن اسلیکب کو بلایا جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا اور اس سے کہا کہ اس ہندوستانی شخص سے مباحثہ کرو۔

حسین نے کہا اصلحک اللہ تیرے پاس فقہا اور علماء موجود ہیں اور وہ اس کے ساتھ مناظرہ کرنے کا زیادہ شعور رکھتے ہیں۔ والی کہنے لگا کہ جس طرح میں کہتا ہوں اس کے ساتھ مناظرہ کرو اور اسے علیحدگی میں لے جاؤ اور اس کے ساتھ مدارت و نرمی سے پیش آؤ اور اچھی طرح اس کی تسلی کراؤ۔

پس حسین مجھے تنہائی میں لے گیا اور بعد اس کے کہ میں نے اسے اپنے حالات بتائے اور وہ میرے مقصد و مطلب پر مطلع ہوا تو کہنے لگا کہ وہ پیغمبر جس کو تم تلاش کر رہے ہو وہی ہے جو انہوں نے بیان کیا ہے، البتہ انہوں نے اس کا خلیفہ غلط بتایا ہے وہ پیغمبر محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور ان کا وصی علیؑ بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہے اور وہ محمدؐ کی بیٹی فاطمہ کا شوہر اور حسن و حسین علیہما السلام کا باپ ہے جو کہ پیغمبر محمدؐ کے نواسے ہیں۔

عالم نے کہا کہ یہی ہے وہ کہ جسے میں چاہتا تھا اور تلاش کرتا پھرتا ہوں، پس میں واپس والی بلخ کے مکان پر گیا اور اس نے کہا کہ میں نے اسے پالیا ہے کہ جسے تلاش کر رہا تھا۔

وانا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ

پس والی نے مجھ سے بہت نیکی اور احسان کیا اور حسین سے کہا کہ اس کی دیکھ بھال رکھنا اور اس سے باخبر رہنا، پس میں اس کے مکان پر گیا اور اس سے مانوس ہو گیا اور وہ مسائل کہ جن کا میں محتاج تھا مذہب شیعہ کے موافق نماز و روزہ اور باقی فرائض اس سے اخذ کئے اور میں نے حسین سے کہا کہ ہم نے اپنی کتب میں پڑھا ہے کہ محمدؐ خاتم انبیاء ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا امر امامت اس کے بعد اس کے وصی و وارث و خلیفہ سے متعلق ہے اور مسلسل امر خلافت خود ان کی اولاد و القاب میں جاری و ساری ہے یہاں تک کہ دنیا ختم ہو گی، پس وصی محمد کا وصی کون ہے اس نے کہا کہ امام حسن اور ان کے بعد امام حسینؑ جو دونوں فرزند ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، پس سب کو حضرت صاحب الامر تک شمار کیا اور بیان کیا جو کچھ کہ حادثہ واقع ہوا تھا آپؑ کے غائب ہونے کے متعلق، پس میری ہمت و ارادہ اس سے متعلق ہوا کہ میں حضرتؑ کی ناحیہ مقدسہ کو تلاش کروں شاید کہ ان کی خدمت بابرکت میں پہنچ سکوں۔

راوی کہتا ہے کہ پس عالم قم میں آیا اور ہمارے اصحاب کے ساتھ اس کی صحبت و گفتگو ہوئی تھی اور ۲۶۴ھ ہجری میں وہ ہمارے اصحاب کے ساتھ بغداد کی طرف گیا اور اس کا ایک سندھی ساتھی جو مذہب حق کی تحقیق میں اس کا رفیق کار تھا، عالم کہتا ہے کہ مجھے اپنے ساتھی کے کچھ اخلاق پسند نہ آئے، لہذا میں اس سے الگ ہو گیا اور میں بغداد سے نکل کر سامرہ پہنچا اور میں مسجد بنی عباس میں عباسیہ مسجد میں وارد ہوا اور وہاں نماز پڑھی اور میں متفکر اس امر میں تھا کہ جس کی تلاش میں میں نے کوشش کی تھی، اچانک ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ تو فلاں شخص ہے اور مجھے اس نام سے پکارا کہ جو ہندوستان میں میرا تھا اور اس کو کوئی باخبر نہ تھا۔

میں نے کہا کہ ہاں، کہنے لگا کہ قبول کر اپنے مولا کا پیغام وہ تجھے بلا رہے ہیں، میں اس کے ساتھ روانہ ہوا تو مجھے غیر مانوس راستوں سے لے چلا یہاں تک کہ ہم ایک مکان اور باغ میں داخل ہوئے میں نے دیکھا کہ میرے مولا بیٹھے ہوئے اور آپؑ نے مجھ سے ہندی زبان میں فرمایا خوش آمدی اے فلاں تیرا کیا حال ہے، اور فلاں و فلاں کو کن حالات میں چھوڑا ہے یہاں تک کہ آپؑ نے ان چالیس افراد کے نام لیے جو میرے ساتھی تھے اور ہر ایک کے حالات دریافت کئے اور جو کچھ مجھ پر بیتی تھی وہ سب کچھ بیان کیا اور یہ تمام گفتگو آپؑ مجھ سے ہندی زبان میں کرتے رہے اور فرمایا کیا چاہتے ہو کہ اہل قم کے ساتھ حج پر جاؤ۔

میں نے کہا جی ہاں اے میرے آقا۔

فرمایا اس سال ان کے ساتھ نہ جاؤ، اب واپس چلے جاؤ، اگلے سال جانا پس آپؑ نے ایک سونے کی اشرفی میری طرف پھینکی جو آپؑ کے پاس پڑی تھی، فرمایا اس کو اپنے اخراجات میں صرف کرو اور بغداد میں فلاں شخص کے مکان پر جانا اور اسے کسی چیز کی اطلاع نہ دینا۔

راوی کہتا کہ اس کے بعد عالم واپس آ گیا اور حج پر نہ گیا، اس کے بعد قاصد آئے اور خبر لائے کہ اس سال حاجی عقبہ سے واپس آ گئے اور حج پر نہ گئے اور معلوم ہو گیا کہ حضرت نے اسی وجہ سے اس سال حج پر جانے سے منع کیا تھا، پس وہ خراسان کی طرف

گیا دوسرے سال حج پر گیا اور خراسان کی طرف پلٹ گیا اور خراسان سے ہمارے لیے ہدیہ بھیجا اور ایک مدت تک خراسان میں رہا یہاں تک کہ رحمت الٰہی سے جا واصل ہوا۔

آٹھواں معجزہ! قطب راوندی نے جعفر بن قولویہ استاد شیخ مفید سے روایت کی ہے کہ جب قرامطہ یعنی اسماعیلیہ ملاحدہ نے کعبہ کو خراب کیا اور حجر اسود کوفہ میں لے آئے اور اسے مسجد کوفہ میں نصب کر دیا اور ۳۳۷ ہجری میں (جو کہ غیبت کبریٰ کا اوائل تھا) چاہا کہ اسے کعبہ کی طرف پلٹا دیں اور اسے اس کی جگہ پر نصب کریں تو میں نے حضرتؑ سے ملاقات کی امید پر اس سال حج کا ارادہ کیا، کیونکہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ حجر اسود کو سوائے معصوم اور امام زمانہ کے کوئی شخص نسب نہیں کر سکتا، چنانچہ رسول خدا کی بعثت سے پہلے جو سیلاب آیا اور اس نے کعبہ کو خراب کیا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نصب کیا تھا اور حجاج کے زمانہ میں جب اس نے عبداللہ بن زبیر پر حملہ کرنے کے سلسلے میں کعبہ کو خراب کیا تو جس وقت اسے بنانے لگے تو جو بھی حجر کو رکھتا تھا تو وہ لرزتا اور قرار نہ پکڑتا یہاں تک کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے اسے اس کی جگہ پر رکھا تو وہ برقرار ہو گیا۔

لہذا میں اس سال حج کی طرف متوجہ ہوا جب بغداد پہنچا تو سخت قسم کی بیماری نے مجھ پر حملہ کیا کہ جس سے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو گیا اور میں حج پر نہ جا سکا تو میں نے ایک شیعہ کو اپنا نائب بنایا کہ جسے ابن ہشام کہتے تھے، اور میں نے آپؑ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اسے سربمہر کیا اور اس عریضہ میں میں نے سوال کیا تھا کہ میری مدت عمر کتنے سال ہے اور میں اس بیماری سے شفایاب ہوں گا کہ نہیں، اور میں نے ابن ہشام سے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ رقعہ اس شخص کے ہاتھ میں دینا کہ جو حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھے اور اس کا جواب لے آنا اور تجھے میں اسی کام کے لیے بھیج رہا ہوں۔

ابن ہشام کہتا ہے کہ جب میں مکہ معظمہ پہنچا تو میں نے کچھ رقم کعبہ کے خداموں کو دی تاکہ وہ حجر اسود کے رکھنے کے وقت میری حمایت کریں تاکہ میں صحیح طرح دیکھ سکوں کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر کون رکھتا ہے اور لوگوں کا اژدہام مجھے اس کے دیکھنے سے مانع نہ ہو۔

جب انہوں نے چاہا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھیں تو خدام نے مجھے اپنے درمیان میں لے لیا، اور وہ میری حمایت کرتے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ جو بھی حجر اسود کو رکھتا تو وہ ہلنے لگتا اور لرزتا اور قرار نہ پکڑتا تھا یہاں تک کہ ایک جوان خوشرد خوشبو اور خوش مو گندم گوں نمودار ہوا اور اس نے حجر اسود کو ان کے ہاتھ سے لے کر اسے اس کی جگہ نصب کر دیا، اور وہ درست کھڑا ہو گیا اور اس میں حرکت نہ رہی، پس لوگوں نے آواز بلند کی اور وہ چل پڑے اور مسجد سے باہر جانے لگے، میں اس جوان کے پیچھے بڑی تیزی سے چلا اور لوگوں کی صفوں کو چیرتا اور اپنے دائیں بائیں سے دور ہٹاتا تھا اور دوڑ رہا تھا، لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں اور اپنی آنکھ میں اس جوان سے نہیں ہٹاتا تھا تاکہ کہیں وہ میری نظر سے غائب نہ ہو جائے یہاں تک کہ ہجوم سے باہر نکل آیا، اور وہ شخص انتہائی آہستگی اور اطمینان کے ساتھ جا رہا تھا، میں جتنا بھی دوڑتا ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا جب وہ ایسی جگہ پہنچا کہ جہاں میرے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا تو وہ کھڑا ہو گیا اور میری طرف ملتفت ہوا اور فرمایا جو تمہارے پاس ہے وہ مجھے دے دو۔

میں نے وہ رقعہ ان کے ہاتھ میں دے دیا، کھولے بغیر فرمایا اس سے کہنا کہ اس بیماری میں تمہارے لیے کوئی خوف و خطر نہیں اور صحت یاب ہو جاؤ گے اور تمہاری اجل تیس سال کے بعد ہے، جب میں نے اس حالت کا مشاہدہ کیا اور آپ کا کلام معجزہ نظام سنا تو خوف عظیم اس حد تک مجھ پر چھا گیا کہ میں حرکت نہیں کر سکتا تھا، جب یہ خبر ابن قولویہ کو ملی تو اس کا یقین زیادہ ہو گیا اور وہ ۳۶۹ ہجری تک زندہ رہے، اس سال انہیں تھوڑی سی تکلیف ہوئی تو وصیت کی اور کفن وحنوط مہیا کیا، ضروریات سفر آخرت ساتھ لیں اور ان امور میں بہت اہتمام کرنے لگے لوگ انہیں کہتے کہ آپ کو زیادہ تکلیف نہیں ہے، اس قدر تعجیل واضطراب کیوں کرتے ہیں کہنے لگے کہ میرے مولا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، پس انہوں نے اسی بیماری سے منازل رفیعہ بہشت کی طرف انتقال کیا۔

الحقه الله بمواليه الاطهار فی دار القرار

نواں معجزہ! شیخ ابن بابویہ نے احمد بن فارس ادیب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں شہر ہمدان میں گیا، تو وہاں سب لوگوں کو سنی المذاہب پایا سوائے ایک محلہ کے جنہیں بن راشد کہتے تھے جو کہ سب شیعہ امامیہ مذہب رکھتے تھے، شیعہ ہونے کا سبب پوچھا تو ایک بوڑھا آدمی کہ جس سے صلاح و دیانت کے آثار ظاہر تھے کہنے لگا کہ ہمارے شیعہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہمارا جد اعلیٰ کہ جس کی طرف ہم منسوب ہیں، حج پر گیا اور اس نے بتایا کہ میں واپسی پر با پیادہ آ رہا تھا، چند منزل ہم آ چکے تو بادیہ روزی میں جب قافلے کا پہلا حصہ پہنچا تو میں سو گیا (اس خیال سے) کہ جب قافلہ کا آخری حصہ پہنچے گا تو بیدار ہو جاؤں گا، جب میں سو گیا تو پھر بیدار نہ ہوا یہاں تک کہ سورج کی گرمی نے مجھے بیدار کیا تو قافلہ گزر چکا تھا اور شاہراہ ظاہر و معلوم نہیں ہوتی تھی، میں توکل کر کے روانہ ہوا تھوڑا سا راستہ میں نے طے کیا تو میں سرسبز و شاداب وادی میں پہنچ گیا جو کہ گل و لالہ سے پر تھی کہ کبھی میں نے ایسی جگہ نہیں دیکھی تھی، جب میں اس باغ میں داخل ہوا تو ایک عالی شان قصر مجھے نظر آیا اور میں اس قصر کی طرف روانہ ہوا، جب میں قصر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دو سفید رنگ کے خادم دیکھے جو بیٹھے ہوئے تھے، میں نے سلام کیا تو بڑے اچھے طریقہ سے انہوں نے جواب دیا اور کہنے لگے کہ بیٹھ جاؤ۔ خدا نے تمہارے لیے خیر عظیم چاہی ہے جو وہ تمہیں یہاں لے آیا ہے، پس ان خادموں میں سے ایک اس قصر کے اندر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد باہر آیا اور کہا کہ اٹھو اور اندر چلو۔

جب میں اندر گیا تو میں نے ایسا قصر و محل دیکھا کہ اس جیسا قصر کبھی نہیں دیکھا تھا، خادم آگے بڑھا اور جو پردہ دروازے پر پڑا ہوا تھا اسے اٹھایا اور کہنے لگا کہ آ جاؤ، جب میں اندر گیا تو میں نے ایک جوان کو دیکھا جو گھر کے اندر بیٹھا تھا اور ایک لمبی تلوار اس کے سامنے چھت میں لٹکی ہوئی ہے قریب ہے کہ تلوار کا سرا اس کے سر کو چھو لے اور وہ جوان اس چاند کی طرح تھا جو تاریک رات میں چمک رہا ہو، پس میں نے سلام کیا تو بڑی ملاطفت اور خوش زبانی سے جواب دیا اور کہنے لگے تجھے معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔

میں نے عرض کیا خدا کی قسم نہیں، فرمایا میں ہوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں ہوں وہ جو اس تلوار کے ساتھ آخری زمانہ میں خروج کروں گا، اور اس تلوار کی طرف اشارہ کیا کہ میں زمین کو عدل و سچائی سے پر کروں گا بعد اس کے وہ ظلم و جور سے پر ہوگی، پس میں دروازے پر گر پڑا اور اپنا چہرہ زمین پر ملنے لگا۔

فرمایا ایمانہ کرو اور سر بلند کرو تم جبل کے شہروں میں سے اس شہر میں رہتے ہو کہ جسے ہمدان کہتے ہیں، میں نے کہا جی ہاں اے میرے آقا و مولا، پس فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ اپنے اہل دعیال کے پاس واپس جائے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں میرے سید و سردار میں چاہتا ہوں کہ اپنے اہل خانہ کی طرف واپس جاؤں اور انہیں اس سعادت کی خبر دوں جو مجھے عنایت ہوئی ہے، پھر آپؑ نے خادم کی طرف اشارہ کیا، اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک زر نقد کی تھیلی مجھے دی اور مجھے باغ سے باہر لایا اور میرے ساتھ روانہ ہوا، تھوڑا سا راستہ ہم نے طے کیا تھا کہ عمارتیں درخت اور مسجد کا منارہ ظاہر ہوا۔

وہ کہنے لگا کیا تم اس شہر کو جانتے پہچانتے ہو، میں نے کہا کہ ہمارے شہر کے قریب ایک شہر ہے کہ جسے اسد آباد کہتے ہیں۔

کہنے لگا کہ ہاں وہی ہے رشد و نیکی کے ساتھ جاؤ، یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور میں اسد آباد میں داخل ہوا اور تھیلی میں چالیس یا پچاس اشرفیاں تھیں، پھر میں ہمدان میں وارد ہوا اور میں نے اپنے اہل خانہ اور رشتہ داروں کو اکٹھا کیا اور انہیں ان سعادتوں کی بشارت دی جو خداوند عالم نے میرے لیے مہیا کی تھیں اور ہم ہمیشہ خیر و نعمت میں رہے، جب تک ان اشرفیوں میں سے کوئی چیز ہمارے پاس باقی رہی۔

دسواں معجزہ! مسعودی و شیخ طوسی اور دوسرے اعلام نے ابو نعیم محمد بن احمد انصاری سے روایت کی ہے کہ مفوضہ و مقصرہ کے ایک گروہ نے کامل بن ابراہیم مدنی کو ابو محمد علیہ السلام کے پاس سامرہ بھیجا تا کہ وہ آنجنابؑ کے ساتھ ان کے امور و مسائل میں مناظرہ کرے۔

کامل کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آنجنابؑ سے سوال کروں گا کہ بہشت میں داخل نہیں ہوگا سوائے اس شخص کے کہ جس کی معرفت میری معرفت کی طرح ہو اور جو اس چیز کا قائل ہے کہ جو میں کہتا ہوں، جب میں اپنے سید و سردار ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ حضرتؑ نے سفید و نرم و نازک لباس پہن رکھا ہے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ولی خدا اور اس کی حجت نرم و نازک لباس پہنتا ہے اور ہمیں اپنے بھائیوں کے ساتھ مواسات کا حکم دیتا ہے اور اس قسم کے لباس پہننے سے منع کرتا ہے۔

پس آپؑ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا اے کامل اور اپنا بازو اوپر کیا تو میں نے پلاس سیاہ زبری (موٹا چولہ) آپؑ کے بدن کی کھال سے ملا ہوا دیکھا، پس آپؑ نے فرمایا کہ یہ خدا کے لیے ہے اور وہ تمہارے لیے ہے، پس میں شرمندہ ہو کر اس دروازے کے قریب بیٹھ گیا کہ جس پر پردہ لٹکا ہوا تھا، پس ہوا چلی اور اس پردے کو ایک طرف کو اوپر کر دیا تو میں نے ایک جوان کو دیکھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے، چار سال سے زیادہ کا نہ ہوگا، تو اس نے مجھ سے فرمایا اے کامل بن ابراہیم تو میرا بدن کانپنے لگا اور مجھے القاء ہوا کہ کہوں لبیک اے میرے مولا و سردار، پس فرمایا تو ولی خدا اور اس کی حجت کے پاس آیا ہے اور یہ ارادہ کیا ہے کہ اس سے سوال کرے کہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، مگر وہ جس کی معرفت تیری معرفت کی طرح ہو اور تیرے قول کا قائل ہو۔

میں نے عرض کیا جی ہاں، خدا کی قسم فرمایا پس اس حالت میں تو جنت میں بہت کم لوگ جائیں گے، حالانکہ خدا کی قسم جنت میں بہت سے لوگوں کے گروہ داخل ہوں گے کہ جنہیں حقیہ کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار وہ لوگ کون ہیں۔

فرمایا وہ ایسی قوم ہیں کہ ان کی دوستی امیر المومنینؑ سے بس اتنی ہے کہ وہ ان کے حق کی قسم کھاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ان کی فضیلت کیا ہے، پھر آپؑ کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا تو مفوضہ کے قول کے متعلق آنجنابؑ سے سوال کرنے آیا وہ جھوٹ بکتے ہیں، بلکہ ہمارے دل مشیت خدا کا محل وظرف ہیں، پس خدا جب چاہتا ہے تو ہم چاہتے ہیں اور خداوند عالم فرماتا ہے، وما تشاءون الا ان یشاء اللہ۔

اس وقت وہ پردہ اپنی حالت کی طرف پلٹ گیا، پس مجھ میں یہ قدرت نہ تھی کہ اسے اوپر کروں تو حضرت ابو محمدؑ نے میری طرف دیکھا اور تبسم کیا اور فرمایا اے کامل بن ابراہیم تیرے بیٹھے رہنے کا سبب کیا ہے جب کہ حضرت مہدیؑ اور میرے بعد کی حجت نے تجھے خبر دی ہے اس چیز کے متعلق جو تیرے دل میں تھی اور تو جس کے متعلق سوال کرنے آیا تھا۔

کامل کہتا ہے پس میں کھڑا ہو گیا اور اپنا جواب جو میں نے دل میں چھپا رکھا تھا، امام مہدی علیہ السلام حاصل کر لیا اور اس کے بعد میں آپؑ سے ملاقات نہ کر سکا، ابو نعیم کہتا ہے کہ پس میں نے کامل سے ملاقات کی اور اس سے اس واقعہ کے متعلق سوال کیا تو اس واقعہ کے متعلق سوال کیا تو اس نے مجھے آخر تک بغیر کمی وزیادتی کے اس کی خبر دی۔

گیارھواں معجزہ! شیخ محدث فقیہ عماد الدین ابو جعفر بن محمد بن علی بن محمد طوسی مشہدی معاصر ابن شہر آشوب نے کتاب ثاقب المناقب میں جعفر بن احمد سے روایت کی ہے کہ مجھے ابو جعفر محمد بن عثمان نے بلایا اور مجھے دو کپڑے جن پر نشان بنا ہوا تھا ایک تھیلی سمیت کہ جس میں کچھ درہم تھے دیئے، پھر مجھ سے فرمایا کہ ہمیں ضرورت ہے کہ تم اس وقت شہر واسط میں جاؤ اور جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے وہ اس شخص کو دے دو کہ جس سے واسط شہر میں کشتی سے اترتے ہوئے سب سے پہلے ملاقات کرو۔

وہ کہتا ہے کہ مجھے اس سے بہت سخت غم وحزن ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ وہ مجھے اس جیسے کام کے لیے بھیج رہے ہیں، اور یہ تھوڑی سی چیز مجھے دی ہے، پس میں واسط کی طرف گیا اور کشتی سے اترا، پس سب سے پہلے جس شخص سے ملاقات کی تو اس سے حسن بن قطاۃ صیدلانی کے متعلق سوال کیا جو کہ وسط میں وقف کا وکیل تھا، پس وہ کہنے لگا میں وہی ہوں تم کون ہو، پس میں نے اس سے کہا کہ ابو جعفر عمری نے تجھے سلام کہا ہے اور یہ کپڑے اور یہ تھیلی دی ہے کہ انہیں تیرے سپرد کروں تو وہ کہنے لگا الحمد للہ تحقیق محمد بن عبد اللہ حائری کی وفات ہو گئی ہے اور میں اس کے کفن درست کرنے کے لیے باہر نکلا ہوں۔

پس اس نے کپڑے کو کھول کر دیکھا تو اس میں وہ کچھ تھا کہ جس کی ضرورت تھی حبرہ کافور میں سے اور اس تھیلی میں حمالوں اور قبر کھودنے والوں کا کرایہ اور اجرت تھی وہ کہتا ہے پس ہم نے اس کی تشییع جنازہ کی اور واپس آ گئے۔

بارھواں معجزہ! نیز حسین بن علی بن محمد قمی سے جو ابو علی بغدادی کے نام سے مشہور تھا روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں بخارا میں

تھا، پس ایک شخص نے (جو ابن جاؤ شیر کے نام سے مشہور تھا) سونے کے دس ٹکڑے مجھے دیئے کہ میں انہیں بغداد میں شیخ ابوالقاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ کے سپرد کردوں، پس میں نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا تو جب میں مغازہ امویہ میں پہنچا تو ان سے ایک ٹکڑا گم ہوگیا اور مجھے اس کا علم نہ ہوا، یہاں تک کہ میں بغداد میں داخل ہوا اور وہ سونے کے ٹکڑے باہر نکالے تا کہ آنجناب کے سپرد کردوں، پس میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک گم ہوگیا ہے تو میں نے اس کے ہم وزن ایک ٹکڑا خرید کیا اور اسے ان نو ٹکڑوں کے ساتھ ملا دیا، اس وقت میں شیخ ابوالقاسم کے پاس بغداد گیا اور وہ سونے کے ٹکڑے ان کے سامنے رکھ دیئے تو فرمایا کہ یہ ٹکڑا تم لے لو اور جو ٹکڑا گم ہوا تھا وہ ہم تک پہنچ گیا ہے اور وہ یہ ہے اور وہ ٹکڑا باہر نکالا جو مجھ سے امویہ میں گم ہوا تھا، جب میں نے اسے دیکھا تو اسے پہچان لیا۔

تیرھواں معجزہ! حسین بن علی مذکور سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک عورت نے مجھ سے سوال کیا کہ مولاً کا وکیل کون ہے تو بعض اہل قم نے اسے بتایا کہ وہ ابوالقاسم بن روح ہے، اور ان کی اس عورت کو رہبری کی، پس وہ عورت جناب شیخ کے پاس آئی اور میں بھی آنجناب کے پاس موجود تھا تو کہنے لگی اے شیخ میرے پاس کیا ہے۔

فرمایا جو کچھ بھی تیرے پاس ہے اسے دجلہ میں پھینک دے، پس اس نے جا کر پھینک دیا اور واپس ابوالقاسم روحی کے پاس آگئی اور میں بھی ان کے پاس ہی تھا، پس ابوالقاسم نے اپنے غلام سے کہا کہ ڈبیہ ہمارے پاس لے آؤ، پس وہ غلام ایک ڈبیہ ان کے پاس لے آیا تو آپ نے اس عورت سے کہا کہ یہ وہ ڈبیہ ہے جو تو نے دجلہ میں پھینکی ہے۔

کہنے لگی جی ہاں، فرمایا اب میں تجھے اس چیز کے متعلق خبر دوں جو اس میں ہے، یا تو بتائے گی وہ کہنے لگی آپ ہی بتائیں، فرمایا اس ڈبیہ میں ایک دستبلہ ہائی اور ایک بڑا کڑا ہے کہ جس میں جوہر ہے اور دو چھوٹے کڑے ہیں کہ جن میں جوہر ہے اور دو انگوٹھیاں ہیں ایک فیروزہ اور دوسری عقیق کی باور معاملہ اسی طرح تھا جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا، کوئی چیز اس میں سے نہیں چھوڑی تھی، پس وہ ڈبیہ کھولی اور جو کچھ اس میں تھا مجھے دکھایا اور عورت نے اس کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگی بعینہ وہی ہے جو میں لائی تھی اور اسے دجلہ میں پھینکا تھا پس میں اور وہ عورت اس معجزہ کے دیکھنے سے شوق کی وجہ سے بیخود ہوگئی۔

ابوعلی بغدادی مذکور نے اس حدیث اور سابقہ حدیث کے بیان کرنے کے بعد کہا کہ میں قیامت کے دن ان چیزوں کے متعلق خداوند عالم کے ہاں گواہی دوں گا کہ جو میں نے بتائی ہیں کہ یہ اسی طرح ہیں، ان میں میں نے نہ زیادتی کی ہے اور نہ کمی اور آئمہ اثناعشریہ کی قسم کھائی کہ میں نے سچ کہا ہے اور اس میں کمی و زیادتی نہیں کی۔

چودھواں معجزہ! علی بن سنان موصلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ جب حضرت ابومحمد علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اہل قم اور بلاد جبل میں سے کچھ لوگ آئے کہ جن کے پاس کچھ اموال تھے جو وہ لے کر آئے تھے جس طرح کہ ان کا دستور تھا اور انہیں آنحضرتؑ کی خبر نہیں تھی، پس جب وہ سامرہ پہنچے اور آنجنابؑ کے متعلق سوال کیا تو انہیں بتایا کہ آپؑ کی وفات ہوگئی ہے تو وہ کہنے لگے کہ ان کے بعد کون ہے، تو لوگوں نے بتایا کہ ان کا بھائی جعفر تو انہوں نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ سیر و تفریح کے

لیے باہر گیا ہے اور کشتی میں بیٹھ کر دجلہ میں شراب پی رہا ہے اور اس کے ساتھ گانے بجانے کے اسباب ہیں تو اس قوم نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ یہ تو امام کے صفات نہیں اور ان میں سے بعض نے کہا کہ چلو اور یہ اموال ان کے مالکوں کو واپس کر دیں تو ابوالعباس محمد بن جعفر حمیری قمی کہنے لگا ذرا صبر کرو، یہ شخص واپس آجائے اور اس کے معاملہ کی چھان بین کر لو۔

راوی کہتا ہے جب وہ واپس آیا تو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور سلام کیا اور کہنے لگے اے ہمارے سردار ہم اہل قم میں سے ہیں اور ہم کچھ لوگ شیعہ اور کچھ غیر شیعہ ہیں پس ہم اپنے آقا ابومحمد علیہ السلام کے لیے کچھ مال لے کر آئے ہیں تو وہ کہنے لگا وہ مال کہاں ہے ہم نے کہا کہ وہ ہمارے پاس ہے، کہنے لگا کہ وہ میرے پاس لے آؤ، وہ کہنے لگے کہ اس مال کے متعلق ایک دوسری بات ہے کہ جو ہم نے بیان نہیں کی۔

کہنے لگا وہ کیا ہے وہ کہنے لگے کہ یہ اموال عام شیعوں کی طرف سے جمع ہوتا ہے کہ جس میں ایک دینار اور دو دینار ہوتے ہیں اس وقت ان کو اکٹھا کر کے ایک تھیلی میں رکھ دیتے ہیں اور اس کو سربمہر کر دیتے ہیں، اور ہم جب لے کر آتے تھے تو ہمارے آقا فرماتے کہ تمام مال کی مقدار یہ ہے اور فلاں شخص کا اس میں اتنا ہے اور فلاں کا اتنا ہے اور فلاں کی اتنی مقدار ہے، یہاں تک کہ آپؑ تمام لوگوں کے نام بتاتے تھے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مہر پر کیا لکھا ہے۔

جعفر کہنے لگا تم جھوٹ بولتے ہو اور میرے بھائی پر ایسی چیز کا افتراء باندھتے ہو کہ جسے وہ نہیں کرتا تھا، یہ تو علم غیب ہے جب ان لوگوں نے جعفر کی باتیں سنیں تو ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پس جعفر کہنے لگا کہ وہ مال میرے پاس لے آؤ۔

وہ کہنے لگے ہم تو اجیر و مزدور ہیں کہ جنہیں مالکوں نے اجارہ پر بھیجا ہے، چونکہ ہم نے یہ چیزیں اپنے سید و سردار ابومحمد علیہ السلام سے دیکھی تھیں، اب تم امام کی تفصیلات بتاؤ ورنہ ہم اسے مالکوں کے پاس واپس لے جائیں تا کہ وہ جس طرح چاہیں وہ اس مال کے متعلق کریں۔

راوی کہتا ہے کہ پس جعفر خلیفہ کے پاس گیا اور اس سے ان کی شکایت کی، جب وہ لوگ خلیفہ کے پاس گئے تو خلیفہ نے کہا کہ یہ مال جعفر کو دے دو، وہ کہنے لگے اصلح اللہ الخلیفۃ ہم مزدور ہیں اور مال کے مالکوں کے وکیل ہیں اور یہ مال ان لوگوں کا ہے کہ جنہوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی کے سپرد نہ کریں مگر اس علامت و دلالت کے ساتھ جو ابومحمد علیہ السلام کے ساتھ جاری تھی۔

خلیفہ کہنے لگا وہ دلالت و علامت کیا تھی جو ابومحمد علیہ السلام کے ساتھ تھی۔

وہ کہنے لگے کہ وہ ہم سے اشرفیوں کی مقدار اور ان کے مالکوں کے نام اور ان اموال اور ان کی مقدار بیان کرتے تھے جب وہ ایسا کرتے تو ہم وہ مال ان کے سپرد کرتے تھے اور ہم کئی دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ علامت تھی ہماری ان کے ساتھ، اب ان کی وفات ہو چکی ہے، پس اگر یہ شخص اس امر کا مالک ہے تو یہ بھی ہمارے لیے وہ کچھ بیان کرے جو اس کے بھائی بیان کیا کرتے تھے، ورنہ ہم اموال ان کے مالکوں کی طرف واپس لے جائیں گے جنہوں نے ہمارے توسط سے بھیجا ہے۔

جعفر کہنے لگا اے امیر المومنین یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور میرے بھائی پر افتراء باندھتے ہیں اور یہ تو علم غیب ہے، پس

خلیفہ نے کہا کہ یہ لوگ قاصد ہیں اور پیغام رساں ہیں وما علی الرسول الا البلاغ رسول کا کام صرف پیغام پہنچانا ہوتا ہے۔

پس جعفر مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب اس سے نہ بن آیا تو وہ لوگ کہنے لگے اے امیر المومنین ہم پر احسان کیجئے اور کسی شخص کو حکم دیجئے کہ وہ ہماری نگہبانی کرے یہاں تک کہ ہم اس شہر سے باہر چلے جائیں۔

پس خلیفہ نے نقیب کو حکم دیا اور اس نے انہیں شہر سے باہر بحفاظت نکال دیا، جب وہ شہر سے باہر نکلے تو ایک لڑکا جو بہت خوبصورت تھا ان کے پاس آیا جو گویا غلام کی شکل وصورت میں تھا اور اس نے انہیں آواز دی کہ اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں اپنے مولا کے بلاوے پر آؤ تو وہ اس سے کہنے لگے کہ تو ہمارا مولا ہے، اس نے کہا معاذ اللہ میں تو تمہارے مولا کا غلام ہوں تم آنجناب کی خدمت میں چلو۔

پس وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ہم اپنے مولا امام حسن علیہ السلام کے مکان میں داخل ہوئے پس ہم نے دیکھا کہ ان کے فرزند ارجمند قائم علیہ السلام ایک تخت پر تشریف فرما ہیں کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپؑ کے جسم مبارک پر سبز رنگ کا لباس ہے، پس ہم نے آپؑ کو سلام کیا تو آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور اس وقت فرمایا کہ تمام مال کی مقدار اتنی ہے اور فلاں کا مال اتنا ہے، اور مسلسل آپؑ مال کے اوصاف بیان کرتے رہے، یہاں تک کہ تمام مال کا وصف بیان کیا، پھر آپؑ نے ہمارے لباس اور سواریوں کی اور جو چوپائے ہمارے پاس تھے سب کی تفصیلات بتائیں پس ہم خدا کے سجدہ میں گر پڑے اور ہم نے آپؑ کے سامنے زمین کے بوسے لیے پھر ہم جو چاہتے تھے وہ سوالات کئے اور آپؑ نے جواب دیئے۔

ہم نے وہ مال آپؑ کی خدمت میں پیش کیا، آپؑ نے ہمیں حکم دیا کہ اب کوئی چیز سامرہ کی طرف لے کر نہ آئیں اور یہ کہ ہمارے لیے ایک شخص کو بغداد میں مقرر فرمائیں گے تو مال اس کے پاس لے آئیں اور اس سے آپؑ کی توقیعات جاری ہوں گی، وہ کہتے ہیں کہ پس ہم نے حضرتؑ کے پاس سے مراجعت کی اور آپؑ نے ابو العباس محمد بن جعفر حمیری قمی کو کچھ مقدار حنوط اور کفن دیا اور اس سے فرمایا کہ خداوند عالم تیرے اجر کو تیرے نفس میں عظیم و بزرگ قرار دے۔

راوی کہتا ہے کہ جب ابو العباس عقبہ بغداد میں پہنچا تو اسے بخار آیا اور اس کی وفات ہو گئی، اس کے بعد یہ اموال بغداد میں لائے جاتے آپؑ کے مقرر کردہ افراد کی طرف اور ان کے توسط سے آپؑ کی توقیعات ظاہر ہوتی تھیں۔

پندرھواں معجزہ! ابو محمد حسن بن وجنا سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتا ہے کہ میں چون دیں حج میں نماز عشاء کے بعد پرنالے کے نیچے سجدے میں پڑا تھا یعنی کعبہ معظمہ کے پرنالے کے نیچے، اور دعا میں تضرع وزاری کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کسی نے مجھے بلایا اور پھر فرمایا کہ اے حسن بن وجنا۔

وہ کہتا ہے کہ میں کھڑا ہو گیا تو دیکھا کہ ایک زرد چہرے والی لاغر اندام کنیز ہے جو چالیس سال کی یا اس سے اوپر کی ہے، پس وہ میرے آگے چلنے لگی اور میں نے اس سے کچھ نہ پوچھا، یہاں تک کہ وہ خدیجہ کے مکان کے دروازے پر پہنچی اور وہاں ایک کمرہ تھا کہ جس کے درمیان ایک دیوار تھی، اس میں سیڑھیاں تھیں کہ جن سے اوپر جاتے تھے۔

پس وہ کنیز اوپر گئی اور آواز آئی کہ اے حسن اوپر آجا، میں اوپر جا کر دروازے پر رک گیا، پس صاحب الزمان علیہ السلام نے فرمایا اے حسن کیا تو نے خیال کیا ہے کہ تو ہم سے مخفی و پوشیدہ ہے، خدا کی قسم تو کسی وقت حج نہیں کر رہا تھا مگر یہ کہ میں تیرے ساتھ تھا۔

پس میں سخت بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑا، پھر میں کھڑا ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ اے حسن ہمیشہ مدینہ میں جعفر بن محمد کے مکان سے ملحق رہو اور تمہیں تمہارا کھانا پینا اور وہ چیز کہ جس سے اپنا تنگ ڈھانپ سکو مغموم ومہموم نہ کرے۔ پھر آپؑ نے ایک کاپی عطا فرمائی کہ جس میں دعائے فرج اور آپؑ پر بھیجی جانے والی صلوات تھی، پس آپؑ نے فرمایا کہ اس دعا کے ساتھ دعا مانگا کرو اور اس طرح مجھ پر صلوات بھیجا کرو، اور یہ سوائے میرے اولیاء کے کسی کو نہ دینا پس بیشک خداوند عالم تمہیں توفیق عطاء فرمائے گا۔

میں نے عرض کیا اے میرے مولا کیا آپؑ کو اس کے بعد میں نہیں دیکھ سکوں گا۔

فرمایا اے حسن جب خدا تعالیٰ چاہے گا، حسن کہتا ہے کہ پس میں حج سے واپس آیا اور حضرت جعفر بن محمدؑ کے مکان میں رہنے لگا اور میں اس مکان سے باہر نکل کر واپس نہیں آتا تھا مگر تین حاجتوں کے لیے، تجدید وضو کے لیے سونے کے لیے یا افطار کرنے کے لیے۔

پس جس وقت میں اپنے افطار کے لیے جاتا تو اپنے کوزے کو پانی سے پر دیکھتا اور اس کے اوپر دو روٹیاں اور روٹیوں کے اوپر وہ کچھ ہوتا جو میرا دل چاہتا پس میں وہ کھا لیتا اور وہ میری کفایت کرتا اور سردی کا لباس سردی کے زمانہ اور گرمی کے زمانہ میں اور میں اپنے مکان میں دن کو پانی لے جاتا اور اس سے مکان میں چھڑکاؤ کرتا اور کوزہ خالی رکھ دیتا، لوگ میرے کھانا لے آتے اور مجھے اس کی ضرورت نہ ہوتی، پس میں لے کر صدقہ دیتا، یہ اس لیے کرتا کہ کہیں وہ اس راز کو نہ سمجھ لیں جو میرے ساتھ رہتا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ ہمارے شیخ نے نجم ثاقب میں فرمایا ہے کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے القاب شریف میں سے ایک لقب مہدی الآیات ہے، یعنی آیات خداوندی کو ظاہر کرنے والا یا محل بروز وظہور آیات الہیہ، کیونکہ جس دن سے مسند خلافت زمین پر بچھائی گئی ہے اور انبیاء ورسل علیہم السلام نے آیات بینات اور معجزات باہرات کے ساتھ ہدایت مخلوق کے لیے اس مسند پر پاؤں رکھا ہے اور مقام ارشاد و اعلام کلمہ حق اور باطل کے مٹانے کے لیے تشریف لائے ہوئے ہیں تو خداوند عالم نے کسی کی اس طرح تکریم نہیں کی اور ایسا اعزاز نہیں فرمایا اور اتنے آیات کسی کے لیے نہیں بھیجے جو اپنے مہدی صلوات اللہ علیہ کے لیے بھیجے ہیں اور اتنی طویل عمر گزار رہے ہیں کہ خدا جانتا ہے کہاں تک پہنچے گی، پھر بھی جب ظہور کریں گے تو ہیئت وصورت چالیس سالہ جوان کی ہوگی اور ہمیشہ سفید بادل ان کے سر پر سایہ فگن ہوگا، اور زبان فصیح میں اس سے ندا آئے گی کہ یہ ہیں مہدی آل محمد علیہم السلام آپؑ اپنے شیعوں کے سر پر ہاتھ رکھیں گے تو ان کی عقلیں پختہ وکامل ہو جائیں گی، اور آپؑ کی فوج ظفر موج میں ملائکہ ظاہر بہ ظاہر ہوں گے اور لوگ انہیں دیکھیں گے، جیسا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ انہیں دیکھتے تھے، ایک لشکر جنات سے ہوگا، اور آپؑ کے لشکر میں کھانے پینے کا

سامان نہیں ہوگا، سوائے ایک پتھر کے جس سے ان کا کھانا پینا ہوگا اور آپؑ کے نور جمال سے زمین اس قدر نورانی و روشن ہوگی کہ مہر و ماہ کی ضرورت نہیں پڑے گی اور حشرات الارض اور درندوں سے شر و ضرر اٹھ جائے گا اور ان سے خوف و دحشت نہیں ہوگی، زمین اپنے خزانے اگل دے گی اور فلک دوار کی تیز رفتاری کم ہو جائے گی اور آپؑ کا لشکر پانی کے اوپر چلے گا اور پہاڑ و پتھر اس کافر کی نشاندہی کریں گے کہ جو ان کے پیچھے چھپا ہوگا اور کافر کو اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے، اور بہت سے مر جانے والے افراد (دوبارہ زندہ ہو کر) آپؑ کے لشکر میں ہوں گے جو زندوں کے سروں پر تلوار لگائیں گے اور ان کے علاوہ اور آیات مجید بھی ہیں اور اسی طرح وہ آیات ونشانیاں جو آپؑ کے ظہور و خروج سے پہلے ظاہر ہونگی کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا، جن میں سے اکثر غیبت کی کتب میں مندرج ہیں کہ جو سب حضرتؑ کے آنے کا مقدمہ اور پیش خیمہ ہیں اور کسی حجت کے آنے کے لیے ان کا عشر عشیر بھی نہیں ہوگا۔

پانچویں فصل

امام زمان صلوات اللہ علیہ کی خدمت میں غیبت کبریٰ کے زمانہ میں جانے والوں کے واقعات و قصص اور حکایات کا ذکر

چاہے وہ اشخاص کہ جنہوں نے شرفیابی کے وقت آپ کو پہچان لیا یا جدا ہونے کے بعد قرائن قطعیہ سے انہیں معلوم ہوا ہے کہ آنجناب تھے اور وہ لوگ جو کہ آنجناب کے کسی معجزہ سے عالم بیداری میں واقف ہوئے یا عالم خواب میں یا جو کسی ایسے اثر سے باخبر ہوئے جو آپ کے وجود مقدس پر دلالت کرتا تھا۔

واضح ہو کہ ہمارے شیخ نے نجم ثاقب کے اس باب میں سو حکایات بیان کی ہیں اور ہم اس کتاب میں ان میں سے تیئس حکایات پر اکتفاء کرتے ہیں، اور دو حکایات ایک الحاج علی بغدادی کی اور دوسری سید احمد رشتی کی مفاتیح میں نقل کر چکے ہیں۔

پہلا واقعہ: اسماعیل ہرقلی کا واقعہ ہے۔

عالم فاضل علی بن عیسیٰ اربلی کشف الغمہ میں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے قابل وثوق بھائیوں میں سے ایک گروہ نے خبر دی ہے کہ حلہ کے علاقہ میں ایک شخص تھا کہ جسے اسماعیل بن حسن ہرقلی کہتے تھے، وہ اس بستی کا رہنے والا تھا جسے ہرقلی کہتے ہیں، اس کی وفات میرے زمانہ میں ہوئی لیکن میں اسے دیکھ نہیں سکا، مجھ سے اس کے بیٹے شمس الدین نے یہ واقعہ بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ اس کی جوانی کے زمانہ میں اس کی بائیں ران پر ایک چیز نکل آئی کہ جسے توثہ کہتے ہیں، اس کی مقدار انسان کی بند مٹھی کے برابر تھی اور ہر موسم بہار میں اس میں سے ریشہ نکلتا تھا اور یہ درد و تکلیف اسے ہر کام سے روک دیتی تھی، وہ حلہ میں آیا اور سید رضی الدین علی بن طاؤس کی خدمت میں پہنچا اور اپنی اس تکلیف کی شکایت کی۔

سید نے حلہ کے جراحوں کو بلایا، انہوں نے اسے دیکھ کر کہا یہ توثہ رگ اکحل کے اوپر ہے اور اس کا علاج کاٹنے کے علاوہ کچھ نہیں اور اگر اس کو کاٹنے لگیں تو ہو سکتا ہے اس سے رگ اکحل کٹ جائے، اور جب وہ رگ کٹ گئی تو اسماعیل زندہ نہیں رہ سکتا اور

چونکہ اس کے کاٹنے میں عظیم خطرہ ہے، لہذا ہم اس کا ارتکاب نہیں کرتے۔

سید نے اسماعیل سے کہا کہ چونکہ میں بغداد جانے والا ہوں تم یہیں رہو تا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں اور اطباء و جراحان بغداد کو دکھاؤں، شاید ان کی معلومات ان سے زیادہ ہوں اور وہ علاج کر سکیں، سید بغداد تشریف لائے اور اطباء کو بلایا تو انہوں نے بھی وہی تشخیص کی اور وہی عذر بیان کیا۔

اسماعیل دلگیر ہوا تو سید مذکور نے ان سے کہا کہ خداوند عالم باوجود اس نجاست کے کہ جس سے تو آلودہ ہے، تیری نماز قبول کرے گا اور اس درد والم پر صبر کرنا اجر سے خالی نہیں۔

اسماعیل کہتا ہے کہ جب معاملہ اس طرح ہے تو میں سامرہ جاتا ہوں اور آئمہ ہدیٰ سے استغاثہ کرتا ہوں، وہ سامرہ کی طرف چلا گیا، صاحب کشف الغمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بیٹے سے سنا وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے والد سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں اس مشہد منور میں پہنچا اور زیارت امامین ہمامین امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کر چکا تو سرداب میں گیا اور رات کو وہاں بارگاہ الٰہی میں میں نے بہت گریہ و نالہ کیا اور صاحب الامر علیہ السلام سے استغاثہ کیا، صبح کو دجلہ کی طرف گیا اور اپنا لباس دھویا، غسل زیارت کیا اور جو لوٹا میرے پاس تھا اسے پانی سے پر کیا اور مشہد کی طرف متوجہ ہوا تا کہ ایک مرتبہ پھر زیارت کروں، ابھی قلعہ تک نہیں پہنچا تھا کہ میں نے چار سواروں کو آتے ہوئے دیکھا اور چونکہ مشہد کے گرد کچھ اشراف رہتے تھے اور انہوں نے وہاں مکانات بنا لیے تھے، لہذا مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ ان میں سے ہیں، جب وہ میرے قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے دو جوانوں نے تلواریں باندھی ہوئی ہیں، ان میں سے ایک کے تازہ داڑھی آئی ہوئی تھی، اور ایک بوڑھا پاکیزہ وضع میں تھا، اور نیزہ اس کے ہاتھ میں تھا، دوسرے نے تلوار حمائل کی ہوئی تھی، اور اس کے اوپر قبا پہنے ہوئے تھا اور تحت الحنک کیے ہوئے تھا اور نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا، پس وہ بوڑھا دائیں طرف کھڑا ہو گیا اور اس نے نیزہ کی انی زمین پر ٹیک دی اور وہ دو جوان بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور صاحب قبا راستہ کے درمیان رہا، انہوں نے مجھ کو سلام کیا تو میں نے سلام کا جواب دیا، قباپوش نے پوچھا کل جا رہے ہو، میں نے کہا جی ہاں۔

کہنے لگے آؤ تا کہ دیکھوں کہ کس چیز نے تمہیں تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے، میرے دل میں آیا کہ دیہاتی لوگ نجاست سے احتراز و پرہیز نہیں کرتے اور تو غسل کر چکا ہے اور کپڑے بھی دھو لیے ہیں اور تیرے کپڑے ابھی تر ہیں اگر اس کا ہاتھ نہ لگے تو بہتر ہے۔

میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ وہ بزرگوار خم ہوئے اور مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور اس زخم پر ہاتھ رکھ کر اسے فشار دیا کہ جس سے مجھے درد ہوا اور وہ سیدھے ہو کر زمین پر بیٹھ گئے، اس حالت کے ساتھ ہی وہ بوڑھا شخص کہنے لگا "افلحت یا اسماعیل" تو نے اے اسماعیل فلاح و نجات پائی۔

میں نے کہا "افلحتم" "تم فلاح و نجات پاؤ، اور میں تعجب میں پڑ گیا کہ اسے میرا نام کیسے معلوم ہو گیا، دوبارہ اسی بوڑھے

نے (کہ جس نے مجھ سے کہا تھا کہ تو نے چھٹکارا اور نجات پائی) کہا امامؑ ہے۔

امامؑ، میں نے دوڑتے ہوئے آپؑ کی رکاب کو چوما، امام علیہ السلام چل پڑے، اور میں آپؑ کی رکاب کے ساتھ جا رہا تھا اور جزع و فزع کرتا تھا، مجھ سے فرمایا کہ پلٹ جاؤ، میں نے عرض کیا میں کبھی آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا۔

آپؑ نے دوبارہ فرمایا کہ واپس جاؤ، کیونکہ تمہاری مصلحت واپس جانے میں ہے، میں نے اسی بات کا اعادہ کیا، پس اس شیخ نے کہا اے اسماعیل تمہیں شرم نہیں آتی کہ امام علیہ السلام نے دو دفعہ فرمایا ہے کہ واپس جاؤ تم تو ان ارشادات کی مخالفت کر رہے ہو، اس بات نے مجھ پر اثر کیا اور میں کھڑا ہو گیا۔

جب چند قدم دور گئے تو دوبارہ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا جب بغداد میں جاؤ گے، تو مستنصر تمہیں بلائے گا، اور تمہیں عطاء اور بخشش دے گا اسے قبول نہ کرنا اور میرے بیٹے رضی سے کہا کہ وہ تیرے معاملہ میں علی بن عوض کو کچھ لکھ دیں، کیونکہ میں اسے سفارش کروں گا جو کچھ تو چاہے گا وہ تجھے دے گا، میں وہیں کھڑا ہوا تھا کہ وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے اور میں نے بہت تاسف و افسوس کیا اور کچھ دیر وہاں بیٹھ گیا، اس کے بعد میں مشہد کی طرف پلٹ کر گیا تو اہل مشہد نے جب مجھے دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ تیری حالت متغیر ہے، کیا تجھے کوئی تکلیف ہے، میں نے کہا نہیں، وہ کہنے لگے کہ کسی سے کوئی جھگڑا کیا ہے، میں نے کہا کہ نہیں، لیکن یہ بتاؤ کہ جو سوار یہاں سے گزرے تھے وہ تم نے دیکھے۔

کہنے لگے کہ وہ شرفاء و سادات میں سے ہوں گے میں نے کہا کہ وہ ان شرفاء میں سے نہیں تھے، بلکہ ان میں سے ایک امامؑ تھے، ان لوگوں نے پوچھا کہ وہ شیخ یا صاحب قباء میں نے کہا کہ صاحب قباء انہوں نے کہا کہ تو نے اپنا زخم انہیں دکھایا ہے، میں نے کہا کہ ہاں انہوں نے اسے فشار دیا تھا اور اس میں درد ہوا تھا، انہوں نے میری ران کپڑا ہٹا کر دیکھی تو زخم کا کوئی اثر اس پر نہیں تھا، اور میں خود بھی دہشت سے شک میں پڑ گیا، لہذا دوسری ران دیکھی تو کوئی اثر نہ پایا۔ اس حالت میں لوگوں نے مجھ پر ہجوم کیا اور میرا کرتہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اگر اہل مشہد مجھے نجات نہ دلاتے تو میں لوگوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے کچلا جاتا، اور فریاد و فغان کی آواز اس شخص تک پہنچی جو دونوں نہروں کے درمیان ناظر و نگہبان تھا، وہ آیا اس نے واقعہ سنا اور چلا گیا تا کہ وہ اس واقعہ کو لکھ بھیجے اور میں نے رات وہیں گزاری۔

صبح کو کچھ لوگوں نے میری مشایعت کی اور دو آدمی میرے ساتھ گئے اور باقی لوگ واپس لوٹ گئے، دوسری صبح کو میں شہر بغداد کے دروازے پر پہنچا، میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ پل پر جمع ہیں اور جو شخص وہاں پہنچتا ہے اس سے اس کا نام و نسب پوچھتے ہیں، جب میں وہاں پہنچا اور انہوں نے میرا نام سنا تو میرے اوپر ہجوم کیا اور جو لباس دوبارہ پہنا تھا وہ انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور قریب تھا کہ میری روح میرے بدن سے نکل جائے کہ سید رضی الدین ایک گروہ کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور لوگوں کو میرے گرد سے دور ہٹایا اور ناظر بین النہرین نے صورت حال لکھ کر بغداد بھیج دی تھی اور انہیں اطلاع دے دی تھی۔

سید فرمانے لگے وہ شخص تو ہے کہ جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں اس نے شفا پائی ہے، وہ تو ہے کہ جس نے اس شہر میں شور وغل برپا کر رکھا ہے میں نے کہا جی ہاں سید گھوڑے سے اترے اور میری ران کپڑا ہٹا کر دیکھی چونکہ سید نے میرا زخم دیکھا ہوا تھا اور اب اس کا کوئی اثر ونشان نہ دیکھا تو انہیں کچھ دیر کے لیے غش آ گیا، جب وہ ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ وزیر نے مجھے بلایا تھا اور کہا کہ مشہد سے اس طرح کا واقعہ تحریر ہو کر آیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ شخص آپؑ سے مربوط ہے فوراً اس کی خبر مجھے پہنچاؤ اور مجھے اپنے ساتھ اس وزیر کے ہاں لے گئے جو کہ قمی تھا اور کہا کہ یہ شخص میرا بھائی اور میرے اصحاب میں سے میرا زیادہ دوست ومحبوب ہے۔ وزیر کہنے لگا وہ واقعہ اول سے لے کر آخر تک میرے سامنے بیان کرو، میں نے جو کچھ مجھ پر گزرا تھا وہ بیان کیا وزیر نے اسی وقت کچھ لوگ اطباء وجراحوں کے پاس بھیجے، وہ حاضر ہوئے تو وزیر نے کہا تم لوگوں نے اس شخص کا زخم دیکھا ہے۔

کہنے لگے کہ ہاں اس نے پوچھا کہ اس کا کیا علاج ہے، سب نے کہا کہ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ اسے کاٹ دیا جائے، اور اگر کاٹا جائے تو پھر اس کا زندہ رہنا مشکل ہے۔

اس نے پوچھا بالفرض اگر نہ مرے کب تک وہ زخم بھر سکتا ہے، وہ کہنے لگے کہ کم از کم دو ماہ تک وہ زخم باقی رہے گا، اور اس کے بعد شاید وہ مندمل ہو جائے، لیکن اس جگہ پر ایک سفید گڑھا پڑ جائے گا اور اس پر بال نہیں اُگیں گے۔

پھر وزیر نے پوچھا کہ کتنے دن ہوئے تم نے اس زخم کو دیکھا تھا، وہ کہنے گے آج دسواں دن ہے، پس وزیر نے انہیں آگے بلایا اور میری ران کو برہنہ کیا، انہوں نے دیکھا کہ اس کا دوسری ران سے بالکل کوئی فرق نہیں ہے اور اس تکلیف کا کوئی اثر ونشان باقی نہیں ہے، اس وقت طباء میں سے ایک شخص جو عیسائی تھا چیخ اٹھا اور کہنے لگا واللہ هذا من عمل المسیح خدا کی قسم یہ عیسیٰ مسیح کا کام ہے۔

وزیر کہنے لگا چونکہ یہ کام تم میں سے کسی کا نہیں تو میں جانتا ہوں کہ یہ کس کا کام ہے، اور یہ خبر خلیفہ تک پہنچی اس نے وزیر کو بلایا، وزیر مجھے اپنے ساتھ خلیفہ کے پاس لے گیا اور مستنصر نے مجھ سے کہا کہ تو وہ واقعہ بیان کر، اور جب میں نقل کر کے آخر تک پہنچا تو اس نے ایک خادم کو کہا اور وہ ہزار دینار کی ایک تھیلی لے آیا، مستنصر مجھ سے کہنے لگا کہ اسے اپنے مصارف میں صرف کرو۔

میں نے کہا کہ میں اس سے ایک دمڑی بھی نہیں لے سکتا، وہ کہنے لگا کس سے ڈرتے ہو، میں نے کہا کہ اسی سے کہ جس نے یہ کام کیا ہے کیونکہ اس نے حکم دیا تھا کہ ابوجعفر سے کوئی چیز نہ لینا، پس خلیفہ پر اس کا برا اثر ہوا اور وہ رونے لگا۔

صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ بڑے اچھے اتفاقات میں سے یہ ہے کہ ایک دن میں یہ واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کر رہا تھا جب واقعہ ختم ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان میں ایک شخص شمس الدین اسماعیل کا بیٹا ہے، اور میں اسے نہیں پہچانتا تھا، اس اتفاق سے تعجب کرتے ہوئے میں نے اس سے کہا کہ تو نے اسے اپنے باپ کی ران زخم کے وقت دیکھی تھی، وہ کہنے لگا کہ میں اس وقت بچہ تھا، البتہ میں نے صحت یابی کے وقت دیکھی تھی اس جگہ پر بال اُگ آئے تھے اور اس زخم کا نشان نہیں تھا، میرا باپ ہر سال ایک دفعہ بغداد آتا اور سامرہ جایا کرتا تھا اور مدت تک وہاں رہتا، گریہ کرتا اور افسوس کرتا تھا اور اس امید پر کہ شاید دوبارہ حضرتؑ کو وہاں دیکھے

اس جگہ پھرتا رہتا اور پھر ایک مرتبہ بھی یہ دولت اسے نصیب نہ ہوئی اور جیسا مجھے معلوم ہے کہ وہ چالیس مرتبہ سامرہ کی زیارت کے لیے گیا اور اس زیارت کا شرف تو حاصل کیا لیکن صاحب الامر علیہ السلام کے دیدار کی حسرت میں دنیا سے چل بسا۔

دوسرا واقعہ: کہ جس میں رقعہ استغاثہ کرنے کا ذکر ہے۔

عالم صالح تقی مرحوم سید محمد فرزند جناب سید عباس جو کہ اس وقت زندہ ہیں اور جبل عامل کی بستیوں میں سے جب شیت نامی بستی میں سکونت پذیر ہیں اور جناب سید نبیل عالم متجر جلیل سید صدر الدین عاملی اصفہانی داماد شیخ فقہاء عصرہ شیخ جعفر نجفی اعلی اللہ تعالی مقامہا کے چچازاد بھائیوں میں سے ہیں۔ سید محمد مذکور حکام جور کی تعدی وظلم کی وجہ سے (کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ انہیں نظام عسکریہ میں داخل کریں)

اپنے وطن بے سروسامانی کے عالم میں اس طرح روپوش ہوئے کہ جس وقت وہ جبل عامل سے نکلے تو سوائے ایک قمری کے جو کہ قرائن کا دسواں حصہ ہوتا ہے، ان کے پاس اور کچھ نہیں تھا، انہوں نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا اور ایک مدت تک سیاحت کرتے رہے اور سیاحت کے دنوں بیداری اور نیند میں بہت سے عجائبات دیکھے تھے، آخر میں نجف اشرف میں مجاور ہو گئے اور صحن مقدس کے اوپر والے کمروں میں سے قبلہ کی جانب کے ایک کمرے میں رہنے لگے، اور انتہائی پریشانی کی حالت میں وقت گزار رہے تھے، سوائے دو تین افراد کے کوئی شخص ان کے حالات سے باخبر نہیں تھا یہاں تک کہ وفات پا گئے اور ان کے وطن سے نکلنے اور وفات پانے کے درمیان پانچ سال کا عرصہ گزرا اور حقیر کے ساتھ ان کی راہ ورسم تھی، انتہائی پاکدامن باحیا وقانع تھے عزاداری کے زمانہ میں حاضر ہوتے اور کبھی دعاؤں کی کتابیں عارتہً لیتے اور چونکہ اکثر اوقات سوائے چند دانے کھجور اور صحن شریف کے کنوئیں کے پانی کے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے تھے، لہذا وسعت رزق کے لیے ادعیہ ماثورہ پر مواظبت وپابندی تام رکھتے تھے گویا کوئی دعا کم ہی ہوگی جوان سے چھوٹی ہو اور رات دن مشغول رہتے، ایک دفعہ حضرت حجتؑ کی خدمت میں عریضہ لکھنے میں مشغول ہوئے اور اس پر بنا رکھی کہ چالیس دن تک اسی طرح مواظبت وپابندی کریں کہ روزانہ سورج نکلنے سے پہلے جب کہ شہر کا چھوٹا دروازہ کھلے جو کہ دریا کی طرف تھا دائیں رخ پر گئی میدان قلعہ سے دور جائیں تا کہ انہیں کوئی نہ دیکھے اس وقت عریضہ گیلی مٹی میں بند کر کے حضرتؑ کے کسی ایک نائب کے سپرد کر کے پانی میں ڈال دیں۔

انہوں نے اڑتیس یا انتالیس دن ایسا کیا۔

فرمایا ایک دن میں سر نیچے کیے رقعہ ڈالنے والی جگہ سے واپس آ رہا تھا اور بہت کبیدہ خاطر تھا کہ میں ملتفت وہ گویا کوئی شخص میرے پیچھے عربی لباس میں رومال اور عقال سر پر رکھے مجھ سے آملا اور سلام کیا میں نے افسردگی کے عالم میں مختصر سا جواب دیا اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوا، چونکہ میرا کسی سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا، کچھ راستہ اس نے میرے ساتھ طے کیا اور میں اسی حالت میں تھا، پس اہل جبل کے لہجہ میں فرمایا سید محمد کیا مطلب اور غرض رکھتے ہو کہ آج اڑتیس یا انتالیس دن گزر گئے ہیں کہ تم سورج نکلنے سے

پہلے باہر آتے ہو اور دریا کی فلاں جگہ جا کر عریضہ دریا میں ڈالتے ہو، تمہارا گمان ہے کہ امام تمہاری حاجت پر مطلع نہیں۔

سید محمد کہتا ہے کہ مجھے تعجب ہوا، کیونکہ کوئی شخص میرے اس شغلہ سے باخبر نہیں تھا خصوصا رومال عقال کے ساتھ جو کہ جبل عامل میں مرسوم نہیں ہے، پس مجھے نعمت بزرگ و نیل مقصود اور تشریف بحضور غائب مستور امام عصر علیہ السلام کا احتمال ہوا، چونکہ میں نے جبل عامل میں سن رکھا تھا کہ حضرت کے دست مبارک اتنے نرم ہیں کہ جس طرح کوئی ہاتھ نرم نہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ مصافحہ کرتا ہوں، اگر اس مرحلہ کا احساس کیا تو لازم تشرف بحضور مبارک بجالاؤں، پس اسی حالت میں میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے تو آنجناب نے بھی ہاتھ آگے بڑھا دیئے، مصافحہ کیا تو بہت نرمی و لطافت پائی تو نعمت عظمیٰ اور موہبت کبریٰ کے حصول کا مجھے یقین ہوا، پس میں نے اپنا منہ پھیرا اور چاہا کہ آپ کے دست مبارک کا بوسہ لوں تو کسی کو نہ دیکھا۔

تیسرا واقعہ: سید محمد جبل عامل کا حضرات سلام اللہ علیہ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

نیز عالم صفی سید متقی مذکور نقل کرتے ہیں کہ جب میں مشہد مقدس رضوی میں مشرف ہوا تو باوجود نعمت کی فراوانی کے مجھ پر سخت وقت گزر رہا تھا جس دن صبح کو بنا تھی کہ زائرین وہاں سے واپس جائیں، چونکہ میرے پاس ایک روٹی بھی نہیں تھی کہ جس کی وجہ سے میں خود کو ان تک پہنچاتا، میں نے ان کی رفاقت نہ کی اور زائرین چلے گئے، ظہر کے وقت میں حرم مطہر میں مشرف ہوا، نماز فریضہ ادا کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ اگر خود کو زائرین کے ساتھ نہ ملاؤں تو دوسرا کوئی قافلہ نہیں اور اگر اس حالت میں رہ جاؤں تو جب سردی آئی تو میں تلف ہو جاؤں گا۔

میں اٹھا ضریح کے پاس گیا اور شکایت کی، افسردہ دلی کے ساتھ باہر نکلا اور دل میں کہا کہ اس بھوک کی حالت میں باہر جاؤں گا، اگر مر گیا تو راحت و آرام مل جائے گا ورنہ خود کو قافلہ تک پہنچا دوں گا، شہر کے دروازے سے باہر نکلا راستہ کا متلاشی ہوا مجھے طرفین کی نشاندہی کی گئی ہے، میں بھی غروب تک چلتا رہا لیکن کہیں نہ پہنچ سکا، میں سمجھ گیا کہ راستہ بھول گیا ہوں اور میں بے پایان، بیابان میں پہنچا کہ جس میں حنظل (کوڑتماں) کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی، بھوک و پیاس کی شدت سے تقریباً پانچ سو حنظل میں نے توڑے کہ شاید ان میں سے کوئی تربوز ہو، کوئی بھی نہ تھا، جب تک فضا روشن تھی میں اس بیابان کے اطراف میں گھومتا رہا کہ شاید کوئی پانی یا گھاس مل جائے، جب میں بالکل مایوس ہو گیا تو موت کے لیے تیار ہو گیا، اچانک ایک اونچی جگہ مجھے نظر آئی، وہاں گیا تو مجھے پانی کا چشمہ نظر آیا تو تعجب ہوا کہ بلندی پر یہ پانی کا چشمہ کس طرح ہے، شکر خدا بجالایا اور اپنے آپ سے کہا کہ پانی پی کر وضو کر کے نماز پڑھ لوں تا کہ اگر مر جاؤں تو نماز تو ادا کر چکا ہوگا۔

نماز عشاء کے بعد فضا تاریک ہو گئی اور تمام صحرا جانوروں اور درندوں سے پر ہو گئی اور ہر طرف سے عجیب و غریب آوازیں

سنیں کہ جن میں سے بہت سی آوازیں میں پہچانتا تھا، مثلاً شیر، بھیڑیا، کچھ جانوروں کی آنکھیں دور سے چراغ کی طرح نظر آئیں، مجھے دہشت ہوئی چونکہ مرنے کے علاوہ کوئی چیز باقی نہیں رہی تھی اور بہت تکلیف جھیلی تھی، میں قضاوقدر پر راضی ہوکر سو گیا، جب بیدار ہوا تو چاند کے نکل آنے کی وجہ سے فضا روشن ہو چکی تھی اور آوازیں بند ہو چکی تھیں، اور میں انتہائی کمزوری اور ضعف کی حالت میں تھا کہ ایک سوار اچانک نمودار ہوا، میں نے دل میں کہا کہ یہ سوار مجھے قتل کر دے گا، کیونکہ وہ لوٹ مار کے درپے ہوگا اور میرے پاس کچھ بھی نہیں، پس وہ غصہ میں آکر مجھے زخمی کرے گا۔

پس قریب پہنچ کر اس نے سلام کیا تو میں نے جواب دیا اور مطمئن ہو گیا، فرمایا کیا کر رہے ہو میں نے کمزوری کی حالت میں اپنی کیفیت کی طرف اشارہ کیا۔

فرمایا تیرے پہلو میں تین خربوزے پڑے ہیں کھاتا کیوں نہیں، میں چونکہ تلاش کر چکا تھا اور تربوز سے مایوس ہو گیا تھا، میں نے کہا مجھ سے مزاح وتمسخر کرتے ہو، مجھے اپنی حالت میں رہنے دو۔

فرمایا پیچھے کی طرف دیکھو، میں نے پیچھے کی طرف دیکھا تو ایک ٹوکری دیکھی جس میں تین خربوزے بڑے بڑے تھے، فرمایا ان میں سے ایک کے ساتھ بھوک مٹاؤ اور ایک میں سے آدھا صبح کو کھالینا اور ڈیڑھ خربوزہ اپنے ساتھ لے لینا، اور اس راستہ سے سیدھے روانہ ہو جاؤ، کل ظہر کے قریب آدھا خربوزہ کھالینا، البتہ تیسرے خربوزے کو نہ کھانا اور غروب کے قریب تمہارے کام آئے گا، تم سیاہ خیمے کے پاس پہنچو گے وہ تمہیں قافلہ تک پہنچادیں گے، پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔

میں نے ان میں سے ایک خربوزہ کو توڑ کر کھایا تھا تو بہت عمدہ اور میٹھا تھا کہ شاید ایسا اچھا خربوزہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا وہ میں نے کھالیا باقی دونوں خربوزے لے کر میں روانہ ہوا اور مسافت طے کرنے لگا، جب دن چڑھے ایک گھنٹہ ہو گیا تو دوسرا خربوزہ توڑ کر اس میں سے آدھا کھالیا اور باقی آدھا زوال کے وقت جب کہ ہوا بہت گرم ہو چکی تھی کھایا اور باقی ایک خربوزے کے ساتھ روانہ ہوا، غروب کے قریب دور سے مجھے خیمہ نظر آیا جب خیمہ والوں نے مجھے دیکھا تو وہ میری طرف دوڑے اور سختی سے مجھے پکڑ کر خیمے کی طرف لے گئے انہوں نے یہ گمان کیا تھا کہ میں جاسوس ہوں اور چونکہ میں عربی زبان کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا اور وہ سوائے فارسی کے کسی زبان کو نہیں جانتے تھے، لہذا میں جتنا فریاد کرتا کوئی بھی میری بات پر کان نہ دھرتا یہاں تک کہ بزرگ خیمہ کے پاس گئے اس نے پورے غصے سے کہا کہاں سے آرہے ہو سچ بتاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

میں نے فی الجملہ ہزار مشکل سے اپنے حالات کی کیفیت اور گزشتہ دن مشہد مقدس سے باہر نکلنے اور راستہ گم کرنے کو بیان کیا۔

وہ کہنے لگا اے جھوٹے سید یہ جگہیں جو تو بتاتا ہے یہاں سے کوئی متنفس عبور نہیں کر سکتا، مگر یہ کہ وہ مارا جاتا ہے اور اسے جانور چیر پھاڑ کھاتے ہیں، علاوہ ازیں اتنی مسافت جو تو بیان کرتا ہے کسی کی قدرت میں نہیں کہ وہ اتنے وقت میں طے کر سکے، کیونکہ

متعارف راستے کی مسافت یہاں سے مشہد تک تین منزل ہے اور جو تو بتاتا ہے یہ تو کئی منزلیں ہو جاتا ہے سچ بتاؤ ورنہ میں تمہیں اس تلوار سے قتل کر دوں گا اور اس نے اپنی تلوار میرے سامنے نکال لی، اس حالت میں خربوزہ میری عبا سے ظاہر ہوا۔

وہ کہنے لگا یہ کیا ہے میں نے تفصیل بتائی تو تمام حاضرین کہنے لگے کہ اس صحرا میں تو بالکل خربوزہ نہیں ہے خصوصاً اس قسم کا تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا، پس انہوں نے ایک دوسرے کی طرف رجوع کیا اور اپنی زبان میں بہت باتیں کیں گویا وہ مطمئن ہو گئے کہ یہ چیز خارق عادت ہے پس وہ آگے بڑھے اور انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور مجھے صدر مجلس میں بٹھایا اور میری عزت و احترام کیا اور میرے کپڑے بطور تبرک لے گئے اور میرے لیے عمدہ لباس لے آئے اور دو راتیں اور دو دن انہوں نے میری مہمانی نہایت عمدہ طریقہ سے کی، تیسرے دن مجھے دس تومان دیئے اور تین آدمی میرے ساتھ کئے اور مجھے قافلہ تک پہنچایا۔

چوتھا واقعہ: سید عطوہ حسنی کا آنجناب ؑ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

عالم فاضل المعی بن عیسیٰ اربلی صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سید باقی بن عطوہ علوی حسنی نے بیان کیا کہ میرا باپ عطوہ زیدی تھا اور اس کو ایک بیماری لگی تھی کہ طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے تھے اور وہ ہم بیٹوں سے آزردہ تھا اور ہمارے مذہب امامیہ کی طرف میلان کو برا سمجھتا تھا اور بارہا کہتا کہ میں تمہاری تصدیق اور تمہارے مذہب کا قائل نہیں ہوں گا جب تک تمہارا صاحب مہدی علیہ السلام نہ آئے اور مجھے اس بیماری سے نجات نہ دے، اتفاقاً ہم سب ایک رات نماز عشاء کے بعد اکٹھے بیٹھے تھے کہ ہم نے باپ کی فریاد کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا جلدی کرو۔

جب ہم تیزی کے ساتھ اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا کہ دوڑو اور اپنے صاحب سے جا ملو، ابھی ابھی وہ میرے پاس سے گئے ہیں اور ہم جتنا دوڑے، کسی کو نہ دیکھا اور واپس آ کر پوچھا کہ کیا بات ہے، وہ کہنے لگا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا اے عطوہ، میں نے کہا کہ تو کون ہے، فرمایا میں تیرے بیٹوں کا صاحب ہوں میں آیا ہوں تا کہ تجھے شفا دوں اور اس کے بعد ہاتھ بڑھایا اور میرے درد والی جگہ پر ہاتھ ملا اور میں نے اپنے آپ پر نگاہ کی تو مجھے اس بیماری کا کوئی اثر نظر نہیں آیا وہ کافی مدت تک زندہ رہا قوت و توانائی کے ساتھ، اور میں نے اس کے بیٹوں کے علاوہ دوسرے لوگوں سے یہ واقعہ پوچھا تو انہوں نے کمی و زیادتی کے بغیر بیان کیا۔

صاحب کتاب اس واقعہ اور اسماعیل ہرقلی کے واقعہ کے بعد جو کہ گزر چکا ہے کہتا ہے کہ لوگوں نے امام علیہ السلام کو حجاز وغیرہ کے راستوں میں بہت دیکھا ہے یا تو انہیں راستہ بھول جاتا تھا اور زیادہ بے بس ہوتے تھے اور حضرتؑ انہیں چھٹکارا دلاتے اور انہیں ان کے مقصد و مطلوب تک پہنچاتے۔

پانچواں واقعہ: دعائے عبرات کا تذکرہ۔

آیۃ اللہ علامہ حلی کتاب منہاج الصلاح میں دعائے عبرات کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ دعا جناب صادق جعفر بن محمد علیہ

السلام سے مروی ہے اور اس دعا کے سلسلہ میں سید سعید رضی الدین محمد بن محمد بن محمد آوی قدس اللہ سرہ کی طرف سے ایک مشہور حکایت ہے، اور بعض فضلاء کے خط سے اس جگہ کے منہاج الصلاح کے حاشیہ پر اس حکایت کو یوں نقل کرتے ہیں، مولی السعید فخر الدین محمد فرزند شیخ اجل جمال الدین یعنی علامہ کہ انہوں نے اپنے والد سے اپنے جد شیخ فقیہ سدید الدین یوسف سے سید رضی الدین مذکور سے روایت کی ہے کہ وہ طویل مدت تک انتہائی تنگی و سختی کے ساتھ سلطان جرماغون کے ایک امیر کے پاس قید تھے، پس عالم خواب میں خلف صالح منتظر صلوات اللہ علیہ کو دیکھا تو گریہ کیا اور عرض کیا اے میرے مولا ان ظالموں کے پنجہ سے چھٹکارا حاصل کرنے میں میری مدد کیجئے۔

پس حضرتؑ نے فرمایا کہ دعائے عبرات پڑھو، سید نے عرض کیا کہ دعائے عبرات کون سی ہے، فرمایا وہ دعا تمہاری مصباح میں موجود ہے سید نے عرض کیا اے میرے مولا مصباح میں یہ دعا نہیں ہے فرمایا مصباح میں دیکھو تو تمہیں مل جائے گی، پس خواب سے بیدار ہوئے صبح کی نماز پڑھی اور مصباح کھولی تو اس کے اوراق میں ایک ورقہ دیکھا کہ جس پر دعائے عبرات تحریر تھی، پس چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھی۔

اس امیر کی دو بیویاں تھیں کہ جن میں سے ایک عقلمند اور مدبرہ تھی اور امیر اس پر اعتماد رکھتا تھا، پس امیر اس کی باری کے دن اس کے پاس گیا تو وہ اس سے کہنے لگی کہ تو نے امیر المومنین کی اولاد میں سے ایک شخص کو قید کر رکھا ہے۔

امیر کہنے لگا کہ اس چیز کے متعلق تو نے کیوں سوال کیا ہے وہ کہنے لگی کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا ہے کہ گویا نور آفتاب اس کے رخسار سے چمک رہا ہے، پس اس نے میرا حلق اپنی دو انگلیوں کے درمیان لے لیا اور اس وقت فرمایا کہ میں تیرے شوہر کو دیکھ لوں گا، کہ جس نے میرے ایک بیٹے کو قید کر رکھا ہے اور کھانے پینے میں اسے تنگی دیتا ہے۔

پس میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار آپ کون ہیں، فرمایا میں علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ہوں، اس سے کہنا کہ اگر اس نے اسے رہا نہ کیا تو میں اس کو تباہ کر دوں گا، پس یہ خواب منتشر ہوا اور بادشاہ تک پہنچا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے اس بات کی خبر نہیں اور اپنے نواب سے جستجو کی اور کہنے لگا کہ تمہارے پاس کون شخص قید ہے، وہ کہنے لگے کہ ایک بزرگ علوی ہے کہ جس کی گرفتاری کا تو نے حکم دیا تھا، بادشاہ کہنے لگا کہ اسے رہا کر دو اور ایک گھوڑا بھی اسے دو تا کہ وہ اس پر سوار ہو اور اسے راستہ بھی بتا دو تا کہ وہ اپنے گھر چلا جائے، اور سید اجل علی بن طاؤس نے مہج الدعوت کے آخر میں فرمایا ہے کہ اسی قسم کی وہ دعا ہے کہ جو مجھے صدیق بھائی اور دوست محمد بن محمد قاضی آوی ضاعف اللہ جلالتہ اسعادتہ وشرف خاتمتہ نے خبر دی ہے اور اس کے لیے واقعہ عجیب اور سبب غریب نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے لیے ایک حادثہ رونما ہوا، پس اسے یہ دعا ملی ان اوراق میں کہ جن میں اس دعا کو اس نے نہیں رکھا، اس کی اپنی ہی کتابوں میں پس اس نسخہ سے اسے نقل کر لیا، جب اس نے لکھ لیا تو وہ اصل ورقہ کہ جسے اپنی کتب میں پایا تھا مفقود ہو گیا۔

چھٹا واقعہ: امیر اسحاق استر آبادی کا ہے۔

اس واقعہ کو علامہ مجلسی علیہ رحمہ نے بحار میں اپنے والد سے نقل کیا ہے اور حقیر نے ان کے والا اخوند ملا محمد تقی رحمہ اللہ کے ہاتھ سے لکھا ہوا واقعہ مشہور دعا حرز یمانی کی پشت پر زیادہ تفصیل سے دیکھا ہے بنسبت اس کے جو یہاں بحار میں ہے مع اجازہ کے جو بعض کے لیے ہے، اور ہم اس کی صورت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی اشرف المرسلین محمد وعترتہ الطاھرین وبعد۔

پس تحقیق مجھ سے التماس کیا ہے، سید نجیب ادیب حسیب زبدہ سادات عظام ونقبائے کرام امیر محمد ہاشم ادام اللہ تعالیٰ تائیدہ بجا محمد وآلہ الاقدسین کہ میں اسے حرز یمانی کا اجازہ دوں جو کہ منسوب ہے، امیر المومنین وامام المتقین وخیر الخلائق بعد سید النبیین صلوات اللہ وسلام علیہما مادامت الجنتہ مادی الصالحین۔ پس میں نے اجازہ دیا ہے اسے دام تائیدہ کو کہ وہ روایت کرے اس دعا کو مجھ سے میرے استاد کے ساتھ سید عابد زاہد امیر اسحاق استر آبادی سے جو کہ مدفون ہیں سید شباب اہل الجنتہ اجمعین کے قریب کربلا میں ہمارے مولا اور مولی الثقلین خلیفہ اللہ تعالیٰ صاحب العصر والزمان صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آباء الاقدسین سے۔ سید کہتا ہے کہ میں مکہ کے راستہ میں بے یارومددگار گزر رہا تھا، پس میں قافلہ سے پیچھے رہ گیا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور محتضر (جو مرنے لگا ہو) کی طرح چت لیٹ گیا اور کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا کہ اچانک اپنے سرہانے اپنے مولی اور عالمین کے مولی خلیفۃ اللہ علی الناس اجمعین کو دیکھا، پس آپؑ نے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اے اسحاق تو میں کھڑا ہو گیا اور میں پیاسا تھا، آپؑ نے مجھے سیراب کیا اور اپنے پیچھے سوار کر لیا، پس میں نے وہ حرز پڑھنا شروع کیا اور آنجنابؑ اس کی اصلاح کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا، اچانک میں نے اپنے آپ کو وادی ابطح میں دیکھا، پس میں سواری سے اتر آیا اور حضرتؑ غائب ہو گئے اور قافلہ نو دن بعد پہنچا اور اہل مکہ کے درمیان مشہور ہو گیا کہ میں طی الارض کے ذریعہ آیا ہوں۔

پس میں نے اپنے آپ کو ادائے فریضہ حج کے بعد پوشیدہ رکھا اور اس سید نے چالیس مرتبہ پیادہ پا حج کیا ہے، اور جب اصفہان میں ان کی خدمت سے مشرف ہوا، جب کہ کربلا سے بقصد زیارت مولی الکونین امام علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیہما آئے ہوئے تھے اور ان کے ذمہ ان کی بیوی کے حق مہر کے سات تومان تھے، اور اس کے پاس اتنی مقدار تھی کہ وہ مشہد مقدس رضوی کے کسی رہنے والے کے پاس رہتے تھے، پس انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی اجل نزدیک آ گئی ہے، تو کہنے لگے کہ میں پچاس سال کربلا میں مجاور تھا، اس لیے کہ وہاں مروں، اب مجھے خوف ہے کہ میری موت کسی دوسرے مقام پر ہو، پس جب ان کے حالات پر ہمارا یک بھائی مطلع ہوا تو اس نے وہ مبلغ ادا کیے اور انہیں کربلا کی طرف ہمارے بعض اخوان فی اللہ (جو اللہ کے لیے بھائی ہیں) کے ساتھ روانہ کیا۔

پس وہ کہتا ہے کہ جب سید کربلا پہنچا اور اپنا قرض ادا کر لیا تو بیمار ہو گیا اور نویں دن فوت ہو گیا۔اور اپنے مکان میں دفن ہوا اور میں نے اس قسم کی کئی ایک کرامات ان سے اس زمانہ میں دیکھیں جب کہ وہ اصفہان میں رہے، میرے پاس اس دعا کے بہت اجازات ہیں اور میں نے اسی پر اختصار کیا ہے،اس سید دام تائیدہ سے امید ہے کہ وہ مجھے دعا کی قبولیت کے اوقات کے وقت فراموش نہیں کریں گے،اور اس سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اس دعا کو نہ پڑھے،مگر خداوند عالم کے لیے اور اپنے دشمن کو ہلاک کرنے کے لیے نہ پڑھے جبکہ وہ شخص مومن ہو اگر چہ فاسق بھی ہو یا ظالم اور یہ کہ دنیا و دنیا کے جمع کرنے کے لیے نہ پڑھے بلکہ سزاوار ہے کہ اسکا پڑھنا خداوند عالم کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہو اور ضرر شیاطین انس و جن کے دفع کرنے کے لیے ہو اپنی ذات سے اور تمام مومنین سے اگر اس کے لیے اس میں قصد قربت ممکن ہے،تو فبہا ورنہ بہتر یہ ہے کہ قرب الہی کے علاوہ باقی مطالب کو ترک کرے۔

نمقه بیمناه الا اثرة احوج المربوبین الی رحمة ربه الغنی محمد تقی بن المجلسی الا صبحانی حامدالله تعالیٰ مصلیا علی سید الانبیآء و اوصیاء النجبآء الا صفیآء۔انتہی

اور خاتم العلماء المحدثین شیخ ابو الحسن شاگرد علامہ مجلسی کتاب ضیاء العالمین کے آخر میں اس حکایت کو اپنے استاد سے ان کے والد سے نقل کرتا ہے،سید کے مکہ تک وارد ہونے تک اس وقت کہتا ہے کہ میرے استاد کے والد نے کہا ہے کہ میں نے دعا کا یہ نسخہ اس سے امام زمانہ کی تصحیح کے ساتھ لیا ہے،اور مجھے اس نے اجازت دی ہے کہ میں اسے امامؑ سے روایت کروں اور انہوں نے بھی اپنے بیٹے کو اجازت دی تھی جو کہ میرے استاد تھے طاب ثراہ اور یہ دعا کو پڑھتا ہوں اور میں نے اس سے خیر کثیر دیکھی ہے،اور اس وقت سید کے خواب کا واقعہ بیان کیا ہے کہ اس سے خواب میں کہا گیا کہ کربلا کی طرف جانے میں جلدی کرو، کیونکہ تمہاری موت نزدیک آگئی ہے اور یہ دعا مذکور بحار الانوار کی انیسویں جلد میں موجود ہے۔

ساتواں واقعہ: جو دعائے فرج پر مشتمل ہے۔

سید رضی الدین علی بن طاؤس نے کتاب فرج المہموم میں اور علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب دلائل شیخ ابو جعفر محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ مجھے خبر دی، ابو جعفر محمد بن ہارون بن موسیٰ تلعکبری نے،وہ کہتا ہے کہ مجھے ابو الحسن بن ابو البغل کاتب نے خبر دی ہے،وہ کہتا کہ میں نے اپنے ذمہ ابو منصور بن ابو صالحان کا ایک کام لیا تھا، پھر ہمارے اور اس کے درمیان کوئی اس قسم کی چیز ہو گئی کہ جو میرے روپوش ہونے کا سبب ہوئی، پس وہ مجھے تلاش کرنے لگا،ایک مدت تک میں روپوش اور خوفزدہ رہا،اس وقت میں نے مقابر قریش کی طرف جانے کا ارادہ کیا، یعنی مرقد منور حضرت کاظم علیہ السلام جمعہ کو،اور میں نے ارادہ کیا کہ میں دعا و سوال کے لیے رات وہیں بسر کروں،اور اس رات بارش اور آندھی تھی، پس میں نے ابو جعفر منتظم و قیم سے خواہش کی کہ وہ حرم کے دروازے بند کر دے اور کوشش کرے کہ وہ مقام شریف لوگوں سے خالی ہو جائے تا کہ مجھے اس چیز کے لیے خلوت حاصل ہو کہ جسے میں چاہتا ہوں دعا و

سوال میں سے اور میں ایسے شخص کے آنے سے مامون رہوں جس کے آنے سے میں مامون نہیں تھا، اور اس کی ملاقات سے خائف تھا، پس اس نے ایسا کیا اور دروازے بند کر دیئے، آدھی رات ہوگئی اور بارش و آندھی اتنی آئی کہ جس نے لوگوں کی آمد و رفت کو بالکل بند کر دیا، اور میں وہاں رہ گیا تھا اور دعا کرتا تھا اور نماز پڑھتا تھا، میں اسی حالت میں تھا کہ اچانک میں نے کسی کے پاؤں کی آواز امام موسیٰ علیہ السلام کی سمت سے سنی، اور میں نے ایک شخص کو دیکھا جو زیارت پڑھ رہا تھا، پس اس نے آدم علیہ السلام پر سلام بھیجا، اور اولی العزم انبیاؑ کو، اور اس کے بعد ایک ایک امام پر سلام بھیجا یہاں تک کہ صاحب الزمان علیہ السلام تک پہنچا اور ان کا ذکر نہ کیا، پس میں نے اس عمل سے تعجب کیا اور میں نے کہا کہ شاید وہ آپؑ پر سلام کرنا بھول گیا ہو یا وہ انہیں نہ پہچانتا ہو، یا اس شخص کا یہ مذہب ہو۔

پس جب وہ اپنی زیارت سے فارغ ہوا تو دو رکعت نماز پڑھی اور ہمارے مولا ابوجعفر علیہ السلام کے مرقد مبارک کا رخ کیا، پس اس پہلی زیارت کی طرح زیارت کی اور وہ سلام بھیجا اور دو رکعت نماز پڑھی، میں اس سے ڈر رہا تھا چونکہ میں اسے نہیں پہچانتا تھا، میں نے دیکھا کہ وہ کامل و مکمل جوان ہے اور اس کے بدن پر سفید لباس ہے اور اس کے سر پر عمامہ ہے کہ جس کے لیے تحت الحنک اس کی ایک طرف رکھی ہوئی ہے، اور کندھے پر ردا ڈالے ہے۔

پس وہ کہنے لگے اے ابوالحسین بن ابوالبغل دعائے فرج کیا ہے میں نے عرض کیا وہ کون سی دعا ہے، اے میرے سید و سردار و آقا۔ فرمایا دو رکعت نماز پڑھو اور کہو "یامن اظهر الجميل و ستر القبيح یامن لم يواخذ بالجريرة ولم يهتك الستر يا عظيم المن يا كريم الصفح يا حسن التجاوز يا واسع المغفرة يا باسط اليدين بالرحمة يا منتهى كل نجوى و يا غاية كل شكوى يا عون كل مستعين يا مبتدئا بالنعم قبل استحقاقها" یا ربّاہ دس مرتبہ یارب غیاثاہ دس مرتبہ "اسئلك بحق هذه الاسماء و بحق محمد وآله الطاهرين عليهم السلام الا ما كشفت كربي ونفست همي و فرجت غمي واصلحت حالي" اور اس کے بعد جو چاہو دعا مانگو اور اپنی حاجت طلب کرو، اس وقت اپنا دایاں رخسار زمین پر رکھ کر سو مرتبہ سجدہ میں کہو "یا محمد یا علی یا علی یا محمد اكفياني فانكما كافياني وانصراني فانكما ناصراي" اور پھر بائیں رخسار کو زمین پر رکھ کر سو مرتبہ کہو اور کہو اَدرکنی۔ اور اسے بار بار کہو اور کہو الغوث الغوث الغوث، یہاں تک کہ تمہارا سانس رک جائے، اور اپنا سر اٹھا لو، پس بیشک خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے انشاء اللہ تمہاری حاجت کو پورا کرے گا، پس جب میں نماز و دعا میں مشغول ہوا تو وہ باہر چلے گئے، جب میں فارغ ہوا تو ابوجعفر کے پاس باہر گیا تا کہ اس شخص سے اس کے حالات دریافت کروں کہ وہ کس طرح اندر آ گیا تھا، تو میں نے دیکھا کہ دروازے بدستور مقفل ہیں، پس مجھے اس سے تعجب ہوا، اور میں نے کہا کہ شاید یہاں کوئی دروازہ ہو کہ جسے میں نہیں جانتا، پس میں نے اپنے آپ کو ابوجعفر تک پہنچایا، اور وہ بھی تیل کے کمرے سے باہر آیا، یعنی جس کمرے میں روضہ انور میں چراغ جلانے کے لیے تیل کا ذخیرہ تھا، پس میں نے اس سے شخص مذکور کے حالات اور اندر آنے کی کیفیت پوچھی تو وہ کہنے لگا کہ دروازے تو بند ہیں جس طرح تم دیکھ رہے ہو، میں نے انہیں نہیں کھولا، پس میں نے اسے اس واقعہ کی خبر دی تو وہ کہنے لگا کہ یہ ہمارے مولا صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ ہیں، اور تحقیق کہ میں

نے اس قسم کی راتوں میں جب کہ روضہ مقدس لوگوں سے خالی ہو آپ کو بار ہا دیکھا ہے۔

پس مجھے افسوس ہوا اس چیز پر جو مجھ سے فوت ہوئی اور طلوع صبح صادق کے قریب میں باہر نکلا اور محلہ کرخ میں وہاں چلا گیا کہ جہاں چھپا ہوا تھا، پس چاشت کا وقت نہیں ہوا تھا کہ اصحاب ابن ابوالصالحان میری ملاقات کے متلاشی ہوئے اور میرے دوستوں سے میرے متعلق سوال کرتے تھے، اور ان کے پاس وزیر کی طرف سے اس کے ہاتھ کا لکھا امان نامہ تھا کہ جس میں ہر قسم کی نیکی اور اچھائی تھی، پس میں اس کے پاس اپنے دوستوں میں سے ایک امین کے ساتھ حاضر ہوا تو وزیر کھڑا ہوا اور مجھے سینہ سے لگایا اور آغوش میں لیا، اس طرح کہ جو اس سے پہلے اس سے معہود نہیں تھا، پس وہ کہنے لگا کہ حالات تجھے یہاں تک کھینچ کر لے گئے ہیں کہ تو نے صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ سے میری شکایت کی ہے۔

میں نے کہا کہ میری طرف سے تو دعا تھی، آنجناب سے سوال کیا تھا وہ کہنے لگا وائے ہو تجھ پر میں نے گزشتہ رات خواب میں اپنے مولا صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ کو دیکھا ہے یعنی جمعہ کی رات کہ آپؑ نے مجھے کسی قسم کی نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھ سے سختی کی ہے، اتنی کہ میں اس سے ڈر گیا، پس میں نے کہا لا الہ الا اللہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ حق ہیں اور منتہائے حق۔ میں نے گزشتہ رات اپنے مولا کو بیداری میں دیکھا ہے، اور مجھ سے آپؑ نے اس طرح فرمایا ہے، اور میں نے تفصیل سے بیان کیا جو کچھ کہ میں نے اس مشہد شریف میں دیکھا تھا، پس اس نے تعجب کیا اور اس کی طرف سے میرے لیے اچھے امور اس سلسلہ میں صادر ہوئے اور میں اس کی طرف سے اپنے مولا صلوات اللہ علیہ کی برکت سے اس مقصد تک پہنچا کہ جس کی مجھے امید نہ تھی۔

مولف کہتا ہے کہ چند دعائیں ہیں، جو دعائے فرج کے نام سے موسوم ہیں پہلی یہ دعا جو اس واقعہ میں مذکور ہے، دوسری وہ دعا ہے جو کتاب شریف جعفریات میں امیر المومنینؑ سے ہے، کہ آنجنابؑ جناب رسول خداؐ کے پاس آئے۔ اور کسی حاجت کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تجھے وہ کلمات نہ سکھاؤں کہ جو جبریلؑ بطور ہدیہ میرے پاس لایا ہے، اور وہ انیس حروف ہیں کہ جن میں سے چار جبرئیل کی پیشانی پر اور چار میکائیل کی اور چار اسرافیل کی پیشانی پر اور چار کرسی کے اردگرد ہیں اور تین حول عرش ہیں، پس جو مصیبت زدہ و بیچارہ و مہموم و مغموم یا جو بادشاہ سے یا شیطان سے ڈرتا ہے۔ دعا کرے تو خداوند عالم اس کی کفایت کرتا ہے اور وہ کلمات یہ ہیں۔

یا عماد من لا عماد له ریا مند عن لا سند له ویا ذخر من ذخر له ویا حرز من
لا حرز له و
یا فخر من لا فخر له ویا رکن من لا رکن له یا عظیم الرجاء یا عزا الضعفاء یا
منقذ الغرقی یا منجیا
للهکی یا محسن یا منعم یا مفضل اسئل الله الذی لا اله الا انت الذی

سجدلك مسوار رضوء

النهار و شعاع الشمس ونور القمر ودوی الماء و حفیف الشجر یا الله یا

رحمن یاذالجلال والاکرام

امیرالمومنینؑ اس دعا کو دعائے فرج کا نام دیتے تھے، تیسری شیخ ابراہیم کفعمی نے جنۃ الواقیہ میں روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول میں غنی وتونگر تھا اب فقیر ہوگیا ہوں، صحیح تھا اب مریض ہوں، لوگوں کی نگاہ میں مقبول تھا، پس مبغوض ہوگیا ہوں، ان کے دلوں پر خفیف تھا، اب سنگین و بوجھل ہوگیا ہوں، میں فرحناک اور خوش تھا، پس مجھ پر ہموم کا ہجوم ہوگیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود میرے لیے تنگ ہوگئی ہے ، اور وسیع و دراز دن کے اندر میں طلب رزق میں گردش کرتا رہتا ہوں، لیکن مجھے اتنا نہیں ملتا کہ میں اس سے اپنا پیٹ بھر سکوں، گویا میرا نام دفتر رزق سے مٹا دیا گیا ہے۔

پس نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا شاید تو میراث ہموم کو کیا کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ میراث ہموم کیا ہے، فرمایا شاید عمامہ بیٹھ کر باندھتا ہے، اور پاجامہ کھڑے ہو کر پہنتا ہے یا اپنے ناخن کو دانتوں سے کاٹتا ہے یا اپنے رخسار کو اپنے دامن سے ملتا ہے یا کھڑے پانی میں پیشاب کرتا ہے یا منہ کے بل سوتا ہے؟

عرض کیا کہ ان میں سے بعض کام کرتا ہوں، حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو، اور ضمیر خالص کرو اور اس دعا کو پڑھو کہ یہ دعائے فرج ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم الهی طموح الآمال قد خابت لدیك ومعاکف الهمم قد تقطعت الا علیك و مذاهب العقول قد سمت الا الیك فالیك الرجآء والیك الملتجیٰ یا اکرم مقصود ویا اجود مسئول هربت الیك بنفسی یا ملجأ الهاربین باثقال الذنوب احملها علیٰ ظهری وما اجدلی الیك شافعاً سویٰ معرفتی بانك اقرب من رجاه الطالبون ولجا الیه المضطرون واهل ما لدیه الراغبون یامن فتق العقول بمعرفته واطلق الالسن بحمده وجعل ما امتن به علیٰ عباده کفآر لتادیة حقه صل علی محمد وآله ولا تجعل للهموم علیٰ عقلی سبیلا ولا للباطل علی عملی دلیلا وافتح لی بخیر الدنیا یاولی الخیر۔

چوتھی فاضل متبحر سید علی خان مدنی کلم الطیب میں اپنے جد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دعائے فرج ہے۔

اللھم یا ودود یا ودود یا ذالعرش المجید یا فعالا لما یرید اسئلك بنور وجهك الذی ملا ارکان عرشك وبقدرتك التی قدرت بها علی جمیع خلقك وبرحمتك التی وسعت کل شیء لا اله الا انت یا مهدی یا معین لا اله الا انت یا اله البشر یا عظیم الخطر منك الطلب والیك الهرب وقع بالفرج یا مغیث اغثنی۔ تین سو مرتبہ کہو

پانچویں دعائے فرج جو کہ محقق سبزواری کی کتب مفاتیح النجاۃ میں مروی ہے اور اس کی ابتداء ہے۔

اللھم انی اسئلك یا الله یا الله یا من علا فقهر۔ الخ اور وہ طویل ہے۔

آٹھواں واقعہ: شریف عمر بن حمزہ کا حضرت علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

شیخ جلیل وامیر زاہد ورام بن ابوفراس نے کتاب منبہۃ الخاطر کی دوسری جلد کے آخر میں فرمایا ہے کہ مجھے خبر دی سید جلیل شریف ابوالحسن علی بن ابراہیم عریضی، علوی، حسینی نے اس سے کہا کہ مجھے خبر دی علی بن نما نے، وہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی ابومحمد حسن بن علی بن حمزہ اقاسی نے شریف علی بن جعفر بن علی مدائنی علوی کے گھر میں، وہ کہتا ہے کہ کوفہ میں ایک بوڑھا دھوبی رہتا تھا جو زہد کے نام سے موسوم تھا اور وہ گوشہ نشینوں کی لڑی میں منسلک تھا اور وہ عبادت کے لیے منقطع تھا اور آثار صالحین کی پیروی کرتا تھا۔ پس ایسا اتفاق ہوا کہ ایک دن وہ میرے والد کی مجلس میں بیٹھا تھا اور یہ شیخ میرے والد کے لیے نقل حدیث کر رہا تھا، اور اس بوڑھے کی طرف متوجہ تھا پس وہ شیخ کہنے لگا میں ایک رات مسجد جعفی میں تھا اور وہ پشت کوفہ پر قدیم مسجد ہے آدھی رات ہو چکی تھی اور میں عبادت کے لیے علیحدہ جگہ تھا، اچانک میں نے دیکھا کہ تین افراد آ رہے ہیں، پس وہ مسجد میں داخل ہوئے جب مسجد کے صحن کے درمیان پہنچے تو ان میں سے ایک بیٹھ گیا، پس اس نے زمین پر دائیں بائیں ہاتھ پھیرا تو پانی جوش مارنے لگا اس نے اس پانی سے کامل وضو کیا اس وقت ان دو اشخاص کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بھی وضو کر لیں انہوں نے وضو کیا پھر وہ آگے کھڑا ہو گیا اور انہیں نماز باجماعت پڑھانے لگا تو میں نے بھی ان کے ساتھ نماز باجماعت پڑھی جب اس نے سلام پھیرا اور نماز سے فارغ ہوا تو مجھے اس کی حالت سے تعجب ہوا اور میں نے اس کام کو پانی کے زمین سے باہر آنے کی وجہ سے عظیم سمجھا تو میں نے جو کہ میری دائیں طرف تھا اس شخص کے حالات کے متعلق ان دو اشخاص میں سے ایک سے پوچھا اور کہا کہ یہ کون ہے وہ کہنے لگا یہ صاحب الزمان الامر حضرت امام حسن علیہ السلام کے فرزند ہیں۔

پس میں آنجنابؑ کے قریب گیا اور ان کے مبارک ہاتھوں کا بوسہ لیا اور آنجنابؑ سے عرض کیا، اے فرزند رسول شریف عمر بن حمزہ کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں کیا وہ حق پر ہے،

فرمایا نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ ہدایت حاصل کرے مگر یہ کہ مجھے دیکھنے سے پہلے وہ مرے گا نہیں۔اور ہم نے شیخ کی یہ بات نئی اور عجیب سمجھی، پس کافی زمانہ گزر گیا اور شریف کی وفات ہوگئی لیکن یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ اس کی امام زمان علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے، پس جب ہم شیخ زاہد کے ساتھ اکٹھے ہوئے تو میرے دل میں وہ واقعہ آیا جو اس نے بیان کیا تھا اور میں نے اس سے اعتراض کرنے والے شخص کی طرح کہا کہ کیا تم نے بیان نہیں کیا تھا کہ یہ شریف عمر اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ صاحب الامر علیہ السلام کو نہ دیکھ لے کہ جس کی طرف تو نے اشارہ کیا تھا، تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ تجھے کیسے معلوم ہوگیا ہے کہ اس نے آنجناب کو نہیں دیکھا۔

اس کے بعد ہم شریف ابوالمناقب فرزند شریف بن حمزہ کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوئے اور درمیان میں اس کے والد کا ذکر آ گیا تو وہ کہنے لگے کہ ایک رات ہم اپنے والد کے پاس تھے اور وہ اس بیماری میں مبتلا تھا کہ جس میں وفات پائی ان کی طاقت ختم ہوگئی اور آواز پست ہو چکی تھی، ہمارے دروازے بند تھے تو اچانک ایک شخص کو دیکھا کہ ہمارے پاس اندر آیا ہم اس سے ڈر گئے اور ہم نے اس کے داخل ہونے کو عجیب سمجھا اور ہم اس سے غافل ہو گئے کہ اس سے کوئی سوال کریں، پس وہ ہمارے والد کے پہلو میں بیٹھ گیا اور اس سے آہستہ آہستہ باتیں کرتا رہا اور میرے والد گریہ کر رہے تھے، اس وقت وہ کھڑا ہوگیا اور ہماری نگاہوں سے غائب ہوگیا، ہمارے والد نے اپنے آپ کو مشقت و زحمت میں ڈال کر کہا مجھے بٹھاؤ، پس ہم نے اسے بٹھایا اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا اسے بلاؤ، ہم اس کے پیچھے گئے ہم نے دیکھا کہ دروازے بند ہیں اور اس کا نام ونشان نہ مل سکا، پس اس کی طرف لوٹ کر آئے اور اسے اس شخص کے حالات بتائے کہ وہ ہمیں نہیں ملا اور ہم نے اپنے باپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ صاحب الامر علیہ السلام تھے اس وقت وہ بیماری کی سختی و سنگینی کی طرف پلٹ گیا اور بے ہوش ہوگیا۔

مولف کہتا ہے کہ ابو محمد حسن بن حمزہ اقساسی جو عزالدین اقساسی کے لقب سے مشہور تھا اجلاء سادات شرفاء وعلماء کوفہ میں سے شاعر ماہر تھا، ناصر باللہ عباسی نے اسے نقیب سادات مقرر کیا تھا یہ وہی ہے کہ جب مستنصر باللہ عباسی کے ساتھ جناب سلمان کی زیارت کے لیے گیا تو مستنصر نے اس سے کہا کہ غالی شیعہ جھوٹ بولتے ہیں اور باتوں میں کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام ایک ہی رات میں مدینہ سے مدائن آئے اور سلمان کو غسل دیا اور اسی دن واپس پلٹ گئے۔

عزالدین نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

انکرت لیلة اسری الوصی الیٰ
ارض المدائن لما ان لها طلبا
وغسل الطهر سلمانا وعاد الیٰ
عراص یثرب والاصباح ما وجبا
وقلت ذلك من قول الغلاة وما

ذنب الغلاة اذالم یوردوا کذباً
فاصف قبل ردالطرف من سبأ
بعرش بلقیس وانی بخرق الحبا
فانت فی آصف لم تغل فیه بلی
فی حیدر انا غال ان ذا عجبا
ان کان احمد خیر المرسلین فذا
خیر الوصیین اوکل الحدیث ھبا

تو انکار کرتا ہے کہ جب وصی چلے مدائن کی زمین کو جب انہیں بلایا گیا انہوں سلمان کے میت کو غسل دیا اور واپس آ گئے یثرب میں جب صبح نہ ہوئی تھی اور تو نے کہا کہ یہ غالیوں کی بات ہے اور یہ غالیوں کا جھوٹ ہے۔ اور آصف بن برخیا پک جھپکنے میں تخت بلقیس ملک سبا سے لایا ہے اب آصف کے بارے تجھے غلو نہیں لگتا اور حیدرؑ کے بارے تجھے غلو لگتا ہے یہ تعجب کی بات ہے۔ مگر یاد رکھ اگر احمد تمام مرسلین سے افضل ہیں تو حیدر کرار تمام اوصی سے افضل ہیں یا یہ سب باتیں من گھڑت ہیں۔

اور مسجد جعفی کوفہ کی مشہور و مبارک مساجد میں سے ہے، حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس میں چار رکعت نماز زہرا علیہا السلام پڑھی اور طویل مناجات جو کہ کتب مزار میں موجود ہے اور میں نے صحیفہ ثانویہ علویہ میں اسے ذکر کیا ہے اور اس وقت اس مسجد کا کوئی اثر و نشان باقی نہیں ہے۔

نواں واقعہ: ابوراجح حمامی کا ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب السلطان المفرج عن اہل الایمان تالیف عالم کامل سید علی بن عبدالحمید نیلی نجفی نے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ مختلف علاقوں میں مشہور ہوا ہے اور اہل زمانہ کے درمیان ابوراجح حمامی کا واقعہ مشہور ہو گیا جو کہ حلہ میں تھا بتحقیق کہ اعیان اماثل اور اہل صدق افاضل کی ایک جماعت نے اس واقعہ کو بیان کرنے والوں میں سے ایک شیخ زاہد عابد محقق شمس الدین محمد بن قارون سلمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حلہ میں ایک حاکم تھا کہ جسے مرجان صغیر کہتے تھے اور وہ ناصبیوں میں سے تھا اس نے لوگوں سے کہا کہ ابوراجح ہمیشہ صحابہ کو سب کرتا رہتا ہے، پس اس خبیث نے حکم دیا کہ اسے حاضر کیا جائے جب وہ حاضر ہوا تو حکم کیا کہ اسے ماریں پیٹیں، اتنا اس کو پیٹا گیا کہ وہ ہلاکت تک پہنچ گیا اور اس کے تمام بدن پر مارتے رہے یہاں تک کہ اس کے چہرہ پر اتنا مارا کہ اس کی شدت سے اس کے دانت گر گئے اور اس کی زبان باہر نکال کر آہنی زنجیر کے ساتھ باندھ دی اور اس کے ناک میں سوراخ

کیا اور بالوں کی بنی ہوئی رسی اس کے ناک کے سوراخ میں داخل کی، اور اس بالوں کی بنی ہوئی رسی کا سرا ایک دوسری رسی سے باندھا اور وہ رسی اپنے اعوان کی ایک جماعت کے ہاتھ میں دے دی اور ان کو حکم دیا کہ اسے ان زخموں کے باوجود اور اسی ہیئت میں حلہ کی گلیوں میں پھرائیں اور زدوکوب کریں، پس وہ اشقیاء اس کو لے گئے اور اتنا زدوکوب کیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ پس اس کی اس حالت کی اس لعین کو خبر دی گئی اور اس خبیث نے اس کے قتل کا حکم دے دیا، حاضرین نے کہا کہ وہ بوڑھا آدمی ہے اور اس کے اتنے زخم لگ چکے ہیں جو اسے قتل کر دیں گے۔ اب اس کے قتل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، لہذا خود کو اس کے قتل کرنے میں شامل نہ کرو اور اتنا اصرار اس کی سفارش کے سلسلہ میں کیا کہ اس نے اس کی رہائی کا حکم دے دیا اس کی زبان کا گوشت پھٹ گیا اور اس پر ورم آ گیا تھا، بھلے مانس لوگ اسے اس کے گھر چھوڑ آئے اور انہیں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ وہ اسی رات مر جائے گا، جب صبح ہوئی تو لوگ اس کے پاس گئے دیکھا کہ وہ کھڑا ہوا ہے اور نماز میں مشغول ہے اور وہ صحیح و سالم ہو چکا ہے اس کے گرے ہوئے دانت واپس آ گئے اس کے زخم مندمل ہو چکے ہیں اور اس کے زخموں کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ اور اس کے چہرہ کی شکستگی زائل ہو چکی ہے پس لوگوں کو اس کی حالت پر تعجب ہوا اور اس کے متعلق اس سے سوال کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں اس حالت کو پہنچ گیا تھا کہ میں نے موت کا معائنہ کر لیا اور میری زبان باقی نہیں تھی کہ خدا سے سوال کرتا، پس دل سے خداوند عالم کی بارگاہ میں سوال کیا اور استغاثہ اور دادرسی کی خواہش اپنے مولا حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ سے کی جب رات تاریک ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ میرا گھر پر نور ہو گیا ہے اچانک میں نے صاحب الامرؑ کو دیکھا کہ آپؑ نے اپنا دست مبارک میرے چہرہ پر پھرا اور فرمایا کہ باہر جاؤ اور اپنے اہل و عیال کے لیے کام کرو تحقیق کہ خداوند عالم نے تمہیں شفا بخشی ہے، پس میں نے اس حالت میں صبح کی ہے جو دیکھ رہے ہو اور شیخ شمس الدین محمد بن قارون مذکور راوی حدیث کہتا ہے کہ میں خداوند عالم کی قسم کھاتا ہوں کہ ابوراجح شخص کمزور جسم زرد رنگ بدصورت اور کمزور قسم کا تھا، اور میں ہمیشہ اس کے حمام میں جایا کرتا تھا تو وہ موجود ہوتا اور میں اسے اسی حالت و شکل میں دیکھتا کہ وہ مرد صاحب قوت اور درست قد و قامت ہو گیا ہے اور اس کی داڑھی لمبی اور چہرہ سرخ ہو چکا ہے اور اس جوان کی طرح ہو گیا ہے کہ جس کی عمر بیس سال ہو، وہ اسی ہیئت و جوانی میں رہا، یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوا۔ اور جب اس کی خبر مشہور ہوئی تو حاکم نے اسے بلایا جب وہ حاضر ہوا، کل اسے اس حالت میں دیکھا تھا اور آج اسے اس حالت میں دیکھا کہ جیسے بیان ہو چکا ہے اور زخموں کے آثار اس میں نہیں تھے اور اس کے گر جانے والے دانت دوبارہ درست ہو چکے تھے، پس حاکم لعین پر اس حالت سے رعب عظیم طاری ہوا اور وہ اس سے پہلے جب اپنی مجلس میں بیٹھتا تو اپنی پشت حضرتؑ کی طرف کرتا کہ جو حلہ میں ہے، اور اس کی پشت پلید قبلہ اور آنجنابؑ کی طرف ہوتی، اور اس واقعہ کے بعد اپنا منہ آپؑ کے مقام کی طرف کر کے بیٹھا اور اہل محلہ کے ساتھ نیکی و مدارات کرنے لگا اور اس واقعہ کے چند دن بعد مر گیا، لیکن اس معجزہ باہرہ نے اس خبیث کو کوئی فائدہ نہ دیا۔

دسواں واقعہ: اس کاشی بیمار کا ہے کہ جس نے حضرت سلام اللہ علیہ کی برکت سے شفا پائی۔

اور نیز بحار میں ذکر فرمایا ہے کہ اہل نجف کے ایک گروہ نے مجھے خبر دی ہے کہ اہل کاشان میں سے ایک شخص نجف اشرف میں آیا تھا اور وہ عازم حج بیت اللہ تھا، پس وہ نجف میں سخت قسم کی بیماری میں مبتلا ہو کر علیل ہو گیا یہاں تک کہ اس کی ٹانگیں سوکھ گئیں اور اس میں چلنے پھرنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ اس کے ساتھی اسے ایک نیک آدمی کے پاس چھوڑ گئے کہ جس کا حجرہ صحن مقدس میں تھا، اور وہ شخص ہر روز اسے اندر چھوڑ کر دروازہ بند کر کے صحرا کی طرف سیر و تفریح اور در نجف چننے کے لیے چلا جاتا، پس ایک دن وہ بیمار اس شخص سے کہنے لگا کہ میرا دل تنگ ہو گیا ہے اور اس جگہ سے مجھے وحشت ہوتی ہے مجھے آج اپنے ساتھ لے لو اور مجھے کسی جگہ ڈال دینا۔ اس وقت جہاں چاہو چلے جانا پس وہ بیمار کہتا ہے کہ وہ شخص راضی ہو گیا اور مجھے اپنے ساتھ باہر لے گیا، اور شہر سے باہر ایک مقام تھا اس نے اپنے کپڑے دھوئے اور وہاں ایک درخت پر ڈال کر صحرا کی طرف چلا گیا اور میں وہاں تنہا رہ گیا اور میں سوچ رہا تھا کہ آخر میرا معاملہ کہاں تک پہنچے گا اچانک میں نے ایک خوبصورت جوان گندم گوں کو دیکھا کہ وہ اس صحن میں داخل ہوا اور مجھ کو سلام کیا اور اس حجرہ میں چلا گیا جو اس مقام میں تھا اور محراب کے پاس چند رکعت نماز خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھی کہ جیسی نماز میں نے اس عمر گی کے ساتھ کبھی نہ دیکھی تھی اور جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میرے پاس آیا اور میرے حالات پوچھے، میں نے کہا کہ میں ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں کہ جس سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے نہ تو خدا مجھے اس سے عافیت دیتا ہے، تا کہ میں صحیح و سالم ہو جاؤں اور نہ مجھے دنیا سے لے جاتا ہے، تا کہ اس سے چھٹکارا پاؤں۔ اس نوجوان نے مجھ سے فرمایا کہ محزون نہ ہو عنقریب خدا تجھے دونوں چیزیں عطاء فرمائے گا پھر وہ اس جگہ سے چلا گیا اور باہر نکل گیا میں نے دیکھا کہ وہ کپڑا درخت سے زمین پر گر پڑا، میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اسے دھو کر درخت پر ڈال دیا اس کے بعد میں نے غور کیا کہ میں تو اپنی جگہ سے نہیں اٹھ سکتا تھا اب یہ کیسے ہوا کہ میں اٹھ کر چلا اور جب میں نے اوپر نگاہ ڈالی تو کسی قسم کی تکلیف اپنے جسم میں نہ دیکھی تو میں نے جان لیا کہ وہ شخص حضرت قائم علیہ السلام تھے کہ خداوند عالم نے ان کی برکت اور اعجاز سے مجھے شفا بخشی ہے، پھر میں اس مقام کے صحن سے باہر نکلا اور صحرا میں نظر دوڑائی تو کسی کو نہ دیکھا تو میں بہت پشیمان اور نادم ہوا کہ کیوں میں حضرت کو نہیں پہچان سکا، پس صاحب حجرہ میرا ساتھی آیا اور اس نے میری حالت کے متعلق سوال کیا اور میں نے جو کچھ گزرا تھا اس کی خبر دی اور وہ بھی بہت متحیر ہوا کہا سے اس بزرگوار کی ملاقات میسر نہ ہوئی پھر اس کے ساتھ میں حجرے کی طرف گیا اور صحیح و سالم تھا۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھی اور رفیق حج سے واپس آئے اور چند دن ان کے ساتھ رہا اور پھر بیمار ہو گیا اور وفات پائی تو اسے صحن میں دفن کیا گیا اور ان دونوں چیزوں کی صحت ظاہر ہوئی کہ جن کی حضرت قائم صلوات اللہ علیہ نے اسے خبر دی تھی ایک عافیت اور دوسری موت، مولف کہتا ہے کہ مخفی نہ رہے کہ منجملہ امامؑ کے کچھ محل مخصوص ہیں جو آنجنابؑ کے مقام سے مشہور ہیں، مثلاً وادی السلام و مسجد

سہلہ وحلہ وخادج قم وغیرہ کے مقامات اور ظاہر یہ ہے کہ کوئی شخص ان مواضع میں شرف ملاقات سے مشرف ہوا یا یہ کہ آنجنابؑ سے کوئی معجزہ وہاں ظاہر ہوا ہے اور اس بناء پر وہ جگہ اماکن شریفہ دمتبرکہ میں داخل ہوگئی اور محل انس وتردد ملائکہ اور باعث قلت شیاطین ہوگئی اور یہ چیز بھی اجابت دعا اور قبولیت عبادات کے اسباب قریبہ میں سے ہے اور اخبار میں آیا ہے کہ خداوند عالم کے لیے کچھ جگہیں ہیں کہ وہ پسند کرتا ہے کہ وہاں اس کی عبادت کی جائے اور ان جیسے مقامات کا وجود مساجد مشاہد آئمہ علیہم السلام ومقابر امامزادگان وصلحاء وابرار کی طرح جو کہ اطراف وبلاد میں ہیں، الطاف خفیہ الٰہیہ میں سے ہے، بیچارے مضطر بیمار مقروض مظلوم خوفزدہ اور محتاج وغیرہ بندگان خدا کے لیے جو کہ صاحبان ہموم متفرق قلوب ومشقت خاطر اور قلق حواس ہیں کہ وہ لوگ وہاں آکر پناہ لیں اور تضرع وزاری کریں اور صاحب وسیلہ کے مقام ومنزلت کے واسطہ سے خداوند عالم سے سوال کریں اور اپنے درد کی دوا طلب کریں اور شفا مانگیں اور رفع شر اشرار کریں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کی دعا فوراً مقرون با اجابت ہوتی ہے، بیماری کے ساتھ جاتے ہیں اور عافیت لے کر پلٹتے ہیں اور مظلوم جاتے اور مغبوط (جس پر رشک کیا جائے) واپس آتے ہیں، اور پریشان حال جاتے ہیں اور آسودہ خاطر لوٹتے ہیں، البتہ جتنا اس جگہ کے آداب واحترام کی کوشش کریں گے وہاں زیادہ خیر وبرکت دیکھیں گے اور احتمال ہے کہ یہ تمام جگہیں ان گھروں کے حکم میں داخل ہوں کہ جن کے متعلق خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ ان کا مقام بلند ہونا چاہیے، اور ان میں خدا کا نام لیا جائے اور مدح فرمائی ہے کہ ان لوگوں کی جو صبح وشام وہاں خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور اس جگہ اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

گیارہواں واقعہ: انار اور بحرین کے ناصبی وزیر کا ہے۔

نیز اس کتاب میں فرمایا ہے کہ ثقات کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ ایک مدت تک بحرین کا علاقہ عیسائیوں کے ماتحت تھا اور عیسائیوں نے ایک مسلمان کو وہاں کا حاکم مقرر کیا ہوا تھا اس خیال سے کہ شاید مسلمان حاکمیت کی وجہ سے وہ علاقہ زیادہ آباد رہے اور یہ چیز ان شہروں کے لیے زیادہ مصلحت کا باعث ہو، اور وہ حاکم ناصبی تھا اور اس کا ایک وزیر تھا جو ناصبیت اور عداوت میں اس حاکم سے شدید تر تھا اور ہمیشہ اہل بحرین سے بسبب اس محبت ودوستی کے جو اہل بحرین کو اہل بیت رسالت سے تھی عداوت ودشمنی کا اظہار کیا کرتا تھا پس وہ وزیر لعین ہمیشہ اس علاقہ کے لوگوں کے قتل کرنے اور ضرر پہنچانے کے لیے بہانے تراشتا تھا، پس ایک دن وہ وزیر خبیث حاکم کے دربار میں آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک انار تھا کہ جو اس نے حاکم کو دیا، حاکم نے جب دیکھا تو اس پر تحریر تھا لا الہ اللہ محمد رسول اللہ وابوبکر وعمر وعثمان وعلی خلفاء رسول اللہ۔

جب حاکم نے نظر کی تو دیکھا کہ وہ تحریر اصل انار سے ہے، اور وہ مخلوق کی کاریگری نہیں، پس وہ اس چیز سے متعجب ہوا اور وزیر سے کہا کہ یہ علامت ظاہر ہے اور دلیل قوی ہے، رافضیوں کے مذہب کے باطل ہونے کی، اب اہل بحرین کے متعلق تیری کیا رائے ہے۔

وزیر کہنے لگا کہ یہ متعصب لوگ ہیں جو دلیل وبراہین سے انکار کرتے ہیں، لہذا آپ کے لیے مناسب یہ ہے کہ

انہیں بلائیں اور یہ انار دکھائیں، اگر وہ قبول کرلیں اور اپنے مذہب کو چھوڑ دیں تو آپ کے لیے بہت زیادہ ثواب ہے اور اگر وہ اپنا مذہب چھوڑنے سے انکار کریں اور اپنی گمراہی پر قائم رہیں تو انہیں تین چیزوں کے درمیان مختار قرار دو، یا تو وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دیں (کفار کی طرح) یا اس دلیل کا جواب لے آئیں، حالانکہ ان کے لیے کوئی چارہ کار نہیں، یا یہ وہ ان کے مردوں کو قتل کرو اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالو اور ان کے مال و اسباب کو غنیمت میں لے لو۔ حاکم نے اس لعین کی رائے کو پسند کیا اور کسی کو ان کے علماء و افاضل و اخیار لوگوں کے پاس بھیجا اور انہیں دربار میں حاضر کیا اور انہیں خبردار کیا کہ اگر شافی و وافی جواب نہ لائے تو تمہارے مردوں کو قتل اور عورتوں و بچوں کو قید اور تمہارے مال و اسباب کو لوٹ لوں گا، یا یہ کہ ذلت کے ساتھ کفار کی طرح جزیہ ادا کرو۔

جب انہوں نے یہ باتیں سنیں تو حیران ہو گئے اور وہ جواب کی قدرت نہیں رکھتے تھے اور ان کے رنگ اڑ گئے اور جسم کانپنے لگے، پس ان کے بڑے اور بزرگ لوگ کہنے لگے اے امیر ہمیں تین دن کی مہلت دے دو شاید ہم کوئی ایسا جواب لے آئیں کہ جس پر تو راضی ہو اور اسے پسند کرے۔ اور اگر ہم کوئی جواب نہ لا سکے تو پھر جو تیرا دل چاہے ہمارے ساتھ سلوک کرنا، حاکم نے انہیں تین دن کی مہلت دے دی تو وہ خوف و حیرانگی کے عالم میں اس کے دربار سے باہر نکلے اور وہ ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے اور اپنی سوچ و بچار کرنے لگے یہاں تک کہ ان کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ وہ بحرین کے صالحین و زاہدین میں سے دس افراد کو چنیں، جب وہ انتخاب کر چکے تو پھر ان دس افراد میں سے تین کو انتخاب کیا، پھر ان تین میں سے ایک سے کہا کہ تم آج رات صحرا کی طرف جاؤ اور خدا کی عبادت کرو، اور ہمارے زمانہ کے امام صاحب الامرؑ کی بارگاہ میں استغاثہ کرو، کیونکہ وہ ہمارے امام زمانہ اور ہم پر حجت خدا ہیں شاید وہ تمہیں اس عظیم مصیبت سے بچنے کا کوئی چارہ بتائیں، پس وہ شخص باہر نکلا اور ساری رات خضوع و خشوع سے خدا کی عبادت کرتا رہا اور اس نے گریہ وزاری کی اور خدا سے دعا اور امام صاحب الامر علیہ السلام سے استغاثہ کیا صبح تک دیکھا، لیکن کوئی چیز نہ دیکھی، اور ان کے پاس واپس آ گیا اور انہیں بتا دیا۔ دوسری رات ایک دوسرے شخص کو انہوں نے بھیجا اور اس نے بھی ساتھی کی طرح دعا و تضرع و زاری کی اور کوئی چیز نہ دیکھی۔

پس ان لوگوں کا قلق و اضطراب بڑھ گیا اور تیسرے کو بلایا اور وہ شخص پرہیزگار تھا کہ جس کا نام محمد بن عیسیٰ تھا وہ بزرگوار تیسری رات سر و پا برہنہ صحرا کی طرف گئے، وہ رات بہت تاریک تھی وہ دعا و گریہ میں مشغول رہے اور خداوند تعالیٰ سے توسل کیا کہ وہ اس بلا و مصیبت کو مومنین سے دور کر دے، اور صاحب الامرؑ سے استغاثہ کیا۔

جب رات کا آخری وقت آیا تو اس نے سنا کہ کوئی شخص اس سے خطاب کر رہا ہے کہ اے محمد بن عیسیٰ کیوں میں تمہیں اس حالت میں دیکھ رہا ہوں اور تم اس بیابان کی طرف کس لیے آئے ہو، وہ کہنے لگا اے شخص مجھے میرے حال پر چھوڑ دے، کیونکہ میں ایک امر عظیم کے ماتحت باہر نکلا ہوں اور اسے بیان نہیں کروں گا، مگر اپنے امامؑ کے سامنے، اور اس کی شکایت نہیں کروں گا مگر اس سے جو کہ منکشف اور دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

وہ شخص کہنے لگا اے محمد بن عیسیٰ میں صاحب الامرؑ ہوں، لہٰذا اپنی حاجت بیان کرو، محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ اگر آپؑ صاحب

الامرؑ ہیں تو آپؑ کو میرا واقعہ اور معاملہ بھی معلوم ہے اور کہنے کی ضرورت نہیں۔

فرمایا ہاں سچ کہتے ہو تم اس مصیبت کی وجہ سے باہر نکلے ہو جو مخصوص اس انار کی وجہ سے تم پر وارد ہوئی ہے، اور اس دھمکی کی وجہ سے جو توعید و تخویف حاکم نے تم سے کی ہے۔

محمد بن عیسیٰ کہتا ہے کہ جب یہ کلام معجز نظام میں نے سنا تو اس کی طرف متوجہ ہوا کہ جدہر سے یہ آواز آرہی تھی اور عرض کیا ہاں اے میرے مولا آپؑ کو معلوم ہے کہ کیا مصیبت ہم پر آن پڑی ہے اور آپؑ ہی ہمارے امام و ملاذ و پناہ ہیں اور آپؑ قادر ہیں اس بلا و مصیبت کو دور کرنے پر۔

پس آنجنابؑ نے فرمایا اے محمد بن عیسیٰ وزیر لعنہ کے گھر میں ایک انار کا درخت ہے، جب اس درخت پر پھل لگا تو اس نے مٹی سے انار کی شکل کا ایک سانچہ بنایا اور اسے نصف کیا اور ہر ایک نصف میں اس کتابت میں سے کچھ لکھا اور انار ابھی چھوٹا اور ابھی درخت پر ہی تھا کہ اسے اس سانچہ کے درمیان قرار دیا اور اسے باندھ دیا، چونکہ وہ انار اس کے درمیان پڑا ہوا تھا تو اس تحریر کا اثر اس پر رہ گیا اور وہ اس طرح ہو گیا ہے، پس صبح کے وقت جب حاکم کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ میں اس دلیل کا جواب لے آیا ہوں، لیکن اس وزیر کے گھر میں ظاہر کروں گا، پس جب وزیر کے گھر کے اندر جاؤ تو تم اندر جاتے ہوئے اپنی دائیں طرف ایک بالائی کمرہ دیکھو گے، پس اس حاکم سے کہو کہ میں اس اوپر والے کمرے میں ہی جا کر جواب دوں گا، بہت جلدی ہی وہ وزیر اس کمرہ میں داخل ہونے سے پس و پیش کرے گا، لیکن تم اصرار کرنا اور تاکید کرنا اس کمرہ میں جانے پر اور وزیر کو اکیلا اس کمرے میں اپنے سے پہلے نہ جانے دینا اور تم خود پہلے کمرے میں جانا اور اس کمرے میں ایک طاقچہ تمہیں نظر آئے گا کہ جس میں سفید رنگ کی ایک تھیلی ہوگی، اس تھیلی کو لے لینا، کیونکہ وہ مٹی کا سانچہ اسی میں ہے کہ جس میں اس ملعون نے حیلہ و بہانہ کیا ہے، پھر حاکم کی موجودگی میں وہ انار اس سانچے اور قالب کے اندر رکھو تا کہ اس کا مکر و حیلہ معلوم ہو جائے، اور اے محمد بن عیسیٰ ایک دوسری علامت یہ ہے کہ حاکم سے کہنا کہ ہمارا دوسرا معجزہ یہ ہے کہ جب اس انار کو توڑا جائے گا تو اس میں سوائے دھوئیں اور خاکستر کے دوسری کوئی چیز ظاہر نہیں ہوگی، اور کہنا کہ اگر اس بات کی سچائی دیکھنا چاہتے ہو تو وزیر کو حکم دیجئے کہ وہ اسے لوگوں کے سامنے توڑے، جب وہ اسے توڑے گا تو وہ خاکستر اور دھواں وزیر کے منہ اور داڑھی پر پڑے گا۔

خوشی کے ساتھ اپنے گھر واپس لوٹ آیا جب صبح ہوئی تو حاکم کے پاس گیا اور محمد بن عیسیٰ نے وہ سب کچھ کیا جو امام علیہ السلام نے اسے حکم دیا تھا۔ اور وہ سب معجزات ظاہر ہوئے جن کی امامؑ نے خبر دی تھی، پس حاکم محمد بن عیسیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ امور تجھے کس نے بتائے ہیں تو اس نے کہا کہ امام زمانہؑ نے اور وہ جو ہم پر خدا کی حجت ہیں۔ والی نے کہا تمہارا امام کون ہے؟

پس محمد نے یکے بعد دیگر تمام آئمہ علیہم السلام کا اسے تعارف کرایا یہاں تک کہ حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ تک پہنچا۔ حاکم کہنے لگا کہ ہاتھ بڑھاؤ تا کہ میں اس مذہب پر بیعت کروں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے کے

بندے اور رسول ہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد بلا فصل خلیفہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں، پھر یکے بعد دیگرے ان کے آخری امام علیہ السلام تک کا اقرار کیا اور اس کا ایمان اچھا ہو گیا اور وزیر کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل بحرین سے معذرت چاہی۔

یہ واقعہ اہل بحرین کے ہاں مشہور ہے اور محمد بن عیسیٰ کی قبر بھی ان کے نزدیک معروف ہے، اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

بارھواں واقعہ: ایک شیعہ کا ایک سنی سے مناظرہ کرنا ہے۔

عالم فاضل خبیر مرزا عبداللہ اصفہانی شاگرد علامہ مجلسی کتاب ریاض العلماء کی قسم اول کی دوسری فصل میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم بن محمد بن القاسم حاسمی جو کہ فاضل و عالم کامل اور حاسمی کے لقب سے مشہور ہیں اور ہمارے علماء کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ قدماء وہ ہمارے اصحاب میں سے ہیں اور امیر سید حسین عاملی جو مجتہد کے لقب سے معروف اور سلطان شاہ عباس صفوی کے ہمعصر تھے، وہ اپنے رسالہ کے اواخر میں کہ جسے دنیا و آخرت کے اہل خلاف کے حالات میں تالیف کیا ہے، بعض مناظرات کے مقام ذکر میں جو کہ شیعہ اور اہل سنت کے درمیان ہوئے ہیں اس عبارت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ان میں سے وہ حکایت عجیب و غریب ہے جو شہر پاکیزہ ہمدان میں شیعہ اثناعشری اور ایک شخص سنی کے درمیان واقع ہوئی کہ جسے میں نے ایک پرانی کتاب میں دیکھا ہے کہ حسب عادت جس کے متعلق احتمال ہے کہ اس کی تاریخ کتاب اب سے تین سو سال پہلے کی ہے، اور اس کتاب میں اس طرح تحریر تھا کہ ایک عالم شیعہ اثناعشری کہ جس کا نام ابوالقاسم محمد بن ابوالقاسم حاسمی اور اہلسنت کے ایک عالم کہ جس کا نام رفیع الدین حسین تھا دونوں کے درمیان دوستی اور مصاحبت قدیم اور اموال میں شرکت اور اکثر حالات میں اور سفروں میں میل جول واقع ہو گیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے اپنے مذہب کو نہیں چھپاتا تھا اور مزاح کے طور پر ابوالقاسم رفیع الدین کو ناصبی اور رفیع الدین ابوالقاسم کو رافضی کہا کرتا تھا، اور ان کے درمیان اس دوستی اور اکٹھے رہنے کے باوجود مذہب کے سلسلہ میں مباحثہ و مناظرہ نہیں ہوتا تھا، یہاں تک کہ اتفاقاً شہر ہمدان کی مسجد میں کہ جسے مسجد عتیق کہتے تھے، ان کے درمیان بحث چھڑ گئی۔ گفتگو کے دوران رفیع الدین نے فلاں وفلاں اشخاص کو امیر المومنین علی علیہ السلام پر فضیلت دی اور ابوالقاسم نے رفیع الدین کے قول کو رد کیا اور امیر المومنین علیہ السلام کو افضل قرار دیا اور اپنے مذہب پر بہت سی آیات و احادیث سے استدلال کیا اور وہ بہت سے مقامات و کرامات و معجزات بیان کیے جو آنجنابؑ سے صادر ہوئے تھے۔

رفیع الدین نے معاملہ کو برعکس قرار دیا اور ابوبکر کی افضلیت پر غار میں رسولؐ کی صحبت میں رہنے اور اس کے صدیق اکبر کے خطاب سے مہاجرین و انصار کے درمیان مخاطب ہونے سے استدلال کیا اور نیز کہا کہ ابوبکر مہاجرین و انصار کے درمیان رسولؐ کا خسر ہونے اور خلافت و امامت کے ساتھ مخصوص تھا اور نیز رفیع الدین نے کہا کہ ابوبکر کی شان میں نبی اکرمؐ سے دو حدیثیں صادر ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ تو میرے پیراہن کی طرح ہے۔الخ۔ اور دوسری یہ کہ میرے بعد دو افراد کی

پیروی کرنا، ابوبکر اور عمر کی۔

ابوالقاسم شیعہ اس کی بات سننے کے بعد کہنے لگا کہ تو کس طرح اور کس سبب سے ابوبکر کو افضل قرار دیتا ہے۔ سید اوصیاء سند اولیاء حامل لواء امام جن وانس قسیم جنت ونار پر، حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آنجنابؑ صدیق اکبر اور فاروق اظہر برادر رسول خدا اور زوج بتول زہرا ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آنجنابؑ رسول خداؐ کے غار کے طرف ظالم وفاجر وکفار کے ڈر سے جانے کے وقت حضرتؐ کے بستر پر سوئے اور عسرت وفقر وفاقہ کی حالت میں آنحضرتؐ کے شریک کار رہے، اور رسول خداؐ نے اول اسلام میں مسجد کی طرف کے سب صحابہ کے دروازے بند کرا دیئے سوائے آنجنابؑ کے دروازے کے اور علیؑ کو اپنے دوش مبارک پر بتوں کو توڑنے کے لیے سوار کیا اور خداوند علی واعلیٰ نے جناب فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے ملا اعلیٰ میں کی۔ اور آپ نے عمرو بن عبدود کے ساتھ جنگ کی اور خیبر فتح کیا اور چشم زدن جتنا بھی خدا سے شرک نہ کیا بخلاف ان تین اشخاص کے اور رسول خدا نے انہیں چار انبیاء کے مشابہ قرار دیا جہاں فرمایا کہ جو آدمؑ کے علم نوحؑ کے فہم موسیٰ کی شدت وہیبت اور عیسیٰؑ کے زہد کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ علی علیہ السلام کے چہرہ کی طرف دیکھے اور ان فضائل وکمالات ظاہرہ وباہرہ اور رسول خداؐ کی قرابت قریبہ اور ان کے لیے سورج کے پلٹ آنے کے باوجود کس طرح جائز اور معقول ہے کہ ابوبکرؓ کو علیؑ پر فضیلت دی جائے۔

جب رفیع الدین نے ابوالقاسم کی یہ بات سنی کہ وہ علی علیہ السلام کو ابوبکر پر فضیلت دے رہا ہے تو ان کا پایہ مصادقت ابوالقاسم کے ساتھ منہدم ہو گیا اور کچھ باتیں کرنے کے بعد رفیع الدین نے ابوالقاسم سے کہا کہ جو شخص مسجد میں پہلے آیا تو جو کچھ وہ حکم کرے گا میرے مذہب کے حق میں یا تیرے مذہب کے حق میں اس کی اطاعت کریں گے۔ اور چونکہ ابوالقاسم کے سامنے اہل ہمدان کا عقیدہ واضح تھا یعنی یہ کہ وہ اہلسنت ہیں تو وہ اس شرط سے خوفزدہ تھا جو اس کے اور رفیع الدین کے درمیان واقع ہوئی تھی، لیکن زیادہ مجادلہ ومباحثہ کی وجہ سے اسے قبول کرنی پڑی۔ ابوالقاسم مجبوراً اور ناپسند کرنے کے باوجود راضی ہو گیا اور شرط مذکور پر قرار ہونے کے فوراً بعد ایک نوجوان وارد ہوا کہ جس کے چہرہ سے جلالت ونجابت کے آثار ظاہر تھے، اور اس کی حالت سے ہویدا تھا کہ وہ سفر سے آرہا ہے، وہ مسجد میں داخل ہوا اس نے مسجد کے اندر طواف کیا اور طواف وگردش کرنے کے بعد ان کے پاس آیا۔ رفیع الدین انتہائی اضطراب و تیزی میں کھڑا ہوا اور سلام کے ساتھ اس جوان سے اس چیز کے متعلق عرض کیا جو اس کے اور ابوالقاسم کے درمیان مقرر تھی، اور زیادہ اصرار کیا اجوان سے اپنا عقیدہ ظاہر کرنے کے متعلق اور تاکیدی قسم کھائی اور اسے قسم دی کہ وہ اپنے عقیدہ کو اسی طرح ظاہر کرے کہ جس طرح وہ واقعہ میں ہے، تو اس جوان نے توقف کئے بغیر دو اشعار فرمائے۔

متی اقل مولای افضل منهما!
اکن للذی فضلته منتقصا!
الم تری ان السیف یزری بحده
مقالك هذا السیف اهذی من العصا

میں نے کب کہا ہے کہ میرے مولا ان دونوں سے افضل ہیں (اگر ایسا کہوں) تو جس کو میں نے فضیلت دی ہے میں اس کی تنقیص کرنے والا ہوں گا کیا دیکھتا نہیں کہ تلوار کی تیزی اور دھار کے لیے عیب ہے، تیرا یہ کہنا کہ یہ تلوار عصا اور لاٹھی سے زیادہ تیز ہے۔

جب ان دو اشعار کے پڑھنے سے فارغ ہوا تو ابوالقاسم اور رفیع الدین اس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ اس کے حالات کا تفحص کریں کہ وہ جوان ان کی نظروں سے غائب ہو گیا، اور کوئی اس کا اثر و نشان ظاہر نہ ہوا اور رفیع الدین نے جب اس امر عجیب و غریب کو دیکھا تو اپنا باطل مذہب ترک کر کے مذہب حقہ اثنا عشریہ کا اعتقاد رکھ لیا۔

صاحب ریاض نے یہ واقعہ کتاب مذکور سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ظاہراً وہ جوان حضرت قائم علیہ السلام تھے اور اس کلام کی دو ابیات مؤید ہے کہ جس کو ہم نویں باب میں بیان کریں گے، باقی رہے یہ دو اشعار تو یہ کچھ تغیر و زیادتی کے ساتھ کتب علماء میں اس طرح موجود ہیں۔

يقولون لی فضل عليا عليهم
فلست اقول التبر اعلی من الحصا
اذا انا فضلت الامام عليهم
اكن بالذی فضلته منتقصا
الم تری ان السيف يزری بحده
مقالة هذا السيف اعلی من العصا

ترجمہ: مجھ سے کہتے ہیں کہ علیؑ کو ان پر فضیلت دو تو میں نہیں کہتا کہ سونا کنکر سے بہتر ہے، اگر میں امام کو ان پر فضیلت دوں تو جس کو میں فضیلت دے رہا ہوں، میری طرف سے اس کی تنقیص ہو گی، کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تلوار کی دھار کے لیے عیب ہے یہ کہنا کہ یہ تلوار لاٹھی سے بہتر ہے، اور ریاض میں فرمایا ہے کہ وہ پہلے اشعار ان ابیات کا مادہ ہیں، یعنی ان کے انشاء کرنے والے نے ان سے اخذ کیا ہے۔

تیرہواں واقعہ: شیخ حر عاملی کا آنجناب سلام اللہ علیہ کی برکت سے اپنی بیماری سے شفا پانا۔

محدث جلیل شیخ حر عاملی نے کتاب اثبات الہداۃ میں فرمایا ہے کہ میں بچپن کے زمانہ میں جب کہ دس سال کا تھا سخت قسم کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ اس طرح کہ میرے عزیز و اقارب جمع ہو کر مجھ پر گریہ و زاری کرنے لگے اور میری عزاداری کے لیے تیار

ہو گئے، اور انہیں یقین ہو گیا کہ میں اس رات مر جاؤں گا پس میں نے پیغمبر اکرمؐ اور بارہ اماموں علیہم السلام کو دیکھا اور میں خواب و بیداری کے درمیان تھا، پس میں نے سب کو سلام کیا اور ایک ایک سے مصافحہ کیا اور میرے اور حضرت صادق علیہ السلام کے درمیان گفتگو ہوئی جو مجھے یاد نہیں رہی، سوائے اس کے کہ آپ نے میرے حق میں دعا فرمائی، پس میں نے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کو سلام کیا اور آنجنابؑ سے مصافحہ کیا اور میں رونے لگا۔

میں نے عرض کیا کہ اے میرے مولا مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اس بیماری میں مر نہ جاؤں، اور اپنا مقصد علم و عمل کا ہاتھ میں نہ لے سکوں، آپؑ نے فرمایا کہ ڈرو نہیں، کیونکہ تم اس بیماری میں نہیں مرو گے، بلکہ خداوند تبارک و تعالیٰ تمہیں اس بیماری سے شفا دے گا اور تمہاری عمر طویل ہوگی، پھر آپؑ نے ایک پیالہ میرے ہاتھ میں دیا جو کہ آپؑ کے دست مبارک میں تھا میں نے اس میں سے کچھ پیا اور فوراً شفایاب ہو گیا بیماری بالکل مجھ سے دور ہو گئی اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے اہل و عیال کو تعجب ہوا میں نے انہیں یہ بات چند باتوں کے بعد بتائی۔

چودھواں واقعہ: حضرتؑ نے مقدس اردبیلی کی ملاقات کا واقعہ۔

سید محدث جزائری سید نعمت اللہ نے انوار النعمانیہ میں فرمایا ہے کہ میرے مشائخ میں سے علم و عمل میں زیادہ قابل وثوق بزرگ نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے مولا اردبیلی کا اہل تفرش میں سے ایک شاگرد تھا کہ جس کا نام میر علام تھا، اور وہ انتہائی فضل و ورع میں تھا، وہ نقل کرتا ہے کہ میرا کمرہ اس مدرسہ میں تھا جو قبہ شریفہ پر محیط ہے، پس یوں اتفاق ہوا کہ میں اپنے مطالعہ سے فارغ ہوا۔ رات کافی گزر چکی تھی میں اپنے کمرے سے باہر نکلا اور حضرت شریفہ کے اطراف میں دیکھ رہا تھا اور وہ رات انتہائی تاریک تھی پس میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ حضرت شریفہ (روضہ حضرت امیرؑ) کی طرف رخ کئے آ رہا تھا تو میں نے دل میں کہا کہ شاید یہ چور ہے اور وہ قندیلوں میں سے کسی چیز کی چوری کرنے کے لیے آیا ہے میں اپنی رہائش گاہ سے نیچے اترا اور اس کے قریب گیا، وہ مجھے نہیں دیکھ رہا تھا پس وہ حرم مطہر کے دروازے کے قریب پہنچا اور کھڑا ہو گیا میں نے دیکھا کہ قفل گر پڑا ہے اور اس کے لیے دروازہ کھل گیا اور اس طرح دوسرا اور تیسرا دروازہ، اور وہ قبر شریف سے مشرف ہوا اور اس نے سلام کیا قبر کی طرف سے اس کا جواب آیا پس میں نے اس کی آواز کو پہچانا کہ وہ امام علیہ السلام سے کسی مسئلہ علمیہ میں بات کر رہا تھا، اس وقت وہ شہر سے باہر نکلا اور مسجد کوفہ کی طرف متوجہ ہوا۔

پس میں اس کے پیچھے ہو لیا اور وہ مجھے نہیں دیکھ رہا تھا، جب وہ اس محراب میں پہنچا کہ جس میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام شہید ہوئے تھے، میں نے سنا کہ وہ اسی مسئلہ میں کسی دوسرے شخص سے گفتگو کر رہا ہے پھر وہ واپس لوٹا اور میں بھی اس کے پیچھے لوٹا اور وہ مجھے نہ دیکھ سکا پس جب وہ ولایت کے دروازہ (نجف اشرف) پر پہنچا تو صبح روشن ہو چکی تھی اور میں نے اپنے آپ کو اس پر ظاہر کیا اور میں نے عرض کیا اے مولا میں اول سے لے کر آخر تک آپؑ کے ساتھ تھا، پس مجھے بتایئے کہ وہ پہلا شخص کون تھا کہ جس کے ساتھ کوفہ میں گفتگو کی ہے پس آپؑ نے مجھ سے عہد و پیمان لیے کہ جب تک ان کی وفات نہ ہو یہ راز کسی کو نہ بتاؤں اس کے بعد مجھ سے

فرمایا اے میرے بیٹے بعض مسائل مجھ پر مشتبہ ہو جاتے ہیں، تو بسا اوقات میں رات کے وقت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی قبر کے پاس جاتا ہوں اور اس مسئلہ میں آنجنابؑ سے گفتگو کرتا ہوں اور جواب سنتا ہوں اور اس رات مجھے صاحب الزمان علیہ السلام کا حوالہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ میرا بیٹا مہدیؑ آج رات مسجد کوفہ میں ہے، پس اس کے پاس جاؤ اور یہ مسئلہ ان سے جا کر پوچھو اور یہ بزرگوار حضرت مہدی علیہ السلام تھے۔

پندرہواں واقعہ: آخوند ملا محمد تقی مجلسی کا واقعہ۔

اور وہ اس طرح ہے کہ شرح من لا یحضرہ الفقیہ میں متوکل بن عمیر کے حالات کے ضمن میں جو کہ صحیفہ کاملہ سجادیہ کا راوی ہے ذکر کیا ہے کہ میں اوائل بلوغ کے وقت مرضات خداوندی کا طالب اور رضائے الٰہی کی طلب میں کوشاں تھا اور مجھے آنجناب کے ذکر سے قرار نہیں تھا، یہاں تک کہ میں نے خواب و بیداری کے درمیان دیکھا کہ صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ اصفہان کی جامع مسجد کے طنابی دروازے کے قریب کھڑے ہیں جو کہ آج کل میری درسگاہ ہے، پس میں نے آنجنابؑ کو سلام کیا اور ارادہ کیا کہ آپؑ کے پائے مبارک کا بوسہ لوں، پس آپؑ نے ایسا نہ کرنے دیا اور مجھے پکڑ لیا تو میں نے آپؑ کا دست مبارک کا بوسہ لیا اور آپؑ سے وہ مسائل پوچھے جو مجھ پر مشکل تھے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ میں اپنی نماز میں وسوسہ کرتا تھا اور میں کہتا تھا کہ یہ نماز اس طرح نہیں کہ جس طرح مجھ سے مطلوب ہے اور میں قضا نمازیں پڑھنے میں مشغول تھا اور میرے لیے تہجد میسر نہیں تھی میں نے اپنے استاد شیخ بہائی رحمۃ اللہ سے اس کا حکم پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نماز تہجد کے قصد سے ایک نماز ظہر و عصر و مغرب بجالاؤ اور اسی طرح میں کیا کرتا تھا تو میں نے حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام سے سوال کیا کہ میں نماز تہجد پڑھا کروں، فرمایا ہاں اسے پڑھو اور وہ مصنوعی نماز نہ پڑھو جو پڑھا کرتے ہو، اور اس کے علاوہ بھی میں نے مسائل پوچھے جو کہ مجھے یاد نہیں رہے۔

اس وقت میں نے عرض کیا کہ میرے مولا میرے لیے یہ میسر نہیں ہے کہ میں ہر وقت آپؑ کی خدمت میں پہنچ سکوں، پس مجھے کوئی ایسی کتاب عطا فرمائیں کہ جس پر میں ہمیشہ عمل کروں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے مولا محمد تاج کو تیرے لیے کتاب عطا کر دی ہے۔ اور میں خواب میں اسے پہچان رہا تھا، پس فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور اس سے وہ کتاب لے لو، پس میں مسجد کے دروازے سے باہر نکلا جو آپ کے روبرو تھا اور بطیخ کی طرف گیا جو کہ اصفہان کا ایک محلہ ہے جب میں اس شخص کے پاس گیا اور اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ تجھے صاحب الامر علیہ السلام نے میرے پاس بھیجا ہے میں نے کہا کہ ہاں پس اس نے اپنی بغل سے ایک پرانی کتاب نکالی ، جب میں نے کھول کر دیکھی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ دعا کی کتاب ہے، پس میں نے اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور اس کے ہاں سے واپس آ گیا، اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا تو میں بیدار ہو گیا اور وہ کتاب میرے پاس نہیں تھی، پس میں نے اس کتاب کے فوت ہونے پر طلوع صبح تک تضرع وزاری و گریہ و نالہ کیا، پس جب میں نماز و تعقیبات سے فارغ ہوا تو میرے دل میں یوں آیا کہ مولا محمد وہی بہائی ہیں اور حضرت نے انہیں تاج کا لقب اس لیے دیا ہے، چونکہ وہ علماء کے نزدیک مشہور ہیں جب میں

ان کے مدرسہ گیا جو کہ مسجد جامع کے پہلو میں تھا تو میں نے دیکھا کہ وہ صحیفہ کاملہ کے تقابل کرنے میں مشغول ہیں (یعنی مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر دیکھنا) اور پڑھنے والے سید صالح میرزا ذوالفقار گلپاگانی تھے، پس کچھ دیر میں وہاں بیٹھا رہا یہاں تک کہ وہ اس کام سے فارغ ہوئے اور ظاہراً ان کی گفتگو صحیفہ کی سند میں ہورہی تھی، لیکن بسبب اس غم کے جو مجھ پر چھایا ہوا تھا میں شیخ اور سید کی گفتگو کو نہ سمجھ سکا اور میں گریہ کرتا رہا پھر میں شیخ کے پاس گیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا اور میں کتاب کے فوت ہونے پر گریہ کررہا تھا۔

پس شیخ نے مجھ سے کہا کہ تجھے علوم الٰہیہ اور معارف یقینیہ کی بشارت ہو اور تمام ان چیزوں کی کہ جن کی تو ہمیشہ خواہش کیا کرتا تھا اور زیادہ تر میری جحت وگفتگو شیخ کے ساتھ تصوف میں ہوتی تھی اور وہ اس کی طرف مائل تھے، پس میرا دل سکون پذیر نہ ہوا اور میں گریہ وفکر کرتے ہوئے باہر آگیا، یہاں تک کہ میرے دل میں آیا کہ میں اس طرف کیوں نہ جاؤں کہ جہاں عالم خواب میں گیا تھا، پس جب میں محلہ دار بطیخ میں پہنچا تو میں نے ایک مرد صالح کو دیکھا کہ جس کا نام حسن اور لقب تاج تھا جب میں اس کے پاس گیا تو سلام کیا وہ کہنے لگے اے فلاں میرے پاس وقف کی کتابیں ہیں جو طالب علم بھی ان میں سے کوئی کتاب لیتا ہے وہ شرائط وقف پر عمل نہیں کرتا اور تم اس پر عمل کروگے، آؤ دیکھو ان کتابوں کو اور جس کتاب کی تمہیں ضرورت ہے وہ لے جاؤ، پس میں اس کے ساتھ اس کے کتب خانے میں گیا تو پہلی کتاب جو اس نے مجھے دی وہی کتاب تھی، پس میں نے گریہ ونالہ شروع کردیا اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔اب مجھے یاد نہیں کہ اس نے بھی خواب بیان کیا تھا کہ نہیں، اور میں شیخ کے پاس آیا اور اس نسخے سے مقابلہ کرنا شروع کیا جو ان کے باپ کے دادا نے شہید کے نسخہ سے کیا تھا بغیر واسطہ کے یا ایک واسطہ کے ساتھ اور جو نسخہ مجھے حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے دیا تھا وہ شہید کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور وہ زیادہ موافق تھا اس نسخہ کے ساتھ، حتی کہ ان نسخوں سے بھی زیادہ جو اس کے حاشیہ پر لکھے تھے اور بعد اس کے کہ میں تقابل سے فارغ ہوا تو لوگ مجھ سے اپنے نسخوں کا تقابل کرنے لگے اور حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی عطاء وبرکت سے صحیفہ کاملہ تمام شہروں کے ہر گھر میں خصوصاً اصفہان میں آفتاب کی طرح طالع ہوا، کیونکہ اکثر لوگوں کے پاس متعدد صحیفے ہیں، اور ان میں سے اکثر صلحاء اور صاحب دعا ہوگئے ہیں، ان میں سے بہت سے مستجاب الدعوۃ ہیں اور یہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے معجزہ کے آثار ہیں، جو کچھ خداوند عالم نے مجھے صحیفہ کے سبب عطاء فرمایا ہے اسے میں احصاء نہیں کرسکتا۔

مولف کہتا ہے کہ علامہ مجلسی نے کتاب بحار میں مختصر صورت اجازہ صحیفہ کاملہ کی اپنے والد سے ذکر فرمائی ہے اور وہاں صحیفہ کاملہ کو جو کہ زبور آل محمد انجیل اہل بیتؑ اور دعائے کامل کے لقب سے ملقب ہے، بہت سے اسانید اور مختلف طریق سے روایت کرتا ہوں کہ جن میں سے ایک وہ ہے کہ جسے میں نجو مناولہ (براہ راست) اپنے مولا صاحب الزمان وخلیفۃ الرحمن صلوات اللہ علیہ سے ایک طویل خواب کے ذریعہ روایت کرتا ہوں۔الخ

سولہواں واقعہ: گل وخرابات کا واقعہ۔

علامہ مجلسی نے بحار میں فرمایا ہے کہ ایک جماعت نے مجھے خبر دی ہے سید سند فاضل میرزا محمد استرآبادی نور اللہ مرقدہ

سے وہ کہتا ہے کہ ایک رات میں بیت اللہ الحرام کے گرد طواف میں مشغول تھا، اچانک میں نے ایک خوبصورت جوان کو دیکھا کہ وہ بھی مشغول طواف ہے، جب میرے قریب پہنچا تو اس نے مجھے ایک سرخ پھول دیا، حالانکہ وہ پھولوں کا موسم نہ تھا میں نے وہ پھول لے کر سونگھا اور عرض کیا اے میرے سید و سردار یہ کہاں کا ہے، فرمایا یہ خرابات سے میرے لیے لائے ہیں، پھر وہ میری نگاہ سے غائب ہو گئے اور میں نے انہیں نہیں دیکھا۔

مولف کہتا ہے کہ شیخ اجل اکمل شیخ علی عالم نحریر شیخ محمد بن محقق مدقق شیخ حسن صاحب معالم ابن عالم ربانی شہید ثانی رحمہم اللہ نے کتاب درالمنثور میں اپنے والد شیخ محمد کے حالات میں جو کہ صاحب شرح استبصار وغیرہ تھے اور حیات و ممات میں مجاور مکہ معظمہ رہے، نقل کرتے ہیں کہ مجھے ان کی زوجہ سید محمد بن ابوالحسن کی بیٹی اور ان کی اولاد کی ماں نے خبر دی ہے کہ جب اس مرحوم کی وفات ہوئی تو میں ساری رات ان کے قریب تلاوت قرآن کی آواز سنتی رہی اور منجملہ ان چیزوں کے جو مشہور ہیں یہ ہے کہ طواف کر رہے تھے، پس ایک شخص آیا اور انہیں سردیوں کا ایک پھول دیا جو کہ نہ اس علاقہ میں ہوتا ہے اور نہ اس کا موسم تھا، پس انہوں نے اس جوان سے پوچھا کہ آپ یہ کہاں سے لائے ہیں تو اس نے کہا کہ ان خرابات (غیر آباد جگہیں) سے، پس اس نے ارادہ کیا کہ اسے دیکھے اور اس سے کچھ پوچھے تو اسے نہ دیکھا اور مخفی نہ رہے کہ سید جلیل میرزا محمد استر آبادی سابق الذکر صاحب کتب رجالیہ معروفہ اور آیات الاحکام مکہ معظمہ میں جا کر رہے اور شیخ محمد مذکور کے استاد تھے اور بارہا شرح استبصار میں ان کا نام عزت و توقیر سے لیتے ہیں اور دونوں جلیل القدر ہیں اور دارائے مقامات عالیہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ دونوں کے لیے رونما ہوا ہو یا راوی نے نام و شہر کی یگانگت کی وجہ سے اشتباہ کیا ہو، اگرچہ دوسری بات نظر کے زیادہ قریب ہے۔

سترہواں واقعہ: شیخ قاسم کا آنحضرتؑ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

سید فاضل متجر سید علی خان حویزی نے نقل کیا ہے کہ ہمارے علاقہ کے ایک صاحب ایمان شخص نے خبر دی ہے کہ جسے شیخ قاسم کہتے ہیں اور وہ حج پر زیادہ جایا کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن راستہ چلنے سے تھک گیا، پس میں سو گیا ایک درخت کے نیچے اور حاجی مجھ سے بہت دور آگے نکل گئے، جب میں بیدار ہوا تو وقت دیکھنے سے معلوم ہوا کہ میں زیادہ دیر سویا ہوں اور یہ کہ حاجی حضرات مجھ سے دور نکل گئے ہیں اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ کدھر جاؤں، پس میں ایک طرف روانہ ہوا اور بلند آواز میں پکارتا تھا یا ابا صالح، اور اس سے میری مراد صاحب الامر علیہ السلام تھی، جیسا کہ سید ابن طاؤس نے کتاب امان میں بیان کیا ہے کہ راستہ گم ہونے کے وقت یہ کہا جائے، پس اس حالت میں کہ میں آواز دے رہا تھا کہ ایک ناقہ سوار کو دیکھا جو کہ بدوی عربوں کے لباس میں تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ تو حاجیوں سے پیچھے رہ گیا ہے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ تا کہ تجھے ان لوگوں تک پہنچا دوں، پس میں ان کے پیچھے سوار ہو گیا، ایک لحظہ نہیں گزرا ہو گا میں قافلہ کے پاس پہنچ گیا جب ہم قریب پہنچے تو مجھے اتار دیا اور فرمایا اپنے کام پر جاؤ، پس میں نے ان

سے کہا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے، تو انہوں نے اپنے اونٹ کے پالان سے مشک نکالی کہ جس میں پانی تھا اور مجھے اس سے سیراب کیا خدا کی قسم وہ زیادہ لذیز و خوشگوار پانی تھا جو میں نے پیا تھا اس وقت میں حاجیوں سے مل گیا، ان کی طرف ملتفت ہوا تو انہیں نہ دیکھا اور میں نے حاجیوں میں نہ انہیں اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ واپسی تک دوبارہ دیکھا۔

اٹھارہواں واقعہ: ایک سنی مذہب شخص کا آنحضرتؑ سے استغاثہ کرنا اور آپؑ کا اس کی فریاد کو پہنچنا۔

مجھے عالم جلیل و مجمع فضائل و فواضل شیخ علی رشتی نے خبر دی اور وہ عالم تقی و زاہد تھے جو کہ مختلف علوم پر حاوی با بصیرت اور باخبر اور خاتم المحققین شیخ مرتضیٰ اعلی اللہ مقامہ اور سید سند استاد اعظم دام ظلہ کے شاگردوں میں سے تھے، چونکہ علاقہ لار اور اس کے اطراف نے شکایت کی کہ ہمارے پاس کوئی عالم جامع نافذ الحکم نہیں ہے تو اس مرحوم کو اس طرف بھیجا گیا اور سالہا سال ان کی مصاحبت میں سفر و حضر میں رہا، میں نے فضل و خلق و تقویٰ میں ان جیسے کم اشخاص دیکھے ہیں۔

انہوں نے نقل کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت ابی عبداللہ علیہ السلام کی زیارت سے واپس لوٹا اور دریا فرات کے راستہ سے نجف اشرف کی طرف آ رہا تھا تو میں چھوٹی کشتی میں بیٹھا جو کربلا اور طویرج کے درمیان تھی اور اس کشتی والے سب اہل حلہ تھے اور طویرج سے حلہ اور نجف کا راستہ الگ ہوتا تھا، پس میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ سب لہو و لعب اور مزاح میں مشغول ہیں سوائے ایک شخص کے کہ وہ اگر چہ ان میں تھا، لیکن ان کے اس عمل میں شریک نہیں تھا، آثار سکینہ و وقات اس سے ظاہر تھے، نہ وہ ہنستا تھا اور نہ مزاح کرتا تھا اور وہ لوگ اس کے مذہب پر طنز و قدح و عیب جوئی کرتے تھے باوجود اس کے کھانے پینے میں وہ سب شریک تھے، مجھے بہت تعجب ہوا لیکن پوچھنے کا موقع نہ تھا، پس ایسا اتفاق ہوا کہ میرا اس شخص کے ساتھ ہو گیا تو میں نے اس کے ساتھیوں سے اس کے طریق کار سے اجتناب کیا اور ان کا اس کے مذہب پر رد و قدح کرنے کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ یہ لوگ میرے رشتہ دار ہیں، اہل سنت میں سے اور میرا باپ انہیں میں سے تھا، لیکن میری ماں اہل ایمان میں سے تھی اور میں بھی ان کی طرح تھا، اور حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی برکت سے شیعہ ہو گیا ہوں میں نے اس کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا کہ میرا نام یاقوت ہے اور میرا مشغلہ حلہ پل کے کنارے پر گھی بیچنا ہے، پس میں ایک سال گھی خریدنے کے لیے حلہ سے اطراف و نواح کی طرف بادیہ نشین اعراب کے ہاں گیا، پس میں چند منزل دور نکل گیا یہاں تک کہ جتنا میں نے چاہا خرید کیا، اور اہل حلہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ واپس آ رہا تھا جب ایک منزل میں اترے تو وہیں سو گئے، جب میں بیدار ہوا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا سب جا چکے تھے اور ہمارا راستہ ایک صحرائے بے آب و گیاہ تھا کہ جس میں بہت درندے رہتے تھے اور اس کے قریب دور دور تک کوئی آبادی نہ تھی، پس میں کھڑا ہو گیا اور سامان لادا اور ان کے پیچھے روانہ ہوا تو میں راستہ بھول گیا اور حیران و پریشان ہوا۔ درندوں سے بھی خوفزدہ تھا، پس میں نے خلفاء و مشائخ سے استغاثہ کیا اور

انہیں بارگاہ خدا میں شفیع قرار دیا اور تضرع وزاری کی، لیکن فرج وکشائش نہ ہوئی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے اپنی والدہ سے سنا تھا وہ کہتی تھی کہ ہمارا امام زندہ ہے کہ جس کی کنیت ابو صالح ہے، جو کہ راستہ گم کرنے والوں کو راستہ دکھاتا ہے اور بیکسوں کی فریادرسی اور ضعیف وکمزور لوگوں کی اعانت کرتا ہے، پس میں نے خدا سے عہد کیا کہ میں اس سے استغاثہ کرتا ہوں، اگر اس نے مجھے نجات دی تو میں اپنی ماں کے مذہب میں شامل ہو جاؤں گا، پس میں نے اس کو پکارا اور اس سے استغاثہ کیا تو اچانک ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میرے ساتھ راستہ پر چل رہا ہے اور اس کے سر پر سبز عمامہ ہے جس کا رنگ ان کی طرح تھا اور اس نے سبزہ کی طرف اشارہ کیا جو کہ نہر کے کنارے اگا ہوا تھا اس وقت اس نے مجھے راستہ دکھایا اور حکم دیا کہ میں ماں کے مذہب میں شامل ہو جاؤں اور کچھ کلمات کہے جو کہ میں یعنی مولف کتاب بھول گیا، اور فرمایا کہ بہت جلدی ایسی بستی میں پہنچ جاؤ گے کہ جس کے رہنے والے شیعہ ہیں۔ میں نے عرض کیا اے میرے آقا اے میرے سید وسردار کیا آپؑ اس بستی تک میرے ساتھ نہیں چلیں گے۔

فرمایا نہیں کیونکہ ہزار افراد نے مجھ سے اطراف بلاد میں استغاثہ کیا ہے کہ جنہیں مجھے نجات دینی ہے یہ آنجنابؑ کے کلام کا خلاصہ ہے جو مجھے یاد رہا ہے، پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گئے، پس میں تھوڑا سا راستہ چلا تھا کہ اس بستی میں پہنچ گیا حالانکہ وہاں تک کافی مسافت تھی اور وہ لوگ دوسرے دن وہاں پہنچے، پس جب میں حلہ میں پہنچا تو فقہا کاملین کے پاس گیا اور سید مہدی قزوینی ساکن حلہ قدس اللہ روحہ سے یہ واقعہ بیان کیا اور ان سے معالم واحکام دین سیکھے اور ان سے کسی ایسے عمل کا سوال کیا کہ جو میرے لیے وسیلہ ہو کہ میں دوبارہ آنجنابؑ کی ملاقات کروں تو انہوں نے فرمایا کہ چالیس شب جمعہ ابا عبداللہ علیہ السلام کی زیارت کرو تو میں اس میں مشغول ہو گیا اور حلہ سے شب جمعہ وہاں کی زیارت کے لیے جایا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک رات باقی رہ گئی جمعرات کا دن تھا کہ میں حلہ سے کربلا کی طرف گیا، جب میں شہر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایوان دیوان آنے والوں سے تذکرہ (پاسپورٹ) کا مطالبہ کرتے ہیں اور میرے پاس نہ تذکرہ تھا اور نہ اس کی قیمت تو میں حیران رہ گیا، اور لوگ دروازے کے پاس ایک دوسرے سے مزاحم تھے، پس چند مرتبہ میں نے چاہا کہ ان سے چھپ کر گزر جاؤں، لیکن ایسا نہ ہوا، اس اثنا میں اپنے صاحب حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھا کہ طلاب عجم کی ہیئت میں سر پر سفید عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور شہر کے اندر ہیں جب میں نے آپؑ کو دیکھا تو استغاثہ کیا اور آپؑ باہر آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے سے اندر لے گئے اور ہمیں کسی نے نہ دیکھا، جب اندر آ گیا تو پھر آنجنابؑ کو نہ دیکھا اور حسرت زدہ رہ گیا۔

انیسواں واقعہ: سید علامہ بحر العلوم کا مکہ میں حضرت سے ملاقات کرنا۔

عالم جلیل آخوند ملا زین العابدین سلماسی مکہ معظمہ کی مجاورت کے زمانہ میں علامہ بحر العلوم کے ناظر امور نے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ آنجناب باوجودیکہ مسافرت میں اور اپنے اہل وعیال اور عزیزوں سے کٹے ہوئے تھے بذل وعطا میں قوی القلب تھے اور کثرت مخارج اور زیادتی مصارف کی پرواہ نہیں کرتے تھے، پس ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو میں نے

کیفیت حال سید سے عرض کی کہ اخراجات زیادہ ہیں اور ہاتھ میں کوئی چیز نہیں۔

پس آپ نے کچھ نہ فرمایا اور سید کی یہ عادت تھی کہ صبح کو خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے اور گھر واپس آجاتے اور اس کمرے میں چلے جاتے جو ان کے لیے مخصوص تھا اور ہم آپ کے لیے حقہ لے جاتے، اسے پینے کے بعد باہر تشریف لاتے اور دوسرے کمرے میں آکر بیٹھ جاتے، پس اس دن کہ جس سے گزشتہ دن میں نے تنگدستی کے متعلق شکایت کی تھی جب آپ طواف سے واپس آئے اور حسب عادت میں نے حقہ حاضر کیا، اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو سید انتہائی مضطرب ہوئے اور کہنے لگے حقہ یہاں سے باہر لے جاؤ، اور خود جلدی سے اٹھے اور دروازے کے قریب جا کر دروازہ کھولا، ایک شخص جلیل بہ ہیئت اعراب داخل ہوا۔ اور سید کے کمرے میں بیٹھ گئے اور سید انتہائی ذلت و مسکنت و ادب کے ساتھ دروازے کے پاس بیٹھ گئے اور مجھ سے اشارہ کیا کہ حقہ قریب نہ لے آؤں۔

پس کچھ دیر تک بیٹھے رہے اور ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے اس وقت وہ بزرگ کھڑے ہوگئے تو سید جلدی سے اٹھے اور دروازہ کھولا اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور انہیں اس ناقہ پر جو دروازہ کے پاس بیٹھا تھا سوار کیا اور وہ چلے گئے اور سید کا رنگ متغیر تھا، جب وہ واپس آئے تو ایک برات (حوالہ) میرے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ حوالہ ہے اس صراف کے نام کا جو کوہ صفا میں رہتا ہے اس کے پاس جا کر لے آؤ جو کچھ حوالہ دیا گیا ہے، پس میں نے برات لے لی اور اس شخص کے پاس گیا جب اس نے برات لے کر دیکھی تو اس کو بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ جا کر چند حمال (مزدور) لے آؤ، میں جا کر چار حمال لے آیا، پس جتنی مقدار وہ چار حمال اٹھا سکتے تھے، اتنے فرانسیسی ریال لے آیا اور انہوں نے اٹھا لیے، اور فرانسیسی ریال ایرانی پانچ قران اور کچھ زیادہ ہوتا ہے، پس وہ حمال ان ریالوں کو ہمارے گھر لے آئے پھر ایک دن میں اس صراف کی طرف گیا تا کہ اس کے حالات معلوم کروں اور یہ کہ یہ حوالہ کس کی طرف سے تھا، نہ صراف کو دیکھا اور نہ دکان تھی میں نے ایک شخص سے اس صراف کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ یہاں تو ہم نے کبھی کوئی صراف نہیں دیکھا اور یہاں تو فلاں شخص بیٹھتا ہے پس میں نے سمجھا کہ یہ اسرار ملک علام میں سے تھا اور مجھے اس واقعہ کی خبر شیخ محمد حسین کاظمی ساکن نجف اشرف نے بعض ثقہ توسط سے شخص مذکور سے دی ہے۔

بیسواں واقعہ: سرداب مطہر میں سید بحر العلوم کا واقعہ۔

مجھے سید سند و عالم محقق معتمد سید علی نے (جناب بحر العلوم اعلی اللہ مقامہ کے نواسہ مصنف برہان قاطع درشرح نافع (چند جلدوں میں) نے خبر دی ہے صفی متقی وثقہ زکی سید مرتضیٰ سے جو کہ سید کی بھانجی کا شوہر اور سفر و حضر میں آنجناب کا مصاحب اور ان کی خدمات داخلی و خارجی پر تھا وہ کہتا ہے کہ میں زیارت سامرہ کے سفر میں آنجنابؒ کے ساتھ تھا آپ کا وہاں ایک کمرہ تھا کہ جس میں تنہا سویا کرتے تھے اور میرا کمرہ ان کے کمرے سے متصل تھا اور میں رات دن آپؒ کی خدمت میں رہتا تھا رات کے وقت لوگ ان کے پاس جمع ہوتے تھے یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر جاتا، پس ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ آپ حسب عادت تشریف فرما تھے اور

لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے پس میں نے دیکھا گویا وہ اجتماع کو ناپسند کر رہے ہیں اور خلوت چاہتے ہیں اور ہر شخص سے اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں جس میں اشارہ ہوتا ہے کہ وہ ان کے پاس سے جلدی سے چلا جائے، پس لوگ منتشر ہو گئے اور میرے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، مجھے بھی حکم دیا کہ باہر چلا جاؤں، پس میں اپنے کمرے میں چلا گیا اور سید کی اس رات کی کیفیت و حالت پر غور و فکر کرنے لگا اور میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی پس تھوڑی دیر میں نے صبر کیا، اس وقت چپکے سے باہر آیا تا کہ سید کے حالات کی جستجو کروں پس میں نے دیکھا کہ کمرے کا دروازہ بند ہے، میں نے سوراخ در سے دیکھا تو چراغ اپنی حالت کے مطابق روشن ہے لیکن وہاں کمرے میں کوئی بھی موجود نہیں ہے۔

پس میں حجرے کے اندر گیا اور اس کی وضع سے سمجھا کہ سید آج نہیں سوئے، پھر پا برہنہ اپنے آپ کو چھپاتے ہوئے سید کی تلاش میں نکلا، میں صحن شریف میں داخل ہوا تو دیکھا کہ قبہ عسکرین کے دروازے بند ہیں، اطراف خارج حرم میں ڈھونڈا تو ان کا اثر و نشان نہ پایا، میں سرداب کے صحن میں گیا تو دیکھا کہ دروازے کھلے ہوئے ہیں میں اس کی سیڑھیوں سے آہستہ آہستہ اس طرح نیچے اترا کہ میرے لیے کوئی حس و حرکت ظاہر نہیں تھی، میں نے صفہ سرداب سے ہمہمہ سنا گویا کوئی شخص دوسرے کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا، لیکن میں کلمات میں تمیز نہیں کر سکتا تھا یہاں تک کہ تین چار سیڑھیاں باقی رہ گئیں اور میں انتہائی آہستگی کے ساتھ جا رہا تھا کہ اچانک سید کی آواز اس مقام سے بلند ہوئی کہ اے سید مرتضیٰ کیا کر رہے ہو اور مکان سے باہر کیوں آئے ہو۔

پس میں اپنی جگہ متحیر و ساکن ہو کر رہ گیا مثل خشک لکڑی کے، پس جواب دینے سے پہلے ارادہ کیا کہ واپس چلا جاؤں، پھر میں نے دل میں کہا کہ کس طرح تیری حالت اس شخص سے پوشیدہ رہے گی جس نے حواس ظاہری کے بغیر تجھے پہچان لیا ہے، پس میں نے معذرت و پشیمانی کے ساتھ جواب دیا اور عذر خواہی کے دوران نیچے کی سیڑھیوں کی طرف گیا اس جگہ تک کہ جہاں سے میں صفہ کو دیکھ رہا تھا، میں نے سید کو دیکھا کہ وہ تنہا قبلہ رخ کھڑے ہیں اور کسی دوسرے شخص کا کوئی اثر و نشان نہیں، میں نے جانا کہ وہ اس ذات سے باتیں کر رہے ہیں کہ جو آنکھوں سے غائب ہے۔ صلوات اللہ علیہ

اکیسواں واقعہ: حضرت کا بوڑھے باپ کی خدمت کی تاکید کرنا۔

جناب عالم عامل و فاضل و کامل قدوۃ الصلحاء آقا سید محمد موسوی رضوی نجفی معروف بہ ہندی نے (جو کہ متقی علماء اور حرم امیر المومنین کے پیشنمازوں میں سے ہیں) نقل کیا ہے، جناب عالم ثقہ شیخ باقر بن شیخ ہادی کاظمی مجاور نجف اشرف سے ایک سچے شخص سے جو دلاک (حمام میں غسل کے لیے جانے والے اشخاص کے بدن سے میل کچیل صاف کرنے والا) تھا اور اس کا باپ بوڑھا تھا کہ جس کی خدمت میں یہ شخص کوتاہی نہیں کرتا تھا، یہاں تک کہ بیت الخلاء میں اس کے لیے پانی لے جاتا اور کھڑا ہوا اس کا انتظار کرتا رہتا تا کہ وہ آئے تو اسے اس کی جگہ پر پہنچائے اور ہمیشہ اس کی خدمت میں حاضر رہتا سوائے بدھ کی رات کے کہ جس میں وہ مسجد سہلہ جایا کرتا تھا، اس وقت اس نے مسجد سہلہ میں جانا چھوڑ دیا تو میں نے مسجد سہلہ کے جانے کو ترک کرنے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ

بدھ کی چالیس راتیں وہاں جاتا رہا ہوں، جب آخری بدھ کی رات آئی تو میرے لیے جانا ممکن نہ ہوا، مگر مغرب کی نزدیک پس میں تنہا گیا اور رات ہو چکی تھی میں جا رہا تھا یہاں تک کہ تیسرا حصہ باقی رہ گیا اور وہ چاندنی رات تھی، پس میں نے ایک شخص اعرابی کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہے اور میری طرف آرہا ہے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ عنقریب یہ میرے کپڑے اتار لے گا، جب میرے قریب پہنچا تو عرب کی دیہاتی زبان میں مجھ سے باتیں کرنے لگا اور اس نے میرا مقصد پوچھا۔

میں نے کہا کہ مسجد سہلہ، مجھ سے فرمایا تیرے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے میں نے کہا کہ نہیں، وہ فرمانے لگے اپنا ہاتھ جیب میں داخل کر، میں نے کہا کہ اس میں کچھ نہیں دوبارہ انہوں نے اس بات کا سختی سے اعادہ کیا، پس میں نے اپنا ہاتھ جیب میں داخل کیا اور اس میں کچھ کشمس کے دانے تھے جو میں نے اپنے بچے کے لیے خرید کئے تھے اور اسے دینا بھول گیا تھا، لہذا وہ میری جیب میں رہ گئے اس وقت مجھ سے فرمایا اوصیک بالعود تین مرتبہ یہ فرمایا اور دیہاتی زبان میں عود کا معنی بوڑھا آدمی ہے، یعنی میں تجھے تیرے بوڑھے باپ کے متعلق وصیت کرتا ہوں، اس وقت میری نظر سے غائب ہو گئے تو میں نے سمجھا کہ وہ حضرت مہدی علیہ السلام ہیں اور یہ کہ آنجناب بوڑھے باپ سے میرے جدا ہونے پر راضی نہیں ہیں، لہذا پھر میں کبھی مسجد سہلہ نہیں گیا اور یہ واقعہ مجھ سے علماء نجف اشرف میں سے ایک مشہور عالم نے بھی نقل کیا۔

مولف (عباس) کہتا ہے کہ آیات و اخبار والدین کے متعلق وصیت کے سلسلہ میں اور ان سے نیکی و احسان کا حکم دینے والی بہت ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ یہ چند احادیث ذکر کرنے سے برکت حاصل کروں، شیخ کلینی نے منصور بن حازم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کون سا عمل تمام اعمال سے افضل ہے، فرمایا وقت پر نماز پڑھنا اور والدین سے نیکی کرنا اور راہ خدا میں جہاد کرنا، اگر قتل ہو جائے تو خدا کے ہاں زندہ رہ کر روزی کھائے اور اگر مر جائے تو تیرا اجر و ثواب خدا کے ذمہ ہے، اور اگر جہاد سے واپس لوٹ آئے تو اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح خارج ہو جائے کہ جس دن شکم مادر سے پیدا ہوا تھا، عرض کیا کہ میرے ماں باپ دونوں موجود ہیں اور بوڑھے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے اُنس رکھتے ہیں اور میرے جہاد پر جانے کو ناپسند کرتے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ پس ماں باپ کے پاس رہو، قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ان کا تجھ سے ایک شب و روز مانوس رہنا ایک سال کے جہاد سے بہتر ہے، اور نیز شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زکریا بن ابراہیم عیسائی تھا وہ مسلمان ہو گیا اور حج کر کے حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ اور اہل خانہ عیسائی ہیں اور میری ماں نابینا ہے اور میں ان کے ساتھ رہتا ہوں اور ان کے ظروف میں کھانا کھاتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں، میں نے کہا کہ نہیں اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں اس وقت حضرت نے اسے اس کی ماں سے نیکی کرنے کے متعلق تاکید کی۔

زکریا کہتا ہے کہ جب میں کوفہ میں واپس گیا تو میں نے اپنی والدہ کے ساتھ بنائے لطف و مہربانی رکھی، اسے کھانا کھلاتا اس

کے لباس اور سر سے جوئیں دیکھتا اور اس کی خدمت کرتا، میری ماں مجھ سے کہنے لگی اے بیٹا تو میرے دین پر تھا تو میرے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتا تھا اور جب سے دین حنیف (اسلام) میں داخل ہوا ہے تو مجھ سے اس قسم کی نیکی و احسان کرتا ہے، میں نے کہا کہ ہمارے پیغمبرؐ کی اولاد میں سے ایک شخص نے مجھے حکم دیا ہے، میری ماں کہنے لگی کہ یہ شخص پیغمبر ہے، میں نے کہا کہ پیغمبر تو نہیں لیکن فرزند پیغمبرؐ ہے، کہنے لگی اے بیٹا یہ پیغمبر ہے کیونکہ یہ وصیت جو تجھے اس نے کی ہے یہ انبیاء کی وصیتوں میں سے ہے میں نے کہا اے مادر گرامی ہمارے پیغمبرؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے وہ پیغمبرؐ کا بیٹا ہے۔

میری ماں کہنے لگی اے میرے بیٹے تیرا دین بہترین ادیان میں سے ہے، اسے میرے سامنے پیش کرو میں نے اسلام کے اصول اور فروع اس کے سامنے پیش کیے تو وہ اسلام میں داخل ہو گئی اور میں نے اسے نماز سکھائی، پس اس نے ظہر و عصر و مغرب و عشاء کی نماز پڑھی، پس اس رات کو تکلیف عارض ہوئی، دوبارہ کہنے لگی بیٹا اس کا اعادہ کر جو تو نے مجھے بتایا تھا، پس اس نے اس کا اقرار کیا اور وفات پا گئی، جب صبح ہوئی تو اسے مسلمانوں نے غسل دیا اور میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھ کر خود اسے دفن کیا۔

روایت کی ہے عمار بن حیان نے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کو بتایا کہ میرا بیٹا اسماعیل مجھ سے نیکی و احسان کرتا ہے، حضرتؑ نے فرمایا کہ میں اسے پہلے بھی دوست رکھتا تھا، اب مجھے اس سے زیادہ محبت ہو گئی ہے، حضرت رسول خداؐ کی ایک رضاعی بہن تھی، ایک دفعہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب آپؐ کی نگاہ اس پر پڑی تو آپ خوش ہوئے اور اپنی ملحفہ (جس کا معنی چادر ہے) اس کے لیے بچھائی اور اسے اس پر بٹھا دیا، پھر اس کی طرف رخ کر کے اس سے باتیں فرماتے اور اس کے سامنے ہنستے رہے وہ چلی گئی تو اس کا بھائی آیا حضرتؐ نے اس کے ساتھ وہ سلوک نہ کیا جو کہ اس کی بہن سے کیا تھا۔

عرض کیا گیا اے اللہ کے رسولؐ آپ نے اس کی بہن کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو خود اس کے ساتھ نہیں کیا حالانکہ وہ مرد ہے، مراد یہ ہے کہ وہ اپنی بہن کی نسبت اس قسم کی محبت و التفات کا زیادہ مستحق ہے، فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ماں باپ سے زیادہ نیکی کرتی تھی۔

اور ابراہیم بن شعیب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارا والد بوڑھا ہو گیا ہے اور اس میں کمزوری آ گئی ہے جب اس کو حاجت بول و براز ہو تو ہم اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ فرمایا اگر ہو سکے تو یہ کام تو کیا کر، یعنی اس کو حاجت کے وقت اٹھا کر لے جا، اور اپنے ہاتھ سے اسے لقمہ کھلا، کیونکہ یہ چیز تیرے لیے جہنم کی آگ سے ڈھال ہے۔

اور شیخ صدوق نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ خداوند عالم اس کے لیے سکرات موت کو آسان کر دے اسے چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، پس جب ایسا کرے گا تو خداوند عالم اس کے لیے سکرات موت کو آسان کر دے گا، اور وہ کبھی دنیا میں پریشان نہیں ہو گا۔

بائیسواں واقعہ: شیخ حسین آل رحیم کا آنحضرت کی ملاقات سے مشرف ہونا۔

شیخ عالم فاضل شیخ باقر نجفی فرزند عالم عابد شیخ ہادی کاظمی معروف بآل طالب نے نقل کیا ہے کہ نجف اشرف میں ایک مرد مومن تھا اس خانوادہ سے جو آل رحیم کے نام سے مشہور تھا کہ جسے شیخ حسین رحیم کہتے تھے، نیز ہمیں خبر دی ہے، عالم فاضل و عابد کامل مصباح الاتقیاء شیخ طہٰ نے جو کہ جناب عالم جلیل وزاہد و عابد بے عدیل شیخ حسین نجف کی آل میں سے ہیں اور اس وقت مسجد ہندی میں پیش نماز ہیں اور تقویٰ و صلاح اور فضل میں مقبول خاص و عام ہیں کہ شیخ حسین مذبور شخص پاک طینت و فطرت اور مقدسین مشتغلین میں سے تھا اور وہ سینہ کی بیماری و کھانسی میں مبتلا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کے سینہ سے بلغم کے ساتھ خون آتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ انتہائی فقر و فاقہ اور پریشانی میں مبتلا تھا اور زیادہ تر وہ اعراب بادیہ نشین کے ساتھ تحصیل قوت کے لیے جانا چاہیے وہ جو بھی کیوں نہ ہوتے جو کہ نجف کے اطراف میں ساکن تھے اور اس بیماری اور فقر کے باوجود اس کا دل اہل نجف میں سے ایک عورت کی طرف مائل تھا اور جتنی اس نے اس کی خواستگاری کی اس کے رشتہ دار اس کے فقر کی وجہ سے اسے نہیں دیتے تھے اور اس وجہ سے بھی اس کا غم شدید تھا اور جب بیماری فقر و فاقہ اور اس عورت سے شادی کرنے کی مایوسی نے اس کا معاملہ سخت کر دیا تو اس نے ارادہ کیا اس عمل کو کرنے کا جو کہ اہل نجف کے ہاں مشہور ہے کہ جس کو کوئی سخت مشکل درپیش ہو تو وہ چالیس بدھ رات کو اس عمل کی پابندی کرے تو لامحالہ حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ انہیں نہیں پہچان سکے گا اور اس کا مقصد پورا ہوگا۔

مرحوم شیخ باقر نجفی نقل کرتے ہیں کہ شیخ حسین نے کہا کہ میں نے چالیس بدھ رات کو اس عمل پر مواظبت کی اور اسے لگاتار کرتا رہا، جب آخری بدھ رات آئی اور وہ سردیوں کی تاریک رات تھی اور تیز آندھی چل رہی تھی کہ جس کے ساتھ کچھ بوندا باندی بھی تھی اور میں اس چبوترے پر بیٹھا تھا جو مسجد کے دروازے کے اندر ہے اور وہ مشرقی چبوترہ ہے جو پہلے دروازے کے مدمقابل ہے جو اس شخص کی بائیں طرف کو پڑتا ہے جو مسجد میں داخل ہو، بسبب اس خون کے جو میرے سینہ سے نکلتا تھا مسجد میں داخل ہونے پر قادر نہیں تھا اور میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی کہ جس میں سینہ کا بلغم جمع کرتا اور اس کو مسجد میں ڈالنا بھی درست نہیں تھا اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی کہ جو مجھ سے سردی کو روکتی، لہذا میرا دل تنگ اور غم و اندوہ بڑھ گیا اور دنیا میری آنکھوں کے سامنے تیرہ و تاریک ہوگئی، اور میں سوچتا کہ راتیں پوری ہوگئیں اور یہ آخری رات ہے نہ میں نے کسی کو دیکھا اور نہ میرے لیے کوئی چیز ظاہر ہوئی اور یہ سب مشقت اور رنج عظیم میں نے جھیلا اور بار زحمت و خوف اپنے کندھے پر ڈالا کہ چالیس راتیں میں نجف سے کوفہ آتا رہا اور اس حالت میں سوائے یاس و حسرت کے میرے لیے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا، میں اس معاملہ میں متفکر تھا اور مسجد میں کوئی بھی نہیں تھا میں نے کافی گرم کرنے کے لیے آگ جلائی جو کافی میں نجف سے لے کر آیا تھا اور مجھے اس کی عادت تھی، وہ بہت کم تھی، اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے پہلے دروازے کی طرف سے میری طرف آرہا ہے جب میں نے اسے دور سے دیکھا تو میری طبیعت بگڑ گئی اور اپنے دل میں کہا کہ یہ عرب اطراف مسجد کے رہنے والوں میں سے ہے، میرے پاس اس لیے آرہا

ہے کہ وہ کافی پیئے اور میں آج رات اس کے بغیر رہ جاؤں گا اور اس تاریک رات میں میرا ہم وغم زیادہ ہو جائے گا، میں اسی فکر میں تھا کہ وہ میرے قریب پہنچ گیا مجھے سلام کیا میرا نام لیا اور میرے سامنے بیٹھ گیا مجھے تعجب ہوا اس پر کہ وہ میرا نام جانتا ہے میں نے گمان کیا کہ شاید یہ ان لوگوں میں سے ہے جو نجف کے اطراف میں رہتے ہیں اور جن کے پاس میں کبھی کبھار جایا کرتا تھا، پس میں نے اس سے پوچھا کہ وہ عرب کے کس طائفہ اور گروہ میں سے ہے، اس نے کہا کہ میں ان میں سے بعض میں سے ہوں، پس میں نے ان طوائف میں سے ہر ایک کا نام لیا جو کہ اطراف نجف میں ہیں تو اس نے کہا کہ میں ان میں سے نہیں ہوں تو مجھے غصہ آ گیا اور مذاق کے طور پر کہا ہاں تو طریطرہ میں سے ہے، اور اس لفظ کا کوئی معنی نہیں، پس اس نے میری اس بات پر تبسم کیا اور کہا کہ تیرے لیے کوئی حرج نہیں میں جہاں بھی ہوں تجھے کون سی چیز محرک بنی ہے کہ تو یہاں آیا ہے، میں نے کہا کہ تیرے لیے بھی ان امور کے متعلق سوال کرنا نفع بخش نہیں ہے، فرمایا تو اس میں کون سا ضرر ہے کہ مجھے بتا دے، پس مجھے اس کے حسن و اخلاق اور شیرینی زبان سے تعجب ہوا اور میرا دل اس کی طرف مائل ہوا اور یہ حالت ہوگی کہ جتنی وہ باتیں کرتا میری محبت اس سے بڑھتی جاتی، پس میں نے پائپ میں تمباکو رکھ کر اس کے لیے تیار کیا وہ کہنے لگا کہ تم پیو میں نہیں پیتا، میں نے اس کے لیے پیالی میں کافی ڈالی اور اسے دی وہ لے لی۔ اور اس میں سے تھوڑی سی پی کر باقی مجھے دے کر کہا تم پی لو، میں نے وہ پی لی اور اس طرف متوجہ نہ ہوا کہ اس نے ساری نہیں پی ہے اور مجھے رفتہ رفتہ اس سے زیادہ محبت ہوتی جارہی تھی۔ پس میں نے کہا اے بھائی خداوند عالم نے تجھے آج رات میرے پاس بھیجا ہے تا کہ میرا مونس ہو، کیا میرے ساتھ چلتا نہیں کہ ہم جناب مسلم کے مقبرہ میں جا بیٹھیں، کہا کہ تمہارے ساتھ میں آؤں گا، اب اپنی بات بتاؤ۔

میں نے کہا کہ بھائی تجھے میں اپنی حقیقت واقعہ بتاتا ہوں کہ میں نے جب سے اپنے آپ کو پہچانا ہے میں انتہائی فقیر و محتاج ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ چند سال سے میرے سینہ سے خون آتا ہے اور اس کا علاج مجھے معلوم نہیں اور میری بیوی بھی نہیں ہے اور میرا دل نجف اشرف میں میرے محلہ کی ایک عورت کی طرف مائل ہے اور چونکہ میرے پاس کچھ نہیں لہذا اس کا حاصل کرنا بھی میرے بس میں نہیں، اور مجھے ان ملائین نے دھوکہ دیا ہے اور کہا ہے کہ اپنے حوائج کے لیے جناب صاحب الزمان علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو اور چالیس بدھ کی راتیں مسجد کوفہ میں گزار آنحضرتؑ کو دیکھے گا اور وہ تیری حاجت کو پورا کریں گے اور یہ آخری بدھ رات ہے اور میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی اور یہ سب زحمت و تکلیف ان راتوں میں برداشت کی ہے، یہ سبب ہے میرے یہاں آنے کی زحمت کرنے کا اور یہ ہیں میرے حوائج، پس آپؑ نے فرمایا تیرا سینہ تو درست و عافیت پذیر ہو گیا ہے اور وہ عورت بھی تجھے مل جائے گی، باقی رہا تیرا فقر و فاقہ تو وہ مرتے دم تک تیرے ساتھ رہے گا، اور میں اس بیان و تفصیل کی طرف ملتفت نہ ہوا۔

پس میں نے کہا کہ جناب مسلم کی طرف نہیں جائیں گے، فرمایا اٹھ کھڑا ہو پس میں کھڑا ہو گیا اور وہ میرے آگے چلنے لگے جب مسجد میں وارد ہوئے تو کہنے لگے کیا دو رکعت نماز تحیۃ مسجد نہ پڑھ لیں میں نے کہا کہ پڑھ لیتے ہیں، پس آپؑ شاخص کے پاس کھڑے ہو گئے جو کہ مسجد کے درمیان میں ایک پتھر ہے اور میں کچھ فاصلہ پر ان کے پیچھے کھڑا ہوا، پس میں نے تکبیر الاحرام کہی اور

سورۂ فاتحہ پڑھنے میں مشغول ہوا کہ اچانک میں نے ان کی قرائت فاتحہ سنی، اور میں نے کبھی اس قسم کی قرائت کسی سے نہیں سنی تھی، پس میں نے ان کے حسن قرائت سے اپنے دل میں کہا کہ شاید وہ صاحب الزمان علیہ السلام ہی ہیں اور میں نے کچھ ان کلمات بھی سنے جو اس پر دلالت کرتے ہیں، اس وقت میں نے ان کی طرف نگاہ کی، اس احتمال کے میرے دل میں خطور کرنے کے بعد جب کہ آپؑ نماز میں تھے میں نے دیکھا کہ ایک نور عظیم نے آپ کا احاطہ کیا ہوا ہے اس طرح کہ وہ مانع ہو گیا آنحضرتؑ کے شخص شریف کی تشخیص سے اور وہ اس حالت میں مشغول نماز تھے اور میں آپؑ کی قرائت سن رہا تھا اور میرا بدن کانپ رہا تھا اور آنحضرتؑ کی وجہ سے نماز کو بھی نہیں توڑ سکتا تھا، پس جس طرح ہوا میں نے نماز کو ختم کیا اور وہ نور زمین سے اوپر کی طرف جا رہا تھا، پس میں گریہ وزاری میں اس بے ادبی سے جو کہ میں نے مسجد میں آنجنابؑ سے کی تھی عذر خواہی میں مشغول تھا، اور عرض کیا اے میرے آقا آپ کا وعدہ سچا ہے کہ آپؑ نے مجھ سے کہا تھا کہ جناب مسلم کی قبر کی طرف مل کر جائیں گے، میں یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ وہ نور قبر مسلم کی طرف متوجہ ہوا، پس میں نے بھی اس کی پیروی کی اور وہ نور جناب مسلم کے گنبد میں داخل ہو گیا اور گنبد کی فضا میں برقرار ہوا اور وہ اس طرح رہا اور میں گریہ وندبہ میں مشغول تھا یہاں تک کہ صبح ہوئی اور وہ نور آسمان کی طرف عروج کر گیا، جب صبح ہوئی تو میں آپؑ کے کلام کی طرف ملتفت ہوا کہ تیرا سینہ شفایاب ہو گیا ہے میں نے دیکھا کہ میرا سینہ صحیح ہے اور بالکل کھانسی نہیں آتی، اور ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ اس لڑکی کے ساتھ میری شادی کے اسباب مہیا ہو گئے، ایسے ذریعہ سے کہ جس کا مجھے وہم وگمان ہی نہ تھا اور فقر و فاقہ اپنی حالت پر باقی ہے جس طرح کہ آنحضرتؑ نے فرمایا تھا۔ والحمد للہ

تیئسواں واقعہ: آنحضرتؑ کا عنیزہ کے عربوں کو زائرین کے راستہ سے ہٹانا۔

مجھے مشافہۃً اور آمنے سامنے خبر دی ہے سید الفقہاء واستاد العلماء عالم ربانی جناب آقا سید مہدی قزوینی ساکن حلہ نے فرمایا کہ میں چودہ شعبان کے دن حلہ سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے قصد سے پندرہویں شعبان کی رات کے لیے روانہ ہوا، پس جب ہم شط ہندیہ کے پاس پہنچے اور اس کی مغربی جانب کو عبور کیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ زوار جو حلہ اور اطراف حلہ و نجف اشرف سے آئے ہوئے تھے وہ سب محصور ہیں قبائل ہندیہ میں سے بنی طرف کے گھروں میں اور ان کے لیے کربلا جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے، کیونکہ قبیلہ عنیزہ راستہ میں اترا ہوا تھا اور انہوں نے آنے جانے والوں کا راستہ بند کر دیا تھا اور وہ نہ کسی کو کربلا جانے دیتے اور نہ آنے دیتے تھے، مگر یہ کہ اسے لوٹ لیتے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک عرب کے ہاں اترا اور ظہر وعصر کی نماز ادا کی اور میں بیٹھ کر اس انتظار میں تھا کہ زائرین کا کیا بنے گا اور آسمان بھی ابر آلود تھا اور تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی تھی، پس اسی حالت میں کہ ہم بیٹھے تھے اچانک دیکھا کہ تمام زائرین گھروں سے نکل آئے ہیں اور کربلا کی طرف متوجہ ہوئے، پس ایک شخص سے میں نے کہا جو کہ میرے ساتھ تھا جا کر پتہ کرو، کیا بات ہے وہ باہر گیا اور واپس آ کر کہا کہ قبیلہ بنی طرف آتشیں اسلحہ لے کر باہر نکل آئے ہیں اور انہوں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ وہ زائرین کو کربلا پہنچائیں چاہے معاملہ قبیلہ عنیزہ سے جنگ تک کیوں نہ پہنچ جائے پس جب میں نے یہ

گفتگو سنی تو ان لوگوں سے کہا جو میرے ساتھ تھے کہ یہ بات بے بنیاد ہے کیونکہ قبیلہ بنی طرف میں قبیلہ عنیزہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، اور میں گمان کرتا ہوں کہ یہ ان کی طرف سے زائرین کو اپنے گھروں سے نکال دینے کا بہانہ ہے، چونکہ ان کے لیے زائرین کا ان کے پاس رہنا بوجھ ہے، کیونکہ انہیں مہمانداری کرنی پڑتی ہے، پس ہم اسی حالت میں تھے کہ زائرین ان کے گھروں کی طرف پلٹ آئے اور معلوم ہوا کہ حقیقت حال وہی تھی جو میں نے بیان کی تھی، پس زائرین ان کے گھروں میں نہ گئے بلکہ ان کے گھروں کے سائے میں بیٹھ گئے اور آسمان بھی ابر آلود تھا، پس مجھے ان کی حالت پر سخت رقت طاری ہوئی اور انکسار عظیم مجھ پر طاری ہوا، لہذا میں خداوند عالم کی طرف دعا اور توسل محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم کے ساتھ متوجہ ہوا اور میں نے خدا سے زائرین کے لیے اس مصیبت و بلا کے سلسلہ میں فریاد کی کہ جس میں وہ مبتلا تھے، پس ہم اس حالت میں تھے کہ ہم نے ایک گھڑ سوار کو دیکھا کہ وہ ایک بہترین گھوڑے پر آرہا ہے جو کہ مثل ہرن کے ہے، اور اس کے ہاتھ میں طویل نیزہ ہے اور اس نے آستین الٹی ہوئی ہیں اور گھوڑا دوڑا رہا ہے، یہاں تک کہ وہ آکر اس گھر کے پاس کہ جس میں میں ٹھہرا ہوا تھا کھڑا ہو گیا۔ اور وہ گھر بالوں سے بنا ہوا تھا کہ جس کے اطراف اوپر کو کیے ہوئے تھے پس اس نے سلام کیا اور ہم نے سلام کا جواب دیا پھر میرا نام لے کر فرمایا:

مولانا مجھے اس نے بھیجا ہے جو کہ آپ کی طرف سلام بھیجتا ہے اور وہ ہے کنج محمد آغا اور صفر آغا اور وہ دونوں افواج عثمانیہ کے صاحب منصب افسر ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ زائرین آجائیں ہم نے عنیزہ قبیلہ کو راستہ سے ہٹا دیا ہے اور ہم سلیمانیہ کے بن پر سڑک کے اوپر لشکر سمیت زائرین کے منتظر ہیں، پس میں نے اس شخص سے کہا کہ آپ پشتہ سلیمانیہ تک ہمارے ساتھ رہیں گے۔

فرمایا کہ ہاں، پس میں نے گھڑی جیب سے نکالی دیکھا کہ تقریباً اڑھائی گھنٹے دن باقی ہے، پس میں نے کہا کہ میرا گھوڑا لایا جائے تو وہ عرب بدوی کہ جس کے مکان میں ہم ٹھہرے ہوئے تھے مجھ سے لپٹ گیا اور کہنے لگا اے میرے مولا و سردار اپنے آپ کو اور ان زائرین کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ آج رات ہمارے پاس رہو یہاں تک کہ معاملہ واضح ہو جائے میں نے ان سے کہا کہ سوار ہونے کے علاوہ زیارت مخصوصہ کے حاصل کرنے کے لیے کوئی چارہ کار نہیں، جب زائرین نے دیکھا کہ ہم سوار ہو گئے ہیں تو انہوں نے بھی پیادہ و سوار ہمارے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا، پس ہم چل پڑے اور وہ سوار مثل شیر بیشہ کے ہمارے آگے آگے تھا اور ہم اس کے پیچھے جا رہے تھے یہاں تک کہ ہم پشتہ سلیمانیہ تک پہنچے، وہ سوار اوپر چڑھا تو ہم بھی اس پر چڑھ گئے اس وقت وہ نیچے اترا اور ہم نے بھی پشتہ کے اوپر جانے تک اس کی متابعت کی، پھر ہم نے دیکھا تو سوار کا کوئی اثر و نشان نہیں گویا وہ آسمان کے اوپر چلا گیا یا زمین میں اتر گیا اور وہاں رئیس لشکر کو دیکھا اور نہ لشکر نظر آیا۔

پس میں نے ان اشخاص سے کہا کہ جو میرے ساتھ تھے کہ تمہیں شک ہے کہ وہ صاحب الامر علیہ السلام تھے، کہنے لگے نہیں خدا کی قسم اور میں نے اس وقت اس بزرگوار میں بہت تامل اور غور کیا، جب وہ ہمارے سامنے جا رہے تھے کہ گویا میں نے اس سے پہلے بھی آپ کو دیکھا ہوا ہے، لیکن میرے دل میں نہیں آتا تھا کہ انہیں کب دیکھا تھا، پس جب وہ ہم سے الگ ہو گئے تو مجھے یاد آیا کہ یہ وہی شخص ہیں کہ جو حلہ میں میرے مکان پر آئے تھے اور مجھے سلیمانیہ کا واقعہ بتایا تھا، اور باقی رہا عنیزہ تو ہمیں ان کے مکانوں میں

ان کا اثر و نشان نظر نہ آیا اور نہ کوئی آدمی نظر آیا کہ جس سے ہم ان کے حالات پوچھتے، سوائے اس کے کہ ہم نے بیابان کے وسط میں سخت قسم کا غبار اڑتے ہوئے دیکھا، پس ہم کربلا پہنچے اور ہمیں ہمارے گھوڑے بڑی تیزی سے لئے جا رہے تھے اور جب ہم شہر کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ لشکر قلعہ کے اوپر کھڑا ہے، پس وہ ہم سے کہنے لگے کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کس طرح پہنچے ہو، اس وقت ان کی نگاہ زائرین پر پڑی وہ کہنے لگے سبحان اللہ یہ صحرا زائرین سے پُر ہو گیا ہے، عنیزہ قبیلے کہاں گئے تو میں نے ان سے کہا کہ تم شہر میں بیٹھے رہو اور اپنی خوراک اور تنخواہ لیتے رہو۔ "ولمکۃ رب یرعاھا" اور مکہ و کعبہ کا رب اس کی حفاظت کرے گا اور یہ جناب عبدالمطلب کی گفتگو کا مضمون ہے کہ جب آپؑ حبشہ کے بادشاہ کے پاس اپنے اونٹ لینے کے لیے گئے جنہیں اس کا لشکر لے گیا تھا تو بادشاہ کہنے لگا تو نے کعبہ کی خلاصی کا سوال مجھ سے کیوں نہیں کیا کہ میں لشکر واپس لے جاؤں، فرمایا میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور مکہ کا مالک اس کی حفاظت کرے گا۔ الخ

اس وقت ہم شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آغا تخت پر دروازے کے قریب بیٹھا ہے، پس میں نے سلام کیا تو وہ میرے سامنے کھڑے ہو گیا، میں نے اس سے کہا کہ تیرے لیے یہی فخر کافی ہے کہ تو اس زبان مبارک پر مذکور ہوا ہے، وہ کہنے لگا واقعہ کیا ہے، تو میں نے اس کے لیے پورا واقعہ بیان کیا۔

وہ کہنے لگا کہ اے میرے آقا مجھے کیسے معلوم تھا کہ آپؑ زیارت کے لیے آ رہے ہیں ورنہ آپ کے پاس قاصد بھیجتا کہ میں اور میرا لشکر پندرہ دن سے اس شہر میں محصور ہے اور عنیزہ قبیلہ کے خوف سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتے، اس وقت کہنے لگا کہ قبیلہ عنیزہ کہاں گیا ہے۔

میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں سوائے اس کے کہ سخت قسم کا غبار ہم نے صحرا کے وسط میں دیکھا ہے کہ گویا ان کے کوچ کرنے کا غبار ہے، اس وقت میں نے گھڑی نکال کر دیکھی تو ڈیڑھ گھنٹہ دن رہتا تھا گو ہم نے سارا سفر ایک گھنٹہ میں طے کیا تھا، حالانکہ قبیلہ بنی طرف کے گھروں سے لے کر کربلا تک تین فرسخ تھے، پس ہم نے رات کربلا میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے قبیلہ عنیزہ کے متعلق پوچھ گچھ کی، ایک زمیندار نے خبر دی جو کہ کربلا کے باغوں میں رہتا تھا کہ اس اثناء میں کہ عنیزہ اپنے گھروں اور خیموں میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک سوار ان کے سامنے ظاہر ہوا جو موٹے تازہ عمدہ گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں طویل نیزہ تھا، پس اس نے بلند آواز سے انہیں پکار کر کہا کہ بتحقیق موت تمہارے سروں پر پہنچ گئی، حکومت عثمانیہ کی فوج پیادہ و سوار نے تمہاری طرف رخ کیا ہوا ہے اور وہ ابھی میرے پیچھے آ رہے ہیں، پس کوچ کر جاؤ اور مجھے امید نہیں کہ ان سے نجات حاصل کر سکو گے، پس خداوند عالم نے خوف و ذلت ان پر مسلط کر دی، یہاں تک کہ ایک شخص اپنا کچھ سامان چلنے میں جلدی کی وجہ سے چھوڑ دیتا تھا، پس ایک گھنٹہ نہیں گزرا ہو گا کہ وہ تمام کے تمام کوچ کر گئے اور وہ بیابان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، پس میں نے اس سے کہا کہ اس سوار کے اوصاف میرے لیے نقل کرو، جب اس نے اوصاف بیان کئے تو میں نے دیکھا کہ بعینہ وہی سوار ہے جو کہ ہمارے ساتھ تھا۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی محمد و آلہ الطاہرین۔

مولف کہتا ہے یہ کرامات و مقامات اس سید مرحوم سے بعید نہ تھے، کیونکہ انہوں نے علم و عمل میراث میں پایا تھا اپنے عم اجل جناب سید باقر سابق الذکر سے جو کہ اپنے ماموں جناب بحر العلوم اعلی اللہ مقامہ کے رازدان اور ان کے چچا محترم نے ان کی تربیت فرمائی اور مخفی امور اور اسرار پر مطلع کیا، یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچے کہ جس کے گرد افکار نہیں پہنچ سکتے تھے، اور ان میں فضائل و مناقب کی اتنی مقدار جمع ہوگئی کہ جو ان کے علاوہ دوسرے علماء ابرار میں جمع نہیں ہوئی، پہلی فضیلت یہ ہے کہ وہ مرحوم بعد اس کے کہ نجف اشرف سے حلہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں رہائش پذیر ہوئے اور لوگوں کو ہدایت اور اظہار حق اور ازہاق باطل شروع کیا تو آپ کی دعوت کی برکت سے داخل و خارج حلہ سے ایک لاکھ سے زیادہ عرب شیعہ مخلص اثنا عشری ہو گئے اور انہوں نے خود اس حقیر سے فرمایا کہ جب میں حلہ میں گیا تو وہاں کے شیعہ علائم امامیہ اور شعار شیعہ مخلص اثناء عشری ہو گئے اور انہوں نے خود اس حقیر سے فرمایا کہ جب میں حلہ میں گیا تو وہاں کے شیعہ علائم امامیہ اور شعار شیعہ میں سے سوائے اس کے کہ اپنے مردوں کو نجف اشرف لے جاتے تھے اور کچھ نہیں رکھتے تھے اور باقی احکام و آثار سے عاری و خالی تھے یہاں تک کہ اعداء خدا پر تبراء کرنے سے ان کی ہدایت کی وجہ سے صلحاء و ابرار ہو گئے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے، جو کہ ان کے خصائص میں سے ہے۔

دوسری چیز کمالات نفسانیہ اور صفات انسانیہ جو کہ آنجناب میں تھے صبر و تقوی و رضا و تحمل مشقت عبادت و سکون نفس اور ہمیشہ ذکر خدا میں مشغول رہتا اور کبھی بھی اپنے گھر میں اپنے اہل و عیال و خدمت گاروں سے حاجات میں سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے، مثلاً صبح و شام کا کھانا کافی اور چائے اور حقہ ان چیزوں کے اوقات میں باوجودیکہ انہیں اس کی عادت نہیں حالانکہ تمکن و ثروت و سلطنت ظاہری و غلام اور کنیزیں سب ہی موجود تھیں، اگر وہ ان چیزوں کی مواظبت و مراقبت اور دیکھ بھال نہ کرتے اور ہر چیز وقت پر نہ پہنچاتے تو بسا اوقات دن و رات ان چیزوں کے استعمال کئے بغیر گزر جاتے دعوت قبول کرتے اور ولیموں اور مہمانوں میں حاضر ہوتے، لیکن کتابیں اپنے ساتھ لے جاتے اور مجلس کے ایک کونے میں اپنی تالیف میں مشغول رہتے اور مجلس کی باتوں کی انہیں کچھ خبر نہ ہوتی، مگر یہ کہ کوئی مسئلہ پوچھیں تو اس کا جواب دیتے اور اس مرحوم کا طریقہ ماہ رمضان میں یہ ہوتا تھا کہ نماز مغرب جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھاتے اور اس وقت نوافل مقررہ مغرب جو کہ ماہ رمضان کی ہزار رکعت میں سے پورے مہینہ پر تقسیم شدہ ہیں ان کی اس مقدار کو ادا کرتے جو اس کے حصہ میں آتی اور پھر گھر جا کر افطار کرتے اور مسجد میں واپس جاتے اور اسی طریقہ پر نماز عشاء پڑھتے اور گھر آجاتے اور لوگ جمع ہو جاتے تو پہلے قاری حسن صوت اور حسن قرأت کے ساتھ قرآن کی کچھ آیات (جو وعظ و نصیحت و زجر و تہدید و تخویف سے تعلق رکھتیں) اس طرح پڑھتے جو سخت دلوں کو نرم اور خشک آنکھوں کو تر کر دیتیں، پھر کوئی دوسرا اسی نہج پر نہج البلاغہ کا کوئی خطبہ پڑھتا، پھر تیسرا مصائب ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام پڑھتا، اس وقت صالحین میں سے کوئی شخص ماہ مبارک رمضان کی دعائیں پڑھنے لگتا اور دوسرے اس کے ساتھ سحری کھانے کے وقت تک پڑھتے رہتے، پھر ہر ایک اپنے گھر چلا جاتا، خلاصہ یہ کہ مواظبت و مراقبت اوقات اور تمام نوافل و سنن و قرائت میں وہ اپنے زمانہ میں آیت اور حجت تھے، حالانکہ وہ بڑھاپے کے انتہائی سن کے پہنچے ہوئے تھے، اور میں سفر حج میں جاتے اور آتے وقت اس مرحوم کے ساتھ تھا اور مسجد غدیر و جحفہ میں ہم نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی

اور واپسی پر سماوہ سے تقریباً پانچ فرسخ باقی تھے کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۰ ہجری داعی حق کو لبیک کہا اور نجف اشرف میں اپنے عم مکرم کے پہلو میں دفن ہوئے اور ان کی قبر کے اوپر قبہ عالیہ بنایا گیا اور ان کی وفات کے وقت بہت سے موالف ومخالف لوگوں کی موجوگی میں ان کی قوت ایمانیہ وطمانینہ واقبال وصدق یقین کا وہ مقام ظاہر ہوا کہ جس سے سب کو تعجب ہوا اور کرامت باہرہ جو سب پر ظاہر ہوئی۔

اور تیسری چیز ان کی بہت سی فقہ واصول وتوحید وامامت وکلام وغیرہ میں عمدہ تصانیف ہیں جن میں ایک کتاب ہے کہ جس میں ثابت کیا ہے کہ شیعہ ہی فرقہ ناجیہ ہے جو کہ کتب نفیسہ میں سے ہے۔

طوبیٰ لہ وحسن مآب، طوبیٰ ہے اس کے لیے اور بہترین برگشت

چھٹی فصل

چند وظائف وتکالیف کا تذکرہ کہ جو بندگان خدا امام عصر صلوات اللہ علیہ کی نسبت رکھتے ہیں

آداب بندگی اور رسوم فرمانبرداری کہ جنھوں نے زیر فرمان واطاعت آنجناب اپنا سر نیچا کیا ہے اور جو خود کو عبد اطاعت اور ان کے وجود مبارک کے خوان احسان کا ریزہ چیں سمجھتے ہیں اور اسی ذات والاصفات ومعظم کو اپنا امام اور فیضات الٰہیہ نعمات غیر متناہیہ دینوی واخروی کے پہنچنے کا واسطہ وذریعہ قرار دیتے ہیں اور ان میں سے چند چیزیں بیان ہوں گی۔

پہلی خبر! غیبت کے دنوں میں آنجناب کے لیے مہموم ومغموم رہنا، اس کے متعدد اسباب ہیں ایک تو آپ کا محجوب وپوشیدہ ہونا اور ان کے دامان وصال تک دسترس کا نہ ہونا اور اس کے نور جمال سے آنکھوں کا روشن نہ ہونا، کتاب عیون میں امام رضا سے روایت ہے کہ آپ نے آپ کے متعلق ایک خبر کے ضمن میں فرمایا، کتنی مومن عورتیں اور مومن مرد متاسف وحیران ومحزون ہوں گے ماءمعین (جاری پانی) کے مفقود ہونے کے وقت یعنی حضرت حجۃ علیہ السلام اور دعائے ندبہ میں ہے کہ مجھ پر گراں ہے کہ مخلوق کو دیکھتا ہوں اور آپ نظر نہیں آتے اور آپ کی آواز اور راز کو میں نہیں سن سکتا اور میرے لیے گراں ہے کہ مجھے چھوڑ کر بلا آپ کا احاطہ کرے اور میرا نالہ وشکایت آپ تک نہ پہنچے میری جان قربان ہو آپ پر اے وہ غائب جو ہم سے کنارہ کش نہیں ہے اور میری جان فدا ہو آپ پر اے دور کئے ہوئے جبکہ آپ نے ہم سے دوری اختیار نہیں کی میری جان قربان ہو آپ پر کہ جو ہر مشتاق وآرزومند مرد وعورت کی آرزو ہے جو آپ کو یاد کرتے اور آپ پر گریہ ونالہ کرتے ہیں اور میرے لیے گراں ہے کہ میں آپ پر گریہ کروں اور باقی لوگ آپ سے

دست بردار ہوں آخر دعا تک جو کہ نمونہ ہے اس شخص کے دردِ دل کا کہ جس نے آپ کا صہبائے محبت کا جام پیا ہے اور دوسرا اس سلطان عظیم الشان کا رتق وفتق (نظم ونسق) احکام جاری کرنے اور حقوق وحدود کے نفوذ سے ممنوع ہونا اور اپنا حق دوسروں کے ہاتھ میں دیکھنا۔ حضرت باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے عبداللہ بن ظبیان سے فرمایا کہ مسلمانوں کی کوئی عید نہیں نہ عید قربان اور نہ فطر، مگر یہ کہ خداوند عالم آل محمد علیہم السلام کے حزن کو تازہ کر دیتا ہے، راوی نے پوچھا کس لیے فرمایا چونکہ یہ حضرات اپنا حق دوسروں کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں اور دوسرے دین مبین کے باطنی چوروں کا کمین گاہ سے باہر آجانا اور عوام کے دلوں میں شکوک وشبہات کا ڈالنا، بلکہ خواص کے تا کہ وہ گروہ در گروہ ہو کر دین خدا سے نکل جائیں اور سچے علماء کا اپنے علم کے اظہار سے عاجز ہونا اور صادقین علیہم السلام کا وعدہ سچا نکلا ہے کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ مومن کے لیے اپنے دین کی نگہداشت آگ کے انگارے کو ہاتھ میں رکھنے سے زیادہ مشکل ہوگی۔

شیخ نعمانی نے عمیرہ بن نفیل سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے حسین بن علی علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ وہ امر نہیں ہوگا کہ جس کے تم منتظر ہو جب تک کہ تم میں سے بعض دوسرے بعض سے بیزاری اختیار نہ کریں اور ایک دوسرے کے منہ پر نہ تھوکے اور ایک دوسرے کے خلاف کفر کی گواہی نہ دیں اور بعض دوسرے بعض کو لعنت نہ کریں۔ پس میں نے آنجنابؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس زمانہ میں کوئی اچھائی نہیں، حسین علیہ السلام نے فرمایا تمام خیر وخوبی اسی زمانہ میں ہے ہمارا قائم خروج کرے گا اور ان تمام کو دفع کرے گا اور نیز جناب صادق علیہ السلام سے اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے مالک بن حمزہ سے فرمایا اے مالک تیرا کیا حال ہوگا اس وقت جب کہ شیعہ اختلاف کریں گے، اس طرح آپؑ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر دیں۔ پس میں نے عرض کیا اے امیر المومنین علیہ السلام اس زمانہ میں خیر نہیں ہے، فرمایا ساری اچھائی اس وقت ہے ہمارا قائم خروج کریں گے، پس اس سے آگے ہو جائیں گے اور ستر افراد جو خدا اور رسولؐ پر جھوٹ بولیں گے، اس پر تقدم حاصل کریں گے، پس وہ سب کو قتل کر دے گا، پھر سب لوگوں کو ایک امر پر اکٹھا کر دے گا، اور نیز جناب باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا بے شک اے آل محمدؐ کے شیعہ تمہاری آزمائش ہوگی جس طرح سرمہ کی آزمائش ہوتی ہے آنکھ میں کہ صاحب سرمہ کو معلوم ہوتا ہے جب سرمہ اس کی آنکھ میں ڈالا جا رہا ہوتا ہے، لیکن اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس وقت اس کی آنکھ سے خارج ہوا ہے اور اس طرح ہے کہ ایک شخص صبح کرے گا تو ہمارے امر کی شاہراہ پر ہوگا اور شام کرے گا تو اس سے خارج ہو چکا ہوگا اور شام کرے گا ہمارے امر کی شاہراہ پر اور صبح کرے گا درآنحالیکہ اس سے نکلا ہوا ہوگا۔

حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم تم شیشہ کی طرح ٹوٹ جاؤ گے اور بے شک ٹوٹا ہوا شیشہ جب دے دیا جائے تو وہ لوٹ آتا ہے اور بے شک تمہیں کوزا کی طرح توڑا جائے گا، لیکن ٹوٹا ہوا کوزہ تو دوبارہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ جیسے پہلے تھا اور خدا کی قسم تمہاری بیخ کنی ہوگی اور خدا کی قسم تم جدا جدا علیحدہ ہو جاؤ گے۔ اور خدا کی قسم تمہارا امتحان لیا جائے گا یہاں تک کہ تم میں سے تھوڑے سے باقی رہ جائیں گے اور آپ نے اپنی ہتھیلی خالی کر دی اور اس مضمون کی بہت سی روایات روایت کی

ہیں۔اور شیخ صدوق نے کمال الدین میں امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ اونٹ کی طرح چراگاہ کی تلاش میں گردش کر رہے ہو، پس اسے نہ پاسکو گے اے گروہ شیعہ۔نیز آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے عبد الرحمن بن سیابہ سے فرمایا تم کیسے ہو گے اس زمانے میں جب کہ بغیر امام و ہادی اور نشان کے ہو گے اور تم میں سے ایک دوسرے سے بیزاری اختیار کرے گا تو اس وقت تمہارا امتحان لیا جائے گا اور تم ایک دوسرے سے جدا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ گے۔اور نیز صدیر صیرفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور مفضل بن عمر و ابو بصیر و ابان بن تغلب اپنے مولا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرتؑ کو دیکھا کہ آپؑ زمین پر خیبری کرتا پہنے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں کہ جس کی آستین چھوٹی تھیں۔اور شدت اندوہ و غم میں اس عورت کی طرح کہ جس کا فرزند عزیز مر جائے گریہ کر رہے تھے جگر سوختہ کی طرح آثار حزن و ملال و محنت و تکلیف آپ کے چہرہ حق جو سے ظاہر و ہویدا تھے اور آپؑ کی حق بین آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے اے میرے سید تیری غیبت نے میری نیند غائب کر دی اور میری راحت و آرام کو زائل کر دیا ہے۔اور میرے دل کا چین اور سرور چھین لیا ہے، اے میرے سید تیری غیبت نے میری مصیبت کو دائمی بنا دیا ہے اور تکالیف و مصائب کو مجھ پر پے در پے کر دیا ہے اور میرے آنسو نکلوائے اور نالہ و فغان اور حزن و ملال کو میرے سینہ سے باہر نکالا ہے اور بلائیں مجھ سے متصل کر دی ہیں، سدیر کہتا ہے کہ جب ہم نے حضرتؑ کو اس حالت میں دیکھا تو ہم حیران و پریشان ہو گئے، اور ہمارے دل آپؑ کی جزع و فزع سے قریب تھا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، ہم نے گمان کیا کہ آنحضرتؑ کو زہر دے دیا گیا ہے یا زمانہ کی مصیبتوں میں سے کوئی بڑی مصیبت آپؑ پر حادث ہوئی ہے، پس میں نے عرض کیا اے بہترین خلق خدا کبھی بھی آپؑ کی آنکھوں کو نہ رلائے کس حادثہ نے آپ کو رلایا ہے اور کون سی حالت رونما ہوئی ہے کہ اس طرح آپؑ ماتم نشین ہیں۔پس آپؑ نے شدت غم و غصہ و گریہ سے آہ سوزناک دل غمناک سے نکالی اور فرمایا کہ میں نے آج صبح کتاب جفر کو دیکھا اور وہ کتاب علم منایا و بلایا (موتیں اور مصیبتیں) پر مشتمل ہے اور اس میں وہ مصیبتیں بھی مذکور ہیں جو ہمیں پہنچیں گی اور اس میں گزشتہ اور آئندہ قیامت تک کا علم ہے، اور خداوند عالم نے اس علم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد ائمہ علیہم السلام کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے میں نے اس میں حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی ولادت و غیبت اور غیبت کی طوالت اور آپؑ کی عمر کے دراز ہونے اور زمانہ غیبت میں مومنین کا مبتلا ہونے اور لوگوں کے دلوں میں شک و شبہ کے زیادہ پیدا ہونے، آپؑ کی غیبت کے طول کی وجہ سے اور لوگوں کے اپنے دین میں مرتد ہو جانے اور اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال پھینکنے کو دیکھ رہا تھا، پس مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور مجھ پر حزن و ملال کا غلبہ ہو گیا ہے۔الخ

اس مقام کے لیے یہی خبر شریف کافی ہے، کیونکہ اگر تحیر و تفریق اور غیبت کے دنوں میں شیعوں کا مبتلا ہونا اور ان کے دلوں میں شکوک کا پیدا ہونا، حضرت صادق علیہ السلام کے گریہ کا سبب بنے۔اس واقعہ کے وقوع سے سالہا سال پہلے اور وہ آپ کی آنکھوں سے نیند کو اڑا دے تو وہ مومن جو اس حادثہ عظیم میں مبتلا ہے اور جو اس بے پایاں گرداب تاریک و امواج میں غرق ہے وہ گریہ و زاری اور نالہ و بے قراری اور حزن و اندوہ دائمی اور بارگاہ باری جل و علا میں تضرع و زاری کا زیادہ مستحق ہے۔

دوسری چیز! جو غیبت کے دنوں میں بندوں کا وظیفہ اور تکلیف شرعی ہے وہ ہر وقت انتظار فرج آل محمدؐ اور ترقب بروز وظہور حکومت قاصرہ اور سلطنت ظاہرہ مہدی آل محمد علیہ السلام اور زمین کا عدل وانصاف سے پر ہونا اور دین مبین کا باقی ادیان پر غالب آنا کہ جس کی خداوند عالم نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی اور وعدہ فرمایا ہے، بلکہ اس کی بشارت تمام انبیاء اور ان کی امتوں کو دی ہے کہ ایک ایسا دن آئے گا کہ جب خدا کے علاوہ کسی کی پرستش وعبادت نہیں کریں گے اور دین کی کوئی ایسی چیز اور حکم نہیں ہوگا جو کسی کے خوف سے پردہ خفا اور ستر وحجاب میں رہ جائے اور مصیبت وشدت حق پرستوں سے دور ہو جائے گی، جیسا کہ مہدی آل محمد علیہم السلام کی زیارت میں ہے۔

السلام علی المهدی الذی وعد الله به الامم ان یجمع به الکلم ویلم به الشعث ویملا به الارض عدلا وقسطا وینجز به وعد المومنین

سلام اس مہدی پر کہ خداوند عالم نے جس کا وعدہ تمام امتوں سے کیا ہے، کہ اس کے وجود سے وہ کلمات کو جمع کرے گا، یعنی اختلاف درمیان سے اٹھ جائے گا اور ایک دین ہو جائے گا اور وہ زمین کو عدل وداد سے پر کرے گا اور اس کی وجہ سے اس فرج کو نافذ فرمائے گا جس کا مومنین سے وعدہ کیا ہے اور اس فرج عظیم کا ۷۰ ہجری میں وعدہ کیا گیا تھا جس طرح کہ شیخ راوندی نے حرائج میں ابی اسحاق سبیعی سے روایت کی ہے اور اس نے عمرو بن حمق سے جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے صاحبان اسرار میں سے ایک تھے وہ کہتے ہیں کہ میں علی بن ابی طالبؑ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا کہ جب آپؑ کو کوفہ میں ضرب لگی تھی، پس میں نے عرض کیا آپؑ کو اس ضربت سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ فرمایا مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ میں تم سے جدا ہونے والا ہوں۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا کہ ۷۰ ہجری تک بلا ومصیبت ہے اور یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

پس میں نے عرض کیا کہ بلا کے بعد رخاء (آسائش) ہے تو آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور بے ہوش ہو گئے یہاں تک کہ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین علیہ السلام آپؑ نے فرمایا ہے کہ ستر ہجری تک بلاء ہے تو کیا بلا کے بعد رخاء وآسائش ہے۔ فرمایا ہاں بے شک بلاء کے بعد رخا ہے اور خداوند عالم جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور ثابت کر دیتا ہے اور اس کے پاس اُم الکتاب ہے (یہ روایت ظاہرا روایات متواترہ کے خلاف ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد بنی امیہ کے مظالم سے فی الجملہ آسائش کا حصول ہو، کیونکہ معاویہ اور یزید کے زمانہ میں شیعوں پر سختی اور ان کا قتل وبربادی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ پھر مختار کے زمانہ میں خون امام حسین علیہ السلام کا بدلہ لیا گیا، پھر مصعب کا کوفہ پر تسلط ہوا، اس کے بعد عبدالملک نے اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد اس کی سلطنت مستحکم ہو گئی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ حضرات پر وہ مظالم بند ہو گئے جو کہ معاویہ ویزید کے زمانہ میں تھے۔ واللہ اعلم بالصواب مترجم)

شیخ طوسی نے غیبت میں، کلینی نے کافی میں ابی حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ ۷۰ ہجری تک بلا ہے اور فرماتے تھے کہ بلا کے بعد رخاء ہے اور بتحقیق کہ ۷۰ ہجری

گزر گیا اور ہم نے آسائش و کشائش نہ دیکھی۔ پس ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ثابت خداوند عالم نے اس امر کا وقت ۷۰ ہجری قرار دیا تھا، پس چونکہ امام حسین علیہ السلام شہید کر دیے گئے تو غضب الٰہی اہل زمین پر سخت ہو گیا تو فرج و کشائش کو تاخیر میں ڈال دیا ۱۴۰ ہجری تک، پس ہم نے تمہیں خبر دی اور تم نے اس خبر کو منتشر کر دیا اور پردہ راز کو منکشف کیا تو پھر خداوند عالم نے اسے تاخیر میں ڈال دیا۔ پھر اس کا وقت ہمارے لیے مقرر نہیں ہوا "ولمحو الله ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب"۔

خدا جسے چاہتا ہے محو کرتا اور ثابت کرتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔ ابو حمزہ کہتا ہے کہ میں نے یہ خبر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا بے شک ایسا ہی ہے۔ (یہ روایت بھی سابق کی طرح ہماری فکر و نظر سے بالا ہے۔ مترجم)

اور شیخ نعمانی نے کتاب غیبت میں علاء بن سیابہ سے، اس نے ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا جو شخص تم میں سے مرجائے اور اس امر کا منتظر ہو وہ اس شخص کی طرح ہے جو حضرت قائم علیہ السلام کے خیمہ میں ہو۔

ابو بصیر نے آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ایک دن فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں کہ جس کے بغیر خداوند عالم بندوں کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا، ہم نے فرمایا جی ہاں، پس فرمایا "شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله" اور اس چیز کا اقرار کرنا کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے وہ ہے ہماری دوستی اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری، یعنی مخصوصاً ائمہ اور ان کا مطیع و منقاد ہونا اور ورع و اجتہاد و آرام و انتظار کرنا قائم علیہ السلام کے لیے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ ہماری حکومت ہے کہ جسے خدا جب چاہے گا لے آئے گا، پھر فرمایا جو شخص پسند کرتا ہے کہ وہ اصحاب قائم علیہ السلام میں سے ہے تو اسے آپؑ کا انتظار کرنا چاہیے۔ اور ورع و محاسن اخلاق کے ساتھ عمل کرے درانحالیکہ انتظار رکھتا ہو، پس اگر وہ مرجائے اور آپؑ کا خروج اس کے بعد ہو تو اس کے لیے اتنا اجر و ثواب ہے کہ جتنا آپؑ کو حاصل کرنے والے کو ملے گا، پس کوشش کرو اور انتظار میں رہو "هنيئا هنيئا" (خوشگوار ہو خوشگوار)

اور شیخ صدوق نے کمال الدین میں آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا دین آئمہ میں سے ہے ورع عفت و صلاح و فرج آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرنا۔ نیز حضرت رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اعمال میں سے افضل عمل خداوند عالم کی طرف سے انتظار فرج کرنا ہے۔ نیز امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہمارے امر حکومت کا منتظر مثل اس شخص کے ہے جو راہ خدا میں اپنے خون میں غلطاں ہو۔ اور شیخ طبرسی نے احتجاج میں روایت کی ہے کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے ایک توقیع محمد بن عثمان کو ملی جس کے آخر میں تھا کہ تعجیل فرج کے لیے زیادہ دعا کرو، کیونکہ تمہاری فرج و کشائش اسی میں ہے، اور طوسیؒ نے کتاب غیبت میں مفضل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے حضرت قائم علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور وہ شخص کہ جو ہمارے اصحاب میں سے انتظار کرتے وقت فوت ہو جائے کا بھی تذکرہ کیا تو حضرت صادق علیہ السلام نے ہم سے فرمایا کہ جب قائم علیہ السلام خروج کریں گے تو کوئی شخص مومن کی قبر پر جائے گا اور اس سے کہے گا اے فلاں بے شک تیرے صاحب کا ظہور ہو گیا ہے، پس اگر ان سے ملحق ہونا چاہتے ہو تو ملحق ہو جاؤ، اگر نعمت پروردگار میں قیام کرنا

چاہتے ہو تو پھر قیام کرو۔

شیخ برقی نے کتاب محاسن میں آنجنابؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اہل بیت کی دوستی کے ساتھ مر جائے اور فرج آل محمد کا انتظار کرتے ہوئے تو مثل اس شخص کے ہے جو قائمؑ علیہ السلام کے خیمہ میں ہو اور دوسری روایت میں ہے، بلکہ وہ اس شخص اس کی مانند ہے کہ جو رسول خدا کے ساتھ ہو اور تیسری روایت میں ہے کہ اس شخص کی طرح ہے جو رسول اکرمؐ کے سامنے شہید ہو جائے اور نیز محمد بن فضیل سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے فرج وکشائش کے متعلق امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کیا انتظار فرج فرج کی طرح نہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے "فانتظروا انی معکم من المنتظرین"۔ تم انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ یعنی میری کشائش کی انتظار کرو اور میں انتظار کرتا ہوں اس وقت کا کہ جس میں میں اس کی مصلحت سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہونی چاہیے۔

نیز آنجنابؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کتنی اچھی چیز ہے صبر و انتظار فرج۔ کیا تم نے خداوند عالم کا ارشاد نہیں سنا "فارتقبوا انی معکم رقیب وانتظروا انی معکم من المنتظرین"۔

یعنی تم پر صبر کرنا ضروری ہے، کیونکہ فرج وکشائش ناامیدی کے بعد آتی ہے اور بتحقیق تم سے پہلے کچھ ایسے لوگ تھے جو تم سے زیادہ صبر کرتے تھے۔

تیسری چیز! وظائف وتکالیف عباد میں سے شرور شیاطین انس وجن سے وجود مبارک امام عصر علیہ السلام کے حفظ کی دعا کرنا۔ اور جلدی نصرت وظفر وغلبہ پر کفار وملحدین ومنافقین آنجنابؑ کے لیے طلب کرنا، کیونکہ یہ ایک اظہار بندگی اور اظہار شوق و زیادتی محبت ہے اور اس مقام میں بہت سی دعائیں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ دعا ہے کہ جس کے ساتھ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے لیے دعا کرنے کا حکم امام رضا علیہ السلام دیا کرتے تھے جو کہ یونس بن عبدالرحمن سے مروی ہے اور دعا یہ ہے۔ **اللھم ادفع عن ولیك وخلیفتك رحمتك۔ الخ**

اور میں نے اس دعا کو کتاب مفاتیح کے باب زیارت حضرت صاحب الامرؑ میں نقل کیا ہے اور دوسری وہ صلوات ہے جو ابو الحسن ضراب اصفہانی کی طرف منسوب ہے اور اسے بھی مفاتیح میں روز جمعہ کے اعمال کے آخر میں نقل کر چکے ہیں۔ اور ایک یہ دعا شریف ہے **اللھم کن لولیك (فلاں بن فلاں)** اور فلاں بن فلاں کی جگہ کہو **حجة بن الحسن صلواتك علیه وعلی ابآئه فی هذه الساعة وفی کل ساعة ولیا وحافظا وقائداً وناصراً ودلیلا وعینا حتی تسکنه ارضك طوعا وتمتعه فیها طویلاً** اور بار بار اس دعا کو پڑھیں تیئسویں ماہ مبارک رمضان کی رات کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور جس حالت میں بھی ہو اس پورے مہینے میں اور جس طرح بھی ممکن ہو خدا کی تمجید وبزرگی اور نبیؐ وآل نبیؐ پر صلوات بھیجنے کے بعد یہ دعا پڑھیں اور ان کے علاوہ دوسری دعائیں بھی وارد ہوئی ہیں کہ جن کے نقل کی یہاں گنجائش نہیں جو طالب ہو وہ نجم ثاقب کی طرف رجوع کرے۔

چوتھی چیز! حفظ وجود مبارک امام عصرؑ کے لیے صدقہ دینا جتنا ممکن ہو ہر وقت دیا جائے چونکہ کوئی نفس عزیز وگرامی تر نہیں ہے

اور نہ ہونا چاہیے وجود مقدس امام عصر روحنا لہ الفداء سے، بلکہ وہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں، اگر ایسا نہ مانا جائے تو ایمان میں ضعف ونقصان اور اعتقاد میں خلل وسستی ہے جیسا کہ اسانید معتبرہ کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے صاحب ایمان نہیں جب تک کہ میں اور میرے اہل بیتؑ اس کے نزدیک اس کی جان اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں، اور کیونکر ایسا نہ ہو حالانکہ وجود وحیات ودین وعقل وصحت وعافیت اور باقی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں تمام موجودات کی اس وجود مقدس اور ان کے اوصیاء صلوات اللہ علیہم کا پرتو اور عکس ہیں اور چونکہ ناموس عصر ومدار دہر آفتاب وماہ اور صاحب قصرو بارگاہ سبب سکون زمین اور سیر افلاک ورونق دنیا از سمک (مچھلی) تا سماک (فلک) حاضر در قلوب اخیار وغائب از مردمک اغیار ان اعصار میں حضرت حجۃ ابن الحسن صلوات اللہ علیہا ہیں اور جامہ صحت وعافیت اس نفس مقدس کے باندازہ قامت موزوں ہے اور شائستہ قد معتدل اس ذات اقدس کے ہے، پس تمام خود پرستوں پر (کہ جن کا سب اہتمام) اپنے نفس کی حفظ وحراست وسلامتی ہے چہ جائیکہ وہ لوگ کہ جو سوائے اس وجود مقدس کے کسی کو لائق ہستی اور سزاوار عافیت وتندرستی نہیں سمجھتے) لازم وحتمی ہے کہ ان کا مقصود اوّلی اور غرض اصلی اور مطلوب اہم ہر وسیلہ وسبب کے دامن سے وابستہ ہونے سے جو کہ بقاء صحت وجلب عافیت وقضائے حاجت وبلیت کے لیے مقرر ہوا ہے مثل دعا وتضرع وتعدق وتوسل کے اس وجود مقدس کا حفظ وسلامتی ہو۔

پانچویں چیز! نیابت امام علیہ السلام میں حج کرنا اور حج کرانا، جیسا کہ قدیم شیعوں میں تھا۔ اور آنحضرتؑ نے اس کی تقریر فرمائی (تقریر کا معنی ہے کہ کوئی کام نبی یا امام کے سامنے ہو رہا ہو اور وہ اس سے منع نہ کریں تو وہ حجت ہے جس طرح کہ ان کا قول وفعل، جیسا کہ قطب راوندی نے کتاب خرائج میں روایت کی ہے کہ ابو محمد دعلجی کے دو بیٹے تھے، ان میں سے ایک نیک وصالح تھا کہ جسے ابوالحسن کہتے تھے اور وہ مردوں کو غسل دیا کرتا تھا اور اس کا دوسرا بیٹا محرمات کا ارتکاب کرتا تھا۔ شیعوں میں سے ایک شخص نے ابو محمد مذکور کو کچھ رقم دی کہ وہ آنحضرتؑ کی نیابت میں حج کرے جیسا کہ اس زمانہ کے شیعوں کی یہ عادت تھی اور ابو محمد نے اس رقم میں سے کچھ اپنے اس فاسق لڑکے کو دی اور اسے اپنے ساتھ لے گیا تاکہ وہ آنحضرتؑ کی طرف سے حج کرے۔ جب وہ حج سے واپس آیا تو اس نے نقل کیا کہ موقف عرفات میں میں نے ایک جوان گندم گوں اچھی ہیئت والے کو دیکھا جو تضرع وابتہال ودعا میں مشغول تھا اور جب میں اس کے قریب پہنچا تو میری طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہ اے شیخ تجھے شرم وحیا نہیں آتی، میں نے عرض کیا اے میرے سید وسردار کس چیز سے حیا کروں، فرمایا تجھے (نیابتی) حج دیتے ہیں اس شخص کے لیے کہ جسے تم جانتے ہو اور جسے تم ایک فاسق کو دے دیتے ہو جو کہ شراب پیتا ہے، قریب ہے کہ تیری آنکھ اندھی ہو جائے۔

اس کے واپس آنے کے چالیس دن نہیں گزرے تھے کہ اسی آنکھ سے کہ جس کی طرف اشارہ ہوا تھا، ایک زخم پھوٹا اور اس زخم سے وہ آنکھ ضائع ہو گئی۔

چھٹی چیز! آنحضرتؑ کا اسم مبارک سن کر تعظیم کے لیے کھڑا ہونا خصوصاً اگر اسم قائم علیہ السلام ہو، جیسا کہ تمام افراد امامیہ کثیر ہم اللہ تعالیٰ کی سیرت تمام شہروں میں مثلاً عرب وعجم ترک ہند ودیلم میں یہی ہے اور یہ خود کاشف ہے اس عمل کے لیے ماخذ واصل کے

وجود پر اگر چہ اب تک نظر سے نہیں گزرا، لیکن چند نفر علماء اور اہل اطلاع سے سنا گیا ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں روایت دیکھی ہے، بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ عالم متبحر جلیل سید عبداللہ سبط محدث جزائری سے سوال کیا گیا تو وہ مرحوم حضرت کی تعظیم واحترام میں کھڑے ہو گئے۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ تو ہمارے شیخ کا نجم ثاقب میں کلام تھا، لیکن عالم محدث جلیل وفاضل ماہر متبحر نبیل سیدنا الاجل آقا سید حسن موسوی کاظمی ادام اللہ بقاءہ نے تکملہ امل الآمل میں فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء امامیہ میں سے ایک شخص عبدالرضاء بن محمد نے کہ جو متوکل کی اولاد میں سے ہے، ایک کتاب حضرت امام رضاء علیہ السلام کی وفات پر لکھی ہے جس کا نام ہے تاجیج نیران الاحزان فی وفات سلطان خراسان اور اس کتاب کے متفردات میں سے یہ ہے فرمایا ہے روایت ہے کہ دعبل خزاعی نے جب قصیدہ تائیہ اپنا امام رضاء علیہ السلام کے لیے پڑھا تو جب اس پر پہنچا کہ **خروج امام لا محالة قائمه یقوم علی اسم الله بالبرکات** اور خروج کرنا امام کا جو لامحالہ خروج کرے گا جو اللہ کے نام پر برکتوں کے ساتھ کھڑا ہوگا تو حضرت رضاء علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اپنا سر زمین کی طرف جھکا لیا، بعد اس کے کہ آپ نے اپنے ہاتھ کی دائیں ہتھیلی اپنے سر پر رکھی ہوئی تھی اور فرمایا **اللهم عجل فرجه ومخرجه وانصر نابه نصرا عزیزا** خدایا اس کی فرج وخروج کو جلدی قرار دے اور اس کے ذریعہ ہماری باعزت طور پر مدد و نصرت فرما۔ انتھی

ساتویں چیز! منجملہ وظائف وتکالیف عباد کے ظلمات غیبت میں تضرع وزاری کرنا اور خدا اسے سوال کرنا ہے۔ ایمان و دین کے محفوظ رہنے کے لیے شیاطین اور زنادقہ مسلمین کے شبہات کے تطرق سے اور اس مقصد کے لیے دعاؤں کا پڑھنا کہ جن میں سے ایک وہ دعا ہے جسے شیخ نعمانی اور کلینی نے متعدد اسانید کے ساتھ زرارہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ ابا عبداللہ علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ بے شک قائم علیہ السلام کے لیے غیبت ہے، اس سے پہلے کہ وہ خروج کریں۔

میں نے عرض کیا کہ کس لیے، فرمایا اسے خوف ہوگا اور اپنے ہاتھ سے شکم مبارک کی طرف اشارہ کیا، اس وقت فرمایا اے زرارہ وہ ہے منتظر ہے اور وہ ہے وہ شخص کہ جس کی ولادت میں شک ہوگا، بعض کہیں گے کہ اس کا باپ فوت ہو گیا اور کوئی جانشین نہ چھوڑ گیا اور ان میں سے کچھ کہیں گے کہ وہ حمل تھا اور ان میں سے بعض کہیں گے کہ غائب ہے اور کچھ کہیں گے کہ باپ کی وفات کے دو سال بعد پیدا ہوا اور وہ ہے منتظر مگر یہ کہ خداوند عالم چاہتا ہے کہ شیعوں کے دلوں کا امتحان کرے، پس اس زمانہ میں باطل پرست شک میں پڑ جائیں گے۔

زرارہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں، اگر اس زمانہ کو پالوں تو کونسا عمل کروں، فرمایا اے زرارہ اگر اس زمانہ کو پاؤ تو یہ دعا پڑھو۔

اللهم عرفنی نفسك فانك ان لم تعرفنی نفسك لم اعرف نبيك اللهم

عرفنی رسولك فانك ان لم تعرفنی رسولك لم اعرف حجتك اللھم عرفنی حجتك میتہ فانك ان الم تعرفنی حجتك ضللت عن دینی۔

اور ایک دوسری طویل دعا ہے کہ جس ابتدائی حصہ تو یہی ہے، پھر اس کے بعد ہے "اللھم لا تمتنی عیة جاھلیة ولا تزع قلبی بعداذ ھدیتنی" آخیر دعا اور ہم نے اس ملحقات کتاب مفاتیح میں بیان کیا ہے اور سید ابن طاؤس نے جمال الاسبوع میں اور جمعہ کی نماز کے بعد ادعیہ ماثورہ کے بعد نقل کیا ہے، اس کے بعد فرمایا کہ اگر تجھے کوئی عذر ہو ان تمام سے جو کچھ ہم نے عصر روز جمعہ کے تعقیبات میں ذکر کیا ہے تو اس سے بچو کہ اسے مہمل چھوڑ دو، یعنی اس دعا کے پڑھنے کو کیونکہ ہم نے اسے خداوند عالم کے اس فضل میں سے پہچانا ہے کہ جس کے ساتھ اس نے ہمیں مخصوص فرمایا ہے، پس اس پر اعتماد کرو۔

فقیر کہتا ہے کہ اس کلام کے قریب سید ابن طاؤس اس صلوات کے ذیل میں کہتے ہیں جو کہ ابوالحسن ضراب اصفہانی کی طرف منسوب ہے اور اس کلام شریف سے اس طرح مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے کوئی چیز ان کے ہاتھ اس سلسلہ میں آئی ہے اور ان کے مقام و مرتبہ سے بعید بھی نہیں اور ایک وہ دعا ہے کہ جسے شیخ صدوق نے عبداللہ بن سنان سے روایت کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا قریب ہے کہ تمھیں شبہ عارض ہو اور بغیر نشانہ راہنما و پیشوائے ہدایت کنندہ کے رہ جاؤ اور اس شبہ میں نجات نہیں پائے گا سوائے اس شخص کے کہ جو دعائے غریق کو پڑھے، میں نے عرض کیا دعائے غریق کس طرح ہے، فرمایا کہو گے "یا اللہ یا رحمن یا رحیم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك" تو میں نے کہا "یا مقلب القلوب والا ابصار ثبت قلبی علی دینك" فرمایا یہ درست ہے، خدا مقلب القلوب والبصار ہے لیکن تم اسی طرح کہو جیسے میں کہہ رہا ہوں "یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك"۔

آٹھویں چیز! استمداد و استعانت و استغاثہ کرنا آنجناب سے شدائد و اہوال بلا و امراض اور شبہات و فتن کے اطراف و جوانب سے رونما ہونے اور چارہ کار نہ ہونے کے وقت اور آپ سے حل شبہ و رفع کربہ و دفع بلیہ کی خواہش کرنا، کیونکہ آنجناب بحسب قدرت الہیہ و علوم لدنیہ ربانیہ ہر شخص کے ہر جگہ کے حالات سے دانا اور اس کے مسئول کی اجابت پر توانا ہیں اور آپ کا فیض عام ہے اپنی رعایا کے امور کی دیکھ بھال سے نہ غفلت کی ہے اور نہ کریں گے اور خود آنجناب نے اس توقیع میں جو شیخ مفید کو بھیجی تھی تحریری فرمایا کہ ہمارا علم تمہارے اخبار و حالات پر محیط ہے، اور تمہاری خبروں میں سے کسی چیز کا علم اور تمہاری مصیبتوں اور مبتلا آت کی معرفت ہم سے غائب نہیں رہتی۔

شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے، جناب ابوالقاسم حسین بن روح تیسرے نائب رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے تفویض وغیرہ میں اختلاف کیا تو میں اس کے استقامت کے زمانہ میں ابوطاہر بن بلال کے پاس گیا، یعنی اس سے پہلے کہ وہ بعض مذاہب باطلہ کو اختیار کرتا، پس میں نے وہ اختلاف اس کو بتایا تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ مجھے

کچھ مہلت دو، پس میں نے اسے چند دن کی مہلت دی، پھر میں دوبارہ اس کے پاس گیا تو اس نے ایک حدیث اپنی اسناد کے ساتھ حضرت صادق علیہ السلام سے نکالی تو آپؑ نے فرمایا کہ جس وقت خداوند عالم کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام اور ایک ایک امام پر یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام تک پہنچتا ہے اور پھر وہ دنیا کی طرف آتا ہے، اور جب ملائکہ ارادہ کرتے ہیں کہ کسی عمل کو اوپر لے جائیں خداوند عالم کی بارگاہ میں تو وہ امام صاحب الزمانؑ کے سامنے پیش ہوتا ہے یہاں تک کہ رسول خدا کی خدمت میں پیش ہوتا ہے اس کے بعد بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتا ہے پس جو کچھ خداوند عالم کی طرف سے اترتا ہے وہ ان کے ہاتھ پر آتا ہے اور جو کچھ خدا کی طرف جاتا ہے تو وہ اُن کی طرف سے ہے، اور یہ حضرات خداوند عالم سے چشم زدن کی مقدار بے نیاز نہیں ہیں اور سید حسین مفتی کرکی سبط محقق ثانی کتاب دفع المناوات میں کتاب براہین سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے ابوحمزہ سے حضرت کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے سنا آنجناب فرمارہے تھے کہ کوئی ایسا فرشتہ نہیں کہ جسے خداوند عالم کسی کام کے لیے زمین پر بھیجے، مگر یہ کہ ابتدا امام سے کرتا ہے، پس اس چیز کو امام کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور بے شک ملائکہ کے آنے جانے کا محل ومقام خداوند عالم کی طرف سے صاحب امر ہے۔ اور ابو الوفائے شیرازی کی روایت میں ہے کہ رسول خداؐ نے اس سے فرمایا جب تو درماندہ و بیچارہ و گرفتار مصیبت ہو جائے تو حضرت حجۃ علیہ السلام سے استغاثہ کر، کیونکہ وہ تیری مدد کو پہنچیں گے اور وہ جناب فریادرس ہیں اور پناہ ہیں ہر اس شخص کے لیے جو اُن سے استغاثہ کرے۔

اور شیخ کشی اور شیخ صفا نے بصائر میں رمیلہ سے روایت کی ہے، وہ کہتی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ میں مجھے سخت بخار ہوا، پس میں نے جمعہ کے دن اپنے نفس میں کچھ خفت پائی تو میں نے کہا کہ میں اس سے بہتر کچھ نہیں سمجھتی کہ اپنے اوپر پانی ڈال لوں یعنی غسل کروں اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی اقتدا میں نماز پڑھوں، پس میں نے ایسا ہی کیا، اس وقت مسجد میں آئی اور جب امیر المومنین علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے تو میرا بخار عود کر آیا، پس جب امیر المومنین علیہ السلام نے نماز سے مراجعت کی اور قصر میں داخل ہوئے تو میں آنجنابؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؑ نے فرمایا اے رمیلہ میں نے دیکھا کہ تیرا بعض اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا اے رمیلہ تجھے کیا ہو گیا تھا کہ میں نے تجھے دیکھا کہ تیرے بعض اعضاء دوسرے اعضاء میں پیچ وتاب کھا رہے تھے۔

پس میں نے آپؑ سے اپنی حالت بیان کی کہ جس میں میں مبتلا تھی اور وہ چیز بتائی کہ جس نے مجھے آنحضرتؑ کے پیچھے نماز پڑھنے پر وادار کیا، پس آپؑ نے فرمایا اے رمیلہ جو مومن بھی بیمار ہوتا ہے اس کے ساتھ ہم بھی بیمار ہوتے ہیں، اس کی بیماری کی وجہ سے اور جو مومن محزون ہوتا ہے، اس کے حزن کی وجہ سے ہم محزون ہوتے ہیں اور جو مومن دعا کرتا ہے تو ہم آمین کہتے ہیں اور جو خاموش رہتا ہے اس کے لیے ہم دعا کرتے ہیں۔

پس میں نے آنجنابؑ سے عرض کیا اے امیر المومنین علیہ السلام آپ پر فدا ہو جاؤں، یہ لطف مرحمت صرف ان کے لیے

ہے جو آپ کے ساتھ اس قصر میں ہیں تو پھر مجھے ان کی حالت بتایئے کہ جو اطراف زمین میں ہیں، آپؑ نے فرمایا اے رمیلہ غائب نہیں ہے یا نہیں ہوتا ہم سے وہ مومن جو زمین کے مشرق میں ہے اور نہ وہ جو مغرب میں ہے۔

اور نیز شیخ صدوق وصفار وشیخ مفید و دوسرے اعلام بہت سے اسناد کے ساتھ جناب باقر وصادق علیہما السلام سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں بزرگواروں نے فرمایا بے شک خداوند عالم زمین کو کسی ایسے عالم کے بغیر نہیں چھوڑتا مگر یہ کہ اس میں ایک عالم ہوتا ہے جو کہ زمین کی زیادتی وکمی کو جانتا ہے، پس اگر مومنین کسی چیز کو زیادہ کریں تو ان کو پلٹا دیتا ہے اور ایک روایت ہے کہ اسے پھینک دیتا ہے اور اگر کم کردیں تو ان کے لیے مکمل کردیتا ہے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانوں پر ان کے امور خلط ملط ہوجاتے اور ایک روایت ہے کہ حق وباطل سے پہچانا نہ جاتا، اور تحفۃ الزائر مجلسی اور مفاتیح النجاۃ سبزواری میں مروی ہے کہ جس کو کوئی حاجت ہو تو جو کچھ آگے ذکر ہوگا اسے ایک رقعہ پر لکھے اور آئمہ کی قبور میں سے کسی قبر میں ڈال دے یا اس کو بند کرکے اس کو سر بمہر کرکے پاک مٹی کو گیلا کرکے اس کے اندر رکھ کر کسی نہر یا گہرے کنویں یا پانی کے گھڑے میں پھینک دے تو وہ امام زمان علیہ السلام تک پہنچ جائے گا اور وہ بنفس نفیس اس کی حاجت روائی کے متولی ہوں گے، رقعہ مذکور کا نسخہ یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم يا مولاى صلوات الله عليك مستغيثا و شكوت ما نزل بى مستجيرا بالله عزوجل ثم بك من امر قد دهمنى واشغل قلبى واطال فكرى وسلبنى بعض لبى وغير خطير نعمة الله عندى اسلمنى عند تخيل درودة الخليل و تبر دمنى عند ترآئى اقباله الى الحميم وعجزت عن دفاعه حيلتى وخاننى فى تحمله صبرى وقوتى فلجات فيه اليك وتوكلت فى المسئلة لله جل ثنا ئه عليه وعليك فى دفاعه عنى علما بمكانك من الله رب العالمين ولتدبير دمال الامور واثقابك فى المسارعة فى الشفاعة اليه جل ثنائه فى امرى متيقنا لاجابته تبارك وتعالى اياك باعطآئى سولى وانت يا مولاى جدير بتحقيق ظنى وتصديق املى فيك فى امر كذا و كذا ر اور كذا د كذا (کی جگہ اپنی حاجات کا نام لے) فيما لا طاقة لى بحمله ولا صبر لى عليه وان كنت مستحقاله ولا ضعافه بقبيح اعمالى و تفريطى فى الواجبات التى لله عزوجل فا غثنى يا مولاى صلوات الله عليك عند اللهف وقدم المسئلة لله عزوجل فى امرى قبل حلول التلف وشماتة الا

عدأء فيك بسطت النعمة على واسئل الله جل جلاله لى نصرا عزيزا وفتحا قريبا فيه بلوغ الامال و خير المبادي و خواتيم الا عمال والا من من المخارف كلها فى كل حال انه جل ثنائه لما يشاء فعال وهو حسبي ونعم الو كيل في المبدء والمال۔

پھر اس نہر یا تالاب کے پاس جائے اور آپؑ کے کسی وکیل عثمان بن سعید عمروی یا ان کے فرزند محمد بن عثمان یا حسین بن روح یا علی بن محمد سمری پر اعتماد کرے اور ان میں سے کسی ایک کو پکارے اور کہے کہ یافلاں بن فلاں سلام عليك اشهد ان وفاتك في سبيل الله وانك حي عند الله مرزوق وقد خاطبتك في حيوتك التي لك عند الله عز وجل وهذه رقعتي وحاجتي الى مولانا عليه السلام سلمها اليه وانت الثقة الأمين.

پس اس تحریر کو نہر کنوئیں یا تالاب میں پھینک دے تو اس کی حاجت پوری ہوگی اور اس خبر شریف سے اس طرح مستفاد ہوتا ہے کہ یہ چاروں بزرگوار جس طرح غیبت صغریٰ میں رعایا اور آنحضرت کے درمیان حاجات وخطوط کے پیش کرنے اور ان کے غیبت کبریٰ میں بھی آنجنابؑ کے ہم رکاب ہیں اور اس منصب بزرگ سے مفتخر اور سرفراز ہیں، پس معلوم ہوا کہ خوان احسان و جود و کرم و فضل ونعم امام زمان علیہ السلام زمین کے ہر ٹکڑے پر ہر پریشان درماندہ اور گم گشتہ درماندہ اور متحیر و نادان وسرگشتہ وحیران کے لیے بچھا ہوا ہے اور اس کا دروازہ کھلا ہے اور اس کا راستہ شارع عام ہے، لیکن سچے اضطرار اور حاجت اور عزم کے ساتھ بشرط صفائے طویت و طبیعت واخلاص سریرت اگر کوئی جاہل ونادان ہے تو شربت علم اسے بخشتے ہیں، اور اگر بھولا بھٹکا ہے تو اس کو راستہ پر لگاتے ہیں، اگر وہ بیمار ہے تو لباس عافیت اسے پہناتے ہیں جیسا کہ سیر و حکایات وقصص وواقعات گزشتہ سے اس مقام پر مقصود ومدام کا نتیجہ ظاہر وہویدا ہوجاتا ہے اور یہ کہ حضرت الامر صلوات اللہ حاضر درمیان عبادا ور ناظر برحال رعایا اور قادر بر کشف بلایا اور عالم با اسرار وخفایا ہیں غیبت اور لوگوں سے پوشیدہ رہنے کی وجہ سے اپنے منصب خلافت سے معزول اور اپنی ریاست الٰہیہ کے لوازم وآداب سے دستبردار نہیں ہوئے اور اپنی قدرت ربانیہ سے ان میں عجز نہیں آیا اور اگر چاہیں کہ اس مشکل کو حل کریں جو سائل کے دل میں ہے تو بغیر دیکھے ہوئے راستہ کے اور کسی کوشش کے وہاں اس کے حل کو پہنچا دیتے ہیں اور اگر چاہیں تو اس کے دل کو اس کتاب یا اس عالم کی طرف کہ جس کتاب میں یا جس عالم کے پاس اس کے درد کی دعا ہے مائل ومشتاق کردیتے ہیں اور کبھی اسے دعا تعلیم کرتے اور کبھی عالم خواب میں اس بیماری کا علاج اسے سکھا دیتے ہیں اور یہ جو دیکھا اور سنا گیا ہے کہ باوجود صدق ولاء اور اقرار امامت کے اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صاحبان حاجت واضطرار مقام عجز ونیاز وشکایت میں آتے ہیں لیکن اثر اجابت وکشف مصیبت نہیں دیکھتے تو علاوہ اس کے کہ اس مضطر میں دعا وقبولیت کے موانع پائے جاتے ہیں، غالباً یا تو اسے اضطرار میں اشتباہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مضطر سمجھتا ہے، حالانکہ وہ مضطر نہیں ہوتا یا خود کو بھولا بھٹکا اور متحیر سمجھتا ہے، حالانکہ اسے راستہ دکھا چکے ہوتے ہیں، مثلاً جو شخص احکام فرعیہ علیہ سے

جاہل ہے، اس کو ان کے احکام کے عالم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دے چکے ہیں، جیسا کہ توقیع مبارک میں ہے کہ اسحاق بن یعقوب کے مسائل کے جواب میں تحریر فرمایا اور باقی رہے وہ حوادث جو تمہارا رخ کرتے ہیں تو ان میں ہمارے راویان احادیث کی طرف رجوع کرو، بے شک وہ میری حجت ہیں تم پر اور میں ان پر حجت خدا ہوں، پس جاہل کا ہاتھ جب کہ عالم کے ہاتھ تک پہنچ سکتا ہے چاہے ہجرت و مسافرت کر کے اس کی کتاب فتویٰ تک تو وہ مضطر نہیں ہے، اسی طرح وہ عالم جو حل مشکل اور دفع شبہ ظواہر و نصوص کتاب و سنت اور اجماع سے کر سکتا ہے وہ عاجز اور مجبور نہیں ہے اور وہ اشخاص کہ جو اپنے اسباب زندگی و معاش حدود الٰہیہ اور موازین شرعیہ سے باہر نکال لے گئے ہیں، اور جتنی مقدار شریعت میں ممدوح ہے اس پر اقتصار اور قناعت نہیں کرتے تو بعض ایسی چیزیں کہ جن پر قوام و دار و مدار معیشت معلق نہ ہونے کی وجہ سے وہ مضطر نہیں ہیں اور اسی طرح کے اور موارد کہ انسان جن میں اپنے آپ کو عاجز اور مضطر سمجھتا ہے تو صحیح غور و تامل کے بعد اس کے خلاف ظاہر ہو جاتا ہے اور اگر واقعی مضطر بھی ہو تو شاید اس کی مصلحت یا نظام کل کے مصالح اس کے قبول کرنے کے متقاضی نہ ہوں، کیونکہ ہر مضطر کے لیے وعدہ قبولیت دعا نہیں کیا گیا، البتہ مضطر کی دعا قبول کرتے ہیں، اور ان کے حضور و ظہور کے زمانہ میں مکہ و مدینہ و کوفہ وغیرہ میں تمام اصناف مضطرین و عاجزین آپ کے محبوں اور موالیوں میں سے غالب اشخاص تھے اور بہت دفعہ سوال کرتے لیکن قبول نہ ہوتا، ایسا نہیں تھا کہ ہر عاجز ہر وقت جو چاہتا اسے دے دیتے اور ان کا اضطرار دور کر دیتے تھے، کیونکہ یہ چیز اختلال نظام اور اصحاب بلاد مصائب کے اجروں اور عظیم و جزیل ثوابوں کے اٹھ جانے کا سبب ہے جو کہ ان اجور اور ثوابوں کو قیامت کے دن مشاہدہ کرنے کے بعد آرزو و تمنا کریں گے کہ کاش ان کے بدنوں کے گوشت دنیا میں مقراضوں کے ساتھ کاٹے جاتے اور خداوند عالم نے باوجود قدرت کاملہ اور غنائے مطلق اور ذرات و جزئیات پر علم محیط رکھنے کے اپنے بندوں کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔

ساتویں فصل

حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ و اعلیٰ آباء الطاہرین کے بعض علامات ظہور کا بیان

اور ہم ان میں سے مختصر پر اکتفا کرتے ہیں کہ جنہیں سید سند فقیہ محدث جلیل القدر مرحوم آقا سید اسماعیل عقیلی نوری نور اللہ مرقدہ نے کتاب کفایۃ الموحدین میں تحریر کیا ہے اور وہ علامات دو قسم کی ہیں، علامات حتمیہ و علامات غیر حتمیہ اور علامات

حتمیہ (جو ہر حالت میں ظاہر ہو کے رہیں گی) بطور اجمال یہ ہیں اور مقصود ترتیب ذکری ہے۔

پہلی علامت! خروج دجال اور وہ ملعون الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور اس کے منحوس وجود سے عالم میں خونریزی اور فتنہ واقع ہوگا اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ مالیدہ و ممسوح یعنی بیکار ہو چکی ہوگی، اور اس کی دوسری آنکھ پیشانی کے درمیان ہوگی اور ستارہ کی طرح چمکے گی اور اس کی آنکھ کے درمیان خون کا ایک لوتھڑہ ہے، وہ بہت بڑا ہے اس کی شکل عجیب و ہئیت غریب ہوگی اور وہ جادوگری میں ماہر ہوگا اور اس کے سامنے ایک سیاہ رنگ کا پہاڑ ہے، جو لوگوں کی نگاہوں میں روٹی کا پہاڑ نظر آئے گا اور اس کے پیچھے ایک سفید رنگ کا پہاڑ ہوگا جسے لوگوں کی نگاہ میں سفید پانی دکھلائے گا اور وہ چیخ چلائے گا۔اولیائی انا ربکم الاعلیٰ

میرے اولیاء اور دوستوں میں تمہارا بلند ترین رب ہوں، شیاطین اور ان میں سے سرکش ظالمین و منافقین جادوگر اور کافر و اولاد زنا اس پر اتفاق کرلیں گے۔اور شیاطین اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گے، اور تمام نغموں کے آلات لہو و لعب اور گانا از قسم عود و مزمار و دف و قسم و قسم کے سازوں اور بربطوں سے مشغول ہوں گے کہ جن سے اس کی پیروی کرنے والوں کے دلوں کو نغمتوں اور الحان سے مشغول رکھیں گے اور کمزور عقل کے مرد و زن کی نظروں میں اس طرح آئے گا کہ گویا اس سے وہ رقص کر رہے ہیں اور تمام لوگ اس کے پیچھے جا رہے ہیں تا کہ ان نغموں اور دلربا آوازوں کو سنیں گویا تمام لوگ نشہ اور مستی میں ہوں گے۔اور ابوامام کی روایت میں ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص دجال کو دیکھے وہ اس کے منہ پر تھوک دے اور اس ملعون کے جادو کو دور کرنے کے لیے سورہ فاتحہ پڑھے، تا کہ وہ اس میں اثر نہ کرے جب وہ ملعون ظاہر ہوگا تو وہ دنیا جہان کو فتنہ و فساد سے پر کردے گا۔اس کے اور حضرت قائم علیہ السلام کے لشکر کے درمیان جنگ ہوگی اور بالآخر وہ ملعون حضرت حجت الٰہی یا عیسیٰ بن مریم کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

دوسری علامت! صیحہ (پکار) اور ندائے آسمانی ہے کہ بہت سے اخبار و روایات دلالت کرتے ہیں کہ وہ حتمیات میں سے ہے اور حدیث مفضل بن عمر میں حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا کہ حضرت قائم مکہ میں داخل ہوں گے اور خانہ کعبہ کی ایک جانب سے ظہور کریں گے اور جب سورج بلند ہوگا تو سورج کے سامنے ایک منادی ندا کرے گا کہ جسے تمام اہل زمین و آسمان سنیں گے اور وہ کہے گا اے گروہ خلائق آگاہ رہو کہ یہ مہدی آل محمد علیہ السلام ہے اور ان کو ان کے جد رسول خدا کے نام اور کنیت سے یاد کرے گا اور ان کا نسب مبارک ان کے والد بزرگوار امام حسن عسکری علیہ السلام بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب سلام اللہ علیہم اجمعین تک پہنچائے گا اور اس طرح وہ اس بزرگوار کا نسب ان کے آبا طاہرین کے اسماء کے ساتھ بیان کرے گا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام افراد اسے سنیں گے، پھر کہے گا کہ ان کی بیعت کرو تا کہ ہدایت حاصل کرو اور ان کے حکم کی مخالفت نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے، پس ملائکہ و نقبائے انس و نجبائے جن کہیں گے، لبیک اے خدا کی طرف بلانے والے ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

پس وہ مخلوق جب اس ندا کو سن لے گی تو شہروں، بستیوں، صحراؤں اور دریاؤں سے مشرق سے لے کر مغرب تک کے لوگ

مکہ معظمہ کا رخ کریں گے اور آنحضرتؑ کی خدمت میں پہنچیں گے اور جب غروب آفتاب کا وقت قریب ہوگا تو مغرب کی طرف سے شیطان ندا و فریاد کرے گا اے گروہ مردم تمہارا خدا وادی یابس میں اترا ہوا ہے پس تم عثمان بن عنبہ جو کہ یزید بن معاویہ بن ابوسفیان کی اولاد میں سے ہے، اس کی بیعت کرو تو ہدایت پاؤ گے اور اس کی مخالفت نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے، پس ملائکہ نقبائے انس اور نجبائے جن اس کی تکذیب کریں گے اور منافق اہل شک و ضلال اور گمراہ لوگ اس ندا کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے۔ نیز ایک اور ندا بھی آسمان سے ظاہر ہوگی اور وہ ندا ظہور حجۃ اللہ سے پہلے ہے کہ جس کا شمار حتمی علامات میں سے ہے جو کہ ضرور واقع ہوگی، جو ندا تیئیس ماہ مبارک رمضان کی رات کو آئے گی کہ جسے سب زمین کے رہنے والے مشرق عالم سے لے کر مغرب تک سنیں گے اور اس کا منادی جبرئیل ہوگا جو کہ بلند آواز سے ندا دے گا کہ الحق مع العلی و شیعتہ حق علیؑ اور اس کے شیعوں کے ساتھ ہے، اور شیطان بھی دن کے وسط میں زمین و آسمان کے درمیان ندا کرے گا کہ جسے سب لوگ سنیں گے کہ "الحق مع عثمان و شیعتہ" کہ حق عثمان اور اس کے شیعوں کے ساتھ ہے۔

تیسری علامت از وادی یابس سے سفیانی کا خروج یعنی بے آب و گیاہ بیابان جو کہ مکہ اور شام کے درمیان ہے اور وہ شخص بد صورت جس کے منہ پر چیچک کے داغ اور چار شانے زرد آنکھوں والا ہے کہ جس کا نام عثمان بن عنبہ ہے اور وہ یزید بن معاویہ کی اولاد میں سے ہے، اور اس ملعون کا پانچ بڑے شہروں پر تصرف ہوگا جو کہ دمشق، حمص، فلسطین، اُردن اور قنسرین ہیں۔ پھر وہ بہت سا لشکر اطراف و جوانب کی طرف بھیجے گا اور اس کا بہت سا لشکر بغداد و کوفہ کی طرف آئے گا، اور وہ بہت قتل و غارت اور بے حیائی ان میں کرے گا اور کوفہ و نجف اشرف میں بہت سے آدمی قتل ہوں گے اور اس کے بعد اپنے لشکر کے ایک حصہ کو شام کی طرف روانہ کرے گا، اور ایک حصہ کو مدینہ منورہ کی طرف بھیجے گا اور جب وہ لشکر مدینہ میں پہنچے گا تو تین دن تک قتل کرے گا اور بہت ہی خرابیاں کرے گا اور اس کے بعد مکہ کی سمت روانہ ہوگا، لیکن وہ مکہ نہیں پہنچ سکے گا اور جو حصہ شام کی طرف جائے گا اور راستہ ہی میں حضرت حجۃ اللہ کا لشکر اس پر ظفر و کامیابی حاصل کرے گا اور ان تمام کو ہلاک کردے گا اور ان کے اموال غنیمت میں مکمل تصرف کرے گا اور اس ملعون کا فتنہ اطراف بلاد میں بہت زیادہ ہوگا خصوصاً دوستان و شیعیان علی بن ابی طالب علیہ السلام کی نسبت یہاں تک کہ اس کا منادی ندا کرے گا کہ جو شخص ایک محب علیؑ کا سر لائے وہ ہزار درہم لے جائے، پس لوگ مال دنیا کی طمع میں ایک دوسرے کے حالات بتائیں گے اور ایک ہمسایہ دوسرے کے متعلق بتائے گا کہ یہ علی بن ابی طالب کا دوست ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ لشکر کا حصہ جو مکہ کی طرف جائیگا جب زمین بیداء میں پہنچے گا جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے تو اس زمین میں خداوند عالم ایک فرشتے کو بھیجے گا اور وہ چیخ کر کہے گا کہ اے زمین ان ملاعین کو اپنے اندر جذب کرلے، پس وہ سارا لشکر جو تین لاکھ کے قریب ہوگا وہ اپنے گھوڑوں اور ہتھیاروں سمیت زمین میں دھنس جائے گا سوائے دو آدمیوں کے جو ایک دوسرے کے بھائی اور گروہ جہنیہ میں سے ہوں گے کہ ملائکہ جن کے منہ پشت کی طرف پھیر دیں گے اور ایک سے کہیں گے تم بشیر ہو مکہ کی طرف جاؤ اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو لشکر سفیانی کے ہلاک ہونے کی خبر دو اور دوسرا جو نذیر ہے اسے کہیں گے کہ شام کی طرف جاؤ اور

سفیانی کو خبر دو اور ڈراؤ۔

پس وہ دونوں آدمی مکہ اور شام کی طرف چلے جائیں گے، جب سفیانی یہ خبر سنے گا تو شام سے کوفہ کی طرف چل کھڑا ہوگا اور وہاں بہت خرابیاں کرے گا، اور حضرت قائم علیہ السلام جب کوفہ پہنچیں گے تو وہ ملعون شام کی طرف واپس بھاگ جائے گا، پس حضرتؑ اس کے پیچھے لشکر بھیجیں گے جو اسے صحرہ بیت المقدس میں قتل کردے گا اور اس کا نحس سر کاٹ کر اس کے روح پلید کو جہنم رسید کردے گا۔

چوتھی علامت! سفیانی کے لشکر کا بیداء میں زمین میں دھنس جانا جو کہ ذکر ہو چکا ہے۔

پانچویں علامت! نفس ذکیہ کا قتل ہونا اور وہ آل محمد علیہم السلام کا ایک فرزند ہوگا جو کہ رکن و مقام کے درمیان قتل ہوگا۔

چھٹی علامت! سید حسنی کا خروج اور وہ خوبصورت نوجوان ہے جو دیلم و قزوین کی طرف خروج کرے گا اور وہ بلند آواز سے پکارے گا کہ آل محمد علیہم السلام کی فریادرسی کرو جو تم سے مدد طلب کر رہے ہیں، اور یہ سید حسنی ظاہراً امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے اور باطل کا دعویٰ نہیں کریں گے اور اپنے نفس کی طرف دعوت نہیں دیں گے، بلکہ آئمہ اثناء عشر کے مخلص شیعوں اور دین حق کی متابعت کرنے والوں میں سے ہوں گے اور وہ دعویٰ نبوت و مہدویت نہیں کریں گے۔ البتہ وہ مطاع و بزرگ و رئیس ہوں گے اور گفتار و رفتار میں حضرت خاتم النبیینؐ کی شریعت مطہرہ کے موافق ہوں گے اور اس کے زمانہ خروج میں کفر و ظلم نے عالم کو گھیرا ہوا ہوگا اور لوگ ظالموں اور فاسقوں کے ہاتھ سے اذیت میں ہوں گے اور مومنین کی ایک جماعت بھی ظالموں کے ظلم کو دفع کرنے کے لیے تیار ہوگی، اس وقت سید حسنی دین آل محمدؐ کی نصرت کے لیے استغاثہ کریں گے، پس لوگ ان کی اعانت کریں گے، خصوصاً طالقان کے خزانے جو کہ سونا چاندی کے نہیں ہوں گے، بلکہ شجاع قوی دل مسلح و مکمل مرد ہوں گے جو عمدہ گھوڑوں پر سوار ان کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس کی جمعیت کافی ہو جائے گی اور سید سلطان عادل کی طرح ان کے درمیان حکم و رفتار کریں گے اور آہستہ آہستہ اہل ظلم و طغیان پر غلبہ حاصل کرلیں گے اور اپنے مقام سے لے کر کوفہ تک زمین کو ظالموں اور کافروں کے وجود کی پلیدگی سے پاک کردیں گے، اور جب وہ اپنے اصحاب کے ساتھ کوفہ میں پہنچیں گے تو خبر دیں گے کہ حضرت حجۃ اللہ مہدی آل محمد علیہم السلام نے ظہور کیا ہے اور مدینہ سے کوفہ تشریف لا چکے ہیں۔

پس سید حسنی اپنے اصحاب کے ساتھ آنحضرتؑ کی خدمت میں مشرف ہوں گے اور آنحضرتؑ سے دلائل امامت اور مواریث انبیاء کا مطالبہ کریں گے۔

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ جوان آنحضرتؑ کو پہچانتا اور یہ جانتا ہوگا کہ آپ حق پر ہیں، لیکن اس کا مقصد یہ ہوگا کہ آپؑ کی حقانیت لوگوں اور اپنے اصحاب پر ظاہر کرے، پس آنحضرتؑ دلائل امامت اور مواریث انبیاء اس کے لیے ظاہر کریں گے، اس وقت سید حسنی اور اس کے اصحاب آپؑ کی بیعت کریں گے سوائے اس کے اصحاب میں سے تھوڑے لوگوں کے جو چار ہزار زیدی ہوں گے کہ جنہوں نے قرآن اپنے گلے میں حمائل کئے ہوں گے اور جو کچھ دلائل و معجزات دیکھیں گے انہیں وہ جادو پر حمل کریں گے اور کہیں گے یہ بہت بڑی باتیں ہیں اور یہ سب جادو ہے جو انہوں نے ہم کو دکھایا ہے۔

پس حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام جتنا وعظ و نصیحت انہیں کریں گے اور جتنا اظہار اعجاز فرمائیں گے، ان میں وہ اثر نہیں کرے گا تو آپ تین دن تک انہیں مہلت دیں گے، اور جب آپ کا وعظ و نصیحت اور جو کچھ حق ہے اسے قبول نہیں کریں گے تو حکم دیں گے کہ ان کی گردنیں اڑا دو، اور ان کی حالت، بہت مشابہ ہے خوارج نہروان کے ساتھ جو کہ جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے۔

ساتویں علامت! ہاتھ کی ہتھیلی کا ظاہر ہونا جو کہ آسمان میں طلوع کرے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ چہرہ و سینہ اور ہاتھ کی ہتھیلی چشمہ خورشید کے نزدیک ظاہر ہوگی۔

آٹھویں علامت! پندرہ رمضان کو سورج گرہن اور اس ماہ کے آخر میں چاند گرہن کا لگنا۔

نویں علامت! وہ آیات و علامات ہیں جو کہ ماہ رجب میں ظاہر ہوں گی، شیخ صدوق نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے، آنحضرتؑ نے فرمایا کہ شیعوں کے لیے فتنہ عظیم ہونا کا ہونا ناگزیر ہے اور وہ اس وقت ہوگا جب ان کا امام غائب ہوگا اور اہل آسمان و زمین اس پر گریہ کریں گے، اور جب اس کا ظہور قریب ہوگا تو آسمان کی طرف سے لوگوں کے کانوں میں تین ندائیں پہنچیں گی کہ جنہیں تمام مخلوق سنے گی۔

پہلی ندا: الا لعنۃ اللہ علی الظالمین یاد رکھو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

دوسری ندا: ازفت الآزفۃ یعنی نزدیک ہوا وہ امر جو روز بروز اور وقت بوقت پہنچتا ہے۔

اور تیسری آواز یہ ہوگی کہ ایک بدن سورج کی ٹکیہ میں سامنے سے ظاہر ہوگا اور اس کے ساتھ یہ ندا آئے گی کہ یہ امیر المومنین علیہ السلام دنیا کی طرف پلٹ کر آگئے ہیں ستم گاروں کو ہلاک کرنے کے لیے پس اس وقت مومنین کو فرج و کشائش آپہنچے گی۔

دسویں علامت! بنی عباس کا اختلاف اور ان کی حکومت کا خاتمہ کہ جس کے متعلق اخبار میں اعلام کیا گیا۔

علامات غیر حتمی: (جن کا ہونا لازمی نہیں) تو وہ بہت سی ہیں جن میں سے کچھ تو ظاہر ہو چکی ہیں اور کچھ ابھی تک واقع نہیں ہوئیں، اور ہم ان میں سے بعض کی طرف اجمالی طور پر اشارہ کریں گے۔

پہلی علامت! مسجد کوفہ کی دیوار کا خراب ہونا۔

دوسری! شط فرات سے کوفہ کی گلیوں میں نہر کا جاری ہونا۔

تیسری! خراب ہونے کے بعد دوبارہ کوفہ کا آباد ہونا۔

چوتھی! دریائے نجف میں پانی کا آجانا۔

پانچویں! فرات سے غری جو کہ نجف اشرف ہے اس کی طرف نہر کا جاری ہونا۔

چھٹی! ستارہ جدی کے قریب دُمدار ستارہ کا نمودار ہونا۔

ساتویں! آنحضرتؑ کے ظہور سے پہلے قحط سالی کا مظاہر ہونا۔

آٹھویں! زلزلہ اور سخت طاعون کی بیماری کا اکثر شہروں میں واقع ہونا۔

نویں! قتل بیوح یعنی اتنا زیادہ قتل وخون کہ جو رُکے گا نہیں۔

دسویں! تحلیہ مصاحف اور زخرف مساجد یعنی قرآن کو زیور پہنانا، اور مسجدوں کو سونے سے مزین کرنا اور ان کے میناروں کو طویل اور اونچا بنانا۔

گیارہویں! مسجد براثا کا خراب ہونا۔

بارہویں! زمین کی مشرق کی طرف آگ کا ظاہر ہونا جو تین یا سات دن زمین وآسمان کے درمیان بھڑکتی رہے گی جو کہ باعث تعجب ومحل خوف ہوگی۔

تیرہویں! سخت قسم کی سرخی کا آسمان میں ظہور جو پھیل کر سارے آسمان کو گھیر لے گی۔

چودہویں! مختلف جھنڈوں کی وجہ سے کوفہ میں زیادہ قتل وخونریزی۔

پندرہویں! ایک گروہ کا بندر وخنزیر کی شکل میں مسخ ہوجانا۔

سولہویں! خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں اور علموں کا حرکت میں آنا۔

سترہویں! ماہ جمادی الثانی اور رجب میں ایسی سخت بارشیں ہونا کہ جیسی بارش کبھی دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی۔

اٹھارہویں! عربوں کا مطلق العنان ہوجانا کہ جہاں چاہیں گے جائیں گے اور جو چاہیں گے کریں گے۔

انیسویں! سلاطین عجم کا شان ووقار سے خارج ہوجانا۔

بیسویں! مشرق کی طرف سے ایسے ستارے کا نمودار ہونا جو درخشندہ چاند کی طرح روشنی دے گا اور پہلی کے چاند کی طرح ہوگا اور اس کے دونوں طرفیں اس طرح ٹیڑھی ہوں گے کہ ٹیڑھے پن کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مل جائیں، اس قدر چمکدار ہوگا کہ آنکھوں کو خیرہ کردے گا۔

اکیسویں! ظلمت کفر وفسق ومعاصی کا تمام عالم کو گھیر لینا اور شاید اس علامت کا مقصد غلبہ کفر وفسق وفجور ہو اور دنیا میں ان امور کا منتشر ہونا ہے تمام شہروں میں اور لوگوں کا زیادہ میلان ورجحان اطوار وحالات کفار ومشرکین کی طرف گفتار کردار، عیش عشرت اور اوضاع دینویہ میں اور ان سے مشابہت اختیار کرنی، حرکات وسکنات ومساکن ولباس میں اور کمزوری اور سستی کرنا امر دین اور آثار شریعت میں اور آداب شرعیہ کا پابند نہ رہنا خصوصاً اس زمانہ میں کہ لوگوں کے حالات دن بدن بڑھتے اور سخت ہوتے جارہے ہیں اہل کفر کے ساتھ تمام جہات دینوی میں مشابہت کے لحاظ سے بلکہ قواعد وقوانین کفر کے اخذ کرنے اور ان پر امور ظاہر یہ میں عمل کرنے میں اور زیادہ تر اعتقاد اور اعتماد کامل ان کے اقوال واعمال پر رکھتے ہیں اور تمام امور میں انہیں پر وثوق واطمینان رکھتے ہیں اور بسا اوقات تو بہت سے عقائد میں یہ چیز سرایت کر جاتی ہے اور سرے سے اصل عقائد دینی سے دستبردار ہوجاتے ہیں، بلکہ اپنے چھوٹے بچوں کو ان کے آداب وقواعد کی تعلیم دیتے ہیں جیسا کہ آج کل مرسوم ہے کہ ابتدائے امر میں آداب وقواعد دین اسلام ان کے اذہان

میں راسخ نہیں ہونے دیتے اور ان میں سے بہت سوں کی حالت بلوغ کے بعد عقیدہ کے فاسد ہوتے اور دین اسلام سے متدین نہ رہنے تک پہنچ جائے گی اور اس طریقہ پر وہ زندگی گزاریں گے اور یہی حالت ہے ان لوگوں کی جو ان کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور ان کے اہل وعیال جو کہ ان کے تابع ہیں، بلکہ اگر پورے طور پر غور و تامل کرو تو دیکھو گے کہ کفر پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے، مگر بہت ہی کم لوگ اور تھوڑی مقدار اللہ کے بندوں کی اور ان میں سے بھی زیادہ تر ضعیف الایمان اور ان کا اسلام ناقص ہے، کیونکہ اکثر آباد علاقے کفار و مشرکین و منافقین کے تصرف میں ہیں اور ان میں زیادہ تر رہنے والے اہل کفر و شرک و نفاق ہیں، مگر شاذ و نادر اور اہل ایمان جو اثنا عشری ہیں، ان میں بھی بسبب اختلاف عقائد اصولیہ دینیہ و مذہبیہ کے جیسا کہ وہ متفرق و پراگندہ ہیں، ان میں سے اہل حق نادر اور تھوڑے سے ہیں اور اہل ایمان میں سے یہ تھوڑے سے بھی خواص و عوام میں سے زیادہ تر اعمال قبیحہ اور افعال شنیعہ محرکہ کے ارتکاب کی وجہ سے از قسم معاصی و محرمات و حرام کھانے اور ہر ایک دوسرے پر ظلم و تعدی کرنا امور دینیہ و دینویہ میں اس قدر اپنے نفوس پر ظلم کرتے ہیں کہ ایمان و اسلام میں سے کوئی چیز بھی ان کے پاس نہیں رہ جاتی سوائے اسم کے جو کہ مسمی سے مطابقت نہیں رکھتا اور سوائے رسم کے جو کہ آثار شریعت کے مخالف ہے، پس روئے زمین پر اس وقت اسلام کا کوئی اثر باقی نہیں رہا، مگر بہت کم اور وہ بھی مغلوب اور منکوب ہے اور ان کے وجود سے ظاہر شریعت ترویج دین میں کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا اور لوگوں کی نگاہ میں کلیۃ معروف منکر اور منکر معروف ہو چکا ہے۔ اور اسلام میں سے صرف نام اور ظاہری رسم باقی رہ گئی ہے اور گویا طریقہ امیر المومنینؑ وسیرہ وعادت آئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین ہاتھ سے بالکل نکل گئے ہیں اور قریب ہے کہ العیاذ باللہ طومار شریعت بالکل لپیٹ دیا جائے اور سب لوگ دیکھ اور سن رہے ہیں کہ دن بدن یہ چیز شدت اختیار کر رہی ہے اور وہ جو رسول خدا نے خبر دی تھی کہ اسلام ابتدائے ظہور میں غریب و بے وطن تھا اور اس کے بعد غربت کی طرف پلٹ جائے گا اور غریب ہو جائے گا وہ اس زمانے میں ظاہر اور ہویدا ہے اور قریب ہے کہ تمام دنیا ظلم و جور سے پر ہو جائے بلکہ حقیقت میں عین ظلم و جور ہے، پس ضروری ہے کہ یہ تھوڑے مومنین عباد خدا ہمیشہ رات دن تضرع وزاری و ابتہال کے ساتھ خداوند عالم سے سوال و دعا کریں کہ وہ فرج آل محمد علیہم السلام میں تعجیل کرے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے بعض خطبوں میں نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا۔

اذا صاح الناقوس و کبس الکابوس وتکلم الجاموس فعند ذلک عجائب وای عجائب انار النار بنصیبین و ظهرت رائة عثمانیة بواد سود و اضطربت البصرة و غلب بعضهم بعضاً وحبا کل قوم الی قوم الی ان قال علیه السلام واذعن هرقل بقسطنطنیه بطارقته سفیانی فعند ذلک توقعوا ظهور متکلم موسی من الشجرة علی طور۔

جب ناقوس چلائے گا اور اچانک حملہ کرنے والا دبانے والا آئے گا اور بھینسا بولے گا تو اس وقت بڑے عجائبات کا ظہور ہوگا

اور کیسے ہی عجائبات ہوں گے نصیبین کے مقام پر آگ روشن ہوگی اور عثمانی جھنڈا سیاہ وادی میں ظاہر ہوگا اور بصرہ جلنے لگے گا اور بعض کا بعض پر غلبہ ہوگا اور ہر قوم دوسری قوم کا رخ کرے گی، یہاں تک کہ فرمایا اور ہرقل (بادشاہ روم) قسطنطنیہ میں سفیانی کے جرنیلوں کی اطاعت کریگا تو اس وقت کوہ طور پر درخت سے موسیٰ کے ساتھ کلام کرنے والے ظہور کی توقع رکھو، نیز آپؑ اپنے بعض کمالات دربار میں علامات ظہور حضرت قائم علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں، جب لوگ نماز کو بالکل چھوڑ دیں گے اور امانت کو ضائع کر دیں گے اور جھوٹ کو حلال سمجھیں گے اور سود کھائیں گے اور رشوت لیں گے اور پختہ مکان وعمارتیں بنائیں گے اور دین کو دنیا کے ساتھ بیچیں گے اور بیوقوفوں کو عامل وحاکم بنائیں گے اور عورتوں سے مشورے کریں گے، قطع رحمی کریں گے، خواہشات کی پیروی کریں گے، خون بہانا آسان سمجھیں گے، حلم کمزوری ہوگا، ظلم فخر ہوگا، امیر فاجر وزیر ظالم لوگ اور بڑے لوگ خائن اور قاری قرآن فاسق ہوں گے اور جھوٹی شہادتیں ظاہر ہوں گی، فسق وفجور، بہتان تراشی اور گناہ وسرکشی علی الاعلان ہوں گے اور قرآن کو زیور پہنائے جائیں گے اور مسجدیں سونے سے تزئین کی جائیں گی اور منارے اونچے بنائے جائیں گے اور برے لوگوں کو مکرر ومعزز سمجھا جائے گا اور صفوف میں بھیڑ ہوگی اور خواہشات مختلف ہوں گی اور عقد ومعاہدے توڑ دیئے جائیں گے اور وعدہ میں ہوئی چیز قریب ہو جائے گی اور عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں گی، دنیا پر حریص ہونے کی وجہ سے اور فاسقوں کی آوازیں بلند ہوں گی اور ان کی بات کان دھر کے سنی جائے گی اور قوم کا رئیس ان میں پست ترین ہوگا اور فاجر سے اس کے شر کے خوف سے بچا جائے گا اور جھوٹے کی تصدیق کی جائے گی، اور گانے بجانے اور عیش وعشرت کی محفلیں ہوں گی اور اس امت کے آخری پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے اور عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں گی اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں گی اور گواہی دینے والا گواہ بنائے جانے کے بغیر گواہی دے گا اور علم دین وفقہ غیر دین کے لیے سیکھنے والا حاصل کرے گا اور دنیا کے عمل کو آخرت کے عمل پر ترجیح دیں گے اور بھیڑ کے چمڑے بھیڑیوں کو پہنائیں گے، ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار اور صبر سے زیادہ کڑوے ہوں گے تو اس وقت جلدی کرنا جلدی اور تعجیل ہی تعجیل۔ ان دنوں بہترین جگہ بیت المقدس ہوگی، البتہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ہر ایک تمنا کرے گا کہ وہ اس کے رہنے والوں میں سے ہوتا۔

مولف کہتا ہے کہ مجھے مناسب معلوم ہوا ہے کہ یہاں اپنے شیخ واستاد مرحوم ثقۃ الاسلام نوری طاب ثراہ کے کلمہ طیبہ کے کلام کا خلاصہ نقل کر دوں بعد اس کے کہ انہوں نے یہ ثابت کیا کہ تہتر فرقوں میں فرقہ اثنا عشریہ ہی اہل نجات ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس جماعت کی نجات اس زمانہ میں انتہائی کمزور پست تھوڑی اور ست ہے چند امور کی وجہ سے کہ جن میں سے عمدہ ایران کے مقدس شہروں میں کفار کی زیادہ آمد ورفت ہے اور زیادہ میل جول اور دوستی مسلمانوں کی ان کے ساتھ اور مال و اسباب وسامان وآلات واثاث البیت اہل کفر وشرک کا ہر شہر ودیہات کو ڈھانپ لیتا ہے، یہاں تک کہ ضروریات زندگی و اسباب راحت بدن وآسودگی میں سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس میں ان کا نام ونشان یادگار ورسم نہ ہو، اس کام کے نتائج اور اس رفتار کے آثار ایسے مفاسد اور مضرات بے شمار ہیں جو کہ دین اسلام میں پیدا ہو گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ولی بعض کفار وملحدین کا جو کہ ارکان دین اور اجزاء ایمان میں سے ہے وہ دل سے نکال دیا ہے اور ان کی دوستی ومحبت جو کہ دوستی

خدا و اولیاء خدا کی ضد ہے جس طرح کہ آگ اور پانی ایک دوسرے کی ضد ہیں وہ لے آیا ہے، بلکہ ان سے میل جول اور آمیزش مایہ افتخار اور سبب فخر و مباہات ہو گیا ہے، حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ نہیں پائے گا تو ان لوگوں کو جو کہ خدا اور روز جزاء پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوست رکھیں ان اشخاص کو جو دشمن اور مخالف ہے خدا اور اس کے رسولؐ کے چاہے وہ ان کے باپ اولاد بھائی اور اہل قبیلہ ہی کیوں نہ ہوں۔ چہ جائیکہ بے گانے ہوں، پس جو ان کا دوست ہے، اس کا ایمان میں کوئی حصہ نہیں ہے، نیز فرماتا ہے اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا ولی و دوست نہ بناؤ۔ الآیۃ اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے اپنے ایک نبی کی طرف وحی کی کہ مومنین سے کہو کہ وہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں اور نہ میرے دشمن کا کھانا کھائیں ورنہ میرے دشمن ہو جاؤ گے جس طرح کہ وہ میرے دشمن ہیں اور کتاب جعفریات میں اسی مضمون کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے، اور اس کے آخر میں فرمایا ہے میرے دشمنوں کی اشکال سے متشکل نہ ہو جاؤ۔

امالی صدوق میں مروی ہے کہ جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص کسی کافر کو دوست رکھتا ہے تو وہ خدا کا دشمن ہے اور جو کسی کافر کو دشمن رکھتا ہے وہ خدا کا دوست ہے، پھر آپؑ نے فرمایا کہ دشمن خدا کا دوست خدا کا دشمن ہے اور کتاب صفات الشیعہ میں جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ان لوگوں میں سے کہ جو ہم اہلبیت کی دوستی کا دم بھرتے ہیں ایسے اشخاص بھی ہیں کہ جن کا فتنہ دجال کے فتنہ سے زیادہ ہے ہمارے شیعوں کے لیے۔ راوی نے عرض کیا کہ کس بناء پر، فرمایا ہمارے دشمنوں کو دوست رکھنے اور ہمارے دوستوں کو دشمن رکھنے کی وجہ سے، کیونکہ جب یہ صورت ہو جائے تو حق باطل سے خلط ملط ہو جاتا ہے اور مشتبہ ہو جاتا ہے، پس مومن منافق سے پہچانا اور الگ نہیں ہو سکتا، نیز آنجنابؑ نے اہل جبر و تشبیہ اور غلات کے بارے میں فرمایا جیسا کہ خصال میں مروی ہے کہ جو شخص ان کو دوست رکھے تو وہ ہمیں دشمن رکھتا ہے اور جو انہیں دشمن رکھے وہ ہمیں دوست رکھتا ہے اور جو ان سے مواخات رکھے، اس نے ہم سے رشتہ توڑ لیا اور جو ان سے اپنا رشتہ توڑ لے اس نے ہم سے مواصلت کی اور رشتہ جوڑا اور جو انہیں آزردہ کرے اس نے ہم سے نیکی کی ہے اور جو ان سے نیکی کرے اس نے ہمیں آزردہ کیا اور جو ان کی عزت کرے اس نے ہماری توہین کی ہے اور جو شخص ان کی بات کی تردید کردے اس نے ہماری بات کو مانا اور ہماری پذیرائی کی ہے، اور جو ان کی بات مان لے اس نے ہمارے قول کی تردید کی ہے اور جو ان سے احسان کرے اس نے ہم سے بدی کی، اور جو ان سے بدی کرے اس نے ہم سے نیکی کی اور جو ان کی تصدیق کرے اس نے ہماری تکذیب کی ہے اور جو ان کی تکذیب کرے اس نے ہماری تصدیق کی ہے، اور جو ان کو عطیہ دے اس نے ہمیں محروم کیا ہے اور جس نے انہیں محروم کیا اس نے ہمیں عطیہ دیا ہے۔

اے خالد کے بیٹے جو ہمارا شیعہ ہے وہ ان میں سے کسی کو دوست و مددگار نہ بنائے اور جب ایسے کافروں کا حال یہ ہے تو باقی کفار کا حال اگر ان سے بدتر نہیں تو کمتر بھی نہیں ہو سکتا۔ دوسرا امر یہ ہے کہ دل میں بغض دین و طریقہ مسلمین و عداوت

متدینین وصالحین (جو کہ متأدب ہیں آداب شریعت کے ساتھ اور دل وزبان سے منکر ہیں اس جماعت کی معاشرت ومشابہت سے) آہستہ آہستہ ثابت وبرقرار ہوجاتا ہے، کیونکہ فطری طور پر ہر شخص اپنے طریقہ کے مخالف اور اس کی رسوم کے منکر سے نفرت کرتا ہے کہ جن کو اس نے از روئے محبت وخیال ولذت ومنفعت کے اختیار کر رکھا ہے، خصوصاً اگر وہ مخالف بقدر امکان اس کو اس طریقہ کی پیروی سے منع کرے اور روکے اور اس مفسدہ کا شیوع وبروز وظہور اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ قریب ہے کہ لوگ ارباب علم ودیانت کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو بے چارے یہودی کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ جن کے دیکھنے سے دل گھٹتا ہے اور ترش روائی پیدا ہوجاتی ہے اور جو شخص اس کو تکلیف واذیت دینے کی قدرت رکھتا ہے تو وہ اس کے درپے ہوجاتا ہے، بلکہ صاحب عمامہ کو دیکھنے سے جو کہ عیش کو ناخوشگوار بنا دیتا ہے اور مانع لہو وطرب ہے۔ زیادہ نفرت گھٹن واستہزاء وتمسخر اور آنکھوں اور ہاتھ سے بطور استخفاف اشارہ کرنا دوسروں کی نسبت زیادہ ہے، بلکہ اہل علم کی حرکات وسکنات کی نقالی کرنا اوقات تحصیل وتدریس وعبادت میں مجالس لہو ولعب میں ہنسانے اور اپنے محافل طرب کی زینت کا سبب قرار دیتے ہیں، اور کبھی ان چیزوں کو شعر ونظم کے لباس میں پیش کرتے ہیں اور وہی کام جو کفار مومنین کو دیکھنے کے وقت کرتے تھے کہ زبان سے استہزاء کرنا اور چشم وابرو سے اشارہ کرنا اور جتنا ہو سکے استحقار واستخفاف کرنا اور خداوند عالم نے متعدد مقامات پر حکایت فرمائی ہے۔ اور انہیں عذاب دینا و آخرت کی اطلاع دی ہے اور اسی روش وطریقہ فساق وفجار کے مطابق جو ان لوگوں کے ساتھ کرتے تھے، اس زمانہ میں بھی اس طرح کرتے ہیں اور یہ بغض ومنافرت باوجود ان کے احترام وتعظیم کے انتہائی تناقض اور کمال مباینت رکھتا ہے اور بالکل ایک دوسرے سے جمع نہیں ہو سکتے اور بہت سے روایات میں ایمان صف حب الٰہی میں ہے اور وہ چیزیں کہ جنہیں وہ پسند کرتا اور انہیں دوست رکھتا ہے انہیں دوست رکھنے میں ہے، اور خدا کے دشمنوں سے بغض رکھنا اور ان چیزوں سے کہ جنہیں وہ دوست رکھتے ہیں۔

اور نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اگر ہم میں اور کچھ نہ ہو سوائے اس کے کہ ہم دوست رکھتے ہیں ان چیزوں کو کہ جن سے خدا دشمنی رکھتے ہیں اور ہم تعظیم کرتے ہیں ان چیزوں کی کہ جنہیں خدا حقیر سمجھتا ہے تو یہی ہمارے لیے خدا کی مخالفت ہے اور اس کے حکم سے روگردانی کرنے کے لیے کافی ہے۔ خلاصہ یہ کہ امت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتہ کار اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ اکثر عوام ضروری مسائل سے بے خبر ہیں، بلکہ نصاریٰ زنادقہ اور دہریوں سے میل جول رکھنے ان کے پاس بیٹھنے اور اس کی وجہ سے اتنے کلمات کفر اور منکر اور بری باتیں جو کہ سبب ارتداد ہیں لوگوں کے درمیان عام ہو چکی ہیں کہ دستہ دین سے خارج ہوجائیں گے اور انہیں خبر بھی نہیں ہوگی اور اگر معلوم ہو بھی جائے تو بھی اسے اپنے مقصد میں شمار نہ کریں گے۔ اور اکابر عیان بڑے گناہوں کو مثلاً لوگوں کے سامنے ماہ رمضان میں دن کے وقت کھانے اور روزہ چھوڑ دینے کو فخر سمجھتے ہیں اور دین کی پیروی کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کا تمسخر واستہزاء کرتے ہیں اور انہیں بیشعور وبے باک سمجھتے ہیں اور بیجبر اور بے ذوق لوگوں میں انہیں شمار کرتے ہیں اور کبھی انہیں خشک مقدس کا نام دیتے ہیں اور ہمیشہ افعال خداوندی پر اعتراض کرتے ہیں اور کیڑے نکالتے ہیں اور مدح وتوصیف حکماء اہل صنعت فرنگ اور ان کی زیادہ عقلمندی وہوشیاری کو ورد زبان اور زینت مجالس قرار دیتے ہیں اور ان کے صنعتی

کاموں کو جو کہ فی الجملہ علم طبی اور ریاضی کی تکمیل کا نتیجہ ہیں، قوت بشری سے خارج اور معجزات و خوارق عادات انبیاء و اوصیاء کے ہم پلہ سمجھتے ہیں، مجالس علماء سے گریز اور صحبت علم دین و ذکر معاد و قیامت سے ملول و منزجر ہو جاتے ہیں اور اگر کسی محفل میں پھنس جائیں تو یا سو جاتے ہیں اور یا دل کسی دوسری طرف بھیج دیتے ہیں، فقراء و اہل دیانت کی رو رعائت کو بیفائدہ سمجھتے ہیں اور نجی اموال کی بناء پر کہ جو حرام کی راہ سے یتیم اور بیوہ عورتوں کے خون سے جمع کیے ہیں کہ جنہیں مصارف حرام و معاصی عظام میں صرف کرتے ہیں، خود کو غنی و تونگر اور معظم و مکرم اور لازم الاحترام شمار کرتے ہیں اور علماء و اتقیاء کو لوگوں کا مال کھانے والے حلوا خوار گداگر اور ذلیل سمجھتے ہیں، سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے، مردوں کے لباس زری و دیباج کے ہیں، داڑھیاں منڈا کر بنی مروان و بنی امیہ کی ہیئت بنائے ہوئے سخن محبوب اور زبان مرغوب فرانسیسی و انگریزی بولتے اور کتاب خداوند عالم اور آثار آئمہ علیہم السلام کے بدلے کتب ضلالی تالیفات کفار و یہود کے انیس و جلیس بنے ہوئے ہیں، وہ یہودی جو کہ سالہا سال سے انگریزوں کے شہروں میں رہتے ہیں، انہوں نے اپنے مذہب کی رسوم نہیں چھوڑیں اور مسلمانوں نے وہاں کے چند سفر کرنے کے بعد مسلمانی سے دل کھینچ لیے ہیں، بہت کم ایسے گناہ ہیں کہ جو شائع و عام نہ ہوئے ہوں اور بہت کم ایسی اطاعتیں اور عبادتیں باقی ہیں کہ جن کی صورت و نام موجود ہو اور ان میں کئی راستوں سے خلل و فساد نے راستہ نہ پایا ہو، اہل حق معروف کے قائم رکھنے اور منکر سے روکنے سے عاجز ہیں اور اس کی تاثیر کی قدرت کے باوجود اس سے مایوس اور تنہائیوں میں ضعف ایمان و غربت اسلام و منکر کے عام ہونے پر گریان و مغموم ہیں۔

الحمد للہ کہ اخبار حضرت ختمی مرتبتؐ کی سچائی ظاہر ہو گئی ان مفاسد اور ان کے علاوہ دیگر فسادات کے ان کی امت میں واقع ہونے کے متعلق جیسا کہ شیخ جلیل علی ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول خداؐ کے ساتھ حج ادا کیا، پس آپ نے کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر اپنا رخ انور ہماری طرف کر کے فرمایا، کیا تمہیں قیامت کی علامات نہ بتاؤں۔

اور اس دن سب سے زیادہ آپؐ کے نزدیک سلمان رضی اللہ عنہ تھے، تو انہوں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول تو آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے علامات میں سے ہے نماز کا ضائع کرنا اور شہوت کی پیروی کرنا اور آراء باطلہ کی طرف مائل ہونا اور صاحبان مال کی تعظیم کرنا اور دین کو دنیا کے عوض بیچ دینا، پس اس وقت مومن کا دل اس کے شکم میں پانی پانی ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں گر کر نمک ہو جاتا ہے، یہ ان منکرات کی وجہ سے ہو گا جو وہ دیکھیں گے، لیکن ان کے بدلے اور متغیر کرنے کی ان میں قدرت نہیں ہو گی۔

سلمان نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا واقعاً یہ چیزیں ہوں گی، فرمایا ہاں اس کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان، پس اس وقت منکر معروف ہو جائے گا اور معروف منکر اور خائن امین ہو جائے گا اور خیانت کرے گا امین، اور جھوٹے کی تصدیق اور سچے کی تکذیب کی جائے گی۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ ہو گا اے اللہ کے رسولؐ، فرمایا ہاں قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان میں عورتوں کی سرداری ہو گی اور کنیزیں شریک کار ہوں گی اور بچے منبروں پر بیٹھیں گے اور جھوٹ خوش طبعی ہو گا اور زکوۃ

غرامت (چٹی) ہوگی، یعنی زکوۃ دینے کو مالی ضرر سمجھیں گے، اور مال کفار جو غلبہ سے لیں گے انہیں اپنے لیے غنیمت قرار دیں گے، یعنی اسے مسلمانوں کے مصارف میں صرف نہیں کریں گے اور آدمی اپنے ماں باپ پر جفا کرے گا، اور اپنے دوست صدیق و دوست سے بیزاری چاہے گا اور دمدار ستارہ طلوع کرے گا۔

سلمان نے عرض کیا یہ چیزیں کب ہوں گی اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں قسم ہے اس کی کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان ان پر ایسے لوگ اس زمانہ میں حاکم ووالی ہوں گے کہ اگر یہ بات کریں گے تو وہ انہیں قتل کر دیں گے اور اگر خاموش رہے تو انہیں جڑ سے نکال دیں گے، بیشک ان کے مال غنیمت کو وہ اپنے لیے انتخاب کریں گے اور ان کی حرمت کو پامال کر دیں گے اور ان کے خون بہائیں گے، بیشک ان کے دل فساد اور خوف سے پر ہوں گے، پس انہیں نہیں دیکھو گے، مگر ترسان و ہراساں سلمان نے عرض کیا یہ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ فرمایا ہاں اس کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک اس زمانے میں کچھ چیزیں مشرق سے اور کچھ مغرب سے لائی جائیں گی اور لوگ مختلف رنگوں اور زینتوں میں باہر نکلیں گے، پس وائے اور ہلاکت ہے میری امت کے کمزور لوگوں پر ایسے اشخاص سے اور ان پر خداوند عالم کی طرف سے وائے وہلاکت ہے وہ چھوٹے پر رحم اور بڑے کی عزت وتوقیر نہیں کریں گے اور وہ بدکاروں سے آگے نہیں بڑھیں گے، ان کے جسم آدمیوں جیسے اور ان کے دل شیاطین کے دلوں کی طرح ہوں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ ہوگا اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان اس وقت مرد مردوں پر اور عورتیں عورتوں پر اکتفاء کریں گے اور مردوں پر اس طرح رشک کریں گے کہ جس طرح لڑکیوں پر رشک کرتے ہیں مرد عورتوں کے مشابہ اور عورتیں مردوں کے مشابہ ہوں گی اور عورتیں زین پر سوار ہوں گی پس میری امت کی ان عورتوں پر خدا کی لعنت ہو۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ باتیں ہوں گی اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بیشک اس وقت مسجدوں کی نقش نگاری اور طلاکاری کریں گے جس طرح کہ یہود ونصاریٰ گرجے وعبادت خانوں کی نقش نگاری وطلاکاری کرتے تھے اور قرآنوں کو مزین کیا جائے گا، اور مینارے اونچے اونچے ہوں گے اور صفیں لمبی لمبی ہوں گی، لیکن ان کے دل ایک دوسرے سے کینہ اور عداوت رکھتے ہوں گے اور ان کی زبانیں مختلف ہوں گی۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ کچھ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں قسم ہے اس کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور اس وقت میری امت کے مرد سونے سے اپنی آرائش کریں گے اور غریر ودیباج کے لباس پہنیں گے اور چیتے کا چمڑا زرہ کے نیچے پہننے کے لیے حاصل کریں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا یہ ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان اس وقت سود ظاہر ہوگا اور معاملہ عینہ کریں گے، یعنی ایک مال کو قیمت معین پر وعدہ کے ساتھ بیچے گا، اس کے بعد بیچنے والا اس

مال کو خریدنے والے سے کمتر پر خرید لے، اور یہ ایک قسم ہے سود کے حیلہ سے حلال کرنے کی اور رشوت حق وانصاف ہو جائے گی اور دین پست اور دنیا بلند ہوگی۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اور اس وقت گانے والی کنیزیں ظاہر ہوں گی اور آلات لہو جو آواز کے مقامات کو بتائیں گے مثلاً عود وطنبورہ اور ان کے والی وحاکم میری امت کے بدترین لوگ ہوں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے سلمان اس وقت اغنیاء وتونگر سیر وتفریح کے لیے حج کریں گے اور درمیانہ طبقہ تجارت کے لیے اور فقراء ریاکاری اور شہرت کے لیے، پس اس وقت ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو غیر خدا کے لیے قرآن یاد کریں گے اور اسے اپنے لیے گانے کی چیز سمجھیں گے اور ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو علم دین غیر خدا کے لیے سیکھیں گے اور پڑھیں گے اور زنا کی اولاد زیادہ ہوگی اور قرآن کو گائیں گے اور ایک دوسرے پر دنیا کے لیے حملہ کریں گے۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے سلمان یہ اس وقت ہوگا جب حرمتیں چاک کر دی جائیں گی اور گناہوں کو کسب کیا جائے گا اور برے لوگ اچھے لوگوں پر مسلط ہو جائیں گے اور جھوٹ منتشر ہوگا اور لجاجت اور لیچڑ پن ظاہر ہوگا اور فقراء احتیاج عام ہوں گے اور لباس کی وجہ سے فخر کریں گے اور بارش اوقات بارش کے علاوہ برسے گی، اور نرد وشطرنج وطبل وآلات لہو ولعب کو پورے طور پر جانتے، اسے اچھا سمجھتے اور انہیں اپناتے ہوں گے اور امر بالمعروف اور نہی از منکر کو برا سمجھیں گے یہاں تک کہ اس وقت مومن ایک کنیز سے بھی زیادہ ہوگا قاریوں اور عبادت گذاروں میں ملامت عام ہوگی، پس انہیں ملکوت آسمان میں ارجاس وانجاس (پلید ونجس) کے نام سے پکارا جائے گا۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے سلمان اس وقت غنی فقیر پر رحم نہیں کرے گا، یہاں تک کہ سائل ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک سوال کرے گا تو اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس کی ہتھیلی پر کوئی چیز رکھ دے۔

سلمانؓ نے عرض کیا ایسے ہوگا اے اللہ کے رسولؐ۔ فرمایا ہاں اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ انتھی الخبر۔

خلاصہ یہ کہ دینی غیرت اور مذہبی عصبیت اس طرح مخلوق سے اٹھ گئی ہے کہ اگر کافر یا مخالف سے ضرر کلی اس کے دین کو پہنچے تو وہ اتنی مقدار بھی اندوہناک اور غمگین نہ ہو جتنا اس کو تھوڑے سے مالی ضرر پر غم واندوہ ہوتا ہے جو اسے کسی مسلمان بھائی کی طرف سے پہنچے اور اگر دستہ دستہ لوگ دین سے برگشتہ ہو جائیں تو وہ بالکل غمگین واندوہناک نہ ہوں۔

آٹھویں فصل

حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ کے چار نُواب کا ذکر

اور ہم یہاں اس پر اکتفاء کرتے ہیں جو کتاب کفایۃ الموحدین میں لکھا گیا ہے، فرماتے ہیں۔

پہلے بزرگواران میں سے جناب عثمان بن سعید عمروی ہیں کہ آنجناب کو مکمل وثوق واطمینان تھا ان کی امانت داری پر اور وہ امام علی نقی و امام حسن عسکری علیہما السلام کے نزدیک معتمد علیہ تھے اور ان کی زندگی میں ان کے امور کے وکیل تھے، اور طائفہ اسدی میں سے جعفر عمروی ان کے جد کی طرف منسوب تھا اور انہیں سمان یعنی گھی بیچنے والا بھی کہتے تھے اور مشغلہ بعض مصالح کی بناء پر تھا، کیونکہ تقیہ اور دشمنان خدا سے امر سفارت و نیابت کو مخفی رکھنے کے لیے وہ گھی بیچا کرتے تھے اور شیعہ حضرات جو مال حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے لیے لے آتے تھے ان کے سپرد کرتے تھے اور وہ ان اموال کو اپنے مال تجارت میں رکھ دیتے اور پھر آنحضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیتے۔

اور احمد بن اسحاق قمی جو کہ اجلاء علماء شیعہ میں سے ہیں کی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ میں ایک دن جناب امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا اور عرض کیا اے میرے سید و مولا میرے لیے ہمیشہ ممکن نہیں کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں تو پھر میں کس کی بات قبول کروں اور کس کے حکم کی اطاعت کروں۔

فرمایا یہ شخص ابو عمرو مرد ثقہ اور میرا امین ہے جو کچھ یہ تم سے کہے میری طرف سے کہتا ہے اور جو کچھ تمہیں پہنچائے وہ میری طرف سے پہنچاتا ہے اور جب امام علی نقی علیہ السلام دار بقاء کی طرف رحلت فرما گئے تو ایک دن میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرتؑ کی خدمت میں بھی اسی طرح عرض کیا کہ جس طرح ان کے والد بزرگوار سے عرض کیا تھا تو فرمایا کہ ابو عمرو مرد ثقہ و امین ہے، گزشتہ امامؑ کے نزدیک بھی ثقہ تھا اور میرے نزدیک بھی ثقہ ہے۔ میری زندگی میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی، جو کچھ تم سے کہے میری طرف سے کہتا ہے اور جو کچھ تم تک پہنچائے میری طرف سے پہنچاتا ہے۔

اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں نقل کیا ہے کہ اہل حدیث میں سے ثقات کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ اہل یمن کا ایک گروہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت سے مشرف ہوا اور وہ امام العالمینؑ کے لیے کچھ مال لے کر آئے تھے تو آپؑ نے

فرمایا اے عثمان بیشک تم مال خدا کے وکیل وامین ہو، جاؤ اور اہل یمن جو مال لے کر آئے ہیں اسے اپنے قبضہ میں لے لو۔

اہل یمن نے عرض کیا اے ہمارے مولا خدا کی قسم اس میں شک نہیں کہ عثمان آپ کی منتخب شیعوں میں سے تھا اور ہمارے نزدیک اور ہمارے تصور میں جو آپ کے ہاں اس کی قدر و منزلت تھی آپ نے اسے اور زیادہ کر دیا کیونکہ وہ آپ کے نزدیک خصوصی طور پر مال خدا میں قابل اعتماد ہے۔

فرمایا ہاں تم گواہ ہو کہ عثمان بن سعید عمروی میرا وکیل ہے اور اس کا بیٹا محمد بن عثمان میرے بیٹے مہدی کا وکیل ہے نیز بحار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد بحسب ظاہر تو عثمان بن سعد آنجناب کے تجہیز میں مشغول ہوئے تھے اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد انہیں منصب جلالت و وکالت و نیابت پر برقرار رکھا اور شیعوں کے مسائل کے جوابات ان کی وساطت سے ان تک پہنچتے تھے اور جو اموال سہم امام علیہ السلام ہوتے تھے وہ ان کے سپرد ہوتے اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے وجود مبارک کی برکت سے لوگ ان سے امور غریبہ اور اخبار مغیبات کا مشاہدہ کرتے، جو مال مومنین ان کے سپرد کرتے تو وہ لینے سے پہلے ان کی حلیت و حرمت و مقدار کی خبر دیتے اور یہ کہ کن لوگوں کے مال ہیں اور یہ سب چیزیں حضرت حجۃ اللہؑ کی طرف سے انہیں بتائی جاتیں اور اس طرح باقی وکلاء و سفراء آنحضرتؑ کا حال تھا جو کہ دلائل و کرامات کی بناء پر آنحضرتؑ کی طرف سے سفارت و نیابت کے عہدہ پر فائز تھے۔

دوسرے بزرگوار آنحضرتؑ کے وکلاء و سفراء میں سے عثمان کے بیٹے عثمان بن سعید عمروی تھے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ان کی اور ان کے والد کی توثیق فرمائی تھی اور آپؑ نے اپنے شیعوں کو یہ بتایا تھا کہ یہ میرے مہدیؑ کے وکلاء میں سے ہے اور جب ان کے والد عثمان بن عمروی کی وفات کا وقت پہنچا تو حضرت حجۃ اللہؑ کی طرف سے توقیع خارج ہوئی کہ جو خصوصی طور پر ان کے والد کی وفات کی تعزیت پر مشتمل تھی، اور یہ کہ محمد امر سفارت میں نائب و منصوب ہیں ولی خدا کی طرف سے اور وہ اپنے باپ کے مقام پر برقرار ہیں، اور توقیع کی عبارت صدوق اور دوسرے اعلام کی روایت کی بناء پر جو انہوں نے نقل کی ہے اس طرح ہے۔

انا لله وانا اليه راجعون تسليماً لامره ورضاً بقضائه وبفعله عاش ابوك سعيدا ومات حميدا فرحمه الله والحقه باوليائه مواليه عليهم السلام فلم يزل في امرهم ساعيا فيما يقربه الى الله عز وجل واليهم نضر الله وجهه واقاله عثرته واجزل الله لك الثواب واحسن لك العزا رزيا واوحشك فراقه واوحشنا فسره الله في منقلبه وكان من كمال سعادته ان رزقه الله ولدا منك يخلفه وكان من كمال سعادته ان رزقه الله والدا مثلك يخلفه من بعده ويقوم مقامه بامره ويترحم عليه واقوال الحمد لله فان الانفس

طیبة بمکانك وما جعله الله عزوجل فیك وعندك اعانك وقواك و عضدك ووفقك وکان لك ولیا وحافظا وراعیاً

ترجمہ: بیشک ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری اسی کی طرف بازگشت ہے، اس کے حکم و امر کو تسلیم کرتے ہوئے، اس کی قضاء اور فعل پر راضی ہوتے ہوئے تیرے باپ نے سعادت مندانہ زندگی بسر کی ہے اور قابل تعریف مرا ہے، پس خدا اس پر رحم کرے اور اسے اس کے اولیاء اور موالی علیہم السلام سے ملحق کرے، پس وہ ہمیشہ ان کے معاملہ میں کوشاں رہا اس چیز میں جو کہ اسے اللہ تعالیٰ اور ان کے قریب کرتی تھی، خداوند عالم اس کے چہرہ کو رونق بخشے اور اس کی لغزش کو معاف فرمائے اور خدا تجھے ثواب جزیل دے اور تجھے اچھا صبر عزا دے اور تجھے مصیبت پہنچی ہے اور ہمیں بھی مصیبت پہنچی ہے، اور اس کے فراق نے تجھے اور ہمیں وحشت زدہ کیا ہے۔ پس خدا اسے خوشی و سرور بخشے اس کی بازگشت کی جگہ میں۔

اس کی انتہائے سعادت یہ تھی کہ خداوند عالم نے اسے تجھ جیسا بیٹا عطا فرمایا ہے جو اس کے بعد اس کا جانشین ہوگا، اور اس کے کام میں اس کا قائم مقام ہوگا اور اس کے لیے رحمت کی دعا کرے گا۔ اور میں کہتا ہوں الحمد للہ پس بیشک نفوس تیرے مقام سے پاکیزہ و خوش ہیں اور اس پر کہ جس کو خداوند عالم نے تجھ میں اور تیرے پاس قرار دیا ہے خدا تیری اعانت کرے، تجھے قوت دے اور تیرا کندھا مضبوط کرے اور تجھے توفیق دے اور وہ تیرا ولی و حافظ و نگہبان رہے، اور اس توقیع شریف کی دلالت ان دو بزرگواروں کی جلالت قدر و بزرگی مرتبہ پر انتہائی طور پر دلالت کرتی ہے۔

نیز علامہ مجلسی نے بحار میں شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب غیبت سے اصحاب کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ جب عثمان بن سعید کی وفات ہوئی تو حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کی جانب سے ان کے فرزند محمد بن عثمان بن سعید عمروی کی طرف ان الفاظ میں توقیع خارج ہوئی، والابن وقاہ اللہ لم یزل ثقتنا فی حیوۃ الاب رضی اللہ عنہ وارضاہ ونضر وجھہ یجری عندنا مجراہ ولیسد مسدہ عن امرنا یامر الابن وبہ یعمل تو الیہ اللہ۔

یعنی عثمان بن سعید کی وفات کے بعد خداوند عالم اس کے فرزند کی نگاہداری کرے جو ہمیشہ ہمارا ثقہ اور معتمد تھا اپنے باپ کی زندگی میں "رضی اللہ عنہ وارضاہ ونضر وجھہ" خدا اس سے راضی ہو اور اسے راضی رکھے، اور اس کے چہرہ کو نور و رونق بخشے۔ بیٹا ہمارے نزدیک باپ کی طرح ہے اور اس کا قائم مقام ہے اور جو کچھ کہتا ہے ہمارے حکم سے کہتا ہے اور ہمارے حکم و فرمان پر عمل کرتا ہے، خداوند عالم اس کا یار و مددگار ہو۔

نیز دوسری روایت میں کلینی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک توقیع حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے خط سے خارج

ہوئی، آپؑ نے تحریر فرمایا تھا کہ محمد بن سعید (خدا اس سے اور اس کے باپ سے خوشنود ہو) میرا معتمد ہے اور اس کا لکھا ہوا خط میرا مکتوب ہے اور بہت سے دلائل و معجزات امام علیہ السلام کے شیعوں کے لیے اس کے ہاتھ پر جاری ہوئے تھے جو کہ نیابت و سفارت کے زمانہ میں تمام شیعوں کے لیے حجۃ اللہ علیہ السلام کی طرف سے مرجع تھے۔

اور ان کی بیٹی ام کلثوم سے روایت ہے کہ محمد بن عثمان بن سعید نے چند جلدیں کتب تصنیف کی تھیں جو کہ تمام کی تمام امام حسن عسکری و صاحب الامر علیہما السلام اور اپنے باپ سے اخذ کی تھیں اور وہ کتابیں اپنی وفات کے قریب حسین بن روح کے سپرد کی تھیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن عثمان بن سعید سے وہ مشہور روایت کی ہے کہ خدا کی قسم ضرور حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام ہر سال موسم حج میں تشریف لاتے ہیں، اور مخلوقات کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں اور وہ بھی آنجنابؑ کو دیکھتے ہیں لیکن پہچانتے نہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آیا آپ نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھا ہے تو کہنے لگے کہ ہاں اور میرا آخری دیدار بیت اللہ میں تھا جب کہ آپؑ کہہ رہے تھے کہ **اللھم انجزلی ما وعدتنی** خدایا جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اسے پورا کرو۔

اور میں نے مستجار میں آنحضرتؑ کو دیکھا کہ کہہ رہے تھے **اللھم انتقم بی اعدائی** خدایا میرے ذریعہ سے میرے دشمنوں سے انتقام لے۔

تیسرے بزرگوار آنحضرتؑ کے وکلاء و سفراء میں سے جناب حسین بن روح تھے جو کہ محمد بن عثمان کے زمانہ سفارت میں ان کی طرف سے اور ان کے حکم سے ان کے بعض امور کو انجام دیتے تھے اور محمد بن عثمان کے ہاں چند افراد ثقات و مومنین معتمدین میں سے تھے کہ جن میں سے ایک حسین بن روح تھے، بلکہ لوگوں کی نگاہ میں باقیوں کی خصوصیت محمد بن عثمان کے ساتھ حسین بن روح کی نسبت زیادہ تھی، اور ایک گروہ کا گمان تھا کہ امر وکالت و سفارت محمد بن عثمان کے بعد جعفر بن احمد کی طرف منتقل ہوگا محمد بن عثمان سے اس کے زیادہ اختصاص کی وجہ سے، بلکہ محمد بن عثمان کی عمر کے آخری دنوں میں ان کا مکمل کھانے کا انتظام جعفر بن احمد کے گھر تھا۔

علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب غیبت شیخ طوسی سے روایت کی ہے کہ محمد بن عثمان بن سعید کے احتضار کے وقت جعفر بن احمد اس کے سرہانے اور حسین بن روح پائنتی کی طرف بیٹھا تھا، اس وقت محمد نے جعفر بن احمد کی طرف رخ کیا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابوالقاسم حسین بن روح کو وصی قرار دوں، اور معاملات اس کے سپرد کروں۔

جب جعفر بن احمد نے سنا کہ امر وصیت کو حسین بن روح کی طرف ہی منتقل ہونا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور حسین بن روح کا ہاتھ پکڑ کر اسے محمد کے سرہانے بٹھا دیا اور خود جا کر پائنتی کی طرف بیٹھ گیا اور نیز روایت معتبر میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ محمد بن عثمان نے بزرگان شیعہ اور مشائخ کو جمع کیا اور کہا کہ جب موت کا حادثہ میری طرف رخ کرے تو امر وکالت ابوالقاسم بن روح

کے متعلق ہوگا، کیونکہ میں مامور ہوا ہوں کہ میں اسے اپنی وفات کے بعد اپنی جگہ پر مقرر کروں، پس اس کی طرف رجوع کرنا اور اپنے معاملات میں اس پر اعتماد کرنا۔

اور ایک دوسری معتبر روایت میں ہے جیسا کہ بحار میں نقل کیا ہے کہ شیعوں کی ایک جماعت محمد بن عثمان کے پاس جمع ہوئی اور ان سے کہنے لگے کہ اگر حادثہ موت کا رخ کرے تو آپ کی جگہ پر کون ہوگا تو فرمایا کہ ابوالقاسم حسین بن روح میرا قائم مقام اور تمہارے اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے درمیان واسطہ اور آپ کا وکیل وامین وثقہ ہے، پس اپنے کاموں میں اس سے رجوع کرنا اور اپنے مہمات میں اس پر اعتماد رکھنا میں مامور تھا کہ یہ بات تم لوگوں تک پہنچا دوں اور بعض نسخوں میں جو توقیع (خط) حضرت حجۃ اللہ کی طرف سے شیخ ابوالقاسم بن روح کی طرف خارج ہوئی جیسا کہ بحار میں حاملین اخبار وثقات کی ایک جماعت سے نقل ہوئی ہے وہ ان الفاظ میں تھی۔

نعرفه عرفه الله الخير كله ورضوانه واسعده بالتوفيق وقفنا على كتابه ووثقنا بما هو عليه وانه عندنا بالمنزلة والمحل الذين يسر انه زاد الله فی احسانه اليه انه ولی قدير والحمد لله الذی لا شريك له وصلى الله على رسوله محمد وآله وسلم تسليما كثيراً۔

خلاصہ مضمون فقرات بلاغت آیات کا یہ ہے کہ ہم اسے پہچانتے ہیں یعنی حسین بن روح کو خداوند عالم اسے تمام خیر اور اپنی رضا کا رستہ پہنچائے اور اپنی توفیق سے اس کی مدد کرے، ہم اس کے خط پر مطلع ہوئے ہیں اور ہم اس کی امانت ودیانت داری سے باخبر ہوئے ہیں اور ہمیں اس پر وثوق واعتماد ہے، اور بیشک وہ ہمارے نزدیک اس مقام ومنزلت بلند پر ہے کہ جو مقام ومنزلت اسے صدور کرتا ہے ،خداوند عالم اپنے احسان کو اس پر زیادہ کرے، بیشک وہ سب نعمتوں کا مالک ہے اور تمام چیزوں پر قادر ہے اور حمد وثنا مخصوص ہے اس خدا کے لیے کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور خدا کی صلوات وسلام ہو اس کے رسول محمدؐ اور ان کی آل پر اور اس بزرگوار کے حالت میں اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ یہ بغداد میں اتنا تقیہ کرتے تھے، اور مخالفین کے ساتھ ایسا ان کا حسن سلوک تھا کہ چار مذاہب میں سے ہر ایک مدعی تھا کہ یہ ہم میں سے ہیں اور ان میں سے ہر گروہ فخر کرتا تھا کہ آنحضرتؒ ہم میں سے ہیں۔

چوتھے بزرگوار حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ کے وکلا وسفراء میں سے شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری تھے اور جب شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کی وفات آپہنچی تو حضرت حجۃ امام عصر علیہ السلام کے حکم سے شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کو اپنا قائم

مقام قرار دیا اور کرامات و معجزات اور شیعوں کے مسائل کے جواب حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ نے ان کے ہاتھ پر جاری فرمائے اور شیعہ حضرات آنحضرتؑ کے حکم سے اموال ان کے سپرد کرتے تھے اور وہ ان بزرگوار کی خدمت میں پہنچاتے تھے اور جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیعہ حضرات ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے یہ خواہش کی کہ کسی کو اپنی جگہ پر بٹھاتے جائیں اور امر نیابت اس کے سپرد کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا کا ایک امر ہے کہ جسے اس کو پورا کرنا ہے یعنی غیبت کبریٰ کو واقعہ ہونا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے ہے کہ جب شیخ ابوالحسن سمری کی وفات کا وقت آیا تو شیعہ ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے پوچھا کہ آپؑ کے بعد وکیل کون ہوگا اور آپؑ کی جگہ پر کون بیٹھے گا تو انہوں نے ان لوگوں کے جواب میں فرمایا کہ میں مامور نہیں ہوا کہ اس سلسلہ میں کسی سے وصیت کروں۔

اور شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں اور شیخ صدوق سے کمال الدین میں روایت ہوئی ہے کہ جب شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کی وفات کا وقت ہوا تو توقیع خارج ہوئی اور انہوں نے وہ لوگوں کو دکھائی کہ جس کے نسخہ کا یہ مضمون تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم يا علی بن محمد الشمری اعظم الله اجر اخوانك فيك افانك ميت ما بينك وبين ستة ايام فاجمع امرك ولا توص الی احد فيقوم مقامك بعد وفاتك فقد وقعت الغيبة التامة فلا ظهور الا بعد اذن الله تعالیٰ ذكره و ذلك بعد طول الا مد وقسوة القلوب وامتلاء الارض جورا وسيأتی من شيعتی من يد عی المشاهدة الا فمن ادعی المشاهدة قبل خروج السفيانی والصيحه فهو كذاب مفتر ولا حول ولا قوة الا بالله العلی لا العظيم۔

آنجنابؑ کے فرمان کا خلاصہ اس توقیع شریف میں یہ ہے کہ اے علی بن محمد سمری خداوند عالم تیرے دینی بھائیوں کو تیری مصیبت میں اجر عظیم کرامت فرمائے، بیشک تم چھ دن کے اندر وفات پا جاؤ گے، پس اپنے امر کو جمع کرو اور اپنے معاملہ میں آمادہ رہو اور کسی کی نیابت کی وصیت نہ کرو جو تمہاری وفات کے بعد تمہارا نائب ہو، کیونکہ غیبت کبریٰ واقع ہو چکی ہے اور میرا ظہور نہیں ہوگا، مگر اذن خدا سے اور یہ ظہور اس کے بعد ہوگا کہ زمانہ غیبت طویل ہو جائے اور دل سخت ہو جائیں اور زمین ظلم و جور سے پر ہو جائے اور قریب ہے کہ میرے کچھ شیعہ میرے مشاہدہ کا دعویٰ کریں گے، آگاہ رہو کہ جو شخص سفیانی کے خروج اور

آسمانی صیحہ (پکار) کے آنے سے پہلے دعویٰ مشاہد کرے وہ بہت جھوٹا اور مفتری ہے، طاقت وقوت صرف خدائے علی وعظیم کی طرف سے ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کے نسخہ کو لکھ لیا اور اس کے ہاں سے باہر چلا آیا، جب چھٹا دن ہوا اور ہم ان کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ حالت احتضار میں ہیں اس وقت ان سے کہا گیا کہ آپؑ کے بعد آپ کا وصی کون ہے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا ایک امر ہے کہ جسے پورا ہونا ہے، یہ کہہ کر وفات پائی رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہ۔

نیز شیخ صدوق سے کتاب کمال الدین میں نقل ہوا ہے کہ علی بن محمد سمری کی وفات ۳۲۹ ہجری میں ہوئی تو اس پر غیبت صغریٰ کی مدت (کہ جس میں سفراء ووکلاء ونواب مخصوص حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام کے جو کہ آپؑ کے طرف سے سفارت ونیابت پر مامور تھے) تقریباً چہتر ۷۶ سال ہوگی کہ جن میں سے تقریباً اڑتالیس سال جناب عثمان بن سعید اور ان کے فرزند محمد بن عثمان کی سفارت کے ہیں اور تقریباً چھبیس سال شیخ ابوالقاسم حسین بن روح اور شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری کی سفارت ونیابت کے تھے اور اس مدت کے گزرنے کے بعد سفارت منقطع اور غیبت کبریٰ واقع ہوگی، پس جو شخص سفارت ونیابت خاصہ کا دعویٰ کرے یا اس کے مطابق مشاہدہ کا دعویٰ کرے اور کذاب ومفتری ہوگا۔

حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ پر، بلکہ مرجع دین واحکام شریعت آنجنابؑ کے حکم سے علماء وفقہاء ومجتہدین ہیں کہ جن کے لیے بطور عموم نیابت ثابت ہے، جیسا کہ وہ توقیع شریف جو اسحاق بن یعقوب کے مسائل کے جواب میں ہے، جو کہ اجلاء واخیار علماء شیعہ اور حاملین اخبار میں سے ہے کہ جس نے محمد بن عثمان بن سعید عمروی کے توسط سے ایک عریضہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تھا کہ جس میں چند مسائل کے متعلق سوال کیا تھا تو آنحضرتؑ نے اس توقیع میں اس کے مسائل کا جواب دیا تھا اس میں فرمایا۔

واما الحوادث الواقعه فار جعو ا فيها الى رواة حديثنا! فانهم حجتى عليكم وانا حجة الله عليهم۔

اور باقی رہے ہونے والے حوادث وواقعات تو ان میں رجوع کرو ہماری حدیث کے راویوں کی طرف، پس بیشک وہ میری حجت ہیں تم پر اور میں اللہ کی حجت ہوں اُن پر۔

اور ایک دوسری روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف سے اس طرح امر ہوا۔

انظر وا الى من كان منكم قدروى حديثنا ونظر فى حلالنا وحرامنا وعرف احكامنا فارضوابه حكماً فانى قد جعلته عليكم حا كما فاذا حكم بحكمنا فلم يقبل منه فانما بحكم الله استخف وعلينا رادوالراد علينا

رادعلی اللہ وھو فی حد الشرک باللہ۔

ترجمہ: دیکھو اس شخص کی طرف جو تم میں سے ہماری حدیث کو روایت کرے اور ہمارے حلال وحرام میں فکر ونظر کرے اور ہمارے احکام کو پہچانے تو اس کو اپنا فیصلہ کرنے والا حکم مان لو۔ کیونکہ بے شبہ میں نے اسے تم پر حاکم قرار دیا ہے، پس جب وہ ہمارے حکم کے مطابق فیصلہ کرے اور اس سے وہ قبول نہ کیا جائے تو سوائے اس کے نہیں کہ حکم خدا کو خفیف سمجھا اور ہمارے حکم کو رد کیا اور جو ہمارے حکم کو رد کرے وہ اللہ کے حکم کی تردید کرنے والا ہوا۔

حصہ دوم

تاریخ الخلفاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ کلما وقب لیل و غسق و صلی اللہ علی محمد والہ مالاح

بحمد و خفق

وبعد اس کے کہتا ہے کہ یہ بندہ بے بضاعت اور متمسک بدامن احادیث اہل بیت رسالت عباس بن محمد رضا قمی (خداوند عالم دونوں کا خاتمہ نیکی اور سعادت کے ساتھ کرے) کہ جب توفیق الہی اس شکستہ احوال اور گرفتار دام امانی و مال کے شامل ہوئی اور کتاب منتہی الآمال فی مصائب النبی وآلاں لکھی تو جس وقت رشتہ کلام سبط اکبر پیغمبر خدا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے حالات کے ذکر تک پہنچا تو میں نے چاہا کہ مختصر طور پر اولاد امام حسن علیہ السلام کا ذکر کروں اور ان کے قتل وشہادت کے حالت کی تشریح کروں جب کچھ مقدار لکھ چکا تو میں نے دیکھا کہ میں رسالہ کی وضع سے خارج ہو رہا ہوں تو میں نے دل میں سوچا کہ بہتر یہ ہوگا کہ مستقل کتاب مقاتل بنی حسن اور باقی آل ابوطالبؑ کے متعلق تحریر کروں اور اسے کتاب منتہی الآمال کا تتمہ اور تکملہ قرار دوں۔

پس میں نے خداوند عالم سے مدد چاہی اور یہ رسالہ لکھا اور اس کا نام تتمۃ المنتہیٰ وقائع ایام الخلفاء رکھا اور اس کا عنوان خلفاء کے زمانہ کے حالات کو قرار دیا اور طالبین کے مقاتل (اور ان پر جو مظالم ہوئے) انہیں ان کے زمانہ تاریخ میں اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے، اس کے علاوہ خلفاء کے زمانہ کے حالات میں اصحاب آئمہؑ (جو مشہور و معروف ہیں) اور علماء فریقین کے مشاہیر اور زمانہ کے بڑے بڑے لوگوں کی تاریخ وفات اور ان کی خصوصیات اور نادر آثار کو دیگر واقعات و اتفاقات کے ساتھ خلفاء بنی اُمیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں واقع ہوئے پختگی اور اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، کیونکہ گزرے ہوئے لوگوں کے حالات اور انکے زمانہ کے واقعات کی سیر کرنے میں بہت سے فوائد اور بیشمار منافع ہیں، اور اس سلسلہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا وہ ارشاد کافی ہے جو آپؑ کی اس وصیت میں ہے جو اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کو فرمائی ہے، بیشک میں نے اگرچہ ان لوگوں کے ساتھ زندگی بسر نہیں کی جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں، تاہم میں نے ان کی زندگیوں میں نظر کی ہے اور ان کی اخبار میں غور وفکر کی ہے اور ان کے آثار ونشانات میں چلا پھرا ہوں، یہاں تک کہ میں ان میں ایک شمار ہوتا ہوں، بلکہ چونکہ ان کے معاملات مجھ تک پہنچے ہیں۔ اور وہ خدا کے ساتھ شرک کرنے کی حد میں داخل ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے مجاری الامور بید العلماً باللہ الامناء علی جلالہ و حرامہ

یعنی امور و معاملات کا اجراء اور باگ ڈور اللہ والے علماء کے ہاتھ میں ہے جو کہ اس کے حلال وحرام کے امین ہیں، ان دو حج خداوندی کے فرمان سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ وہ علماء ومحافظین ان کے علوم اور اخبار و آثار کے جو کہ صاحب نظر اور اہل استنباط ہوں (جو کہ معرفت و دانش کی وجہ سے ان کے احکام کو جانتے اور ان کے عارف ہوں جو کہ ان بزرگواروں سے صادر ہوئے ہیں) ان کی طرف مکلفین کو اخذ مسائل حلال وحرام اور جھگڑے ختم کرنے کے لیے رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ جو کچھ یہ علماء فرمائیں گے یہ عام

مکلفین کے لیے حجت ہے بشرطیکہ شرائط فتویٰ (جو کہ قوت استنباط وعدالت وبلوغ وعقل اور باقی شرائط اجتہاد ہیں) موجود ہوں، اور ان کے لیے نیابت عامہ ہے کہ لوگ من باب الجاؤ اضطرار مکلف ہیں کہ ان کی طرف رجوع کریں، اس کے علاوہ کسی نائب خاص کو غیبت کبریٰ کے زمانہ میں انہوں نے مقرر نہیں فرمایا، بلکہ حکم دیا ہے کہ نیابت وسعادت خاصہ منقطع ہے۔انتھی

گویا کہ میں نے ان کے پہلے شخص سے لے کر آخری فرد تک کے ساتھ زندگی بسر کی ہے، پس میں نے اس کے صاف کو گندے سے اور نفع مند کو مضر سے علیحدہ کر کے پہچانا ہے۔

اور اس میں شک وشبہ کہ گزشتہ لوگوں کے آثار کی سیر کرنا بعد والوں کے لیے باعث عبرت وآگاہی اور دنیا سے پرہیز کرنے اور آخرت کی طرف رغبت کرنے کا سبب ہے۔

اسی لیے خداوند عالم نے اپنی کتاب مقدس میں گزشتہ لوگوں کے حالات وآثار کی طرف اشارہ کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ ہم ان کے انجام کار میں غور کریں اور ان سے نصیحت وعبرت حاصل کریں اور امیر المومنین علیہ السلام کے خطبات اور ارشادات میں بھی اس مطلب کی طرف بہت اشارہ کیا گیا ہے۔

لیجئے ہم اس رسالہ کی ابتداء آپؑ کے دو خطبوں سے تیمن وتبرک حاصل کرتے ہیں، اور ان کے بعد اپنے مقصد کو شروع کریں گے۔

آپؑ نے فرمایا "بے شک خدا کی قسم یہ پکی بات ہے کوئی کھیل تماشہ نہیں اور یہ حق سچ ہے جھوٹ نہیں ہے اور نہیں ہے، وہ مگر موت اس کے پکارنے والے کی بات سنو اور اس کی حدیٰ خوانی کرنے والے کی طرف جلدی کرو، پس تجھے لوگوں کی کثرت اپنے نفس کے متعلق دھوکہ نہ دے، پس میں نے دیکھا ہے اس کو جو تجھ سے پہلے تھا، ان میں سے کہ جنہوں نے مال کو جمع کیا اور جو فقر وفاقہ سے ڈرتا تھا اور وہ انجام سے طویل امید اور اجل کو دور سمجھتے ہوئے مامون تھا کس طرح اس پر موت نازل ہوگئی، پس وہ اسے زبردستی اس کے وطن سے نکال کر لے گئی اور اس نے اسے جا ہے امن سے گرفتار کرلیا، اسے موت کے تختوں پر اٹھایا اسے کچھ مرد دوسروں سے لے کر کندھوں پر اٹھاتے اور انگلیوں کے پوروں پر روکتے تھے۔

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دور کی امیدیں رکھتے تھے اور پختہ مکانات بناتے تھے اور زیادہ مال جمع کرتے تھے، کس طرح ان کے گھر ان کی قبریں بن گئے اور جو انہوں نے جمع کیا تھا وہ تباہ ہوگیا اور ان کے مال وارثوں کے ہوگئے اور ان کی بیویاں دوسرے لوگوں کی ہوگئیں۔اب نہ وہ نیکی میں زیادتی کر سکتے ہیں اور نہ برائی سے رضامندی طلب کر سکتے ہیں جس نے اپنے دل کو تقویٰ کا لباس پہنایا وہ اپنی مہلت کے وقت میں آگے نکل گیا اور اس کا عمل کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

پس اس کے لیے کمائی کرلو اور جنت کے لیے عمل کرو، کیونکہ دنیا تمہارے لیے اقامت کا گھر نہیں بنایا گیا، بلکہ تمہارے لیے گزرگاہ بنائی گئی ہے تاکہ اس سے اعمال وکردار کا زاد راہ ہمیشہ رہنے والے گھر کے لیے تیار کرلو اور اس سے تیار ہو اور اپنی پشتوں کو بوجھ اتارنے کے لیے قریب کرلو۔

اور نیز آپؑ نے فرمایا (یہ دنیا) ایسا گھر ہے جو بلاؤں سے گھرا ہوا اور فریب کاریوں میں شہرت یافتہ ہے اس کے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے اور نہ اس میں فروکش ہونے والے صحیح وسالم رہ سکتے ہیں، اس کے حالات مختلف اور اطوار بدلنے والے ہیں، خوش گزارنی کی صورت اس میں قابل مذمت اور امن وسلامتی کا اس میں پتہ نہیں ہے، اس کے رہنے والے تیراندازی کے ایسے نشانے ہیں کہ جن پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعہ انہیں فنا کرتی رہتی ہے۔

اے خدا کے بندو اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں اور دنیا کی ان چیزوں کو کہ جن میں تم ہو انہیں لوگوں کی راہ پر گزرنا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ جو تم سے زیادہ لمبی عمروں والے تم سے زیادہ آباد گھروں والے اور تم سے زیادہ پائیدار نشانوں والے تھے ان کی آوازیں خاموش ہوگئیں، بندھی ہوائیں اکھڑ گئیں، بدن گل سڑ گئے، گھر سنسان ہو گئے اور نام کے نام ونشان مٹ گئے، انہوں نے مضبوط محلوں اور بچھی ہوئی مسندوں کو پتھروں اور چنی ہوئی سلوں اور پیوند زمین ہونے والی داور لحد والی قبروں سے بدل لیا کہ جن کے صحنوں کی بنیاد تباہی وویرانی پر ہے اور مٹی ہی سے ان کی عمارتیں مضبوط کی گئی ہیں، ان کی قبروں کی جگہیں آپس میں نزدیک ہیں اور ان میں بسنے والے دورافتادہ مسافر ہیں، ایسے مقام میں کہ جہاں وہ بوکھلائے ہوئے ہیں اور ایسی جگہ میں کہ جہاں (دنیا کے کاموں سے) فارغ ہو کر (آخرت کے فکروں میں) مشغول ہیں، وہ اپنے وطن سے انس نہیں رکھتے اور نزدیک کی ہمسائیگی اور گھروں کے قرب کے باوجود ہمسایوں کی طرح آپس میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور کیونکر آپس میں ملنا جلنا ہوسکتا ہے، جب کہ بوسیدگی وتباہی نے اپنے سینہ سے انہیں پیس ڈالا ہے اور پتھروں اور مٹی نے تمہیں کھالیا ہے تم بھی یہی سمجھو گے کہ (گویا) وہاں پہنچ گئے جہاں وہ پہنچ چکے ہیں اور اسی خواب گاہ (قبر نے تمہیں جکڑ لیا ہے اور اسی امانت گاہ (لحد) نے تمہیں بھی چمٹا لیا ہے اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی، جب تمہارے سارے مرحلے انتہا کو پہنچ جائیں گے اور قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے، وہاں ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے (نفع ونقصان) کی جانچ کرے گا اور وہ اپنے سچے مالک خدا کی طرف پلٹائے جائیں گے اور جو کچھ افتراء پردازیاں کرتے تھے ان کے کام نہ آئیں گی۔

اب یہ مقصد میں شروع ہونے کا وقت ہے تو میں خدائے مہربان اور زیادہ محبت کرنے والے سے مدد چاہتے ہوئے کہتا ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ بن ابوقحافہ کی خلافت کا ذکر

پہلا شخص کہ جس نے رسولِ خدا کے بعد خود سے لباسِ خلافت پہن لیا وہ عبداللہ بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ہے جو کہ ابوبکر بن ابوقحافہ کے نام سے مشہور ہے اور اس کی خلافت کا زمانہ دو سال اور چند دن کم چار مہینہ رہا ہے، اور اس نے منگل کی رات مغرب وعشاء کی نماز کے درمیان جمادی الثانیہ کی آٹھ راتیں باقی تھیں، اور تیرہ (۱۳) ہجری تھا کہ دنیا سے کوچ کیا اور اس کی عمر تریسٹھ سال تھی، اور مورخ امین ومعتمد بین الفریقین علی بن الحسین مسعودی نے اس کی موت کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے کھانے میں زہر ملایا کہ جسے ابوبکر اور حارث بن کلیدہ نے کھایا، حارث تو زہر کے اثر سے نابینا ہو گیا اور ابوبکر میں یہ اثر ہوا کہ وہ بیمار ہو گیا اور اس نے پندرہ روز بیمار رہ کر وفات پائی اور اس نے حالت جانکنی میں کہا کہ میں نے دنیا میں تین کام ایسے کیے ہیں، کاش کہ میں انہیں نہ کرتا، یہاں تک کہتا ہے کہ ان تین میں سے ایک یہ ہے کہ کاش میں نے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر کی تفتیش وتلاشی نہ لی ہوتی۔ الخ

خلاصہ یہ کہ کوئی شخص ابوبکر کے علاوہ اپنے باپ کی زندگی میں خلیفہ نہیں ہوا تھا، اس کا باپ اس کے زمانہ خلافت میں زندہ تھا اور عمر کی خلافت کے زمانے میں تیرہ (۱۳) ہجری یا چودہ (۱۴) ہجری میں فوت ہوا اور اس کی عمر ننانوے سال تھی، اور ابوبکر کے لڑکے عبداللہ وعبدالرحمن اور محمد تھے اور محمد کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں اور محمد کو اس کی عبادت زہد وتقویٰ کی وجہ سے عابد قریش کہتے تھے اور وہ امیر المومنین کا تربیت یافتہ تھا اور معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں معاویہ بن خدیج نے عمرو بن عاص کے حکم سے فتح مصر کے موقع پر اسے شہید کیا اور اس کا جسد مبارک گدھے کے چمڑے میں رکھ کر اسے جلا دیا، اور ابوبکر کی دو بیٹیاں تھیں ایک عائشہ اور دوسری اسماء ذات النطاقین جو عبداللہ بن زبیر کی ماں تھی، اور ۱۲ ہجری ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں زید برادر عمر وابوحذیفہ وسالم موالی حذیفہ وثابت بن قیس خطیب انصار وابودجانہ سماک بن خرشہ اور ابوالعاص بن ربیع قریشی زینب بنت (ربیبہ) رسول خدا کے شوہر نے وفات پائی اور ۱۳ ہجری میں ابان بن سعید بن عاص اموی نے وفات پائی۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خلافت کا ذکر

جب ابوبکر نے دنیا سے کوچ کیا تو اس کی وصیت کے مطابق عمر بن خطاب اس کا جانشین ہوا اور اس نے دس سال چھ ماہ اور چار دن حکومت وخلافت کی اور تواریخ کے مطابق اس کا قتل بدھ کے دن چھبیس (۲۶) ذی الحج ۲۳ ہجری فیروز نامی شخص کے ہاتھ سے ہوا جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام اور ابولولو مشہور تھا اور عمر کو ابوبکر کے پہلو میں دفن کر دیا، اور اس کی عمر ابوبکر کے عمر کے مطابق تھی اور عمر وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنا لقب امیر المومنین رکھا اور جس نے سب سے پہلے اسے اس لقب سے پکارا وہ ابوموسیٰ اشعری تھا۔

عمر کی اولاد عبداللہ وحفصہ وعاصم وفاطمہ وزید وعبدالرحمن اور کچھ لڑکیاں تھیں، اور عبدالرحمن سب سے چھوٹا تھا اور یہ عبدالرحمن وہی ہے کہ جس پر شراب پینے کی حد جاری ہوئی اور عاصم عمر بن عبدالعزیز مروانی کا نانا ہے اور عمر کی خلافت کے زمانہ میں ۱۴ ہجری مختار کے باپ ابوعبیدہ اور ابوبکر کے باپ ابوقحافہ نے وفات پائی اور اسی سال عمر نے نماز تراویح کا حکم دیا اور شام بھی اسی سال فتح ہوا، اور پندرہ ہجری میں عکرمہ بن ابوجہل وفضل بن عباس وخالد بن ولید وعمرو بن ام مکتوم (نابینا) وابوزید انصاری وسعد بن عبادہ نے وفات پائی، اور ۱۶ ہجری میں اہواز اور جلولا کا علاقہ فتح ہوا اور ۱۸ ہجری میں معاذ بن جبل وابوعبیدہ جراح نے وفات پائی اور اسی سال بہت بڑا قحط پڑا، اور شام میں سخت طاعون کی بیماری پھیلی کہ جس سے پچیس ہزار افراد ہلاک ہوئے کہ جن میں سے بلال موذن رسول خدا بھی تھے۔

روایت ہے کہ بلال نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کردیا، عمر نے اس کا گریبان پکڑلیا اور بلال سے کہنے لگا کیا تیرے نزدیک ابوبکر کے اس احسان کا بدلہ کہ اس نے تجھے آزاد کیا یہی ہے کہ تو اس کی بیعت نہیں کرتا، تو بلال نے کہا اگر ابوبکر نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے اللہ کے لیے چھوڑ دے اور اگر مجھے اس کے علاوہ کسی مقصد کے لیے آزاد کیا ہے تو یہ لو میں حاضر ہوں۔ (مجھے دوبارہ غلام بنالے)

باقی رہا اس کی بیعت کا معاملہ تو میں اس شخص کی بیعت نہیں کرتا کہ جسے رسول اللہ نے خلیفہ نہیں بنایا اور جس کو آنحضرتؐ نے خلیفہ بنایا اس کی بیعت قیامت کے دن تک ہماری گردنوں پر موجود ہے تو عمر نے بلال سے کہا تیرا باپ نہ ہو تو ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

پس بلال نے شام کی طرف کوچ کیا اور دمشق کے باب الصغیر میں وفات پائی، اور بلال کے اس مضمون پر اشعار بھی ہیں، اور ایک کتاب دیہ سے منقول ہے کہ ابوبصیر نے امام باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ بیشک بلال عبد صالح تھا اور اس نے کہا کہ میں رسول اللہؐ کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں کہوں گا، پس اسی دن سے حی علی خیر العمل متروک ہوگیا۔

اور انیس ہجری میں ابی بن کعب وزینب بنت جحش وابوالہیثم بن الیتھان واسید بن حضیر وابوسفیان بن الحرث بن عبدالمطلب نے وفات پائی، اور اسی سال مقام حرہ میں آگ بری اور عمر نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اسی سال عمر حج پر گیا، اور ۲۰ ہجری میں عمرو بن عاص کے ہاتھ پر مصر فتح ہوا، اور اسکندریہ فتح ہوا اور ۲۱ ہجری میں نہاوند کا واقعہ پیش آیا اور وہ ابوموسیٰ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور دینور وہمدان کے علاقے فتح ہوئے اور یزدجرد کی حکومت کے زمانہ سے ایران کے علاقوں کی فتح کا آغاز ہوا اور اصفہان بھی فتح ہوا اور حسن بصری اور شعبی اسی سال پیدا ہوئے اور ۲۲ ہجری میں آذربائیجان فتح ہوا اور بعض مورخین نے ۱۸ ہجری میں فتح ہمدان وری وجرجان کے بعد بیان کیا ہے اور قزوین وزنجان وقومس وخراسان وبلخ وغیرہ بھی اسی سال فتح ہوئے۔ واللہ العالم

حضرت عثمانؓ بن عفان کی خلافت اور اس کے قتل کا ذکر

جس وقت کہ عمر بن الخطاب سفر آخرت کے لیے تیار تھا تو اس نے امر خلافت کو چھ افراد شوریٰ پر ڈال دیا اور اس کے تین دن مدت مقرر کی اور وہ چھ افراد امیر المومنین علیؑ، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمن تھے۔

جب حضرت عمر کی وفات ہوگئی تو تین دن تک خلافت کا مسئلہ شوریٰ کی وجہ سے تاخیر میں پڑا رہا، چوتھے دن جو کہ ماہ محرم کی ابتدا اور چوبیس ہجری تھی عثمان نے قمیص خلافت زیب تن کیا اور کچھ دن کم بارہ سال تک اس کی خلافت کی مدت نے طول کھینچا اور پینتیس (۳۵) ہجری کے آخر میں وہ بدھ کے دن عصر کے بعد قتل ہوا۔

اور منقول ہے کہ جس دن اس کی وفات ہوئی تو اس کے خزانچی کے پاس اس کے مال میں سے ڈیڑھ لاکھ دینار اور دس لاکھ درہم تھے، اور اس کی جو اگیریں وادی القریٰ اور حنین میں تھیں ان کی قیمت ایک لاکھ دینار تھیں اور بہت سے گھوڑے اور بیشار اونٹ اس نے چھوڑے، اور اس کے زمانہ خلافت میں کئی ایک صحابی اس کے عطیات کی وجہ سے مالدار ہو گئے، مثلاً زبیر بن عوام کہ جس نے قیمتی مکانات تعمیر کرائے اور اس کی وفات کے بعد پانچ ہزار دینار ایک ہزار گھوڑے ایک ہزار غلام اور ایک ہزار کنیزیں اور کئی دوسری چیزیں اس نے ترکہ میں چھوڑیں۔

اور مثلاً طلحہ کہ جس کی دولت اس حد کو پہنچ گئی کہ اس کا سفری غلہ ہر روز ایک ہزار دینار کا ہوتا اور بعض نے اس سے بھی زیادہ بیان کیا ہے اور ان میں سے ایک عبدالرحمن بن عوف تھا کہ جس کے سو گھوڑے ہزار اونٹ اور دس ہزار گوسفند تھے اور اس کی وفات کے بعد اس کے مال کے آٹھویں حصہ کی چوتھائی چوراسی ہزار تھی اور اسی طرح سعد بن ابی وقاص و زید بن ثابت وغیرہ بھی تھے اور عثمان نے اپنے اعزاء و اقارب کو بھی بہت سے اموال بخشے، واقدی نے روایت کی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے بصرہ سے بہت زیادہ مال عثمان کے پاس بھیجا تو عثمان نے وہ سارا مال اپنے اہل خانہ اور اولاد میں پیالہ کے ساتھ تقسیم کیا جسے دیکھ کر زیاد رونے لگا۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ تین سو دینار حکم بن العاص کو اور ایک لاکھ درہم سعید بن العاص کو دیا، کہ جس پر لوگوں نے اسے ملامت کی اور اس پر طنز و تشنیع کی، اور زکوٰۃ کے اونٹ حارث بن الحکم کو بخش دیئے اور مروان بن الحکم اور اپنے دوسرے دامادوں اور باقی لوگوں کو جو عطیات اس نے دیئے ان کے واقعات مشہور ہیں، اور صاحب استیعاب سے منقول ہے کہ عثمان کے مارے جانے کے بعد تین یا چار بیویاں اس کی رہ گئی تھیں کہ ان میں سے ہر ایک کو اس کے ترکہ کے آٹھویں حصہ تراسی ہزار دینار ملے۔

اور عثمان کے گورنر مصر میں عبداللہ بن ابی سرح اور شام میں معاویہ اور بصرہ میں عبداللہ بن عامر اور کوفہ میں ولید بن عقبہ بن ابی معیط (عثمان کا مادری بھائی) تھے، اور یہ فسق و فجور میں زیادہ مشہور تھا، اور کوفہ میں اس کا فسق و فجور اور شراب خوری لوگوں پر ظاہر ہوگئی، یہاں تک کہ وہ نشے کی حالت میں صبح کی نماز کے لیے مسجد میں آیا اور اس نے صبح کی واجب نماز چار رکعت پڑھائی اور کہنے لگا کہ

اگر تم کہو تو اس سے زیادہ پڑھا دوں۔

اور ایک قول ہے کہ اس نے نماز میں سجدہ کو طول دیا اور اس میں وہ کہتا تھا ''خود پی اور مجھے پلا'' اور اس قسم کی ان کی دوسری حرکتیں لوگوں میں مشہور ہوئیں، پس کوفہ کے لوگ مدینہ گئے اور ولید کے شراب پینے اور اس کے فسق و فجور کی گواہی دی تو عثمان نے اسے بلا بھیجا، لیکن اس پر حد جاری نہ کی، اور سعید بن العاص کو اس کی جگہ پر بھیج دیا۔

جب سعید کوفہ میں وارد ہوا تو اس وقت تک منبر پر نہ گیا جب تک اس نے یہ حکم نہ دے دیا کہ اس منبر کو پاک کیا جائے اور سعید سے بھی کوفہ کی گورنری کے زمانہ میں کئی منکرات اور قبیح امور ظاہر ہوئے، یہاں تک کہ مالک اشتر نخعی اس کی معزولی کے لیے مدینہ گئے، اور اس کی داستان طویل ہے، بالآخر سعید کوفہ کی گورنری سے معزول ہوا اور ابو موسیٰ اشعری کوفہ کا حاکم بنا۔

اور عثمان سے اس کی خلافت کے زمانہ میں کئی ایک ایسی چیزیں ظہور میں آئیں کہ جو لوگوں پر گراں گزریں، ان میں سے عبداللہ بن مسعود اور عمار یاسر کے ساتھ اس کا کردار، اور ابوذر کو مدینہ سے باہر نکالنا اور ربذہ کی طرف بھیجنا تھا۔

منجملہ ان امور کے یہ تھا کہ مصر کے لوگ مدینہ میں آئے اور اس کے گورنر عبداللہ بن ابی شرح کی شکایت اور اس کے مظالم بیان کئے، عثمان نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور مصریوں کے ساتھ اسے مصر کی طرف روانہ کیا، انہوں نے راستہ میں عثمان کا قاصد دیکھا جو مصر جا رہا تھا اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس سے ایک خط نکلا جو عبداللہ (والی مصر) کو لکھا گیا تھا کہ محمد کو قتل کر دینا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں ان کے سر اور داڑھیاں منڈوا کر انہیں قید کر دو اور ان میں سے بعض کو پھانسی پر لٹکا دو۔

دو مصری مدینہ کی طرف واپس آئے، اور بنو زہرہ و ہذیل و بنو مخزوم و غفار کے قبائل اور جو ان کے ہم قسم تھے اور ابن مسعود و عمار اور ابوذر کے ہمنوا تھے ان سے ہم دست ہو گئے اور عثمان کے گھر کے دروازے کا محاصرہ کر لیا اور پانی بند کر دیا۔

جب یہ خبر امیرالمومنین علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے تین مشکیں پانی کی عثمان کے پاس بھجوا دیں اور انچاس دن تک عثمان کا محاصرہ رہا اور بالآخر محمد بن ابوبکر دوسرے دو افراد کے ساتھ انصار کے گھروں کی چھتوں سے گزر کر عثمان کے گھر داخل ہو گئے اور محمد عثمان کی داڑھی ہاتھ سے پکڑ لی اور چاہا کہ اسے ضرب لگائے لیکن یہ اقدام نہ کیا اور واپس پلٹ گیا، البتہ وہ دونوں شخص عثمان پر پل پڑے اور اس کا خون بہا دیا۔

جب اس کی بیوی نے یہ ماجرہ دیکھا تو وہ مکان کی چھت پر چڑھ گئی اور فریاد کرنے لگی کہ امیرالمومنین مارا گیا، لوگ گھر میں گھس آئے، جب وہ پہنچے تو عثمان دنیا کو الوداع کہہ چکا تھا یہ واقعہ اس وقت ہوا جب ۳۵ ہجری کے ماہ ذی الحج کے آخری تین ایام رہ گئے تھے، اور اس وقت جو اشخاص عثمان کے پاس تھے وہ مروان اور سترہ افراد دیگر تھے اور تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی یہاں تک کہ ہفتہ کے دن ظہر سے پہلے مدینہ میں حش کوکب کے نام سے مشہور مقام پر اسے دفن کیا گیا۔

عثمان کی عمر میں بہت اختلاف ہے، باسٹھ سال سے لے کر نوے سال تک منقول ہے اور اس کی اولاد اس طرح شمار کی گئی ہے عبداللہ اکبر، عبداللہ اصغر، ابان، خالد، سعید، ولید، مغیرہ، عبدالملک، ام ابان، ام سعید، ام عمر، اور عائشہ، اور ابان بھینگا اور

مبر دمں تھا، ولید شراب خور اور بیباک تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ باپ کے قتل ہونے کے وقت نشہ میں تھا۔

عثمان کی خلافت کے زمانہ میں ۲۵ ہجری میں اسکندریہ و افریقہ وغیرہ فتح ہوئے اور ۲۶ ہجری میں عثمان عمرہ کے ارادہ سے مکہ گیا اور مسجد الحرام کی توسیع کا حکم دیا، اور ۲۹ ہجری میں عثمان نے حج کیا اور دو رکعت نماز کو چار رکعت قرار دیا اور بدعت کی، اسی سال مسجد نبوی کی توسیع کی گئی اور ۳۰ ہجری میں عثمان نے حکم دیا کہ مصاحف و قرآن جمع کریں اور چند مصحف لکھے گئے اور کوفہ و بصرہ و شام و مکہ و یمن و بحرین میں سے ہر ایک کے لیے ایک نسخہ بھیجا گیا، اور ۳۱ ہجری میں ابوسفیان بن حرب اور حکم بن ابوالعاص فوت ہوئے اور اسی سال میں یزدجرد جو کہ ایران کا آخری بادشاہ تھا مارا گیا اور آل دارا کی حکومت اڑھائی سو سال یا چار سو سال بعد ختم ہوگئی، اور ماہ رمضان ۳۲ ہجری میں جناب عباس رسول خدا کی چچا نے وفات پائی اور ان کی قبر بقیع میں اسی گنبد میں ہے کہ جس میں آئمہ بقیع علیہم السلام دفن ہیں اور اسی سال جناب ابوذر غفاریؓ، عبدالرحمن بن عوف اور عبداللہ بن مسعود نے وفات پائی۔

اور ۳۳ ہجری میں مقداد بن اسود کندی رضوان اللہ علیہ نے مقام جرف میں جو کہ مدینہ سے ایک فرسخ دور ہے وفات پائی ان کا جنازہ وہاں سے اٹھا کر لے آئے اور انہیں بقیع میں دفن کیا اور جس قبر کی شہروان میں ان کی طرف نسبت دی جاتی ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں، ہاں البتہ احتمال ہے کہ وہ فاضل مقداد سیوری یا مشائخ عرب میں سے کسی کی قبر ہو اور مقداد ان چار ارکان میں سے ایک ہیں کہ جن کے متعلق رسول خدا نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ان سے مجھے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور چار افراد میں سے ایک ہیں کہ جنت جن کی مشتاق ہے اور ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب ان کی زوجہ تھیں، اور تمام غزوات میں رسول خدا کی خدمت میں رہ کر جہاد کیا اور ان کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں اور اس باب میں وہ حدیث کافی ہے کہ جسے کشی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ تمام لوگ پلٹ گئے مگر تین اشخاص سلمان، ابوذر و مقداد۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ عمار فرمایا وہ ادھر اُدھر ہوا پھر پلٹ آیا، اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم ایسے شخص کو چاہتے ہو کہ جس نے شک نہیں کیا اور نہ ہی اس کے دل میں کوئی چیز داخل ہوئی ہے تو وہ مقداد ہے اور مقداد کی وفات سلمان کی وفات سے تین سال پہلے ہوئی ہے، کیونکہ جناب سلمان نے چھتیس (۳۶) ہجری میں مدائن میں وفات پائی ہے جیسا کہ قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں فرمایا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کی خلافت اور آپ کے ناکثین وقاسطین ومارقین سے جہاد کرنے کا ذکر

جس دن عثمان قتل ہوا لوگوں نے امیر المومنین علی علیہ السلام کی بیعت پر اتفاق کر لیا، پس آپ بعد کئی ناخوشگواریوں کے مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے، اور آپ کی خلافت (ظاہری) کی مدت چار سال نو ماہ اور کچھ دن تھی اور اس مدت کا اکثر حصہ ناکثین (بیعت توڑنے والوں) وقاسطین (حق سے منحرف ہونے والوں) اور مارقین (حق سے نکل جانے والوں) سے جہاد کرنے میں گزرا۔ ان واقعات کی تشریح طولانی ہے، البتہ مناسب ہے کہ اس کتاب مستطاب میں ان واقعات میں سے ہر ایک کی طرف مختصر اشارہ ہو جائے۔

جنگ جمل کا اجمالی ذکر

۳۶ ہجری میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اصحاب جمل کے دفاع کے لیے بصرہ کی طرف کوچ فرمایا اور اسی سال دس جمادی الاول کو جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا اور اس میں حضرت عائشہ کے لشکر سے تیرہ ہزار افراد مارے گئے، اور آنحضرتؑ کے اصحاب میں سے پانچ ہزار۔

اس جنگ کی ابتدا طلحہ وزبیر سے ہوئی کہ جنہوں نے بیعت توڑ دی اور عمرہ کے بہانے مدینہ سے نکلے اور مکہ کی طرف چل پڑے اور اس وقت حضرت عائشہ مکہ میں تھی اور عبداللہ بن عامہ بھی جو کہ بصرہ میں عثمان کا گورنر تھا، عثمان کے قتل اور لوگوں کے امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کر لینے اور آنحضرت کے عثمان بن حنیف کو بصرہ کا گورنر بنانے کے بعد بصرہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اس نے مکہ میں پہنچ کر طلحہ وزبیر اور عائشہ کی مدد کی، اور عسکر نامی اونٹ جو اس نے یمن سے دو سو دینار میں خریدا تھا عائشہ کے لیے لے آیا اور انہیں بصرہ کی طرف لے چلا، جب وہ مقام حواب پر پہنچے تو حواب کے کتے بھونکنے لگے اور انہوں نے عائشہ کے اونٹ پر حملہ کر دیا، عائشہ نے اس جگہ کا نام پوچھا تو اس کے اونٹ کو ہانکنے والے نے کہا یہ حواب ہے۔

عائشہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور اسے آنحضرتؐ کی فرمائش یاد آئی کہ آپؐ نے اسے اس واقعہ کی خبر دی تھی اور عائشہ کو اس سے ڈرایا تھا، اور کہنے لگی مجھے مدینہ کی طرف واپس لے چلو، ابن زبیر اور طلحہ نے پچاس افراد کے ساتھ جھوٹی گواہی دی کہ یہ جگہ حواب نہیں ہے اور اس شخص نے اس جگہ کا نام بتانے میں غلطی کی ہے اور وہاں سے چل کر بصرہ میں پہنچ گئے اور جاحظ نے کے حق میں کیا

خوب کہا ہے۔

جاءت مع الا شقین فی هووج
ترجی الی البصرة اخبارها
کانها فی فعلها هرة
ترید ان تاکل اولادها

بدبخت لوگوں کے ساتھ محمل میں سوار ہو کر آئی، اس کے لشکر بصرہ کی امید لگائے ہوئے تھے گویا کہ وہ اپنے اس کارنامے میں بلی ہے کہ جو اپنی اولاد کو کھا جانا چاہتی ہے۔

اور جب بصرہ میں پہنچے تو ایک رات عثمان بن حنیف گورنر حضرت امیر المومنین کے گھر پر حملہ کر دیا اور اسے قید کر کے بہت کچھ زدو کوب کیا اور اس کی داڑھی کے بال اکھاڑ لیے، پھر بیت المال کی طرف گئے تو خزانچی اور محافظین مانع ہوئے انہوں نے بعض کو تو زخمی اور بے بس اور ستر افراد کو شہید کر دیا کہ جن میں سے پچاس افراد بند کر کے قتل کیے گئے اور حکیم بن جبلہ عبدی کو بھی جو کہ قبیلہ عبدالقیس کا سردار تھا مظلومی کے عالم میں قتل کر دیا۔

جب طلحہ وزبیر کے خروج کو چار مہینے گزر گئے تو جناب امیر المومنین علیہ السلام سات سو شاہ سواروں کے ساتھ کہ جن میں اہل بدر وانصار بھی تھے ان کے دفاع کے لیے مدینہ سے چلے اور پے در پے مدینہ اور قبیلہ طے کا لشکر آ کر آپؑ کی کمک کے لیے ملحق ہوتا رہا، اور جب آپ ربذہ کے علاقہ میں پہنچے تو ابوموسیٰ اشعری کو خط لکھا جو کہ اس وقت کوفہ کا گورنر تھا کہ لوگوں کو جہاد کے لیے روانہ کرے لیکن ابوموسیٰ نے لوگوں کو جہاد سے منع کر دیا۔

جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو آپ نے قرظہ بن کعب انصاری کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ میں نے تجھے کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا ہے اے جولاہے کہ بیٹے یہ پہلی اذیت وتکلیف ہے جو تیری طرف سے مجھے ہوئی، بلکہ ہمیں تجھ سے کئی مصیبتیں جھیلنا ہوں گی، اور ظاہراً یہ اشارہ ہے اس چیز کی طرف جو ابوموسیٰ سے نصب حکمین (جو کہ ابوموسیٰ اور عمرو عاص تھے) کے زمانہ میں ظاہر ہوئی۔

اور جب آپ مقام ذیقار میں پہنچے تو امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کو کوفہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ کوفہ کے لوگوں کو اہل بصرہ کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے روانہ کریں، پس وہ دونوں بزرگوار کوفہ میں پہنچے اور تقریباً سات ہزار افراد اہل کوفہ نے ان کی موافقت کی، اور وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب کے ساتھ جا ملے، پھر حضرت اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کی طرف تشریف لے گئے اور آپؑ کے ساتھ ابوایوب انصاری، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین، ابوقتادہ، عمار یاسر، قیس بن سعد بن عبادہ، عبداللہ بن عباس، قثم بن عباس، حسنین، محمد بن حنفیہ، عبداللہ بن جعفر، اولاد عقیل اور کچھ بنی ہاشم کے نوجوان اور مہاجرین وانصار سے مشائخ بدر تھے۔

پس جب جنگ کی صفیں تیار ہو گئیں تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مسلم مجاشعی کو قرآن مجید دے کر میدان کی طرف

بھیجا تا کہ لوگوں کو حکم قرآن کی طرف دعوت دے، بصریوں نے مسلم کو تیروں کا نشانہ بنایا اور اسے شہید کر دیا تو لوگ مسلم کا جنازہ اٹھا کر حضرت کی خدمت میں لے آئے، اس کی والدہ اس واقعہ کے وقت موجود تھی اور اس نے اپنے بیٹے کے مرثیے میں یہ اشعار کہے۔

یارب ان مسلماً اتا هم بمصحف ارسله مولا هم:

يتلو كتاب الله لا يخشا هم

وامه قائمة تراهم

يخضبو ابرمة ظباهم

اے پروردگار مسلم ان کے پاس قرآن لے کر آیا اُسے ان کی طرف ان کے مولا نے بھیجا تھا، اور وہ ان سے خوف کھائے بغیر کتاب خدا کی تلاوت کرتا تھا اور اس کی ماں کھڑے ہو کر انہیں دیکھ رہی تھی، پس انہوں نے اس کے خون سے اپنی تلواروں کی دھاروں سے رنگا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ تم میں سے کوئی شخص جنگ کی ابتداء نہ کرے، اور تیر و نیزہ نہ چلائے، مجبوراً آپ کے اصحاب منتظر تھے کہ کیا ہوتا ہے، اچانک عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی میمنہ لشکر سے اپنے بھائی کا جنازہ لے کر آیا جسے بصریوں نے قتل کر دیا تھا اور میسرہ لشکر سے بھی ایک شخص کو اٹھا لائے کہ جو بصریوں کے تیر سے مارا گیا تھا اور عمار یاسر بھی دونوں صفوں کے درمیان تشریف لے گئے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی تا کہ وہ شاید گمراہیوں سے منہ پھیر لیں تو ان پر بھی انہوں نے تیر برسائے۔

پس عمار واپس گئے اور کہنے لگے اے علیؑ آپ کس چیز کے منتظر ہیں، یہ لشکر جنگ و جدال کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں رکھتا، امیر المومنین علیہ السلام بغیر ہتھیار لگائے اپنی صف لشکر سے باہر نکلے اور اس وقت آپ سرکار رسالتؐ کے ولدل پر سوار تھے، آپؑ نے زبیر کو پکارا، زبیر ہتھیاروں میں غرق حضرت کے پاس آیا، عائشہ زبیر کے حضرت امیرؑ کے پاس جانے سے خوفزدہ ہوئی اور کہنے لگی میری بہن اسماء بیوہ ہو گئی، تو لوگوں نے اس کو بتایا کہ گھبراؤ نہیں امیر المومنین ہتھیار کے بغیر ہیں، تب عائشہ کو اطمینان ہوا۔

خلاصہ یہ کہ حضرتؑ نے زبیر سے فرمایا کہ تو کس لیے مجھ سے جنگ کرنے آیا ہے، کہنے لگا عثمان کے خون کا مطالبہ کرنے کے لیے، آپؑ نے فرمایا ہم میں سے خدا اس کو قتل کرے جو خون عثمان میں شریک تھا، ہاں اے زبیر تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے رسول خداؐ سے ملاقات کی اور آپؐ گدھے پر سوار تھے، جب آنحضرتؐ نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا اور مجھ کو سلام کیا، اور تو بھی ہنسا، اور کہا اے رسول خداؐ علی اپنے تکبر سے دستبردار نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا علی میں تکبر نہیں ہے، کیا تو اس سے محبت کرتا ہے، تو نے کہا خدا کی قسم میں اسے دوست رکھتا ہوں، تو آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم تو از روئے ظلم اس سے جنگ کرے گا۔

زبیر نے جب یہ حدیث سنی تو کہنے لگا استغفر اللہ میں اس حدیث کو بھول چکا تھا، اگر مجھے یاد ہوتی تو آپؑ سے جنگ کرنے

کے لیے نہ آتا۔اب میں کیا کروں،کام ہو چکا ہے دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف بستہ ہیں اور اب میدان جنگ سے میرا نکل جانا میرے لیے ننگ و عار ہے،آپؑ نے فرمایا ننگ و عار جہنم کی آگ سے بہتر ہے پس زبیر واپس چلا گیا اور اپنے بیٹے عبداللہ سے کہنے لگا مجھے علی نے ایسی بات یاد دلائی ہے کہ جسے میں بھول چکا تھا،لہذا میں اس سے جنگ کرنے سے دست بردار ہو گیا ہوں،اس کا بیٹا کہنے لگا خدا کی قسم یہ بات نہیں،بلکہ تو اولاد عبدالمطلب کی تلواروں سے ڈر گیا ہے،اور اس میں تو حق بجانب ہے،چونکہ وہ بڑی بھی ہیں اور تیز بھی کہ جنہیں بہادر نوجوان نے اٹھا رکھا ہے۔

زبیر کہنے لگا خدا کی قسم یہ بات نہیں،مجھے کوئی خوف نہیں،بلکہ میں نے ننگ و عار کو جہنم کی آگ پر ترجیح دی ہے،تب کہنے لگا اے بیٹا کیا بزدل انسان یہ کام کر سکتا ہے جو میں نے کیا ہے،پس اس وقت وہ جنگ سے منہ پھیر کر وادی السباع کی طرف چل دیا،اور اس وادی میں احنف بن قیس بنی تمیم کے ایک گروہ کے ساتھ علیحدگی اختیار کیے ہوئے موجود تھا،اس کو ایک شخص نے بتایا کہ یہ زبیر ہے وہ کہنے لگا مجھے زبیر سے کیا سروکار،حالانکہ اس نے دو عظیم گروہوں کو آپس میں لڑا دیا اور خود سلامتی کا راستہ اختیار کر لیا۔

پس بنی تمیم کا ایک گروہ زبیر کی طرف گیا اور عمرو بن جرموز ان سے پہلے زبیر کے قریب پہنچ گیا،اس نے دیکھا کہ زبیر نماز پڑھنا چاہتا ہے جب زبیر نماز میں مشغول ہوا تو عمرو نے اس پر تلوار چلائی اور اسے قتل کر دیا اور ایک قول ہے کہ اسے سوتے میں قتل کر دیا۔اور پھر زبیر کی انگوٹھی اور تلوار لے کر اور ایک قول ہے کہ اس کا سر نیزہ پر سوار کر کے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پاس لے آیا ،آپ نے زبیر کی تلوار ہاتھ پر اٹھائی اور فرمایا"سیف طالما فلی الکرب عن وجہ رسول"اللہ یہ تلوار ہے کہ جس نے کئی ضربتیں رسول خداؐ کے چہرے سے دور کیں،زبیر کوئی کمزور شخص نہیں تھا،لیکن یہ موت ہے اور برا پچھڑنا ہے،اور صفیہ کے بیٹے کا قاتل جہنم کی آگ میں جائے گا،عمرو بن جرموز نے جب جہنم کی آگ کی بشارت سنی تو اس نے یہ اشعار کہے۔

اتیت علیا براس الزبیر وقد کنت ارجوبه الزلفة
بالنار قبل العیان وبئس بشارة ذی التحفة لسیان
عندی قتل الزبیر وضرطة بذی الجحفة

میں علیؑ کے پاس زبیر کا سر لے کر آیا اور اس کے لانے سے مجھے قرب کی امید تھی تو علیؑ نے دیکھنے سے پہلے آگ کی بشارت دی اور تحفہ لانے والے کے لیے بری بشارت ہے،میرے نزدیک یہ دونوں چیزیں برابر ہیں،زبیر کا قتل کرنا یا وادی ذی الجحفہ میں بکری کا پادنا۔زبیر کی عمر قتل کے وقت پچھتر سال تھی،اور اس کی قبر وادی السباع میں ہے۔

اور طلحہ کو مروان بن الحکم نے اس کی رگ اکحل (بازو کی ایک رگ ہے) پر تیر مارا،اس سے اتنا خون نکلا کہ وہ مر گیا اور بصرہ

میں دفن ہوا۔

بہر حال امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر کا علم جنگ جمل میں آپؑ کے فرزند محمد کے پاس تھا اور محمد کو آپؑ نے حکم دیا کہ لشکر پر حملہ کرو، چونکہ محمد کے مدمقابل بصری تیر برسا رہے تھے تو محمد نے تاخیر کی اور منتظر تھے کہ تیروں کی بارش کم ہو تو حملہ کریں، حضرتؑ نے محمد سے فرمایا کہ تیروں کی بارش کے درمیان ہی حملہ کرو، کیونکہ موت کی ڈھال تیرے اوپر ہے، پس جناب محمد نے حملہ کیا، لیکن تیروں کے درمیان جا کر رک گیا، حضرتؑ ان کے پاس گئے اور تلوار کا دستہ انہیں مارا اور فرمایا تیری ماں کی کمزوری تجھے لاحق ہوئی ہے، پس آپؑ نے محمد سے علم لے کر زبردست حملہ کیا اور آپؑ کے لشکر نے بھی سخت حملہ کر دیا اور جس طرح تیز آندھی خس و خاشاک کو اڑاتی ہے وہ لشکر بصرہ کو اسی طرح اپنے آگے ہانک رہے تھے، اور کعب بن سور قاضی اس دن قرآن کو حمائل کئے ہوئے بنوضبہ کے قبیلہ کے ساتھ عائشہ کے اونٹ کو گھیرے ہوئے تھا اور بنوضبہ یہ رجز پڑھتے تھے۔

ہم بنوضبہ ہیں اصحاب جمل، ہم موت کا مقابلہ کرتے ہیں، جب موت پڑاؤ ڈال دے اور موت ہمارے نزدیک شہد سے زیادہ میٹھی ہے، اور ستر ہاتھ بنوضبہ کے اس جنگ میں اونٹ کی مہار کی وجہ سے کٹے اور جس کا ہاتھ کٹ جاتا اور وہ مہار کو چھوڑ دیتا تو دوسرا شخص مہار کو تھام لیتا اور جتنا بھی اس اونٹ کے پاؤں کاٹتے پھر بھی وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہتا، یہاں تک کہ اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا، پھر کہیں وہ جا کر گرا، اس وقت بصریوں کو شکست ہوئی اور جنگ ختم ہوگئی۔

امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے اور حمیرا کے محمل پر سوٹی مار کر فرمایا، کیا تجھے پیغمبرؐ نے حکم دیا تھا کہ مجھ سے جنگ کرنے کے بعد باہر آجانا، آیا تجھے یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ گھر میں بیٹھنا اور باہر نہ نکلنا خدا کی قسم ان لوگوں نے انصاف نہیں کیا، اپنی عورتوں کو تو پردہ کے پیچھے چھپا رکھا ہے تجھے گھر سے باہر لے آئے ہیں۔

پس محمد عائشہ کے بھائی نے اپنی بہن کو محمل سے باہر نکالا، امیر المومنین علیہ السلام کے حکم سے عائشہ کو صفیہ بنت حارث بن ابوطلحہ کے گھر لے گئے اور یہ واقعہ جمعرات کے دن دس جمادی الثانی ۳۶ھ ہجری بصرہ میں حربیہ نامی مقام پر رونما ہوا، اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں سے پانچ ہزار اور اہل بصرہ و اصحاب جمل میں سے ۱۳ تیرہ ہزار افراد مارے گئے، اور زید بن صوحان بھی جو ابدال میں شمار ہوتے تھے جنگ جمل میں شہید ہوئے، جب زمین پر گرے تو امیر المومنین علیہ السلام ان کے سرہانے تشریف لائے اور فرمایا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے، اے زید تیرا دنیاوی خرچ کم اور دینی مدد زیادہ تھی۔

اور کتاب رجال کبیر میں ہے کہ زید اور ان کے دونوں بھائی سیحان خطیب اور صعصعہ جنگ جمل میں موجود تھے اور حضرت امیرؑ کا علم سیحان کے ہاتھ میں تھا، جب وہ شہید ہوا تو علم زید نے اٹھالیا اور جب زید شہید ہوئے تو صعصعہ نے علم اٹھایا، اور صعصعہ نے معاویہ کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔

پس حضرتؑ بصرہ میں داخل ہوئے اور خطبہ پڑھا کہ جس کے بعض فقرے یہ تھے۔

''اے عورت کا لشکر، اے چوپائے پیروی کرنے والے وہ بلبلایا اور چیخا تو تم نے لبیک کہا، اس کے پاؤں کٹ گئے تو تم

بھاگ کھڑے ہوئے تمہارے اخلاق پتلے ہیں اور تمہارے اعمال و کردار منافقانہ ہیں، اور تمہارا دین ٹیڑھا پن اور پھوٹ ڈالنا ہے اور تمہارا پانی بہت نمکین اور کھاری ہے"۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے دوسرے خطبوں میں بھی کئی دفعہ اہل بصرہ کی مذمت کی ہے، خلاصہ یہ کہ آپؑ نے جنگ کے بعد عفو وصلح سے کام لیا اور حکم دیا کہ عائشہ کو راحت و آرام سے مدینہ کی طرف واپس کیا جائے اور عبداللہ بن زبیر و ولید بن عقبہ و اولاد عثمان اور دوسرے بنی امیہ کو معاف کر دیا اور ان سے درگزر فرمایا، اور حسنین علیہم السلام نے مروان بن الحکم کی سفارش کی تو آپ نے اس سے بھی درگزر فرمایا اور انہیں قتل ہونے سے محفوظ رکھا اور جنگ کا واقعہ طویل ہے یہ مختصر تو اس کا اجمالی خاکہ تھا۔ واللہ العالم

جنگ صفین اور شہادت عمار وغیرہ کا اجمالی ذکر

جمعرات کے دن ماہ شوال ۳۶ ہجری میں امیر المومنین علیہ السلام نے معاویہ کے دفاع کے لیے صفین میں جانے کا ارادہ فرمایا، اور ابو مسعود عقبہ بن عامر انصاری کو کوفہ میں اپنی جگہ پر چھوڑا اور مدائن و انبار کے راستہ سے کوچ کر کے مقام رقہ میں پہنچے، حضرتؑ کے لیے ایک پل بنایا گیا کہ جسے آپؑ نے عبور فرمایا اور آپؑ کے لشکر کی تعداد نوے ہزار تھی، اور ادھر سے معاویہ پچاسی ہزار کو آپؑ سے لڑانے کے لیے لے کر صفین میں آیا اور اس سے پہلے کہ امیر المومنین علیہ السلام وہاں پہنچے معاویہ نے پیش دستی کی اور فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور ابوالاعور سلمی کو چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ گھاٹ پر موکل کر دیا۔

جب امیر المومنین علیہ السلام صفین میں پہنچے تو پانی آپؑ پر بند کر دیا گیا، آپؑ کے اصحاب پر پیاس کا غلبہ ہوا عمرو عاص نے معاویہ سے کہا چھوڑ و علی اور ان کے اصحاب کو پانی لینے دو، ورنہ اہل عراق اپنی تیز دھار تلواروں کے ساتھ ہمارا قصد کر دیں گے، وہ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم انہیں پیاس میں مرنا ہوگا جس طرح عثمان پیاسا دنیا سے گیا ہے۔ اور جب آپؑ کے اصحاب پر پیاس کا زیادہ اثر ہوا تو اشعث چار ہزار کے ساتھ گھاٹ کی طرف چلا اور مالک اشتر بھی چار ہزار افراد کے ساتھ اس کے پیچھے چلے اور امیر المومنین علیہ السلام باقی لشکر کے ساتھ مالک اشتر کے پیچھے ہوئے، اشعث نے معاویہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور آخر کار اسے گھاٹ سے دور کر دیا اور ان میں سے بہت سے افراد کو ہلاک و غرق کر دیا۔

چونکہ امیر المومنین علیہ السلام کا پورا لشکر حرکت میں آ گیا تھا کہ جس کے مقابلہ کی ہمت معاویہ میں نہ تھی، لہٰذا وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا، اور امیر المومنین علیہ السلام کا لشکر معاویہ کے لشکر والی جگہ پر جا پہنچا اور پانی پر ان کا قبضہ ہو گیا، معاویہ کو پیاس کا ڈر لگا اور حضرت کی خدمت میں قاصد بھیجا اور پانی لینے کی اجازت چاہی، آپؑ نے ان کے لیے پانی کو مباح قرار دیا، اور حکم جاری کیا کہ کوئی شخص انہیں پانی لینے سے مانع نہ ہو۔

پہلا دن جب میدان صفین میں ورود کو دو دن گزر گئے تو محرم الحرام کا چاند نظر آیا تو امیر المومنین نے معاویہ کے پاس پیغام

بھیجا اور اسے اتحاد کلمہ اور مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونے کی دعوت دی اور بہت سے خطوط کا رد و بدل ہوا اور آخر کار معاملہ یہاں تک پہنچا کہ محرم الحرام کے ختم ہونے کے بعد جنگ ہوگی، جب محرم کے دن ختم ہوئے اور ۷ ۳۷ھ ہجری صفر کی پہلی بدھوار کی صبح نمودار ہوئی تو لشکر عراق شام کے لشکر کے مدمقابل صف آراء ہوا اور امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر سے مالک اشتر باہر نکلے اور معاویہ کی طرف سے حبیب بن مسلم (سلمہ خ ل) فہری، اور اس دن بہت جنگ ہوئی اور طرفین سے کافی لوگ مارے گئے اور زخمی ہوئے۔

دوسرا دن! ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص مرقال سعد بن ابی وقاص کا بھتیجا لشکر عراق کی طرف سے مبارزت کے لیے نکلا اور لشکر شام کی طرف سے سفیان بن عوف معروف بہ ابوالاعور اسلمی اس سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور اس دن جنگ ان دو افراد اور ان کے ساتھیوں کے درمیان ہوئی یہاں تک کہ دن ختم ہوا اور طرفین سے بہت سے لوگ مارے گئے۔

تیسرا دن! ابو الیقظان عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ اہل بدر میں سے مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے، اور معاویہ کے لشکر سے عمرو عاص اہل شام میں سے اپنے آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور ظہر تک مسلسل جنگ ہوتی رہی، پھر جناب یاسر عمار نے سخت حملہ کیا اور عمرو کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا اور معاویہ کے لشکر تک پہنچ گئے، اور اہل شام کے لشکر کے بہت سے آدمی مارے گئے۔

چوتھا دن! محمد حنفیہ قبیلہ ہمدان کے جوانمردوں کے ساتھ باہر نکلے اور شامیوں کی طرف سے عبید اللہ بن عمر حمیر ولخم و جذام کے گروہ کے ساتھ محمد کے مقابلہ میں آیا اور عبید اللہ بن عمر کے معاویہ سے مل جانے کا سبب یہ تھا کہ جس وقت ابو لولو نے عمر کو قتل کر دیا اور ابو لولو ایران کے علاقہ میں ہرمزان کا غلام تھا، تو عبید اللہ نے بلاوجہ ہی ہرمزان کو قتل کر دیا، اور کہنے لگا کہ مدینہ اور مدینہ کے علاوہ کسی جگہ کوئی ایرانی قتل کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا، جب خلافت (ظاہری) امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچی تو عبید اللہ اس ڈر کے مارے کہ کہیں حضرت علی علیہ السلام اسے ہرمزان کی وجہ سے قتل نہ کر دیں بھاگ کھڑا ہوا اور شام میں معاویہ سے جاملا، یہاں تک کہ اس دن وہ محمد سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور اس کے اور محمد کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی، عراقیوں کو فتح ہوئی اور عبید اللہ اس دن کے آخر میں بچ نکلا۔

پانچواں دن! عبد اللہ بن عباس عازم جنگ ہوئے، معاویہ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور سخت لڑائی ہوئی اور ولید نے اولاد عبد المطلب کو سب و شتم کیا، اور وہ سخت دن تھا تاہم ابن عباس غالب رہے۔

چھٹا دن! سعید بن قیس ہمدانی ہمدان کے سردار نکلے اور معاویہ نے ذوالکلاع کو ان سے جنگ کے لیے بھیجا اور طرفین میں سخت جنگ ہوئی۔

ساتواں دن! قرعہ جنگ مالک اشتر نخعی کے نام نکلا، اور معاویہ کے لشکر سے حبیب بن سلمہ فہری عازم جنگ ہوا اور اس دن بھی سخت جنگ ہوئی۔

آٹھواں دن! حضرت امیر المومنین علیہ السلام عازم جنگ ہوئے جب کہ سفید عمامہ سر پر باندھے رسول خدا کے دلدل پر

سوار تھے اور لوگوں کو جہاد پر اکسا رہے تھے اور انہیں آداب جنگ کی تعلیم فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ بیشک تم اللہ کی نظر رحمت اور رسول خداؐ کے چچازاد بھائی کے ساتھ ہو، بار بار حملہ کرنے کے عادی بنو اور بھاگ جانے کو قبیح سمجھو، کیونکہ یہ صدیوں تک کے لیے (یا آئندہ نسلوں کے لیے) ننگ و عار اور قیامت کے دن کے لیے جہنم کی آگ ہے اور اس سواد اعظم (کثرت لشکر) اور تنے ہوئے خیمے کو نظر میں رکھو، اس کے وسط میں مارو، کیونکہ شیطان اپنے راستہ پر بیٹھا ہے اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے، اگلا پاؤں کود جانے کے لیے آگے کئے ہوئے اور پچھلا پاؤں پیچھے ہٹنے کے لیے پیچھے کئے ہوئے ہے۔

پس صبر جمیل اختیار کرو یہاں تک کہ حق کے چہرہ سے پردہ ہٹ جائے اور تم ہی بلند تر ہو اور اللہ تمہارا ساتھی ہے اور تمہارے کردار تمہیں گھبراہٹ میں نہ ڈالیں۔

نواں دن! دوبارہ امیر المومنین علیہ السلام مبارزہ کے لیے نکلے اور سخت جنگ ہوئی اور اس دن عمار یاسر داد شجاعت و مردانگی دیتے اور فرماتے تھے بیشک میں ایسی قوم کے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ وہ لگاتار جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ باطل کاروں کو شک ہونے لگے گا کہ خدا کی قسم اگر وہ ہمیں شکست دے دیں، یہاں تک کہ وہ ہمیں ہجر شہر کی کھجوروں کی شاخوں تک پہنچا دیں، تب بھی ہم حق پر اور وہ باطل پر ہوں گے، پس عمار یاسر نے حملہ کیا اور نمایاں جنگ کی اور اپنی جگہ کی طرف پلٹ آئے اور پانی مانگا، بنی شیبان کی ایک عورت آپؐ کے لیے دودھ کا ایک پیالہ لے آئی، جب عمار نے دودھ کا پیالہ دیکھا تو اللہ اکبر کہا اور کہا آج کا دن وہ ہے کہ جس میں میں شہید ہوں گا اور اپنے دوستوں سے اس (آخرت کے) گھر میں ملاقات کروں گا۔

پس رجز پڑھا اور جنگ کی یہاں تک کہ ابوالہادیہ (ابوالعادیہ خ ل) عاملی اور ابوحوا سکسکی نے انہیں آخر دن میں شہید کر دیا، اور اس وقت آپ کی عمر ۹۳ سال تھی، عمار کی شہادت نے جناب امیر المومنین علیہ السلام پر بڑا اثر کیا اور خود آپؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ صفین ہی میں دفن ہوئے۔ رضوان اللہ علیہ

اور کتاب مجالس المومنین میں ہے کہ جب عمار نے شربت شہادت نوش فرمایا تو امیر المومنین علیہ السلام ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور ان کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا اور فرمایا،

ایھا الموت الذی لست تارکی
ارحنی فقد افنیت کل خلیل
وراك بصیرا اجھم
کانك تنحو نحوھم بدلیل

اے موت جو مجھے چھوڑنے والی نہیں ہے، مجھے راحت پہنچا، تو نے تو میرے سارے دوست فنا و برباد کر دیئے ہیں، میں تجھے ان کے متعلق بابصیرت سمجھتا ہوں کہ جن سے مجھے محبت ہے گویا تو کسی رہبر کے ذریعہ انہیں کا قصد کرتی ہے، پھر آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون کے کلمہ کے ساتھ زبان مبارک کھولی اور فرمایا جو شخص عمار کی وفات پر دل تنگ نہ ہو، اس کا مسلمانی میں کوئی حصہ نہیں، خداوند

عالم اس وقت عمار پر رحمت کرے جس وقت نیک و بد کے متعلق سوال کرے، جب کبھی میں نے رسول خداؐ کی خدمت میں تین اشخاص دیکھے تو چوتھے عمار ہوتے تھے اور اگر چار دیکھے تو پانچویں عمار ہوتے، عمار پر ایک مرتبہ بہشت واجب نہیں ہوئی، بلکہ وہ کئی مرتبہ اس کے مستحق قرار پائے ہیں، جنت عدن ان کے لیے تیار، مہیا اور خوشگوار ہیں۔

جب انہوں نے عمار کو شہید کیا ہے تو حق عمار کے ساتھ تھا اور وہ حق کے مددگار تھے، جیسا کہ رسول خداؐ نے عمار کے متعلق فرمایا ''کہ حق عمار کے ساتھ گردش کرتا ہے جدھر عمار گردش کرے''۔

اس کے بعد جناب علی علیہ السلام نے فرمایا عمار کو شہید کرنے ولا، ان کو گالیاں دینے والا اور ان کے اسباب جنگ کو لوٹنے والا جہنم کی آگ میں معذب ہوگا، پھر آپ آگے بڑھے اور عمار کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں اپنے دست مبارک سے دفن کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ ورضوانہ

خلاصہ یہ کہ جب عمار کی شہادت ہوئی تو جناب امیر المومنینؑ کے لشکر میں شورش و اضطراب پیدا ہوا، پس سعید بن قیس ہمدانی قبیلہ ہمدان کے ساتھ اور قیس بن سعید بن عبادہ انصاری قبیلہ انصار کے ساتھ اور ربیعہ وعدی بن حاتم قبیلہ طے کے ساتھ آگے بڑھے اور ان سب نے لشکر شام پر حملہ کر دیا اور قبیلہ حمدان ان میں سے زیادہ تھے اور انہوں نے لشکر شام کے قدم اکھاڑ دیئے، یہاں تک کہ اسے معاویہ کی قیام گاہ تک پہنچا دیا۔

اور ایک روایت ہے کہ جب عمار شہید ہو گئے تو خزیمہ بن ثابت نے (جو ذوالشہادتین کے لقب سے مشہور تھے) ہتھیار اپنے بدن سے اتار ڈالے اور خیمہ کے اندر جا کر غسل کیا، پھر تلوار نیام سے نکالی اور کہنے لگے کہ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے کہ عمار کو باغی گروہ شہید کرے گا، پس وہ بزرگوار بھی جنگ کر کے شہید ہو گئے۔ رحمہ اللہ علیہ

اور جنگ صفین کے موقعہ پر امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشتر سے فرمایا کہ قاریان قرآن کے ساتھ مل کر اہل حمص و قنسرین سے جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھو، مالک اشتر آگے بڑھے اور ان کے بہت سے لوگ قتل کیے اور مرقال نے بھی اس گیرودار میں لشکر معاویہ کے ساتھ سخت جنگ کی اور ذوالکلاع اور طائفہ حمیر سے جنگ کے لیے تیار ہوئے اور ان کے علمبردار کو ستر افراد سمیت قتل کیا اور اچانک ذوالکلاع کے لشکر پر حملہ کر دیا اور بہت سوں کو خاک ہلاکت میں پھینکا اور آخر کار شربت شہادت نوش فرمایا، اور ادھر سے ذوالکلاع بھی مارا گیا اور مرقال کا علم ان کے بیٹے نے ہاتھ میں لیا اور وہ جنگ میں مشغول ہو گیا اور عمار و مرقال کی شہادت کے بعد صفوان و سعد خذیفہ بن الیمان کے بیٹے شہید ہوئے۔

اور عبداللہ بن حارث مالک اشتر کے بھائی بھی عبداللہ و عبدالرحمن بدیل بن ورقاء خزاعی کے بیٹوں اور قبیلہ خزاعہ کی ایک جماعت کے ساتھ شہید ہوئے اور معاویہ کے لشکر کے بہادروں میں سے ذوالکلاغ کے علاوہ بھی بہت سے لوگ مارے گئے کہ جن میں سے عبیداللہ بن عمر بھی تھا، وہ حریث بن جابر جعفی یا ایک قول کی بناء پر مالک اشتر نخعی کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کی لاش زمین پر پڑی ہوئی تھی اور ایک فوجی نے اپنے خیمہ کی طناب میخ کے بجائے اس کے پاؤں سے باندھ رکھی تھی، اور عبیداللہ کی بیوی جو ہانی بن قبیصہ

شیبانی کی بیٹی تھی، اس کی لاش کی خواہاں ہوئی تو وہ اسے دے دی گئی۔

اور منقول ہے کہ جب ہاشم مرقال زخمی ہو کر زمین پر گرے تو جانکنی کے عالم میں ان کی نگاہ عبید اللہ بن عمر پر پڑی کہ وہ زمین پر پڑا تھا تو مرقال اسی حالت میں بڑی مشکل سے عبید اللہ کی طرف اپنے آپ کو کھینچ لائے اور اپنے آپ کو اس پر گرا لیا اور اس کا پستان دانتوں سے پکڑ لیا، یہاں تک کہ اسے تکلیف و درد محسوس ہوا اور وہ دنیا سے چل بسا۔

خلاصہ یہ کہ جب عمار و مرقال اور دوسرے کچھ امراء لشکر امیر المومنین علیہ السلام شہید ہو گئے تو آپ نے لوگوں کو جنگ کے لیے ابھارا اور قبیلہ ربیعہ سے فرمایا تم میری زرہ اور نیزہ ہو، پس جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تو دس ہزار یا اس سے زیادہ بہادروں نے اپنے آپ کو شہادت کے لیے پیش کیا۔

امیر المومنین علیہ السلام خچر پر سوار تھے اور ان سے آگے آگے جا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ میں موت سے کس دن بھاگوں وہ دن جو مقدر نہیں کیا گیا یا وہ جو مقدر ہو چکا ہے، پس آپؑ نے حملہ کر دیا اور اس جماعت نے بھی ایک ہی دفعہ مل کر حملہ کیا اور معاویہ کے لشکر کی کوئی ہی صف ایسی ہوگی کہ جسے انہوں نے نہ الٹ دیا ہو، اور امیر المومنین علیہ السلام جس کسی کے قریب سے گزرتے اس پر ضرب کاری لگاتے اور اسے ہلاک کر دیتے، اسی طرح جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ معاویہ کے خیمہ تک پہنچ گئے، امیر المومنینؑ نے پکار کر کہا،

''اے معاویہ کیوں لوگوں کو مروا رہا ہے، میرے مقابلہ میں نکل آتا کہ ہم جنگ کر لیں اور ہم دونوں میں سے جو بھی مارا جائے حکومت دوسرے کے لیے مخصوص ہو جائے''۔

عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ نے تجھ سے انصاف کی بات کی ہے، معاویہ کہنے لگا، لیکن تو نے اس مشورہ میں انصاف نہیں کیا، کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ علیؑ وہ شخص ہے کہ جو کوئی بھی ان کے مقابلہ میں آیا وہ پھر سلامتی کا منہ نہیں دیکھ سکتا، اس قسم کی باتیں ان دونوں کے درمیان ہوئیں، بالآخر معاویہ نے عمرو عاص کو قسم دی کہ وہ علیؑ سے جنگ کرنے کے لیے جائے، مجبوراً عمرو عاص بڑی ناپسندیدگی کے ساتھ آپ کے مقابلہ میں آیا۔

جیسے ہی امیر المومنین علیہ السلام نے اسے پہچانا تو تلوار بلند کی تا کہ اسے ضرب لگائیں، عمرو نے مکاری کی اور اپنی شرمگاہ کھول دی، آنحضرتؑ نے اس بے حیا سے منہ پھیر لیا، عمرو نے اسے غنیمت سمجھا اور بڑی تیزی کے ساتھ اپنے لشکر میں جا پہنچا اور امیر المومنین علیہ السلام کی تلوار سے بچ گیا۔

مورخین نے اس سے زیادہ شرح و بسط کے ساتھ عمرو کے آپؑ کے مقابلہ میں آنے اور بھاگ جانے کو نقل کیا ہے اور معاویہ و عمرو کے درمیان اس موقع پر کلمات لطیفہ رد و بدل ہوئے ہیں کہ جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جنگ صفین کی داستان طویل ہے اور اس جنگ میں لیلۃ الہریر میں حوشب ذو ظلیم کا معاویہ کے لشکر سے مارا جانا وقوع پذیر ہوا، اور لیلۃ الہریر جمعہ کی رات تھی اور جنگ کے ہتھیار ختم ہو گئے، بالآخر دونوں لشکر ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے اور ایک دوسرے کو مکے اور تھپڑ مارتے تھے اور

امیر المومنینؑ نے پانچ سو تیئس (۵۲۳) افراد کو بہادر لوگوں میں سے قتل کیا اور جس کو قتل کرتے نعرہ تکبیر بلند فرماتے اور اس رات آنے والے دن تک جنگ جاری رہی اور زیادہ گرد و غبار کی وجہ سے فضا تاریک ہو چکی تھی اور نماز کے اوقات کا بھی پتہ نہیں چلتا تھا اور مالک اشتر نے نمایاں جنگ کی اور اس دن جو کہ جمعہ کا دن تھا قریب تھا کہ لشکر امیر المومنین علیہ السلام فتح حاصل کرے کہ اہل شام کے بڑے بوڑھے فریاد اور چیخ و پکار کرنے لگے۔

"تمہیں خدا کی قسم عورتوں اور لڑکیوں کا خیال کرو وہ سب بیوہ اور یتیم ہو جائیں گی"۔ اور معاویہ نے عمرو عاص سے کہا کہ اب جو حیلہ و بہانہ تجھ سے ہو سکتا ہے، اسے بروئے کار لا، کیونکہ ہم تو تباہ ہو گئے ہیں اور اسے مصر کی حکومت اور گورنری کی خوشخبری دی۔

عمرو عاص نے جو کہ مکر و فریب کے خمیر سے گندھا ہوا تھا لشکر کو پکار کر کہا کہ اے لوگو جس کے پاس قرآن ہو وہ اسے نیزہ پر بلند کر دے، پس تقریباً پانچ سو قرآن نیزوں پر آگئے اور معاویہ کے لشکر سے فریاد بلند ہوئی کہ کتاب خدا ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔

نجاشی بن حارث نے اس واقعہ کے متعلق شعر کہے۔

فاصبح اھل الشام قد رفعوا القنا
علیھا کتاب اللہ خیر قرآن
ونادوا علیاً یا بن عم محمد
اما تتقی ان تھلك الثقلان

پس اہل شام نے صبح کے وقت اللہ کی کتاب نیزوں پر بلند کی جو کہ بہترین قرآن ہے اور انہوں نے علیؑ کو پکار کر کہا اے محمدؐ کے چچازاد بھائی کیا آپ کو اس کا ڈر نہیں کہ دونوں گروہ ہلاک ہو جائیں گے۔

امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر نے جب یہ مکاری دیکھی تو ان میں سے اکثر اس فریب میں آگئے اور صلح پر آمادہ ہو گئے اور حضرت علی سے کہنے لگے، اے علیؑ معاویہ حق بات کہتا ہے، آپ کو اس نے کتاب خدا کی طرف بلایا ہے اس کی بات کو قبول کر لیجئے، اور اشعث بن قیس اس معاملہ میں زیادہ سخت تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کا یہ عمل مکر و فریب ہے وہ کہنے لگے ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہمیں قرآن کی طرف بلایا جائے اور ہم اسے قبول نہ کریں، حضرتؑ نے فرمایا تم پروائے اور ہلاکت ہو میں ان سے اسی لیے تو جنگ کر رہا ہوں کہ قرآن کے احکام کو اپنا لیں اور انہوں نے نافرمانی کی ہے اور کتاب خدا کو پھینک دیا ہے لہذا اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے آجاؤ اور ان کے مکر و فریب میں نہ آؤ، کیونکہ معاویہ اور عمرو عاص و ابن ابی معیط و حبیب بن سلمہ اور بنی نابغہ دیندار اور اہل قرآن نہیں ہیں، میں انہیں تم سے بہتر جانتا ہوں اور کئی اس قسم کی باتیں کہی گئیں۔ اور امیر المومنین علیہ السلام نے ان بدبختوں کو جتنی نصیحت کی انہوں نے قبول نہ کیا۔

اور آخر کار اشعث بن قیس (لعین) اور اس کے ساتھیوں نے آپ کو دھمکی دی کہ ہم آپ کے ساتھ وہی کچھ کریں گے جو لوگوں نے عثمان کے ساتھ کیا ہے، یعنی آپ کو ولت دشواری کے ساتھ قتل کر دیں گے اور مالک اشتر نخعی اور ان لوگوں کے درمیان بھی بہت سی باتیں رد و بدل ہوئیں، لیکن ان کا کوئی علاج نہ ہو سکا، مجبوراً امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کل تک تو امیر تھا، لیکن آج مامور ہو گیا ہوں اور کوئی شخص میرے حکم کی اطاعت نہیں کرتا۔

پس اشعث معاویہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے، معاویہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ ہم تمہارے ساتھ مل کر قرآن کی پیروی کریں، ایک شخص کو تم انتخاب کرو اور ایک کا ہم انتخاب کریں گے اور ان دونوں سے ہم عہد و پیمان لیں گے کہ وہ قرآن کے مطابق عمل کریں اور ایک ایسے شخص کا انتخاب کریں کہ جو امت کا امیر و حاکم بن سکے، اشعث نے اس بات کو پسند کیا اور اشعث اور وہ لوگ جو خوارج کے رائے رکھتے تھے انہوں نے ابو موسیٰ اشعری کو منتخب کیا، امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تم نے ابتدائے امر میں (میری مخالفت) کی ہے اب میری نافرمانی نہ کرو، میں ابو موسیٰ کو اس کام کے لیے پسند نہیں کرتا، اشعث اور اس کے ساتھی کہنے لگے تو ہم بھی اس کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتے۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ قابل وثوق نہیں کہ وہ مجھ سے الگ ہو گیا ہے اور اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور دوسرے بہت سے برے کام کیے ہیں لہذا عبداللہ بن عباس کو انتخاب کر لو، لیکن اشعث اور اس کے ساتھیوں نے قبول نہ کیا اور فرمایا اگر ابن عباس کو قبول نہیں کرتے تو مالک اشتر کو منتخب کر لو، وہ کہنے لگے ہم ابو موسیٰ کے علاوہ کسی کو پسند نہیں کرتے، مجبوراً امیر المومنین علیہ السلام نے چارہ کار نہ ہونے کی بناء پر فرمایا جو کچھ چاہتے ہو کرو، پس انہوں نے کسی کو ابو موسیٰ کے پاس بھیجا اور تحکیم کے لیے بلایا اور ۸ سہ ہجری دومۃ الجندل میں حکمین نے ملاقات کی اور حکمین کی داستان اور عمرو عاص کا ابو موسیٰ کو دھوکہ دینا اور امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت سے الگ قرار دینا اور معاویہ کا نصب کرنا مشہور ہے، اس مقام پر اس کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

اہل تاریخ کے درمیان صفین میں قتل ہونے والوں کی تعداد میں اختلاف ہے، یحییٰ بن حصین کہتا ہے کہ جو لوگ ایک سو دس دن میں اندر صفین کے میدان میں جانبین سے مارے گئے ان کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار ہے کہ جن میں سے بیس ہزار اہل عراق اور باقی اہل شام تھے، مسعودی کہتا ہے ایک لاکھ پچاس ہزار سوار خدام اور اتباع کے علاوہ مارے گئے، اور انکو ملا کر تین لاکھ اور اس کے علاوہ بھی کہا گیا ہے۔

اور آل ابو طالب میں سے جو اس جنگ میں شہید ہوئے ایک محمد بن جعفر بن ابی طالب تھے، جیسا کہ ابو الفرج نے کہا ہے کہ محمد اور عبیداللہ بن عمر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آئے اور دست بگردن ہوئے اور طرفین سے ہر ایک کی مدد کے لیے لشکر آیا اور یہ دونوں ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے مارے گئے اور مورخین کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ محمد اپنے بھائی عون کے ساتھ شوشتر کے علاوہ میں رزقول کے مقام کے نزدیک شہید ہوئے۔ واللہ العالم

جنگ نہروان کا مختصر ذکر

جب اہل شام نے عمرو عاص کے مکروفریب کی وجہ سے قرآن نیزوں پر بلند کیے اور اشعث اور دوسرے خوارج جو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر میں تھے جنگ سے دستبردار ہو گئے اور نصب حکمین پر بنا رکھی اور واقعہ تحکیم کے بعد قوم کے اندر سخت قسم کی دشمنی اور بغض پیدا ہو گیا اس طرح کہ بھائی بھائی سے، بیٹا باپ پر تبراء کرتا تھا، اور امیرالمومنین علیہ السلام نے دیکھا کہ اختلاف کلمہ اور تفاوت رائے حاصل ہو گیا ہے اور معاملات سلجھنے والے نہیں تو آپ نے کوچ کا حکم دیا، پس سارے کے سارے لوگ کوفہ میں واپس آ گئے اور ادھر سے معاویہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ دمشق چلا گیا، امیرالمومنین علیہ السلام کوفہ میں پہنچے ہی تھے کہ بارہ ہزار قاری وغیرہ حضرت علی علیہ السلام سے الگ ہو گئے، اور انہوں نے شبیب بن ربیع تمیمی کو اپنا امیر بنا لیا اور عبداللہ بن کواء یشکری کو اپنا پیش نماز مقرر کیا اور مقام حروراء کی طرف جو کہ ایک بستی ہے کوفہ چھوڑ کر چلے گئے، اسی بناء پر انہیں حروریہ کہتے ہیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام ان کی طرف گئے اور ان کے ساتھ مناظرے اور مباحثے کیے تو یہ دوبارہ کوفہ واپس آ گئے، لیکن آپؑ کی عداوت اور بغض کی راہ پر تھے، اور کبھی کبھی بعض جسارت آمیز باتیں بھی آں جنابؑ سے کرتے تھے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ منبر پر تشریف فرما تھے کہ انہوں نے پکار کر کہا یاعلی **جزعت من المیة ورضیت بالقضیة و قبلت الدنیا لاحکم الا للہ**، اے علیؑ آپؑ مصیبت سے گھبرا گئے حکمین کے فیصلہ کو پسند کیا اور پستی و ذلت کو قبول کر لیا، نہیں ہے حکم و فیصلہ مگر اللہ کے لیے۔

حضرتؑ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں خدا کے حکم کا منتظر ہوں، وہ کہنے لگے آپؑ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو آپ کے ساتھ ہیں یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو خدا تیرے عمل کو حبط و ضائع کر دے گا اور البتہ تو خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہے۔

حضرت نے ان کے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی کہ پس صبر کرو، بیشک خدا کا وعدہ حق ہے اور تجھے خفیف نہ بنا دیں وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے۔

خلاصہ یہ کہ خوارج میں سے چار ہزار افراد نے امیرالمومنین علیہ السلام کے خلاف خروج کیا اور عبداللہ بن وہب راسی کی بیعت کر لی اور مدائن کی طرف چلے گئے اور عبداللہ بن خباب کو جو مدائن پر آپؑ کی طرف سے حاکم تھا شہید کر دیا اور اس کی بیوی کا جو کہ حاملہ تھی شکم چاک کر دیا اور بھی کئی عورتوں کو قتل کر دیا، اور امیرالمومنینؑ اس وقت پینتیس (۳۵) ہزار افراد کے ساتھ کوفہ سے نکلے اور بصرہ سے آپؑ کے گورنر عبداللہ بن عباس نے بھی دس ہزار افراد آپؑ کی مدد کے لیے روانہ کیے کہ جن میں احنف بن قیس و حارثہ بن قدامہ سعدی تھے، اور یہ ۳۷ھ ہجری کا واقعہ ہے، پس آنحضرتؑ نے انبار میں توقف فرمایا یہاں تک کہ آپ کا لشکر جمع ہو گیا، پھر آپؑ نے ان

کے سامنے خطبہ دیا اور انہیں معاویہ سے جنگ کرنے کی تحریص کی۔

آپؑ کے لشکر نے معاویہ سے جنگ کرنے سے پہلوتہی کی، اور کہنے لگے پہلے کو آپؑ کو خوارج سے جنگ کرنی چاہیے، مجبوراً حضرتؑ خوارج کے دفاع کے لیے نہروان کی طرف تشریف لے گئے اور پہلے اپنا قاصد ان کے پاس بھیجا، ان بدبختوں نے آپؑ کے قاصد کو شہید کر دیا اور پیغام بھیجا کہ اگر آپؑ اس تحکیم سے جو قرار دی ہے توبہ کر لیں تو ہم آپ کی اطاعت و بیعت میں داخل ہو جائیں گے ورنہ ہم سے علیحدہ ہو جایئے تاکہ ہم اپنے لیے کوئی امام منتخب کر لیں۔

حضرتؑ نے پیغام بھیجا کہ ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے پاس بھیج دو، تاکہ ہم ان سے قصاص لیں اور میں تم سے جنگ کرنے سے دستبردار نہیں ہوں گا تاوقتیکہ میں اہل مغرب کی جنگ سے فارغ ہولوں اور شاید ذات مقلب القلوب تمہیں گمراہی سے پھیر لے۔

انہوں نے آپؑ کے جواب میں پیغام بھیجا کہ ہم سب آپؑ کے اصحاب کے قاتل ہیں اور ان کے قتل میں شریک ہوئے ہیں، اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا خوارج سے جنگ کرنے کے لیے کوچ کرو، خدا کی قسم ان میں سے دس آدمی بچ نہیں سکیں گے اور تم میں سے دس آدمی شہید نہیں ہوں گے، اور تواتر کے ساتھ حضرتؑ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ خوارج نہر عبور کر چکے ہیں، لیکن حضرتؑ اس خبر کو قبول نہیں فرماتے تھے اور قسم کھا کر کہتے کہ انہوں نے نہر عبور نہیں کی اور نہ ہی کریں گے اور ان کی قتل گاہ رمیلہ میں نہر کے نچلے حصہ میں ہوگی۔

پس حضرتؑ اپنے لشکر کے ساتھ چل پڑے، یہاں تک کہ نہروان تک پہنچ گئے، جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خوارج مقام رمیلہ میں نہر سے اس طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں جس طرح کہ آپؑ فرماتے تھے، تب آپؑ نے فرمایا اللہ اکبر صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا بزرگ و برتر ہے، رسول اللہؐ نے سچ فرمایا تھا۔

پس دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف بستہ ہو گئے، حضرت آگے کھڑے ہوئے اور خوارج کو حکم دیا کہ وہ توبہ کر لیں اور آپ کی طرف پلٹ آئیں، انہوں نے انکار کیا اور آپؑ کے لشکر پر تیر برسانا شروع کر دیئے، تو اصحاب نے عرض کیا کہ خوارج ہم پر تیر برسا رہے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ تم جنگ سے باز رہو، یہاں تک کہ تین مرتبہ انہوں نے اس امر کو ظاہر کیا اور حضرتؑ ان سے فرماتے تھے کہ جنگ نہ کرو، بالآخر ایک شخص کو اٹھا لائے کہ جو خوارج کے تیروں سے مارا گیا تھا، حضرتؑ نے فرمایا اللہ اکبر اب ان سے جنگ کرنا حلال و جائز ہے، پس آپؑ نے جنگ کا فرمان جاری کر دیا، اور فرمایا ان پر حملہ کر دو اور خوارج میں سے چند آدمی حضرت امیرؑ سے جنگ کرنے کے لیے میدان میں آئے کہ شاید وہ آپ کو شہید کر لیں اور جو بھی ان میں سے میدان میں آتا اور رجز پڑھ کر حضرتؑ کو پکارتا تو حضرتؑ اس کے مقابلہ میں جا کر اسے فی النار والسقر کر دیتے، اور ابو ایوب انصاری نے زید بن حصین پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور عبداللہ بن وہب اور حرقوص بن زہیر سعدی جو خوارج کے مہرے تھے وہ بھی مارے گئے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت علیؑ کے لشکر سے نو افراد

مارے گئے اور خوارج سے دس افراد سے زیادہ سلامت نہ رہے، جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خوارج کے مقتولین میں جا کر دیکھو کہ مخدج بن ذو الثدیہ مارا گیا ہے یا نہیں، جتنا اسے لوگوں نے تلاش کیا وہ نہ ملا، آپؑ خود مقتولین کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کی لاشوں کو ایک دوسرے سے الگ کرو، پھر آپ نے ان کے درمیان میں سے ذو الثدیہ کو تلاش کر لیا، اس وقت فرمایا اللہ اکبر میں نے محمد مصطفیٰ پر جھوٹ نہیں بولا۔

پس آپؑ نے پاؤں رکاب سے نکالا، نیچے اترے اور سجدہ شکر بجالائے ہذو الثدیہ یہ وہ شخص تھا کہ جس کا ہاتھ چھوٹا اور ہڈیوں کے بغیر تھا اور اس کے کندھے پر گوشت کا ایک لوتھڑا تھا جو عورتوں کے پستان کی مانند تھا، جب اسے ہلاتے تو وہ حرکت کرتا تھا اور اس پر سیاہ بال تھے، پھر آپ سوار ہو گئے اور خوارج کے کشتوں سے عبور فرما کر ارشاد فرمایا، بیشک تمہیں اس نے پچھاڑا ہے جس نے تمہیں دھوکہ دیا۔ عرض کیا گیا کس نے انہیں دھوکہ دیا ہے، فرمایا شیطان اور برے نفسوں نے، پس ہتھیار اور جانور جو خوارج کے لشکر میں تھے، انہیں جمع کر کے مسلمانوں پر تقسیم کر دیا، اور جو مال و متاع، غلام اور کنیزیں تھیں وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیں، پھر حضرتؑ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ خداوند عالم نے تمہاری مدد کی ہے، اب دشمن سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ یعنی معاویہ سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔

اشعث اور اس کے ساتھی کہنے لگے اے علیؑ ہماری تلواریں کند ہو گئی ہیں اور ترکش تیروں سے خالی ہو گئے ہیں اور نیزوں کے پھل باقی نہیں رہے، ہمیں مہلت دیجئے کہ ہم تیاری کر لیں، پس حضرتؑ مقام نخیلہ میں تشریف لائے اور اسے لشکر گاہ قرار دیا، آپ کے اصحاب نے دھوکے پر بنا رکھی، دستہ دستہ ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے، یہاں تک کہ آپ کے ساتھ چند افراد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، اور حرث بن راشد ناجی تین سو افراد کے ساتھ مرتد ہو گیا اور اس نے دین عیسائیت اختیار کر لیا۔ حضرت نے معقل بن قیس ریاحی کو ان سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا، معقل نے سیف البحرین میں ان سے جنگ کی اور انہیں قتل کر کے ان کی عورتیں اور بچے قید کر لیے اور انہیں لے کر علاقہ اہواز کے ایک شہر میں پہنچا اور وہاں مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے عامل و حاکم تھا، قیدی عورتیں جب وہاں پہنچیں تو انہوں نے مصقلہ کو پکار کر کہا کہ ہم پر احسان کرو اور ہمیں قید سے رہا کراؤ۔ مصقلہ نے انہیں تین لاکھ اور ایک روایت کے مطابق پانچ لاکھ درہم پر خرید کر کے آزاد کر دیا، اور اس رقم میں سے دو لاکھ سے زیادہ نہ دیئے اور پھر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، اور معاویہ سے جا ملا، جب یہ اطلاع جناب امیرؑ کو پہنچی تو فرمایا کہ خدا مصقلہ کا برا کرے، اس نے کام تو سردار والا کیا تھا، لیکن غلام کی طرح بھاگ کھڑا ہوا اور واقعہ نہروان ۳۸ ہجری میں ہوا اور اسی سال حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدینؑ) کی ولادت باسعادت ہوئی۔

محمد بن ابوبکر و مالک اشتر اور امیر المومنینؑ کی شہادت کا ذکر

۳۸ ہجری میں معاویہ نے عمرو عاص کو مصر کا گورنر بنا کر مصر کی طرف بھیجا اور اس کے ساتھ معاویہ بن خدیج و ابوالاعور سلمی اور چار ہزار کا لشکر تھا اور ادھر سے امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا اور مصر کی طرف اشارہ بھیجا، ان دونوں گورنروں نے جب مصر کی طرف حرکت کی تو منشاہ نامی جگہ میں ان کا آمنا سامنا ہوا اور جنگ شروع ہوگئی، محمد کا لشکر اس کی مدد سے دستبردار ہوگیا اور اس نے محمد کو تنہا چھوڑ دیا، مجبوراً محمد شکست کھا کر شہر مصر کی ایک جگہ میں جا چھپے۔

عمرو عاص کے لشکر نے ان کی جگہ تلاش کر لی اور اس مکان کو گھیر لیا، محمد اپنے بچے کچھے ساتھیوں کے ساتھ اس مکان سے باہر نکل آئے، معاویہ بن خدیج اور عمرو عاص نے محمد کو پکڑ لیا اور کوم شریک نامی جگہ میں انہیں گدھے کی کھال میں ڈال کر آگ لگا کر جلا دیا۔

جب محمدؒ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے اظہار مسرت کیا اور جب یہ اطلاع جناب امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچی تو آپ بہت غمناک ہوئے اور فرمایا ہماری جزع فزع اور حزن و ملال محمد بن ابوبکر کی شہادت پر معاویہ کی خوشی اور سرور کے برابر ہے، اور فرمایا جب سے میں نے اس جنگ میں قدم رکھا ہے یعنی معاویہ سے جنگ کرنے میں کسی شہید ہونے والے پر میں اس قدر محزون نہیں ہوا کہ جتنا محمد کے لیے محزون و مغموم ہوا ہوں، بیشک محمد میرا پروردہ تھا اور میں نے اسے بمنزلہ اولاد رکھا تھا اور وہ میرے ساتھ نیکی کرتا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ مصر میں محمد کی جو قبر ہے جو کہ اس ولی صالح کے بدن کے بقیہ اجزاء کا مدفن یا ان کی قتل گاہ ہے آج کل متروک ہے اور اہل سنت کی عادت یہ ہے کہ جب اس کی قبر پر جاتے ہیں تو قبر کی طرف پشت کر کے فاتحہ اس کے باپ ابوبکر کے لیے پڑھتے ہیں (اور مشہور ضرب المثل کا یہ مورد ہے کہ خیر بخانہ صاحبش راہ میبرد یعنی نیکی اپنے مالک کا گھر ڈھونڈ لیتی ہے) اور محمد کی شہادت سے پہلے چونکہ مصر کی حکومت سے محمد کی کمزوری ظاہر ہو چکی تھی، امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشتر نخعی کو ایک گروہ لشکر کے ساتھ مصر کی طرف بھیج دیا، جب معاویہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے عریش کے دہقان کو پیغام بھیجا کہ مالک اشتر کو زہر دے دے تو میں بیس سال تک تجھ سے خراج وصول نہیں کروں گا، جب مالک اشتر مقام عریش میں پہنچے تو وہاں دہقان (چوہدری) نے پوچھا کہ مالک اشتر کھانے اور پینے کی چیزوں میں کس کو زیادہ پسند کرتے ہیں لوگوں نے بتایا کہ شہد کو بہت پسند کرتے ہیں۔

پس وہ مردود دہقان کچھ زہر آلود شہد مالک اشتر کے پاس بطور ہدیہ لے آیا اور کچھ اوصاف و فوائد اس شہد کے بیان کیے، مالک نے اس زہر آلود شہد کا شربت نوش فرمایا اور وہ اس دن روزہ سے تھے اور ابھی شہد (زہر آلود) ان کے شکم میں اترا بھی نہیں تھا کہ ان کی رحلت ہوگئی۔ رضوان اللہ علیہ

اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی شہادت مقام قلزم میں ہوئی اور نافع عثمان کے غلام نے انہیں زہر کھلایا اور جب مالک اشتر کی خبر

شہادت معاویہ کو پہنچی تو وہ اتنا خوش ہوا کہ وہ پھولا نہ سماتا تھا اور وسیع دنیا اس پر خوشی کی وجہ سے تنگ ہو گئی تھی اور کہنے لگا بیشک خدا کا لشکر شہد میں سے بھی ہے۔

اور جب ان کی شہادت کی خبر جب امیر المومنین علیہ السلام کو ملی تو آپ کو بہت ہی افسوس ہوا اور آپؑ زیادہ اندوہناک ہوئے اور آپؑ کا دل ٹوٹ گیا اور کئی کلمات آپ نے مالک اشتر کی مدح میں فرمائے، انہیں میں سے یہ فرمایا "لقد کان لی کما کنت الرسول اللہ" یعنی مالک اشتر میرے لیے اس طرح تھا جس طرح میں رسول اللہؐ کے لیے تھا اور یہ بھی فرمایا خدا مالک پر رحم کرے وہ کس قدر عظیم تھا، مالک اگر اسے پتھر سے تشبیہ دی جائے تو وہ سخت تھا، اور اگر پہاڑ ہو تو بہت بڑا پہاڑ تھا، گویا اس نے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اور جب آپؑ کے لشکر کے بڑے بڑے لوگ شہید ہو گئے اور آپؑ کے ساتھی باقی نہ رہے، مگر ایسے لوگ کہ جن میں سے اکثر بے وفا تھے، اور ایک گروہ خوارج کے طور طریقوں کا اور کچھ نفاق کی چال چلنے والے تو اب آپ کے لیے معاویہ سے جنگ کرنا آسان نہیں تھا، جب کہ آپؑ نے انہیں جہاد کے لیے پکارا تو انہوں نے قبول نہ کیا اور کئی عذر پیش کئے تو آپ ان کی نافرمانی اور نفاق سے بہت دل تنگ ہوئے اور درد و تکلیف اور غم و غصہ آپ کے دل میں پیدا ہو گیا، جیسا کہ آپ کے بعض خطبے اس امر کی گواہی دیتے ہیں، مجبوراً آپؑ بر ہا خدا سے موت کی آرزو کرتے اور کئی مرتبہ ابن ملجم کے ہاتھ سے اپنی شہادت کی خبر دیتے، یہاں تک کہ ۴۰ ہجری آپہنچا۔

تو خوارج کا ایک گروہ مکہ میں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا ہوا اور جنگ نہروان کے متعلق مذاکرہ کیا اور نہروان میں مارے جانے والوں پر گریہ کیا اور ان میں سے تین افراد نے ایک دوسرے سے معاہدہ کیا کہ ایک ہی رات میں جناب امیر المومنین علیہ السلام و معاویہ اور عمرو عاص کو قتل کر دیں۔ عبدالرحمن بن ملجم نے امیر المومنینؑ کو شہید کرنے کا ذمہ لیا اور برک نے معاویہ کو قتل کرنے کا اور زاذویہ نے عمرو عاص کو مارنے کا وعدہ ماہ رمضان کی انیسویں رات کے لیے کیا، پس ابن ملجم کوفہ کی طرف گیا اور باقی دونوں آدمی شام و مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

جب ابن ملجم کوفہ میں پہنچا تو اس نے اپنا راز کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا، ایک دن تیم الرباب کے ایک شخص کے گھر گیا تو اس کی ملاقات قطام بنت اخضر تمیمہ سے ہو گئی اور قطام وہ عورت تھی کہ جس کے باپ اور بھائی کو جناب امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا اور وہ انتہائی حسین و جمیل تھی، ابن ملجم نے اس کی خواستگاری کی تو وہ کہنے لگی میرا حق مہر تین ہزار درہم ایک غلام ایک کنیز اور علیؑ بن ابی طالبؑ کا قتل ہے۔

ابن ملجم نے کہا جو کچھ تو نے کہا وہ قبول ہے سوائے علیؑ کے قتل کرنے کے، کیونکہ مجھے اس پر قدرت نہیں ہو سکے گی، وہ کہنے لگی جب علیؑ کسی کام میں مشغول ہوں اور تجھ سے غافل ہوں تو اچانک اس پر تلوار چلا دے، اور دھوکہ سے اسے قتل کر دے، پس اگر تو نے اس کو قتل کر لیا تو میرے دل کو شفا دی اور اپنے لیے میرے ساتھ عیش و عشرت مہیا کر لیا، اور اگر تو مارا گیا تو آخرت میں جو کچھ ثواب تجھے ملیں گے وہ دنیا سے بہتر ہیں، ابن ملجم کہنے لگا خدا کی قسم میں تو اس شہر میں آیا ہی علیؑ کو قتل کرنے کے لیے ہوں۔

پس نظام نے وردان بن مجالد کو جو اس کے قبیلہ میں سے تھا، ابن ملجم کی مدد کے لیے بلایا، اور ابن ملجم نے شبیب بن بجیرہ خارجی کو بھی اپنے ساتھ ملالیا اور انیسویں شب کا انتظار کرنے لگے، یہاں تک کہ وہ رات آگئی اور وہ تینوں لعین اسی مقصد سے مسجد کوفہ میں آئے، اس ملعونہ نے چند ریشمی بنی ہوئی پٹیاں ان کے سینوں میں باندھیں اور زہر میں بجھی ہوئی تلواریں ان کے ہاتھوں میں دیں وہ انہیں حمایل کر کے اس دروازے کے قریب آکر بیٹھ گئے کہ جس دروازے سے جناب امیر المومنین علیہ السلام مسجد میں داخل ہوتے تھے، اور اس سے پہلے وہ اپنا راز اشعث بن قیس خارجی سے بھی کہہ چکے تھے اور وہ لعین بھی اس امر میں ان سے متفق ہو چکا تھا، اور ان کی مدد کے لیے مسجد میں آیا ہوا تھا اور وہ رات حجر بن عدی رحمتہ اللہ علیہ نے مسجد میں ہی گزاری تھی، اچانک انہوں نے سنا کہ اشعث کہہ رہا ہے اے ابن ملجم جلدی کر اور اپنی حاجت پوری کر، کیونکہ صبح نزدیک ہے ورنہ رسوا ہو جاؤ گے۔

جب حجر نے یہ بات سنی تو ان کا مقصد سمجھ گئے اور اشعث سے کہا اے کانے ملعون علیؑ کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، یہ کہہ کر جلدی سے امیر المومنین علیہ السلام کے دولت کدہ کی طرف چل دیئے تا کہ آنحضرتؑ کو خبر دیں کہ وہ اپنا بچاؤ کر لیں، قضائے کار آنحضرتؑ دوسرے راستہ سے مسجد میں تشریف لائے تھے، جب حجر واپس آئے تو دیکھا کہ کام ہو چکا ہے اور لوگ کہہ رہے تھے "قتل امیر المومنین علیہ السلام" حضرت امیر شہید ہو گئے۔

اور ادھر سے جب امیر المومنین علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کی صدائے دلکش بلند ہوئی "اے لوگو نماز کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

تو ابن ملجم اور اس کے ساتھیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور آپؑ پر حملہ کر دیا اور کہنے لگے "الحکم للہ لا لک یا علیؑ" حکم اللہ کا ہے نہ تیرا اے علیؑ، پس شبیب کی تلوار تو چوک گئی دروازے یا چھت پر لگی، لیکن ابن ملجم لعین کی تلوار آپؑ کے فرق مبارک پر جا لگی، آپ کا سر کھل گیا، اور آپؑ کی ریش مبارک سر کے خون سے خضاب ہو گئی، اور یہ واقعہ بدھ کی صبح انیس ماہ رمضان ۴۰ ہجری کو رونما ہوا اور آپؑ کی شہادت جمعہ کی رات اس ماہ کی اکیس تاریخ کو ہوئی۔ اور ہم نے کتاب منتہی الآمال میں آپؑ کے شہادت اور ابن ملجم لعین کا قتل ہونا اور امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد اور دوسرے مطالب ذکر کئے ہیں، خواہشمند حضرات وہاں رجوع کریں۔ (مترجم کہتا ہے کہ چونکہ یہاں اختصار مقصود تھا، لہذا یہ ذکر نہیں ہوا کہ آپؑ کی شہادت حالت نماز میں ہوئی۔ ورنہ اکثر روایات میں یہی مذکور ہے)۔

امام حسن مجتبیٰؑ سبط اکبر پیغمبر خدا کی خلافت کا ذکر

امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپؑ کے فرزند ارجمند حضرت امام حسن علیہ السلام کی بیعت کر لی اور آپؑ تقریباً چھ ماہ تک تخت خلافت پر مستقر رہے، اس کے بعد آپؑ نے معاویہ بن ابوسفیان سے صلح کر لی اس شرح کے ساتھ جو کتاب منتہی الآمال میں مرقوم ہے اور ۴۱ ہجری ماہ ربیع الاول کے آخری پانچ دن باقی رہتے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا، اس کے بعد معاویہ کوفہ

میں داخل ہوا، امام حسن علیہ السلام مدینہ تشریف لے گئے اور ہمیشہ صبر کے گھونٹ پیتے رہے، اور اپنے گھر میں خانہ نشین اور امر پروردگار کے منتظر رہے، یہاں تک کہ جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر سے شہید کر دیا، اور آپؑ چالیس دن تک بیمار رہے اور مسلسل زہر آپؑ کے وجود مبارک میں اثر کرتا رہا، یہاں تک کہ ماہ صفر ۵۰ ہجری میں آپؑ کی شہادت ہوئی اور جنت البقیع میں جناب عباس رسول خداؐ کے چچا کے گنبد میں دفن ہوئے اور آپ کی عمر مبارک مشہور قول کی بناء پر سنتالیس (۴۷) سال ہے اور شیخ مفید نے اڑتالیس سال کہی ہے اور مسعودی نے مروج الذہب میں پچپن (۵۵) سال کہی ہے اور منتہی الآمال میں حضرت کے اور آپ کی اولاد کے حالات شرح و بسط سے بیان ہو چکے ہیں۔

معاویہ بن ابوسفیان کی امارت اور اس کے ماں باپ کے مختصر حالات

جب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی تو معاویہ نے امت مسلمہ کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور انیس سال اور آٹھ ماہ اس کی حکومت نے طول کھینچا اور تقریباً چالیس سال اس نے حکومت کی ہے اور پندرہ رجب ساٹھ ہجری میں اس (۸۰) سال کی عمر میں اس نے دنیا سے کوچ کیا اور اسے شہر دمشق کے باب الصغیر میں دفن کیا گیا، معاویہ کی حکومت کے زمانہ میں ۴۱ ہجری میں معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو حاکم کوفہ قرار دیا اور مغیرہ نے امیر المومنین علیہ السلام پر سب و شتم کا سلسلہ اسی سال شروع کیا اور عید الفطر ۴۳ ہجری میں عمرو عاص نے وفات پائی اور اس کی عمر نوے سال تھی، اس نے دس سال اور چار مہینے مصر میں حکومت کر کے وفات پائی اور ۴۵ ہجری میں حفصہ کی وفات ہوئی۔ اور کوفہ میں طاعون کی بیماری پھیلی، اور مغیرہ بن شعبہ والی کوفہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اسے بھی طاعون کی بیماری لاحق ہوئی اور وہ مر گیا، اور ۵۰ ہجری میں بقول مشہور امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی، اور ۵۱ ہجری میں حجر بن عدی کندی شہید ہوئے، اور ۵۲ ہجری میں ابوموسیٰ اشعری مرا اور ۵۳ ہجری میں زیاد بن ابیہ ہلاک ہوا۔ اور ۵۵ ہجری میں سعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی اور ۵۷ ہجری میں حضرت امام محمد باقرؑ متولد ہوئے اور اسی سال حضرت عائشہ اور ابو ہریرہ کی وفات ہوئی اور ایک قول کی بناء پر اس کے بعد والے سال میں عائشہ نے وفات پائی اور ۵۹ ہجری میں جناب اُم سلمہؓ اور سعید بن العاص امیر کوفہ اور جرول بن اوس نے وفات پائی، جرول حطیہ شاعر کے نام سے مشہور تھا، اور حطیہ اسم تصغیر مذمت کرنے والا چھوٹے قد کے مرد کو کہتے ہیں اور یہ لوگوں کی ہجو بہت زیادہ کرتا تھا، ایک روایت ہے کہ اس نے زبرقان بن بدر کی ہجو اس قول کے ساتھ کی ادع المکارم لا تنہض لبغیتھا واقعد فانک انت الطاعم الکاسی مکارم اخلاق کو چھوڑ دو، تم ان کے مقصد کو پورا نہیں کر سکتے، پس بیٹھ جاؤ تم تو بس کھانے اور لباس پہننے والے ہو۔

اس نے عمر بن خطاب کے پاس اس کی شکایت کی تو عمر نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ اس نے تیری ہجو و مذمت کی ہو، کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو کھانا کھلانے اور لباس پہنانے والا ہو، پھر عمر نے حسان بن ثابت کو بلوا بھیجا اور اس سے اس بیت کے متعلق سوال کیا کہ کیا اس نے اس کی ہجو کی ہے۔

وہ کہنے لگا کہ ہجو تو نہیں کی، لیکن اس پر پائخانہ کر دیا ہے پس عمر نے جرول کو قید کر دیا اور اس سے کہا کہ اے خبیث میں تمہیں مسلمانوں کی عزت و ناموس سے مشغول رکھوں گا، وہ قید میں رہا یہاں تک کہ عمرو بن عاص نے اس کی سفارش کی تو وہ قید سے رہا ہوا۔ اور اس کے اس کی موت کے وقت کے لطیفے ہیں، جن کی نقل کی گنجائش نہیں اور ماہ رجب ۶۰ ہجری میں معاویہ مر گیا اور وہ بنی امیہ کا پہلا خلیفہ (بادشاہ) تھا، اور مناسب ہے کہ ہم اس مختصر کتاب میں اختصار کے ساتھ معاویہ اور اس کے ماں باپ کا تذکرہ کریں۔

معاویہ کی ماں ہند عتبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس کی بیٹی تھی اور رسول خداؐ کی عداوت و دشمنی میں ہمیشہ کوشاں رہی وہ جنگ اُحد میں بھی موجود تھی اور یہ رجز پڑھتی تھی۔

نحن	بنات	طارق
نمشي	على	النمارق
ان	تقبلوا	نعانق
او تدبروا		نفارق
فراق	غير	وامق

ہم طارق کی بیٹیاں ہیں، گدوں پر چلتی ہیں، اگر تم آگے بڑھے تو تم سے گلے ملیں گی، اگر تم نے پشت پھیری تو تم سے الگ ہو جائیں گی، ایسے شخص کا الگ ہونا کہ جو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

اور کفار کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر ابھارتی اور تحریض کرتی تھی اور ابن ابی الحدید اور بن عبدربہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ہندہ زنا کے ساتھ متہم تھی، اور کتب تواریخ سے نقل ہوا ہے کہ وہ مشہور بدکار عورتوں میں سے تھی، اور ہشام بن سائب کلبی نسابہ سے منقول ہے کہ جب وحشی غلام جبر بن مطعم نے جناب حمزہ سید الشہداؑ کو جنگ احد میں شہید کیا تو ہندہ جناب حمزہ کی لاش پر آئی اور حضرت کا جگر نکالا اور اپنے منہ میں رکھ لیا، خدا کی قدرت سے وہ سخت ہو گیا اور اس کے دانت اس میں اثر نہ کر سکے، پس اس نے حضرت کے جسم اطہر کا مثلہ کیا اور ان کٹے ہوئے اعضاء کو تاگے میں پرو دیا اور ہار بنا کر گلے میں ڈالا، قریش کی عورت نے اس کی اقتدا کی اور باقی شہدا سے یہی سلوک کیا، اور یہ کام رسول خداؐ پر انتہائی گراں گزرا اور جگر خراش ثابت ہوا (لہذا) آپ نے ہندہ کا خون ہدر (رائیگاں) قرار دیا۔

یہی حالت رہی یہاں تک کہ فتح مکہ کے سال جب ابوسفیان نے اضطراری حالت میں اپنے منافقانہ اسلام کا اظہار کیا تو ہند نے بھی اظہار اسلام کیا اور رسول خداؐ نے عمومی رحمت کی بناء پر قبول کر لیا اور معاف کر دیا۔

جب ہند نے باقی عورتوں کی عادت کے مطابق رسول خداؐ کی بیعت کی تو حضرتؐ نے عورتوں کی بیعت کی ایک شرط زنانہ کرنے کو بیان فرمایا تو ہند نے کہا "وہل تزنی الحرۃ" کیا کوئی شریف عورت بھی زنا کرتی ہے، پیغمبرؐ نے عمر کی طرف رخ کیا اور تبسم فرمایا۔ شاید کہنا یہ تھا کہ اس پاکدامنی کے باوجود تعجب سے سوال کر رہی ہے کہ کیا آزاد و شریف عورتیں بھی زنا کرتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہند اسلام کے بعد بھی نفاق کے طریقہ پر قائم رہی، یہاں تک کہ عمر کی خلافت کے زمانہ میں اسی دن کے جس میں ابو قحافہ ابوبکر کے باپ نے وفات پائی اس نے بھی دوزخ کی طرف سامان سفر باندھا، اور جس دن سے اس نے حضرت حمزہ سید الشہدا کا جگر چبایا تھا اس کا لقب آکلۃ الاکباد (جگر چبانے والی) ہوگیا۔ اور یہ ننگ و عار تا دامن قیامت اس کی اولاد کے لیے دامن گیر ہوگیا۔

چنانچہ عقیلہ خدا رسالت و ہدایت رضیعہ ثدی نبوت و ولایت علیہ مکرمہ زینبؑ بنت علی علیہما السلام نے اس خطبہ شریفہ میں یزید کے سامنے پڑھا، اس مطلب کی طرف اس فقرہ میں اشارہ فرمایا۔

وکیف یرتجی مراقبۃ من لفظ فواہ اکباد الاذکیاء

ونبت لحمۃ من الدماء الشہداء

اور کس طرح نگہبانی کی امید اس شخص سے کی جاسکتی ہے کہ جس کے منہ نے پاکیزہ لوگوں کے جگر پھینکے اور جس کا گوشت شہدا کے خون سے اُگا۔

اور جاحظ جو علی الاعلان امیر المومنین علیہ السلام کا دشمن ہے رسالہ مفاخرہ میں بنی ہاشم و بنی امیہ میں کہتا ہے، اور ہندہ نے حمزہ کا جگر کھایا، پس جگروں کو چبانے والی بنی اُمیہ میں سے ہے، اور انہیں میں سے نفاق کی غار ہے اور انہیں میں سے وہ ہے جس نے چھڑی امام حسینؑ کے دندان مبارک پر لگائی اور حکیم سنائی نے کیا خوب کہا ہے:

داستان پسر ہند مگر نہ شنیدی کہ ازو
وسہ کس او بہ پیمبر چہ رسیدا
پدر اودر دندان پیمبر بشکست
مادر اور جگر عم پیمبر بمکید
برچنین تو لعنت نہ کنی شرمت باد
لعن اللہ یزید اَ وآل زیاد
او بنا حق داماد پیمبر بستاد
پسر او سر فرزند پیمبر ببرید

یہ تو حالات تھے ہند کے۔ باقی رہے ابوسفیان کے حالات تو اس کا نام صخر بن حرب بن اُمیہ ہے اور اس کی ماں صفیہ بنت حزن الہلالیہ ہے اور یہ عام الفیل سے دس سال پہلے ہوا اور جب تک زندہ رہا رسول خداؐ کی عداوت اور آنحضرت کے خلاف جنگوں کو کھینچ لانے اور لشکروں کو چلانے میں کوشاں رہا اور قبیلۂ قریش میں کوئی فتنہ بپا نہیں ہوا، مگر یہ کہ اس کا اس میں قدم راسخ اور سعی بلیغ تھی یہاں تک کہ فتح مکہ کے سال مجبوراً وقہراً اسلام لایا، اور منافقت کی زندگی بسر کرتا رہا۔

اور منقول ہے کہ طائف میں ملازم رکاب رسالت مآب تھا کہ اس کی ایک آنکھ تیر کے زخم سے نابینا ہوگئی اور اس کی دوسری آنکھ یرموک میں جاتی رہی، پھر وہ مکمل اندھا ہوگیا اور جنگ ہوازن میں جب مولفتہ القلوب کو عطیات بخشے گئے اور سو اونٹ اور چالیس اوقیہ (ایک وزن ہے) چاندی اس کے حصہ میں آئی اور اس کے بیٹے یزید اور معاویہ کو بھی اسی قسم کی بخشش دی گئی اور اس کا ایک بیٹا حنظلہ کہ جس کے نام سے اس کی کنیت تھی جنگ بدر میں امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا اور اپنے باپ بھائی اور دوسرے اقرباء کے لیے دوزخ کی طرف جانے کا مقدمہ بنا اور ابوسفیان کی اولاد معاویہ، عمر، عتبہ، صخرہ، ہندہ رملہ، آمنہ، اُم حبیبہ، جویریہ، ام الحکم، حنظلہ، زیاد (یہ معاویہ کے ملحق کرنے سے ہوا) یزید، رملۃ الصغریٰ اور میمونہ تھی۔

اور ابوسفیان ۳۰ھ ہجری میں مرا اور اس وقت اس کی عمر بیاسی (۸۲) سال تھی اور مسلمانوں اور کفار کے درمیان جس زمانہ میں ایک دوسرے کی ہجو ہوتی تھی تو حسان بن ثابت نے ابوسفیان کی ہجو میں بہت سے اشعار کہے تھے ان میں سے اس کی ہجو میں ایک شعر یہ ہے:

عضضت بأیر من ابیك و خاله
وعضت بنو النجار بالسکر الرطب

تو نے اپنے باپ اور اس کے ماموں کا عضو تناسل کاٹا (دانتوں سے) اور بنو نجار نے تر و تازہ گنے کھائے اور یہ اشعار بھی ہجو میں کہے:

ولست من الا معشر الا کرامین
ولا عبد شمس و نوفل
ولیس ابوك بساقی الحجیج
فاقعد علی الحسب الارذل
ولکن هجین منوط بهم
کما نوطت حلقه المحمل

تو شریف گروہ میں سے نہیں ہے اور نہ عبد شمس اور نوفل کی اولاد ہے، اور نہ ہی تیرا باپ حاجیوں کو پانی پلانے والا تھا، پس پست ترین حسب و نسب پر بیٹھ جا، لیکن تو تو کمینہ شخص ہے جسے ان لوگوں سے لٹکا دیا گیا ہے جس طرح محمل کا حلقہ لٹکایا جاتا ہے، اور یہ

اشعار اس کے خبث مولد اور فساد نسب میں صریح ہیں، کیونکہ اس کی عبدالشمس سے نفی کی ہے اور ان سے چمٹایا ہوا شمار کیا ہے اور ابو سفیان کا نفاق اور خاندان رسالتؐ سے دشمنی وعداوت اس سے زیادہ واضح ہے کہ اس کو تحریر میں لائے جائے اور اس سے زیادہ روشن ہے کہ اس کا انکار ہو سکے۔

اور قرآن مجید کی نص آیت رویا میں اس پر لعنت کرنے کی شاہد ہے، کیونکہ حقیقت میں شجرہ ملعونہ کی جزو ہی ہے اسے مورخین عامہ نے اپنی کتب میں ثبت وضبط کیا ہے، اور معتضد عباسی کے فرمان میں اشارہ موجود ہے کہ جب عثمان کی خلافت کے معاملہ کے مستقر اور پختہ ہو جانے کے بعد عثمان اپنے گھر میں گیا تو گروہ بنی امیہ خوشی وشادمانی کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو گیا، اور گھر کے دروازوں کو بیگانوں کے لیے بند کر دیا گیا تو اس وقت ابوسفیان کی آواز بلند ہوئی کہ بنی امیہ کے علاوہ تو کوئی شخص نہیں ہے، انہوں نے کہا نہیں، تو ابوسفیان کہنے لگا اے بنی امیہ اچک لو خلافت کو، جس طرح کھیل کے میدان میں گیند کو ایک دوسرے سے اچک لیتے ہیں، پس قسم ہے اس کی کہ جس کی قسم ابوسفیان کھایا کرتا ہے، نہ کوئی عذاب ہے نہ حساب، نہ کوئی جنت ہے نہ جہنم، نہ دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ قیامت ہے۔

جب عثمان نے یہ کلمات سنے تو وہ ڈرا کہ کہیں مسلمان نہ سن لیں اور فتنہ وفساد کھڑا ہو جائے، لہذا کہنے لگا کہ اسے اس محفل سے باہر نکال دو۔

اور اخبار مشہورہ میں سے ہے کہ جسے بیہقی اور زمخشری نے روایت کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی نقل کیا ہے کہ معتضد عباسی کے حکم نامہ میں ثقات سے روایت ہے کہ ایک دن ابوسفیان گدھے پر سوار تھا اور معاویہ اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور یزید (ابن سفیان) اسے پیچھے سے ہانک رہا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "لعن الله الراكب والقائد والسائق" خدا لعنت کرے سوار پر آگے سے کھینچنے والے اور پیچھے سے ہانکنے والے پر۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ معاویہ کے مکان پر ایک جلسہ ہوا کہ جس میں عمرو عاص وعتبہ بن ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ جمع تھے اور امام حسن علیہ السلام کو بلایا گیا جب آپ تشریف لائے اور ہر ایک نے آپؑ کی شان میں جسارت کی پس اس سید جوانان جنت نے تکلم فرمایا اور معاویہ کو مخاطب قرار دیا اور اپنی گفتگو میں بیان فرمایا کہ رسول خداؐ نے سات مقامات پر ابوسفیان پر لعنت فرمائی اور ان سات مقامات کو بیان فرمایا۔ جو خواہاں ہو وہ شرح ابن ابی الحدید کی طرف رجوع کرے کہ جس میں کتاب مفاخرات زبیر بن بکار سے نقل کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابوسفیان کے حالات منصف مزاج تتبع کرنے والے پر ظاہر ہیں اگرچہ اہل سنت کو اپنے اس قول کی وجہ سے تمام صحابہ عادل ہیں ملتزم ہونا پڑے گا کہ رسول خداؐ کی دشمنی اور ہمیشہ کا نفاق اور عباسی سے کہنا کہ تیرے بھتیجے کا ملک بہت بڑا ہو گیا اور اُحد پہاڑ کے موڑ پر کھڑے ہو کر ابوسفیان کا عصا پکڑنے والے سے کہنا کہ یہاں ہم نے محمدؐ پر تیر برسائے اور اس کے اصحاب کو قتل کیا تھا، اور اس کا فتح مکہ کے موقع پر (جب کہ حضرت بلال نے پشت کعبہ پر اذان دی اور رسالت محمدیہؐ کی گواہی

دی) کہنا خدا نے عتبہ بن ربیعہ کو سعادت بخشی کہ اس نے یہ منظر نہیں دیکھا، اور باقی اس کے کفریات عدالت کے منافی نہیں اور عجیب اتفاق ہے کہ ابوسفیان رسول اکرمؐ کے اور معاویہ امیر المومنین علیہ السلام کے اور یزید لعین سید الشہداءؑ کے مدمقابل رہا ہے اور ہر ایک کی دشمنی اپنے مدمقابل کے لیے اتنی تھی جو احاطہ بیان میں نہیں آسکتی، اور حکیم سنائی نے کیا خوب کہا ہے (داستان پسر ہند مگر نشیدی۔الخ)۔

اور باقی رہا معاویہ تو وہ ظاہراً تو ہند سے ابوسفیان کا بیٹا ہے، لیکن محققین نسب اسے ولد الزنا سمجھتے ہیں، راغب اصفہانی نے محاصرات میں کہا ہے اور ابن ابی الحدید نے زمخشری کی ربیع الابرار سے نقل کیا ہے کہ وہ معاویہ کی نسبت چار اشخاص کی طرف سمجھتے ہیں، مسافر بن ابی عمرو، عمارہ بن ولید بن مغیرہ، عباس اور صباح جو عمارہ بن ولید کا گویا تھا اور ابوسفیان انتہائی بدصورت اور کوتاہ قد تھا، اور صباح جو ابوسفیان کا مزدور تھا خوبصورت جوان تھا ہنداس پر فریفتہ ہوگئی اور اسے اپنی طرف بلایا اور اس سے مل گئی اور علماء نسب نے کہا ہے کہ عتبہ بن ابوسفیان بھی صباح کا نطفہ ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہند جب معاویہ کے ساتھ حاملہ تھی کہ اسے ناپسند کرتی تھی کہ اسے گھر میں جنے، وہ اجیاد پہاڑ کے پاس آئی اور وہاں اسے جنم دیا، یہی وجہ ہے کہ حسان مہاجات کے زمانہ میں معاویہ کی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے "لمن الصبی بجانب البطحاء فی التراب ملقی غیر ذی مهدیه۔ بطحاء کے پہلو میں مٹی میں پڑا ہوا بچہ کس کا ہے جس کے لیے گہوارہ نہیں ہے۔

آیۃ اللہ علامہ حلی نضر اللہ وجہہ نے کلبی نسابہ سے جز علماء اہل سنت کے نزدیک ثقات میں سے ہے اور ابن روزبہان نے بھی تقریر کی ہے کہ معاویہ چار افراد کا بیٹا تھا، عمارہ، مسافر، ابوسفیان اور ایک اور شخص کہ جس کا نام اس نے نہیں لیا اور ہندہ معاویہ کی ماں جھنڈے والی عورتوں میں سے تھی اور سیاہ رنگ کے غلاموں سے میل جول میں اس کی شہوت وخواہش ہوتی تھی، جب کوئی سیاہ بچہ جنتی تو اسے مار ڈالتی اور حمامہ جو معاویہ کی دادیوں میں سے تھی سوق الحجاز میں اس کا جھنڈا لگا ہوتا تھا اور زنا کاری میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور اس سے ابوسفیان کا نسب بھی معلوم ہوجاتا ہے اور اس مقام پر مبسوط تشریح سبط بن جوزی نے تذکرہ میں کتاب کلبی سے امام حسن علیہ السلام کے اس کلام کے ذیل میں کی ہے کہ جس میں آپؑ نے معاویہ لعین سے فرمایا کہ تجھے اس بستر کا پتہ ہے جس میں تو پیدا ہوا۔

اور کتاب نہج الحق میں بھی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب رسولؐ نے معاویہ کا خون ہدر قرار دیا، اور اس کے بعد سرکار رسالتؐ کی وفات سے پانچ مہینہ پہلے اضطراراً آیا اور خود کو عباس کے اوپر گرایا اور اسے اپنا سفارشی بنایا اور اظہار اسلام کیا اور عباس کی سفارش سے ہی لکھنے کی اجازت چاہی اور کبھی کبھی حضرتؐ کا کوئی خط لکھ لیتا تھا اور یہ جو اسے کاتبان وحی شمار کرتے ہیں یہ افتراء و بہتان ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب ابوبکر نے لشکر تیار کیا اور اسے شام کی طرف بھیجا تو یزید بن ابوسفیان کو امیر لشکر قرار دیا اور معاویہ و ابوسفیان کو اس جھنڈے کے تحت مامور کیا، جب یزید لعین اپنے آباؤ اجداد سے جا ملحق ہوا تو معاویہ کو امیر بنایا اور اسے شام کی حکومت دے

دی، اور ابوبکر کی خلافت کے بقیہ زمانہ میں اور عمر کی پوری خلافت میں اور عثمان کی تمام خلافت کے زمانہ میں وہ منصوب اور مستقل والی رہا اور بدعتوں کے ایجاد کرنے اور کسریٰ وقیصر کے طور وطریقوں کے زندہ کرنے اور تجبر وتخبتر کے علامات کے اظہار میں اس نے اتنی کوشش کی کہ ایک دن عمر نے اس سے کہا کہ تو تو عرب کا کسریٰ ہے اور جب امیر المومنین تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو معاویہ کو اس کے ظلم وطغیان اور فسق وعصیان کی بناء پر جو شہرہ آفاق تھا امارت پر برقرار نہ رکھا اور اس نے بھی خون عثمان کے مطالبہ کے بہانہ سے حجت خدا اور امام زمانہؑ سے طریق جنگ اختیار کیا اور تلواریں نکالیں اور امیر المومنین علیہ السلام سے بہت سی جنگیں لڑیں یہاں تک کہ حضرتؑ بقلب محزون وسینہ پرخون معاویہ وعمرو عاص کے مفاسد ومقاصد سے آسودہ خاطر ہوئے اور شربت شہادت نوش فرمایا۔

پس معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے جنگ شروع کر دی، یہاں تک کہ صلح ہوگئی مکمل بیس سال وہ امیر و گورنر اور مزید بیس سال وہ خلیفہ بادشاہ رہا، پس چالیس سال تک اس کی امارت نے طول کھینچا، جنگ صفین کے زمانہ میں معاویہ اور حضرت امیر کے درمیان قاصدوں اور خط وکتابت کا جو سلسلہ جاری رہا ہے حضرتؑ نے اپنے ایک خط میں بہت سی غیب کی خبریں بیان فرمائیں ان میں سے اس کے آخر میں معاویہ کو خطاب کیا کہ رسول اللہؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب میری داڑھی کے بال میرے سر کے خون سے خضاب ہوں گے اور میں شہید ہوں گا اور تو میرے بیٹے حسنؑ کو مکر وفریب سے زہر سے شہید کرے گا اور تیرے بعد تیرا بیٹا زنا کار عورت کے بیٹے کی مدد و کمک سے میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کرے گا، اور بارہ (۱۲) افراد گمراہی وضلالت کے پیشوا ابو العاص اور مروان بن حکم کی اولاد میں سے تیرے بعد امت کے حاکم ووالی ہوں گے، جیسا کہ رسول خداؐ کو خواب میں معلوم ہوا اور آپ نے ان لوگوں کو بندروں کی شکل وصورت میں دیکھا کہ منبر پر کود رہے ہیں اور امت کو شریعت سے واپس پلٹا رہے ہیں۔

پس فرمایا اس وقت وہ گروہ کہ جن کی علامت سیاہ جھنڈے اور علم ہوں گے خلافت وسلطنت ان سے چھین لیں گے اور اس جماعت میں سے جو کوئی انہیں مل گیا، اسے پکڑ کر انتہائی ذلت وخواری کے ساتھ قتل کر دیں گے پھر آپ نے بہت سے مغیبات کی خبریں دجال کے متعلق اور کچھ قائم آل محمد علیہم السلام کے ظہور کی ارشاد فرمائیں اور اپنے خط کے ذیل میں تحریر فرمایا۔

"بے شک میں جانتا ہوں کہ یہ خط تجھے تو کوئی نفع وسود نہیں بخشے اور اس سے تو کوئی فائدہ نہیں اٹھائے گا، مگر یہ کہ تجھے خوشی ہوگی اس سے جو میں نے تیری اور تیرے بیٹے کی سلطنت کی خبر دی ہے، لیکن وہ چیز جو باعث ہوئی کہ میں نے تجھے یہ خط لکھا وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کاتب سے کہا ہے کہ وہ اس کا نسخہ کر لے یعنی ایک نقل اپنے پاس رکھ لے تا کہ میرے شیعہ اور اصحاب اس سے فائدہ اٹھالیں، یا کوئی شخص ان لوگوں میں سے جو میرے پاس ہیں اسے پڑھ لے اور وہ اپنی گمراہی سے سرتابی کرلے اور ہدایت کے راستہ پر چل پڑے اور یہ بھی مقصد ہے کہ یہ میری طرف سے تیرے اور اور پر حجت ہو۔

خلاصہ یہ کہ ابوسفیان کے حالات میں رسول خداؐ کا معاویہ کو لعنت کرنے کی حدیث تم نے سنی ہے۔ اور علامہ کی نہج الحق میں ہے، اور ابن روزبہان نے بھی اعتراف کیا ہے کہ پیغمبر ہمیشہ اس پر لعنت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے "اللعین بن اللعین، الطلیق ابن الطلیق "ملعون کا بیٹا اور آزاد کردہ کا آزاد کردہ بیٹا۔

اور یہ رسول اللہؐ سے نقل ہوا ہے، جیسا کہ معتضد کے فرمان وحکمنامہ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا "اذا راء تیم معاویۃ علی منبری فاقتلوہ" جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کردو، اور اہل سنت کی کتاب صحاح سے یہ بھی منقول ہے کہ میرے بعد خلافت کے تیس سال ہے، پھر کاٹنے والی ملوکیت لوٹ آئے گی، یعنی سخت قسم کی بادشاہی، اسی لیے تو ابن روز بہان نے اعتراف کیا ہے کہ معاویہ خلفاء میں سے نہیں، بلکہ وہ بادشاہوں میں سے ہے اور باقی گلوگیری کی وجہ سے تاویل میں پڑے ہیں اور انہوں نے کئی وجوہ گھڑلی ہیں کہ جن میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے کہ ملک خلافت کا نچلا درجہ ہے اور اس سے منافات نہیں رکھتا کہ اس پر خلافت بھی صادق آئے، حالانکہ یہ وجہ چند جہات سے باطل ہے کہ ان میں سے ایک تو وہ روایت ہے کہ جسے سیوطی نے کتاب تاریخ مصر میں روایت کیا ہے کہ عمر نے کہا:

"واللہ ما ادری خلیفۃ انا ام الملك فان کنت ملکا فھذا امر عظیم قال قائل یا امیرالمومنین ان بینھما فرقا قال ماھو قال الخلیفۃ لا یاخذ الا حقا ولا یضعہ الا فی حق وانت بحمد کذلك والملك یعتسف الناس فیاخذ من ھذا و یعطی ھذا" خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ کیا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ، پس اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ امر عظیم ہے، کوئی کہنے والے کہنے لگا۔اے مومنوں کے امیر بے شک ان دونوں میں فرق ہے عمر نے کہا وہ کونسا، وہ کہنے لگا خلیفہ نہیں لیتا مگر حق اور رکھی ہوئی چیز کو نہیں رکھتا مگر حق میں۔اور تو الحمد للہ ایسا ہی ہے اور بادشاہ تو لوگوں پر ظلم کرتا ہے، پس وہ اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔

اور یہ روایت کہ جو عمر کی تقریر (تقریر کا معنی ہے کسی کے سامنے کوئی کام ہو رہا ہو اور وہ خاموش رہے تو یہ اس کے راضی ہونے کی دلیل ہے) ہے۔اس میں صریح ہے کہ خلافت وملوکیت میں فرق ہے، کیونکہ معلوم ہوا کہ بادشاہ سے مراد ظالم اور عاسف ہے اور یہ روایت معاویہ اور اس کے بعد والوں کو باطل کردیتی ہے۔

اور ابن اثیر اسد الغابہ میں عبدالرحمن زبیری سے نقل کرتا ہے کہ عمر نے کہا کہ بیشک یہ امر خلافت اہل بدر میں ہے لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہیں رہا، پھر اہل احد میں ہے، ان میں سے بھی کوئی باقی نہیں رہا پھر ایسے اور ایسے میں ہے، لیکن طلیق (آزاد کردہ) اور طلیق کے بیٹے اور وہ جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ان کا اس میں کوئی حق نہیں ہے تو اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی نے معاویہ کی خلافت کی تین حیثیتوں سے نفی کی ہے، کیونکہ وہ طلیق او طلیق کا بیٹا اور فتح مکہ میں مسلمان ہونے والوں میں سے بھی ہے۔

اور یہ بھی اسد الغابہ میں ہے اور باقی مورخین نے بھی ابن عباس سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا کہ اچانک رسول خداؐ تشریف لائے تو میں ایک دروازے کے پیچھے چھپ گیا، رسول خداؐ نے میری پشت پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ معاویہ کو میرے پاس بلالاؤ، میں آیا اور واپس جاکر عرض کیا کہ وہ کچھ کھانے میں مشغول ہے آپؐ نے فرمایا خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔

اور ابن خلکان نے نسائی صاحب خصائص کے حالات میں (کہ جس کی حفاظت اور اپنے زمانہ کے امام حدیث کے

لقب سے مدح کرتے ہیں) نقل کیا ہے کہ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ معاویہ کے فضائل میں تمہارے پاس کون سی روایت ہے اس نے کہا "لا اعرف له فضيلة الا لا اشبع الله بطنك" میں تو اس کی کوئی فضیلت نہیں جانتا سوائے اس کے کہ خدا تیرے شکم کو سیر نہ کرے۔

اور ابن حموی نے ثمرات الاوراق میں امام حسن علیہ السلام سے مجلس مفاخرت میں نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا میں اللہ اور اسلام کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاویہ میرے نانا کے خطوط لکھا کرتا تھا، تو آپؐ نے ایک دن کسی کو اسے بلانے کے لیے بھیجا، قاصد واپس لوٹ آیا اور کہنے لگا وہ کھانا کھا رہا ہے، پس آپ نے قاصد کو تین مرتبہ بھیجا، ہر دفعہ وہ کہتا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔

تو اے معاویہ کیا تجھے یہ بات اپنے شکم کے متعلق معلوم نہیں، اور سید شہید نے تاریخ یافعی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا کی وجہ سے بھوک کے مرض میں مبتلا ہوا، اور یہ مسلمات ومتواترات میں سے ہے کہ معاویہ اتنا کھاتا کہ تھک جاتا تھا اور سیر نہیں ہوتا تھا، کہتے ہیں کہ ایک پورا اونٹ کھا جاتا تھا۔

راغب اور ابن ابی الحدید وغیرہ نے کہا ہے کہ معاویہ کھاتا رہتا یہاں تک کہ چار زانو ہو کر بیٹھتا، پھر کہتا کہ اٹھالو میں سیر تو نہیں ہوا لیکن کھاتے کھاتے تھک گیا ہوں۔ شاعر کہتا ہے

و صاحب لی بطنه کا لهاویه
کان فی امعائه المعاویه

اور میرا ایک ساتھی ہے کہ جس کا پیٹ ہاویہ (دوزخ) ہے، گویا اس کی انتڑیوں میں معاویہ ہے اور نہج الحق میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو سنا کہ فرما رہے ہیں، ابھی ایسا شخص آئے گا جو میری سنت کے خلاف مرے گا، پس معاویہ آدھمکا۔

اور بہت سی متواتر احادیث امیر المومنین علیہ السلام سے بغض رکھنے والے کے کفر اور نفاق میں وارد ہوئی ہیں کہ جو اہل سنت کے طرق صحیحہ میں بھی منقول ہیں اور حدیث متواتر کے ذیل میں ہے کہ "اللهم وال من والاه وعاد من عاداه" خدایا دوست رکھے اسے جو علیؑ سے دوستی ومحبت رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔

اور معاویہ کا امیر المومنین علیہ السلام کو گالیاں دینا اس سے زیادہ ظاہر ہے کہ اس کی شرح کی جائے۔ اور ابو المؤید خوارزمی وسبط جوزی نے نقل کیا ہے کہ ایک وقت اصبغ بن نباتہ معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ کمینے لوگوں کی ایک جماعت اس کے گرد واطراف میں حلقہ بنائے ہوئے ہے۔ اور ابو ہریرہ وابو درداء کچھ اور لوگوں کے ساتھ اس کے آمنے سامنے بیٹھے ہیں، اصبغ نے ابو ہریرہ سے کہا اے رسول اللہ کے صحابی میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو غیب وشہود کا عالم ہے اور اس کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی قسم مجھے بتاؤ کیا تم غدیر خم کے میدان میں موجود تھا اس نے کہا کہ ہاں میں

موجود تھا میں نے کہا پھر تو نے آنحضرت کو حضرت علیؑ کے متعلق کیا کہتے سنا۔

ابو ہریرہ نے کہا میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ جس کا میں مولیٰ وحاکم ہوں، پس علیؑ اس کا مولا وحاکم ہے۔خدایا دوست رکھ اسے جو اس سے دوستی رکھے، اور دشمن رکھ اس کو جو اس سے دشمنی رکھے اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو اس کو چھوڑ دے۔تو میں نے ابو ہریرہ سے کہا تو تم نے اس وقت اس کے دشمن سے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور اس کے دوست سے دشمنی رکھے ہوئے ہو۔

پس ابو ہریرہ نے ایک بلند سانس لیا اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔الخ

اور بہت سی روایات میں معتبر طریقوں سے وارد ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب عمارؓ سے فرمایا تھا "تقتلك الفئه الباغيه" تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، اور معاویہ کے لشکر نے جناب عمارؓ کو قتل کیا تھا، اور جب شامیوں کی جماعت میں شور وغوغا اس حدیث شریف کی وجہ سے ہوا، چونکہ یہ ان کی بغاوت وطغیان کی خبر دیتی تھی تو معاویہ نے صرف دھوکہ دینے کے لیے کہا کہ عمار کو تو اس۔۔۔ ل ہے جس نے اسے تلواروں اور نیزوں کا لقمہ بنایا ہے اور وہ علیؑ ہے۔

جب یہ بات حضرتؑ کے گوش گزار ہوئی تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو پھر جناب حمزہ کو بھی (نعوذ باللہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ آثار واخبار مذمت معاویہ میں حد وشمار سے زیادہ ہیں، اور بعض تتبع کرنے والے فضلاء ہندوستان کے متعلق نقل ہوا ہے کہ انہوں نے دوسو روایات اہل سنت کے قابل اعتماد طرق سے معاویہ کی مذمت میں نقل کی ہیں، اور اس کے اور امیر المومنین علیہ السلام کے درمیان اختلاف جس طرح ابو جہل اور پیغمبرؐ کے درمیان اختلاف تھا بداہت وضرورت کے ساتھ ثابت ہے اور دو ضدوں کے درمیان جمع محال ہے، لہذا یا معاویہ سے محبت ہونی چاہیے اور علیؑ سے دشمنی یا اس کے برعکس۔

یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے ابو ہریرہ پر طنز کیا اور بطور تعجب اس سے سوال کیا، اے ابو ہریرہ تو دو ضدوں کو جمع کیے ہوئے ہے کہ کھانا کھانے کے وقت معاویہ کے دستر خوان کے گرد چکر لگاتا ہے، اور نماز علیؑ کے پیچھے ادا کرتا ہے، تو ابو ہریرہ نے بلا جھجک اظہار خیال کیا کہ معاویہ کا کھانا زیادہ چرب اور عمدہ ہوتا ہے اور علیؑ کے پیچھے نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے۔اور ابو ہریرہ کو شیخ المضیرہ کہا جاتا تھا (مضیرہ ایک قسم کا کھانا ہے جو کھٹے دودھ سے تیار کیا جاتا ہے یعنی اسے کھانے والا بوڑھا)۔

اور اس مطلب کو زمخشری نے ربیع الابرار کے چوتھے باب میں وارد کیا ہے اور مورخین اور معتمد فریقین مسعودی نے مروج الذہب میں مامون کے حالات کے ذیل میں نقل کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ۲۱۲ ہجری میں مامون نے منادی کرائی کہ اس شخص کے لیے امان نہیں جو معاویہ کو اچھے الفاظ کے ساتھ یاد کرے یا اس کو کسی صحابی پر مقدم سمجھے۔اس منادی کے اسباب میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں مختلف باتیں کی گئی ہیں۔ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ مامون کو اس کے ایک ندیم وہم نشین نے اس حدیث کی خبر دی کہ جو مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے نقل ہوتی ہے اور اس واقعہ کو زبیر بن

بکار نے کتاب اخبار میں (جو موفقیات کے نام سے مشہور ہے کہ جسے موفق باللہ کے نام پر اس نے تحریر کیا تھا) بیان کیا ہے، اس نے لکھا ہے کہ میں نے مدائنی سے سنا وہ کہتا تھا کہ مطرف بن مغیرہ کا کہنا ہے کہ میں معاویہ کی ملاقات کے لیے اپنے باپ مغیرہ کے ساتھ گیا اور میرا باپ معاویہ کے پاس جایا کرتا اور واپس آ کر اس کی عقلمندی اور ملک کے نظام کی تعریف کرتا۔

ایک رات میرا باپ مغموم واندوہناک ہو کر آیا یہاں تک کہ کھانا بھی نہ کھایا، میں نے تھوڑا سا صبر کیا اور مجھے یہ گمان تھا کہ ہمارے اموال یا کاموں میں کوئی سانحہ ہو گیا ہے تو میں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا ہے کہ آج رات میں تجھے غم زدہ دیکھ رہا ہوں۔

کہنے لگا میں پلید ترین شخص کے پاس سے آ رہا ہوں، میں نے پوچھا، مگر کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے معاویہ سے کہا کہ تو اپنے مقصد کو پہنچ گیا ہے، کاش کہ اب شفقت وہ مہربانی کے علم پھیلاتا اور بساط عدل وانصاف کو کشادہ کرتا کیونکہ تیرا سن زیادہ ہو گیا ہے، کاش تو اپنے بھائیوں بنی ہاشم کے حال پر بھی نظر کرتا اور ان سے صلہ رحمی کرتا، کیونکہ خدا کی قسم اب تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں رہا جس کا تجھے خوف ہو۔

جب اس نے میری یہ گفتگو سنی تو کہنے لگا ہیہات ہیہات (یہاں بہت دور کی بات ہے یا افسوس در افسوس) قبیلہ تیم کے بھائی یعنی ابوبکر نے بادشاہی کی اور عدالت کو پیشہ قرار دیا۔ اور کیا اس نے جو کچھ کیا بخدا اس سے زیادہ نہیں ہوا کہ وہ مر گیا اور اس کے ساتھ اس کا نام بھی مر گیا سوائے اس کے کہ کوئی کہے ابوبکر۔

اور پھر برادر عدی (قبیلہ عدی کا بھائی) یعنی عمر کو حکومت ملی اور اس نے تکلیف اٹھائی اور دس سال تک اس کی حکومت نے طول کھینچا۔ پس بخدا کہ وہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ مر گیا اور اس کی یاد بھی ختم ہو گئی مگر یہ کہ کوئی کہے عمر۔

اس کے بعد ہمارے بھائی عثمان کو سلطنت نصیب ہوئی اور وہ بادشاہ بن گیا، یہ وہ تھا کہ کوئی شخص نسب میں اس کی برابری نہیں کر سکتا، پس اس نے کیا جو کچھ کیا اور لوگوں نے بھی اسے اس کا بدلہ دیا، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوا اور اس کا ذکر بھی دفن ہو گیا۔ اور اس کی یاد بھی باقی نہیں رہی جو لوگوں نے اس کے ساتھ کیا۔

لیکن برادر ہاشم یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز پانچ مرتبہ اس کے نام کی صدا بلند ہوتی ہے اور کہتے ہیں اشھد ان محمد رسول اللہ تو کون سا عمل باقی رہتا ہے اس کے ساتھ تیری ماں نہ ہو، خدا کی قسم مگر یہ کہ وہ بھی دفن ہی دفن ہو جائے، یعنی بعد اس کے کہ خلفاء ثلاثہ کا نام مٹ گیا ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہر شب وروز پانچ مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ ان حالات میں کون سا عمل باقی رہ سکتا ہے، مگر یہ کہ محمد کا نام بھی دفن ہو جائے اور آپ کا نام ختم ہو جائے۔

جب مامون نے یہ روایت سنی تو فرمان جاری کیا کہ منادی اس چیز کی ندا کرے جو اس روایت کی ابتداء میں بیان ہوئی ہے اور خط لکھے گئے کہ اطراف ملک میں لے جائیں کہ منبروں پر معاویہ پر لعنت کی جائے، لوگوں نے اس کام کو عظیم اور بڑا سمجھا اور عوام میں اضطراب پیدا ہو گیا اور مصلحت اس میں دیکھی کہ یہ کام ترک کیا جائے، مامون بھی اس خیال سے اس سے دستبردار ہو گیا، یہ مروج الذہب مسعودی کی عبارت کا ترجمہ تھا۔ اور وہ خود قابل وثوق اور اہلسنت کے نزدیک معتمد علیہ ہے۔

اور اس کی کتاب انتہائی معتبر ہے کہ جسے مطبعہ بولاق قاہرہ مصر میں چھاپا گیا ہے، علاوہ اس کے اس نے سند بھی تحریر کی ہے۔ اور کتاب موفقیات زبیر بن بکار بھی اس گروہ کے اصول معتمدہ اور مراجع معتمدہ میں سے ہے۔ بالجملہ معاویہ کی کئی اولیات ہیں کہ جو کتب تواریخ میں ملی ہیں۔

۱۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے برید (ڈاک) کی بنیاد رکھی۔

۲۔ دیوان خاتم بنایا۔

۳۔ مسجد میں اپنے لیے مخصوص کمرہ بنایا۔

۴۔ بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔

۵۔ منبر پر لوگوں سامنے پادا۔

۶۔ بغیر جھجک کے معاہدہ کے توڑنے کا اظہار کیا، چنانچہ امام حسن علیہ السلام سے صلح کرنے کے بعد کوفہ کے منبر پر بیٹھ کر کہا، بے شک میں نے حسنؑ سے کچھ شرطیں کی ہیں، لیکن وہ سب میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔

۷۔ اور حدیث "الولد للفراش وللعاھر الحجر" (بچہ اس کا ہے جس کا فرش ہو، یعنی شوہر کا، اور زانی کے لیے پتھر ہے) کی مخالفت کی، چنانچہ زیاد بن ابیہ کو ابومریم سلولی شراب خور کی گواہی سے اپنا بھائی بنالیا اور اپنی بہن کو زیاد کے پاس بھیجا اور اس نے اپنے بال اس کے سامنے ظاہر کیے اور کہنے لگی کہ تو میرا بھائی ہے، جیسا کہ ابومریم نے بتایا ہے۔

۸۔ معاویہ پہلا شخص ہے کہ جس نے امیر المومنین علیہ السلام پر سب وشتم کو رواج دیا۔

۹۔ اور ذریت رسول خداؐ کے قتل کا اقدام کیا اور امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا۔

۱۰۔ اور اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی اور اسے خلیفہ بنایا، اور کیا اس کے اپنے گناہ اس کے لیے کافی نہیں تھے کہ اس نے یزید کے گناہوں کے بوجھ بھی اٹھا لیے۔

۱۱۔ اور خواجہ سرا اپنی مخصوص خدمت کے لیے مقرر کیے۔

۱۲۔ اور معروف خوشبو کا نام غالیہ رکھا۔

۱۳۔ اور اس نے اجازت دی کہ کعبہ کو غلاف سے بالکل ننگا کر دیا جائے، حالانکہ اس سے پہلے بتدریج غلاف کعبہ پہناتے تھے بغیر اس کے کہ اسے ننگا کیا جاتا۔

۱۴۔ اور کسریٰ کی رسم کو زندہ کیا اور مجلس میں تخت پر بیٹھا۔

۱۵۔ اور اسلام میں قتل صبر (بند کر کے قتل کرنے) کی بنا رکھی، چنانچہ جناب حجر بن عدی کے ساتھ ایسا کیا۔

۱۶۔ اور اسلام میں سر نیزہ پر چڑھایا۔ چنانچہ جناب عمرو بن حمق سے ایسا کیا اور وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنی اور اہل سنت نے اس کی پیروی کرلی، اور اس کے علاوہ بھی اس کے کرتوت ہیں جو کتب تواریخ میں تحریر ہیں۔

یزید بن معاویہ لعنۃ اللہ کی حکومت وسلطنت اور اس کے قبیح اعمال کا مختصر ذکر

معاویہ بن ابوسفیان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لی اور اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا، یہاں تک کہ جب اس نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو یزید اس کی جگہ پر بیٹھا اور تین سال نو ماہ اس نے خلافت و بادشاہی کی، سیوطی نے اس کی ولادت ۲۵ یا ۲۶ ھ لکھی ہے اور اس کی تاریخ مرگ میں یہ مشہور ہے کہ ربیع الاول کی چودھویں رات ۶۴ ہجری میں درکات جحیم میں پہنچا اور مقام حوارین میں دفن ہوا اور کسی شاعر نے بہت عمدہ کہا ہے:

یا ایھا القبر بحوارینا
ضممت شر الناس اجمعینا

اے وہ قبر جو مقام حوارین میں ہے تو اپنے اندر ایسے شخص کو لئے ہوئے ہے جو بدترین ہے اور اس کے تیرہ لڑکے اور چار لڑکیاں شمار کی گئی ہیں۔ اور حالات و مقامات اس کے باپ دادا اور دادی کے جتنا اس مختصر میں گنجائش تھی آپ سن چکے ہیں۔ اب کچھ اس کے حالات بھی سن لیں، یزید کی ماں میسون بجدل کلبی کی لڑکی ہے، کتاب بحار میں الزام النواصب وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ میسون نے اپنے باپ کے غلام کو اپنے اوپر تمکین دی اور اپنے تک پہنچنے کا رستہ دیا اور یزید کے ساتھ حاملہ ہوئی۔

اور نسابہ کلبی نے اس نسب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے، اگر زمانہ ہم پر ترک کے قتل کرنے اور فوراً آنے والی موت کی مصیبت لے آیا ہے، (دعی) تو حرام زادے اور قبیلہ کلب کے غلام نے طف کی سرزمین میں اولاد نبی کو قتل کیا ہے، دعی سے مراد اس کی ابن زیاد ہے اور عبد کلب سے یزید اور اس کی وہ روایات موکد ہیں جو اہل بیت رسالت سے منقول ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ قاتل حسین بن علی علیہما السلام ولد الزنا ہے۔ اور قاتل حسین ہونا ایک عنوان ہے جو کہ شمر ابن سعد ابن زیاد اور یزید علیہم لعائن اللہ سب کے شامل حال ہے اور یہ تمام کے تمام حرامزادے تھے، جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت شدہ ہے اور یزید نے جو کچھ اپنے زمانہ میں کیا، بندروں اور چیتوں سے کھیلنے، سرخ رنگ کی شراب پینے، اور ہر قسم کی قمار بازی کرنے اور اسلام کی حرام شدہ چیزوں کی ہتک حرمت کرنے میں مثلاً ذریت طاہرہ کو قتل کرنا، مہاجرو انصار کی عورتوں کی پردہ دری کرنا۔ حرم شریف نبوی کی توہین اور اہل مدینہ کا خون بہانا اور بڑے بزرگ تابعین احرار کو غلام بنانا اور خانہ کعبہ کو گرانا اور غلاف کعبہ کو جلانا اور اس کے علاوہ جو کچھ اس نے کیا اس کے بسط و بیان کی یہاں گنجائش نہیں وہ ہر ایک واقعہ اپنی جگہ انتہائی مشہور اور معروف ہے۔

یزید پہلا شخص ہے جس نے فسق و فجور کے فنون کی تشہیر کی اور انہیں لوگوں میں پھیلایا علی الاعلان شراب پی، گانے

والوں کے گانے سنے۔مسعودی کہتا ہے کہ یزید کا نام ہی سکران الخمیر (زیادہ مست رہنے ولا زیادہ شراب خور ہے) اور ابن جوزی رسالہ تجویز لعن یزید میں کہتا ہے کہ مدینہ کا ایک وفد شام گیا اور جب وہ لوگ پلٹ کر آئے تو اس کو ظاہر بظاہر گالیاں دیتے اور کہتے تھے ہم ایک ایسے شخص کی طرف سے آرہے ہیں جس کا کوئی دین و مذہب نہیں، وہ شراب پیتا ہے، طنبورے بجاتا اور کتوں سے کھیلتا ہے۔

اور عبداللہ بن حنظلہ سے منقول ہے اس نے یزید کے متعلق کہا کہ اس میں شک نہیں کہ یہ شخص (یزید) ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کرتا ہے، شراب خور ہے اور نماز کو چھوڑ دیتا ہے۔الخ

اس عبارت سے اور ایسی دیگر عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ یزید کا کام شراب پینا، نماز نہ پڑھنا اور کتوں سے کھیلنا اور طنبورہ بجانا اور ماؤں بہنوں اور بیٹیوں سے بدکاری کرنا تھا۔اور کتاب مروج الذہب میں ہے کہ یزید سید الشہدا کی شہادت کے بعد بساط شراب پر بیٹھا اور گانے بجانے والوں کو بلایا، اور ابن زیاد لعین کو اپنی طرف بٹھایا اور ساقی کی طرف رخ کر کے یہ شوو کمینے نے شعر پڑھا۔

اسقنی شربة تروی مشاشی!
ثم صل فاسق مثلها ابن زیاد
صاحب السر والامانة عندی
ولتسدید مغنمی وجهادی!

مجھے ایسی شراب پلا جو میری طبیعت کو سیراب کر دے، پھر قریب ہو کر ویسی ہی ابن زیاد کو پلا جو میرے نزدیک راز دان اور امین ہے، اور جو میرے لیے مال غنیمت اور جنگ کی اصلاح و درستی کرتا ہے، پھر گانے والیوں کو حکم دیا کہ وہ گائیں، اور یہ بھی مروج الذہب میں ہے کہ یزید کا ایک خبیث بندر تھا کہ جس کا نام اس نے ابو قیس رکھا تھا، اسے اپنے ندیموں اور ہمنشینوں کی محفل میں لاتا اور اپنی مجلس میں اس کے لیے گاؤ تکیہ لگاتا۔اور کبھی کبھی اسے گدھی پر سوار کرتا کہ جسے اس کے لیے رام کیا ہوا تھا، اور اس کو زین ولگام چڑھاتا اور گھوڑوں سے اس کا مقابلہ کراتا تھا، اور ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ابو قیس بندر کی گدھی گھوڑوں پر سبقت لے گئی اور انعام حاصل کیا اور وہ بندر اسی طرح سواری کی حالت میں نیزہ ہاتھ میں لیے یزید کے حجرہ میں داخل ہوا۔دراںحالیکہ سرخ و سبز دیباج کی قبا اس نے پہن رکھی تھی اور رنگ برنگی ریشمی ٹوپی اس کے سر پر تھی، اور اس کی گدھی کی زین سرخ ریشم کی تھی کہ جن میں رنگ برنگے نقش و نگار تھے، ایک شامی شاعر نے اس دن یہ دو اشعار کہے۔

تمسك ابا قیس بفضل عنانها!
فلیس علیها ان سقطت ضمان

الامن رای القرد والذی سبقت به

جیاد امیرالمومنین اتان!

اے ابوقیس اس کی بچی ہوئی مہار کو روک رکھو، کیونکہ اگر تم اس سے گر پڑے تو وہ ضامن نہیں، خبردار کس نے وہ بندر دیکھا ہے کہ جس کو گدھی امیر کے عمدہ گھوڑوں سے آگے لے گئی۔

اور اخبار و روایات یزید کی خدمت میں کثرت سے ہیں، سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کا معاملہ عدل و انصاف پر قائم رہے گا، یہاں تک کہ سب سے پہلا شخص جو اس کو توڑ لے گا، وہ بنی امیہ کا ایک شخص ہے کہ جس کا نام یزید ہوگا۔

اور ابو درواء نے بھی نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے سرکار رسالتؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا پہلا شخص جو میری سنت کو بدل دے گا وہ بنی امیہ میں سے ایک شخص ہوگا جسے یزید کے نام سے پکارا جائے گا۔ (یہ لفظ پہلا بطور محاورہ ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ اس سے پہلے کوئی نہیں یہ کام کرے گا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس سے یہ کام زیادہ وسیع پیمانہ پر رونما ہوں گے۔ مترجم)

خلاصہ یہ کہ تین سال اور نو ماہ اس نے حکومت و خلافت کی، پہلے سال جناب سید الشہداؑ کو آل ابوطالب اور دوسرے لوگوں کے ایک گروہ کے ساتھ شہید کیا، جیسا کہ منتہی الآمال میں تفصیل کے ساتھ لکھا جا چکا ہے۔

اس کی سلطنت کے تیسرے سال جو کہ ۶۳ ہجری تھا واقعہ حرہ وقوع میں آیا اور بہت سے لوگ اہل مدینہ میں سے جناب ابوطالب کی اولاد کے چند نفوس سمیت اس واقعہ میں مارے گئے۔ اور یہ واقعہ مروج الذہب تذکرہ سبط اور دوسرے کتب سے اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

واقعہ حرہ اور خانہ کعبہ کے جلانے کا

معلوم ہونا چاہیے کہ جب یزید اور اس کے کارندوں کے ظلم و طغیان نے دنیا کو گھیر لیا اور اس کا فسق و فجور لوگوں پر ظاہر ہو گیا اور شہادت امام علیہ السلام کے بعد ۶۲ ہجری میں مدینہ کے کچھ لوگ شام بھی گئے اور عین الیقین کے ساتھ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ یزید مسلسل شراب خوری، کتے بازی، قمار بازی، طنبوروں اور آلات لہو و لعب میں مشغول رہتا ہے تو جب یہ لوگ پلٹ کر مدینہ آئے تو اہل مدینہ کو یزید کے برے اور قبیح اعمال و کردار کی خبر دی، مدینہ کے لوگوں نے یزید کے گورنر عثمان بن محمد ابو سفیان کو مروان بن حکم اور باقی بنی امیہ کے ساتھ مدینہ سے نکال دیا، اور علی الاعلان یزید پر سب و شتم کیا اور کہنے لگے جو اولاد رسول کا قاتل، محارم کے ساتھ بدکاری کرنے والا، نماز کو چھوڑنے والا اور شرابی ہے وہ خلافت کی لیاقت نہیں رکھتا، پس انہوں نے عبداللہ بن حنظلہ کی بیعت کر لی۔

یہ اطلاع جب یزید پلید کو ملی تو مسلم بن عقبہ مری کو (جسے مجرم اور مسرف کے نام سے پکارتے ہیں) بہت بڑے لشکر کے ساتھ شام سے مدینہ بھیجا، مسرف بن عقبہ جب اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچا تو وہ سنگستان مدینہ میں جو حرہ راقم کے نام سے مشہور اور سرور انبیاء کی مسجد سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے وہاں پہنچا تھا کہ اہل مدینہ ان کے دفاع کے لیے باہر نکلے، یزید کے لشکر نے تلواریں ان پر سونت لیں اور عظیم جنگ واقع ہوئی اور اہل مدینہ میں سے بہت سے لوگ مارے گئے اور پے در پے مروان بن حکم مسرف کو اہل مدینہ کے قتل کرنے پر ابھارتا تھا، یہاں تک کہ مقتل عظیم واقع ہوا اور اہل مدینہ میں مقابلہ کی تاب نہ رہی، ناچار وہ مدینہ کی طرف بھاگ آئے اور روضہ مطہر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پناہ لی۔ اور آپ کی قبر منور کو اپنی پناہ گاہ قرار دیا۔

مسرف کا لشکر بھی مدینہ میں آ گھسا اور ان بے حیاؤں نے روضہ رسول کا کوئی احترام نہ کیا اور اپنے گھوڑوں سمیت روضہ منور میں داخل ہو گئے اور اپنے گھوڑوں کو مسجد نبوی میں گردش دیتے تھے، اور اتنے لوگ اہل مدینہ میں سے قتل کیے کہ روضہ رسولؐ اور مسجد نبوی خون سے پر ہو گئے اور قبر رسولؐ تک خون پہنچا اور ان کے گھوڑوں نے روضہ میں جو قبر و منبر کے درمیان اور ریاض جنت میں سے ایک باغ ہے، بول و براز کیا۔ اتنے لوگ مدینہ کے انہوں نے قتل کیے کہ مدائنی نے زہری سے روایت کی ہے کہ سات سو افراد قریش و انصار و مہاجرین و موالی کے لوگوں سے مارے گئے اور دوسرے غیر معروف لوگوں میں سے عورتیں مرد آزاد اور غلاموں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔

ابوالفرج کہتا ہے اولاد ابوطالب میں سے دو سو افراد شہید ہوئے ایک ابوبکر بن عبداللہ بن ابوجعفر بن ابوطالب اور دوسرے عون اصغر اور وہ بھی عبداللہ بن جعفر کے فرزند تھے، عون اکبر کے بھائی جو کربلا میں شہید ہوئے تھے اور ان کی والدہ جماز مسیب بن نجیہ کی بیٹی تھی، کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے خون پر مطالبہ پر ابن زیاد کے خلاف خروج کیا اور عین وردہ میں شہید ہوئے۔

اور مسعودی نے فرمایا ہے کہ جعفر بن محمد بن علیؑ بن ابی طالبؑ بھی واقعہ حرہ میں شہید ہوئے اور اولاد ابوطالب کے علاوہ دوسرے بنی ہاشم میں سے بھی ایک گروہ مارا گیا۔ مثلاً فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب وحمزہ بن عبداللہ بن نوفل بن حارث و عباس بن عتبہ بن ابوسعید اور ان کے علاوہ باقی قریش و انصار اور دوسرے معروف لوگوں میں سے چار ہزار افراد مارے گئے۔ علاوہ ان کے جو مشہور معروف نہ تھے، اس کے بعد مسرف بن عقبہ نے لوگوں کی عزت و ناموس اور مال و دولت پر دست درازی کی اور اہل مدینہ کا مال اور عورتیں تین دن تک لشکر کے لیے مباح قرار دیں، تا کہ جتنا چاہیں ان کا مال بطور غنیمت لوٹ لیں اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں سے بدکاری کریں، اور اہل شام (کہ جن میں دین و دیانت بالکل نہیں تھی اور اس قاعدے کے ماتحت کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں) کوئی آئین و قانون سوائے یزید کے آئین کے نہیں جانتے تھے، انہوں نے دست ظلم مسلمانوں کے اموال و ناموس پر دراز کیا اور فسق و فجور اور فساد و زنا کو اس حد تک مباح سمجھا کہ منقول ہے کہ انہوں نے مسجد نبوی میں زنا کیا۔

اور مدائنی نے روایت کی ہے کہ واقعہ حرہ کے بعد ہزار عورت نے شوہر کے بغیر زنا سے بچے جنے اور ان بچوں کو اولاد حرہ کہتے تھے، اور ایک قول ہے کہ دس ہزار عورت نے۔ اور اخبار الدول میں ہے کہ ہزار باکرہ لڑکیوں کے ساتھ ان ملاعین نے زنا کیا۔

اور ہمارے شیخ محدث نوری طاب ثراہ نے کتاب کشف الاستار میں تاریخ عبدالملک عصامی سے نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے واقعہ حرہ میں مسجد نبوی میں ایک عورت سے بدکاری کی۔الخ لائق تسبیح ہے وہ ذات جس نے ان ملاعین کو مہلت دی اور آسمان سے بجلی گرا کر یا پتھر پھینک کر ہلاک نہیں کیا، اور جلدی تو وہ کرتا ہے جسے کسی کے قبضہ سے نکل جانے کا خوف ہو، میں کہتا ہوں۔

اور شیخ سلیمان نقشبندی نے ینابیع المودۃ میں ذکر کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "اور اہل مدینہ پر کئی دنوں تک ظلم و جور کیا گیا کسی کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ مسجد میں داخل ہو سکتا یہاں تک کہ مسجد میں کتے داخل ہوئے اور انہوں نے آپؐ کے منبر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی خبر کی تصدیق میں پیشاب کیا۔(قدرضرورت عبارت ختم ہوئی)

اسی طرح ابن حجر نے بھی ذکر کیا ہے، لیکن کتوں کے بعد بھیڑیوں کی زیادتی کے ساتھ خلاصہ یہ کہ جب مسرف قتل و غارت اور زنا کاری سے فارغ ہوا تو لوگوں کو عبودیت و غلامی و بندگی کے معاہدہ کے ساتھ یزید کی بیعت کے لیے بلایا اور جو انکار کرتا اسے قتل کر دیتا۔اور تمام اہل مدینہ نے سوائے امام زین العابدین علیہ السلام اور علی بن عبداللہ بن عباس کے جان کے خوف سے یزید کی غلامی کا اقرار کر لیا اور اسی معاہدہ کے ماتحت بیعت کی۔اور باقی رہا یہ کہ مسرف نے کس وجہ سے علی بن الحسینؑ اور علی بن عبداللہ بن عباس کا قصد نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ علی بن عبداللہ کے مادری رشتہ دار مسرف کے لشکر میں موجود تھے وہ مسرف کو اس کے معاملہ میں مانع ہوئے اور امام زین العابدینؑ نے قبر پیغمبرؐ کی پناہ لی اور خود کو اس سے چمٹائے رہے اور یہ دعا پڑھی:

"اللھم رب السموات السبع وما اظللن والارضین السبع وما اقللن رب العرش العظیم رب محمد وآلہ محمد وآلہ الطاھرین اعوذبك من شرورہ وادرءبك فی نحرہ اسئلك ان تو تینی خیرہ و تکفینی شرہ"

پھر آپؑ ابن عقبہ کی طرف تشریف لے گئے اور حضرتؑ کے اس کے پاس جانے سے پہلے وہ ملعون بڑے غیظ و غضب میں آنجنابؑ اور آپؑ کے آباؤ اجداد کی شان میں گستاخی کر رہا تھا، جب آپؑ اس کے پاس گئے اور اس کی نگاہ حضرتؑ پر پڑی تو اتنا خوف و رعب حضرتؑ کا اس کے دل میں پڑا کہ وہ ملعون کانپنے لگا اور آپؑ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور آپؑ کو اپنے پہلو میں بیٹھایا اور بڑی انکساری سے کہنے لگا کہ اپنی حاجات طلب کیجئے۔آپؑ جو حکم دیں گے وہ قابل قبول ہوگا، پس جس کسی کی حضرتؑ نے سفارش کی مسرف نے حضرتؑ کی وجہ سے اس سے درگزر کیا اور آپؑ عزت و تکریم کے ساتھ اس کے ہاں سے باہر تشریف لائے۔

خلاصہ یہ کہ اس واقعہ کو شیعہ و سنی نے اپنی کتب میں وارد کیا ہے اور یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقع ہوا جب کہ یزید کی موت کے تین مہینے باقی تھے۔

جب مسرف بن عقبہ مدینہ کے معاملہ سے فارغ ہوا تو یزید کے حکم سے عبداللہ بن زبیر اور اہل مکہ سے جنگ کے لیے مکہ

معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور عبداللہ بن زبیر ان اشخاص میں سے ہے کہ جنہوں نے معاویہ کی موت کے بعد یزید کی بیعت نہیں کی اور خانہ کعبہ کی ملازمت و پناہ اختیار کی اور لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا۔

جب مسرف مکہ کی طرف گیا تو قدید نامی مقام پر درکات دوزخ کی طرف چل بسا اور مسلم بن عقبہ نے یزید کے لیے جو کچھ مدینہ میں واقعہ حرہ میں کیا وہ اسی طرح تھا جس طرح بسر بن ارطاۃ نے معاویہ کے لیے حجاز و یمن میں کارکردگی دکھائی، جو اپنے باپ کے مشابہ ہو اور بے راہ نہیں ہوتا۔ "نبنی کما کانت آباءنا تبنی و نفعل مثل ما فعلوا" ہم اسی طرح بنیادیں قائم کرتے ہیں جس طرح ہمارے پہلے بناء رکھتے تھے اور ہم انہیں جیسے کام کرتے ہیں۔

مسرف کے بعد حصین بن نمیر اس کی جگہ امیر لشکر ہوا اور اس گروہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس نے مکہ کے گرد محاصرہ کر لیا، عبداللہ بن زبیر نے مختار بن ابی عبیدہ اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اس کی بیعت کر رکھی تھی خانہ خدا میں پناہ لی تو اہل شام کے لشکر نے مکہ کے ان پہاڑوں پر جو وہاں کے گھروں اور مسجد الحرام کے قریب تھے ان پر اجتماع کر لیا اور وہاں منجنیقین (لڑائی کے آلات جن سے پتھر پھینکے جاتے ہیں) درست کر لیں اور مسلسل پتھر اور تیل شہر مکہ اور مسجد الحرام میں پھینکتے تھے اور کپاس اور ایلسی سے کپڑوں کے ٹکڑوں کو مٹی کا تیل لگا کر خانہ کعبہ پر پھینکتے تھے، یہاں تک کہ خانہ کعبہ جل گیا اور اس کی بنیادیں منہدم ہو گئیں اور دیواریں گر گئیں اور اس گوسفند کے سینگ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے طور پر آیا تھا جو کہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھے جل گئے۔ ابوحرہ مدنی نے کہا ہے "ابن نمیر بئس ما تولی قد احرق المقام والمصلی" ابن نمیر برا حاکم بنا جس نے مقام و مصلی کو جلا دیا۔

اس واقعہ کی ابتداء ہفتہ کے دن تین ربیع الاول ۶۴ ہجری یزید کی موت گیارہ دن پہلے ہوئی، خلاصہ یہ کہ پتھر آگ تلوار اور لشکر شام کے باقی ظلم و تعدی کی وجہ سے اہل مکہ پر سخت مصیبت آپڑی یہاں تک کہ خداوند عالم نے یزید کو مہلت نہ دی اور فی النار والسقر ہوا۔ اور اس کی موت کی خبر مکہ میں پہنچی اور حصین بن نمیر نے جنگ سے دستبردار ہو کر ابن زبیر سے صلح کر لی اور اپنے لشکر کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوا اور اہل مکہ نے ان کی مصیبت سے سکھ کا سانس لیا اور اخبار الدول میں ہے کہ ماہ ربیع الاول ۶۴ ہجری میں ذات الجنب کی بیماری سے مقام حوآن میں مرا اور اس کا جنازہ دمشق میں لے آئے اور باب الصغیر میں اسے دفن کیا گیا، اور اب اس کی قبر مزبلہ (گندگی ڈالنے کی جگہ) ہے اور اس کی عمر سینتیس (۳۷) سال تھی اور اس کی خلافت تین سال نو ماہ رہی۔ انتہی

تذییل و تسجیل

معلوم ہونا چاہیے کہ یزید پر لعنت کے جواز میں اہل سنت کے علماء کے درمیان اختلاف ہے، امام احمد بن حنبل اور ایک

بہت بڑی جماعت نے یزید پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے، بلکہ ابن جوزی نے تو اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "الرد علی المتعصب العنید المانع عن لعن یزید) یعنی یہ کتاب اس متعصب عناد و بغض رکھنے والے کے رد میں ہے جو یزید پر لعنت کرنے سے روکتا ہے، اگرچہ حق تو یہ تھا کہ امت میں اس معاملہ میں کوئی اختلاف نہ ہوتا کہ اگر کوئی شخص جگر گوشہ رسول کو شہید کر دے اور ان کے اہل وعیال کو قید کر کے اطراف و نواح میں کفار کے قیدیوں کی طرح ان کے احترام کو مدنظر رکھے بغیر پھرائے اور جو سلوک کسی مسلمان کے ساتھ بھی مناسب نہیں، ان کے حق میں وہ یہ رویہ اختیار کرے تو ایسے شخص کو لعنت کا مستحق جانتے۔ لیکن ان چیزوں کے باوجود امام غزالی جو شریعت کی متابعت کی لاف زنی کرتا ہے، بلکہ وصول و شہود کا دعویدار ہے اور خود کو سرچشمہ علم و عمل جانتا ہے، اس نے بڑی سختی سے منع کیا ہے اور یزید کو لعنت کرنا شدید حرام قرار دیا ہے اور اس کے بعد کے ایک گروہ نے بھی اس کی پیروی کی ہے اور عترت طاہرہ کے دامن کو چھوڑ کر یزید پر لعنت کرنے کو حرام سمجھا ہے۔ اور غزالی کی اس مقام کی عبارت کتاب آفات اللسان احیاء العلوم کی تیسری جلد میں اور تاریخ ابن خلکان میں علی بن محمد طبری جو الکیاء کے نام سے مشہور ہے کے حالات میں دمیری کی حیوۃ الحیوان میں فہد کے لفظ کے بیان میں اور ان کے علاوہ دیگر کتب میں تحریر ہے۔ اس کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ یزید پر لعنت کرنے اور یزید کے ہاتھ پر سید الشہداؑ کے شہید ہونے کی صحت اور یزید کے لیے رحمت کی دعا کرنے کے متعلق سوال کرنے والے کے جواب میں لکھتا ہے کہ مسلمانوں پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور یزید مسلمان ہے اور امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے یا اس کا حکم دینے یا اس پر راضی ہونے کی نسبت یزید کی طرف دینا مسلمانوں کے متعلق برا گمان رکھنا ہے۔ اور یہ کتاب و سنت کے حکم سے حرام ہے اور جو شخص اس نسبت کی صحت کا گمان کرے وہ انتہائی حماقت میں ہے، کیونکہ اگر بادشاہ امیر یا وزیر اس زمانہ میں کسی کو قتل کر دے تو اس حقیقت کو معلوم کرنا کہ اس کا قاتل یا حکم دینے والا یا اس پر راضی ہونے والا کون تھا۔ اگر بادشاہ اس کے قریب ہو اور یہ اس کو دیکھ رہا ہو، تب بھی مقدور نہیں تو پھر کس طرح حکم لگایا جا سکتا ہے جب کہ زمانہ دور کا ہو اور جگہ بھی بعید ہو اور تقریباً چار سو سال گزر چکے ہوں تو یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی اور جب علم نہیں ہے تو اہل اسلام سے حسن ظن رکھنا چاہیے اور بالفرض اگر ایک مسلمان کے لیے ثابت ہو جائے کہ اس نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہے تو بھی اشاعرہ کے نزدیک یہ کفر کا سبب نہیں اور ہو سکتا ہے کہ قاتل توبہ کر کے مرا ہو۔ اور توبہ کے بعد تو کافر کو لعنت کرنا جائز نہیں تو قاتل پر کس طرح جائز ہے، یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ یزید نے توبہ نہیں کی، پس کسی مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں اور جو اس پر لعنت کرے وہ فاسق اور گناہ گار ہے اور اگر اس کی لعنت جائز بھی ہو اور خاموشی اختیار کرے تو وہ جوابدہ نہیں ہوگا۔ اور اگر لعنت کرے تو اس سے سوال ہوگا کہ ملعون تو رحمت خدا سے دور ہوتا ہے، یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ دور ہے اور اس کے متعلق خبر دینی غیب کے متعلق الٹکل پچو بات کرتا ہے، مگر وہ شخص جو کفر کی حالت میں مرا ہو، باقی رہا یزید کے لیے رحمت کی دعا کرنا تو وہ جائز، بلکہ مستحب ہے، بلکہ اللھم اغفر للمومنین والمومنات کے عموم میں داخل ہے کہ جسے ہر نماز میں ہم پڑھتے ہیں اور یزید مومن تھا۔ یہ ہے غزالی کی تحقیق کا خلاصہ حق یہ ہے کہ مرد مسلمان موالی اہلبیتؑ کے لیے بہت گراں ہے کہ کوئی شخص یزید کے ایمان کا دعویٰ کرے کہ جس نے اولاد رسول کو شہید کیا اور ان کی مستورات اور بیٹیوں کو برہنہ اونٹوں پر شہر بہ شہر اور صحرا بصحرا و ترک و کابل کے

قیدیوں کی طرح انگشت نمائے حجاز و عراق کیا اور فرزند رسول کا سر مجمع عام میں کبھی گھر کے دروازے پر لٹکایا اور کبھی طشت میں رکھ کر شراب نوشی کی۔ اور بچی ہوئی شراب سر کے پاس ڈالی اور مسرت کا اظہار کیا اور حضرتؑ کے لب و دندان پر استہزا اور تخفیف کے طور پر چوب خیزران سے ضرب لگائی جو کہ غیور انسان کے لیے بہت بڑی مصیبت ہے۔ ہائے تعجب یہ شخص بھی مومن ہے اور اس کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔

غزالی سے بہت ہی تعجب ہے کہ جسے تمام علماء اہلسنت حجۃ الاسلام کہتے ہیں وہ یزید کو مسلمان اور مومن سمجھتا ہے اور اس پر لعنت کرنے کو حرام قرار دیتا ہے، حالانکہ یزید کا مسلمان ہونا بھی ثابت نہیں، کیونکہ اس کے اقوال و افعال میں سے ہر ایک اس کے کفر کی دلیل ہے، جب کہ اس کے اسلام کی طرف منتقل ہونے کا کوئی سبب بھی باقی نہیں رہا، اور جو شخص اس کے کلمات اور اشعار کی طرف رجوع کرے تو یہ امر اس پر واضح ہو جائے گا۔ اس مختصر کتاب میں اس کے شرح و بسط کی گنجائش نہیں، لیکن نمونہ کے طور پر ان میں سے اس کے تھوڑے سے کلام کی طرف اشارہ ہوگا۔ اور اس کے اشعار میں سے کہ جو اس کے کفر و زندیق ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اس کا یہ مشہور شعر ہے کہ جس میں وہ شراب کی تعریف کرتا ہے:

شمسية کرم برجها قعر دنها
وشرقها ساقي و مغربها فمي
فان حرمت يوما علی دين احمد
فخذها علی دين المسيح بن مريم

شراب انگور کی بیل کا چھوٹا سا آفتاب ہے اس کا برج مٹکے کی گہرائی ہے، اس کی مشرق ساقی اور مغرب میرا منہ ہے پس اگر کسی دن وہ دین احمد میں حرام ہو جائے تو مسیح ابن مریم کے دین پر اسے لے لو۔

اور مورخین کی جماعت کا کہنا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے اس منحوس دربار میں داخل ہونے کے بعد اس نے یہ اشعار بطور تمثیل کہے جو اس کے کفر پر مہر ہیں

لعبت هاشم بالملك فلا!
خبر جاء ولا وحی نزل!
لست من خندف ان لم انتقم
من بنی احمد ما كان فعل!
ليت اشياخی ببدر شهدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل

لاھا واستھلوا فرحا

ثم قالوا یایزید لاتشل

بنی ہاشم نے ملک کا کھیل کھیلا۔ نہ کوئی خبر آئی تھی اور نہ ہی وحی نازل ہوئی، میں خندف قبیلہ سے نہیں، اگر میں نے اولاد احمد سے اس کا انتقام نہ لیا جو اس نے کیا ہے، کاش میرے بدر والے بڑے بوڑھے حاضر ہوتے اور خزرج قبیلہ کی تلواروں کے پڑنے سے جزع وفزع کے وقت تو وہ خوش ہوتے اور خوشی کا اظہار کرتے اور پھر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں، اور یہ اس کے دیوان سے بھی منقول ہے اور اس کی گواہی سبط بن جوزی نے بھی دی ہے۔

اور کتب مقاتل میں معروف ومشہور ہے کہ بعد اس کے کہ اہل بیت شام میں وارد ہوئے اور محلہ جیرون کے نزدیک پہنچے جو جامع اموی کے دروازے کی گزرگاہ میں پڑتا ہے تو اس ملعون نے یہ دو اشعار کہے جو اس کے دیرینہ کفر اور گزشتہ نفاق کی خبر دیتے ہیں۔

لما بدت تلك الحمول و اشرقت

تلك الشموس علی ربی جیرون

نعب الغرب فقلت نح اولاتنح

فلقد قضیت من النبی دیونی

جب یہ اونٹ ظاہر ہوئے اور یہ آفتاب جیرون کے ٹیلوں پر چمکے تو کوے نے کائیں کائیں کیا۔ پس میں نے اس سے کہا کہ تو نوحہ کرے یا نہ کرے میں نے تو نبیؐ سے اپنے قرضے وصول کر لیے ہیں اور یہ اشعار بھی اسی کے لیے ہیں۔

معشر الله فأن قوموا واسمعواصوت الاغانی

واشرابو کاس مدام واتر کوا ذکر المعانی

شغلتنی لغنة العیدان

جن صوت الاذان

وتعوضت عن الحور

عجوزاً فی الدنان

اے ندیمو کے گروہ اٹھو اور گانے والیوں کی آواز سنو، اور شراب کا پیالہ پیو، اور آخرت کے

حقائق کا ذکر چھوڑو، مجھے تو سارنگی اور طنبوروں کے نغمہ نے اذان کی آواز سے بے خبر کر رکھا ہے، اور حور کے عرض میں نے مٹکوں کی بڑھیا کو لے لیا ہے، اور ان کے علاوہ اس کے بہت سے اشعار و اقوال ہیں۔

اور باقی رہا یزید کے افعال و کردار کا اس کے کفر پر دلالت کرنا تو اس سلسلہ میں سید الشہداء کو شہید کرنا کافی ہے جو کہ ریحانہ رسول و جوانان جنت کے سردار اور حبیب خدا کے محبوب ہیں، اس کے علاوہ وہ استخفاف اور توہین و عترت طاہرہ کے ساتھ رسول اکرمؐ کے جگر گوشوں کی شہادت کے بعد کی گئی، ان کے خیمے کو لوٹا، انہیں قید کرنا اور دیار بدیار پھرانا جب کہ ان کی حمایت و حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا، اور نہ ہی ان کا کوئی سرپرست تھا، ان کے چہروں پر قریب و بعید اور شریف و کمینہ نظر کرتا تھا۔

ابن جوزی نے رسالہ رد بر متعصب عنید میں کہا ہے کہ عمر سعد اور ابن زیاد نے جو سلوک اہل بیتؑ سے کیا، اس پر کوئی تعجب نہیں، تعجب تو یزید پر ہے کہ جس نے اہل بیتؑ کی کوئی مدد نہ کی (بلکہ) اس نے امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر چھڑی ماری اور مدینہ کو لوٹا۔ کیا جائز ہے کہ یہ سلوک خارجیوں کے ساتھ کیا جائے، کیا شریعت میں یہ حکم نہیں کہ انہیں دفن کیا جائے۔

باقی رہا اس کا مجھے یہ کہنا کہ یزید نے انہیں قید سے رہا کر دیا تو یہ ایسا معاملہ ہے کہ جو ایسا کرنے والے اور اس پر لعنت کرنے والے کے اعتقاد کو قانع نہیں کرتا۔ اور اگر وہ سر مبارک کا احترام کرتا جب سر مظلوم اس کے پاس پہنچا تھا اور اس پر نماز پڑھتا اور اس کو طشت میں نہ رہنے دیتا اور اس چھڑی سے نہ مارتا تو اس میں کوئی اس پر نقصان نہیں تھا، کیونکہ آپؑ کے شہید کرنے سے اس کا مقصد تو پورا ہو گیا تھا۔

لیکن یہ تو جاہلیت کے زمانہ کے بغض و کینے تھے، اور اس کی دلیل وہ اشعار ہیں کہ جو گزر چکے ہیں، کاش میرے بدر والے بڑے موجود ہوتے اور اسی طرح اس کے کفر کی دلیل ہے۔ واقعہ حرہ اور اس کا ہتک حرمت رسولؐ اور پھر خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنا جیسا کہ اجمال کے ساتھ دونوں واقعات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت سید الشہداء کی شہادت کے بعد ابن عباس نے یزید کو خط لکھا کہ جس کا ایک فقرہ یہ تھا، اور سب سے عظیم مصیبت تو تیرا رسول زادیوں اور آپؐ کے چھوٹے چھوٹے بچوں اور اہل حرم کو عراق سے شام کی طرف قید کر کے زبردستی اور ان کا مال و اسباب چھین کر لے جانا ہے، تا کہ لوگ تیری قدرت کو دیکھیں جو تجھے ہم پر حاصل ہوئی اور یہ کہ تو نے ہمیں مغلوب کیا اور آل رسولؐ پر تیرا تسلط ہو گیا اور اپنے گمان میں تو نے اپنے کافر بدر کے رشتہ داروں کا بدلہ لیا اور تو نے اس انتقام کو ظاہر کیا جسے چھپائے ہوئے تھا۔ الخ

مسعودی نے مروج الذہب میں بیان کیا ہے کہ فرعون اپنی رعیت کے معاملہ میں یزید سے زیادہ عادل تھا اور یزید کے حکومت تو اسلام کے لیے باعث ننگ و عار ہے۔ ابو العلاء معری کہتا ہے۔

ادری الایام تفعل کل نکر!
وما انا فی العجائب مستزید
الیس قریشکم قتلت حسیناً
وکان علی خلافتکم یزید!

میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ ہر برے فعل کا ارتکاب کرتا ہے اور میں عجائبات کی زیادتی نہیں چاہتا، کیا تمہارے قریشوں نے حسینؑ کو شہید نہیں کیا جب کہ تمہاری خلافت پر یزید لعین متمکن تھا۔

خلاصہ یہ کہ یزید کے کفر و زندقیت اور اس کے الحاد اور اس کے کفر آمیز اشعار اور ابوالفرج جوزی کا منبر بغداد پر اسے لعنت کرنے کی تشریح کتب میں مشہور ہے اور اہل سنت والجماعت کے ایک گروہ نے بھی یزید کے کفر کا اعتقاد رکھا ہے، جیسا کہ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے کہ اہل سنت نے اختلاف کیا ہے یزید کے کفر کے بارے میں۔ ایک گروہ اسے سبط بن جوزی اور دوسرے علماء کے کلام کی وجہ سے کافر سمجھتا ہے کہ جنہوں نے کہا ہے، مشہور یہ ہے کہ جب سر مبارک کو لے آئے تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور خیزران کی چھڑی سے سر مبارک پر مارتا تھا اور یہ اشعار پڑھتا تھا "کاش میرے بڑے موجود ہوتے"۔ الخ

پھر اس نے ابن جوزی کا کلام کتاب تذکرہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ جسے ہم نقل کر چکے ہیں، مذہب مجاہد امام احمد و ملا علی قاری بھی یزید کا کافر ہونا کہتے ہیں، اور تفتازانی کا کلام بھی ہم عنقریب انشاء اللہ تحریر کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ یہ مذہب رافضیوں کی بدعات میں سے نہیں ہے، باقی رہا یہ کہ غزالی نے قتل کرنے یا امر دینے یا قتل حسینؑ پر راضی ہونے کی نسبت یزید کی طرف دینے کو سوء ظن سمجھا ہے تو اس نے بہت ہی عجیب بات کہی ہے اور ملا سعد تفتازانی نے کہ جس کے علم و فضل کی پکار نے اہل جہان کے کانوں کو پر کر رکھا ہے اس کے جواب کے بار کی کفایت کی ہے، اس نے شرح عقائد نفسیہ میں بیان کیا ہے۔

الحق ان رضا یزید بقتل الحسینؑ واستبشارہ بذلک واھانۃ اھل بیت رسول اللہ مما تواتر معناہ وان کان تفصیلہ احاداً فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی عدم ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ۔

حق یہ ہے کہ یزید کا شہادت امام حسینؑ پر راضی ہونا اور اس پر اظہار مسرت کرنا اور رسول خداؐ کے اہل بیتؑ کی اہانت کرنا متواتر معنوی امور میں سے ہے، اگرچہ اس کی تفاصیل اخبار احاد سے ثابت ہیں پس ہم اس کے معاملہ میں بلکہ اس کے صاحب ایمان نہ ہونے میں توقف نہیں کرتے (یعنی اس کو کافر سمجھتے ہیں) اس پر اور اس کے اعوان و انصار پر خدا کی لعنت ہو۔ آمین

نیز شرح مقاصد میں کہتا ہے اور جو کچھ صحابہ کے درمیان جنگیں اور جھگڑے اور فساد ہوئے ہیں جس طرح کہ وہ کتب

تواریخ میں مسطور ہیں، اور قابل وثوق راویوں کی زبان سے مذکور ہیں وہ بظاہر اس عمل پر دلالت کرتے ہیں کہ صحابہ میں سے بعض افراد راہ حق سے پھرے ہوئے تھے اور وہ ظلم وفسق کی حد تک پہنچے ہوئے تھے، اور اس امر پر انہیں کینہ، بغض، عناد، فساد، حسد، اور جھگڑے، ملک وریاست کی خواہش اور لذت وشہوت کے میلان نے آمادہ کیا، کیونکہ ہر صحابی معصوم نہیں اور نہ ہی جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کی ہے وہ خیر وخوبی سے موسوم ہے، لیکن علماء نے اصحاب رسول خدا سے حسن ظن رکھنے کی بناء پر ان کے ان جھگڑوں کی تاویلیں بیان کی ہیں جو اس کے مناسب ہیں اور وہ اس طرف گئے ہیں کہ وہ ان چیزوں سے محفوظ ہیں کہ جو گمراہی اور فسق وفجور کا سبب بنیں۔ (یہ تاویلیں) مسلمانوں کے عقائد کو کبار صحابہ کے معاملے میں ٹیڑھے پن اور گمراہی سے بچانے کے لیے ہیں خصوصاً ان میں سے وہ صحابہ جو مہاجر وانصار تھے اور جنہیں دار القرار کے ثواب کی بشارت دی گئی ہے، اور باقی رہے وہ مظالم جو ان کے بعد اہل بیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈھائے گئے تو وہ اتنے ظاہر ہیں کہ جن کے چھپانے اور مخفی رکھنے کی مجال نہیں اور وہ اتنے قبیح اور برے ہیں کہ جن کے متعلق آراء میں کوئی اشتباہ نہیں، کیونکہ قریب ہے کہ اس کی گواہی تو جمادات اور نہ بولنے والی چیزیں بھی دیں اور اس پر تو زمین وآسمان کی مخلوق گریہ کرتی ہے اور اس سے پہاڑ ہلنے اور پتھر پھٹنے لگتے ہیں، اور اس کا برا عمل تو مہینوں کے بار بار آنے اور صدیوں کے گزرنے تک رہے گا۔

پس خدا کی لعنت ہے اس پر جس نے یہ کام کیا یا اس پر راضی ہوا یا اس نے اس میں کوشش کی اور آخرت کا عذاب تو زیادہ سخت اور زیادہ پائیدار ہے، اگر یہ کہا جائے کہ مذہب کے بعض علماء تو ایسے ہیں جو یزید پر لعنت کرنے کو جائز نہیں جانتے، حالانکہ انہیں علم ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ مستحق ہے، ہم جواب میں کہتے ہیں کہ یہ اس حمایت میں ہے کہ کہیں بلند سے بلند تر کی تلاش نہ ہو، جیسا کہ رافضیوں کا شعار وطریقہ ہے، جیسا کہ ان کی دعاؤں میں مروی ہے اور ان کی محفلوں اور مجالس میں جاری ہوتا ہے، لہذا جو لوگ امر دین کی پرواہ اور اس کی اعتناء رکھتے ہیں، انہوں نے مناسب سمجھا کہ وہ اعتقاد میں میانہ روی کے راستہ پر چلتے ہوئے عوام کو کلیۃ لگام دیں تا کہ میانہ راستے سے قدم نہ پھسلیں اور خواہشات کی وجہ سے گمراہ نہ ہوں ورنہ (یزید وغیرہ) پر لعنت کا جواز اور ان کا استحقاق کس پر مخفی اور پوشیدہ ہے، اور اس پر سب کا اتفاق واجماع کیسے نہیں ہے، آخر کلام تک جو اس نے بیان کیا ہے۔

تو ان کلمات سے واضح ہو کہ یہ علامہ عظیم الشان اہل سنت اعتراف کرتے ہیں کہ جو فسق وفجور صحابہ سے ظاہر ہوا وہ کینہ وبغض وعناد کی پیداوار ہے اور اہل بیت پر ظلم وستم اتنا ہوا کہ جمادات وحیوانات اس کے گواہ ہیں اور آسمان وزمین کے رہنے والے اس سے گریہ کرنے لگے اور علماء اہل سنت یزید پر لعنت کرنے میں متفق ہیں اور منع اسی لیے کرتے ہیں کہ کہیں یزید سے باقیوں تک تجاوز وسرایت نہ کرے۔

باقی رہا یہ کہ غزالی کہتا ہے کہ یہ کہاں سے معلوم ہے کہ یزید نے توبہ نہیں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا شہادت کے بعد توہین اہل بیتؑ میں اصرار کرنا اور اس پر اظہار مسرت کرنا اور مجلس شراب میں ابن زیاد کے ساتھ بیٹھنا اور ساقی کو یہ حکم دینا کہ اس کو شراب پلاؤ اور اس کی صاحب امانت وصاحب راز ہونے کے ساتھ مدح کرنا جو سابقہ اشعار میں ہے، مقصد کو ثابت کرنے کے لیے

کافی ہے۔

اور سبط بن جوزی نے اس واقعہ کی تشریح اس طرح نقل کی ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد یزید نے کسی کو ابن زیاد کے بلانے کے لیے بھیجا اور بہت سا مال اور بڑے بڑے تحفے تحائف اسے دیئے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اپنے قریب قرار دی اور اس کی قدر و منزلت کو بلند کیا اور اسے اپنی عورتوں کے سامنے لے گیا اور اس کا اپنا ندیم قرار دیا، اور ایک رات مستی کی حالت میں گویے سے کہنے لگا کہ گاؤ اور یزید نے بالبدایۃ یہ اشعار کہے۔

اسقنی شربة تروی مشاشی !

ثم صل فاسق مثلها ابن زیاد

صاحب السر دا لامانته عندی

ولتسدید مغنمی و جهادی

قاتل الخارجی اعنی حسیناً !

و مبید الا عداء والحساد

مجھے ایسی شراب پلا جو میری طبیعت کو سیر و سیراب کردے، پھر دوسرا پیالہ پر کر کے ابن زیاد کو پلا جو میرے نزدیک صاحب راز و امانت ہے اور میرے مال غنیمت اور جنگ و جہاد کو درست کرنے والا ہے جس نے (معاذ اللہ) خارجی کو قتل کیا، میری مراد حسینؑ ہے اور جو دشمنوں اور حاسدوں کو قتل کرنے والا ہے۔

اور فتاویٰ کبیر میں جو کہ اہل سنت کی قابل اعتماد کتب میں سے ہے روایت ہوئی ہے کہ یزید نے عاشورہ کے دن خون حسینؑ اور سرمہ ملا کر آنکھوں میں ڈالا تاکہ اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک ہو اور اس کا توبہ کرنا نقل نہیں ہوا اور اس کے کفر کا حکم ثابت ہے جب تک اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو اور ہر گناہگار کی توبہ کے قبول ہونے کی کوئی دلیل بھی ہمارے پاس نہیں ہے، کیونکہ وجوب قبول توبہ عقلی نہیں ہے، بلکہ اس کا وعدہ ہے۔ اور یہ وعدہ یزید کے حق میں نہیں ہے، اور ابن جوزی نے بہت عمدہ کہا ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ عباس کا کراہنا جب کہ وہ جنگ میں قید تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نیند سے مانع ہوا تو حسینؑ کے کراہنے کی کیا کیفیت ہوگی، اور جب وحشی جناب حمزہ کا قاتل مسلمان ہو گیا تو نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا اپنا چہرہ مجھ سے غائب رکھو، کیونکہ میں اس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جس نے محبوبوں کو قتل کیا ہو، حالانکہ یہ اسلام تو پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، تو آپ کا قلب مبارک کس طرح دیکھ سکتا ہے جس نے حسینؑ کو شہید کیا اور ان کے قتل و شہید کرنے کا حکم دیا اور ان کے اہل و عیال کو اونٹوں کے پالانوں پر سوار کیا۔ انتہی

کون مسلمان راضی ہے کہ اگر بالفرض یزید توبہ بھی کر لے کہ خدا اسے بخش دے، حالانکہ اس واقعہ کربلا میں ہر مسلمان کا حق اس کے ذمہ ثابت ہے اور اگر فرض کر لیں کہ توبہ حق اللہ کے سقوط کا فائدہ دیتی ہے تو حق الناس کے لیے مسقط تو نہیں ہے، باقی رہا غزالی کا

یہ کہنا کہ کسی مسلمان کو لعنت کرنا جائز نہیں تو یہ بالکل باطل ہے، خداوند عالم نے قرآن مجید میں کئی قسم کے لوگوں پر لعنت کی ہے کہ جو کئی عنوانوں پر مشتمل ہیں، اور وہ سارے عناوین یزید پر منطبق ہوتے ہیں کہ جن سے یزید پر لعنت کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ آیۂ شریفہ "الشجرة الملعونة فی القرآن" اور وہ شجرہ نسب کہ جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے کہ جو تمام بنی امیہ پر لعنت کو جائز قرار دیتی ہے، جیسا کہ اس کی تحقیق انشاء اللہ آگے آئے گی۔ اور ہم یہاں تین آیات کے ذکر پر کفایت کرتے ہیں۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے:

"اور جو شخص عمداً کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی جزاء جہنم ہے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور خدا ان پر غضب ناک ہے اور وہ اس پر لعنت کرتا ہے اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے:

"پس کیا تم قریب ہو کہ اگر تم والی و حاکم بن گئے تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے عزیزوں سے قطع رحمی کرو گے، یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور انہیں اس میں بہرہ کر دیا ہے اور ان کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں"۔

ابن جوزی کا قول ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے اپنے باپ سے کہا کہ کچھ لوگ ہماری طرف یزید سے محبت کرنے کی نسبت دیتے ہیں، میرے باپ نے کہا اے میرے بیٹے تو کیا یزید کو کوئی مومن دوست رکھتا ہے میں نے کہا پھر کیوں آپ یزید پر لعنت نہیں کرتے تو میرے باپ نے کہا تو نے مجھے کب دیکھا ہے کہ میں کسی پر لعنت کرتا ہوں، کیا تو اس پر لعنت نہیں کرتا کہ جس پر خداوند عالم نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے، میں نے کہا قرآن میں کہاں یزید پر لعنت ہے تو میرے باپ نے یہ آیت مبارک تلاوت کی "فهل عسيتم الآية" پھر کہا کہ آیا قتل کرنے سے بھی کوئی بڑا فساد ہے۔

تیسری آیت کا ترجمہ یہ ہے:

"بے شک جو لوگ اللہ اور کے رسول کو اذیت دیتے ہیں تو ان پر اللہ نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور ان عناوین کی یزید پر تطبیق کرنا جو ان آیات میں ہیں، محتاج بیان نہیں اور ان آیات شریفہ کے علاوہ رسول خداؐ کے کلام سے بھی یزید پر لعنت ثابت ہے، جیسا کہ ابن جوزی نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو اہل مدینہ کو ڈرائے تو خدا اس کو ڈرائے گا۔ اور اس پر اللہ ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے، خداوند عالم قیامت کے دن اس کا کوئی مال خرچ کیا ہوا اور عدل و انصاف قبول نہیں فرمائے گا۔ اور یزید نے واقعہ حرہ میں اہل مدینہ کو ڈرایا ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے اور ابھی ابھی تمہارے گوش گزار ہو چکا ہے۔

معاویہ بن یزید بن معاویہ اور عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا ذکر

جب یزید بن معاویہ کی عمر آخر کو پہنچی، اور بدھ کے دن چودہ ربیع الاول ۶۴ ہجری کو وہ اپنے برے اعمال کا شکار ہوا تو اس کا بیٹا معاویہ اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور چالیس دن تک اس نے سلطنت کی، اس کے بعد وہ فراز منبر پر گیا اور اس نے خطبہ پڑھا اور اپنے باپ دادا کے اعمال و کردار کا ذکر کیا اور کامل بہائی کی روایات کے مطابق اس نے اپنے دادا اور باپ پر لعنت کی اور ان کے برے کردار سے تبرا و بیزاری کا اعلان کیا اور سخت گریہ کیا، اور اس کے بعد اپنے آپ کو خلافت سے خلع اور معزول کیا۔

مروان بن حکم منبر کے نیچے سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اس وقت جب کہ آپ خلافت کے طلب گار نہیں تو امر خلافت کو شوریٰ کے سپرد کریں، جیسا کہ عمر بن الخطاب نے کہا تھا اے ابو لیلیٰ (ابو لیلیٰ ایک کنیت ہے کہ جس کے ساتھ عرب کمزور لوگوں کو پکارتے ہیں) معاویہ نے مروان کے جواب میں کہا کہ میں نے خلافت کی مٹھاس کو نہیں چکھا تو کس طرح اس کے گناہوں کی تلخی کو چکھنے پر راضی ہو جاؤں، اور ایک قول ہے کہ یہ گفتگو اس نے مرتے وقت کی جب کہ بنی امیہ نے اس سے خلیفہ معین کرنے کی خواہش کی، پس معاویہ منبر سے نیچے اترا اور گھر میں بیٹھ کر گریہ میں مشغول ہو گیا۔

اس کی ماں اس کے پاس آئی اور کہنے لگی اے بیٹا کاش میں حیض کے کپڑے کا ٹکڑا ہوتی اور یہ فقرے جو تو نے منبر پر کہے ہیں میں انہیں نہ سنتی، اور ایک قول ہے کہ اس نے کہا کہ تو خون حیض بن جاتا اور پیدا نہ ہوتا تا کہ یہ دن تجھ سے نہ دیکھنا پڑتا۔ معاویہ نے اس کے جواب میں کہا اے ماں خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں ایسا ہوتا اور خلافت کا ہار اپنی گردن میں نہ ڈالتا، کیا میں وبال و عذاب اس کام کا اپنی پشت پر ڈال لوں، اور بنی امیہ اسکی مٹھاس سے بہرہ ور ہوں یہ نہ ہو گا۔

معاویہ کا خلافت سے اپنے آپ کو خلع کرنے کا سبب جیسا کہ شیخ احمد بن فہد حلی رحمہ اللہ نے کسی مناسبت سے کتاب عدہ میں تحریر فرمایا ہے یہ تھا کہ ایک دن معاویہ نے سنا کہ اس کی کنیزوں میں سے دو کنیزیں ایک دوسرے سے تنازع و تکرار کر رہی تھیں اور ان میں سے ایک انتہائی حسن و جمال رکھتی تھی، اس دوسری نے اس سے کہا کہ تیرے حسن و جمال نے تجھ میں بادشاہ کا تکبر پیدا کر دیا ہے وہ خوبصورت کنیز کہنے لگی کہ کون سی سلطنت بہتر ہے، سلطنت حسن و جمال سے حقیقت میں حسن کی حکومت ہے، کیونکہ تمام ملوک و سلاطین پر اس کی حکمرانی ہے، اور تمام کے تمام بادشاہ حسن و جمال کے مقہور و مغلوب ہیں، دوسری کنیز کہنے لگی لیکن سلطنت میں کون سی خیر و خوبی ہے حالانکہ یا تو بادشاہ حقوق سلطنت کو قائم کرتا ہے اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور رعیت کے معاملات پر توجہ رکھتا ہے، تو اس حالت میں کسی قسم کی لذت و راحت اس کے لیے نہیں ہے اور ہمیشہ اس کی زندگی ناگواری میں گزرتی ہے اور یا وہ شہوتوں کے اتباع اور

اپنی لذتوں کو اختیار کرتا ہے، اور حقوق سلطنت ورعیت کو ضائع کر دیتا ہے تو ایسے بادشاہ کی جگہ جہنم کی آگ ہے، پس بادشاہ کے لیے دنیا و آخرت کی راحت و آرام جمع نہیں ہو سکتے۔

کنیز کی بات نے معاویہ کے دل پر اثر کیا اور اس نے اسی سبب سے اپنے آپ کو خلافت سے علیحدہ و معزول کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ جب معاویہ نے اپنے آپ کو خلافت سے علیحدہ کر لیا تو بنی امیہ کا ایک گروہ عمر بن مقصوص (قوصی ح ل) معاویہ کے استاد سے کہنے لگا کہ تو نے اسے محبت علیؑ اور بغض بنی امیہ سکھایا اور انؑ کے آداب کی تعلیم دی ہے، وہ کہنے لگا ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ اس کا فطری وجبلی امر ہے انہوں نے اس کی یہ بات نہ سنی اور پکڑ کر زندہ درگور کر دیا، اور پچیس دن یا چالیس دن کے بعد معاویہ نے بھی دنیا کو الوداع کہا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسے زہر آلود شربت سے مسموم کیا گیا، اور اس کی عمر اس وقت بائیس سال تھی۔

پس ولید بن عتبہ بن ابوسفیان خلافت کے لالچ میں کھڑا ہو گیا تا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے، جب اس نے دوسری تکبیر کہی اسے زخمی کر دیا گیا اور معاویہ کے ساتھ اسے بھی ملحق کر دیا، پس دوسرے شخص نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور معاویہ کو دمشق میں دفن کیا گیا اور اس کی موت سے آل ابوسفیان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور خلافت مروان اور اس کی اولاد کی طرف منتقل ہو گئی۔

واضح ہو کہ جب یزید بن معاویہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو کچھ لوگوں نے اس کی بیعت سے انکار کیا ان میں سے ایک عبداللہ زبیر تھا جس نے اس کی بیعت سے سرتابی کی اور مکہ کی طرف چلا گیا، یزید نے واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے بعد لشکر کو حکم دیا کہ وہ عبداللہ کے مقابلہ کے لیے مکہ جائے، اور جن دنوں لشکر یزید ابن زبیر سے جنگ کر رہا تھا، یزید درکات جہنم کی طرف روانہ ہوا اور عبداللہ بن زبیر مکہ میں بلامزاحم ومقابل رہ گیا اور خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ کچھ لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور کچھ نہ کچھ اس کی خلافت کا معاملہ پکا ہو گیا تو اس نے بیت اللہ الحرام کی بنیاد کی تاسیس شروع کی۔ اس وقت ستر بوڑھے افراد نے گواہی دی کہ جب قریش نے خانہ کعبہ کی بناء و تعمیر کی تھی، چونکہ ان کے مال بقدر کفایت نہیں تھے تو سات ہاتھ خانہ کعبہ کی اصل اساس کی وسعت سے جو ابراہیم و اسماعیل نے بناء کی تھی کم کر دی، ابن زبیر نے اس کم شدہ مقدار کو زیادہ کیا اور خانہ کعبہ کے دو دروازے قرار دیئے، ایک اندر جانے اور دوسرا باہر نکلنے کے لیے یہاں تک کہ حجاج بن عبدالملک بن مروان کی طرف سے ابن زبیر سے لڑنے کے لیے مکہ میں آیا اور عبداللہ کو قتل کر دیا، اور جو تعمیر ابن زبیر نے کی تھی اس کو منہدم کر دیا، اور جس طرح قریش نے تعمیر کی تھی اور رسول خداؐ کے زمانہ میں تھی بناء کیا اور خانہ کعبہ کا ایک ہی دروازہ قرار دیا، اور یہ بھی واضح ہو کہ جس وقت یزید اور معاویہ بن یزید مر گئے، ابن زیاد اس وقت بصرہ کا حاکم تھا اس نے لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا اور انہیں یزید اور معاویہ بن یزید کی موت کی خبر سنائی اور کہنے لگا کسی شخص کو اپنا امیر بنا لو اور اس کی بیعت کر لو تا کہ وہ تمہارے دشمنوں سے جنگ کرے اور مظلوموں کے لیے انصاف کرے، اور تمہارے مال تمہارے درمیان تقسیم کرے۔

اشراف بصرہ کی ایک جماعت کہ جن میں احنف بن قیس وقیس بن ہیثم اور مسمع بن مالک عبدی تھے، کہنے لگے کہ ہم تیرے سوا کسی کو اس کام کا سزاوار نہیں سمجھتے، اس وقت تم امیر رہو جب تک کہ لوگ اپنے لیے خلیفہ انتخاب نہیں کرتے، عبداللہ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو ایک خط کوفہ میں اپنے عامل عمرو بن حریث کے نام لکھا کہ وہ اہل کوفہ کو اس کی اطاعت کی طرف دعوت دے۔

عمرو بن حریث نے جب اہل کوفہ کو ابن زیاد کی بیعت کی دعوت دی تو یزید بن رذیم شیبانی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمیں بنی امیہ اور پسر مرجانہ کی حکومت کی ضرورت نہیں اور اس سے چارہ کار نہیں کہ بیعت کا حق اہل حجاج کو ہے اور بعض چاہتے تھے کہ عمر بن سعد کی بیعت کریں کہ قبیلہ ہمدان کی عورتیں قبیلہ کہلان وانصار وربیعہ ونخع کی عورتوں کے ساتھ چیخ وپکار وگریہ وزاری کرتی ہوئی جامع مسجد میں داخل ہوئیں اور امام حسین علیہ السلام کا ندبہ وماتم کرنے لگیں اور کہنے لگیں کہ کیا عمر بن سعد کے لیے سید الشہداؑ کا شہید کرنا کفایت نہیں کرتا کہ اب وہ ہمارا امیر بننا چاہتا ہے، لوگ بھی عورتوں کے رونے سے گریہ کرنے لگے، اس بناء پر عمرو سعد کی بیعت نہ کی۔

جب اہل کوفہ کی یہ خبر عبداللہ بن زبیر کو پہنچی تو اسے کوفہ کی تسخیر کا لالچ دامن گیر ہوا، عبداللہ بن مطیع عدوی کو کوفہ کا حاکم بنا کر کوفہ کی طرف بھیجا تو مختار نے ابن زبیر سے کہا کہ میں کوفہ میں رہنے والے ایک گروہ کو جانتا ہوں کہ اگر ان پر کوئی ایسا شخص حاکم ہو جائے جو صاحب رفق وعلم ہو تو یقیناً ان میں سے ایک عظیم لشکر تیار ہو سکتا ہے کہ جس سے تو اہل شام پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے، ابن زبیر نے کہا وہ گروہ کن لوگوں کا ہے، مختار نے کہا کہ وہ بنی ہاشم کے شیعہ ہیں، ابن زبیر نے کہا تو میں تجھے اس کام کے لیے منتخب کرتا ہوں۔

پس مختار کوفہ میں آیا اور ایک گوشہ میں فروکش ہوا، اور مسلسل اولاد ابوطالب اور ان کے شیعوں پر گریہ کرتا اور جزع وفزع ونوحہ وزاری کا اظہار کرتا اور لوگوں کو اہل بیتؑ کے شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے پر اکساتا رہا، شیعہ اس کے گرد جمع ہو گئے یہاں تک کہ اس کا کام قوت پکڑ گیا اور وہ قصر الامارۃ میں داخل ہوا اور عبداللہ بن مطیع ابن زبیر کے عامل کو وہاں سے نکال دیا اور اہل کوفہ پر غلبہ حاصل کر لیا اور اپنے لیے مکان اور باغ بنوایا اور بیت المال کے اموال لوگوں پر تقسیم کر دیئے اور ابن زبیر کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکا اور آہستہ آہستہ اس کا معاملہ بلند ہوتا گیا اور لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے درپے ہوئے اور ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا کہ جن میں سے عبیداللہ بن زیاد، عمر بن سعد، شمر سنان وغیرہ ملاعین تھے، ان پر خدا کی لعنتیں ہوں اور آخر کار مختار مصعب بن زبیر عبداللہ کے بھائی کے ہاتھوں مارا گیا، جیسا کہ اس کے بعد عنقریب ہم انشاء اللہ اس کی طرف اشارہ کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن زبیر مکہ میں اظہار عبادت وزہد وتقوی کرتا اور خلافت کا بہت حریص اور لالچی تھا اور اپنے آپ کو عائذ بیت اللہ یعنی خانہ خدا میں پناہ لینے والا کہتا تھا، اور بنی ہاشم کو بہت تکلیف واذیت پہنچاتا تھا اور اپنے بھائی عمرو بن زبیر کو مسجد الحرام کے دروازے پر ننگا کر کے اتنے تازیانے لگائے گئے کہ وہ مر گیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اس سے منحرف تھا اور یزید بن معاویہ کی بادشاہی کے زمانہ میں وہ ایک لشکر کے ساتھ مدینہ سے ولید بن عتبہ کی تحریک پر اپنے بھائی عبداللہ سے جنگ کرنے چلا تھا، جب اس کا لشکر عبداللہ کے لشکر کے مدمقابل ہوا تو عبداللہ کو کامیابی ہوئی اور عمرو کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا تو عبداللہ نے عمرو کو گرفتار کر لیا اور جس طرح بیان ہو چکا ہے اسے قتل کر دیا۔

نیز عبداللہ بن زبیر نے حسن بن محمد بن حنیفہ کو تاریک ووحشت ناک قید خانے میں قید کر دیا اور چاہتا تھا کہ اسے قتل کر دے،

حسن نے اپنے چھٹکارے کی تدبیر کی اور قید سے آزاد ہو کر بھاگ نکلا اور مقام منیٰ میں اپنے باپ سے جا ملا نیز عبداللہ نے بنی ہاشم میں سے جو لوگ مکہ میں تھے کہ جن میں محمد بن حنیفہ بھی تھے کہ شعب میں محصور کر لیا اور بہت سی لکڑیاں جمع کر دیں اور چاہا کہ انہیں جلا دے کہ اچانک کوفہ کی طرف سے ایک جماعت آئی کہ جنہیں مختار نے بھیجا تھا، اور انہوں نے بنی ہاشم کو آزاد کر دیا اور چاہتے تھے کہ عبداللہ بن زبیر کو قتل کر دیں تو عبداللہ مسجد الحرام میں پہنچ گیا اور خانہ کعبہ کے پردے پکڑ لیے اور کہنے لگا میں خدا کی پناہ میں ہوں۔

اور مسعودی نے مروج الذہب میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد نوفلی کی کتاب سے بیان کیا ہے کہ وہ ابن عائشہ سے اور وہ اپنے باپ سے وہ حماد بن سلمہ سے نقل کرتا ہے کہ عروہ بن زبیر اپنے بھائی کی طرف سے عذر پیش کرتا تھا، جب بنی ہاشم اور اس کے بھائی کا انہیں شعب مکہ میں محصور کرنے اور اس کا ان کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرنے کا ذکر ہوتا اور کہتا کہ معاملہ اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ میرے بھائی کا مقصد صرف ان کو ڈرانا تھا تا کہ وہ اس کی اطاعت میں داخل ہو جائیں، جیسا کہ بنی ہاشم کو ڈرایا گیا اور ان کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کی گئیں، جب کہ انہوں نے بیعت سے انکار کیا تھا، زمانہ سلف میں یعنی جب بنی ہاشم نے ابوبکر کی بیعت سے تخلف کیا تھا جب وہ خلیفہ ہوا۔

اس کے بعد مسعودی نے کہا کہ یہ ابوبکر کے زمانہ میں (اہل بیتؑ کے گھر کو جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کرنا) ایسی خبر ہے کہ جس کا ذکر کرنا یہاں مناسب نہیں اور ہم نے کتاب حدائق الاذہان میں جو کہ مناقب اہل بیتؑ اور ان کے اخبار میں ہے، اس مطلب و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور عبداللہ بن زبیر امیر المومنین علیہ السلام اور آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ کی عداوت و دشمنی کی راہ پر گامزن تھا اور چالیس دن خطبہ پڑھا اور ان خطبوں میں رسول اللہ پر صلوات کو جسے خطبہ میں ذکر کرنا ضروری ہے ترک کیا اور کبھی کبھی خطبوں میں امیر المومنینؑ کو سب و شتم بھی کرتا تھا اور یہ شخص کمینہ طبیعت ہونے میں مشہور تھا۔

سعید بن جبیر نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس ابن زبیر کے پاس گئے تو ابن زبیر ان سے کہنے لگا تو ہے وہ شخص جو میری طرف لئیم و بخیل ہونے کی نسبت دیتا ہے، ابن عباس نے فرمایا کہ ہاں، کیونکہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے جو اپنے پیٹ کو پر کرے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو، ابن زبیر کہنے لگا اے ابن عباس چالیس سال ہو گئے ہیں کہ میں تم اہل بیتؑ کے بغض کو اپنے دل میں لیے ہوئے ہوں، ان دونوں کے درمیان کئی باتیں ہوئیں، ابن عباس جان کے خوف سے طائف کی طرف چلے گئے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور ابن زبیر کے قتل ہونے کا واقعہ، عبدالملک کی خلافت کے زمانہ کے واقعات میں تحریر ہوگا، اب رجوع کرتے ہیں حکم بن ابوالعاص کی اولاد کی حکومت کے ذکر کی طرف۔

مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف کی سلطنت کا ذکر

جب خلافت وحکومت معاویہ بن یزید کے مرنے سے آل ابوسفیان سے برطرف ہوئی تو آل حکم کی طرف منتقل ہوگئی اور پہلا شخص جو ان میں سے تحت سلطنت پر بیٹھا وہ مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف تھا اور مروان ابن طرید (دھتکارے ہوئے کا بیٹا، چونکہ اسے اور اس کے باپ کو رسول خدا نے مدینہ سے کئی فرسخ دور نکال دیا تھا) کے نام سے مشہور اور وزغ (چھپکلی) سے ملقب اور بلند قد اور مضطرب قامت ہونے کی وجہ سے خیط (تاگا) باطل کے نام سے مشہور تھا وہ خدا اور رسولؐ و آل رسولؑ کی عداوت ودشمنی میں سب لوگوں سے زیادہ شدید وسخت تھا، خصوصاً امیر المومنین علیہ السلام کی دشمنی میں لہذا وہ زمانہ عثمان سے لے کر آخر عمر تک ہمیشہ آپؑ کے فضائل ومناقب کو چھپانے اور آپؑ کے مثالب ومعائب کے افتراء کرنے میں کوشش کرتا رہا اور اس کا باپ عثمان بن عفان کا چچا تھا اور وہ رسول اکرم کا دشمن تھا اور ہمیشہ آپؐ سے عداوت کا علی الاعلان اظہار کرتا اور آپؐ سے صراحتہً بغض رکھتا تھا اور وہ باتفاق امت اپنے اہل خانہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اکرم کا دھتکارا ہوا راندہ درگاہ تھا، اور اسے شہر بدر کرنے کا زیادہ مشہور سبب یہ ہے کہ یہ ملعون گلیوں اور کوچوں میں رسول اکرمؐ کے پیچھے چلتا اور ناشائستہ حرکتیں کرتا اور آنحضرتؐ کی بطور استہزا نقل اتارتا اور ادھر ادھر جھکتا، آنحضرتؐ نے اسے دیکھا تو فرمایا "فکذلک فلتکن" ایسا ہی ہوجا۔ آپؐ کی نفرین کی وجہ سے وہ مرض اختلاج میں مبتلا ہوا اور جب تک زندہ رہا اسی درد میں گرفتار رہا اور اسی لیے آنجنابؐ نے اسے شہر سے نکال دیا اور طائف کی طرف بھیجا۔

اور ابوسعید عصفری کی کتاب سے منقول ہے کہ حذیفہ بن السلیمان نے رسول خدا سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا جب معاویہ بن ابوسفیان کو منبر پر دیکھو اسے قتل کردو چاہے وہ کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپا ہو۔ اور حکم کی ماں زرقاء بنت موہب ہے اور تاریخ ابن اثیر سے منقول ہے کہ زرقا جھنڈا دار اور مشہور بدکار عورتوں میں سے تھی، خلاصہ یہ کہ حکم اپنے باپ کے ساتھ طائف میں رہا یہاں تک کہ رسول خداؐ کی وفات ہوئی، عثمان نے اپنی رشتہ داری کی بنا پر ابوبکر سے اس کی سفارش کی تو اس نے قبول نہ کیا اور جب عمر خلیفہ ہوا تو پھر عثمان نے سفارش کی تو قبول نہ ہوئی، لیکن جب خلافت کو نوبت عثمان تک پہنچی تو حکم و مروان اور ان کے گھر والوں کو مدینہ لے آیا اور ایک لاکھ درہم مسلمانوں کے مال فئی میں سے انہیں عطیہ دیا اور افریقہ کا خمس جو ایک جماعت علماء کی نقل کے مطابق ایک لاکھ دینار تھا ایک ہی نشست میں مروان کو دے دیا اور فدک بھی اُسی کو دے دیا اور بازار مدینہ کا خراج کہ جسے پیغمبر اکرمؐ نے مسلمانوں کے لیے صدقہ قرار دیا تھا حارث بن حکم کو دے دیا، اور مروان کو وزارت اور رازداری کی خط وکتابت کے لیے انتخاب کیا اور اس نے خلافت عثمان کے زمانہ میں وحشت ناک فتنے اور عجیب وغریب بدعتیں خواہشات باطلہ کے مطابق ظاہر کیں اور بلآخر قتل عثمان کا سبب بنا، اہل

سنت اپنے عقیدہ میں محمد بن ابی بکر کے قتل کا خط جو عثمان کی مہر کے ساتھ اس کے مخصوص غلام (جو اس کی خاص سواری پر سوار ہو کر جا رہا تھا) کے ذریعہ عبداللہ بن ابی سرح والی مصر کے نام تھا وہ اس کی نسبت مروان کی طرف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عثمان اس امر باطل سے بری الذمہ تھا جیسا کہ اپنی جگہ پر تحریر ہے۔

اور مروان جنگ جمل میں عائشہ کے ساتھ تھا، اس جنگ میں مروان نے طلحہ کو تیر مارا کہ جس سے وہ مر گیا اور فتح جنگ کے بعد مروان قید ہو گیا اور حضرت حسنین علیہما السلام کو اس نے اپنا شفیع قرار دیا تو امیر المومنین علیہ السلام نے اسے رہا کر دیا، شہزادوں نے عرض کیا اس سے بیعت لیجئے، فرمایا کیا عثمان کے قتل کے بعد اس نے بیعت نہیں کی تھی مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں، اس کا ہاتھ یہودی کا ہاتھ ہے، کیونکہ یہودی دھوکہ بازی میں مشہور ہیں، اگر ہاتھ سے بیعت کرے تو اپنے سینہ کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے اور اس کے لیے بھی ایک حقیر و بے قدر امارت وحکومت ہے جس طرح کتا اپنی بینی کو چاٹتا ہے، پھر فرمایا اور وہ چار منڈھوں کا باپ ہے، اور عنقریب امت کو اس سے اور اس کی اولاد سے سرخ دن دیکھنا نصیب ہوگا۔

ابن ابی الحدید نے چار مینڈھوں سے مراد اس کے چار بیٹے لیے ہیں، جو اس کی اولاد میں سے چہرہ مہرہ رکھتے تھے ایک عبدالملک جو ساری دنیا کا خلیفہ ہوا، دوسرا عبدالعزیز جو مصر کا حاکم تھا، تیسرا محمد کہ جسے جزیرہ کی حکومت ملی، چوتھا بشر جو عراقین (کوفہ و بصرہ) کا حکمران بنا لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اشارہ عبدالملک بن مروان کے چار بیٹوں کی طرف ہے کہ جو سب کے سب خلیفہ ہوئے اور ان کے زمانہ میں امت کے دن سیاہ اور ان کی حالت تباہ ہوئی اور وہ ولید، سلیمان یزید اور ہشام تھے اور ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ان کے علاوہ چار بھائیوں نے خلافت وحکومت کی ہو اور اسی کی تصدیق کرتی ہے وہ چیز جو اخبار الدول میں مذکور ہے کہ مروان نے خواب میں دیکھا کہ اس نے رسول اکرمؐ کے محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا۔

ابن اسیرین نے تعبیر بیان کی کہ چار شخص تیری اولاد میں سے خلافت وحکومت کا لباس پہنیں گے اور وہ محراب رسولؐ میں کھڑے ہوں گے اور اسی طرح ہی ہوا، اور وہ ولید و سلیمان و ہشام و یزید تھے۔ انتھی

بہر حال مروان جنگ جمل کے بعد معاویہ سے جا ملا اور امیر المومنین علیہ السلام کی دشمنی میں خبث ولادت و سوئے عقیدت کی بناء پر کوشاں رہا اور آنحضرت کی شہادت کے بعد اسے دو مرتبہ مدینہ کی حکومت و گورنری ملی اور ابن اثیر کہتا ہے کہ وہ ہر جمعہ کے دن منبر رسولؐ پر جاتا اور مہاجرین وانصار کی موجودگی میں امیر المومنین صلوات اللہ علیہ پر سب وشتم میں مبالغہ کرتا تھا۔

اور جس زمانہ میں یزید بن معاویہ کو حکومت ملی مروان مدینہ میں تھا اور واقعہ حرہ میں بھی مسلم بن عقبہ کو اہل مدینہ کے قتل کرنے پر ابھارتا تھا اور معاویہ بن یزید کی خلافت کے زمانہ میں شام میں تھا، جب معاویہ کی وفات ہو گئی اور آل ابوسفیان کی حکومت ختم ہو گئی اور لوگ ابن زبیر کی بیعت میں داخل ہوئے تو مروان نے چاہا کہ ابن زبیر کی بیعت کرلے اور مکہ کی طرف چلا جائے، بعض لوگوں نے اسے منع کیا اور حکومت کا لالچ دلایا، مروان جابیہ کی طرف چلا گیا جو جگہ شام و اردن کے درمیان ہے تو عمرو بن سعید بن عاص نے (جو اشدق کے نام سے مشہور تھا) مروان سے کہا کہ میں لوگوں کو تیری بیعت میں داخل کر دیتا ہوں بشرطیکہ تیرے بعد مجھے حکومت وخلافت

ملے، مروان کہنے لگا کہ خالد بن یزید بن معاویہ کے بعد خلافت تیری ہوگی۔

اشدق نے قبول کرلیا اور لوگوں کو مروان کی بیعت کی دعوت دینے لگا۔ سب سے پہلے جن لوگوں نے مروان کے بیعت کی وہ اہل اردن تھے کہ جنھوں نے کراہت و ناپسندیدگی میں تلوار کے خوف سے بیعت کی پھر اہل شام اور دوسرے شہروں کے کچھ لوگوں نے بیعت کی۔

پس مروان نے اپنے کارندے مختلف شہروں کی طرف روانہ کئے اور خود مصر کی طرف چلا گیا اور اہل مصر کا محاصرہ کرلیا اور تھوڑی بہت ان سے جنگ کی یہاں تک کہ انہوں نے عبداللہ ابن زبیر کی بیعت توڑ دی اور مروان کی اطاعت میں داخل ہو گئے، پس مروان نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو وہاں کا گورنر مقرر کیا اور خود شام کی طرف واپس چلا گیا، جب شام میں پہنچا تو حسان بن مالک کو جو کہ قبیلہ قحطان کا رئیس و سردار تھا شام میں بلایا اور اس جہت سے کہ شاید وہ ریاست و سرداری کی وجہ سے اس کے بعد سرکشی و طغیان نہ کرے اسے ترغیب و ترہیب کی کہ وہ اپنے کو اس خیال سے مایوس کرلے اور خلافت و ریاست کے طمع کو اپنے سے دور پھینک دے۔

حسان نے جب یہ کیفیت دیکھی تو وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو مروان کے بعد عبدالملک بن مروان کی اور عبدالملک کے بعد عبدالعزیز مروان کی بیعت کی دعوت دی اور لوگوں نے بھی بیعت کرلی، اور مخالفت نہ کی اور جب یہ خبر فاختہ خالد بن یزید کی ماں تک پہنچی جو مروان کی بیوی ہو چکی تھی تو وہ مروان کے قتل کے درپے ہوئی، چونکہ اس نے اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تھی، کیونکہ اس نے معاہدہ یہ کیا تھا کہ اس کے بعد خالد بن یزید کی خلافت ہوگی، پس فاختہ نے دودھ میں زہر ملایا اور مروان کو دیا، جب مروان نے وہ زہر آلودہ دودھ پیا تو اس کی زبان بند ہوگئی اور حالت احتضار اس پر طاری ہوئی، عبدالملک اور اس کے باقی بیٹے اس کے پاس حاضر ہوئے، مروان اپنی انگلی سے خالد کی ماں کی طرف اشارہ کرتا تھا یعنی اس نے مجھے مارا ہے اور خالد کی ماں اس وجہ سے کہ معاملہ پوشیدہ رہے کہتی تھی کہ میرا باپ تجھ پر قربان ہو تجھے کتنی زیادہ مجھ سے محبت تھی کہ مرنے کے وقت بھی تو میری یاد میں ہے اور اپنی اولاد کو میری سفارش کر رہا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مروان سویا ہوا تھا کہ خالد کی ماں نے اس کے منہ پر تکیہ رکھ دیا، اور خود اپنی کنیزوں کے ساتھ بیٹھ گئی یہاں تک کہ مروان کی جان نکل گئی، اور یہ واقعہ ۶۵ ہجری کا ہے اور مروان کی عمر تریسٹھ سال تھی اور وہ نو ماہ اور کچھ دن خلیفہ رہا اور اس کے بیس بھائی آٹھ بہنیں گیارہ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

فریقین کی کتب میں اس پر لعنت کے متعلق روایات وارد ہوئی ہیں اور کئی ایک کتب اہل سنت میں اس مضمون کی روایت ہے کہ عائشہ نے مروان سے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول خدا نے تیرے باپ پر لعنت کی ہے جب کہ تو اس کی صلب میں تھا۔

اور حیواۃ الحیوان و تاریخ خمیس اور اخبار الدول میں مستدرک حاکم سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ جو کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اسے رسول خدا کی خدمت میں لے آتے اور اس کے لیے حضور دعا فرماتے، اور جب مروان پیدا ہوا اور اس کو حضرتؐ کی خدمت میں لے آئے تو آپؐ نے اس کے متعلق فرمایا "ھو الوزغ بن الوزغ الملعون بن الملعون" وہ چھپکلی چھپکلی کا بیٹا ملعون ملعون کا بیٹا ہے، اس کے بعد حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

نیز حاکم نے عمرو بن مرہ جہنی سے روایت کی ہے اور اس کو صحبت رسول کا شرف حاصل تھا کہ حکم بن ابو العاص نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے اجازت طلب کی تو آپؐ اس کی آواز پہچان گئے، فرمایا کہ اسے آنے کی اجازت دے دو، اس پر اور جو اس کے صلب سے خارج ہو اس پر اللہ کی لعنت ہے، مگر وہ جوان میں مومن ہوں اور وہ کتنے کم ہیں اور وہ (اس کی اولاد) دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں گے اور آخرت میں ذلیل و پست ہوں گے وہ صاحبان مکر و فریب ہوں گے، دنیا میں ان کو مال دنیا عطاء ہوگا اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

اور پہلی حدیث سے مناسبت رکھتی ہے وہ حدیث جسے ثقۃ الاسلام نے کافی میں سند کے ساتھ جناب صادق آل محمدؑ سے وارد کیا ہے کہ عبید اللہ بن طلحہ کہتا ہے کہ میں نے آنجنابؑ سے چھپکلی کے حکم کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ وہ رجس و نجس ہے، جب اس کو مارو تو غسل کرو۔

ایک دن میرے والد کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس ایک شخص تھا کہ جس سے آپ احادیث بیان فرما رہے تھے، اچانک ایک چھپکلی اپنی زبان کو حرکت دینے لگی میرے والد نے اس شخص سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ یہ چھپکلی کیا کہتی ہے، اس نے عرض کیا کہ مجھے اس کی گفتگو کا علم نہیں، فرمایا یہ کہتی ہے کہ اگر آپ نے عثمان کو برا کہا تو میں علیؑ کو سب کرتی رہوں گی جب تک کہ آپ یہاں سے نہیں اٹھتے، اس وقت میرے والد نے فرمایا کہ بنی امیہ میں سے کوئی نہیں مرتا مگر یہ کہ وہ چھپکلی کے ساتھ مسخ ہو جاتا ہے۔

چونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی کو بنی امیہ سے محبت اور اتحاد ہے، کیونکہ عثمان کی محبت امیر المومنین علیہ السلام کی عداوت کی راہ میں چھپکلی ان سے موافق ہے اور ان کے مردے چھپکلی کی صورت میں مسخ ہو جاتے ہیں تو اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم اور مروان کو چھپکلی کا لقب دیا اور اس مناسبت کی تصریح اس حدیث میں بھی موجود ہے جو کافی میں عبدالرحمن بن ابو عبداللہ سے منقول ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو عبداللہ صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے جب کہ مروان اور اس کا باپ چپکے سے چوری چھپے آپؐ کی باتیں سن رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہا اے چھپکلی کے بیٹے۔

ابو عبداللہ نے فرمایا اسی دن سے تم دیکھتے ہو کہ چھپکلی کان دھر کے باتیں سنتی ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی اور مروان کی حقیقت و ماہیت ایک ہی ہے اور صرف شکل و صورت کا اختلاف ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جو کہ حقائق اشیاء اور ماہیات موجودات پر مطلع تھے) اس کی خبر دی ہے اور سچا گواہ مروان اور چھپکلی کی موافقت کا یہ محسوس صفت ہے جو کہ باتیں چرانا ہے۔

ابوالفرج اصفہانی نے جو کہ خود مروانی ہے کتاب آغانی میں مروان کے معاویہ کے پاس مدینہ کی گورنری سے معزول ہونے کے بعد پہنچنے کے واقعہ کے ذیل میں جب کہ ان میں گفتگو کا رد و بدل ہو سکتا ہے کہ معاویہ کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا اے چھپکلی کے بیٹے تو اس کا اہل نہیں ہے، مروان کہنے لگا معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے میں اس وقت دس افراد کا باپ دس افراد کا بھائی اور دس افراد کا چچا ہوں اور وہ وقت قریب ہے کہ تعداد مکمل ہو جائے یعنی چالیس افراد۔

ابوالفراج نے کہا ہے کہ یہ اشارہ ہے حدیث نبوی کی طرف کہ جب عاص کی اولاد چالیس مرد کو پہنچ جائے تو وہ اللہ کے مال کو اپنی دولت اور اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنالیں گے اور ابوالعاص کی اولاد اس وقت کی منتظر رہتی تھی، نیز اس واقعہ کے آخر میں معاویہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ احنف نے معاویہ سے پوچھا کہ کیوں تو نے مروان کی اتنی باتیں برداشت کیں اور مروان کی بات میں کس چیز کی طرف اشارہ تھا تو معاویہ نے یہ حدیث نقل کی اور کہا کہ خدا کی قسم مروان نے یہ بات صاف وشفاف چشم سے لی ہے۔

عبدالملک بن مروان کی سلطنت مختار اور زبیر کے دونوں بیٹے مصعب وعبداللہ کے ہونے کا ذکر

اتوار کی رات پہلی ماہ رمضان ۶۵ ہجری عبدالملک بن مروان اپنے باپ کی موت کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا اور تخت نشین ہونے سے پہلے وہ ہمیشہ مسجد میں رہتا اور تلاوت کیا کرتا تھا اور اس کو حمامۃ (کبوتری) المسجد کے نام سے پکارتے تھے اور جب خلافت کی خبر اسے ملی تو وہ اس وقت تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھا، اس نے قرآن کو بند کرتے ہوئے کہا "سلام علیک ھذا الفراق بینی وبینک" تجھ پر سلام ہو یہ تیرے اور میرے فراق وجدائی کا وقت ہے۔

راغب کتاب محاضرات میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ عبدالملک نے کہا مجھے چیونٹی کے مارنے سے گھٹن محسوس ہوتی تھی اور اب حجاج مجھے لکھتا ہے کہ میں نے لوگوں کا ایک گروہ قتل کر دیا ہے اور مجھ میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، زہری ایک دن عبدالملک سے کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ تو شراب پیتا ہے، عبدالملک کہتے لگا جی ہاں خدا کی قسم اور خون بھی پیتا ہوں۔

اور تاریخ سیوطی سے منقول ہے کہ ایک یہودی یوسف نامی مسلمان ہوگیا کہ جسے نازل شدہ کتابوں کا پورا علم تھا جب اس کا مروان کے گھر کے دروازے سے گزر ہوا تو کہنے لگا وائے اور ہلاکت ہے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس گھر والوں سے۔ راوی نے کہا امت کب تک ان میں جنلا رہے گی، وہ کہنے لگا اس وقت تک جب تک سیاہ رنگ کے جھنڈے خراسان کی طرف سے آئیں گے کہ جس سے مراد بنی عباس کی سلطنت ہے اور یہ یوسف یہودی عبدالملک کا دوست تھا ایک دن اس نے عبدالملک کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا کہ جب تو خلیفہ ہو جائے تو امت پیغمبر کے بارے میں خدا سے ڈرنا۔

عبدالملک کہنے لگا یہ کیا بات کرتے ہو، میری قسمت میں کہاں ہے، یوسف یہودی نے دوبارہ کہا ان کے معاملہ میں خدا سے ڈرنا اور کہنے لگا (وقت یاد ہے) کہ جس وقت یزید بن معاویہ نے مکہ کی طرف لشکر بھیجا عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کے لیے تو عبدالملک کہنے لگا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں، کیا کوئی شخص حرم خدا کی طرف بھی لشکر روانہ کرتا ہے، یوسف نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ تیرا لشکر مکہ کی طرف جائے گا وہ زیادہ ہوگا، خلاصہ یہ کہ عبدالملک بخیل قاتل اور خون ریز شخص تھا اور اس کے کارندے اور

ملازم بھی اس طرح بخل و فخر و مکاری و خونریزی میں طاق تھے اور ان کے نام یوں شمار کئے جاتے ہیں، حجاج عراق میں اس کا گورنر تھا اور مہلب بن ابو صفیرہ خراسان میں ہشام بن اسماعیل مدینہ میں اور عبداللہ اس کا بیٹا مصر میں اور موسیٰ بن نصیر مغرب میں اور محمد بن یوسف حجاج کا بھائی یمن میں اور محمد بن مروان جزیرہ میں اور یہ تمام گورنر بہت بڑے ظالم اور جفا کار تھے اور حجاج سب سے زیادہ ظالم تھا جیسا کہ اس کے حالات کی طرف انشاء اللہ تعالیٰ اشارہ کریں گے۔

منقول ہے کہ عبدالملک کو ابوذباب کہتے تھے، کیونکہ اس کا منہ بدبودار تھا یہاں تک کہ جب مکھی اس کے منہ کے قریب سے گزرتی تو زیادہ بدبو سے مرجاتی تھی اور اسے زیادہ بخیل ہونے کی وجہ سے رشح الحجر (پتھر سے پانی ٹپکنا) بھی کہتے تھے اور عبدالملک اسلام میں وہ پہلا شخص ہے جو اس نام سے موسوم ہوا، اور وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے دینار و درہم پر اسلامی سکہ نقش کیا بعد اس کے کہ رومی سکہ نقش ہوتا تھا اور اس کی تفصیل دمیری نے حیواۃ الحیوان میں نقل کی ہے اور وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے امر بالمعروف سے منع کیا اور اس کی حکومت و سلطنت کے اوائل ۶۵ ہجری میں کوفہ کے شیعوں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے ملے اور ایک دوسرے کو ملامت و سرزنش کرنے لگے کہ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کی مدد کیوں نہیں کی اور ان کی آواز پر لبیک کیوں نہیں کہا اور کہنے لگے کہ آنجناب کا ساتھ چھوڑنا اور آپ کی مدد نہ کرنا ایسا ننگ و عار و عیب ہے جو کسی منہ سے دھویا نہیں جا سکتا سوائے اس کے کہ آپ کا خون کا انتقام لینے کے لیے حضرت کے قاتلوں کو قتل کریں یا ہم بھی قتل ہو جائیں۔

پس انہوں نے پانچ افراد کو انتخاب کیا اور انہیں اپنا امیر بنایا اور وہ پانچ افراد سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ فزاری، عبداللہ بن سعید بن نفیل ازدی، عبداللہ وال تمیمی، اور رفاعہ بن شداد بجلی تھے، پس انہوں نے لشکر گاہ کو چھوڑا اور انہیں مختار نے اس کام سے منع کیا، لیکن انہوں نے اس کی بات قبول نہ کی اور وہاں سے چل پڑے، یہاں تک کہ عین وردہ میں جا پہنچے جو جزیرہ کے علاقہ کا بہت بڑا شہر ہے اور عبیداللہ بن زیاد جو کہ اس وقت شام میں تھا، تیس ہزار کا شامی لشکر لے کر حصین بن نمیر اور شراحیل بن ذی الکلاح حمیری کی ہمراہی و ہمدستی سے جنگ کرنے کے لیے شام سے چل پڑا، عین وردہ میں ان کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ ہوئی اور سلیمان بن صرد نے جوانمردی دکھائی اور ابن زیاد کے لشکر میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا، بالآخر حصین بن نمیر نے اسے تیر مار کر شہید کر دیا۔ اس وقت مسیب نے جو کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر کا پہلے سردار رہ چکا تھا علم لیا اور دشمن کے لشکر پر حملہ کر دیا اور رجز پڑھے، یہاں تک کہ وہ بھی مارا گیا جب شیعوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ ایک ہی دفعہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور انہوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور جنگ میں مشغول ہو گئے اور علم لشکر عبداللہ بن سعید کے پاس تھا، وہ اسی کشمکش میں تھے کہ پانچ سو افراد بصرہ و مدائن کے شیعوں میں سے ان کی مدد کے لیے آن پہنچے تو ان کے دل قوی ہو گئے اور ان کے قدم جم گئے اور انہوں نے سخت جنگ کی اور وہ بار بار یہ کہتے تھے کہ اے ہمارے پالنے والے ہماری کوتاہی کو معاف کر دے پس ہم توبہ کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ انہوں نے اتنی جنگ کی کہ سلیمان بن صرد اور عبداللہ بن سعید تمام رؤساء لشکر سمیت شہید ہو گئے، جو لوگ بچ گئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ شام کے لشکر سے جنگ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے تو وہ شکست کھا کر اپنے شہروں میں جا پہنچے اور

ابن زیاد جب شیعوں کے کام سے فارغ ہوا تو عین وردہ سے اہل عراق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے چل پڑا۔ جب یہ موصل میں پہنچا تو ابراہیم بن مالک اشتر عراق کے لشکر کے ساتھ کوفہ سے مختار کے حکم سے اس سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور عبید اللہ کے لشکر سے جنگ عظیم کی اور بالآخر عراق کو فتح وظفر نصیب ہوئی۔ اور عبید اللہ بن زیاد شرجیل بن ذی الکلاع وابن حوشب ذی ظلیم اور عبد اللہ بن ایاس سلمی کئی ایک بزرگان شام کے ساتھ واصل جہنم ہوئے، ابراہیم ابن زیاد اور دوسرے لشکر کے امیروں کے سر مختار کے پاس لے آیا، اور مختار نے ابن زیاد کا سر حجاز کی طرف بھیجا اور یہ واقعہ ۶۶ ہجری میں ہوا۔

اور مختار کے قاتلین سید الشہداءؑ سے انتقام لینے اور کوفہ پر مسلط ہونے اور حضرتؑ کے قاتلوں کو قتل کرنے مثلاً خولی عمر وسعد وابن زیاد وغیرہ کی داستان طویل ہے اور اس مختصر میں ان کی ذکر کی گنجائش نہیں، خواہشمند حضرات کتاب اخذ الثار تالیف شیخ ابن نما وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔

البتہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد لعین کے نسب کے سلسلہ میں چند باتیں کی جائیں۔

واضح ہو کہ عبید اللہ کا باپ زیاد بن ابیہ زیاد بن امہ زیاد بن عبید زیاد بن سمیہ کے نام سے مشہور ہے اور جب سے معاویہ نے اسے ملحق کرلیا تو زیاد بن ابوسفیان کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور عبید وسمیہ دونوں کسریٰ کے غلام تھے اور کسریٰ نے انہیں ابوالخیر بن عمرو کندی کو جو یمن کے بادشاہوں میں سے تھا یہ بخش دیئے، جب ابوالخیر بیمار ہوا تو طائف کی طرف چلا گیا اور وہاں حارث بن کلدہ عرب کا طبیب رہتا تھا اس نے ابوالخیر کا علاج کیا تو اس نے سمیہ حارث کو بخش دی، سمیہ حارث کے پاس رہی اور اس نے نافع کو جنم دیا۔

حارث نے اسے اپنا بیٹا ہونے سے انکار کر دیا پھر سمیہ نے ابوبکر مشہور صحابی کو اس کے فراش پر جنا پھر حارث نے اس کا اپنے سے انکار کر دیا اور اس کے بیٹا ہونے کا اقرار نہ کیا اور سمیہ کی عبید مذکور سے شادی کر دی، اور یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے شبل بن معبد کے ساتھ (جو سمیہ کی اولاد میں سے تھا) مغیرہ بن شعبہ کے خلاف عمر کے پاس زنا کی گواہی دی تھی، البتہ زیاد نے عمر کے اشارے سے گواہی کو مضطرب بنا دیا اور عمر نے مغیرہ پر حد جاری نہ کی، بلکہ گواہوں پر حد جاری کی اس شرح وبسط کے ساتھ جو اپنے مقام پر لکھی ہوئی ہے۔

اور عقد الفرید سے منقول ہے کہ زنا کار عورتوں کی زمانہ جاہلیت میں عادت یہ تھی کہ انہوں نے جھنڈے نصب کر رکھے تھے تاکہ ان کی شہرت ہو اور زنا کار جوان ان کی تلاش میں آئیں، اور اکثر لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنی کنیزوں اور لونڈیوں کو زنا پر مجبور کرتے تھے تاکہ دنیا فانی اور مال ومتاع زائل حیات دنیا حاصل کریں، جیسا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "ولا تکرھوا امائکم علی البغاء" الخ

"اپنی نوجوان کنیزوں کو زنا پر مجبور نہ کرو"۔

اور مروج الذہب میں ہے کہ یہ سمیہ جھنڈے والی عورتوں میں سے تھی اور حارث بن کلدہ کو مقررہ رقم دیتی تھی اور طائف میں حارۃ البغایا (بدکاروں کی جگہ) نامی محل میں اس کا مکان تھا ایک دن ابوسفیان ابومریم سلولی شرابی کے پاس گیا اور شراب پی کر

مست ہوا اور اس سے کسی زنا کار عورت کا مطالبہ کیا، ابو مریم نے کہا کہ سمیہ کے علاوہ تو کوئی نہیں ابو سفیان نے کہا کہ اسی کو لے آؤ اگرچہ اس کی بغلوں سے بدبو آتی ہے اور اس کے پستان بھی بڑے ہیں۔

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سفیان نے اس سے پہلے بھی اسے دیکھا ہوا تھا، فارغ ہونے کے بعد ابو مریم نے پوچھا کیسی تھی، ابو سفیان نے جواب دیا، اگر اس کے پستانوں کا ڈھیلا پن اور بدبو نہ ہوتی تو کوئی عیب نہیں۔

خلاصہ یہ کہ سمیہ نے زیاد کو ہجرت کے پہلے سال عبید کے فراش پر جنا اور وہ زیاد بن عبید، ابن امہ، ابن ابیہ، اور ابن سمیہ کے نام سے مشہور ہوا اور جب کچھ سمجھ دار ہوا تو ابو موسیٰ اشعری کا منشی ہو گیا اور عمر نے کوئی کام اس کے ذمہ لگایا تو یہ اسے عمدہ طریقہ پر بجالایا اور ایک دن مسجد میں آیا اور اس نے خطبہ پڑھا جو تعجب آور تھا، عمرو عاص نے کہا اگر یہ نوجوان قریشی ہوتا تو ریاست کے لائق تھا، ابو سفیان کہنے لگا خدا کی قسم میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جس نے اسے اس کے ماں کے رحم میں رکھا ہے، اس سے کہنے لگے وہ کون ہے ابو سفیان نے کہا کہ میں ہوں۔

یہاں تک کہ امیر المومنین علیہ السلام تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے چونکہ ظاہراً زیاد نے کوئی ناشائستہ اور برا کام نہیں کیا تھا ابھی تک اور کفایت وزیرکی میں بھی ممتاز تھا، لہذا آنجناب کی طرف سے حدود فارس کا حکمران ہوا اور معاویہ نے جتنا اسے دھوکہ فریب دینا چاہا نہ دے سکا، اور زیاد نے معاویہ کے اسے خط لکھنے کے بعد خطبہ پڑھا اور کہنے لگا "اتعجب من ابن اكلة الا كباد وراس النفاق يخوفني اياي"۔ کیا تجھے تعجب نہیں آتا جگر خوارہ کے بیٹے اور نفاق کے سر کہ وہ مجھے ڈراتا ہے کہ وہ مجھے نفاق پہنچانے کا قصد کرے اور اس خطبہ میں اس نے امیر المومنین علیہ السلام کی تعریف بلیغ کی۔ اور آنجناب نے بھی اسے ایک حکم نامہ لکھا اور اسے معاویہ کے مکر و فریب سے ڈرایا اور زیاد اسی حالت پر رہا یہاں تک کہ امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کا زمانہ ختم ہوا تو اس وقت معاویہ نے شیطانی دریچہ کھولا اور خباثت فطرت اور پستی ولادت نے مدد کی اور مغیرہ بن شعبہ کے تعاون سے کہ جو ناصبیت کی کان اور نفاق کی چوٹی تھا زیاد کو دھوکہ دیا اور اس کے ابو سفیان کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور اسے اپنا بھائی قرار دیا اور زیاد نے محبت دنیا اور جاہ و منزلت کے جھکاؤ کی وجہ سے اپنے حرامزادہ ہونے اور معاویہ کا بھائی اور ابو سفیان کا بیٹا ہونے کے اقرار کو اپنے لیے پسند کیا اور اس کے مادری بھائی ابو بکرہ نے قسم کھائی کہ وہ اس کے بعد اس سے کبھی کلام نہیں کرے گا، کیونکہ اس نے سمیہ کے زنا کو ثابت کیا اور ابو بکرہ کے نسب کو بھی مقدوح و معیوب بنادیا اور جب دونوں طرف کی رائے پکی ہو گئی تو معاویہ نے اپنی بہن جویرہ کو زیاد کے پاس بھیجا اور اس نے زیاد کو اپنے سر کے بال دکھائے اور کہنے لگی کہ تو میرا بھائی ہے جیسا کہ ابو مریم نے مجھے خبر دی ہے۔

پھر مسجد میں دربار لگا اور معاویہ منبر کے اوپر بیٹھا اور زیاد کو اپنے سے نیچے والی منبر کی سیڑھی پر بٹھایا اس وقت ابو مریم سلولی (جو پہلے طائف میں شراب کا کاروبار کرتا تھا اور آخر میں معاویہ کے اصحاب میں داخل ہوا) کھڑا ہو گیا اور اس نے گواہی دی، کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ ابو سفیان شہر طائف میں میرے پاس آیا اور میں زمانہ جاہلیت میں شراب بیچتا تھا تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ کوئی زنا کار عورت میرے پاس لے آؤ میں نے کہا کوئی زنا کار عورت حارث بن کلدہ کی لونڈی سمیہ کے علاوہ مجھے نہیں مل رہی تو وہ

کہنے لگا باوجود یکہ وہ گندی اور بدبودار ہے اسے لے آؤ۔

زیاد کہنے لگا اے ابومریم آرام سے بیٹھ تجھے انہوں نے گواہی کے لیے بلایا ہے گالیاں دینے کے لیے نہیں، ابو مریم کہنے لگا کہ اگر یہ مجھے معاف کرتے اور یہ گواہی طلب نہ کرتے تو میرے لیے بہتر تھا، لیکن میں نے تو شہادت نہیں دی، مگر اس چیز کی جو میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے اور خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ ابوسفیان نے سمیہ کے پیراہن کی آستین کو پکڑا اور دروازہ بند کیا اور میں حیران و پریشان بیٹھا تھا کہ وہ باہر آیا اور وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہا تھا، تو میں نے کہا ہاں اے ابوسفیان کیسی تھی۔

ابوسفیان کہنے لگا میں نے ایسی عورت نہیں دیکھی، اگر اس کے پستانوں کا ڈھیلہ پن اور منہ کی بدبو نہ ہوتی اور تاریخ کامل کی روایت کے مطابق ابومریم نے کہا کہ سمیہ ابوسفیان کے پاس سے اس طرح نکلی کہ ایڑیوں سے منی قطرے گر رہے تھے۔

خلاصہ یہ کہ معاویہ نے زیاد کو اسی گواہی کی بناء پر اپنا بھائی بنالیا تو ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے معاویہ رسول خداؐ نے حکم دیا اور فرمایا "الولد للفراش وللعاهر الحجر" بچہ صاحب فراش کا ہے اور زناکار کے لیے پتھر ہے اور تو نے کتاب خدا کی مخالفت اور سنت رسولؐ سے منہ موڑتے ہوئے اور ابومریم کی ابوسفیان کے لیے شہادت دینے کی وجہ سے یہ حکم لگایا ہے کہ بچہ زناکار ہے اور صاحب الفراش کے لیے پتھر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ "یہ ایسا ننگ و عار ہے جو کسی پانی سے دھویا نہیں جاسکتا اور ایسا طعنہ اور عیب ہے کہ جس کا جواب کسی کتاب میں نہیں اور اس زمانہ کے شعراء نے اپنے اشعار میں نزدیک و دور سے معاویہ اور زیاد کی طرف مطاعن عظیم متوجہ کئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ عرب کے مکار و حیلہ باز چار شخص تھے۔ معاویہ، عمرو عاص، زیاد اور مغیرہ بن شعبہ، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

من العرب العرباء قد عد اربع!
دهاته فما يوتى لهم بشبيه
معاويه ،عمرو بن عاص،مغيره
زياد هوالمعروف بابن ابيه

اہل عرب میں سے چار بلا کے شخص گنے گئے ہیں کہ جن کی (مکاری کی) کوئی نظیر و شبیہ نہیں، معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ اور زیاد کہ جو اپنے باپ کے بیٹا کے نام سے مشہور ہوا۔ اور یہ چاروں کے چاروں حرامزادے اور عداوت و دشمنی امیر المومنین علیہ السلام پر متفق تھے، خلاصہ یہ کہ زیاد وہ شخص ہے کہ جس نے بصرہ اور کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے شیعوں کو گرفتار کیا انہیں شہید کیا، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر انہیں نابینا کیا، کیونکہ خود یہ ملعون پہلے شیعوں میں شمار ہوتا تھا اور ان میں سے مشہور و معروف لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اسلام میں قتل صبر (باندھ کر قتل کرنا) کی بنیاد ڈالی اور عبدالرحمن بن حسان کو امیر المومنین علیہ السلام کی محبت میں ابن خلدون اور ابن اثیر کی روایت کے مطابق زندہ درگور کیا اور یہ پہلا شخص ہے کہ جس

نے عراق (بصرہ و کوفہ) کا گورنر ہوا اور پہلا شخص ہے کہ جس نے عراق میں امیر المومنین علیہ السلام پر سب وشتم کی بنیاد رکھی اور اس کو رواج دیا اور بعض علماء کا گمان ہے کہ نہج البلاغہ کی یہ عبارت کہ جس میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''عنقریب تم پر غلبہ حاصل کرے گا وہ شخص جو چوڑے حلقوم والا اور بڑے پیٹ والا ہے جو کچھ اس کو ملے گا یا نہ ملے گا وہ اسے کھائے گا، پس اس کو قتل کر دینا اور تم ہرگز اسے قتل نہیں کرو گے، خبردار اور وہ تمہیں مجھے سب وشتم کرنے اور مجھ سے برائت و بیزاری اختیار کرنے کا حکم دے گا''۔ یہ اشارہ زیاد کی طرف ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کلام سے آپ کا اشارہ معاویہ کی طرف ہے، بہرحال زیاد کی بدعتیں اور فتنہ وفساد اسلام میں اس سے زیادہ ہیں کہ ذکر کئے جائیں۔

ابن ابی الحدید بیان کرتا ہے کہ زیاد نے چاہا کہ اہل کوفہ کے سامنے علی علیہ السلام پر تبراء کرنے اور معاذ اللہ آپ پر لعنت کرنے کا منصوبہ پیش کرے اور جو قبول نہ کرے تو اسے قتل کر دے اور اس کا گھر ویران کر دے تو خداوند عالم نے اسے مہلت نہ دی اور وہ اسی دن طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوا اور تین دن کے بعد جہنم واصل ہوا اور یہ واقعہ معاویہ کے زمانہ کا ہے۔

اور مروج الذہب کی روایت کے مطابق ۵۳ ہجری کا ہے اور ابن ابی الحدید کے کلام کی تائید کرتا ہے، نقاد والرقبہ کا واقعہ جو مروج الذہب اور امالی ابن الشیخ میں ہے یہ تو تھے عبید اللہ کے باپ زیاد کے حالات باقی رہے، خود ابن زیاد اور اس کی ماں کے حالات تو معلوم ہونا چاہیے کہ ابن زیاد کی ماں کا نام مرجانہ تھا اور وہ مشہور بدکار عورتوں میں سے تھی اور اشعار میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے، جیسا کہ سراقہ باہلی کہتا ہے ''لعن حیث حل زیاداً وابنہ العجوز ذات البعول'' خدا لعنت کرے جہاں اتارے زیاد کو اور اس کے بیٹے کو اور کئی شوہروں والی بڑھیا کو، اور شوہروں والی بڑھیا سے مراد مرجانہ لی گئی۔ اور عبید اللہ ۲۸ ہجری یا ۲۹ ہجری میں پیدا ہوا اور ۶۰ ہجری میں جب کہ یہ بتیس سالہ تھا عراقین (کوفہ و بصرہ) کا گورنر ہوا اور ۶۱ ہجری میں اس نے سید الشہداءؑ کو شہید کرایا اور ۳۹ سال عمر میں ابراہیم بن اشتر کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوا اور عجائبات میں سے یہ بات ہے کہ اس کے قتل کا دن بھی عاشورہ محرم تھا اور جب مختار نے اس ملعون کا منحوس سر حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے لیے بھیجا تو اس ملعون کا سر حضرتؑ کی خدمت میں اس وقت لے گئے جب آپؑ کھانا تناول فرما رہے تھے تو آپ سجدہ شکر بجالائے اور فرمایا کہ ہمیں جس دن ابن زیاد کے پاس لے گئے تو یہ ملعون کھانا کھا رہا تھا تو میں نے اپنے خدا سے یہ دعا کی کہ میں اس وقت تک دنیا سے نہ جاؤں جب تک میں اس کے سر کو اپنے دستر خوان کی محفل میں نہ دیکھ لوں جیسا کہ میرے والد بزرگوار کا سر اس کے سامنے تھا اور یہ کھانا کھا رہا تھا، خدا مختار کو جزائے خیر دے کہ اس نے ہمارا انتقام لیا اور آپؑ نے اپنے سب اصحاب سے فرمایا کہ تم سب شکر خدا ادا کرو۔

منقول ہے کہ حضرتؑ کی بارگاہ میں ایک نے عرض کیا کہ آج ہمارے کھانے میں حلوہ اور میٹھی چیز کیوں نہیں ہے آپؑ نے فرمایا آج ہماری عورتیں خوشی ومسرت میں مشغول تھیں اور پھر کون سا حلوہ زیادہ میٹھا ہے، ہمارے دشمنوں کے سروں کی طرف دیکھنے سے اور یہاں سے مختار کی حالت بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس نے کس طرح امامؑ کے قلب مبارک اور دل ناشاد کو خوش کیا، بلکہ اس نے دلجوئی کی اور خوش کیا، شکستہ دلوں مظلوموں اور مصیبت زدوں اور آل محمدؑ کی بیوہ خواتین اور یتیم بچوں کے دلوں کو کہ جو پانچ سال تک

سوگواری اور مراسم عزاداری کو قائم کئے ہوئے تھے، جیسا کہ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد بنی ہاشم کی کسی خاتون نے آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا اور خضاب مہندی نہیں لگائی اور بنی ہاشم کے باورچی خانوں سے دھواں بلند نہیں ہوا، یہاں تک کہ پانچ سال کے بعد عبیداللہ بن زیاد مارا گیا۔

اور ۶۵ رہجری اور ایک قول ہے کہ ۶۴ رہجری میں بصرہ میں طاعون کی بیماری پھیلی اور چار دن اس بلائے عظیم اور مصیبت کبریٰ نے بصرہ کو زیر و زبر کر دیا، پہلے دن ستر ہزار دوسرے دن اکہتر ہزار تیسرے دن تہتر ہزار لوگ ہلاک ہو گئے اور چوتھے دن تھوڑے سے افراد کے علاوہ سب لوگ زندگی سے بہرہ ور نہ ہو سکے، کوئی شخص مرنے والوں کو کفن دفن نہیں کر سکتا تھا، بلکہ گھروں کے دروازے مردوں پر بند کر دیئے تھے اور جن کا شمار زندوں میں تھا وہ بھی تندرست نہ تھے اور خستہ حالی میں جی رہے تھے۔

اور ۶۷ رہجری میں مصعب بن زبیر اپنے بھائی کی طرف سے مختار سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور مقام حروراء میں جو کہ کوفہ کی ایک بستی ہے، مصعب اور مختار کے درمیان سخت جنگ ہوئی اور بہت سے لوگ مارے گئے، اور مختار کو شکست ہوئی اور وہ کوفہ کے قصر الامارہ میں بہت سے لوگوں کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا، لیکن ہر روز مصعب سے جنگ کرنے کے لیے باہر آتا تھا، یہاں تک کہ ایک دن قصر الامارہ سے اس طرح نکلا نہ وہ ایک عمدہ خچر پر سوار تھا تو عبدالرحمن بن اسد حنفی نے مختار پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر تن سے جدا کر لیا اور یہ واقعہ چودہ رمضان ۶۷ رہجری میں ہوا پس مصعب نے دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ مختار کے ساتھیوں پر معاملہ سخت ہو گیا، بالآخر انہوں نے امان چاہی، مصعب نے انہیں امان دی اور جب ان پر غلبہ حاصل کر لیا تو انہیں قتل کر دیا۔

پس کوفہ پر مصعب کا تسلط ہو گیا اور وہ قصر الامارہ میں داخل ہوا اور مختار کے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگا، جو کوئی اسے ملا، اسے قتل کر دیا اور جو لوگ مختار کے لشکر کے مصعب نے قتل کئے، ان کی تعداد سات ہزار شمار کی گئی ہے، اس وقت مصعب نے مختار کے اہل خانہ کو بلا بھیجا اور حکم دیا کہ مختار پر تبرا کریں اور اس پر لعنت بھیجیں ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

سب نے تبرا کیا سوائے مختار کی دو بیویوں کے کہ جن میں سے ایک سمرہ بن جندب کی بیٹی تھی اور دوسری نعمان بن بشیر انصاری کی بیٹی تھی، وہ کہنے لگیں کہ ہم کس طرح اس شخص سے بیزاری اختیار کریں کہ جو کہتا تھا کہ میرا رب خدا ہے اور جو رات کو عبادت کرتا اور دن کو روزے رکھتا تھا اور جس نے خدا اور رسولؐ کی راہ میں اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے بدلہ لینے میں اپنی جان قربان کی اور انہیں قتل کر کے دلوں کو شفا بخشی۔

مصعب نے ان دونوں عورتوں کا معاملہ اپنے بھائی عبداللہ کو لکھا، جواب آیا کہ یا تو وہ مختار پر تبرا کریں ورنہ انہیں قتل کر دو، مصعب نے انہیں تلوار کے سامنے کھڑا کیا تو سمرہ کی بیٹی نے مختار پر یہ کہہ کر لعنت کی کہ اگر مجھے تلوار کے ذریعہ کفر کی طرف بلاؤ تو میں اسے قبول کروں گی، لہذا میں گواہی دیتی ہوں کہ مختار کافر تھا، البتہ نعمان کی بیٹی نے لعنت کرنے سے انکار کر دیا، اور کہنے لگی میں شہادت کو اختیار کرتی ہوں، پس اسے شہید کر دیا گیا۔

خلاصہ یہ کہ مصعب کوفہ کو اپنے تصرف میں لایا اور پے در پے لشکر جمع کرنے لگا یہاں تک کہ ۷۲ رہجری میں اس نے بہت

سے لشکر جمع کر لیے اور عبدالملک بن مروان کے مقابلہ کے لیے شام کی طرف روانہ ہوا اور عبدالملک بھی لشکر عظیم کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو کر چل پڑا اور چلتا رہا یہاں تک مسکن کے علاقہ میں جو کہ ایک جگہ ہے نہر (جیل کے کنارے شہر بلد کے قریب جو کہ سامرہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے) دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا، گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ابراہیم بن اشتر جو کہ مصعب کے لشکر میں مارا گیا اور اس کا سر ثابت بن یزید حصین بن نمیر کے غلام نے جدا کیا اور ابراہیم کا بدن اٹھا کر عبدالملک کے پاس لے گئے، پس حصین کے غلام نے لکڑیاں جمع کیں اور ابراہیمؒ کے بدن کو جلا دیا۔

اور مسلم بن عمرو باہلی بھی مصعب کے لشکر میں تھا، زخموں کی کثرت کی وجہ سے وہ بھی مر گیا اور مصعب کو بھی کافی زخم لگے تھے، یہاں تک کہ اس کی طاقت و توانائی جواب دے گئی اور عبداللہ بن زیاد بن ظبیان نے اس پر ضرب لگائی اور اسے قتل کر دیا اور اس کا سر عبدالملک کے پاس لے گیا، عبدالملک نے سر سجدہ میں رکھا اور خدا کا شکر بجالایا اور عیسٰی مصعب کا بیٹا بھی اسی جنگ میں مارا گیا، اور یہ واقعہ منگل کے دن تیرہ جمادی الاول ۷۲ ہجری میں وقوع پذیر ہوا، پس عبدالملک کے حکم سے مصعب اور اس کے بیٹے کا بدن جاثلیق کے دیر (گرجے) میں دفن کر دیا گیا اور مصعب صاحب جمال و ہیبت، کمال شخص تھا اور جناب سکینہ بنت الحسین اس کی زوجہ تھیں۔

(مترجم کہتا ہے کہ جناب سکینہ کی مصعب سے شادی کا افسانہ بھی انہیں خرافات کی ایک جز ہے کہ جو بنات رسولؐ اور عقد اُم کلثوم کے سلسلہ میں گھڑے گئے ہیں تاکہ خاندان عصمت و طہارت پر کچھ نہ کچھ دھبہ لگایا جا سکے)۔

ہمارے محدثین نے بھی بعض اوقات سنی تاریخوں سے من وعن بغیر کسی تنقید کے بعض ایسی چیزیں نقل کر دی ہیں لیکن جب انہیں درایت کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، وہ شہزادی کہ جس کے متعلق جناب سید الشہداء فرمائیں کہ وہ گھر مجھے پسند نہیں جس میں سکینہ و رباب نہ ہوں اور جسے منتخب شدہ خاتون قرار دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی شادی ایک دشمن اہل بیتؑ سے ہو یہ چیزیں بنی امیہ اور بنی عباس اور ان کے تنخواہ خوار مورخین کی ایجاد ہیں، ورنہ یہ تصور ہی ممکن نہیں کہ خاندان عصمت کی کسی خاتون کی شادی کسی دشمن اہل بیتؑ سے ہو، اور خطیب نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے کہ مصعب کی قبر ابراہیم کی قبر کے ساتھ مسکن میں ہے، فقیر کہتا ہے کہ ابراہیم کی قبر جو کہ اس کے بقیہ اعضاء کا مدفن یا اس کے قتل کی جگہ ہے، مسکن کے علاقہ میں سامرہ کے راستہ میں مشہور و معروف ہے۔

خلاصہ یہ کہ عبدالملک نے مصعب کو قتل کرنے کے بعد اہل عراق کو اپنی بیعت کی دعوت دی، لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو وہ کوفہ کی طرف گیا اور اس نے کوفہ کو تسخیر کر لیا اور دارالامارہ میں داخل ہوا اور تخت سلطنت پر تکیہ لگا کر بیٹھا اور مصعب کا سر اس کے سامنے رکھا تھا وہ انتہائی فرح و انبساط میں تھا کہ اچانک حاضرین میں سے ایک شخص کا بدن لرزنے لگا کہ جسے عبدالملک بن عمیر کہتے تھے اور کہنے لگا امیر کے لیے سلامتی ہو میرے دل میں ایک عجیب واقعہ اس قصر الامارہ کے متعلق ہے اور وہ اس طرح ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ اسی جگہ موجود تھا میں نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کا سر اس کے پاس لے آئے اور اس کے پاس رکھا گیا، کچھ مدت کے بعد جب مختار نے کوفہ کو تسخیر کیا تو میں اس کے ساتھ اسی جگہ بیٹھا تھا اور میں نے ابن زیاد کا سر اس کے پاس رکھا ہوا دیکھا، مختار

کے بعد مصعب کے ساتھ کہ جس کا یہ سر ہے میں اسی جگہ میں تھا کہ مختار کے سر کو اس کے پاس رکھا گیا، اور اب امیر کے ساتھ اسی جگہ موجود ہوں اور مصعب کے سر کو اس کے پاس دیکھ رہا ہوں، اور میں امیر کو اس جگہ کے سر سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں، جب عبدالملک نے یہ بات سنی تو وہ لرز گیا اور حکم دیا کہ قصر الامارہ کو خراب کر دیا جائے اور اس واقعہ کو بعض شعراء نے نظم کیا ہے اور کیا ہی عمدہ کیا ہے۔

نظم

یک سرہ مردے زعرب ہوشمند
گفت بعبد الملک ازروئے پند
روئے ہمیں مسند وایں تکیہ گاہ
زیر ہمیں قبہ وایں بارگاہ!
بودم و دیدم برابن زیاد!
آہ چہ دیدم کہ دو چشم نگاہ!
تازہ سرے چوں سپر آسمان
طلعت خورشید زرویش نہاں
بعد زچندے سرآں خیرہ سر
بد بر مختار بروئے سپر!
بعد کہ مصعب سروسردار شد
دست کش اور سر مختار شد!
ایں سر مصعب بہ تقاضائے کار
تاچہ کند باتو دگر روز کار!

خلاصہ یہ کہ عبدالملک جب کوفہ کو تسخیر کر چکا اور اس کے رہنے والوں کو اپنی بیعت واطاعت میں داخل کر چکا تو بشر بن مروان اپنے بھائی کو روح بن زنباع جذامی اور کچھ دوسرے اہل شام کے صاحب رائے لوگوں کے ساتھ کوفہ میں اور حجاج یوسف بن عقیل ثقفی کو (جو کہ بیباک اور سفاک شخص تھا) عبداللہ بن زبیر کے قتل کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ کیا اور خود باقی لشکر کے ساتھ شام کی طرف چلا گیا اور حجاج اپنے لشکروں کے ساتھ حجاز کی طرف چلا گیا، کچھ دن طائف میں رہ کر مکہ میں وارد ہوا اور اس نے بھی حصین بن نمیر کی طرح ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور منجنیق کوہ ابوقبیس پر نصب کی اور پچاس دن یا ایک قول کی بناء پر چار مہینے تک محاصرہ کی مدت نے طول کھینچا

یہاں تک کہ انہوں نے عبداللہ بن زبیر پر کامیابی حاصل کی اور پتھر مار مار کر اسے گرا لیا اور اس کا سر قلم کر لیا، حجاج نے اس کا سر عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور اس کا بدن الٹا کر کے سولی پر لٹکا دیا، اور کہنے لگا کہ میں اس کو سولی سے نہیں اتاروں گا جب تک عبداللہ کی ماں اسماء ابوبکر کی بیٹی نے اس کی سفارش نہ کی۔

اور منقول ہے کہ ایک سال تک اس کی لاش سولی پر لٹکی رہی اور ایک پرندہ نے اس کے سینہ پر آشیانہ بنا لیا تھا، جب اس کی ماں اسماء کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو کہنے لگی، ابھی تک وقت نہیں آیا کہ اس سوار کو اس کی سواری سے اتاریں تو اس کو سولی سے اتار کر یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا اور عبداللہ قوت و شجاعت میں ممتاز تھا اور اس کا قتل منگل کے دن چودہ جمادی الثانی ۷۳ ہجری میں واقع ہوا اور اس کی حکومت و امارت کی مدت نو سال اور دس راتیں تھی، اور امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اخبار غیبیہ میں اس کے انجام کار کے متعلق اشارہ فرمایا جہاں فرماتے ہیں "خب ضب یروم امراً لا یدرکہ ینصب حبالۃ الدین لا صطیاد الدنیا وھو بعد" مصلوب ناامید ہوگا وہ سوسمار جو ارادہ کرے گا امر حکومت کو لینے کا کہ جسے وہ دین کا جال لگا کر دنیا کو شکار کرنے کے لیے حاصل نہیں کر سکے گا اور وہ قریش کا سولی پر لٹکایا ہوا شخص ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا کہ غزوہ بن زبیر عبداللہ سے معترض نہ ہونا اور یہ بھی حجاج کو لکھا کہ خانہ کعبہ کی عبداللہ نے تعمیر کی تھی اسے گرا کر اسی طریقہ پر بنائے کہ جیسے قریش نے بنائی تھی، اور رسول خداؐ کے زمانہ میں تھی اور خانہ کعبہ کا ایک ہی دروازہ قرار دے، حجاج نے ویسا ہی کیا جس طرح عبدالملک نے اسے کہا تھا اور حجاج کے عبدالملک کے زمانہ میں اہل عراق کے قتل کرنے اور بصرہ پر خوارج کے غلبہ اور ابن اشعث کے فتنہ کے وقت خونریزی کرنے کی تفصیلات کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے، لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمال کے ساتھ حجاج کے حالات ذکر کیے جائیں۔

معلوم ہے کہ حجاج کا باپ یوسف بن عقیل ہے اور وہ بنی ثقیف کے گروہ میں سے تھا اور حجاج کی ماں کا نام فارعہ تھا اور قبل اس کے فارعہ کی شادی یوسف سے ہوئی یہ حارث بن کلدہ مشہور طبیب کے گھر میں تھی، ایک دن صبح سویرے حارث اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ اپنے دانتوں میں خلال کر رہی ہے اس نے اس طلاق دے دی، فارعہ نے کہا کہ تو نے مجھے کس بناء پر طلاق دی ہے وہ کہنے لگا کہ اس لیے کہ تو صبح سویرے خلال کر رہی تھی، کیونکہ اس وقت خلال کرنا یا تو اس لیے تھا کہ تو نے اسی وقت کھانا کھایا ہے یا تو پیٹو اور حریص عورت ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کو کھانا کھانے کے بعد تو نے خلال نہیں کیا اور اس کے ذرات تیرے دانتوں کی جڑوں میں صبح تک باقی رہ گئے ہیں کہ جن کی وجہ سے تو اب خلال کر رہی ہے، پس ہر حالت میں تو گندی اور کثیف عورت ہے اور میں کسی حالت میں بھی ایسی عورت کو نہیں چاہتا تو وہ کہنے لگی اب دو وجہ میں سے کوئی بھی نہیں تھی، بلکہ میں نے اس لیے خلال کیا ہے کہ مسواک کے جو ذرات دانتوں کی جڑوں میں رہ گئے ہیں وہ باہر آجائیں۔

خلاصہ یہ کہ حارث کے بعد فارعہ یوسف بن عقیل کی بیوی ہوئی اور اس کے گھر میں اس نے حجاج کو جنم دیا، اور جب حجاج پیدا ہوا تو اس کی دبر کا سوراخ نہیں تھا، لہذا مجبوراً اس کی دبر کی جگہ پر سوراخ کیا گیا اور وہ ماں کے پستان کو قبول نہیں کرتا تھا تو اس کے

معاملہ میں حیران ہوئے کہ کیا کرنا چاہیے۔

کہا گیا کہ شیطان حارث بن کلدہ کی شکل میں آیا ہے اور اس نے اس کے علاج کے لیے دستور العمل تجویز کیا اور کہا کہ سیاہ رنگ کی بکری ذبح کی جائے اور اس کا خون حجاج کے منہ کو لگاؤ، اس نے اس خون کو اپنی زبان سے چاٹ لیا، دوسرے دن بھی ایسا ہی کرنا، جب تیسرا دن ہوا تو بکرے کا سیاہ بچہ ذبح کرو اور اس کا خون اس کے منہ سے لگاؤ اس کے بعد سیاہ رنگ کا سانپ مار کر اس کا خون اس کے منہ میں ڈالو، اور اس کے منہ پر بھی ملو، جب ایسا کرو گے تو چوتھے دن یہ ماں کا دودھ قبول کرے گا۔

انہوں نے اس دستور کے مطابق عمل کیا تو اس نے چوتھے دن پستان قبول کر لیا، اسی بناء پر حجاج خونخوار ہوا اور وہ خونریزی سے صبر نہیں کر سکتا تھا اور وہ کہتا تھا مجھے زیادہ لذت خون بہانے میں آتی ہے اور اس کے قتل شدہ لوگوں کی تعداد علاوہ ان کے جو جنگوں اور لشکروں کے ذریعہ قتل ہوئے ایک لاکھ بیس ہزار شمار کی گئی ہے اور جس وقت یہ ملعون ہلاک ہوا ہے تو اس کے قید خانے میں پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں تھیں کہ جن میں سے سولہ ہزار برہنہ تھیں اور عورت و مرد کو ایک ہی جگہ قید کرتا اور اس کے قید خانے کی چھت نہیں ہوتی تھی۔

روایت ہوئی ہے کہ جمعہ کے دن وہ لعین سوار ہو کر نماز جمعہ کے لیے جا رہا تھا کہ چیخ و پکار کی آواز اس نے سنی، پوچھنے لگا کہ شور و غل کیسا ہے، اسے لوگوں نے بتایا کہ یہ ان لوگوں کی آوازیں ہیں جو تیری قید میں ہیں وہ بھوک اور سختی کی وجہ سے چیخ و پکار کر رہے ہیں، حجاج خبیث ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا "اخسوا فیھا و لا تکلمون" دفع ہو جاؤ اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔ اس جمعہ کے بعد خدا نے اسے مہلت نہ دی اور وہ دوسرے جمعہ کی نماز نہ پڑھ سکا اور جہنم واصل ہو گیا، اور کتاب اخبار الدول میں ہے کہ علماء اہل سنت نے حجاج کی اسی فقرے کی وجہ سے تکفیر کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ حجاج کے مرنے کے بعد اس کے قید خانے میں تینتیس ہزار افراد ملے جو بغیر کسی استحقاق اور وجہ کے قید تھے جنہیں ولید بن عبدالملک نے رہا کر دیا۔

اور شعبی سے منقول ہے کہ اس نے کہا اگر ہر امت اپنا خبیث اور فاسق و فاجر لے کر نکلے اور ہم ان کے مقابلہ میں حجاج کو لے آئیں تو بے شک ہم سب پر زیادہ اور غالب ہو جائیں گے، منقول ہے کہ ایک دفعہ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ آل ابو طالب میں سے کسی کو قتل نہ کرنا، کیونکہ آل حرب نے جب آل ابو طالب کا خون بہایا تو انہیں موت نے آگھیرا اور ان کی حکومت ختم ہو گئی، لہذا حجاج نے امیر المومنین کے شیعہ اور آپ کے خواص میں سے بہت سے افراد کو شہید کیا اور کمیل بن زیاد نخعی اور حضرت کے غلام قنبر کو اسی نے شہید کیا اور عبدالرحمن بن ابو لیلیٰ انصاری کو اس نے اتنے تازیانے لگائے کہ اس کے کندھے سیاہ ہو گئے اور اس کو حکم دیا کہ امیر المومنین علیہ السلام کو سب و شتم کرے، اس نے سب و شتم کے مقابلہ میں آپ کے مناقب و فضائل بیان کیے تو حجاج نے اسے شہید کرنے کا حکم دے دیا۔

اور یحییٰ بن ام الطویل کے بھی جو کہ شیعہ اور سید سجاد کے حواریوں میں سے تھا ہاتھ پاؤں کاٹے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا اور جس کو سب سے آخر میں اس نے قتل کیا وہ سعید بن جبیر تھا اور سعید کے شہید ہو جانے کے بعد پندرہ راتیں گزری تھیں کہ مرض اکلہ اس

کے پیٹ میں پیدا ہوا اور وہی اس کی ہلاکت کا سبب ہوا۔ سعید کی شہادت اور حجاج کی ہلاکت ولید کی حکومت کے زمانہ میں ۹۵ ہجری کو شہر واسط میں ہوئی، جیسا کہ بعد میں اس کا بیان آئے گا، اس کی منحوس زندگی چون (۵۴) سال تھی کہ جن میں سے بیس سال اس نے گورنری و امارت کی۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے بارہا اپنے خطبوں میں اہل کوفہ کو اس کی امارت اور خونریزی کی خبر دی تھی، جب کہ حجاج ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا، چنانچہ اپنے ایک خطبہ میں اہل کوفہ کی دھوکہ بازی بیان کرنے کے بعد اپنے درد دل کو ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اے اہل کوفہ تمہاری مثال اُم مجالد ایسی ہے جو حاملہ ہوئی، پس اس نے اپنا بچہ گرا دیا، پس اس کا شوہر مر گیا تو اس کا رنڈاپا طویل ہوا اور اس کے وارث اس کے دور کے رشتہ دار ہوئے، قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور نفس انسانی کو پیدا کیا، بے شک تمہارے پیچھے کانا زخمی پیٹھ والا ہے جو کسی کو باقی نہیں چھوڑے گا اور اس کے بعد زیادہ دانتوں سے کاٹنے والا زیادہ چیر نے پھاڑنے والا زیادہ جمع کرنے والا و زیادہ روک رکھنے والا ہے، پھر تمہاری وارث و مالک بنی امیہ کی ایسی جماعت ہوگی جن کا آخری پہلے سے زیادہ مہربان نہیں ہوگا سوائے ایک شخص کے اور اللہ کے فیصلہ سے اس امت کا امتحان ضرور ہونے والا ہے وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کریں گے اور تم میں سے پست و رذیل لوگوں کو اپنا غلام بنالیں گے اور تمہارے خزانوں اور ذخیروں کو تمہارے گھروں سے نکال لیں گے یہ عذاب ہے بسبب تمہارے اپنے امور اور اپنے نفوس کی درستی اور دین کی بھلائی کو ضائع کرنے کے اے اہل کوفہ میں تمہیں اس چیز کی جو ہونے والی ہے اس کے ہونے سے پہلے خبر دیتا ہوں تا کہ تم اس سے ڈرو اور اس سے وہ ڈرے جو وعظ و نصیحت اور عبرت حاصل کرتا ہے گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم کہتے ہو کہ علی تو جھوٹ بولتا ہے جیسا کہ قبیلہ قریش نے اپنے نبی اور اپنے سردار کے متعلق کہا تھا، جو رحمت کے نبی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ تھے، پس تم ہلاک ہو جاؤ تو میں کس پر جھوٹ باندھتا ہوں، کیا خدا پر تو میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے اس کی عبادت کی اور اس کی وحدانیت کا اقرار کیا یا رسول اللہ پر تو میں پہلا وہ شخص ہوں جو آپؐ پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی اور ان کی نصرت و مدد کی، ایسا ہرگز نہیں خدا کی قسم، لیکن تمہاری یہ گفتگو تو دھوکہ دہی کے لیے ہے کہ جس سے تم بے پرواہ تھے، قسم ہے اس کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور روح کو پیدا کیا، تمہیں یہ خبر ایک وقت کے بعد معلوم ہوگی۔

نیز مسعودی نے روایت کی ہے کہ جب بسر بن ارطاۃ معاویہ کا کارندہ یمن پر غالب آیا اور اس نے اہل مکہ و مدینہ کی ایک جماعت کو عبیداللہ (عبداللہ) بن عباس کے دو بیٹوں کے ساتھ قتل کیا اور جب یہ خبر امیرالمومنین علیہ السلام کو پہنچی تو آپؑ بہت غمناک ہوئے اور کھڑے ہو گئے اور خطبہ پڑھا، پس آپؑ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجی پھر فرمایا کہ بے شک بسر بن ارطاۃ یمن پر غالب آ گیا ہے، خدا کی قسم میں اس قوم کو دیکھ رہا ہوں کہ یہاں علاقوں میں جو تمہارے ہاتھ میں ہیں غالب آ کر ہی رہے گا، اور ان کا ان کے ہاتھوں میں آنا حق نہیں ہے، لیکن ان کے یہ اطاعت کرنے اور سیدھے رہنے اور تمہارے میری نافرمانی کرنے کی وجہ سے ہے اور ان کے ایک دوسرے کی مدد کرنے اور تمہارے ایک دوسرے کو چھوڑ دینے اور ان کا اپنے شہروں کی اصلاح کرنے اور تمہارے اپنے شہر کو خراب کرنے کی بناء پر ہے اور خدا کی قسم اے اہل کوفہ البتہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میں تمہاری

بچ صرافی کروں جس طرح دس دینار ایک کے بدلے ہوں پھر آپؑ نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا خدایا میں ان سے تنگ آ گیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آ گئے ہیں اور میں نے انہیں تھکا دیا ہے اور انہوں نے مجھے تھکا دیا ہے، پس مجھے ان کے بدلے ان سے بہتر دے اور انہیں میرے بدلے مجھ سے برا دے۔ خدایا ان پر جلدی مسلط فرما ثقفی لڑکے کو جو بڑے دامنوں والا ناز نخروں سے چلنے والا جوان کی سبزی کو کھائے گا اور ان کی پوستین پہنے گا اور ان میں زمانہ جاہلیت کے احکام جاری کرے گا، ان کے اچھے کی اچھائی کو قبول نہیں کرے گا اور برے سے درگزر نہیں کرے گا۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت تک ابھی حجاج پیدا نہیں ہوا تھا اور عبدالملک کے زمانہ حکومت میں حارث اعور کی وفات ہوئی جو امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتا تھا اور مشہور حدیث من یمت یرنی (جو مرے مجھے دیکھتا ہے) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمائی تھی اور ہمارے شیخ بہائی کا نسب حارث تک پہنچتا ہے اور عبدالملک کے زمانہ حکومت میں ۶۷ ہجری یا ۷۲ ہجری میں احنف بن قیس کی بھی وفات ہوئی اور مقام ثویہ میں اسے دفن کیا گیا اور ثویہ ہمارے زمانہ میں نجف اشرف کے باہر مسجد حنانہ کے قریب ایک جگہ ہے اور وہاں اصحاب کی ایک جماعت کی قبریں ہیں اور کمیل بن زیاد کی قبر تو اب بھی وہاں مشہور ہے اور مغیرہ زیاد بن ابیہ اور ابوموسیٰ اشعری بھی وہیں دفن ہیں اور احنف وہی شخص ہے جو حلم و بردباری میں ضرب المثل اور بصرہ کے بڑے لوگوں میں سے اور تابعین کے سرداروں میں سے شمار ہوتا ہے اور چونکہ اس کی داڑھی کے بال نہیں اُگے تھے، اسی لیے اسے سادات الطلس (کھودے میں شمار کرتے تھے اور احنف جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ تھا اور جنگ جمل میں الگ تھلگ رہا تھا اور مصعب کے زمانہ میں اس کے ساتھ کوفہ آیا اور کوفہ میں رہا یہاں تک کہ وہیں وفات پائی اور اس کی معاویہ کے ساتھ کئی حکایات ہیں۔ بالآخر معاویہ نے اس کا دین پچاس ہزار دینار پر خرید لیا، جیسا کہ شیخ کشی وغیرہ نے نقل کیا ہے اور اس سے کلمات حکمت آمیز منقول ہیں اس کے کلمات میں سے یہ جملے بھی ہیں زیادہ ہنسا ہیبت کو زیادہ مزاح کرنا مروت کو ختم کر دیتا ہے اور جو شخص کسی چیز کو لازم پکڑے وہ اس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اور ۶۸ ہجری میں زید بن ارقم خزرجی انصاری نے وفات پائی اور زید اکثر غزوات اور جنگوں میں پیغمبر اکرمؐ کے ہمراہ حاضر تھا اور یہ وہی شخص کہ جس نے رسول اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی سلولی کہتا ہے "لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل" (اگر ہم مدینہ میں پلٹ گئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلیل کو ضرور وہاں سے نکال دے گا) عبداللہ نے صاف انکار کر دیا اور قسم کھائی خداوند عالم نے رسول اکرمؐ کو خبر دی کہ زید سچا ہے اور زید کوفہ میں سکونت پذیر ہو گیا تھا اور زید کی گفتگو جب سر مطہر سید الشہداء ابن زیاد کے پاس لے آئے تھے اور اس ملعون نے حضرتؑ کے لب و دندان پر چھڑی ماری تھی مشہور ہے۔

اور ۶۸ ہجری یا ۶۹ ہجری میں ابوالعباس عبداللہ بن عباس نے بھی طائف میں وفات پائی اور جناب محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور عبداللہ کی عمر اکہتر سال تھی اور امیر المومنین و حسنین علیہما السلام پر رو رو کر ان کی آنکھوں کی بینائی زائل ہو چکی تھی اور امیر المومنین علیہ السلام کی شاگردی اور پیغمبر اسلام کی ان کے حق میں دعا کرنے کی وجہ سے علم فقہ و تفسیر و تاویل میں پورا امتیاز رکھتے

تھے، کیونکہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کے لیے عبداللہ اپنی خالہ میمونہ زوجہ رسول اکرمؐ کے گھر پانی لے کر آئے تو آنحضرتؐ نے ان کے حق میں دعا کی اور عرض کیا "اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل" خدایا اسے دین میں فقیہ بنا اور اسے تاویل کا علم عطا فرما اور ابن عباس کے بیٹے ایک علی ہیں جو خلفاء بنی عباس کے باپ ہیں اور عباس و عبدالرحمن ولبابہ اور عبید اللہ و محمد و فضل ہیں اور ان تین (آخری) بھائیوں کی اولاد نہیں ہیں۔

اور ۶۹ رہجری میں کہا گیا ہے کہ بصرہ میں طاعون کی بیماری پیدا ہوئی اور ابوالاسود وئلی بصرہ کا قاضی اسی سال میں وفات پا گیا۔

اور ۷۰ رہجری میں عبدالملک نے عمرو بن سعید بن العاص اشدق کو قتل کر دیا۔ ۷۰ رہجری ہی میں عاصم بن عمر بن الخطاب عمر بن عبدالعزیز کے نانا نے وفات پائی۔

اور ۷۲ رہجری میں براء بن عازب نے وفات پائی اور ۷۳ رہجری میں عبداللہ بن زبیر مارا گیا۔

اور ۷۴ رہجری میں عبداللہ بن عمر و ابوسعید خدری و سلمہ بن اکوع نے وفات پائی اور ۷۵ رہجری میں شریح قاضی کوفہ نے وفات پائی اور ۷۶ رہجری یا ۷۷ ہجری میں حبہ عرنی نے جو امیر المومنینؑ کے ایک صحابی تھے وفات پائی اور ۷۸ رہجری میں جابر بن عبداللہ صحابی انصاری نے وفات پائی اور اس وقت جابر بن عبداللہ نابینا ہو چکے تھے اور نوے سال سے زیادہ عمر تھی اور رسول اکرم کا سلام امام محمد باقر العلوم کو پہنچایا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی اور وہ حضرتؑ کے چہلم کا دن تھا اور جابر ہمیشہ لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی محبت پر ابھارتے اور بار ہا مدینہ کے گلی کوچوں اور لوگوں کی مجالس سے عبور کرتے اور کہتے تھے "علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر" علی نوع بشر میں سے سب سے بہتر ہیں، پس جو شخص اس کا انکار کرے تو وہ حقیقت میں کافر ہے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اے گروہ انصار اپنی اولاد کو علی علیہ السلام کی محبت کا ادب سکھاؤ، پس جو ان میں سے علی علیہ السلام کی محبت کا انکار کرے تو دیکھو کہ اس کی ماں نے کیا کیا ہے۔

اور معاویہ کے زمانہ میں جابر نے دمشق کا سفر کیا، چاہتے تھے کہ معاویہ کے پاس جائیں، معاویہ نے چند دن تک انہیں حاضری کی اجازت نہ دی، چند دنوں کے بعد جب اجازت ملی تو اس کے پاس گئے تو کہنے لگے اے معاویہ کیا تو نے یہ سنا ہے کہ رسولخدا نے فرمایا کہ جو شخص کسی صاحب فاقہ و حاجت کو محجوب رکھے اور اپنے تک پہنچنے سے روکے تو خداوند عالم اس کے فاقہ و حاجت کے دن اسے محجوب و ممنوع رکھے گا۔

معاویہ غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ بے شک تم بعد میں عنقریب ترجیح سے ملاقات کرو گے، یعنی تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی، پس تم صبر کرنا یہاں تک کہ کوثر کے کنارے میرے پاس پہنچو تو تم نے صبر کیوں نہیں کیا۔

جابر نے کہا کہ تو نے مجھے وہ چیز یاد دلائی ہے جسے میں بھول چکا تھا، یہ کہہ کر معاویہ کے دربار سے باہر نکل آئے اور اپنی

سواری پر سوار ہو کر شام کے علاقہ سے واپس آ گئے، معاویہ نے چھ سو دینار ان کے لیے بھیجے، جابر نے وہ رقم واپس کر دی اور معاویہ کو چند اشعار لکھ بھیجے کہ جن کا پہلا شعر یہ تھا۔ "وانی الاختار القنوع علی الغنی" اور یقیناً میں قناعت کو تونگری پر ترجیح دیتا ہوں، تب معاویہ کے قاصد سے فرمایا کہ اسے کہہ دینا اے جگر کھانے والی کے بیٹے خدا کی قسم تجھے اپنے نامہ اعمال میں کوئی ایسی نیکی نہیں ملے گی جس کا سبب میں بنوں۔

اور ۸۱ ہجری میں محمد بن حنفیہ امیر المومنین علیہ السلام کے فرزند نے وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ ابن زبیر کے فتنہ سے بھاگ کر طائف کی طرف چلے گئے اور وہاں داعی حق کو لبیک کہا اور ان کی عمر ۶۵ سال تھی اور ان کی اولاد حسن و ابو ہاشم و قاسم و ابراہیم ہیں اور قاسم کے نام پر ان کی کنیت تھی اور ہم کتاب منتہی الآمال میں امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد کے باب میں ان کے مختصر حالات لکھ چکے ہیں۔

اور شیخ کشی نے امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ محامدہ یعنی جن کے نام محمد ہیں خدائے عزوجل کی نافرمانی سے انکاری ہیں۔ راوی نے عرض کیا یہ محامدہ کون سے اشخاص ہیں، آپ نے فرمایا محمد بن جعفر محمد بن ابو بکر محمد بن ابو حذیفہ اور محمد بن امیر المومنین علیہ السلام۔

مولف کہتا ہے کہ باقی تین محمد معاویہ کے زمانہ میں شہید ہوئے محمد بن جعفر بن ابی طالب جنگ صفین میں محمد بن ابو بکر مصر میں جیسا کہ شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اور محمد بن ابو حذیفہ معاویہ کے ماموں کے بیٹے تھے اور امیر المومنین علیہ السلام کے انصار و شیعوں میں شمار ہوتے تھے اور مصر کے گورنر تھے، معاویہ نے انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا اور کافی مدت تک اس کی قید میں رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

اور ۸۲ ہجری میں جمیل بن عبداللہ مشہور شاعر نے وفات پائی اور وہ عرب کے عشاق میں سے ایک ہے اس کی محبوبہ بثینہ تھی اس کے عشق میں اس کے اشعار اور اس کے معاشقہ کا اظہار مشہور ہے۔

اور ۸۳ ہجری میں کمیل بن زیاد حجاج کے ہاتھوں میں شہید ہوئے اور اعشی ہمدان بھی حجاج کے حکم سے اسی سال مارا گیا اور اسی سال ابو البختری طائی و عبدالرحمن بن ابولیلیٰ اور زر بن حبیش بھی دنیا سے رخصت ہوئے۔

اور ۸۰ ہجری یا ۸۴ ہجری میں عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب نے مدینہ میں اور ایک قول کی بنا پر مقام ابواء میں وفات پائی اور عبداللہ کثرت جود و سخا کے ساتھ مشہور تھے اور جب ان کا مال و متاع ختم ہو گیا تو جمعہ کے دن مسجد جامع میں خدا سے موت کی خواہش کی اور عرض کیا کہ خدایا تو نے جود و عطاء اور بخشش کی عادت ڈالی تھی اور میں لوگوں میں مال خرچ کرنے کی عادت ڈال چکا ہوں، اب اگر مجھ سے مال دنیا کو منقطع کرنا چاہتا ہے تو مجھے باقی و زندہ نہ رکھ، پس وہ ہفتہ نہ گزرا کہ عبداللہ کی وفات ہو گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

اور ۸۳ ہجری میں حضرت صادق علیہ السلام کی ولادت اور دار الایمان قم شہر کی تعمیر کی ابتدا ہوئی۔

قاضی نور اللہ کتاب مجالس میں فرماتے ہیں کہ شہر قم شہر عظیم و کریم ہے اور ان شہروں میں سے ہے جو ہمیشہ مومنین کا گھر رہے

ہیں اور بہت سے اکابر وافاضل اور شیعہ امامیہ کے مجتہدین نے اس جگہ قیام فرمایا ہے اور اس قسم کے شہر کی نسبت منسوب الیہ کے عقیدہ کی صحت کی قوی ترین دلیل ہے اور کتاب معجم البلدان وغیرہ میں منقول ہے کہ بلدہ طیبہ قم نئے اسلامی شہروں میں سے ہے اور اس کے رہنے والے ہمیشہ شیعہ امامیہ تھے اور اس کی ابتدائے تعمیر ۸۳ ہجری عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ہوئی اور وہ اس طرح ہوا کہ عبدالرحمن بن محمد بن اشعث بن قیس نے (جو کہ حجاج کی طرف سے سیستان کا امیر تھا) حجاج کے خلاف خروج کیا۔ اس کے لشکر میں سترہ افراد عراق کے علماء تابعین میں سے تھے اور جب اشعث کا بیٹا شکست کھا گیا تو وہ لوگ قم کی طرف جا پہنچے اور ان میں سے چند بھائی تھے کہ جن کا نام عبداللہ واحوص وعبدالرحمن واسحاق ونعیم تھے، جو سعد بن مالک بن عامر اشعری کے بیٹے تھے اور وہاں چند بستیاں تھیں کہ جن میں سے ایک کا نام کمندان تھا اور یہ بھائی قہر وغلبہ سے وہاں اتر پڑے اور ان کے چچازاد بھائی عراق وعرب سے ان کے پاس جمع ہو گئے اور ان چند بستیوں کو زیادہ تعمیرات کی وجہ سے ایک دوسرے سے متصل کر لیا اور وہاں کی ایک جگہ کے نام پر اس کا نام کمندان رکھ دیا، اس کے بعد مشہور ضرب المثل کے مقتضیٰ کے مطابق کہ "عجمی مالعب بہ ماشئت" (یہ عجمی ہے اس سے جیسا چاہو کھیل کھیلو) اس نام کے بعض حروف کو گرا کر عربی زبان میں ڈھال کر اسے قم کہنے لگے، مولف کہتا ہے کہ دارالایمان قم کے وجہ تسمیہ میں چند ایک روایات وارد ہوئی ہیں کہ جن کا ذکر کرنا اس مقام پر مناسب نہیں ہے۔

اور ۸۴ ہجری میں حجاج نے شہر واسط کی تعمیر شروع کی اور ۸۶ ہجری میں اس کی تعمیر سے فارغ ہوا اور وہاں سکونت اختیار کی اور اس شہر کو واسط کہنے لگے چونکہ وہ کوفہ وبصرہ اور بغداد واہواز کے وسط میں تھا اور کہا گیا ہے کہ واسط ان چاروں شہروں میں سے ہر ایک سے پچاس فرسخ کی مسافت رکھتا ہے اور اس کا پانی دجلہ بغداد سے آتا ہے۔

ہفتہ کے دن چودہ شوال ۸۶ ہجری میں عبدالملک بن مروان نے دمشق میں وفات پائی اور اس کی عمر ۶۶ سال تھی اور اکیس سال ڈیڑھ مہینہ اس کی خلافت وحکومت کی مدت تھی کہ جن میں سے تیرہ سال ایک ہفتہ کم چار مہینے مزاحمت کے بغیر تھی اور اس سے پہلے عبداللہ بن زبیر سلطنت میں اس کا مزاحم تھا اور عبدالملک کے سترہ بیٹے تھے کہ جن میں سے چار خلیفہ بنے۔

اور منقول ہے کہ عبدالملک نے خواب میں دیکھا کہ اس نے چار مرتبہ محراب میں پیشاب کیا ہے، سعید بن مسیب نے تعبیر خواب بتائی کہ اس کے صلب میں سے چار افراد خلیفہ اور صاحب محراب ہوں گے اور اسی طرح ہوا جس طرح اس نے تعبیر بیان کی تھی اور ان کے حالات کی تفصیل وتشریح اس کے بعد انشاء اللہ آئے گی۔

ہفتہ کے دن چودہ شوال ۸۶ ہجری میں جب عبدالملک کی وفات ہوئی تو لوگوں نے اس کے بیٹے ولید کی بیعت کر لی اور وہ جبار عنید زیادہ ظالم قبیح منظر اور کم علم تھا اور ۸۷ ہجری یا ۸۹ ہجری میں اس نے شام میں مسجد اموی کی اور مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی۔ مسجد دمشق کی تعمیر شروع ہوئی تو مسجد کی دیوار میں ایک پتھر کی تختی لوگوں کو نظر آئی کہ جس پر خط یونانی کا نقش تھا، وہ تحریر پڑھنے والوں کے سامنے پیش کی گئی تو وہ اسے نہ پڑھ سکے، پھر وہ وہب بن منبہ کے پاس بھیجی گئی تا کہ وہ ترجمہ کرے۔

وہب کہنے لگا یہ تحریر جناب سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے زمانہ میں لکھی گئی ہے جس کا عربی میں ترجمہ یہ ہے"

بسم الله الرحمن الرحیم یا بن آدم لو عاینت مابقی من یسیرا جلك لزهدت فیما بقی من طول آملك وقصرت عن رغبتك و حیك وانما تلقی ندمك اذازلت بك قدمك واسلمك اهلك وانصرف عنك الحبیب وودعك القریب ثم صرت تدعی فلا تجیب فلا انت الی اهلك عائد ولافی عملك زاهد فاغتنم الحیوة قبل الموت والقوۃ قبل الفوت وقبل ان یوخذ ان یوخذ منك بالکظم و یحال بینك وبین العمل و کتب زمن سلیمان بن داؤد علیہ السلام"

"(سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور زیادہ رحم کرنے والا ہے، اے آدم کے بیٹے اگر تو آنکھوں سے دیکھ لے اپنی تھوڑی سی باقی مدت حیات کو تو تو باقی عمر میں اپنی لمبی امید کو چھوڑ دے اور اپنی خواہش و رغبت اور حیلوں کو کوتاہ کر دے، اور تجھے پشیمانی اور ندامت تو تب لاحق ہوگی جب تیرے ساتھ ساتھ تیرا قدم پھسلے گا اور تیرے اہل وعیال تجھے تنہا چھوڑ دیں گے اور تجھ سے محبت کرنے والا جب منہ موڑ کر تجھ سے واپس آجائے گا اور تیرا قریبی رشتہ دار تجھے الوداع کہہ دے گا پھر تو اس علم میں ہوگا کہ تجھے پکارا جائے گا اور تو جواب نہیں دے سکے گا، پس نہ تو تو اپنے اہل وعیال کی طرف واپس آئے گا اور نہ تو اپنے عمل میں کچھ زیادتی کر سکے گا پس زندگانی کو موت آجانے سے پہلے اور قوت کو فوت ہونے سے پہلے غنیمت جان اور قبل اس کے کہ تیرا گلا بند ہو جائے اور تیرے اور تیرے عمل کے دوران موت حائل ہو جائے اور یہ تحریر سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں لکھی گئی")

پس ولید نے حکم دیا کہ سونے کے پانی سے لاجورد پر مسجد کی دیوار کے اوپر لکھا جائے "ربنا الله لا نعبد الا الله امر ببناء هذا المسجد و هدم الکنیسة التی کانت فیه عبدالله الولید امیرالمومنین فی ذی الحجة سنة سبع (تسع ح ن) وثمانین ہمارا رب اللہ ہے ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اس مسجد کے تعمیر کرنے اور اس میں جو گرجا ہے منہدم کرنے کا حکم اللہ کے بندے ولید امیر المومنین نے ماہ ذوالحجہ ۸۷ ہجری یا ۸۹ ہجری میں دیا اور ولید کے زمانہ میں ۸۷ ہجری میں عبیداللہ بن عباس کی وفات ہوئی، اور یہ وہی شخص ہے جو امام حسن علیہ السلام سے بے وفائی کر کے معاویہ سے جا ملا اور یہ اپنے بھائی عبداللہ سے ایک سال چھوٹا تھا اور بعض مورخین نے اس کی وفات ۸۵ ہجری عبدالملک کے زمانہ میں بیان کی ہے، اور ۹۱ ہجری میں سہل بن سعد صاعدی اور انس بن صحابی نے وفات پائی ہے اور ایک قول ہے:

السجاد وزین العابدین علی بن الحسینؑ روحی فداہ نے وفات فرمائی جیسا کہ کتاب منتہی الآمال میں لکھا جا چکا ہے اور آپؑ کی وفات کے سال کو سنۃ الفقہاء کہتے تھے، چونکہ اسی سال میں یا اس کے حدود میں بہت سے فقہاء و علماء نے وفات پائی کہ جن میں سے سعید بن جبیر و ابوبکر بن عبدالرحمن مخزومی و عبیداللہ بن عبداللہ ہذلی و سعید بن المسیب و عروۃ بن زبیر اور باقی فقہاء مدینہ تھے اور کہا گیا ہے کہ ان دنوں بہت عظیم طاعون کی بیماری پھیلی کہ تھوڑی سی مدت میں تین لاکھ افراد ہلاک ہو گئے اور سعید بن جبیر وہی ہیں کہ جنہیں حجاج نے ہلاک کر دیا اور ان کے قتل ہونے کے پندرہ راتیں بعد حجاج کے پیٹ میں مرض آکلہ پیدا ہوا جس سے وہ لعین واصل جہنم ہوا اور ابوبکر و سعید و عروہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے اور سعید وہی ہے کہ جو تابعین میں زیادہ علم کی وجہ سے ممتاز تھا اور اس کی مرسل روایات کو مرسلات میں سے زیادہ صحیح کہتے ہیں، بلکہ اس کی مرسل روایات شافعیوں کے نزدیک مثل محمد بن ابی عمیر کے مرسلات کے ہیں ہمارے اصحاب کے نزدیک کہ جو صحیح روایات کی سلک میں منسلک ہیں اور روایات ہے کہ جب حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کی وفات ہوئی تو تمام اہل مدینہ نیک و بد آپؑ کے جنازہ پر حاضر ہوئے اور آپؑ کی نماز جنازہ میں شرکت کی، سوائے سعید بن مسیب کے وہ آپؑ کی نماز جنازہ پر حاضر ہوا اور وہ مسجد رسولؐ میں گیا تا کہ تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے، کیونکہ اس وقت مسجد لوگوں سے خالی ہو چکی تھی۔

وہ کہتا ہے کہ میں جب نماز کے لیے کھڑا ہوا تو میں نے آسمان سے تکبیر کی آواز سنی اور اس کے بعد اہل زمین کی تکبیر کی آواز سنی یہاں تک کہ سات تکبیریں آسمان اور زمین سے میں نے سنیں اور تکبیروں کے سننے سے میں منہ کے بل گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اور جب میں ہوش میں آیا تو لوگ حضرتؑ کی نماز پڑھ کر واپس آچکے تھے نہ میں آپؑ کی نماز جنازہ پڑھ سکا اور نہ مسجد میں نماز پڑھ سکا اور میرا بہت نقصان ہوا اور میں ہمیشہ اسی حسرت و ندامت میں رہتا ہوں کہ کیوں آپ کی نماز جنازہ نہ ادا کر سکا۔

باقی رہا عروہ تو وہ عبداللہ بن زبیر کا سگا بھائی ہے اور ان دونوں بھائیوں کی ماں اسماء ذات النطاقین ابوبکر کی بیٹی ہے کہ جسے اہل سنت اہل جنت کی ایک بڑھیا کہتے ہیں اور عروہ ایک سال اپنے بیٹے محمد بن عروہ کے ساتھ شام میں آیا اور ولید بن عبدالملک کے پاس گیا اور اس سفر میں اس کے بیٹے کو گھوڑے نے لات ماری تھی اور وہ مر گیا تھا اور عروہ کے پاؤں میں مرض آکلہ ظاہر ہوا جس سے اس کا پاؤں کاٹا گیا تو عروہ نے کہا کہ ہمیں اپنے اس سفر میں بہت مصیبت و تکلیف کا سامنا ہوا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اس نے عبدالملک بن مروان سے کہا میں چاہتا ہوں کہ مجھے میرے بھائی عبداللہ کی تلوار دکھاؤ، اس نے کہا بہت سی تلواروں میں پڑی ہے اور اس کو کوئی پہچان نہیں سکتا، عروہ نے کہا کہ حکم دو کہ تلواریں لے آئیں میں خود پہچان لوں گا، جب تلواریں حاضر کی گئیں تو عروہ نے ایک کند تلوار اٹھائی اور کہنے لگا یہی ہے، عبدالملک نے کہا کیا تو نے دیکھی ہوئی تھی کہنے لگا کہ نہیں تو عبدالملک نے کہا پھر کیسے کہتے ہو کہ یہ ہے، عروہ نے کہا میں نے اسے نابغہ ذبیانی کے قول سے پہچانا ہے۔

ولا عیب فیھم غیر ان سیوفھم

بھن فلول من قراع الکتائب

ان میں کوئی عیب نہیں، مگر یہ کہ لشکروں کے ٹکرانے کی وجہ سے ان کی تلواریں کند ہو چکی ہیں، عروہ کی نادر حکایات بہت سی ہیں اور مبئر عروہ (عروہ کا کنواں) مدینہ میں اس کی طرف منسوب ہے اور بعض مورخین نے عروہ کی وفات ۹۳ رہجری یا ۹۴ رہجری میں کہی ہے اور ۹۵ رہجری ہی میں حجاج ثقفی درکات جہنم میں پہنچا اور شہر واسط میں کہ جسے خود اسی نے ہی بنایا تھا دفن ہوا لیکن اس ملعون کی قبر کے آثار مٹ چکے ہیں اور اس پر پانی جاری کیا گیا اور قیامت تک اہل زمین و آسمان کی لعنتیں اس پر پے در پے جاری ہیں۔

اور ابن خلکان کہتا ہے کہ اس کی بیماری آکلہ (ایسی بیماری جس سے عضو بدن گل سڑ جاتا ہے) تھی جو اس کے پیٹ میں پیدا ہوئی، اس نے طبیب کو بلایا تا کہ وہ اس کی بیماری کا معائنہ کرے، اس نے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے تاگے کے ساتھ باندھ کر اس کے حلق میں داخل کیا اور کچھ دیر تک وہاں رہنے دیا پھر اسے باہر نکالا تو اس کے ساتھ بہت سے کیڑے چمٹے ہوئے تھے اور خداوند عالم نے اس پر سخت سردی کو مسلط کیا، پس اس کے گرد انگیٹھیاں رکھی جاتی تھیں اور اس کے اتنی قریب کی جاتیں کہ اس کی کھال جلنے لگتی، لیکن اسے محسوس نہیں ہوتا تھا اور اس نے اپنی حالت کی جسے وہ اپنے میں پاتا تھا، حسن بصری سے شکایت کی تو اس نے کہا کہ میں تو تجھے منع کرتا تھا کہ نیک و صالح لوگوں سے تعرض نہ کر لیکن تو نے اصرار کیا تو وہ ملعون کہنے لگا اے حسن میں تجھ سے یہ سوال نہیں کرتا کہ خدا سے سوال کرو کہ وہ میری تکلیف کو دور کر دے، بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ خدا سے یہ سوال کرو کہ وہ میری روح کو جلدی قبض کرے اور مجھے زیادہ عذاب میں مبتلا نہ رکھے تو حسن رو پڑا اور حجاج اسی حالت میں اس بیماری میں پندرہ دن تک رہا یہاں تک کہ مر گیا اس پر خدائے تعالیٰ کی بے شمار لعنتیں ہوں اور عبدالملک کے زمانہ کے حالات میں اس کے کچھ حالات گزر چکے ہیں، انہیں یاد کیجئے۔

اور ہفتہ کے دن جمادی الاول کی پندرہ تاریخ ۹۶ ی رہجری میں ولید نے شام میں وفات پائی اور اس کی حکومت کی مدت نو سال آٹھ ماہ اور دو راتیں تھیں اور اس کی عمر ۴۳ سال تھی اور اس کے چار بیٹے تھے کہ جن میں سے ایک عباس تھا کہ جس کا لقب فارس بنی مروان تھا۔

اور اخبار الدول میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ جب میں نے ولید کو لحد میں رکھا تو دیکھا کہ وہ اپنے پاؤں کو زمین پر مارتا تھا اور اس کے ہاتھوں کو دیکھا کہ وہ اس کی گردن میں ڈال دیئے گئے تھے۔

ولید کی موت کے دن لوگوں نے اس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی بیعت کر لی اور وہ فصیح زبان شخص تھا، ولید کے برعکس جس طرح خالد اور عبداللہ تھے، یزید بن معاویہ کے بیٹے اور خالد و سلیمان کا فصاحت زبان کے باب میں لطیف واقعہ ہے کہ جس کے ذکر کی گنجائش نہیں اور سلیمان نے اسے مکمل کیا اور وہ نماز کو اول وقت میں ادا کرتا تھا جب کہ پہلے امیہ کے خلفاء نماز میں تاخیر کرتے اور آخر میں پڑھتے تھے اور سلیمان پیٹو اور بہت کھانے والا تھا، اور کہا گیا ہے کہ اس کی ہر روز کی غذا تقریباً سو رطل (قریباً پچاس سیر) شامی تھی، اور مورخ امین مسعودی نے نقل کیا ہے کہ اس کی غذا ہر روز سو رطل عراقی تھی اور بعض اوقات باورچی مرغی کے بچے اس کے لیے کباب کرتے تھے، جیسے ہی کباب کی سیخیں اس کے پاس لاتے تو اس میں اتنا صبر نہ ہوتا کہ وہ سرد ہو جائیں تا کہ انہیں سیخوں سے اتار لیں، مجبوراً ہاتھ آستین میں ڈال لیتا اور اس قیمتی لباس کے ساتھ گوشت کو سیخوں سے کھینچتا تھا اور گرم ہی گرم منہ میں ڈال لیتا۔

حکایت ہوئی ہے کہ جب اصمعی یہ واقعات ہارون الرشید کے لیے نقل کر رہا تھا تو اس نے کہا خدا تجھے قتل کرے تجھے ان کے اخبار سے کسی نے باخبر کیا، اس کے بعد رشید کہنے لگا کہ جب بنی امیہ کے جبے میرے پاس لے آئے اور میرے سامنے پیش کرتے تو سلیمان کے جبوں کو دیکھا کہ ان کی آستینوں میں چربی اور روغن کا اثر تھا، لیکن میں اس کے سبب کو نہیں جانتا تھا، مگر اب معلوم ہوا جب تو نے میرے سامنے اس کے حالات بیان کئے۔

پس رشید نے حکم دیا کہ سلیمان کے جبے لائے جائیں اور اس نے کباب کی سیخوں کے آثار لوگوں کو دکھائے، پھر ان میں سے ایک جبہ اصمعی کو پہنایا، اصمعی کبھی کبھی وہ جبہ پہنا کرتا اور لوگوں کو دکھاتا اور کہتا ہے کہ یہ سلیمان بن عبدالملک کا جبہ ہے جو رشید نے مجھے پہنایا ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ ایک دن سلیمان حمام سے نکلا تو بھوک کا اس پر غلبہ ہوا۔ اس نے کھانا مانگا، نوکروں نے بتایا ابھی پکا نہیں کہنے لگا جو کچھ اس وقت ممکن ہو لے آؤ، پس بیس ہرن کے پختہ بچے لے آئے ان کا گوشت چالیس چھوٹی روٹیوں کے ساتھ کھا گیا اور تھوڑے سے وقت کے بعد کھانا کھایا، جب کھانا لے آئے تو ہمیشہ کی عادت کے مطابق کھایا، گویا کہ اس نے پہلے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔

جیسا کہ اخبار میں ہے کہ ایک دفعہ اس نے چار سو انڈے، آٹھ سو انجیر اور چار سو کڑاہی گوشت کے ٹکڑوں کے ساتھ ان کی چربی سمیت اور بیس بھونے ہوئے مرغ کھائے تو اسے بخار ہو گیا اور غذا کی زیادتی کی وجہ سے مر گیا۔ انتھی، اور ابو حازم نے اسے بہت عمدہ وعظ و نصیحت کی، مناسب ہے کہ اسے یہاں ذکر کیا جائے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ ابو حازم سلیمان کے ہاں آیا سلیمان کہنے لگا کیا وجہ ہے کہ ہم مرنے کو ناپسند کرتے ہیں وہ کہنے لگا اس کا سبب یہ ہے کہ تم نے دنیا کو آباد اور آخرت کو خراب کر رکھا ہے لہذا تم نہیں چاہتے کہ آبادی کو چھوڑ کر برباد و خراب جگہ کی طرف منتقل ہو جاؤ سلیمان کہنے لگا آخرت میں ہم خدا کی بارگاہ میں کس طرح وارد ہوں گے وہ کہنے لگا نیکوکار کی حالت تو اس مسافر جیسی ہو گی جو اپنے سفر سے وطن کی طرف واپس آئے اور اپنے اہل و عیال کے پاس پہنچ جائے اور اپنے سفر کی رنج و تکلیف اور تکان سے راحت و آرام حاصل کرے باقی رہا بدکار تو اس کی حالت اس غلام جیسی ہے جو بھاگ گیا ہو اور اسے پکڑ کر اس کے آقا و سردار کے پاس لے جائیں۔

سلیمان کہنے لگا یہ بتاؤ کہ کونسا عمل سب اعمال سے افضل ہے ابو حازم کہنے لگا واجبات کو ادا کرنا اور محرمات سے اجتناب کرنا کہنے لگا کلمہ عدل کیا ہے کہنے لگا وہ حق بات جو تو اس شخص کے پاس زبان پر جاری کرے کہ جس سے تجھے خوف ہو اور اس سے تجھے کوئی امید بھی وابستہ ہو سلیمان کہنے لگا لوگوں میں سے زیادہ عقلمند کون ہے کہنے لگا وہ جو خدا کی اطاعت کرے کہنے لگا سب لوگوں سے زیادہ جاہل کون ہے؟ کہنے لگا جو اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کی خاطر بیچ ڈالے۔

سلیمان نے کہا مجھے مختصر سا وعظ کرو کہنے لگا کہ کوشش کر کہ خدا تجھے اس جگہ نہ دیکھے جس سے اس نے منع کیا ہے اور وہاں دیکھے کہ جس جگہ کا اس نے تجھے حکم دیا ہے اس وقت سلیمان نے سخت گریہ کیا حاضرین میں سے ایک شخص ابو حازم سے کہنے لگا یہ کیسی باتیں ہیں جو تو نے امیر کے سامنے کی ہیں اس نے کہا خاموش رہو خداوند عالم نے علماء سے عہد و پیمان لیا ہے کہ وہ اپنے علم کو لوگوں کے سامنے

ظاہر کریں اور اسے پوشیدہ نہ رکھیں یہ کہہ کر سلیمان کے دربار سے نکل گیا سلیمان نے اس کے لیے کچھ مال بھیجا تو اس نے واپس کر دیا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ مال تیرے لیے پسند نہیں کرتا چہ جائیکہ اپنے لیے پسند کروں۔

اور ابو الفرج اصفہانی نے بیان کیا ہے کہ آل ابو طالب میں سے جو سلیمان کی حکومت کے زمانے میں شہید ہوئے ان میں سے ایک عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب تھا اور وہ اپنے باپ محمد بن حنفیہ کا وصی تھا اور اہل خراسان کا اس زمانے میں اعتقاد یہ تھا کہ وہ امام ہے اور باپ سے وصیت کے طور پر اسے امامت میراث میں ملی ہے اور اس نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو وصیت کی اور محمد نے ابراہیم امام کو وصیت کی پس خلافت اس جہت سے بطور وصیت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی۔

مولف کہتا ہے کہ عنقریب آئے گا کہ ابراہیم نے سفاح کو وصیت کی اور محمد نے ابراہیم امام کو وصیت کی، پس خلافت اس جہت سے بطور وصیت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی اور ابو مسلم خراسانی نے جو ابراہیم کا داعی تھا ابراہیم کے سفاح کو وصیت کرنے اور ابراہیم کے مرجانے کے بعد بنی مروان کے ملک و سلطنت کے زوال اور حکومت بنی عباس کی استقامت کی کوشش کی یہاں تک کہ اس کی کوشش سے سفاح خلیفہ ہو گیا اور عبداللہ کی موت کی وجہ یہ تھی کہ ۹۸ ہجری میں سلیمان نے اسے پوشیدہ طور پر زہر کھلایا اور عبداللہ قتل ہو گیا اور بمقام حمیمہ جو شام کے علاقہ میں ہے دفن ہوا اور دس یا بیس صفر ۹۹ ہجری میں مرج وابق میں جو قنسرین کے علاقہ میں ہے سلیمان کی وفات ہوئی اور اس کی سلطنت کی مدت دو سال آٹھ ماہ اور پانچ راتیں تھی اور ایک قول ہے کہ دو سال نو ماہ اور اٹھارہ دن تھی اور اس کی عمر ۳۹ یا ۴۵ سال تھی اور اسی سال ابو زید خارجہ بن زید بن ثابت انصاری نے جو مدینہ کے ساتھ فقہا میں سے ایک تھے وفات پائی۔

عمر بن عبدالعزیز بن مروان کی خلافت کا ذکر

۹۹ ہجری میں جب سلیمان نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو خلافت عمر بن عبدالعزیز تک پہنچی اور منقول ہے کہ عمر کی خلافت کا سبب یہ تھا کہ جب سلیمان پر حالت موت ظاہر ہوئی تو اس نے وصیت نامہ لکھا اور کچھ اکابر و اعیان اور بڑے لوگوں کو اس پر گواہ بنایا اور وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو لوگوں کو جمع کرنا اور میرا یہ وصیت نامہ ان کے سامنے پڑھنا اور جس کو میں نے معین کیا ہے اسے خلیفہ بنا لینا پس جب سلیمان کی وفات ہو گئی اور اس کے کفن دفن سے فارغ ہوئے تو ندائے الصلوٰۃ جامعۃ (یعنی نماز کے لیے سب جمع ہوں) کی دی گئی بنی مروان اور باقی طبقات کے لوگ جمع ہوئے تا کہ دیکھیں کہ قبائے خلافت کس کے بدن پر فٹ کیا جاتی ہے زہری کھڑا ہو گیا اور چیخ کر کہنے لگا اے لوگو سلیمان نے خلافت کے لیے جس کو معین کیا ہے تم اس پر راضی ہو لوگ کہنے لگے کہ ہاں اس کے بعد وصیت نامہ پڑھا گیا اس میں لکھا تھا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ہے اور اس کے بعد یزید بن عبدالملک ہے اور اس وقت عمر سب لوگوں کے آخر میں بیٹھا تھا جب اس نے یہ بات سنی تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اس وقت لوگوں نے جلدی کی اور اس کے دست و بازو کو پکڑا اور

اسے منبر کے اوپر لے گئے اور منبر کی پانچ سیڑھیاں تھیں عمر دوسری سیڑھی پر بیٹھ گیا سب سے پہلے جس نے اس کی بیعت کی وہ یزید بن عبدالملک تھا پھر باقی لوگوں نے بیعت کی سوائے سعید و ہشام کے پھران دو افراد نے بھی دو دن کے بعد بیعت کر لی جب اس کا امر خلافت مستحکم داستوار ہو گیا تو پہلا خطبہ جو اس نے پڑھا یہ تھا کہ وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے لوگو ہم ایسے اصول کی فرعیں ہیں جو گزر چکی ہیں پس فرع کے لیے اصل کے بعد بقاء نہیں ہے سوائے اس کے نہیں کہ لوگ اس دنیا میں نشانے ہیں کہ جن میں موت اپنے تیر مارتی ہے اور وہ دنیا میں مصائب کا نصب العین ہیں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ کے لیے گلے میں پھنستا ہے لوگ ایک نعمت کو حاصل نہیں کر پاتے جب تک دوسری جدا نہ ہو اور تم میں سے کوئی شخص زندگی کا ایک دن نہیں گزارتا جب تک کہ اس کی اجل کا ایک دن ختم نہیں ہو جاتا۔

اور عمر نے مدینہ کے عامل کو لکھا کہ دس ہزار دینار اولاد علی میں تقسیم کرو اور مسعودی نے اس کی فصاحت و بلاغت کے متعلق نقل کیا ہے کہ اس نے ایک دفعہ اپنے ایک کارندے کو خط لکھا ان الفاظ میں قد کثر شاکوك وقل شاکروك فاما اعتدلت واما اعتزلت یعنی تیرا شکوہ کرنے والے زیادہ اور شکر گزار کم ہیں پس یا تو تخت عدالت پر بیٹھ یا مسند حکومت سے الگ ہو جا۔

اور ابن خلقان برکی نے اس عبارت کی نسبت اپنے جد جعفر برکی کی طرف دی ہے عمر بن عبدالعزیز کی ولادت حضرت سید الشہداء کی شہادت کی رات ہوئی اور اسی رات ہشام بن عروہ و قتادہ و زہری اور اعمش بھی پیدا ہوئے خلاصہ یہ کہ عمر بن عبدالعزیز خوبصورت عبادت گزار اور بنی امیہ میں سے شریف انسان تھا۔

اگرچہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ قبیلہ میں کوئی نہ کوئی شریف ہوتا ہے سوائے بنی امیہ کے اور بنی مروان میں سے رعیت کے معاملہ میں سب سے زیادہ عادل تھا اس کی ماں عاصم بن عمر بن الخطاب کی بیٹی تھی اور اس کو عمر صغیر (چھوٹا) اور عمر ثانی کہتے تھے اور اسے اشج بنی امیہ بھی کہتے تھے بسبب اس شگاف کے جو اس کے سر یا چہرہ پر تھا جو اس کے بچپن کے زمانہ میں گھوڑے کے لات مارنے سے اسے آسیب پہنچا تھا اور عمر و یزید بن ولید کی طرف اشارہ ہے اس مشہور عبارت میں الناقص والاشج اعدلا مروان ناقص (لشکر کی تنخواہ میں کمی کرنے والا) اور سر یا چہرہ کے زخم والا بنی مروان میں دونوں زیادہ عادل تھے اور جب اس کی خلافت مستقر اور پکی ہو گئی تو بنی امیہ کے کارندوں کو معزول کر دیا اور نیک و خیر اندیش لوگوں کو ان کی جگہ پر نصب کیا اور یہ بھی حکم دیا کہ مہمان خانہ بنایا جائے اور مسافروں کے لیے کچھ رقم مقرر کر دی اور اس کے اچھے کارناموں میں سے یہ ہے کہ اس نے فدک اہل بیت رسول کو واپس کر دیا بعد اس کے کہ فدک عثمان نے مروان کو دے دیا تھا اور وہ آل مروان تک پہنچا تھا اور عمر اہل بیت اور اولاد علیؑ سے احسان و نیکی کرتا تھا اور ان سے معترض نہیں ہوتا تھا اور یہ بھی اس کے اچھے کارناموں میں سے ہے کہ امیر المومنینؑ پر جو سب و شتم ہوتا تھا اس کو بند کر دیا اور فرمان جاری کیا کہ امیر المومنینؑ اور ان کے اہل بیتؑ پر سب و شتم کرنے کے بجائے خطبہ میں آیت مبارکہ ربنا اغفر لنا ولا خواننا اور آیت کریمہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان، الخ کو پڑھا جائے اور اس کی سیرت میں نوادرات زیادہ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس کی ظاہری

سیرت تمام بنی امیہ سے پورے طور پر ممتاز تھی یہی وجہ ہے کہ دوا کا بر علماء شیعہ نے اس کی مذمت میں توقف کیا ہے باوجودیکہ شیعہ اسے غاصب خلافت وامارت سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کونسا گناہ اس منصب عظیم کے غصب کرنے سے زیادہ ہے کہ جو اس زمانہ میں امام محمد باقرؑ کا حق تھا اور عمر نے اسے غصب کیا ہے بالآخر ماہ رجب ۱۰۱ ہجری دیر سمعان میں جو حمص کے علاقہ میں ہے عمر نے دنیا سے رحلت کی اور اس کی خلافت کی مدت دو سال پانچ ماہ اور پانچ دن تھی اور اس کی عمر ۳۹ سال تھی اور اس کی قبر بھی دیر سمعان میں ہے اور بنی عباس نے جس وقت بنی امیہ کے مردوں کو قبروں سے نکال کر جلایا تو اس کی قبر سے متعرض نہ ہوئے اور ایک جماعت شعراء نے اس کا مرثیہ کہا ہے اور فرزدق شاعر اور کثیر عزہ اور سید رضی اللہ عنہ کے اشعار اس کے مرثیہ میں مشہور ہیں سید رضی کے قصیدہ کا مطلع جو اس کے مرثیہ میں کہا ہے یہ ہے:

یاابن عبد العزیز لو بکت العین فتی من امیة لبکیك

اے عبدالعزیز کے بیٹے اگر کوئی آنکھ بنی امیہ کے کسی جوان پر روئی تو میں تجھ پر رووں گا۔

یزید بن عبدالملک بن مروان کی خلافت کا ذکر

ماہ رجب کی آخری دھائی ۱۰۱ ہجری میں جب کہ عمر بن عبدالعزیز نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو یزید بن عبدالملک بن مروان یزید بن معاویہ بن ابوسفیان کا نواسہ تخت سلطنت پر بیٹھا اور چالیس دن تک عمر بن عبدالعزیز کی سیرت پر چلا اس وقت چالیس افراد اہل شام کے مشائخ (بڑے بوڑھے) میں سے اس کے پاس آئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ خلفاء کے لیے آخرت میں کوئی حساب کتاب نہیں ہے یزید کو ان کی بات بہت اچھی لگی اور وہ عمر کی سیرت سے دستبردار ہو گیا۔

اور منقول ہے کہ اس پر حبابہ نامی کنیز کی محبت کا غلبہ تھا اور ہمیشہ اس کے ساتھ عیش وعشرت میں بسر اوقات کرتا تھا یہاں تک کہ حبابہ مر گئی یزید اس کی موت سے انتہائی غمناک ہوا اور اس کی عیش وعشرت کا نشہ ختم ہو گیا اور عقل کم ہو گئی اور کافی وقت تک وہ حبابہ کی لاش دفن نہیں کرنے دیتا تھا اور مسلسل اس کے بوسے لیتا تھا اور اسے سونگھتا تھا یہاں تک کہ حبابہ کے بدن میں بدبو عفونت پیدا ہو گئی اور وہ گندہ ہو گیا اور لوگوں نے خلیفہ کی اس سلسلہ میں عیب گیری کی تب جا کر اس نے اجازت دی کہ اسے دفن کیا جائے اور اس نے خود اس کی قبر پر اقامت کر لی۔

دمیری وغیرہ نے کہا ہے دوبارہ اس نے حکم دیا یہاں تک کہ حبابہ کی قبر اکھاڑی گئی اور اس کا بدبودار مردہ قبر سے نکالا گیا خلاصہ یہ کہ حبابہ کی موت کے پندرہ دن بعد یزید بھی مر گیا۔

اور منقول ہے کہ ابوحمزہ خارجی کبھی کبھی بنی مروان کا تذکرہ کرتا اور ان کی بدکاریوں کو بیان کرتا یہاں تک کہ جب یزید کے نام تک پہنچتا تو کہتا تھا کہ یزید اپنی دائیں طرف حبابہ کو بٹھاتا اور بائیں طرف سلامہ کو اور کہتا میں چاہتا ہوں کہ طرب وخوشی میں اڑ دوں

پس وہ لعنت خدا اور عذاب دردناک کی طرف اڑا۔

اور یزید کی خلافت کے زمانہ ۱۲ صفر ۱۰۲ ہجری میں یزید بن مہلب بن ابو صفرہ بہت سارے لوگوں سمیت قتل ہوا اور یزید بن مہلب وہ شخص ہے کہ جس کا باپ مہلب عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج ثقفی کی طرف سے خراسان کا گورنر تھا اور ماہ ذوالحجہ ۸۳ ہجری میں فوت ہوا تو یزید اس کی جگہ پر گورنر ہوا اور تقریباً چھ سال تک وہ خراسان کا والی رہا یہاں تک کہ عبدالملک نے حجاج کے اشارہ سے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ پر قتیبہ بن مسلم باہلی کو نصب کیا پس یزید عراق کی طرف چلا آیا اور حجاج نے اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور اس پر عذاب کرتا رہا اور یہ اس لیے کیا چونکہ حجاج کو اسکا خوف تھا کہ یزید کی حکومت قوت نہ پکڑے اور وہ اسے ذلیل نہ کرے اور یزید عذاب حجاج کی قید میں رہا یہاں تک کہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور شام میں پہنچ گیا اور سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بھائی ولید کے پاس اس کی سفارش کی اور ولید نے اسے امان دی، یہی حالت رہی یہاں تک کہ سلیمان خلیفہ ہوا اس نے دوبارہ یزید کو خراسان کا گورنر بنا دیا وہ گورنر رہا یہاں تک کہ سلیمان مر گیا اور عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو یزید کو دوبارہ گرفتار کر کے قید کر دیا گیا وہ مسلسل عمر بن عبدالعزیز کی میں رہا یہاں تک کہ ۱۰۱ ہجری میں وہ قید خانے سے بھاگ گیا اور بصرہ و کوفہ کی طرف چلا گیا اور لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا اور ریاست و حکومت کی خواہش میں بادشاہ کی مخالفت کرنے لگا اور بتدریج اس کا معاملہ بڑھتا گیا اور اس کی حکومت طاقت ور ہو گئی یہاں تک کہ یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ کو اپنے بھتیجے عباس بن ولید کے ساتھ جو فارس بنی مروان کے لقب سے مشہور تھا لشکر عظیم دے کر اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور جانبین میں سخت جنگ ہوئی آخر کار عراقی بھاگ کھڑے ہوئے اور لشکر شام نے یزید بن مہلب پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس کو اس کے باقی بھائیوں کے ساتھ معرکہ قتال ہی میں قتل کر دیا۔

پھر یزید بن عبدالملک نے ہلال بن احوز مازنی کو مہلب کی آل اولاد کی تلاش کریں اور حکم دیا کہ آل ان مہلب میں سے جو حد بلوغ کو پہنچا ہوا ہو اس کی گردن اڑا دو، پس ہلال ان کی تلاش میں نکلا اور جو ان میں سن بلوغ کو پہنچا ہوا تھا اس کی گردن اڑا دی۔

اور ابن قتیبہ سے منقول ہے کہ اس نے بیان کیا کہا جاتا ہے کہ مہلب کے صلب سے تین سو بچے پیدا ہوئے اور ابن خلکان نے کہا ہے کہ علماء تاریخ کا اجماع ہے کہ بنی امیہ کی حکومت میں بنی مہلب سے زیادہ مکرم و معزز نہیں تھا جس طرح بنی عباس کی حکومت میں برمکیوں سے زیادہ مکرم و معظم کوئی خاندان نہ تھا۔ واللہ اعلم

اور یزید ہی کی حکومت کے زمانہ میں ۱۰۳ ہجری میں عطا بن یسار زوجہ رسول میمونہ کے غلام اور مجاہد بن جبیر اور جابر بن زید بصری نے وفات پائی اور ۱۰۴ ہجری میں وہب بن منبہ اور طاؤس یمانی کی وفات ہوئی جیسا کہ مسعودی نے لکھا ہے اور ایک قول ہے کہ وہب کی وفات ۱۱۰ ہجری کے شروع میں ہوئی جیسا کہ اس کے بعد تحریر ہوگا۔

اور ابن خلکان وغیرہ نے کہا ہے کہ طاؤس یمانی نے روز ترویہ (آٹھ ذی الحج) سے ایک دن پہلے ۱۰۶ ہجری میں مکہ معظمہ میں وفات پائی اور ہشام بن عبدالملک نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ اپنے زمانہ کا ایک فقیہ تھا اور اس کا روایت کرنا حضرت سید الساجدینؑ کی مناجات حجر مکہ میں اور آپؑ سے اس کی گفتگو مشہور ہے اور وہ اہل سنت کے علماء میں شمار ہوتا ہے اگرچہ صاحب روضات

نے اسے علماء خاصہ کے طبقات میں شمار کیا ہے اور ۱۰۴ ہجری ہی میں عامر بن شراحیل جو علم کے ساتھ اور شعبی کے لقب سے معروف تھا کوفہ میں انتقال کر گیا۔

۱۰۵ ہجری میں عبداللہ بن جبیر کی وفات ہوئی اور ۱۰۵ ہجری ہی میں کثیر بن عبدالرحمان خزاعی شیعہ مشہور شاعر نے مدینہ میں وفات پائی اور وہ حضرت باقرؑ کے شعراء اور آپؑ کے خواص میں تھا اور جب اس کی وفات ہوئی تو حضرتؑ اس کے جنازہ پر تشریف لائے اور اس کو کندھا دیا اور اتفاقاً اسی دن عکرمہ غلام ابن عباس نے بھی مدینہ میں وفات پائی تو لوگوں نے کہا کہ آج سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ شاعر نے وفات پائی اور کثیر عرب کے مشہور عاشقوں میں سے تھا اور اس کی محبوبہ عزہ بنت جمیل بن حفص تھی اسی لیے اسے کثیر عزہ کہتے تھے اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں اور کثیر کثیر کی تصغیر ہے اور تصغیر اس لیے کی گئی چونکہ وہ حقیر اور بہت چھوٹے قد والا تھا اور وقاص کہتا ہے کہ میں نے کثیر کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا پس جو شخص ہے کہ اس کا قد تین بالشت سے زیادہ ہے تو اس کی تصدیق نہ کرنا اور وہ جب عبدالعزیز بن مروان کے پاس جاتا تو عبدالعزیز بطور مزاح اس سے کہتا کہ سر کو نیچے کرنا کہیں تجھے چھت سے نقصان و تکلیف نہ ہو اور عبدالملک چاہتا تھا کہ کثیر کو دیکھے پس جب وہ اس کے پاس گیا تو وہ حقیر اور چھوٹے قد والا انسان تھا کہ جسے نگاہ کچھ نہیں سمجھتی تو عبدالملک نے کہا معیدی کا نام سنتے رہو تو اس سے بہتر ہے کہ اسے دیکھو تو کثیر نے کہا جلد بازی نہ کر دائے امیرالمومنینؑ مرد کی مردانگی دو چھوٹی سی چیزوں سے اس کا دل اور اس کی زبان جب بولے تو اس کا بیان واضح ہو اور جنگ کرے تو دل گردے کے ساتھ لڑے اور میں وہ ہوں جو کہتا ہوں۔

تری الرجل النحیف فتزریہ

وفی اثوابہ اسد ازئیر

تو کمزور شخص کو دیکھ کر اسے ذلیل و حقیر سمجھتا ہے حالانکہ اس کے لباس کے اندر ایک چنگھاڑنے والا شیر ہے۔الخ

پس عبدالملک نے اس سے معذرت چاہی اور اسے بلند جگہ دی اور جمعہ کے دن ۲۵ شعبان اسی سال یزید بن عبدالملک نے زمین بلقاء میں جو شام کے علاقہ میں ہے وفات پائی اور اس کا جنازہ اٹھا کر لایا گیا اور جابیہ اور باب صغیر کے درمیان دمشق میں دفن ہوا اس کی عمر ۳۷ سال اور مدت خلافت چار سال ایک ماہ اور دو دن شمار کی گئی ہے۔

ہشام بن عبد الملک بن مروان کی سلطنت اور زید بن علی بن الحسین علیہما السلام کی شہادت کا ذکر

۱۰۵ ہجری میں جس دن کہ یزید بن عبد الملک نے رخت سفر دنیا سے باندھا اس کا بھائی ہشام اس کی جگہ پر بیٹھا اور وہ بھینگا سخت مزاج بدعادت اور حرص و بخل کے ساتھ موصوف تھا اور جتنا مال اس نے خزانہ میں جمع کیا اس سے سابق کسی خلیفہ نے اتنا مال جمع نہیں کیا تھا۔

منقول ہے کہ سفر حج میں اس کے لباس تین سو اونٹوں پر بار تھے اور جب ہشام کی وفات ہوئی تو ولید بن یزید نے احتیاط کے طریقہ پر عمل کیا اور اس کے جمع شدہ اموال میں سے اس کے کفن و دفن میں کوئی چیز صرف نہ کی بلکہ قرض و عاریۃ لے کر اس کی تجہیز و تکفین کی۔

اور اخبار الدول میں ہے کہ ہشام اور ولید کے درمیان منافرت تھی لہذا ہشام کی موت کے بعد ولید نے بعنوان احتیاط نہ اسے غسل دیا اور کفن پہنایا یہاں تک کہ اس کا مردہ خراب ہو گیا، خلاصہ یہ کہ کوئی زمانہ رعیت پر اس کے زمانہ سے زیادہ سخت نہیں گزرا اور ہشام باتدبیر و سیاستدان شخص تھا کہا گیا ہے کہ بنی امیہ میں تین اشخاص امور سیاسی میں بے نظیر تھے ایک معاویہ بن ابوسفیان دوسرا عبد الملک بن مروان اور تیسرا ہشام اور منصور دوانقی امر سیاست اور تدبیر امور مملکت میں ہشام کی تقلید کرتا تھا اور ہشام کی خلافت کے زمانہ میں ۱۰۸ ہجری قاسم بن محمد بن ابوبکر رحمہ اللہ نے قدید میں جو مکہ و مدینہ کے درمیان ایک منزل ہے وفات پائی، اور قاسم یزدجرد بادشاہ ایران کا نواسہ اور حضرت سجادؑ کا خالہ زاد بھائی اور حضرت صادقؑ کا نانا تھا۔ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک اور حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کے قابل وثوق اصحاب میں تھا جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہوا ہے۔

اور ۱۱۰ ہجری میں حسن بن یسار بصری نے وفات پائی اور اس کی وفات کے چند دن بعد محمد بن سیرین بصری کی وفات ہوئی اور حسن بصری اور ابن سیرین کے درمیان سخت منافرت تھی اور اس طرح کہ ضرب المثل ہو گئی، جالس اما الحسن او ابن سیرین علی سبیل منع الجمع دون منع الخلو یا حسن کے پاس بیٹھ یا ابن سیرین کے پاس (مانعۃ الجمع کے طور پر نہ بطور مانعۃ الخلو) اور یہی چیز ان کی اجل کے نزدیک ہونے کا سبب بھی تھی جیسا کہ ابھی اس کا تذکرہ فرزدق اور جریر کی تاریخ کے بیان میں آئے گا۔

اور ابن خلقان نے کہا ہے کہ حسن کی وفات کے سو دن بعد ابن سیرین نے وفات پائی اور ابن سیرین تاویل خواب اور تعبیر خواب میں ید طولیٰ رکھتا تھا اور اس کی تعبیر خواب کی حکایتیں مشہور ہیں اور وہ بزازی کا کام کرتا تھا اور اس کا باپ انس بن

مالک کا غلام تھا اور حسن بصری وہی ہے کہ جو فصاحت و بلاغت میں مشہور تھا اور ابوعمرو بن علا سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا اور حجاج بن یوسف ثقفی سے کہا گیا کہ دونوں میں سے زیادہ فصیح کون ہے تو اس نے کہا کہ حسن اور اس کی ولادت مدینہ میں عمر بن الخطاب کی وفات سے دو سال قبل ہوئی اور جس رات حسن نے وفات کی اس رات ابو عبیدہ نحوی بصری پیدا ہوا۔

اور منقول ہے کہ حسن کی ماں خیرہ ام سلمہ زوجہ رسولؐ کی کنیز تھی اور کبھی کبھار جب خیرہ کسی کام کے لیے جاتی اور حسن روتا تو ام سلمہ اپنا پستان اس کے منہ میں رکھتیں اور اسے مشغول رکھتیں اور کبھی کبھی ام سلمہ کے پستان سے دودھ باہر نکل آتا اور وہ پیتا رہتا اسی لیے کہتے ہیں کہ حسن کی حکمت و دانائی اور فصاحت جناب ام سلمہ کے پستان کی برکت سے ہے۔

خلاصہ یہ کہ صوفیہ اور اہل سنت کو حسن کے متعلق بڑا اعتقاد ہے اور اکثر شیعہ حسن کو امیر المومنینؑ اور آئمہ طاہرینؑ سے منحرف سمجھتے ہیں اور اس کے بہت سے مطاعن و معائب نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے اس کے سامنے اس پر لعنت کی اور اسے لفتی (نبطی زبان میں معنی شیطان ہے) کہا اور اسے سامری امت کا لقب دیا اور اس کے حق میں بددعا بھی فرمائی کہ ہمیشہ محزون و غمناک رہے اسی لیے وہ ہمیشہ غمگین اور محزون رہتا تھا اور کان کمن رجع عن دفن حمیمہ او کغر بعدج ضل حمارۃ اس شخص کی طرح تھا جو اپنے مخلص دوست کو دفن کر کے لوٹا ہو یا مثل کمہار کے تھا کہ جس کا گدھا گم ہو گیا ہو۔

اور یہ بھی روایت کی ہے کہ جب امیر المومنینؑ اہل بصرہ کی جنگ سے واپس آئے تو حسن سے فرمایا کہ تو کیوں جنگ میں حاضر نہیں ہوا کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک ندا سنی کہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ قاتل و مقتول جہنم میں ہیں، حضرتؑ نے فرمایا وہ ندا کرنے والا تیرا بھائی شیطان تھا اور اس نے سچ کہا ہے کہ اس عورت کے لشکر کے قاتل و مقتول جہنم میں ہیں اور مطاعن حسن میں یہ بھی شمار کیا گیا ہے کہ اس نے حضرت سید الشہداؑ کی مدد نہیں کی، الی غیر ذلک اور نادر علماء شیعہ امامیہ نے کہا ہے کہ آخرت میں حسن اہلبیتؑ کے دوستوں میں داخل ہو گیا تھا۔ واللہ العالم

خلاصہ یہ کہ وہ کبار مشائخ صوفیہ میں سے تھا اور اس کی حکمت و موعظہ کی باتیں منقول ہیں ان میں سے اس کا یہ قول ہے جب اس سے دنیا کی حالت کے متعلق سوال کیا گیا، مجھے دنیا کی مصیبت کی توقع نے اس کے ملنے کی خوشی میں کر رکھا ہے اور اس کا ایک قول یہ ہے مٹھاس تین چیزوں میں تلاش کر، نماز ذکر الٰہی اور قرات قرآن میں پس مٹھاس پاؤ تو فبہا ورنہ جان لو کہ دروازہ بند ہے اور اس کا ایک قول یہ ہے کہ میں نے موت جیسی کوئی یقینی چیز نہیں دیکھی کہ جس میں کوئی شک نہیں کہ وہ زیادہ مشابہت رکھتی ہو ایسے شک سے کہ جس میں یقین نہ ہو۔

اور ۱۱۰ ہجری میں ہی ابوطفیل عامر بن واثلہ صحابی نے وفات پائی اور اس نے رسول خداؐ کی زندگی کے آٹھ سال دیکھے ہیں اور اس پر دنیا سے صحابہ کا خاتمہ ہوا اور اس کی معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ایک لطیف حکایت ہے مناقب شہر آشوب سے معلوم کرنی چاہیے۔

سنہ ۱۱۰ ہجری میں ابوفراس ہمام بن غالب بصری شیعہ شاعر نے جو فرزدق کے نام سے مشہور ہے اور فرزدق مشہور شعراء میں سے ہے اور اس کے اشعار میں سے ہے اس کا مشہور قصیدہ:

یا صاحبی این حل الجود و الکرم

(اے میرے ساتھی جود و کرم کہاں اترا ہے) جو اس نے علی بن الحسینؑ کی مدح میں ہشام بن عبدالملک کے سامنے فی البدیہہ کہا تھا اور اس قصیدہ کو شیعہ سنی نے نقل کیا ہے اور اس قصیدہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرزدق کا شاعری میں کیا مقام ہے کہ جس نے فی البدیہہ یہ قصیدہ شریفہ کہا ہے۔

اور یونس کا یہ قول مشہور ہے کہ اگر فرزدق کے اشعار نہ ہوتے تو کلام عرب کا تیسرا حصہ غائب تھا اور علامہ بہبہانی نے ملا جامی صوفی سنی مشہور سے نقل کیا ہے کہ اہل کوفہ میں سے ایک عورت نے فرزدق کو اس کی موت کے بعد عالم خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ خدا نے مجھے اس قصیدہ کی برکت سے بخش دیا جو میں نے علیؑ بن الحسینؑ کی مدح میں کہا تھا۔

ملا جامی کہتا ہے کہ بجا ہے کہ خدا تمام عالم کو اس قصیدہ کی برکت سے بخش دے جو حضرتؑ کی مدح میں ہے اور فرزدق و جریر شاعر کے درمیان ہمیشہ منافرت اور ایک دوسرے کی ہجو کا سلسلہ جاری رہتا تھا جب فرزدق کی موت کی خبر جریر کو پہنچی تو وہ رو پڑا اور کہنے لگا، یاد رکھو خدا کی قسم مجھے علم ہے کہ میں اس کے بعد تھوڑا وقت زندہ رہوں گا بے شک اس کا اور میرا ستارہ ایک ہے اور ہم میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ مشغول تھا اور بہت کم ہے کہ ضد یا دوست مرے مگر یہ کہ اس کا ساتھی بھی اس کے پیچھے جاتا ہے اور اتفاقاً اسی سال اور ایک قول کی بناء پر چالیس دن کے بعد جریر نے بھی وفات پائی۔

اور علماء کا اتفاق ہے کہ اسلام میں فرزدق و جریر و اخطل جیسا شاعر نہیں گزرا اور کہا گیا ہے کہ اخطل نصرانی تھا اور اہل ادب نے ان تین شعراء کے اشعار کو زمانہ جاہلیت کے تین شعراء سے تشبیہ دی ہے، فرزدق کو زہیر سے جریر کو اعشیٰ سے اور اخطل کو نابغہ سے اور زہیر مشہور صحابی کعب کا باپ ہے جس کا مشہور قصیدہ ہے بانت سعاد (ظاہر ہوئی سعاد) اور زہیر کا سارا خاندان شاعر تھا وہ خود اس کا باپ ابوسلمیٰ اس کا ماموں اس کی بہن سلمیٰ اس کے دونوں بیٹے کعب و بجیر اور اس کی بہن خنساء تمام کے تمام شاعر تھے، اور ۱۱۰ ہجری ہی میں وہب بن منبہ یمانی صاحب اخبار و قصص نے (جو سابقہ امتوں کے احوال انبیاء اور وضع دنیا کے متعلق تھے) صنعاء یمن میں وفات پائی اور اس نے نوے سال زندگی گزاری اور اس سے منقول ہے اس نے کہا کہ میں نے بہتر (۷۲) کتب الٰہی پڑھی ہیں۔

اور ۱۱۴ ہجری میں بنابر مشہور امام محمد باقرؑ کی شہادت واقع ہوئی ہے اور ہم کتاب منتہی میں آپؑ کی شہادت لکھ چکے ہیں، اور ۱۱۴ ہجری ہی میں یا ایک سال اس کے حکم بن عتیبہ تبری زیدی کوفی نے وفات پائی اور ابو مریم سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے مجھ سے فرمایا کہ سلمہ بن کہیل اور حکم بن عتیبہ سے کہہ دے کہ وہ مشرق میں جائیں یا مغرب میں انہیں صحیح علم ہرگز نہیں مل سکے گا، مگر وہ چیزیں جو ہم اہل بیتؑ کے گھرانہ سے خارج ہوئی ہیں۔

اور یہ بھی حضرتؑ نے فرمایا کہ حکم جتنا علم کی تلاش میں دائیں بائیں جائے خدا کی قسم اسے عالم نہیں ملے گا مگر اس خاندان میں کہ جن پر جبریل نازل ہوا ہے۔

اور ۱۱۵ ہجری میں عطا ابن ابو رباح مفتی مکہ نے جو رؤساء علماء اہل سنت میں سے ہے وفات پائی اور بیان ہوا ہے کہ عطا مشلوں لنگڑا، اندھا اور سیاہ رنگ شخص تھا۔

اور ۱۱۷ھ میں حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کی وفات مدینہ میں ہوئی ہے اور اسی سال میں ہی قتادہ بن دعابر نے (کہ جو علماء اہل سنت میں بہت بڑا شخص تھا اور جس کا کلام آیات کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں) واسط میں وفات پائی اور وہ مادر زاد اندھا تھا اور ابن خلقان نے کہا کہ وہ دجیل میں غرق ہو گیا تھا اور ۱۱۷ ہجری میں غیلان بن عقبہ ذوالرمہ شاعر نے اصفہان میں وفات پائی اور وہ فحول شعراء اور عرب کے مشہور عاشق مزاج لوگوں میں سے تھا اور اس کی محبوبہ میہ تھی اور ذوالرمہ نے اس کے حسن وعشق میں بہت سے اشعار کہے ہیں اور اسی سال یا ۱۲۰ھ میں عبداللہ بن عمر کے غلام نافع نے وفات پائی وہ اہل سنت کے ثقات محدثین میں سے ایک ہے۔

اور ۱۱۸ ہجری میں علی بن عبداللہ بن عباس نے وفات پائی جو سفاح اور منصور دوانقی کا دادا تھا اور امیر المومنینؑ نے اس کا نام علی رکھا تھا اور اسے ابوالحسن کی کنیت دی تھی اور ابوالاملاک سے بھی اسے تعبیر فرمایا جب عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اس نے شدت بغض وعداوت امیر المومنینؑ کی وجہ سے علی سے کہا کہ مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ میں علی کا نام اور کنیت سنوں اپنی کنیت اور نام کو بدل لو ،پس علی نے اپنی کنیت تو ابو محمد کر لی لیکن کہنے لگا میں اپنے نام کو نہیں بدلتا۔

اور ۱۲۲ ہجری میں ابو واثلہ ایاس بن معاویہ کی وفات ہوئی اور ابو واثلہ زیرکی اور فطانت وذکاوت میں بے نظیر تھا اور اس کی فراست وفطانت کی حکایات مشہور ہیں جن میں سے بعض کو ابن خلقان نے ذکر کیا ہے، اور ۱۲۳ ہجری میں یا ایک سال بعد محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن الحرث بن شہاب بن زہرۃ بن کلاب فقیہ مدنی تابعی نے جو زہری کے نام سے مشہور ہے وفات پائی اور علماء جمہور نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی بڑی تعریف وتوصیف کی ہے کہا گیا ہے کہ اس نے سات فقہا کے علم کو محفوظ کیا تھا اور جب وہ اپنے گھر میں بیٹھتا تو اپنی کتابیں ارد گرد رکھ لیتا اور امور دنیا کی ہر چیز کو چھوڑ کر ان میں مشغول ہو جاتا پس اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم یہ کتابیں میرے لیے تین سوکنوں سے زیادہ سخت ہیں، اور اس کا جد اعلیٰ عبداللہ بن شہاب جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ مل کر حاضر ہوا تو زہری سے کہا گیا، کیا تیرا دادا بھی جنگ بدر میں موجود تھا کہنے لگا ہاں مگر اس طرف سے یعنی اس صف میں تھا جس میں مشرکین تھے اور علماء کے کلمات اس کی مدح وقدح میں مختلف ہیں اور صاحب روضات نے تفصیل دی ہے، پس فرمایا ہے کہ وہ ابتداء امر میں تو علماء اہل سنت اور گروہ شیطان کے ساتھیوں میں سے تھا اس لیے مروان کی عبدالملک بن مروان اور اس کے بیٹے ہیں پھر اس کے علم وادراک نے اس کی مدد کی اور اسے حق مبین کی طرف ہدایت کی، پس اسے آخری عمر میں امام زین العابدینؑ کی طرف رجوع کرنے والوں اور آپؑ کے انفاس شریفہ سے استفادہ کرنے والوں کے زمرہ میں شامل کر دیا پھر صاحب روضات نے اپنے مدعی کے شواہد ذکر کیے ہیں لیکن یہ مقام ان کے ذکر کا نہیں وہاں روضات کی طرف رجوع کرو۔

اور انساب سمعانی میں ہے کہ زہری زہرہ بن کلاب کی طرف منسوب ہے اور وہ تابعین مدینہ میں سے ہے، اس نے دس اصحاب رسول سے ملاقات کی ہے اور اپنے ہمعصر لوگوں میں زیادہ حافظہ رکھتا تھا منگل کی رات ۱۷ ماہ رمضان ۱۲۴ ہجری میں شام کے علاقہ میں وفات پائی اور اس کی قبر مقام بیدار میں مشہور زیارت گاہ ہے۔ اور ہشام کی حکومت کے زمانہ اوائل ماہ صفر ۱۲۱ ہجری میں زید بن علی بن الحسین علیہم السلام کی شہادت ہوئی اور ہم نے کتاب منتہی کے باب اولاد علی بن الحسین میں جناب زید کے حالات اور ان کی شہادت کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور یہاں ہم اکتفاء کرتے ہیں اس پر جسے شیخ جلیل علی بن الحسین مسعودی نے تحریر کیا ہے اور تفصیلات کا متلاشی ابوالفرج اصفہانی زیدی کی کتاب مقاتل الطالبین کی طرف رجوع کرے مسعودی مروج الذہب میں فرماتے ہیں کہ جب زید نے خروج کا ارادہ کیا تو اپنے بھائی امام محمد باقرؑ سے مشورہ کیا، حضرتؑ نے فرمایا کہ اہل کوفہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ دغاباز اور مکار ہیں اور کوفہ میں تمہارے جد امیر المومنینؑ شہید ہوئے اور تمہارے چچا امام حسنؑ کو انہوں نے زخمی کیا اور تمہارے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہم السلام شہید ہوئے اور کوفہ اور اس کے اطراف میں ہم اہل بیت کو سب وشتم کیا گیا، پس آپؑ نے زید کو بنی مروان کی حکومت کی مدت اور اس کے بعد بنی عباس کی حکومت کی خبر دی، زید نے آپؑ کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنے عزم و ارادہ کی بنی مروان سے حق کا مطالبہ کرنے میں پیروی کی، حضرت باقرؑ نے فرمایا اے بھائی مجھے تیرے متعلق خوف ہے کہ تجھے کوفہ کے مقام کناسہ میں سولی پر لٹکائیں گے پھر آپؑ نے زید کو الوداع کیا اور اسے خبر دی کہ پھر ہماری ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوگی، اور زید کے خروج کی ابتداء یوں ہوئی کہ مقام رصافہ میں جو قنسترین کے علاقہ میں ہے زید ہشام کے دربار میں گئے جب دربار میں داخل ہوئے تو انہیں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی کہ جس میں بیٹھتے اور نہ ہی ان کے بیٹھنے کے لیے جگہ کشادہ کی گئی مجبوراً آخر دربار میں بیٹھ گئے اور ہشام کی طرف رخ کر کے فرمایا کوئی شخص اللہ کے تقویٰ سے بڑا نہیں اور اللہ کے تقویٰ کے علاوہ کوئی شخص حقیر و ذلیل نہیں اور میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، پس اس سے ڈرو، ہشام کہنے لگا خاموش رہو تمہاری ماں نہ ہو تم وہ شخص ہو جو خلافت کے خیال میں پڑے ہو حالانکہ تم تو ایک کنیز کے بیٹے ہو، زید نے فرمایا، تیری بات کا جواب ہے اگر چاہے تو کہوں ورنہ خاموش رہوں، ہشام کہنے لگا کہو فرمایا ماؤں کے رتبہ کی پستی بیٹوں کی قدر و منزلت کی پستی کا سبب نہیں بنتی، پھر فرمایا کہ جناب اسماعیل کی والدہ کنیز تھی اسحاق کی ماں کے باوجود اس کے خدائے تعالیٰ نے اسے مبعوث نبوت کیا اور اسے عرب کا باپ بنایا اور اس کے صلب سے پیغمبر خاتم خیر البشر کو قرار دیا اب تم مجھے ماں کے طعنے دیتے ہو، حالانکہ میں علی و فاطمہ کا بیٹا ہوں پھر کھڑے ہو گئے اور کچھ اشعار پڑھے جن کے ابتدائی شعر یہ تھے:

شرده الخوف وازری به
كذاك من يكره حرا الجلاد
قد كان في لموت له راحة
والموت حتم في رقاب العباد

ان یحدث اللہ لہ دولۃ!
یترک اثاری العدیٰ کالرماد

اسے خوف نے دھتکارا اور اسے عیب لگایا اور ایسا ہی ہوتا ہے وہ شخص کہ جو جنگ کی گرمی کو ناپسند کرتا ہے ، ایسے شخص کے لیے موت میں ہی آرام وراحت ہے اور موت بندوں کی گردن میں حتمی طوق ہے اگر اللہ نے اس کو حکومت دی تو وہ دشمنوں کے آثار کو راکھ کی طرح بکھیر دے گا۔

پس ہشام کے دربار سے نکل کر کوفہ میں گئے کوفہ کے قراء اور اشراف نے ان کی بیعت کر لی تو زید نے حکومت کے خلاف خروج کیا اور یوسف بن عمر ثقفی جو ہشام کی طرف سے عراق کا گورنر تھا ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہوا جب جنگ کا تنور گرم ہوا تو زید کے اصحاب نے دھوکہ کی بنیاد رکھی، اور بیعت توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے زید تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ باقی رہ گئے ، مسلسل سخت جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ رات ہوگئی اور لشکر جنگ سے دستبردار ہو گیا زید کو بہت سے زخم لگے ہوئے تھے ایک تیر بھی آپ کی پیشانی پر لگا ہوا تھا پس حجام کوفہ کی ایک بستی سے لے آئے تا کہ وہ تیر کا پھل زید کی پیشانی سے نکالے جب حجام نے تیر باہر نکالا تو زید نے ساتھ ہی دنیا کو خیر باد کہا۔

پس ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور اسے پانی کی ندی میں دفن کر کے ان کی قبر کو مٹی اور گھاس سے پر کر کے اوپر پانی جاری کر دیا گیا اور اس حجام سے بھی عہد و پیمان لیا کہ وہ اس چیز کو کہیں ظاہر نہیں کرے گا جب صبح ہوئی تو حجام یوسف کے پاس گیا اور اسے زید کی قبر کی نشاندہی کرائی، یوسف نے زید کی قبر کھدوا کر ان کی لاش باہر نکالی اور سر مبارک جدا کر کے ہشام کے پاس بھیج دیا، ہشام نے اسے خط لکھا کہ زید کو برہنہ اور ننگا سولی پر لٹکادو، یوسف نے انہیں کناسہ کوفہ میں برہنہ سولی پر لٹکا دیا۔

اسی واقعہ کی طرف بنی امیہ کے ایک شاعر نے اشارہ کیا اور آل ابوطالب اور ان کے شیعوں کو خطاب کر کے کہا:

وصلبنا لکم زیدا علی جزع نخلۃ
ولم ارمھدیا علی الجذع یصلب

ہم نے تمہارے لیے زید کو کھجور کے تنے پر سولی لٹکایا اور میں نے کوئی مہدی نہیں دیکھا کہ وہ کھجور کے تنے پر لٹکایا گیا ہو۔

پھر ایک زمانہ کے بعد ہشام نے یوسف کو لکھا کہ زید کی لاش کو نظر آتش کر دو اور اس کی راکھ فضا میں بکھیر دو۔ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ زید ولید بن یزید کے زمانہ خلافت میں سولی پر لٹکے رہے پس جب یحییٰ بن زید نے خروج کیا تو ولید نے یوسف کو لکھا اما بعد جب تجھے میرا خط ملے تو دیکھو (اتاروخ د) اہل عراق کے بچھڑے کو جلا کر اس کی راکھ دریا میں بکھیر دو، یوسف نے اس خط کے مطابق خراش بن حوشب کو حکم دیا یہاں تک کہ اس نے زید کو سولی سے اتارا اور جلا کر ان کی راکھ دریائے فرات میں بکھیر دی اور بعض

روایات میں ہے کہ زید چار سال تک سولی پر لٹکے رہے اس کے بعد انہیں اتار کر جلایا گیا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضور زید کی سولی والے درخت سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور لوگوں سے کہہ رہے تھے کیا میرے بیٹے کے ساتھ یہی سلوک کرو گے۔

مسعودی نے ہشیم بن عدی طائی سے روایت کی ہے اور اس نے عروہ بن ہانی سے، وہ کہتا ہے کہ ہم سفاح کے زمانہ میں علی بن عبداللہ عباسی کے ساتھ بنی امیہ کی قبریں اکھاڑنے کے لیے گئے پس ہم ہشام کی قبر پر پہنچے اسے باہر نکالا تو دیکھا کہ اس کا بدن ابھی تک ریزہ ریزہ نہیں ہوا تھا اور اس کے اعضاء اس کے ناک کی پھنگی کے علاوہ صحیح و سالم تھے عبداللہ نے اس کے بدن پر اسی (۸۰) کوڑے لگائے پھر اس کو جلایا اس کے بعد ہم وابق کے علاقہ میں گئے سلیمان کو قبر سے نکالا تو اس کی پشت ہنسلیاں اور سر کے علاوہ کچھ نہیں تھا، اس کو بھی جلایا اور اسی طرح بنی امیہ کے تمام مردوں کے ساتھ کیا کہ جن کی قبریں قنسرین میں تھیں۔

پھر ہم دمشق کی طرف گئے اور ولید بن عبدالملک کی قبر کھودی تو اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں تھی پھر عبدالملک کی قبر کھودی تو سوائے اس کے سر کی ہیئت کے کچھ ہمیں نظر نہ آیا یزید بن معاویہ کی قبر کھودی تو ایک ہڈی کے علاوہ کچھ نہ ملا اور اس کی لحد میں ایک طویل سیاہ نشان دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی لحد کے طول میں راکھ ڈالی گئی ہو پھر ہم نے ان کی قبریں باقی شہروں میں تلاش کیں اور جو کوئی ان میں سے ملا اس کو جلایا۔ خلاصہ یہ کہ بدھ کے دن چھ ربیع الثانی ہشام نے رصافہ قنسرین میں وفات پائی وہ ۱۲۵ ہجری تھا اس کی عمر ۵۳ سال اور اس کی سلطنت تقریباً بیس سال رہی۔

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کی حکومت اور یحییٰ بن زید رحمۃ اللہ کی شہادت کا ذکر

۱۲۵ ہجری ہشام کی موت کے دن ولید پلید تخت خلافت و حکومت پر بیٹھا اور وہ خبیث کردار ملحد، بدمذہب اور فسق و فجور میں مشہور و معروف تھا اور کسی طرح بھی وہ ظواہر اسلام کا التزام نہیں رکھتا تھا ہمیشہ شراب پینے، گانے بجانے، لہو و لعب، قسم و قسم کے فسق و فجور اور طرب و سرور میں مشغول رہتا تھا بنی امیہ میں سے کسی شخص نے اس کی طرح شراب نہیں پی اس کے حکم سے شراب کا ایک حوض پر کیا گیا تھا جب طرب و خوشی کا اس پر غلبہ ہوتا تو وہ اس حوض میں کود جاتا اور اتنی شراب پیتا کہ حوض کی کمی کے آثار ظاہر ہو جاتے اور تاریخ خمیس اور اخبار الدول میں ہے کہ ایک دن ولید ملحد اپنے گھر میں آیا دیکھا کہ اس کی بیٹی اپنی دایہ کے ساتھ بیٹھی ہے اس کے گھٹنوں پر بیٹھ گیا اور اس کی بکارت زائل کر دی، دایہ نے ولید سے کہا کہ مجوسیوں کا دین اختیار کر لیا ہے تو ولید نے یہ شعر پڑھا:

من راقب الناس مات غما
وفاز باللذة الجسور

جو لوگوں کا خیال کرے وہ ہم وغم میں مر جاتا ہے اور جسارت مند لذت حاصل کرتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے عرب کے احمق اور بے وقوف لوگوں کے حالات کے ضمن میں نقل کیا ہے کہ ایک روز سلیمان ولید کے بھائی نے ایک مجلس میں کہا کہ خدا لعنت کرے میرے بھائی ولید پر کیونکہ وہ فاسق و فاجر شخص تھا، مجھے اس نے برائی پر مجبور کیا تھا یعنی لواطت کرنے پر اس کے عزیزوں میں سے کسی نے کہا خاموش رہ خدا کی قسم اگر اس نے ارادہ کیا تھا تو پھر وہ کام کیا بھی ہوگا۔

اور اہل سنت کی بعض کتب میں ہے کہ ایک رات موذن نے صبح کی اذان کہی ولید اٹھا اس نے شراب پی اور کنیز کو چمٹ گیا جو کہ مست تھی اس سے ہم بستری کی اور قسم کھائی کہ وہی کنیز جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے، پس اسے اپنا لباس پہنایا اور اس مست کنیز کو جنابت و منی کی پلیدگی کے ساتھ مسجد میں بھیجا اور اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اور یہ بھی اخبار الدول اور تاریخ خمیس میں ہے کہ اس نے حج کا قصد کیا اور ارادہ کیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر شراب پیئے اور بوس و کنار کی لذت حاصل کرے یہ بھی بہت سی کتب میں تحریر ہے کہ جن میں سے حیوۃ الحیوان اور میری ادب الدین والدنیا ماوردی ہے کہ ایک دن ولید پلید نے قرآن مجید سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی واستفتحوا وخاب کل جبار عنید اور انہوں نے کشائش طلب کی اور ہر جبار عنید خائب و خاسر ہے اس خبیث نے قرآن پھینک دیا اور اس پر تیر بارانی کی اور اتنے تیر مارے کہ قرآن مجید کے پرزے پرزے ہو گئے اور یہ اشعار پڑھے:

تھددنی بجبار عنید!
فھا انا ذاك جبار عنید
اذا ماجئت ربك یوم حشر
فقل یارب مزقنی الولید

تو مجھے جبار عنید ہونے کی دھمکی دیتا ہے تو یہ لو میں وہی جبار عنید ہوں جب میدان محشر میں اپنے رب کے پاس جاؤ تو کہنا اے رب مجھے ولید نے ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا۔

اور نصرانی عورت کے ساتھ اس کے عشق کی حکایت تزئین الاوراق میں داؤد انطاکی نے ذکر کی ہے اور مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ابن عائشہ گویا ولید کے پاس آیا اور اس نے یہ اشعار گائے:

رایت صبیحة النحر!
حور العین عزیمة الصبر

مثل	الكواكب	فى	مطالعها
عند	العشا	اطفن	بالبدر
وخرجت	الا	جر	محتسبا
فرجعت	موفوراً	من	الوزر

میں نے وہ دیکھی کہ جس کی گردن صبح کی طرح تھی بڑی آنکھوں والی اور پختہ صبر والی اس کے طلوع کی جگہیں مثل ستاروں کے تھیں کہ شام کے وقت جنہوں نے چودہویں کے چاند کو گھیر رکھا تھا اور میں مزدوری لینے کے لیے نکلا جب پلٹا تو بوجھ سے لادا ہوا تھا۔

ولید کہنے لگا خدا کی قسم بہت اچھا کہا اور اسے عبدالشمس کے حق کی قسم دی کہ دوبارہ کہے پھر امیہ کے حق کی قسم دی کہ اس کا اعادہ کرے، اس طرح اس شجرہ ملعونہ کے ایک باپ کے اوپر دوسرے کا ذکر کرتا رہا اور اس سے دوبارہ کہلاتا رہا اور ابن عائشہ بھی دوبارہ شعر کہتا رہا یہاں تک کہ اپنے تک پہنچا اور کہنے لگا میری جان کی قسم پھر کہو اس نے پھر کہا ولید میں طرب وسرور کی حالت کا اثر ہوا اور ابن عائشہ کے اعضائے بدن کو چومنے لگا پس اس کے سر سے لے کر نیچے تک اس کے ایک ایک عضو کے بوسے لیتا رہا یہاں تک کہ اس کے آلہ تناسل تک جا پہنچا جھکا تا کہ اس کا بوسہ لے ابن عائشہ نے اپنی رانیں ملا کر اسے چھپانا چاہا ولید کہنے لگا خدا کی قسم میں اس کو چومے بغیر دستبردار نہیں ہوں گا، پس اس کے حشفہ کا بوسہ لیا پھر مستانہ واطربا طربا کی آواز لگانے لگا اور اپنا لباس اتار دیا اور ابن عائشہ پر پھینک دیا اور خود برہنہ کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ اس کے لیے لباس لے آئے اور یہ بھی حکم دیا کہ ابن عائشہ کے لیے ہزار دینار لے آؤ اور ایک خچر بھی منگوایا اور ابن عائشہ کو اس پر سوار کیا اور کہنے لگا اس خچر پر سوار ہو کر میری مسند پر چلو کیونکہ ہمیشہ رہنے والی آگ میرے جگر میں تو نے روشن کی ہے۔

نیز مروج الذہب اور کامل مبرد میں ہے کہ ولید نے اپنا برا عقیدہ ظاہر کیا اور یہ اشعار پڑھے:

تلعب		بالخلافة	هاشم
بلاوحى	اتاه	ولا	كتاب
فقل	وله	يمنعنى	طعامى
وقل	لله	يمنعنى	شرابى !

ہاشمی شخص نے خلافت کا کھیل کھیلا بغیر اس کے کہ اس کے پاس وحی اور کتاب آئی ہو، پس اللہ سے کہہ دو کہ میرا کھانا پینا روک لے۔

میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اس کے کلمات کفر لکھنے اور اس کے اشعار کی حکایت کرنے میں اور ولید نے یہ مخصوص کفر یزید

سے لیا تھا اور یزید نے ابوسفیان سے اور ولید ان اشعار کے کہنے کے چند دن بعد مارا گیا اور ولید کے مشہور صفات میں سے یہ ہے کہ جو کنیزیں اس کے باپ کی منکوحہ تھیں اور اس کے باپ سے ان کی اولاد بھی تھی ان سے اس نے بدفعلی کی اور بعد والے خلفاء اور اہل سنت کے مورخین کی زبانوں پر مشہور تھا ولید فاسق اور ولید زندیق۔

اور اخبار الدول میں مسند احمد سے اور تاریخ خمیس میں ذھبی سے منقول ہے کہ رسول خداؐ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا البتہ اس امت میں ایک شخص ہوگا جسے ولید کے نام سے پکارا جائے گا وہ اس امت کے لیے بنسبت فرعون کے اپنی قوم کے لیے زیادہ سخت ہوگا اور بہت تعجب ہے قاضی عیاض سے کہ جس نے کہا ہے کہ ولید ان بارہ خلفاء میں سے ہے کہ جو حدیث متواتر النقل متفق علیہ بین الخاصۃ والعامۃ میں منصوص ہیں اور اخبار الدول میں ہے کہ صاحب کوکب الملک نے نقل کیا ہے کہ ولید ۳۳ بیماریوں میں مبتلا تھا کہ جن میں سے کم از کم بلا و مصیبت یہ تھی کہ وہ اپنی ناف سے پیشاب کرتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ جب ولید کا فسق و فجور فاش اور ظاہر ہوا تو لوگوں نے اس کی دشمنی پر کمر باندھ لی اور سب نے مل کر اس کے خلاف خروج کیا اور اہل دمشق نے اس کو خلافت سے اتارنے پر اتفاق و اجماع کر لیا اور یہ کہ ولید کو قتل کر کے قمیص خلافت و حکومت اس کے چچازاد بھائی یزید ناقص کو پہنا دی پس یزید کو دیہات سے شہر میں بلایا اور اس کے ساتھ قسم کھائی اور اتفاق کیا کہ وہ اس کی مدد و اعانت کریں گے تاکہ وہ ولید کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہوا اور ان کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی بالآخر ولید مغلوب ہو کر اپنے قصر کی طرف بھاگ گیا اور قلعہ بند ہو گیا۔

یزید کے لشکر نے قصر کو گھیر لیا اور آخرکار قصر میں لشکر داخل ہو گیا اور ولید کو بڑی بری طرح قتل کر دیا اور اس کا سر قصر کی دیوار پر لٹکا دیا اور اس کا بدن باب فرادیس کے باہر دفن کر دیا۔

اور مسعودی نے فرمایا ہے کہ ولید بحراء میں قتل ہوا جو دمشق کی ایک بستی ہے جب کہ ۱۲۶ ہجری میں جمادی الثانی کے آخری دو دن باقی تھے اور اس کی حکومت ایک سال دو ماہ اور بائیس دن رہی اور اس کی عمر چالیس سال تھی اور وہ بحرا میں دفن ہوا۔ انتہی

اور ولید کی سلطنت کی ابتدا میں خالد بن عبداللہ قسری مارا گیا اور خالد وہی شخص ہے جسے ہشام بن عبدالملک نے عمرو بن ہبیرہ والی کو معزول کر کے عراقین (بصرہ و کوفہ) کا گورنر مقرر کیا تھا خالد ایک مدت تک عراقین کا گورنر رہا یہاں تک کہ ۱۲۰ھ ہشام نے اسے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی حجاج کے چچازاد بھائی کو اس کی جگہ پر نصب کیا، یوسف نے خالد کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور ۱۲۵ ہجری کے آخر میں اور ولید کی سلطنت کے ابتدائی زمانہ میں اسے بڑے سخت طریقہ سے قتل کر دیا۔ کہتے ہیں خالد سخاوت کے ساتھ مشہور تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک عرب اس کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے دو اشعار میں تیری مدح کی ہے اور توقع ہے کہ تو مجھے دس ہزار درہم اور ایک خادم دے، خالد نے کہا وہ اشعار پڑھو اس نے کہا:

لزمت نعم حتی کانک لم تکن
سمعت من الا شیاء شیا سوی نعم

وانكرت لا حتى كانك لم تكن
سمعت بهالى سالف الدهر والا مم

تو نے ہاں کو لازم پکڑا ہے یہاں تک کہ گویا تو نے ہاں کے علاوہ کوئی اور چیز سنی ہی نہیں اور تو نے نہ سے انکار کیا ہے گویا تو نے گزشتہ زمانہ اور امتوں میں یہ لفظ سنا ہی نہیں۔

خالد نے اسے دس ہزار درہم اور ایک خادم عطا کیا لیکن ابوالفرج نے اغانی میں اسے بخیلوں میں شمار کیا ہے اور کئی حکایتیں اس کے بخل کی نقل کی ہیں اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ خنثیٰ تھا اور اس کی ماں نصرانی تھی اور اس بناء پر (کہ علی سے خنثیٰ کو محبت نہیں ہوتی) امیر المومنینؑ سے اسے بڑی دشمنی اور عداوت تھی اور اس نے اس ملعون کے کئی فقرے آنجنابؑ پر سب وشتم کے نقل کیے ہیں کہ جن کا نقل کرنا مناسب نہیں بلکہ اس سے کئی حکایتیں نقل کی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کافر زندیق اور ملحد تھا۔ لعنة الله عليه

اور خالد کی وفات کے دن محمد و ابراہیم ہشام بن اسماعیل مخزومی کے دونوں بیٹے جو ہشام بن عبدالملک کے ماموں تھے یوسف بن عمر کی قید میں ہلاک ہوئے اور یوسف نے انہیں ولید کے حکم سے قید کر رکھا تھا جب تک وہ قید میں رہے انتہائی شکنجہ اور عذاب میں مبتلا تھے اور یہ اس بغض کی وجہ سے تھا جو ان کا ولید کے دل میں تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ میں اپنے چچازاد بھائی عرجی کا بدلہ ان سے لینا چاہتا ہوں اور عرجی عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان ہے کہ جسے محمد بن ہشام مخزومی مذکور نے قید کیا تھا اور بہت سے تازیانے اسے لگائے تھے اور اسے بازار میں پھرایا تھا اور اسے نو سال تک قید میں رکھا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور اس نے قید کے زمانہ میں اشعار کہے کہ جن میں سے یہ مشہور شعر ہے:

اضاعونی وای فتى اضاعوا
ليوم كريهة وسداد ثغر

انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کس جوان کو انہوں نے ضائع کیا جو جنگ کے دن اور سرحد کی حفاظت کے لیے تھا۔

اور عرج مکہ میں ایک جگہ ہے اور ولید کی سلطنت کے اوائل میں یحییٰ بن زید بن علی بن الحسینؑ نے نہی از منکر اور بنی امیہ کے عمومی ظلم کو دور کرنے کے لیے خروج کیا اور آخرکار وہ شہید ہوئے مناسب ہے اختصار کے ساتھ ان کے قتل کی کیفیت کو یہاں درج کیا جائے۔

یحییٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہما السلام کی شہادت

واضح ہو کہ جب زید بن علی بن الحسینؑ ۱۲۱ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے اور یحییٰ باپ کے دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو زید کے اصحاب و اعوان متفرق ہو گئے اور یحییٰ کے ساتھ دس افراد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، مجبوراً یحییٰ رات کے وقت کوفہ سے نکل کر نینوی کی طرف چل دیئے اور وہاں سے مدائن کی طرف کوچ کیا اور مدائن اس وقت خراسان کا راستہ تھا یوسف بن عمر ثقفی والی عراقین نے حریث کلبی کو یحییٰ کے گرفتار کرنے کے لیے مدائن بھیجا، یحییٰ مدائن سے ری کی طرف اور وہاں سے سرخس کی طرف چلے گئے اور سرخس میں یزید بن عمرو تیمی کے مہمان ہوئے اور چھ ماہ تک اس کے پاس رہے۔

محکمہ (خارجی) کی ایک جماعت نے چاہا کہ یحییٰ کے ساتھ ہو کر بنی امیہ کے ساتھ جنگ کریں یزید بن عمرو نے یحییٰ کو ان کا ساتھ دینے سے منع کیا اور کہنے لگا کس طرح اس گروہ سے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مدد چاہتے ہو جو علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے بیزار ہیں پس یحییٰ نے انہیں جواب دیا اور سرخس سے بلخ چلے گئے اور جریش بن عبداللہ شیبانی کے ہاں قیام کیا اور اس کے پاس رہے یہاں تک کہ ہشام دنیا سے رخصت ہوا اور ولید خلیفہ ہوا اس وقت یوسف بن عمر نے نصر بن سیار عامل خراسان کو لکھا کہ جریش کے پاس کسی کو بھیجو کہ وہ یحییٰ کو گرفتار کرے اور نصر نے عقیل عامل بلخ کو لکھا کہ جریش کو گرفتار کرو اور اس کو اس وقت تک رہا نہ کرو جب تک وہ یحییٰ کو تمہارے سپرد نہ کرے، عقیل نے نصر بن سیار کے حکم کے مطابق جریش کو پکڑ لیا اور اسے چھ سو تازیانے لگائے اور کہنے لگا خدا کی قسم اگر یحییٰ کو میرے سپرد نہ کیا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، جریش نے بھی اس کام سے سختی سے انکار کیا۔

قریش جریش کے بیٹے نے عقیل سے کہا میرے باپ سے سروکار نہ رکھو میں اس مہم کی کفایت اپنے ذمہ لیتا ہوں اور یحییٰ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں، پس وہ کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لے گیا وہ یحییٰ کو تلاش کرنے لگے بالآخر انھوں نے یحییٰ کو مکان کے اندر دوسرے مکان میں پایا پس انھیں ان کے ساتھی یزید بن عمرو کوفی کے ساتھ گرفتار کر کے نصر بن سیار کے پاس بھیج دیا نصر نے انہیں قید خانہ میں زنجیر و سلاسل میں جکڑ کر بند کر دیا اور ان کے حالات کی شرح و تفصیل یوسف بن عمر کو لکھ بھیجی، یوسف نے معاملہ ولید کو لکھا ولید نے جواب میں لکھا کہ یحییٰ اور اس کے اصحاب کو قید و بند سے رہا کر دو، یوسف نے ولید کے خط کا مضمون نصر کو لکھا نصر نے یحییٰ کو بلایا اور انہیں نصیحت کی اور فتنہ سے ڈرایا اور دو ہزار درہم دو خچروں کے ساتھ انہیں دیئے اور حکم دیا کہ وہ ولید کے پاس چلے جائیں، اور جب یحییٰ کو قید سے رہا کیا گیا تو شیعہ مالداروں کی ایک جماعت اس لوہار کے پاس گئی جس نے بیڑیاں ان کے پاؤں سے نکالی تھیں اور اسے کہنے لگے کہ وہ بیڑیاں ہمارے پاس بیچ دو، لوہار نے وہ بیڑیاں بیچنے کے لیے پیش کیں جو خریدنا چاہتا تھا دوسرا قیمت زیادہ کر دیتا یہاں تک کہ ان کی قیمت بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی، بالآخر سب نے مل کر وہ قیمت ادا کی اور شراکت میں خرید کر لیں پھر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کیا ہر شخص نے اپنے حصہ کو تبرک کے طور پر اپنی انگوٹھی کا نگینہ بنایا۔

خلاصہ یہ کہ جب یحییٰ رہا ہوئے تو سرخس کی طرف گئے اور وہاں سے عمرو بن زرارہ والی ابوشہر کے پاس گئے عمرو نے یحییٰ کو ان کے خرچ کے طور پر ایک ہزار درہم دیئے اور انہیں بیہق کی طرف نکال دیا جو خراسان کا آخری شہر تھا، یحییٰ نے بیہق میں ستر آدمی اپنے معاون پیدا کر لیے اور ان کے لیے گھوڑے خرید لیے اور عمرو بن زرارہ عامل ابوشہر سے جنگ کرنے کے لیے نکلے عمرو جب یحییٰ کے خروج سے مطلع ہوا تو اس نے یہ قضیہ نصر بن سیار کو لکھا نصر نے عبداللہ بن قیس عامل سرخس اور حسن بن زید عامل طوس کو لکھا کہ وہ ابو شہر کی طرف جائیں اور عمرو بن زرارہ کے تحت فرمان ہو کر یحییٰ کے ساتھ جنگ کریں، پس عبداللہ و حسن اپنے اپنے لشکر کے ساتھ عمرو کے پاس گئے اور دس ہزار کا لشکر تیار کیا اور یحییٰ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہوئے اور یحییٰ ستر سواروں کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کے لیے آئے اور ان سے سخت جنگ کی آخر کار عمر بن زرارہ مارا گیا اور یحییٰ نے اس کے لشکر پر فتح حاصل کی اور انہیں شکست دے کر متفرق کر دیا اور عمرو کے لشکر کا ساز و سامان غنیمت کے طور پر لے لیا اس کے بعد ہرات کی طرف چلے گئے اور ہرات سے جوزجان کی طرف گئے کہ جو مرو و بلخ کے درمیان اور خراسان کے شہروں میں سے ہے۔

نصر بن سیار نے آٹھ ہزار سوار شامی وغیر شامی کے ساتھ سلم بن احوز کو یحییٰ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا، پس ارغوی بستی میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور تنور جنگ گرم ہوا، یحییٰ نے تین دن اور تین راتیں ان سے جنگ کی یہاں تک کہ یحییٰ کا لشکر مارا گیا اور آخر کار دوران جنگ ایک تیر یحییٰ کی پیشانی پر آلگا اور یحییٰ شہید ہو گئے، پس جب سلم کا لشکر کامیاب ہو گیا اور جناب یحییٰ شہید ہو گئے تو ان کے قتل کی جگہ پر آئے اور ان کے بدن کو برہنہ کیا اور سر جدا کر کے نصر کے پاس بھیج دیا نصر نے سر ولید کے پاس بھیجا، پس یحییٰ کا بدن جوزجان شہر کے دروازے پر لٹکایا گیا اور مسلسل یحییٰ کا بدن سولی پر لٹکا رہا یہاں تک کہ ارکان سلطنت بنی امیہ متزلزل ہوئے اور بنی عباس کی حکومت نے قوت پکڑی اور ابو مسلم مروزی حکومت عباسیہ کے داعی نے سلم یحییٰ کے قاتل کو قتل کر کے یحییٰ کے بدن کو سولی سے اتار کر غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر اسی جگہ اسے دفن کر دیا پھر اس نے کسی ایسے شخص کو نہ چھوڑا جو یحییٰ کے خون میں شریک تھا۔

پس خراسان اور اس کے باقی علاقوں میں ایک ہفتہ تک لوگوں نے یحییٰ کی عزاداری کی اور اس سال جو بچہ خراسان میں پیدا ہوا اس کا نام یحییٰ رکھا۔ اور ۱۲۵ ہجری میں یحییٰ کی شہادت ہوئی اور یحییٰ کی والدہ ریطہ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ کی بیٹی تھی اور دعبل خزاعی نے اپنے اس شعر میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے:

واخریٰ بارض الجوز جان محلها

اور دوسری وہ قبر ہے جو جوزجان میں ہے۔

اور صحیفہ کاملہ کی سند کے بیان میں کئی ایک مطالب کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ جن کا تعلق یحییٰ کے ساتھ ہے جن کا خلاصہ یہ ہے متوکل بن ہارون صحیفہ کا راوی کہتا ہے جس زمانہ میں یحییٰ خراسان کی طرف جا رہے تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا، کہنے لگے تو کہاں سے آرہا ہے میں نے عرض کیا حج سے پس یحییٰ نے اپنے اہل بیتؑ اور اقرباء کے حالات پوچھے جو مدینہ میں تھے اور میں نے انہیں بتایا، یہاں تک کہ فرمایا میرے چچا زاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام سے ملاقات کی تھی، عرض کیا جی ہاں، فرمایا میرے

بارے میں تو نے ان سے کیا سنا ہے میں نے عرض کیا انھوں نے خبر دی تھی کہ آپ شہید ہو جائیں گے اور اپنے والد جناب زید کی طرح سولی پر لٹکائے جائیں گے یہ خبر سن کر یحیی کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس آیت کی تلاوت کی "**یمحو الله ما یشاء ویثبت وعنده ام الکتاب**" خدا جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثبت کرتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے پس چند کلمات کے بعد جو ہم نے گفتگو کی تو یحیی نے فرمایا کہ میرے پاس دعاؤں کا ایک صحیفہ ہے جو میرے باپ نے اپنے باپ علی بن الحسین علیہما السلام سے حفظ کی تھیں اور مجھے وصیت کی تھی کہ میں اس کی حفاظت کروں اور نااہل سے اسے پوشیدہ رکھوں یہ لو وہ صحیفہ مکرمہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ تم میرے شہید ہو جانے کے بعد اسے میرے چچازاد بھائیوں محمد وابراہیم کو جو بیٹے ہیں عبد اللہ بن حسن بن علی علیہما السلام کے ، پہنچادینا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے چچازاد بھائی جعفرؑ کی خبر میرے قتل کے متعلق حق ہے اور ان کے آباؤ اجداد سے انہیں پہنچی ہے اور مجھے خوف ہے کہ میں قتل ہو جاؤں اور یہ صحیفہ بنی امیہ کے ہاتھ میں چلا جائے اور وہ اسے لوگوں سے مخفی کر دیں۔

متوکل کہتا ہے پس میں نے وہ صحیفہ کاملہ لے لیا اور جب یحییٰ شہید ہو گئے تو میں مدینہ گیا اور خدمت جعفر بن محمد علیہما السلام سے شرف یاب ہوا اور اپنی گفتگو جو یحیی سے ہوئی تھی میں نے آپؑ سے نقل کی تو حضرتؑ رونے لگے اور آپؑ کا حزن وملال یحیی پر سخت ہوا اور فرمایا خدا میرے چچازاد بھائی یحیی پر رحم فرمائے اور اسے اس کے آباؤ اجداد سے ملحق کرے۔ الخ

اور شیخ صدوق نے صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب آل ابوسفیان نے حسینؑ بن علیؑ کو شہید کیا تو خدا نے ان سے سلطنت کو برطرف کر دیا اور جب ہشام نے زید بن علی بن الحسینؑ کو شہید کیا تو خداوند عالم نے ان سے سلطنت لے لی اور جب ولید نے یحیی کو شہید کیا تو خداوند عالم نے اس سے سلطنت چھین لی۔

یزید وابراہیم ولید بن عبدالملک بن مروان کے دو بیٹوں کی خلافت کا ذکر

یزید بن ولید بن عبدالملک نے شب ۲۳ جمادی الثانی ۱۲۶ ہجری میں خلافت کا علم فضا میں بلند کیا، شام کے لوگوں نے اس کے چچازاد بھائی ولید کو خلافت سے ہٹا کر یزید سے بیعت کی اس وقت یزید نے ولید کے قتل کا حکم دیا اور کہنے لگا جو اس کا سر لے آئے اسے ایک لاکھ درہم انعام ملے گا، یزید کے ساتھی بحراء کی طرف گئے جو دمشق کی ایک بستی کا نام ہے اور انھوں نے ولید کو گھیر لیا ولید کہنے لگا، میری آج وہی حالت ہے جو عثمان بن عفان کی تھی پس لوگوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کا خون بہا دیا اور اس کا سر جدا کر کے دمشق میں لا کر شہر میں پھرایا پھر دمشق کے شہر کی دیوار پر اسے لٹکا دیا اس وقت امر خلافت یزید پر مستقر ہو گیا، پس یزید نے طریقہ عبادت و عدالت کا اختیار کیا اور عمر بن عبدالعزیز کے طریقہ پر چلا اور اس کو ناقص کہتے تھے۔

چونکہ اس نے لشکر کی تنخواہیں کم کر دی تھیں اور مشہور عبارت الناقص والاشج اعدلا بنی مروان (ناقص اور سر کے زخم والا بنی مروان میں زیادہ عادل تھے) میں یزید اور عمر بن عبدالعزیز کی طرف اشارہ ہے اور یزید مذہب معتزلہ پر تھا اسی لیے معتزلہ اسے عمر عبدالعزیز پر ترجیح وفضیلت دیتے تھے اور یزید پہلا خلیفہ تھا کہ جس کی ماں کنیز تھی۔

اور یزید کی مدت خلافت ولید کے قتل ہونے اور اس کے وفات پانے تک پانچ ماہ اور دو راتیں تھی اور اتوار کے دن ذی الحج کی پہلی تاریخ ۱۲۶ ہجری دمشق میں اس کی وفات ہوئی اور باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان دفن ہوا اور اس کی عمر ۴۶ سال تھی اور اسی سال یگانہ مداح اہل بیتؑ رسول ابوالمستہل کمیت بن زید اسدی رحمہ اللہ نے وفات پائی اور کمیت کی مدحتیں مخصوص اہل بیتؑ کے لیے اور حضرت باقرؑ کا اسے ارشاد فرمانا مشہور و معروف ہے اور ہم کمیت کے کچھ مداح اہل بیت کے اشعار کی طرف کتاب منتھی الآمال میں اشارہ کر چکے ہیں اور کمیت کے اشعار میں سے ہے:

ویوم الدوح دوح غدیر خم
ابان له الوصیة لو اطیعا!
ولکن الرجال تبایعوها!
فلم ار مثلها خطبا بدیعا نضیعا

اور بڑے درختوں کا دن جو غدیر خم کے درخت تھے رسولؐ نے علیؑ کے لیے وصیت کو واضح کیا کاش کہ اطاعت کی جاتی لیکن لوگوں نے خلافت میں ایک دوسرے کی بیعت کر لی پس میں نے ایسی نئی مصیبت یا دردناک مصیبت نہیں دیکھی۔

منقول ہے کہ کمیت نے ان اشعار کے بعد امیر المومنینؑ کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس سے فرمایا، یوں کہو:

ولم ار مثل ذاك الیوم یوما
ولم ار مثله حقا اضیعا

میں نے اس جیسا دن نہیں دیکھا اور نہ ہی اس طرح حق کو ضائع ہوتے دیکھا ہے۔

نیز کمیت کے اشعار میں سے اس کا مشہور قصیدہ ہاشمیات ہے کہ جسے انشاء کرنے کے بعد فرزدق شاعر کے سامنے پڑھا تو فرزدق نے اس کی تحسین کی اور اس کی اشاعت کا حکم دیا، پس کمیت مدینہ گیا اور حضرت باقرؑ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے اسے وہ دعا دی جو رسول خداؐ نے حسان کے حق میں کہی تھی پھر کمیت عبداللہ بن حسن اور باقی بنی ہاشم کے پاس گیا اور وہ اشعار ان کے سامنے پڑھے پس عبداللہ بن معویہ بن عبداللہ بن جعفر نے چمڑے کا ایک پارچہ لیا اور اس کے چاروں کونے اپنے بچوں کے ہاتھ میں پکڑائے اور بنی ہاشم کے گھروں میں گردش کی اور کہا کہ اے بنی ہاشم یہ کمیت ہے کہ جس نے تمہارے حق میں اشعار کہے ہیں جس وقت کہ لوگوں

نے تمہارے فضائل کے ذکر کرنے سے سکوت اختیار کیا ہے اور اس نے اپنا خون بنی امیہ کے سامنے بہانے کے لیے پیش کیا ہے تو جو کچھ تم سے ممکن ہو اس کے لیے صلہ کے طور پر لے آؤ، پس جس کسی کے لیے جو کچھ ممکن تھا درہم و دینار میں سے اور اس چمڑے کے پارچہ میں ڈالتا تھا یہاں تک کہ نوبت ہاشمی خواتین تک پہنچی ان کے پاس بھی جو کچھ تھا انہوں نے دیا یہاں تک انہوں نے اپنے زیور اپنے بدن سے اتار کر کمیت کے لیے دیئے پس کمیت کے لیے ایک لاکھ کے برابر مال جمع ہو گیا اور عبداللہ اسے کمیت کے پاس لے آیا اور کہا یا ابا المستھل اتیناك بجھد المستقل اے کمیت ہم تیرے پاس ناداروں کی کوشش لے کر آئے ہیں اور ہم تجھ سے معذرت خواہ چونکہ ہم اپنے دشمنوں کی حکومت میں رہتے ہیں اور ہمارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں اور یہ مقدار ہم نے جمع کی ہے کہ جس میں عورتوں کے زیور بھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کمیت نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بے شک آپ نے بہت کچھ عطیہ دیا ہے لیکن میرا مقصد آپ کی مدح سے خدا اور رسول کی خوشنودی ہے اور میں آپ سے کچھ بھی نہیں لیتا اس مال کے جو جو مالک ہیں یہ انہیں واپس کر دیں، اور جتنی کوشش کی کہ کمیت قبول کرلے اس نے قبول نہ کیا۔

کمیت کے بہت سے فضائل نقل ہوئے ہیں اور ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا اگر بنی اسد کے لیے کوئی فضیلت و منقبت نہ ہوتی سوائے اس کے کہ کمیت ان میں سے ہے تو یہی ان کے لیے کافی ہے۔

اور گروہ بنی اسد سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم ایسی فضیلت رکھتے ہیں کہ جیسی تمام جہانوں میں سے کوئی نہیں رکھتا اور وہ فضیلت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے کمیت سے برکت میراث میں نہ پائی ہو اور اس کا سبب یہ ہے کہ کمیت عالم خواب میں رسول خدا کی خدمت میں پہنچا تو حضرتؐ نے فرمایا میرے لیے قصیدہ پڑھو طربت وما شوقا الی البیض الحروب (میں طرب و خوشی میں ہوں لیکن یہ خوشی سفید رنگ کی عورتوں کے شوق کی وجہ سے نہ تھی) جب کمیت نے یہ قصیدہ پڑھا جو اس کا قصیدہ ہاشمیات ہے تو حضرتؐ نے اس کے حق میں برکت کی دعا کی اور فرمایا تجھے برکت نصیب ہو اور تیری قوم کو اور کمیت علاوہ اس کے کہ شیعہ اور بزرگ شاعر تھا فقیہ و خطیب و نسابہ و خوشنویس و شاہسوار و تیر انداز و سخی اور دیندار بھی تھا اس کی مدح کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

جب یزید ناقص نے رخت سفر دنیا سے باندھا تو اس کی وصیت کے مطابق اس کا بھائی ابراہیم تخت نشین ہوا اور چار ماہ یا دو ماہ دس دن اس کی مدت خلافت تھی لیکن اس کی خلافت مستقر نہ تھی اس کے زمانہ میں ہرج و مرج اختلاط و اختلاف لوگوں میں پیدا ہو گیا لوگ ایک ہفتہ اس کو خلافت کا سلام کرتے اور ایک ہفتہ اس کی خلافت کو وقعت و اہمیت نہ دیتے اور اس کی پرواہ نہ کرتے چنانچہ اس کے زمانہ کا شاعر کہتا ہے:

نبایع　ابراهیم　فی　کل　جمعة
الا　ان　امرا　انت　والیه　ضائع

ہم ہر جمعہ کے دن ابراہیم کی بیعت کرتے ہیں خبردار جس حکومت کا تو والی ہے وہ ضائع ہو رہی ہے۔

اسی طرز پر اس کا معاملہ چل رہا تھا یہاں تک کہ مروان بن محمد نے خروج کیا اور جزیرہ سے دمشق میں داخل ہوا اور ابراہیم سے لڑنے کے لیے آمادہ ہوا چونکہ ابراہیم کی حکومت میں قوت نہ تھی، مجبوراً وہ بھاگ کھڑا ہوا مروان اس کے درپے ہوا یہاں تک کہ اس پر کامیابی حاصل کی اور اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش سولی پر لٹکا دی اور ابراہیم و مروان کے زمانہ سے بنی مروان کی حکومت نے کمزوری اور اضمحلال کی طرف رخ کیا یہاں تک کہ جب مروان مارا گیا تو یکسران کی حکومت ختم ہوگئی اور سلطنت بنی عباس کی طرف منتقل ہوگئی اور ابراہیم کے زمانہ میں اور بعض کا قول ہے کہ ولید کے زمانہ میں حضرت باقر العلوم کی شہادت ہوئی اور ہم کتاب منتہی میں آپؑ کی شہادت لکھ چکے ہیں۔

مروان بن محمد مروان بن الحکم جعدی المنبور بالحمار کی سلطنت اور اس کے قتل کا ذکر

پیر کے دن چودہ صفر ۱۲۷ ہجری ابراہیم کے قتل کے بعد دمشق میں یا حران میں کہ جو مصر کا ایک شہر ہے لوگوں نے مروان بن محمد کی بیعت کی اور مروان کا لقب حمار تھا اور اس لقب کے مختلف اسباب بیان کیے گئے ہیں، اخبار الدول میں ہے کہ حمار مروان کو اس لیے کہتے تھے چونکہ وہ شدائد اور جنگ کی سختیوں پر زیادہ صبر کرتا تھا اور کبھی اس نے جنگ سے منہ نہیں موڑا اور اسی باب سے ہے وہ ضرب المثل جو کہتے ہیں فلاں اصبر من حمار فی الحروب فلاں شخص جنگوں میں گدھے سے زیادہ صابر ہے اور اس کا قتل ۱۳۲ ہجری کے اوائل میں ہوا اور اس کی حکومت کا زمانہ قتل ہونے تک پانچ سال اور دس روز اور دوسرے قول کی بناء پر پانچ سال تین ماہ تھا۔ اور مروان کے زمانہ میں ۱۲۸ ہجری کے حدود میں اسماعیل بن عبدالرحمان (جو سدی کے لقب سے مشہور تھا) کوفی مفسر مشہور نے وفات پائی اور اسی سال میں اور ایک قول ہے کہ ۱۲۷ھ میں جابر بن یزید جعفی شیعہ نے وفات پائی اور جابر کے عجیب وغریب حالات مشہور ومعروف ہیں۔ اور دمیری نے جابر کی وفات ۱۲۶ھ میں بیان کی ہے اور کہا ہے کہ کتاب وآمہ اور میزان ذہبی میں جابر جعفی کے متعلق ہے کہ وہ کہتا ہے کہ دابۃ الارض (جس کا قرآن میں ذکر ہے) سے مراد علی بن ابی طالب ہیں اور کہا ہے کہ جابر شیعہ تھا اور رجعت کا عقیدہ رکھتا تھا یعنی یہ کہ علی دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ الخ

اور ۱۲۹ھ میں عاصم بن ابوالنجود بہدلہ کوفی نے جو کہ مشہور سات قاریوں میں سے ایک ہے کوفہ میں وفات پائی اور سات قاری اور ان کے شہروں کے نام نصاب الصبیان کے ان دو قطعوں میں ذکر ہوئے ہیں:

استاد قرات بشمر پنج و دوبدر
عمرو علا نافع دا بن کثیر

پس حمزه وابن عامر و عاصم را !
ازجنس کسائی شمر و هفت بگیر
نافع مدنی ابن کثیر ازمکه است !
بو عمر و زبصره ابن عامر از شام
پس عاصم و حمزه و کسائی کوفی
این نسبت جمله شان بود با لا تمام

باقی رہیں دس قرائتیں تو وہ ان سات کی قرائتوں کے ساتھ ابو جعفر جو مدنی اول مشہور تھا اور یعقوب بصری اور خلف کی قرات ہے اور جو قرائتیں شاذ ہیں یعنی انہیں چھوڑ دیا گیا ہے تو وہ مطوعی و شنبوذی وابن محیصن کوفی و سلیمان اعمش اور حسن بصری کی قرائتیں ہیں۔اور یہ بھی واضح ہو کہ ان ساتھ قاریوں میں سے ہر ایک کے دو دو راوی ہیں اور قاریوں کے نام ان کے راویوں کے ساتھ اور ان کے القاب ورموز اس ترتیب کے ساتھ ہیں:

(۱) نافع بن عبدالرحمان بن ابی نعیم مدنی اس کے دوراوی (۱) عیسیٰ جس کا لقب قالون ہے (۲) عثمان جس کا لقب ورش ہے اور ان کی رمز بترتیب (ابج) ہے۔

(۲) عبداللہ بن کثیر مکی اس کے راوی (۱) احمد بزی (۲) محمد قنبل ہیں اور ان کی رمز (دھز) ہے۔

(۳) ابو عمرو بن علاء مازنی نحوی بصری اس کے دوراویوں میں سے ایک دوسری ہے کہ جو کسائی سے بھی روایت کرتا ہے اور دوسرا ایکی سوی ہے اور ان کی رمز (حطی) ہے۔

(۴) عبداللہ بن عامر شامی ہے اس کے دوراوی (۱) ہشام (۲) عبداللہ بن زکوان ہیں اور ان کی رمز (کلم) ہے۔

(۵) ابو بکر بھدلہ حناط جو عاصم بن ابو النجود کوفی کے نام سے مشہور تھا اس کے دو راوی (۱) شعبہ ابو بکر بن عیاش (۲) حفص ابو عمرو بزار تھا اور ان کی رمز (نصع) ہے۔

(۶) حمزہ بن ابو جلیب کوفی اس کے دوراوی (۱) خلف (۲) حماد ہیں اور ان کی رمز (فضق) ہے۔

(۷) علی بن حمزہ کسائی کوفی نحوی اس کے دوراوی (۱) ابوالحارث (۲) حفص الدوری ہیں اور ان کی رمز (شت) ہے۔

یہ جدول جس کے اکیس خانے ہیں قاریوں اور ان کے روایوں پر علیحدہ علیحدہ دلالت کرتی ہے ۔

ا	نافع	م	ابن ذکوان
ب	قالون	ن	عاصم

ج	ورش	ص	ابوبکر
د	ابن کثیر	ع	حفص
ھ	البزی	ف	حمزہ
ز	قنبل	ض	خلف
ح	ابوعمرو	ق	حماد
ط	الدورے	ر	الکسائے
ی	السوسی	ش	ابوالحارث
ک	ابن عامر	ت	حفص الدورے
ل	ہشام		

یہ جدول جس کی چودہ سطریں ہیں قاریوں اور ان کے راویوں پر مجتمعاً دلالت کرتی ہے۔

ث	الکوفیون عاصم وحمزہ والکسائے	خ	القراء کلھم غیر نافع
ذ	الکوفیون وابن عامر	ظ	الکوفیون وابن کثیر
غ	الکوفیون وابوعمرو	ش	الکسائی وحمزہ
صحبہ	حمزہ والکسائی وشعبہ	صحاب	الکسائے وحمزہ وحفص
عم	نافع وابن عامر	سما	نافع ووابن کثیر وابوعمرو
حق	ابن کثیر وابوعمرو	نفر	ابن کثیر وابوعمرو وابن عامر
حرمی	نافع وابن کثیر	حصن	الکوفیون وابن نافع

۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ان قرأت میں سے زیادہ مضبوط اور علماء کے نزدیک محبوب عاصم کی قرائت ہے اسی لیے اس کی قرائت کو مصاحف میں اختیار کیا گیا ہے اور باقی قاریوں کی قرائت کو سرخی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

اور ۱۳۱ ہجری میں مالک بن دینار بصری نے جو زہد و عرفان کے ساتھ مشہور تھا بصرہ میں وفات پائی اور علماء اہل سنت نے اس کی کرامات نقل کی ہیں اور اس کی توبہ کے سبب میں کلمات کہے ہیں اور زہد و وعظ میں بھی اس کے کلمات نقل کئے ہیں اس مختصر کتاب میں نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اور مروان کے ہی زمانہ میں عبدالرحمان بن محمد نے (جو ابو مسلم مروزی خراسانی کے نام سے مشہور تھا) خروج کیا اور وہ لوگوں کو ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی (جو امام کے لقب کے سے ملقب تھا) بیعت کی دعوت دیتا تھا کیونکہ ابو مسلم کا اعتقاد یہ تھا کہ امیرالمومنینؑ کے بعد محمد حنفیہ امام ہیں اور ان کے بعد ان کا بیٹا ابو ہاشم اور اس کے بعد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اور اس کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم امام ہے، مسلسل وہ خراسان کے شہروں میں لوگوں کو بنی عباس کی بیعت کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے اور اس کا معاملہ قوت پکڑ گیا۔

اور نصر بن سیار جو مروان کی طرف سے خراسان کے علاقہ میں اس کا کارندہ تھا اس کی حکومت کمزور پڑ گئی اور اس نے جتنے خطوط مروان کو لکھے اور اس سے مدد چاہی مروان اس کی مدد نہ کر سکا اور نہ لشکر بھیج سکا، کیونکہ خوارج کی جنگ میں مبتلا تھا مجبوراً جب نصر بن سیار میں ابو مسلم کے مقابلہ کی قوت نہ رہی تو وہ خراسان سے دستبردار ہو گیا اور ری کی طرف چلا گیا اور وہاں سے ساوہ گیا اور زیادہ حزن وملال کی وجہ سے اس نے دنیا سے رخت سفر باندھا اور مر گیا۔

اور ادھر سے ابو مسلم کا معاملہ بڑھتا گیا اور خراسان کی حکومت اس کے لیے صاف ہو گئی پس اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ سیاہ لباس کو اپنا شعار بنائیں اور علم اور جھنڈے بھی سیاہ قرار دیں، مروان کو جب اطلاع ملی کہ ابراہیم امام سلطنت وحکومت لینے کے خیال میں ہے اور ابو مسلم لوگوں کو اس کی بیعت کی طرف بلا رہا ہے تو اس نے اپنے کارندوں کو لکھا کہ ابراہیم کو جہاں کہیں پائیں گرفتار کر لیں پس ابراہیم کو کداد حمیمہ بستی سے گرفتار کر کے مروان کے پاس بھیج دیا گیا اور مروان نے اسے مقام حران میں قید کر دیا اور کافی مدت قید میں رہا یہاں تک کہ ایک چمڑے کا تھیلا لے کر اسے چونے سے پر کر کے ابراہیم کا سر اس تھیلے میں داخل کیا ابراہیم کچھ دیر تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

اور جس زمانہ میں ابراہیم قید میں تھا جب اپنی رہائی سے ناامید ہو گیا تو اس نے ایک وصیت نامہ لکھا اور خلافت اپنے بھائی سفاح کے لیے قرار دی اور وہ وصیت نامہ ایک شخص کے سپرد کیا اور کہا کہ یہ وصیت نامہ اپنے پاس رکھو جب میں قتل ہو جاؤں تو سفاح کو دے دینا، جب ابراہیم قتل ہو گیا اور وہ خط حمیمہ میں سفاح کو ملا تو اس نے اپنے بھائی منصور کو اپنے چچا عبداللہ بن علی اور اپنے خاندان کے کچھ افراد کے ساتھ بلایا اور ان کی مدد وتعاون اور ہمراہی میں کوفہ کی طرف روانہ ہوا دومۃ الجندل میں داؤد بن علی اور اس کا بیٹا سلیمان بھی سفاح کے ساتھ آ ملے اور بڑی تیزی کے ساتھ کوفہ پہنچے اور کوفہ میں لوگوں کو سفاح کی بیعت کی دعوت دینے لگے لوگ بھی بیعت کرنے لگے اور اس کی بیعت میں داخل ہونے لگے اور یہ بیعت ۱۳۲ ہجری میں ہوئی۔

پس سفاح نے ابو سلمہ خلال کے لشکر کو جس کا ذکر ابھی آئے گا اپنے ساتھ ملا لیا اور کوفہ میں اپنے چچا داؤد بن علی کو اپنا جانشین قرار دیا اور اپنے دوسرے چچا عبداللہ بن علی کو مروان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا عبداللہ خراسان کے لشکروں کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ دو جمادی الثانی ۱۳۲ ہجری میں موصل کے دریا کے پانی کے پاٹ کے قریب مروان کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا ان کے

درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی بنی عباس کے لشکر کو فتح ہوئی اور مروان کا بہت سا لشکر مارا گیا اور ان میں سے بہت سے لوگ پانی میں غرق ہو گئے اور بنی امیہ میں سے جو لوگ غرق ہوئے ان کی تعداد تین سو تھی اور جو بنی امیہ کے علاوہ غرق ہوئے وہ بے شمار تھے، پس مروان کا لشکر شکست کھا گیا اور ہفتہ کے دن اسی ماہ کی گیارہ تاریخ کو مروان بھی شکست کھا کر موصل کی طرف بھاگ نکلا لیکن اہل موصل نے اسے راستہ نہ دیا تو وہاں سے حران گیا اور مروان کی قیام گاہ مکانات اور خزانہ حران میں تھا اور حران کے لوگ امیر المومنینؑ سے انتہائی بغض و عناد رکھتے تھے اور ہمیشہ حضرت کو سب وشتم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ بعد اس کے کہ آپؑ کو گالی دینا بند ہو گیا تب بھی حران کے لوگوں نے ترک نہیں کیا تھا اور کہتے تھے کہ ابوتراب کو لعنت کئے بغیر (معاذ اللہ) نماز ہی نہیں ہوتی خلاصہ یہ کہ مروان عبداللہ کے خوف سے حران میں نہ ٹک سکا اور اپنے اہل خانہ اور بنی امیہ کے لوگوں اور بقیہ لشکر کے ساتھ حران سے نکل کر نہر اردن اور فلسطین کا سفر کیا اور عبداللہ بن علی حران میں آیا اور مروان کا قصر تباہ کر دیا اور اس کے خزانے اور مال و متاع لوٹ لیا پھر دمشق کی طرف چلا گیا اور اہل دمشق کا محاصرہ کر لیا اور ولید بن معاویہ بن عبدالملک کو بہت سے شام کے لوگوں کے ساتھ قتل کر دیا اور یزید اور اس کے بھائی کو عبدالجبار بن یزید بن عبدالملک کے ساتھ قید کر لیا اور سفاح کے پاس بھیج دیا اور سفاح نے حکم دیا کہ انہیں قتل کر دو اور مقام حیرہ میں انہیں سولیوں پر لٹکا دو پھر عبداللہ نے مروان سے جنگ کرنے کے لیے نہر اردن کی طرف سفر کیا عبداللہ پندرہ ذیقعد ۱۳۲ ہجری کو نہر اردن پر پہنچا اور بنی امیہ کے بہت سے لوگوں کو جن کی تعداد اسی (۸۰) سے زیادہ تھی قتل کر دیا۔

اور دمیری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ نے حکم دیا کہ بنی امیہ کے مقتولین کے اوپر فرش بچھایا جائے پھر عبداللہ اپنے اصحاب کے ساتھ ان کے اوپر بیٹھ گیا اور کھانا منگوا کر کھانے میں مشغول ہوا جب کہ بنی امیہ فرش کے نیچے نالہ و فریاد کر رہے تھے اور جان دے رہے تھے عبداللہ نے کہا یہ دن اس دن کے مقابلہ میں ہے کہ جس میں بنی امیہ نے حسینؑ بن علیؑ کو شہید کیا تھا اگرچہ مقابلہ نہیں ہو سکتا پھر صالح بن علی ابوعون عبدالملک بن یزید اور عامر بن اسماعیل مذحجی کے ساتھ مروان سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور مقام بوصیر میں جو فیوم کی ایک بستی ہے مروان کو پایا اور وہاں پہنچتے ہی اس کا محاصرہ کر لیا اور طبل جنگ بجا دیا اور ندا یا شارات ابراہیم (اے ابراہیم کا بدلہ لینے والے) بلند کی اس وقت بوصیر کے گرجے میں تھا جب اس نے لشکر کے شور و غوغا کی آواز سنی تو تلوار کھینچ کر باہر کی طرف دوڑا لشکر بنی عباس نے اسے گھیر لیا اور اس سے جنگ کر کے اسے قتل کر دیا پس عامر بن اسماعیل نے حکم دیا کہ اس کا سر جدا کر لو اور اس کی زبان بھی کاٹ لی اور اس کو دور پھینک دیا اسی وقت بلی آئی اور اس نے اس کی زبان کھا لی اور عجیب بات یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے مروان نے اپنے ایک خادم کو چغل خوری کرتے سنا تو اس کی زبان کاٹ لی اور اس بلی نے اس کی زبان بھی کھائی تھی۔

اور منقول ہے کہ اسی واقعہ میں مروان کا منشی عبدالحمید بھی مارا گیا اور عبدالحمید وہی شخص ہے جو کتابت اور ادب میں پوری مہارت رکھتا تھا اور فصاحت و بلاغت میں وہ ضرب المثل تھا یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ خطوط لکھنے کی ابتداء عبدالحمید سے ہوئی اور ابن حمید پر ختم ہو گئے اور اس نے اس شخص سے کہا تھا جس کا خطاب، دوات قلم کی نوک لمبی کر اور اسے موٹا بنا اور قط تیز رکھ اور اسے دائیں طرف

کر پس اس نے ایسا کیا تو اس کا خط عمدہ ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ جب اتوار کے دن ۲۷ ذی الحج ۱۳۲ ہجری میں مروان مارا گیا اور بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو عامر بن اسماعیل اس گرجے میں داخل ہوا جس میں مروان کی بیویاں اور بیٹیاں تھیں اور مروان کے فرش پر بیٹھ کر مروان کا بچا ہوا کھانا کھایا کیونکہ مروان کے قتل ہونے سے پہلے اس کے لیے کھانا لایا گیا تھا اور وہ کھانا کھا رہا تھا کہ بنی عباس کا لشکر پہنچ گیا مروان کو فرصت نہیں ملی تھی کہ وہ کھانا کھا سکتا، مجبوراً وہ کھانا چھوڑ کر جنگ کرنے لگا تھا اور اس کا باقی کھانا عامر کی قسمت میں آیا اس کے بعد عامر نے مروان کی بیٹی کو عیش و عشرت کے لیے اپنی محفل میں بلایا اور وہ مروان کی بڑی لڑکی اور عقلمند و سخن دان تھی جب عامر کے پاس آئی تو عامر کو مخاطب کیا کہ اے عامر تیری نصیحت و موعظہ کے لیے اس زمانہ غدار میں یہی کافی ہے کہ تو مروان کے دسترخوان پر بیٹھ کر اس کا مخصوص کھانا کھائے اور اس کے چراغ سے روشنی حاصل کرے اور اس کی بیٹی کے ساتھ گفتگو کرے پس خواب غفلت سے بیدار ہو اور دل اس بے وفا زمانہ کے ساتھ نہ باندھ کیونکہ وہ زمانہ جس نے مروان کے ساتھ یہ کچھ کیا ہے ممکن ہے کہ تیرے اور سفاح کے ساتھ بھی ایسا سلوک کرے عامر نے جب یہ گفتگو سنی تو اسے حیا و شرم آئی اور اس لڑکی کو اپنے سے دور کیا اور جب یہ خبر سفاح تک پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوا اور اس نے عامر کو خط لکھا اور اسے بہت زجر و توبیخ کی اور اسے حکم دیا کہ وہ اس قبیح فعل کے مقابلہ میں صدقہ دے اور نماز پڑھے اور تین دن تک اس فعل قبیح کے کفارہ میں روزہ رکھے اور عامر کا لشکر بھی روزہ رکھے۔

مسعودی نے روایت کی ہے کہ جب عامر مروان کے کام سے فارغ ہوا تو اس نے چاہا کہ اس گرجے میں جائے جس میں مروان کی عورتیں اور بیٹیاں تھیں جب اس کے نزدیک پہنچا تو اس نے ایک خادم کو دیکھا جو ننگی تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے تھا اور اندر جانے سے روکتا ہے حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو جب وہ پکڑا گیا تو اس نے کہا اے امیر مروان نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب میں مارا جاؤں تو اس تلوار سے میری بیویوں اور بیٹیوں کو قتل کر دینا اب مجھے قتل نہ کرو میں تمہیں رسول خداؐ کی میراث کی نشاندہی کرتا ہوں کہ جو خلفاء بنی امیہ کے پاس تھا اور مروان تک پہنچا تھا اور میرے علاوہ کسی کو اس کی خبر نہیں اور اگر میں مارا گیا تو وہ میراث مفقود ہو جائے گا پس اس خادم کو مہلت دی گئی وہ کہنے لگا میرے ساتھ چلو تا کہ میں تمہیں وہ دکھا دوں پس انہیں اس بستی سے باہر لے گیا یہاں تک کہ ایک ریتلی جگہ پر پہنچا کہنے لگا اس جگہ کو کھودو جب زمین کھودی گئی تو رسول خداؐ کی چادر، تلوار اور عصا ملا کہ جنہیں مروان نے چھپا کر رکھا تھا تا کہ بنی ہاشم تک نہ پہنچے۔

عامر نے یہ چیزیں عبداللہ کے پاس بھیجیں اور عبداللہ نے سفاح کے پاس روانہ کیں اور وہ دست بدست خلفاء بنی عباس میں منتقل ہوتی رہیں، اور ایک قول ہے کہ مروان نے قتل کے دن رسول خدا کی چادر پہن رکھی تھی اور جب وہ مارا گیا تو اس کے بدن سے اتار لی گئی پس عامر نے مروان کی بیویوں، بیٹیوں اور کنیزوں کو باقی قیدیوں کے ساتھ صالح بن علی کے پاس بھیج دیا جب یہ صالح کے پاس پہنچے تو مروان کی بڑی بیٹی نے صالح سے کہا اے امیر المومنین کے چچا خداوند عالم دنیا و آخرت میں تیری حفاظت کرے ہم تیری

اور تیرے بھائی کی بیٹیاں ہیں ہمیں معاف کر دے اور ہمارے قتل کرنے سے چشم پوشی فرما، صالح کہنے لگا تم میں سے ایک فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا کیا تیرے باپ نے میرے بھتیجے ابراہیم کو حران میں قتل نہیں کیا ہشام بن عبدالملک نے زید کو شہید کر کے کناسہ میں اسے سولی پر نہیں لٹکایا کیا یوسف بن عمر نے ہشام کے حکم سے زید کی بیوی کو حیرہ میں قتل نہیں کیا کیا ولید بن یزید نے یحییٰ بن زید کو شہید نہیں کیا کیا ابن زیاد حرامزادے نے مسلم بن عقیلؑ کو شہید نہیں کیا، کیا یزید نے امام حسینؑ کو ان کے اہل بیت کے ساتھ شہید نہیں کیا، کیا ان کی خواتین اور اہل حرم کو قید نہیں کیا، کیا امامؑ کے سر کو نیزہ پر سوار کر کے شہروں میں نہیں پھرایا، کیا اہل بیت رسول کی خواتین کو قیدیوں کی طرح اہل شام کی موجودگی میں اپنے دربار میں حاضر نہیں کیا اس سے زیادہ توہین رسول خداؐ کی کیا ہوگی تم نے ہمارے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا کہ یہ توقعات رکھو، مروان کی بیٹی کہنے لگی ان تمام چیزوں کے باوجود کیا ہوگا کہ ہمیں معاف کر دو اور اپنے لطف و کرم کو ہمارے شامل حال کرو، کہنے لگا میں نے تمہیں معاف کیا اب اگر چاہو تو تمہیں اپنے بیٹے فضل کے نکاح میں لے آؤں اور تیری بہن کی اس کے بھائی عبداللہ کے ساتھ شادی کر دوں وہ کہنے لگی اب تو ہم مصیبت میں ہیں شادی کا کوئی محل نہیں اس وقت ہمیں حران میں پہنچا دو پھر جو تمہاری رائے ہو اس پر عمل کرو صالح نے کہا ایسا ہی ہوگا، پس حران کی طرف گئے اور مروان کے اہل خانہ جب حران میں پہنچے تو انہوں نے صدائے گریہ و شیون بلند کی اور گریبان چاک کئے اور مروان پر بہت گریہ کیا اور اس طرح مروان کا ماتم کیا کہ عباسیوں کا لشکر بھی رونے لگا اور جب مروان کا سر سفاح کے پاس لے گئے اور اس کے پاس رکھا تو سفاح نے طویل سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر کہنے لگا الحمد للہ کہ میں نے اپنے خون کا انتقام تجھ سے اور تیرے خاندان سے لیا ہے اور امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کی شہادت کے مقابلہ میں میں نے بنی امیہ کے دو سو افراد قتل کیے ہیں اور زید بن علی بن الحسینؑ کے مقابلہ میں ہشام کی ہڈیاں جلائی ہیں اور اپنے بھائی ابراہیم کے مقابلہ میں مروان کو قتل کیا ہے اب مجھے مرنے کی کوئی پرواہ نہیں پھر دوبارہ قبلہ رخ ہو کر طویل سجدہ کیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا جب کہ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا اور مروان کی حکومت کی مدت لوگوں کے سفاح کی بیعت کرنے تک پانچ سال اور ستر دن اور مروان کے قتل ہونے تک پانچ سال دس ماہ اور دو روز ہوگئی تھی پس لوگوں کے سفاح کی بیعت کرنے اور مروان کے قتل ہونے کا درمیانی وقفہ آٹھ ماہ تھا۔ واللہ العالم

ترتیل

جب بنی امیہ کی حکومت آخر کو پہنچی تو مجھے مناسب معلوم ہوا میں ترتیل و تزمین کروں اس مقام چند آیات واحادیث کے ساتھ جو بنی امیہ کے مثالب ومطاعن میں ہیں اور اس سلسلہ میں اس پر اکتفاء کروں جو کچھ کہ اہل سنت نے لکھا ہے۔

واضح ہو کہ امیہ مشہور قول کی بناء پر عبد الشمس بن عبد مناف کا بیٹا ہے اور ہاشم ومطلب ونوفل کا بھتیجا ہے اور بنی امیہ کے دو گروہ ہیں ایک اعیاص جو کہ ابوالعاص وعاص وابوالعیص وعیص ان کی اولاد ہیں، اور دوسرا گروہ عنابس جو کہ حرب بن امیہ کی اولاد ہیں کیونکہ حرب کا نام عنبہ تھا اور عثمان وآل حکم اعیاص میں سے شمار ہوتے ہیں اور آل ابوسفیان عنابس میں سے اور قرآن مجید میں کئی آیات میں ان کی طرف اشارہ ہے ان میں سے ایک آیت یہ ہے: **وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس والشجرة الملعونة فی القرآن ونخوفهم فما یزیدهم الا طغیانا کبیرا۔**

اس آیت کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے نہیں قرار دیا اس خواب کو کہ جو تو نے دیکھا ہے مگر لوگوں کے لیے امتحان اور اسی طرح قرآن میں شجرہ ملعونہ کو اور ہم انہیں ڈراتے ہیں اور انہیں زیادہ نہیں کرتا یعنی فائدہ نہیں دیتا مگر بڑی سرکشی کا اور شجرہ ملعونہ سے مراد عام مفسرین کی تفسیر میں بنی امیہ ہیں۔

فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں کہتا ہے سعید بن مسیب روایت کرتا ہے کہ رسول خدا نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر اچھل کود رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں پس آپ اس سے محزون ومغموم ہوئے۔

نیز اسی تفسیر اور تفسیر نیشاپوری میں ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں (یعنی) حکم بن ابن عاص اور اس کی اولاد نیز فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ رسول خدا نے خواب میں دیکھا کہ مروان کی اولاد آپ کے منبر پر چڑھ رہی ہے اور آپ نے اپنا خواب ابوبکر وعمر سے نقل کیا اور آپ ان سے گھر میں خلوت میں باتیں کر رہے تھے جب یہ لوگ چلے گئے تو آپ نے سنا کہ حکم آپ کے خواب کو نقل کر رہا ہے تو رسول خدا نے عمر کے متعلق کہا کہ اس نے راز فاش کیا ہے جب معلوم ہوا کہ حکم کان دھر کے سن رہا تھا تو اس کو مدینہ سے نکال دیا۔

اور بیضاوی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ رسول خدا نے بنی امیہ کے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ آپ کے منبر پر چڑھ رہے ہیں اور اچھل کود رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں فرمایا یہ ان کا دنیاوی حصہ ہے جو ان کے ظاہری اسلام کے بدلے دیا جائے گا یہ کنایہ ہے اس سے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور کشاف میں بھی اس کے قریب کلام ہے روایت کی نسبت کے ساتھ اور بحار میں عمدہ ابن بطریق حلی سے تفسیر ثعلبی سے دو طریق سے یہ حدیث ہوئی ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی ابوجعفر محمد بن حبیب کی امالی سے ایک مبسوط حدیث کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ عمر نے کعب سے پوچھا تمہارے اخبار میں آیا ہے کہ خلافت کس کس کو پہنچے گی کعب نے کہا کہ رسول خدا اور ان کے دو اصحاب کے بعد آپ کے دشمنوں تک پہنچے گی کہ جن سے آپ نے جنگ کی اور انھوں نے آپ سے جنگ لڑی، عمر کہنے لگا انا للہ وانا الیہ

راجعون اور عباس کی طرف رخ کر کے عمر نے کہا کہ میں نے رسول خداؐ سے اس کلام سے ملتا جلتا کلام سنا ہے میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا البتہ ضرور میرے منبر پر بنی امیہ چڑھیں گے اور بے شک میں نے انہیں خواب میں دیکھا ہے کہ وہ منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود کر رہے ہیں اور انہیں کے متعلق نازل ہوئی ہے وما جعلنا الخ۔

اور رسالہ مفاخرہ بنی ہاشم و بنی امیہ سے منقول ہے جو جاحظ کی تصنیف ہے وہ کہتا ہے کہ بنی ہاشم کا یہ عقیدہ ہے کہ شجرہ ملعونہ بنی امیہ ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بنی ہاشم کے پاس اگر صحیح حدیث نہ ہوتی تو سب کے سب یہ عقیدہ نہ رکھتے۔

خلاصہ یہ کہ تفسیر شجرہ ملعونہ بنی امیہ کا ہونا فریقین کی کتب تفسیر سے انتہائی طور پر ظاہر و ہویدا ہے اور اس تفسیر کے محاسن و بدائع میں سے اس جملہ کی تاویل ہے وما یزیدھم الا طغیانا کبیرا کہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یزید یہاں نام ہو اور طغیان کا حمل اس پر بطور مبالغہ ہو اس دعویٰ کے ساتھ کہ وہ اتنا بڑا طاغی و سرکش ہے گویا وہ حقیقت میں طغیان کا ایک فرد ہے اور خصوصیت سے اس کا ذکر بوجہ اس کار عظیم اور گناہ بزرگ اور معصیت عظمیٰ کے ہو کہ جو واقعہ طف و کربلا میں ہوئی ہے علاوہ واقعہ حرہ اور خانہ خدا کے جلانے اور باقی اس کے شنیع و قبیح اعمال کے جیسا کہ اس کے حالات کے ضمن میں شرح و بسط سے بیان ہو چکا ہے۔

اور ان آیات میں سے ایک آیت مبارکہ یہ ہے **الذین بدلو انعمۃ اللہ کفرا واحلو قومھم دار البوار جھنم یصلو نھا وبئس القرار** وہ لوگ کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کا کفران سے بدلہ دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم میں اتارا کہ جس میں وہ جلتے رہیں گے اور وہ بری جائے قرار ہے۔

چنانچہ عمدہ ابن بطریق سے منقول ہے کہ اس نے تفسیر ثعلبی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ عمر بن الخطاب نے کہا اس آیت سے مراد قریش کے زیادہ فاسق و فاجر دو قبیلہ مراد ہیں بنو مغیرہ اور بنو امیہ بنی مغیرہ کے شر سے تو بدر کے دن تمہاری کفایت ہو چکی باقی رہے بنی امیہ تو انہیں ایک دن تک مہلت دی گئی ہے اور امیر المومنینؑ سے بھی یہ تفسیر نقل ہوئی ہے لیکن تقسیم مذکور کے بغیر اور دو آتیں صحیفہ کاملہ کے مقدمہ میں مذکور ہیں اور اس آیت مبارکہ میں نعمۃ اللہ سے مراد رسول خداؐ اور ان کے اہل بیتؑ اطہار ہیں اور یہ مطلب واضح طور پر معلوم ہے کیونکہ تمام چیزیں اللہ کی ذات کے علاوہ ان کے وجود کی برکت سے خلق ہوئی ہیں اور جو چیز جسے ملی انہیں کے واسطہ سے ملی بیمنھم رزق الوری و بوجودھم ثبتت الارض والسماء ان کی برکت سے مخلوق کو رزق ملتا ہے اور ان کے وجود سے آسمان و زمین ثابت و برقرار ہیں۔ پس حقیقی نعمت یہی ہے کہ جس کا بنی امیہ نے کفران نعمت کیا اور نعمت خدا کو تبدیل کیا اور اپنی قوم کو دار البوار و بئس القرار میں جگہ دی۔

اور اسی کے موافق ہیں وہ روایات جو صادقین سے آیت کریمہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں (پھر البتہ ضرور تم سے اس دن نعیم کے متعلق سوال کیا جائے گا) جو کبھی اہل بیتؑ اور کبھی ان کی محبت و موالات سے تاویل کی گئی ہے۔

منجملہ ان آیات کے جو بنی امیہ کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں ایک سورۃ قدر ''انا انزلنا فی لیلۃ القدر'' ہے کیونکہ ہزار ماہ سے مراد بنو امیہ کی حکومت ہے جو ہزار مہینہ تک رہی اور وہ لیلۃ القدر کے برکات اور ثواب سے محروم تھے حالانکہ ایک شب قدر کی اخروی خیر تو دنیوی خیر ہزار ماہ کی ریاست بنی امیہ سے بہتر ہے۔

جیسا کہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اور ابن اثیر اسد الغابہ میں حضرت حسن مجتبیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے عالم خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ حضرتؑ کے منبر پر اچھلتے کودتے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں اور چونکہ یہ آنحضرتؐ پر امر شاق وگراں گزرا تو خداوند عالم نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی (انا انزلناہ تا من الف شھر) یعنی ہزار ماہ بنی امیہ کے ملک وسلطنت کا۔

قاسم جوراوی حدیث ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ بنی امیہ کا ملک ہزار مہینہ بنتا ہے پھر فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ قاضی نے اس میں اعتراض کیا ہے کیونکہ بنی امیہ کی حکومت کے دن مذموم تھے لہٰذا شب قدر کو ایام حکومت بنی امیہ پر ترجیح دینا شب قدر کے لیے باعث فضیلت نہیں پھر رازی نے خود قاضی کو جواب دیا ہے کہ چونکہ بنی امیہ کے سلطنت کے زمانہ میں دنیاوی سعادتیں تھیں لہٰذا وہ زمانہ عظیم تھا اور شب قدر سعادت دینیہ میں اس ہزار ماہ کی سعادت دنیویہ سے زیادہ ہے۔

اور یہی حدیث تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ صحیح ترمذی کے باب تفسیر قرآن میں مذکور ہے اور مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ پوری مدت بنی امیہ کی سلطنت کی یہاں تک کہ وہ ختم ہوئی اور خلافت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی پورے ہزار ماہ ہے بغیر کسی کمی وزیادتی کے پھر اس اجمال کی تفصیل بیان کی ہے اور خلفاء بنی امیہ میں سے ہر ایک کے زمانہ سلطنت کی مدت کا ذکر کیا ہے اور حساب لگایا ہے کہ وہ تراسی سال اور چار مہینے ہوتے ہیں۔

اور یہی عدد ہزار ماہ کا بنتا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے لیلۃ القدر خیر من الف شھر قدر کی رات ہزار ماہ سے بہتر ہے جو چاہے اس کتاب کی طرف یا کتاب شرح قصیدہ ابوفراس کی طرف یا شرح زیارت عاشوراء تالیف مرحوم حاجی مرزا ابوالفضل طالب شراح کی طرف رجوع کرے کہ ان دو کتب میں بھی منقول ہے۔

باقی رہی وہ احادیث جو بنی امیہ کی مذمت میں وارد ہوئے ہیں کہ جن میں سے چند احادیث تفسیر آیات میں گذر چکے ہیں اور اب ہم کتب اہلِ سنت سے چند دوسرے احادیث پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۱۔ حیواۃ الحیوان میں مستدرک حاکم سے نقل کیا ہے اور اس نے مسنداً ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا گویا اولاد حکم بن ابی العاص میرے منبر پر اچھل کود رہے ہیں جس طرح بندر اچھلتے کودتے ہیں اس کے بعد رسول اکرمؐ کو کسی مجمع میں ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہوگئی آپؐ جان چکے ہیں کہ باقی روایات میں مطلق بنی امیہ تھے لہٰذا بعید نہیں کہ حضرت نے کئی مرتبہ خواب دیکھا ہو۔

۲۔ آیۃ اللہ علامہ حلی نے نہج الحق میں کتاب الہادیہ سے جو علماء اہلِ سنت میں سے ہے نقل کیا ہے کہ اس نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ لکل شئ آفۃ و آفۃ ھذا الدین بنو امیۃ ہر چیز کے لیے کوئی آفت ومصیبت ہوتی ہے اور اس دین کی آفت بنو امیہ ہیں۔

۳۔ اور صحیح مسلم میں رسول خدا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ھلاک امتی علی یدی ھذا الحی میری امت کی ہلاکت اس

قبیلہ کے ہاتھوں ہوگی اس خبر کو ایک دوسری روایت کے بعد ذکر کیا ہے کہ جس میں بنی امیہ کا ذکر ہے اور اس کا نقل کرنے سے قرینہ بنتا ہے کہ اس قبیلہ سے مراد بنی امیہ ہیں اور علماء نے اسی طرح سمجھا ہے اور اسی وجہ سے ابن بطریق نے بھی اس روایت کو بنی امیہ کی مذمت والی روایات میں شمار کیا ہے اور وہ حدیث جو بخاری نے باب قول النبی هلاك امتی علی یدی اغیلمه سفهاء (میری امت کی ہلاکت بیوقوف چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی) میں نقل کی ہے وہ بھی اسی معنی کی موید ہے۔

۴۔ ابن حجر نے رسالہ تطہیر اللسان میں کہا ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ جس کے متعلق حاکم کہتا ہے کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے "کان ابغض الاحیاء والناس الی رسول الله بنو امیه۔" تمام قبیلوں سے یا تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض رسول اللہ کی بارگاہ میں بنی امیہ تھے۔

۵۔ نیز ابن حجر کہتا ہے کہ بسند حسن رسول خدا سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا شر قبائل العرب بنوامیہ وبنوحنیفہ وثقیف الی غیر ذلک تمام قبائل عرب میں سے زیادہ برے بنوامیہ بنوحنیفہ اور ثقیف ہیں اور ان کے علاوہ بھی احادیث ہیں اور محاسن کتب اور بدائع خطوط میں سے وہ منشور ہے کہ معتضد عباسی نے جس کے لکھنے کا ۲۸۴ھ میں فرمان جاری کیا تھا اور یہ کہ وہ منبروں پر پڑھا جائے اور پانی پلانے والوں کو منع کیا کہ وہ معاویہ کے لیے دعائے رحمت نہ کریں جو پہلے مرسوم تھی اور وہ منشور بہت سے عمومی اور خصوصی اور اخبار و آثار پر مشتمل ہے جو بنی امیہ کی برائیوں کے سلسلہ میں ہیں اور زیادہ تر اخبار مذکورہ پر بھی وہ منشور حاوی ہے اور ان کی تمام بدعتوں اور فتنوں کو بطور اجمال واشارہ اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے اور اگر تفصیل کی گنجائش ہوتی تو ہم اسے نقل کرتے لیکن اس کا نقل کرنا اس مختصر کتاب کی وضع سے خارج ہے جو خواہشمند ہو وہ تاریخ طبری اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید کی طرف رجوع کرے اور فاضل ادیب و محقق ادیب جناب حاجی میرزا ابوالفضل طہرانی نے شفاء الصدور میں اس مکمل خط کو نقل کیا ہے جو چاہے اس کی طرف بھی رجوع کر سکتا ہے کیونکہ اس کا مطالعہ مسرت و ابتہاج کا باعث ہے اور اعثم کوفی نے بھی ہشام بن عبدالملک کا ایک واقعہ مرد عرب کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جو بدبختی اور مذمت بنی امیہ کا مشعر ہے اور مرحوم سپہر نے کتاب صفین میں امیر المومنینؑ کے خطوط معاویہ کے نام تھے ان میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

خاتمہ: معلوم ہونا چاہیے کہ بنی امیہ کے خلفاء دو قسم کے تھے ایک قسم ان کی تھی کہ جو شام میں مقیم رہے اور مروان کے قتل ہو جانے پر ان کا خاتمہ ہو گیا اور دوسری قسم کے وہ تھے کہ جو مغرب (افریقہ) کے علاقہ میں مقیم تھے اور اس اقامت کا سبب یہ تھا کہ جب خلافت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی تو وہ امویوں کے قتل کے درپے ہوئے اور انھیں قتل کیا اور جتنا وہ بھاگے اور فرار کیا انھوں نے انھیں تلاش کیا اور انھیں زندہ نہ رہنے دیا اور ان میں سے کہ جنھوں نے فرار کیا اور جان بچا کر لے گئے عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک تھا کہ جو مغرب کی طرف بھاگ گیا اہل اندلس نے ۱۳۹ھ میں اس کی بیعت کر لی اور اس نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی اور لوگوں نے اس کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا وہ ۱۷۱ھ تک حکومت کرکے مر گیا اور اس کا بیٹا ہشام بن عبدالرحمن باپ کی جگہ پر تخت نشین ہوا اور اس کے بعد حکم بن ہشام اور اس کے بعد عبدالرحمان بن حکم اور اس کے بعد محمد بن عبدالرحمان اور پے در پے

حکومت باپ بیٹوں اور بھائیوں کی طرف منتقل ہوتی رہی جب سلطنت بادشاہ امیہ تک پہنچی تو ان سے سلطنت منتقل ہوگئی اور بنی امیہ ساکن اندلس کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا واللہ العالم۔

خلفاء بنی عباس ان کے نوادر ایام ان کی سیرت و مختصر حالات آل ابوطالب کے شہید ہونے کے اور اعیان ومشاہیر اور معروف زمانہ لوگوں کی تاریخ وفات جو ان کے زمانہ خلافت میں ہوئے کا ذکر ابو العباس سفاح عبداللہ بن محمدؑ بن علیؑ بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی خلافت کا بیان

جمعہ کے دن تیرہ ربیع الاولیٰ یا پندرہ جمادی الثانی ۱۳۲ھ تھا کہ سفاح نے قمیص خلافت پہنی اور لوگوں نے اس کی بیعت کی پس وہ سوار ہوکر مسجد کی طرف گیا اور منبر پر جا کر کھڑے ہوکے جمعہ کا خطبہ پڑھا لوگوں کی آواز بلند ہوئی کہ تو نے سنت رسول کو زندہ کیا اور یہ بات کنایہ تھی بنوامیہ کی طرف کہ وہ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے اخبار الدول میں ہے کہ سفاح کی بیعت کے سلسلہ میں بنی امیہ اور ان کے لشکر کے اتنے لوگ مارے گئے کہ جنھیں شمار نہیں کیا جاسکتا اور سفاح نے حکم دیا تو بنی امیہ کی قبریں کھودی گئیں اور ان کے مردے قبروں سے نکال کر جلائے گئے اور یہ مطلب ہم ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں پھر کہتا ہے کہ وہ بنی امیہ کے قتل کے درپے ہوئے اور جسے پایا قتل کر دیا اور کوئی بچ نہ سکا سوائے دودھ پیتے بچوں کے یا وہ کہ جو اندلس کی طرف بھاگ گئے پس بنی امیہ کے مقتولین کو راستوں میں پھینک دیا گیا یہاں تک کہ کتے انھیں کھاتے اور لوگوں کے پاؤں کے نیچے وہ پامال ہوگئے جب

سفاح کا خلافت پر تسلط ہوگیا تو اس نے یزید بن عمر بن ھبیرہ کو امان دی جو مروان حمار کی طرف سے عراقین (کوفہ و بصرہ) کا گورنر تھا اور زیادہ کھانے میں مشہور تھا بالآخر ابن ھبیرہ منصور کے پاس آیا اور اس کی مجلس میں حاضر ہوا یہاں تک کہ سفاح نے اس کے قتل کا حکم جاری کیا پس ۱۷ ذیقعدہ کی تاریخ شہر واسط میں اسے اس کے بیٹے داؤد اور اس کے کاتب کے ساتھ قتل کر دیا گیا اور معن بن زائدہ ابن ھبیرہ کے خواص میں سے تھا جب اس کو یہ خبر ہوئی تو وہ روپوش ہوگیا یہاں تک کہ اس نے منصور کے زمانہ میں خود کو ظاہر کیا اس تفصیل کے ساتھ جو اپنے مقام پر انشاء اللہ تحریر ہوگی۔

سفاح مرد رؤف و مہربان تھا اور کھانا کھاتے وقت وہ تمام حالات سے زیادہ خوشحال ہوتا اور اس کی کشادہ روئی زیادہ ہوتی اور اس نے ابو سلمہ حفص خلال کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا اور اسے وزیر آل محمد کہتے تھے اور وہ پہلا شخص ہے کہ جسے بنی عباس کی سلطنت میں وزارت ملی پس ابو مسلم اس کے قتل کے درپے ہوا اور وہ فرصت کا متلاشی رہا۔

یہاں تک کہ ایک رات ابو سلمہ سفاح کی بارگاہ سے باہر نکلا کہ اپنے گھر کی طرف جائے کہ ابو مسلم کے ساتھیوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کا خون بہایا اور ابو سلمہ کا قتل سفاح کی خلافت کے چار ماہ بعد ہوا، اور چونکہ بنی عباس کی خلافت ابو مسلم کی کوشش سے تھی سفاح نے ابو مسلم کو کوئی نقصان نہ دیا بلکہ اس کا احترام کرتا تھا ابو مسلم باقی رہا یہاں تک کہ سفاح کی وفات ہوئی اور منصور اس کی جگہ پر بیٹھا پس ۲۵ شعبان ۱۳۷ھ رومیۃ المدائن میں منصور کے حکم سے ابو مسلم مارا گیا اور ابو مسلم صفت حزم، ہوشیاری، قوت و طاقت اور غیرت میں مشہور تھا اور سفاک و خونریز تھا چنانچہ اس کے مقتولین کی تعداد جو بند کر کے مارے گئے چھ لاکھ شمار کی گئی ہے۔

سفاح کی خلافت کے زمانہ ۱۳۵ھ میں رابعہ عدویہ بنت اسماعیل عرفاء اور صوفیہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نے وفات پائی اور اس کے اشعار میں سے ایک شعر ہے ۔

لك الف معبود مطاع امرة
دون الاله وتدعی التوحید

تیرے ہزار معبود ہیں کہ جن کے حکم کی اطاعت خدا کے علاوہ کی جاتی ہے اور پھر بھی تو توحید کا دعویٰ کرتا ہے یہ شعر اس نے بہت عمدہ کہا ہے۔

اور ۱۳۶ھ میں ربیعۃ الرائی بن ابو عبدالرحمان فروخ فقیہ اہل مدینہ اور مالک بن انس کے استاد نے وفات پائی اور اسی سال کے ماہ ذیحجہ میں کہ جس میں سفاح کی بھی وفات ہوئی عبدالملک بن عمیر کوفہ کے قاضی نے وفات پائی اور اس کی عجیب حکایت قصر الامارہ کوفہ کے متعلق عبدالملک بن مروان کے ساتھ سابقاً گذر چکی ہے۔

اور سفاح نے چار سال اور نو ماہ خلافت کی اور منقول ہے کہ ایک دفعہ اس سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عمر عبدالعزیز خلافت کی آرزو لئے بیٹھا ہے اس بناء پر کہ اس نے بعض کتب میں پڑھا ہے کہ خلیفہ عین بن عین بن عین ہوگا (یعنی جس کے نام میں اس کے باپ کے نام میں اور اس کے دادا کے نام میں عین ہو) سفاح نے کہا کہ اس نے غلط سمجھا ہے خدا کی قسم اس سے میں مراد ہوں کیونکہ تین

عین مجھ میں اور میرے باپ دادا میں ہیں علاوہ تین اور عین کے کیونکہ میں عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں اور ہاشم کا نام بھی عمرو بن عبدمناف تھا خلاصہ یہ کہ اتوار کے دن بارہ ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں سفاح نے انبار شہر میں کہ جسے اس نے خود تعمیر کیا تھا اور اس کا نام ہاشمیہ رکھا تھا دنیا سے کوچ کیا اور ۳۳ یا ۳۲ سال اس کی عمر تھی اور امیر المومنینؑ نے اپنے ایک خطبہ میں بنی امیہ کی خلافت کی اور بنی عباس کی طرف خلافت کے منتقل ہونے کی خبر دی اور بعض خلفاء بنی عباس کے مشہور اوصاف اور خصوصیات کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے مثلاً سفاح کی رأفت ومہربانی منصور کی فنا کی اور خونریزی رشید کی حکومت کا استقرار اور اس کا بڑا ہونا، مامون کی دانائی وعقلمندی ۱۰ متوکل کا غضب وعناد اور اس کے بیٹے منتصر یا اس کے غلام خاص باغر ترکی کا اس کو قتل کرنا ۱۵ معتمد کی زیادہ زحمت و مشقت بسبب اس کے جنگوں میں مشغول ہونے اور صفار وصاحب زنج وغیرہ سے جنگ کرنے کے اور ۱۶ معتضد کا اولاد علی سے احسان ونیکی کرنا بسبب اس عہد وپیمان کے جو امیر المومنین کے ساتھ اس نے اپنے خواب میں کیا تھا اور ۱۸ مقتدر کا اپنے غلام مونس کے ہاتھوں قتل ہونا اور اس کا اپنے خون میں معرکہ جنگ میں ہاتھ پیر مارنا اور اس کے تین بیٹوں راضی ومتقی اور مطیع کا خلافت پر قابض ہونا جیسا کہ اس اجمال کی تفصیل وشرح اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی اور یہ خبریں اس خطبہ شریفہ میں ہیں کہ جو حضرت نے فرمایا تھا

ویل هذا الامة من رجالهم الشجرة الملعونه التی ذکرها ربکم تعالیٰ ولهم خضراء واخرهم بن ماء ثم تلی بعدهم امر امته محمد صلی الله علیه وآله وسلم رجال اولهم ارأفهم وثانیهم افتکهم و خامسهم کبشهم وسابعهم اعلمهم وعاشرهم اکفرهم یقتله اخصهم به وخامس عشرهم کثیر العناء قلیل الغناء سادس عشرهم اقضاهم للذمم واوصلهم للرحم کانی اری ثامن عشرهم تفحص رجلاه فی دمه بعد ان یاخذه جنده بکظمه من ولده ثلث رجال سیرتهم سیرة ضلال.

ویل وہلاکت ہے اس امت کے لئے ان کے مردوں سے جو کہ شجرہ ملعونہ ہیں کہ جن کا ذکر تمہارے رب نے کیا ہے جن کا پہلا بڑا سرسبز اور آخری مصیب ہوگا پھر ان کے بعد امت محمدؐ کے والی ایسے مرد ہوں گے جن کا پہلا زیادہ رؤف ومہربان دوسرا زیادہ خون بہانے والا اور پانچواں ان کا بڑا سردار ہوگا اور ساتواں زیادہ صاحب علم اور ان کا دسواں زیادہ کافر کہ جسے ان میں سے اس سے زیادہ مخصوص شخص قتل کرے گا اور ان کا پندرھواں زیادہ سختی میں ہوگا اور تھوڑا بے پرواہ کرنے والا ہوگا اور ان کا سولہواں ذمہ داریوں کا زیادہ پورا کرنے والا اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہوگا گویا میں ان کے اٹھارہویں کو دیکھ

رہا ہوں کہ وہ اپنے خون میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے بعد اس کے کہ اس کا لشکر دبا لے گا اور اس کی اولاد میں سے تین مرد ایسے ہوں گے کہ جن کی رفتار و کردار گمراہی ہوگی۔

اور اس خطبہ کے آخر میں مستعصم کے بغداد میں مارے جانے اور بنی عباس کی سلطنت کے زوال کی طرف اشارہ فرمایا اپنے اس ارشاد سے السادس والعشرون منهم يهرد الملك منه اي ان قال لكاني اراه على جسر الزوراء قتيلا ذلك بما قدمت يداك وان الله ليس بظلام للعبيد اوران کے چھبیسویں سے اس کا ملک چھین لیا جائے گا یہاں تک کہ فرمایا گویا میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ زوراء (بغداد) کے پل پر مقتول پڑا ہے اور یہ اس کی سزا ہے جو کچھ تیرے ہاتھوں نے کر کے آگے بھیجا ہے اور بیشک خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور حضرت کا مستعصم کو چھبیسواں کہنا احتمال ہے کہ اس سبب سے ہو کہ وہ ان بڑے افراد میں سے ہو جو حکومت بنی عباس میں مستبد و مستقل تھے کیونکہ ان میں سے بعض کی سلطنت میں استقرار و استقلال نہیں تھا بلکہ وہ مغلوب و مقہور تھے اور برائے نام خلافت کے علاوہ ان کے ہاتھوں میں کچھ نہیں تھا جیسا کہ اس کے بعد واضح ہوگا یا اس وجہ سے فرمائی کہ مستعصم عباس اور اس کی اولاد میں سے چھبیسواں فرد تھا اپنے اولیاء کے کلام کو خدا ہی بہتر جانتا ہے اور اس خطبہ کو قطب المحدثین وحیدہ عند الفریقین شیخ اجل محمد بن شہر آشوب رحمہ اللہ نے کتاب مناقب میں ذکر کیا ہے کہ جن کی وفات مستعصم کی خلافت سے پچاس سال سے زیادہ عرصہ پہلے ہوئی ہے جیسا کہ ناصر الدین اللہ کی خلافت کے ذکر میں معلوم ہوگا۔

ابو جعفر عبداللہ منصور کی خلافت اس کے زمانہ کے حالات اور عبداللہ بن حسنؑ ان کے فرزندوں اور اہلِ بیتؑ کی شہادت کا ذکر

۱۲ ذی الحج ۱۳۶ھ میں جب سفاح کی وفات ہوئی تو لوگوں سے اس کے بھائی ابو جعفر منصور کے لیے بیعت لی گئی منصور ان دنوں امیر حج تھا اور مکہ کی طرف گیا ہوا تھا پس لوگوں کے ساتھ حج ادا کر کے کوفہ کی طرف واپس آیا اور ہاشمیہ میں تخت پر بیٹھا تو لوگوں نے دوبارہ اس کی بیعت عمومی کی۔

منصور کے عجائب میں سے ہے کہ اس کی ولادت ماہ ذی الحجہ میں منتقل ہوئی کہ جس سال حجاج واصل جہنم ہوا اور خلافت ہوئی اور اس کی وفات بھی چھ ذی الحجہ ۱۵۸ھ راہ مکہ میں بئر میمون میں واقع ہوئی اور حجون میں دفن ہوا اس کی مدت خلافت بائیس سال میں

سے نو دن کم تھی اور اس کی عمر تریسٹھ سال تھی جب وہ دنیا سے گیا تو اس نے ساٹھ کروڑ درہم اور ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار چھوڑے اور اس کے باوجود وہ اپنے مال میں بخل کرتا تھا اور اس کا لقب دوانیقی تھا کہ وہ کارندہ اور صنعت کاروں سے دوانیق (درہم کا چھٹا حصہ دانق ہے) اور وانوں (دمڑیوں) کا حساب کرتا اور خلفاء بنی عباس میں سے وہ بنی امیہ کے خلفاء میں سے ہشام بن عبدالملک سے مشابہت رکھتا تھا یہ اس لئے کہ وہ امور سیاست میں ہشام کی تقلید کرتا تھا جیسا کہ ہم ہشام کے حالات میں اشارہ کر چکے ہیں۔

منصور خلفاء بنی عباس کا باپ ہے اس کے دس چچا تھے عبداللہ، عبدالصمد، اسماعیل، عیسیٰ، صالح، سلیمان، اسحاق، محمد، یحییٰ و داؤد اور یہ سارے علی بن عبداللہ بن عباس کے بیٹے تھے اور داؤد وہی شخص ہے کہ جس نے معلی بن خنیس کو (جو حضرت صادق کے موالی یا غلاموں میں سے تھا) قتل کیا اور اس کو سولی پر لٹکایا حضرت اس کے قتل سے غضبناک ہوئے اور معلی کے قاتل سیرافی سے قصاص لیا اور داؤد کے حق میں نفرین کی تو وہ بھی ہلاک ہو گیا بہرحال منصور پہلا خلیفہ ہے کہ جس نے منجمین کو مقرب بنایا اور علم نجوم کے احکام پر عمل کیا وہ پہلا خلیفہ ہے کہ جس کے لئے سریانی اور عجمی زبان کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا مثلاً اقلیدس اور کتاب کا کلیلہ ودمنہ اور ذہبی سے منقول ہے کہ منصور کے زمانہ ۱۴۳ھ میں علماء نے تدوین حدیث وفقہ شروع کی پس ابن جریج نے مکہ میں کتاب تصنیف کی اور مالک نے مدینہ میں موطا اور اوزاعی نے شام میں ابن عمرو بیہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں معمر نے یمن میں سفیان ثوری نے کوفہ میں اور ابن اسحاق نے مغازی کی اور ابوحنیفہ نے فقہ کی تصنیف کی اور منصور ہی کے زمانہ میں شہر بغداد کی اس کے حکم سے تعمیر ہوئی مسعودی کہتا ہے کہ ہر روز پچاس ہزار کا عملہ اس میں کام کرتا تھا۔

مؤلف کہتا ہے کہ امیر المومنین نے بار ہا بغداد شہر کے تعمیر ہونے کی خبر دی اور خطبہ لؤلؤیہ میں فرمایا جیسا کہ شیخ علی بن محمد بن عیسیٰ خزازقمی نے کفایۃ الاثر میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں روایت کی ہے

قال علیه السلام الاوانی ظاعن عن قریب و منطلق الی المغیث (للمغیث خ ل) فارتقبوا (الفتن خ ل) الامویه والملکة الکسرویة واماتة ما احیاہ الله واحیاء ما اماته الله واتخذوا صوا معکم بیوتکم وعضوا علی مثل جمر الغضا واذکر والله کثیرا فذکرہ اکبر لو کنتم تعلمون ثم قال تبنی مدینة یقال لها الزوراء بین دجلة ودجیل والفرات فلو رأیتموها مشیدة بالجص والآجر مزخرفة بالذهب والفضه والاثر وردثم وصفها الی ان قال توالت علیها ملك (ملوك خ ل) بنی الشصبان اربعة وعشرون ملکا علی عدد سنی) الکدید فاولهم السفاح

والمقلاص والجموع الخ۔

آپ نے فرمایا یاد رکھو بیشک میں عنقریب کوچ کرنے والا ہوں اور عالم غیب کی طرف جانے والا ہوں پس تم بنی امیہ کے فتنوں اور کسریٰ کی طرح کی حکومت کا اور جسے خدا نے زندہ کیا اس کے ختم ہونے اور اللہ نے جسے ختم کیا ہے اس کے زندہ رکھنے کا انکار کرو اور تم اپنے گھروں کو اپنے عبادت خانے بنالینا اور دانت کاٹنا جس طرح عضا درخت کے انگارے پر کھڑا ہوا کاٹتا ہے اور اللہ کو زیادہ یاد کرنا کیونکہ اس کا ذکر ہر چیز سے بڑا ہے اگر تم جانو پھر فرمایا اور ایک شہر بنایا جائے گا جسے زوراء کہیں گے دجلہ دجیل اور فرات کے درمیان پس اگر تم اس کو دیکھو کہ وہ چونے اور اینٹ سے پختہ کیا گیا ہے اور سونے چاندی اور لاجورد سے مزین ہے پھر اس کا وصف بیان کیا یہاں تک کہ فرمایا پے در پے اس پر بنی شیصبان کے چوبیس بادشاہ کدید (تختی) کے سالوں کی تعداد میں ہوں گے جن کا پہلا سفاح اور بہت موٹا اور سرکش ہوگا۔

منصور کے زمانہ میں ۱۴۱ھ میں ثقہ جلیل القدر ابان بن تغلب نے وفات پائی اور ابان نے حضرت سجادؑ و حضرت باقرؑ و حضرت صادقؑ کا زمانہ دیکھا اور ان بزرگواروں سے بہت سی احادیث اخذ کیں وہ تیس ہزار احادیث حضرت صادقؑ سے روایت کرتے تھے اور علم قرآن و فقہ و حدیث و ادب و نحو و لغت میں اپنے زمانہ کے چوٹی کے بزرگ تھے اور حضرت باقر العلومؑ نے انھیں فرمایا تھا کہ مسجد مدینہ میں بیٹھ کر لوگوں کو فتویٰ دیا کرو بیشک میں دوست رکھتا ہوں کہ شیعوں میں تمھارے جیسے افراد نظر آئیں اور حضرت جعفر صادقؑ نے بھی انھیں فرمایا تھا کہ اہلِ مدینہ سے مناظرہ کرو کیونکہ میں پسند کرتا ہوں کہ تمھارے جیسے اشخاص میرے راوی اور مجھ سے علم حاصل کرنے والے ہوں ان کی وفات حضرت صادقؑ کی زندگی میں ہوئی اور جب ان کی خبر وفات حضرت صادقؑ کو پہنچی تو فرمایا خدا کی قسم بیشک میرے دل کو ابان کی موت سے تکلیف ہوئی ہے۔

شیخ نجاشی نے روایت کی ہے کہ جب ابانؒ مدینہ میں جاتے تو لوگ ان سے حدیث سننے اور مسائل دین کا استفادہ کرنے کے لیے جوق در جوق آتے اس ستون مسجد کے جو ان کے لئے خالی چھوڑتے تھے باقی مسجد کی کوئی جگہ بھی خالی نہ ہوتی تھی۔

۱۴۴ھ میں عمرو بن عبید معتزلہ کے شیخ و بزرگ حسن بصری کے شاگرد اور منصور کے دوست نے مروان میں جو مکہ سے دس منزل کے فاصلہ پر ہے وفات پائی اور ہشام بن حکم کا مناظرہ عمرو کے ساتھ مسجد بصرہ میں مشہور ہے اور مناسب ہے کہ اسے یہاں ذکر کیا جائے۔

یونس بن یعقوب سے روایت ہے کہ میں حمران و مومن طاق و ہشام بن سالم اور کچھ دوسرے لوگ حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھے اور ہشام بن حکم بھی حاضر تھا وہ اس وقت جوان تھا حضرتؑ نے اس کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا ہمیں عمرو بن عبید سے اپنے واقعہ کی خبر نہیں دو گے ہشام نے عرض کیا بے شک آپ میری نگاہ میں زیادہ جلیل ہیں اور مجھے شرم آتی ہے اور میری زبان آپ کے سامنے کام نہیں کرتی فرمایا جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں تو اطاعت کرو ہشام نے عرض کیا کہ میرا واقعہ اس کے ساتھ اس طرح ہے کہ میں نے

ایک دفعہ سنا کہ عمرو بن عبید نے مسجد بصرہ میں اپنے لئے ایک جگہ قرار دی ہے اور کچھ لوگ اس نے اپنے گرد جمع کر لئے ہیں اور انھیں وہ گمراہ کرتا رہتا ہے یہ معاملہ مجھے بہت عظیم معلوم ہوا تو میں نے بصرہ کی طرف سفر کیا جمعہ کا دن تھا جب میں بصرہ میں پہنچا پس میں مسجد میں گیا میں نے دیکھا کہ لوگ عمرو بن عبید کے گرد جمع ہیں اور بہت بڑا حلقہ بنایا ہوا ہے اور عمرو نے ایک پشمی سیاہ رنگت کی چادر نیچے باندھ رکھی ہے اور دوسری کو ردا بنائے ہوئے ہے اور لوگ اس سے کچھ پوچھ رہے ہیں میں نے بھی اپنے لئے جگہ کشادہ کی اور لوگوں کے آخر میں دوزانو بیٹھ گیا پھر میں نے اس سے کہا اے عالم میں ایک مسافر شخص ہوں اور میرا ایک سوال ہے کہنے لگا کہ پوچھو میں نے کہا تمھاری آنکھ ہے کہنے لگا اے میرے بیٹے یہ کیا سوال ہے کیا تم میرے آنکھ نہیں دیکھ رہے میں نے کہا میرا سوال اسی قسم کا ہے کہنے لگا پوچھو اگر چہ تمہارا سوال احمقانہ اور بیوقوفی کا ہے دوبارہ میں نے کہا تیری آنکھ ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس سے رنگوں اور اشخاص کو دیکھتا ہوں اور میں نے کہا تمہاری ناک ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس سے مختلف قسم کی بو سونگھتا ہوں میں نے کہا تمہارا منہ ہے اس نے کہا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس سے کھانے کی چیزیں چکھتا ہوں۔

میں نے کہا اور تمہارا دل بھی ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا اس سے کیا کرتے ہو کہنے لگا اس کے ذریعہ تمیز کرتا ہوں ان چیزوں کی جو ان اعضاء و جوارح پر وارد ہوتی ہیں میں نے کہا جب یہ اعضاء و جوارح صحیح و سالم ہیں تو دل کی کیا ضرورت ہے وہ کہنے لگا اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ دل ان اعضاء و جوارح کا رئیس اور مرجع ہے کہ جب کبھی سونگھی ہوئی یا دیکھی ہوئی یا چکھی ہوئی چیز میں انھیں شک و حیرت ہو تو وہ عضو دل کی طرف رجوع کرتا ہے کہ دل حق و باطل کے درمیان تمیز کرے اور ان اعضا کو شک و حیرت سے نکالے میں نے کہا پس بنابرین خداوند عالم نے دل کو جوارح کے لئے اس لئے قرار دیا ہے کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں اور جوارح کو بھی اس سے مستغنی نہیں کیا کہنے لگا جی ہاں پھر میں نے کہا اے ابو مروان وہ خدا کہ جس نے اعضاء اور جوارح کے لئے ایک رئیس و امام قرار دیا ہے تا کہ وہ اپنی جہالت و حیرت کے وقت اس کی طرف رجوع کریں اس نے اس مخلوق کو شک و حیرت میں چھوڑ دیا ہے اور ان کے لئے کوئی امام اور رئیس مقرر نہیں کیا کہ جس کی طرف وہ رجوع کریں اور اپنے شک حیرت و اختلاف کو اس کے ذریعہ دور کریں عمرو نے یہ کلام سنا تو خاموش ہو گیا اور میری طرف رخ کر کے کہنے لگا پس تو کہاں کا رہنے والا ہے میں نے کہا اہل کوفہ میں سے ہوں کہنے لگا یقیناً تو ہشام ہے پھر کھڑا ہو گیا اور مجھ سے بغل گیر ہوا اور اپنی جگہ پر مجھے بٹھایا اور جب تک میں وہاں رہا اس نے کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ میں وہاں سے اٹھ بیٹھا حضرت صادقؑ ہشام کی حکایت سے ہنسنے لگے اور فرمایا اے ہشام اس مناظرہ کی تجھے کس نے تعلیم دی تھی عرض کیا اے فرزند رسولؐ خدا میری زبان پر یونہی جاری ہوا فرمایا اے ہشام خدا کی قسم یہ صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ میں لکھا ہوا ہے۔

اور ۱۴۵ھ یا ۱۴۲ھ عبداللہ بن مقفع کو سفیان بن معاویہ والی بصرہ نے منصور کی تحریک پر قتل کر دیا اور اسے تنور میں پھینک کر جلا دیا اور ابن مقفع اصل میں یہودی تھا اور کتاب کلیلہ و دمنہ کا اس نے منصور کے زمانہ میں عربی میں ترجمہ کیا تھا، اور کتاب کلیلہ دومنہ اصل میں ہندی زبان میں تھی کہ جسے حکماء ہندوستان میں سے ایک نے تالیف کیا تھا اور اہل ہندوستان اس کتاب کی جواہر بے بہا کی طرح نگاہبانی کرتے تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ کتاب ہندوستان سے باہر جائے یہاں تک کہ ایک شخص ذکی نے اسے پیاز کے

پانی سے لکھا تا کہ اس کی کتابت ظاہر و واضح ہو گئی اس کے بعد اس کے نسخے ایران میں منتشر ہو گئے پھر بعض حکماء حکومت نوشیرواں نے اسے پہلوی زبان میں ترجمہ کیا اور وہ منصور کے زمانہ تک رہی یہاں تک کہ اس کا عربی میں ترجمہ ہوا پھر اس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا اردو کی شاعر نے اسے نصر بن احمد سامانی کے لئے نظم کیا اور شیخ ابوالمعالی نصر اللہ بن محمد بن عبدالحمید منشی نے بہرام شاہ غزنوی کے لئے اس کی نظم کو نثر میں بدلا اور اس کا نام کلیلہ دومنہ رکھا اور عالم و فاضل حسین کاشفی نے کہ جس کی وفات ۹۱۰ھ میں ہوئی جو روضۃ الشہداء اور اخلاق محسنی وغیرہ کا مولف ہے اس کی توضیح و تلخیص کی اور اس کا انوار السہیلی امیر شیخ احمد نظام الدولہ سہیلی کے نام پر نام رکھا اور کہا گیا ہے کہ سلطان صلاح الدین کے زمانہ میں اسے عربی میں نظم کیا گیا بہر حال ہر زمانہ میں مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا یہاں تک کہ ترکی میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے جیسا کہ نقل ہوا ہے۔

اور ۱۴۸ھ ماہ ربیع الاول میں سلیمان بن مہران کوفی کی (جو اعمش کے لقب سے مشہور تھا) وفات ہوئی اور اعمش باوجودیکہ شیعہ مذہب رکھتا تھا علماء جمہور اس کی تجلیل و تجمیل کرتے ہیں اور وہ حفظ و قرأت و حدیث.......... تھا اور اسے حجاز میں زہری کا قرین اور ہم پلہ سمجھتے ہیں اور اعمش حاضر جواب، خوش اخلاق، خوش طبع، خوش مزاج تھا کہا گیا ہے کہ اس سے ولود بن حانک نے کہا آپ انصاری کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں کہنے لگا وضو کے بغیر ایسی نماز کا کوئی حرج نہیں اس نے کہا انصاری کی شہادت کے متعلق تمہارا کیا فتویٰ ہے۔

کہا کہ دو اور عادلوں کے ساتھ قابل قبول ہے اس کے پاس ایک دن کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو نماز شب کے وقت سویا رہے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر جاتا ہے تو اعمش نے کہا میری آنکھیں خراب نہیں ہوئیں مگر شیطان ہی کے پیشاب سے میں کہتا ہوں (مولف) اعمش کا معنی (تحریک کے ساتھ) نظر کی کمزوری اکثر اوقات پانی کے بہنے کے ساتھ ہے اور یہ بھی حکایت ہوئی ہے کہ ایک دن ابوحنیفہ نے اس سے کہا اے ابومحمد میں نے تجھے کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا جب ایک نعمت کو سلب کر لیتا ان ورتی کو سلب کرنے کے بدلے کیا دیا کہنے لگا مجھے اس کے عوض میں یہ دیا ہے کہ میں تجھ جیسے یہودی کو نہیں دیکھتا کہا گیا ہے کہ سلیمان اصل میں دماوند کا رہنے والا تھا۔

اور شیخ عماد الدین طبری نے بشارۃ المصطفیٰ میں شریک سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اعمش کے مرض موت کے وقت اس کے پاس تھا کہ اچانک ابولیلی و ابن شبرمہ اور ابوحنیفہ اس کی عیادت کے لئے آئے ابوحنیفہ نے اعمش کی طرف رخ کر کے کہا سلیمان خدا سے ڈرو اور جان لو کہ تم ایام آخرت میں سے پہلے دن اور ایام دنیا میں سے آخری دن میں ہو اور تم نے فضیلت علیؑ بن ابی طالب میں کچھ ایسی احادیث نقل کی ہیں کہ اگر انہیں نقل نہ کرتا تو بہتر تھا سلیمان نے کہا میرے جیسے شخص سے یہ بات کرتے ہو مجھے بٹھاؤ اور ٹیک لگاؤ پھر ابوحنیفہ کی طرف رخ کر کے کہا اے ابوحنیفہ مجھ سے حدیث بیان کی ابوالمتوکل ناجی نے ابوسعید خدری سے کہ رسول خدا نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو خداوند عالم مجھ سے اور علیؑ بن ابی طالبؑ سے فرمائے گا کہ جنت میں داخل کرو ہر اس شخص کو جو تم سے محبت رکھتا تھا اور جہنم میں داخل کرو ہر اس شخص کو جو تم سے دشمنی رکھتا تھا اور اسی کی طرف اشارہ ہے خدائے عزوجل کے اس ارشاد میں القیافی جھنم

کل کفار عنید ہر عناد رکھنے والے کافر کو تم دونو جہنم میں پھینک دو ابو حنیفہ کہنے لگا تو مو ابنالا یاتی بشئ اعظم من ھذا ہمارے ساتھ اٹھ کھڑے ہو یہ اس سے زیادہ بڑی چیز ہمارے لئے نہیں لائے گا۔

اور ۱۴۸ھ ہی میں محمد بن عبدالرحمان نے (جو ابن ابولیلیٰ کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور ابن ابی لیلیٰ صاحب رائے تھا تین سال کوفہ کا قاضی رہا ہے اور ایک واقعہ میں ثقہ جلیل القدر محمد بن مسلم ثقفی نے اس کے سامنے شہادت دی تو ابن ابی لیلی نے ان کی شہادت رد کر دی لیکن پھر جب اس پر محمد بن مسلم کی علم وفقہ کی کیفیت ظاہر ہوئی تو امور مشکلہ اور ان مسائل میں کہ جنہیں نہیں جانتا تھا ان سے رجوع کرتا اور ان سے تعلیم حاصل کرتا تھا جیسا کہ علم رجال والوں پر مخفی نہیں ہے اور ابن ابی لیلی اور ابو حنیفہ کے درمیان وحشت ومنافرت تھی اور ابو حنیفہ نے اس کے ایک حکم میں چھ غلطیاں نکالیں تو اس نے بھی اس والی کے پاس شکایت کی یہاں تک کہ ابو حنیفہ کو فتویٰ دینے سے روک دیا گیا۔

اور کتاب فقیہ میں منقول ہے کہ ابن ابی لیلی نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ کونسی چیز ان چیزوں میں سے جنہیں خدا نے پیدا کیا ہے انسان کے نزدیک زیادہ میٹھی اور شیریں ہے تو آپ نے فرمایا جوان اولاد عرض کیا کونسی چیز زیادہ تلخ اور زیادہ سخت ہے فرمایا جوان اولاد کا مفقود ہو جانا کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی مخلوق پر خدا کی حجت ہیں۔

اور ۱۴۹ھ میں عیسیٰ بن عمر ثقفی نحوی وبصری نے وفات پائی اور یہ وہی شخص ہے جو اپنی گفتگو میں حلق میں بولتا تھا اور وحشی و غریب الفاظ استعمال کرتا تھا اور اس کو والی عراقین نے ایک امانت میں متہم کر کے تقریباً ہزار کوڑے لگائے تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم اگر امانت کا ثبوت کوڑے لگانے میں ہے تو تیرے چنگی وصول کرنے والے لے گئے ہیں۔

اور حکایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے گدھے سے گر گیا تو لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تو وہ کہنے لگا مالی ارا کم تکأکأتم علی تکأکؤ کم علی ذی جنیہ افر نقعوا اعنی مجھے کیا ہو گیا کہ تمہیں دیکھتا ہوں مجھ پر اس طرح جمع ہو گئے ہو جیسے آسیب زدہ پر جمع ہوتے ہو دور ہو جاؤ مجھ سے اور ایک روایت میں ہے کہ حاضرین میں سے کسی نے کہا اس کا جن ہندی زبان میں بول رہا ہے۔

اور ۱۴۹ھ ہی میں عبدالملک بن عبدالعزیز نے (جو ابن جریج کے نام سے مشہور تھا) وفات پائی کہا گیا ہے کہ یہ پہلا وہ شخص ہے کہ جس نے اسلام میں کتاب لکھی ہے لیکن مشہور یہ ہے جیسا کہ ابن شہر آشوب سے منقول ہے کہ پہلے شخص جنھوں نے اسلام میں کتاب تصنیف کی ہے وہ امیر المومنینؑ ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ جو آپ نے تصنیف کیا وہ وہی کتاب علیؑ ہے جو احادیث اہل بیتؑ میں مذکور ہے اور جس سے بہت سے احکام منقول ہیں پھر سلمان فارسی نے پھر ابوذر غفاری نے پھر اصبغ بن نباتہ نے پھر عبیداللہ بن ابی نے کتاب لکھی جو حضرت امیر المومنینؑ کا کاتب تھا پھر ہمارے مولا حضرت زین العابدینؑ نے صحیفہ کاملہ تحریر فرمائی۔

اور ۱۵۰ھ میں ثابت بن دینار نے (جو ابو حمزہ ثمالی کے نام سے مشہور اور اپنے وقت کے لقمان تھے) وفات پائی اور ابو حمزہ نے حضرت سجادؑ و باقر العلومؑ و حضرت صادقؑ کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے اور اس کا زمانہ حضرت کاظمؑ تک رہنا مختلف فیہ ہے خلاصہ یہ کہ وہ آئمہ کے اصحاب ثقات میں سے ہے اور حضرت رضاؑ نے اسے اپنے زمانہ کے سلمان اور اپنے زمانہ کے لقمان سے تعبیر کیا ہے اور

اس کے بیٹے نوح و منصور اور حمزہ زید بن علی کے ساتھ مارے گئے اور ثمالی (ث کی پیش کے ساتھ) منسوب ہے ثمالہ کی طرف جو کہ ازد کے علاقہ میں ہے۔

اور ۱۵۰ھ ہی میں مقاتل بن سلیمان خراسانی مروزی نے بصرہ میں وفات پائی وہ مقاتل اہل سنت کے مشہور مفسرین میں سے ہے اور ابن خلکان نے اس سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ اس نے بڑ ماری کہ سلونی عما دون العرش (کہ عرش کے نیچے جو کچھ ہے اس کے متعلق بھی مجھ سے سوال کرو) کے ساتھ پس ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ جب حضرت آدمؑ نے حج کیا تو ان کا سر کس نے مونڈا تھا مقاتل حیران ہو گیا اور کہنے لگا یہ سوال تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا نے چاہا ہے کہ مجھے عجز و ذلت میں مبتلا کرے اس عجب کی وجہ سے جو میرے نفس میں پیدا ہوا تھا مؤلف کہتا ہے کہ سلونی کے قائلس امیر المومنین تھے اور آپ نے بارہا فرمایا جو چاہو مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں اور لوگ بھی ہمیشہ آپ سے مشکل مطالب اور گہری علمی باتوں کے متعلق سوال کرتے اور وہ باب مدینۃ العلم ان میں جواب دیتے اور عجائبات میں سے ہے کہ آپ کے بعد جس نے بھی یہ کلام کیا وہ انتہائی ذلت و خواری سے رسوا ہوا جیسا کہ یہ واقعہ مقاتل و ابن جوزی اور واعظ بغدادی کے ساتھ ناصر عباسی کے زمانہ میں ہوا اور ان کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرتؑ نے خود خبر دی تھی کیونکہ منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا تھا لایقولھا بعدی الا مدع کذاب میرے بعد اس کا دعویٰ نہیں کرے گا مگر جھوٹا دعویٰ کرنے والا پھر معلوم ہونا چاہیے کہ بہت بڑے علماء نے تصریح کی ہے کہ مقاتل بہت جھوٹا شخص تھا اور وہ حدیث گھڑنے میں مشہور تھا اسی لئے وہ متروک الحدیث اور مہجور القول تھا روایت ہے کہ ابو جعفر منصور ایک دفعہ بیٹھا تھا تو اس پر ایک مکھی آ گری اس نے اسے اڑا دیا پس وہ دوبارہ اس کی طرف آئی اور وہ بار بار آتی اور اس کے منہ پر بیٹھتی اور اتنا زیادہ وہ اس پر آ کر بیٹھتی کہ وہ تنگ و ملول ہو گیا تو منصور نے کہا دیکھو دروازے پر کوئی ہے تو کہا گیا ہے کہ مقاتل بن سلیمان ہے منصور کہنے لگا اسے میرے پاس لے آؤ پس اس کو اذن دخول ملا جب وہ منصور کے پاس پہنچا تو منصور نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ خدا نے مکھی کیوں پیدا کی ہے مقاتل نے کہا جی ہاں تاکہ اس کے ذریعہ جبار بادشاہوں کو ذلیل کرے یہ سن کر منصور خاموش ہو گیا۔

اور ۱۵۰ھ ہی میں ثقہ جلیل القدر جناب زرارہ بن اعین ابن سنسن کی وفات ہوئی اور زرارہ کی جلالت قدر و علم کی کیفیت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے منقول ہے کہ حضرت صادق نے ان کے بارے میں فرمایا لولا زرارہ لقلت ان احادیث ابی ستذھب اگر زرارہ نہ ہوتا تو میں کہتا کہ میرے والد گرامی کی احادیث عنقریب ختم ہو جائیں گی اور زرارہ سے منقول ہے کہ میں جو حرف حضرت صادق سے سنتا ہوں اس سے میرے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔

اور ثقہ جلیل القدر ابن ابی عمیر سے مروی ہے کہ انھوں نے جمیل بن دراج سے فرمایا کیا ہی اچھا ہے تیرا حاضر ہونا اور کیا خوب ہے تیرا بیٹھنا کہنے لگا جی ہاں لیکن خدا کی قسم ہم زرارہ کے پاس اطفال مکتب کی طرح ہوتے تھے کہ جو استاد کے پاس ہوں۔

اور ابو غالب زراری نے جو رسالہ اپنے پوتے محمد عبداللہ کے لئے تحریر کیا اس میں فرماتے ہیں کہ روایت ہوئی ہے

کہ زرارہ خوبرو جسیم اور سفید رنگ کے تھے جب کبھی نماز جمعہ کے لئے جاتے تو ان کے سر پر ٹوپی ہوتی اور پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا اور ہاتھ میں عصا لیتے تھے لوگ ان کا احترام کرتے اور صف بستہ ہوجاتے اور ان کے حسن ہیبت و جمال کو دیکھتے رہتے اور علم مناظرہ وجدل میں وہ بہت ممتاز تھے اور کسی شخص میں یہ قدرت نہ تھی کہ مناظرہ میں انہیں مغلوب کر سکے مگر یہ کہ کثرت عبادت نے انہیں گفتگو کرنے سے روک رکھا تھا اور شیعہ متکلمین ان کے شاگردوں کی لڑی میں منسلک تھے اور ستر (نوے خ ل) سال عمر کی ہے اور آل اعین کے بہت فضائل ہیں اور جو کچھ ان کے حق میں روایت ہوا ہے وہ اس سے زیادہ ہے کہ میں تیرے لئے تحریر کروں انتہی۔

خلاصہ یہ کہ اعین کا گھرانہ شریف خاندان ہے اور ان میں سے اکثر اہل حدیث وفقہ وکلام تھے اور اصول وتصانیف اور روایات ان سے بہت نقل ہوئی ہیں اور زرارہ کے کئی فرزند تھے کہ جن میں سے رومی اور عبداللہ تھے کہ جو دو ثقہ راویوں میں سے ہیں اور حسنؑ وحسینؑ بھی ہیں کہ جن کے حق میں حضرت صادقؑ نے دعا کی اور فرمایا **احاطهما الله وكلاهما ورعاهما وحفظهما بصلاح ابيهما كما حفظ الغلامين** خدا نے انہیں اپنی رحمت میں گھیرے رکھا اور ان پر بار بار نظر رحمت فرمائی اور انہیں راحت وآرام دیا اور ان کے باپ کی صلاح ونیکی کی وجہ سے ان کی حفاظت کی جیسا کہ اس نے ان دو لڑکوں کی حفاظت کی (جن کا ذکر حضرت خضرؑ وموسیٰ کے واقعہ میں قرآن مجید میں ہے) اور زرارہ کے کئی بھائی بھی تھے ان میں سے ایک حمران ہے اور کئی روایات ہیں کہ صادقین علیہم السلام نے اس کے ایمان کی شہادت دی اور حضرت باقر العلوم نے اس کے حق میں فرمایا **انت من شيعتنا في الدنيا والآخرة** تو دنیا وآخرت میں ہمارے شیعوں میں سے ہے۔

اور ایک روایت میں تو حضرت باقرؑ وصادقؑ کے حواریوں میں اس کا شمار ہوا ہے اور حمران کے بیٹے حمزہ ومحمد وعقبہ تمام راویان حدیث ہیں اور زرارہ کا دوسرا بھائی بکیر بن اعین ہے جب بکیر کی خبر وفات حضرت صادقؑ کو پہنچی تو فرمایا واللہ لقد انزلہ اللہ بین رسولہ و (بین رخ ل) امیر المومنینؑ صلوات اللہ علیہ خدا کی قسم خدا نے اسے اپنے رسولؐ اور امیر المومنینؑ کے درمیان منزل ومکان جنت میں دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ صادق علیہم السلام کے حواریین میں سے ہے اور اس کے چھ بیٹے تھے عبداللہ وجہم وعبدالحمید وعبدالاعلیٰ وعمر وزید وعبداللہ بن بکیر اگرچہ فطحی مذہب ہے لیکن ثقہ اور اصحاب اجماع میں سے ہے اور جہم کی اولاد بزرگ صاحبان حدیث اور صاحبان تصنیف میں سے ہے ان میں سے حسن بن جہم ثقہ وعدل ہے اور سلیمان بن حسن بن جہم ابوغالب زراری کا جد امجد ہے اور پہلا شخص آل زرارہ میں سے جو زرارہ کی طرف منسوب ہوا سلیمان تھا کہ جسے امام علی نقی علیہ السلام نے زراری کا لقب دیا اور زرارہ کا ایک بھائی عبدالرحمان بن اعین ہے کہ بزرگ اعلام نے جس کی استقامت کی گواہی دی ہے اور ایک ان کا بھائی عبدالملک بن اعین ہے کہ جس کے متعلق روایت ہوئی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس کی قبر کی زیارت کی اور اس کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور اس کا بیٹا ضریس ہے جو ثقہ راویوں میں سے ہے۔

اور ۱۵۰ھ ہی میں ثقہ جلیل القدر ابوجعفر محمد بن مسلم بن رباح طحان کوفی نے وفات پائی اور محمد بن مسلم کثرت علم وفقہ و

حدیث میں اصحاب حضرت باقرؑ و صادقؑ میں مشہور ہیں اور تیس ہزار احادیث حضرت باقر العلوم سے اور سولہ ہزار احادیث حضرت صادقؑ سے انھوں نے سنی ہیں اور محمد اہل علم کے لئے مرجع و ماوی تھے کہ جو مشکل مسائل کے اخذ کرنے اور احکام دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے عبداللہ بن یعفور نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض اوقات ہمارے اصحاب میں سے بعض لوگ مجھ سے مسائل پوچھتے ہیں کہ جن کا جواب مجھے معلوم نہیں ہوتا اور یہ ممکن بھی نہیں ہے کہ میں ہمیشہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں تو میں کیا کروں فرمایا محمد بن مسلم کی طرف کیوں نہیں رجوع کرتا بیشک اس نے میرے باپؑ سے احادیث سنی ہیں اور یہ ان کی بارگاہ میں وجیہ باوقار تھا اور شریک قاضی کوفہ اور ابن ابی لیلی وغیرہ کا احکام میں ان کی طرف رجوع کرنا مشہور و معروف ہے اور عبدالرحمان بن حجاج اور حماد بن عثمان نے ان کے حق میں کہا ہے ما کن الشیعۃ افقہ فی (س خ ل) العلم عن محمد بن مسلم محمد بن مسلم سے علم میں زیادہ باشعور شخص شیعوں میں کوئی نہیں تھا اور محمد بن مسلم اس گروہ میں سے ہے کہ جن کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ اجمعت العصابۃ علی تصحیح ما یصح عنھم شیعوں کا اس روایت کی صحت پر اجماع ہے جو ان راویوں تک صحیح السند ہو اس گروہ کو علامہ بحر العلوم طاب ثراہ کی طرف منسوب اشعار میں شمار کیا گیا ہے:

قد اجمع الکل علی تصحیح ما
یصح عن جماعتہ فلیعلما
وھم اولوا نجابۃ ورفعۃ
اربعۃ وخمسۃ وتسعۃ
فا الستۃ الاولی من الامجاد
اربعۃ من اولاوتاد!
زرارۃ کذا برید قداتی
ثم محمد و لیث یافتی
کذا الفضیل بعدہ معروف
وھو الذی ما بیننا معروف
جمیل الجمیل مع ابان!
والعبد لان ثم حماد ان
والستۃ الاخری ھم صفوان
ویونس علیھم الرضوان

ثم بن محبوب کذا محمد
کذاك عبد الله ثم احمد!
وما ذكرناه الاصح عددنا
وشذ قول من به خالفنا

اور درست معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مقام پر ان اشعار کی مختصر شرح تحریر کر دیں بیشک تمام علماء شیعہ نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع کیا ہے جو سند صحیح سے اس مذکور جماعت سے نقل ہوا اگر چہ یہ عبارت مجمل ہے لیکن اس سے ظاہر مراد یہ ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح سند کے ساتھ زرارہ یا برید یا محمد بن مسلم اور اسی طرح باقی بزرگوں سے نقل ہو تو اہلِ درایت اس حدیث کو صحاح کی لڑی میں پروتے ہیں اور اس کے بعد کی سند کو امام معصومؑ تک نہیں دیکھتے۔

اور یہ جماعت صاحب نجابت و رفعت ہے اور وہ اٹھارہ افراد شمار ہوئے ہیں (۱) زرارہ بن اعین ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (۲) برید بن معویہ عجلی یہ اصحاب و حوارئین باقرؑ و صادقؑ میں سے فقیہ گوشہ نشین جنت کی بشارت لئے ہوئے اور آئمہ علیہم السلام کی بارگاہ میں صاحب منزلت تھے اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۵۰ھ میں جو کہ زرارہ اور محمد بن مسلم کا سال وفات ہے انھوں نے بھی اسی سال وفات پائی لیکن یہ اس قول سے منافات رکھتا ہے جو گزر چکا ہے کہ ان کی وفات حضرت صادقؑ کی شہادت سے پہلے ہوئی کیونکہ حضرتؑ کی وفات زرارہ کی وفات سے چند سال پہلے ہوئی ہے جیسا کہ بعد میں معلوم ہوگا۔

۳۔ محمد بن مسلم ثقفی ہیں کہ جن کا نام مبارک ہماری بحث کا عنوان ہے۔

۴۔ ابوالبصیر لیث بن بختری ہیں جو بریدی کے ہم پلہ بزرگ ہیں اور حضرت صادقؑ نے ان چار بزرگواروں کے متعلق فرمایا کہ یہ زمین کی میخیں اور دین کے جھنڈے اور علم ہیں اور دوسری حدیث میں فرمایا مخبتین (گوشہ نشینوں کو) جنت کی بشارت دو برید بن معویہ عجلی اور ابوالبصیر لیث بن بختری مرادی و محمد بن مسلم اور زرارہ کو یہ چاروں نجیب و شریف ہیں اور اللہ کے حلال و حرام کے امین ہیں اگر یہ اشخاص نہ ہوتے تو نبوت کے آثار منقطع اور مٹ جاتے۔

۵۔ فضل بن یسار ہیں یہ حضرت صادقینؑ کے اصحاب میں سے ہیں اور انھوں نے حضرت صادقؑ کی زندگی میں وفات پائی ہے اور روایت ہوئی ہے کہ جب آنحضرتؑ فضل کو دیکھتے کہ وہ حضرتؑ کی طرف آرہے ہیں تو فرماتے کہ مخبتین کو جنت کی بشارت دو جو دوست رکھتا ہو کہ اہلِ جنت میں سے کسی شخص کی طرف دیکھے تو وہ اس شخص کی طرف نظر کرے۔

اور دوسری روایت میں حضرتؑ فرماتے ہیں کہ فضل میرے والد کے اصحاب میں سے ہے اور میں دوست رکھتا ہوں کہ انسان اپنے باپ کے اصحاب کو دوست رکھے اور ایک روایت ہے کہ جس شخص نے فضیل کو غسل میت دیا تھا وہ کہتا ہے کہ غسل کے وقت فضل کا ہاتھ شرمگاہ کے دھونے کے وقت مجھ سے سبقت کرتا تھا پس اس نے یہ حالت حضرت صادقؑ سے عرض کی تو حضرتؑ نے فرمایا رحم اللہ الفضیل بن یسار ھو منا اہل البیت خدا فضیل پر رحم کرے وہ ہم اہل بیتؑ میں سے تھا۔

۶۔معروف بن خربوز یہ علیؑ بن الحسینؑ صادقینؑ کے اصحاب میں سے تھے شیخ کشی نے فضل بن شاذان سے روایت کی ہے کہ فضل ایک دفعہ ابن ابی عمیر کے پاس گیا دیکھا وہ سجدہ میں ہے اور اس نے سجدہ کو بہت طول دیا جب سر سجدہ سے اٹھایا تو فضل نے کہا کتنا زیادہ آپ نے سجدہ کو طول دیا ابن ابی عمیر نے کہا تیری کیا حالت ہوئی اگر تو جمیل بن دراج کے سجدہ کے طول کو دیکھتا فضل نے نقل کیا کہ ایک وقت میں جمیل کے ہاں گیا اور وہ سجدہ میں تھا اور اس نے سجدہ کو بہت ہی طول دیا جب سر اٹھایا تو طول سجدہ کی بات میں نے کی جمیل نے کہا تیری کیا کیفیت ہوتی اگر تو معروف بن خربوز کے سجدہ کے طول کو دیکھتا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معروف کثرت عبادت اور طول سجود (جو کہ غایت خضوع اور منتہائے عبادت اور پروردگار کے نزدیک اور تمام اعمال سے شیطان کے لئے زیادہ سخت ہے) میں مشہور اور محل توجہ تھے جیسا کہ ابن ابی عمیر بھی سجدہ کو طول دینے میں مشہور تھے اور یہ بھی فضل بن شاذان نے روایت کی ہے کہ میں ایک دفعہ عراق گیا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے ساتھی کو سرزنش کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ تو صاحب اہل وعیال ہے اور کسب کار کی تجھے ضرورت ہے باوجود اس کے تو طویل سجدہ کرتا ہے اور مجھے خوف ہے کہ کہیں طول سجدہ کی وجہ سے تو نابینا اور بیکار نہ ہوجائے اور اس قسم کی باتیں نصیحت کے طور پر بہت کہیں بالآخر اس کا ساتھی اس سے کہنے لگا بہت کچھ تو نے مجھے سرزنش کی ہے وائے ہو تجھ پر اگر سجدہ کا طول نابینا ہونے کا سبب بنتا تو پھر ابن ابی عمیر نابینا ہوگیا ہوتا کیونکہ وہ نماز صبح کے بعد سجدہ میں سر رکھتا اور زوال شمس کے وقت سر سجدہ سے اٹھاتا تھا خلاصہ یہ کہ یہ چھ افراد زیادہ فقیہ اور زیادہ بلند ہیں ان چھ افراد سے کہ جن کا بعد میں ذکر ہوگا اور ان میں سے زیادہ فقیہ زرارہ ہیں۔

۷۔جمیل بن دراج ہے کہ جس کی فضیلت فی الجملہ گذشتہ روایت سے معلوم ہوتی ہے اور اس کا بھائی نوح بھی شیعہ تھا اور کوفہ میں قاضی تھا اس سے کہا گیا کہ تو ان (خلفاء جور) کے کاموں میں کیوں داخل ہوا ہے تو وہ کہنے لگا میں ان کے کاموں میں داخل نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے اپنے بھائی جمیل سے ایک دن پوچھا میں نے ان سے کہا کہ آپ مسجد میں کیوں نہیں حاضر ہوتے کہنے لگے میرے پاس چادر نہیں (کہ جس کو باندھ کر مسجد میں جاسکو) حمدان کہتا ہے کہ جمیل کی جب وفات ہوئی تو وہ ایک لکھ کے مقروض تھے۔

۸۔ابان بن عثمان احمر اگرچہ ناووسیہ میں سے ہے لیکن اصحاب اجماع میں داخل ہے اور ابان وجمیل دونوں حضرت صادقؑ اور ابوالحسن کاظمؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔

۹۔عبداللہ بن مسکان بروزن سجان حضرت صادقؑ اور حضرت کاظمؑ کے اصحابہ میں سے ہے لیکن کہا گیا ہے کہ عبداللہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا تھا اس خوف سے کہ شاید حضرتؑ کے حق جلالت وشان کو ادا نہ کرسکے اور حضرتؑ کے اصحاب سے روایت کرتا تھا اسی لئے حضرت صادقؑ سے براہ راست حدیث کم سنی ہے بلکہ نجاشی نے فرمایا ہے کہ روایت ہوئی ہے کہ عبداللہ نے حضرتؑ سے نہیں سنی مگر یہ حدیث من ادرک المشعر فقد ادرک الحج جس نے مشعر الحرام کو پالیا اس نے حج کو پالیا۔

۱۰۔عبداللہ بن مغیرہ کوفی اور ثقہ ہے وہ اتنا ثقہ ہے کہ اس کی قدر جلالت اس کے دین اور اس کے ورع وپرہیزگاری میں اس کا کوئی عدیل ونظیر نہیں اس نے ابوالحسن موسیٰ سے روایت کی ہے کشی فرماتے ہیں پہلے واقفی تھا لیکن پھر رجوع کرلیا۔

۱۱۔ حماد بن عثمان ناب ہے جو حضرت کاظمؑ اور حضرت رضاؑ کے ثقہ اصحاب میں سے ہے حماد اور اس کے بھائی جعفر و حسین سب کے سب ثقہ اور فاضل تھے اور ۲۰۹ھ میں حماد نے وفات پائی ہے۔

۱۲۔ حماد بن عیسیٰ بصری ہے جس نے چار آئمہ کے زمانہ کو دیکھا ہے اور حضرت جواد تقیؑ کے زمانہ میں ۲۰۶ھ میں وفات پائی ہے اور حدیث میں محترز اور محتاط تھا اور کہتا تھا کہ میں نے ستر حدیثیں حضرت صادقؑ سے سنی ہیں اور ہمیشہ ان کے حفظ رکھنے میں مجھے شک رہتا تھا یہاں تک کہ میں نے بیس احادیث پر اقتصار کیا ہے اور حماد مذکور وہی ہے کہ حضرت کاظمؑ نے جس کے لئے دعا کی کہ خداوند عالم اسے مکان، بیوی، اولاد اور خادم دے اور پچاس حج کرے اور یہ تمام چیزیں اسے عطا ہوئیں اور اس نے پچاس مرتبہ حج کیا جب اس نے چاہا ۵۱واں حج کرے جب جحفہ میں پہنچا تو پانی میں اترا تاکہ غسل احرام کرے تو پانی میں غرق ہو گیا اور اس کی قبر سیالہ میں ہے رحمہ اللہ۔

۱۳۔ صفوان بن یحییٰ کوفی ہے کہ جو جلیل ترین اصحاب آئمہؑ میں سے صاحب عبادت و زہد و تقویٰ تھا معمر بن خلاد میں کہ جن کے چرواہے غائب ہوں دین مسلم کے لئے حب ریاست سے زیادہ مضر نہیں ہیں پھر فرمایا لیکن صفوان میں حب ریاست نہیں ہے۔

شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ صفوان اپنے زمانہ میں زیادہ قابل وثوق شخص تھا روزانہ شب و روز میں ڈیڑھ سو رکعت نماز پڑھتا تھا اور ہر سال تین مہینے روزے رکھتا تھا اور تین مرتبہ مال کی زکوۃ دیتا تھا اور یہ اس وجہ سے تھا کہ صفوان نے عبداللہ بن جندب اور علی بن نعمان سے بیت اللہ الحرام میں بیٹھ کر عہد و پیمان کیا تھا کہ ان میں سے جو پہلے مر جائے زندہ رہنے والا جب تک زندہ رہے اس کے نماز روزے اس کی نیابت میں بجالائے اور عبداللہ و علی صفوان سے پہلے مر گئے تھے لہذا صفوان زندگی بھر نماز، روزے، زکوۃ، حج اور باقی اعمال خیر ان کے لئے بجالاتا رہا۔

۲۱۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور حضرت جوادؑ نے اس کے لئے حنوط و کفن بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر کو حکم دیا کہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھائے صفوان کی انتہائی ورع و پرہیز گاری کے متعلق نقل ہوا ہے کہ مکہ میں اس کے ایک ہمسایہ نے اسے دو دینار دیئے کہ وہ انھیں کوفہ لے جائے تو کہنے لگا کہ میری سواری کا اونٹ کرایہ پر لیا ہوا ہے پس مہلت لی کہ جمال سے اجازت لے لے اور اسی حکایت سے ملتا جلتا مقدس اردبیلی کا واقعہ کثرت احتیاط میں جس میں کسی شخص کا رقعہ دینا مقدس کو ان کے کسی سفر میں مذکور رہے۔

۱۴۔ یونس بن عبدالرحمان ہے کہ جو اجلائے اصحاب میں سے اور آئمہؑ کے نزدیک صاحب قدر و منزلت ہے اور حضرت امام رضاؑ نے عبدالعزیز بن مہتدی کو (جو قم کے بہترین لوگوں میں سے تھا اور حضرت کا وکیل تھا) حکم دیا کہ وہ احکام دین کے لینے میں یونس کی طرف رجوع کرے اور آپؑ تین مرتبہ یونس کے لئے بہشت کے ضامن ہوئے یونس کی بڑی فضیلت ہے انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں کہ جن میں ایک کتاب ''یوم ولیلۃ'' ہے کہ جسے ابو ہاشم جعفری نے حضرت امام حسن عسکریؑ کے سامنے پیش کیا حضرتؑ نے اسے ملاحظہ فرمایا اور یونس کے حق میں دعا کی اور فرمایا خدا اسے ہر حرف کے بدلے قیامت کے دن ایک نور عنایت فرمائے اور یونس ۲۰۸ء میں مدینہ میں فوت ہوا اور رحمت الٰہی میں جا پہنچا اور منقول ہے گروہ واقفیہ اسے بہت سا مال دیتے تھے کہ وہ وقف والے میں ان کے ساتھ شریک ہو جائے یونس نے اس سے انکار کر دیا اور جادۂ حق پر مستقیم رہا رحمہ اللہ۔

۱۵۔ حسن بن محبوب سراد صاحب مشیخہ ہے اور وہ جلالت قدر میں مشہور ہے اور امام رضاؑ سے روایت کرتا ہے اور اپنے زمانہ کے ارکان اربعہ میں سے ہے اور ۲۲۴ھ کے آخر میں پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی اور حضرت صادق کے اصحاب میں سے ساٹھ افراد سے روایت کرتا ہے کہ جن میں سے ایک علی بن رباب ہے حسن کا والد محبوب حسن کو ہر حدیث کے عوض جو وہ علی سے لکھتا تھا حسن کو ایک درہم دیتا تھا اور علی بن رباب ثقات واجلاء وعلماء شیعہ میں سے اور اس کا بھائی یمان علماء خوارج کا رئیس تھا اور ہر سال دونو بھائی تین دن جمع ہوتے اور ایک دوسرے سے مناظرہ کرتے تھے پھر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے اور پھر ایک دوسرے سے گفتگو نہ کرتے یہاں تک کہ سلام بھی نہ کرتے۔

۱۶۔ محمد بن ابی عمیر ہے کہ خاصہ وعامہ نے جس کی وثاقت کا حکم اور جلالت کی تصدیق کی ہے اور وہ لوگوں سے عابد اور باورع تھا اور اس کو یونس سے زیادہ فقیہ اور افضل کہتے تھے حالانکہ یونس کی فقہ کے متعلق فضل بن شاذان سے روایت ہے کہ اسلام میں کوئی مرد باقی لوگوں میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ پیدا نہیں ہوا اور سلمان کے بعد یونس بن عبدالرحمن رحمہ اللہ سے زیادہ فقیہ پیدا نہیں ہوا۔

اور ابن ابی عمیر نے حضرت کاظمؑ ورضاؑ وجواد علیہم السلام کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے اور رشید کی حکومت کے زمانہ میں چار سال اس کے زندان میں رہا اور اس کی بہن نے اس کی کتابیں جمع کر کے چوبارے میں رکھ دیں اور ان پر بارش ہوئی اور وہ کتب ضائع ہو گئیں لہٰذا ابن ابی عمیر حدیث اپنے حافظہ کی مدد سے نقل کرتا تھا اور علماء نے اس کے مراسیل کو احادیث مسانید کا درجہ دیا ہے اس کی وفات ۲۱۷ھ میں ہوئی اس کے سال وفات کے ذکر میں کچھ اس کی فضیلت بیان ہو گی جیسا کہ سابقاً بھی اس کی فضیلت ذکر ہوئی ہے۔

۱۷۔ عبداللہ بن بکیر بن اعین ہے زرارہ کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۱۸۔ احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی ہے جو امام رضاؑ کی بارگاہ میں بہت قدر ومنزلت رکھتا تھا ایک رات حضرتؑ کی خدمت میں رہا تو حضرتؑ نے اپنی کنیز سے کہا میرا گدا اور تکیہ احمد کے لئے لا کر بچھا دو جب احمد آپؑ کے کمرے میں داخل ہوا اور حضرتؑ کے بستر پر سویا تو اس کے دل میں آیا کہ مجھ جیسا کون ہے جب کہ میں ولی خداؑ کے گھر میں ان کے بستر پر لیٹا ہوں جب یہ خیال اس کے دل میں آیا تو حضرتؑ نے فرمایا اے احمد امیر المومنینؑ صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لئے گئے اور فرمایا اے صعصعہ میرا تیری عیادت کرنا اس کا باعث نہ ہو کہ تو اپنی قوم پر فخر کرتا پھرے بلکہ خدا کے لیے تواضع کرتا کہ وہ تجھے بلند کرے احمد کی وفات ۲۲۱ھ میں واقع ہوئی۔

جب اصحاب اجماع کے تذکرہ سے فارغ ہوئے تو اصل مطلب کی طرف رجوع کریں جو کہ دوانقی کے زمانہ کے حالات کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ منصور فتاک سفاک وخونریز اور بداندیش تھا اور حضرت صادق کا سخت دشمن تھا آپؑ کو اس نے بہت سے صدمے اور تکلیفیں دیں اور آپؑ کے حق میں جسارتیں کیں کئی دفعہ وہ آپ کا خون بہانے کے لئے تیار ہوا اور آنجنابؑ کے شہید کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ بالآخر اپنی خلافت کے دسویں سال اور کچھ روایات کے مطابق ۱۴۸ھ میں حضرتؑ کو زہر دیا اور شہید کیا جیسا کہ کتاب منتہی

میں بیان ہو چکا ہے شیخ مسعودی نے مروج الذہب میں فرمایا ہے کہ ۱۴۸ھ میں حضرتؑ کی شہادت ہوئی اور جنت البقیع میں اپنے باپ اور دادا کی قبر کے نزدیک دفن ہوئے اور ان کی قبور مبارک کے اوپر ایک پتھر ہے جس پر یہ کلمات تحریر ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ مبید الامم و محی الرمم ھذا قبر فاطمۃ بنت رسول اللہ سیدۃ نساء العالمین و قبر الحسن بن علی بن ابی طالب و علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب و محمد بن علی و جعفر بن محمد رضی اللہ عنھم انتہی

اور میں کہتا ہوں صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔

عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام اور ان کے اہلِ بیت رحمہم اللہ تعالیٰ کی شہادت کا ذکر

واضح ہو کہ جب ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان مارا گیا اور بنی امیہ کی سلطنت کمزور پڑ گئی اور روبزوال ہوئی تو بنی عباس اور بنی ہاشم کی ایک جماعت جن میں ابوجعفر منصور اور اس کا بھائی سفاح وابراہیم بن محمد اور اس کا چچا صالح بن علی اور عبد اللہ محض اور اس کے دو بیٹے محمد ابراہیم اس کا بھائی محمد دیباج وغیرہ تھے مقام ابواء میں جمع ہوئے اور انھوں نے اتفاق کیا کہ عبداللہ محض کے بیٹوں کی بیعت کریں اور ان میں سے ایک کو خلافت کے لئے چن لیں اور (بالآخر) ان میں سے محمد کا انتخاب کرلیا چونکہ اس کو مہدی بھی کہتے تھے اور خاندانِ رسالت سے ان کے کانوں میں یہ بات پہنچی تھی کہ مہدی آل محمد ہمنام پیغمبر ہوگا وہ زمین کا مالک ہوگا اور عالم کے مشرق و مغرب کو عدل وانصاف سے پر کرے گا بعد اس کے کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگی لہٰذا انھوں نے دست بیعت محمد کی طرف بڑھایا اور اس کی بیعت کرلی پھر انھوں نے کسی کو بھیج کر عبداللہ بن محمد بن علی اور حضرت امام جعفرؑ صادق کو بلا بھیجا عبداللہ نے کہا کہ حضرت صادقؑ کو تم لوگوں نے فضول بلایا ہے وہ تمہارے رائے کو درست نہیں کہیں گے جب حضرت تشریف لائے تو عبداللہ نے ان کے لئے جگہ کشادہ کی اور آنجنابؑ کو اپنے قریب بٹھایا اور صورت حال بیان کی حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ کام نہ کرو کیونکہ اگر محمد کی بیعت تم لوگوں نے اس گمان پر کی ہے کہ وہ مہدی موعود ہے تو یہ گمان غلط ہے یہ مہدی موعود نہیں یہ زمانہ اس کے خروج کا نہیں اور اگر یہ بیعت اس لئے ہے کہ خروج کرو اور امر بالمعروف اور نہی از منکر کرو پھر بھی محمد کی ہم (بنی ہاشم) بیعت نہیں کریں گے کیونکہ آپ بنی ہاشم کے بزرگ ہیں کس طرح آپ کو چھوڑ کر آپ کے بیٹے کی بیعت کرلیں عبداللہ کہنے لگا معاملہ اس

طرح نہیں بلکہ آپ کو حسد ان کی بیعت سے روکتا ہے حضرت نے سفاح کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا خدا کی قسم یہ بات حسد کی بنا پر نہیں بلکہ خلافت وحکومت اس شخص کے لئے اس کے بھائیوں کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے ہے نہ کہ تمہارے لئے پھر آپؑ نے عبداللہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا خدا کی قسم تمہیں اور تیرے بیٹوں کو خلافت نہیں ملے گی اور تیرے دونوں بیٹے قتل کر دیئے جائیں گے یہ کہہ کر آپؑ کھڑے ہو گئے اور عبدالعزیز بن عمران زہری کے ہاتھ کا سہارا لیا اور باہر تشریف لائے اور عبد العزیز سے فرمایا کہ زرد ردا والے شخص کو تو دیکھ رہا ہے یعنی منصور کو اس نے کہا جی ہاں فرمایا خدا کی قسم یہ عبداللہ کو قتل کرے گا عبد العزیز نے کہا اور محمد کو بھی قتل کرے گا فرمایا ہاں عبدالعزیز کہتا ہے میں نے دل میں کہا رب کعبہ کی قسم یہ بات حسد کی وجہ سے کہہ رہے ہیں لیکن میں دنیا سے نہیں اٹھا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہی کچھ ہوا جس کی خبر حضرتؑ نے دی تھی۔

خلاصہ یہ کہ حضرتؑ کے چلے جانے کے بعد اہلِ مجلس بھی متفرق ہو گئے اور عبدالصمد اور منصور آنحضرت کے پیچھے گئے یہاں تک کہ حضرتؑ تک پہنچے اور کہنے لگے کیا یہ حقیقت ہے جو کچھ آپؑ نے اس مجلس میں فرمایا ہے فرمایا ہاں خدا کی قسم اور یہ ان علوم میں سے ہے جو ہم تک پہنچے ہیں بنی عباس نے آپؑ کی بات کو سچا سمجھا اور اسی دن سے دل سلطنت وحکومت پر باندھ لیا اور تیاری میں لگ گئے یہاں تک کہ انھوں نے حکومت حاصل کر لی۔

ہمارے شیخ مفیدؒ نے عنبسہ بن نجار عابد سے روایت کی ہے کہ جناب جعفر محمد علیہ السلام جب محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھتے تو آپؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا جاتیں پھر فرماتے میری جان کی قسم یہ ہے وہ جس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ قتل ہو جائے گا۔

یہ کتاب جناب علیؑ میں اس امت کے خلفاء میں سے نہیں ہے مولف کہتا ہے کہ اگرچہ عبداللہ محض کی گفتگو سے جو حضرت صادقؑ سے ہوئی اس کی بری رائے ظاہر ہوئی لیکن بہت سی روایات اس کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور اس کے بعد ذکر ہوں گی کہ حضرت صادقؑ ان کے لئے بہت روئے جس وقت انہیں مدینہ سے قید کر کے کوفہ کی طرف لے جا رہے تھے اور آپؑ نے انصار کے حق میں نفرین کی اور زیادہ غم واندوہ کی وجہ سے آپؑ کو بخار ہو گیا اور عبداللہ اور ان کے باقی اہل خانہ کے لئے تعزیت نامہ سید ابن طاؤس نے اقبال میں نقل کیا ہے پھر فرمایا ہے کہ یہ خط حضرت صادقؑ کا دلالت کرتا ہے کہ عبداللہ اور اس کا خانوادہ معذور ممدوح اور مظلوم تھے وہ محبت امامؑ کے عارف تھے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کتب حدیث میں کوئی روایت ایسی مل جائے کہ یہ لوگ حضرتؑ کے طریقے سے جدا تھے تو وہ تقیہ پر محمول ہے اس جہت سے کہ کہیں ان کے خروج کو جو نہی از منکر کے لئے ہے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف نسبت نہ دیں اور اسی قول کے مؤید ہے وہ روایت جو خلاد بن عمیر نے کی ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو حضرتؑ نے فرمایا آیا آل حسن کی کوئی خبر تجھے ہے کہ جنہیں منصور مدینہ سے نکال کے لے گیا ہے ہمیں ان کی شہادت کی اطلاع تو تھی لیکن میں نے نہ چاہا کہ حضرتؑ کو ان کی مصیبت کی خبر دوں تو میں نے کہا امید ہے کہ خدا انھیں عافیت وسلامتی دے فرمایا ان کے لئے عافیت کہاں ہے یہ کہہ کر آپ بلند آواز سے رونے لگے اور آپؑ اتنے روئے کہ آپؑ کے رونے سے ہم بھی رونے لگے پھر فرمایا کہ میرے والد نے جناب فاطمہ امام حسینؑ کی شہزادی سے حدیث بیان کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے

پدر بزرگوار حسین بن علی علیہا السلام سے سنا وہ فرماتے تھے اے فاطمہؑ تیری اولاد میں سے چند افراد فرات کے کنارے شہید ہوں گے کہ جن سے نہ پہلے سبقت کر سکے ہیں اور نہ بعد والے ان کے مرتبہ کو پاسکیں گے پھر حضرتؑ نے فرمایا یہ ہیں فاطمہؑ بنت الحسینؑ کے فرزند جو قید ہوئے ان کے علاوہ اس حدیث کا مصداق کوئی نہیں لہذا یہی ہیں جو فرات کے کنارے شہید ہوں گے پھر سید ابن طاؤس نے چند روایات ان کی جلالت قدر اور اس بیان میں کہ ان کا یہ اعتقاد نہیں تھا کہ ان کا مہدی وہی مہدی موعود علیہ السلام ہے وارد کی ہیں جو چاہے کتاب اقبال الاعمال کے ماہ محرم کے اعمال کی طرف رجوع کرے۔

خلاصہ یہ کہ محمد ابراہیم عبداللہ کے بیٹے خلافت کی خواہش میں زندگی گزار رہے تھے اور خروج کی تیاری میں لگے ہوئے تھے کہ ابو السفاح کی خلافت کا معاملہ درست ہو گیا تو اس وقت وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ لیکن سفاح عبداللہ محض کو بزرگ سمجھتا اور ان کی عزت کرتا تھا سبط بن جوزی کہتا ہے کہ ایک دن عبداللہ نے کہا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ...... دس لاکھ...... ہم اکٹھے میرے سامنے جمع ہوئے ہوں سفاح کہنے لگا ابھی دیکھ لو گے اور اس نے حکم دیا کہ دس لاکھ درہم...... حاضر کئے جائیں اور وہ عبداللہ کو دے دیئے ابو الفرج نے روایت کی ہے کہ جب سفاح سے ملنے کے لئے آئے سفاح نے انہیں عطیہ دیا عبداللہ کی زیادہ عزت و تعظیم کی لیکن کبھی کبھی عبداللہ سے پوچھتا تھا کہ تیرے بیٹے محمد و ابراہیم کہاں ہیں اور وہ آپ کے ساتھ میرے پاس کیوں نہیں آتے عبداللہ کہتے کہ ان کا خلیفہ سے پوشیدہ رہنا کسی ایسے امر کی وجہ سے نہیں جو اس کی ناپسندی کا باعث ہو اور مسلسل سفاح عبداللہ سے یہ بات کرتا رہتا اور ان کی زندگی کو ناگوار رکھتا یہاں تک کہ ایک دفعہ کہنے لگا اے عبداللہ تو نے اپنے بیٹوں کو چھپا رکھا ہے بیشک محمد و ابراہیم دونوں قتل کر دیئے جائیں گے جب عبداللہ نے یہ بات سنی تو حزن و ملال کی حالت میں سفاح کے دربار سے گھر لوٹ آئے حسن مثلث نے جب حزن کے آثار عبداللہ میں دیکھے تو پوچھا کہ اے بھائی تیرے حزن و ملال کا کیا سبب ہے عبداللہ نے سفاح کا مطالبہ محمد و ابراہیم کے معاملہ میں اس سے نقل کیا حسن نے کہا کہ اس دفعہ جب سفاح ان کے متعلق سوال کرے تو کہنا کہ ان کا چچا ان کے حالات سے باخبر ہے تو میں اس کو اس بات سے خاموش کر دوں گا ایک دفعہ جب سفاح نے عبداللہ کے بیٹوں کی بات چھیڑی تو عبداللہ نے کہا ان کا چچا حسن ان سے باخبر ہے سفاح نے صبر کیا یہاں تک کہ عبداللہ اس کے گھر سے باہر چلے گئے تو اس نے حسن مثلث کو بلایا اور محمد و ابراہیم کے متعلق اس سے سوال کیا حسن نے کہا اے امیر میں تجھ سے اس طرح گفتگو کروں کہ جس طرح رعیت بادشاہ سے کرتی ہے یا اس طرح جیسے ایک شخص اپنے چچازاد بھائی سے کرتا ہے کہنے لگا اس طرح بات جس طرح چچازاد بھائی سے کرتے ہو کہنے لگا اے امیر اگر خدا نے مقدر کیا ہے کہ محمد و ابراہیم منصب خلافت کو حاصل کرلیں تو تم اور زمین و آسمان کی تمام مخلوق انہیں روک سکتے ہو کہنے لگا نہیں خدا کی قسم پھر کہنے لگا اور اگر خدا نے ان کے لئے خلافت مقدر نہیں کی تو تمام اہل زمین و آسمان اگر اتفاق کرلیں تو امر خلافت انہیں دلا سکتے ہیں؟ سفاح نے کہا نہیں خدا کی قسم تو حسن کہنے لگا پھر امیر کس لئے اس بوڑھے شخص سے ہر وقت اس معاملہ میں مطالبہ کرتا ہے اور اپنے احسان و نعمت کو اس کے لئے ناگوار بناتا ہے سفاح کہنے لگا اس کے بعد پھر میں ان کا نام بھی نہیں لوں گا اور اس

گفتگو کے بعد جب تک سفاح زندہ رہا اس نے ان کا نام نہیں لیا پھر سفاح نے عبداللہ سے کہا کہ آپ مدینہ چلے جائیں اور یہی حالات رہے یہاں تک کہ سفاح کی وفات ہوئی اور امر خلافت منصور دوانقی کے لئے درست ہوا اور منصور نے اپنی خبث طینت اور پستی فطرت کی وجہ سے مکمل طور پر دلی ارادہ محمد و ابراہیم کے قتل کرنے کا کرلیا اور ۱۴۰ھ کو سفر حج کیا اور مدینہ کے راستہ سے واپس لوٹا جب مدینہ میں پہنچا تو عبداللہ کو بلایا اور حکم دیا کہ انہیں مدینہ میں مروان کے گھر میں قید کردیا جائے اور اس کا زندان بان ریاح بن عثمان تھا اور عبداللہ کے بعد یکے بعد دیگرے آل ابو طالب علی و عباس داؤد بن حسن مثنیٰ کے بیٹے اور محمد و اسحاق ابراہیم بن حسن مثنیٰ کے بیٹے اور عباس و علی عابد حسن مثلث کے بیٹے اور علی محمد نفس زکیہ کے بیٹے اور ان کے علاوہ دوسرے سادات اور کتاب منتھی الآمال میں امام حسن مجتبیٰ کی اولاد کے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ریاح بن عثمان نے اولاد امام حسنؑ کی اس جماعت کو زندان میں قید و بند میں رکھا اور ان پر بہت تنگی و سختی کی اور جن دنوں وہ قید میں تھے کبھی کبھی ریاح بعض نصیحت کرنے والوں کو عبداللہ محض کے پاس بھیجتا کہ عبداللہ کو نصیحت کریں تاکہ شاید وہ اپنے بیٹوں کی جگہ کا اتہ پتہ بتادے جب عبداللہ سے یہ بات کرتے اور اسے اپنے بیٹوں کے معاملہ کو چھپانے پر بات کرتے تو عبداللہ کہتے کہ میری مصیبت خلیل الرحمان سے بھی زیادہ سخت ہے وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر مامور ہوئے تھے اور ان کا فرزند کو ذبح کرنا اطاعت خدا تھی لیکن مجھے حکم ملتا ہے میں اپنے بیٹوں کی نشاندہی کروں تاکہ یہ انہیں قتل کریں حالانکہ ان کا قتل کرنا خدا کی نافرمانی اور معصیت ہے خلاصہ یہ کہ تین سال تک مدینہ میں قید رہے یہاں تک کہ ۱۴۴ھ آ پہنچا اور منصور نے دوبارہ حج کے لیئے سفر کیا جب مکہ سے واپس لوٹا تو مدینہ میں داخل نہیں ہوا بلکہ ربذہ کی طرف چلا گیا جب ربذہ میں وارد ہوا تو ریاح بن عثمان بن مدینہ سے ربذہ میں منصور کو دیکھنے کے لئے گیا منصور نے اسے دیکھتے ہی حکم دیا کہ مدینہ واپس جاؤ اور آل حسنؑ میں سے جو لوگ قید میں انہیں یہاں لے آؤ پس ریاح بن عثمان ابوالازہر منصور کے زندان بان کے ساتھ جو بدمذہب اور خبیث محض تھا مدینہ گیا اور وہ اولاد حسنؑ کو محمد دیباج کے ساتھ جو عبداللہ کا محض مادری بھائی تھا زنجیریں پہنا کر اور ان کے زنجیر و طوق زیادہ سخت کر کے انتہائی شدت و سختی کے ساتھ ربذہ کی طرف لے چلے جس وقت انہیں ربذہ کی طرف لے جا رہے تھے حضرت صادقؑ نے انہیں پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر دیکھا اور بہت روئے یہاں تک کہ آپؑ کے آنسو ریش مبارک پر گر رہے تھے اور آپؑ نے گروہ انصار پر نفرین کی اور فرمایا انصار نے ان شرائط کی وفا نہیں کی جن پر رسول خدا کی انھوں نے بیعت کی تھی کیونکہ انھوں نے آنحضرتؐ سے بیعت کی تھی کہ وہ آنحضرتؐ اور آپؐ کی اولاد کی حفاظت و نگہبانی کریں گے ان چیزوں سے جن سے اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں پس ایک روایت کی بنا پر آپؑ دولت سرا میں تشریف لے گئے اور آپ کو بخار آ گیا اور بیس راتیں آپؑ نے بخار و اضطراب میں گزاریں اور رات دن گریہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپؑ کے متعلق ڈر محسوس ہونے لگا۔

خلاصہ یہ کہ بنی حسن کو محمد دیباج کے ساتھ ربذہ میں لے گئے اور انہیں دھوپ میں کھڑا دیا اور ایک لحظہ نہ گزرا کہ ایک شخص منصور کی طرف سے باہر آیا اور کہنے لگا محمد بن عبداللہ بن عثمان کون ہے محمد دیباج نے اپنے کو پیش کیا وہ شخص انھیں منصور کے پاس لے گیا

راوی کہتا ہے کہ دیر نہ گزری کہ تازیانے کی آواز آنے لگی اور وہ تازیانے محمد کے بدن پر لگ رہے تھے جب محمد کو واپس لے آئے تو میں نے دیکھا کہ انھیں اتنے تازیانے مارے گئے کہ ان کا چہرہ اور رنگ جو ڈھلی ہوئی چاندی کی طرح تھا حبشیوں کے رنگ کی مانند ہو چکا تھا اور ان کی ایک آنکھ تازیانہ لگنے کی وجہ سے کاسہ سر سے باہر آ چکی تھی پھر محمد کو لا کر ان کے بھائی عبداللہ محض کے پاس بٹھا دیا اور عبداللہ محمد سے بہت محبت کرتے تھے اس حالت میں محمد پر پیاس کا بہت غلبہ تھا اور وہ پانی مانگتے تھے لیکن لوگ منصور کے خوف سے ان پر رحم کرنے سے ڈرتے تھے عبداللہ نے کہا کون ہے جو فرزند رسولؐ کو سیراب کرے پس ایک خراسانی شخص نے انھیں پانی پلایا اور منقول ہے کہ محمد کا کرتا تازیانہ لگنے اور خون آنے کی وجہ سے اس طرح ان کی پست کے ساتھ چمٹ گیا تھا کہ ان کے بدن سے جدا نہیں ہو سکتا تھا پہلے اسے زیتون کے تیل کے ساتھ تر کیا گیا پھر وہ قمیص پوست کے ساتھ ان کے بدن سے الگ کی۔

اور سبط بن جوزی نے روایت کی ہے کہ جب محمد کو منصور خبیث کے پاس لے گئے تو منصور نے ان سے پوچھا کہ دو جھوٹے اور فاسق محمد و ابراہیم کہاں ہیں اور محمد کی بیٹی رقیہ ابراہیم کی بیوی تھی محمد نے کہا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں منصور نے حکم دیا کہ اسے چار سو تازیانے لگاؤ پھر حکم دیا کہ سخت قسم کا کرتا پہنا کر زور سے اسے اس کے بدن سے اتارو تا کہ کھال بدن سے جدا ہو جائے محمد شکل و صورت اور شمائل میں حسین ترین شخص تھے اسی لیے انھیں دیباج کہا جاتا تھا اور ان کی آنکھ تازیانے کے صدمے سے نکل گئی پھر انھیں زنجیروں میں جکڑ کے عبداللہ کے پاس جا بٹھایا محمد اس وقت سخت پیاسے تھے لیکن کوئی شخص انھیں پانی دینے کی جرأت نہیں کرتا تھا عبداللہ نے فریاد کی اے گروہ مسلمین کیا یہی مسلمانی ہے کہ اولادِ رسولؐ پیاس سے مر رہی ہے اور تم انھیں پانی نہیں دیتے پس منصور نے ربذہ سے حرکت کی اور خود وہ محمل کی ایک طرف بیٹھا تھا اور اس کے برابر دوسری طرف ربیع اس کا حاجب تھا اور بنو حسن کو لب تشنہ و شکم گرسنہ و سر و تن برہنہ غل و زنجیر کے ساتھ برہنہ اونٹوں پر سوار کیا گیا اور منصور کے ہم رکاب کوفہ کی طرف لے چلے جب منصور ان کے پاس سے گزرا جب کہ وہ محمل میں تھا کہ جس کا روپوش حریر و دیباج کا تھا تو عبداللہ بن حسن نے منصور کو دیکھ کر فریاد کی کہ اے ابو جعفر کیا ہم نے تمہارے قیدیوں کو ساتھ بدر میں یہی سلوک کیا تھا اور اس سے انھوں نے عباس منصور کے جد کے بدر کے دن قید ہونے اور ان کے جد رسولؐ خدا کے اس کے حال پر رحم کرنے کی طرف (جب کہ عباس قید و بند کی وجہ سے گریہ و نالہ کر رہا تھا اور حضرتؐ نے فرمایا کہ عباس کے گریہ و نالہ نے مجھے آج رات نہیں سونے دیا اور حکم دیا کہ قید و بند عباس سے دور کی جائے) اشارہ کیا۔

ابو الفرج نے روایت کی ہے کہ منصور چاہتا تھا کہ عبداللہ کو زیادہ تکلیف ہو لہٰذا حکم دیا کہ محمد کا اونٹ عبداللہ کے اونٹ کے آگے کیا جائے لہٰذا عبداللہ کی نگاہ ہمیشہ محمد کی پشت پڑتی تھی اور تازیانہ کے نشان اسے نظر آتے اور وہ جزع و فزع کرتا اور مسلسل بہت بری حالت میں انھیں قید کر دیا جو انتہائی تاریک تھا اور اس میں رات دن کا پتہ نہیں چلتا تھا اور ان کی تعداد جو قید میں تھے سبط کی روایت کے مطابق بیس تھی جو کہ سب امام حسنؑ کی اولاد میں سے تھے۔

اور مسعودی نے فرمایا ہے کہ منصور نے سلیمان و عبداللہ کو جو داؤد بن حسن مثنیٰ کے بیٹے تھے موسیٰ بن عبداللہ محض اور حسن بن جعفر کے ساتھ رہا کر دیا اور باقی قید میں رہے یہاں تک کہ مر گئے اور ان کا قید خانہ فرات کے کنارے کوفہ کے پل کے قریب تھا اور

اس وقت کوفہ میں ان کی جگہیں ہمارے زمانہ میں جو کہ ۱۳۴۲ھ ہے معلوم اور زیارت گاہ ہیں اور تمام کے تمام اسی جگہ ہیں اور ان کی قبریں بھی وہی زندان ہے کہ جس کی چھت ان پر خراب کر کے گرا دی گئی تھی اور جس وقت یہ لوگ قید تھے انھیں قضائے حاجت کے لئے باہر نہیں جانے دیتے تھے مجبوراً اسی قید خانے میں قضائے حاجت کرتے تھے اور رفتہ رفتہ اس کی بدبو پھیل گئی اور ان کی اس کی وجہ سے بری حالت تھی ان کے بعض موالی کچھ غالیہ (ایک خوشبو ہے) ان کے پاس لے گئے تا کہ اس کی خوشبو سے اس کی بدبو کو دور کر لیا یہ کہ اس بدبو اور قید و بند کی وجہ سے ان کے پاؤں پر ورم ہو گئے اور رفتہ رفتہ ورم اوپر کی طرف سرایت کر کے ان کے دلوں تک پہنچے اور جس کے دل تک پہنچ جاتے اسے ہلاک کر دیتے اور چونکہ ان کا قید خانہ تاریک تھا اس لئے وہ اوقات نماز کا تعین نہیں کر سکتے تھے لہٰذا قرآن مجید کے پانچ حصے کئے ہوئے تھے اور نوبت بنوبت شبانہ روز میں ایک ختم قرآن کرتے اور ہر پانچویں حصے کے تمام ہونے پر ایک نماز پانچ نمازوں میں سے پڑھتے اور جب کوئی ان میں سے مرجاتا تو اس کا بدن قید و زنجیر میں رہتا یہاں تک کہ بدبو پیدا ہو جاتی اور وہ بوسیدہ ہو جاتا اور جو زندہ تھے وہ مردے کو اسی حالت میں دیکھتے رہتے اور اذیت و تکلیف کو برداشت کرتے۔

اور سبط بن جوزی نے بھی ان کے قید خانے کی تفصیل بغیر غالیہ لانے کے نقل کی ہے اور ہم بھی کتاب منتہیٰ میں حسن مثلث کے حالات اور اس کی اولاد کی تعداد کے ذکر میں اس قید خانے کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور ان کے درمیان علی بن حسن مثلث بھی تھے جو علی عابد کے نام سے مشہور اور عبادت و ذکر و شدائد پر صبر کرنے میں ممتاز تھے اور ایک روایت ہے کہ بن حسن اوقات نماز کو نہیں جانتے تھے مگر علی بن حسن کی تسبیح و اوراد سے کیونکہ وہ ہر وقت مشغول ذکر رہتے تھے اور بحسب ان اوراد کے کہ جن کے وہ پابند تھے وہ ہر شب و روز اوقات نماز کو سمجھ لیتے تھے اور دفعہ عبداللہ بن حسن مثنیٰ تنگی حبس اور قید و بند کے بوجھ کی وجہ سے علی سے کہنے لگے کہ آپ ہمارے ابتلا اور گرفتاری کو دیکھ رہے ہیں کیا خدا سے دعا نہیں کرتے کہ وہ ہمیں اس زندان اور مصیبت سے نجات دے علی نے کافی دیر تک تو کوئی جواب نہ دیا پھر کہنے لگے اے چچا ہمارے لئے بہشت میں ایک درجہ ہے کہ جس تک ہم نہیں پہنچ سکتے مگر اس مصیبت کی وجہ سے یا کسی ایسی چیز سے جو اس سے بھی عظیم ہو اور منصور کے لئے بھی جہنم میں ایک درجہ ہے اور وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا مگر اس سے جو ہمارے ساتھ کر رہا ہے کہ جن مصائب و بلایا کو آپ دیکھ رہے ہیں پس اگر چاہتے ہو تو ان مصائب و بلایا پر صبر کرتے ہیں اور بہت جلدی راحت و آرام میں پہنچ جائیں گے کیونکہ ہماری موت نزدیک ہے اور اگر چاہتے ہو تو میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی دعا کرتا ہوں لیکن منصور اس درجہ عذاب کو نہیں پہنچے گا کہ جو اس کے لئے جہنم میں ہے وہ کہنے لگے ہم صبر کریں گے پس تین دن سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ انھوں نے زندان میں جان دے دی اور راحت و آرام میں پہنچ گئے اور علی بن حسن حالت سجدہ میں دنیا سے رخصت ہوئے عبداللہ کو یہ خیال تھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں کہنے لگا میرے بھتیجے کو بیدار کرو جب انھیں حرکت دی گئی تو دیکھا کہ وہ بیدار نہیں ہوتے تو انھیں معلوم ہو گیا کہ ان کی وفات ہو گئی ہے اور ان کی وفات چھبیس محرم ۱۴۶ھ میں ہوئی اور ان کی عمر پینتالیس سال تھی۔

ابوالفرج نے اسحاق بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک دن عبداللہ محض نے قید خانے سے میرے باپ کے لئے پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ اس نے منصور سے اجازت لی اور قید خانے میں عبداللہ کے پاس گیا عبداللہ نے کہا تجھے میں نے اس لئے بلایا ہے

کہ میرے لئے کچھ پانی لے آؤ کیونکہ مجھ پر پیاس کا غلبہ ہے میرے باپ نے کسی کو بھیجا کہ گھر سے ٹھنڈا پانی عبداللہ کے لئے لے آئے عبداللہ نے جب پیالہ پانی کا لبوں پر رکھا کہ پانی پئیں تو ابوالازہر زندان بان آ گیا اس نے دیکھا کہ عبداللہ پانی پی رہے ہیں وہ غصے میں آ گیا اس نے ایسا پیر پیالے پر مارا کہ وہ عبداللہ کے دانتوں پر لگا اور اس کے لگنے سے ان کے اگلے دانت گر گئے خلاصہ یہ کہ ان کا حال زندان میں اسی قسم کا تھا اور رفتہ رفتہ بعض مر گئے اور بعض قتل ہوئے اور عبداللہ اپنے اہل بیت کے چند افراد کے ساتھ زندہ تھے یہاں تک کہ محمد و ابراہیم ان کے بیٹوں نے خروج کیا اور مارے گئے اور ان کے سر منصور کے پاس بھیجے گئے اور منصور نے ابراہیم کا سر عبداللہ کے پاس بھیجا اس وقت وہ بھی قید خانے میں مر گئے اور شہید ہوئے۔

اور سبط بن جوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ قبل اس کے محمد بن عبداللہ قتل ہوا منصور کے عامل ابوعون نے خراسان سے منصور کے لئے خط لکھا کہ خراسان کے لوگ ہماری بیعت محمد و ابراہیم عبداللہ کے بیٹوں کے خروج کی وجہ سے توڑ رہے ہیں منصور نے حکم دیا اور محمد دیباج کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر خراسان کی طرف بھیج دیا تا کہ اہل خراسان کو فریب دیں اور قسم کھائیں کہ یہ سر محمد بن عبداللہ بن فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کا ہے تا کہ خراسان کے لوگ محمد بن عبداللہ کے ساتھ خروج کرنے کا خیال ترک کر دیں۔

ہم اب شروع کرتے ہیں محمد بن عبداللہ محض کی شہادت کا بیان

محمد بن عبداللہ بن حسنؑ بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ملقب بنفس زکیہ کی شہادت کا ذکر

محمد بن عبداللہ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب صریح قریش تھا کیونکہ ان کی ماؤں دادیوں میں سے کوئی خاتون بھی کنیز نہ تھی ان کی والدہ ہند ابو عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب تھی اور محمد کو کثرت زہد و عبادت کی وجہ سے نفس زکیہ کا لقب ملا تھا اور ان کا خانوادہ حدیث نبوی کے ظہور سے کہ مہدی میری اولاد میں سے ہے کہ جس کا نام میرے نام جیسا ہے اسے مہدی کہتے تھے اور انہیں احجار زیت میں قتل ہونے والا بھی کہتے ہیں اور ان کی فقہ و دانائی و شجاعت و سخاوت و فضائل کے ساتھ تعریف کرتے ہیں اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان انڈے کی مقدار میں سیاہ خال تھا اور لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ وہی مہدی موعود ہیں آل محمد میں سے لہٰذا ان کی بیعت کر لی اور ہمیشہ ان کے ظہور و خروج کے منتظر و متوقع رہے اور ابوجعفر منصور نے دو مرتبہ ان کی بیعت کی ایک دفعہ مکہ میں مسجد الحرام کے اندر اور جب مسجد سے باہر نکلے تو منصور نے ان کی رکاب تھامی یہاں تک کہ وہ سواری پر بیٹھ گئے اور منصور محمد کا بہت احترام کرتا تھا ایک شخص نے منصور سے کہا یہ کون شخص ہے کہ اس قدر اس کی عزت و تکریم کرتے ہو کہنے لگا وائے ہو تیرے لئے کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ شخص محمد بن عبداللہ محض اور ہم اہل بیت کا مہدی ہے اور دوسری دفعہ ابواء میں ان کی بیعت کی جیسا کہ عبداللہ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

ابوالفرج اور سید بن طاؤس نے بہت سی روایات نقل کی ہیں کہ عبداللہ محض اور ان کے باقی خاندان کے لوگ انکار کرتے تھے اس سے کہ محمد نفس زکیہ مہدی موعود ہوں اور وہ کہتے تھے کہ مہدی موعود علیہ السلام ان کے علاوہ ہیں خلاصہ یہ کہ جب بنی عباس کی خلافت مستقر اور پختہ ہوگئی محمد و ابراہیم مخفی و پوشیدہ زندگی بسر کر رہے تھے اور منصور کے زمانہ میں ایک دفعہ دو عرب بدوؤں کے لباس میں زندان میں باپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اگر اجازت دو تو ہم ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر ہم دو آدمی مارے جائیں تو اس سے بہتر ہے کہ اہل بیت پیغمبرؐ کی ایک جماعت ماری جائے عبداللہ نے کہا اگر جعفر تمھیں باعزت موت سے تو نہیں منع کرنا یہ کنایہ ہے اس سے کہ یہ بہتر ہے کہ تم اپنے کام کی تیاری میں لگے رہو اور منصور کے خلاف خروج کرو اگر فتح ہوئی تو بہتر ورنہ نیک نامی میں مارے جاؤ تو کوئی عیب و نقص نہیں۔

خلاصہ یہ کہ جس زمانہ میں محمد و ابراہیم مخفی تھے منصور کا کوئی ہم و غم نہیں تھا سوائے ان کے تلاش کرنے کے اور اس نے عیون و جاسوس اطراف ملک میں معین کر رکھے تھے تا کہ انھیں ان کی جگہ کی اطلاع مل جائے۔

ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ محمد بن عبداللہ کہتا ہے کہ میں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپا ہوا تھا ایک دن رضوی پہاڑ میں ایک جگہ اپنی کنیز کے ساتھ تھا کہ جس سے میرا ایک دودھ پیتا بچہ بھی تھا اچانک معلوم ہوا کہ ایک غلام مدینہ سے میری تلاش میں پہنچ رہا ہے میں وہاں سے بھاگا وہ کنیز بھی میرے بچے کو آغوش میں لئے بھاگ رہی تھی کہ اچانک وہ بچہ ماں کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور پہاڑ سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور منقول ہے کہ جس وقت محمد کا بچہ پہاڑ سے گر کر مر گیا تو محمد نے یہ اشعار کہے

منخرق الخفین یشکو الوجی۔
تنکبه اطراف مرد حداد۔
شرده الخوف فازری به
کذاك من یکره حرا الجلاد۔
قد کان فی الموت له راحته
والموت حتم فی رقاب العباد

جس کے جوتے پھٹ گئے ہیں وہ پاؤں ننگے ہونے کی شکایت کرتا ہے اس کو خون آلود کر دیا ہے مرد پتھر کے تیز اطراف کے خوف نے اس کو دھتکارا ہے پس اس نے اس کو عیب دار بنا دیا ہے اور یہی حال ہوتا ہے اس کا جو جنگ کی گرمی کو ناپسند کرے بیشک موت ہی میں اس کے لئے راحت ہے اور موت حتمی قلادہ ہے بندوں کی گردنوں کا۔

خلاصہ یہ کہ محمد نے ۱۴۵ھ میں خروج کیا اور دو سو پچاس افراد کے ساتھ ماہ رجب میں مدینہ میں داخل ہوا اور تکبیر کی صدا بلند کی اور منصور کے زندان کا رخ کیا اور زندان کا دروازہ توڑ دیا اور قیدیوں کو باہر نکالا اور ریاح بن عثمان منصور کے زندانبان کو پکڑ کر قید کر دیا پھر محمد فراز منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور کچھ مثالب و مطاعن اور منصور کی خبیث سیرت کا تذکرہ کیا لوگوں نے مالک ابن انس سے فتویٰ پوچھا کہ جب

منصور کی بیعت ہماری گردنوں میں ہے ہم محمد کی بیعت کر سکتے ہیں تو مالک نے فتویٰ دیا کہ ہاں کیونکہ تمھاری منصور سے بیعت جبری اور نہ چاہتے ہوئے تھی پس لوگوں نے محمد کی بیعت کی طرف تیزی سے قدم بڑھائے اور محمد کا مدینہ و مکہ و یمن پر قبضہ ہو گیا منصور کو جب پتہ چلا تو اس نے محمد کو صلح کا خط بھیجا اور اسے امان دی محمد نے اس کے خط کا شافی جواب دیا اور خط کے آخر میں لکھا تو نے کونسی امان مجھے دی ہے آیا وہ امان جو ابن ہبیرہ کو دی تھی یا وہ امان جو اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی یا وہ امان جس سے تو نے ابومسلم کو سرفراز کیا یعنی تیری امان پر کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ تو نے ان تین افراد کو امان دی اور اپنی امان کے تقاضوں پر عمل نہیں کیا ابوجعفر نے دوبارہ محمد کو خط لکھا اور کچھ حسب و نسب سے اس میں متعرض ہوا کہ اس مختصر مقام پر اس کی گنجائش نہیں خواہش مند تذکرہ سبط وغیرہ کی طرف رجوع کریں اور جب منصور اس سے مایوس ہو گیا کہ محمد صلح و سلم و آشتی کے طریقے میں آتا تو اس نے عیسیٰ بن موسیٰ اپنے بھتیجے اور ولی عہد کو محمد سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دل میں سوچا کہ ان سے جو مارا جائے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ منصور عیسیٰ کی زندگی نہیں چاہتا اس لئے کہ سفاح نے عہد و پیماں کیا تھا کہ منصور کے بعد عیسیٰ خلیفہ ہوگا اور منصور اس کی خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا پس عیسیٰ چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ محمد سے جنگ کے لئے نکلا منصور نے اس سے کہا کہ پہلے تو اس جنگ سے قبل امان دینا شاید وہ جنگ کے بغیر ہماری اطاعت قبول کرے عیسیٰ نے کوچ کیا یہاں تک کہ مقام فید میں (جو مکہ کے راستہ میں ایک منزل ہے) پہنچا تو اصحاب محمد میں سے ایک جماعت کی طرف خط لکھا اور انھیں محمد کی مدد و نصرت کے راستہ سے ہٹایا اور محمد کو جب خبر ملی کہ عیسیٰ اس سے لڑنے کے لئے چل پڑا ہے تو محمد جنگ کی تیاری کرنے لگا اور مدینہ کے گرد خندق کھود لی اور ماہ رمضان میں عیسیٰ کا لشکر آیا اور اس نے مدینہ کا احاطہ کر لیا۔

سبط بن جوزی روایت کرتا ہے کہ جب منصور کے لشکر نے مدینہ کو گھیر لیا تو محمد کا کوئی ہم و غم نہیں تھا مگر یہ کہ وہ دفتر جس میں اس کی بیعت کرنے والوں کے نام تھے اور انھوں نے اس سے خط و کتابت کی ہوئی تھی اسے جلا دے پس اس نے ان کے نام جلائے پھر کہنے لگا اب میرے لئے موت خوشگوار ہے اور اگر میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو بیشک لوگ عظیم مصیبت میں مبتلا ہو جاتے کیونکہ اگر وہ دفتر منصور کے لشکر کے ہاتھ آ جاتا تو وہ ان اشخاص کے ناموں سے باخبر ہو جاتے جنھوں نے محمد کی بیعت کی تھی اور وہ انھیں قتل کرتے خلاصہ یہ کہ عیسیٰ آیا اور سلع پہاڑ پر جو مدینہ میں ہے کھڑے ہو کر پکارا اے محمد تیرے لئے امان ہے محمد نے کہا تمہاری امان کے لئے وفا نہیں ہے عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے اس وقت محمد کا لشکر اس سے جدا ہو گیا اور لاکھ افراد میں سے کہ جنھوں نے اس کی بیعت کی تھی تین سو سولہ افراد اس کے ساتھ تھے اہل بدر کی تعداد میں تقریباً پس محمد اور اس کے اصحاب نے غسل کیا اور حنوط لگایا اور اپنے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں پھر عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور تین مرتبہ انھیں شکست دے کر بھگا دیا عیسیٰ نے اپنا لشکر اکٹھا کیا اور یکدم ان پر حملہ کر دیا اور ان کا کام تمام کر دیا اور انھیں شہید کر ڈالا حمید بن قحطبہ نے محمد کو شہید کیا اور اس کا سر عیسیٰ کے پاس لے گیا اور زینب محمد کی بہن اور فاطمہ اس کی بیٹی نے اس کی لاش خاک سے اٹھائی اور بقیع میں اسے دفن کر دیا پس محمد کا سر اٹھا کر منصور کے پاس لے گئے اور منصور نے حکم دیا کہ وہ سر کوفہ میں نصب کریں اور شہروں میں پھرائیں اور محمد کی شہادت ماہ رمضان کے درمیانی عشرہ ۱۴۵ھ میں واقع ہوئی اور اس کے ظہور کی مدت شہادت کے وقت تک دو ماہ اور سترہ دن تھی اور اس کی عمر پینتالیس سال تھی اور اس کا قتل احجار زیت مدینہ

میں ہوا تھا جیسا کہ امیر المومنین نے اپنے اخبار غیبیہ میں اس کی طرف اشارہ اپنے اس قول میں فرمایا وانه يقتل عند احجار الزيت کہ وہ احجار زیت کے پاس قتل ہوگا۔ ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ جب محمد مارا گیا اور اس کا لشکر منتشر ہو گیا تو ابن خضیر جو کہ محمد کے اصحاب میں سے ایک تھا قید خانے میں گیا اور اس نے ریاح بن عثمان منصور کے زندانبان کو قتل کر دیا اور محمد کے دفتر کو جس میں اس کے اصحاب کے نام تھے جلا دیا پھر عباسیوں سے لڑنے کے لئے نکلا اور مسلسل لڑتا رہا یہاں تک کہ مارا گیا اور یہ بھی روایت کی ہے کہ جب انھوں نے اسے قتل کیا تو اسے معلوم ہوا کہ اتنے زخم اس کے بدن پر تھے کہ اسے حرکت نہیں دیا جا سکتا تھا اور بینگن کی طرح وہ پک اور سرخ ہو چکا تھا کہ اس کے بدن کی جس جگہ پر ہاتھ رکھا جاتا وہ الگ ہو جاتی۔

ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے مقتل کا ذکر جو قتیل باخمری مشہور ہے

مسعودی کی مروج الذہب میں تحریر ہے کہ جب محمد بن عبداللہ محض نے خروج کا ارادہ کیا تو اپنے بھائی اور بیٹے مختلف شہروں میں پھیلا دیئے تا کہ وہ لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دیں ان میں سے اپنے بیٹے علی کو مصر بھیجا اور وہ مصر میں مارا گیا اور تذکرہ سبط کی روایت کے مطابق قید خانے میں مر گیا اور اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو خراسان بھیجا منصور کا لشکر اسے پکڑنا چاہتا تھا تو وہ سندھ کی طرف بھاگ گیا اور وہاں شہید ہو گیا اور اپنے ایک بیٹے حسن کو یمن بھیجا انھوں نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا یہاں تک کہ قید میں اس کی وفات ہوئی فقیر کہتا ہے کہ یہ مسعودی کا کلام ہے لیکن جو کچھ دوسری کتب میں منقول ہے وہ یہ ہے کہ حسن بن محمد واقعہ فخ میں حسین بن علی کی ہمرکابی میں تھا اور عیسیٰ بن موسیٰ عباسی نے اسے شہید کیا جیسا کہ کتاب منتہی میں امام حسنؑ کی اولاد کے باب میں بیان ہو چکا ہے اور محمد کا بھائی موسیٰ جزیرہ کے شہروں کی طرف گیا اور اس کے ایک بھائی یحییٰ نے رے اور طبرستان کا سفر کیا اور بالآخر رشید کے ہاتھوں مارا گیا جیسا کہ منتہی میں بیان ہو چکا ہے اور محمد کے ایک بھائی ادریس نے مغرب کا سفر کیا اور ایک جماعت کو اپنی بیعت میں داخل کیا اور بالآخر منصور نے کسی کو بھیجا جس نے اسے دھوکے سے قتل کر دیا اس کے بعد ادریس بن ادریس باپ کی جگہ بیٹھا اور ان لوگوں نے اس کے نام پر اپنے شہر کا نام رکھا اور کہنے لگے بلد ادریس اور ادریس کے قتل ہونے کا واقعہ بھی منتہی میں گزر چکا ہے اور محمد کا ایک بھائی ابراہیم بصرہ کی طرف گیا اور بصرہ میں خروج کیا اور بہت سے لوگ اہلِ فارس و اہواز وغیرہ کے اور ایک بڑی

جماعت زیدیہ اور بغداد کے معتزلہ وغیرہ نے اس کی بیعت کر لی اور طالبین میں سے عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام بھی اس کے ساتھ تھے منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ اور سعید بن مسلم کو بہت سے لشکر کے ساتھ ابراہیم سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا باخمری کے مقام پر جو طف کی زمینوں میں سے ہے اور کوفہ سے چھ فرسخ کے طور پر فاصلہ ہے انھوں نے ابراہیم کو شہید کر دیا اور اس کے پیروکاروں میں سے زیدیہ جماعت کے چار سو افراد اور ایک قول ہے کہ پانچ سو افراد مارے گئے۔

ابراہیم کے قتل ہونے کی کیفیت جس طرح کہ تذکرہ سط میں تحریر ہے اس طرح ہے کہ شوال کی پہلی تاریخوں میں اور ایک قول ہے ماہ رمضان ۱۴۵ھ میں ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا اور بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور منصور نے بھی اس سال بغداد کی تعمیر شروع کی تھی اور جن دنوں وہ بغداد کی تعمیر میں مشغول تھا اسے خبر ملی کہ ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ میں خروج کیا ہے اور اہواز وفارس پر قبضہ کر لیا ہے اور بہت بڑی جماعت اس کے گرد جمع ہوگئی ہے لوگ بھی رغبت سے اس کی بیعت کر رہے ہیں اس کا مقصد اپنے بھائی محمد کا انتقام لینے اور منصور کو قتل کرنے کے سوا کوئی نہیں منصور نے جب یہ سنا تو جہاں روشن اس کی آنکھوں میں تاریک ہوگیا اور وہ بغداد کی تعمیر سے دستبردار ہوگیا اور یکدم اس نے عورتوں کے ساتھ سونا اٹھنا چھوڑ دیا اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا اور عیش ولذت میں مشغول نہیں ہونگا جب تک ابراہیم کا سر میرے پاس یا میرا سر اس کے پاس نہ لے جائیں خلاصہ یہ کہ خوف عظیم کے دل میں پیدا ہوگیا کیونکہ ابراہیم کے ہمرکاب ایک لاکھ کا لشکر تھا اور منصور کے پاس دو ہزار سوار کے علاوہ کوئی لشکر حاضر نہیں تھا اور اس کے جیوش وعساکر ملک شام افریقہ اور خراسان میں پھیلے ہوئے تھے اس وقت منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس کو ابراہیم سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ادھر ابراہیم کوفیوں کے پھندے میں آ کر بصرہ سے کوفہ کی طرف چل دیا چونکہ اہلِ کوفہ کی ایک جماعت بصرہ میں ابراہیم کے پاس پہنچی اور انھوں نے عرض کیا کہ ایک لاکھ افراد کوفہ میں آپ کے آنے کے منتظر ہیں اگر آپ وہاں تشریف لائیں تو وہ اپنی جان آپ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں بصرہ کے لوگ ابراہیم کے کوفہ جانے سے مانع ہوئے لیکن ان کی بات کا کچھ فائدہ نہ ہوا ابراہیم کوفہ کی طرف چل پڑا کوفہ سے پندرہ فرسخ دور زمین طف میں جو باخمری کے نام سے مشہور تھی ابراہیم کا منصور کے لشکر سے سامنا ہوا پس دونوں لشکر دو طرف سے صف آرا ہوئے اور جنگ شروع ہوگئی ابراہیم کے لشکر کو منصور کے لشکر پر کامیابی حاصل ہوئی اور انھوں نے نہیں شکست دے دی اور ابوالفرج کی روایت کے مطابق بڑی بری شکست ہوئی اور اس طرح بھاگے کہ ان کے لشکر کا پہلا حصہ کوفہ میں داخل ہوگیا اور تذکرہ کی روایت کے مطابق عیسیٰ بن موسیٰ جو کہ منصور کے لشکر کا سپہ سالار تھا اپنے اہلِ بیعت کے سو افراد کے ساتھ ڈٹا رہا اور جنگ سے منہ نہ موڑا اور قریب تھا کہ ابراہیم ان پر بھی کامیابی حاصل کرے اور انھیں عدم میں بھیج دے کہ اچانک اثنائے جنگ میں ایک تیر جس کے چلانے والے کا پتہ نہیں چلا اور یہ معلوم نہ ہوا کدھر سے آیا ہے ابراہیم کو لگا اور ابراہیم گھوڑے سے زمین پر گر گیا اور وہ کہہ رہا تھا وکان امر اللہ قدرا مقدورا اردنا امرا واراد اللہ غیرہ اور اللہ کا امر مقدر ہو چکا تھا ہم نے ایک چیز کا ارادہ کیا اور اللہ نے اس کے علاوہ کا ارادہ کیا۔

اور ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ ابراہیم اس وقت مارا گیا جب عیسیٰ بھی میدان سے پشت پھیر چکا تھا اور بھاگ رہا تھا اور

ابراہیم کو گرمی وحرارت جنگ نے تھکا دیا تھا اس نے اپنی قبا کے تکمے کھول دیئے اور کپڑا سینے سے ہٹایا کہ شاید حرارت کا حملہ ہوا اچانک تیر میشوم غیر معلوم چلانے والے کا ان کے حلق کے نشیب میں آ لگا ابراہیم نے بے اختیار ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے اور گروہ زیدیہ نے جو اس کے ملازم رکاب تھے اسے گھیر لیا اور دوسری روایت ہے کہ بشیر رحال نے اسے اپنے سینہ سے لگا لیا خاصہ یہ کہ اسی تیر سے ابراہیم کا کام تمام ہو گیا اور اس نے وفات پائی عیسیٰ کے اصحاب بھی بھاگنے سے واپس پلٹے اور تنور جنگ بھڑک اٹھا یہاں تک کہ فتح منصور کے لشکر کو ہوئی اور لشکر ابراہیم میں سے کچھ مارے گئے اور کچھ بھاگ گئے اور بشیر رحال بھی مارا گیا اس وقت عیسیٰ کے ساتھی ابراہیم کا سر قلم کر کے عیسیٰ کے پاس لے گئے اور عیسیٰ نے سر سجدہ میں رکھا اور سجدہ شکر بجا لایا اور سر منصور کے پاس بھیج دیا اور ابراہیم کا قتل دن چڑھے پیر کے دن ماہ ذوالحجہ ۱۴۵ھ میں واقع ہوا اور ابونصر بخاری اور سبط ابن جوزی کی روایت کے مطابق پچیس ذیقعدہ دحو الارض کے دن ہوا اور ابراہیم کی عمر ۴۸ سال تھی اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں ابراہیم کے انجام کار کی خبر دی ہے۔ جہاں آپؑ فرماتے ہیں مقام باخمری میں قتل ہوگا بعد اس کے کہ ظاہر ہوگا اور مقہور ومغلوب ہوگا بعد اس کے کہ قاہر وغالب ہوگا اور یہ بھی اس کے حق میں فرمایا اس کو نامعلوم مارنے والے کا تیر لگے گا کہ جس میں اس کی موت واقع ہوگی پس ہائے براہو تیر مارنے والے کا اس کے ہاتھ شل ہو جائیں اور اس کے بازو کمزور ہو جائیں اور منقول ہے کہ جب منصور کا لشکر شکست کھا گیا اور منصور کو اس کی اطلاع ملی تو جہان روشن اس کی آنکھ میں تیرہ وتاریک ہو گیا اور اس نے کہا کیا ہوا قول صادقؑ بنی ہاشم کا جو کہتا تھا کہ بنی عباس کے بچے خلافت کے ساتھ کھیلیں گے اور منصور کا یہ کلام اشارہ ہے حضرت صادقؑ کے بنی عباس کی خلافت اور عبداللہ اور ان کے بیٹے محمد وابراہیم کی شہادت کی خبر دینے کی طرف۔

اور اس سے پہلے بھی تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ جب بنی ہاشم اور بنی عباس ابواء میں جمع ہوئے اور انھوں نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کی تو جب حضرت صادقؑ تشریف لائے تو آپؑ نے ان کی رائے کو درست نہ قرار دیا اور فرمایا خلافت سفاح اور منصور کی ہوگی اور عبداللہ وابراہیم کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور منصور انھیں قتل کرے گا منصور نے اسی دن سے خلافت کی گرہ دل میں لگائی تھی یہاں تک کہ حاصل کر لی اور چونکہ اسے معلوم تھا کہ حضرتؑ صرف سچی بات کہتے ہیں اس وقت جب اسے اس کے لشکر کی شکست معلوم ہوئی تو اسے تعجب ہوا اور کہا کہ ان کے صادقؑ کی خبر کا کیا ہوا اور سخت مضطرب ہوا تھوڑی ہی دیر گزری کہ اسے ابراہیم کی شہادت کی خبر ملی اور ابراہیم کا سر اس کے ہاں لے آئے اور اس کے پاس رکھ دیا جب اس نے ابراہیم کا سر دیکھا تو بہت رویا یہاں تک کہ اس کے آنسو رخساروں پر جاری ہوئے اور کہنے لگا خدا کی قسم مجھے پسند نہیں تھا کہ تیرا معاملہ یہاں تک پہنچے۔

اور حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ سے مروی ہے کہ میں اس وقت منصور کے پاس تھا جب ابراہیم کا سر ڈھال میں رکھ کر اس کے پاس حاضر کیا گیا جب میری نگاہ اس پر پڑی تو مجھے بہت دکھ ہوا اور گریہ کے جوش نے میرے حلق کو بند کر دیا اور میں ایسا منقلب ومضطرب ہوا کہ قریب تھا میرے گریہ کی آواز بلند ہو لیکن میں نے اپنے اوپر قابو پایا کہ کہیں منصور ملتفت نہ ہو کہ اچانک منصور نے میرا رخ کیا اور کہا اے ابو محمد ابراہیم کا سر یہی ہے میں نے کہا ہاں اے امیر میں دوست رکھتا تھا کہ وہ تیری اطاعت کرتا

تا کہ اس کا معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا منصور نے بھی قسم کھائی کہ میں بھی یہی پسند کرتا تھا کہ وہ میری اطاعت قبول کر لیتا اور یہ دن اسے نصیب نہ ہوتا لیکن وہ خلافت کے دروازے سے نکل گیا اور اس نے چاہا کہ میرا سر لے لیکن ایسا ہوا کہ اس کا سر میرے پاس لے آئے پھر حکم دیا کہ ابراہیم کا سر کوفہ میں لٹکا دیں تا کہ لوگ بھی اسے دیکھیں پھر ربیع سے کہا کہ ابراہیم کا سر اس کے باپ کے پاس زندان میں لے جاؤ وہ سر لے کر زندان میں گیا عبداللہ اس وقت نماز میں مشغول تھے اور ان کی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف تھی ان سے لوگوں نے کہا اے عبداللہ نماز میں جلدی کرو کہ آپ کو ایک مصیبت درپیش ہے جب عبداللہ نے نماز سے سلام پھیرا تو نگاہ کی انھیں اپنے بیٹے کا سر نظر آیا سر کو اٹھایا اور سینہ سے لگایا اور کہا اے میری آنکھوں کے نور ابراہیم خوش آمدی خدا تجھ پر رحم کرے بیشک تو نے اللہ کے عہد و میثاق کو پورا کیا ہے اور تو ان لوگوں میں سے ہے کہ جن کے بارے میں وہ فرماتا ہے کہ **الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون** جو اللہ کے عہد کی وفا کرتے ہیں اور اسے توڑتے نہیں ربیع نے عبداللہ سے کہا کہ ابراہیم کیسا شخص تھا فرمایا جس طرح شاعر کہتا ہے۔

فتی کان یحمیہ من الذل سفیہ
ویکفیہ سوات الذنوب اجتنابھا

ایسا جوان کہ جسے ذلت سے اس کی تلوار روکتی تھی اور گناہوں کی برائی ان سے اجتناب کرنے کے لئے اسے کافی تھی اس کے بعد ربیع سے فرمایا منصور سے کہنا ہماری سختی و شدت کے دن آخر کو پہنچ گئے ہیں اور تیری نعمت کے دن بھی اس طرح ہیں اور وہ ہمیشہ نہیں رہیں گے اور تیری اور ہماری ملاقات کی جگہ روز قیامت ہے اور خداوند حکیم ہمارے اور تیرے درمیان فیصلہ کرے گا ربیع کہتا ہے کہ جب یہ پیغام میں نے منصور کو پہنچایا تو اتنی شکستگی اس میں ظاہر ہوئی کہ میں نے کبھی اسے ایسی حالت میں نہیں دیکھا تھا اور بہت سے شعراء نے محمد و ابراہیم کا مرثیہ کہا ہے اور دعبل خزاعی نے بھی قصیدہ تائیہ میں (کہ جس میں اہل بیت رسولؐ کے ایک گروہ کا مرثیہ کہا ہے) ان کی طرف اشارہ کیا جیسا کہ وہ کہتا ہے۔

قبور بکوفان و اخری بطیبة
واخری بفخ نالھا صلوات
واخری بارض الجوزجان محلھا
وقبر بباخمری للذی القربات

کچھ قبریں کوفہ میں اور کچھ مدینہ میں ہیں اور کچھ مقام فخ میں صلوات و رحمت ان کے شامل حال ہو اور ایک قبر کی جگہ زمین جوزجان میں ہے اور ذی القربیٰ رسول کی ایک قبر باخمریٰ میں ہے اور ابراہیم صاحب پنجہ قوی و بازو لئے توانا تھا اور فنون علم میں اس کا مقام معلوم تھا اور جس زمانہ میں وہ بصرہ میں پوشیدہ رہتا تھا تو مفضل ضبی کے گھر میں تھا اس نے مفضل سے کتابیں مانگیں تا کہ ان سے مانوس رہے مفضل عرب شعراء کے دیوان اس کے پاس لے آیا اور ابراہیم نے ان میں سے ستر قصیدے انتخاب کیے اور انھیں زبانی یاد کر لیا اور ابراہیم کے قتل کے بعد مفضل نے وہ قصائد جمع کئے اور اس کتاب کا نام مفضلیات اور اختیار الشعراء رکھا

اور مفضل ابراہیم کی شہادت کے دن اس کے ہمرکاب تھا اور ابراہیم کی شجاعت کے کئی کارنامے اور کئی اشعار اس نے نقل کئے ہیں کہ اس جگہ ان کے ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور ابراہیم نے جس وقت خروج کیا اور لوگوں نے اس کی بیعت کی تو عدالت اور نیک سیرتی کے ساتھ لوگوں سے معاملہ کرتا تھا اور کہا گیا ہے کہ واقعہ باخمری میں ایک رات وہ اپنے لشکر میں گردش کر رہا تھا کہ اس نے گانے بجانے کی آواز سنی تو ہم وغم نے اسے گھیر لیا اور فرمایا مجھے گمان نہیں کہ جو لشکر یہ کام کرے وہ فتحیاب ہو۔

اور اہل علم ناقلین آثار واخبار کی ایک بہت بڑی جماعت نے ابراہیم کی بیعت کی اور لوگوں کو ابراہیم کی مدد پر آمادہ کیا مثلاً عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین وبشیر رحال اسلام بن ابی واصل وہرون بن سعید فقیہ وجوہ واعیان اصحاب وتابعین کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ اور عباد بن منصور قاضی بصرہ ومفضل بن محمد اومسعر بن کدام وغیرہ۔

اور منقول ہے کہ اعمش بن مہران لوگوں کو ابراہیم کی مدد کی ترغیب دیتا تھا اور کہتا کہ اگر میں نابینا نہ ہوتا تو میں خود بھی اس کی ماتحتی میں خروج کرتا۔

اور ابوحنیفہ کا محمد وابراہیم کے حق میں درست عقیدہ تھا اور لوگوں کو ابراہیم کی بیعت کرنے کا فتویٰ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ابراہیم کی راہ میں شہید ہونے والا جنگ بدر میں شہید ہونے والے کی طرح ہے لوگوں نے اس سے کہا اگر معاملہ اس طرح ہے تو پھر اس کی کے لئے کیوں نہیں جاتا تو وہ کہتا کہ لوگوں کی امانتیں میرے پاس ہیں منقول ہے کہ ایک بڑھیا ابوحنیفہ کے پاس آئی اور کہنے لگی تو نے میرے بیٹے کو ابراہیم کے ساتھ خروج کا فتویٰ دیا ہے اور وہ جا کر مارا گیا ہے ابوحنیفہ نے کہا کاش تیرے بیٹے کی جگہ میں ہوتا اور روایت ہوئی ہے کہ جس وقت ابراہیم باخمری میں عیسیٰ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نکلا تو ابوحنیفہ نے ابراہیم کو خط لکھا جس میں یہ بھی تھا کہ جس وقت دشمن کے لشکر سے آمنا سامنا ہو اور اس پر فتح نصیب ہو تو ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنا جو تیرے باپ (دادا) نے اہل صفین کے ساتھ کیا تھا پشت پھیرنے والے کو قتل کردے اور زخمی کو زندہ نہ چھوڑ اور اس طرح نہ کرنا جس طرح تمہارے باپ نے جنگ جمل میں کیا تھا کیونکہ جنگ جمل میں حضرتؑ نے لشکر کو حکم دیا تھا کہ تھکے ماندوں کو تکلیف نہ دو بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو اور مقتولین کا مال لینے اور ان کے اہل وعیال کو قید کرنے سے باز رہو یہ خط منصور کے ہاتھ میں جا پہنچا وہ ابوحنیفہ پر سخت ناراض ہوا یہاں تک کہ اس کو حکم دیا کہ کوفہ سے بغداد چلے جاؤ آخر کار اسے زہر دے دیا اور اس کی قبر بغداد کے قبرستان خیزران میں ہے اس کی وفات ۱۵۰ھ ماہ رجب میں ہوئی اس کی موت کے دن شافعی پیدا ہوئے اور سلاطین سلجوقیہ کے زمانہ میں ۴۵۹ اس کی قبر پر قبہ و بارگاہ بنائی گئی اور اس کا نام نعمان بن ثابت بن زوطی ہے اور باوجودیکہ وہ اہلسنت کے چار اماموں میں سے ایک ہے اور ان کے نزدیک امام اعظم کا لقب رکھتا ہے انھوں نے اس کے احترام کا پاس نہیں کیا اور بہت سے مطاعن وعیوب اس کے تحریر کئے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم چند باتوں کی طرف اشارہ کریں تا کہ یہ گمان نہ کریں کہ ان مطاعن کا ذکر کرنا روافض کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ہے

زمخشری کی کتاب ربیع الابرار کے باب العلم میں وہ کہتا ہے کہ یوسف بن اسباط نے کہا کہ ابوحنیفہ نے رسول اللہ کی چار سو یا ان سے زیادہ احادیث رد کر دیں کہا گیا مثلاً کون کونسی اس نے کہا رسول اللہ نے فرمایا کہ (مال غنیمت میں سے) شہسوار کے دو حصے اور

پیادہ کا ایک حصہ ہے ابو حنیفہ نے کہا کہ میں چوپائے کے حصے کو مومن کے حصہ سے زیادہ نہیں قرار دیتا اور رسول اللہ اور آپ کے اصحاب نے قربانی کے اونٹ کا شعار (اونٹ کی کہان سے خون لے کر اس کے چہرہ پر بطور نشانی ملنا) کیا ابو حنیفہ نے کہا کہ شعار مثلہ ہے اور رسول اللہؐ نے فرمایا بائع و مشتری کو اختیار ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جب بیع لازم ہو جائے تو کوئی اختیار نہیں اور آنحضرتؐ جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے اور آپؐ کے اصحاب بھی قرعہ ڈالتے ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ قرعہ جوا ہے اجتہی اور غزالی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے اپنے مذہب کے مطابق حدیث گھڑنا جائز قرار دیا ہے اور یوسف بن اسباط سے منقول ہے ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اگر رسول اللہ میرا زمانہ پا لیتے تو بہت سی باتیں مجھ سے لیتے اور تاریخ بغداد سے منقول ہے شعبہ نے کہا مٹی بھر مٹی ابو حنیفہ سے بہتر ہے۔

اور شافعی سے منقول ہے کہ میں نے ابو حنیفہ کے اصحاب کی کتب دیکھی ہیں جن میں ایک سو تیس ورقے کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔

اور سفیان و مالک وحماد و اوزاعی اور شافعی سے منقول ہے کہ اسلام میں ابو حنیفہ سے زیادہ بدبخت و شوم پیدا نہیں ہوا اور مالک سے مروی ہے کہ ابو حنیفہ کا فتنہ امت پر ابلیس کے فتنہ سے زیادہ مضر ہے اور اس کے غیر نے کہا ہے کہ اسلام پر دجال کے فتنہ کے بعد ابو حنیفہ کی رائے سے زیادہ عظیم فتنہ کوئی نہیں اور غزالی کی کتاب منخول میں ہے اس نے کہا کہ باقی رہا ابو حنیفہ تو اس نے شریعت کو منقلب کر دیا ظاہر کو باطن کرنے کی طرح اور شریعت کے مسلک کو تشویشناک بنا دیا ہے اس کے نظام کو بدل دیا ہے اور تمام قواعد شریعت کو ایک اصل کا ردیف وہم پلہ بنا دیا ہے کہ جس سے اس نے محمد مصطفیؐ کی شریعت کو منہدم کر دیا اور جو ایسا کرے اسے حلال سمجھ کر تو وہ کافر ہے اور جو ایسا کرے لیکن اسے حلال نہ سمجھے تو وہ فاسق ہے انتہا اس سے مشہور ہے کہ وہ کہا کرتا تھا اگر کوئی شخص اپنی ماں سے عقد کر لے جب کہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کی ماں ہے تو اس سے حد ساقط ہے اور بچہ بھی اسی سے ملحق ہوگا اور یہی فتویٰ ہے اس کی بہن اور بیٹی کے بارے میں اور اسی طرح ہے اگر کپڑے دھونے والی عورت یا روٹی پکانے والی یا اس قسم کی عورتیں اجرت و مزدوری پر لے آئے پھر ان سے وطی کرے اور وہ اس سے حاملہ ہو جائیں اور جب اپنے آلہ تناسل پر ریشم کی پٹی لپیٹ لے پھر اسے کسی عورت کی قبل میں داخل کرے تو وہ زانی نہیں ہے اور نہ اس پر حد جاری ہوگی لیکن اسے سخت کلامی سے ایسا کرنے سے روکا جائے اور ابو حنیفہ کہتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی لڑکے سے بدفعلی کرے پس دخول بھی کرے تو اس پر حد واجب نہیں ہے لیکن اسے بھی سختی سے منع کرنا چاہیے ابو حنیفہ کہتا ہے کہ نبیذ (انگور یا کھجور کی شراب) نشہ آور بھی حلال ہے۔

ان کے علاوہ بھی ابو حنیفہ کے کئی فتوے ہیں جن کا ذکر مناسب مقام نہیں اور عنقریب اس کے بعد اس کے مذہب کے مطابق نماز کی کیفیت بیان ہوگی اور باقی رہا اس کا قیاس اور اپنی رائے کے مطابق عمل کرنا اور بہت سے احکام میں رسول اللہ کے ارشاد کو رد کرنا تو وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اور لطیف حکایات میں سے ہے وہ جسے سید محدث جزائری نے اپنے ایک ساتھی سے نقل کیا ہے کہ وہ وضو کر رہا تھا پس جب

وہ پاؤں کا مسح کرنے لگا تو اس نے دیکھا تو ان کے سرکشوں میں سے ایک شخص اس کے سر پر کھڑا تھا پس جلدی سے وہ پاؤں دھونے لگا تو اس نے کہا کہ یہ کیا پہلے تو نے مسح کیا اور پھر دوبارہ دھولیا تو اس نے کہا کہ یہ ہاں اے مولانا یہ مسئلہ اللہ اور مولانا ابوحنیفہ کے درمیان اختلافی ہے خدا فرماتا ہے اور مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کا ٹخنوں تک اور ابوحنیفہ کہتا ہے کہ پاؤں دھونا واجب ہے پس میں نے مسح کیا ہے اللہ کے ڈر سے اور پیر دھوئے ہیں بادشاہ کے ڈر سے پس وہ شخص ہنسا اور اسے چھوڑ دیا۔

منصور کے زمانہ میں ۱۵۱ھ میں محمد بن اسحاق بن یسار صاحب مغازی وسیر نے بغداد میں وفات پائی اور ابن اسحاق نے کتاب مغازی منصور کے لئے شہر حیرہ میں رہ کر لکھی اور اس کے اور مالک بن انس کے درمیان منافرت تھی اور مالک نے اس کے حق میں کہا اسحاق کیا ہے وہ تو دجالوں میں سے ایک دجال ہے ہم نے اسے مدینہ سے نکال دیا ہے اسی لئے بخاری نے اپنے صحیح میں ابن اسحاق سے روایت نہیں لی اور اسی طرح مسلم نے مگر ایک حدیث رجم کے بارے میں۔ اور ۱۵۱ھ ہی میں یا اس کے ایک سال بعد معن بن زائدہ شیبانی مدینہ بست میں خوارج کے ہاتھ سے مارا گیا اور معن کثرت جود وسخاوت کی وجہ سے وہ اپنا نسب ذہل بن شیبان تک پہنچاتا ہے اور بنی امیہ کے زمانہ میں وہ یزید بن عمر بن ہبیرہ امیر عراقین کے ساتھ میل جول رکھتا تھا جب حکومت بنی امیہ سے بنی عباس کو مل گئی اور منصور نے یزید کو قتل کر دیا تو معن روپوش ہو گیا اور ایک مدت تک چھپا رہا خوف کے مارے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتا تھا اس نے ایک مدت تک اپنا چہرہ سورج کے سامنے رکھا یہاں تک کہ اس کا رنگ سیاہ ہو گیا پس اس نے پشم کا جبہ پہنا اور ہیئت بدلی اور اونٹ پر سوار ہوا اور دیہات کے قصد سے بغداد سے نکلا جب دروازہ باب حرب سے باہر نکلا تو ایک شخص سیاہ رنگ باب حرب کے پاسبانوں میں سے اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کے اونٹ سے چمٹ گیا اور کہنے لگا تو معن بن زائدہ ہے اور منصور تیری تلاش میں ہے تو کہاں جا رہا ہے معن نے کہا اے شخص میں معن نہیں ہوں وہ کہنے لگا میں تجھے اچھی طرح پہچانتا ہوں معن۔ نے جتنا چاہا کہ اپنے کو پوشیدہ رکھے نہ ہو سکا مجبوراً ایک جواہر کا ہار جو اس کے پاس تھا کہ جس کی بہت زیادہ قیمت تھی اس شخص کو دیا اور اس سے کہا کہ اگر تو مجھے منصور کے پاس لے جائے تو وہ تجھے اتنا انعام نہیں دے گا یہ ہار جواہر دار لے لو اور یوں سمجھو کہ تو نے مجھے نہیں دیکھا اس مرد سیاہ نے ہار لیا اور اس کو دیکھا اور کہنے لگا تو نے سچ کہا ہے ان جواہر کی قیمت کئی ہزار دینار ہے اور میری تنخواہ ہر مہینہ بیس درہم ہے لیکن میں تجھے یہ ہار بخشتا ہوں اور تجھے چھوڑتا ہوں تا کہ تجھے معلوم ہو کہ دنیا میں تجھ سے زیادہ سخی بھی مل سکتا ہے اپنے عطیات پر فخر نہ کرے پس اس نے جواہر کا ہار واپس کر دیا معن نے کہا تو نے مجھے شرمندہ کیا ہے اور میرا خون بہانا اس سے بہتر تھا اور جتنا اصرار کیا کہ وہ شخص جواہرات لے لے اس نے قبول نہ کیا اور بالآخر معن بھاگ نکلا اور مدت تک مخفی رہا یہاں تک کہ ہاشمیہ والا دن آیا کہ اہل خراسان نے ہاشمیہ کوفہ میں منصور پر حملہ کیا منصور اور ان کے درمیان جنگ ہوئی معن نے اپنے کو ظاہر کیا لیکن اس نے اپنے چہرے پر ڈھاٹا باندھا ہوا تھا تا کہ اسے کوئی نہ پہچانے اور منصور کے سامنے آیا اور اس کی حمایت میں ایسی جنگ کی کہ منصور کے دشمن کو شکست دی اور جب جنگ برطرف ہوئی منصور نے کہا تو کون ہے معن نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور کہا کہ میں وہی ہوں کہ جس کی تلاش میں تو تھا منصور نے اس پر نوازش کی اور اسے خلعت دیا خلاصہ یہ کہ معن کثرت جود وسخا میں مشہور تھا اور اس کے جود وسخا کی حکایات مشہور ہیں اور ہمیشہ شعراء اس کے پاس آتے اور

اس کی مدح کرتے اور صلہ وانعام لے جاتے اس کا شاعر مروان بن ابی حفصہ تھا کہ جس نے بہت سے اشعار اس کی مدح میں کہے ہیں مروان کے قصیدوں میں سے بہترین قصیدہ لامیہ ہے جو اس نے معن کی مدح میں کہا ہے اور بہت سا مال اس کے عوض وصلہ میں لیا اور اس قصیدہ کے اشعار میں سے ایک یہ شعر ہے۔

تجنب لا فی القول حتی کانه
حرامٌ علیه قول لا حین یسئل

اس نے "نہیں" کے قول سے اجتناب کیا ہے یہاں تک کہ گویا جب اس سے سوال کیا جائے تو نہیں کہنا اس پر حرام ہے اور معن کے قتل کے بعد کئی شعراء نے اس کا مرثیہ کہا ہے ان میں سے حسین بن مطیر نے اس کے مرثیہ میں کہا ہے:

انزلا علی معن و قولا لقبرہ
سقتك الغوادی من بعائم مربعا
فیاقبر معن کیف واریت جودہ
وقد کان منه البر والبحر مترعا

تم دونوں معن کی قبر پر اتر کر اس کی قبر سے کہنا تجھے بخشش ومہربانی کے بادل موسم بہار میں سیراب کریں پھر موسم بہار میں پس اے معن کی قبر تو نے اس کے جود وسخا کو کیسے چھپایا حالانکہ اس نے تو بر وبحر کو پر کر رکھا تھا اور بہترین مرثیہ جو معن کے لئے کہا گیا وہ مروان بن ابی حفصہ کا ہے اور وہ طویل مرثیہ ہے جس میں یہ تین اشعار ہے:

و کان الناس کلهم لمعن
الی ان زار حفرته عیالا !
وقلنا این نرحل بعد معن
وقد ذهب النوال فلا نوالا !
ولا بلغت اکف ذوی العطایا
یمینا من یدیه ولا شمالا !

اور سب لوگ معن کے اہل وعیال تھے یہاں تک کہ اس نے اپنی قبر کی زیارت کی اور ہم نے کہا کہ معن کے بعد کہاں کوچ کر جائیں حالانکہ بخشش چلی گئی پس بخشش وعطا تو باقی نہیں رہی اب عطا کرنے والوں کی ہتھیلیاں نہ اس کے دائیں ہاتھ تک پہنچ سکتی ہیں اور نہ بائیں ہاتھ تک۔

اور ۱۵۴ھ ابو عمرو زبان بن علا نے کہ جو سات قاریوں میں سے مرد ادیب تھا وفات پائی اس کے نام میں اکیس مختلف قول ہیں اور وہ اہل بصرہ کا علم قرائت نحو لغت اور زمانہ عرب کے حالات کا امام تھا کہا گیا ہے کہ اس کے دفتروں نے اس کے گھر کو چھت تک

پر کر رکھا تھا پھر وہ عبادت گذار ہو گیا اور اس نے وہ دفتر جلا دیئے وہ اشراف عرب میں سے تھا فرزدق نے اس کی مدح کی ہے اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس کی انگوٹھی کا نقش تھا وان امرء دنیاہ اکبر ھمہ متمسک بحبل غرور اور وہ شخص کا سب سے بڑا مقصد اس کی دنیا ہو تو وہ دنیا میں سے غرور اور دھوکہ کی رسی کو تھامے ہوئے ہے اور جن لوگوں نے اس سے قرائت سیکھی ہے اور پڑھا ہے ان میں سے ایک عبدالملک اصمعی ہے اور حکایت ہے کہ اصمعی نے اس سے سوال کیا کہ ذبیح اسماعیل تھے یا اسحاق تو اس نے کہا اے تیری عقل کہاں گئی ہے اسحاق مکہ میں کہاں تھے مکہ میں تو اسماعیل ہی تھے اور انہیں نے اپنے باپ سے مل کر بیت الحرم بنایا تھا اور قربانی مکہ میں ہوئی اس میں تو کوئی شک ہی نہیں۔

اور ۱۵۷ میں عبدالرحمان بن عمر نے جو اوزاعی کے نام سے مشہور اور اہل شام کا سب سے بڑا عالم تھا بیروت میں وفات پائی اوزاع دمشق کی ایک بستی ہے۔

مہدی عباسی محمد بن عبداللہ المنصور کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

پہلے گزر چکا ہے چھ ذی الحجہ ۱۵۸ھ مکہ کے راستے میں منصور مرا اسی دن ربیع نے اس کے بیٹے محمد کے لئے لوگوں سے بیعت لی اور محمد بغداد میں تھا جب اسے خلافت کی خبر پہنچی تو دو دن کے بعد منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور لوگوں سے بیعت لی اور عامۃ الناس نے اس کی بیعت کی مہدی کی ولادت ۱۲۷ھ میں ہوئی اور ۱۶۷ھ میں بغداد سے دینور کے علاقہ کی طرف کوچ کیا کیونکہ اس نے ماسبذان کی خوبی آب و ہوا کی تعریف سنی تھی اور زرین بستی میں ۲۳ محرم ۱۶۹ھ میں اس کی موت آ پہنچی ہارون رشید نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور مہدی کو وہیں دفن کر دیا اس کی مدت خلافت دس سال اور ڈیڑھ مہینہ تھی اس کی عمر ۴۳ سال تھی۔

دمیری اور اس کے غیر نے کہا ہے کہ اس کی وفات کا سبب یہ تھا کہ وہ گھوڑے پر سوار تھا گھوڑا دوڑنے لگا گھوڑے نے اسے ایک خراب شدہ مکان سے ٹکرا دیا وہ اس کے صدمے سے مر گیا اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی ایک کنیز نے اپنی سوکن کے لئے زہر آلود کھانا تیار کیا ہوا تھا تا کہ وہ اسے مار ڈالے مہدی نے نادانستہ طور پر وہ کھانا کھا لیا اور مر گیا اور اس کے لئے چارپائی نہ مل سکی کہ اس پر اس کی لاش اٹھاتے مجبوراً اسے ایک دروازے پر رکھ کر اخروٹ کے درخت کے نیچے دفن کر دیا اور دمیری کہتا ہے کہ مہدی سخی خوش خلق ممدوح اور رعیت شناس شخص تھا کہا گیا ہے کہ اس کے باپ خزانے میں دس کروڑ درہم اور چھ کروڑ دینار تھے مہدی نے وہ سب مال لوگوں پر تقسیم کر دیا منقول ہے کہ اس نے ایک شاعر کو ایک لاکھ درہم انعام میں دیا اور مروج الذہب میں ہے کہ خیزران مہدی کی بیوی اور ہادی اور رشید کی ماں مہدی کے گھر میں مرتبہ بلند اور اونچی قدر و منزلت رکھتی تھی اور خلفاء کی اولاد کی مائیں اور بنی ہاشم کی لڑکیاں سب

اس کی خدمت میں ہوتیں اوران میں سے زینب سلیمان بن علی کی بیٹی کا قرب سب سے زیادہ تھا کیونکہ مہدی نے خیزران کو کہہ رکھا تھا کہ زینب عقلمند ودانا بڑھیا ہے اس سے کسب ادب واخلاق کیا کروایک دن ایک نوکرانی آئی اور کہنے لگی ایک عورت صاحب حسن وجمال جو پرانے لباس میں ہے اندر آنا چاہتی ہے اوراپنا نام نہیں بتاتی خیزران نے کہا اس کو لے آؤ جب داخل ہوئی تو ایک عورت انھوں نے دیکھی جو انتہائی حسین وجمیل ہے زبان فصیح اور بیان ملیح رکھتی لیکن لباس اس کا پھٹا پرانا ہے عورتوں نے پوچھا تو کہاں سے کہنے لگی میں مزنیہ مروان بن محمد کی بیوی ہوں کہ زمانہ نے مجھ سے یہ سلوک کیا ہے خدا کی قسم یہ پرانا لباس بھی جو میرے بدن پر ہے یہ میرا نہیں بلکہ عاریۃً لے کر آئی ہوں اب آپ کے پاس آئی ہوں کہ شاید آپ کے پردہ میں داخل ہوجاؤں خیزران کو اس کی حالت پر رحم آگیا اور رونے لگی زینب نے مزینہ سے کہا تجھے یاد ہے وہ دن جب تو اسی مسند پر حیران میں بیٹھی تھی اور میں تیرے پاس گئی تھی اور میں نے تجھ سے خواہش کی کہ ابراہیم امام کی لاش مجھے دے دو تاکہ میں اس دفن کردوں مجھے تو نے اپنی مجلس سے نکال دیا اور تو نے کہا عورتوں کو مردوں کی رائے میں دخل دینے کا کیا حق ہے مزینہ نے کہا ہماری یہی بری عادت تھی کہ جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچا دیا اور ہماری دنیا تاریک وسیاہ کردی یہ کہہ کر روتے ہوئے باہر نکلی اور اس نے یہ آیت پڑھی و ضرب اللہ مثل قریۃ مطمعنۃ یاتیھارزقھار غدًا من کل مکان فکفرت بالعم اللہ۔ فاذاقھااللہ لباس الجوع والخوف بماکانویصنعون اور خدا نے ضرب المثل بیان کی ہے اس بستی کی جو امن میں مطمئن تھی اس کا رزق خوشگوار ہر جگہ سے آتا تھا پس اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران کیا پس اللہ نے انھیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا خیزران نے اپنی بعض کنیزوں کو اشارہ کیا کہ مزینہ کو کسی کمرے میں لے جا کر جگہ دو اور اس کے لباس وحالت کو بدلو اور اس سے نیکی واحسان کرو۔

مہدی گھر میں آیا تو خیزران نے مزینہ کی حکایت بیان کی پھر مہدی بہت رویا اور خیزران سے کہا خدا کی قسم اگر تو نے اس سے یہ سلوک نہ کیا ہوتا تو میں تجھ سے کبھی کلام نہ کرتا اور اگر زینب بڑھیا اور بڑے سن کی عورت نہ ہوتی تو اس سے بھی کبھی بات نہ کرتا اور اپنی ایک کنیز سے کہا کہ جاؤ اور مزینہ کو ہمارا سلام کہو پھر مزینہ کو قریب بلایا اور اسے مرحبا کہا اور اس کی قدر ومنزلت زینب سے بلندتر قرار دی اور مزینہ فصیح زبان عورت تھی اور اس نے عورتوں پر اپنی فصاحت کی دھاک بٹھا دی تھی اور زمانہ مہدی وہادی اور رشید کی حکومت کے کچھ دنوں تک زندہ تھی پھر اس کی وفات ہوئی اور ان دنوں میں خلفاء اس میں اور بنی ہاشم کی عورتوں میں فرق نہیں کرتے تھے اور اس کی عزت واحترام کرتے تھے خیزران کی ایک کنیز تھی عتبہ نامی ابوالعتاھیہ شاعر اس پر عاشق ہوگیا اور اس کے اشعار عتبہ کے عشق میں اور اس کے نادر واقعات عتبہ کے ساتھ مہدی ہادی اور رشید کے زمانہ کے بہت ہیں لیکن عتبہ کسی طرح بھی اسے پسند نہیں کرتی تھی اور رشید کے زمانہ میں ابوالعتاھیہ نے عتبہ کے متعلق اتنا اظہار شوق کیا کہ رشید کا دل بھی اس کے لئے جل گیا اور اس نے عتبہ سے خواہش کی کہ وہ ابوالعتاھیہ سے شادی کرلے پس کئی ایک خواص اور خدم وحشم کے ساتھ عتبہ کے مکان پر ابوالعتاھیہ کی خاطر گیا اور عتبہ سے کہنے لگا کہ میں تجھ سے ایک خواہش لے کر آیا ہوں وہ کہنے لگی اپنا مقصد بیان فرمائیں ہارون نے کہا اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ شرط نہ کرو کہ قبول کروگی کہنے لگی جو کچھ کہو قبول ہے سوائے ابوالعتاھیہ سے شادی کرنے کے کیونکہ میں نے تیرے باپ کے

لئے قسم کھائی ہے اور نذر کی ہے کہ ہمیشہ مکہ جاؤں اور جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اس کا صدقہ دوں اگر ابوالعتاھیہ سے شادی کروں ہارون کہنے لگا میری حاجت یہی ہے عتبہ بہت روئی کہ مجھے اس مقصد سے معاف کیجیے کیونکہ میں نے جو یہ نذر کی ہے اس کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتی اور وہ اتنا روئی کہ ہارون کو اس کی حالت پر ترس آیا اور اس نے عتبہ کا عذر قبول کر لیا اس وقت ابوالعتاھیہ عتبہ کے وصال سے مایوس ہو گیا اور عتبہ کے عشق کے اظہار میں کہے ہوئے اس کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں۔

یا عتب مالی ولك یا لیتنی لم ارك
ملکتنی فانھکی ماشئت ان تنھکی
ابیت لیلی ساھرا ارعی نجوم الفلك
مفترشا جمر الغضی ملتحفا بالحسك

اے عتبہ مجھے اور تجھے کیا ہو گیا کاش میں نے تجھے نہ دیکھا ہوتا تو میری مالک ہو گئی مجھے لاغر کر دے جتنی تیری مرضی ہو لاغر کرنے کی میں رات بیدار رہ کر کاٹتا ہوں آسمان کے ستاروں پر نگاہ رکھتا ہوں میرا فرش جنڈ کے انگارے اور میرا لحاف خاردار جھاڑی ہوتی ہے اور ابوالعتاھیہ شیریں زبان فصیح البیان عظیم شاعر تھا اور اس کے اشعار میں سے ہے

ان اخاك الصدق من كان معك ومن یضر نفسه لینفعك
ومن اذا ادیب الزمان صدعك شتت شمل نفسك یجمعك

تیرا سچا دوست وہ ہے جو تیرا ساتھ دے اور جو اپنی ذات کو ضرر پہنچائے تا کہ تجھے نفع پہنچائے اور وہ ہے کہ جب حوادث زمانہ تجھے درد پہنچائیں تو وہ اپنے بنے کام بگاڑ دے تا کہ تیرے کام سنوارے اور یہ بھی اس کے اشعار ہیں۔

المرء فی تاخیر مدته کالثوب یبلی بعد جدته
عجبا لمنتبه یضیع مایحتاج فیه لیوم رقدته

مرد مدت عمر کی تاخیر میں اس کپڑے کی طرح ہے جو نئے ہونے کے بعد پرانا ہو جاتا ہے اور اس بیدار کے لئے تعجب ہے جو ضائع کر رہا ہے اس کو جس کی اسے سو جانے کے دن ضرورت ہے اور یہ بھی اسی کے اشعار ہیں۔

نسیت الموت فیما قد نسیت کانی لم ار احدا یموت
الیس الموت غایة کل حی فمالی لا ابادر ما یفوت

جن چیزوں کو میں بھول گیا ہوں ان میں ایک موت بھی ہے کہ جسے بھول گیا ہوں گویا میں نے کسی کو مرتے ہی نہیں دیکھا کہ موت ہر زندہ کی انتہا نہیں پس مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں جلدی نہیں کرتا اس کی طرف جو ہاتھ سے نکل جانے والی ہے۔

اور یہ بھی مروج الذہب میں فضل بن ربیع سے منقول ہے کہ ایک دن شریک بن عبداللہ بن سنان نخعی مہدی کے پاس آیا

مہدی نے اس سے کہا کہ تین باتوں میں سے کسی ایک کو انتخاب کر دیا منصب قضاوت قبول کر دیا میری اولاد کو حدیث اور علم سکھاؤ یا یہ کہ ایک دفعہ میرا کھانا کھالو شریک اگر چہ ان تینوں امور سے انکار رکھتا تھا لیکن اسے چارہ کار نظر نہ آیا اس نے کچھ غور کیا اور کہنے لگا کھانا کھانا ان دو امور سے میرے لیے آسان ہے پس مہدی نے باورچی کو حکم دیا کہ عمدہ کھانا پکاؤ کئی قسم کے شکر طبر کے ساتھ باندھ کر اور شہد ملا کر کھانا درست کرو جب کھانا آیا اور شریک اس کے کھانے سے فارغ ہوا تو کھانے کا منتظم مہدی سے کہنے لگا اے امیر المومنین یہ شیخ یہ کھانا کھانے کے بعد کبھی نجات نہیں پا سکتا فضل بن ربیع کہتا ہے خدا کی قسم شریک اس کھانے کے بعد عباسیوں کے ساتھ باتیں کرتا سنتا اور ان کی اولاد کو تعلیم دیتا تھا اور ان کی قضاوت کا متولی بھی ہوا۔

منقول ہے کہ جس زمانہ میں منصور نے مہدی کو ری میں رکھا ہوا تھا تو شرقی بن قطامی کو اس کی رفاقت کے لئے انتخاب کیا اور مہدی سے کہا کہ اس سے مکارم اخلاق کی تعلیم اور درس اخبار و قرأت اشعار سیکھے ایک رات مہدی نے شرقی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے لئے کوئی ایسی حکایت نقل کر جس سے مجھے خوشی بہت اور سرور حاصل ہو شرقی نے کہا خدا امیر کی اصلاح فرمائے نقل ہوا ہے کہ حیرہ کے بادشاہ کے دو ندیم و رفیق تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے اور اس سے جدا نہیں ہوتے تھے وہ بادشاہ بھی ان کی بہت دلجوئی کرتا تھا ایک رات اس بادشاہ کی زیادہ شراب پینے اور لہو و لعب میں مشغول رہنے سے عقل زائل ہو گئی اور اس نے تلوار کھینچی اور ان دونوں ساتھیوں کو قتل کر دیا جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے ندیموں اور ساتھیوں کا حال پوچھا لوگوں نے اسے بتایا کہ انھیں تو رات تو نے قتل کر دیا ہے بادشاہ اس کام سے بہت مضطرب و پریشان ہوا اور بہت جزع و فزع کی اور ان کی وجہ سے کھانا پینا چھوڑ دیا پس اس نے حکم دیا تو انھیں دفن کیا گیا اور ان کی قبروں پر گنبد بنایا گیا اور اس کا نام غریین رکھا اور اس نے مقرر کیا کہ جو وہاں سے گزرے ان دو قبروں کے لئے سجدہ کرے اور جو سجدہ کرنے سے انکار کرے اسے قتل کر دیں لیکن اس کی دو حاجتیں پوری کریں اور اسی زمانہ میں یہ سنت لازمی ہو گئی کہ جو کوئی وہاں سے گزرتا ان دو ندیموں کی قبروں کو سجدہ کرتا ایک مدت تک معاملہ اسی طریقہ پر چلتا رہا یہاں تک کہ ایک دھوبی کپڑوں کی گٹھڑی کے ساتھ وہاں سے گزرا جسے اس نے دھونے کے لئے کندھے پر رکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ کپڑے کوٹنے کے لئے ایک ڈنڈا بھی تھا۔

غریین پر موکل سپاہیوں نے اس سے کہا سجدہ کرو اس نے انکار کیا تو اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے کہا تو نے کیوں سجدہ نہیں کیا وہ کہنے لگا یہ جھوٹ بولتے ہیں میں نے تو سجدہ کیا ہے بادشاہ کہنے لگا بلکہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے سجدہ نہیں کیا اپنی دو حاجتیں بتا اور قتل ہونے کے لئے تیار ہو جا وہ کہنے لگا اگر معاملہ اسی طرح ہے تو میری پہلی حاجت یہ ہے کہ میں یہ کپڑے کوٹنے والا ڈنڈا بادشاہ کی گردن پر ماروں گا بادشاہ کہنے لگا اے جاہل نادان کوئی اور حاجت طلب کر جو تیرے لئے اور تیرے خاندان و اہل و عیال لے لئے فائدہ مند ہو وہ کہنے لگا میری حاجت یہی ہے جو میں نے کہی ہے بادشاہ نے وزراء کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا اس نادان کی حاجت کا کیا کروں انھوں نے کہا اس سے چارہ نہیں اگر اپنی سنت سے دستبردار ہوئے تو یہ آپ کے لئے ننگ و عار ہے لہٰذا جو قرارداد مقرر کی ہے اسے آپ پورا کریں بادشاہ کہنے لگا دھوبی کے پاس جاؤ اور اس کو کہو کہ کوئی اور حاجت طلب کرے اگر وہ میری آدھی بادشاہی چاہے

تو بھی مجھے قبول ہے کیونکہ مجھ میں ان کے ڈنڈے کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں دھوبی کہنے لگا سوائے اس کے کہ بادشاہ کی گردن پر یہ ڈنڈا ماروں کوئی اور چارہ کار نہیں اور دوسرے کوئی حاجت نہیں چاہتا بادشاہ مجبور ہو گیا اور اپنے آپ کو قضا کے حوالے کیا دھوبی نے اپنا ڈنڈا پوری قوت سے بلند کیا اور بادشاہ کی گردن پر ایسا مارا کہ وہ زمین پر گر کر بیہوش ہو گیا اور اس کے صدمے سے صاحب فراش ہوا اور ایک سال تک علاج کراتا رہا حالت یہ تھی کہ روٹی کے ساتھ پانی اس کے حلق میں ڈالتے جب بہتر ہوا اور اس نے سمجھا کہ اب کھا پی سکتا ہوں اور اپنی جگہ پر بیٹھ سکتا ہے تو اس نے دھوبی کا حال پوچھا انھوں نے کہا کہ ہم نے اس کو قید کر رکھا ہے تو بادشاہ نے اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا جب اس کو انھوں نے حاضر کیا تو بادشاہ کہنے لگا اپنی دوسری حاجت طلب کر چونکہ میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ میری دوسری حاجت یہ ہے کہ یہ ڈنڈا بادشاہ کی گردن کی دوسری طرف لگاؤں جب بادشاہ نے سنا تو اتنا واویلا کیا کہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا اے نادان کوئی ایسی مانگ جو تیرے لئے فائدہ مند ہو وہ کہنے لگا یہی ہے جو میں نے کہی ہے بادشاہ نے وزراء سے مشورہ کیا وہ کہنے لگا یہ قبول کیا جائے بادشاہ کہنے لگا وائے ہو تم پر میں اس ڈنڈے کی ضرب سے ایک سال تک بستر پر پڑا رہا ہوں اس دفعہ تو مر جاؤں گا وہ کہنے لگے اور کوئی چارہ کار تو ہمیں نظر نہیں آتا جب بادشاہ نے معاملہ اس طرح دیکھا تو دھوبی سے کہا جس دن تجھے میرے پاس لے آئے تھے کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے سجدہ کیا ہے انھوں نے سجدہ نہ کرنے کی جھوٹی نسبت میری طرف دی ہے کہنے لگا ہاں میں نے کہا تھا لیکن آپ نے میری تصدیق نہیں کی کہنے لگا اب کہو تا کہ میں سنوں کیا تو نے سجدہ کیا تھا اس نے کہا جی ہاں یہ سنتے ہی بادشاہ اپنی جگہ سے اچھلا اور دھوبی کا سر چوم لیا اور کہنے لگا میں کہتا ہوں کہ تو اپنے قول میں سچا ہے اور فریقین کے موکل جھوٹے ہیں اب میں انھیں تیرے اختیار میں دیتا ہوں اور تجھے ان کا امیر مقرر کرتا ہوں مہدی عباسی اسی حکایت کو سن کر اتنا ہنسا کہ پاؤں زمین پر رگڑنے لگا اور کہنے لگا بہت اچھے اور اس کو صلہ و انعام دیا۔

اور مہدی کی خلافت کے زمانہ ۱۵۸ھ تھا کہ ابو حنیفہ کے ساتھی زفر بن ہذیل کی وفات ہوئی اور ۱۶۱ھ کی ابتدا میں سفیان ثوری نے جو ثور تمیم کی طرف منسوب ہے بصرہ میں وفات پائی دمیری نے کہا ہے کہ سفیان کوفہ کا رہنے والا تھا اور ایک دفعہ اس سے عثمان و علی کے متعلق سوال ہوا تو ثوری نے کہا اہل بصرہ عثمان کو فضیلت دیتے ہیں اور اہل کوفہ علی کو کہنے لگے تو کس مذہب پر ہے کہنے لگا میں اہل کوفہ ہوں یعنی تفضیل علی کا قائل ہوں انتہی اور ثوری سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے صادق جعفر بن محمد علیہ السلام سے ملاقات کی تو میں نے ان سے کہا اے فرزند رسولؐ مجھے وصیت کیجیے تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے سفیان جھوٹے شخص میں مروت نہیں ہوتی بادشاہوں کا کوئی بھائی نہیں ہوتا حاسد کے لئے راحت و آرام نہیں اور بد خلق سردار نہیں بن سکتا۔ پس میں نے عرض کیا اے فرزند رسول خدا کے لئے کچھ مزید فرمایئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے سفیان اللہ پر بھروسہ رکھ اگر تو مومن ہے تو ڈر جو اللہ نے تقسیم کی ہے اس پر راضی رہ تو غنی و تونگر ہو جائے گا اور جو تیرے پڑوس میں رہتا ہو اس کا اچھا ہمسایہ بن تو مسلمان ہو جائے گا اور فاجر کا ساتھی نہ بن ورنہ وہ تجھے اپنے فسق و فجور کی تعلیم دے گا اور اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ کر جو خوف خدا رکھتے ہیں یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا جو باتیں میرے والد نے مجھ سے کہیں ان میں سے یہ ہے اے بیٹا جو برے کی رفاقت و صحبت اختیار کرے وہ سالم نہیں رہ سکتا اور جو بری

جگہوں پر جائے وہ متہم ہوگا اور جس کا اپنی زبان پر قابو نہ ہو وہ گناہ کرے گا اور ثوری ہی سے منقول ہے وہ کہتا ہے جب میں نے ایک سال حج کیا تو میں نے حضرت صادقؑ کی زیارت کا ارادہ کیا پس میں آپؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے آپؑ سے عرض کیا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں آپؑ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپؑ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے فرمایا اے سفیان زمانہ خراب ہو گیا اور بھائی بدل گئے ہیں اور آنکھیں پھر گئی ہیں پس میں نے دیکھا ہے کہ علیحدگی دل کو زیادہ سکون دیتی ہے پھر فرمایا لکھو ذھب الوفاء ذھاب امس الذاھب والناس بین مخاتل ومواورب یفشون بینھم المودة والصفا قلوبھم محشوة بعقارب وفا گذشتہ کل کی طرح ختم ہو گئی ہے اور لوگ دھوکہ باز اور فریب دینے والے ہیں آپس میں محبت وصفائی ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل بچھوؤں سے بھرے ہوئے ہیں پھر ثوری نے آپؑ سے مزید وعظ کرنے کی خواہش کی تو آپؑ نے اس کو وعظ فرمایا یہاں تک کہ فرمایا جب تم پر ہم وغم غلبہ کر لیں تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہو اور جب رزق میں تاخیر ہو جائے تو تم پر لازم ہے کہ استغفار کرو اور تقویٰ کو اختیار کرو اور صبر کرو اور دین وآخرت کے معاملہ میں ڈرتے رہو ثوری کہتا ہے پس میں کھڑا ہو گیا اور واپس آ گیا۔

احادیث امامیہ میں بہت سی روایات ثوری کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں اور کافی کی روایت میں ہے کہ ثوری حضرت صادقؑ کی خدمت میں پہنچا جب کہ آپؑ سوار ہو چکے تھے اور کہیں جانا چاہتے تھے سفیان نے عرض کیا ہمارے لئے رسول خدا کا وہ خطبہ بیان کیجیے جو آپ مسجد خیف میں فرمایا تھا آپؑ نے فرمایا مجھے مہلت دو کہ میں اپنی حاجت کے لئے جاؤں اور وہاں سے واپس آ جاؤں اس وقت تم سے بیان کروں گا ثوری نے قبول نہ کیا اور حضرتؑ کو قسم دی کہ ابھی مجھ سے بیان فرمایئے حضرتؑ سواری سے اتر آئے سفیان نے کہا حکم دیجیے کہ کاغذ ودوات بھی لے آئیں حضرتؑ کے حکم سے وہ سامان لایا گیا تب آپؑ نے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خطبہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد خیف میں خدا تر وتازہ اور خوش وخرم رکھے اس بندے کو جو میری بات سنے اور اس کو یاد رکھے اور اسے اس تک پہنچائے کہ جس تک نہیں پہنچی اے لوگو حاضر غائب تک پہنچائے بہت سے فقہ کے حامل اور اسے لے جانے والے فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے فقہ کو اس کے پاس لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا اللہ کے لئے خالص عمل کرنے میں آئمہ مسلمین کے لیے مخلص ہونے میں اور مسلمانوں کی جماعت کو اختیار کرنے میں کیونکہ ان کی دعوت ان کو پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں ان کے خون برابر ہیں اور وہ اپنے غیر کے خلاف ایک ہاتھ ہیں ان کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی وہ کوشش کرتا ہے جو ان میں سے زیادہ قریب ہوتا ہے سفیان نے خطبہ لکھ لیا اور حضرتؑ کے سامنے پیش کیا تب حضرتؑ اپنی حاجت کے لئے چلے گئے اور سفیان روانہ ہو گیا راستہ میں حدیث کا مطالعہ کیا اور فکر کی کلمہ آئمۃ مسلمین کے لئے مخلص ہونے میں تو اس نے سمجھا کہ اس سے مراد امیر المومنینؑ اور ان کی اولاد ہے اسی وقت کاغذ پھاڑ دیا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا اس حدیث کو پوشیدہ رکھنا اور کسی سے نہ کہنا۔

اور ۱۶۱ھ ہی میں ایک قول کی بنا پر ابراہیم ادہم بلخی (جو مشہور ہے) نے وفات پائی اور ابراہیم بادشاہوں کی زاہد پرہیزگار اولاد ارباب سیر وسلوک کا رئیس ہے باوجود اس کے کہ بلخ میں اس کی بادشاہی اور سلطنت تھی اس نے ملک وحکومت چھوڑ کر لباس فقر پہنا

اور سیاحت و گردش بلاد میں مشغول ہوا اس کی نادر حکایات بہت سی ہیں اور اس کی توبہ اور بیدار ہونے کے سبب میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک دن اپنے محل میں نظارہ کر رہا تھا کہ اس نے ایک مرد فقیر کو دیکھا کہ وہ اس کے قصر کے سایہ میں بیٹھ گیا ایک پرانا سا تھیلا اس کے پاس تھا اس سے اس نے ایک روٹی نکالی اور کھالی اور اس کے بعد پانی پیا اور آرام سے سو گیا تو ابراہیم خواب غفلت سے بیدار ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگا جب نفس انسانی اس غذا پر قناعت کر سکتا ہے اور آرام سے سو سکتا ہے تو میں ان کی دنیا کی زینتوں کو کیوں چاہتا ہوں کہ جن کا سوائے زحمت و حسرت کے مرنے کے وقت کوئی نتیجہ اور فائدہ نہیں پس یکدم اس نے بادشاہی چھوڑ دی اور لباس فقر پہن لیا بلخ سے ہجرت کی ابراہیم نقل کرتا ہے کہ اس نے ایک دن چاہا کہ حمام میں جائے حمام والے نے جب اس کے بہت پرانے کپڑے اور اس کا ہاتھ مال دنیا سے خالی دیکھا تو اسے حمام میں داخل نہ ہونے دیا ابراہیم نے کہا تعجب ہے اس شخص کے لئے کہ جو حمام میں جانے سے مال نہ ہونے کی وجہ سے روک دیا گیا ہے وہ کس طرح یہ طمع و آرزو رکھتا ہے کہ بغیر اطاعت اور اعمال کے جنت میں داخل ہوگا اور یہ بھی اس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ چند ابدال میرے مہمان ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ اتنی مجھے بلیغ نصیحت کرو کہ میں خدا سے ڈروں جس طرح تم خدا سے ڈرتے ہو وہ کہنے لگے ہم تجھے چھ چیزیں یاد کراتے ہیں پہلی یہ کہ جو ریا کی باتیں کرے اسے رقت قلب کی آرزو نہیں کرنی چاہیے دوسری یہ کہ جو زیادہ سوئے اسے رات کو بیدار ہونے اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے کی آرزو نہیں رکھنی چاہیے تیسری یہ کہ جو لوگوں سے زیادہ ملاپ رکھتا ہے اسے عبادت کی حلاوت کی آرزو نہیں ہونی چاہیے چوتھی یہ کہ جو ظالموں کو پسند کرے وہ استقامت دین کی طمع نہ رکھے پانچویں یہ کہ غیبت اور جھوٹ جس کی عادت ہو وہ یہ آرزو نہ رکھے کہ باایمان ہو کر دنیا سے جائے گا چھٹی یہ کہ لوگوں کی رضا و خوشنودی کا طالب ہے وہ خدا کی خوشنودی اور رضا کی طمع نہ رکھے ابراہیم کہتا ہے جب میں نے اس موعظہ میں غور و فکر کیا تو اس میں اولین و آخرین کا علم پالیا۔

اور مجمع البیان وغیرہ سے منقول ہے کہ ابراہیم ادھم بصرہ کے بازاروں سے گزر رہا تھا کہ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے اے ابراہیم خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ادعونی استجب لکم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا ہم خدا سے دعا کرتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں ہوتی ابراہیم نے کہا اے اہل بصرہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے دل دس چیزوں میں مردہ ہیں کہنے لگے اے ابواسحاق وہ دس چیزیں کونسی ہیں کہنے لگا پہلی یہ کہ تم نے خدا کو پہچانا ہے لیکن اس کے حق کو ادا نہیں کیا دوسری یہ کہ قرآن کو تم نے پڑھا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیا تیسری یہ کہ تم نے پیغمبر کی محبت کا دعویٰ کیا ہے اور اس کی اولاد سے دشمنی رکھی ہے چوتھی یہ کہ شیطان کی دشمنی کا دعویٰ کیا لیکن اس سے موافقت کی ہے پانچویں یہ کہ بہشت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو لیکن اس کے لئے کوئی عمل اور کام نہیں کرتے چھٹی یہ کہ جہنم کے خوف کا دعویٰ کرتے ہو حالانکہ اپنے بدنوں کو اس کی آگ میں پھینکتے ہو اور ساتویں یہ کہ لوگوں کے عیوب بیان کرنے میں مشغول ہوئے ہو اور اپنے عیوب سے غافل ہو آٹھویں یہ کہ دنیا کی دشمنی اور بغض کا دعویٰ کرتے ہو اور اسے جمع کر رکھا ہے نویں یہ کہ موت کا اقرار کرتے ہو لیکن اس کے لئے تیاری نہیں کی دسویں یہ کہ اپنے مردوں کو تم نے دفن کیا ہے لیکن ان سے عبرت حاصل نہیں کی اس لئے تمہاری دعا قبول نہیں ہوتی اور ان کلمات کا مضمون رسول خدا سے روایت ہوا ہے شاید ابراہیم نے

آنحضرتؑ کے کلمات سے اخذ کیا ہو خلاصہ یہ کہ نوادر حکمت کی باتیں ابراہیم کی بہت ہیں لیکن اس مقام پر اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اور ۱۶۱ھ ہی میں حماد عجرد شاعر نے وفات پائی اور وہ مخضرمین میں سے تھا اور مخضری اصل میں اس شاعر کو کہتے ہیں کہ جس نے جاہلیت اور اسلام کے زمانہ کو دیکھا ہو مثلاً لبید و نابغہ لیکن مجازاً یہ لفظ اس پر بھی بولا جاتا ہے جس نے دو حکومتوں کو دیکھا ہو مثلاً حماد عجرد (۲) حماد بن زبرقان (۳) اور حماد راویہ حماد بن ابی لیلیٰ ہے کہ اس نے بھی مہدی کے زمانہ میں اور ایک قول ہے کہ منصور کے زمانہ میں ۱۵۵ھ میں وفات پائی اور اس کو حماد راویہ اس لئے کہتے تھے کہ وہ شعراء کے اشعار کی زیادہ روایت کرتا تھا اور سب لوگوں سے ایام عرب انسان اشعار عرب اور ان کے اخبار کو زیادہ جانتا تھا اور اموی بادشاہ اس کا احترام کرتے تھے جس وقت وہ ولید بن یزید کے دربار میں تھا تو ولید نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیوں راویہ کہتے ہیں کہنے لگا چونکہ میں ہر شاعر کے شعر کی روایت کرتا ہوں ولید نے کہا تجھے کتنے اشعار یاد ہیں جو کہنے لگا اتنے زیادہ کہ جن کی مقدار مجھے معلوم نہیں لیکن ہر مجم صرف کی تعداد میں مجھے سو سو قصیدے یاد ہیں علاوہ شعراء جاہلیت کے قطعات کے جو شعراء اسلام کے غیر ہیں کہ جنہیں میں پڑھتا ہوں ولید کے کہنے پر اس کا امتحان کیا گیا جب اسے معلوم ہوا کہ سچ کہتا ہے تو اسے ایک لاکھ درہم انعام میں دیئے اور اس کے مشابہ ہے حفظ اشعار اور دواوین عرب سے باخبر ہونے میں ابو عمرو بندار بن عبدالحمید اصفہانی جو ابن لرہ کے نام سے مشہور اور متوکل کا مصاحب ہے منقول ہے کہ نوسو قصیدے اسے یاد تھے کہ جن کا پہلا بانت سعاد تھا اسی طرح ترمذی سے طبقات النحاۃ میں حکایت ہوئی ہے خلاصہ یہ کہ حماد عجرد کے واقعات اور اس کے اشعار بشار کی مذمت میں اور بشار کے اس کے حق میں بہت زیادہ ہیں اور اغانی کی جلد نمبر ۱۳ میں اس کے حالات مذکور ہیں اس نے شیراز میں وفات پائی جب وہ محمد بن سلیمان بن علی عباسی کے خوف سے بھاگ گیا تھا اور ۱۶۱ھ ہی میں ابودلامہ زند بن جون نے وفات پائی اور اس کی نادر حکایات منصور اور مہدی کے ساتھ بہت ہیں اگر اختصار پر بنا نہ ہوتی تو چند نادر واقعات اس کے ہم بیان کرتے اور ۱۶۸ھ میں حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ نے وفات پائی اور مہدی کے ہی زمانہ میں ثقہ جلیل القدر عمر بن محمد بن عبدالرحمان نے جو ابن اذینہ کے نام سے مشہور تھے مہدی کے خوف سے فرار کیا اور یمن میں وفات پائی اور وہ جناب ثقات اصحاب امامیہ میں سے ہیں۔

اور مہدی ہی کے زمانہ میں عباس بن علی بن حسن مثلث شہید ہوئے اور اس کا سبب یہ ہوا کہ عباس بن علی بغداد میں آئے اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور زیدیہ کی ایک جماعت ان کی گرویدہ ہوگئی جب مہدی کو خبر ہوئی تو حکم دیا اور ان کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا وہ مسلسل قید میں رہے یہاں تک کہ ان کے چچازاد بھائی حسین بن علی شہید فخ نے ان کی سفارش کی مہدی نے انہیں حسین کو بخش دیا اور زندان سے رہا کیا لیکن زہر آلود شربت انہیں دے دیا رفتہ رفتہ وہ زہر انہیں کمزور کرتا گیا یہاں تک کہ جب وہ مدینہ میں وارد ہوئے تو ان کے بدن کا گوشت خراب ہو گیا اور ان کے اعضاء ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے مدینہ میں وارد ہونے کے تین دن بعد دنیا سے رخصت ہوئے اور مہدی کی خلافت کے زمانہ میں علی بن زید بن علی بن حسینؑ نے بھی جو مہدی کے خوف سے کوفہ میں چھپے ہوئے تھے وفات پائی۔

عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسینؑ کے حالات کا ذکر!

واضح ہو کہ ابوالفرج نے عیسیٰ بن زید کی بڑی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وہ جلیل القدر و صاحب علم وورع و زہد تقویٰ تھا اور حضرت صادقؑ ان کے بھائی عبداللہ بن محمدؑ اور اپنے باپ زید بن علیؑ اور دوسرے لوگوں سے روایت کرتا تھا اور اس کے ہمعصر علماء اس کے قدوم کو بابرکت شمار کرتے تھے اور سفیان ثوری کو اس سے بڑی عقیدت تھی اور وہ اس کی زیادہ تعظیم و احترام کرتا تھا لیکن مخفی نہ رہے کہ کافی میں جو روایت تحریر ہے اس کے مطابق اس کی مدح محل نظر ہے کیونکہ اس سے اس کی سوئے عقیدت اپنے امام زمانہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

اور اس کی جسارت حضرتؑ کی نسبت معلوم ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ اس کی ولادت شام کے راستے میں ہوئی کیونکہ زید ہشام بن عبدالملک کے پاس جا رہے تھے تو ایک منزل پر در نصاریٰ میں قیام کیا اسی رات عیسیٰ پیدا ہوا اور اس کا نام حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کے نام پر رکھا اور عیسیٰ محمد و ابراہیم عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کے واقعہ میں موجود تھا اور محمد نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد لوگوں سے مخفی رکھنا یہاں تک کہ مہدی کے زمانہ میں وفات پائی اور جن دنوں عیسیٰ خلیفہ کے خوف سے مخفی تھا یحییٰ بن حسین بن زید اور صاحب عمدۃ المطالب کے قول کی بنا پر محمد بن محمد بن زید) عیسیٰ کے بھتیجے نے اپنے باپ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ میرے چچا کی رہبری کرو اور مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تاکہ میں ان سے ملاقات کروں کیونکہ بری بات ہے کہ میرا اس قسم کا چچا ہو اور میں اسے نہ دیکھوں باپ نے کہا بیٹا یہ خیال دل سے نکال دو کیونکہ تیرے چچا عیسیٰ نے اپنے کو چھپا رکھا ہے اور وہ پسند نہیں کرتا کہ پہچانا جائے اور مجھے ڈر ہے کہ اگر تجھے اس کی رہبری کروں اور تو اس کے پاس جائے تو وہ سختی میں مبتلا ہو اور اپنے مکان کو عوض کرے یحییٰ نے اس معاملہ میں زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ باپ کو راضی کر لیا کہ وہ عیسیٰ کا مکان سے اسے بتائے حسین نے کہا اے بیٹا اگر چاہتے ہو کہ اپنے چچا سے ملاقات کرو تو سفر کا ساز و سامان تیار کرو اور مدینہ سے کوفہ کی طرف کوچ کرو جب کوفہ میں پہنچ جاؤ تو محلہ بنی حی پوچھو جب یہ معلوم ہو جائے تو فلاں کوچہ میں جاؤ اور اس کوچہ کی توصیف کی جب اس کوچہ میں پہنچو تو ایک مکان تمہیں نظر آئے گا جس کی فلاں صفت اور فلاں نشانی ہے وہی تمہارے چچا کا گھر ہے لیکن تم گھر کے دروازے پر نہ بیٹھنا بلکہ اس کوچہ کے ابتدائی حصہ میں مغرب تک بیٹھے رہنا اس وقت تجھے بلند قامت شخص نظر آئے گا جو خوبصورت اور سن کہولت میں کہ سجدہ کے آثار اس کی پیشانی پر نمایاں ہوں گے اور ریشم کا جبہ پہنے ہوگا اور اس کے آگے اونٹ ہوگا اور وہ سقائی (مشکیں بھر کر پانی دینا) سے واپس آ رہا ہوگا اور ہر قدم جو اٹھائے گا اور رکھے گا ذکر خدا کرے گا اور آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہوں گے تمہارا چچا عیسیٰ ہے جب اس کو دیکھنا کھڑے ہو جانا اس کو سلام کرنا اور ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دینا تیرا چچا پہلے تو تجھ سے وحشت کرے گا تم اسے اپنے نشاندہی کرانا تاکہ اس کا دل سکون کرے پھر تھوڑے وقت اس سے ملاقات کرنا اور اپنے بیٹھنے کو طول نہ دینا تاکہ کوئی تمہیں دیکھ نہ لے اور اسے پہچان لے پھر اس کو الوداع کہنا اور دوبارہ اس کے پاس نہ

جانا اور تجھ سے بھی وہ پوشیدہ اور مخفی ہو جائے گا اور مشقت و زحمت میں مبتلا ہوگا۔ یحییٰ نے کہا جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی اطاعت ہوگی پس اس نے سفر کی تیاری کی اور باپ سے رخصت ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا جب کوفہ پہنچا اور منزل کی تب اپنے چچا کی تلاش کے درپے ہوا محلہ بنی حی پوچھا اور جس گھر اس کے باپ نے نشانی بتائی تھی وہ پالیا پھر کوچہ سے باہر اپنے چچا کے انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ غروب آفتاب ہوا اچانک اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس نے اونٹ اپنے آگے لگایا ہوا تھا اپنے چچا کے انتظار میں بیٹھا یہاں تک کہ غروب آفتاب ہوا اچانک اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس نے اونٹ اپنے آگے لگایا ہوا تھا اور اسے ہانک رہا تھا انھیں صفات والا جو اس کے باپ نے بتائی تھیں اور جو قدم وہ اٹھاتا اور رکھتا اس کے لب ذکر خدا میں متحرک ہوئے اور آنسو اس کی آنکھوں سے گر رہے تھے یحییٰ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کو سلام کیا اور اس سے معانقہ کیا یحییٰ کہتا ہے کہ جب میں نے ایسا کیا تو جس طرح وحشی انس سے وحشت کرتا ہے اس نے مجھ سے وحشت کی تو میں نے کہا اے چچا میں یحییٰ بن حسین زید آپ کا بھتیجا ہوں جب اس نے یہ سنا تو مجھے سینہ سے لگالیا اور اتنا گریہ کیا کہ اس کی حالت غیر ہوگئی کہ میں نے کہا ابھی بے ہوش ہو جائے گا جب کچھ اپنی حالت پر آیا اپنا اونٹ بٹھایا اور خود میرے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنے اقرباء اہل بیت کے حالات مردوں عورتوں اور بچوں کے ایک ایک کر کے پوچھے میں نے ان کے حالات بیان کرتا تھا اور وہ روتا جاتا تھا جب ان کے حالات سے باخبر ہوا تو اپنے حالات مجھ سے بیان کئے اور فرمایا اے میرے بیٹے اگر میرے حالات چاہتا ہے تو جانو کہ میں نے اپنا نسب اور حال لوگوں سے چھپا رکھا ہے اور یہ اونٹ کرایہ پر لیا ہوا ہے ہر روز ماشکیوں کا کام کرتا ہوں اس میں سے اونٹ کا کرایہ مالک کو دیتا ہوں اور جو کچھ بچتا ہے اپنے اوپر صرف کرتا ہوں اور اگر کسی دن کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے اور اس دن میں پانی کھینچنے کے لئے نہ جاسکوں تو اس دن کا خرچہ میرے پاس نہیں ہوتا کہ اسے صرف کروں پس مجبوراً کوفہ سے باہر چلا جاتا ہوں اور بچی ہوئی سبزیوں سے یعنی کاہو کے پتے اور کھیرے کے چھلکے وغیرہ جنہیں لوگ پھینک دیتے ہیں جمع کر کے انھیں اپنی غذا قرار دیتا ہوں اور اس مدت میں کہ چھپا ہوا ہوں میں نے اسی گھر میں قیام کیا ہوا ہے اور گھر کا مالک ابھی تک مجھے نہیں پہچانتا اور کچھ مدت میں اس گھر میں رہا تھا کہ اس نے اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کردی اور خدا نے مجھے اس سے ایک بیٹی کرامت فرمائی جب وہ بلوغ کو پہنچی تو اس کی ماں مجھ سے کہنے لگی کہ یہ لڑکی فلاں ماشکی کے لڑکے سے بیاہ دو جو ہمارا ہمسایہ ہے کیونکہ وہ اس کی خواستگاری کیلئے آئے ہیں میں نے کوئی جواب نہ دیا اور میری بیوی بہت اصرار کرتی رہی اور میں جواب میں خاموش تھا اور جرات نہیں کرسکتا تھا کہ اپنا نسب اس سے کہہ سکوں اور اسے خبر دوں کہ میری بیٹی اولاد پیغمبر ہے اور وہ کفو اور ہمشان فلاں ماشکی کے بیٹے کی نہیں اور ہمیشہ میری بیوی میرے فقر و فاقہ افلاس اور گمنامی کو دیکھتے ہوئے اس معاملہ میں اصرار یہاں تک کہ میں تدبیر کار سے عاجز آ گیا اور خدا سے اس امر کی کفایت چاہی خداوند عالم نے میری دعا قبول کی اور چند دنوں کے بعد میری بیٹی مرگئی اور اس کے دکھ سے مجھے راحت ملی لیکن میرے بیٹا ایک دکھ میرے دل میں موجود ہے کہ میں گمان نہیں رکھتا کہ کسی کے دل میں اس قدر دکھ اور درد ہوگا اور وہ دکھ یہ ہے کہ جب تک میری بیٹی زندہ تھی میں اس سے اپنے آپ کو پہنچانو اس کا اور نہ اسے یہ بتاسکا ہوں کہ اے نور دیدہ تو اولاد رسول میں سے ہے اور تو بی بی ہے نہ کہ ایک مزدور اور ماشکی کی بیٹی اور وہ مرگئی لیکن اپنی عزت وشان کو نہ پہچان سکی پھر میرے چچا نے مجھ کو رخصت کیا اور مجھے قسم

دی کہ دوبارہ اس کے پاس نہ جاؤں مبادا کہ لوگ سمجھ جائیں اور اسے پہچان لیں اور وہ مصیبت میں پھنس جائے پھر میں چند دنوں کے بعد ایک دفعہ دوبارہ اسے دیکھنے کے لئے گیا لیکن میں نے اسے نہیں دیکھا بس وہی ایک ملاقات میری اس سے ہوئی خلاصہ یہ کہ عیسیٰ جب تک زندہ رہا اس کی یہی حالت رہی مہدی کے دل میں اس کا بہت خوف تھا اور کسی طرح سے مہدی کو اس کا پتہ نہ چل سکا تھا اور جس حیلہ وتدبیر سے اس نے چاہا کہ عیسیٰ کو تلاش کرے نہ ہو سکا یہاں تک کہ عیسیٰ کی وفات ہوگئی ابوالفرج نے قصیب واشی سے روایت کی ہے جو کہ زید بن علی کا صحابی اور عیسیٰ بن زید کا مخصوص دوست تھا وہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں عیسیٰ کوفہ میں چھپا ہوا تھا کبھی کبھار ہم اس کو دیکھنے کے لئے ڈرتے ہوئے اس کے پاس جاتے تھے اور بعض اوقات وہ صحرا میں ہوتا اور آب کشی کرتا پس ہمارے پاس بیٹھتا اور ہم سے باتیں کرتا اور کہتا کہ خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ میں تمہارے متعلق ان سے بے خوف ہوتا یعنی خلیفہ اور اس کے اعوان و انصار سے تو میں تمہاری ملاقات کا شوق رکھتا ہوں اور ہمیشہ خلوتوں اور بستر پر سونے میں تمہیں یاد رکھتا ہوں اب جاؤ تا کہ تمہاری جگہ اور تمہارا معاملہ شہرت نہ پکڑے اور تمہیں کوئی برائی یا ضرر نہ لاحق ہو اور عمدۃ المطالب میں ہے کہ ایک وقت محمد مہدی حلوان کی ایک جگہ گیا تو یہ شعر ایک دیوار پر لکھے ہوئے دیکھے "منخرق الخفین یشکو االوجیٰ" پھٹی ہوئی جوتیوں والا پاؤں کے درد کی شکایت کرتا ہے الخ

اور عیسیٰ کو چند افراد پہچانتے تھے اور پوشیدہ طور پر اس کے حالات سے باخبر تھے ایک ان میں سے ابن علاق صیرفی اور دوسرا حاضر اور تیسرا صباح زعفرانی اور چوتھا حسن بن صالح تھا اور مہدی اس بات کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ اگر عیسیٰ کو نہ پا سکے تو کم از کم ان چند افراد پر کامیاب ہو جائے یہاں تک کہ حاضر پر اسے کامیابی حاصل ہوگئی اور اسے قید کر دیا اور ہر حیلہ کے ساتھ اس نے چاہا کہ اسے حاضرین سے عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی خبر ملے لیکن اس نے مخفی رکھا اور ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ انھوں نے قتل کر دیا۔

اور جب عیسیٰ کی وفات ہوئی تو دو چھوٹے بچے اس کے رہ گئے صباح ان کی کفالت کرتا تھا اور منقول ہے کہ صباح نے حسن سے کہا جب کہ عیسیٰ کی وفات ہوگئی ہے تو کیا مانع ہے کہ ہم اپنے آپ کو ظاہر کریں اور عیسیٰ کی موت کی خبر مہدی کو دے دیں تا کہ اسے راحت پہنچے اور ہم بھی اس کے خوف سے مامون ہو جائیں کیونکہ مہدی ہمیں عیسیٰ ہی کے لئے تلاش کرتا تھا اب جب کہ وہ فوت ہو گیا ہے اب اسے ہم سے کوئی سروکار نہیں حسن کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں دشمن خدا کی آنکھ ولی اللہ نبی کے بیٹے کی موت سے روشن نہیں کروں گا اور ایک رات جو میں حالتِ خوف میں کاٹوں وہ ایک سال کے جہاد اور عبادت سے بہتر ہے۔

صباح کہتا ہے کہ جب عیسیٰ کی موت کو دو ماہ گذرے تو حسن بن صالح بھی فوت ہو گیا اس وقت میں احمد و زید عیسیٰ کے یتیموں کو لے کر بغداد کی طرف گیا جب بغداد پہنچا تو بچوں کو ایک گھر میں رکھا اور خود پرانا لباس پہن کر مہدی کے دارالخلافہ کی طرف گیا جب میں وہاں پہنچا اور میں نے کہا کہ میں صباح زعفرانی ہوں اور دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی خلیفہ نے مجھے بلایا جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا تو ہے صباح زعفرانی میں نے کہا جی ہاں کہنے لگا لا حیاک اللہ ولا بیاک اللہ ولا قرب دارک نہ خدا تجھے زندہ رکھے اور نہ تجھے کسی چیز کا مالک بنائے اور نہ تیرے گھر کو قرب قرار دے اے دشمن خدا تو ہے وہ جو لوگوں کو میرے دشمن عیسیٰ کی بیعت لیتا تھا میں نے کہا ہاں وہ کہنے لگا پس تو اپنے پاؤں سے چل کر موت کی طرف آیا ہے میں نے کہا اے امیر میں تمہارے لئے بشارت

اور تعزیت لے کر آیا ہوں وہ کہنے لگا تیری بشارت اور تعزیت کیا تو میں نے کہا بشارت تو عیسیٰ بن زید کی موت کی وجہ سے ہے اور تعزیت بھی عیسیٰ کی وجہ سے کی ہے کیونکہ عیسیٰ آپ کا چچازاد اور قریبی تھا مہدی نے جب یہ سنا اس نے محراب کی طرف رخ کیا اور سجدہ شکر بجالایا اور حمد خدا کی اس کے بعد پوچھا کہ عیسیٰ نے کب وفات پائی میں نے کہا دو ماہ گذر رے ہیں کہنے لگا تو اس وقت تو نے مجھے خبر کیوں نہیں کی میں نے کہا حسن بن صالح مجھے ایسا نہیں کرنے دیتا تھا یہاں تک کہ جب وہ بھی مر گیا تو میں تیرے پاس آیا ہوں مہدی نے جب حسن کی موت کی خبر سنی تو دوبارہ سجدہ کیا اور کہنے لگا الحمد للہ کہ خدا نے اس کے شر کی مجھ سے کفایت کی کیونکہ وہ میرے دشمنوں میں زیادہ سخت تھا اس وقت کہنے لگا اے شخص جو کچھ چاہتا ہے مجھ سے طلب کر کہ تیری حاجت پوری ہوگی اور میں تجھے مال دنیا سے بے نیاز کر دوں گا میں نے کہا خدا کی قسم میں تجھ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ تجھ سے کوئی حاجت چاہتا ہوں سوائے ایک حاجت کے وہ کہنے لگا وہ کونسی ہے میں نے کہا عیسیٰ بن زید کے یتیموں کی کفالت خدا کی قسم اگر میرے پاس کچھ ہوتا کہ جس سے میں ان کی کفالت کر سکتا تو میں یہ بھی تجھ سے طلب نہ کرتا اور انھیں بغداد و ھ لے آ تا پس میں نے عیسیٰ اور اس کے بچوں کے حالات نقل کئے اور میں نے کہا اے امیر جب تک کہ عیسیٰ زندہ تھا سقائی اور ماشکی کا کام کرتا تھا اور جو کچھ اس کام سے اسے ملتا اسے وہ اپنے بچوں پر خرچ کرتا اور جب عیسیٰ فوت ہو گیا تو اس کے پاس کچھ نہیں تھا جو اس کے بچوں کی سرپرستی کرتا لہٰذا میں نے انھیں اپنے گھر والوں میں شامل کر لیا لیکن میں ان کے اخراجات سے عاجز ہوں اور میرے پاس کچھ نہیں ہے اور بھوک و پریشانی کا ان پر اتنا غلبہ ہے قریب ہے کہ وہ مر جائیں چونکہ وہ آپ کے عزیز اور رشتہ دار ہیں لہٰذا وہ اس کے مستحق ہیں کہ انھیں باپ کی شفقت دو اور انھیں بھوک سے بچاؤ مہدی نے جب بچوں کی حالت سنی تو بے اختیار رونے لگا یہاں تک کہ اس کے آنسو گرنے لگے کہنے لگا اے شخص خدا تجھے جزائے خیر دے تو نے بڑا اچھا کیا کہ مجھے ان کے حالات کی خبر دی اور تو نے ان کے حق کو ادا کیا ہے بیشک عیسیٰ کے بچے میرے بچوں کی طرح ہیں اب جاؤ اور انھیں میرے پاس لے آؤ میں نے کہا ان کے لئے امان ہے کہنے لگا ہاں وہ خدا کی امان اور میری امان میں اور میرے ذمہ اور میرے آباؤ اجداد کے ذمہ ہیں۔ میں بار بار اسے قسم دیتا تھا اور اس سے امان کا عہد لیتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں انھیں اسی کے پاس لے آؤں اور انھیں کوئی تکلیف و آسیب پہنچے اور مہدی بھی بار بار انھیں امان دیتا تھا یہاں تک کہ اس نے گفتگو کے آخر میں کہا اے میرے دوست چھوٹے بچوں کا کیا قصور ہے کہ میں انھیں کسی قسم کی تکلیف دوں جو میری سلطنت سے معارضہ کرتا تھا وہ ان کا باپ تھا اگر وہ بھی میرے پاس آتا اور مجھ سے نزاع نہ کرتا تو مجھے اس سے بھی کوئی سروکار نہ ہوتا چہ جائیکہ چھوٹے یتیم بچے ابھی جاؤ اور انھیں میرے پاس لے آؤ خدا تمھیں جزائے خیر دے اور تجھ سے بھی میں خواہش کرتا ہوں کہ میرے عطیہ کو قبول کرو میں نے کہا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں اس وقت میں گیا اور عیسیٰ کے بچوں کو لے آیا جب مہدی نے انھیں دیکھا تو ان کی حالت پر رقت کی اور انھیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور ایک کنیز کو حکم دیا کہ ان بچوں کی پرستاری کرو اور چند آدمی بھی ان کی خدمت کے لئے موکل کئے اور میں بھی تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ان کے حال کی تحقیق کرتا رہتا اور مسلسل دار الخلافہ میں تھے یہاں تک کہ محمد امین خلیفہ ہوا اور مارا گیا تو اس وقت میں وہ دار الخلافہ سے باہر نکلے زید بیمار ہو کر مر گیا اور احمد کہیں روپوش ہو گیا۔

موسیٰ بن مہدی ملقب بہ ہادی کی خلافت کا ذکر

۲۲ محرم ۱۶۹ھ میں جب مہدی نے ماسبذان میں وفات پائی تو خلافت موسیٰ ہادی کی طرف منتقل ہوئی اور موسیٰ اس وقت جرجان میں اہل طبرستان سے جنگ کے لئے گیا ہوا تھا اور اس کے بھائی ہارون رشید نے ہادی کے لئے اہل ماسبذان اور بغداد کے لوگوں سے بیعت لی اور ہادی کے پاس قصد بھیجا اور بغداد کی طرف آیا اور عمومی بیعت واقع ہوئی اور ہادی فسادات قلب اور کثرت ادب و شجاعت میں مشہور تھا اور اسے طبق (ہر ایک پر غالب آنے والا) کہتے تھے اس کی جرأت وہمت کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے ایک باغ میں گدھے پر سوار ہو کر سیر کر رہا تھا قضائے کار ایک خارجی کو قید کر کے اس کے پاس لا رہے تھے جب وہ خارجی باغ میں داخل ہوا تو اس نے ایک سپاہی سے تلوار چھین لی اور موسیٰ کو قتل کرنے کے ارادے سے دوڑا موسیٰ کے نوکروں نے جب ننگی تلوار دشمن کے ہاتھ میں دیکھی تو وہ اپنی جان کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن موسیٰ اسی وقار و اطمینان کے ساتھ اپنی سواری پر سوار کھڑا رہا اور کسی قسم کی دہشت اور وحشت اسے نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ خارجی اس کے قریب پہنچ گیا اچانک موسیٰ نے چیخ کر کہا اس مرد خارجی کی گردن اڑا دو حالانکہ اس کے پاس کوئی آدمی موجود نہیں تھا خارجی کو گمان ہوا کہ کوئی شخص اس کو قتل کرنا چاہتا ہے اس نے ادھر ادھر دیکھا تا کہ وہ معلوم کرے کہ موسیٰ کس کو حکم دے رہا ہے جب وہ شخص اطراف کی طرف متوجہ ہوا تو موسیٰ نے اپنے آپ کو سنبھال کر اچانک اس پر گرا دیا اور اسے زمین پر پٹخ دیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی اور اس کی گردن اڑا دی موسیٰ کے غلام بہت وحشت میں پڑ گئے کہ کہیں موسیٰ انھیں نہ مار دے لیکن وہ ان سے معترض نہ ہوا مگر اس کے بعد وہ کبھی گدھے پر سوار نہ ہوا اور تلوار بھی کبھی اپنے سے جدا نہ کی۔

موسیٰ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں چاہا کہ اپنے بھائی رشید کو ولی عہدی سے معزول کر کے ولایت عہد اپنے بیٹے جعفر کو تفویض کرے۔ لیکن جعفر مر گیا اور اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔

جعفر کی وفات بغداد میں ۱۴ یا ۱۸ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں ہوئی اور اس کی عمر تقریباً پچیس سال تھی اور اسی سال ربیع حاجب کی وفات بھی ہوئی۔

اور ۱۷۰ھ ہی میں جیسا کہ ابن خلکان نے کہا ہے خلیل بن احمد امامی عروضی نحوی لغوی نے بصرہ میں وفات پائی اور خلیل سیبویہ اور نضر بن شمیل کا استاد ہے اور علم عروض خلیل نے استنباط کیا ہے اور اس کی عقلمندی علم و زہد صلاح و حلم و وقار کی مدح کی گئی ہے اور حکمت و دانائی کی بہت سی باتیں اس سے منقول ہیں اور وہ اس شعر کو بہت پڑھا کرتا تھا۔

وَاِذَا افتقرت الی الذخائر ولم تجد
ذخرا یکون کصالح الاعمال

جب تو خزانوں کی طرف محتاج ہو تو اچھے اعمال جیسا ذخیرہ اور خزانہ تجھے نہیں ملے گا۔

اور یہ خلیل کا کلام ہے امیر المومنین کے حق میں

احتیاج الکل الیہ و استغناءہ عن الکل
دلیل و علی انہ امام الکل

تمام لوگوں کا علی کی طرف محتاج ہونا اور علی کا سب سے مستغنی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب کے امام ہیں اور کہا گیا کہ خلیل کا باپ پہلا شخص ہے کہ رسول خدا کے بعد جس کا نام احمد ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگوں نے خلیل سے خواہش کی کہ امیر المومنینؑ کی کوئی فضیلت بیان کرے کہنے لگا میں کیا کہہ سکتا ہوں اس شخص کے حق میں کہ جس کے دوستوں نے اس کے فضائل دشمنوں کے خوف کے مارے چھپائے اور دشمنوں نے اس کے فضائل کے چھپانے کی کوشش حسد و بغض کی وجہ سے کی اور باوجود اس کے کہ دوست و دشمن نے ان کے فضائل کو چھپایا ہے پھر بھی اتنے فضائل ان کے ظاہر ہوئے کہ مشرق و مغرب کو پر کر دیا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ خلیل کی فرمائش انتہائی متین و پختہ ہے اور یہ خوارق عادات بلکہ امیر المومنینؑ کے واضح معجزات میں سے ہے ورنہ ان حالات میں تو آنجنابؑ کی کوئی فضیلت نقل نہ ہونی چاہیے تھی اور آپ کا نور خاموش ہو جاتا بلکہ فضائل کے بجائے آپؑ کے گھڑے ہوئے مثالب و مطاعن منتشر ہوتے نہ یہ کہ آپؑ کے فضائل و مناقب مشرق و مغرب عالم کو پر کرتے جمہور اور سب لوگ دوست و دشمن مجبوراً آپؑ کی مدح کرتے ہیں یریدون لیطفئو نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور خدا انکار کرتا ہے مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو تمام کرے اگرچہ کافر ناپسند کرتے ہیں۔

اور ہم کتاب منتہی میں اس مطلب کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور ابن شہر آشوب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے نقل کیا ہے لوگوں نے ایک عرب عورت کو مسجد کوفہ میں دیکھا جو کہہ رہی تھی اے وہ شخص جو آسمانوں میں مشہور ہے اور زمینوں میں مشہور ہے اور آخرت میں مشہور سلاطین جور اور زمانہ کے جبار بادشاہوں نے اپنی ہمت و طاقت صرف کی کہ تیرے نور کو خاموش کریں لیکن خدا نے نہ چاہا اور اس نے اس کی روشنی کو زیادہ تر کیا اس عورت سے لوگوں نے کہا ان کلمات سے تیرا مقصود کون شخص ہے کہنے لگی امیر المومنین یہ کہہ کر لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئی۔

اور کثیر روایات کے ساتھ شعبی سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا تھا میں ہمیشہ سنتا رہتا تھا کہ بنی امیہ کے خطیب منبروں پر امیر المومنینؑ کو سب کرتے تھے اور حضرتؑ کو برا بھلا کہتے تھے اس کے باوجود گویا کوئی آپ کا بازو پکڑ کر آسمان عظمت و فضیلت پر لے گیا اور آپ کی رفعت مرتبہ کو ظاہر کیا۔

اور یہ بھی سنتا رہا ہوں کہ وہ (دشمنان علیؑ) ہمیشہ مدائح و مناقب اپنے گزرے ہوئے بڑوں کے بیان کیا کرتے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا کہ کسی مردار چیز کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں یعنی جتنی مدح اور اچھائی اپنے بڑوں کی بیان کرتے بڑی عفونت و گندگی ان سے زیادہ ظاہر ہوتی اے ابوالحسن میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہو جائیں آپؑ وہ ہستی ہیں کہ دوست دشمن جس کے

مدائح ومناقب کے ذکر کرنے سے رطب اللسان اور عذب البیان ہیں۔

شهد الانام بفضله حتی العدی
والفضل ماشهدت به الاعداء

وہ ہیں کہ دشمنوں تک آپ کی فضیلت کی گواہی دی ہے اور فضیلت بھی وہی ہے کہ جس کی دشمن گواہی دیں۔ خلاصہ یہ کہ خلیل مرد جلیل القدر ہے اور اس کے حکمت آمیز کلمات بہت ہیں ان میں سے ایک کلام یہ ہے علم تجھے اپنا کچھ حصہ نہیں دے گا جب تک تو اپنا کل کا کل اس کو نہ عطا کردے اور پھر جب تجھے وہ اپنا کچھ حصہ دے دے اور تو اسے اپنا سب کچھ دے دے تب بھی خطرے میں ہے اور ان میں سے یہ کلام ہے کہ انسان اپنے معلم واستاد کی غلطی کو نہیں سمجھ سکتا جب تک اس کے غیر کے پاس نہ بیٹھے اور اس کا یہ کلام ہے کہ انسان کا ذہن سب سے زیادہ صاف سحری کے وقت ہوتا ہے اور یہ بھی اس کا کلام ہے کہ بہترین فقرہ جو انسان کو طلب علم اور معرفت کی طرف رغبت دلاتا ہے وہ حضرت امیر المومنین کا ارشاد ہے قدر کل امرء ما یحسن ہر شخص کی قدر ومنزلت وہی چیز ہے جو اسے حسین بنائے اور بھی خلیل کا کلام ہے اور حکایت کی گئی ہے کہ ایک شخص خلیل کے پاس حاضر ہوا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا تو وہ شخص کہنے لگا اے شخص میں دور کا سفر کر کے آپ کے پاس آیا ہوں آپ میرے بیٹے کو کچھ مقدار علم نجوم نحو طب اور فرائض فقہ سکھائیں اور گدھا دروازے پر موجود ہے تو خلیل نے اس سے کہا کہ ثریا وسط آسمان میں ہے اور فاعل مرفوع ہوتا ہے اور کابلی ہرڑ صفراء کو دور کرتی ہے اور اگر ایک شخص مرجائے اور دو بیٹے چھوڑ جائے تو مال ان کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا پھر فرمایا کھڑا ہو جا اے بیٹا اور مسعودی کی مروج الذہب میں ہے کہ موسیٰ ہادی کے زمانہ میں حسین بن علی حسنی نے خروج کیا اور مقام فخ میں جو مکہ سے چھ میل دور ایک جگہ ہے ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) کے دن اس جنگ میں جو آپ کے اور بنی عباس کی ایک جماعت کے درمیان ہوئی شہید ہوئے کہ جن میں سلیمان بن ابو جعفر محمد بن سلیمان بن علی وموسیٰ بن علی وعباس بن محمد بن علی تھے کہ جو ہادی کی طرف سے چار ہزار کا لشکر لے کر حسینؑ بن علیؑ سے لڑنے کے لئے آئے ہوئے تھے اور مقام فخ میں حسین سے گھمسان کی جنگ ہوئی اور حسین کو اس جماعت کے ساتھ جو ان کا ساتھ دے رہی تھی شہید کر دیا اور تین دن تک ان کے جسم زمین پر پڑے رہے کہ کسی نے انھیں دفن نہ کیا یہاں تک درندے اور پرندے ان کا گوشت کھاتے رہے اور جو لوگ حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ واقعہ فخ میں تھے ایک سلیمان بن عبداللہ بن حسن تھے کہ جنھیں عباسیوں نے قید کر لیا اور مکہ میں جا کر ان کی گردن اڑا دی اور دوسرے حسن بن محمد بن عبداللہ بن حسن تھے انھیں بھی قید کر لیا تھا اور شہید کر دیا اور ایک عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن حسن حسن مثنی تھے وہ بھی اسی واقعہ میں شہید ہو گئے اور جب حسینؑ بن علیؑ کی شہادت کی خبر موسیٰ ہادی کو ملی تو وہ موسیٰ بن عیسیٰ پر غضبناک ہوا اور اس کے اموال اپنے قبضہ میں کر لئے اور جب شہداء کے سر ہادی کے پاس لے آئے اور لانے والے خوشی کر رہے تھے تو موسیٰ ہادی رو رہا تھا اور کہنے لگا تم خوش ہو رہے ہو گویا ترک ودیلم کے کسی شخص کا سر میرے پاس لائے ہو حالانکہ یہ سر تو عترت رسول خدا کے ایک شخص کا ہے اور کم از کم تمہارا بدلہ یہ ہے کہ میں تمھیں کوئی چیز عطا نہیں کروں گا اور حسین اور باقی طالبین میں سے شہدا کے لئے اس زمانہ کے ایک شاعر نے مرثیہ کہا ہے۔

فلابکین علی الحسین بعولة و علی الحسن
وعلی بن عاتکه الذی اثودہ لیس له کفن
ترکوہ بفخ غدوة فی غیر منزله الوطن!
کانوا کراما قتلوا لا طائشین ولا جبن!
غسلوا المذلة عنهم غسل الثیاب من اللدن
هدی العباد بجدهم فلهم علی الناس المنن

البتہ میں حسین پر چیخ وپکار کر کے ضرور گریہ کروں گا اور حسن پر اور عاتکہ کے بیٹے پر جسے انھوں نے کفن کے بغیر چھوڑ دیا جنھیں ہم فخ پر صبح کے وقت بے وطنی میں چھوڑ دیا وہ کریم تھے انھیں قتل کیا گیا نہ وہ طیش وغصہ میں آتے تھے اور نہ ہی وہ بزدل انھوں نے اپنے سے ننگ وعار کو اس طرح سے دھویا جیسے کپڑا میل کیل سے صاف کیا جاتا ہے اور ان کے جدامجد کے ذریعہ سے بندگان خدا نے ہدایت پائی پس ان کے لوگوں پر بڑے احسان ہیں اور واقعہ فخ کی کیفیت اور حسین بن علیؑ کی شہادت کی تفصیل ان شاء اللہ کتاب منتھی میں امام حسنؑ کی اولاد کے حالات میں شرح وبسط سے تحریر ہو چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

ہارون الرشید بن محمد بن منصور کی خلافت اور اس کے زمانے کے حالات کا ذکر

اور اسی رات کی صبح کہ جس میں ہادی نے دنیا سے کوچ کیا لوگوں نے اس کے بھائی ہارون کی مدینۃ السلام بغداد میں بیعت کر لی اور وہ رات ۱۴ یا ۱۸ ربیع الاول ۱۷۰ھ کی تھی اور بنی عباس کے لئے ایسی رات نہیں آئی کیونکہ اس رات خلیفہ موسیٰ کی وفات ہوئی اور ایک خلیفے رشید کی طرف خلافت منتقل ہوئی اور ایک خلیفہ مومون پیدا ہوا اور ہارون نے تیئیس سال اور چند ماہ خلافت کی اور ہفتہ کی رات تین جمادی الثانی ۱۹۳ھ طوس کی سناباد بستی میں وفات پائی اور اس کی قبر اسی بقع منورہ حضرت رضا سلام اللہ علیہ میں آپ کی قبر اطہر کے پیچھے اس کی قبر ہے اور اس کی عمر چوالیس سال اور چار ماہ تھی۔

اور جب ہارون مسند خلافت پر بیٹھا تو یحییٰ بن خالد برمکی کو اپنا وزیر مقرر کر دیا اور ہارون کو سلطنت سے عظیم حصہ ملا اور منقول ہے کہ ہارون کو اپنے باپ سے ایک بڑی انگشتری ملی اور ہادی نے اپنے زمانہ میں رشید سے مانگی اس نے دینے سے انکار کیا اور اس نے اصرار کیا تو رشید نے وہ انگوٹھی دریائے دجلہ میں پھینک دی اور جب خلافت رشید کو ملی تو اس نے شیشہ کی انگوٹھی اسی جگہ دجلہ میں پھینکی اور

غوطہ زنوں کو حکم دیا کہ انگوٹھی دریا سے نکال لائیں جب غوطہ زنوں نے غوطے لگائے تو پہلی قیمتی انگوٹھی نکال لائے ہارون نے اس کو فال نیک سمجھا اور جاحظ سے منقول ہے کہ اس نے کہا ہارون کے لئے ایسی چیزیں جمع ہو گئی تھیں جو اس کے غیر میں جمع نہیں ہو سکیں کیونکہ اس کے وزراء برامکہ تھے اس کا قاضی ابو یوسف تھا اس کا شاعر مروان بن ابو حفصہ تھا اس کا ندیم و ساتھی عباس بن محمد اس کے باپ کا چچازاد بھائی تھی اس کی بیوی زبیدہ تھی اس کا گوتا ابراہیم موصلی تھا اس کا حاجب فضل بن ربیع تھا اور ان میں سے ہر ایک کے خصوصیات اور امتیازات ہیں اور رشید کے زمانہ میں ۱۷۳ھ میں خیزران ہادی اور رشید کی ماں کی وفات ہوئی اور رشید اس کے جنازہ کے آگے آگے جا رہا تھا اور منقول ہے کہ خیزران کا غلہ سولہ کروڑ درہم تھا۔

اور اسی سال محمد بن سلیمان عباسی نے دنیا سے کوچ کیا اور رشید نے اس کے بصرہ میں جو اموال تھے ان پر قبضہ کر لیا اور اس کا غلہ ہر روز ایک لاکھ درہم تھا اور ۱۷۴ھ میں عبداللہ بن لہیعہ بروزن ربیعہ نے مصر میں وفات پائی اور وہ منصور کی طرف سے مصر کا قاضی تھا اور ۱۷۴ھ ہی میں ابو علی شقیق بلخی بن ابراہیم صوفی ماوراء النہر کے علاقہ میں رفض کی تہمت میں مارا گیا اور شقیق بلخی خراسان کے کبار مشائخ میں سے اور حاتم اصم کا استاد تھا اور اس کے تشیع کا احتمال کیا گیا ہے اور یہ کسی امیر کبیر کا بیٹا تھا اس نے بتوں کے خادم کی زبانی ایک بات سنی اور توبہ کر لی اور شقیق سے منقول ہے کہ میں نے پانچ چیزیں سات سو علماء سے پوچھیں سب نے مجھے ایک جیسا جواب دیا میں نے پوچھا عقلمند کون ہے انہوں نے کہا جو دنیا کو دوست نہ رکھتا ہو میں نے پوچھا زیرک و ہوشیار کون ہے کہنے لگے جو دنیا پر فریفتہ اور مغرور نہ ہو میں نے پوچھا غنی کون ہے کہنے لگے جو خدا کی تقسیم پر راضی ہو میں نے کہا فقیر کون ہے کہنے لگے جس کا دل زیادہ کی طلب و تلاش میں ہو میں نے پوچھا بخیل کون ہے کہنے لگے جو اس حق اللہ کو روک رکھے جو اس کے مال سے متعلق ہے اور ۱۷۵ھ میں شریک بن عبداللہ بن سنان نخعی نے وفات پائی اور وہ کوفہ میں مہدی کے زمانہ میں قاضی تھا اور ہادی نے اسے معزول کر دیا اور اس کی حکایت مہدی کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے اور شریک اگر شیعہ نہیں تھا تو شیعہ اور آئمہ شیعہ سے عناد بھی نہ رکھتا تھا البتہ اس کے متعلق مذمت وارد ہوئی ہے جیسا کہ ہمارے مولانا صادق سے ایک حدیث میں منقول ہے شریک کے لئے کیا ہے خدا اسے قیامت کے دن جہنم کے ایک جال میں پھنسائے گا اور یہ شریک شریک بن اعور سلمی کے علاوہ ہے کہ جو امیر المومنین کے اصحاب میں سے تھا اور ابن زیاد کے ساتھ بصرہ سے کوفہ آیا تھا اور ہانی کے مکان پر رہا تھا اور بیمار ہو گیا تھا اور ہانی و مسلم کی شہادت سے پہلے فوت ہو گیا تھا اور کوفہ میں دفن ہوا اور احقر کا گمان ہے کہ شاید اس کی قبر ثویہ میں ہے اس جگہ کہ جہاں احنف زیاد بن ابیہ ابو موسیٰ اشعری اور مغیرہ دفن ہیں اور جناب کمیل کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔

اور اس کی ایک لطیف حکایت ہے معاویہ بن ابو سفیان کے ساتھ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں اس حکایت کو وارد کروں بزرگوں نے نقل کیا ہے کہ شریک اعور معاویہ کے ہاں گیا پس معاویہ نے اس سے خدا کی قسم تو شریک ہے حالانکہ خدا کا کوئی شریک نہیں اور تو اعور (کانا) کا بیٹا ہے اور حالانکہ بینا کانے سے بہتر ہے اور تو پستہ قد اور بدصورت ہے حالانکہ لمبے قد والا خوبصورت پست قد سے بہتر ہے پس تو اپنی قوم کا سردار کیسے ہو گیا تو شریک نے اس سے کہا تو معاویہ ہے حالانکہ معاویہ بھونکنے والی

کتیا ہے جو کتوں کو بھونکواتی ہے۔

اور تو صخر (سخت پتھر) کا بیٹا ہے اور سہل زمین پتھر سے بہتر ہے اور تو حرب (جنگ) کا بیٹا ہے حالانکہ صلح جنگ سے بہتر ہے اور تو امیہ کا بیٹا ہے اور امیہ اس لونڈی کو کہتے ہیں جو حقیر و ذلیل ہو اور اسے حقیر و ذلیل سمجھا جائے پس تو کس طرح مومنوں کا امیر بن بیٹھا ہے تو معاویہ غصے میں آ گیا اور شریک اٹھ کر چلا گیا اور وہ کہتا جاتا تھا ایشتمنی معاویة ابن صخر و سیفی صارم و معی لسانی فلا تبسط علینا یا ابن هند لسانك ان بلغت ذری الامانی کیا صخر کا بیٹا معاویہ مجھے گالی دیتا ہے جب کہ میری تلوار کاٹنے والی ہے اور میرے ساتھ میری زبان ہے اے ہند کے پوت ہم پر زبان نہ کھول اگر تو امیدوں کی چوٹی تک پہنچ گیا ہے (آخر ابیات تک)

نیز ۱۷۵ھ میں معویہ بن عمار کوفی نے جو اصحاب امامیہ میں ثقات میں سے ہے وفات پائی۔

اور ربیع الاول ۱۷۹ھ میں مالک بن انس بن مالک مدنی نے جو اہل سنت والجماعت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں مدینہ میں وفات پائی اور منقول ہے کہ ۹۵ھ میں مالک پیدا ہوئے اور اس کی مدت حمل تین سال تھی اور جعفر بن سلیمان عباسی منصور کے چچازاد نے مالک کو گرفتار کر کے ستر کوڑے لگائے موطأ میں جو صحاح ستہ میں سے ایک کتاب ہے مالک کی تصنیف ہے اور اس کی قبر بقیع میں ازواج رسول کی دفن والی جگہ میں مشہور ہے۔

اور ۱۸۰ھ میں عمر بن عثمان نحوی فارسی نے جو سیبویہ کے لقب سے مشہور ہے وفات پائی اور خلیل بن احمد و عیسٰی بن عمرو یونس اور اخفش اکبر کا شاگرد ہے اور اس کی کتاب الکتاب نامی مشہور ہے اور جاحظ اس کا ایک نسخہ محمد بن عبد الملک زیات کے لئے بطور ہدیہ لے گیا اور کسائی سے اس کے مباحثہ کا واقعہ مشہور ہے اور قصیدہ زنبوریہ اسی حکایت و واقعہ سے متعلق ہے۔

اور ۱۸۱ھ میں مروان بن ابی حفصہ یمامی مشہور شاعر کی بغداد میں وفات ہوئی اور مروان نے مہدی و ہارون اور معن بن زائدہ کی بڑی مدح کی ہے اور منقول ہے کہ علویین کی ہجو کر کے مروان کا قرب حاصل کرتا تھا اور ظاہراً اس کے اشعار میں سے ہے کہ جو مہدی کی مدح میں کہے ہیں خدا اس کی قبر کو جہنم کی آگ سے پر کر۔

واکرم قبر بعد قبر محمد
نبی الهدی قبر بما سبذان

اور زیادہ باعزت قبر نبی ہدایت محمدؐ کی قبر کے بعد وہ قبر ہے جو ماسبذان میں ہے۔

اور ۱۸۱ھ میں واصل بن عطا معتزلی نے وفات پائی اور واصل بن عطا حسن بصری کے پاس بیٹھا کرتا تھا پس جب اختلاف ظاہر ہوا اور خوارج نے کہا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور ایک جماعت نے کہا کہ وہ مومن ہے اگرچہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے فاسق ہو جاتا ہے تو واصل بن عطا دونوں گروہوں سے الگ ہو گیا اور اس نے کہا کہ اس امت کا فاسق نہ مومن ہے اور نہ کافر بلکہ یہ دونوں منزلوں کے درمیان ایک منزل ہے پس حسن نے اسے اپنی مجلس سے دھتکار دیا تو وہ اس سے معتزل اور الگ ہو گیا اور واصل کے ساتھ

عمر بن عبید اٹھنے بیٹھنے لگا اور ان دونوں اور ان کے پیروکاروں کو معتزلہ کہا گیا اور یہ نام انھیں قتادہ بن دعامہ سدوسی نے دیا اور واصل ابن عطا زمانہ کے عجائبات میں سے تھا کیونکہ وہ لفظ را میں بہت تتلاتا تھا اور حرف صحیح نہیں ادا کر سکتا تھا لہٰذا وہ اپنی گفتگو میں حرف "را" نہیں آنے دیتا تھا اور وہ اپنی قدرت کلامی اور سہولت الفاظ کی وجہ سے یہ سمجھنے بھی نہیں دیتا تھا اور حرف را کے ساقط کرنے میں اس کو ضرب المثل قرار دیا گیا تھا۔

اور یہ چیز شعراء نے اپنے کلام میں بہت استعمال کی ہے شاعر کہتا ہے۔

اجعلت وصلی الراء لم تنطق به
وقطعتنی حتی کانك واصل

اور اس شعر کا لطف مخفی نہیں اور دوسرا شاعر کہتا ہے۔

فلا تجعلنی مثل همزة واصل
فتلحقنی حذفا ولا راء واصل

پس مجھے ہمزہ وصل کی طرح نہ قرار دے تاکہ مجھے محذوف کے ساتھ ملحق کر دے اور نہ راء واصل کی اور میں کہتا ہوں کہ اس امر میں واصل کے ساتھ صاحب بن عباد شباہت رکھتا ہے جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ آئے گا۔

اور ۱۸۲ھ اور ایک قول ہے ۱۹۲ھ میں ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی کوفہ کے قاضی القضاۃ نے وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ ابو یوسف پہلا شخص ہے جو قاضی القضاۃ سے ملقب ہوا ہے اور پہلا شخص ہے کہ جس نے علماء کے لباس کو بدلا اور ممتاز کیا ہے کیونکہ اس سے پہلے عالم اور غیر عالم کے لباس میں کوئی تمیز نہیں ہوتی تھی اور سب ایک ہی لباس میں ہوا کرتے تھے اور اس کی قبر صحن مقدس کاظمین کے مشرقی حصہ میں ہے اور اس سال یونس بن حبیب نحوی کی وفات بھی ہوئی ہے۔

نیز ۱۸۲ھ میں ثقہ جلیل القدر علی بن یقطین کی بغداد میں وفات ہوئی ہے اور اس کا باپ یقطین مروان حمار کے زمانہ میں وجوہ دعاۃ (بنی عباس کی خلافت کی دعوت دینے والے) میں سے تھا پس مروان نے اس کو اس کی تلاش میں بھیجا تو وہ بھاگ گیا اور روپوش ہو گیا اور ۱۲۴ھ میں یقطین کا بیٹا علی کوفہ میں پیدا ہوا پھر اس کی بیوی بھی اپنے دونوں بیٹوں علی وعبید کے ساتھ مدینہ کی طرف مروان کے خوف سے بھاگ گئی اور وہ ہمیشہ چھپے رہے یہاں تک کہ مروان مارا گیا اور عباسیوں کی حکومت ظہور پذیر ہوئی تب یقطین ظاہر ہوا اور اس کی بیوی اس کے بیٹوں کے ساتھ اپنے وطن کوفہ کی طرف لوٹ آئی اور یقطین سفاح اور منصور کی خدمت میں رہا اور باوجود اس کے کہ وہ شیعہ مذہب اور امامت کا قائل تھا اور اسی طرح اس کے بیٹے اور کبھی کبھی وہ اپنا مال حضرت صادقؑ کو بھیجا کرتا تھا اور منصور ومہدی کے پاس یقطین کی چغلی کھائی گئی خداوند عالم نے اسے ان کے مکروفریب سے محفوظ رکھا اور یقطین اپنے بیٹے علی کے پاس زندہ رہا اور ۱۸۵ھ میں وفات پائی خلاصہ یہ کہ علی بن یقطین کی حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں عظیم منزلت اور بلند مرتبہ تھا

اور حضرتؑ اس کے لئے بہشت کے ضامن ہوئے تھے اور چند احادیث میں ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا ضمنت لعلی بن یقطین ان لا تمسه النار ابداً میں علی بن یقطین کے لئے ضامن ہوا ہوں کہ اسے آگ کبھی بھی نہیں چھوئے گی اور روایت ہے کہ ایک دفعہ علی حضرتؑ کی طرف رخ کئے جا رہا تھا تو حضرتؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جو شخص دوست رکھتا ہے کہ اصحاب رسولِ خداؐ میں سے کسی کو دیکھے تو وہ علی بن یقطین کی طرف دیکھے ایک شخص نے عرض کیا تو کیا علی اہلِ بہشت میں سے ہے حضرتؑ نے فرمایا میں تو یہی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔

اور داؤد رقی سے روایت ہوئی ہے کہ قربانی کے دن حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا حضرتؑ نے خود سے ابتداء کرتے ہوئے فرمایا میں جب موقف عرفات میں تھا تو علی بن یقطین مجھے یاد آیا اور مسلسل وہ میری نظر اور دل میں رہا اور مجھ سے جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے افاضہ کیا (عرفات سے مشعر کی طرف چلا)

اور یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ ایک سال موقف عرفات میں ڈیڑھ سو آدمی شمار کئے گئے جو علی بن یقطین کے لئے تلبیہ کہتے تھے کہ جنہیں علی نے پیسے دے کر مکہ بھیجا ہوا تھا اور روایت ہے کہ علی بچپن میں اپنے بھائی عبید کے ساتھ حضرت صادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور اس وقت علی کے سر پر گیسو تھے تو حضرتؑ نے فرمایا گیسو والے کو میرے پاس لے آؤ پس علی حضرتؑ کے پاس آیا حضرتؑ نے اسے لے کر اس کے لئے خیر و خوبی کی دعا کی۔

اور احادیث علی بن یقطین کی فضیلت میں بہت وارد ہوئی ہیں اور روایت ہوئی ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفرؑ عراق تشریف لے گئے تو علی نے اپنی حالت کی حضرتؑ سے شکایت کی جو کہ مجالست و مصاحبت و وزارت ہارون کا ابتلاء ہے تو حضرتؑ نے فرمایا اے علی بیشک اللہ کے کچھ اولیاء و دوست ہیں جو ظالموں کے دوستوں کے ساتھ رہتے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے خدا اپنے دوستوں سے مصیبتوں کو دور کرتا ہے اور اے علی تو ان میں سے ایک ہے اور بحار میں ابو علی بن طاہر کی کتاب حقوق المومنین سے منقول ہے کہ علی بن یقطین نے میرے مولا کاظم علیہ السلام سے۔

بادشاہ کی نوکری ترک کرنے کے سلسلہ میں اجازت چاہی تو آپؑ نے اسے اجازت نہ دی اور فرمایا ایسا نہ کرنا کیونکہ ہم تجھ سے مانوس رہتے ہیں اور تیری وجہ سے تیرے بھائیوں کی عزت ہے اور ہو سکتا ہے کہ خدا کسی ٹوٹی ہوئی چیز کو تجھ سے جوڑ دے اور تیری وجہ سے اپنے اولیاء سے مخالفین کے بغض و عداوت کے حملہ کو توڑ دے اے علی تمہارے اعمال کا کفارہ تمہارا اپنے بھائیوں سے احسان و نیکی کرنا ہے تم مجھے ایک چیز کی ضمانت دو کہ جس کسی شخص سے ہمارے اولیاء میں سے ملاقات کرو گے تو اس کی حاجت روائی کرو گے اور اس کی عزت و تکریم کرو گے اور میں تمہارے لئے ضامن ہوتا ہوں کہ تجھ پر قید خانے کی چھت کبھی سایہ نہیں کرے گی اور تلوار کی دھار تجھے نہیں پائے گی اور تیرے گھر میں فقر و فاقہ کا کبھی داخلہ نہیں ہوگا اے علی جو کسی مومن کو خوش کرے پس اس نے اللہ سے ابتداء کی ہے اور دوسرے مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کیا اور تیسری جگہ پر ہمیں خوش کیا ہے۔

اور ۱۸۳ھ میں عبداللہ بن معویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب نے ہرات میں وفات پائی ہے اور اس کی قبر اسی جگہ ہے

اور اس نے مروان حمار کے زمانہ میں خروج کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور ابوجعفر دوانقی اس کا عامل دکارندہ تھا اور اسی طرح وہ رہا یہاں تک کہ فوت ہو گیا صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ اس کی قبر ہرات کی مشرقی جانب اب تک زیارت گاہ ہے میں نے بھی جا کر ۷۷۶ھ میں اسے دیکھا ہے۔

اور ۱۸۴ھ میں احمد ہارون کے بیٹے نے وفات پائی اور وہ ان افراد میں سے ہے جنھوں نے دنیا میں زہد وتقویٰ کو اپنایا اور عبادت میں مشغول رہے اور احمد سبتی کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ سبت یعنی ہفتہ کے دن کا کام کیا کرتا تھا اور اپنی مزدوری پورے ہفتہ کے دنوں میں صرف کرتا تھا اور عبادت میں مرتے دم تک مشغول رہا۔ اور ۱۸۵ھ میں ہی یزید بن مزید بن زائدہ شیبانی معن کے بھتیجے نے وفات پائی اور وہ رشید کی حکومت کے امراء اور اعیان میں سے تھا اور وہ مشہور بہادر تھا اور وہی شخص ہے جس نے ولید بن طریف شیبانی خارجی کو حدیثہ میں قتل کیا تھا اور اس کے نادر اخبار وواقعات بہت ہیں۔

اور ۱۸۷ھ کی ابتداء میں فضیل بن عیاض کوفی عارف مرتاض صوفی نے مکہ میں وفات پائی اور منقول ہے کہ وہ پہلے ڈاکو تھا ڈاکے ڈالا کرتا تھا توبہ کر کے زاہد و پرہیز گار ہو گیا اور اس کی حکایت رشید کے ساتھ اور اس کے عرفانی کلمات مشہور ہیں اور اس کا کلام ہے کہ تین اشخاص کو بدخلقی پر اور غصہ کی ملامت نہیں کی جاسکتی روزہ دار، بیمار اور مسافر۔

تاریخ حبیب السیر میں منقول ہے کہ فضیل کا ایک بیٹا تھا علی نامی جو زہد وعبادت میں باپ سے افضل تھا لیکن وہ ابتدائے جوانی میں مرگیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ وہ مسجد الحرام کے چاہ زم زم کے پاس کھڑا تھا اس نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے و تری المجرمین یومئذ مقرنین فی الاصفاد اور تو اس دن مجرموں کو دیکھے گا اپنی وہ ہتھکڑیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے اس نے ہمام (حضرت امیرؑ کا صحابی کی طرح چیخ ماری اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

اور ۱۸۸ھ میں کہا گیا ہے کہ ابراہیم ندیم موصلی جو گانے اور سرتال کے ایجاد میں یکتائے زمانہ تھا مر گیا اور اس کی وفات کے دن عباس بن احنیف یمامی شاعر ابراہیم صولی شاعر کا ماموں بھی مر گیا۔ اور ۱۸۹ھ میں علی حمزہ جو کسائی کے لقب سے مشہور ہے اور محمد بن حسن شیبانی فقیہ حنفی نے وفات پائی اور کسائی علم نحو ولغت وقرأت میں مشہور ہے اور سات قاریوں میں سے ایک ہے اور محمد امین رشید کے بیٹے کا مؤدب اور استاد ہے لیکن ان کمالات کے باوجود شعر نہیں کہہ سکتا تھا یہاں تک کہ کہا گیا کہ علماء لغت عرب میں کسائی سے شعر میں زیادہ جاہل نہیں اور جب رشید نے طوس کا سفر کیا تو کسائی بھی اس کے ساتھ تھا اور رَی میں اچانک مر گیا اور اسی دن محمد بن حسن شیبانی حنفی فقیہ نے بھی وفات پائی رشید نے کہا فقہ اور لغت عربی دونوں رَی میں دفن ہو گئے۔

اور رشید ہی کے زمانہ میں ثقہ عظیم الشان مداح آل احمد اسماعیل بن محمد شامی سید حمیری کے لقب سے مشہور بزرگ نے وفات پائی اور یہ بعض اہل تاریخ کے قول کے مطابق ہے لیکن جو کچھ احادیث واخبار سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کی وفات حضرت صادق کی شہادت سے پہلے منصور کے زمانہ میں ہوئی اور سید فرزند محمد مرد جلیل القدر عظیم المنزلۃ اہل بیت علیہم السلام کا مداح ہے اور اصحاب آئمہؑ میں سے کسی سے معہود واتفاق نہیں ہوا کہ اس نے سید حمیری کی طرح امیر المومنین اور اہلِ بیت طاہرین علیہم السلام کے فضائل نشر کئے

ہوں۔ ابوالفرج اغانی سے منقول ہے کہ مدائنی سے روایت ہے کہ سید حمیری سوار ہو کر کناسہ کوفہ میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جو شخص حضرت علیؑ کی کوئی فضیلت نقل کرے کہ جسے میں نے نظم نہ کیا ہو تو یہ گھوڑا اس ساز و سامان کے ساتھ جو اس کے اوپر ہے میں اسے دے دوں گا پس محدثین نے فضائل امیر شروع کئے اور سید وہ اشعار پڑھے جو ان فضائل پر مشتمل تھے یہاں تک کہ ایک شخص نے سید سے ابوعلی مرادی سے حدیث بیان کی وہ کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں تھا کہ حضرتؑ نماز کے لئے وضو کرنے لگے اور اپنے موزے پاؤں سے اتار کر رکھ دیئے تو ایک سانپ آپ کے جوتوں میں داخل ہو گیا پس جب آپؑ نے جوتے پہننے کا ارادہ کیا تو کوا ظاہر ہوا اور اس نے موزے چھین لئے اور اوپر کو لے گیا اور انہیں پھینک دیا تو سانپ ان سے باہر نکل آیا سید نے جب یہ فضیلت سنی تو جو کچھ وعدہ کر رکھا تھا اس کو عطا فرمایا تب اس واقعہ کو شعر میں نظم کیا۔

الا یا قوم للعجب العجاب
لخف ابی الحسن و للحباب

اے قوم عجیب ترین چیز کے لئے حاضر ہو جاؤ ابوالحسنؑ کی جوتی اور سانپ کا واقعہ سننے کے لئے آخر ابیات تک۔

اور ابن معتز صاحب طبقات الشعراء نے نقل کیا ہے کہ بغداد میں ایک حمال کو لوگوں نے دیکھا کہ بہت بھاری بار کندھے پر رکھے ہوئے ہے تو اس سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا کہ سید کے میمیات (یعنی وہ قصیدے جن کے آخر میں حرف میم آتا ہے) ہیں۔

اور منجملہ سید کے قصائد کے ایک مشہور قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے

لام عمر و باللوی مربع
طامسة اعلامها بلقع

ام عمرو کی موڑ کے پاس منزل ہے کہ جس کے نشان مٹ چکے ہیں اور خالی پڑی ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار میں سید حمیری کے لئے اصحاب کے بعض تالیفات سے ایک فضیلت نقل کی ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام رضاؑ نے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک زینہ نصب کیا ہوا ہے جس کی سو سیڑھیاں ہیں حضرتؑ اس پر چڑھنے لگے جب اوپر گئے تو ایک سبز رنگ کے گنبد میں داخل ہوئے دیکھا کہ خمسہ نجباء (پنجتن پاک) وہاں تشریف فرما ہیں اور ایک شخص رسول خداؐ کے سامنے کھڑا ہے اور یہی قصیدہ پڑھ رہا ہے حضرتؑ رضا وارد ہوئے تو حضرت رسول اللہؐ نے انھیں مرحبا و خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ اپنے والد علیؑ اور اپنی والدہ فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو سلام کرو ہمارے شاعر اور دنیا میں ہمارے مدح خواں سید حمیری کو پس میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا قصیدہ پڑھو سید نے پڑھنا شروع کیا جب سید نے یہ شعر پڑھا۔

و رایة یقدمها حیدر
و وجهه کالشمس اذ تطلع

اور جھنڈا کہ جس کو حیدر آگے بڑھا رہے ہوں گے کہ جن کا چہرہ مثل آفتاب کے ہے جب وہ طلوع کرے تو حضرت رسولؐ اور جناب فاطمہؑ اور دوسرے بزرگواروں نے گریہ کیا اور جب سید اس شعر پر پہنچا۔

قالوا له لو شئت اعلمنا
الی من الغاية والمفزع

اور انھوں نے اس سے کہا اگر تو چاہے تو ہم تجھے اس کے پاس لے جائیں جو غایت اور جائے پناہ ہے تو حضرت رسولؐ نے ہاتھ بلند کئے اور فرمایا خدایا تو مجھ پر اور ان پر گواہ ہے کہ میں نے انھیں جتوایا تھا کہ غایت و جائے پناہ یہ علیؑ بن ابی طالب ہے اور آپؐ نے جناب امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کیا جب سید قصیدہ پڑھنے سے فارغ ہوا تو رسول اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا اے علیؑ بن موسیٰ اس قصیدہ کو یاد رکھو اور ہمارے شیعوں کو حکم دو کہ وہ اسے یاد کریں اور انھیں بتاؤ کہ جو اسے یاد کرے گا اور اس کو پابندی سے پڑھے گا میں اس کی بہشت کا ضامن ہوں پس میں نے وہ قصیدہ یاد کر لیا۔

فقیر کہتا ہے کہ وہ قصیدہ مشہور اور بحار و سبعہ معلقہ وغیرہ میں مذکور ہے اور اس کی شرحیں لکھی گئی ہیں اور یہ قصیدہ فضیل رسان نے زید بن علی کی شہادت کے بعد حضرت صادقؑ کی بارگاہ میں پڑھا بعد اس کے کہ حضرتؑ نے پردہ لگوایا اور خواتین عصمت و طہارت پردہ کے پیچھے آ بیٹھیں اور جب ایہ یقذ مہا حیدو والے شعر کو پڑھا تو کہتا ہے تو میں نے سنا گریہ وزاری کی آواز پشت پردہ سے بلند ہوتی ہوئی سنی پس حضرتؑ نے پوچھا یہ کس کا قصیدہ ہے فضیل نے کہا سید فرزند محمد حمیری کا ہے فرمایا خداوند عالم اس پر رحم کرے فضیل کہتا ہے میں نے عرض کیا میں نے اسے نبیذ پیتے دیکھا ہے پس فرمایا خدا اس پر رحم کرے اور خدا کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ وہ محب علیؑ کو بخش دے اور یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ جب سید کی موت قریب آئی تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا کہنے لگا کذا یفعل باولیائکم یا امیر المومنین یعنی آپؑ کے دوستوں کے ساتھ یہی کچھ کیا جاتا ہے اے امیر المومنینؑ فوراً اس کا رنگ سفید ہو گیا اور چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا پس سید نے قصیدہ انشاء کیا۔

احب الذی من مات من اهل وده
تلقاه بالبشری لدی الموت یضحك

میں اس شخص کو دوست رکھتا ہوں کہ جس سے محبت کرنے والا جب مرتا ہے تو موت کے وقت وہ ہنستے ہوئے اسے خوشخبری دینے کے لئے ملاقات کرتا ہے آخر ابیات تک۔

سید کے نادر واقعات اس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہو سکیں اور لفظ سید اس کا لقب بلکہ نام تھا جیسا کہ ابو ہاشم اس کی کنیت تھی اور اس کے ماں باپ کو نواصب میں سے شمار کرتے ہیں اور جب اس سے پوچھا گیا کہ کس طرح اپنے قبیلہ حمیر کے مذہب سے جو کہ معاویہ کے انصار تھے دستبردار ہوا ہے اور شیعیان علیؑ میں داخل ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ رحمت خدا مجھ پر اس طرح ہوئی کہ جس طرح مومن آل فرعون پر ہوئی تھی۔

لیکن کتاب اثبات الوصیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید کا باپ خاندان رسالت کے دوستوں میں سے تھا اور اس نے امام حسنؑ سے استدعا کی کہ خدا اسے ایسا بیٹا عنایت فرمائے جو محبان اہل بیتؑ میں سے ہو حضرتؑ نے اسے بشارت دی اور سید متولد ہوا اور اس کی حکایت مہاجات (ایک دوسرے کی ہجو کرنا) سوار بن عبداللہ قاضی بغداد کے ساتھ منصور کے زمانہ میں تواریخ میں تحریر ہے۔

اور رشید ہی کے زمانہ میں آل ابو طالب میں سے ایک گروہ شہید ہوا کہ جن میں سے ادریس بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ تھا جو واقعہ فخ میں حسین بن علی کا ہمرکاب تھا وہ حسین اور اپنے بھائی سلیمان کی شہادت کے بعد مصر اور مغرب کے علاقہ میں چلا گیا مغرب کے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور اس کی بہت بڑی حکومت ہوگئی۔

جب یہ خبر ہارون کو ہوئی تو وہ بہت گھبرا گیا بالآخر اس نے کسی کو بھیجا جس نے مکر و حیلہ سے ادریس کو زہر دے دیا اور جب وہ زہر سے مارا گیا تو اس کی ایک کنیز تھی جو اس سے حاملہ تھی تو ارکان و اولیاء حکومت نے تاج خلافت و حکومت اس کنیز کے شکم پر رکھ دیا چار ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا انھوں نے اس کا نام ادریس رکھا اور اسلام میں ادریس کے علاوہ کسی دوسرے کو شکم مادر میں سلطنت کے لیے معین نہیں کیا گیا اور ادریس بن ادریس نجیب اہل بیت اور ان کے بہادروں میں سے ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے اور اس کی اولاد میں سے ایک گروہ نے مصر میں قیام کیا اور فواطم کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اور دوسرا یحییٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ صاحب دیلم ہے کہ ہم جس کی شہادت کی تفصیل کتاب منتہی میں امام حسن کی اولاد کے تذکرے میں تحریر کر چکے ہیں اور ایک محمد بن یحییٰ بن عبداللہ ہے کہ جسے بکار بن زبیر نے جو رشید کی طرف سے مدینہ کا والی تھا گرفتار کر کے قید کر دیا اور وہ ہمیشہ کے لئے قید میں رہا اور وہیں اس کی وفات ہوگئی۔

اور ایک حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب ہے کہ جسے بکار بن زبیر نے اپنی گورنری کے زمانہ میں گرفتار کیا اور اسے سخت تازیانے لگائے یہاں تک کہ وہ تازیانوں کے صدمے سے شہید ہو گیا۔

اور ایک عباس بن محمد بن عبداللہ بن علی بن الحسین بن علی بن ابو طالب علیہم السلام ہے کہ جسے ہارون نے قتل کر دیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ وہ ہارون کے دربار میں گیا اور اس کے اور ہارون کے درمیان دو بدو کچھ باتیں ہوئیں اور آخر کلام میں ہارون نے اس سے کہا اے بدکار عورت کے بیٹے عباس نے کہا بدکار تیری ماں ہے کہ جو اصل میں کنیز تھی اور بردہ فروش اس کے بستر پر آتے جاتے تھے ہارون اس گفتگو سے سخت غضبناک ہوا اور عباس کو اپنے پاس بلایا اور اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

اور ان میں سے ایک اسحاق بن حسن بن زید بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ تھا جس نے ہارون کی قید میں وفات پائی۔

اور منجملہ آل ابو طالب کے جو رشید کے زمانہ میں شہید ہوئے ایک آل ابو طالب کے سردار حضرت موسیٰ بن جعفر صلوات اللہ علیہ و علی آباءہ و ابناءہ تھے اور حضرت کی شہادت منتہی میں شرح و بسط کے ساتھ گذر چکی ہے۔

اور ایک عبداللہ بن حسن بن علی بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام تھے کہ جو عبداللہ افطس کے نام سے مشہور تھا اور یہ وہی عبداللہ ہے کہ جس نے حسین بن علی شہید فخ کے خروج کے موقعہ پر جب مؤذن صبح کی نماز کے وقت منارہ پر گیا تا کہ اذان

کہ تلوار کھینچ لی اور منارہ پر جا کر موذن سے کہا کہ اذان میں حی علی خیر العمل کہو موذن نے جب کھچی ہوئی تلوار دیکھی تو حی علی خیر العمل کہا عمری نے (عمر کی اولاد کا ایک شخص) جو مدینہ کا گورنر تھا جب یہ جملہ اذان میں سنا تو اسے احساس فساد ہوا اور وہ دہشت زدہ ہو کر چیخ و پکار کرنے لگا کہ میرا خچر گھر میں لے آؤ اور مجھے دو دانے پانی کھلا دیہ کہہ کر گھر سے باہر نکلا اور بڑی تیزی سے گھر سے بھاگ نکلا اور خوف کے مارے پادتا جاتا تھا یہاں تک کہ اسے علویین کے فتنہ سے نجات ملی اور اس واقعہ کی تفصیل منتہی میں قلم بند ہو چکی ہے خلاصہ یہ کہ عبد اللہ افطس واقعہ فخ میں موجود تھا اور اس واقعہ سے جان بچا کر نکل آیا اور وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ رشید کا زمانہ آیا اس نے حکم دیا تو عبد اللہ کو مدینہ سے اس کے دربار میں حاضر کیا گیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کو قید کر دو ایک مدت تک زندان میں رہا یہاں تک کہ اس نے رشید کو ایک رقعہ لکھا اور اس میں گالی گلوچ اور ہر قسم کی بری باتیں رشید کو تحریر کیں ہارون نے جب یہ خط پڑھا تو کہنے لگا اس جوان نے قید کی سختی اور مصیبت کی وجہ سے اپنی جان سے تنگ آ کر یہ باتیں مجھے لکھی ہیں تا کہ میں اس کے قتل کا حکم دوں اور اسے راحت ملے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا پس جعفر بن یحییٰ برمکی کو حکم دیا کہ عبد اللہ کو اپنے ہاں منتقل کرو اور اس کی قید میں وسعت کرو جعفر نے اس کے دوسرے دن جو کہ نوروز کا دن تھا حکم دیا کہ عبد اللہ کی گردن اڑا دو اور اس کے سر کو دھو کر ایک طبق میں رکھا اور اس پر ایک رومال رکھ دیا اور رشید کے پاس دوسرے ہدایا کے ساتھ بطور ہدیہ بھیجا جب جعفر کے ہدیے رشید کے پاس لے گئے اور سر پوش عبد اللہ کے سر سے اٹھایا تو رشید کو یہ کام اچھا نہ لگا جعفر سے کہنے لگا اسے لئے کہ اس نے امیر المومنین کو گالیاں دی تھیں اور بری باتوں کا آغاز کیا تھا رشید نے کہا وائے ہو تجھ پر تیرا عبد اللہ کو میری اجازت کے بغیر قتل کر دینا مجھ پر اس کے گالیاں دینے سے زیادہ عظیم ہے پس رشید کے حکم سے اسے غسل وکفن دے کر دفن کیا گیا اور یہ بات ہارون کے دل میں رہی یہاں تک کہ اس نے مسرور (یا سرخ ل) کو حکم دیا کہ جاؤ اور جعفر کی گردن اڑا دو اور اس سے کہو کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے عبد اللہ بن حسن میرے چچازاد کو میری اجازت کے بغیر قتل کیا تھا مسرور نے بھی پیغام پہنچایا اور جعفر کی گردن اڑا دی اور برامکہ کی حکومت جعفر کے قتل ہونے سے ختم ہو گئی اور یہ جعفر کے قتل کا ایک سبب تھا اور اس کے علاوہ ایک اور بھی سبب نقل ہوا ہے کہ جو اس کے بعد ان شاء اللہ تفصیل سے آئے گا خلاصہ یہ کہ رشید کے زمانہ میں بہت علویین اور آل ابو طالب شہید ہوئے کہ جن کے نام معین نہیں ہو سکے شیخ صادق علیہ الرحمہ نے سند معتبر کے ساتھ عبد اللہ بزاز نیشاپوری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے درمیان اور حمید بن خطبہ طوسی کے درمیان ایک معاملہ تھا ایک سال میں اس کے پاس گیا جب میرے آنے کی خبر اس نے سنی تو میرے ورود کے دن ہی اس نے مجھے بلایا اس سے پہلے کہ میں سفر کا لباس تبدیل کرتا وہ زوال کا وقت اور ماہ رمضان جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ حمید گھر میں بیٹھا ہے کہ جس میں پانی کی نہر جاری تھی جب میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا تو آفتابہ اور لگن لے آئے اس نے اپنے ہاتھ دھوئے اور مجھے بھی ہاتھ دھونے کا حکم دیا میں نے ہاتھ دھوئے پھر اس کا خوان طعام لے آئے میرے دل سے یہ بات محو ہو گئی تھی کہ ماہ رمضان ہے اور میں روزے سے ہوں جب میں نے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھایا تو مجھے روزہ یاد آیا میں نے ہاتھ کھینچ لیا حمید کہنے لگا کیوں کھانا نہیں کھاتا میں نے کہا ماہ رمضان ہے اور میں بیمار نہیں اور کوئی وجہ بھی نہیں جو موجب افطار ہو شاید امیر کے لیے اس سلسلہ میں کوئی علت اور عذر ہو جو اس کے لئے افطار کا سبب بنے وہ پلید کہنے لگا مجھے

کوئی بیماری نہیں اور میرا بدن صحیح وسالم ہے یہ کہہ کر وہ رونے لگا جب کھانا کھانے سے فارغ ہوا تو میں نے کہا اے امیر تیرے رونے کا سبب کیا ہے اس نے کہا اس کا سبب یہ ہے کہ جس زمانہ میں ہارون طوس میں تھا ایک رات آدھی رات کے وقت اس نے مجھے بلایا جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ شمع اس کے پاس جل رہی ہے اور ننگی تلوار رکھی ہوئی ہے اور ایک خادم اس کے پاس کھڑا ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا تو کس قدر میری اطاعت کے لئے حاضر ہے میں نے کہا جان و مال سے تیرا مطیع وفرمانبردار ہوں پس کچھ دیر تک وہ سر جھکائے رہا پھر مجھے واپس جانے کی اجازت دی جب میں واپس گیا تو پھر قاصد مجھے بلانے آیا اور اس دفعہ مجھے ڈر لگا میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون گویا مجھے قتل کرنا چاہتا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو اسے شرم وحیا محسوس ہوئی اب مجھے بلاتا ہے کہ مجھے قتل کر دے جب میں اس کے پاس گیا تو دوبارہ اس نے پوچھا کہ میری اطاعت تیرے نزدیک کیسی ہے تو میں نے کہا کہ جان و مال اور فرزند واہل وعیال کے ساتھ تیرا فرمانبردار ہوں پس اسے تبسم کیا دوبارہ مجھے رخصت کیا ابھی میں اپنے گھر میں داخل ہوا تھا کہ دوبارہ اس کا قاصد آیا اور مجھے اس کے پاس لے گیا جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے پہلے والی بات کا اعادہ کیا تو اس دفعہ میں نے جواب دیا کہ میں جان و مال بیوی واولاد اور اپنے دین کے ساتھ تیری اطاعت کرتا ہوں رشید نے جب یہ جواب سنا تو ہنسا اور کہنے لگا یہ تلوار اور جو حکم تجھے یہ غلام دے اس کو بجالا پس خادم نے وہ تلوار میرے ہاتھ میں دی اور وہ مجھے ایسے مکان میں لے گیا کہ جس کا دروازہ مقفل تھا پس اس نے تالہ کھولا اور مجھے مکان کے اندر لے گیا جب میں اندر گیا تو ایک کنواں دیکھا جو مکان کے صحن میں کھدا ہوا تھا اور اس صحن کے اطرف میں تین حجرے تھے کہ جن کے دروازوں پر تالے لگے ہوئے تھے پس اس نے ان میں سے ایک کا دروازہ کھولا اور اس حجرہ میں میں نے بیس افراد کچھ بوڑھے، جوان اور بچے کہ جن کے سروں پر گیسو تھے اور وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور وہ سب کے سب اولاد علی وفاطمہ علیہا السلام تھے پس اس خادم نے مجھ سے کہا خلیفہ نے تجھے حکم دیا ہے کہ ان کی گردن اڑا دو پھر وہ ایک ایک کو لے آتا اور میں اس کنویں کے پاس کھڑا تھا اور ان کی گردن اڑا دیتا یہاں تک کہ میں نے ان تمام کو قتل کر دیا اس کے بعد ان کے سر اور بدن اس کنویں میں پھینک دیئے اور اس نے دوسرے حجرے کا دروازہ کھولا اس میں بھی اولاد علی وفاطمہ علیہا السلام میں سے بیس افراد قید تھے خادم کہنے لگا کہ خلیفہ کا حکم ہے انہیں بھی قتل کر دو پس ایک ایک کو میں قتل کرتا اور ان کا سر و بدن اس کنویں میں پھینک دیتا یہاں تک کہ انہیں بھی قتل کر دیا اس کے بعد اس نے تیسرے حجرے کا دروازہ کھولا اس میں بھی افراد سادات علوی وفاطمی قید تھے اور گیسو جو سادات کی علامت ہے ان کے سروں پر تھے خادم نے کہا خلیفہ نے ان کے قتل کا بھی حکم دیا ہے پس وہ ایک ایک کو لے آتا اور میں گردن اڑا دیتا جب میں ان میں سے انیس افراد کو قتل کر چکا اور بیسویں کو وہ لے آیا تو وہ ایک بوڑھا شخص تھا اس نے کہا تیرے ہاتھ کٹ جائیں اے بدبخت ملعون تو کیا عذر پیش کرے گا رسول خداؐ کے ہاں جب آپؐ نے تجھ سے پوچھا کہ تو نے میری مظلوم اولاد کے ساتھ افراد کو کیوں ظلم وجور سے قتل کیا تھا جب میں نے یہ بات سنی تو میں کانپ گیا اور مجھے رعشہ شروع ہو گیا تو خادم میرے پاس آیا اور وہ چیخا تو میں نے اس بوڑھے علوی سید کو بھی قتل کر دیا اور ان سب کے بدن کنویں میں پھینک دیئے پس جب میں اولاد رسولؐ کے ساتھ افراد کو ظلم وجور سے قتل کر چکا ہوں تو مجھے روزہ نماز کیا فائدہ دیں گے اور مجھے یقین ہے کہ میں ہمیشہ جہنم میں رہوں گا۔

اور رشید کے ہی زمانہ میں آل برامکہ کو حکومت ملی اور ۱۸۹ھ میں ان کی حکومت ختم ہوگئی اور زمانہ کی ذلت و خواری نے انھیں گھیر لیا اور مناسب ہے کہ ہم یہاں اختصار کے ساتھ ان کی حکومت کے زوال کی طرف اشارہ کریں کیونکہ ان کے حالات کے تذکرہ میں عقلمندوں کے لئے پند و نصیحت و عبرت ہے بیشک ان میں عبرت ہے پس عبرت حاصل کرائے صاحب دانش و عقل و فکر انسان۔

جعفر برمکی کے قتل اور حکومت برامکہ کے ختم ہونے کا ذکر!

یہ حقیقت ہے کہ خالد بن برمک اچھی رائے اور بہادری میں مشہور تھا اور اس کی اولاد میں سے کوئی شخص اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچا نہ یحییٰ رائے و تدبیر میں نہ فضل سخاوت و بخشش میں اور نہ جعفر بن یحییٰ کتابت و فصاحت میں اور نہ محمد بن یحییٰ رائے اور ہمت میں اور نہ موسیٰ بن یحییٰ جرأت و شجاعت میں۔

جب رشید کی خلافت کی نوبت آئی تو اس نے آل برامکہ کو بلند مرتبہ دیا اور امر وزارت ان کے سپرد کیا اور امور مملکت و رعیت انھیں تفویض کئے ان کی ریاست بے انتہا تھی اور ان کے معاملات سیدھے تھے اس حد تک کہ کہا گیا ہے ان ایامھم عروس و سرور دائم لا یزال ان کا زمانہ شادی اور ہمیشہ کا سرور ہے کہ جس کے لئے زوال نہیں اور ان کی حکایات اور نادر سیرت رشید کے زمانہ میں مشہور ہے اور ان کے عطیات کتب میں مسطور ہیں اور ابن خلقان برمکی نے ان کے کچھ حالات کا تذکرہ کیا ہے اور اسی طرح ان کا حال تھا یہاں تک کہ ۱۸۹ھ سال آ پہنچا اس سال ان کا طالع گردش میں ہوگیا اور ان کی سعادت کا ستارہ غروب کر گیا۔

اور اس کا سبب یہ ہے کہ رشید کو جعفر بن یحییٰ سے بڑی محبت تھی اور کسی وقت اس سے جدا نہیں ہوتا تھا اور اسی طرح اپنی بہن عباسہ سے بھی اسے بہت محبت تھی جب وہ جعفر کے پاس ہوتا تو عباسہ کی جدائی میں اس کے عیش و عشرت میں نقص رہتا اور جب اپنی بہن کے پاس ہوتا تو جعفر کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کی خوشی میں دوام نہ رہتا لہٰذا اس نے عباسہ کا جعفر سے نکاح کر دیا لیکن جعفر سے عہد و پیمان لیا کہ اس سے خلوت نہ کرے اور سوائے ان اوقات کے جب رشید کے پاس ہوں عباسہ کے ساتھ نہ بیٹھے اور اس سے کسی قسم کی لذت حاصل نہ کرے پہلے تو جعفر اس کام سے باز رہا آخر مجبور ہوگیا اور قسم کھائی کہ عباسہ کے ساتھ خلوت نہیں کرے گا ہارون نے اپنی بہن کی اس سے شادی کر دی اب دونوں کو ایک مجلس میں جمع کرتا تھا اور ان کو دیکھ کر اس کا عیش و عشرت مکمل ہوتا تھا اور عباسہ کو جعفر سے پوری رغبت تھی اور بہت اس کے وصل کی طالب تھی جتنے اس نے حیلے کئے کہ اس کے ساتھ ہمبستر ہو جعفر نے قبول نہ کیا آخر عباسہ جعفر کی ماں کے پاس گئی اور اسے بہت سامال دیا اور بیشمار محبت کا اظہار کیا یہاں تک کہ اسے اپنا مطیع بنالیا اور اس کا دل اپنی طرف مائل کر لیا اس کے بعد اس نے جعفر کے وصال کی بات چھیڑی اور اس سے کہا کہ اگر یہ مطلب واقع ہوجائے تو تمہارے لئے

اچھے انجام کا پیش خیمہ ہوگا جو کہ رشید کی مصاہرت (دامادی) کا شرف اور برامکہ کی حکومت کا دوام ہے اور بھی اس قسم کی باتیں کیں۔

جعفر کی ماں جو انجام امر سے بے خبر اور عقل ناقص رکھتی تھی وہ عباسہ کی باتوں پر فریفتہ ہوگئی اور کہنے لگی میں ایسا حیلہ کروں گی کہ تو اپنے مقصد تک پہنچ جائے پس اس نے جعفر کو بلایا اور کہنے لگی میں نے ایک کنیز دیکھی ہے کہ جو صفات کمال و حسن و جمال کے کہتے ہیں ان کا اس میں حصہ وافر موجود ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اسے تیرے لئے خرید لوں تا کہ تو اس کے ساتھ عیش و عشرت کرے اور اس کے بہت سے اوصاف بیان کئے کہ جعفر اس پر شیفتہ ہوگیا اور ماں سے اس کا مطالبہ کیا ماں نے اس سے وعدہ کیا اور ہمیشہ اس کنیز کی تعریف و توصیف کرتی لیکن اس کے لانے سے پس و پیش کرتی یہاں تک کہ جعفر کا شوق انتہا کو پہنچ گیا اور وہ بے طاقت ہوگیا اس نے بہت اصرار کیا کہ وہ کنیز کہاں ہے کہ جس کا ذکر کرتی ہے اس کی ماں کہنے لگی آج رات میں اسے تیرے لئے لے آؤں گی اور اسی دن عباسہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آج رات آجاؤ کہ میرے بیٹے کے وصال کو پہنچ جاؤ گی پس جب رات ہوئی اور جعفر رشید سے ہو کر گھر کی طرف پلٹا تو عباسہ کو جمال بے مثال اور لباس فاخرہ میں دیکھا اور چونکہ شراب زیادہ پیے ہوئے تھا حالت مستی میں اسے پہچان نہ سکا اور اس سے ہمبستر ہوا اور جماع کیا جب جماع سے فارغ ہوا تو عباسہ نے کہا کہ بادشاہوں کی بیٹیوں کے حیلہ کو کیسا پایا جعفر اس بات کو نہ سمجھ سکا عباسہ نے واقعہ بیان کیا جعفر جب امر واقع سے مطلع ہوا تو حالت مستی اس کی جاتی رہی اور اس پر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور کہنے لگا تو نے مجھے بڑی کم قیمت پر بیچ دیا اور مجھے وحشتناک راستہ پر ڈال دیا اب دیکھو کہ اس سخت امر کا انجام کیا ہوتا ہے پس عباسہ اس کے ہاں سے چلی گئی اور جعفر سے حاملہ ہوگئی جب مدت حمل ختم ہوئی تو لڑکا پیدا ہوا اس نے ایک خادم اور ایک دایہ اس کے لئے قرار دی اور وہ بچہ ان کے سپرد کر دیا اور چونکہ اسے خوف تھا کہ اس واقعہ کی خبر منتشر نہ ہو اور رشید کے کانوں تک نہ پہنچے لہٰذا خادم اور دائی کو حکم دیا کہ اسے مکہ لے جا کر اس کی تربیت کرو تا کہ رشید کو پتہ نہ چلے اور یہ معاملہ رشید سے مخفی رہا یہاں تک کہ زبیدہ نے اسے مطلع کیا اس دلتنگی کی وجہ سے جو اسے یحییٰ بن خالد کی طرف سے تھی کہ وہ ان کے معاملہ میں سخت گیری کرتا تھا کیونکہ رشید نے حرم سرا کے معاملات یحییٰ کو تفویض کئے ہوئے تھے اور وہی ان کی دیکھ بھال رکھتا تھا اور وہ انھیں ہمیشہ پردہ میں رکھتا اور ان سے ترشی اور سختی سے پیش آتا اور رات کے وقت حرم سرا کے دروازے مقفل کر کے چابیاں اپنے گھر لے جاتا تھا جب جعفر کے عباسہ کے ساتھ ہمبستر ہونے کی حکایت رشید نے سنی تو وہ آگ بگولہ ہوگیا اور زبیدہ سے کہنے لگا کہ تیرے پاس کونسی دلیل اور گواہ ہے کہ یہ امر ہوا ہے وہ کہنے لگی کونسی دلیل اور شاہد اس بچہ سے بہتر ہے کہ جو عباسہ نے جعفر سے جنا ہے رشید کہنے لگا وہ بچہ کہاں ہے وہ کہنے لگی تیرے خوف سے اسے مکہ بھیج دیا گیا ہے ہارون کہنے لگا تیرے علاوہ بھی کوئی اس چیز سے باخبر ہے زبیدہ نے کہا تیرے حرم کی سب کنیزیں اس سے باخبر ہیں رشید نے یہ بات پوشیدہ رکھی اور کچھ نہ کہا یہاں تک کہ اس نے چاہا کہ اس چیز کی تحقیق کرے اور مکہ جائے اس نے حج کا بہانہ بنایا اور مکہ کے سفر پر چل دیا جب مکہ میں پہنچا اور جستجو کی تو اسے معلوم ہوا کہ معاملہ صحیح ہے اس وقت اس نے دل میں خیال کیا کہ برامکہ کی حکومت کو ختم کر دے پس بغداد پر آیا اور کچھ مدت تک رہا پھر انبار کا سفر کیا اور جس دن جعفر کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا سندی بن شاہک کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ بغداد میں جائے اور برامکہ کے گھروں اور دفتروں کے گھیرے اور کسی کو بھی خبر نہ دے کہ معاملہ کیا ہے مگر ایسے اشخاص کہ جن پر اعتماد ہو پس رشید

نے وہ سارا دن جعفر کے ساتھ انبار کی قمرنامی مشہور جگہ میں عیش وعشرت کے ساتھ گزارا یہاں تک کہ جعفر رشید سے مرخص ہوا اور اپنے گھر چلا گیا رشید نے اس کی مشایعت کی اور واپس لوٹ آیا جب جعفر اپنے گھر میں پہنچا تو اپنے گانے والوں کو کہا کہ ساز بجائیں اور گانا گائیں اور ابھی اس میں مستی ونشہ کی حالت تھی کہ گویے نے یہ بیت گایا۔

ما تريد الناس منا ماتنام الناس عنا

انما همهم ان يظهروا ما قد دفنا

لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں لوگ ہم سے کیوں نہیں سوتے ان کا ارادہ یہ ہے کہ اس چیز کو ظاہر کریں جسے ہم دفن کر چکے ہیں ادھر جب رشید جعفر کی مشایعت سے واپس گیا تو یاسر (مسرور رخ ل) خادم کو بلایا اور اور کہنے لگا میں تجھے ایسے کام کے لئے بھیجنا چاہتا ہوں کہ محمد اور قاسم میرے بیٹے جس کے اہل نہیں ہیں اور تجھے اس کا اہل سمجھتا ہوں ایسا نہ ہو کہ تو مخالفت کرے یاسر (مسرور رخ ل) نے کہا اے امیر میں تیرے حکم کے مقابلہ میں اس طرح ہوں کہ اگر حکم ہو کہ میں تلوار اپنے شکم پر رکھ کر اپنی پشت کی طرف نکال لوں تو بھی اطاعت کروں گا ہم بندے اور غلام ہیں چشم حکم پر گوش فرمان پر لگے ہیں فرمایئے جو چاہیں حکم دیجیے کہنے لگا جعفر برمکی کو پہچانتے ہو اس نے جواب دیا جعفر کوئی ایسا شخص ہے کہ جسے کوئی نہ پہچانتا ہو ہاں میں پہچانتا ہوں بات کیا ہے رشید نے کہا ابھی جاؤ اور وہ جس حالت میں ہو اس کی گردن اڑا دو اور اس کا سر میرے پاس لے آؤ یاسر (مسرور رخ ل) کانپنے لگا اور خاموش ہو گیا رشید نے کہا تو نے کہا نہیں کہ تیرے حکم کی مخالفت نہیں کروں گا یاسر نے کہا ہاں ایسا ہی ہے لیکن یہ امر بہت عظیم ہے اور میں دوست رکھتا ہوں کہ اس سے پہلے میں مر گیا ہوتا اور یہ کام میرے ہاتھ سے انجام نہ پاتا رشید نے کہا ان باتوں کو چھوڑو اور میرا حکم بجالانے کی طرف جاؤ یاسر جعفر کے پاس گیا دیکھا کہ وہ لہو ولعب وعیش وعشرت وطرب وسرور میں مشغول ہے اس نے رشید کا حکم بیان کیا جعفر نے رشید اس قسم کے مطالب مزاح کے عنوان سے مجھ سے بہت کرتا ہے شاید اس نے مزاح کیا ہو اس نے کہا نہیں خدا کی قسم اس نے عقل وہوش کے ساتھ یہ بات کی ہے اور اس نے شراب بھی نہیں پی ہوئی تا کہ کہوں کہ وہ مستی میں ہے اور نشہ کی حالت میں کہہ رہا ہے جعفر نے کہا میرے تم پر کچھ حقوق ہیں ان کے بدلے میں مجھے آج رات کی مہلت دے دو اور رشید سے کہہ دو کہ میں نے جعفر کو قتل کر دیا ہے اگر صبح ہوا اور وہ پشیمان ہو میرے قتل ہونے سے تو بہتر ورنہ اس کے حکم کو بجالانا وہ کہنے لگا میں تجھے مہلت نہیں دے سکتا کہنے لگا مجھے رشید کے خیمہ کے قریب لے جاؤ ایک دفعہ پھر میرے قتل کے معاملہ میں اس سے مراجعہ کرو اگر دوبارہ میرے قتل کا حکم دے اس وقت مجھے قتل کر دینا یاسر نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں پس جعفر اور یاسر رشید کے خیمہ کے پاس گئے تو یاسر رشید کے پاس گیا اور کہنے لگا جعفر کو لے آیا ہوں رشید نے کہا ابھی اس کا سر اڑا دے ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا یاسر جعفر کے پاس گیا اور کہا اپنے قتل کا حکم تو نے سن لیا کہنے لگا ہاں پس جعفر نے چھوٹا سا رومال نکالا اس سے اپنی آنکھیں باندھ لیں اور اپنی گردن آگے کر دی یاسر نے اس کی گردن اڑا دی اور اس کا سر رشید کے پاس لے گیا جب رشید نے جعفر کا سر دیکھا تو اسے سرزنش کرنے لگا اور اس کے تقصیرات اور کوتاہیاں ذکر کیں پھر کہنے لگا اے یاسر فلاں فلاں کو بلا لاؤ جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہنے لگا

یاسر کی گردن اڑا دو چونکہ میں جعفر کے قاتل کو بھی دیکھ نہیں سکتا (مولف حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے صحیح یہ ہے کہ وہ خادم مسرور تھا نہ کہ یاسر کیونکہ یاسر خادم کو مامون نے حضرت رضاؑ کی خدمت کے لئے معین کیا تھا اور وہ امام رضاؑ کی شہادت کے بعد تک زندہ تھا اور علی بن ابراہیم قمی نے رضاؑ کے اخبار و واقعات اس سے نقل کئے ہیں (مترجم)

جعفر کے قتل کا واقعہ ۱۸۹ھ میں ہوا اور جعفر کی عمر اس وقت پینتالیس سال تھی اور برامکہ کی حکومت اس کے قتل سے زوال پذیر ہوئی اور رشید نے یحییٰ بن خالد اور فضل بن یحییٰ کو قید کر دیا اور یحییٰ ۱۹۰ھ میں اچانک قید خانہ میں مر گیا اور فضل نے بھی ۱۹۰ھ قید میں ہی ہی وفات پائی اور ان کی بدبختی اور ذلت و رسوائی کی کیفیت طویل ہے اور یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔

محمد بن عبدالرحمان ہاشمی سے منقول ہے کہ عید قربان کا دن تھا کہ میں اپنی والدہ کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ ایک عورت پرانے لباس میں اس کے پاس ہے اور باتیں کر رہی ہے میری والدہ نے کہا اس خاتون کو پہچانتے ہو میں نے کہا کہ نہیں کہنے لگی یہ جعفر برمکی کی ماں عبادہ ہے میں نے عبادہ کی طرف رخ کیا اور اس سے کچھ گفتگو کی اور میں مسلسل اس کی حالت پر تعجب کر رہا تھا یہاں تک کہ میں نے اس سے کہا اے ماں عجائبات دنیا میں سے تو نے کیا دیکھا ہے کہنے لگی بیٹا اس قسم کی ایک عید کا دن مجھ پر گزرا جب کہ چار سو کنیزیں میری خدمت میں کھڑی تھیں اور میں کہتی تھی کہ جعفر نے میرا حق ادا نہیں کیا میری کنیزیں اور خدمتگار اس سے زیادہ ہونے چاہئیں اور آج بھی ایک عید ہے جو مجھ پر گزر رہی ہے کہ جس میں میری انتہائی آرزو یہ ہے کہ گوسفند کے دو چمڑے مجھے مل جائیں کہ جن میں سے ایک کو فرشی اور دوسرے کو اپنا لحاف بنالوں محمد کہتا ہے کہ میں نے اسے پانچ سو درہم دیئے تو وہ اس قدر خوش ہوئی کہ قریب تھا اس کے جسم سے روح نکل جائے اور کبھی کبھی عبادہ ہمارے ہاں آیا کرتی تھی یہاں تک کہ وہ فوت ہوئی اور عقلمند دانا کے لئے یہی ایک حکایت دنیا کی بیوفائی کی کافی ہے۔

خلاصہ یہ کہ برامکہ کی حکومت کی مدت سترہ سال سات مہینے اور پندرہ دن تھی اور یہ بہت سے شعراء نے اپنے اشعار میں ان کی ذلت و رسوائی کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے علی بن ابی معاذ نے اس سلسلہ میں قصیدہ کہا ہے:

یا ایھا المغتر بالدھر
والدھر ذو صرف و ذو غدر
لاتامن الدھر وصولاته
و کن علی الدھر علی حذر
ان کنت ذوا جھل بتصریفه
فانظر الی المصلوب بالجسر

اے زمانہ کے دھوکہ میں آنے والے جب کہ زمانہ صاحب گردش اور دھوکہ باز ہے زمانہ اور اس کے حملوں سے مامون نہ رہ

سکا بلکہ زمانہ سے ڈرتا رہ اور اگر تو اس کی گردش سے جاہل ہے تو اس کو دیکھ جسے پل کے پاس سولی پر لٹکایا گیا آخر قصیدہ تک۔

جب برامکہ کا ذکر آیا تو میں نے مناسب سمجھا کہ ابن خلکان برمکی کے حالات کی طرف اشارہ کروں۔

واضح ہو کہ احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابوبکر بن خلکان اربلی مشہور مورخ مشہور تاریخ وفیات الاعیان اور ابناء الزمان کا مولف ہے اور یحییٰ برمکی کی اولاد میں سے ہے اور اس کا نسب یحییٰ تک جا پہنچتا ہے اور اس کے جد کی وجہ تسمیہ خلکان کے ساتھ یہ ہے کہ ایک دن وہ اپنے مدمقابل لوگوں کے ساتھ فخر و مباہات کر رہا تھا آل برامکہ کے مفاخر کے ساتھ تو انھوں نے کہا خل کان جدی کذا نسبی کذا وھکذا یعنی چھوڑ اپنے جد و نسب کے ساتھ فخر کرنے کو بلکہ اپنے مفاخر بیان کر چوں شیر بخود سپہ شکن باش فرزند خصال خویشتن باش (تو لفظ خل اور کان کو ملا کر خلکان ہو گیا مترجم)

ان الفتی من یقول ھا انا ذا
لیس الفتی من یقول کان ابی

جوانمرد وہ ہے جو کہے میں یہ کچھ ہوں وہ جوانمرد نہیں جو کہے میرا باپ ایسا تھا اور ابن خلکان اصول میں اشعری اور فروع میں شافعی ہے اور انتہائی متعصب اور ناصبی ہے اور قاہرہ مصر میں رہتا تھا اور منصب قضاوت میں مشغول تھا اور کتاب تاریخ ۶۵۴ھ میں وہیں تالیف کی ہے اور ۲۶ رجب ۶۸۱ھ دمشق میں وفات پائی اور قاسیون پہاڑ کے دامن میں دفن ہوا اور کتاب وفیات بڑی پختہ کر کے لکھی ہے اور اس میں مشہور تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے حالات اپنے زمانہ تک کئے ہیں اور صحابہ کا کوئی ذکر نہیں اور ہم نے اس رسالہ میں بہت کچھ اس سے ذکر کیا ہے اور صلاح الدین صفدی شارح لامیۃ العجم نے وفیات کی تذئیل (دنبالہ) لکھی ہے اور اس کا نام بالوفیات رکھا ہے اور حضرت امیر المومنینؑ کے حالات تفصیل سے اس میں درج کئے ہیں واللہ العالم۔

ابوموسیٰ محمد امین بن ہارون کی خلافت اور اس کے قتل کی کیفیت کا ذکر

جب ہفتہ کے دن ۳ رجمادی الاولیٰ ۱۹۳ھ طوس میں رشید نے دنیا سے رخصتِ سفر باندھا تو لوگوں سے اس کے بیٹے محمد امین کی بیعت لی گئی اور محمد اس وقت بغداد میں تھا لہٰذا قاصد خاتم (انگشتری) خلافت تلوار اور رسولؐ خدا کی چادر کہ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ہارون کے پاس تھیں بڑی تیزی کے ساتھ اسی دن محمد اس کے لئے گیا اور اس ماہ کی پندرہ تاریخ کو بغداد میں پہنچا بغداد کے لوگوں نے اسی دن محمد کی بیعت کی اور محمد کی ماں ام جعفر زبیدہ دختر بن ابوجعفر منصور تھی کہ جو بنی عباس کی عورتوں کی سردار تھی اور اس کے آثار مشہور ہیں ان میں سے شہر تبریز بنایا اس کی تجدید و تعمیر اور بعض چشمے اور دوسرے آثار اس کے نقل ہوئے ہیں اور وہ کنویں جو مکہ کے راستہ میں ہیں اس نے کھدوائے اور محمد امین عبداللہ مامون سے چھ ماہ چھوٹا تھا اور ہارون نے اپنی خلافت کے زمانہ میں محمد کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اس کے لئے بیعت لی تھی اور اس کے بعد مامون کے لئے اور جب اٹھارہ راتیں امین کی بیعت کی گزریں تو وہ اس کے درپے ہوا کہ مامون کو ولی عہدی سے ہٹا کر اپنے بیٹے موسیٰ ناطق کو ولی عہد بنائے پس اس نے امراء اور وزراء سے اس معاملہ میں مشورہ کیا انھوں نے اسے اچھا نہ سمجھا سوائے علی بن عیسیٰ بن ماہان کے کہ جس نے مامون کے خلع خلافت کا اقدام کیا پس امین نے علی بن عیسیٰ کو عظیم لشکر دے کر مامون سے جنگ کرنے کے لئے خراسان بھیجا جب علی امین کے لشکر کے ساتھ رَیّ کے قریب پہنچا تو طاہر بن حسین مامون کی طرف سے چار ہزار سوار کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لئے آیا اور چونکہ علی نے ہوشیاری اور احتیاط کے راستہ کو اپنے لشکر کی کثرت کی وجہ سے پس پشت ڈال دیا تھا لہٰذا طاہر کے لشکر سے مغلوب اور سوا ہوا اور علی کو انھوں نے قتل کر دیا اور اس کا بدن ایک کنویں میں پھینک دیا طاہر نے اس سلسلہ میں مامون کو خط لکھا تو مامون بہت خوش ہوا مامون نے بھی اپنے بھائی امین کو خلافت سے خلع (الگ کرنا) کیا اور طاہر بن حسین کو ہرثمہ بن اعین کے ساتھ امین سے لڑنے کے لئے بغداد کی طرف روانہ کیا پس طاہر و ہرثمہ اپنے لشکر کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور انھوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور بہت سی جنگیں امین و مامون کے لشکروں کے درمیان واقع ہوئیں اور بہت سی منجنیقیں (فلاخن جس سے بڑے پتھر قلعہ کی دیوار کو توڑنے کے لئے پھینکے جاتے ہیں) اطراف بغداد میں نصب کی گئیں اور بہت سے مکانات جلائے اور خراب کئے گئے اور بغداد کے لوگوں کے بہت سے مال تلف ہوئے اور بہت سے عیاروں اور مکاروں نے اسی کشمکش میں لوگوں کے مال خورد برد کئے اور اجناس کی بغداد میں قیمت بہت بڑھ گئی کیونکہ آنے جانے کا راستہ بند ہو گیا تھا اور یہ واقعہ ۱۹۶ھ میں ہوا اور چودہ ماہ تک معاملہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ بغداد کے لوگ تنگ آ گئے اور ان پر معاملہ سخت ہو گیا لہٰذا بہت سے لوگ حج کے بہانے بغداد سے بھاگ گئے اور کچھ لشکرِ مامون سے جا ملے اور امین کا معاملہ سخت ہو گیا اور اس کے بہت سے

ساتھی اس سے دستبردار ہو گئے اور اسے تنہا چھوڑ دیا اور طاہر نے بھی اعیان بغداد کو خطوط لکھے کہ امین کو قتل کر دو اور اس کے مقابلہ میں بہت سے سیم وزر کا وعدہ کیا سب نے لکھا کہ ہم نے امین کو خلافت سے ہٹا دیا ہے اور اس کی مدد سے ہاتھ اٹھا لئے ہیں خلاصہ یہ کہ طاہر نے قوت حاصل کی اور امین پر معاملہ بہت تنگ کر دیا اور اس حد تک آنے جانے کا راستہ بند کر دیا کہ صورت یہ ہو گئی کہ قریب تھا امین اور اس کے ساتھی بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو جائیں لہٰذا امین نے ہرثمہ کو لکھا کہ مجھے امان دو اور مطمئن کرو تا کہ میں تمہارے پاس چلا آؤں ہرثمہ نے قبول کیا اور وعدہ کیا کہ اگر میرے پاس چلے آؤ تو خیر وخوبی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھو گے پس امین نے موسیٰ اور عبد اللہ اپنے بیٹوں کے بوسے لئے اور انھیں سونگھا اور ان سے رخصت ہوا اور روتا ہوا باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر باب خراسان سے باہر نکل کر مشرعہ کی طرف گیا اور کشتی میں بیٹھ کر ہرثمہ سے ملاقات کی ہرثمہ نے اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کشتی میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے کہ طاہر نے ہرویہ کے ایک گروہ کو کچھ ملاحوں وغیرہ کے ساتھ بھیجا کہ وہ امین کو گرفتار کر لیں وہ لوگ آئے اور کپڑے اتار کر پانی کے اندر چلے گئے اور کشتی کے نیچے آ نکلے اور کشتی پانی میں الٹ دی اور کشتی والے کہ جن میں امین اور ہرثمہ تھے پانی میں گر گئے ہرثمہ نے کسی نہ کسی طریقہ سے اپنے کو ایک چھوٹی کشتی تک پہنچایا اور باہر نکل کر اپنے لشکر میں جا پہنچا اور امین نے بھی اپنے کپڑے اتار دیئے تا کہ ہلکا پھلکا ہو جائے پس تیر کر پانی سے نکل آیا لیکن اتفاقاً اس طرف سے نکلا کہ جدھر ویرانی طاہر کے غلام کا لشکر جمع تھا تو ان میں سے بعض لوگوں نے اسے پکڑ لیا مشک اور عمدہ خوشبو اس سے سونگھی تو سمجھے کہ یہی امین ہے اسے طاہر کے پاس لے گئے اور قبل اس کے کہ طاہر کے پاس پہنچا طاہر کو خبر ہو گئی طاہر نے امین کے قتل کا حکم دے دیا انھوں نے راستہ میں ہی اسے قتل کر دیا حالانکہ وہ چیختا اور پکارتا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون، میں رسولؐ اللہ کے چچا کا بیٹا اور مامون کا بھائی ہوں اتنی تلواریں اسے ماری گئیں کہ وہ ہلاک ہو گیا تب اس کا سر بدن سے جدا کر کے طاہر کے پاس لے گئے جب سر طاہر کے پاس رکھا گیا تو اس نے کہا **اللھم مالك الملك توتی الملك من تشاء** الا یہ خدایا تو ملک کا بادشاہ ہے جسے چاہتا ہے ملک وسلطنت دیتا ہے پھر امین کا سر مامون کے پاس خراسان بھیجا گیا اور امین کا قتل اتوار کی اتوار ۲۵ محرم ۱۹۸ھ میں ہوا۔

اور امین کے قتل کی کیفیت ایک اور طریقہ سے بھی منقول ہے جیسا کہ احمد بن سلام سے نقل ہے جو کشتی میں امین کے ساتھ تھا جب کشتی الٹادی گئی احمد تیر کر باہر نکل آیا طاہر کے ایک ساتھی نے اسے گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا اس نے اسے دو ہزار درہم کا وعدہ دیا کہ اس رات کی صبح کو دے دوں گا احمد کہتا ہے کہ اس نے میرے قتل کرنے سے درگزر کیا اور ایک تاریک کوٹھری میں بند کر دیا میں اس کوٹھری میں تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص کو ننگا و برہنہ لے آئے کہ سوائے سلوار اور عمامہ کے اس کے بدن پر کچھ نہیں تھا اور اس کے کندھے پر کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا اور اسے بھی اسی کوٹھری میں بند کر دیا اور پاسبانوں نے اس کوٹھری کو اپنے گھیرے میں لے لیا کہ کہیں ہم بھاگ نہ جائیں جب وہ شخص اپنی جگہ پر مستقر ہوا اور اس نے عمامہ اپنے سر اور چہرہ سے ہٹایا تو میں نے کہا وہ محمد امین ہے پس میں رو پڑا اور کلمہ **انا للہ** آہستہ سے کہا امین نے مجھے دیکھا اور کہا کہ تو کون ہے میں نے کہا کہ میں تیرا ایک غلام ہوں اے میرے سردار کہنے لگا میرے غلاموں میں سے کون ہے تو میں نے کہا میں احمد بن سلام ہوں کہنے لگا اے احمد میں نے کہا لبیک اے میرے آقا

کہنے لگا میرے نزدیک آؤ اور مجھے اپنے بغل میں لو کہ میں سخت وحشت میں اپنے کو پا رہا ہوں میں نزدیک ہوا اور اس کو بغل میں لیا میں نے دیکھا کہ اس کا دل اضطراب وخفقان میں ہے پس کہنے لگا یہ بتاؤ کہ میرا بھائی مامون زندہ ہے میں نے کہا اگر زندہ نہیں تو یہ جنگ و جدال کس لئے ہے کہنے لگا مجھے کہتے تھے کہ وہ مر چکا ہے میں نے کہا خدا قبیح کرے تیرے وزراء کے چہروں کو کہ جنھوں نے تجھے اس حالت تک پہنچایا کہنے لگا یہ سرزنش کا وقت نہیں اور ان کو کوئی تقصیر اور کوتاہی نہیں میں نے کہا اے میرے آقا اس کپڑے کے ٹکڑے کو پھینک دو کہنے لگا جس کی حالت میرے جیسی ہو اس کے لیے یہ ٹکڑا بھی بہت ہے پھر کہنے لگا اے احمد مجھے شک نہیں کہ یہ مجھے میرے بھائی مامون کے پاس لے جائیں گے کیا مامون مجھے قتل کر دے گا میں نے کہا آپ کو قتل نہیں کرے گا کیونکہ رحم کا تعلق اسے تجھ پر مہربان کر دے گا کہنے لگا ھیھات الملک عقیم لا رحم لہ دور ہے یہ بات ملک بانجھ ہے اس کا کوئی رحم نہیں میں نے کہا ہر ثمہ کی امان تیرے بھائی کی امان ہے پس میں اسے استغفار اور ذکر خدا کی تلقین کر رہا تھا کہ اچانک کوٹھری کا دروازہ کھلا اور ایک شخص ہتھیار سمیت وارد ہوا اور اس نے محمد کے چہرہ پر ایک نگاہ کی اور باہر چلا گیا اور دروازہ بند کر دیا میں سمجھ گیا کہ یہ محمد کو قتل کر دیں گے اور میں نے اپنی نماز تہجد پڑھ لی تھی سوائے نماز وتر کے میں ڈرا کہ کہیں اس کے ساتھ مجھے بھی قتل نہ کر دیں اور میری نماز وتر فوت ہو جائے میں جلدی سے نماز وتر کے لئے کھڑا ہو گیا محمد کہنے لگا میرے پاس آ کر نماز وتر پڑھو کیونکہ میں سخت وحشت میں ہوں پس کچھ دیر نہ گزری کہ عجمیوں کی ایک جماعت ننگی تلواریں لئے ہوئے آئی کہ محمد کو قتل کر دیں جب اس نے یہ حالت دیکھی تو اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا **انا للہ وانا الیہ راجعون** میری جان خدا کی قسم اللہ کی راہ میں گئی کیا کوئی چارہ نہیں کیا کوئی فریاد رس نہیں وہ لوگ دروازے کے قریب آ گئے اور ہر ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ اس کے پاس جا کر اس کا کام تمام کرو محمد نے تکیہ ہاتھ میں لیا اور کہا میں رسول اللہؐ کے چچا کا بیٹا ہوں میں ہارون الرشید کا بیٹا ہوں میں مامون کا بھائی ہوں خدا سے ڈرو خدا سے خوف کرو میرے خون کے بارے میں پس طاہر کا ایک غلام اندر آیا اور اس نے محمد کے سر کے سامنے ایک ضرب لگائی محمد نے تکیہ اس کے چہرہ کے سامنے کر دیا اور چاہا کہ اس سے تلوار چھین لے کہ اس ایرانی نے آواز دی کہ محمد نے مجھے مار ڈالا وہ گروہ کمرے میں گھس آیا اور محمد پر ہجوم کیا ایک نے اس کے نیچے تلوار ماری کہ محمد منہ کے بل زمین پر گر پڑا تب انھوں نے اس کا سر کاٹ لیا اور طاہر کے پاس لے گئے۔

فقیر کہتا ہے کہ احمد بن سلام کے واقعہ کے نقل کرنے سے میرا ایک خاص مطلب تھا اور وہ یہ کہ ناظرین دیکھ لیں کہ پہلے لوگ کس طرح نماز تہجد اور نوافل کی پابندی کرتے تھے کہ یہ شخص جو باوجودیکہ محمد امین کا غلام ہے اور عابد وزاہد میں سے نہیں ہے بلکہ قید بھی ہے اور اپنی زندگی سے مایوس ہے کس قدر اہتمام نماز تہجد کا کرتا ہے اور اسے خوف ہے کہ کہیں وہ قتل ہو جائے اور اس کی نماز وتر فوت نہ ہو گئی ہو مذہب جعفری کے اہل غیرت کے لئے یہ واقعہ عظیم پند و نصیحت ہے خلاصہ یہ کہ جب امین کا سر طاہر کے پاس لے گئے تو اس نے وہ سر مامون کے پاس خراسان بھیجا اور جب امین کا سر مامون کے پاس لے گئے تو اس نے حکم دیا کہ اس کو صحن خانہ میں ایک لکڑی پر لٹکا دیں اور اپنے لشکر و سپاہ کو بلایا اور انھیں عطیے اور بخششیں دینی شروع کیں جس کو جائز اور انعام دیتا اس کو حکم کرتا کہ پہلے سر پر لعنت کرو اور اپنا انعام حاصل کرو لوگ امین کے سر پر لعنت کرتے اور انعام لیتے تھے یہاں تک کہ ایک عجمی نے اپنا انعام لیا اس سے کہنے

لگے کہ سر کے اوپر لعنت کرو تو وہ کہنے لگا کہ خدا اس پر اور اس کے ماں باپ پر لعنت کرے اور انھیں ان کے ماؤں کی فلاں فلاں چیز میں داخل کرے پس مامون نے حکم دیا کہ سر کو سولی سے اتار کر خوشبو لگائیں اور پھر بغداد کی طرف بھیجا کہ اسے بدن کے ساتھ دفن کردیں۔

اور محمد امین کی عمر ۳۳ سال اور تیرہ دن تھی اور اس کی مدت خلافت قتل ہونے تک تقریباً پانچ سال تھی اور چونکہ وہ اپنے زمانہ میں لہو ولعب اور لذت وطرب میں مشغول رہتا تھا اور اس کے بعد محاصرہ اور مامون کے لشکر سے جنگ کرنے میں مشغول رہا لہٰذا آل ابوطالبؑ سے متعرض نہیں ہوا اور اس کے زمانہ میں کوئی حادثہ طالبین کو پیش نہیں آیا جو چیز اس کے قتل ہونے اور ملک کے زوال کا سبب بنی وہ اس کا زیادہ تر لذات کی طرف متوجہ ہونا اور لہو ولعب اور ساز وطرب وغیرہ میں مشغول ہونا ہے جیسا کہ بعض شعراء نے ان دو اشعار میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اذا غدا ملك باللهو مشتغل !

فاحكم على ملكه بالويل والحرب

اما ترى الشمس فى الميزان هابطة

لما غدا وهو برج اللهو و اللعب!

ا۔ جب میں بادشاہ لہو ولعب میں مشغول ہو جائے تو اس کے ملک پر تباہی اور جنگ کا حکم لگا دو۔ ۲۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ سورج برج میزان میں صبح کے وقت گر جاتا ہے کیونکہ وہ لہو ولعب کا برج ہے۔ امین کی خلافت کے ابتدائی دور میں رشید کی موت کے اٹھارہ راتوں کے بعد ابوبکر بن عیاش نے دنیا سے کوچ کیا اس کی عمر اس وقت اٹھانوے سال اور ۱۹۷ھ میں اور ایک قول ہے ۱۹۹ھ میں عبدالملک بن صالح بن علی سفاح کا چچازاد بھائی مقام رقہ میں دنیا سے چل بسا وہ اپنے زمانہ میں بنی عباس کا فصیح ترین شخص تھا۔

ابوالعباس عبداللہ بن ہارون ملقب بمامون کی خلافت اور ابوسرایا کی داستان کا ذکر

جس وقت سے عبداللہ مامون نے محمد امین کو خلافت سے ہٹایا اور اس کا لشکر امین سے جنگ کرنے کے لئے گیا اور اس کا محاصرہ کیا تو خراسان اور باقی شہروں کے لوگوں نے (کہ جن پر طاہر بن حسین کا غلبہ ہو چکا تھا) مامون کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور اس کی بیعت کی اور منبروں پر اس کا نام لیا یہاں تک کہ محمد امین قتل ہوا اس وقت تو بغداد کے لوگوں نے بھی مامون کو خلیفہ مان لیا مامون کو بنی عباس کا ستارہ کہتے تھے وہ علم نجوم و حکمت سے کافی بہرہ ور تھا اور علم فلسفہ سے اسے بہت محبت و شغف تھا وہ ہمیشہ مناظرہ اور علمی گفتگو کی مجالس منعقد کرتا تھا اس کی ماں کنیز تھی جس کا نام مراجل تھا اور مامون اظہار تشیع کرتا تھا اور اس کے ندماء و رفقاء میں سے یحییٰ بن اکثم خراسانی تھا۔ یحییٰ اس سے پہلے بصرہ کا قاضی تھا کہتے ہیں کہ وہ لواطت کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے بصرہ کے لوگوں کے لڑکے خراب کر دیئے اور اہل بصرہ تنگ آ گئے اور مامون کو اس کی شکایت کے پیغام بھیجے مامون نے اسے قضاوت سے معزول کر دیا اور یحییٰ ہی کے حق میں کہا گیا ہے۔

یا لیت یحیی لم یلدہ اکثم
ولم تطأ ارض العراق قدمه
الوط قاض فی العراق نعلمه ای دوات
لم یلقه قلمه وای شعب لم یلجه ارقمه

کاش یحییٰ کو اکثم نے نہ جنا ہوتا اور عراق کی زمین کو اس کے قدم نہ روندتے عراق میں سب سے زیادہ لواطت کرنے والا قاضی ہم اسے جانتے ہیں کہ کونسی دوات ہے کہ جس میں اس کا قلم نہیں گیا اور کس نشیب میں اس کا خبیث سانپ داخل نہیں ہوا۔ یحییٰ قضاوت بصرہ سے معزول ہونے کے بعد مامون کے پاس پہنچا مامون نے اسے اپنا ہم پیالہ ہم نوالہ بنا لیا اور اس کا رتبہ بلند کیا۔ منقول ہے کہ ایک دن مامون نے یحییٰ سے کہا اے ابو محمد یہ شعر کس کا ہے۔

قاض یری الحد فی الزنا ولا
یری علی من یلوط من باس

وہ قاضی جو زنا میں تو حد جاری کرنے کا فتویٰ دیتا ہے اور جو لواطت کرے اس کے متعلق اس کی رائے ہے کہ کوئی ڈر نہیں یحییٰ

نے کہا کہ یہ شعر ابن ابو نعیم کا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو کہتا ہے:

امیرنا یرتشی و حاکمنا
یلوط والرس اھر ماراس
قاض یری الحد فی الزنا ولا
یری علی من یلوط من باس
ما احسب الجور ینقضی و
علی الامۃ وال من ال عباس

ہمارا امیر رشوت لیتا ہے اور حاکم لواطت کرتا ہے اور سردار کتنا برا سردار ہے قاضی زنا میں تو حد کھتا ہے اور جو لواطت کرے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا میں گمان نہیں کرتا کہ ظلم و جور ختم ہو جب تک آل عباس میں سے کوئی والی و حاکم امت پر رہے گا مامون نے خجالت سے کچھ دیر سر نیچے رکھا اور حکم دیا کہ ابن ابو نعیم شاعر کو شہر بدر کر دیں اور سندھ کی طرف اسے بھیج دیا خلاصہ یہ کہ یحییٰ کثرت لواطت و اغلام میں مشہور اور متجاہر تھا۔

منقول ہے کہ مامون نے چار سو خوبصورت بیریش چھوکرے اس کی لذت و عیش کے لئے اس کے ملازم قرار دیئے تھے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے اور اس قاضی بے حیاو بے شرم نے شرم و حیا کا پردہ اٹھا رکھا تھا اور وہ ان سے لذت حاصل کرتا تھا اور انھیں بنا تا سنوارتا تھا لہٰذا اس کے زمانہ کے شعراء کی ایک جماعت نے اس کی ہجو کی ہے کہ جن میں سے راشد بن اسحاق ہے کہ جس نے اس کی ہجو میں قصیدہ کہا ہے یہ دو شعر اس کے قصیدہ کے ہیں کہ جن میں انھیں بیریش چھوکروں کی طرف اشارہ ہے جو اس کی خدمت کے لیے اس کے پاس رہتے تھے:

یقودھم الی الھیجا قاض
شدید الطعن بالرمح الردینی
یغادرھم الی الاذقان صرعی
وکلھم جریح الخصیتین!

میدان کی طرف انھیں قاضی کھینچ لاتا ہے جو عمدہ لچکدار نیزہ بڑی شدت سے مارتا ہے انھیں ٹھوڑیوں کے بل گراتا ہے اور سب خصیتین سے زخمی ہیں۔

نیز راشد نے ہی اس کی ہجو میں کہا ہے:

وکنا نرجی ان نری العدل ظاھرا
فاعقبنا بعد الرجاء قنوط

متی تصلح الدنیا و یصلح اهلها!
وقاضی قضاة المسلمین یلوط هم

امید رکھتے تھے کہ عدل ظاہر ہو گا پس ہم پر امید کے بعد نا امیدی چھا گئی دنیا اور اس کے رہنے والوں کی اصلاح کب ہو سکتی ہے جب مسلمانوں کا قاضی القضاۃ لواطت اور اغلام کرتا ہے۔

سیوطی نے کتاب ریاض النضرۃ فی احادیث الماء والخضرۃ میں بخاری کی تاریخ سے نقل کیا ہے کہ اس نے محمد بن سلیمان یمانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن مامون یحییٰ کے ساتھ بیٹھا تھا اور عباس مامون کا بیٹا بھی وہاں مجلس میں موجود تھا اور عباس انتہائی خوش رو اور خوبصورت تھا یحییٰ نے اپنی آنکھیں عباس پر گاڑی ہوئی تھیں اور مسلسل اس کی شکل وصورت سے لذت حاصل کر رہا تھا جب قاضی نے دیکھا کہ یہ کام اچھا نہیں اور ادھر سے وہ بیرنش چھوکروں کے معاملہ میں بے قابو بھی تھا اور اپنے آپ کو کنٹرول نہیں کر سکتا تھا لہٰذا معذرت کے دروازے سے نکلنا چاہا اور ایک حدیث گھڑ لی اور مامون سے کہنے لگا اے امیر المومنین مجھے عبدالرزاق نے معمر سے ایوب سے نافع سے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ اس نے حدیث بیان کی رسول خداؐ سے کہ خوبصورت چہرے کو دیکھنے سے آنکھوں میں جلا پیدا ہوتی ہے اور چونکہ میری آنکھیں کمزور ہیں میں نے چاہا کہ عباس کے خوبصورت چہرہ کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو جلا بخشوں مامون غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا اے یحییٰ خدا سے ڈرو اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث رسولؐ خدا پر بہتان ہے اور قطعاً پیغمبر نے یہ حدیث نہیں فرمائی۔

مؤلف کہتا ہے کہ جو کچھ یحییٰ کی لواطت کے متعلق نقل ہوا ہے اگر وہ لکھا جائے تو وضع رسالہ سے خارج ہو جائیں گے اور عمرِ عزیز بھی اس سے اشرف و اعلیٰ ہے کہ ایسے مطالب کے نقل میں صرف ہو پس کتاب جعفریات سے سند کے ساتھ امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ لوگوں میں سے زیادہ احمق وہ ہے جو اپنی کتاب کو باطل اور غلط باتوں سے پر کرے حکماء علماء اتقیاء اور ابرار لوگ بس تین قسم کی چیزیں لکھتے تھے کہ جن میں چوتھی نہیں ہوتی تھی جو اللہ کے لئے باطن کو اچھا کرے اللہ اس کے ظاہر وعلانیہ کو اچھا کر دیتا ہے اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان معاملہ درست کر لے تو اللہ اس کے اور لوگوں کے درمیان کا معاملہ درست کر دیتا ہے اور جس کا ہم وغم آخرت ہو اللہ اس کے دنیا کے ہم وغم کی کفایت کرتا ہے باقی رہا یہ کہ ہم نے اس قدر واقعات یحییٰ کے باب میں ذکر کئے اس میں ایک لطیف نکتہ مد نظر تھا اور یہ کہ عاقل و ہوشمند جان لے کہ جب اس قاضی نے شرم وحیا کا پردہ چاک کیا اور خدا سے شرم وحیا نہ کی تو کس طرح خدا نے اسے رسوا و ذلیل کیا کہ اس زمانہ تک کہ گیارہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے اب تک اس کا نام برائی کے ساتھ تصانیف اور لوگوں کی زبانوں پر لیا جاتا ہے علاوہ آخرت کے شدائد وعذاب کے اور لوگوں کے درمیان ایک مثل مشہور ہے لطف حق با تو مدارا ہا کند چونکہ از حد بگذرد رسوا کند خدا کا لطف وکرم تجھ سے مدارت ونرمی برتتا ہے لیکن جب معاملہ حد سے بڑھ جائے تو پھر رسوا و ذلیل کرتا ہے پس ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور اگر کسی گناہ میں مبتلا ہے تو رسوا نہ ہونے کی جہت سے خصوصاً قیامت کے دن کہ نعوذ باللہ من خزی یوم المحشر (ہم پناہ مانگتے ہیں قیامت کے دن کی رسوائی سے) اس گناہ کو ترک کر دے اور یہ بات اہل تفکر کے لئے وسیع ہے اور یحییٰ کے

حالات سے مامون کے حالات بھی معلوم ہو گئے کیونکہ جب انسان کسی شخص کے حالات معلوم کرے تو اس سے اس کے ہمنشین اور ساتھی کے حالات بھی معلوم ہو جاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہم اس رسالہ میں تاریخ نویسی کی بنا پر نہیں رکھتے بلکہ تاریخ خلفاء تو عنوان مطلب ہے اور مقصد ان اہم فوائد کا ذکر کرنا ہے جو اہل علم و اہل تمیز پر مخفی نہیں واللہ المؤید (خدا تائید فرماتا ہے)۔

خلافت مامون کے زمانے نے تقریباً اکیس سال طول کھینچا اور اس کی خلافت کی ابتداء ۱۹۶ھ کے حدود میں تھی اور ۱۹۸ھ میں اس نے اپنے بھائی قاسم بن رشید کو خلافت کی ولی عہدی سے ہٹایا اور اسی سال سفیان بن عیینہ نے مکہ میں وفات پائی اور اسی سال ابن خلکان کی تاریخ کے مطابق حسن بن ہانی نے جو ابو نواس شاعر کے نام سے مشہور ہے بغداد میں وفات پائی اور وہ بہت بڑا شاعر تھا لیکن اس کے اکثر اشعار باطل اور بیہودہ باتوں میں تھے اور اس کو ابو نواس (ضمہ نون کے ساتھ) اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کے دو گیسو تھے جو اس کے کندھوں پر لٹکے رہتے تھے اور وہ اس ابو نواس کے علاوہ ہے جو ابو نواس حق کا لقب رکھتا ہے جیسا کہ مجالس شیخ میں ہے کہ امام علی بن محمد نقی علیہما السلام نے ابو سری سہل بن یعقوب بن اسحاق سے فرمایا (جو کہ ابو نواس کے لقب سے ملقب تھا جو فضول اور خوش طبعی کی باتیں لوگوں سے کرتا تھا اور ان سے خوش طبعی کی باتوں کو تمہید بناتا تھا اپنے تشیع کے اظہار کے لئے اے ابو سری تو ابو نواس حق ہے اور جو تجھ سے پہلے تھا وہ ابو نواس باطل تھا اور ابو نواس (مشہور) کے بڑے عمدہ اشعار ہیں ہمارے آقا علی بن موسیٰ رضا کی مدح میں:

مطهرون نقيات ثيابهم
تتلى الصلوة عليهم اينما ذكروا
من لم يكن علويا حين تنسبه
فماله من قديم الدهر مفتخروا
والله لما برى خلقا فاتقنه
صفاكم واصطفاكم ايها البشر
فانتم الملأ الاعلى وعندكم
علم الكتاب وما جاءت به السور

وہ پاک کئے گئے ہیں اور ان کے دامن صاف ستھرے ہیں ان پر صلوات بھیجی جاتی ہے جہاں کہیں بھی ان کا ذکر ہو جو شخص اولاد علی میں سے نہ ہو جب تو اس کا نسب بیان کرنے لگے تو اس کے لئے قدیم زمانہ میں کوئی فخر کا مقام نہیں اور خدا نے جب مخلوق کو پیدا کیا پس اسے پختہ کیا تو تمہیں صاف کیا اور مصطفیٰ بنایا اے کامل بشر تم ہی بلند ترین گروہ ہو اور تمہارے پاس کتاب اور جو کچھ قرآنی صورتوں میں ہے اس کا علم ہے اور مامون سے حکایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ اگر دنیا اپنی آپ تعریف کرے تو بھی وہ ابو نواس کے اس قول کی طرح اپنی توصیف نہیں کر سکے گی۔

الاكل حى هالك و ابن هالك
وذونسب فى العالمين عريق
اذا امتحن الدنيا لبيب تكشفت
له عن عدو فى ثياب صديق

یاد رکھو ہر زندہ ہلاک ہونے والا اور ہلاک ہونے والے کا بیٹا اور دونوں جہانوں میں جو صاحب نسب ہو وہ تباہ و غرق ہونے والا ہے جب عقلمند دنیا کا امتحان کرے تو وہ اس کے سامنے دشمن دوست کے لباس میں ہو کر منکشف و ظاہر ہوگی۔

منقول ہے کہ جب ابونواس کی موت کا وقت آیا تو عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی نے اس سے کہا کہ تو دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے دن میں ہے لغزشیں تو نے بہت کی ہیں پس توبہ کرتا کہ خدا تجھے بخش دے ابونواس کہنے لگا مجھے اونچا کرو اور بٹھاؤ جب اسے بٹھایا گیا تو کہنے لگا تو مجھے عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے حالانکہ مجھ سے حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے ثابت بنانی سے اس نے انس بن مالک سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پیغمبر کے لیے حق شفاعت ہے اور میں نے اپنی شفاعت اپنی امت کے گناہان کبیرہ کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن ذخیرہ کر رکھی ہے کیا تو گمان کرتا ہے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔

مؤلف کہتا ہے کہ خدا سے حسن ظن رکھنا خصوصاً مرنے کے وقت ممدوح ہے اور روایت ہے کہ حسنوا الظن باللہ خدا کے متعلق حسن ظن رکھو اور وارد ہوا ہے کہ خدا فرماتا ہے انا عند ظن عبدی فلیظن بی ماشاء میں اپنے بندے کے ظن و گمان کے پاس ہوں پس جو گمان چاہے رکھے اور ابونواس حسن ظن رکھتا تھا اور کس قدر اچھا تھا اس کا ظن اپنے رب کے ساتھ جہاں وہ کہتا ہے۔

تكثر ما استطعت من الخطايا
فانك بالغ ربا غفورا
ستبصران وردت عليه عفوا
وتلقى سيدا ملكا كريما
تعض ندامة كفيك مما
تركت مخافة النار السرورا

جتنے چاہے زیادہ گناہ کرے کیونکہ تو نے بخشنے والے پروردگار کی بارگاہ میں جانا ہے جب تو اس کے دربار میں پہنچے گا تو عفو و مہربانی دیکھے گا اور تو کریم آقا اور بادشاہ کی ملاقات کرے گا اور تو ندامت سے اپنی ہتھیلیاں کاٹے گا اس خوشی کے چھوڑنے پر جو تو نے جہنم کی آگ کے خوف سے چھوڑ دی تھی لیکن مخفی نہ رہے کہ ظن اور رجاء و امید ممدوح ہے جب کہ وہ خوف و خشیت سے ملی ہوئی ہو اور انسان عذاب الٰہی اور خدائی امتحانات سے ایمن و مامون ہو کر نہ بیٹھ جائے اور عظمت و جلال حضرت ذوالجلال سے بےخوف نہ ہو اس عنوان سے کہ میں خدا سے امید اور حسن ظن رکھتا ہوں لہٰذا جو چاہے کرتا پھرے اور اس میں

شک نہیں کہ یہ رجاء امید نہیں بلکہ غرور وحماقت ہے اور باعث خسران وخسارہ ہے بہت عمدہ کیا ہے جس کسی نے کہا ہے ما اشتار العسل من اختار الکسل۔

نابردہ رنج گنج میسر نمی شود

مزد آں گرفت جان برادر کہ کار کرد

تکلیف اٹھائے بغیر خزانہ میسر نہیں ہوتا مزدوری اسے ملے گی اے برادر عزیز جو کام کرے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ سے عرض کیا کہ آپ کے محب دوالیوں کا ایک گروہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم امید رکھتے ہیں حضرتؑ نے فرمایا وہ جھوٹ بکتے ہیں یہ ہمارے محب ودوست نہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن پر دنیاوی امیدوں کا غلبہ ہے جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے اس کے لئے وہ کام کرتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ جس قدر بندہ کی معرفت عظمت وجلال خداوندی زیادہ ہوتی ہے وہ اپنے عیوب سے زیادہ بینا ہوتا ہے اسے خدا کا زیادہ خوف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا نے خوف وخشیت کی نسبت علماء کی طرف دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء سوا اس کے نہیں کہ اللہ بندوں میں سے علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں اور رسول خدا نے فرمایا میں خدا سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں اور آنحضرتؐ سے لوگوں نے پوچھا آپ کیوں جلدی بوڑھے ہو گئے فرمایا مجھے سورۂ ہود واقعہ ومرسلات اور عم یتساءلون نے بوڑھا کیا ہے اور اگر آنکھوں سے نہیں دیکھا تو سنی تو ہیں انبیاء کے خوف کی حکایات اور امیر المومنین کا بار ہا غش کھا جانا اور حضرت سید الساجدین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی تضرع وزاری ومناجات خلاصہ یہ کہ روایت ہوئی ہے۔ابونواس کے ایک دوست سے وہ کہتا ہے کہ میں ابونواس کی موت کے بعد اس کے لئے بہت پریشان ہوا اس کے زیادہ گناہوں اور اس پر عذاب الٰہی کے ہونے کی وجہ سے یہاں تک کہ ایک دفعہ اس نے اسے عالم خواب میں بڑی اچھی ہیئت میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ خدا نے تجھ سے کیسا معاملہ کیا ہے کہنے لگا خدا نے مجھے چند اشعار کی وجہ سے بخش دیا جو میں نے کہے تھے میں نے کہا وہ اشعار کونسے ہیں وہ کہنے لگا کہ میری والدہ کے پاس ہیں صبح سویرے میں اس کی والدہ کے پاس گیا اور اس سے وہ واقعہ بیان کیا اور ان اشعار کا مطالبہ کیا اس کی ماں ایک تحریر لے آئی جو ابونواس کے ہاتھ ہی کی لکھی ہوئی تھی اور اس میں یہ اشعار تحریر تھے۔

یا رب ان عظمت ذنوبی کثیرۃ

فلقد علمت بان فضلك اعظم

ان کان لا یدعوك محسن!

فمن الذی یدعو و یرجو المجرم

ادعوك رب کما اردت تضرعا

فاذا رددت یدی فمن ذا یرحم

مالی الیک شفاعة الا الذی
ارجوه من عفو و انی مسلم!
یا من علیه توکلی وکفایتی!
اغفرلی الزلات انی اثیم

اے پروردگار اگر چہ میرے گناہ کثیر ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ تیرا فضل وکرم بہت عظیم ہے اگر تجھے اچھے آدمی کے علاوہ کوئی نہیں پکار سکتا تو پھر مجرم کس کو پکارے اور کس سے امید رکھے۔

پروردگار میں تجھے پکارتا ہوں جیسے تو چاہتا ہے تضرع وزاری کے ساتھ اب تو نے اگر میرا ہاتھ خالی پلٹا دیا تو پھر کون مجھ پر رحم کرے گا تیری بارگاہ میں میری کوئی شفاعت وسفارش نہیں ہے سوائے اس عفو ومہربانی کے جس کی مجھے امید ہے اور یہ کہ میں مسلمان ہوں اے وہ ذات کہ جس پر مجھے توکل ہے اور جو میرے لئے کافی ہے میری لغزشوں کو معاف کردے۔ بے شک میں گنہگار ہوں۔

اے بخشنے والا پردہ پوش خدا اس عاصی وگنہگار سیاہ کارنامہ اعمال کو بخش دے خدایا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو تیری بارگاہ میں مقبول ہو سوائے ولایت ومحبت امیر المومنین وشفیع المذنبین اور ان کے اہل بیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی مودت کے۔

مواهب الله عندی جاوزت املی
ولیس یبلغها قولی ولا عملی
لکن اشرفها عندی وافضلها
ولایتی لامیر المومنین علی

خدا کی بخششیں میرے پاس اتنی ہی جو میری امید سے تجاوز کرگئی ہیں اور ان تک میرا قول وفعل نہیں پہنچ سکتا لیکن ان ذرہ نوازیوں میں سے اشرف وافضل جو میرے پاس ہے وہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی ولایت ومحبت پر مارنا اور ان کے ساتھ اور ان کے جھنڈے کے نیچے ہمیں محشور فرمانا اور مامون کے زمانہ میں ۱۹۹ھ میں ابوالسرایا نے خروج کیا۔

ابوالسرایا کے خروج اور مامون کے زمنہ میں بعض طالبین کے شہید ہونے کا ذکر

ابوالسرایا کا نام سری بن منصور شیبانی ہے اور وہ مرد بہادر قوی القلب اور جنگ کے معاملہ میں بڑی بصیرت رکھتا تھا اور اس نے ۱۹۹ھ کوفہ میں خروج کیا اور لوگوں کو محمد بن ابراہیم بن اسماعیل طباطبا فرزند ابراہیم بن حسن بن علی ابی طالب علیہ السلام کی بیعت کی دعوت دی اور یہ اس لئے کہ اس نے حجاز کے راستہ میں محمد سے یہ وعدہ لیا تھا کہ ابوسرایا لوگوں کو اس کی بیعت کی طرف بلائے گا اور محمد دس جمادی الاولیٰ ۱۹۹ھ کوفہ میں اپنے کو ظاہر کرے جب وعدہ کا دن آیا تو محمد بن ابراہیم نے کوفہ میں

خروج کیا اور اس کے ساتھ علی بن عبداللہ (عبیداللہ خ ل) بن حسین بن علی بن حسین علیہم السلام تھے اور کوفہ کے لوگ ٹڈی دل کی طرح اس کی بیعت میں داخل ہو گئے اور اس کے گرد جمع ہو گئے اور ابوالسرایا اپنے غلاموں ابوالسیبول و بشار و ابوالھر اس کے ساتھ کوفہ کے باہر کے لوگوں کے نصرت اہل بیتؑ اور شہداء اہل بیتؑ کے انتقام لینے پر اکسا کر ایک جماعت اپنے ساتھ جمع کر کے لے آیا اور اسی روز موعود کوفہ میں داخل ہوا پس محمد بن ابراہیم فراز منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور عہد کیا کہ ان کے درمیان کتاب وسنت کے مطابق عمل کرے گا اور امر بمعروف اور نہی عن المنکر کے پہلو کو نہیں چھوڑے گا تمام اہل کوفہ نے اس کی بیعت کا رشتہ اپنے گلے میں ڈال لیا اور پوری رضا و رغبت کے ساتھ اس کی بیعت کی۔

ابوالفرج نے جابر جعفی سے روایت کی ہے کہ حضرت باقر العلوم علیہ السلام نے محمد بن ابراہیم طباطبا کے خروج کی خبر دی اور فرمایا ۱۹۹ھ منبر کوفہ پر ہم اہل بیتؑ میں سے ایک شخص خطبہ پڑھے گا کہ خدا جس کے ذریعہ ملائکہ پر فخر و مباہات کرے گا خلاصہ یہ کہ جب محمد کوفہ پر مسلط ہو گیا تو فضل بن عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس قاصد بھیجا اور اسے اپنی بیعت کی دعوت دی اور اس سے تعاون چاہا فضل نے اس کی دعوت قبول نہ کی اور چونکہ محمد کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا شہر سے باہر نکل گیا اور شہر سے باہر مکان بنوا کر حکم دیا کہ اس کے اور اس کے اصحاب کے مکانوں کے گرد خندق کھود دی جائے اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ مکمل و مسلح رہیں اور اس کی حفاظت کریں جب یہ خبر محمد کو پہنچی تو اس نے ابوالسرایا کو اس سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ جنگ کی ابتداء نہ کرے بلکہ پہلے اسے کی بیعت کی دعوت دے ابوالسرایا نے بہت سے لوگوں کے ساتھ فضل بن عباس کی طرف کوچ کیا اور پہلے اسے محمد کی بیعت کی طرف بلایا انھوں نے نہ صرف بیعت کرنے سے سرتابی کی بلکہ فضل نے حکم دیا کہ ابوالسرایا کے لشکر پر تیر برساؤ فضل کا لشکر شہر پناہ کے پیچھے سے ابوالسرایا کے لشکر پر تیر برسانے لگا یہاں تک کہ ایک آدمی ان میں سے مارا گیا یہ خبر محمد کو پہنچائی گئی تو اس نے جنگ کی اجازت دے دی لشکر ابوالسرایا نے ہجوم کیا اور فضل کے لشکر کے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا اور پھر شہر پناہ کے اندر داخل ہو گئے اور جو کچھ انھیں مال و متاع ملا وہ لوٹ لیا اور فضل بن عباس شکست کھا کر بغداد کی طرف حسن بن سہل کے پاس گیا اور ابوالسرایا کے خلاف فریاد و شکایت کی اور اس سے فریاد رسی چاہی حسن نے زہیر بن مسیب کو لشکر کی ایک جماعت کے ساتھ ابوالسرایا سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا جب بغداد کا لشکر کوفہ میں پہنچا تو انھوں نے بے شرمی کی ابتداء کی کہ منادی کی کہ اے اہل کوفہ اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو ہمارے لئے زینت کرو کہ ابھی ابھی ہم تمہارے مردوں کو قتل کر کے تمہاری عورتوں اور بیٹیوں سے فسق و فجور کریں گے اس طرف ابوالسرایا نے اپنے لشکر میں پکار کر کہا اے لوگو ذکر خدا کرو اور توبہ واستغفار کرو اور خدا سے مدد طلب کرو اپنے حول وقوت سے برائت کرو قرآن پڑھو اور جنگ سے فرار نہ کرنا کیونکہ موت کے لئے ایک وقت معین ہے دشمن سے بھاگ جانا موت میں تاخیر نہیں ڈال سکتا۔

من لم یمت عبطة یمت هرما
الموت کاس والمرء ذائقها

جو ثابت قدمی میں صحیح طریقہ سے نہ مرے وہ بھاگتے ہوئے مرتا ہے موت پیالہ ہے اور مرد اس کو پینے والا ہے بہر حال

جنگ کا میدان فرات کے کنارے تھا اور ابوالسرایا نے ایک کمک ترتیب دی ہوئی تھی اور اس نے خود ایک طرف سے زہیر کے لشکر پر حملہ کیا اور دوسری طرف اس کی کمک باہر نکلی اور ابوالسرایا مسلسل کوفہ کے لوگوں کو جنگ پر اکسا رہا تھا اور خود اس نے عظیم مبارزے کئے اور گھمسان کی جنگ میں اس کے غلام بشار نے زہیر کے لشکر کے علمدار کو قتل کر دیا ان کا علم سرنگوں ہو گیا بغدادی بھاگ کھڑے ہوئے کوفہ کے لوگوں نے شاہی نامی بستی تک ان کا تعاقب کیا اور ابوالسرایا شکست کھانے والوں کو مسلسل آواز دے رہا تھا کہ جو اپنے گھوڑے سے پیادہ ہو جائے اس کے لئے امان ہے اور جو کوئی ان میں سے گھوڑے سے پیادہ ہو جاتا ابوالسرایا کے لشکری اس کی جگہ سوار ہو کر بھاگنے والوں کا پیچھا کرتے اور ان کا اتنا پیچھا کیا کہ وہ شاہی بستی سے تجاوز کر گئے یہاں تک کہ زہیر نے پکار کر کہا اے ابوالسرایا اب اس سے زیادہ شکست کیا ہو گی اب ہمارا پیچھا چھوڑ دو پس ابوالسرایا نے اپنے لشکر کو حکم دیا اب تعاقب نہ کرو اور مال غنیمت جمع کرو کوفیوں کے بہت سے مال غنیمت ہاتھ آئے اور گھوڑے اور اسلحہ اہل بغداد کا لے لیا پس وہ زہیر کی لشکرگاہ میں آئے اور وہاں جو کچھ انھیں ملا انھوں نے اٹھا لیا اور ان کے کھانے کھائے بعد اس کے کہ ایک مدت سے وہ بھوکے تھے پس غنیمت کے اموال اور کٹے ہوئے سروں کے ساتھ کوفہ کی طرف چلے اور ادھر سے زہیر بغداد میں پہنچا اور حسن بن سہل کے خوف سے چھپ گیا حسن نے اس کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ستون تھا وہ زہیر کی طرف پھینکا کہ اس کی ایک آنکھ پھٹ گئی اور حکم دیا کہ زہیر کی گردن اڑا دو بعض لوگوں نے اس کی سفارش کی تو اسے معاف کر دیا حسن بن سہل اور باقی عباسیوں کو بہت دکھ ہوا پس حسن نے عبدوس بن عبدالصمد کو طلب کیا اور اسے ایک ہزار سوار اور تین ہزار پیادہ لشکر کے ساتھ ابوالسرایا سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور اسے حکم دیا کہ اس راستہ سے نہ جانا کہ جدھر سے زہیر نے شکست کھائی تھی کہ شاید اس کا لشکر زہیر کے لشکر کے مرے ہوئے افراد کو دیکھ کر ڈر جائے پس عبدوس سفر طے کر کے کوفہ تک پہنچ گیا ابوالسرایا جب عبدوس کے آنے پر مطلع ہوا تو اس نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ان کو کمین گاہ میں بٹھا دیا اچانک انھوں نے عبدوس کے لشکر گرد حلقہ ڈال دیا اور جنگ عظیم برپا ہوئی اور عبدوس کے لشکر کا ایک گروہ ڈر کے مارے فرات میں غرق ہو گیا اور ابوالسرایا عبدوس کے مقابلہ آیا اور ابوالسرایا نے اس کے سر پر ایک ضرب لگا کر قتل کر دیا پس ابوالسرایا کے لشکر نے فتح پائی اور عبدوس کے لشکر کا تعاقب کیا اور بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا اور وہ کوفہ پلٹ آئے اس وقت ابوالسرایا محمد بن ابراہیم طباطبا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ محمد حالِ احتضار میں ہے پس محمد نے ابو السرایا کو تقویٰ اور نہی از منکر اور نصرت رسولؐ کی وصیت کی اور اپنے جانشیں اور وصی کے معاملہ میں لوگوں کو مختار قرار دیا کہ اولاد علی علیہ السلام میں سے جس کو پسند کریں وہی اس کا قائم مقام ہے اور اگر اختلاف کریں تو اس کا جانشین علی بن عبداللہ بن حسین بن علی بن الحسین علیہ السلام ہے یہ کہہ کر اس نے جان دے دی ابوالسرایا نے محمد کی موت لوگوں سے مخفی رکھی یہاں تک کہ جب رات ہوئی اس کے جنازہ کی تجہیز کی اور زیدیہ کی ایک جماعت کے ساتھ غری (نجف اشرف) کی طرف لے گیا اور وہاں دفن کر دیا جب دوسرا دن ہوا تو لوگوں کو جمع کیا اور محمد کی موت کی خبر آشکار کی لوگوں کی صدائیں محمد کی موت کے غم میں رونے کی بلند ہوئیں اور مدت تک روتے رہے اس وقت ابوالسرایا نے کہا لوگو محمد نے تمہارے لئے وصی مقرر کیا اپنے شبیہ ابوالحسن علی بن عبداللہ کو اگر تم اسے پسند کرتے ہو تو وہ

تمہارا امیر ہوگا ورنہ جسے چاہتے ہو انتخاب کرلو لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کوئی جواب نہ دیا سوائے محمد بن محمد بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے جو نوخیز جوان تھا وہ کھڑا ہوگیا اور اس نے چند باتیں کہیں اور پھر علی بن عبداللہ کی طرف رخ کیا اور کہا کہ ہم آپ پر راضی ہیں آپ ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ آپ کی بیعت کریں علی ان لوگوں کی بیعت پر راضی نہ ہوا اور محمد سے کہنے لگا میں اس قوم کی ریاست تمہارے سپرد کرتا ہوں اور ابوالسرایا سے کہا آپ اس معاملہ میں کیا مصلحت سمجھتے ہیں ابوالسرایا نے کہا میری رضا آپ کی رضا ہے پس محمد کا ہاتھ پکڑ کر اس کی بیعت کرلی جب محمد لوگوں سے بیعت لے چکا تو اپنے کارندے مختلف شہروں میں پھیلا دیئے ان میں سے ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو یمن کی طرف بھیجا اور زید بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو اہواز کا والی بنایا اور عباس بن محمد بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر کو بصرہ کا والی بنایا اور حسن بن حسن افطس کو مکہ کا والی کیا اور جعفر بن محمد بن زید بن علی کو حسن بن ابراہیم بن حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ واسط کا والی مقرر کیا پس اس کے عمال میں سے ہر ایک ۱۹۹ھ میں مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ابن افس تو بغیر مزاحمت کے مکہ میں وارد ہوا اور مکہ والوں پر امارت کرنے لگا اور ابراہیم بن موسیٰ جب یمن میں وارد ہوا تو واقعہ نسیر کے بعد اہل یمن اس کی اطاعت میں داخل ہوگئے اور راضی رہے جعفر و حسن تو وہ واسط میں وارد ہوئے تو نصر بجلی امیر واسط ان سے جنگ کرنے کے لئے نکلا انھوں نے اس سے جنگ کی یہاں تک کہ اسے شکست دے دی اس کے بعد ان کا واسط پر کنٹرول ہوگیا اور عباس بن محمد بصرہ کی طرف گیا اور علی بن جعفر اور زید بن موسیٰ بن جعفرؑ سے ہمدست ہو کر حسن بن علی مامونی کے ساتھ جو بصرہ کا والی تھا جنگ کی اور اسے شکست دے کر اس کے لشکر پر غلبہ حاصل کیا اور زید بن موسیٰ نے بنی عباس کے گھر جو بصرہ میں انھوں نے بنائے ہوئے تھے انھیں جلا دیا اسی لئے اسے زید النار کہتے تھے اور یہ زید النار وہی ہے کہ ابوالسرایا کے قتل کے بعد اسے گرفتار کر کے مامون کے پاس بھیج دیا گیا اور مامون نے اسے امام رضا کو بخش دیا اور زید منتصر باللہ کے زمانہ تک زندہ رہا اور زید کے کام حضرت رضاؑ کے لئے گراں تھے اور آپ نے اسے بہت سرزنش کی اور سختی فرمائی ایک روایت ہے کہ حضرتؑ نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہے اس سے بات نہیں کریں گے ہم نے منتہی میں اس کے مختصر حالات لکھے ہیں خلاصہ یہ کہ اطراف و اکناف سے بہت سے خطوط فتوحات پر مشتمل محمد بن محمد بن زید کے لئے آنے لگے اور اہل شام اور اہلِ جزیرہ نے اسے خط لکھے کہ ہم نے آپ کی اطاعت کرلی ہے ہمارے پاس اپنا قاصد روانہ کریں تاکہ وہ ہم سے بیعت لے اور دن بدن ابوالسرایا کا کام بہتر ہو رہا تھا اور یہ معاملہ حسین بن سہل کے لئے سخت شدید تھا تو وہ مجبوراً ابوالسرایا کو دفع کرنے کی غرض سے طاہر بن حسین سے متوسل ہوا۔

طاہر نے اس کی بات قبول نہ کی جب حسن نے ہرثمہ بن اعین کو خط لکھا اور اس سے مدد چاہی اور وہ خط سندی بن شاہک کو دے کر ہرثمہ کے پاس بھیجا سندی حلوان میں ہرثمہ تک پہنچا اور حسن بن سہل کا خط اس کو دیا ہرثمہ جب اس امر سے باخبر ہوا تو اس نے کوئی اقدام نہ کیا قضائے کار انھیں دنوں منصور بن مہدی کا خط ہرثمہ کو آیا۔ اس نے ہرثمہ کو ابوالسرایا کے امر کی کفایت کا فرمان جاری کیا۔ مجبوراً ہرثمہ اپنا لشکر لے کر بغداد کی طرف متوجہ ہوا اہل بغداد ان کے استقبال کے لئے باہر نکلے اور ہرثمہ کے آنے پر فرح و سرور عظیم نے ان کا رخ کیا پس حسن بن سہل نے اپنا لشکر مال و متاع کے ساتھ ہرثمہ کے سامنے پیش کیا کہ جو کچھ چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ

ہرثمہ نے اہل بغداد میں سے لشکر انتخاب کیا اور تیس ہزار افراد کے ساتھ کوفہ کی طرف کوچ کیا اور ابوالسرایا اس وقت کوفہ میں اس جگہ تھا جو قصر ضرتین کے نام سے مشہور تھی اور اس نے محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ ارقط بن علی بن الحسین کو عباسی طبطبی اور مسیب کے ساتھ لشکر عظیم دے کر ساباط مدائن کو بھیجا ہوا تھا اور محمد بن اسماعیل نے اپنے لشکر کے ساتھ ساباط مدائن میں حسین بن علی (جو ابوالھسط مشہور تھا) کا سامنا کیا جنگ عظیم واقع ہوئی ابوالسبط شکست کھا گیا اور محمد بن اسماعیل کا مدائن پر قبضہ ہو گیا اور اس نے مدائن کو تسخیر کر لیا اور یہی حالت رہی یہاں تک کہ حسن بن سل نے ایک جماعت علی بن ابوسعید اور حماد ترکی کے ساتھ محمد بن اسماعیل سے جنگ کرنے کے لئے بھیجی انھوں نے محمد سے جنگ کر کے اسے شکست دی اور انھیں دنوں میں محمد بن جعفرؑ نے بھی خروج کیا۔

محمد بن امام جعفر صادق علیہ السلام کے خروج اور اس کے انجام کار کا ذکر

جن دنوں ابوالسرایا نے خروج کر رکھا تھا انھیں دنوں محمد فرزند امام جعفر صادق نے مدینہ میں خروج کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے بلایا اہلِ مدینہ نے اس کی بیعت امارت مومنین کے طور پر کی اور بعض کہتے ہیں کہ محمد پہلے لوگوں کو محمد بن ابراہیم طباطبا کی بیعت کی دعوت دیتا تھا جب محمد کی وفات ہو گئی تو اس نے پھر لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور محمد بن جعفرؑ کو اس کے حسن و جمال اور بہاؤ و کمال کی وجہ سے دیباج کہتے تھے اور محمد ویسے بھی سخی شجاع و بہادر قوی دل اور عبادت گزار تھا اور ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتا تھا اور ایک دن افطار کرتا تھا اور جب کبھی گھر سے باہر نکلتا تو واپس نہیں آتا تھا مگر یہ کہ اپنا قمیض اتار کے کسی برہنہ کو پہنا آتا تھا اور ہر دن ایک گوسفند اپنے مہمانوں کے لئے ذبح کرتا تھا پس مکہ کی طرف گیا اور طالبین کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر کہ جن میں حسین بن حسن افطس اور محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن مثنی اور محمد بن حسن جو سلیق مشہور تھا اور علی بن حسین بن عیسیٰ بن زید اور علی بن الحسین بن زید اور علی بن جعفر بن محمد تھے ہارون سے بڑی جنگ کی اور بہت سے لوگ ہارون کے لشکر کے مارے گئے تو اس وقت وہ جنگ سے دستبردار ہو گئے اور ہارون بن مسیب نے حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنا پیغام رساں بنا کر محمد بن جعفر کے پاس بھیجا اور رامت مسلم و صلح و آشتی کی طرف بلایا محمد بن جعفر نے صلح سے انکار کر دیا اور جنگ کے لئے آمادہ ہوا اس وقت ھارون نے ایک لشکر بھیجا کہ جس نے محمد اور طالبین کا جس پہاڑ میں وہ رہتے تھے محاصرہ کیا اور تین دن تک محاصرہ نے طول کھینچا اور ان کا کھانا پانی ختم ہو گیا محمد بن جعفر کے ساتھی اس سے دستبردار ہو کر متفرق ہو گئے مجبوراً محمد نے رداء اور جوتا پہنا اور ہارون ابن مسیب کے خیمہ میں چلا گیا اور اس سے اپنے اصحاب کے لئے امان چاہی ہارون نے اسے امان دی اور ایک روایت میں ہارون کے بجائے عیسیٰ جلودی کا ذکر ہے خلاصہ یہ کہ طالبین کو قید کر کے بے پلانے اونٹوں پر بٹھا کر خراسان کی طرف بھیج دیا جب خراسان میں وارد ہوئے تو مامون نے محمد بن جعفر کی عزت و تکریم کی اور اسے جائزہ و انعام دیا اور مامون کے پاس رہے یہاں تک کہ خراسان میں وفات پائی اور مامون اس کی تشیع جنازہ کے لئے نکلا اور اس کے جنازے کو کندھا دے کر قبر تک پہنچایا اور اس کی نماز امیر آج زحمت و مشقت میں پڑے ہیں اچھا ہے کہ آپ سوار ہو کر گھر تشریف لے جائیں کہنے لگا یہ میرا رحم ہے جو دو سال ہوئے ہیں کہ قطع ہو چکا ہے پس اس نے محمد کے قرض ادا کئے جو تیس ہزار کے قریب تھے (عود علی بدء جہاں سے ابتداء ہوئی ادھر رجوع کرتے ہیں۔)

ہرثمہ کی خبر ابوسرایا کے ساتھ

جب ہرثمہ بن اعین ابوسرایا سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوا تو لشکر عظیم کے ساتھ کہ جو تیس ہزار شمار ہوا ہے بغداد سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور ادھر سے ابوالسرایا بھی جنگ کے لئے آمادہ ہوا اور اس کے اور ہرثمہ کے درمیان بہت بڑی جنگ ہوئی اور ابوسرایا کا بھائی اس جنگ میں مارا گیا اور خود شکست کھا کر کچھ وقت تیاری کرتا رہا چند دنوں کے بعد دوبارہ ہرثمہ سے لڑنے کے لئے نکلا اور سخت قسم کی جنگ ان کے درمیان ہوئی یہ واقعہ پیر کے دن نو ذیقعدہ کا ہے اس دفعہ ہرثمہ کے لشکر کے بہت سے لوگ مارے گئے اور ابوالسرایا کے لشکر سے اس کا غلام اور روح بن حجاج اور حسن بن حسین بن زید بن علیؑ بن الحسینؑ مارے گئے اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور ابوالسرایا سر ننگے چیخ رہا تھا لوگو ایک گھڑی صبر کرو اور ثابت قدم رہو اور اس کے بعد راحت و آرام میں رہو نزدیک ہے کہ ہرثمہ کا لشکر شکست کھا جائے یہ کہہ کر وحشت ناک شیر کی طرح ہرثمہ کی فوج پر حملہ کیا اور گھمسان کی جنگ کی اور بڑی مردانگی اس سے ظاہر ہوئی آخرکار ہرثمہ کے لشکر کے سرکردہ کو اس نے قتل کر دیا اور ان کے لشکر کو درہم برہم کر دیا انھوں نے بڑی بری شکست کھائی اس وقت کوفیوں نے ان کا تعاقب کیا ابوالسرایا نے چیخ کر کہا لشکر یو ہوشیار رہو اور احتیاط کو نہ چھوڑنا کیونکہ عجمی لشکر کے لوگ مکار ہوتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بھاگنے کے بعد یہ دوبار حملہ کر دیں اور ان کی کمک ہو اور تمھیں گھیرے میں لے لیں کوفیوں نے اس کی باتوں کی طرف کان نہ دھرے ہرثمہ کے لشکر کا تعاقب کرتے رہے ہرثمہ نے پانچ ہزار افراد لشکر کے پیچھے کمین گاہ میں بٹھائے ہوئے تھے کہ اگر شکست ہو جائے تو یہ حملہ کر دیں اور کوفیوں کے قدم اکھاڑ دیں اس وقت وہ جماعت کمین گاہ سے نکلی اور ہرثمہ کا باقی لشکر بھی بھاگتے ہوئے پلٹ آیا اور انھوں نے کوفیوں کو گھیر لیا اور ہرثمہ گھمسان کی جنگ میں قید ہو گیا تھا اسے انھوں نے چھڑوا لیا اور ابوالسرایا کے لشکر پر حملہ کر دیا ان میں سے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا مسلسل اسی طرح چلتا رہا کسی دن غلبہ ابوالسرایا کا ہوتا اور کسی دن ہرثمہ کا چند دن اسی طرح گزرے یہاں تک کہ ہرثمہ نے پکار کر کہا اے اہلِ کوفہ کس لئے قتل ہو رہے ہو اور ہمارا خون بھی بہاتے ہو اگر ہماری امان کو ناپسند کرتے ہو تو آؤ سب مل کر منصور بن مہدی کی بیعت کر لیتے ہیں اور اگر چاہتے ہو کہ حکومت آلِ عباس سے نکل جائے تو توقف کرو یہاں تک کہ پیر کے دن اکٹھے جمع ہو جاتے ہیں اور آپس میں گفتگو کرتے ہیں اور جسے ہم سب نے مل کر انتخاب کیا اس کی بیعت کر لیں گے جب اہلِ کوفہ نے یہ بات سنی تو انھوں نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور اس مطلب پر راضی ہو گئے ابوالسرایا چیخا چلایا کہ اے اہلِ کوفہ یہ ان عجمیوں کا مکر و حیلہ ہے جب انھوں نے دیکھا کہ ہم مغلوب ہو رہے ہیں مجبوراً اس حیلہ سے اپنی نجات چاہتے ہیں اس بات کی پرواہ نہ کرو اور حملہ کر دو بیشک فتح کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں کوفی کہنے لگے اب ان سے جنگ کرنا جائز نہیں اور ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے ابوالسرایا غصہ میں آ گیا اور مجبوراً جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا جب جمعہ کا دن ہوا تو وہ فراز منبر پر گیا خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد اور رسول پر درود بھیجنے کے بعد کوفیوں کی بیوفائی اور دھوکے کا اظہار کیا اس کے کچھ جملے یہ تھے اے اہلِ کوفہ اے علی کے قاتل اے حسینؑ کو چھوڑ دینے والے جو تمہارے دھوکے میں آ جائے وہ مغرور ہے اور جو تمہاری مدد پر اعتماد کرے اس کو چھوڑ دیا جائے گا بیشک وہ ذلیل ہے جس کو تم عزت دو یہاں تک کہ اس نے کہا افسوس ہے کہ تمہارا کوئی عذر نہیں مگر عجز پستی اور ذلت و خواری پر راضی ہونا تم تو ڈھلتے ہوئے سائے کی طرح ہو

تمہیں جنگ کے طبل اپنی آواز سے شکست دے دیتے ہیں اور تمہارے دلوں کو اپنی سیاہی سے پر کر دیتے ہیں خدا کی قسم میں تمہارے بدلے ایسی قوم تلاش کروں گا جو خدا کو کما حقہ پہچانتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کے معاملہ میں آپ کی نگاہداشت کریں گے پھر اس نے کہا۔

ما رست اقطار البلاد فلم اجد
لك شبها فيها وطئت من الارض!
خلافا و جهلاو انتشار عزيمته !
ووهنا وعجز الى الشدائد والخفض
لقد سبقت فيكم الى الحشر دعوة!
فلافيكم راض ولا فيكم مرضى
سابعد وادى عن قلى من دياركم
فذوقوا اذا وليت عاقبة النقض

میں نے تمام شہروں اور علاقوں کے اطراف کا تجربہ کیا ہے پس مجھے کسی زمین کہ جسے میں نے روندا ہے تمہاری طرح کوئی شخص نظر نہیں آیا نہ اختلاف کرنے میں نہ جہالت میں نہ ارادہ کے متردد و منتشر ہونے میں نہ پستی و عجز میں شدائد و راحت کے زمانہ میں تمہارے متعلق قیامت تک کے لئے بددعا پہلے سے ہو چکی ہے نہ تم میں کسی کو راضی کرتا ہے نہ کسی پر راضی ہوتا ہے عنقریب تم سے بغض کی وجہ سے میں اپنے گھر کو تمہارے گھروں سے دور کرلوں گا جب میں پشت پھیر جاؤں تو تم نقض عہد کے انجام کو چکھنا کوفیوں میں ان باتوں کے سننے سے غیرت پیدا ہوئی اور ایک جماعت کھڑی ہوگئی اور کہنے لگے ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں اور اپنی جان قربان کرتے ہیں خدا کی قسم اب کے بعد ہم جنگ سے منہ نہیں موڑیں گے جب تک فتح نہ کرلیں ابوالسرایا نے ان کی بات کو کوئی وقعت نہ دی اور محمد بن محمد بن زید کا ہاتھ پکڑا اور علویین اور کوفیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اتوار کی رات تیرہ محرم کو کوفہ سے نکل گیا یہاں تک کہ قادسیہ پہنچ گیا اور وہاں تین دن تک رہا تاکہ اس کے ساتھی آسودہ ہو جائیں پھر بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا ادھر سے اشراف کوفہ ہرثمہ کے پاس گئے اور انھوں نے کوفہ کے لوگوں کے لئے امان چاہی ہرثمہ نے انھیں امان دے دی منصور بن مہدی کوفہ میں داخل ہوا اور کوفیوں کو اپنی بیعت میں لے آیا ہرثمہ بھی چند دن وہیں رہا یہاں تک کہ فتنہ و فساد ختم ہو گیا اور جب کوفہ کی سلطنت منصور بن مہدی کے لئے خالص ہوگئی تو ہرثمہ بغداد کی طرف چلا گیا۔

ادھر سے ابوالسرایا جب بصرہ کے نزدیک پہنچا تو اس نے شہر کے ایک عرب کو دیکھا اس سے بصرہ کے حالات پوچھے اس نے کہا عباسیوں کے لشکر بصرہ پر غلبہ حاصل کرلیا ہے اور محمد بن اسماعیل محمد بن محمد بن زید کے عامل کو باہر نکال دیا ہے ابوالسرایا نے مہار واسط کی طرف موڑلی دوبارہ اس شخص نے کہا واسط کا بھی یہی حال ہے ابوالسرایا نے کہا پھر کدھر جاؤں اس عرب نے کہا بہتر یہ ہے کہ

جوخی اور جبل کی طرف جاؤ اور وہاں کے لوگوں سے بیعت لو اور کردوں کا لشکر اپنے ساتھ اکٹھا کرلو اس وقت مسودہ (سیاہ لباس والے) سے جنگ کے لئے نکلو ابوالسرایا نے اس کا مشورہ قبول کرلیا اور جبل کی طرف روانہ ہوا جس بستی سے گذرتا وہاں کا خراج لیتا اور اس کا غلہ فروخت کر کے زادراہ تیار کرتا تھا یہاں تک کہ اھواز میں پہنچ گیا اور وہاں سے سوس کی طرف نکلا حسین بن علی مامن جو کہ اھواز میں رہتا تھا وہ ابوالسرایا سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور ابوالسرایا سے سخت جنگ کی یہاں تک کہ اس کے لشکر کو شکست دے دی ابوالسرایا نے خراسان کی راہ لی اور وہ رفتہ رفتہ سیر کررہا تھا یہاں تک کہ برقان بستی میں پہنچا محمد (حماد خ ل) کندی وہاں رہتا تھا وہ ایک جماعت کے ساتھ ابوالسرایا سے لڑنے کے لئے نکلا اور ابوالسرایا کو امان دی تا کہ اسے حسن بن سہل کے پاس بھیج دے ابوالسرایا نے اس کی امان قبول کرلی پس اس نے ابوالسرایا کو محمد بن محمد بن زید کے ساتھ حسن بن سہل کے پاس بغداد بھیج دیا جب محمد کو حسن بن سہل کے پاس لے آئے تو محمد نے امان طلب کی حسن کہنے لگا اس سے چارہ نہیں کہ میں تیری گردن اڑا دوں بعض نصیحت کرنے والوں نے حسن سے کہا کہ اے امیر صلاح نہیں کہ محمد کو مامون کی اجازت کے بغیر قتل کرو کیونکہ جعفر برمکی نے رشید کی اجازت کے بغیر عبداللہ افطس کو قتل کردیا تھا رشید نے اسی سبب سے آل برامکہ سے انتقام لیا اور جب اس نے مسرور کو جعفر کے قتل کرنے کے لئے بھیجا تو اس سے کہا جعفر کو کہنا کہ اس کا قتل اس سبب سے ہے کہ اس نے میرے چچازاد کو بلاوجہ قتل کردیا تھا اب مجھے ڈر ہے کہ اگر تو محمد کو قتل کرے تو مامون تیرے ساتھ بھی وہی سلوک کرے جو اس کے باپ نے جعفر کے ساتھ کیا تھا بہتر یہ کہ اسے مامون کے پاس بھیج دو حسن نے یہ نصیحت قبول کی اور محمد کے قتل سے درگذر کیا اور جب ابوالسرایا کو اس کے پاس حاضر کیا گیا خسیس بن خسیس اور مخذول جس کی مدد نہ کی جائے، ابن مخذول ہے پس اس نے ھارون بن ابو خالد کو حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی عبدوس کے مقابلہ میں اس کو قتل کردے پس ھارون نے ابوالسرایا کی گردن اڑا دی پھر اس کا سر مشرق کی طرف اور بدن مغرب کی طرف سولی پر لٹکایا گیا اور اس کے بعد ابوالشوک ابو السرایا کے غلام کو قتل کیا اور اسے بھی سولی پر لٹکایا گیا پھر محمد بن محمد کو خراسان کی طرف مامون کے پاس بھیجا مامون نے حکم دیا کہ اسے ایک مکان میں جگہ دی جائے اور چالیس دن تک وہ مرو میں رہا یہاں تک کہ زہر آلود شربت سے جو اسے پلایا گیا تھا اس کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور محمد کی والدہ فاطمہ دختر علی بن جعفر بن اسحاق بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب تھی اور عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ محمد بن ابراہیم اچانک مرگیا تو ابوالسرایا نے اس کی جگہ اس محمد بن محمد بن زید کو نصب کیا اور اس کو المؤید (تائید شدہ) کا لقب دیا پس حسن بن سہل نے اس کی طرف ہرثمہ بن اعین کو بلا کر بھیجا تو اس نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اس کو قید کرلیا اور اس کو حسن بن سہل کے پاس اٹھا کر لے گیا اور حسن نے اسے مامون کے پاس مرو بھیج دیا پس مامون کو اس کی کم سنی پر تعجب ہوا اور کہا کس طرح تو نے دیکھا ہے جو اللہ نے تیرے چچازاد کے ساتھ کیا ہے تو محمد بن محمد بن زید نے کہا میں نے اسے عفو وحلم میں اللہ کا امین دیکھا ہے اور اس کے نزدیک عظیم ترین جرم معمولی تھا اور محمد بن محمد بن زید نے مرو میں وفات پائی مامون نے اسے ۲۰۲ھ میں زہر دے دیا محمد کی عمر بیس سال تھی پس کہا گیا ہے کہ وہ اپنے جگر کو دیکھتا تھا کہ ٹکڑے ہو کر اس کے حلق سے نکل رہا ہے وہ ٹکڑے ایک طشت میں پھینک رہا تھا اور انہیں اس خلال سے الٹتا پلٹتا تھا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔

خلاصہ یہ کہ جو آل ابوطالب کے افراد مامون کے زمانہ میں قتل ہوئے محمد بن محمد بن زید کے علاوہ وہ چند اشخاص ہیں کہ جن کی خبر ہم تک پہنچی ہے ایک حسن بن حسن (حسین رخ ل) بن زید بن علی بن حسین علیہ السلام ہے کہ جو ابوالسرایا کے ساتھ کوفہ سے نکلا اور سوس کے واقعہ میں مارا گیا اور ایک محمد بن حسین بن حسن بن علی بن الحسینؑ ہے جو ابوالسرایا کے زمانہ میں یمن میں مارا گیا اور ایک علی بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر ابوطالب ہے کہ جو ابوالسرایا کے زمانہ میں یمن میں قتل ہوا اور ایک عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم بن جعفر بن حسن مثنیٰ ہے جو مامون کے زمانہ میں فارس کی طرف نکلا اور خوارج کے ایک گروہ نے اسے راستہ میں قتل کر دیا اور ایک محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن الحسینؑ ہیں اور یہ وہی ابن الفطس ہے کہ جس کا باپ رشید کے زمانہ میں جعفر برمکی کے ہاتھوں میں مارا گیا اور اس کو معتصم مامون کے بھائی نے زہر آلود شربت میں زہر دیا اور وہ شہید ہوا اور ایک آل ابوطالب کے مقتولین میں سے آل ابوطالب کے سردار و آقا حضرت علی بن موسیٰ رضا صلوات اللہ علیہ ہیں جو مامون کے زمانہ میں ماہ صفر ۲۰۳ ھ میں اس زہر کی وجہ سے جو آنجناب کو دیا گیا شہید ہوئے کتاب منتہی میں آپ کی شہادت شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو چکی ہیں اور ۲۰۰ ھ میں مامون نے حکم دیا کہ آل عباس کی مردم شماری کی جائے جب انہیں تحریر میں لایا گیا تو ان کی تعداد مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے کی ۳۳ ہزار شمار کی گئی۔

اور اسی سال مامون نے رجاء بن ابی الضحاک کو یاسر غلام کے ساتھ مدینہ بھیجا تا کہ وہ حضرت امام رضاؑ کو مرو لے آئیں پس آنجناب کو عزت و تکریم کے ساتھ شہر مرو میں لے آئے اور رجاء بن ابی الضحاک کی حدیث کا ترجمہ جو حضرت امام رضاؑ کی سیرت پر مشتمل ہے کتاب منتہی میں لکھ چکے ہیں جب امام رضاؑ مرو میں وارد ہوئے تو مامون نے آنجنابؑ کی پوری عزت و تکریم کی اور خواص اولیاء اور اپنے اصحاب کو جمع کیا اور کہنے لگا اے لوگو میں نے آل عباس اور آل علی میں غور کیا ہے کسی کو افضل اور زیادہ حقدار امر خلافت علی بن موسیٰ سے نہیں دیکھا پس اس نے امام رضاؑ کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو خلافت سے ہٹا کر خلافت آپؑ کے سپرد کر دوں آپؑ نے فرمایا اگر خلافت خدا نے تیرے لئے قرار دی ہے تو جائز نہیں کہ تو کسی دوسرے کو دے اور اپنے آپ کو اس سے معزول کرے اور اگر خلافت تیری چیز نہیں تو پھر تجھے اختیار نہیں کہ تو اسے کسی کے سپرد کرے مامون کہنے لگا لازم اور ضروری ہے کہ آپؑ اسے قبول کریں آپؑ نے فرمایا میں اپنے اختیار سے قبول نہیں کروں گا دو ماہ تک یہ گفتگو ہوتی رہی جتنا بھی اس نے اصرار کیا حضرتؑ چونکہ اس کی غرض اور مقصد کو جانتے تھے امتناع اور انکار کیا جب مامون حضرتؑ کے خلافت کو قبول کرنے سے مایوس ہوا تو کہنے لگا اگر آپؑ خلافت قبول نہیں کرتے پس میری ولی عہدی کو قبول کر لیں کہ میرے بعد آپؑ کی خلافت ہو حضرتؑ نے فرمایا میرے آباؤ اجداد نے مجھے رسول خدا سے خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہوں گا اور مجھے زہر ستم سے شہید کریں گے اور مجھ پر آسمان و زمین کے فرشتے گریہ کریں گے اور زمین غربت و مسافرت میں ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہوں گا مامون یہ باتیں سن کر رونے لگا اور اس نے کہا کہ جب تک کہ میں زندہ ہوں آپؑ کو کون شہید کر سکتا ہے یا آپؑ سے برائی کا ارادہ کر سکتا ہے حضرتؑ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ کون مجھے شہید کرے گا مامون کہنے لگا آپؑ کی غرض ان باتوں سے یہ ہے کہ آپؑ میری ولی عہدی

قبول نہ کریں گے تا کہ لوگ کہیں کہ آپؑ نے دنیا کو چھوڑ دیا ہے حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم جس دن سے میرے پروردگار نے مجھے پیدا کیا ہے اب تک میں نے جھوٹ کبھی نہیں بولا اور دنیا کو دنیا کے لئے میں نے نہیں چھوڑا اور تیرے مقصد اور غرض کو بھی میں جانتا ہوں مامون کہنے لگا میری غرض کیا ہے فرمایا تیری غرض یہ ہے ک لوگ کہیں کہ علی بن موسیٰ نے دنیا کو نہیں چھوڑ رکھا تھا بلکہ دنیا نے اسے چھوڑ ہوا تھا اور اب جو اسے دنیا میسر ہوئی تو خلافت کے طمع میں اس نے ولی عہدی قبول کر لی مامون غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا آپؑ ہمیشہ نا گوار باتیں میرے سامنے کرتے رہتے ہیں اور میری سطوت و دبدبہ سے بے خوف ہیں خدا کی قسم اگر آپؑ نے میری ولیعہدی قبول نہ کی تو میں آپؑ کی گردن اڑا دوں گا حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالوں اگر تو جبرو اکراہ کرتا ہے تو میں قبول کر لیتا ہوں بشرطیکہ میں نہ کسی کو نصب کروں گا نہ کسی کو معزول کروں گا نہ کسی رسم ورواج کو بدلوں گا اور نہ کوئی نیا امر احداث کروں گا اور دور سے مسند خلافت کو دیکھتا رہوں گا مامون ان شرائط کے ساتھ راضی ہو گیا پس حضرتؑ نے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور عرض کیا خدایا انھوں نے مجھ پر جبرو اکراہ کیا ہے اور میں نے ضرورت کے ماتحت اس امر کو اختیار کیا ہے پس مجھ سے مواخذہ نہ کرنا جس طرح تو نے اپنے دو بندوں اور دو نبیوں یوسف و دانیال کا مواخذہ نہیں کیا جب کہ انھوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہ کی طرف سے ولایت کو قبول کیا تھا خدایا کوئی عہد نہیں تیرے عہد کے علاوہ اور کوئی ولایت نہیں مگر تیری طرف سے پس مجھے توفیق دے کہ تیرے دین کو قائم کروں اور تیرے نبی کی سنت کو زندہ رکھوں بیشک تو بہترین آقا و مولا اور بہترین یار و مددگار رہے پس محزون و گریان آپؑ نے مامون کی ولیعہدی قبول کی۔

دوسرے دن جو کہ ماہ مبارک رمضان کی چھٹی تاریخ تھی جیسا کہ مفید کی تاریخ شریعہ سے ظاہر ہوتا ہے مامون نے ایک عظیم جلسہ ترتیب دیا اور حضرتؑ کے لئے ایک کرسی اپنی کرسی کے ساتھ رکھوائی اور دو بڑے تکیے حضرتؑ کے لئے قرار دیئے تمام اکابرو اشراف اور سادات وعلماء کو جمع کیا پہلے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ وہ حضرتؑ کی بیعت کرے اس کے بعد باقی تمام اکابرواشراف اور سادات وعلماء کو جمع کیا پہلے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ وہ حضرتؑ کی بیعت کرے اس کے بعد باقی لوگوں نے بیعت کی پھر سیم وزر کی تھیلیاں لے آئے لوگوں کو بہت سے انعامات دیئے خطباء وشعراء کھڑے ہوئے اور انھوں نے خطبے اور عمدہ اشعار حضرتؑ کی شان میں پڑھے اور انعام لئے اور حکم ہوا کہ منبروں اور مناروں پر حضرتؑ کا نام بلند کریں اور درہم ودنانیر کے چہرے آپؑ کے نام نامی اور لقب گرامی سے مزین کئے گئے۔

اسی سال مدینہ منورہ میں منبر رسول خدا پر خطبہ پڑھا گیا اور حضرتؑ کے لئے دعا کرتے ہوئے کہا گیا ولی عہد المسلمین علیؑ بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علیؑ بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ستۃ اباءھم ماھم افضل من یشرب صوب الغمام مسلمانوں کے ولی عہد علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہیں چھ آباؤ اجداد اور کس قدر بلند مرتبہ ہیں وہ جو افضل ہیں ان سے کہ جنھوں نے بادل کا پانی پیا ہے۔

مامون نے یہ بھی حکم دیا کہ سیاہ لباس جو بنی عباس کی بدعت ہے اسے ترک کر کے سبز لباس پہنیں اور اپنی ایک لڑکی ام حبیبہ

کی شادی حضرتؑ سے کی اور اپنی دوسری لڑکی ام الفضل امام محمد تقیؑ کے لئے نامزد کی اور اسحاق بن موسیٰ کے ساتھ اپنے چچا اسحاق بن جعفر کی لڑکی شادی کی اور اسی سال ابراہیم بن موسیٰ امام رضاؑ کے بھائی نے مامون کے حکم سے لوگوں کو حج کرایا اور کئی روایات میں ہے کہ جب حضرت ولی عہد ہوگئے تو شعراء نے حضرتؑ کی مدح میں بڑے اچھے اچھے قصیدے کہے مامون نے انھیں انعام دیئے مگر ابونواس شاعر خاموش رہا اور اس نے آپؑ کی مدح نہ کی مامون نے اسے سرزنش کی کہ باوجودیکہ تو شیعہ مذہب ہے اور اہل بیتؑ کی طرف مائل ہے اور وقت کا شاعر اور اپنے زمانہ کا یکتائے روزگار ہے کیوں تو نے حضرتؑ کی مدح نہیں کی تو ابونواس نے یہ اشعار کہے اور بہت خوب کہے۔

قيل لى اوحد الناس طرا
فى فنون من الكلام النبيه
لك من جوهر الكلام بديع
يثمر الدر فى يدى مجتنيه!
فعلى ما تركت مدح ابن موسىٰ
والخصال التى تجمعن فيه
قلت لا استطيع مدح امام
كان جبريل خادما لابيه!
قصرت السن الفصاحة عنه
ولهذا القريض لا يحتويه

مجھ سے کہا گیا تو تمام لوگوں میں سے بیدار کرنے والے فنون کلام میں یکتائے زمانہ ہے تیرے پاس کلام کا وہ عمدہ جوہر ہے جو چننے والوں کو موتیوں کے پھل دیتا ہے پس کیوں تو نے امام موسیٰ کے فرزند کی مدح چھوڑ رکھی ہے اور ان صفات کو جو اس میں جمع ہیں تو میں نے کہا میں اس امام کی مدح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا کہ جبریل جیسا فرشتہ جس کے باپ کا خادم تھا فصاحت کی زبانیں اس سے قاصر ہیں اسی لئے شعر اس کی مدح پر حاوی نہیں ہوسکتا پس مامون نے موتیوں کی ڈبیہ منگوائی اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا مؤلف کہتا ہے اگرچہ مامون حسب ظاہر امام رضاؑ کی تعظیم و تکریم میں کوشش کرتا اور آپؑ کے احترام میں فروگزاشت نہیں کرتا تھا لیکن باطن میں شیطنت و مکر و نفاق کے طریقہ پر حضرتؑ سے دشمنی کرتا تھا اور آیہ شریفہ کے حکم کے مطابق **هم العدو فاحذرهم** وہ دشمن ہیں ان سے ڈرتے رہو وہ دشمن واقعی بلکہ آپؑ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا کہ جو بہ حسب ظاہر بطریق محبت و دوستی و خوش زبانی حضرتؑ سے سلوک کرتا اور باطن میں سانپ کی طرح آپؑ کو ڈستا تھا اور ہمیشہ زہر کے پیالے آپؑ کے گلے تک پہنچاتا تھا مثل مشہور شیطان الفقہاء فقیہ الشیاطین فقہا کا شیطان شیاطین کا فقیہ ہوتا ہے لہٰذا اسی وقت سے جب کہ حضرتؑ ولی عہد ہوئے آپؑ کی

مصیبت واذیت اور صدموں کی ابتداء ہوئی جس دن حضرتؑ کی بیعت کی گئی آپؑ کے خواص میں سے ایک شخص کہتا ہے حضرتؑ کی خدمت میں تھا اور حضرتؑ کے فضل وکمال کے ظاہر ہونے سے خوشحال تھا کہ حضرتؑ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے مجھ سے فرمایا اس امر سے خوشحال نہ ہو یہ کام مکمل نہیں ہوگا اور میں اس سال حال میں نہیں رہوں گا۔

اور حسن بن جہم کی حدیث میں ہے کہ جب مامون نے علماء امصار اور فقہاء اقطار جمع کئے تا کہ وہ امام رضاء سے مباحثہ اور مناظرہ کریں اور حضرتؑ سب پر غالب آئے سب نے آپؑ کی فضیلت کا اقرار کیا آپؑ مامون کی مجلس سے اٹھے اور اپنے گھر لوٹ آئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں خدا کی حمد وثنا کرتا ہوں کہ جس نے مامون کو آپؑ کا مطیع قرار دیا ہے اور وہ آپؑ کے اکرام وتعظیم کا خاص خیال رکھتا ہے اور اپنی پوری کوشش صرف کرتا ہے تو آپؑ نے فرمایا اے ابن جہم تجھے مامون کی یہ محبتیں فریب نہ دیں جو وہ مجھ سے کرتا ہے کیونکہ یہ مجھے بہت جلدی ظلم وجور کے ساتھ زہر سے شہید کر دے گا یہ ایسی خبر ہے جو مجھ تک میرے آباؤ اجداد سے پہنچی ہے ان باتوں کو پوشیدہ رکھنا اور جب تک میں زندہ ہوں کسی سے بیان نہ کرنا خلاصہ یہ کہ ہمیشہ آنجنابؑ کا مامون کی بری معاشرتی کی وجہ سے دل دکھی رہتا اور آپ کسی سے اس کا اظہار بھی نہ کر سکتے تھے آخر میں تو اتنے تنگ آ گئے تھے کہ خدا سے موت کا سوال کرتے تھے جیسا کہ یاسر خادم کہتا ہے کہ ہر جمعہ کے دن جب حضرتؑ مسجد جامع سے مراجعت فرماتے اسی حالت میں کہ پسینہ سے تر ہوتے اور غبار آلود ہوتے اپنے ہاتھ بارگاہ خداوندی میں اٹھا کر عرض کرتے بارالہا اگر فرج وکشائش علی بن موسیٰ الرضا کے معاملہ کی موت میں ہے پس اسی وقت اس کی موت کو لے آ اور مسلسل ہم وغم وحزن میں رہتے یہاں تک کہ دنیا سے رحلت فرمائی۔

اگر زیرک انسان مامون کی آنحضرتؑ سے معاشرت اور سلوک کی کیفیت میں تامل وغور کرے تو وہ اس مطلب کی تصدیق کرے گا آیا کوئی عاقل تصور کر سکتا ہے کہ مامون جیسا دنیا پرست کہ جس نے طلب خلافت وریاست کے لئے امر کیا ہو کہ اس کے بھائی کو انتہائی سختی کے ساتھ قتل کریں اور اس کا سر اس کے پاس لے آئیں اور وہ اسے ایک لکڑی پر اپنے مکان کے صحن میں لٹکا دے اور اپنے لشکروں کو حکم دے کہ ہر شخص اٹھ کر جائے اس پر لعنت کرے اور اپنا جائزہ وانعام حاصل کرے تو کیا ایسا شخص جو اتنا خلافت وملک کا طالب ہو امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو بلاتا ہے اور دو ماہ تک اصرار کرتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ خلافت سے الگ ہو جاؤں اور لباس خلافت آپؑ کو پہنا دوں کیا یہ سوائے شیطنت اور برائی کے کوئی دوسرا نکتہ اس کے منظور نظر تھا حالانکہ خلافت مامون کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اور سلطنت کے حق میں کہا گیا ہے الملک عقیم ملک بانجھ عورت کی طرح ہے اور اس کے بھائی امین نے اسے اچھی طرح پہچانا ہوا تھا جیسا کہ اس نے احمد بن سلام سے کہا جب اس کو گرفتار کیا ہوا تھا کہ کیا مامون مجھے قتل کر دے گا امین نے کہا ہیہات یہ دور کی باتیں ہیں ملک بانجھ ہے اس کا کوئی رحم نہیں ہوتا اور اس کے علاوہ مامون قطعاً وابداً نہیں چاہتا تھا کہ کوئی فضیلت ومنقبت حضرت رضاؑ کی ظاہر ہو جیسا کہ حضرتؑ کے نماز عید کے لیے جانے اور اس قسم کے روایات سے یہ مطلب واضح وہویدا ہوتا ہے۔

اور رجاء بن ابی الضحاک کی حدیث کے ذیل میں ہے کہ جب اس نے فضائل وعبادات امام رضاؑ کے مامون سے بیان کئے تو مامون نے کہا ان چیزوں کی خبر لوگوں کو نہ دینا اور مصلحت اور شیطنت کے طور پر کہنے لگا چونکہ میں چاہتا ہوں کہ آنجنابؑ کے

فضائل صرف میری زبان سے ظاہر ہوں اور بالآخر جب اس نے دیکھا کہ ہر روز انوار علم وکمال اور آثار رفعت وجلال حضرتؑ کے لوگوں پر ظاہر ہو رہے ہیں اور آپؑ کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہو رہی ہے تو حسد کی چنگاری اس کے سینہ کے اندر مشتعل ہوئی اور اس نے حضرتؑ کو زہر دے دیا۔

جیسا کہ شیخ صدوق نے احمد بن علی سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے ابوالصلت ہروی سے پوچھا کہ مامون اس عزت وتکریم ومحبت کے باوجود جس کا اظہار وہ کیا کرتا تھا اور انھیں اپنا ولی عہد بھی بنا چکا تھا کس طرح امام رضاؑ کو قتل کرنے پر راضی ہو گیا تو ابوالصلت نے کہا کہ مامون حضرتؑ کی اس لئے عزت وتکریم کرتا تھا کیونکہ وہ آپؑ کی فضیلت وبزرگی کو جانتا تھا اور ولی عہدی اس لئے سپرد کی تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ حضرتؑ دنیا کی طرف راغب ہیں لہٰذا آپ کی محبت دلوں سے کم ہو جائے گی جب اس نے دیکھا کہ یہ چیز تو لوگوں کی محبت کی زیادتی کا سبب ہوئی ہے اس نے تمام فرقوں کے علماء مثلاً یہودی نصرانی مجوسی صائبین براھمہ ملحد اور دہری جمع کیے اور تمام ملل وادیان کے علماء اکٹھے کئے تا کہ حضرت سے مباحثہ ومناظرہ کریں شاید آپؑ پر غالب آجائیں اور آنجنابؑ میں عجز ونقص ظاہر ہو اور اس وجہ سے لوگوں کے اعتقاد میں جو حضرتؑ کی نسبت ہے کچھ فتور اور سستی آجائے گی اس تدبیر نے بھی اس کے مقصد کے خلاف نتیجہ دیا اور وہ سب حضرتؑ سے مغلوب ہوئے اور انھوں نے آپؑ کی فضیلت وجلالت کا اقرار کیا۔

حضرتؑ بارہا اظہار بھی فرماتے تھے کہ خلافت ہمارا حق ہے اور ہم دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار خلافت ہیں اور بدخواہ لوگ یہ باتیں مامون تک پہنچاتے اس وجہ سے اس کا غضب وخشم اور بغض وحسد اس پر غالب آیا نیز حضرت رضاؑ اس سے مداہنت اور تصنع نہیں کرتے تھے اور اکثر حالات میں سخت باتیں اس کے منہ پر کہہ دیتے تھے جو کہ اس کے بغض وکینہ کی زیادتی کا سبب بنا اس لئے وہ آپؑ کے شہید کرنے پر راضی ہو گیا اور زہر کے ذریعہ آپؑ کو شہید کر دیا رشتہ کلام یہاں طویل ہے اور گفتگو دوسری ہے خلاصہ یہ کہ جب حضرت کی ولی عہدی کی خبر عراق میں پہنچی تو بنی عباس اس مطلب سے برہم ہوئے اور یوں گمان کرنے لگے کہ امر خلافت بنی عباس سے خارج ہو جائے گا لہٰذا بنی عباس نے بغداد میں پنچایت کا اکٹھ کیا اور مامون کو خلافت سے اتار کر ابراہیم بن مہدی مامون کے چچا۔ جو ابن شکلہ کے نام سے مشہور تھا) کی بیعت کر لی پس اس کی بیعت کا کام سیدھا ہو گیا جمعرات کے دن ماہ محرم ۲۰۲ھ یا ۲۰۳ھ میں لوگوں نے اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور اس پر امارت کا سلام کیا اور ۲۰۰ھ میں یا ۲۰۱ھ میں معروف بن فیروز کرخی نے جو طریقت والوں میں سے ایک ہے بغداد میں وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس کے ماں باپ نصرانی تھے اور وہ امام رضاؑ کے ہاتھ پر ایمان لایا اور کرخ کئی جگہوں کا نام ہے کہ جن میں سے ایک کرخ بغداد ہے کہ جو ایک محلہ کا نام ہے۔

مشہور یہ ہے کہ طریقت کے سلسلہ کا راس ورئیس معروف ہے کہتے ہیں کہ اس کا طریقہ سری سقطی تک پہنچتا ہے اور اس کا جنید بغدادی تک اور اس کا شبلی تک اور اسی طرح اور کہتے ہیں کہ معروف امام رضا علی بن موسیٰ کا دربان تھا لیکن مخفی نہ رہے کہ رجال صادق اور ان کے بعد کہ آئمہ کے رجال میں سب کتب رجال اس کے ذکر سے خالی ہیں اور اگر یہ ایسا ہوتا تو شیعہ علماء کتب رجال میں اسے نقل کرتے حالانکہ انھوں نے رطب دیا بس اصحاب آئمہ وان کے خواص ان کے خدام وموالی ممدوح ہوں یا مذموم کسی کو نہیں چھوڑا

اور کم از کم عیون اخبار الرضاؑ میں اس کا ذکر ہوتا خلاصہ یہ کہ اس کی قبر بغداد میں ہےاور اس کی قبر سے شفا حاصل کرتے ہیں اور بغدادیوں کا کہنا ہے کہ معروف کی قبر تریاق مجرب ہے۔

اور ۲۰۱ھ میں جناب فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفر علیہم السلام نے مدینہ سے مرو کی طرف اپنے بھائی امام رضاؑ کی ملاقات کے لئے کوچ کیا اور جب ساوہ میں پہنچیں تو بیمار ہوگئیں پوچھا کہ یہاں سے کتنی مسافت ہے لوگوں نے کہا کہ دس فرسخ تو آپؑ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ مجھے تم لے چلو اور موسیٰ بن خزرج بن سعد کے گھر میں نزول اجلال فرمایا اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جب اس مخدرہ کی اطلاع آل سعد کو پہنچی تو سب متفق ہو کر نکلے کہ اس مخدرہ سے خواہش کریں کہ وہ قم تشریف لائیں اور تمام کے درمیان موسیٰ بن خزرج نے اس معاملہ میں قدم آگے بڑھائے جب اس مخدرہ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور مہار کھینچتا ہوا قم تک لے آیا اور اپنے ہی گھر میں اس سیدہ جلیلہ کو منزل دی پس جناب فاطمہ سترہ دن تک دنیا میں رہیں اور رحمتِ خدا میں جا پہنچیں پس انھیں غسل وکفن دے کر زمین بابلان میں کہ جو موسیٰ کی ملکیت تھی دفن کردیا روایت ہے کہ اس بی بی کے دفن کرنے کے لئے انھوں نے سرداب کھودا اور ان کا جنازہ سرداب کے قریب لے آئے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے کہ سرداب کے اندر کون جائے اور بی بی کا جنازہ دفن کرے پس بہت سی گفتگو کے بعد ان کی رائے یہ ہوئی کہ ان کا ایک خادم کہ جس کا نام قادر تھا اور وہ نیک وصالح بوڑھا شخص تھا وہ دفن میں مشغول ہو جب اس کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا تو دیکھا کہ دو نقاب پوش سوار بڑی جلدی سے ریگزار سے ظاہر ہوئے جب جنازہ کے قریب آئے تو پیادہ ہوئے اور اس مخدرہ پر نماز جنازہ پڑھی اور سرداب میں داخل ہوئے اور بی بی کو دفن کیا اور باہر آ کر چل دیئے اور کوئی نہ سمجھ سکا کہ یہ کون بزرگوار تھے پس اس مخدرہ کی قبر پر بوریئے کی ایک چھت بنائی گئی یہاں تک کہ جناب زینب حضرت تقی جوادؑ کی صاحبزادی نے قبر پر گنبد بنایا اور موسیٰ بن خزرج کے مکان پر جناب فاطمہؑ کی نماز کی محراب موجود ہے اور جناب فاطمہؑ کے گنبد میں بہت سی خواتین دختران جناب فاطمہ زہرا اور سادات علوی دفن ہیں مثلاً حضرت جوادؑ کی کچھ شہزادیاں اور بہت سی موسیٰ مبرقع حضرت جوادؑ کے فرزند کی بیٹیاں جیسا کہ ہدیۃ الزائرین میں اس مخدرہ کی زیارت اور ان کی زیارت کی فضیلت کے ساتھ (یہ چیزیں بھی) ہم نے ذکر کی ہیں خداوند عالم ہمیں اس مخدرہ کی شفاعت سے سرفراز فرمائے جیسا کہ اس نے ان کی مجاورت اور ہمسائیگی ہمیں دی ہے۔

اور ۲۰۲ھ میں فضل بن سہل سرخس کے حمام میں اچانک مارا گیا جب کہ وہ مامون اور حضرت رضاؑ کے ساتھ عراق کے سفر پر جا رہا تھا اور قول کی بنا پر ۲۰۲ھ ہی میں مالک بن انس بن مالک مالکی مذہب کے امام وصاحب کتاب موطا جو کہ چھ کتابوں میں سے ایک ہے) نے وفات پائی اور ان کی قبر بقیع میں ازواج رسول کے احاطہ میں ہے۔

اور ۲۰۴ھ میں مامون بغداد میں داخل ہوا اور اس کے بغداد میں وارد ہونے سے پہلے ابراہیم بن مہدی اس کے خوف سے روپوش ہوگیا یہ واقعہ عید قربان کے دوسرے دن ۲۰۳ھ کا ہے اور جب مامون بغداد میں داخل ہوا تو اپنی پھوپھی زینب بنت سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس (کہ بنی عباس میں جس سے نسب میں بلند تر کوئی نہ تھا) کی خواہش پر سبز لباس کو چھوڑ کر وہی لباس سیاہ جو بنی

عباس کا شعار تھا پہنا پھر مہدی کی تلاش کے درپے ہوا اور جاسوس اس کو تلاش کرنے کے لئے پھیلا دیئے ابراہیم مسلسل روپوش رہا یہاں تک کہ تیرہ ربیع الثانی ۲۰۷ھ میں اسے پا لیا گیا جب کہ اس نے زنانہ لباس پہنا ہوا تھا جب اس کو مامون کے پاس لے آئے تو مامون نے اسے معاف کر دیا۔

اور ۲۰۴ھ میں ہشام بن محمد بن سائب نسابہ کوفی نے جو ابن کلبی کے نام سے مشہور تھا وفات پائی۔

آیۃ اللہ علامہ (حلی) نضر اللہ وجہہ نے کتاب خلاصہ میں اس کے حق میں فرمایا ہے ہشام بن محمد بن سائب ابوالمنذر ناسب عالم فضل و علم میں مشہور مخصوص دنوں کے حالات جاننے والا ہمارے مذہب کے ساتھ مختص ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک عظیم بیماری میں مبتلا ہوا تو میں اپنا علم بھول گیا پس میں جعفر بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے ایک پیالے میں مجھے علم پلایا تو میرا علم پلٹ آیا اور ابوعبداللہ اسے قریب و نزدیک بٹھاتے اور اسے خوش رکھتے انتھی اور اسی طرح کا اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی بہت سی کتابیں شمار کی ہیں کہ جن میں کتاب مقتل امیر المومنینؑ و کتاب مقتل الحسینؑ ہے اور ابن خلکان نے اس کے حالات میں تاریخ بغداد سے نقل کیا ہے اس کہ اس نے کہا (یعنی ہشام بن محمد نے) میرا ایک چچا تھا وہ مجھے حفظ قرآن کے سلسلہ میں سرزنش کرتا تھا پس میں ایک کمرے میں داخل ہو گیا اور میں نے قسم کھائی کہ اس کمرے سے باہر نہیں جاؤں گا جب تک کہ میں قرآن حفظ نہ کرلوں پس میں نے تین دن کے اندر قرآن حفظ کر لیا اور ۲۰۴ھ ہی میں ماہ رجب کے آخر میں محمد بن ادریس شافعی نے مصر میں وفات پائی اور شافعی کا نسب مطلب بن عبد مناف تک منتھی ہوتا ہے وہ اپنے جد شافع بن سائب کی طرف منسوب ہے اور شافعی ان لوگوں میں سے ہے کہ جنھوں نے رسولؐ خدا سے ملاقات کی اور حضرتؐ کے زمانہ کو پایا ہے اور شافعی کی قبر مصر میں مقبرہ بنی عبدالکریم میں شہداء کی قبور کے پاس ہے اور شافعی اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک ہے اور اصول فقہ اس نے استنباط کئے ہیں اس کی ولادت ابوحنیفہ کی وفات کے دن ۱۵۰ھ میں واقع ہوئی ہے اور اہل سنت میں مشہور ہے کہ امام چار سال اپنی ماں کے شکم میں رہے ان کے امام اعظم ابوحنیفہ کی موت کے انتظار میں چونکہ شافعی کو اس سے شرم آتی تھی کیونکہ لوگ اس کے علم سے فائدہ اٹھا رہے تھے پس وہ اس کی وفات کے دن پیدا ہوا اور اس چیز کو وہ ان دونوں کی کرامات میں شمار کرتے ہیں اس کو یاد رکھو لیکن میں نہیں سمجھتا کہ امام شافعی کے شکم مادر میں تین سال تک انتظار کرنے کا سبب کیا تھا لیکن یہ باتیں ہمارے مقصد میں داخل نہیں۔

اور امام شافعی کے کئی لطیف اشعار ہیں اور جو اشعار اس کی طرف منسوب ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

لو ان المرتضی ابدی محله
لخر الناس طراً سجداله
ومات الشافعی ولیس یدری
علی ربه ام ربه الله !

اگر علی مرتضیٰ اپنے مقام کو ظاہر کریں تو سب ان کو سجدہ کرنے کے لئے جھک جائیں اور شافعی فوت ہو گیا اور وہ یہ نہیں جان

سکا کہ علی اس کا رب ہے یا اللہ اس کا رب ہے اور یہ بھی اسی کا قول ہے۔

اذا فی مجلس ذکروا علیا
وشبلیه وفاطمه الزکیة
یقال تجاوز و یاقوم هذا
وهذا حدیث الرافضیه
هربت الی المهیمن من اناس
یرون الرفض حب الفاطمیه
علی آل الرسول صلوة ربی
ولعنته لتلك الجاهلیه؛

جب کسی مجلس میں ذکر کریں علیؑ اور ان کے دو فرزندوں اور فاطمہ زکیہ کا تو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں یہ تو رافضیوں کی باتیں ہیں مہربان خدا کی بارگاہ کی طرف ان لوگوں سے بھاگتا ہوں جو اولاد فاطمہ کی محبت کو رفض کہتے ہیں آل رسول پر میرے رب کی صلوات ہو اور اس کی لعنت ہو ان جاہلوں پر (اس جاہلیت پر)

اور یہ بھی اسی کے شعر ہیں ابن صباغ مالکی اور ابن حجر کی روایت کے مطابق۔

یا راکبا قف بالمحصب من منی
واهتف بساکن خفیها والناهض
سحرا اذا فاض الحجیج الی منی
فیضا کملتطم الفرات الفائض!
قف ثم و اشهد اننی بمحمد
ووصیه وبنیه لست بباغض!
ان کان الرفض حب آل محمد
فلیشهد الثقلان انی رافضی

اے سوار وادی منیٰ کے مقام محصب میں ٹھہر کر آواز دے صبح کے وقت خیف میں بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے لوگوں کو جب حاجی منیٰ کی طرف موجزن فرات کی لہروں کی طرح بہتے ہیں تو وہاں ٹھہر جا اور گواہی دے کہ بیشک میں محمد اور ان کے وصی اور ان کے بیٹوں سے بغض نہیں رکھتا اور اگر رفض آل محمد کی محبت ہے تو پھر جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں اور یہ بھی شافعی کے اشعار ہیں

صواعق میں ابن حجر کی روایت کے مطابق۔

یا اہل بیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

اے رسولؐ اللہ کے اہل بیتؑ تمھاری محبت اللہ کی طرف سے فرض وواجب ہے کہ جسے اس نے قرآن میں نازل فرمایا ہے آپؑ کی عظیم قدر ومنزلت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو نماز میں آپؑ لوگوں پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اور یہ بھی اسی کے اشعار ہیں۔

یقولون اسباب الفراغ ثلاثۃ
ورابعھا خلو وھو خیارھا
وقد ذکروا مالاً و امنا وصحۃ
ولم یعلموا ان الشباب مدارھا

کہتے ہیں کہ فارغ البالی کے سبب تین ہیں اور ان میں سے چوتھا خلوت ہے جو کہ ان میں سے پسندیدہ ہے اور وہ تین انھوں نے مال امن اور صحت ذکر کیے ہیں حالانکہ انھیں علم نہیں کہ شباب ان کا دارومدار ہے۔

اور ۲۰۲ھ میں محمد بن مستنیر نحوی نے جو قطرب کے لقب سے مشہور تھا وفات پائی اور قطرب سیبویہ کا شاگرد تھا اور وہ صبح سویرے باقی شاگردوں سے پہلے اس کے پاس آتا تھا تو سیبویہ نے اس سے کہا تو نہیں ہے مگر (قطرب لیل) رات کا چور یا جن بھوت پس یہ لقب اس کا ہو گیا اور اس کی کئی تصانیف ہیں ان میں کتاب غریب الحدیث ومجاز القرآن وغیرہ ہیں اور سال کے آخر میں نضر بن شمیل نحوی بصری نے مرو میں وفات پائی اور نضر کئی فنون کا عالم صاحب غریب وفقہ وشعر ومعرفت ایام عرب اور وہ خلیل بن احمد امامی عروضی کے اصحاب میں سے تھا اس کا ذکر ابوعبیدہ نے کتاب مثالب اہل البصرہ میں کیا ہے پس وہ کہتا ہے کہ نضر بن شمیل بصری کی معاش تنگ ہو گئی اور وہ خراسان جانے کے ارادہ سے بصرہ نکلا تو اہل بصرہ میں سے تقریباً تین ہزار مردوں نے اس کی مشایعت کی کہ جن میں سوائے محدث نحوی لغوی عروضی یا اخباری کے اور کوئی شخص نہیں تھا جب شہر کی پچھلی طرف کے میدان میں پہنچا تو کہنے لگا اے اہل بصرہ تمھاری جدائی مجھ پر گراں اور دشوار ہے خدا کی قسم اگر مجھے ہر روز کیلچہ باقلی (ظاہراً لوبیا کی روٹی) مل جاتی تو میں تم سے جدا نہ ہوتا راوی کہتا ہے پس ان میں سے کوئی نہ تھا جو اس کے لئے یہ برداشت کر لیتا لہٰذا وہ چلا گیا یہاں تک کہ خراسان پہنچا پس وہاں اس کو بہت سے مال کا فائدہ ہوا اور اس کا قیام مرو میں تھا اور میں کہتا ہوں نضر کی مامون کے ساتھ کئی حکایات اور نوادر ہیں جن دنوں وہ مرو میں مقیم تھا پس ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے حریری نے درۃ الغواص میں ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مامون کی مجلس میں عورتوں

اجماع کے تذکرے میں گزر چکی ہے اور ۲۰۸ھ میں فضل بن ربیع حاجب نے وفات پائی اور فضل برامکہ کی ذلت و خواری کے بعد رشید کے بعد محمد امین کا وزیر تھا اور وہ امین کو اکسایا کرتا تھا کہ مامون کو ولیعہدی سے ہٹا دے اور جب امین مارا گیا تو وہ مامون کے خوف سے چھپا رہا یہاں تک کہ طاہر بن حسین نے اس کی سفارش کی اور اسے مامون کے پاس لے گیا لیکن مامون کی حکومت میں اس کو کوئی حصہ نہیں ملا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔

اور ماہ رمضان میں اسی سال سیدہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب زوجہ اسحاق مؤتمن بن جعفر صادق نے مصر میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئیں اور مصریوں کو ان سے بہت زیادہ اعتقاد ہے اور مشہور ہے کہ ان کی قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے اور شافعی نے ان حضرت سے استماع حدیث کیا ہے۔

اور شیخ محمد صبان نے اسعاف الراغبین میں نقل کیا ہے کہ نفیسہ نے اپنی قبر اپنے ہاتھ سے خود کھودی تھی اور وہ اس قبر میں داخل ہوتیں اور نماز پڑھتیں اور اس قبر میں چھ ہزار قرآن ختم کیے اور ماہ رمضان ۲۰۸ھ میں وفات پائی اور احتضار کے وقت وہ روزہ سے تھیں انہیں افطار کے لیے کہا گیا تو فرمایا تعجب کی بات ہے کہ میں تیس سال سے اب تک خدا سے یہ سوال کرتی رہی ہوں کہ روزہ کی حالت میں دنیا سے جاؤں اب جبکہ روزہ سے ہوں تو کیسے افطار کروں پس سورہ انعام پڑھنی شروع کی جب آیہ شریفہ لہم دار السلام عند ربہم (ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس) تک پہنچیں تو وفات ہوگئی اور دیگر نے نقل کیا ہے کہ وفات کے بعد ان کے شوہر اسحاق مؤتمن چاہتے تھے کہ انہیں مدینہ منتقل کریں اور بقیع میں دفن کریں اہل مصر نے استدعا کی کہ اس مخدرہ کو تبرک کے طور پر مصر میں رہنے دیں اور بہت سا مال بھی خرچ کرنے کے لیے تیار ہوئے لیکن اسحاق راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ عالم خواب میں رسول خدا کو دیکھا اور آپ نے اسحاق سے فرمایا نفیسہ کے معاملہ میں اہل مصر سے معارضہ نہ کرو کیونکہ ان کی برکت سے ان پر رحمت نازل ہوگی رضوان اللہ علیہا۔

اور ۲۰۹ھ میں دو ثقہ جلیل القدر حماد بن عثمان اور حماد بن عیسیٰ نے وفات پائی اور اصحاب اجماع کے تذکرہ میں ان کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور اسی سال مامون نے خدیجہ سے شادی کی جو بوران کے نام سے مشہور ہے اور حسن بن سہل کی بیٹی ہے منقول ہے کہ حسن نے شادی میں اتنے اموال نثار کیے کہ جاہلیت اور اسلام میں کسی بادشاہ نے اتنا مال خرچ نہیں کیا ہوگا۔

اور مامون نے اس کے مقابلہ میں فارس و اہواز کا ایک سال کا خراج اس کے سپرد کر دیا اور ۲۱۰ھ میں یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین نے بغداد میں وفات پائی اور مامون نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسے دفن کیا گیا اور اسی سال مامون نے ابن عائشہ عباسی کو قتل کیا اور اس کا بدن سولی پر لٹکایا اور وہ بنی عباس میں سے پہلا شخص ہے جو اسلام میں سولی پر لٹکایا گیا اور ابن عائشہ ابراہیم بن محمد بن عبدالوہاب بن ابراہیم نبیرہ ابراہیم امام سفاح و منصور کا بھائی ہے۔

اور ۲۱۰ھ میں ثقہ عظیم القدر صفوان بن یحییٰ نے وفات پائی اور اس کی جلالت شان کی بعض چیزیں منصور کے زمانہ کی تاریخ میں تحریر ہو چکی ہیں اور ۲۱۱ھ میں معمر بن مثنی نحوی بصری نے وفات پائی اور معمر بروزن جعفر ابو عبیدہ کے نام سے مشہور ہے اور اس کی

مفید تصنیفات میں کہا گیا ہے کہ اس کی عمر سو سال تھی وہ خوارج کا عقیدہ رکھتا تھا اور وہ اسلام سے متہم تھا اور اس کے جنازہ پر کوئی نہ آیا یہاں تک کہ کرایہ کے آدمی لے آیا اور منقول ہے کہ ابونواس ابوعبیدہ سے بہت مزاح کیا کرتا تھا اور ابوعبیدہ کا قیام مسجد بصرہ کے ایک ستون کے ساتھ تھا ایک دفعہ ابونواس نے اس ستون پر لکھ دیا۔

صلی اللہ علی لوط و شیعتہ
ابا عبیدۃ قل باللہ امینا

خدا اور درود رحمت نازل کرے لوط اور اس کے گروہ پر اے ابا عبیدہ کہہ الٰہی آمین ابوعبیدہ جب مسجد میں آیا اور وہ شعر دیکھا تو کہنے لگا یہ کلام مسخرے لوطی ابونواس کا ہے اس کو محو کر دو اگرچہ اس میں ایک نبی پر صلوات ہے۔

اصمعی سے ایک اور طریق سے حکایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں اور ابوعبیدہ مسجد میں داخل ہوئے پس اچانک اس ستون پر کہ جہاں ابوعبیدہ بیٹھتا تھا سات سطروں پر لکھا تھا کہ جس کی صورت یہ تھی۔

صلی اللہ علی لوط و شیعتہ
یا عبیدۃ قل باللہ آمین!
فانت عندی بلاشک بقیتہم
منذ احتلمت و قد جاوزت سبعینا

خدا کی رحمت ہو لوط اور اس کے گروہ پر اے ابا عبیدہ تو کہہ الٰہی آمین پس تو میرے نزدیک بلاشک و شبہ ان کا بقیہ ہے جب سے تو محتلم ہوا ہے حالانکہ تیری عمر ستر سال سے تجاوز کر چکی ہے پس ابوعبیدہ نے کہا اے اصمعی اس کو مٹا دو پس میں ابوعبیدہ کی پشت پر چڑھ گیا اور اس کو مٹا دیا بعد اس کے کہ میں نے اس پر کافی بوجھ ڈالا تو کہنے لگا تو نے مجھ پر بوجھ ڈال دیا ہے اور میری کمر توڑ دی ہے اور اطرآ ؟ میں نے اس سے کہا کہ باقی رہ گئی ہے تو وہ کہنے لگا کہ اس شعر کے حروف میں یہ سب سے بدتر حرف ہے اور ابونواس شاعر ابوعبیدہ کے پاس پڑھتا تھا اور اس کی تعریف کرتا اور اصمعی کی مذمت کرتا تھا اس سے اصمعی کے متعلق پوچھا گیا تو کہنے لگا قفس میں بلبل ہے اور ابوعبیدہ کے متعلق سوال ہوا تو اس نے کہا چمڑا ہے کہ جس میں علم لپیٹا ہوا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ طالب علم جب اصمعی کی مجلس میں آتے تو مینگنیاں موتیوں کے بازار میں خرید کرتے اور جب ابوعبیدہ کی مجلس میں جاتے تو موتی مینگنیوں کے بازار میں خریدتے کیونکہ اصمعی اشعار اچھے کہتا اور فضول وبیہودہ بات کرتا لیکن اس سے فائدہ کم ہوتا اور ابوعبیدہ اس کے برعکس تھا اور کہا گیا ہے کہ ابوعبیدہ خوارج اباضیہ کے عقیدہ پر تھا اس کو رشید نے بصرہ سے بغداد منگوایا اور اس سے پڑھا اور یہ پہلا شخص ہے کہ جس نے غریب الحدیث تصنیف کی اور غریب حدیث وہ ہے جو یا تو سند ومتن دونوں کے لحاظ سے غریب ہو اور یہ وہ ہے کہ جس کے متن کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو اور یا غریب ہے صرف سند کے لحاظ سے مثل اس حدیث کے کہ جس کا متن ایک جماعت سے مشہور ہو اب تک شخص منفرد اس کو دوسرے سے روایت کرے جو ان کا غیر ہو جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کیا ہے شرح

وغیرہ میں یا غریب سے پہلا فن حدیث کے الفاظ سے اور پیدا ہوا ہے جس کا متن کم سے کم الفاظ پر مشتمل ہو جو کم استعمال کی وجہ سے سمجھنے میں آسانی سے دور ہوں اور یہ ایک اہم فن ہے ضروری ہے کہ ان کی تحقیق و اثبات پر توجہ دی جائے اور اس فن میں علماء کی ایک جماعت نے کئی کتب لکھی ہیں پس پہلا شخص جس نے اس میں کتاب تصنیف کی ہے وہ ابو عبیدہ معمر بن مثنی یا نضر بن شمیل ہے اور ان دونوں کے بعد ابو عبیدہ قاسم بن سلام ہے پھر ابن قتیبہ دینوری پھر خطابی ہے پس یہ کتب اس فن کی اصل اور جڑ ہیں پھر ان کے تابع ہوئے ہیں دوسرے لوگ فوائد و زوائد میں مثلاً ابن اثیر کیونکہ یہ انتہا کو پہنچا ہے کتاب نہایۃ النہایۃ کی وجہ سے اور زمخشری تو یہ کتاب فائق میں پر فائدہ ہے بالم درجہ کو پہنچا ہے اور ہروی نے اپنی دو کتابوں میں غریب القرآن کا غریب الحدیث پر اضافہ کیا ہے جیسا کہ اسی طرح کیا ہے شیخ فخر الدین طریحی نے مجمع البحرین میں اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے (بھی اس میں کتب لکھی ہیں)۔

اور ۲۱۱ھ میں ابو العتاہیہ اسماعیل بن قاسم مشہور شاعر نے وفات پائی ہے اور مہدی کے زمانہ کی تاریخ میں اس کے کچھ اشعار ذکر ہو چکے ہیں اور ۲۱۲ھ میں مامون کے منادی نے ندا کی کہ میری ذمہ داری سے وہ شخص بری ہے جو معاویہ کو بھلائی کے ساتھ یاد کرے یا اسے کسی صحابی رسول سے مقدم سمجھے اور یہ بھی حکم دیا کہ اطراف مملکت میں خطوط لکھے جائیں کہ معاویہ کو منبر پر لعنت کی جائے لوگ اس بات سے سخت مضطرب ہوئے اور اس کو کام عظیم سمجھے اور مامون کو اشارہ کیا کہ مصلحت اس کے ترک کرنے میں ہے تو مامون اس خیال سے دستکش ہو گیا اور یہ اس سبب سے تھا کہ مامون نے معاویہ کے متعلق ایک حکایت سنی جو اس کے عقائد و مقاصد پر مشتمل تھی کہ جن میں سے ایک یہ تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ پیغمبر کا ذکر اور یاد لوگوں سے اٹھ جائے اور ہر شب و روز پانچ مرتبہ اشہد ان محمد رسول اللہ ترک ہو جائے یہ حکایت ہم معاویہ کے حالات میں ذکر کر چکے ہیں وہاں رجوع کریں اور ۲۱۳ھ میں عبد الملک نے (جو ابن ہشام کے نام سے مشہور اور کتاب سیرت کا مؤلف ہے) وفات پائی اور مصر میں دفن ہوا اسی سال اسحاق بن مرار نے جو شیبانی کے نام سے مشہور نحوی و لغوی ہے وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ اس کی وفات کے دن ابو العتاہیہ شاعر اور ابراہیم موصلی ندیم نے بھی وفات پائی اور ۲۱۵ھ میں سعید بن مسعدہ مجاشعی نے جو اخفش اوسط کے نام اور علی کو اصغر اخفش ایسے کہتے ہیں جس کی آنکھیں چھوٹی ہوں اور ان کی بینائی بھی اچھی نہ ہو تو ان کو چمگادڑ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

۲۱۵ھ میں اور ایک قول ہے کہ ۲۱۴ھ میں سعید بن اوس بن ثابت بن زید نے جو ابو زید مشہور تھا جو نحوی و لغوی و بصری ہے) بصرہ میں وفات پائی کہا گیا ہے کہ اصمعی لغت عرب کی تہائی اور ابو زید دو تہائی اور خلیل بن احمد آدھی لغت عرب کا حافظ تھا اور عمر بن کرکرہ اعرابی پوری لغت عرب کا حافظ تھا اور ابو زید کی ادب میں کئی تصنیفات ہیں اور مازنی سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے اصمعی کو دیکھا اور وہ ابو زید مذکور کے حلقے میں آیا پس اس کے سر کا بوسہ لیا اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا آپ پچاس سال سے ہمارے رئیس اور ہمارے سردار ہیں۔

اور ۲۱۶ھ میں عبد الملک بن قریب نے (جو اصمعی کے لقب سے مشہور صاحب لغت و نحو و نوادر اور رنگین باتیں کرنے والا اس کے علاوہ اور کمالات رکھنے والا ہے) وفات پائی اور اصمعی خوش طبع ظریف اور رنگین و بہار والی طبیعت رکھنے والا حسین

مزاج شخص تھا ہموم وغموم کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیتا تھا اسی لئے کہا گیا ہے کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے تک بھی بڑھاپے کے آثار اس میں ظاہر نہیں ہوئے اور ستر سال کے قریب جا کر مرا ہے اور وہ ابتدائی عمر میں تنگ دست اور سخت فقر و فاقہ میں رہا تھا یہاں تک کہ رشید کے ساتھ متصل ہوا اور اس کی حالت اچھی ہو گئی بالبدیہہ سنانے والی غریب اور عجیب و غریب قصے سناتا تھا بہت عمدہ الفاظ و عبارت پیش کرتا اور اس کے نوادرات بہت ہیں اور شیخ بہائی کے کشکول سے منقول ہے کہ خود اسی سے نقل ہوا ہے کہتا ہے میں ایک دیہات میں گیا اور میرے ساتھ ایک تھیلی تھی تو میں نے ان میں سے ایک عورت کے پاس بطور امانت رکھ دی جب میں نے اس سے مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا پس میں اس کو لے کر اعراب میں سے ایک شیخ کے پاس گیا تو وہ اپنے انکار پر قائم رہی پس اس شیخ نے اسے قسم دی تو اس نے قسم کھالی تو وہ کہنے لگے ظلم و تہمت ہے کہ یہ کہا ہے اور اس کے ذمہ کوئی چیز نہیں میں نے کہا گویا تو نے یہ آیت نہیں سنی ولا تقبل لسارقة يمينا ولو حلفت برب العالمين (اور چور عورت کی گواہی قبول نہ کرو اگرچہ عالمین کے پروردگار کی قسم کھائے) تو وہ کہنے لگا تو نے سچ کہا پھر اس نے اس عورت کو ڈرایا دھمکایا تو اس نے اقرار کیا اور تھیلی واپس لوٹا دی پھر شیخ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا یہ آیت کس سورہ میں ہے میں نے کہا سورہ

الا هبي بصحنك فاصبحينا ولا تبقي خمور الاندرينا

خبردار صبح کا ناشتہ کرے کیونکہ ہم نے تو صبح کا ناشتہ کر لیا ہے اور کباب قسم کی شراب طلب نہ کرتا تو وہ کہنے لگا سبحان اللہ میرا گمان تھا کہ سورہ انا فتحنا لک فتحا مبینا میں ہے اور اصمعی کا دادا علی بن اصمع نامی تھا اور اس کی حکایت حجاج ثقفی کے ساتھ (کہ میرے گھر والوں نے میرا نام علی رکھ کر مجھ پر ظلم کیا ہے) مشہور ہے محاضرات الراغب سے منقول ہے کہ اصمعی نے کہا کہ بحر رجز کے بارہ ہزار قصیدے مجھے یاد ہیں اور اصمعی سے حکایت ہے کہ وہ کہتا ہے میں پڑھتا تھا والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله غفور رحيم چور مرد اور چور عورت پس کاٹ دو ان دونوں کے ہاتھ ان کے بدلے جو کچھ انہوں نے کسب کیا ہے یہ عذاب ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور میرے پہلو میں ایک عرب تھا تو وہ کہنے لگا یہ کس کا کلام ہے میں نے کہا اللہ کا کلام ہے تو وہ کہنے لگا دوبارہ پڑھو میں نے دوبارہ پڑھا تو اس نے کہا یہ اللہ کا کلام نہیں ہے پس میں متنبہ ہوا تو میں نے پڑھا واللہ عزیز حکیم اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے تو اس نے کہا اب درست کہا ہے یہ اللہ کا کلام ہے تو میں نے کہا کیا تو قرآن پڑھتا ہے اس نے کہا نہیں تو میں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہو گیا تو اس نے کہا اس لئے کہ غالب و قاہر تھا تو حکم کیا اب اگر بخشتا اور رحم کرتا تو پھر ہاتھ نہ کٹواتا اور ۲۱۶ ھ میں زبیدہ دختر جعفر بن ابو جعفر منصور محمد امین کی ماں نے بغداد میں وفات پائی اور اس سے بہت کام سرزد ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ دس میل کے فاصلہ سے پانی حرم مکہ کے لیے لے آئی (یعنی نہر کے ذریعہ) اس کی سو کنیزیں تھیں کہ جنہیں قرآن مجید یاد تھا اور اس کے محل میں قرآن اس طرح سنائی دیتا تھا جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔

۲۱۷ ھ میں ثقہ عظیم الشان محمد بن ابی عمیر کی وفات ہوئی اور ابن ابی عمیر عظیم ترین اصحاب و علماء امامیہ میں سے ہے اور خاصہ و عامہ نے اس کی ثقاہت کا حکم اور اس کی جلالت کی تصدیق کی ہے رشید کے زمانہ میں اسے بہت سے تازیانے مارے گئے اور حاکم

سال تک اسے قید میں بند کیا گیا۔

کشی سے روایت ہے محمد بن ابی عمیر پکڑا گیا اور قید کیا گیا اور سختی و تنگی میں اسے عظیم مصیبت لاحق ہوئی اس کا تمام سارا مال لے لیا گیا یہ سب کچھ اس کے ساتھ کرنے والا امام رضا کی شہادت کے بعد مامون تھا ابن ابی عمیر کی کتب ضائع ہو گئیں اور اس کی کتب احادیث ضائع ہو گئیں اسے چالیس جلد یں یاد تھیں تو اس نے ان کا نام نوادر رکھا اسی لئے اس کی احادیث مقطوع السند ملی جاتی ہیں۔

روایت ہے کہ رشید کے زمانہ میں سندی بن شاہک نے ہارون کے حکم سے شیعہ ہونے کی وجہ سے اسے ایک سو بیس تازیانے لگائے پھر اسے قید خانہ میں بند کر دیا ابن ابی عمیر نے ایک لاکھ اکیس ہزار درہم دے کر خلاصی پائی۔

حتمل ہے کہ ابن ابی عمیر نامدار شخص تھا اور اس کے پاس پانچ لاکھ درہم تھے شیخ صدوق نے علل میں ابن ولید سے علی بن ابراہیم سے اس کے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ابن ابی عمیر بزازی کا کام کرتا تھا اور اس کو کسی شخص سے دس ہزار درہم لینے تھے تو ابن ابی عمیر کا مال ختم ہو گیا اور وہ فقیر ہو گیا وہ شخص جس نے قرض لے رکھا تھا اس کا ایک مکان تھا اس نے وہ دس ہزار پر فروخت کر دیا اور رقم ابن عمیر کے پاس لے آیا جب اس کے دروازے پر آیا تو دستک دی ابن ابی عمیر باہر نکلا اس شخص نے رقم پیش کی اور کہنے لگا یہ آپ کا قرضہ ہے جو مجھے ادا کرنا تھا ابن ابی عمیر نے کہا یہ رقم تو نے کہاں سے حاصل کی ہے کیا میراث میں تجھے ملی ہے یا کسی نے تجھ پر بخشش کی ہے اس نے کہا ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے بلکہ میں نے اپنا گھر اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے فروخت کر دیا ہے ابن ابی عمیر نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ذریح محاربی نے حضرت صادق سے کہ آپ نے فرمایا لا یخرج الرجل عن مسقط راسه بالدین انسان قرض کی وجہ سے گھر سے نہیں خارج ہو سکتا پھر فرمایا یہ رقم اٹھا لو مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں حالانکہ خدا کی قسم ہے کہ میں اس وقت ایک ایک درہم کا محتاج ہوں لیکن اس رقم سے ایک درہم بھی قبول نہیں کروں گا منصور کے زمانہ کی تاریخ میں کچھ قدر وجلالت محمد بن ابی عمیر کی طرف بھی اشارہ ہو چکا ہے۔

اور ۲۱۷ھ میں مامون نے مصر کا سفر کیا اور عبدوس کو جس نے وہاں فتنہ کی بنیاد رکھی ہوئی تھی قتل کیا اور ۲۱۸ھ میں اہل روم سے جنگ کرنے کے لئے گیا اور بہت سے فتوحات کئے اور چشمہ بدیدون میں کہ جسے رومی میں رقہ کہتے تھے اور وہ ایسی جگہ تھی کہ جس کا پانی سرد اور صاف و شفاف تھا اور اس کی ہوا انتہائی اچھی اور لطیف تھی اس کی زمین انتہائی خرم و سرسبز تھی قیام کرنے کا ارادہ کیا اور اس نہر کے اوپر اس کے لئے رہنے کی جگہ (بارہ دری) بنائی گئی ایک دن مامون پانی میں نگاہ کر رہا تھا کہ ایک مچھلی اسے نظر آئی جو ایک ہاتھ کے قریب لمبی تھی جو ڈھلی ہوئی چاندی کی طرح تھی اس نے اپنے عملہ زمین کو حکم دیا کہ یہ مچھلی پکڑ لو ایک شخص پانی میں کود گیا اور اس نے وہ مچھلی پکڑ لی جب اسے باہر لے آیا تو مچھلی تڑپ کر دوبارہ پانی میں چلی گئی اور کچھ پانی اس نے مامون کے سینہ گردن اور بغل پر چھڑکا مامون کو اسی وقت کپکپی اور لرزہ طاری ہو گیا اور وہ ملازم دوبارہ پانی میں گیا اور اس مچھلی کو پکڑ کر مامون کے پاس لے آیا مامون نے حکم دیا کہ اس کو پکاؤ لیکن اسے سخت قسم کی کپکپی لگی رہی جتنے لحاف اور کپڑے اس کے اوپر ڈالے گئے وہ چلاتا رہا ہائے سردی ہائے سردی اس کے اردگرد آگ روشن کی گئی اور سردیوں کے جتنے کپڑے اس کے لئے لے آئے پھر بھی وہ بید کی طرح کانپ رہا تھا اور

سردی سے فریاد کرتا تھا یہاں تک کہ موت کی حالت اس پر طاری ہو گئی معتصم نے بختیشوع اور ابن ماسویہ طبیب کو حاضر کیا تا کہ وہ مامون کا علاج کریں جب انہوں نے [illegible] کی نبض دیکھی تو کہنے لگے [illegible] اس [illegible] کا کوئی علاج نہیں مامون کے جسم پر ایسا پسینہ ظاہر ہوا جو روغن زیتون اور اژدھا کے لعاب کی طرح تھا جب مامون کو ہوش آیا تو کہنے لگا ایسی جگہ لے جاؤ کہ جہاں سے میں ایک دفعہ اپنے حشم وخدم، ہیبت اور لشکر کو دیکھ لوں پس اسے ایک بلند جگہ پر لے گئے اس نے اپنے لشکر اور ان کے خیموں کو اور ان کی کثرت کو دیکھا پھر کہا یا من لا [illegible] ارحم من [illegible] جس کی سلطنت کے لیے زوال نہیں رحم کر اس پر کہ جس کا ملک ختم و زائل ہو چکا ہے جیسا کہ اس کے باپ رشید نے اپنی موت کے وقت کہا تھا ما اغنیٰ عنی مالیہ ھلک عنی سلطانیہ میرا مال مجھے بے پرواہ نہ کر سکا اور میری سلطنت ختم ہو گئی پھر مامون کو اس کے بستر پر واپس لے آئے اس کی زبان بند ہو چکی تھی اور اس کی آنکھیں بڑی اور سرخ ہو گئیں اور مرنے سے پہلے اس کی زبان کھلی اور اس نے کہا یا من لا یموت ارحم من یموت اے وہ ذات جس کے لیے موت نہیں اس پر رحم کر جو مر رہا ہے یہ کہہ کر مر گیا اور اس کی ہوئی کھچلی سے وہ کچھ کھا نہ سکا اس کی وفات جمعرات کے دن سترہ رجب کے دن ہوئی ایک قول ہے کہ اس ماہ کی آٹھ تاریخ ۲۱۸ھ کو واقع ہوئی اور اس کا جنازہ طرطوس میں اٹھا کر لے گئے وہاں دفن کیا اور ابو سعید نے اس کے لئے یہ اشعار کہے ہیں

هل رأيت النجوم اغنت عن المامون شيأ وملكه المانوس
خلفوه بعرصة طرطوس مثل ما خلفوا اباه بطوس

کیا تو نے ستاروں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے مامون اور اس کے ملک مانوس سے کسی چیز کو بے پرواہ کیا ہو لوگوں نے اسے طرطوس کے میدانوں میں چھوڑ دیا جیسا کہ اس کے باپ کو طوس میں چھوڑا تھا۔

ان کی عمر ۴۹ برس تھی اور اس کی مدت خلافت وحکومت اکیس سال تھی کہ جن میں سے چودہ ماہ محمد امین سے جنگ میں گزرے تھے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

ابو اسحاق ابراہیم معتصم کی خلافت اور اس کے زمانہ کے واقعات کا ذکر

جمعرات کے دن ستر ہ رجب ۲۱۸ھ کہ جس دن مامون کی وفات ہوئی معتصم اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور معتصم کا نام محمد اور ایک قول کی بناء پر ابراہیم تھا اور اس کی ماں ماردیہ بنت شبیب زیان بن شبیب کی بہن مشہور ہے معتصم سخت ظالم اور جرأت دلیر تھا اور علم وادب سے بے بہرہ تھا اس کا سبب یہ ہے کہ رشید کو اس سے بڑی محبت تھی اور اسے ایک غلام کے ساتھ مدرسہ بھیجتا تھا جب وہ غلام معتصم کا ہمدرس مر گیا تو رشید نے معتصم سے کہا کہ اے محمد تیرا غلام مر گیا ہے کہنے لگا ہاں اے میرے آقا اور مدرسہ کی تکلیف و زحمت سے راحت و رام میں ہو گیا ہے رشید اس جملہ سے یہ سمجھا کہ اس کا لکھنے پڑھنے کی طرف رجحان نہیں کہنے لگا اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو لہذا معتصم کو علم و کتابت میں سے کچھ بھی نصیب نہ ہوا جب خلافت پر مستقر ہوا تو محمد بن عبدالملک زیات کو اپنا وزیر مقرر کیا محمد فاضل اور ادیب تھا اور وزیر ہونے سے پہلے لکھنے پڑھنے والوں اور میر منشیوں میں شمار ہوتا تھا اور معتصم کا وزیر (اس وقت) احمد بن حماد بصری تھا ایک دفعہ ایک خط کسی عامل کی طرف سے معتصم کے پاس آیا وزیر وہ خط معتصم کو سنا رہا تھا اس کے کلمات میں سے ایک لفظ کلاء تھا معتصم نے پوچھا کلاء کا کیا معنی ہے احمد وزیر نے کہا مجھے معلوم نہیں معتصم نے کہا خلیفہ امی وزیر عامی خلیفہ ان پڑھ اور وزیر جاہل ہے پھر کہنے لگا دیکھو منشیوں میں سے کون دروازے پر ہے کہنے لگے محمد بن عبدالملک زیات حاضر ہے کہنے لگا اسے لے آؤ جب وہ حاضر ہوا تو معتصم نے پوچھا کلاء کیا ہے اس نے کہا کلاء مطلق گھاس کو کہتے ہیں اور جب وہ تر و تازہ ہو تو اسے خلی اور جب خشک ہو جائے تو اسے حشیش کہتے ہیں پس اس نے نباتات کی تقسیم شروع کر دی معتصم اس کے فضل و کمال پر مطلع ہوا تو اسے وزیر مقرر کر دیا اور اسے جلوس کا الیہ قرار دیا اور سلطنت کے امور اس کے سپرد کر دیئے اور وہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں وزارت کے کام پر برقرار رہا یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں اس کے حکم سے مارا گیا جس کا ذکر ان شاء اللہ آئے گا۔

احمد بن داؤد کی بھی معتصم کے ہاں قدر عظیم اور منزلت رفیع تھی اور معتصم قوی پنجہ اور بہادر شخص تھا قوت و شجاعت میں اور جنگوں پر اقدام کرنے میں بنی عباس میں ممتاز تھا ریاشی سے منقول ہے کہ روم کے بادشاہ نے معتصم کو خط لکھا اور اسے دھمکی دی تو معتصم جب خط پر مطلع ہوا تو اس نے اپنے کاتب سے کہا جواب میں لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فقد قرأت کتابک و سمعت خطابک والجواب ما تری لا ما تسمع و سیعلم الکفار لمن عقبی الدار سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور رحیم ہے اما بعد میں نے تیرا خط پڑھا اور تیرا خطاب سنا اس کا جواب وہ ہے جسے تو آنکھوں سے دیکھے گا نہ وہ جو صرف کانوں سے سنے اور عنقریب کافروں کو معلوم ہو جائے گا کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے معتصم ترکوں کو دوست رکھتا تھا اور ہمیشہ ان کے جمع کرنے میں

لگا رہتا تھا انھیں ان کے سرداروں سے خریدتا اور رکھا کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ چار ہزار ترک اس کے پاس جمع ہو گئے پس انھیں دیباج کے لباس اور سنہری کمربند پہنائے اور انھیں لباس میں باقی لشکر سے امتیاز دیا یہ بغداد کے لوگوں کو اذیت دیتے تھے کیونکہ بغداد کے بازاروں میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے جن کی وجہ سے بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوتا کہ بغداد کے بچے عورتیں کمزور بوڑھے اور نابینا لوگوں کو ان کے گھوڑے صدمات پہنچاتے اور لوگ بھی اسی بنا پر انھیں برداشت نہیں کرتے تھے اور اس موقع پر ہجوم کر کے انھیں قتل کر دیتے لہٰذا معتصم نے ارادہ کیا کہ بغداد سے منتقل ہو جائے تفریح و شکار کے عنوان سے باہر نکلا یہاں تک کہ سامراء کے علاقہ میں پہنچا تو تین دن تک شکار کے ارادہ سے وہاں رہا تو اس کو کھانے کی اشتہا تندرستی کی عادت کے مطابق وہاں زیادہ ہوئی تو اس نے سمجھا کہ یہ یہاں کی آب و ہوا کی وجہ سے ہے اور وہ جگہ دیر والے نصاریٰ کی ملکیت تھی تو ان دیر والوں سے پوچھا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے وہ کہنے لگا سامراء معتصم نے پوچھا سامراء کا کیا معنی ہے وہ کہنے لگے ہم اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ یہ سام بن نوح کا شہر ہے پس معتصم نے سامراء کی زمین چار ہزار دینار پر ان سے خرید لی اور اس میں سے ایک جگہ اپنے محل کے لیے انتخاب کی وہ جگہ وزیریہ کے نام سے مشہور ہوگئی اور وزیریہ کے انجیر اسی جگہ کی طرف منسوب ہیں پھر [illegible] بنائے اور مسجد کی بنا ڈالی اور شہر سامراء کی تعمیر کروائی اور قسم قسم کے درخت اور پودے وہاں منتقل کیے اور ترکوں کے لیے ایک مخصوص جگہ بنائی گئی تاکہ وہ شہر کے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائیں اور بہت سے مکانات و بازار سامراء میں بنائے گئے اور لوگ اطراف و اکناف سے وہاں کے ارادے سے آئے اور قسم قسم کے مال و متاع اور کھانے وہاں لے آئے اور معتصم کا احسان و انعام لوگوں کے شامل حال ہوا اور سامراء رعیت وہاں خوش رہنے لگی۔

۲۱۹ھ میں معتصم نے احمد بن حنبل کو مامون کے زمانے سے نکالا اور اسے تازیانے لگائے کیونکہ وہ خلق قرآن کا قائل تھا اس کی تفصیل حیوۃ الحیوان دمیری میں ہے اور ۲۱۹ھ میں ابو نعیم فضل بن دکین نے کوفہ میں وفات پائی اسی سال پانچ ذی الحجہ کو اور مشہور قول کے مطابق ۲۲۰ھ آخر ماہ ذیقعدہ میں حضرت امام تقی صلوات اللہ علیہ نے بغداد میں وفات پائی اور مقابر قریش میں اپنے جد امجد حضرت امام موسیٰ بن جعفر کے پہلو میں دفن ہوئے حضرت کی شہادت کے سبب کے متعلق اختلاف ہے منقول ہے کہ آپ کی بیوی ام الفضل مامون کی بیٹی نے آنجناب کو زہر دیا ہم کتاب منتہی میں آپ کی شہادت تحریر کر چکے ہیں وہاں رجوع کیا جا سکتا ہے ۲۱۹ھ میں ہی معتصم ابو جعفر محمد بن قاسم علوی سے جنگ کرنے کے در پے ہوا مناسب ہے کہ ہم یہاں اس کے مختصر حالات بیان کریں۔

ابو جعفر محمد بن قاسم حسنی علوی کی قید کا ذکر

محمد کی والدہ صفیہ دختر موسیٰ بن عمر بن علی بن الحسین علیہما السلام اور باپ قاسم بن علی بن عمر بن علی بن الحسین تھا اور وہ صاحب عبادت و زہد و ورع اور اہل علم و فقہ و دین تھا اور ہمیشہ پشمینہ کا لباس پہنتا تھا اس نے معتصم کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا جب معتصم اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہوا تو خوف کے مارے محمد خراسان کی طرف سفر کر گیا اور مسلسل خراسان کے شہروں سے منتقل ہوتا رہا کبھی مرو کبھی سرخس کبھی طالقان اور کبھی وقت نساء کی طرف منتقل ہوتا اور وہاں جنگیں ہوئیں اور کئی واقعات اس کے در پیش آئے اور

بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور رشتۂ اطاعت و انقیاد اس کے امر و حکم کا اپنی گردن میں ڈال لیا۔

ابو الفرج نے نقل کیا ہے کہ تھوڑے سے عرصہ میں مرو میں چالیس ہزار افراد نے اس کی بیعت کی ایک رات اس نے وعدہ لیا کہ اس کا لشکر جمع ہو اس رات اس نے رونے کی آواز سنی تحقیق کی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے ایک سپاہی نے ایک جولاہے کا کمبل چھین لیا ہے اور سید گریہ اس جولاہے کا ہے محمد نے اس ظالم و غاصب شخص کو بلایا اور اس قبیح امر کا سبب اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا ہم آپ کی بیعت میں اس لئے داخل ہوئے ہیں کہ لوگوں کا مال کھائیں اور جو چاہیں کریں محمد نے حکم دیا کہ کمبل لے کر واپس مالک کو دیں اور فرمایا ایسے لوگوں سے دین خدا میں نصرت و مدد نہیں لی جا سکتی حکم دیا کہ لشکر منتشر ہو جائے جب لوگ پراگندہ ہو گئے محمد اپنے خواص اصحاب کو لیکر وغیرہ کے ساتھ اسی وقت طالقان کی طرف چلے مرو و طالقان کے درمیان چالیس فرسخ مسافت ہے جب طالقان میں پہنچے تو بہت سے لوگوں نے محمد کی بیعت کر لی۔

عبداللہ بن طاہر نے جو معتصم کی طرف سے نیشاپور کا والی و حاکم تھا حسین بن نوح کو محمد سے لڑنے کے لئے روانہ کیا جب حسین کے لشکر نے محمد کے لشکر سے ملاقات کی اور جنگ شروع کی تو وہ محمد کے لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے دوسری دفعہ عبداللہ بن طاہر نے بہت سا لشکر حسین کی مدد کے لئے بھیجا حسین کی کمک کا لشکر ترتیب دے کر محمد سے جنگ کرنے کے لئے آیا اس دفعہ فتح حسین کی ہوئی محمد کے ساتھی شکست کھا گئے محمد نے بھی روپوش ہو کر نسا کی طرف سفر کیا عبداللہ بن طاہر نے جاسوس روانہ کیا اور محمد کے ٹھکانے سے مطلع ہو کر ابراہیم بن غسان کو ایک ہزار سوار کے ساتھ منتخب کیا اور حکم دیا کہ کسی رہبر کے ساتھ لے کر نسا کی طرف جائے اور یک لخت نسا میں داخل ہو اور اچانک محمد کے ٹھکانے کے گرد گھیرا ڈال کر اسے گرفتار کرے اور میرے پاس لے آئے اور ابراہیم بن غسان نے رہبر کے ساتھ اپنے سواروں کو لئے ہوئے نسا کی طرف کوچ کیا۔ تیسرے دن شہر نسا میں وارد ہوا اور اس گھر کے گرد کہ جس میں محمد تھا گھیرا ڈال دیا پھر ابراہیم گھر کے اندر گیا اور محمد بن قاسم کو ابو تراب کے ساتھ جو محمد کے خواص میں تھا گرفتار کر کے بیڑیاں پہنا کے نیشاپور پلٹ آیا اور چار دن میں نیشاپور پہنچ گیا اور محمد کو عبداللہ بن طاہر کے سامنے پیش کیا عبداللہ کی جب قید و بند کے بوجھ پر نظر پڑی تو اس نے کہا اے ابراہیم تو خدا سے نہیں ڈرا کہ اس خدا کے نیک بندے کو اس طرح زنجیر میں جکڑا ہے ابراہیم نے کہا اے امیر آپ کے خوف نے مجھے خدا کے خوف سے روکا ہے چنانچہ عبداللہ کے حکم سے ان کی قید میں تخفیف و آسانی کی گئی اور تین ماہ محمد کو نیشاپور میں رکھا اور اس بناء پر کہ معاملہ لوگوں سے پوشیدہ رہے حکم دیا کہ کئی محمل ترتیب دیئے جائیں اور انھیں خچروں پر رکھا جائے اور بغداد کی طرف بھیج دیئے جائیں اور بعض جگہ سے واپس چلے آئیں تاکہ لوگ یہی خیال کریں کہ محمد کو بغداد بھیج دیا ہے جب تین مہینے اور گذر گئے تو عبداللہ نے ابراہیم بن غسان کو حکم دیا کہ رات کی تاریکی میں محمد کو بغداد کی طرف لے جائے اور جب جانے لگے تو عبداللہ نے محمد کے سامنے نفیس چیزیں پیش کیں کہ ان میں سے جو چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ محمد نے کوئی چیز قبول نہ کی سوائے عبداللہ کے قرآن مجید کے وہ اپنے ساتھ لے لیا۔

خلاصہ یہ کہ جب بغداد کے قریب پہنچے تو معتصم کو محمد کے ورود کی خبر دی گئی معتصم نے حکم دیا کہ محمد کے محمل کا سرپوش اٹھا دیں

اور محمد کے سر سے عمامہ اتار لیں تا کہ وہ سر برہنہ شہر میں داخل ہو چنانچہ محمد کو اس کیفیت کے ساتھ نوروز کے دن ۱۴ ربیع بغداد میں لے آئے لشکر معتصم کے اوباش و رذیل لوگ محمد کے آگے آگے لہو ولعب اور رقص و طرب میں مشغول تھے اور معتصم اونچی جگہ سے نظارہ کر رہا تھا اور ہنستا تھا محمد کو اس دن بہت غم ہوا حالانکہ کبھی وقت جزع و فزع کی حالت شدائد و تکالیف کے وقت اس میں نہیں دیکھی گئی تھی پس محمد رونے لگے اور عرض کیا خدایا تو جانتا ہے کہ میں سوائے رفع منکر اور ان حالات و اوضاع کی تغییر کے کوئی قصد نہیں رکھتا اس کی زبان تسبیح و استغفار میں متحرک تھی اور ان لوگوں پر نفرین کر رہا تھا پس معتصم نے مسرور کبیر کو حکم دیا کہ محمد کو قید میں ڈال دے تو محمد کو ایک سرداب جو کنوئیں کی طرح تھا قید کیا گیا قریب تھا کہ اس کی جگہ بد حالی سے وہ ہلاک ہو جائے اس کی سختی و تکلیف کی خبر معتصم کو دی گئی تو اس نے حکم دیا کہ اسے باہر نکال کر ایک باغ کے گنبد میں قید کیا جائے اور ایک گروہ محمد کی حراست کے لیے مقرر کیا اس کے بعد مورخین کی گفتگو میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں۔ محمد کو زہر دے دیا اور بعض کہتے ہیں کہ محمد کسی تدبیر سے باغ کی قید سے نکل کر واسط میں پہنچ گیا اور واسط میں وفات پائی۔

ایک قول ہے کہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں زندہ تھا اور چھپ کے زندگی بسر کرتا تھا یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا اور قید میں وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ اس کے شیعوں کی ایک جماعت طالقان سے آئی اور اسی باغ میں کہ جس میں محمد قید تھا زراعت اور درخت بونے میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ جب انھیں فرصت ملی تو محمد کو قید سے چھڑا کر اسے ساتھ لے گئے پھر اس کی کوئی خبر نہ ملی گئی زیدیہ کی ایک جماعت کا اعتقاد ہے کہ وہ امام ہے اور کچھ لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ وہی مہدی موعود ہے وہ نہیں مرا ظہور کرے گا اور دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرے گا اور ان کا محمد بن قاسم کے متعلق وہی اعتقاد ہے جو کیسانیہ کا محمد بن حنفیہ کے متعلق ہے اور جس طرح کے واقفیہ کا اعتقاد ہے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے متعلق جو ممطورہ کے نام سے مشہور ہیں۔

آل ابوطالب میں سے جو معتصم کے زمانہ میں شہید ہوئے ان میں سے عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب بھی ہے اس نے سیاہ لباس پہننے سے انکار کر دیا جو بنی عباس کا شعار تھا تو اسے سامراء میں قید کر دیا گیا اس نے زندان میں وفات پائی

۲۲۱ھ میں ثقہ جلیل القدر احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی نے وفات پائی اور اس کی کچھ جلالت و عظمت منصور کے زمانہ میں بیان ہو چکی ہے اور اسی سال بابک نے خروج کیا اور بہت سا لشکر جمع کر کے معتصم سے خلافت چھین لینے کی طمع و آرزو کی اور معتصم نے بہت سا لشکر افشین کی سرکردگی میں بھیجا اور سخت قسم کی جنگیں دونوں لشکروں کے درمیان واقع ہوئیں آخر کار بابک کو شکست ہوئی اور ارمینیہ کے ایک شہر میں اسے گرفتار کیا گیا افشین کو اطلاع ملی تو افشین نے چار ہزار سوار بھیجے تا کہ اس کو گرفتار کر کے سامراء لے آئیں پس ۲۲۳ھ میں بابک کو اس کے بھائی عبداللہ کے ساتھ قاطول میں جو سامراء سے پانچ فرسخ دور ہے لے آئے تو افشین نے قوی ہیکل ہاتھی بادشاہ کا مکلل بجواہر ایک قبہ کے ساتھ مع قیمتی لباس اور تاج کے اس کے لیے بھیجا پس دو سنہری لباس جس میں مروارید و خوشبو تھی بابک اور عبداللہ کو پہنا کے بابک کو ہاتھی پر اور عبداللہ کو اونٹ پر سوار کر کے قاطول سے سامراء تک لے آئے معتصم کے لشکر گھوڑ

تک پہنچ گئے اور لشکر روم سے آمنا سامنا ہوا اور ان سے جنگ ہوئی بہت سے پادری اور اصحاب یدم قتل ہوئے رومی بھاگ کھڑے ہوئے لشکر اسلام نے ان کے بہت سے قلعے فتح کئے اور شہر عموریہ کو تسخیر کرلیا ان کے رئیس اور بڑے پادری کو قید کیا اور تیس ہزار افراد قتل کئے اور چار دن تک ان کے گھر تباہ کرتے رہے اور انہیں جلایا پھر معتصم نے فتح عموریہ کے بعد چاہا کہ قسطنطنیہ کی طرف کوچ کرے اور اسے فتح کرے کہ اچانک خبر آئی کہ عباس بن مامون نے خروج کیا ہے اور کچھ لوگوں نے اس کی بیعت کرلی ہے اور بادشاہ روم سے خط وکتابت کی ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہو جائے تا کہ معتصم کی حکومت ختم ہو جائے لہذا معتصم تیزی کے ساتھ عباس بن مامون کے مقابلہ کے لیے واپس لوٹ آیا اور عباس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اسی سال عباس مر گیا۔

سبط ابن جوزی کی مراۃ الزمان سے منقول ہے کہ ایک دفعہ معتصم اپنی محفل خاص میں بیٹھا ہوا تھا اور شراب کا جام اس کے ہاتھ میں تھا کہ اس کو خبر دی گئی کہ ایک شریف مسلمان عورت کو ایک رومی کافر نے شہر عموریہ میں قید کرلیا ہے اور اس کے منہ پر طمانچہ مارا ہے تو اس عورت نے فریاد کی وا معتصماہ اے معتصم میری فریاد کو پہنچ تو اس کافر نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اس عورت سے کہا کہ معتصم تجھے چھڑانے نہیں آئے گا مگر ابلق گھوڑے کے ساتھ جب معتصم نے یہ بات سنی تو غمزدہ ہوا شراب کے جام پر مہر لگائی اور ساقی کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ جام نہیں پیوں گا جب تک اس شریف عورت کو قید سے رہائی نہ دلاؤں اور اس کافر کو قتل نہ کرلوں جب رات ختم ہوئی اور دن چڑھا اور اس دن غضب کی سردی تھی اور برف باری ہو رہی تھی اور سردی کے مارے کسی میں قدرت نہ تھی کہ وہ ہاتھ باہر نکالے اور کمان ہاتھ میں لے معتصم کے منادی نے کوچ کی ندا دی کہ عموریہ کی طرف چلو اور حکم دیا کہ لشکر ابلق گھوڑوں پر سوار ہو پس ستر ہزار ابلق گھوڑے لے کر سوار ہوئے یہاں تک کہ عموریہ پہنچ گئے اور شہر کا محاصرہ کرلیا اور قہر و جبر سے اسے فتح کیا معتصم شہر میں داخل ہوا اور لبیک لبیک یہ جواب تھا اس عورت کے وا معتصماہ کہنے کا پس اس کافر کو جس نے اس شریف عورت کو قید کیا تھا گرفتار کر کے قتل کیا اور شریف عورت کو قید سے رہائی دی پھر ساقی کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا ہماری شراب اب حاضر کرو پس جام شراب سربمہر لیا اس کی مہر توڑی اور کہنے لگا اب میرے لیے شراب خوشگوار ہے پس اس شہر کو لوٹ لیا اور تیس ہزار افراد قتل کئے اور اسی مقدار میں ان میں سے قید کئے۔

اور ۲۲۴ھ کے آخر میں ثقہ جلیل الشان حسن بن محبوب سراد صاحب مشیخہ نے وفات پائی اور وہ ان اصحاب اجماع میں سے ایک ہے کہ منصور کے زمانہ کے حالات میں جن کے نام لکھے جا چکے ہیں۔

اور اسی سال ابراہیم بن مہدی نے جو ابن شکلہ کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور مامون کے زمانہ میں اس کے خلافت پر غلبہ حاصل کرنے کی حکایت بیان ہو چکی ہے اور ابراہیم بن مہدی گانے بجانے میں پوری مہارت رکھتا تھا۔

۲۲۴ھ میں ابو محمد حسن بن علی بن فضال نے وفات پائی اس نے حضرت رضاؑ سے روایت کی ہے وہ آپ کے مخصوص اصحاب میں سے تھا اور جلیل القدر و عظیم المرتبہ زاہد و عابد پرہیزگار اور روایات میں ثقہ تھا۔

اور ۲۲۵ھ میں افشین نے معتصم کی قید میں وفات پائی پھر اس کے بدن کو سولی پر لٹکایا گیا اور افشین کا نام حیدر بن کاوس

ہے اور اس کی شوخی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔

رمقوا اعالی جذعہ فکانما!
رمقوا لھلال عشیۃ الافطار

اس کی کھجور کے تنے کے اوپر والے حصوں کو انھوں نے دیکھا پس گویا انھوں نے پہلی کا چاند عید کی رات دیکھا ہے۔

اور ۲۲۵ھ میں صالح بن اسحاق نے جو جرمی نحوی مشہور ہے وفات پائی اور جرمی قبیلہ جرم کی نسبت سے ہے اور اسی سال علی بن محمد بن عبداللہ بصری نے جو ابوالحسن مدائنی کے نام سے مشہور ہے وفات پائی اور اس کی کتابیں دوسو سے زیادہ ہیں جن میں کتاب خطب امیر المومنین اور کتاب من قتل من الطالبین اور بہت سی کتابیں فتوحات اسلامی میں ہیں اور دیگر بہت سی کتابیں جو تیس سے بھی زیادہ ہیں وہ سب حالات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں اور اس کے علاوہ بھی کتب ہیں۔

۲۲۶ھ میں قاسم بن عیسیٰ نے جو ابو دلف عجلی مشہور تھا وفات پائی اور وہ مامون اور معتصم کے امراء اور رؤسا میں سے ایک تھا اور عمدگی شعر و کثرت، سخاوت و شجاعت میں مشہور تھا اس کی طاقت کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دفعہ اس نے نیزہ کی ایک ضرب سے دو افراد کو مجروح کیا ابو بکر شاعر امیر ابو دلف کی توصیف میں کہتا ہے کہ۔

قالوا ینظم فارسین بطعنۃ
یوم الھیاج وماتراہ کلیلا
لا تعجبوا لو کان طول قناتہ
میلا اذا نظم الفوارس میلا!

وہ کہتے ہیں کہ وہ دو شہسواروں کو جنگ کے دن ایک نیزے میں پرو دیتا ہے اور وہ تجھے تھکا ہوا بھی نظر نہیں آتا تعجب نہ کرو کیونکہ اگر اس کے نیزے کا طول ایک میل ہو تو وہ ایک میل تک شہسواروں کو پرو دے گا۔

اور ابو دلف کی شجاعت اور سخاوت کے آثار بہت سے ہیں اور بہت سے شعراء نے اس کی مدح کی ہے اور یہ شعر بھی اس کی مدح میں ابو بکر نے کہا ہے۔

فکفک قوس والندی وترلھا!
وسھمک فیھا الیسر فارم بہ عسری

"پس تیری ہتھیلی کمان ہے اور سخاوت اس کی زہ یا تانت ہے اور تیرا تیر اس میں یسر (خوشحالی) ہے پس اس تیر کے ساتھ میری تنگدستی کو تیر مار دے۔"

منقول ہے کہ ایک دن ابو دلف مامون کے پاس گیا مامون نے اس سے کہا تو وہ شخص ہے کہ شاعر نے تیرے حق میں کہا ہے۔

انما دنیا ابو دلف بین بادیہ
و محتضرہ فاذا ولی ابو دلف
ولت الدنیا علی اثرہ

سوائے اس کے نہیں کہ پوری دنیا ابو دلف ہے دنیا کے بیابان و شہر کے درمیان جب ابو دلف نے منہ موڑا تو دنیا اس کے نقش قدم پر منہ موڑ لے گی۔ ابو دلف نے کہا مجھے یہ شعر یاد نہیں آتا لیکن میں جانتا ہوں کہ میں وہی ہوں کہ علی بن جبلہ نے جس کی شان میں کہا ہے۔

ابا دلف یا اکذب الناس کلھم
سوای فانی من مدیحک اکذب

"اے ابا دلف اے سب لوگوں سے زیادہ جھوٹے سوائے میرے کیونکہ میں تیری مدح کرنے والے سے زیادہ جھوٹا ہوں۔"

مامون اس کے حسن ادا سے خوش ہوا اور اس کی عمدگی فہم و ذکاوت سے تعجب کیا اور یہ بھی حکایت ہوئی ہے کہ اس نے مامون کے جواب میں کہا اے امیر المومنین جھوٹ کی گواہی غرور اور دھوکہ کی بات اور چاپلوسی میں بال اکھاڑنے والا سائل اور طلب کرنے والے کا دھوکہ دینا اس شاعر سے زیادہ سچا ہے اور میرا اعتراف تو میرے ایک بھانجے نے کیا ہے جہاں وہ کہتا ہے۔

وزینی اجوب الارض فی طلب الغنا
فما الکرج الدنیا ولا الناس قاسم

اے میرے ساتھی میں نے تو نگری و غنا کی تلاش میں ساری دنیا کا چکر لگایا ہے پس نہ تو دنیا تو صرف کرج ہے اور نہ سارے لوگ قاسم ہیں۔

پس یہ سن کر مامون کا چہرہ کھل گیا اور ابو دلف بڑا سخت شیعہ تھا اور اس کا بیٹا دلف دشمن امیر المومنین تھا وہ اور شیعوں کو جہالت کی طرف نسبت دیتا تھا اور کہتا تھا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ جو علی کا دشمن ہو وہ اولاد زنا ہوتا ہے اور سب لوگ میرے باپ ابو دلف کی غیرت کو جانتے ہیں کوئی شخص جرأت نہیں کر سکتا کہ امیر کے حرم سے زنا کرے تا کہ میں اولاد زنا ہوتا ابو دلف نے جب یہ بات سنی تو لوگوں کے سامنے آ گیا اور کہنے لگا بیشک یہ حدیث ہے خدا کی قسم کہ دلف میرا بیٹا زنا زادہ بھی ہے اور ولد الحیض بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ میں بیمار تھا میری بہن نے اس دلف کی ماں کو میری پرستاری کے لئے بھیجا اور وہ حالت حیض میں تھی اور جب میں نے اسے دیکھا تو وہ مجھے پسند آ گئی پس میں نے اس سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی جب آثار حمل ظاہر ہوئے تو میں نے اس سے شادی کر لی اور میرے اس لڑکے کے دشمن علی اور ناصبی ہونے کا سبب اس کی ماں حائضہ سے میرا زنا کرنا ہے۔

اور ۲۲۶ھ یا اس کے ایک سال بعد بشر بن حارث حافی مشہور شخص کی وفات ہوئی وہ اصل میں مرو کا رہنے والا ہے اور

ابتدائی زمانہ میں وہ شراب نوشی کرتا اور گانے بجانے سنتا اور لہو ولعب کی باتوں میں مشغول رہتا تھا یہاں تک کہ ایک دن حضرت موسیٰ بن جعفر صلوات اللہ علیہ نے اس کے گھر کے دروازے سے عبور فرمایا بشر کی ایک کنیز گھر سے باہر آئی ہوئی تھی حضرتؑ نے اس سے فرمایا کہ تیرا آقا آزاد ہے یا غلام اس نے کہا آزاد ہے فرمایا ایسا ہی ہے اگر بندہ وغلام ہوتا تو شرائط عبودیت کے مطابق رفتار کرتا جب کنیز گھر کے اندر گئی تو اس نے یہ بات بشر سے نقل کی حضرتؑ کے کلام نے اس کے دل پر اثر کیا پا برہنہ دوڑا یہاں تک کہ حضرت کی خدمت میں جا پہنچا اور حضرتؑ کے ہاتھ پر توبہ کی اور گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا ہمیشہ ننگے پاؤں چلتا تھا کیونکہ ننگے پاؤں امام کی خدمت میں گیا تھا اور سعادت تک پہنچا تھا اسی لئے اسے حافی (پاؤں ننگا) کہتے تھے اور اس کی تین بہنیں تھیں اور تینوں کی تینوں اس کے طریقہ پر چلتی تھی اور صوفیوں کو حافی سے بڑی عقیدت ہے اور بشر کی وفات والے سال یا ۲۳۵ھ میں محمد بن ہذیل نے (جو ابو ہذیل علاف مشہور تھا اور معتزلہ بصرہ کا شیخ ورئیس تھا) سامراء میں وفات پائی اور اس کے مناظرے اور مقالات مشہور ہیں۔

اور ۲۲۷ھ جمعرات کے دن بارہ ربیع الاول یا اس کی رات کے دو گھنٹے گزرنے کے بعد معتصم نے سامراء میں وفات پائی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ اس نے حجامت کرائی (خون نکلوایا) اور اسے بخار ہو گیا اور اسی بخار سے وہ مر گیا اس کی ولادت ۱۷۸ھ کے آٹھویں مہینے میں ہوئی اور اس کی مدت خلافت آٹھ سال آٹھ ماہ اور آٹھ دن ہے اور وہ خلفاء بنی عباس میں سے آٹھواں ہے اور اولاد عباس میں سے آٹھواں ہے اور اس کے آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں اور آٹھ ہزار دینار اور ایک کروڑ اسی لاکھ درہم اور آٹھ ہزار گھوڑے اور آٹھ ہزار خچر اور اتنی ہی تعداد میں اونٹ، غلام اور کنیزیں اس کا ترکہ تھے جیسا کہ مسعودی اور دمیری وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور اسی لئے اسے آٹھ کی طرف نسبت دیتے اور ثمانی (آٹھ والا) کہتے تھے۔

اور اخبار الدول میں ہے کہ اس کی فتوحات بھی آٹھ ہیں اور جو قصر ومحلات اس نے بنائے تھے وہ بھی آٹھ تھے معتصم ان پڑھ تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس نے بہت سے فتوحات کی تھیں کہ جن میں سے ایک عموریہ ہے جو روم کے آخری شہروں میں سے ہے اور وہ مہیب اور سخت قسم کا آدمی تھا واللہ العالم

ابو جعفر ہارون واثق کی خلافت کا ذکر

بارہ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں جب معتصم دنیا سے چل بسا تو اس کا بیٹا ہارون واثق اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اس کی ماں ایک رومی کنیز تھی جس کا نام قراطیس تھا اس کا وزیر محمد بن عبد الملک زیات اور احمد بن ابوداؤد اس کے زمانہ کا قاضی القضاۃ تھا ان دونوں کی واثق کے نزدیک بڑی قدر ومنزلت تھی اور واثق بڑا پیٹو تھا وہ ہمیشہ کھانے پینے میں لگا رہتا تھا اور امر مملکت ابن ابوداؤد اور محمد بن عبد الملک کے ہاتھ میں دے رکھا تھا اور اپنے اہل خانہ اور رعیت کی دیکھ بھال میں مہربانی برتتا اور اہل علم اور اہل نظر کو دوست رکھتا اور اہل تقلید کا دشمن تھا اور بہت خواہشمند رہتا کہ کسی علم سے مطلع ہو لہذا اکثر قسم کے علوم فلسفہ اور طب وغیرہ کے اس کے

دربار میں مذاکرے ہوتے اور ہمیشہ بختیشوع وابن ماسویہ اور میکائیل اور ادباء اور فضلاء ہر فن کے اس کے دربار میں موجود رہتے اور مختلف علوم میں مذاکرات کرتے رہتے اور کہتے ہیں کہ ایک گانے والی نے ایک دفعہ واثق کے دربار میں یہ شعر گایا۔

اظلیم ان مصابکم رجلا!

اهدی السلام تحیة ظلم

اے زیادہ ظلم کرنے والو تمہارا تکلیف پہنچانا ایسے شخص کو جس نے تمہیں سلام بطور ہدیہ و تحیہ بھیجا ہو ظلم ہے تو گانے والی نے رجلا کو زبر کے ساتھ پڑھا واثق کے دربار کے ادباء نے اس کی رفع اور نصب میں اختلاف کیا پس ایک گروہ نے کہا اس کا رفع پڑھنا درست ہے اور ایک گروہ کہنے لگا کہ اس میں نصب کے علاوہ کچھ جائز نہیں اور گانے والی لڑکی کا اصرار تھا کہ اس نے ابوعثمان مازنی سے نصب کے ساتھ سنا ہے واثق نے حکم دیا کہ مازنی کو بصرہ سے سامراء لے آئیں عجیب اتفاق تھا کہ انھیں دنوں ایک ذمی شخص (جو اہل کتاب مسلمانوں کے شہروں میں رہ کر جزیہ ادا کریں) مازنی کے پاس آیا ہوا تھا اس نے مازنی سے سیبویہ کی الکتاب کی تدریس کی استدعاء کی تھی اور مازنی نے انکار کر دیا تھا حالانکہ وہ ذمی ایک اشرفی زر سرخ کی پیشکش کرتا تھا مبرد نے مازنی سے کہا انتہائی حاجت مندی اور فقر و فاقہ کے باوجود تو نے قبول کیوں نہیں کیا اس نے جواب میں کہا کہ اس کتاب میں تین سو اور کئی آیات قرآن موجود ہیں میں مناسب نہیں سمجھتا کہ ایک کافر کو کتاب خدا کی آیات پر مسلط کروں خلاصہ یہ کہ مازنی واثق کے دربار میں آیا اور شعر کے اعراب کے متعلق اس سے سوال ہوا تو اس نے نصب ہی کو معین کیا کسی نے اس پر اعتراض کیا تو مازنی نے کہا کہ یہ عبارت بمنزلہ اس کے ہے کہ تو کہے ضربک زیدا ظلم (تیرا زید کو مارنا ظلم ہے) مازنی کو کامیابی حاصل ہوئی تو واثق نے حکم دیا کہ ہزار دینار زر سرخ اسے دیں اور اس واقعہ میں قرآن مجید کی واضح کرامت ہے اور غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانوں میں کس قدر علم و ادب کی طرف رغبت تھی کہ ایک لفظ کے اعراب کو معلوم کرنے کے لئے کس قدر تکلیف برداشت کرتے تھے اور ایک لفظ کی قیمت ہزار دینار زر عیار تھی لیکن اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ ہزار مشکل مسئلہ متفرق علوم کا ایک دینار پر کوئی نہیں خرید کرتا اور مطالعہ و مباحثہ علوم کو عمر کا ضیاع شمار کرتے ہیں اللہ ہی مددگار ہے۔

واثق کے زمانہ میں ۲۲۸ھ اور ایک قول ہے کہ ۲۳۱ھ میں حبیب بن اوس طائی نے جو ابوتمام کے نام سے مشہور اور کتاب حماسہ کا مؤلف ہے موصل میں وفات پائی ابوتمام امامی مذہب رکھتا تھا اور ابن خلکان نے اس کے حق میں کہا ہے کہ کہا گیا ہے کہ اسے چودہ ہزار قصیدے بحر رجز کے یاد تھے علاوہ دوسرے قصائد و قطعات کے اور اس نے خلفاء کی مدح کی ہے اور ان سے انعام حاصل کئے ہیں انتہی۔

اس کے اشعار ہمیشہ غیر مرتب تھے یہاں تک اسے ابوبکر صولی نے جمع کیا اور انھیں حروف ہجاء کی ترتیب پر مرتب کیا پھر اس کو علی بن حمزہ اصفہانی نے جمع کیا۔

خلاصہ یہ کہ ابوتمام فن شعر میں بلند مرتبہ ہے اور ابراہیم بن مدبر باوجودیکہ اہل علم و معرفت و ادب تھا اس کے اشعار سے کوئی

چیز یاد نہیں کرتا تھا کیونکہ اس سے دشمنی رکھتا تھا اور کبھی کبھی اس پر لعنت کرتا تھا ایک دن ایک شخص نے کچھ اشعار ابو تمام کی نسبت کے بغیر اس کے سامنے پڑھے تو اسے پسند آئے اور اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ اشعار کتاب کے پیچھے لکھ لو بعد اس کے کہ اشعار لکھے گئے کسی نے کہا اے امیر یہ ابو تمام کے اشعار ہیں ابراہیم نے جب یہ سنا تو اپنے فرزند کو حکم دیا کہ وہ صفحہ پھاڑ دو۔

مسعودی نے ابن مدبر کا یہ عمل پسند نہیں کیا اور فرمایا ہے کہ یہ اس کا عمل بہت برا ہے کیونکہ عاقل کو چاہیے کہ فائدہ حاصل کرے چاہے دشمن سے ہو یا دوست سے، کمینے سے ہو یا شریف سے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت ہوئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا الحکمة ضالة المومن فخذ ضالتك ولو من اهل الشرك حکمت و دانائی مومن کی گم شدہ چیز ہے پس اپنی گم شدہ پونجی کو لے لو اگر چہ اہل شرک سے کیوں نہ ہو اور بزرجمہر حکیم سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے ہر چیز سے اس کی اچھی صفت لے لی ہے یہاں تک کہ کتا، بلی، خنزیر اور کوے سے۔ لوگوں نے پوچھا کتے سے کیا سیکھا ہے کہنے لگا مالک سے اس کی الفت و وفاداری انھوں نے کہا کہ کوے سے کیا سیکھا ہے اس نے کہا اس کا زیادہ محتاط ہونا اور بچتے رہنا کہنے لگے خنزیر سے کیا سیکھا ہے کہنے لگا صبح سویرے اپنی ضروریات کے لئے نکلنا انھوں نے کہا کہ بلی سے تو نے کیا سیکھا ہے کہنے لگا اچھی بولی اور مانگنے میں زیادہ چاپلوسی کرنا۔

اور ۲۲۸ھ ہی میں احمد بن محمد بن عبدربہ صاحب عقد الفرید نے وفات پائی اور ۲۳۰ھ میں عبداللہ بن طاہر نے وفات پائی اور ۲۳۱ھ میں ابو عبداللہ محمد بن زیاد کوفی (جو ابن اعرابی مشہور تھا) نحوی ولغوی نے وفات پائی وہ کہا کرتا تھا میں اسی رات پیدا ہوا جس رات ابوحنیفہ فوت ہوا اور یہ رجب ۱۵۰ھ کا واقعہ ہے۔

اور ۲۳۱ھ میں ہی واثق نے احمد بن نصر خزاعی کو اس کے خلقت قرآن کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا اور دمیری نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ واثق اس اعتقاد سے پھر گیا تھا اور پھر امتحان کے درپے نہیں ہوا اس کی تفصیل کا ذکر مناسب نہیں یہ بھی دمیری نے نقل کیا ہے کہ واثق کو جماع کرنے سے بڑی رغبت تھی اس نے اپنے طبیب سے قوت باہ کی دوا چاہی تو طبیب کہنے لگا کثرت جماع بدن کو توڑ دیتا ہے میں آپ کے لئے ایسی چیز نہیں چاہتا واثق نے کہا اس سے چارہ کار نہیں ہے۔

پس طبیب نے حکم دیا کہ گوشت سبع (درندہ کا گوشت) کو سات مرتبہ شراب سے بنائے ہوئے سرکہ میں جوش دیا جائے اور اپنی شراب کے بعد تین درہم کے وزن کے برابر استعمال کرے واثق نے اس کے قول پر عمل نہ کیا اور اس دستور العمل سے تجاوز کیا اور کثرت سے جماع کیا یہاں تک کہ تھوڑے سے زمانہ میں اسے مرض استسقاء ہو گیا اطباء نے اتفاق کیا کہ اس کا پیٹ پھاڑا جائے پھر اسے تنور میں بٹھایا جائے کہ جو زیتون کی آگ سے گرم کیا گیا ہو اور وہ سرخ ہو گیا ہو پس واثق کے ساتھ یہی عمل کیا گیا اور تین گھنٹے اسے پانی نہ دیا گیا اور وہ مسلسل فریاد کرتا اور پانی مانگتا تھا یہاں تک کہ اس کے بدن میں دانے نکل آئے اور خربوزہ کی طرح ہو گیا پھر اسے باہر نکالا اور وہ بار بار کہے جا رہا تھا کہ مجھے تنور میں لے جاؤ ورنہ میں مر جاؤں گا پس اسے تنور میں داخل کیا گیا تو اس کی آواز بند ہو گئی اور وہ ورم پھوٹ نکلے اور ان سے پانی نکلنے لگا پھر اسے تنور سے باہر لے آئے جب کہ اس کا بدن سیاہ ہو چکا تھا اور ایک گھنٹہ کے بعد وہ مر گیا جب وہ مر گیا تو اس کے بدن پر کپڑا ڈال دیا گیا لوگ متوکل کی بیعت کرنے میں مشغول ہو گئے اور واثق کے جنازہ سے غافل ہو گئے

گھر کے باغ سے کچھ چوہے نکلے اور انھوں نے واثق کی آنکھیں نکال لیں اور کسی کو پتہ نہ چلا یہاں تک کہ اسے غسل دینے لگے اس کی وفات سر من رای میں ہوئی جب کہ چھ روز ذی الحجہ کے رہتے تھے ۲۳۲ھ اور بعض کہتے ہیں کہ ماہ رجب میں ہوئی اس کی عمر تقریباً چونتیس سال تھی اور اس کی مدت خلافت پانچ سال نو ماہ اور تیرہ دن تھی۔

جعفر بن محمد بن ہارون ملقب بمتوکل کی حکومت کے زمانہ کا ذکر

جب واثق کی مدت عمر ختم ہوئی تو اس کا بھائی جعفر بن محمد بن ہارون متوکل اس کی جگہ تخت پر بیٹھا یہ واقعہ ۲۳۲ھ میں عباس بن عبد المطلب کی وفات کے دو سو سال بعد اور ابو العباس سفاح کی خلافت کے ایک سو سال بعد کا ہے جب متوکل کا خلافت پر قبضہ ہوا تو اس نے لوگوں کو مباحثہ واستدلال اور نظر وفکر کے چھوڑنے کا حکم دیا معتصم وواثق کے برعکس محدثین کو حدیث بیان کرنے اور سنت وجماعت کے اظہار کا حکم دیا اور لوگوں کو تسلیم وتقلید پر آمادہ کیا اور اس کا زمانہ (ظاہراً) بھلا اور اچھا زمانہ تھا لہو ولعب اور ہزل وطرب اس کے زمانہ میں خصوصاً اس کی محفل میں زیادہ ہو گئے اور مقرب ترین امراء میں سے متوکل کے ہاں فتح بن خاقان ترکی تھا۔ فتح علم وادب سے بہرہ ور تھا اور متوکل کے ہاں بڑی قدر ومنزلت رکھتا تھا اور جب چند مہینے متوکل کی خلافت کے گزرے تو وہ محمد بن عبد الملک نے عبد الملک زیات وزیر پر غضبناک ہوا اس کے تمام اموال چھین لئے اور اس میں میخیں گڑی تھیں اس طرح کہ میخوں کے سرے تنور کے اندر تھے جس کو وہ سزا دینا چاہتا تو حکم دیتا اس تنور کو زیتون کے ایندھن سے سرخ کرتے اور اس کو وہ اس تنور میں پھینک دیتا یہاں تک کہ ان میخوں کے صدمے اور جگہ کی تنگی سے اس پر سخت ترین طریقہ پر عذاب ہوتا اور وہ مر جاتا جب متوکل محمد پر غضبناک ہوا تو حکم دیا کہ اس کو اسی لوہے کے تنور میں پھینک دیں محمد چالیس دن تک اسی تنور میں معذب رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا اور زندگی کے آخری دن اس نے کاغذ ودوات منگوائی اور یہ دو شعر لکھ کر متوکل کو بھیجے۔

هی السبیل فمن یوم الی یوم
کانه ما تریك العین فی قوم
لا تجزع عن رویدٍ انها !
دول تنقل من قوم الی قوم

یہی راستہ ہے پس ایک دن سے لے کر دوسرے دن تک گویا کہ آنکھ نے تجھے نیند میں نہیں دیکھا تھوڑی دیر کے لئے نہ

گھبراؤ دنیا ایک منتقل ہونے والی دولت ہے ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف۔

متوکل کو فرصت نہیں تھی کہ وہ خط اس تک پہنچاتے دوسرے دن جب رقعہ اس کو دیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ محمد کو تنور سے نکالا جائے جب تنور کے پاس گئے تو اسے مرا ہوا پایا اور محمد کاتب بلیغ اور عمدہ شاعر مجید و بڑا آدمی تھا اور اس مختصر مقام پر اس کے نادر حالات اور عمدہ اشعار کے ذکر کی گنجائش نہیں متوکل نے اپنی خلافت کے زمانہ میں لوگوں سے اپنے تین بیٹوں کے لئے بیعت لی منتصر باللہ وابو عبداللہ معتز باللہ اور مستعین باللہ (ابراہیم مؤید باللہ خ ل) ابن مدبر نے اس بیعت کی طرف اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

یابیعة مثل بیعة الشجرة

فیها لکل الخلائق الخیرة !

اکدها جعفر و صیرها

الی بنیه الثلاثة البررة

اے وہ بیعت جو بیعت شجرہ کی طرح ہے اس میں ساری مخلوقات کے لیے بھلائی ہے کہ جس کی جعفر نے تاکید کی ہے اور اسے اپنے تین بیٹوں میں قرار دیا ہے متوکل نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ہی عمرو بن بحر و بن بحر جاحظ کو سامراء میں طلب کیا اپنے بعض لڑکوں کی تادیب و تعلیم کے لیے جب جاحظ کو لے آئے۔ اور متوکل نے اس کے چہرہ پر نگاہ کی اور اس کو قبیح المنظر دیکھا تو اس کی تعلیم و تادیب سے دستبردار ہوا اور حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دے دیں اور وہ اپنے شہر کو واپس چلا جائے۔

متوکل کی خلافت کے زمانہ میں ۲۳۳ھ یحییٰ بن معین کو مدینہ میں وفات ہوئی بعض کہتے ہیں کہ اسی سال علی بن محمد مدائنی نے بھی وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ یحییٰ کے باپ معین کے ہاتھ میں ری کا خراج تھا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو دس لاکھ پچاس ہزار درہم یحییٰ کو میراث میں ملے اور یحییٰ نے یہ مال علم حدیث پر صرف کیا اور اس نے ایک سو تیس ۱۳۰ صندوق اور چار مٹکے کتب سے بھرے ہوئے چھوڑے اس کی کتاب الجرح والتعدیل ہے اور اس نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیثیں لکھیں ہیں میں کہتا ہوں اور اس کی نظیر ہمارے علماء شیعہ میں ہمارے شیخ ثقہ جلیل ابوالنصر محمد بن مسعود بن عباس سمرقندی جو عیاشی کے نام سے مشہور ہیں وہ اپنے ابتدائی زمانہ میں سنی المذہب تھے اور سنیوں کی احادیث سنی تھیں پھر بابصیرت ہو کر ہماری طرف پلٹ آئے اور اپنے باپ کا سارے کا سارا ترکہ علم اور حدیث پر خرچ کر دیا اور وہ تین لاکھ دینار تھا ان کا گھر مسجد کی طرح لوگوں سے پر ہوتا کوئی ایک نسخے سے دوسرا نسخہ لکھ رہا ہوتا کوئی کسی کتاب کا دوسرے نسخہ سے مقابلہ کرتا کوئی پڑھتا کوئی حاشیہ لگا رہا ہوتا اور اس نے بہت سی کتب تصنیف کیں جو دو سو سے زیادہ ہیں اور وہ اپنے زمانہ میں اہل مشرق میں علم ادب فضل وفہم ودانائی میں ممتاز تھے اور ان کی ایک مجلس خاص اور ایک مجلس عام ہوتی خدا اس کی اچھی کوششوں کی قدردانی فرمائے اور ان کے شاگردوں اور علم رجال والوں کی اصطلاح میں ان کے غلاموں میں سے ابو عمر محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی تھے (کاف کی زبر اور شین کی شد کے ساتھ) یہ نسبت ہے کش کی طرف جو جرجان مشرقی کی ایک بستی ہے اور وہ مشہور کتاب رجال کے مولف ہیں کہ جس کی تلخیص شیخ طوسی نے کی ہے اس کا نام اختیار الرجال رکھا ہے جو کہ ہمارے ہاتھوں میں

موجود ہے نہ کہ اس کی اصل۔

اور ۲۳۵ھ میں یا اس کے ایک سال بعد عبدالسلام بن رغبان نے جو ایک الجن کے لقب سے مشہور شاعر اور شیعہ امامی مشہور تھے وفات پائی اور ایک الجن کا ایک لطیف قصہ ہے۔ رشید کے ساتھ کہ جسے شیخ یوسف بحرانی نے اپنے کشکول میں لکھا ہے اور ہمارے نوری نے کتاب ظلمات الھادیہ میں اور ہمارے شیخ بہائی کے کشکول میں عبدالسلام مذکور کے حالات میں ہے کہ اس کی ایک کنیز اور ایک غلام تھا جو حسن کے اعلیٰ درجات تک پہنچے ہوئے تھے اور وہ ان کی محبت میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا اتفاق پس ان دونوں کو ایک دن دیکھا کہ ایک ہی چادر میں وہ اختلاط آمیزش کر رہے ہے۔ تو اس نے ان دونو کو قتل کر دیا اور ان کے بدن جلا دیئے اور ان کی راکھ لے کر اسے مٹی میں ملایا اور اس سے دو کوزے شراب کے لیے بنائے اور انہیں وہ اپنی مجلس شراب میں لے آتا اور ان میں سے ایک کو اپنی دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف رکھ لیتا پس کبھی اس کوزے کو چومتا جو کنیز کی راکھ سے بنا تھا اور شعر پڑھتا ''یاطلعة طلع الحمام علیھا'' اے طلوع کرنے والا آفتاب یا چاند بیشک موت نے تجھ پر طلوع کیا۔ الخ۔

اور ۲۳۷ھ میں اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے جو ابن راھویہ مشہو تھا وفات پائی اور ابن راھویہ اہلسنت کے اکابر علماء میں سے بخاری و مسلم اور ترمذی کا استاد ہے اور حفظ حدیث اور فقہ میں مشہور تھا احمد بن حنبل نے اس کے حق میں کہا ہے پل سے کسی شخص نے عبور نہیں کیا جو اسحاق سے زیادہ فقیہ ہو اور اسحاق کہتا ہے ستر ہزار حدیثیں مجھے یاد ہیں اور لاکھ حدیث کا میں مذاکرہ کرتا ہوں اور میں نے کبھی کوئی چیز نہیں سنی مگر یہ کہ یاد کر لی ہے اور میں نے کبھی کوئی چیز یاد نہیں کی کہ جسے میں بھول گیا ہوں۔

اور ۲۳۷ھ میں ابوعبدالرحمن حاتم بن عنوان بلخی نے جس کا لقب اصم تھا خراسان میں وفات پائی اور وہ اصحاب معرفت و ذوق کے میں سے تھا وہ شفیق بلخی کی صحبت میں رہا اور اصم کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے جیسے کہ کہا گیا ہے کہ اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے اس سے مسئلہ پوچھا پس اتفاق ایسا ہوا کہ اس عورت کی اس وقت ریح خارج ہونے کی آواز نکلی تو اس کو شرم محسوس ہوئی تو اس نے اپنی طرف سے اسے یہ باور کرایا کہ وہ بہرہ ہے جس سے وہ خوش ہو گئی اور اسنے دل میں کہا کہ اس نے وہ آواز نہیں سنی۔

اس کے بہت عمدہ کلمات ہیں ان میں سے اس کا یہ قول ہے اپنے گھر کو لازم پکڑو پس اگر تجھے کسی رفیق کی ضرورت ہے تو تیرے دو رفیق ہیں جو تیری کفایت کرتے ہیں قرآن تجھے مانوس رکھتا ہے اور موت تجھے وعظ و نصیحت کرتی ہے اور ان میں سے اس کا یہ قول ہے جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے مگر پانچ چیزوں میں جب مہمان آ جائے تو اسے کھانا کھلانا اور جب کوئی مر جائے تو اس کی تجہیز کرنا اور جب لڑکی بالغ ہو جائے اس کی شادی کرنا اور جب قرض ثابت ہو جائے تو اس کو ادا کرنا اور جب گناہ ہو جائے تو اس سے توبہ کرنا اور یہ سب چیزیں شریعت اسلام سے لی گئی ہے۔

اور اس کے کلمات میں سے ہے کہ کسی اچھی جگہ کے دھوکے میں نہ آنا کیونکہ جنت کی نسبت کوئی جگہ اچھی نہیں پس آدمؑ نے اس سے جھیلا اور زیادہ عبادت کے دھوکے میں نہ آنا کیونکہ ابلیس طویل عبادت کے بعد مبتلا ہوا جس میں مبتلا ہوا اور نہ کثرت علم پر مغرور

ہونا کیونکہ بلعم باعور اللہ کا اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا پھر دیکھو کہ وہ کیا کر بیٹھا اور نیک لوگوں کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ کوئی شخص محمد مصطفیٰ سے زیادہ بڑا اور عظیم نہیں اور آپ کی ملاقات سے (بعض) آپ کے قریبی رشتہ دار اور آپ کے دشمن فائدہ نہ اٹھا سکے اور ۲۳۹ھ میں اور ایک قول ہے ۲۳۲ھ میں متوکل نے علم بن جہم شاعر کو شہر بدر کر کے خراسان بھیج دیا اور ۲۴۰ھ میں اور ایک قول ہے ۲۳۲ھ میں متوکل نے علم بن جہم شاعر کو شہر بدر کر کے خراسان بھیج دیا اور ۲۴۰ھ میں احمد بن ابوداؤد نے وفات پائی۔

اور ماہ ربیع الثانی ۲۴۱ھ احمد بن حنبل نے وفات پائی اور بغداد کے باب الحرب میں دفن ہوا جب اس کے جنازہ کو اٹھایا گیا تو دوست و دشمن اس کے جنازہ میں شریک ہوئے اور اس کی تشیع جنازہ میں ایک عجیب چیز واقع ہوئی کیونکہ ان میں سے کچھ لوگ احمد کے دشمن تھے اور ان میں سے ایک پکار کر کہہ رہا تھا اے لوگو اس شخص پر لعنت کرو جو احکام شریعت کے خلاف حکم دیتا تھا اور دوسرا گروہ جو اسکی محبت میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا انہوں نے کسی شخص کو معین کیا ہوا تھا جو بلند آواز سے اس کے جنازے کے آگے آگے یہ شعر پڑھتا ہے۔

واظلمت الدنیا لفقد محمد
اظلمت الدنیا لفقد احمد

اور دنیا محمد کے مفقود ہونے سے اور احمد کے مفقود ہونے سے تاریک ہوگئی ہے۔

(محمد سے مراد محمد بن ادریس شافعی) اور احمد بن حنبل اہل سنت کے چار ناموں میں سے ایک ہے اور اس کا نسب ذوالثدیہ سے جاملتا ہے جو خارجیوں کا رئیس و سردار تھا لہٰذا اس کا انحراف مشہور ہے اور ابن حنبل شافعی کے خاص اصحاب میں سے تھا وہ کتاب مسند کا مولف ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے مسند میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جنہیں ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے انتخاب کیا ہے پس جب تمہیں کسی حدیث میں اختلاف ہو تو اس مسند کی طرف رجوع کرو اور جو تمہیں اس میں نہ ملے تو وہ حجت نہیں ہے اور احمد بن حنبل یزید پر لعنت کرنا جائز سمجھتا تھا اور قرآن کے مخلوق نہ ہونے کا قائل تھا لہٰذا خلفاء کے زمانہ میں وہ سخت مصیبت مثلاً قید اور تازیانے لگائے جانے وغیرہ میں مبتلا تھا۔

اور ۲۴۱ھ ہی میں ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن محمد اسکافی معتزلی تفضیلی نے وفات پائی اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے جاحظ کے رسالہ عثمانیہ کی رد میں کتاب تالیف کی اور ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں اس سے بہت کچھ نقل کرتا ہے اور اس کے حق میں کہتا ہے اور باقی رہا ابوجعفر اسکافی تو وہ ہمارا شیخ محمد بن عبداللہ اسکافی تو وہ ہمارا شیخ محمد بن عبداللہ اسکافی ہے اس کو قاضی القضاۃ نے معتزلہ کے طبقات میں ساتویں طبقے میں عباد بن سلیمان صمیری کے ساتھ شمار کیا ہے۔

اور کلام کو چلایا ہے یہاں تک کہ کہتا ہے اور ابوجعفر عالم فاضل تھا اور اس نے علم کلام میں ستر کتابیں تصنیف کی ہیں اور یہ وہی ہے جس نے ابوعثمان جاحظ کی زندگی میں اس کی کتاب العثمانیہ کی رد لکھی ہے اور جاحظ بغداد میں کاغذوں کی دکان پر گیا اور کہنے لگا یہ کون لڑکا ہے۔ بچگانہ جس کے متعلق مجھے خبر ملی ہے کہ میری کتاب کے نقص سے متعرض ہوا ہے ابوجعفر وہاں بیٹھا تھا وہ اس سے چھپ گیا تا کہ وہ اسے نہ دیکھ سکے اور ابوجعفر بغداد کے معتزلہ کے اصول و قاعدہ کے مطابق تفضیل کا قائل تھا اور اس میں مبالغہ کرتا تھا اور وہ علوی

الرای محقق منصف مزاج اور کم متعصب تھا میں کہتا ہوں کہ سید اجل احمد بن موسیٰ طاؤس قدہ صاحب کتاب الملاذ والبشریٰ کی بھی ایک کتاب ہے کتاب عثمانیہ کی رد میں جس کا نام رکھا تھا المقالۃ العلویہ فی نقض الرسالۃ العثمانیہ اور میں اس کے ایک نسخے سے مطلع ہوا ہوں جو ان کے شاگرد شیخ تقی الدین حسن بن داؤد (مشہور کتاب الرجال کے مولف) کے خط سے لکھا ہوا ہے اور اس نے وہ سید کے سامنے قرات کیا اور اس کے حواشی پر اس کی تحریر ہے رضوان اللہ علیہ پھر معلوم ہونا چاہیے کہ اسکافی زیر کے ساتھ ہمارے علماء کی تصنیفات میں عام طور پر شیخ جلیل محمد بن احمد بن جنید اسکافی پر بولا جاتا ہے جو شیخ مفید کے اساتذہ میں سے ہیں اور کبھی کبھی شیخ اقدام ابو علی محمد بن ہمام اسکافی پر بولا جاتا ہے جو کاتب اور شیخ کلینی قدہ کے معاصر تھے۔

اور ۲۴۱ھ میں ہی جمعرات کی رات چھ جمادی الثانی میں بہت سے ستارے آسمان سے گرے کہ جس کی مانند پہلے نہیں دیکھا گیا اور نامہ دانشوران میں ابن جوزی کی کتاب الدھش سے نقل کیا گیا ہے اور وہ کتاب عجیب وغریب واقعات میں لکھی گئی ہے اس نے ۲۴۱ھ کے حوادث میں تحریر کیا ہے کہ ستاروں نے غروب سے لے کر ظہور شفق تک اپنی سیر میں اضطراب اور تفرقہ پیدا کیا اور ایک سال کے بعد سویدا میں جو مصر کی ایک جانب ہے پتھر برسے ان میں سے ایک پتھر کا وزن کیا گیا تو وہ دس رطل تھا اور ری جرجان وطبرستان ونیشاپور واصفہان قم وکاشان ودامغان میں بھی یکدم زلزلہ شروع ہوا کہ ایک پہاڑ دوسرے سے الگ ہو گیا ہے ایک پہاڑ کسی طرف جھک گیا اور دامغان میں پچیس ہزار افراد موت کے گھاٹ اترے۔

اور ۲۴۲ھ میں یحییٰ بن اکثم قاضی نے ربذہ میں وفات پائی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب متوکل اس پر ناراض ہو گیا اور اس کے مال ومتاع پر قبضہ کر لیا مجبوراً یحییٰ مکہ کی طرف چل دیئے مراجعت میں اس کی وفات ہوئی اور کچھ حالات یحییٰ کے مامون کے زمانہ کے حالات گذر چکے ہیں۔

پانچ رجب ۲۴۴ھ میں یعقوب بن اسحاق نے جو ابن سکیت مشہور تھا وفات پائی اور وہ متوکل کی اولاد کا مودب اور استاد تھا ایک دن متوکل نے اس سے پوچھا کہ میرے دونوں بیٹے معتز اور موید تیرے نزدیک بہتر ہیں یا حسن وحسین تو ابن سکیت نے حسینؑ کے فضائل بیان کرنے شروع کر دیئے متوکل نے حکم دیا کہ ترک اسے اپنے پاؤں کے نیچے روندیں اور اس کے پیٹ کو دبائیں اور اسی سبب سے اس کی وفات ہوئی اور ایک قول ہے کہ اس نے متوکل کے جواب میں کہا کہ علی علیہ السلام کا غلام قنبر تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے بہتر ہے تو متوکل نے حکم دیا کہ اس کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے اور اس کو زیادہ سکوت اور خاموشی کی وجہ سے ابن سکیت کہتے تھے۔

اور ۲۴۵ھ میں ثوبان بن ابراہیم نے جو ذوالنون مصری مشہور تھا مصر میں وفات پائی اور طریقت والوں میں سے ایک شخص ہے اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں اس سے حکایت ہے کہ میں نے بیت المقدس میں ایک پتھر پر یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے ہر خائف بھاگتا ہے اور ہر امید رکھنے والا طلب کرتا ہے اور ہر نافرمان وحشت میں ہوتا ہے اور ہر اطاعت کرنے والا مانوس ہوتا ہے۔ ہر قناعت کرنے والا عزت دار اور لالچی ذلیل ہوتا ہے۔

اور ۲۴۵ھ ہی میں شیخ ابو محلم محمد بن ہشام بن عوف شیبانی لغوی نے جو کثرت حافظہ میں مشہور تھا وفات پائی اس سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ واثق نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے لا یہلک علی اللہ الا من قلبہ مرت۔ پس صبح کے وقت اس نے اپنے ہمنشینوں سے اس کا معنی پوچھا تو وہ نہ جان سکے تو ابو محلم سے سوال کیا اس نے کہا کہ مرت اس زمین کو کہتے ہیں جو خالی ہوا اور اس میں کوئی انگوری نہ ہو پس اس بناء پر اس جملہ کا معنی یہ ہے نہیں ہلاک ہوگا کوئی شخص مگر وہ کہ جس کا دل ایمان سے خالی ہو پھر اس نے اس پر شاہد کے طور پر ایک سو مشہور شعر مشہور شعراء کے پیش کئے کہ جن میں سے ہر شعر میں مرت کا لفظ موجود تھا پس واثق نے اسے سو دینار دینے کا فرمان جاری کیا جب ابو محلم مکہ گیا اور ابن عیینہ کی خدمت میں رہنے لگا اور ابن عیینہ نے اس کا امتحان لیا تو اس کا بلا کا حافظہ دیکھا پھر اس نے کہا کہ مجھے زہری نے عکرمہ سے یہ بات بتائی وہ کہتا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر ستر سال میں ایک ایسا شخص پیدا ہوتا ہے کہ جسے ہر چیز یاد ہو جاتی ہے پھر اس نے ابن محلم کے پہلو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ میری رائے میں تو ستر سال والا ہے۔

اور ۲۴۶ھ میں دعبل بن علی خزاعی شیعہ امامی مشہور شاعر نے وفات پائی اس کی ولادت حضرت صادق کی وفات والے سال میں ہوئی اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے خلفاء کی ہجو کی اور اس میں بہت بڑی جرأت تھی اور اس کی عمر طویل تھی وہ کہتا تھا کہ میں پچاس سال سے اپنی سولی والی لکڑی اپنے کندھے پر لیے پھرتا ہوں اور چکر لگاتا ہوں کہ کون مجھے اس پر سولی دیتا ہے پس مجھے کوئی نہیں ملتا جو ایسا کرے اور وہ مشہور تائیہ قصیدہ کہنے والا شخص ہے کہ جس کے ایک سو بیس اشعار ہیں جو بہت عمدہ ہیں اور ہمارے آقا و مولیٰ امام رضا کے سامنے اسی قصیدہ کے پڑھنے کے سلسلہ میں اس کی لطیف حکایت ہے اور اس کا تھیلی اور جبہ لینا اور اپنے وطن کی طرف جانا اور راستہ میں چور ڈاکوؤں کا اسے ملنا اور جو کچھ اہل قم سے اس کا معاملہ ہوا اور اس سے حکایت ہے کہ اس سے کہا گیا وحشت کیا چیز ہے اس نے کہا لوگوں کے ہاتھ کی طرف دیکھنا پھر اس نے یہ شعر پڑھا۔

ما اکثر الناس بل ما اقلھم اللہ
یعلم انی لم اقل فندا!
انی لافتح عینی ثم افتحھا
علی کثیر ولکن لااری احدا

کس قدر زیادہ ہیں لوگ بلکہ کس قدر کم ہیں خدا جانتا ہے کہ میں غلط بات نہیں کر رہا میں اپنی آنکھ کھولتا ہوں پھر اسے کھولتا ہوں بہت سے لوگوں پر لیکن مجھے ایک بھی نظر نہیں آتا اور دعبل زبرج کے وزن پر نام ہے بوڑھی اونٹنی کا اور وہ کہا کرتا تھا میں ایک دن ایک شخص کے قریب سے گذرا کہ جس کو مرگی کا دورہ پڑا تھا تو میں اس کے قریب گیا اور اس کے کان میں بلند آواز سے چیخ کر کہا دعبل پس وہ کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا گویا اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

اور ۲۴۷ھ میں ابراہیم بن عباس صولی کاتب و شاعر نے وفات پائی اور کہا گیا ہے لکھنے والوں میں اس سے زیادہ شاعر

نہیں دیکھا گیا۔

اور اسی سال میں متوکل باغرتر کی کے ہاتھوں مارا گیا اور دمیری نے اس کے قتل ہونے کا سبب یہ لکھا ہے کہ متوکل امیر المومنین سے دشمنی رکھا تھا اور حضرتؑ کی تنقیص کرتا تھا ایک دن اپنی بدبخت عادت کے مطابق اس خبیث نے حضرتؑ کا نام لیا اور آپؑ جسارت کی منتصر اس کا بیٹا اس محفل میں موجود تھا جب اس نے سنا تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس کو بہت غصہ آیا متوکل نے اسے گالی دی اور یہ شعر پڑھا۔

غضب الفتی لابن عمه
راس الفتی فی حرامه

نوجوان اپنے چچازاد کے لیے غصہ میں آیا نوجوان کا سر اس کی ماں کی شرمگاہ میں جائے منتصر باپ کے قتل کے درپے ہوا اور متوکل کے مخصوص غلاموں میں سے چند غلام اس کو قتل کرنے کے لیے معین کئے ایک رات متوکل اپنے ندیموں کے ساتھ اپنے قصر میں شراب پینے میں مشغول تھا اس کو مستی اور نشے کی حالت نے گھیر رکھا تھا کہ بغا صغیر (ایک غلام کا نام ہے) قصر میں داخل ہوا اور اس نے تمام ندیموں کو رخصت کر دیا سب کے سب چلے گئے سوائے فتح باخاقان کے کہ وہ متوکل کے پاس رہ گیا تب وہ غلام جو متوکل کو قتل کرنے کے لیے تیار کھڑے تھے وہ ننگی تلواریں لیے ہوئے اندر آ گئے اور متوکل پر ٹوٹ پڑے فتح بن خاقان نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ چیخا چلایا کہ وائے ہو تم پر امیر المومنین کو قتل کرنا چاہتے ہو اور اس نے اپنے آپ کو متوکل پر گرا دیا غلاموں نے تلواریں کھینچ لیں اور فتح بن خاقان اور متوکل دونوں پر چلانے لگے اور دونوں کا خون بہا دیا پھر باہر چلے گئے اور منتصر کے پاس جا کر اسے خلافت کا سلام کیا اور کا قتل رات کے تین گھنٹے گزرنے کے بعد بدھ کی رات تین یا چار شوال ۲۴۷ھ میں واقع ہوا اس کی مدت خلافت چودہ سال او ردس مہینے تھی اور اس کی عمر اکتالیس سال تھی اس کی ماں خوارزمیہ کنیز تھی۔

متوکل خبیث سیرت اور بدباطن اور آل ابو طالب کا سخت دشمن تھا ظن وتہمت کی بناء پر انہیں گرفتار کرتا اور ان کو اذیت و تکلیف پہنچانے کے درپے ہوتا فتح بن خاقان اس کا وزیر بھی ایسا ہی تھا لہٰذا جو مصیبت اس کے زمانہ میں علویین اور آل ابو طالب پر گذری وہ بنی عباس کے کسی خلیفہ کے زمانہ میں نہیں گذری۔

مجملہ اس کے یہ تھا کہ عمر بن فرج رخی کو مکہ و مدینہ کا گورنر مقرر کیا یہ عمر لوگوں کو آل ابو طالب سے نیکی و احسان کرنے سے روکتا اور سختی سے اس کام کے پیچھے لگا اس حد تک کہ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ کسی نے ان سے کوئی نیکی کی ہے اگر چہ کسی معمولی چیز کے ساتھ ہوتی تو اسے سزا دیتا لہٰذا مجبوراً لوگوں نے آل ابو طالب سے رو رعایت کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا اور ان پر اتنا معاملہ سخت ہوا کہ علوی خاندان کی عورتوں کے لباس پرانے اور پھٹ چکے تھے اور ایک صحیح سالم لباس بھی نہیں تھا کہ جس میں نماز پڑھ سکیں بس ایک کرتہ ان کے پاس تھا جب نماز پڑھنے لگتیں تو ایک ایک بی بی باری باری اور وہ کرتہ پہن کر نماز پڑھتی نماز کے بعد اسے اتار کر لباس کے بغیر چرخہ کاتنے بیٹھ جاتیں مسلسل

یہ تنگدستی کی حالت ان کی رہی یہاں تک کہ متوکل خبیث واصل جہنم ہوا اور منتصر باللہ اس کی جگہ پر تخت نشین ہوا اس نے آلِ ابو طالب سے شفقت و مہربانی کا راستہ طے کیا اور ان کے لیے مال بھیجا جو ان کے درمیان تقسیم کیا گیا۔

اور منجملہ متوکل کے برے کاموں کے جو اس نے اپنی خلافت کے دوران کئے یہ بھی تھا کہ اس نے لوگوں کو قبر امام حسین علیہ السلام اور قبر امیر المومنینؑ کی زیارت سے روک دیا اور اس نے اپنی پوری ہمت و طاقت اس پر صرف کر دی کہ نور خدا کو خاموش کردے قبر مطہر امام حسینؑ کے آثار مٹا دے اور اس کی زمین کو ہموار کر کے اس پر زراعت کر دے اس نے جاسوس اور نگھبان کربلا کے راستوں میں کھڑے کر دیئے کہ جس کس کو دیکھیں کہ وہ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے آیا ہے اس کو سزا دیں اور قتل کر دیں اور ابوالفرج نے احمد بن عدوشا سے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ متوکل کا قبر شریف کے آثار کو محو کرنے کا سبب یہ تھا کہ اس کی خلافت سے پہلے ایک گانے والی اپنی لڑکیوں کو متوکل کے پاس بھیجا کرتی تھی کہ وہ اس کے شراب پینے کے وقت اس کے لیے گایا کریں یہاں تک کہ یہ پلید خلافت تک پہنچا تو ایک دفعہ اس نے اس گانے والی کو پیغام بھیجا کہ اپنی لڑکیوں کو گانے کے لیے بھیجے ان سے کہا گیا کہ وہ سفر پر گئی ہوئی ہے اور یہ شعبان کا مہینہ تھا اور ان دنوں وہ کربلا کے سفر پر گئی ہوئی تھی جب وہ سفر سے واپس آئی اور اس نے اپنی ایک کنیز متوکل کے پاس گانے کے لیے بھیجی تو متوکل نے اس سے پوچھا کہ ان دنوں تم کہاں گئے ہوئے تھے وہ کہنے لگی ہم اپنی مالکہ کے ساتھ حج پر گئے ہوئے تھے متوکل نے کہا کہ شعبان کے مہینے حج پر گئے ہوئے تھے کنیز کہنے لگی زیارت امام حسینؑ کے لیے گئے تھے متوکل یہ بات سننے سے آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ حسینؑ کی قبر کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس کی زیارت کو حج کہتے ہیں پس اس نے حکم دیا اور اس کنیز کی مالکہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اس کا مال و اسباب چھین لیا پھر اپنے ایک ساتھی کو کہ جسکا نام دیزج تھا جو یہودی تھا اور ظاہری طور پر امام حسینؑ کے آثار مٹانے۔ اور حضرتؑ کے زائرین کو سزا دینے کے لیے کربلا بھیجا مسعودی کہتا ہے کہ یہ واقعہ ۲۳٦ھ کا ہے پس دیزج اپنے عملہ کے ساتھ قبر شریف پاس گیا اور کوئی شخص جرات نہیں کرتا تھا کہ اس مقدس جگہ کو خراب کرنے کا اقدام کرے پس دیزج نے بیلچہ ہاتھ میں لیا اور قبر شریف کے اوپر والے حصہ خبر کو خراب کر دیا پھر باقی عملہ اور کام کرنے والوں نے قبر کو توڑنے کا اقدام کیا او قبر مطہر کی بناء منہدم کر دی۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ کسی شخص کو اس کام کی جرات نہ ہوئی تو دیزج کچھ یہودی لے کر آیا۔ تب اس قبیح کام کا اقدام کیا اور کہا گیا ہے کہ دو سو جریب ک اطراف قبر پر ہل چلائے اور اس زمین پر پانی چھوڑ دیا اور اس زمین کے اطراف کہ وہ سو جریب میں ہر میل کی مسافت پر نگاہبان مقرر کئے کہ جو کوئی زیارت قبر منور کے لیے آئے اس کو پکڑ کر اس کے پاس لے آئیں تاکہ یہ انہیں سزا دے اور مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن حسین اشانی نے کہ ایک زمانہ گزر گیا کہ میں خوف کے مارے اس مظلوم کی قبر کی زیارت کے لیے نہ جا سکا یہاں تک کہ زیادتی شوق نے مجھے ابھارا کہ جس طرح بھی ہو میں اس قبر شریف کے لیے گیا دن کو ہم چھپ جاتے تھے اور رات کو سفر کرتے یہاں تک کہ آدھی رات کے وقت غاضریہ کے اطراف میں پہنچ گئے اور اس راستہ سے کہ جہاں سے پاسبان ہمیں نہیں دیکھ رہے تھے اپنے آپ کو قبر کے پاس پہنچایا جب ہم قبر شریف کے پاس پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ صندوق قبر انہوں نے اکھاڑ کر اسے جلا دیا

تھا اور اس جگہ پر پانی جاری کر دیا تھا پس ہم نے اپنے آپ کو اس زمین پر گرا دیا اور زیارت کی اور ایسی خوشبو سونگھی کہ کبھی ایسی عمدہ خوشبو نہیں سونگھی تھی پھر قبر شریف سے رخصت ہوئے اور چند علامتیں قبر کے اطراف میں زیر زمین نصب کر دیں ایسے ہی حالات رہے یہاں تک کہ متوکل عین ہلاک ہوا پس آل ابو طالب اور شیعان امیر المومنینؑ کی ایک جماعت کے ساتھ اس مظلوم کی قبر کی زیارت کے لیے ہم آئے اور ان علامات کو زمین سے نکالا اور قبر شریف کی تعمیر دوبارہ اسی طرح کی جیسے پہلے تھی۔

شیخ عالم ادیب وفقیہ محدث فاضل قمی نے اربعین الحسینیہ کتاب میں بیان کیا ہے کہ جو کچھ مناقب و اکامل التواریخ و ارشاد القلوب و امالی شیخ طوسی اور کامل الزیارہ سے استفادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہارون الرشید کی خلافت کے زمانہ میں سید الشہداء کی زیارت سنی و شیعہ کے درمیان شائع اور عام تھی یہاں تک کہ کامل الزیارہ کی عبادت کے مطابق تو عورتیں بھی اس قبر شریف کی زیارت کے لیے جایا کرتی تھیں۔

اور ایک روایت کے مطابق کثرت جمعیت کی وجہ سے حائر مطہر میں مزاحمت ہو جاتی تھی یہ کام ہارون الرشید کے لیے خوف کا باعث ہوا کہ کہیں لوگ اولاد امیر المومنینؑ کی طرف رغبت نہ کرنے لگیں اور خلافت بنی عباس سے علویین کی طرف منتقل ہو جائے ہارون نے موسیٰ بن عیسیٰ عباسی کو جو کوفہ کا گورنر تھا قبر شریف سید الشہداءؑ اور اس کے اطراف کی عمارت کو خراب کرنے اور اس زمین میں کاشت و زراعت کرنے کا حکم دیا اور اس نے اس کام پر ایک شخص کو مامور کیا کہ جس کا نام موسیٰ بن عبد الملک تھا اس نے تمام عمارت اور گنبد کی بنیادیں خراب کر دیں حائر کی ساری زمین پر ہل چلائے اور زراعت کر دی مقصود یہ تھا کہ قبر شریف کے آثار مٹ جائیں اور بیری کا درخت جو قبر شریف کے نزدیک اور قبر کی علامت تھا اس کو بھی جڑ سے اکھیڑ دیا تا کہ اس کے بعد بھی کوئی شخص قبر کی جگہ کو نہ پہچان سکے اور جب یہ خبر جریر بن عبد الحمید کو پہنچی تو اس نے تکبیر کہی اور تعجب کیا کیونکہ سے رسول خداؐ سے ایک حدیث مشہور تھی کہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا لعن الله قاطع السدرة بیری کے درخت کا کاٹنے والے پر خدا کی لعنت ہو اور کہنے لگا آج اس حدیث کا معنی میں نے سمجھا اور رشید کی خلافت کے بعد باقی خلفاء قبر شریف سے معترض نہ ہوئے یہاں تک کہ ۲۳۲ھ میں متوکل کے زمانہ میں اسے یہ خبر ملی کہ کوفہ کے اطراف دو دیہات کے لوگ امام حسینؑ بن علی کی قبر کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں اس نے ایک سردار اور لشکر معین کیا وہ نینوا گئے اور انہوں نے قبر شریف کو خراب کیا اور لوگوں کو منتشر کیا پھر لوگوں نے زیارت کے بارے میں اتفاق کیا اور مارے جانے کی پرواہ نہ کی اور کہنے لگے کہ ہم سب مارے گئے تو ہمارے پسماندگان پھر بھی زیارت کو آیا کریں گے ان برکات و معجزات کی وجہ سے جو اس قبر مطہر سے انہوں نے دیکھے تھے یہ خبر متوکل کو لکھی گئی وہ انقلاب عراق سے ڈرا اور اس سردار کو اس نے کوفہ بھیجا اور اسکو لکھا کہ وہ یہ اظہار کرے کہ میں قبر خراب کرنے پر مامور نہیں تھا دوبارہ کوفہ کے لوگ جمع ہوئے۔ انہوں نے کربلا میں تعمیرات کیں اور وہاں ایک بڑا بازار لگ گیا اور زائرین روز بروز آتے یہاں تک کہ ۲۳۷ھ میں پھر ایک سردار اور لشکر بھیجا اور لوگوں کے درمیان منادی نے ندا کی کہ خلیفہ بری الذمہ ہے اس شخص سے جو کربلا کی زیارت کو جائے اور کربلا کی تمام زمینوں میں پانی چھوڑ دیا اور زراعت کر دی کبھی پانی

آگے نہیں جاتا تھا اور کبھی بیل جو ہل چلانے کے لیے باندھے ہوئے تھے اور کبھی قبر مطہر آسمان و زمین کے درمیان معلق ہو جاتی تھی اور کبھی غیب سے تیر عملہ اور بیلداروں کو آگے لگتے تھے لیکن آیت مبارک کے مطابق **وما تغن الایات والنذر عن قوم لا یومنون**۔ آیات اور ڈرانے والی چیزیں اس قوم کو کوئی فائدہ نہیں دیتیں جو ایمان لانے والے نہیں وہ اس کام سے دستبردار نہ ہوئے اور متوکل کا بغض و کینہ بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق دیزج ملعون نے قبر مطہر کو کھولا اور تازہ بوریا جو بنی اسد دفن کے وقت لے آئے تھے دیکھا کہ وہ ابھی تک باقی ہے اور جسد اطہر اس بوریئے کے اوپر ہے لیکن اس نے متوکل کو لکھا کہ میں نے قبر کھولی ہے اس میں مجھے کوئی چیز نہیں ملی ہے۔

اور متوکل کے بعد کوئی خلیفہ اس قبر شریف سے معترض نہیں ہوا مگر مسترشد عباسی اور اس کا بیٹا راشد جنہوں نے خزانہ اور کربلا کے اوقاف لے لیے دونوں اپنی سزا کو پہنچے اور متوکل نے ستر مرتبہ اس قبر شریف کو خراب کیا اور دوبارہ وہ قبر مطہر اپنی پہلی صورت میں پلٹ آتی یہاں تک کہ ۳۶۹ھ میں عضد الدولہ دیلمی نے عمارت و گنبد و رواق نجف اشرف اور کربلا کی تعمیر کرائی بعد اس کے کہ ہارون نے نجف اشرف میں گنبد بنایا تھا کہ جس کے چار دروازے تھے عضد الدولہ نے اس کی عمارت کو گرا دیا اور مختلف جگہوں کے معمار لا کر دونو شاہد (نجف و کربلا) کے لیے عالی شان عمارت تعمیر کی اور عمر بن شاہین نے بھی رواق عمران نجف اور کربلا میں بنائے تھے۔

مولف کہتا ہے کہ امیر المومنینؑ اور دوسرے آئمہ کے اخبار غیبیہ میں اشارہ ہوا ہے کہ یہ خدا کا نور نہیں بجھے گا اور جس قدر بھی سلاطین جور اور اعوان کفار اس کے آثار کے مٹانے کی سعی و کوشش کریں اس کا ظہور زیادہ ہوگا اور لوگ مسلسل اس قبر شریف کی زیارت کے قصد و ارادہ سے اطراف و اکناف عالم سے آئیں گے ہمارے شیخ صدوق نے سند کے ساتھ ہمارے آقا مولا رضاؑ سے ان کے آباؤ اجداد سے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا گویا میں ان قصور و محلات کو دیکھ رہا ہوں جو قبر حسینؑ کے گرد پختہ بنائے جائیں گے اور گویا مجھے محمل وہ نظر آ رہے ہیں جو کوفہ سے قبر حسینؑ کی طرف نکل رہے ہیں اور کچھ راتیں اور دن نہیں گزریں گے کہ اطراف و آفاق سے لوگ اس کی طرف آئیں گے اور یہ اس وقت ہوگا جب بنی مروان لعین کی سلطنت منقطع ہو جائے گی۔

شیخ ابن قولویہ قمی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت سید سجادؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے زائدہ سے فرمایا کہ عاشوراء کے دن جو کچھ ہمیں عظیم مصائب میں سے پہنچا سو پہنچا کہ میرے والد اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ تھے۔ اولاد بھائیوں اور باقی اہل بیتؑ میں سے وہ شہید ہو گئے پس حرم محترم اور خواتین مکرم حضرتؑ کے کوفہ کی طرف جانے کے لیے اونٹوں پر سوار ہوئے تو میں نے اپنے والد گرامی اور ان کے باقی اہل بیت کو دیکھا کہ وہ خاک و خون میں لتھڑے ہوئے ہیں اور ان کے طاہر بدن زمین پر پڑے ہیں اور کوئی شخص ان کے دفن کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو یہ چیز مجھ پر سخت گراں گزری اور میرا سینہ تنگ ہونے لگا مجھے ایسی حالت میں دیکھا تو فرمایا یہ کیا حالت عارض ہوئی کہ قریب تھا میری روح بدن سے پرواز کر جائے میری پھوپھی جناب زینب کبریٰ نے جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو فرمایا یہ کیا حالت ہے جب جو میں دیکھ رہی ہوں اے میرے نانا باپ اور بھائی کی یادگار میں تمہیں دیکھ رہی ہوں کہ اپنی جان تسلیم کر رہے ہو میں نے کہا اے پھوپھی جان میں کیوں جزع و فزع اور اضطراب نہ کروں حالانکہ میں اپنے آقا سردار

بھائیوں، چچاؤں چچازاد بھائیوں اور اہل قبیلہ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ خون میں لتھڑے ہوئے بیابان میں پڑے ہوئے ہیں ان کے بدن عریان و بے کفن ہیں اور کوئی شخص انہیں دفن کرنے کے لیے تیار نہیں۔

اور کوئی فرد بشر ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا گویا انہیں مسلمان نہیں سمجھتے اور خزر و دیلم کے خاندان سے انہیں سمجھتے ہیں میری پھوپھی نے مجھ نے فرمایا جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس سے آپ کے دل پر بوجھ نہ پڑے اور آپ گھبرائیں نہیں خدا کی قسم یہ عہد تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے آپ کے جد امجد پدر بزرگوار اور عم نامدار کی طرف اور رسول خدا نے ہر ایک کو اس کے مصائب والام کی خبر دی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ خداوند عالم نے اس امت میں ایک جماعت سے عہد و پیمان لیا ہے کہ جنہیں زمین میں رہنے والے فرعون نہیں پہچانتے لیکن وہ اہل آسمان کے نزدیک مشہور ہیں کہ وہ لوگ ان متفرق اعضاء اور خون میں نہائے ہوئے بدنوں کو جمع کریں گے اور دفن کریں گے۔

اور اسی طف (دریا کے کنارے) کربلا میں آپ کے باپ سید الشہداءؑ کی قبر کے لیے ایک نشانی نصب کریں گے کہ جس کا اثر نہیں مٹے گا اور صدیاں بیت جانے کے باوجود اس کے رسم و نشان ختم نہیں ہوں گے یعنی لوگ اطراف و اکناف سے اس کی زیارت کو آئیں گے اور کفر کے امام اور گمراہی کے پیروکار اس کے محو کرنے اور مٹانے کی جتنی کوشش کریں گے اتنا ہی اس کے آثار کا ظہور زیادہ ہوگا اس کا امر عالی و بلند ہوگا اور یہ حدیث بہت باشرف ہے اس کو پورا ذکر کرنا اس مقام کے مناسب نہیں۔

منتصر باللہ محمد بن جعفر متوکل کی خلافت کا ذکر

اسی رات کی صبح کہ جس میں متوکل مارا گیا اس کا بیٹا ابو جعفر منتصر باپ کی جگہ بیٹھا اور وہ دن بدھ یا چار شوال ۲۴۷ھ کا تھا اور اس وقت منتصر کی عمر پچیس سال تھی عام لوگوں نے اسی دن اس کی بیعت کی اور بیعت کی جگہ وہ قصر تھا کہ جسے جعفری کسریٰ پرویز کہتے تھے جو متوکل نے بنایا تھا اور کہا گیا ہے کہ متوکل جہاں قتل ہوا وہی جگہ تھی کہ جہاں شیرویہ نے اپنے باپ کسریٰ پرویز کو قتل کیا تھا اور وہ جگہ ماحوزہ کے نام سے مشہور تھی پس منتصر نے سات دن وہاں قیام کیا اس کے بعد وہاں سے منتقل ہو گیا اور حکم دیا کہ اس جگہ کو خراب کر دیا جائے۔ محمد بن سہل سے حکایت ہوئی ہے کہ منتصر کی خلافت کے زمانہ میں ایک دن میری نگاہ اس مصلی اور فرش پر پڑی کہ جسے منتصر کے نیچے فرش کر رہے تھے میں نے دیکھا کہ اس بساط کے کناروں پر بادشاہوں کی تصویریں ہیں کہ جن پر فارسی خطوط نقش ہیں اور میں فارسی خط اچھی طرح پڑھ سکتا تھا پس میں نے اس فرش کے دائیں طرف ایک بادشاہ کی تصویر دیکھی کہ جس کے سر پر تاج ہے گویا وہ گفتگو کر رہا ہے پس اس خط کو پڑھا جو اس کے پہلو میں لکھا تھا کہ یہ تصویر شیرویہ اپنے پرویز کے قاتل کی ہے جس نے چھ ماہ سلطنت کی اس تصویر کے بعد دوسرے بادشاہوں کی تصویریں دیکھیں یہاں تک کہ میری نگاہ مصلی کے بائیں طرف پہنچی تو ایک بادشاہ کی تصویر دیکھی کہ جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ تصویر یزید بن ولید بن عبدالملک کی ہے کہ جس نے اپنے چچازاد ولید بن یزید بن عبدالملک کو قتل کیا تھا کہ جس کی مدت سلطنت چھ ماہ تھی اتفاق سے یہ دونوں تصویریں منتصر کی بساط کے دائیں بائیں تھیں کہ وہ بھی اپنے باپ کا قاتل تھا۔ میں نے تعجب کیا اور میرے ذہن میں گزرا کہ شاید منتصر کی مدت سلطنت بھی چھ ماہ ہو اور اسی طرح ہوا پس میں وصیف خادم کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ یہ کیسا فرش ہے جو خلیفہ کے لیے بچھاتے ہو اور حکایت شیرویہ اور یزید کی تصویر کی اور ان کی مدت سلطنت کی اس سے نقل کی تو وصیت نے ایوب بن سلیمان خازن فرش کو طلب کیا اور اسے سرزنش کی کہ اس بساط کو کیوں خلیفہ کی جگہ پر بچھایا ہے کہنے لگا خلیفہ نے خود مجھے یہ حکم دیا ہے اور میں نے بھی خلیفہ سے عرض کیا تھا کہ یہ فرش متوکل کی قتل کی رات اس کے نیچے تھا اور وہ خون آلود ہے خلیفہ نے کہا اس کے خون کو دھو کر اسے میری جگہ پر بچھاؤ لہٰذا میں نے مجبوراً اسے دھو کر خلیفہ کی جگہ پر بچھایا ہے۔

پس بغا اور وصیف نے کہا جب خلیفہ اس فرش سے اٹھے اور مجلس سے چلا جائے تو اس کو باہر نکال کر جلا دو جب منتصر اس مجلس سے اٹھا تو ایوب بن سلیمان نے اسے جلا دیا جب منتصر نے اس کا مطالبہ کیا تو اس نے اس کے جلائے جانے کا واقعہ بیان کیا اور منتصر نے کچھ نہ کہا۔ مسعودی نے نقل کیا ہے کہ منتصر اہل بیت رسول آل علی علیہم السلام پر مہربان و رؤف و عطوف تھا اور اپنے حالات میں باپ کے برعکس تھا اور آل ابو طالب کے ساتھ نیکی و احسان کیا کرتا تھا اور کسی طرح کا ان سے تعرض نہیں رکھتا تھا اور کسی کو اس نے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت سے منع نہیں کیا اور حکم دیا کہ فدک اولاد حسنؑ و حسین علیہم السلام کو واپس کر دیں اور آل ابو طالب کے اوقاف وگزار کر دیں اور کوئی شخص شیعیان علیؑ سے معترض نہ ہو اور مدینہ کے علویین اور علویات کے لیے مال و اسباب بھیجے کہ انہیں ان پر تقسیم کیا

جائے، خلاصہ یہ کہ منتصر واسع الاحتمال (صبر وتحمل) راسخ العقل کثیر المعروف راغب درکار خیر وادیب اور پاک دامن تھا اور مکارم اخلاق وزیادہ انصاف اور حسن معاشرت کا ملتزم تھا اور ان تین فضیلتوں میں تمام خلفا سے بازی لے گیا تھا اور عامہ وخاصہ اس کی طرف رغبت رکھتے تھے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے دونوں بھائیوں معتز اور ابراہیم مؤید کو ولی عہدی سے کہ جس کی متوکل ان کے لیے بیعت لے چکا تھا معزول کر دیا اور اس کے زمانہ میں یمن باز یج بواز یج اور موصل میں ابوعمود شاری نے خروج کر دیا اور بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کا معاملہ قوت پکڑ گیا۔ منتصر نے ایک لشکر ان سے لڑنے کے لیے بھیجا اور دونوں لشکروں کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں بالآخر شاری کو گرفتار کر کے منتصر کے پاس لے آئے منتصر نے اس سے درگزر کیا اور اس سے عہد و پیمان لیا کہ پھر سرکشی نہیں کرے گا اور جمعرات کے دن ۲۵ ربیع الاول ۲۴۸ھ کو منتصر بیمار ہوا، اور جمعرات کے دن ماہ ربیع الثانی میں عصر کے وقت دنیا سے چلا گیا ہے کہ اس کو حجامت کی شاخ میں ڈال کر زہر دیا گیا اس کی مدت خلافت چھ ماہ ہے۔

اسی سال بکر بن محمد ادیب نحوی نے جو مازنی شیبانی کے نام سے مشہور اور امامی مذہب تھا وفات پائی۔ وہ بصرہ میں اہل علم کا نحو وادب وعربیت ولغت میں رئیس وسردار تھا۔ واثق کے حالات میں اس سے متعلق ایک حکایت گزر چکی ہے جو اس کی شدت ورع و پرہیزگاری کی دلیل ہے۔ خدا اس پر رحمت کرے۔ اور ۲۴۸ھ ہی میں محرم یا رجب کے مہینہ میں سہل بن محمد بن عثمان جو امام ابوحاتم سجستانی کے نام سے مشہور تھا۔ نحوی ولغوی مقری نزیل بصرہ نے بصرہ میں وفات پائی۔ کہا گیا ہے کہ وہ عام صالح اور پاک دامن تھا ہر روز ایک دینار صدقہ دیتا تھا اور ہر ہفتہ ایک قرآن ختم کرتا تھا اور عمدہ بات جو اس سے حکایت ہوئی ہے وہ ہے جو سیوطی نے طبقات النحاۃ میں نقل کی ہے کہ ابوحاتم بغداد میں گیا تو اس سے خدا کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا گیا قوا انفسکم بچاؤ اپنے نفسوں کو اس سے واحد کے لیے کیا کہیں گے اس نے کہاق سائل نے کہا تو دو کے لیے اس نے کہا قیا۔ اس نے کہا تین تک جمع کے لیے اس نے کہا قو تو سوال کرنے والے نے کہا۔ تینوں کو میرے لیے جمع کر دے اس نے کہاق قیا قوا اور مسجد کے کونے میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ جس کے پاس کچھ کپڑے تھے اس نے کسی سے کہا کہ میرے کپڑوں کا خیال رکھنا یہاں تک کہ میں واپس آؤں اور وہ پولیس افسر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مجھے زندیقوں کی ایک قوم نظر آئی ہے جو قرآن کو مرغ کی آواز میں پڑھتے ہیں پس ہمیں معلوم ہی نہ ہوا کہ اچانک اعوان (مددگار حکومت) اور پولیس والے ہم پر آن پڑے پس انہوں نے ہمیں پکڑ لیا اور پولیس افسر کے سامنے پیش کر دیا پس اس نے ہم سے سوال کیا تو میں آگے بڑھا اور اس کو واقعہ بتایا وہاں مخلوق خدا جمع ہوگئی وہ دیکھ رہے تھے کہ کیا ہونا ہے پس اس نے مجھے سختی سے ڈانٹا اور ملامت کی اور کہا کہ تیرے جیسا شخص عوام کے سامنے اس قسم کی باتوں میں زبان کھولتا ہے۔ اور ہمارے ساتھیوں کی طرف بڑھا پس انہیں دس دس چابک مارے اور کہا کہ پھر ایسا کام نہ کرنا۔ پس بہت جلدی ابوحاتم بصرہ کی طرف واپس آ گیا اور اس نے بغداد میں قیام نہ کیا اور اہل بغداد نے اس سے کچھ حاصل نہ کیا انتھی۔

اور سجستان سیستان کا مغربی علاقہ ہے اور یہ بہت بڑا علاقہ ہے جو ہرات کے جنوب میں واقع ہے اس کی سب زمینیں شوردار اور ریتلی ہیں اس میں ہوائیں کبھی بھی نہیں رکتیں اور سانپ واژدھے بہت ہیں پس اس میں خارپشت ساہی اور کچھوے زیادہ لے

آئے اور اس کی طرف رستم الشدید (پہلوان) منسوب ہے۔

اور ذہبی کی کتاب میزان سے منقول ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ میں جب انہوں نے مشرق و مغرب اور مکہ و مدینہ میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر سب کرنے کا اعلان کیا تو اہل بجستان نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے معاہدہ میں شرط لگائی کہ وہ انشاء اللہ یہ کار بد انجام نہیں دیں گے انتہی۔

لیکن خصال میں ایک حدیث ان کی مذمت میں وارد ہوئی ہے جس کا ذکر کرنا ہمارے لیے مناسب نہیں۔

مستعین باللہ احمد بن محمد بن معتصم کی خلافت کا ذکر

پیر کے دن پانچ ربیع الثانی ۲۴۸ھ منتصر باللہ نے جس دن دنیا سے کوچ کیا اس دن اس کا چچازاد بھائی احمد بن محمد بن معتصم جس کا لقب مستعین باللہ ہے اس کی جگہ پر بیٹھا اور احمد بن خصیب وزیر کو اس نے شہر بدر کر دیا پھر اس نے اپنے آپ کو خلافت سے دور کر لیا اور اس کی خلافت کے پہلے سال بغا ترکی کبیر نے وفات پائی اس کی عمر نوے سال تھی اور بہت سی جنگوں میں لوہے کے ہتھیار نہیں پہنتا تھا اور کہتا تھا کہ الاجل جوش اجل آہنی لباس ہے ایک دفعہ اس کو لوگوں نے ملامت کی تو ایک خواب نقل کیا کہ جو جناب رسول خدا اور امیر المومنینؑ کی دعا پر مشتمل تھا اس کی طول عمر اور سلامتی از آفات کے متعلق بوجہ اس کے کہ اس نے رسولؐ خدا کی امت کے ایک شخص پر احسان کیا تھا اور بغا آل ابوطالب پر بہت احسان اور نیکی کیا کرتا تھا اور جب اس کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا موسیٰ اس کی جگہ پر بیٹھا اور اپنے باپ کے لشکر کا سردار ہوا۔

نقل ہوا ہے مستعین عورت پسند کثیر الجماع اور اموال میں فضول خرچ تھا اور اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں وصیف اور بغاء صغیر کے ساتھ سامراء سے بغداد منتقل ہو گیا اور محمد بن عبداللہ طاہر کے گھر قیام کیا اور اس کے غلاموں نے سامراء میں اتفاق کر لیا معتز باللہ کی بیعت اور مستعین سے جنگ کرنے پر پس بدھ کے دن گیارہ محرم ۲۵۱ھ انہوں نے معتز کی بیعت کر لی اور معتز خلافت پر مستقر ہو گیا اور اس نے باقی لوگوں سے بیعت لی اور اپنے بھائی موید کو ولی عہد مقرر کیا پس ابو احمد نے اپنے بھائی کو غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ مستعین سے جنگ کرنے کے لیے بغداد کی طرف بھیجا اور پندرہ صفر ۲۵۱ھ بغدادیوں کے ساتھ جنگ شروع کی یہاں تک کہ معتز کا معاملہ قوی اور مستعین کا ضعیف و کمزور ہو گیا اور محمد بن واثق جو مستعین کے ساتھ تھا معتز کی طرف مائل ہو گیا اور محمد بن عبداللہ بن طاہر نے معتز کو خط لکھا مصالحت کی بات درمیان میں لے آیا کہ وہ مستعین کو خلافت سے ہٹا دیتا ہے پس معتز اور مستعین کے درمیان اور مصالحت کی کچھ شرائط مقرر ہوئیں اور جمعرات کے دن تین محرم ۲۵۲ھ مستعین نے اپنے کو خلافت سے دستبردار کر لیا اور اس کی مدت خلافت خلع و علیحدگی تک تین سال آٹھ ماہ اور اٹھائیس دن تھی اس کے بعد مستعین نے واسط کی طرف سفر کیا اور معتز نے اسے سامراء بلایا اور سامراء میں داخل ہونے سے پہلے سعید حاجب کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور اس کے قتل کا فرمان جاری کیا سعید نے قاطول

میں جو سامراء کے نزدیک ہے مستعین سے ملاقات کی اور اس کو محمل سے کھینچا اور چند تازیانے اسے لگائے اور پھر اس کے سینہ پر بیٹھ گیا اور اس کا سر بدن سے جدا کر لیا اور اس کا بدن راستہ پر پھینک دیا یہاں تک کہ عوام کے ایک گروہ نے اسے دفن کر دیا سعید اس کا سر معتز کے پاس لے گیا جب سر اس کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ شطرنج کھیل رہا تھا حکم دیا کہ اسے دفن کر دو اور مستعین چھ شوال ۲۵۲ھ میں قتل ہوا اور اس کی عمر پینتیس سال تھی مستعین کی خلافت کے زمانہ میں آل ابو طالب میں سے ایک جماعت نے خروج کیا اور ان میں سے بہت سے مارے گئے۔

قتل ہونے والوں میں سے ایک ابوالحسن یحییٰ بن عمر بن حسین بن زید بن علی بن حسین علیہما السلام تھا کہ جس کی والدہ ام الحسین حسین (حسن خ ل) بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب کی بیٹی تھی اور اس نے خراسان میں متوکل کے زمانہ میں خروج کیا اور اس کو گرفتار کر کے متوکل کے پاس لے آئے اس نے حکم دیا کہ ابوالحسن کو تازیانے لگائے جائیں اور اسے فتح بن خاقان کے قید خانے میں رکھا گیا کچھ مدت قید رہا پھر اس کو انہوں نے رہا کر دیا پھر وہ بغداد کی طرف چلا گیا اور کچھ مدت بغداد میں رہا پھر اس نے کوفہ کی طرف کوچ کیا اور مستعین کے زمانہ میں خروج کیا جب اس نے خروج کا ارادہ کیا تو پہلے امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کیلئے گیا اور زائرین کی ایک جماعت سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا ان میں سے کچھ لوگ اس کے ساتھ ہو گئے اور شاہی نامی بستی میں آئے وہ یہاں رہا یہاں تک کہ رات ہوئی تو کوفہ کی طرف چل دیئے اس کے اصحاب نے کوفہ کے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دی اور مسلسل وہ پکار رہے تھے ایھا الناس اجیبوا داعی اللہ اے لوگوں اللہ کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک کہو بہت سی مخلوق اس کی بیعت میں داخل ہو گئی جب دوسرا دن ہوا تو جو کچھ کوفہ کے بیت المال میں تھا یحییٰ نے اس پر قبضہ کر لیا اور اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور ہمیشہ ان کے درمیان عدل و انصاف سے رفتار کرتا تھا کوفہ کے لوگ دل و جان سے اس سے محبت کرتے تھے عبداللہ بن محمود جو حنیفہ کی طرف سے کوفہ میں حاکم تھا اس نے اپنا لشکر جمع کیا اور یحییٰ سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا یحییٰ نے تنہا اس پر حملہ کیا اور اس کے چہرہ پر ضرب لگائی اور اسے اس کے لشکر سمیت شکست دے دی اور یحییٰ مرد قوی و شجاع و دلیر تھا ابوالفرج نے اس کی قوت کے متعلق نقل کیا ہے کہ اس کا ایک بھاری عمود تھا لوہے کا تو جب وہ کسی غلام یا کنیز پر ناراض ہوتا تو وہ اس عمود و ستون کو اس کی گردن میں پیچ دے دیتا اور کوئی اس کو کھول نہیں سکتا تھا جب تک وہ خود نہ کھولتا۔

خلاصہ یہ کہ یحییٰ کے خروج کی خبر شہروں اور بستیوں میں منتشر ہوئی جب یہ خبر بغداد میں پہنچی تو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اپنے چچازاد حسین بن اسماعیل کو لشکر کے ایک گروہ کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا بغداد کے لوگ مجبوراً اور بددلی کے ساتھ یحییٰ سے جنگ کرنے کیلئے نکلے کیونکہ اہل بغداد باطنی طور پر یحییٰ کی طرف مائل تھے خلاصہ یہ کہ کئی جنگوں اور واقعات کے بعد شاہی بستی میں یحییٰ اور حسین کے لشکر کا آمنا سامنا ہوا اور دونوں طرف سے جنگ ہونے لگی اور ہیضم جو یحییٰ کے لشکر کا ایک سردار تھا جب جنگ کا تنور گرم تھا بھاگ نکلا تو اس سے یحییٰ کا لشکر دل شکستہ ہو گیا اور دشمن کا لشکر قوی دل ہو گیا جب یحییٰ نے ہیضم کا فرار دیکھا تو اس نے قدم جوانمردی کو استوار کیا اور مسلسل جنگ کرنے لگا یہاں تک کہ اسے بہت سے زخم لگے اور بے کار ہو گیا سفیانی آگے بڑھا اور اس نے یحییٰ

کا سر جدا کر دیا اور حسین بن اسماعیل کے پاس لے گیا اور زیادہ زخموں کی وجہ سے جو اس کے چہرہ پر لگے تھے کوئی اسے اچھی طرح پہچان نہ سکتا تھا کوفہ کے لوگوں نے یحییٰ کے قتل کی خبر کو صحیح نہ جانا اور جب حسین کا منادی یحییٰ کے قتل کی ندا دیتا تو وہ اسے گالیاں دیتے مجبوراً حسین نے علی بن محمد صوفی یحییٰ کے مادری بھائی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے درمیان ندا کرے کہ یہ میرے بھائی یحییٰ کا سر ہے کوفہ کے لوگوں نے جب یحییٰ کے قتل کی خبر علی سے سنی تو تصدیق کی پس گریہ و نالہ کی آواز بلند کی اس کے بعد اپنے کام پر چلے گئے پس یحییٰ کا سر بغداد کی طرف محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس لے گئے اس نے وہ سر ایک ٹوکری میں رکھ کر مستعین کے پاس سامراء بھیج دیا دوبارہ سر بغداد میں لے آئے اور اس کو بغداد میں نصب کر دیا بغداد کے لوگ چیخ و پکار کرنے لگے اور اس کے قتل ہونے کا برا مناتا یا چونکہ اندرونی طور پر وہ یحییٰ سے بہت محبت رکھتے تھے اس لیے کہ وہ یحییٰ کا حسن معاشرت کسی کے مال لینے سے پرہیز کرنا اور خون بہانے سے اجتناب اور زیادہ عدل و احسان کرنا آنکھوں سے دیکھ چکے تھے پس ایک جماعت محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس گئی اور اسے فتح و ظفر پر مبارکباد پیش کی اور ابو ہاشم جعفری بھی محمد کے ہاں گیا اور محمد سے کہا اے امیر میں تجھے ایسی چیز کی مبارکباد دینے آیا ہوں کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہوتے تو انہیں تعزیت دی جاتی محمد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا پس ابو ہاشم باہر آ گیا اور چند اشعار پڑھے کہ جن میں سے یہ ہیں۔

یابنی	طاہر	کلوہ	مرئیا!
ان	لحم	النبی	غیر مری!
ان	وتراً	یکون	طالبہ اللہ
لوتر	بالفوت	غیر	جدی

اے طاہر کی اولاد اسے خوشگواری سے کھاؤ بیشک نبی کا گوشت تو خوشگوار نہیں ہوتا وہ انتقام جس کا طلب گار خدا ہو وہ قوی اور سخت انتقام ہے جس کی جرات نہیں ہو سکتی پس محمد بن عبداللہ نے اسی وقت یحییٰ کی بہن اور اس کے اہل حرم کو خراسان کی طرف جانے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ سر اس گھر والوں کے مقتولین کے ہیں کہ جس گھر میں یہ سر گئے اس سے نعمت خارج ہی ہو جاتی ہے اور دولت و مال ختم ہو جاتا ہے۔

ابو الفراج نے ابن عمار سے حدیث بیان کی ہے کہ جس وقت یحییٰ کے اہل بیتؑ اور اصحاب کے قیدی بغداد میں لا رہے تھے تو انہیں بڑی سختی سے پابرہنہ اور دوڑا کر بلا لایا جا رہا تھا اور جب ان میں سے کوئی زیادہ خستہ ہونے اور تھک جانے کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا تو اس کی گردن اڑا دیتے اور اس زمانہ تک یہ نہیں سنا گیا تھا کہ قیدی کے ساتھ اس طرح کا برا سلوک کرتے ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جن دنوں وہ ابھی بغداد میں تھے مستعین کا خط پہنچا کہ قیدیوں کو قید و بند سے آزاد کر دیا جائے پس محمد بن طاہر نے باقی سب کو تو رہا کر دیا سوائے۔ اسحاق بن جناح کے جو یحییٰ کا پولیس افسر تھا اسے قید میں رکھا یہاں تک کہ قید میں اس کی وفات

ہو گئی پھر محمد بن طاہر ملعون نے حکم دیا کہ اس کا جنازہ بغیر غسل و کفن و نماز جنازہ کے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ پس اسحاق کو قید خانے سے باہر لائے اور انہیں کپڑوں میں جو اس کے بدن پر تھے اسے ایک خرابہ میں پھینک دیا اور اس پر ایک دیوار گرادی۔

خلاصہ یہ کہ یحییٰ شریف، دیندار، اچھا زیادہ احسان کرنے والا، رعیت پر عطوف و رؤف و مہربان اور آل ابوطالب کا حامی تھا جو کہ اس کے اہل بیت و خاندان والے تھے اور ہمیشہ ان سے نیکی و احسان کیا کرتا تھا اور اس کے بعض ہم عصر نے کہا کہ ہم نے یحییٰ سے زیادہ باورع و پرہیزگار شخص نہیں دیکھا اور جب خروج کرتا تو قسم کھاتا کہ میرا خروج اللہ کے لیے غضبناک ہونے اور نہی از منکر کے لیے ہے اس لیے اس کی شہادت نے خاصہ و عامہ چھوٹے اور بڑے قریب و بعید کے دلوں پر اثر کیا اور بہت سے لوگوں نے اس کا مرثیہ کہا ہے اور اسکی شہادت ۲۵۰ھ کے قریب ہوئی ہے اور ان قصائد میں سے جو اس کے مرثیہ میں کہے گئے ہیں یہ ہے۔

بکت الخیل شجوها بعد یحییٰ
وبکاہ المھند المصقول!
وبکاہ العراق شرقا وغربا!
وبکاہ الکتاب والتنزیل!

یحییٰ کی شہادت کے بعد گھوڑے اپنے دکھ درد سے روئے اور یحییٰ پر صیقل شدہ ہندی تلواریں روئیں اس پر عراق کے مشرق و مغرب روئے اور کتاب و تنزیل نے اس پر گریہ کیا اور ایک حسین بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسین بن علی ابن الحسین علیہما السلام تھا جو حرون کے لقب سے مشہور تھا جس نے یحییٰ کے زمانہ کے بعد ۲۵۱ھ میں کوفہ میں خروج کیا مستعین نے مزاحم بن خاقان کو عظیم لشکر دے کر اس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا جب عباسیین کوفہ کے نزدیک پہنچے تو حسین دوسرے راستہ سے وہاں سے نکل گیا اور سامراء چلا گیا اور معتز باللہ کی بیعت کر لی اور یہ ان دونوں کا واقعہ ہے کہ جب مستعین بغداد میں تھا اور سامراء کے لوگوں نے معتز کی بیعت کر لی تھی ایک مدت حسین پر اسی طرح گزری دوبارہ اس نے خروج کا ارادہ کیا تو اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا اور وہ ۲۶۸ھ تک زندان میں رہا معتمد نے اسے رہا کر دیا دوبارہ اس نے کوفہ میں خروج کیا ۲۶۹ھ میں اسے گرفتار کر کے موفق کے پاس لے آئے اس نے حکم دیا کہ حسین کو واسط میں قید کر دیں کچھ مدت زندان میں رہ کر وہ وفات پا گیا موفق نے حکم دیا کہ اس پر نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیں۔

ایک محمد جعفر بن حسین بن جعفر بن حسین بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام حسین حرون کا جانشین ہے کہ جس نے حسین کے بعد کوفہ میں خروج کیا ابن طاہر نے تولیت کوفہ کا اسے فریب دیا جب اس پر قابو پالیا تو اس کو گرفتار کر کے سر من رای کی طرف لے گئے اور قید کر دیا زندان میں کچھ مدت رہ کر وہیں وفات پائی۔

اور شیخ جلیل مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے کہ محمد بن جعفر نے ۲۵۰ھ میں ری میں خروج کیا اور لوگوں کو حسن بن زید صاحب طبرستان کی بیعت کی دعوت دی اس کے اور اہل خراسان کے (سیاہ لباس والے) مسودہ کے درمیان بہت سی

جنگیں ہوئیں یہاں تک کہ محمد کو قید کر کے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پس نیشاپور میں لے آئے اور اس کو قید کر دیا گیا یہاں تک کہ وہ وہیں مرگیا انتھی۔

اور ۲۵۰ھ میں طبرستان کے علاقہ میں حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن بن علی علیہما السلام نے خروج کیا اور بہت سی جنگوں کے بعد طبرستان اور جرجان کے علاقہ پر سلطنت حاصل کر لی اور اسی طرح رہا یہانتک کہ ۲۷۰ھ میں وفات پائی اور اس کا بھائی محمد بن زید اس کی جگہ تخت نشین ہوا اور ۲۷۷ھ میں دیلم کی طرف کوچ کیا اور اس جگہ کو اپنے قبضہ میں لے آیا رافع بن ہرثمہ جو اس سے جنگ کرنے آیا ہوا تھا اس نے اس کی بیعت کر لی اور حسن و محمد لوگوں کو رضا آل محمد کی طرف دعوت دیتے تھے اس طرح وہ لوگ جنہوں نے ان کے بعد آل ابو طالب میں سے طبرستان میں حکومت کی ہے مثلاً حسن بن علی حسنی جو اطروش مشہور تھا اس کے بعد حسن بن قاسم حسنی جو داعی کے لقب سے مشہور تھا جو واقعہ تتار میں طبرستان میں قتل ہو گیا۔

اور ۲۵۰ھ ہی میں فضل بن مروان معتصم کے وزیر نے وفات پائی اور وہ چوتھا فضل ہے جو خلفاء کی وزارت میں رہا اور دوسرے تین فضل یہ ہیں فضل بن یحییٰ فضل بن ربیع اور فضل بن سہل کہ جن میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۲۲۱ھ میں معتصم نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا اور تین فضل نامی وزراء اور ان کے برے انجام کی طرف اس رقعہ میں اشارہ کیا جو فضل بن مروان کو لکھا۔

تفرغت یافضل بن مروان فاعتبر
فقبلك كان الفضل والفضل والفضل
ثلاثة املاك مضوالسبيلهم
ابادتهم الاقيادو الحبس والقتل!
وانك قد اصبحت فی الناس ظالماً
ستودی كما اودی الثلاثة من قبل!

اے فضل بن مروان تو فارغ ہو چکا ہے تو عبرت حاصل کر پس تجھ سے پہلے فضل فضل اور فضل تھے تین صاحب اقتدار تھے جو اپنے راستہ پر چلے گئے کہ جنہیں قید و بند اور قتل نے ہلاک کر دیا اور تو لوگوں میں ظالم ہو گیا تھا۔ عنقریب تو بھی ہلاک ہوگا جس طرح تجھ سے پہلے وہ تینوں ہلاک ہو گئے اور مستعین ہی کے زمانہ میں اہل علم و حدیث کی ایک جماعت نے مثلاً عثمان مازنی شیعہ امامی اور محمد رفاعی اور ایوب دراق و محمد بن علا ہمدانی نے کوفہ میں اور حسن بن صالح بزاز وغیرہ نے شیوخ محدثین میں سے وفات پائی اور نقل ہوا ہے کہ مستعین نے ۲۴۸ھ میں خزانہ خلافت سے ایک سرخ یاقوت کا نگینہ نکالا جو سابق بادشاہوں سے باقی رہ گیا تھا اور بادشاہ کی حفاظت کیا کرتے تھے اور رشید نے اسے چالیس ہزار اشرفی میں خریدا تھا اس مستعین نے اس پر اپنا نام احمد نقش کیا اور اسے ہاتھ میں پہنا یہ بات لوگوں میں مشہور ہوئی اور اس نگینہ کے خواص میں سے یہ تھا کہ جو کوئی اس پر اپنا نام نقش کرتا وہ قتل ہو جاتا تھا لہٰذا بادشاہ اسے سادہ

طور پر رکھتے تھے اور جو کوئی بادشاہ نادانی سے اپنا نام اس پر کندہ کراتا وہ قتل ہو جاتا تھا اور بعد کا بادشاہ اس تحریر کو مٹا دیتا اور وہ یاقوت اگر رات کے وقت تاریک مکان میں رکھ دیا جاتا تو وہ چراغ کی طرح روشنی دیتا اور رات کے وقت صورتیں نظر آتیں۔ اور وہ نگینہ مقتدر کے زمانہ تک رہا پھر اس کا نام و نشان مخفی ہو گیا و اللہ العالم۔

معتز باللہ بن متوکل کی خلافت کا ذکر

جمعرات کے دن تین محرم ۲۵۲ھ کو جب مستعین خلافت سے دستبردار ہو گیا تو اس کا چچازاد زبیر (محمد) بن جعفر متوکل جس کا لقب معتز باللہ تھا اس کی جگہ پر بیٹھا اور پیر کے دن ۲۷ رجب ۲۵۵ھ معتز نے اپنے آپ کو خلافت سے الگ کر لیا اور چھ دن کے بعد قتل ہو گیا اس کی مدت خلافت چار سال چھ ماہ اور چند دن تھی اور مستعین کے معزول ہونے کے وقت سے اور اہل بغداد کے اس کی بیعت کرنے کے بعد اس کی خلافت کی مدت تین سال اور سات ماہ تھی اور اس کی عمر چوبیس سال تھی اس کی خلافت کے زمانہ میں حضرت ابوالحسن ہادی امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت پیر کے دن جب کہ جمادی الثانی کے چار دن باقی تھے ۲۵۴ھ میں واقع ہوئی اور جس وقت حضرتؑ کا جنازہ لیے جا رہے تھے تو سنا گیا کہ ایک کنیز کہہ رہی ہے۔ ما ذا لقینا فی یوم الاثنین قدیما و حدیثا یعنی ہم نے پیر کے دن کیسی نحوست جھیلی قدیم ایام سے لے کر اس زمانہ تک اور اس کلمہ سے اشارہ ہے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن کی طرف الی آخر پس حضرت کو ان کے اپنے ہی مکان میں سامراء میں دفن کیا گیا اور آپؑ کی شہادت زہر کی وجہ سے ہوئی آپ کے حالات کی تفصیل منتہی میں ہو چکی ہے اور شیخ جلیل علی بن حسین مسعودی نے مروج الذہب میں فرمایا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی۔

محمد بن فرج نے جرجان شہر کے مشہور محلہ غسان میں وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابودعامہ نے وہ کہتا ہے کہ میں خدمت حضرت علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام میں آپؑ کی عیادت کے لیے شرفیاب ہوا اس بیماری میں کہ جس میں آپؑ کی شہادت ہوئی جب میں نے چاہا کہ آپؑ کی خدمت سے واپس جاؤں تو آپؑ نے فرمایا اے ابودعامہ تیرا حق مجھ پر لازم ہو گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے ایسی حدیث بیان کروں کہ جس سے تو خوش ہو میں نے عرض کیا میں بہت شائق اور محتاج ہوں اس کا فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ محمدؑ بن علیؑ نے اپنے والد علی بن موسیٰ سے انہوں نے اپنے والد موسیٰؑ بن جعفرؑ سے انہوں نے اپنے والد جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے والد محمدؑ بن علیؑ سے انہوں نے اپنے والد علی بن الحسینؑ سے انہوں نے اپنے والد علی بن ابی طالبؑ سے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر مجھ سے فرمایا اس کو لکھ لو میں نے عرض کیا کیا لکھوں فرمایا لکھو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم الایمان ما وقرته القلوب وصدقته الاعمال والاسلام ما جری به اللسان وحلت به المناکحة شروع اللہ کے نام کا جو رحمن و رحیم ہے۔ ایمان وہ ہے جس کو دل جگہ دے دیں اور اعمال اس کی تصدیق کریں اور اسلام وہ

ہے جو زبان پر جاری اور جس سے آپس میں نکاح کرنا حلال ہوا ابو دعامہ کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کونسی چیز زیادہ اچھی ہے یہ حدیث یا اس کی سند فرمایا یہ حدیث ایک صحیفہ میں جو علیؑ بن ابی طالبؑ کے خط و تحریر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لکھوانے سے ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو میراث میں ملا ہے اور معتز ہی کے زمانہ میں ۲۵۳ھ پندرہ ذیقعدہ کو محمد بن عبداللہ بن طاہر نے دنیا سے رخت سفر باندھا اور یہ وصیت کے قتل کے تیرہ دن بعد کا واقعہ ہے اور محمد شخص ادیب و فصیح اور زیادہ حافظہ رکھنے والا اور جود و عطا میں مشہور تھا۔

معتز نے اپنی خلافت کے زمانہ میں موید اور ابو احمد کو قید کر دیا کیونکہ اس نے سنا کہ موید اس کی سلطنت کے زوال کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور موید کو اس نے سو کوڑے لگائے یہاں تک کہ اس نے اپنے آپ کو ولیعہدی سے معزول کیا پھر اسے دوبارہ قید میں ڈال دیا یہاں تک کہ اس نے سنا کہ ترکوں کی ایک جماعت اس مقصد میں لگی ہوئی ہے کہ موید کو قید سے نکال لے جائے تو حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں پس اس کو زہر آلود لحاف میں لپیٹ کر اس کے دونو طرف بند کر دیئے یہاں تک کہ اس نے لحاف میں ہی جان دے دی پس جمعرات کے دن ۲۳ رجب ۲۵۲ھ اس کا جنازہ قید خانے سے باہر لے آئے۔ اور فقہاء اور قاضیوں کو جمع کیا تا کہ وہ دیکھیں کہ اس میں کوئی اجر کسی چیز کا نہیں ہے پس معتز نے اپنے سگے بھائی اسماعیل کو موید کی جگہ ولی عہد مقرر کیا اور ۲۵۲ھ میں فتنہ کی ابتداء بلالیہ اور سعدیہ کے درمیان بصرہ میں ہوئی اس کا نتیجہ صاحب زنج کا ظہور ہوا اور معتز کے زمانہ میں آل ابوطالب کی ایک جماعت نے وفات پائی۔

جن میں سے حسن بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ محض اپنے بھائی اسماعیل کے واقعہ میں اہلِ مکہ کے ساتھ مارا گیا اور اسی واقعہ میں جعفر بن عیسیٰ جعفری احمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن داؤد حسنی کے ساتھ مارا گیا۔

اور معتز کے زمانہ ہی میں علی بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کو رَی میں گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا اور وہ قید میں رہ کر ہی رہ کر مر گیا اور نیز سعید حاجب مدینہ سے موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسین بن حسن بن علیؑ کو اس کے بیٹے ادریس کے ساتھ گرفتار کر کے سر من رای میں لے آیا جب زبالہ کے علاقہ میں پہنچے تو قبیلہ فزارہ وغیرہ کی ایک جماعت موسیٰ و ادریس کو چھڑوانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی سعید نے موسیٰ کو زہر دے دیا اور وہ فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے کو رہائی مل گئی موسیٰ زاہد و عابد شخص تھا اور معتز ہی کے زمانہ میں عیسیٰ بن اسماعیل جعفری کو ابوالساج گرفتار کر کے کوفہ لے آیا۔ اور قید میں ڈال دیا یہاں تک کہ اس کی وفات ہو گئی اور ۲۵۴ھ میں بغاء صغیر نے سامراء سے موصل کی طرف حرکت کی جس وقت وہ سامراء کے پل پر پہنچا تو مغاربہ کی ایک جماعت نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر بغداد کی طرف لے آئے اور پل کے اوپر اسے نصب کر دیا معتز کو بغاء سے بڑا خوف اور دہشت عظیم تھی اور اس کے خوف سے رات دن ہتھیار لگائے رہتا تھا اور کہتا تھا اسی حالت میں رہوں گا جب تک مجھے معلوم نہ ہو کہ میرا سر بغاء کے لیے ہے یا بغاء کا سر میرے لیے جب بغاء مارا گیا تو ترکوں کے طائفہ نے دیکھا کہ معتز ہمیشہ ترکوں کے سرکردہ افراد کو قتل کرنے کی تدبیر کرتا ہے اور ان کی تباہی کے در پے ہے اور مغاربہ و فراعنہ کو ان پر مسلط کرنا چاہتا ہے تو ان سب نے معتز کو حکومت سے معزول

کرنے پر اتفاق کرلیا پس بیعت کے دن ۲۵۵ھ کو انہوں نے معتز کو گھیرے میں لے لیا اور بہت سی توبیخ وسرزنش اس کے افعال و کردار پر کی اور اس سے اموال کا مطالبہ کیا اور اس کام کا مدیرہ سرکردہ صالح بن وصیف ترکوں کے سپہ سالاروں کے ساتھ تھا۔

دمیری کہتا ہے کہ صالح کے حکم سے وہ معتز کے حجرے میں گھس گئے اور اسے پکڑ کر کھینچ کر باہر لے آئے اور اسے سخت دھوپ میں کھڑا کردیا اور زمین کی حرارت کی وجہ سے کبھی معتز ایک پاؤں کا سہارا لیتا تھا اور جب وہ پاؤں گرم ہو جاتا اس کو اٹھا کر دوسرا رکھ لیتا اور وہ بار بار اس کو طمانچے مارتے اور کہتے تھے کہ اپنے آپ کو خلافت سے معزول کرو وہ انکار کرتا اور اس نے اپنے ہاتھ کو چہرہ کی سپر بنایا ہوا تھا یہاں تک کہ ناچار ہو گیا وراپنے کو خلافت سے معزول کیا پس صالح نے تین دن تک کھانے پینے سے اسے ممنوع رکھا پھر اسے ایک تہہ خانہ میں داخل کر کے اس کا دروازہ بند کردیا یہاں تک کہ وہ اس میں ہلاک ہو گیا۔

اور قول ہے کہ اسے گرم پانی سے حقنہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور کچھ کہتے ہیں کہ معتز کے خلافت سے معزول ہونے کے پانچ دن بعد اس کو ایک حمام میں لے گئے اور اس کو پانی نہ دیا یہاں تک کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا پس شورزدہ پانی یا برف کا پانی اس کے لیے لے آئے وہ پیتے ہی مر گیا پس اس کی وفات دوشعبان ۲۵۵ھ میں واقع ہوئی واللہ العالم۔

مھتدی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

ایک دن ماہ رجب کا تھا کہ ۲۵۵ھ مھتدی باللہ محمد (جعفر خ ل) بن ہرون واثق بن معتصم بساط خلافت پر بیٹھا اور جب خلافت پر مستقر ہو گیا تو اس نے زہد وتقویٰ کا طریقہ اختیار کیا اور لہو ولعب کی چیزوں کو اپنے سے اور کردیا دور بری چیزوں کو بدل دیا اور عدل وانصاف رعیت کے درمیان ظاہر کیا اس نے حکم دیا کہ گانے بجانے والی عورتوں کو شہر بدر کردیں اور کتے اور درندے دور کردیئے اور ایک گنبد تعمیر کیا جس کے چار دروازے تھے اور ہمیشہ اس گنبد میں (رفع) مظالم اور عام وخاص لوگوں کی فریاد رسی کرتا اور ہر جمعہ کو مسجد جامع میں جاتا اور خطبہ پڑھتا لوگوں کو نماز پڑھاتا اور کہتا مجھے شرم آتی ہے کہ بنی عباس کے درمیان بنی امیہ کے عمر بن عبدالعزیز جیسا شخص نہ ہوا علماء وفقہا کی اس کے ہاں بڑی قدر ومنزلت تھی اور ان سے بڑی نیکی واحسان کرتا تھا اور اس کے حکم سے سونے اور چاندی کے برتن توڑ دیئے گئے اور ان کے درہم ودینار بنادیئے وہ تصویریں جو خلفاء نے اپنی مجالس میں نقش کررکھی تھیں اس نے حکم دیا کہ انہیں مٹا دیا جائے اور ایسے فرش وفروش کہ شریعت مقدسہ نے جنہیں مباح نہیں قرار دیا وہ اٹھوادیئے اور اس کے اخراجات اور دسترخوان کے لیے اس نے ہرون کے سو درہم مقرر کئے حالانکہ اس سے سابق خلفاء دس ہزار درہم خرچ کرتے تھے اور فدک کا علاقہ جناب سیدہ فاطمہ کی اولاد کو واپس کردیا وہ رات کو عبادت کرتا اور دن کو روزے رکھتا تھا اور کہا گیا ہے کہ اس کا ایک پشم کا جبہ تھا کہ جسے وہ راتوں کو پہن لیتا اور گلے میں طوق ڈال کر عبادت کے لیے کھڑا ہو جاتا اور حضرت امیر المومنینؑ کے جو کلمات نوف بکالی روایت کرتا تھا مھتدی نے اپنے ہاتھ سے لکھ لیے تھے اور رات کو وہ کلمات پڑھتا اور روتا رہتا اور ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ حضرت امیر

المومنینؑ کا ایک کمرہ تھا اس کو بیت القصص کہتے تھے لوگ عرضیاں لکھتے اور اس میں پھینک دیتے تھے تاکہ امیر المومنینؑ انہیں دیکھیں اور ان کے جواب دیں اور جس شخص نے اس کام میں آپ کی اقتداء کی وہ مہتدی باللہ تھا خلاصہ یہ کہ جب مہتدی نے سابق خلفاء کے طریقہ کے خلاف رفتار کی تو اس کی عدالت امراء اور فوج وسپاہ پر جو اس کے طریقہ کے برعکس تربیت پائے ہوئے تھے گراں گزری لہٰذا انہوں نے اس کو ہٹانے کی تدبیر کی یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا اور اس کے قتل کی کیفیت کے ذکر کا یہ مقام مقتضی نہیں ہے جس وقت اس کو گھیرے ہوئے تھے اور اس کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے تو اس کو سرزنش کرتے تھے کہ یہ کیسی سیرت ہے کہ لوگوں کو جس پر تو آمادہ کرتا ہے وہ کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اہل بیتؑ اور خلفاء راشدین کی سیرت پر چلوں وہ کہنے لگے یہ سیرت کہ جس کو رسولؐ خدا نے اختیار کیا ہوا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ آپؐ کے زمانہ میں اصحاب اور ایسے لوگ تھے جو دنیا سے پرہیز اور آخرت کی طرف رغبت رکھتے تھے تیرے زمانہ کے لوگوں کی طرح نہیں تھے کہ جس میں ترکی جرزی اور اس قسم کے لوگ ہیں جو امر آخرت میں سے کسی چیز کو نہیں جانتے اور ان کا مقصد بھی جلدی ملنے والی دنیا ہے پس وہ اس سیرت پر کیسے صبر کر سکتے ہیں۔

اس قسم کے کلمات کے ساتھ ان کے درمیان باتیں ہوئیں ہاں آخر ان لوگوں نے خنجر نکال لیے اور اس پر لگانے لگے اور بایکیال کے چچازاد نے اس غصہ کی وجہ سے جو اسے مہتدی سے تھا اس کی گردن کی رگوں پر خنجر مارا کہ جس سے خون جوش مار کر نکلنے لگا پس اس نے اپنا منہ خون پر رکھ کر اس کو پینا شروع کیا اور سارا خون وہ پی گیا یہاں تک کہ اس کا شکم پر ہو گیا پھر اس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آج میں مہتدی کے خون سے سیراب ہوا ہوں جس طرح آج میں شراب سے پر تھا اور جب مہتدی مارا گیا تو پھر وہ پشیمان ہوئے اور اس کی عبادت کی وجہ سے گریہ وزاری کرنے لگے یہ واقعہ منگل کے دن سولہ رجب ۲۵۶ھ میں واقع ہوا اور دوسرے طریقہ پر بھی اس کا قتل ہونا منقول ہے لیکن ایک روایت میں ہے کہ اس کے قتل کا سبب یہ تھا کہ اسنے امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید کر رکھا تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ حضرتؑ کو شہید کر دے خداوند عالم نے اس کی عمر کو منقطع کر دیا اور ترکوں کے گروہ نے دوسرے لوگوں کے تعاون سے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا کیونکہ وہ معتزلہ اور قدریہ کے نظریات کی طرف مائل تھا جیسا کہ اثبات الوصیۃ اور بحار میں حج سے منقول ہے اس حدیث کے آخر میں ہے کہ مہتدی نے پختہ ارادہ کر لیا تھا ابو محمد صلوٰت اللہ علیہ (امام حسن عسکری) کے شہید کرنے کا پس خدا نے اسے اپنے آپ میں مشغول کر دیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا اور اللہ کے دردناک عذاب کی طرف چلا گیا۔

مہتدی کے زمانہ میں جب کہ ماہ رمضان کے آخری تین دن رہتے تھے ۲۵۵ھ میں صاحب زنج نے بصرہ میں خروج کر دیا اور وہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام ہے اور ایک گروہ اس کو آل ابوطالب کہتا تھا اور اصل میں وہ ری کے علاقہ کی ایک بستی کا رہنے والا تھا اور خوارج کے مذہب ازارقہ کی طرف میلان رکھتا تھا اور تمام گناہوں کو شرک سمجھتا تھا اس کے انصار واصحاب زنجی تھے۔

اور ۲۵۵ھ میں عمرو بن بحر بصری نے جو جاحظ لقب سے مشہور تھا بصرہ میں وفات پائی اور وہ ابراہیم بن بسار نظام کا غلام اور شاگرد (تھا) اس نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں وہ ناصبیت کی طرف مائل تھا اور عثمانی مذہب کا تھا اور کتاب عثمانیہ اس کی تالیف

ہے اور ابوجعفر اسکافی معتزلی نے جو جاحظ کا ہمعصر تھا اور شیخ مفید اور سید احمد بن طاؤس میں سے ہر ایک نے اس کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے جیسا کہ اسکافی کے سالِ وفات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور جاحظ کی عثمانیہ کے علاوہ بھی تالیفات ہیں ان میں سے ایک وہ رسالہ ہے کہ جس میں اس نے امیرالمومنین صلوٰت اللہ علیہ کے کلمات جمع کئے ہیں اور ان میں سے ایک کتاب حیوان ہے۔

دمیری نے حیاۃ الحیوان میں بیان کیا ہے کہ جاحظ کی تالیفات میں بہترین کتاب الحیوان ہے اور میں نے اس سے بہت کچھ نقل کیا ہے اور اس کتاب سے جو چیزیں نقل کی ہے ایک یہ ہے کہ تقسیم رزق کے سلسلہ میں عجیب وغریب چیز یہ ہے کہ بھیڑیا لومڑی کو شکار کرنے کے کھاتا ہے اور لومڑی خار پشت کو شکار کر کے کھاتی ہے اور خار پشت سانپ کو شکار کر کے کھاتا ہے اور سانپ چڑیا کو شکار کر کے کھاتا ہے اور چڑیا ٹڈی کو شکار کر کے کھاتی ہے۔ اور ٹڈی زنبور کے بچے تلاش کر کے انہیں کھاتی ہے اور زنبور (بھڑ) شہد کی مکھی کو شکار کر کے کھاتا ہے اور شہد کی مکھی عام مکھیوں کو شکار کر کے کھاتی ہے اور مکھی مچھر کو شکار کر کے کھاتی ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ جاحظ بدشکل تھا کیونکہ اس کی دونوں آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں اور منقول ہے کہ متوکل نے اسے اپنی اولاد کی تعلیم وتادیب کے لیے بلایا پس جب اسے اس کا منظر قبیح نظر آیا تو اس کو جائزہ وانعام دے کر واپس بھیج دیا۔

ہمارے شیخ بہائی'' کے کشکول سے منقول ہے شیخ نے فرمایا کہ جاحظ انتہائی بدشکل تھا یہاں تک کہ شاعر نے کہا ہے۔

لو یمسخ الخنزیر مسخاً ثانیاً
ماکان دون قبیح الجاحظ

''اگر خنزیر دوبارہ مسخ ہو تو جاحظ کی بدصورتی سے کم ہوگا''۔

ایک دن وہ اپنے شاگردوں سے کہنے لگا مجھے اتنا کسی نے شرمسار نہیں کیا جتنا مجھے ایک عورت نے خجالت دلائی وہ مجھے ایک تصویر بنانے والے کے دروازہ پر لے گئی پس کہنے لگی اس شیطان کی طرح پس میں اس کی گفتگو سے حیران وپریشان ہو گیا جب وہ چلی گئی تو میں نے تصویر بنانے والے سے پوچھا تو وہ کہنے لگا اس نے مجھے ایک کام پر لگایا ہے کہ میں اس کے لیے ایک جن کی اور ایک قول ہے کہ شیطان کی تصویر بنادوں تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس کی شکل وصورت کیسی ہے تو وہ تجھے لے کر آئی ہے۔ انتھی۔

اور جاحظ جیسے بدصورتی میں کئی لوگ ہیں لیکن شکل وصورت یہاں ذکر کرنا مقصود نہیں (کیونکہ) اکثر صاحب کمال کے ہاں مال وجمال کی کمی ہوتی ہے اور یہ خدا کی لطیف حکمت ہے۔

جاحظ کی عمر بڑی لمبی تھی اور آخر عمر میں اس کو فالج ہو گیا تھا اور اس کے آدھے دائیں حصے پر صندل وکافور کی مالش اس کی زیادہ گرمی کی وجہ سے ہوتی تھی اور بائیں آدھے حصہ کی یہ کیفیت تھی کہ اگر اس کی قینچیوں سے کاٹا جاتا تو اس کے زیادہ ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے اسے محسوس تک نہ ہوتا اور وہ اپنی بیماری کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ میرے جسم پر ضدوں نے صلح کرلی ہے اگر کوئی ٹھنڈی چیز کھاتا ہوں تو وہ میرا پاؤں پکڑ لیتی ہے اور اگر گرم چیز کھاتا ہوں تو وہ میرا سر پکڑ لیتی ہے اور وہ کہا کرتا کہ میری بائیں طرف مفلوج ہے

اگر اس کو قینچیوں سے کاٹا جائے تو مجھے کچھ معلوم نہیں ہوتا اور میری دائیں طرف اتنی مضبوط ہے کہ اگر وہاں سے مکھی بھی گزر جائے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے اور مجھے پتھری ہے کہ جس کی وجہ سے پیشاب نہیں آتا اور سب سے زیادہ سخت مجھ پر چھیانواں سال ہے وہ بصرہ میں ۲۵۵ھ میں مرا۔

اور معتز اور مھدی کے زمانہ میں آل ابو طالب میں سے ایک جماعت نے خروج کیا ان میں سے ایک علی بن زید بن حسین بن عیسٰی بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام ہے اس کی والدہ اولاد عقیل میں سے تھی اس نے کوفہ میں خروج کیا عوام و اعراب کوفہ نے اس کی بیعت کر لی مھدی نے شاہ بن میکال کو عظیم لشکر دے کر اس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا جب یہ خبر علی کے لشکر کو پہنچی تو وہ وحشت میں پڑ گیا چونکہ ان کی تعداد دو سو تھی علی نے جب ان کی وحشت و دہشت کو دیکھا تو کہنے لگا اے لوگو یہ لشکر میرا متلاشی ہے اسے میرے علاوہ کسی سے کوئی سروکار نہیں میں اپنی بیعت تمہاری گردن سے اٹھا لیتا ہوں اپنے کام پر جاؤ اور مجھے ان پر چھوڑ دو وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے جب شاہ بن میکال کا لشکر آیا تو پھر علی کے لشکر پر گھبراہٹ طاری ہو گئی علی کہنے لگا لوگو اپنی جگہ کھڑے رہو اور میری شجاعت کا تماشا دیکھو پس اس نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور اپنا گھوڑا اس عظیم لشکر میں دوڑا دیا اور ان پر دائیں بائیں طرف تلوار چلائیں یہاں تک کہ لشکر کے درمیان سے گزر کر باہر نکل گیا اور ایک ٹیلہ پر چڑھ گیا دوبارہ ان کے پیچھے سے آ کر حملہ کیا لشکر خوف کے مارے اس کو راستہ دے دیتا یہاں تک کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر لوٹ آیا اور دو تین مرتبہ یونہی حملہ کیا اس کے لشکر کے دل قوی ہو گئے اور انہوں نے شاہ میکال کے لشکر پر حملہ کر دیا شاہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور علی بن زید کو فتح نصیب ہوئی وہ اسی طرح رہا یہاں تک کہ معتمد کے زمانہ میں بصرہ میں ماجم نے اسے طاہر بن محمد علوی و طاہر بن احمد حسنی کے ساتھ قتل کر دیا اور انہیں دنوں موسیٰ بن بغانے ھمدان سے ایک لشکر کوسی کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور اس واقعہ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن مجتبٰی علیہ السلام مارا گیا۔

انہی دنوں میں حارث بن اسد نے محمد بن حسن بن محمد بن ابراہیم بن حسن بن زید بن حسن مجتبٰی علیہ السلام کو بیڑیاں لگا کر قید کر کے مدینہ بھیجا اور مقام حضراء میں محمد کی وفات ہوئی حارث نے اس کے پاؤں کاٹ کر بیڑیاں نکالیں اور اس زمانہ میں ہی سعید حاجب نے بصرہ میں جعفر بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو قتل کر دیا۔

اور سعید حاجب نے ہی موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسین بن زید بن حسن مجتبٰی علیہ السلام کو جو مرد صالح اور رواۃ احادیث میں سے تھا اس کے بیٹے اور ادریس بن موسیٰ اور بھتیجے محمد بن یحیٰی ابو طاہر احمد بن زید بن حسین بن عیسٰی بن زید بن علی ابن الحسین علیہما السلام کے ساتھ عراق کی طرف لے آیا بنی فزارہ کی ایک جماعت نے سعید پر حملہ کر دیا اور اس گروہ کو سعید شقی کے ہاتھ سے لے کر رہائی دلائی سوائے موسیٰ کے کہ اس نے بھاگنے سے انکار کیا لہٰذا وہ سعید کے ساتھ رہا سعید نے اسے مقام زبالہ میں ماہ محرم ۲۵۶ھ میں زہر دے کر قتل کر دیا اور اس کا سر مھدی کے پاس بھیجا اسی زمانہ میں عبداللہ بن عزیز نے علی بن عبدالرحمن بن قاسم حسنی کو محمد بن عبداللہ جعفری کے ساتھ ری کے قریب قتل کر دیا اور عبداللہ بن عزیز ہی نے محمد بن حسین حسنی کو

علی بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفری کے ساتھ ری کے قریب قتل کر دیا اور عبداللہ بن عزیز ہی نے محمد بن حسین حسنی کو علی بن موسیٰ بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کے ساتھ قید کیا اور سر من رای میں لے گیا اور دونوں کو قید کر دیا یہاں تک کہ وہ قید میں مر گئے۔

اور اسی زمانہ میں محمد بن احمد بن عیسی المنصور معتدی کے عامل مدینہ نے ابراہیم بن موسی بن عبداللہ حسنی کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا یہاں تک کہ قید میں اس کی وفات ہوئی اور بقیع میں دفن ہوا۔اور عیسیٰ بن محمد مخزومی نے علی بن موسیٰ بن حسینی کو بھی مکہ میں قید کر دیا یہاں تک کہ قید خانے میں اس کی وفات ہوگئی اور موسیٰ بن اسماعیل جعفری کو خلیفہ ابوالساج نے پکڑ لیا اور کوفہ لے گیا اور اس نے کوفہ میں جان دے دی۔

معتمد علی اللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جب معتدی دنیا سے چل بسا تو اس کا چچازاد احمد بن جعفر متوکل اس کی جگہ پر بیٹھا اور اس کی خلافت کا زمانہ ابتداء ماہ رجب ۲۵۶ھ علی تھا اور ماہ رجب ۲۷۹ھ میں ہی وہ دنیا سے بھی گیا اور اس کی مدت خلافت نے تیس سال طول کھینچا اور اس کی عمر اڑتالیس سال تھی وہ بغداد میں دفن ہوا اس کی خلافت کے پہلے سال ۲۵۶ھ عید فطر کے دن محمد بن اسماعیل بخاری مشہور صحیح بخاری کے مولف نے وفات پائی اور بخاری کی ایک مشہور حکایت ہے کہ جب وہ بغداد میں وارد ہوا اور اہل حدیث اس کے پاس جمع ہوئے اور اس پر الٹی روایات پیش کیں اور اس سے یہ حکایت بھی ہوئی ہے کہ اس نے کہا میں نے اپنی کتاب صحیح میں کوئی حدیث نہیں لکھی جب تک میں نے پہلے غسل اور دو رکعت نفل نماز نہیں پڑھ لی اور یہ بھی اس نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب صحیح سولہ سال کے عرصہ میں تصنیف کی ہے اور اس کو میں نے چھ لاکھ احادیث میں سے نکالا ہے اور اس کو اپنے اور خدا کے درمیان حجت و دلیل قرار دیا ہے اور ابن تیمیہ حرانی نے منہاج السنہ میں کہا ہے کہ بخاری نے احتیاط کی ہے اور اس نے اپنی صحیح میں حضرت صادق سے احادیث نقل نہیں کی کیونکہ اسے آپ کی بعض احادیث کے متعلق شک و ریب حاصل ہوا تھا۔

تعجب ہے بخاری سے کہ اس نے کیوں احتیاط کی رعایت نہیں کی کہ خوارج و نواصب سے نقل روایت میں حالانکہ ان میں سے بارہ سو افراد سے اس نے روایت کی ہے (ابن حجر وغیرہ کی تصریح کے مطابق) کہ جن میں سے ایک عمران بن حطان سدوسی ابن ملجم کا مدح خوان ہے اور اس مقام کی شرح طویل ہے اور ہم نے فیض القدیر اور شرح وجیزہ میں جو کچھ اس مقام کے مناسب ہے اس کو بیان کیا ہے اور اس مقام میں بعض کلمات کی بھی گنجائش نہیں۔

اور ۲۵۶ھ ہی میں زبیر بن بکر بن بکار نے وفات پائی اور زبیر بن بکار کی نسبت زبیر بن عوام قریشی تک پہنچتی ہے وہ مکہ کا قاضی تھا اور اسے قریش کے نسب نامہ پر پورا عبور تھا اس کی تالیفات میں سے کتاب انساب قریش ہے۔

اور ۲۵۷ھ ۱۷ شوال میں صاحب زنج بصرہ میں داخل ہوا اور بصرہ کے لوگوں کو اس نے قتل کیا اور لوگوں کے گھر مسجد جامع سمیت جلا دیئے اور عباس بن فرج بھی جو ریاشی کے لقب سے مشہور نحوی ولغوی ہے مسجد جامع میں تھا اور نماز ضحیٰ (سینوں کے نزدیک چاشت کے وقت یہ نماز چار، آٹھ یا بارہ رکعت پڑھی جاتی ہے اور یہ نماز تراویح کی بہن ہے، پڑھ رہا تھا اسے اس واقعہ میں قتل کر دیا گیا۔

اور ربیع الاول کے ابتدائی دنوں ۲۵۸ھ میں معتمد نے اپنے بھائی موفق کو مفلح کے ساتھ بصرہ صاحب زنج سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور اس واقعہ میں مفلح مارا گیا اور اس کا جنازہ سامراء میں اٹھالائے اور موفق بھی جنگ سے دستبردار ہو گیا اسی سال یحییٰ بن معاذ رازی واعظ نے جو طریقت والوں کے سرکردہ افراد میں سے ایک اور جنید بغدادی کا معاصر ہے نیشاپور میں وفات پائی اور ۲۵۹ھ میں طاہریوں کی حکومت ختم ہوئی اور صفاریوں کی حکومت کی ابتداء ہوئی اور صفاریوں میں سے چند افراد نے حکومت کی جن میں سے لا یعقوب نامی اور ۲۶۰ھ میں حضرت ابو محمد امام حسن بن علی عسکری صلوٰت اللہ علیہ والد بزرگوار حضرت مہدی منتظر واما ثانی عشر صلوات اللہ علیہ وعجل اللہ فرجہ کی شہادت ہوئی۔

اور اسی سال ثقہ جلیل القدر رئیس الطائفہ فضل بن شاذان نیشاپوری نے وفات پائی اور اس شیخ جلیل الشان کے فضائل بہت ہیں اور ایک سو اسی کتاب ان کی تصنیف ہیں اور حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام نے تین مرتبہ ان پر رحمت کی دعا کی ہے۔

اور ۲۶۰ھ ہی میں احمد بن ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ مبارک یزیدی عالم وادیب نحوی ولغوی نے وفات پائی اور یزیدیوں کا اہل علم وادب کا ایک سلسلہ ہے کہ جن میں سے یحییٰ بن مبارک ہے جو اس نسبت کے ساتھ مشہور ہوا کیونکہ ابتداء میں وہ یزید بن منصور حمیری کی اولاد کا مربی واستاد تھا جو یزید کوفہ سے لے کر بصرہ تک کا والی تھا اگرچہ بعد میں یحییٰ رشید کا خدمت گزار بنا اور اس کے بیٹے مامون کا مربی قرار پایا اور انہیں میں سے ہے اس کا پوتا فاضل نبیل علامہ محمد بن عباس بن محمد بن یحییٰ مذکور اور ان میں سے ہے ابراہیم بن یحییٰ ابو اسحاق نحوی جو صاحب تصنیفات ہے اور اس کے متعلق حکایت ہوئی ہے کہ وہ ایک دن مامون کے دربار میں تھا اور اس کے پاس یحییٰ بن اکثم قاضی بھی تھا اور اس نے شراب پینے کا ارادہ کیا تو یحییٰ نے اس سے مزاح کرتے ہوئے کہا کہ کیا ہو گیا ہے معلمین کو کہ وہ لڑکوں سے لواطت کرتے ہیں پس ابراہیم نے سر اٹھا کر دیکھا تو مامون یحییٰ کو اس سے مزاح کرنے اور چھیڑنے پر ابھار رہا تھا تو ابراہیم کو غصہ آ گیا اور کہا کہ امیر المومنین اللہ کی ساری مخلوق میں سے اس چیز کو بہتر جانتے ہیں کیونکہ میرے باپ نے انہیں علم وادب کی تعلیم دی ہے پس مامون غصہ کی حالت میں دربار سے اٹھ گیا اور لہو ولعب کی چیزیں اٹھالی گئیں پس یحییٰ ابراہیم کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ تجھ سے کیا سخت بات نکلی ہے میں سمجھتا ہوں اے آل یزید یہ کلمہ تمہاری تباہی کا سبب بن جائے گا ابراہیم کہتا ہے میرا نشہ ہرن ہو گیا اور میں نے مامون کو لکھا اذا انا المذنب میں گناہگار ہوں آخر اشعار تک جن میں اس نے اظہار ندامت کیا اور مامون کا جواب معافی کا آیا۔

اور یہاں ایک کلام ہے کہ جس کی صاحب روضات نے ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ جس کا ذکر گزر چکا ہے اس کے حالات کے ضمن

میں وارد کیا ہے بعد اس کے کہ اس کا وہ شعر لکھا ہے جو معجم حروف کا جامع ہے کہتا ہے کہ یہ کوئی عجیب بات نہیں بلکہ بہت زیادہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ جس میں اوّل کتاب طہارت میں شرح کبیر کے سارے نسخے متفق ہیں کہ جس میں لفظ طہور جو قرآن میں واقع ہے اس کے معنی طاہر و مطہر کی نسبت عظیم لغویوں کی ایک جماعت کی طرف دی گئی ہے کہ جنہیں سے ایک ترمذی ہے حالانکہ مراد اس سے یزیدی مذکور ہے اور علما جمہور کے نزدیک ترمذی صرف لقب ہے ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ کا جو مشہور صحاح ستہ کے مولفین میں سے ایک ہے جو شہر ترمذ میں ۲۷۹ھ میں فوت ہوا ہے انتھی۔

لیکن مخفی نہ رہے کہ ترمذی کا لقب کبھی کبھار محمد بن احمد بن نصر ترمذی فقیہ شافعی متوفی ۲۹۵ھ پر بھی بولا جاتا ہے اور کبھی کبھی محمد بن علی بن الحسین جو حکیم ترمذی کے لقب سے مشہور ہے پر بھی بولا جاتا ہے پس تراجم و حالات رجال کی کتب کو دیکھو۔

اور ۲۶۰ھ ہی میں حسنین بن اسحاق طبیب نے وفات پائی اور وہ وہی ہے جس نے کتاب اقلیدس کا عربی ترجمہ کیا اور اسے یونانی زبان سے عربی میں منتقل کیا اور جس کی چھان بین ثابت بن قرہ نے کی۔

اور ۲۶۱ھ میں طیفور بن عیسیٰ نے (جو ابو یزید بسطامی کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور ابو یزید بسطامی تو وہ شیخ ومرشد و مشہور صوفی ہے اور عرفاء کے کلمات میں ہے کہ ابو یزید نے ریاضت کی اور ایک سو تیرہ مشائخ کی خدمت کی یہاں تک کہ ہمارے مولا وآقا جعفر بن محمد صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا پس آپؑ کی خدمت میں اسے اپنا مقصود وملا اور ایک جماعت کہتی ہے کہ وہ آپؑ کے گھر کا ماشکی تھا چونکہ یہ چیز حسب ظاہر بعید ہے کیونکہ دونوں کے زمانے الگ الگ ہیں اس لیے کہ ہمارے مولا صادق علیہ السلام کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی ہے اور دونوں کے زمانہ کے درمیان ایک سو تیرہ سال کا فاصلہ ہے حالانکہ ابو یزید کی عمر اسی سال سے زیادہ نہیں پس اس بات کی انہوں نے تاویل کی ہے اور بعض نے مولا صادق علیہ السلام کی جگہ ہمارے آقا علی بن موسیٰ رضا سلام اللہ علیہما کو رکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جناب امام ابو جعفر محمد بن علی جواد علیہ السلام تھے اور بعض نے اس اشکال سے چھٹکارا پانے کے لیے کہا ہے کہ اس نسبت والقاب کے اشخاص متعدد تھے اور یہ کہ ابو یزید دو ہیں اکبر واصغر اور ماشکی اکبر تھا واللہ العالم۔

اور ۲۶۱ھ میں ہی مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری مشہور صحیح اصح کتب ہے اور زیادہ صحیح مسلم کے مولف نے وفات پائی اور اس کی صحیح کے متعلق بعض علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ آسمان کے سایہ کے نیچے علم حدیث میں مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں اور صاحب نواقض الروافض نے کہا ہے کہ اکثر علماء عرب کہتے ہیں کہ کتاب خدا کے بعد اصح الکتاب صحیح مسلم بن حجاج قشیری ہے اور ان کے علاوہ اکثر علماء کہتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل بخاری کی صحیح اصح کتب ہے اور زیادہ صحیح یہی قول ہے اور جس حدیث پر بخاری ومسلم کا اتفاق ہو جائے اس پر پوری امت کا اتفاق ہے اور یہی بات ہے کہ بہت سے محدثین کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح اور متفق علیہ ہے اس سے مراد ان کی مسلم و بخاری کا اتفاق ہونا ہے نہ کہ ساری امت کا اگرچہ اس کا لازمہ یہی ہے۔

یہاں تک کہ کہتا ہے اور اسلام میں یہ دو نو کتب مصحف کریم اور قرآن عظیم کی دو ساتھی ہیں میں کہتا ہوں علماء اور محدثین کی یہاں بحث و گفتگو ہے جس کا ذکر مناسب مقام نہیں اور جو اس پر مطلع ہونا چاہیے وہ کتاب عبقات الانوار کی طرف رجوع کرے اور مسلم

کہتا ہے کہ میں نے یہ صحیح مسند تین لاکھ سنی ہوئی احادیث میں سے چن کر تصنیف کی ہے۔

عبدالقادر حنفی الجواہر المضیہ سے حکایت شدہ قول کے مطابق کہتا ہے کہ حافظ رشید عطار نے اک کتاب صحیح مسلم کی مقطوع السند احادیث کے بیان میں جمع کی ہے اور اس کا نام رکھا ہے الغرر الفوائد فی بیان ماوقع فی صحیح مسلم من الاحادیث المقطوعۃ اور حکایت ہے کہ مسلم نے جب اپنی صحیح تیار کر لی تو اس کو ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کیا تو اس نے اس کا انکار کیا اور اسے اچھا نہ سمجھا اور کہنے لگا تو نے اسے صحیح کا نام دیا ہے حالانکہ تو نے اسے اہل بدعت وغیرہ لوگوں کے لیے سیڑھی قرار دیا ہے۔

اور ۲۶۲ھ میں یعقوب بن لیث صفار بہت بڑا لشکر لے کر عراق کی طرف آیا اور دیر عاقول میں جو دجلہ کے کنارے واسط وبغداد کے درمیان ہے اترا۔ معتمد نے اپنے بیٹے مفوض کو سامراء میں چھوڑا اور خود بہت زیادہ لشکر کے ساتھ یعقوب سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور اس سے جنگ کی یہاں تک کہ یعقوب نے صفار کو شکست دی اور معتمد کے لشکر کو بہت سامال غنیمت ہاتھ لگا منقول ہے کہ دس ہزار گھوڑے ان کے انہیں غنیمت میں ملے اور یعقوب اصل میں تانبے کے برتن بنانے والا (ٹھٹھیرا) تھا اسی لیے اسے صفار کہتے ہیں رفتہ رفتہ اس نے لشکر تیار کر لیا اور خوارج کو قتل کرتا تھا یہاں تک کہ اس کا معاملہ آگے بڑھ گیا اور خراسان و سجستان اور دوسرے علاقے اس نے تسخیر کر لیے اور انہیں اپنے تصرف میں لے آیا اور جب اس کی حکومت طاقتور ہو گئی تو اس نے خلیفہ معتمد کیخلاف خروج کیا اور عراق آیا اور جنگ کی یہاں تک کہ اسے شکست ہوئی پھر دوبارہ وہ لشکر کی تیاری کرنے لگا اور خروج کا خیال رکھتا تھا کہ اجل نے اسے مہلت نہ دی اور قولنج کا مرض اسے لاحق ہو گیا اطباء نے حقنہ کا علاج تجویز کیا وہ اس نے قبول نہ کیا لہٰذا اسی بیماری میں انیس شوال ۲۶۵ھ میں مر گیا اس کے بعد اس کی جگہ اس کا بھائی عمرو بن لیث بیٹھا اور وہ خلیفہ کی طرف سے اطراف خراسان کا ولی تھا یہاں تک کہ اس نے ماوراء النہر کا علاقہ وہاں کے والی اسماعیل بن احمد کے ہاتھ سے چھیننے کے لیے ۲۸۷ھ میں اس سے جنگ کی آخر کار مغلوب ہو گیا اور انہوں نے اس کو قید کر لیا اور خلیفہ معتضد کے پاس بھیجا اور وہ معتضد کے پاس قید رہا یہاں تک کہ معتضد مر گیا اور مکتفی خلیفہ ہوا اور مکتفی کی خلافت کے ایک دن بعد عمرو بن لیث بھی مر گیا اور عمرو ابتداء میں گدھے کرایہ پر دیتا تھا اور کہتے ہیں کہ اس کی تعمیرات میں سے شیراز کی مسجد جامع عتیق ہے کہ جس کو مسجد جمعہ کہتے ہیں کہ جسے ۲۸۱ھ میں اس نے تعمیر کیا تھا اخبار والو اور اور شہرت کے ساتھ نسبت دیتے ہیں کہ یہ مسجد اولیاء سے خالی نہیں رہتی اور اخبار نوادر آل لیث کے آثار بہت ہیں۔

مسعودی نے کہا ہے کہ یعقوب صفار مرد سیاست دان تھا اور اس نے اس طرح لشکر کی تدبیر کی ہوئی تھی کہ جیسی سنی نہیں گئی منقول ہے کہ ایک دفعہ اس نے حکم دیا کہ جنگ کے لیے باہر نکلو اس کے لشکر نے یہ سنتے ہی فوراً اپنے گھوڑے چراگاہوں سے پکڑے اور سوار ہو کر دوڑ پڑے ایک شخص کے گھوڑے کے منہ میں گھاس تھی اس نے وہ گھاس اس کے منہ سے چھین لی اس خوف سے کہ اس کے گھاس چبانے جتنی دیر نہ ہو جائے اور فارسی زبان میں گھوڑے سے کہنے لگا کہ امیر المومنین نے گھوڑوں کو تازہ گھاس کھانے سے روک دیا ہے جب یعقوب کا منادی ہتھیار جنگ پہننے کی ندا دیتا تو تمام لشکر آناً فاناً یکدم ہتھیار پہن لیتا۔

حکایت ہوئی کہ ایک شخص کو لوگوں نے دیکھا کہ ہتھیاروں کے نیچے اس نے لباس نہیں پہن رکھا تھا اس کا سبب انہوں نے

پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ میں غسلِ جنابت میں مشغول تھا۔

کہ امیر کے منادی نے ندا دی کہ ہتھیار لگاؤ تو میں نے اس وجہ سے کہ امیر کے حکم میں میں نے تاخیر کی ہو لباس نہیں پہنا اور ہتھیاروں کے پہننے پر اکتفاء کیا ہے کہا گیا ہے کہ صفار کی قبر پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

ملكت خراساناً واكناف فارس
وما كنت عن ملك العراق بآيس
سلام على الدنيا وطيب نسيمها
كأن لم يكن يعقوب فيها بجالس

''میں خراسان اور اطراف فارس کا مالک تو ہو گیا تھا اور میں ملک عراق سے بھی مایوس نہیں تھا (لیکن اب) سلام ہے دنیا اور اس کی پاکیزہ خوشبو پر گویا یعقوب تو اس میں کبھی بیٹھا ہی نہیں۔''

اور ۲۶۴ھ میں موسیٰ بن بغا و اسماعیل بن یحییٰ مزنی اور یونس بن عبدالاعلی نے وفات پائی موسیٰ بن بغا ترکی اور مہتدی اور معتمد کے امراء لشکر میں سے تھا اور یہ وہی شخص ہے کہ جس کے متعلق اہل قم نے حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں شکایت کی تو حضرتؑ نے انہیں اپنی دعائے قنوت میں یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا الحمد الله شاكرا النعمائه۔ الخ وہ مبسوط دعا ہے جو حضرتؑ قنوت میں پڑھا کرتے تھے اور مہج الدعوات اور بحار الانوار میں تحریر ہے اور ۲۶۵ھ میں مستعین نے اسے جزیرہ اقریطش کی طرف کسی جرم کی بنا پر جو اس سے صادر ہوا تھا شہر بدر کر دیا اور ابن خصیب دلیر اور خونریز شخص تھا منقول ہے کہ ایک دفعہ وہ سوار تھا کہ ایک شخص نے اس سے کسی ظلم کی شکایت کی تو اس نے پاؤں رکاب سے نکال کر اس طرح اس بیچارے کے دل پر مارا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

اور ماہ صفر ۲۷۰ھ میں موفق صاحب زنج سے جنگ کرنے کے لیے نکلا اور بصرہ میں اس سے جنگ کی یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا اور صاحب زنج کے تسلط و قہر و غلبہ کی مدت چودہ سال اور چار مہینے رہی اور اس قلیل عرصہ میں اس نے بہت سے لوگ قتل کیے اور وہ عورتوں اور بچوں تک پر رحم نہیں کرتا تھا اور انہیں بھی قتل کر دیتا تھا اور بہت سے گھروں کو تباہ و برباد کر کے انہیں جلا دیا اور لوگ اس کے مقتولین کے بارے میں دو قسم کے ہیں بعض بہت زیادہ بتاتے ہیں اور بعض بہت کم جو زیادہ کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدائے عالم الغیوب کے علاوہ ان اشخاص کی تعداد کوئی نہیں جانتا جو شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کے صاحب زنج نے قتل کیے کیوں کہ کثرت میں وہ یہاں تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ممکن نہیں انہیں شمار کیا جا سکے اور جو کم تعداد کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پانچ لاکھ افراد کو اس نے برباد کیا اور ہر ایک گروہ کا کلام ظن و انداز ے پر مبنی ہے۔

فقیر کہتا ہے میں نے جو یہ مقدار لکھی ہے یہ تاریخ سے نقل کیا ہے لیکن میں اس کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ اس مقدار کا میں تصور بھی نہیں کرتا خلاصہ یہ کہ منقول ہے کہ ایک ہی واقعہ میں اس نے بصرہ میں تین لاکھ مرد قتل کر دیے اور اس کا فتنہ بصرہ کے لوگوں پر بہت سخت و عظیم تھا اور بصرہ کے لوگ سوائے چند افراد کے جو بچ گئے بعض قتل ہوئے اور بعض غرق ہو گئے اور بہت سے ان میں سے مخفی

دپوشیدہ ہو گئے اور رات کو باہر نکلتے اور کتے اور بلیاں پکڑ کر بھوک کے مارے انہیں کھاتے یہاں تک کہ کتے بلے اور چوہے انہوں نے ختم کر دیئے پھر حالت یہ ہوئی کہ جب کوئی شخص ان میں سے مرجاتا تو اس کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیتے اور اسے کھا جاتے اور اس طرح لوگوں پر معاملہ سخت ہوا منقول ہے کہ ایک عورت کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ ایک سر ہاتھ میں لیے ہوئے گریہ وزاری کر رہی ہے اس کا سبب انہوں نے پوچھا تو کہنے لگی کہ لوگ میری بہن کے گرد جمع ہو گئے کہ وہ جب مرجائے تو وہ اس کا گوشت کھائیں گے ابھی وہ مری نہیں تھی کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کا گوشت بانٹ لیا اور مجھے اس میں سے سوائے سر کے کوئی حصہ انہوں نے نہیں دیا اور اس تقسیم میں انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں بار ہا صاحب زنج کے خروج اس کے بصرہ کے لوگوں کو قتل کرنے اور ان کے بھوکے رہنے اور باقی گرفتاریوں میں مبتلا رہنے کی طرف اشارہ کیا ہے او نہج البلاغہ میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا تاریک راتوں کے ٹکڑوں کی طرح ایسے فتنے ہوں گے کہ ان کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکے گا یہاں تک فرمایا پس ویل دہلاکت ہے تیرے لیے اے بصرہ اس لشکر سے جو اللہ کے عذابوں سے میں ایک عذاب ہوگا نہ اس میں کوئی گردوغبار ہوگا نہ حس وحرکت اور عنقریب تجھ میں رہنے والے سرخ موت اور غبار آلود کرنے والی بھوک میں مبتلا ہوں گے۔

اور ۲۷۰ھ میں احمد بن طولون نے مصر میں وفات پائی اس کی حکومت وولایت کی مدت سترہ سال تھی اور وہ معتز کی طرف سے مصر کا والی تھا بعد میں شام اور سرحدوں پر بھی اس کا قبضہ ہو گیا اور وہ جود وسخا میں مشہور اور زیادہ خونریزی میں معروف تھا اور اس نے جن لوگوں کے قتل کا حکم دیا یا جو اس کے قید خانے میں مر گئے وہ اٹھارہ ہزار افراد ذکر ہوئے ہیں طولون ترکی لفظ ہے اور یہ احمد کے باپ کا نام ہے اور کتاب الدر المسلوک میں ہے کہ ابن طولون نے ایک کروڑ دینار اور چودہ ہزار غلام چھوڑے اور اس کی حکومت تقریباً چھبیس سال رہی اور وہ ہوشیار اور عقلمند تھا اس نے مشہور جامع مسجد تعمیر کروائی جو مصر اور قاہرہ کے درمیان سیدہ نفیسہ بنت حسین بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے مشہد کے قریب ہے اور وہاں آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی کی قبر بھی ہے اور رقیہ دختر امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب آمنہ دختر حضرت باقر علیہ السلام اور فاطمہ دختر محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کی قبریں ہیں اور ۲۷۱ھ میں بوران حسن بن سہل کی بیٹی مامون کی بیوی نے وفات پائی اور اس کی شادی مامون کے ساتھ ہوئی نہ خود مخارج جو اس کی شادی میں صرف ہوئے مشہور ہیں۔ اور ۲۷۳ھ میں ابن ماجہ قزوینی ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ نے جو مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کا مولف ہے وفات پائی اور بعض اس کی کتاب کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں اور ۲۷۴ھ میں احمد بن محمد بن خالد بن عبدالرحمن بن محمد بن علی برقی صاحب تالیفات کثیرہ نے کہ جن میں سے ایک کتاب محاسن برقی ہے وفات پائی اور برقی قم کی نہر برقہ کی طرف منسوب ہے اور یہ شیخ جلیل ثقافت علماء اور اصحاب امامیہ میں سے ہے اور چونکہ ضعفاء سے روایت اور مراسیل پر اعتماد کرتا ہے قمیوں نے اس پر طعن کیا ہے اور شیخ ثقہ ابو جعفر احمد بن محمد بن عیسیٰ قمی نے کہ جو بزرگ شیخ رئیس اور فقیہ قم تھے اس کو قم شہر سے نکال دیا لیکن اس کے بعد پھر اسے قم میں لے آئے اور اس سے غدار خواہی کی اور جب برقی کی وفات ہوئی تو احمد بن محمد بن عیسیٰ نے سر و پا برہنہ اس کی تشییع جنازہ کی اور برقی کے دادا

محمد بن علی کو یوسف بن عمر ثقفی والی عراق نے زید بن علی بن الحسینؑ کی شہادت کے بعد قتل کر دیا لہذا خالد اپنے باپ عبدالرحمن کے ساتھ عراق عرب سے بھاگ کر برقہ رود (نہر) قم میں آیا اور وہیں سکونت کر لی۔

اور ۲۷۵ھ سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی صاحب سنن نے بصرہ میں وفات پائی ابن خلکان کہتا ہے ابوداؤد کہا کرتا تھا کہ میں نے رسول خداؐ سے منسوب پانچ لاکھ احادیث لکھی ہیں ان میں سے جو میں انتخاب کی ہیں وہ اس کتاب (یعنی سنن) کے ضمن میں ہیں اس میں نے چار ہزار اور آٹھ سو احادیث جمع کی ہیں۔اس میں صحیح اور جو اس کی مثل یا قریب قریب ہیں ذکر کی ہیں اور انسان کے دین و دیانت کے لیے کافی ہیں اور ان میں سے چار احادیث یہ ہیں ان میں ایک حضرت کا یہ ارشاد ہے کہ **انما الاعمال بالنیات** سوائے اس کے نہیں کہ اعمال کا (دارومدار) نیات کے ساتھ ہے دوسرا آپ کا ارشاد ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ جو چیزیں اسلام کے مقاصد میں داخل نہیں انہیں چھوڑ دے تیسرا آپ کا ارشاد ہے **لایکون المومن مومنا حتی یرضی لاخیہ مایرضاہ لنفسہ**۔مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے اور چوتھا آپ کا اشاد ہے۔**الحلال بین والحرام بین وبین ذلک امور مشتبہات** واضح حلال ہے اور واضح حرام ہے اور ان دونوں کے درمیان میں کچھ مشتبہ چیزیں (الحدیث بکمالہ)

اور ۲۷۶ھ میں عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نحوی لغوی مرگ مفاجات میں وفات پا گیا اور ابن قتیبہ مشاہیر میں سے صاحب تالیفات ہے اور ایک مدت تک شہر دینور میں جو بلاد جبل میں سے ہے اور کرمانشاہاں سے قریب ہے قاضی رہا اور ۲۷۸ھ میں موفق باللہ ابواحمد طلحہ بن متوکل معتمد کے بھائی اور اس کے ولی عہد نے وفات پائی اور موفق وہی ہے کہ زبیر بن بکار نے کتاب موفقیات جس کے نام سے لکھی ہے اور خطبہ میں اسے دو القاب سے ملقب کیا جاتا تھا **اللھم اصلح الامیر الناصر لدین اللہ باحمد طلحہ الموفق باللہ وولی عھد المسلمین واخا امیر المومنین ولقب بالناصر حین فرغ من امر محمد بن علی صاحب الزنج**۔خدایا امیر ناصر الدین اللہ ابوحمد طلحہ موفق باللہ مسلمانوں کے ولی عہد امیر المومنین کے بھائی کی اصلاح فرما اور وہ ناصر کے لقب سے تب ملقب ہوا جب محمد بن علی صاحب زنج کے معاملہ سے فارغ ہوا۔

اور ۲۷۹ھ میں محمد عیسی ترمذی بخاری کے شاگرد اور حفظ حدیث میں مشہور شخص نے وفات پائی اور معتمد کے زمانہ میں آل ابوطالب میں سے ایک جماعت نے خروج کیا اور وہ قتل ہوئے جن میں سے احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن اسماعیل طباطبا ہے کہ جس کی والدہ عثمان بن حنیف بصرہ میں حضرت امیر المومنین کے عامل کی اولاد میں سے ہے احمد بن طولون نے احمد بن محمد کو قتل کیا اور اس کا سر معتمد کے پاس بھیجا۔اور ایک احمد بن محمد بن جعفر بن حسن بن عمر بن علی بن الحسین علیہ السلام ہے کہ جس کو اس کے والد کے ساتھ محمد بن میکال نیشاپور لے گیا اور دونوں نے وہاں وفات پائی البتہ اس کے باپ نے اس سے پہلے وفات پائی۔

اور ایک عبداللہ بن علی بن عیسی بن یحیی بن حسین بن زید ہے جو طواحین میں اس جنگ میں جو احمد بن موفق اور کمار یہ بن احمد کے درمیان ہوئی مارا گیا تھا اور ایک علی بن ابراہیم بن علی بن عبداللہ بن علی بن الحسین علیہ السلام ہے کہ جو سر من رای میں جعفر بن متوکل

کے گھر کے دروازہ پر مارا گیااور اس کے قاتل کی خبر نہ ہوئی اور ایک محمد بن احمد علوی ہے کہ جسے عبدالعزیز دلف نے آبہ بستی میں جو قم کی ایک بستی ہے قتل کردیااور ایک حمزہ بن حسین جعفری ہے کہ جس کو صلاب ترکی نے قتل کیااور اس کا مثلہ (ناک، کان وغیرہ کاٹ لینا) کیا اور ایک حمزہ بن عیسیٰ بن محمد بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن ہے کہ جسے صفار اور حسن بن زید کے واقعہ میں طبرستان میں قتل کیا گیا اور اسی واقعہ میں محمد وابراہیم حسن بن علی بن عبیداللہ بن حسین علی بن حسین علیہ السلام کے بیٹوں کو اور حسن بن محمد بن زید بن عیسیٰ بن زید بن حسن کو اور اسماعیل بن عبداللہ جعفری کو بھی قتل کیا گیا اور محمد بن حسین بن محمد بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید سرمن رای کے قید خانہ میں وفات پا گیا۔

اور موسیٰ بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن نے معتمد کے زمانہ میں وفات پائی اور وہ معتز کے زمانہ میں مصر سے آیا تھا اور سعید حاجب نے علی بن محمد بن احمد ن عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کو اس کے دونوں بیٹوں احمد وعلی کے ساتھ گرفتار کیا اور قید کردیا علی بن محمد احمد کے ساتھ زندان میں وفات پا گیا البتہ علی بن علی (محمد رہا ہو گیا)۔

اور ایک روایت ہے حسین بن ابراہیم بن علی بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن کہ جسے صفار نے گرفتار کر کے قید کردیا اور جب صفار نے نیشاپور پر فتح وغلبہ حاصل کیا تو حسین کو طبرستان کی طرف لے گیا اور وہ راستہ میں مرگیا۔ اور ایک محمد بن عبداللہ بن زید بن عبداللہ بن حسن زید بن حسنؑ ہے کہ جس نے یعقوب صفار کی قید میں نیشاپور میں وفات پائی اور صفار نے اس کو طبرستان سے قید کیا تھا اور معتمد کے زمانہ میں بہت سے واقعات حوادث اور فتنوں نے رخ کیا اور معتمد نے اپنے زمانہ میں لذات ولہو ولعب کو اختیار کر رکھا تھا اور رفتہ رفتہ اس کا بھائی ابو احمد موفق اس کی سلطنت کے امور کا مدبر ہو گیا یہاں تک کہ تمام امور اس کے قبضہ میں ہو گئے اور معتمد کا کوئی تصرف اور حکم باقی نہ رہا اور برائے نام خلافت کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا اور جب موفق مرگیا تو اس کے بیٹے احمد معتضد نے اس کی جگہ لے لی اور اس پر مستقر ہو گیا (اور اپنے چچا معتمد پر غلبہ حاصل کیا اور اس کو اپنے باپ کی طرح مقہور ومجبور کردیا اور معتمد نے خود اپنی مقہوریت ومغلوبیت کی ان دو اشعار میں تصویر کشی کی ہے۔

لیس من العجائب ان مثلی
یری ماقل ممتنعا علیه!
وتوخذ باسمه الدنیا جمیعا
وما من ذاک شئی فی یدیه

''کیا یہ عجائبات میں سے نہیں کہ میرے جیسا شخص دیکھتا ہے ان چیزوں کو جو اس پر ممنوع نہیں تھیں اور ساری دنیا اس کے نام سے لی جاتی ہے لیکن اس کے ہاتھ میں اس میں سے کچھ بھی نہیں۔

اور مسلسل معتمد کا معاملہ اسی طرح گزر رہا تھا یہاں تک کہ اس نے اٹھارہ جب ۲۷۵ھ میں وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ اس کی شراب میں زہر ملا دی گئی تھی اور اس کی سلطنت کے زمانہ میں تیئس سال طول کھینچا اور اسی سال محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی صحیح ترمذی

کے مولف نے وفات پائی۔

معتضد باللہ احمد بن طلحہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

احمد بن طلحہ بن متوکل جس کا لقب معتضد ہے اپنے چچا معتمد کی وفات کے دن تخت خلافت پر متمکن ہوا اور یہ اٹھارہ رجب ۲۷۹ھ میں ہوا اور اس کے زمانہ میں فتنوں میں سکون آ گیا اور جنگیں برطرف ہوئیں اور اجناس و نرخ ارزاں ہو گئے مشرق و مغرب کے علاقے اس کے لیے فتح ہو گئے بہت سے مال اس کے خزانہ میں جمع ہوئے اور معتضد بخیل، شوم، بے رحم، خونریز اور سفاک شخص تھا اور مثلہ کرنے اور قسم و قسم کے عذاب و سزائیں دینے میں اس کو بہت رغبت تھی اس نے لوگوں کو اذیت و تکلیف پہنچانے کے (مطامیر) قید خانے بنا رکھے تھے۔

منقول ہے کہ جب اپنے غلاموں میں سے کسی پر ناراض ہوتا تو حکم دیتا کہ زمین میں ایک گڑھا کھودا جائے اور اس کا اوپر والا نصف حصہ گڑھے میں کر دیتے پھر اس میں مٹی ڈالتے اور پھر اس کو دبا دیتے تا کہ (اس کی روح اس کی دُبر سے نکلے اور منجملہ اس خبیث کی سزاؤں کے یہ تھی کہ جس پر غضبناک ہوتا حکم کرتا کہ اس کے بدن کے سوراخوں میں مکمل روئی بھر دی جائے پھر اس کی مقعد پر پھونکنی رکھ دیتے اور اس میں ہوا پھونکتے یہاں تک کہ اس کے بدن میں ہوا پیدا ہو جاتی اور اس کا شکم بڑھ جاتا پھر اس کی دُبر کا سوراخ بھی روئی سے پورے طور پر بند کر دیتے اور وہ دو رگیں جو اس کی بھنوؤں کے اوپر ہیں ان کی فصد کھول دیتے تو وہ بیچارہ اونٹ کی طرح بڑا ہو جاتا اور اس کی جان اس کے بھنوؤں سے بتدریج نکلتی رہتی اور زیادہ رغبت اور میلان معتضد کا عورتوں سے جماع کرنے اور تعمیرات کی طرف تھا اور منقول ہے کہ اس نے ثریا نامی قصر بنایا اور چار لاکھ دینار اس پر خرچ کئے اور اس قصر کا طول تین فرسخ تھا اور معتضد کا غلام خاص بدر نامی تھا جو مکتفی باللہ کے زمانہ میں مارا گیا اور اس کا وزیر عبیداللہ بن سلیمان تھا اور اس کی موت کے بعد قاسم بن عبیداللہ اس کا وزیر ہوا اور اس کی خلافت کے زمانہ ۲۸۲ھ میں محمد بن قاسم نے جو ابوالعیناء اسی آدمیوں کے ساتھ بڑی کشتی میں بیٹھ کر بغداد سے بصرہ کی طرف جا رہا تھا تو وہ کشتی غرق ہو گئی اور اسی آدمی سارے کے سارے ہلاک ہو گئے سوائے ابوالعیناء کے کہ اس نے کشتی کے ایک تختہ سے اپنے کو چمٹا لیا تھا اور وہ بچ گیا حالانکہ وہ نابینا تھا اور جب بصرہ میں پہنچ گیا تب اس کی وفات ہوئی اور ابوالعیناء خوش مزاج ظریف الطبع بلا کا حافظہ رکھنے والا ادیب، فصیح زبان اور شیریں بیان تھا اس کی نادر حکایات اور گفتگو متوکل اور دوسرے خلفاء کے دربار کی مشہور ہیں حکایت ہوئی ہے کہ ایک دن اس نے چاہا کہ وہ صاعد بن مخلد وزیر کے پاس جائے دربان نے کہا وزیر اس وقت مصروف ہے تھوڑی دیر رک جاؤ جب وقت کافی گزر گیا تو ابوالعیناء نے دربان سے پوچھا کہ وزیر کس چیز میں مشغول ہے وہ کہنے لگا نماز پڑھنے میں ابوالعیناء کہنے لگا تو سچ کہتا ہے۔ لکل جدید لذۃ یعنی ہر نئی چیز میں لذت ہوتی ہے اور صاعد اس سے پہلے نصرانی تھا۔

اور یہ بھی حکایت ہوئی ہے کہ یہ ایک دن متوکل کے دربار میں گیا اور متوکل اس قصر میں تھا کہ جو جعفری کے نام سے مشہور تھا

تو متوکل نے کہا کہ تم ہمارے اس گھر کے متعلق کیا کہتے ہو کہنے لگا کہ لوگوں نے دنیا میں گھر بنائے ہیں اور آپ نے دنیا اپنے گھر میں بنائی ہے تو متوکل نے اس کی بات کو عمدہ کہا میں کہتا ہوں اور اس سے ہی لیا ہے جس نے اس گھر کے متعلق کہا جسے صاحب ابن عباد نے اصفہان میں بنایا تو نے گھر بنایا ہے اپنی دنیا میں یا اپنی دنیا بنائی ہے گھر میں اور لوگوں نے اس مکان کی مدح میں بہت اشعار کہے ہیں جیسا کہ عبدالملک ثعالبی نے کتاب ''تیمیۃ الدھر فی شعراء اھل العصر'' میں ان کے اشعار کو نقل کیا ہے۔

اور ۲۸۳ھ میں ابراہیم بن محمد ثقفی نے وفات پائی اور یہ شیخ جلیل سعید بن مسعود مختار بن ابی عبیدہ بن مسعود کے چچا کی اولاد میں سے ہے کہ جسے امیرالمومنینؑ نے مدائن کا والی بنایا تھا اور امام حسنؑ کے زمانہ میں بھی والی تھا اور حضرت امام حسنؑ بعد اس کے جراح بن سنان نے مظلم ساباط مدائن میں آپ کو زخم لگایا سعید کے پاس وارد ہوئے اور وہ جراح لے کر آیا اور آنجنابؑ کے زخم کے علاج میں مشغول ہوا خلاصہ یہ کہ ابراہیم پہلے زیدی مذہب تھا اس کے بعد امامیہ مذہب میں منتقل ہوا اور اصل میں کوفہ کا رہنے والا تھا لیکن اصفہان کی طرف منتقل ہو گیا۔

اور اس کا سبب یہ ہوا جب اس نے کتاب معرفت تالیف کی جو مناقب آئمہ اطہار اور ان کے دشمنوں کے مثالب اور مطاعن پر مشتمل تھی تو اہل کوفہ نے اس کتاب کی تالیف کو عظیم سمجھا کیونکہ اس کتاب کی وضع تقیہ کے خلاف تھی تو انہوں نے اس سے کہا کہ یہ کتاب لوگوں کے سامنے نقل نہ کرد اور باہر نہ دو لو وہ کہنے لگا کہ کونسا شہر شیعوں سے دور ہے اور اس میں تھوڑے شیعہ ہیں انہوں بتایا کہ اصفہان تو اس نے قسم کھائی کہ اس کتاب کو نقل نہیں کرے گا اور اس کی روایت نہیں کرے گا مگر اصفہان میں پس کوفہ سے شہر اصفہان کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ کتاب جو تقیہ کے خلاف تھی اصفہان میں روایت کی قمیین کی ایک جماعت مثلاً احمد بن محمد بن خالد وغیرہ اصفہان گئے اور اس سے خواہش کی کہ وہ اس کی طرف منتقل ہو جائے شیخ نے قبول نہ کیا اور اصفہان میں اقامت اختیار کی اور اس کی بہت سی تالیفات ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ اہل اصفہان اس زمانہ میں امامیہ نہیں تھے بلکہ دوسرے واقعات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ناصبیت اور عناد کے طریقہ پر تھے پس وہ احادیث جو اہل اصفہان کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں۔ وہ انہیں سابق کے زمانوں پر محمول ہیں مثلاً حدیث نبویؐ ہے مااحسن او ماافلح اصفھانی ابداً اصفہانی کبھی اچھا یا فلاح ونجات نہ پائے گا اور نیز حدیث مرتضوی جو خرائج راوندی وغیرہ سے منقول ہے کہ جسے عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں مسجد رسولؐ میں امیر المومنینؑ کے پاس بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ندا کی کہ کون ہے جو مجھے ایسے عالم کی طرف رہبری کرے کہ جس سے علم اخذ کروں میں نے اس کو پکار کر کہا اے شخص مگر تو نے نہیں سنا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا انا مدینۃ العلم وعلی بابھا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے وہ کہنے لگا کیوں نہیں تو میں نے کہا کہ پھر کس کی تلاش میں پھر رہے ہو یہ امیر المومنینؑ شہر علم کے دروازہ ہیں ان سے علم اخذ کرو وہ شخص آیا اور حضرت کے پاس بیٹھ گیا حضرتؑ نے فرمایا تو کہاں کا رہنے والا ہے کہنے لگا میں اہل اصفہان ہوں فرمایا لکھ لو کہ علی بن ابی طالبؑ نے لکھوایا کہ اہل اصفہان میں پانچ خصلتیں نہیں ہوتیں سخاوت وشجاعت وامانت (وفا خ ل) وغیرت ومحبت اہل بیتؑ اس

نے عرض کیا اور بھی کچھ فرمایئے حضرتؑ نے اصفہان کی قدیم زبان میں فرمایا اردت این وس یعنی آج یہی کافی ہے اور جو اس قسم کی احادیث ہیں تو یہ سب انہیں زمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں ورنہ آخری زمانوں سے لے کر ہمارے زمانہ تک تو شہر اصفہان اسلام کا قبہ اور گنبد ہے اور اہل ایمان کی منزل مقصود ہے اور ہمیشہ مرکز علم وعلماء رہا ہے اور اس شہر میں بہت سے عظیم ترین علماء کی اتنی قبور شریفہ ہیں کہ جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا ہے اور اس میں ایک مسجد ہے جو لسان الارض (زمین کی زبان) کے نام سے مشہور ہے جو مزار تخت فولاد مشرق کی طرف ہے فاضل ہندیؒ کی قبر کے پاس کہ جس کے متعلق وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہاں کی زمین نے امام حسن مجتبیٰ سے گفتگو کی جس وقت حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں لشکر اسلام کے ساتھ اس مکان میں تشریف لائے تھے اسی لیے اس کو لسان الارض کہتے ہیں اور حضرتؑ نے وہاں نماز پڑھی اور اس مسجد کے قبلہ کی جانب ایک قبر ہے جو شعیاء پیغمبر کی قبر مشہور ہے جو یہودیوں کے ایک گروہ پر مبعوث ہوئے جو اس شہر میں رہتے تھے اور اصفہان کے خصوصیات میں سے شمار کرتے ہیں کہ وہاں کے لوگ وباء شدید اور طاعون کی بیماری میں کم مبتلا ہوتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ جب سے یہ شہر آباد ہوا ہے وہاں طاعون کی بیماری نہیں آئی اور اس کے خصوصیات میں سے منار جینان جو کاروان بسی میں ہے کہ جو اصل شہر کے نزدیک ہے اور ان دو مناروں کے اصل طاق اور سیڑھی کے ساتھ حرکت کرنے کی حکایت جب انسان اس کو حرکت دے مشہور ہے اور ثقات کی ایک جماعت نے اسے دیکھا ہے کہ جن میں سے صاحب روضات الجنات اور انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور اس کا راز ابھی تک معلوم نہیں ہوا اور یہ بھی اصفہان کے خصائص میں سے کہا گیا ہے کہ سلمان فارسی اصفہان کے گردو نواح کی ایک تحصیل کے رہنے والے ہیں اور دوسرا کسی بادشاہ کا اس میں نہ مرنا جس طرح کہ بغداد کے متعلق کہا گیا ہے اس کے علاوہ اور بھی خصوصیات ہیں اور کہا گیا ہے اسکندر ذوالقرنین کے تعمیر شدہ شہروں میں سے ہے اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف گفتگو کی گئی ہے کہ جس کا ذکر یہاں مناسب نہیں ہے واللہ العالم۔

اور ۲۸۳ھ میں ہی علی بن علی بن رزین خزاعی مشہور شاعر دعبل کے بھائی کی وفات ہوئی اور اس کی عمر ایک سو گیارہ سال تھی اور اسی سال معتضد تکریت میں وارد ہوا اور حسن بن حمدان کو ہارون شاری سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور حسن وہارون کے درمیان سخت جنگ ہوئی یہاں تک کہ ہارون کو اس کے بھائی کے ساتھ قید کرلیا اور معتضد کے پاس لے آئے معتضد بغداد کی طرف واپس ہوا بغداد کے گلی کوچے اس کے لیے مزین کئے گئے اور اس کے لیے قبے بنائے گئے اس نے حسن بن حمدان کو بہترین خلعت طلائی طوق کے ساتھ پہنایا اسی طرح اس کے ساتھیوں کے جو سردار تھے انہیں خلعتیں پہنائیں اور جلالت وشان کے ساتھ انہیں شہر میں داخل کیا اور ہارون شاری کو ایک ہاتھی پر سوار کر رکھا تھا اور اس کے پیچھے اس کے بھائی کو ایک اونٹ پر سوار کئے ہوئے تھے اور عجیب وغریب کیفیت کے ساتھ انہیں بغداد میں وارد کیا بغداد کے لوگ نظارہ کے لیے جمع ہوئے اور دجلہ کے پل پر بہت سے لوگ تھے اچانک پل کی کرسی ٹوٹ گئی اور لوگ دریا کے پانی میں جاگرے اس دن جن کا علم ہوسکا وہ ایک ہزار افراد کے قریب تھے جو غرق ہونے والوں کے جنازے باہر نکالنے لگے اس دوران ایک بچے کو لباس فاخرہ اور قیمتی کے ساتھ باہر نکال لائے جس کے ساتھ جواہر اور سونے کے بہت سے زیور تھے جب اس بچے کو باہر لے آئے تو دیکھنے والوں میں ایک بوڑھا شخص تھا جب اس کی نگاہ اس بچے پر پڑی تو وہ منہ

پیٹنے اور چیخ و پکار کرنے لگا کہ یہ بچہ میرا ہے جو غرق ہوا ہے اور وہ کہتا تھا کہ اے آنکھوں کی روشنی کس طرح تجھے مچھلیاں نہیں کھا گئیں اور اس قسم کی باتیں کہیں اور وہ آیا اور اس نے بچے کا جنازہ اٹھایا اور گدھے پر رکھ کر لے گیا تھوڑی سی دیر میں ایک تاجر اور مالدار شخص آیا وراس نے اس بچہ کی تحقیق کی اور بیان کیا کہ وہ بچہ تو میرا ہے اور میرا مقصد اس کے زیورات وجواہر نہیں بلکہ اس کو کفن و دفن کرنا ہے لوگوں نے اس بوڑھے کا واقعہ اس سے بیان کیا ہے اس نے بہت تعجب کیا اور جو تاجروں کا گروہ اس کے ساتھ تھا وہ مبہوت و حیران ہو گئے اور اس بوڑھے کی تلاش کے درپے ہوئے جتنا اس کو تلاش کیا وہ نہ مل سکا جو عیار پل پر رہتے تھے کہنے لگے یہ بوڑھا عیار و مکار ہے ہم اس کو پہچانتے ہیں اب اس کو نہیں دیکھ سکو گے اور اس سے مایوس ہو جاؤ اس کے بعد وہ اس کی عیاری و مکاری کے واقعات سنانے لگے وہ کہنے لگے اس کے کارناموں میں سے یہ ہے کہ ایک دفعہ یہ بوڑھا پرانے کپڑے پہن کر صبح سویرے خالی گھڑا کندھے پر رکھے کدال اور ٹوکری لیے ہوئے ایک بزرگ و نیک و عادل شخص کے دروازے پر گیا جو شہر کا رئیس تھا اور اس نے وہ دکانیں خراب کرنا شروع کیں جو اس کے گھر کے دروازے پر تھیں اس بزرگ نے جب کدال کی آواز سنی تو باہر آیا دیکھا کہ ایک شخص خراب کرنے پر لگا ہوا ہے اور اینٹیں نکال کر ایک طرف جوڑ رہا ہے اور اپنے کام میں بڑے اطمینان سے مشغول ہے اس کو کہا کہ اے بوڑھے یہ کیا کر رہا ہے اس نے کوئی جواب نہ دیا اور جو کچھ اس بزرگ نے اس سے کہا اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور خراب کرنے میں لگا رہا ہے ہمسائے کے لوگ جمع ہو گئے جتنا انہوں نے خراب کرنے کا سبب پوچھا وہ جواب نہیں دیتا تھا۔ بالآخر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا وہ بوڑھا کہنے لگا اے لوگو مجھ سے کیا چاہتے ہو تمہیں شرم و حیا نہیں آتی کہ میرے جیسے بوڑھے آدمی سے ٹھٹھا مخول کرتے ہو وہ کہنے لگے یہ کونسا ٹھٹھا مخول ہے تجھ پر وائے و ہلاک ہو کس نے تجھے کہا ہے کہ اس جگہ کو خراب کر کہنے لگا مالک مکان نے مجھے کہا ہے وہ کہنے لگے مالک مکان تو یہ نیک و عادل شخص ہے اس نے کب تجھ سے کہا ہے وہ کہنے لگا مالک مکان دوسرا شخص ہے خدا کی قسم یہ نہیں ہے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہنے لگے یہ شخص دیوانہ و پاگل ہے یا کسی ایسے شخص نے جو اس عادل کی ریاست پر حسد کرتا ہے اسے دھوکہ دیا ہے اور اس کام پر اسے اکسایا ہے پس لوگ اس پر رحم کرنے لگے جب بوڑھے نے دیکھا کہ یہ مجھے خراب کرنے کا کام نہیں کرنے دیتے تو گھڑے کے پاس گیا اور اس کے اندر ہاتھ مارنے لگا اور یہ ظاہر کیا کہ میرے کپڑے اس گھڑے میں تھے وہ کہاں گئے اور چیخ و پکار اور رونا شروع کر دیا اس شخص عادل کو یقین ہو گیا کہ کوئی عیار اس کے کپڑے چوری کر کے لے گیا ہے اس سے پوچھنے لگے کہ تیرے کپڑے کس قسم کے تھے اس نے تشریح کی چند نئے کپڑے تھے جو میں نے ابھی خرید کیے تھے پس انہیں اس کی حالت پر رحم آیا اور اس شخص عادل نے اسے لباس پہنایا اور بہت سے درہم دیئے اور ہمسائیوں نے بھی بہت سے پیسے اسے دیئے وہ بوڑھا بہت سامان لے کر اپنے گھر واپس آ گیا اور یہی بوڑھا تھا کہ جس نے بختیشوع حکیم کو اس کے گھر سے اغواء کیا اور متوکل کے پاس لے آیا بچے کے باپ نے جب یہ باتیں سنیں تو وہ اپنے بچے سے مایوس ہو گیا مولف کہتا ہے کہ اس قسم کے مکر و حیلے ہر زمانہ میں بہت تھے ابن جوزی نے کتاب اذکیاء میں کچھ حکایات مکار لوگوں کی نقل کی ہیں اور حریری نے بھی مقامات میں کچھ مکاریاں ابوزید سروجی نامی شخص کی حارث بن ہمام سے نقل کی ہیں ۲۸۴ھ میں ایک شخص مختلف شکلوں میں معتضد کے گھر میں ظاہر ہوتا تھا کبھی راہبوں کے لباس میں کبھی خوبصورت نوجوان کی شکل

میں اور کبھی تاجروں کے لباس میں کبھی سفید ریش بزرگ بن کر اور کبھی ننگی تلوار لیے ظاہر ہوتا اور خدم وحشم کو تلوار مارنے لگتا اور وہ مکان کی چھت سے ظاہر ہوتا اور یہ بات لوگوں میں منتشر ہو گئی اور لوگ اس کے بارے میں مختلف باتیں کرتے بعض کہتے کوئی سرکش شیطان ہے جو معتضد کو تکلیف دینا چاہتا ہے اور کچھ کہتے کہ کوئی مومن جن ہے جو معتضد کو بدکرداریوں اور خونریزی سے منع کرتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے نوکروں میں سے کوئی شخص جو کسی مقصد برآری کیلئے یہ کماریاں کرتا اور بعض خاص قسم کے عقاقیر اور جڑی بوٹیاں منہ میں رکھ کر شعبدہ بازی کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ معتضد بہت پریشان اور وحشت زدہ ہوا اور اس نے شعبدہ بازوں کو اکٹھا کیا اور اس کے معاملہ میں حیران وسرگردان ہو گیا اپنے خادموں اور کنیزوں میں سے کچھ کو غرق کر دیا اور کچھ کو قتل کر دیئے اور کچھ قید کر دیئے۔

اور ۲۸۴ھ ہی میں ابوالفرج اصفہانی پیدا ہوا اور بحتری طائی شاعر نے کہ جس کا نام ولید بن عبید ہے منبج میں وفات پائی اور منبج لفظ میں سب ہے نون اور رحیم کے درمیان جو ایک شہر ہے حلب اور فرات کے درمیان کہ جسے کسریٰ نے جب اس نے شام پر غلبہ وفتح پائی تعمیر کیا تھا اور منبج عبدالملک بن صالح عباسی کی جاگیر تھا اور وہ وہیں رہتا تھا۔

اور ۲۸۵ھ ستائیس ذلحجہ میں ابواسحاق ابراہیم بن (اسحاق حربی) محمد فقیہ ومحدث نے بغداد میں وفات پائی اور وہ اپنے زمانہ میں بغدادیوں کا شیخ تھا ظرافت طبع، عبادت، زہد سخاوت، حدیث وفقہ میں مشہور تھا دارقطنی نے کہا ہے وہ امام تھا کہ جسے زہد علم ورع میں احمد بن حنبل پر قیاس کیا جاتا تھا اور اس کی کئی تصانیف ہیں مثلاً غریب الحدیث ومناسک ومسند علی علیہ السلام اور دوسرے مسند اور حربی منسوب ہے حربیہ کی طرف جو ایک بہت بڑا محلہ ہے بشر حافی اور احمد بن حنبل کی قبر کے پاس جو کہ حرب بن عبداللہ منصور کے سپہ سالار کا تعمیر شدہ ہے مغلوں کے فتنہ وفساد میں وہ محلہ خراب ہو گیا اور اس سال کے آخر میں ابوالعباس محمد بن یزید نے (جو مبرد کے لقب سے مشہور عالم لغوی ونحوی وبصری تھا) وفات پائی اور بغداد کے باب الکوفہ کے قبرستان میں دفن ہوا اور ہمارے شیخ بہائی کے کشکول سے منقول ہے کہ مبرد جب کسی کو مہمان کرتا تو اس کے سامنے حضرت ابراہیم کی سخاوت کا ذکر کرتا اور جب کوئی اس کی مہمانی کرتا تو اس سے حضرت عیسیٰ کے زہد اور قناعت کی باتیں کرتا اور مبرد مازنی کا شاگرد ہے اور مبرد وثعلبی کے درمیان منافرت اور وحشت تھی۔

اور ۲۸۶ھ میں ابوالعباس محمد بن یونس کوفی محدث نے وفات پائی۔

اور ۲۸۷ھ میں داعی علوی جو طبرستان میں تھا دیلم وغیرہ سے بہت بڑا لشکر لے کر شہر جرجان کی طرف چل دیا اور اسماعیل بن احمد جس نے خراسان پر غلبہ کیا ہوا تھا مسودہ کا بہت بھاری لشکر داعی سے جنگ کے لیے بھیجا اور محمد بن ہارون کو سپہ سالار لشکر قرار دیا پس دونوں لشکروں نے گھمسان کی جنگ کی اور داعی کا لشکر غالب آ گیا محمد بن ہارون نے مکاری کی اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ بھاگ کھڑے ہو داعی کے لشکر نے اپنی صفیں توڑ دیں اور مال غنیمت لوٹنے لگے اور ان کے پیچھے لگ گئے اب مسودہ بھاگنے سے رک گئے اور داعی کے لشکر پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑے، ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا اور داعی کو کئی زخم لگے وہ انہیں زخموں سے مر گیا اور جرجان کے دروازے پر دفن ہوا داعی کے بیٹے زید بن محمد بن زید کو انہوں نے قید کر لیا ابوالفرج کہتا ہے کہ اس کو جرجان لے گئے وہ

ابھی تک جرجان میں مقیم ہے۔

منقول ہے کہ معتضد آل ابوطالب پر مہربان تھا اس کا سبب یہ تھا کہ جس زمانہ میں اسے اس کے باپ نے قید کر رکھا تھا تو حضرت امیر المومنینؑ کو اس نے خواب میں دیکھا اور آپؑ نے اس سے فرمایا اے احمد امر سلطنت وحکومت تجھ پر مستقر ہوگا جب تجھے حکومت مل جائے تو میری اولاد سے متعرض نہ ہونا اور معتضد نے بھی عرض کیا:

السمع والطاعۃ یا امیر المومنین اے امیر المومنین میں نے آپ کا ارشاد سنا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کروں گا لہٰذا وہ اپنی حکومت کے زمانہ میں حضرتؑ کی اولاد سے متعرض نہیں ہوتا تھا اور ان پر انعام واکرام کرتا تھا، جب اس نے سنا کہ محمد بن زید داعی نے آل ابوطالب کے لیے کچھ بھیجا ہے کہ خفیہ طور پر ان میں تقسیم ہو تو مال لانے والے کو اس نے بلایا اور حکم دیا کہ علی الاعلان اور آشکارا ان پر مال تقسیم کرو کوئی شخص تم سے اور ان سے متعرض نہیں ہوگا۔

مولف کہتا ہے کہ معتضد کے خواب کا واقعہ مسعودی وغیرہ نے نقل کیا اور حضرت امیرؑ کا ارشاد اپنے اخبار غیب میں کہ ان کا سولہواں ذمہ داریوں کو زیادہ پورا کرنے والا اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہوگا اس مطلب کی طرف اشارہ ہے۔

اور ۲۸۶ھ میں ابوسعید قرمطی نے بحرین میں خروج کیا اور اس کی شان وشوکت میں قوت پیدا ہوئی اور اس کے اور خلیفہ کے لشکر کے درمیان بہت سی جنگیں ہوئیں اس نے کئی دفعہ خلیفہ کے لشکر کو شکست دی اور بصرہ اور اس کے اطراف کو اس نے غارت کیا اور ابوسعید قرمطی کہتے تھے کیونکہ وہ چھوٹے قد کا مجتمع اعضاء وجوارح والا تھا گندمی رنگ کا بدشکل شخص تھا یہ لفظ قرمطہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے کچھ چیزوں کا دوسری چیزوں کے قریب ہونا کہا جاتا ہے یہ خط مقرمط ہے یعنی نزدیک نزدیک تحریر ہے یہ چلنا مقرمط ہے یعنی نزدیک نزدیک قدم رکھ کر چلنا ہے۔

ابوسعید مذکور ابوطاہر قرامطہ کے رئیس کا باپ ہے جو ہمیشہ شہروں میں فتنہ وفساد برپا کرتے تھے۔

اور ۳۱۷ھ میں حج کے لیے گئے اور حاجیوں کے مال لوٹ لئے لوگوں کو مسجد الحرام میں قتل کیا مارے جانے والوں کو چاہ زمزم میں پھینک دیا اور کعبہ کا دروازہ اور حجر الاسود اکھاڑ لیے کعبہ کے لباس لے کر آپس میں تقسیم کر لیے ان میں سے ایک شخص چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کا پرنالہ اکھاڑ لے وہ چھت سے گر کر مر گیا پھر انہوں نے مکہ کے گھروں کو لوٹا اور حجر الاسود ہجر شہر میں لے گئے امیر بغداد وعراق نے پچاس ہزار دینار دینے کئے کہ وہ حجر الاسود واپس کر دیں اور مکہ لے جائیں تو انہوں نے قبول نہ کیا اور بائیس سال تک ان کے پاس رہا یہاں تک کہ عبید اللہ مہدی نے (کہ جسے اسماعیل فرزند حضرت صادق علیہ السلام کی اولاد میں شمار کرتے ہیں کہ جس کی افریقہ میں حکومت تھی) ابوطاہر کو خط لکھا اور اس قبیح کام پر سرزنش وملامت کی اور اس پر لعنت کی اور کہا تو نے ہمیں رسوا کیا ہے اور ہماری حکومت کو کفر والحاد کی نسبت دلائی ہے فوراً حجر الاسود کو اس کی جگہ پر واپس پہنچا دے اور لوگوں کے مال ومتاع انہیں واپس کر دے پس قرامطہ نے حجر الاسود کو اس کی جگہ پر واپس کیا اور مقتدر کے زمانہ کے تاریخی حالت میں بھی اس مطلب کی طرف اشارہ ہوگا۔

اور ۲۸۷ھ معتضد نے بہت بڑا لشکر قرامطہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور ان کا سپہ سالار عباس بن عمرو غنوی تھا اس لشکر

کی تعداد دس ہزار افراد شمار کرتے ہیں جب قرامطہ کے مقابلہ میں گئے تو قرامطہ نے سب کو قید کر لیا اور دوسرے دن قتل کر کے جلا دیا سوائے عباس کے کہ اسے رہا کر دیا وہ اکیلا معتضد کے پاس لوٹ گیا اور یہ واقعہ آخر شعبان میں بصرہ اور بحرین کے درمیان واقع ہوا۔

اور ۲۹۰ھ میں قرامطہ کی ایک جماعت کو کوفہ کے نزدیک پکڑ لیا گیا اور انہیں سولی پر لٹکایا گیا اور ان میں سے ایک شخص ابو الفوارس کے لقب سے مشہور تھا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر بغداد کے پل پر اسے بھی سولی پر لٹکایا گیا جب اس کو سولی پر لٹکانے لگے تو وہ عوام سے کہنے لگا کہ جو اس کی سولی کے پاس جمع تھے اے لوگو میں چالیس دنوں کے بعد زندہ ہو جاؤں گا اور دنیا کی طرف لوٹ آؤں گا جب چالیس دن گزر گئے تو لوگ اس کی سولی کے پاس آئے تو دیکھا کہ ابھی تک اس کا بدن سولی پر لٹکا ہے بعض نے کہا کہ وہ جھوٹ بکتا تھا اور یہ اس کا بدن موجود ہے اور بعض کہتے کہ بادشاہ نے کسی اور شخص کو قتل کر کے اس کے جسم کو اس کی جگہ نصب کر دیا اور ان کے درمیان جھگڑا ہو گیا تو حکم ہوا کہ انہیں ایک دوسرے سے جدا کر کے متفرق کر دیا جائے۔

اور ۲۸۹ھ ماہ ربیع الثانی کی تیئیس تاریخ پیر کی رات کے چار گھنٹے گزرے تھے کہ معتضد قصر حسینی بغداد میں زہر کھا لینے کی وجہ سے مر گیا اس کی خلافت و حکومت کی مدت نو سال نو ماہ اور دو دن تھی اور اس کی عمر چالیس سال تھی اور ایک قول ہے چھیالیس سال تھی اور معتضد کو سفاح ثانی کہتے تھے کیونکہ اس نے بنی عباس کی حکومت کی تجدید کی بعد اس کے کہ وہ پرانی ہو چکی تھی کیونکہ متوکل کے زمانہ سے ان کی سلطنت رفتہ رفتہ کمزوری کی طرف مائل تھی اسی لئے تو ابن رومی اس کی مدح میں کہتا ہے۔

هنيا بنی العباس ان امامكم
امام الهدیٰ والباس والجود احمد
كما بابی العباس انشاء ملككم !
كذا بابی العباس ايضاً يجدد!

خوشگواری ہو تمہارے لیے اے بنی عباس کہ تمہارا امام وقائد ہدایت، بہادری اور سخاوت والا امام احمد ہے جس طرح ابو العباس (سفاح) سے تمہارے ملک کی ابتداء ہوئی اسی طرح ابو العباس (معتضد) سے تمہارے ملک کی تجدید بھی ہوئی۔

مکتفی باللہ علی بن معتضد کی خلافت کے زمانہ کا ذکر!

معتضد کی وفات کے دن اس کا بیٹا مکتفی باللہ علی بن احمد مقام رقہ میں تھا قاسم بن عبید اللہ وزیر نے لوگوں سے اس کی بیعت لی یہاں تک کہ ایک مہینہ گذرنے کے بعد مکتفی بغداد میں آیا اور قصر حسنی میں بیٹھا اور مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ابو بکر سے لے کر مکتفی کے زمانہ تک کوئی ایسا خلیفہ نہیں کہ جس کا نام علی ہوتا سوائے خلیفۃ اللہ الاعظم حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ وعلی اولادہ کے جب مکتفی بغداد میں پہنچا تو حکم دیا کہ جو قید خانے معتضد نے لوگوں کو عذاب کرنے کے لیے بنا رکھے تھے انہیں خراب کیا جائے اور وہ جگہیں ان

کے مالکوں کو واپس کی جائیں کیونکہ وہ جگہیں معتضد نے غصب کی تھیں اور حکم دیا کہ قیدیوں کو رہا کر دو اور ان میں بہت سا مال تقسیم کیا اس بناء پر رعیت کے دل اس کی طرف مائل ہوئے اور اس کی حکومت کے دعا گو ہوئے لیکن حکومت کے آخری زمانہ میں اس کی حالت برعکس ہوگئی اس نے ایک محل وقصر شامیہ کی طرف بنانا چاہا تو وہاں کی زمین مالکوں سے غصب کر کے وہاں قصر بنایا لوگوں نے اس پر نفرین کی اور اس کی حکومت ختم ہوگئی اور ابھی قصر مکمل نہیں ہوا تھا کہ داعی موت کو لبیک کہی سعدی شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

بسی برنیاید کہ بنیاد خود!
بکند آنکہ بنہاد بنیاد بد!
خرابی کند مرد شمشیر زن
نہ۔ چندانکہ آہ دل بیوہ زن
چراغے کہ بیوہ زنے برفروخت
بسی دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت

سلطان محمد غزنوی سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ میں شیر مردوں کے نیزے سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا بوڑھی عورتوں کے چرخہ کے تکلے سے ڈرتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ مکتفی بخیل اور کنجوس انسان تھا اس نے بہت سا مال جمع کر رکھا تھا اس کی خلافت کے زمانہ میں جمعہ کے دن ماہ رمضان کی چھ تاریخ ۲۸۹ھ میں نماز کی حالت میں بدر مارا گیا اور بدر معتضد باللہ کے مخصوص لوگوں میں سے تھا اور کوئی شخص معتضد کے نزدیک بدر کے مقام و مرتبہ کا نہیں تھا لوگ اس کی مدح معتضد کی مدح کے ساتھ ملا کر کرتے تھے اور اپنی حاجات اسی کی وساطت سے طلب کرتے تھے جب بدر مارا گیا تو اس کا سر مکتفی کے پاس لے جا کر رکھ دیا گیا مکتفی بدر کا سر دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سجدہ شکر بجا لایا اور کہنے لگا آج میں نے زندگی کا ذائقہ اور خلافت کی لذت چکھی ہے اور اسی سال قرمطی نے شام میں خروج کیا۔

اور ۲۹۰ھ میں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے وفات پائی اور ۲۹۰ھ ہی کے حدود میں ابوالحسن علی بن عباس بغدادی نے جو ابن رومی شاعر کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور اس کی وفات کا سبب وہ زہر ہے جو قاسم بن عبیداللہ وزیر نے اسے اس کی ہجو و بدگوئی کے خوف سے دیا تھا جب ابن رومی نے زہر محسوس کیا تو وزیر کی مجلس سے اٹھ کھڑا ہو وزیر کہنے لگا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا جہاں تو نے بھیجا ہے وزیر نے کہا میرا سلام میرے باپ کو پہنچا دینا اس نے کہا کہ میں نے جہنم کے راستہ سے نہیں جانا تاکہ اسے دیکھ سکوں۔

حکایت ہے کہ ابن رومی بہت سخت بدشگونی کرتا تھا اس طرح کہ وہ دروازے بند رکھتا تھا اور کسی کے سامنے بدشگونی کے خوف سے نہیں جاتا تھا اس کے بعض ساتھیوں نے کسی خوشی کے دن چاہا کہ وہ حاضر ہو پس انہوں نے اس کے پاس ایک غلام صاف ستھرے لباس میں خوشبو لگائے ہوئے جو خوبصورت بھی تھا بھیجا پس وہ لڑکا اس کے ہاں گیا دروازہ کھٹکھٹایا تو ابن رومی دروازہ کے باہر آیا اور لڑکا اسے بھلا معلوم ہوا پھر اس نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا کہ اقبال کہنے لگا اس کا الٹ لابقا (البتہ بھاگ جانے

والا) ہے اندر جا کے دروازہ بند کرلیا اور ابن رومی اخفش صغیر کی بہت ہجو و بدگوئی کرتا تھا کیونکہ اخفش بہت زیادہ خوش طبع اور مزاح تھا ہر ایک سے پہلے اس کے دروازے پر جاتا اور دق الباب کرتا تو ابن رومی کہتا ہے کہ دروازہ پر کون ہے تو اخفش کہتا حرب بن مقاتل (جنگ جنگجوؤں کا بیٹا) یا اس قسم کی اور باتیں۔

اور ۲۹۱ھ میں مکتفی رقہ کی طرف گیا اور قرامطہ کو گرفتار کیا اور اسی سال ابو العباس احمد بن یحییٰ نے جو ثعلب نحوی کے لقب سے مشہور تھا۔ وفات پائی اور اس کی موت کا سبب یہ ہوا کہ وہ مسجد جامع سے نکل کر آ رہا تھا اس کے ہاں ایک کتاب تھی اور وہ راستہ ہی میں مشغول مطالعہ تھا اسے گھوڑے نے لات ماری اور وہ گر گیا اسے اٹھا کر اس کے گھر لے آئے دوسرے دن وہ مر گیا علامہ طباطبائی اپنی کتاب رجال میں فرماتے ہیں احمد بن زید ابو العباس جو ثعلب مشہور تھا کوفیوں کا امام بغداد کا رہنے والا حجتہ اور اپنے فن میں قابل وثوق ہے وہ کتاب فصیح کا مولف ہے اس سے اس کے غلام ابو عمر وزاہد و اخفش صغیر علی ابن سلیمان وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے اور وہ مبرد کا ہمعصر تھا مبرد کے بعد تک ز[illegible] رہا اور ۲۹۱ھ میں بغداد میں وفات پائی اور اس کے اور مبرد کے متعلق یہ شعر کہا گیا ہے۔

ذهب المبرد انقضت ایامه
ولیذهبن اثر المبرد ثعلب

"مبرد چلا گیا اور اسکے دن پورے ہو گئے اور ضرور اس کے پیچھے ثعلب بھی چلا جائے گا۔"

یہ اشعار بھی اسی کے متعلق ہیں۔

وتزودامن ثعلب خان ما
شرب المبردعن قریب یشرب
واری لکم ان تکتبوانفاسه
ان کانت الانفاس مماتکتب

ثعلب سے زاد راہ حاصل کرلو کیونکہ وہ بھی مبرد کے گھاٹ سے پانی پینے والا ہے اور میری رائے تو تمہارے لئے یہ کہ اس کے سانس لکھوا اگر سانس لکھے جاسکتے ہیں۔

اور ۲۹۱ھ ہی میں بدھ کی رات ربیع الثانی کی دس تاریخ قاسم بن عبید اللہ مکتفی کے وزیر نے وفات پائی اور وہ عظیم الہیبت خونخوار اور خونریز شخص تھا ابن رومی شاعر اور عبد الواحد بن موفق کو اسی نے قتل کیا اور چھوٹے بڑے اس سے ڈرتے تھے اور کوئی اس سے راحت و آرام میں نہیں تھا جب وہ مرا بعض اہل ادب نے اس کے مرثیہ میں کہا۔

شربنا عشیة ، ما ت الوزیر
ونشرب یاقوم فی ثالثه
فلاقدس الله تلك العظام

ولا بارك الله فى وارثه

''اے قوم ہم نے اس رات شراب پی ہے جس میں وزیر مرا اور اس دن بھی شراب پئیں گے پس خدا ان ہڈیوں کو تقدس وبرکت نہ دے اور نہ اس کے وارثوں کو برکت دے۔''

اور ۲۹۶ھ میں ابن جنی نے کہ جس کا نام عثمان تھا اور نحو وادب میں جس کی بہت سی تصنیفات ہیں بغداد میں وفات پائی اور اسی سال ابن خلیجی نے چھیانوائے ہزار کے لشکر کے ساتھ مصر پر غلبہ حاصل کیا اور اسی سال سخت قسم کی آگ لگی کہ جس سے تقریباً تین سو یا اس سے بھی زیادہ دکانیں جل گئیں اور ۲۹۳ھ ابن خلیجی پر کامیابی حاصل ہوئی اور اسے گرفتار کر کے بغداد لے گئے اور ۲۹۵ھ شوال کے آخر میں یا اتوار کے دن تیرہ ذیقعدہ میں مکتفی کی وفات ہوئی اور اس کی عمر اکتیس سال اور تین ماہ تھی اور اس کی مدت خلافت نے چھ سال سات ماہ اور بائیس دن تک طول کھینچا۔

جعفر بن احمد مقتدر باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

مکتفی کی وفات کے دن اس کا بھائی جعفر مقتدر اس کی جگہ پر بیٹھا اور اس کے زمانہ میں وزارت کا معاملہ انقلاب میں تھا ہر چند دن کے بعد ایک شخص وزیر ہوتا اور کچھ وقت نہ گذرتا کہ وہ معزول ہو جاتا ان میں سے ایک علی بن موسیٰ بن الفرات تھا جو مقتدر کے زمانہ میں تین مرتبہ وزیر بنا اور معزول ہوا اور دوسرا علی بن عیسیٰ تھا جو دو دفعہ وزیر بنا اور مقتدر کی خلافت کے زمانہ میں بہت سے واقعات رونما ہوئے مثلاً علماء ومحدثین کی موتیں ارکان بیت الحرام کا غرق ہونا اور آل ابوطالب کا مارا جانا۔

اور ۲۹۶ھ میں مونس خادم نے مقتدر کے حکم سے عبداللہ بن معتز کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے مقتدر کو خلافت سے معزول کیا تھا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی تھی اور ابن معتز ادیب اور شعر وشاعری میں مشہور تھا اور صاحب تصنیف ہے اور مبرد وثعلب کی شاگردی کی تھی اور اہل بیتؑ اطہار کے ساتھ ناصبیت وعناد کا طریقہ رکھتا تھا اور اس نے ایک قصیدہ کہا تھا آل عباس کی آل ابوطالب پر مفاخرت کا اور اس کی قاضی ابوالقاسم تنوخی نے (جو کہ علی بن محمد ہے جو کہ جد ہے علی بن محسن بن علی کا اور قاضی تنوخی مشہور شیعہ امامی ہے۔)

اور ۲۹۷ھ میں ابوالقاسم بن محمد مشہور جنید بغدادی وصوفی نے کاظمین میں وفات پائی اور وہ سفیان ثوری کے طریقہ پر تھا اور وہ اپنے ماموں سری سقطی کی صحبت میں رہا اور جنید اصل میں نہاوند کا رہنے والا ہے اور اس کی حکایات مشہور ہیں اور سری معروف کرخی اور بشر حافی کا شاگرد ہے اور ۲۵۱ھ میں بغداد میں فوت ہوا اور قبرستان قریش میں دفن ہوا ہے۔ جنید بھی اس کی قبر کے پہلو میں دفن ہوا۔

ہمارے مولانا شیخ نراقی کی کتاب الخزائن سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ جنید کو اس کے مرنے کے بعد کسی نے دیکھا تو اس۔

نے اس سے پوچھا خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا تو وہ کہنے لگا وہ اشارات اڑ گئے اور وہ عبارتیں ہلاک ہو گئیں اور وہ علوم غیب ہو گئے اور وہ رسمیں مٹ گئیں اور ہمیں نفع نہیں دیا مگر چند رکعات نے جو سحری کے وقت ہم پڑھا کرتے تھے۔

اور ایک روایت ہے کہ نہیں نفع دیا ہمیں مگر ان تسبیحات نے جو ہم صبح کے وقت کیا کرتے تھے اور اس کے اچھے کلمات میں سے جو روایت ہوئے ہیں یہ ہیں عاشق کی چار علامات ہیں اس کی نیند کم ہوتی ہے اور اس کا نفس علیل و بیمار رہتا ہے اور اس کا حزن وملال طویل ہوتا ہے اور وہ رب جلیل سے ہر وقت مناجات کرتا رہتا ہے اور اس سے خوف خدا کے متعلق سوال کیا گیا تو کہنے لگا۔ **اخراج الحرام من الجوف و ترك عضى وسوف افعل شكمه** سے حرام کو خارج کرنا اور عنقریب یہ کروں گا کو چھوڑ دینا۔

اور وہ کہا کرتا تھا کہ جسے قرآن یاد نہیں وہ حدیث کو نہیں لکھتا اس امر (طریقت) میں اس کی اقتدا نہیں کی جاسکتی کیونکہ ہمارا علم کتاب وسنت کے ساتھ مقید ہے اور ایک دن اس سے صوفی کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا **من لبس الصوف على الصفا وعاش الناس على الوفاء وجعل الدنيا خلف القضا وسلك طريق المصطفىٰ** صوفی وہ ہے جو اون کے کپڑے صفا دل کے اوپر پہنے اور لوگوں کے ساتھ زندگی وفا کے ساتھ گذارے اور دنیا کو پشت کے پیچھے قرار دے اور محمد مصطفی کے طریقہ پر چلے اور اسی کے قریب ہے روایت مرتضوی جو شرح باب حادی عشر سے منقول ہے کچھ زیادتی کے ساتھ **والكلب الكوفى خير من الف صوفى كوفى** کتا ہزار صوفی سے بہتر ہے۔

پھر جاننا چاہیے کہ مشائخ اور بزرگوں کے اقوال تصوف کی حقیقت وماہیت کے متعلق بہت سے ہیں یہاں تک کہ کہا گیا کہ اس میں ایک ہزار سے زیادہ اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ صوفیت صوف سے مشتق ہے (صوف کا معنیٰ اون) اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کے نام صوفی کی نسبت ہے اصحاب صفہ کی طرف اور وہ اصحاب رسولؐ میں سے فقراء مہاجرین تھے اور وہ چار سو افراد تھے کہ جن کے مدینہ میں نہ مکانات تھے نہ قوم و قبیلے تھے لہٰذا وہ اس چبوترے پر رہتے تھے جو مسجد نبوی میں تھا اور ان کی شان میں کئی آیات نازل ہوئیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اصل میں یہ لفظ صفویا تھا جو صفا (خالص) کی منسوب ہے پھر واؤ کو مقدم کر کے صوفیا ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ صوفی صوفہ کی طرف منسوب ہے جیسے کوفی کوفہ کی طرف وہ اون کا ٹکڑا کہ جس کی طرف کوئی رغبت نہ کرے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بنوصوفہ کی طرف منسوب ہیں اور وہ عربوں کی ایک جماعت تھی جو کہ زہد اختیار کیے ہوئے تھی اور تھوڑی دنیا پر اکتفا کرتے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشتق ہے صوف سے کہ جس کے تین حرف ہیں صاد، واؤ اور فاء صاد سے مراد صبر وصدق وصفا اور واؤ سے مراد وُدّ (محبت) ورد (ذکر وورد کرنا) ووفا اور ف سے مراد فرد (اکیلا رہنا) وفقر وفنا۔

اور ۲۹۹ھ میں ابوالحسن محمد بن احمد بن ابراہیم بن کیسان ابن کیسان کے نام سے مشہور نحوی نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ کوئی مجلس زیادہ مفید اور اصناف علوم اور تحف وتحائف کی اس مجلس سے زیادہ جامع نہیں تھی اور اس کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے کتاب غریب الحدیث اور کتاب معانی القرآن ہے۔

اور ۳۰۰ھ میں ابوالرضا محسن بن جعفر بن علی ہادی علیہ السلام نے شام کے علاقہ میں خروج کیا اور اس کو قتل کر کے اس کا سر بغداد میں لے آئے اور پل بغداد کے اوپر سولی پر لٹکایا گیا۔

اور ۳۰۱ھ میں حسن بن علی علوی نے جو اطروش کے لقب سے مشہور تھا دیلم وطبرستان میں خروج کیا، اور مسودہ کو وہاں سے نکال دیا اور اس کا ایک طویل قصہ ہے کہ جس کے ذکر کی اس مقام پر گنجائش نہیں۔ اور ۳۰۱ھ ہی میں ابوسعید جنابی قرمطی قرامطہ کے رئیس کو اس کے خادم نے حمام میں قتل کر دیا اور اس کا بیٹا ابوطاہر سلیمان بن ابوسعید باپ کی جگہ پر قرامطہ کا رئیس ہوا اور اسی سال محمد بن یحییٰ بن مندہ حافظ مشہور صاحب تاریخ اصفہان نے وفات پائی اور لفظ مندہ بروزن بندہ ہے۔

اور ۳۰۱ھ یا ایک قول کی بنا پر ۲۷ شوال ۳۰۰ھ میں یا ۲۹۹ھ میں شیخ اجل اقدام ابوالقاسم سعد بن عبداللہ بن ابوخلف اشعری قمی نے وفات پائی اور یہ شیخ جلیل حضرت ابومحمد عسکری علیہ السلام کی خدمت میں احمد بن اسحاق قمی کے ساتھ اس حدیث میں شرفیاب ہوا ہے کہ جسے شیخ صدوق نے اکمال الدین میں نقل کیا ہے اگرچہ بعض علماء امامیہ اس حدیث کو ضعیف شمار کرتے ہیں بہرحال سعد بن عبداللہ ثقات امامیہ میں سے اور اپنے وقت کا شیخ طائفہ تھا اور اس کی بہت سی تصانیف ہیں کہ جن میں سے کتاب بصائر الدرجات ہے کہ جسے شیخ حسن بن سلیمان بن خالد حلی شیخ شہیدؒ کے شاگرد نے انتخاب کیا ہے اور وہ ہمارے ہاں موجود ہے یہ کتاب بصائر اس بصائر الدرجات کے علاوہ ہے کہ علامہ مجلسیؒ جس سے بحار میں نقل کرتے ہیں اور اس کی رمز (یر) قرار دی ہے کیونکہ وہ کتاب تو شیخ اقدم نبیل محمد صفار متوفی ۲۹۰ھ مدفون قم کی ہے اور یہ بزرگوار شیخ صدوق کے استادوں کے استاد اور شیخ ہیں۔

اور ۳۰۳ھ میں احمد بن علی بن شعیب نسائی مشہور محدث صاحب کتاب سنن نے جو صحاح ستہ میں سے ہے وفات پائی اور نسائی منسوب ہے نسا (فتح نون کے ساتھ) کی طرف جو خراسان کے شہروں میں سے ہے۔

فاضل تبحر خبیر میرزا عبداللہ اصفہانی ریاض العلماء میں کہتے ہیں جاننا چاہیے کہ نسائی کے سنی ہونے میں شک کیا جاتا ہے اور کبھی اسے تشیع کی نسبت دی جاتی ہے کہا گیا ہے کہ اس سے معاویہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ اس کے فضائل میں کیا کچھ روایت ہوئی ہے تو کہنے لگا کیا معاویہ اس پر راضی نہیں کہ وہ برابر برابر نکل جائے چہ جائے کہ اس کی کوئی فضیلت ہو اور دوسری روایت ہے کہ میں تو اس کی کوئی فضیلت نہیں پہچانتا سوائے (نبی کے اس ارشاد کے) کہ خدا تیرے پیٹ کو پر نہ کرے اور مالکی کی کتاب فصول المہمہ کے ابتداء میں منقول ہے وہ کہتا ہے کہ یہ یعنی نسائی جب دمشق آیا اور وہاں کتاب خصائص مناقب حضرت علی علیہ السلام میں تصنیف کی تو اس سے یہ کام معیوب سمجھا گیا اور اس سے کہا گیا تو نے شیخین کے فضائل میں کیوں کتاب تصنیف نہیں کی تو وہ کہنے لگا کہ میں دمشق میں آیا تو علیؑ سے انحراف کرنے والے یہاں بہت سے لوگ ہیں لہٰذا میں نے کتاب خصائص تصنیف کی ہے اس امید پر کہ خدا انہیں اس کتاب کے ذریعہ ہدایت کرے تو اس کے پہلو میں اتنی لاتیں ماریں کہ اسے مسجد سے نکال دیا پھر اس کے پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ اس سے دمشق سے رملہ کی طرف نکال دیا اور وہ وہاں فوت ہوا انتہی۔

دار قطنی سے منقول ہے کہ جب نسائی دمشق میں مصیبت میں مبتلا ہوا تو کہنے لگا مجھے مکہ لے چلو پس اس کو اٹھا کر وہاں لے گئے اور مکہ میں اس کی وفات ہوئی اور صفا و مروہ کے درمیان وہ دفن ہوا اور اس کی وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی اور اسی سال محمد بن عبدالوہاب ابوعلی جبائی کی جو بصرہ و بغداد کے معتزلہ کا رئیس ہے وفات ہوئی اور اس کے مناظرے ابوالحسن اشعری کے ساتھ مشہور ہیں اور مقام اس ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔

اور ۳۰۴ھ ۲۳ شعبان کو سید ابومحمد اطروش حسن بن علی بن حسن بن عمر اشرف بن علی بن حسین بن ابیطالب علیہم السلام نے مقام آمل میں وفات پائی اور یہ سید جلیل ناصر کبیر کے لقب سے مشہور ہے اور نانا ہے سید مرتضیٰ و رضی کا اور زیدیہ کو اس سے بڑی عقیدت ہے اور اس کی تفسیر کبیر سے بہت کچھ نقل کرتے ہیں۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ وہ آل ابوطالب کا شیخ و بزرگ ان کا عالم و زاہد اور ان کا ادیب و شاعر ہے دیلم و جبل کے علاقہ پر اس کا قبضہ و سلطنت ہوگئی ناصر للحق اس کا لقب ہوا سامانیوں کے ساتھ اس کی بڑی عظیم جنگیں ہوئیں اور طبرستان میں ۳۰۴ھ میں اس کی وفات ہوئی اسی سال جیسا کہ قرمانی نے اخبار الدول میں بیان کیا ہے کہ بغداد میں ایک جانور ظاہر ہوا جس کو زبزب کہتے تھے راتوں کے وقت اس کو چھتوں کے اوپر دیکھتے وہ لوگوں کے بچے کھا جاتا اور عورتوں کے پستان کاٹ لیتا لہٰذا بغداد کے لوگ راتوں کو پہرہ دیتے اور تھال بجاتے تاکہ وہ جانور بھاگ جائے ایک مدت تک یہ مصیبت رہی۔

اور ۳۰۹ھ میں حسین بن منصور حلاج علماء کے فتوے سے قتل کر دیا گیا کیونکہ اس زمانہ کے علماء و فقہاء نے اس کے بعض نظریات و کلمات سننے کے بعد اس کے خون حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور حامد بن عباس مقتدر کے وزیر کے سامنے قاضی ابوعمرو نے اس کے خون کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور باقی علماء نے بھی فتویٰ دیا اور اس سلسلہ میں ایک قبالہ و محضر نامہ لکھا اور حلاج مسلسل یہ کہتا تھا اللہ اللہ فی دمی اللہ سے ڈرو اللہ سے خوف کرو میرے خون کے بارے میں پس اس کو زندان میں لے گئے اور صورت واقعہ خلیفہ کے سامنے پیش کی گئی خلیفہ کہنے لگا اگر علماء نے اس کا خون بہانے کا فتویٰ دیا ہے تو اس کو جلاد کے حوالے کرو تاکہ وہ اس کو ایک ہزار تازیانے لگائے اور اگر اس سے ہلاک نہ ہو تو پھر اس کو ہزار تازیانہ لگائے اور اگر اس سے ہلاک نہ ہوئے تو پھر اس کو ہزار تازیانہ لگائے پھر اس کی گردن اڑا دے پس اسے منگل کی صبح تیئیس ذیقعدہ جلاد کے سپرد کیا گیا اور اس نے اسے ایک ہزار تازیانہ لگایا پھر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور اسکے بعد اس کا سر جدا کر دیا اور بغداد کے پل پر اسے سولی پر لٹکا دیا پھر اس کا بدن جلایا گیا اور اس کی راکھ دجلہ میں پھینکی گئی اتفاقاً اس سال دجلہ میں بہت پانی آیا حلاج کے ساتھی کہنے لگے کہ یہ پانی کی زیادتی حلاج کی راکھ کی وجہ سے تھی اور لوگ اس کے متعلق دو فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حلاج ان اشخاص میں سے ہے کہ جنہوں نے غیبت صغریٰ کے زمانہ میں کذب و افتراء سے بابیت اور سفارت و نیابت کا دعویٰ کیا ہے اور توقیع شریف (امام علیہ السلام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر) ان پر لعنت کرنے اور ان سے برات کے متعلق خارج ہوئی ان میں سے پہلا شخص ابومحمد ہے جو شریعی مشہور تھا جو حضرت علی نقی اور حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتا تھا

اور یہ پہلا شخص ہے کہ جس نے اللہ کی مخالفت میں جھوٹا دعویٰ حضرت حجۃ صلوات اللہ علیہ کی طرف سے بابیت (ان کا دروازہ ہونا) اور سفارت (نائب امام) کا کیا اور اس کے بعد اس سے الحاد و زندقہ وغلو و تناسخ کا نظریہ ظاہر ہوا اور وہ یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں علی بن محمدؑ (نقی) کی طرف سے نبی ہوں اور وہ جناب معاذ اللہ پروردگار ہیں اور اس قسم کی کفر آمیز باتیں پس حضرت صاحب الامرؑ کی طرف سے اس پر لعنت اور اس سے برات کی توقیع خارج ہوئی اور دوسرا شخص محمد بن نصیر نمیری تھا کہ جس نے شریعی کی طرح پہلے باب ہونے کا دعویٰ کیا پھر اس سے تجاوز اور غلو کیا حضرت ابوالحسن (امام علی نقی) کے متعلق اور دعویٰ کیا آنجنابؑ کی ربوبیت اور اپنی رسالت کا اور وہ محارم دلواطہ کی حلیت کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ لواطت مفعول کے لیے تذلل اور تواضع وانکساری کا باعث اور ممدوح ہے اور خود بھی لواطت کراتا تھا اور ایک احمد بن ہلال کرخی ہے اور ایک محمد بن علی بن بلال ہے اور ایک حسین بن منصور حلاج ہے اور ایک شلمغانی ہے خلاصہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک پہلے تو یہ دعویٰ کرتا کہ ہم امامؑ کی طرف سے وکیل ہیں اور کمزور وضعیف لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے اور پھر اپنے الحاد و کفر زندقہ کو ظاہر کرتے اور راضی باللہ کے زمانہ کے ذکر میں شلمغانی کے مختصر حالات انشاء اللہ آئیں گے۔

خلاصہ یہ کہ حسین حلاج بھی اس مقام کا دعویٰ کرتا تھا اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا تھا ایک دفعہ قم میں آیا اور شیخ اجل علی بن بابویہ قمی رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھا اور ظاہر کیا کہ میں امامؑ کا قاصد اور حضرت حجۃ عصر علیہ السلام کا وکیل ہوں اور ابن بابویہ کے ساتھ کچھ دوسرے لوگوں کو بھی اپنی طرف دعوت دی جب وہ خط ابن بابویہ کے ہاتھ میں پہنچا تو انہوں نے اس کو پھاڑ ڈالا اور اپنی دکان تجارت کی طرف چل پڑے جب دکان پر پہنچے تو وہاں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ حاضر ہیں اور وہ سب کے سب ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے سوائے ایک شخص کے کہ جس نے ان کے احترام کی رعایت نہ کی اور ان کے لیے کھڑا نہ ہوا اور وہ حسین حلاج تھا شیخ ابن بابویہ نے پوچھا کہ تو کون ہے حلاج نے کہا میں وہی شخص ہوں کہ جس کے خط کو تو نے پھاڑ ڈالا حالانکہ میں دیکھ رہا تھا شیخ نے فرمایا صاحب رقعہ تو ہے؟ پھر فرمایا یا غلام برجلہ وقفاہ اے غلام اس کا پیر اور گردن پکڑو اور اسے باہر نکال دو پس انتہائی ذلت ورسوائی کے ساتھ اس کو وہاں سے نکال دیا گیا حسین حلاج پھر قم میں نہیں رہا اور اس کے بعد لوگوں نے اسے وہاں نہیں دیکھا اور جب خداوند عالم نے چاہا کہ وہ رسوا اور ذلیل ہو اور اس کے کردار سے پردہ اٹھا دے تو اس کی رسوائی کے اسباب یہ ہوئے کہ حلاج نے مصلحت یہ سمجھی کہ ابوسہل نوبختی کو جو علماء وادباء اور لوگوں کے نزدیک موثق افراد میں سے تھا اپنے دام تزویر میں لے آئے تاکہ شاید اس طریقہ سے کمزور لوگ اور عامۃ الناس اس کے فریب میں آجائیں پس اس کو رقعہ لکھا اور اسے اپنی طرف دعوت دی اور ظاہر کیا کہ میں صاحب الزمان کا وکیل ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تجھ سے خط وکتابت کروں اور ایسا نہ ہو کہ تجھے اس معاملہ میں شک وشبہ ہو ابوسہل جب خط کے مضمون پر مطلع ہوا تو اس کے لیے پیغام بھیجا کہ گر تو صاحب الزمانؑ کا وکیل ہے تو ضروری ہے کہ تیرے پاس اسکے دلائل و براہین ہوں لہٰذا تجھ پر ایمان لانے اور تیری تصدیق کرنے کے لیے تجھ سے ایک چھوٹی سی خواہش کرتا ہوں تاکہ وہ تیری دعوت کی شاہد و گواہ بن سکے اور وہ یہ ہے کہ میں جوان کنیزوں کو دوست رکھتا ہوں اور اس وقت میرے پاس چند جوان کنیزیں ہیں کہ جن کے وصال سے میں لطف اندوز ہوتا ہوں لیکن چونکہ بڑھاپے نے میرے سر اور چہرہ پر اثر کیا ہے لہٰذا مجبور ہوں کہ ہر ہفتہ میں خضاب لگاؤں تاکہ اپنے بالوں کی سفیدی

ہی ان سے چھپا سکوں کیونکہ اگر انہیں میرے بالوں کی سفیدی معلوم ہو جائے تو وہ مجھ سے کنارہ کشی کریں گی اور میرا وصال ہجر و جدائی میں بدل جائے گا یہی وجہ ہے کہ ہر ہفتے خضاب کرنے کی زحمت میں مبتلا ہوں اگر تم اپنی دعوے میں سچے ہو تو ایسا کرو کہ میری ڈاڑھی سیاہ ہو جائے اور پھر مجھے خضاب کی ضرورت نہ پڑے تب میں تمہارے مذہب میں داخل ہو جاؤں گا اور لوگوں کو تمہاری طرف دعوت دوں گا جب یہ پیغام حسین کو ملا تو اس نے سمجھا کہ اس کا تیر خطا گیا ہے لہذا خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا ابو سہل اس مطلب کو مجالس و محافل میں بیان کرتا تھا اور اس کو لوگوں کے لیے مذاق اور کھلونا بنا دیا اس کے فریب کا پردہ چاک کر دیا اور اسے رسوا کیا لوگوں کو اس کے فریب سے نجات دی اور ان مطالب کو شیخ طوسی اور دیگر علماء نے روایت کیا ہے جو تفصیل کا خواہشمند ہو وہ کتاب غیبت شیخ یا بحار کی گیارہویں جلد کی طرف رجوع کرے۔

اور ۳۰۱ھ میں ابو العباس احمد بن یحییٰ ثعلب ... اور ۲۶ شوال ۳۱۰ھ مورخ خبیر و محدث بصیر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر طبری شافعی مذہب نے بغداد میں وفات پائی اور وہ اہل سنت کے آئمہ مجتہدین میں سے ہے اور وہ تفسیر کبیر اور تاریخ مشہور کا مولف ہے اور اس کی ایک تصنیف کتاب الولایہ بھی ہے کہ جس میں خم غدیر کی احادیث کو دو ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے اور اس کی ایک اور کتاب ہے کہ جس میں حدیث طیر کے طرق جمع کیے ہیں اور یہ محمد بن جریر بن رستم طبری جو شیعہ امامی اور المسترشد اور ایضاح وغیرہ کا مولف ہے اس کے علاوہ اور شخص ہے۔

اور اسی سال کے ماہ ذی الحجہ میں یعنی ۳۱۰ھ میں ابوبکر محمد بن سری بن سہل نحوی نے جو ابن سراج کے نام سے مشہور تھا وفات پائی۔ اور ۳۱۱ھ میں ابو زکریا محمد بن زکریا رازی مشہور طبیب نے وفات پائی وہ اس فن میں بہت پختہ تھا، اس نے بہت سی کتب تالیف کیں ان میں سے ایک کتاب ہے برء الساعۃ اور ان میں سے ایک کتاب ہے من لا یحضرہ الطبیب کہ جس کی مثال اور منوال و طریقہ پر ہمارے شیخ صدوق نے بعض جلیل القدر سادات کے اشارہ سے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ تالیف فرمائی اور ابو زکریا کے کئی نفع بخش کلمات ہیں ان میں سے یہ کلمات بھی ہیں جب تک تو غذاؤں سے علاج کی قدرت رکھتا ہے دواؤں سے علاج نہ کر اور جب تک مفرد دوا سے علاج ممکن ہو مرکب دوا سے پرہیز کر اور ان کلمات میں سے ہے بیماری کی ابتداء میں ایسی چیز کے ساتھ علاج کر کہ جس سے طاقت و قوت ختم نہ ہو یا قبل اس کے کہ طاقت و قوت جاتی رہے اور یہ بھی اس کا قول ہے کہ زہر تین چیزیں ہیں بھنا ہوا گرم گرم گوشت، خراب شدہ دودھ اور پرانی مچھلی۔

اور ۳۱۲ھ میں علی ابن محمد بن فرات کے لقب سے مشہور وزیر کو اس کے بیٹے محسن کے ساتھ قتل کیا گیا اور ابن فرات تین مرتبہ معزول ہونے کے بعد مقتدر کا وزیر ہوا اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں اور صاحب بن عباد نے ابو الحسن بن ابوبکر علاف سے جو بڑا مشہور تھا نقل کیا ہے کہ میرے باپ ابوبکر نے جو قصیدہ بلے کے مرثیہ میں کہا ہے اس سے مراد اس کی محسن بن فرات تھی چونکہ وہ ان کے اختلاف مصائب کا زمانہ تھا اور ایک قول ہے کہ اس کی مراد معتز کا بیٹا تھا اور خلیفہ کے خوف سے اظہار نہیں کر سکا کنایۃً اس کا مرثیہ کہا ہے یہ قصیدہ دمیری نے لفظ ہر (بلا) کے عنوان میں کتاب حیوۃ الحیوان میں ذکر کیا ہے اور اس قصیدہ کا مطلع یہ شعر ہے۔

یا هز فارقتنا ولمد تعد

وكنت عندی بمنزلة الولد

اسے بیٹے تو ہم سے جدا ہوا اور واپس لوٹ کے نہیں آئے گا تو میرے نزدیک بیٹے کی مانند تھا۔"

اور ابن فرات کا بھائی ابوالعباس احمد بن محمد بن فرات اپنے زمانہ کا سب سے زیادہ خوش نویس اور علم میں زیادہ پختہ تھا اور فضل بن جعفر اس کا چچا زاد بھائی بھی جو ابن حنزابہ مشہور تھا خوشنویس تھا اور خلفاء کے زمانہ میں وزارت و ریاست اس کے پاس تھی البتہ اس کے باپ جعفر بن محمد بن فرات نے وزارت قبول نہیں کی۔

اور ماہ صفر ۳۲۴ھ یا ۳۲۳ھ میں ابراہیم بن محمد بن عرفہ نحوی نے جو نفطویہ مشہور اور سیبویہ کا شاگرد تھا وفات پائی اور مشہور یہ ہے کہ جب ان کے استاد سیبویہ نے دیکھا کہ اس کی بہت کثیف اور گندی ہے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے رکھتا ہے بلکہ اس کے لباس میں زیادہ چکناہٹ ہوتی ہے تو اسے کہنے لگا گویا تو مٹی کے تیل والا ہے۔

اور ۳۱۵ھ میں دیلم نے ری اور جبال پر غلبہ کیا اور بہت سی مخلوق کو قتل کر دیا یہاں تک کہ بچوں کو ذبح کیا اور اسی سال علی بن سلیمان اخفش صغیر اچانک بغداد میں مر گیا اور انہیں سالوں میں قرامطہ کے فتنہ و فساد اور مسلمانوں کو ان کے اذیت پہنچانے اور مسلمانوں کو قتل کرنے نے سرکشی کی اور ان کے پیروکار و انصار بہت سے جمع ہو گئے یہاں تک کہ کئی مرتبہ انہوں نے خلیفہ کے لشکر کو شکست دی اور راستے خطرناک اور بے امن ہوئے اور لوگوں نے جان کے خوف سے حج کرنا چھوڑ دیا اہل مکہ بھی اپنے حالات کی سختی و شدت کی وجہ سے مکہ چھوڑ کر باہر چلے گئے۔

اور ۳۱۷ھ میں مقتدر نے منصور دیلمی کو امیر حاج قرار دیا اور وہ حاجیوں کے ایک قافلہ کے ساتھ مکہ کی طرف گیا اور وہ لوگ صحیح و سالم وہاں تک پہنچ گئے ابوطاہر قرمطی ملعون بھی مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ آٹھویں ذوالحجہ کے دن مسلمانوں سے ان کا آمنا سامنا ہوا اور انہوں نے وسعت و بدی و تجاوز دراز کیا اور مسلمانوں کو مسجد الحرام میں قتل کیا اور ان کے مردوں کو چاہ زمزم میں پھینک دیا اور لوہے کے گرز سے اتنی ضربیں لگائیں کہ حجر الاسود ٹوٹ گیا اور اسے اکھاڑ لیا اور وہ یہ سب کچھ ذوالحجہ ۳۱۷ھ کے ہی سال میں ہوا پس وہ لوگ گیارہ دن مکہ میں رہے اور حجر الاسود کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور بیس سال سے زیادہ عرصہ ان کے پاس رہا اور مسلمانوں نے پچاس ہزار دینار انہیں دینے کیے تاکہ حجر الاسود واپس کر دیں لیکن انہوں نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ مطیع اللہ کے وقت ۳۳۹ھ میں عبید اللہ مہدی کے حکم سے مکہ میں واپس لائے جیسا کہ ۲۸۶ھ کی تاریخ میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

اور منقول ہے کہ جب حجر الاسود کو انہوں نے اکھاڑا اور لے گئے تو شہر ہجر تک پہنچے چالیس اونٹ اس کے زیر بار ہلاک ہوئے اور جب انہوں نے چاہا کہ حجر الاسود کو واپس لوٹائیں تو اس کو ایک لاغر و کمزور اونٹ پر بار کیا وہی ایک اونٹ اس کو مکہ تک لے گیا اور حجر الاسود برکت سے موٹا تازہ ہو گیا اور واضح ہو کہ مجمع البحرین میں لفظ قرمط کے تحت شیخ بہائی سے نقل کیا ہے کہ ۳۱۷ھ حج کے دن قرامطہ مکہ میں داخل ہوئے اور حجر الاسود کو لے گئے اور وہ بیس سال ان کے پاس رہا اور بہت سے لوگ انہوں نے قتل کیے کہ جن میں

سے علی بن بابویہ بھی تھے یہ طواف کر رہے تھے کہ ان پر تلوار کا وار ہوا اور یہ بزرگوار بے حال ہو کر زمین پر گر پڑے اور کہا۔

تری المحبین صرعی فی دیارھم
کفیة الکھف لایدرون کم لبثوا

"تو محبت کرنے والوں کو ان کے گھروں میں چت پڑا ہوا دیکھے گا مثل اصحاب کہف کے کہ جنہیں معلوم نہیں کہ کتنی مدت پڑے رہے۔

اور یہ عجیب واقعہ ہے علاوہ اس کے کہ اسے کسی نے ذکر نہیں کیا سوائے اقتباسات مجلسی کے یہ مخالف ہے ابن بابویہ کی تاریخ وفات سے کیونکہ ان کی وفات ماہ شعبان ۳۲۹ھ میں ہے۔

مولف کہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اس چیز کو حجر الاسود سے بعید سمجھے کیونکہ یہ پتھر آیات خدا میں سے ایک آیت ونشانی ہے اور اس کے لیے علامات اور قدر و منزلت ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے گفتگو کی حضرت سید سجاد کے لیے جب (ظاہراً) ان سے ان کے چچا محمد نے امر امامت میں نزاع کیا اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ بات شہرت یافتہ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر نصب ہونے میں معصومین کے علاوہ کسی کی اطاعت نہیں کرتا چنانچہ چند مرتبہ ایسا ہوا اور اسی لیے تو شیخ اجل ابو القاسم محمد بن قولویہ قمی مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے جس سال کہ حجر اسود کو لے جا رہے تھے کہ اسے اس کی جگہ پر نصب کریں تا کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی زیارت سے حجر الاسود کے نصب کرتے وقت مشرف ہوں لیکن بغداد میں جا کر بیمار ہو گئے اور کسی نائب بنا کر مکہ کی طرف بھیجا اور ایک رقعہ لکھ کر اس کو دیا اور اس سے کہا کہ یہ رقعہ اس شخص کو دینا کہ جو حجر الاسود کو اس کی جگہ پر نصب کرے اور اس خط میں اپنی عمر کے متعلق سوال کیا تھا اس شخص نے وہ رقعہ حضرت تک پہنچایا اور آپ نے اس کا مطالعہ کیے بغیر اس سے فرمایا کہ شیخ سے کہنا کہ تیس سال مزید زندہ رہو گے اسی طرح ہوا کہ جس طرح حضرت نے فرمایا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حجر الاسود ملائکہ میں سے ایک عظیم فرشتہ تھا اللہ تعالی نے اپنے بندوں کا عہد و میثاق اس کے سپرد کیا اور وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی بولنے والی زبان ہوگی اور وہ ان لوگوں کے حق میں شہادت دے گا کہ جنہوں نے اپنے عہد و میثاق کی وفا کی ہے اسی لیے حجر کو مس کرتے یا بوسہ لیتے وقت کہتے ہو:

امانتی ادیتھا ومیثاقی تعاھدتہ لتشھدلی عندك بالموافات میں نے اپنی امانت کو ادا کیا ہے اور اپنے میثاق کو پورا کیا ہے تا کہ تو گواہی دے کہ تیرے پاس اس کو پورا پورا ادا کیا ہے اور کئی ایک روایات میں ہے اور علماء عامہ نے بھی اسے نقل کیا ہے کہ ایک سال عمر بن خطاب نے حج کیا اور اسی سال حضرت امیر المومنین بھی تشریف لے گئے عمر حجر الاسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دیا اور کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ تو ضرر پہنچا سکتا ہے اور نفع اور اگر یہ نہ ہوتا کہ میں نے رسول خدا کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے تو میں تیرا بوسہ نہ لیتا حضرت امیر المومنین نے فرمایا ایسا نہیں جس طرح تو کہہ رہا ہے بلکہ یہ ضرر بھی پہنچاتا ہے اور نفع بھی دیتا ہے کیونکہ جس وقت خداوند عالم نے اولاد آدم سے میثاق لیے تو انہیں ایک ورق پر لکھا اور حجر کو وہ کھانے کیلئے دیا اور میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن حجر الاسود آئے گا اور اس کے لیے زبان ہوگی اور وہ گواہی دے گا اس شخص

کے حق میں جمل نے اس کا بوسہ لیا جب کہ وہ توحید کا اقرار بھی کرتا اور عمر نے کہا لا عیش فی عیش قوم لست فیھم یا ابا الحسن اس قوم کی زندگی میں اچھائی و بھلائی نہیں کہ جس میں اے ابوالحسن تو نہ ہو اور ہم معتضد کے زمانہ کے حالات میں قرامطہ کے کچھ حالات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

اور ۳۱۹ھ میں عبداللہ بن احمد ابوالقاسم کعبی بلخی نے جو طائفہ معتزلہ کا رئیس تھا وفات پائی۔ اور ۳۲۰ھ میں مونس خادم مقتدر کے خلاف ہو گیا اور اس کے ساتھ نزاع و فساد و جنگ و جدال کی بنیاد رکھی اور مونس کا زیادہ تر لشکر بربر کے لوگ تھے ابھی دونوں لشکروں نے صف بندی نہیں کی تھی کہ ایک بربری نے خلیفہ کو ایک حربہ لگایا اور اسے زمین پر گرا دیا پھر پیادہ ہو کر اس کا سر کاٹ لیا اور اس کو نیزہ پر سوار کیا اور خلیفہ کا سارا لباس اس کے بدن سے اتار لیا یہاں تک کہ لوگ گھاس پھوس لے گئے اور اس کی شرمگاہ چھپائی پھر اس کا جنازہ اٹھا کر اسے دفن کر دیا اور مقتدر بنی عباس کا اٹھارہواں خلیفہ ہے اور بنی عباس کا ہر چھٹا خلیفہ یا خلافت سے ہٹا دیا گیا یا قتل ہوا اور یا ہٹایا بھی گیا اور قتل بھی ہوا جیسا کہ چھٹا خلیفہ محمد امین تھا جس کو خلافت سے ہٹایا بھی گیا اور قتل بھی ہوا اور دوسرا چھٹا خلیفہ مستعین تھا وہ بھی معزول و مقتول ہوا اور مقتدر پھر چھٹا خلیفہ ہے جو قتل ہوا اور اس کی مدت خلافت چودہ دن کم پچیس سال تھی اور اس کی عمر اڑتیس سال چودہ دن تھی اور جس دن وہ تخت حکومت پر بیٹھا اس کی عمر تیرہ سال تھی اور کہا گیا ہے کہ کوئی خلیفہ تخت پر نہیں بیٹھا جو اس سے کم عمر ہو اور یہ نماز عصر کے وقت جمعہ کے دن ستائیس شوال ۳۲۰ھ میں مارا گیا اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں مقتدر کے قتل کی طرف اشارہ فرمایا ہے جہاں فرماتے ہیں گویا میں ان کے اٹھارہویں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے خون میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے بعد اس کے کہ اس کا لشکر اس کا گلا دبا لے گا اس کی اولاد میں سے تین ایسے مرد ہوں گے جن کی سیرت گمراہی و ضلالت کی سیرت ہو گی اور اس کی اولاد میں سے تین اشخاص سے مراد راضی و متقی و مطیع ہیں کہ جو تینوں اس کے تین خلیفہ ہوتے جیسا کہ معلوم ہوگا۔

محمد بن احمد قاہر باللہ کی خلافت کا ذکر

ماہ شوال کے دو دن رہتے تھے ۳۲۰ھ میں کہ قاہر باللہ محمد احمد معتضد مقتدر کے بعد مسند خلافت پر بیٹھا جب خلافت پر مستقر و مستقل ہو گیا تو آل مقتدر کو گرفتار کر کے انہیں عذاب کے شکنجے میں جکڑ دیا اور متقی کے بیٹے اپنے بھتیجے کو ایک کمرہ میں بند کر دیا اور اس کے دروازے کو اینٹوں اور چونے سے چن دیا یہاں تک کہ وہ وہیں مر گیا اور سیدہ مقتدر کی ماں کو پکڑ کر مارا پیٹا اور اس کو الٹا لٹکا دیا یہاں تک کہ اس کا پیشاب اس کے منہ پر جاری ہو گیا اور اسی طرح عذاب میں رہ کر وہ مر گئی۔

اور ۳۲۱ھ میں ابو علی محمد بن مقلہ کو اپنا وزیر مقرر کیا پھر اس کو معزول کر کے محمد بن قاسم بن عبداللہ خصیبی کو اپنا وزیر بنایا اور ابن مقلہ وہی شخص ہے کہ جس نے خط عربی ایجاد کیا اور خط کوفی سے اسے عربی کی طرف منتقل کیا اور اسی سال عالم فاضل ادیب ابوبکر محمد بن حسن بن درید ازدی نحوی و لغوی و شاعر کتاب جمھرہ کے مولف نے بغداد میں وفات پائی اور ابن درید کو علماء شیعہ کے زمرہ میں ذکر

کرتے ہیں اور ابن شہر آشوب نے اسے شعراء اہل بیت میں شمار کیا ہے اور ایک جماعت نے اس کی مدح کی ہے اور اس کو اعلم الشعراء (شعراء میں سے زیادہ علم رکھنے والا) و اشعر العلماء۔ علماء میں سے زیادہ عمدہ شاعر) کہا ہے اور ابن درید کے حافظہ کے متعلق نقل ہوا ہے۔ کہ جب اس کے سامنے اشعار کا کوئی دیوان ایک دفعہ پڑھا جاتا تو اول سے لے کر آخر تک اسے یاد ہو جاتا اور یہ عجیب وغریب کی بات ہے اگرچہ حافظہ کی زیادتی میں اس کی اور نظیریں بھی ہیں اور اس کو شیخ حر عاملی نے امل الامل میں ذکر کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ مشہور دار قطنی کا بھانجا تھا اگرچہ طبقہ کے لحاظ سے بعید ہے خلاصہ یہ کہ ابن درید کی وفات کے ہی دن عبدالسلام بن محمد نے (جو ابو ہاشم جبائی کے لقب سے مشہور تھا) بھی وفات پائی پس لوگوں نے کہا کہ علم لغت وعلم کلام ابن درید اور ابو ہاشم کی موت سے مر گیا اور یہ قول اس کی نظیر ہے جو کچھ رشید نے اس دن کہا تھا کہ جس میں کسائی اور محمد بن حسن شیبانی فقیہ ری میں مرے تھے تو رشید نے کہا کہ ہم نے ری میں فقہ ولغت عرب دونوں کو دفن کر دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابو ہاشم اور اس کا باپ ابو علی جبائی معتزلہ کے بزرگوں میں سے تھے اور کتب کلامیہ میں ان کے عقائد و مذاہب مذکور ہیں اور جبا جیم کی پیش اور ب کی شد کے ساتھ) بصرہ کے علاقہ کی ایک بستی ہے ہم رجوع کرتے ہیں قاہر باللہ کے اخبار کی طرف بیشک قاہر متلون مزاج اور سخت جری قسم کا آدمی تھا اور ہمیشہ ہتھیار کے ساتھ رہتا اور اس نے مونس خادم کو حکومت کی ایک پارٹی کے ساتھ ہلاک کر دیا لہٰذا اس سے مکر و حیلہ کیا گیا اور بدھ کے دن پانچ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ میں اس کے گھر میں گھس گئے اور اس کو پکڑ کر اس کی آنکھیں نکال دیں اور خلافت سے اسے معزول کر دیا اور اس کی خلافت کی مدت ڈیڑھ سال اور چھ دن ہے اور ایک شخص سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں مسجد جامع منصوری بغداد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا جس پر پرانا جبہ تھا کہ جس کے پرانے پن اور پھٹ جانے کی وجہ سے اس کا اوپر والا حصہ جا چکا تھا کچھ مقدار استر کی اور کچھ روئی اس میں رہ گئی تھی اور وہ کہتا تھا اے لوگو مجھے صدقہ دو بیشک میں کل امیر المومنین تھا اور آج مسلمانوں کے فقراء و مساکین میں سے ہوں۔

میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا قاہر باللہ عباسی ہے اور عاقل دانا کیلئے بس یہی واقعہ دنیا کی بے اعتباری کیلئے کافی ہے اللہ سے پناہ مانگتے ہیں زمانہ کے مصائب و تکالیف سے۔

محمد بن جعفر راضی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جمادی الاولیٰ کی پانچ تاریخ ۳۲۲ھ میں قاہر کو خلافت سے معزول کر دیا گیا اور دوسرے دن (۶ ج ا) کو لوگوں نے راضی باللہ محمد بن جعفر مقتدر کی بیعت کر لی اور راضی ادیب شاعر ظریف الطبع اور سخی و جواد شخص تھا اور وہ اپنے اہل مجلس سے احسان و نیکی کرتا اور بہت خوشبو لگاتا تھا اور لوگوں کے واقعات وحالات سے بڑی واقفیت رکھتا تھا۔

منقول ہے کہ اس کے بچپن کے زمانہ میں اہل علم اور لوگوں کے حالات جاننے والی ایک جماعت اس کے پاس جمع ہوئی اور

ہر قسم کی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ سلسلہ گفتگو یہاں تک پہنچا کہ معاویہ بن ابوسفیان کے زمانہ میں سلطان روم کی طرف سے معاویہ کو خط پہنچا اور اس نے ان سے اس کے ہاں کے لوگوں میں سے سب سے بڑے شخص کو شلوار کا مطالبہ کیا معاویہ نے کہا کہ قیس بن سعد سے زیادہ بلند قامت اور تنومند شخص کوئی نہیں پس قیس کو بلایا اور اس سے کہا کہ جب گھر واپس جاؤ تو اپنی شلوار اتار کر مجھے بھیج دو کہ میں اسے سلطان روم کے پاس بھیج دوں قیس نے وہاں اپنی شلوار اتار کر معاویہ کو دے دی معاویہ نے کہا کہ تو نے گھر جا کر کیوں نہیں بھیجی تو قیس نے یہ دو اشعار پڑھے

لکیلا یعلم الناس انها
سراویل قیس والوفود شهود
وان لایقولوا غاب قیس وهذا
سراویل عادی نمته ثمود!

میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ قیس کی شلوار ہے جب کہ لوگوں کے وفد تیرے ہاں موجود ہیں اور یہ نہ کہیں کہ قیس تو غائب ہو گیا ہے اور یہ عادی شلوار ہے کہ جسے ثمود نے ظاہر کیا ہے پس راضی باللہ کی محفل میں موجود لوگوں میں سے ایک کہنے لگا کہ جبلہ بن ایہم جو بنی غسان کا ایک بادشاہ تھا اس کا قد بارہ بالشت تھا اور جب وہ سوار ہوتا تو اس کے پاؤں زمین پر خط کھینچتے تھے راضی باللہ نے کہا کہ قیس بن سعد بھی ایسا ہی تھا اور اتنا بلند قامت تھا کہ جب لوگوں میں پیادہ جا رہا ہوتا تھا بعض لوگ گمان کرتے کہ وہ سوار ہو کر جا رہا ہے اور میرا دادا علی بن عبداللہ بن عباس بھی بلند قامت اور خوبصورت جوان تھا اور لوگ اس کی قد آوری پر تعجب کرتے تھے اور اس کا قد اپنے باپ عبداللہ کے کندھے کے برابر تھا اور عبداللہ بھی اپنے باپ عباس کے کندھے کے برابر تھا پس میرے دادا عباس کا قد ایک سر و گردن عبداللہ سے اونچا تھا اور عبداللہ ایک سر و گردن علی سے بلند تر تھا اور عباس جب بھی خانہ خدا کے گرد طواف کرتا تو اس طرح معلوم ہوتا کہ سفید رنگ کا خیمہ خانہ خدا کے گرد چکر لگا رہا ہے حاضرین نے راضی باللہ کی وسعت علم پر تعجب کیا۔

مولف کہتا ہے کہ منقول ہے کہ عباس بن عبدالمطلب اتنا قد آور شخص تھا کہ پیادہ محمل کے نیچے کھڑے ہو کر محمل میں بیٹھے ہوئے شخص کا منہ چوم لیتا تھا اور قیس بن سعد بن عبادہ ان دس افراد میں سے ایک تھا کہ جو زمانہ رسالت میں دراز قد ہونے میں ممتاز تھے اور ان کے قد کا طول اللہ کے دلائل ہشت کے برابر تھا اور ہر بالشت ذراع (ایک ہاتھ) کے مساوی تھی اور سعد قیس کا باپ بھی بلند قامت تھا اور قیس اس کا باپ اور دادا بھی ہمیشہ قدیم زمانہ سے قبیلہ کے سردار تھے اور قیس نے ۶۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی اس کے چہرہ پر ایک بال بھی نہیں اگا تھا اور انصار کو یہ حسرت تھی کہ اس کی داڑھی خرید سکتے تو ہم دوست رکھتے ہیں کہ اپنا تمام مال و منال دے کر اس کے لیے داڑھی خرید لیں اور یہ اس لیے تھا چونکہ قیس اور اس کا باپ جاہلیت اور اسلام میں سردار بزرگ اور مہمان نواز تھے، اور انصار کے رئیس و سردار تھے اور احنف بن قیس جو حلم و بردباری میں مشہور تھا اور عبداللہ بن زبیر اور شریح قاضی بھی قیس کی طرح بے ریش تھے اور اسی لیے ان چار افراد کی سادات الطلس (کھودوں کے سردار) کہتے تھے اور اطلس اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے چہرہ پر بال نہ

اُگے ہوں۔

خلاصہ یہ کہ راضی باللہ کے کئی ایک ندیم و ہمنشین تھے کہ جن میں سے محمد بن یحییٰ اصولی اور ابن حمدون ندیم بھی ہے اور راضی باللہ کے اس کی خلافت کے زمانہ کے اچھے کاموں میں فدک کا جناب سیدہ فاطمہؑ کے وارثوں کو واپس کرنا ہے اور راضی باللہ کے زمانہ تک نو مرتبہ فدک غصب ہوا اور واپس ملا جیسا کہ علامہ حلی نے نہج الحق میں فرمایا ہے کہ ابو ہلال عسکری کتاب اخبار الاوائل میں کہتا ہے کہ پہلا شخص کہ جس نے فدک حضرت فاطمہ علیہا السلام کے وارثوں کو واپس کیا عمر بن عبدالعزیز تھا بعد اس کے کہ معاویہ نے اسے اپنی جاگیر بنالیا تھا اور مروان بن حکم و عمر بن عثمان اور اپنے بیٹے یزید پر تقسیم کر دیا تھا عمر بن عبدالعزیز کے بعد دوبارہ فدک غصب کرلیا گیا اور سفاح نے رد کیا دوبارہ غصب ہوا تو مہدی عباسی نے وارثوں پر رد کیا پھر غصب کیا تو مامون نے ان کو واپس کیا اور ابو ہلال کے علاوہ مورخین کہتے ہیں کہ مامون کے بعد پھر غصب ہوا اور واثق نے انہیں رد کیا پھر غصب ہوا تو معتضد نے واپس کیا اور دوبارہ غصب ہوا تو مستضئ نے واپس کیا اور دوبارہ غصب ہوا تو راضی باللہ نے اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا کو واپس کر دیا۔

فقیر کہتا ہے کہ مہدی کے حالات میں جان چکے ہو کہ اس نے بھی فدک واپس کیا بعد ان کے مختصر کے بعد سے غصب ہوا تھا پس راضی باللہ کے زمانہ تک دس مرتبہ غصب ہوا اور واپس کیا گیا واللہ العالم۔

اور راضی باللہ نے اپنی خلافت کے زمانہ ۳۲۳ھ میں حکم جاری کیا تو ابو جعفر محمد بن علی شلمغانی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا اور اس کا بدن بغداد میں سولی پر لٹکایا گیا اور شلمغانی کو ابن ابی العزاقر کہتے تھے اور وہ منسوب ہے شلمغان کی طرف جو واسط کے اطراف میں ایک بستی ہے اور ابن اثیر نے اس کا قتل ۳۲۲ھ میں بیان کیا ہے۔ اور وہ ان اشخاص میں سے ایک ہے کہ جنہوں نے خدا پر جھوٹ باندھ کر بابیت اور وکالت امام عصر علیہ السلام کا دعویٰ کیا ہے اور ان سے بری باتیں نکلیں اور توقیع شریف ان پر لعنت کرنے اور ان سے برات کرنے کے متعلق خارج ہوئی۔

اس گروہ کے حالات مقتدر کے زمانہ کے حالات میں ذکر ہو چکے ہیں اور جعفر شلمغانی ابتداء میں راہ راست پر تھا اور طائفہ بنی بسطام میں وجیہ اور صاحب قدر و منزلت تھا بسبب اس کے اختصاص کے جناب ابو القاسم بن روح علیہ السلام تیسرے نائب امام عصر صلوات اللہ علیہ سے پس اسے جناب ابو القاسم پر حسد ہوا اور یہ مرتد ہو گیا اور بڑے بڑے نظریات اور باتیں ظاہر کیں جب اس کے معاملہ سے پردہ اٹھا شیخ ابو القاسم حسین بن روح نے بنی بسطام کو شلمغانی کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کیا اور انہیں اس پر لعنت کرنے اور تبرا کرنے کا حکم دیا بنی بسطام نے شیخ کے فرمان پر عمل نہ کیا اور شلمغانی سے دستبردار نہ ہوئے کیونکہ شلمغانی کہتا تھا کہ میں نے تو راز فاش کر دیا ہے لہذا مجھے دور کر دینے کی سزا اور عتاب ہوا ہے دوبارہ شیخ ابو القاسم نے بنی بسطام کو خط لکھا جو شلمغان اور اس کے پیروکاروں پر لعنت کرنے اور ان سے بیزاری اختیار کرنے پر مشتمل تھا بنی بسطام نے وہ تحریر شلمغانی کو دکھائی جب اس کی نگاہ اس مکتوب شریف پر پڑی تو شعبدہ کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ بہت رویا اور کہنے لگا کہ لعنت سے مراد اس کا باطنی معنی ہے جو کہ دور ہونا ہے اور یہاں مراد جہنم کی آگ سے دوری ہے پس شیخ کے قول لعنہ اللہ (خدا اس پر لعنت کرے)۔

کا معنی یہ ہے کہ باعدہ اللہ عن العذاب والنار کہ خدا اس کو عذاب اور جہنم کی آگ سے دور کرے پھر کہنے لگا کہ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ میں شیخ کے نزدیک صاحب قدر و منزلت ہوں پھر اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور اپنے رخسار خاک پر ملے۔

خلاصہ یہ کہ شلمغانی نے ان شیطانیوں سے بنی بسطام کے عقائد خراب کر دیئے ایک دفعہ ام کلثوم شیخ ابو جعفر عمری رضوان اللہ علیہا امام عصر علیہ السلام کے دوسرے نائب کی بیٹی ابو جعفر بسطام کی نانی کو ملنے کے لیے گئی تو ابو جعفر کی ماں نے اس کا استقبال کیا اور اس کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا ان میں سے ایک یہ حرکت کی کہ ام کلثوم کے پاؤں پر گر پڑی اور ان کے بوسے لینے لگی ام کلثوم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا بی بی یہ کیا کام کر رہی تھا ابو جعفر کی ماں رو پڑی اور کہنے لگی ایسا تجھ سے سلوک کیوں نہ کروں حالانکہ تم تو میری بی بی فاطمہ زہرہ ہو ام کلثوم نے کہا یہ باتیں کہاں سے کہتی ہو کہنے لگی کہ شلمغانی نے مجھے ایک راز بتایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اس کو کسی سے ظاہر نہ کرنا ام کلثوم نے اصرار کیا کہ وہ بتائے ابو جعفر کی ماں نے اس سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اس راز کو فاش نہیں کرے گی تب کہنے لگی شلمغانی نے کہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی روح تیرے باپ ابو جعفر محمد بن عثمانؓ کے بدن میں اور امیر المومنین کی روح شیخ ابو القاسم کے بدن میں اور جناب فاطمہ کی روح تمہارے (ام کلثوم) بدن میں منتقل ہو گئی ہے پس کس طرح تمہاری عزت و تعظیم نہ کروں اے ہماری بی بی وخاتون ام کلثوم نے کہا یہ باتیں نہ کرو بیشک یہ جھوٹ ہیں وہ کہنے لگی میں کہہ چکی ہوں یہ راز ہے۔

خلاصہ کہ ام کلثوم نے یہ واقعہ شیخ ابو القاسم سے نقل کیا تو شیخ نے فرمایا کہ پھر اس عورت کو ملنے نہ جانا کیونکہ اس عورت کی یہ بات کفر خداوند عظیم اور الحاد و دین مبین ہے جو شلمغانی ملعون نے ان کے دل میں ڈالا ہے تا کہ اس ذریعہ سے وہ یہ دعویٰ کرے کہ خداوند عالم نے اس میں حلول کیا ہے اور وہ خدا کے ساتھ متحد ہو گیا ہے جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں کہتے ہیں اور چاہتا ہے کہ اس سبب سے حلاج کا نظریہ ان میں پھیلائے پس شیخ نے شلمغانی پر لعنت کرنے کو شائع کیا اور پھیلایا اور توقیع شریف حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے بھی اس پر لعنت کرنے کے لیے خارج ہوئی یہاں تک کہ شلمغانی نے عذاب کی چاشنی دنیا میں چکھ لی اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا اور اس کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ جب شیخ نے اس پر لعنت کرنے کا اعلان کیا اور تمام شیعوں کو اس پر لعنت کرنے کا حکم دیا تو اس پر تلبیس اور شیطنت کا راستہ بند ہو گیا ایک دن شیعوں کی ایک بہت بڑی مجلس میں تھا اور ہر ایک شیخ کی طرف سے اس پر لعنت کرنے کو نقل کر رہا تھا تو شلمغانی نے کہا اگر میرا ہاتھ شیخ تک پہنچ گیا اور آسمان سے آگ نہ آئی اور اس نے اس کو جلا نہ دیا تو پھر جان لو کہ جو کچھ اس نے میرے حق میں کہا ہے وہ حق ہے یہ خبر راضی باللہ تک پہنچ گئی تو اس نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر قتل کر دو اور شلمغانی ابن مقلہ کے مکان پر تھا جب اس کو قتل کیا گیا اور شیعوں کو اس سے راحت و آرام ملا خدا تعالیٰ اس پر لعنت کرے اور ۳۲۶ھ میں شیخ ابو القاسم حسین بن روح رضی اللہ عنہ رحمت خداوندی سے جا ملے اور ان کی قبر شریف بغداد میں ہے اور ہم انشاء اللہ حجتؑ کے زمانہ کے حالات میں ان کی مدت نیابت اور قبر شریف کی طرف اشارہ کریں گے۔

اور ۳۲۸ھ میں شیخ المحدثین حافظ محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی ثقۃ الاسلام عطر اللہ مرقدہ نے وفات پائی اور یہ بزرگوار شیخ و رئیس شیعہ اور حدیث میں واثق (زیادہ قابل وثوق) اور اثبت (زیادہ ثابت قدم) تھے اور کتاب شریف کافی جو کہ شیعوں

کی آنکھوں کی روشنی اور اسی (۸۰) ہزار سطر اور سولہ ہزار ایک سو نانوے حدیث بیس سال کی مدت میں تالیف فرمائی اور حق یہ ہے کہ احسان عظیم اور بہت زیادہ حق شیعوں پر خصوصاً اہل علم پر قائم کیا ہے اور ان کی جلالت و عظمت شان کی وجہ سے ابن اثیر جزری نے انہیں تین سو ہجری کے سرے پر مذہب شیعہ امامیہ کا مجدد شمار کیا ہے بعد اس کے کہ حضرت ثامن الائمہ امام رضا علیہ السلام کو دو سو ہجری کا مجدد قرار دیا ہے اور آپ کی قبر شریف بغداد شرقی میں پل کے پاس ہے اور آنجناب ابوالحسن علی بن محمد جو علان کلینی مشہور تھا اس کے بھانجے ہیں اور اسی سے روایت کرتے ہیں اور کلین بروزن زبیر جوری کے قریب ایک بستی ہے وادی کرج کے نزدیک کہ جس میں یعقوب بن اسحاق جناب کلینی کے والد دفن ہیں اور آج کل طہران سے ایک منزل کے فاصلہ پر حسن آباد کے قریب بجانب سڑک وہ بستی اور جناب یعقوب کی قبر مشہور ہے اور کلین کلین بستی کے علاوہ ہے جو امیر کے وزن پر ہے اور صاحب قاموس کو اشتباہ ہوا ہے اور شیخ کلینی کی نسبت اس بستی کی طرف دی ہے اور حق مشہور ہے کہ اہل مکہ اعرف بشعابھا کہ مکہ والے اس کی گھاٹیوں کو بہتر جانتے ہیں۔

پھر یہاں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے بعض محققین اسلام سے منقول ہے کہ کلینی کا طریقہ یہ ہے کہ جو احادیث جو انہوں نے اخراج کی ہیں انہیں ابواب میں ... صحت و وضوح کی بناء پر ترتیب میں رکھا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ابواب کے آخر میں جو احادیث ہیں وہ زیادہ تر اجمال و خفاء سے خالی نہیں ہیں (یعنی جو احادیث زیادہ صحیح اور واضح ہیں ان کو ابواب میں پہلے جگہ دی ہے اور جو مجمل ہیں اور جن میں خفاء ہے وہ آخر میں رکھی ہیں مترجم) اور واضح ہو کہ شیخ کلینی کے شیوخ اور اساتذہ میں سے شیخ اجل اقدم ثقہ جلیل القدر ابوالحسن علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی ہیں جو کتاب تفسیر قمی و کتاب فضائل امیر المومنین و کتاب ناسخ و منسوخ وغیرہ کے مولف ہیں اور ان کی قبر اس وقت قم میں محمد بن قولویہ کے مقبرہ سے سات قدم کے فاصلہ پر پچھلی طرف مشہور ہے اور کلینی کے مشہور معاصرین میں اور علی ابن ابراہیم سے اخذ حدیث میں ان کے شریک کار شیخ ثقہ فقیہ محمد بن احمد بن عبداللہ بن قضاعہ بن صفوان بن مہران جمال جو کنیت ابو عبداللہ صفوانی مشہور ہیں۔

اور شیخ ثقہ جلیل القدر ہارون بن موسیٰ تلعکبری جو بہت سی کتب کے مولف ہیں اور صفوانی وہی ہے کہ جس کا سیف الدولہ حمدانی کے دربار میں موصل کے قاضی کے ساتھ مسئلہ امامت میں مباحثہ و مناظرہ ہوا اور اس سے انہوں نے مباہلہ کیا اور قاضی موصل دوسرے دن ہلاک ہو گیا اور صفوانی کا دادا صفوان جمال ہے جو کہ حضرت صادق و کاظم کے بہترین صحابیوں میں سے ہے اور یہ وہی ہے کہ حضرت کاظم نے جس سے فرمایا تھا تیری ہر چیز اچھی اور خوبصورت ہے سوائے ایک چیز کے اور وہ تیرا اپنے اونٹ اس شخص یعنی ہارون الرشید کو کرایہ پر دینا ہے اور اس کی یہ حدیث مشہور ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ شیخ کلینی کے مشہور شاگردوں میں سے عالم ربانی محمد بن ابراہیم بن جعفر ابو عبداللہ کاتب نعمانی جو ابن ابی زینب کے نام سے مشہور اور کتاب تفسیر اور مشہور کتاب غیبت کے مولف ہیں کہ جن کی وفات شام میں ہوئی اور وہ نعمانیہ کی طرف منسوب ہیں جو واسط اور بغداد کے درمیان ایک شہر ہے اور ایک بعید احتمال یہ ہے کہ یہ بستی مصر کے علاقہ میں ہے۔

اور ۳۲۸ ہجری میں محمد بن قاسم بغدادی نحوی نے (جو ابن انباری کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور اس شخص کی علم

قرآن اور غریب حدیث میں بہت سی کتب ہیں اور منقول ہے کہ ایک سو بیس تفسیر اسناد کے ساتھ اسے یاد تھیں اور تین لاکھ اشعار جو شاہد والفاظ قرآن کے گواہ تھے وہ اس کو حفظ تھے اور اس سے پوچھا گیا تیری یاد اشتیں کتنی مقدار میں ہیں کہنے لگا تیرہ صندوق اور اسی سال احمد بن محمد نے (جو ابن عبد ربہ مشہور تھا قرطبی اندلسی مروانی اور کتاب عقد الفرید کا مولف) وفات پائی۔

اور اسی سال (۳۲۸ھ) محمد بن احمد نے (جو ابن شنبوذ قاری مشہور تھا) وفات پائی اور ابن شنبوذ (شین کی زبر کے ساتھ) وہی شخص ہے جو قرآن کو شواذ قرأتوں کے ساتھ پڑھتا تھا اور بعض الفاظ کو تبدیل کر دیتا اور بعض کلمات زیادہ کر دیتا اور ابن مقلہ وزیر نے اسے تادیب کی اور توبہ کرائی اور اس کی قرات میں سے (جہاں اس نے الفاظ بدلے ہیں) ایک یہ تھا فامضوا الی ذکر الله یاخذ کل سفینة صالحة غصبا۔ وتجعلون شکرکم انکم تکذبون فلما خر تبینت الانس ان الجن لو کانو یعلمون الغیب مالبثوا حولا فی العذاب المھین۔ فالیوم ننجیك ببدنك۔ اور اسی قسم کے (بے تکے) جملے۔

اور دس شوال ۳۲۸ھ میں محمد بن علی بن الحسین بن مقلہ مشہور کاتب نے وفات پائی اور محمد بن مقلہ نے اپنے بھائی حسن بن علی کیساتھ مل کر خط عربی کو کوفیت سے نقل کیا اور علی بن ہلال نے اس کی کانٹ چھانٹ کی اور ابن مقلہ کے کئی خلفاء کے زمانہ میں کئی بار وزارت کے عہدہ سے معزول و منصوب ہونے کے واقعات ہیں بالآخر اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے تو قلم بازو میں لے کر لکھا کرتا تھا اور پھر آخر میں اس کی زبان کاٹ دی گئی اور ایک مدت تک قید میں رہ کر مر گیا۔

اور راضی باللہ کے زمانہ میں خلافت کا معاملہ مختل ہو گیا وہ بہت سے لوگوں نے خروج کیا اور کئی شہروں پر ان کے قبضے ہو گئے اور انہوں نے حکومتیں قائم کر لیں اور طوائف الملوکی کی طرح کی سلطنت و حکومت ہو گئی جیسا کہ منقول ہے کہ بصرہ و اسط اور اہواز عبداللہ بریدی اور اس کے بھائیوں کے قبضہ میں تھا فارس کی حکومت عماد الدولہ بن بویہ کے زیر نگین تھی اور موصل و دیار بکر و دیار ربیعہ اور دیار مصر (غالبا مصر کے کچھ قلعے مراد ہیں مترجم) بنی حمدان کے ہاتھ اور اندلس کے شہر بنی امیہ کے قبضہ میں تھے خراسان اور اس کے اطراف نصر بن احمد سامانی کے ہاتھ میں تھے اور بحرین و یمامہ و ہجر ابوطاہر قرمطی کے پاس تھے اور طبرستان و جرجان پر دیلم کا قبضہ تھا اور راضی باللہ کے پاس بغداد و سواد (کوفہ) کے علاوہ کچھ نہیں تھا پس بنی عباس کی حکومت کے ارکان متزلزل ہو گئے اور ان کی سلطنت رو بزوال و اضمحلال ہوئی اور راضی نے چھ سال گیارہ مہینے اور تین دن خلافت کی اور اپنی خلافت کے زمانہ میں ابن مقلہ کا ہاتھ کاٹا اور ایک قول ہے کہ اس کی گردن اڑا دی اور راضی دس ربیع الاول ۳۲۹ھ میں استسقاء کی بیماری سے مرا اس کی بیماری کے زیادہ تر اسباب میں سے کثرت جماع تھا وہ رصافہ میں دفن ہوا اس کی ماں کا نام ظلوم تھا۔

ابراہیم بن مقتدر المتقی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جس دن الراضی باللہ دنیا سے گیا اس کا بھائی متقی باللہ ابراہیم بن مقتدر اس کی جگہ بیٹھا اور اس کی خلافت کے پہلے سال جو ۳۲۹ھ تھا شیخ معظم جلیل فقیہ علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی صدوق اوّل رضوان اللہ علیہ نے وفات پائی اور یہ بزرگوار اپنے زمانہ کے قمیوں کے شیخ اور رئیس تھے اور عراق کے سفر میں جناب شیخ ابوالقاسم حسین بن روح امام عصر علیہ السلام کے تیسرے نائب کی خدمت میں پہنچے اور ایک دفعہ خط لکھ کر شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کے پاس بھیجا کہ وہ خط امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیں اور اس خط میں اولاد کی خواہش کی تھی ان کے خط کے جواب میں گرامی نامہ آیا دعونا اللہ بذلک وسترزق والدین خیرین۔ یعنی ہم نے تیری اولاد کے سلسلہ میں خداوند عالم سے دعا کی ہے عنقریب تجھے دو بہترین نیکوکار بیٹے عطا ہوں گے۔

پس خدا تعالیٰ نے محمد و حسین انہیں عنایت فرمائے ابوجعفر محمد وہی ہیں کہ جنہیں رئیس المحدثین اور صدوق مطلق سے تعبیر کرتے ہیں اور علمائے قم میں ان کے مثل حافظہ اور کثرت علم میں کوئی نہیں دیکھا گیا اور تین سو کے قریب کتب تصنیف کی ہیں اور کبھی کبھی فخر ومباہات کرتے اور فرماتے کہ ولادت بدعوۃ صاحب الامر علیہ السلام میں حضرت صاحب الامر کی دعا سے پیدا ہوا ہوں اور ۳۸۱ھ میں ان کی وفات ہوئی جیسا کہ بعد میں کچھ ان کی جلالت وعظمت کی طرف اشارہ کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ علی بن الحسین صدوق اول کی بڑی عظمت وجلالت ہے اور ان کی قبر شریف قبرستان قم میں مشہور ہے ان کا بڑا مقبرہ ہے عالیشان گنبد کے ساتھ اور ان کیلئے توقیع حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہوئی ہے کہ جس کے دیکھنے سے ان کی جلالت شان معلوم ہوتی ہے۔

صورت توقیع شریف

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد الله رب العالمین والعاقبة للمتقین والجنة للموحدین والنار للملحدین ولا عدوان الا علی الظالمین ولااله الاالله احسن الخالقین والصلوٰة علی خیر خلقه محمد وعترته الطاهرین اما بعد اوصیك یا شیخی ومعتمدی وفقیهی اباالحسن علی بن الحسین القمی وفقك الله لمرضاته وجعل من صلبك اولا دا صالحین برحمته بتقوی الله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة فانه لاتقبل الصلوٰة من مانعی الزکوٰة واوصیك بمغفرة الذنب وکظم الغیظ وصلة الرحم ومواساة الاخوان والسعی فی حوائجهم فی العسر والیسر والحلم عند الجهل والتفقه فی الدین والتثبت فی الامور والتعاهد للقرآن وحسن الخلق والامر بالمعروف والنهی عن المنکر قال الله عزوجل لاخیر فی کثیر من نجواهم الامن امر بصدقة اومعروف اواصلاح بین الناس واجتناب الفواحش کلها وعلیك بصلوٰة اللیل فان النبی ﷺ اوصی علیا علیه السلام فقال یاعلی علیك بصلوٰة اللیل ثلاث مرات ومن استخف بصلوٰة اللیل فلیس منا فاعمل بوصیتی وامر شیعتی یعملو علیه وعلیك بالصبر وانتظار الفرج فان النبی ﷺ افضل اعمال امتی انتظار الفرج لاتزال امتی ولا یزال شیعتنا فی حزن حتی یظهر ولدی الذی بشر به النبی ﷺ انه یملاء الارض عدلاً وقسطا کما ملئت ظلما وجورا فاصبر یاشیخی وامر جمیع شیعتی بالصبر فان الارض لله یورثها من یشاء من عبادة والعاقبة للمتقین والسلام علیك وعلی

جمیع شیعتنا ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

"سہارا اللہ کے نام کا جو بڑا مہربان اور زیادہ رحم کرنے والا ہے تعریف وستائش اللہ کے لیے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے اور عاقبت متقیوں کے لیے ہے اور جنت توحید پرستوں کے لیے اور جہنم ملحد وانکار کرنے والوں کے لیے ہے اور زیادتی (عذاب) نہیں ہے مگر ظلم کرنے والوں پر اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو بہترین خالق ہے اور درود ورحمت ہے اس کی بہترین مخلوق محمد اور ان کی پاک عترت وآل پر امابعد میں تجھے وصیت کرتا ہوں اے میرے شیخ ومیرے معتمد ومیرے فقیہ ابوالحسن علی بن الحسین قمی خدا تجھے اپنی مرضات اور پسندیدہ چیزوں کی توفیق دے اور اپنی رحمت سے تیرے صلب میں سے نیک اولاد قرار دے اللہ سے ڈرنے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی کیونکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی اور میں تجھے وصیت کرتا ہوں گناہ کے معاف کرنے، غصہ پی جانے اور صلہ رحمی کرنے اور بھائیوں کی مدد کرنے اور تنگی وکشائش میں ان کے حاجات کے لیے کوشش کرنے جہالت کے مقابلہ میں حلم وبردباری کرنے اور دین کو سمجھنے اور امور ومعاملات کو سلجھانے اور قرآنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور اچھے خلق اور نیکی کے حکم دینے اور برائی سے روکنے کی خدائے عزوجل فرماتا ہے ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں مگر جو شخص جو صدقہ یا نیکی کا حکم دے یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرے تمام قسم کی برائیوں سے بچے اور تم پر نماز شب (تہجد) کا پڑھنا لازمی ہے کیونکہ نبی اکرمؐ نے علی علیہ السلام کو وصیت کی پس فرمایا اے علی تجھ پر نماز شب کا پڑھنا لازم ہے تین مرتبہ یہ فرمایا اور جو نماز شب (تہجد) کو معمولی سمجھے وہ ہم میں سے نہیں پس میری وصیت پر عمل کرو اور میرے شیعوں کو حکم دو تا کہ وہ بھی عمل کریں اور تجھ پر صبر کرنا اور فرج وکشائش کا انتظار کرنا لازم وضروری ہے کیونکہ نبی اکرمؐ نے فرمایا میری امت کے اعمال میں سے افضل عمل انتظار فرج وکشائش ہے۔

میری امت اور ہمارے شیعہ ہمیشہ حزن وملال میں رہیں گے جب تک میرا بیٹا ظہور نہ کرے کہ جس کے متعلق نبی کریمؐ نے بشارت دی تھی کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے پر کریگا جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگی پس صبر کرو اے میرے شیخ اور میرے تمام شیعوں کو صبر کا حکم دو پس بیشک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا وارث بنائے گا اور عاقبت متقیوں کے لیے ہے اور سلام ہو تجھ پر اور ہمارے تمام شیعوں پر اور اللہ کی رحمت وبرکتیں ہوں اللہ ہمارے لیے کافی اور بہترین وکیل ہے اور بہترین مولیٰ وآقا اور بہترین مدد کرنے والا ہے۔"

پندرہ شعبان ۳۲۹ھ میں شیخ جلیل معظم ابوالحسن علی بن محمد سمری نے (جو کہ امام عصر علیہ السلام کے آخری نائب خاص تھے) وفات پائی اور وہ سال ستاروں کے گرنے کا تھا اور بہت سے شیعہ علماء محدثین نے اس سال عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی ہے اسی سال غیبت کبریٰ کی ابتداء ہوئی اور ہمارے زمانے تک ایک ہزار اور کچھ عرصہ گزر گیا ہے کہ غیبت امامؑ نے طول کھینچا ہے اور وہ نور عالمتاب نگاہوں چھپا ہوا ہے ہم خداوند عالم سے فرج وکشائش کی دعا کرتے ہیں کیونکہ بہت سے دلوں کو شک وشبہ نے گھیر رکھا ہے اور مناسب

ہے کہ یہاں کچھ کلام کوفی الجملہ وسعت دیں واضح ہو کہ علماء اسلام کے درمیان اس میں شک وشبہ نہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ ۔ جو شخص مرجائے اور وہ اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانتا ہو تو وہ کفر و زمانہ جاہلیت کی موت مرتا ہے اور یہ حدیث کتب شیعہ وسنی میں روایت ہوئی ہے۔

بلکہ کچھ صحاح عامہ اور اکثر کتب اہل سنت میں ارسال مسلم کے طور پر نقل ہوئی ہے یہاں تک کہ عبداللہ بن عمر سے مشہور ہے کہ وہ آدھی رات کے وقت حجاج بن یوسف ثقفی کے دروازے پر گیا اور کہنے لگا مجھ سے عبدالملک بن مروان کی طرف سے بیعت لے لو کیونکہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ جو شخص رات گزار دے اس حالت میں اس کی گردن میں کسی امام کی بیعت نہ ہو اور وہ مرجائے تو جاہلیت کی موت مرے گا اسی طرح شیعہ طریقے سے متواتر ہے کہ کسی وقت بھی زمین حجت خدا یعنی امام وخلیفہ پیغمبر سے خالی نہیں رہ سکتی کیونکہ اگر آنکھ جھپکنے کی دیر کے لیے بھی زمین حجت کے بغیر ہو تو اپنے رہنے والوں کو نگل جائے گی اور یہ بات قواعد عقلیہ کے مطابق ہے کہ ممکن کو حضرت واجب سے فیض حاصل کرنے کے لیے واسطہ کی ضرورت ہے جو صاحب عصمت ہو اور جذبہ قدسی رکھتا ہو پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اگر وہ کفر وجاہلیت سے نکلنا چاہتا ہے تو اپنے امام زمانہ کو پہچانے اور اسے واجب الاطاعت اور نزول رحمت والطاف الہیہ کا واسطہ قرار دے اور جو شخص خاتم الانبیاء حضرت محمد بن عبداللہ صلوات اللہ علیہ کی رسالت اور گزشتہ آئمہ کی امامت (کہ جن کے پہلے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور گیارہویں حضرت امام حسن عسکری ہیں) کا اعتقاد رکھتا ہے تو اسے یہ جاننا چاہیے کہ اس کے زمانہ کے بارہویں امام حضرت خلف صالح حجۃ بن الحسن العسکری صلوات اللہ علیہ مہدی موعود قائم منتظر نظروں سے غائب اور اطراف دنیا میں چلنے پھرنے والے ہیں کہ جن کے متعلق حضرت رسولؐ وامیر المومنینؑ اور باقی گزشتہ آئمہ سے ان کے نام کی تصریح اوصاف وشمائل اور آنجنابؑ کی غیبت کے ساتھ نصوص متواتر پہنچی ہیں بلکہ مشہور مسلمانوں کے فرقوں میں اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول خداؐ نے آخری زمانہ میں مہدی علیہ السلام کے آنے کی خبر دی ہے کہ جو آنحضرتؐ کے ہمنام ہیں اور وہ آنحضرتؐ کے دین کو رائج کریں گے زمین کو عدل وانصاف سے پر کریں گے حضرت حجۃ سے متعلق اخبار وروایات حضرتؑ حجۃ کی ولادت سے پہلے اصحاب ثقات کی معتبر کتب میں ثبت ہو چکی ہیں۔ جن میں سے بعض کتب اب تک موجود ہیں اور جس طرح انہوں نے خبر دی اور اوصاف بیان کئے بہت سارے لوگوں نے انہیں دیکھا اور نام ونسب واوصاف ان کے فرمان اور اخبار کے مطابق تھے پس منصف مزاج عقلمند کے لیے کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا کہ امام زمانہ ہی مہدی موعود ہیں جیسا کہ رسول کریمؐ کے ذکر اور شمائل وخصائل سے جو کتب سماویہ میں موجود تھے اہل کتاب کے منصف مزاج لوگ یہود ونصاریٰ میں سے صرف آنحضرت کو دیکھنے اور ان نوشتہ جات کو) منطبق کرنے سے اسلام لے آئے حالانکہ خصوصیات اور اسباب تعریف وہاں ان کے پاس کم تھے ان کی نسبت جو یہاں ہیں جب یہ معلوم ہوا کہ ہمارے امام زمانہ حضرت حجۃ بن الحسن علیہ السلام ہیں۔ تو واضح ہو کہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت باسعادت ۲۵۵ھ میں ہوئی اور بعض نے اس سے زیادہ کہا ہے اور مسعودی نے ۲۵۶ھ کہی ہے جو لفظ نور کے عدد کے مطابق ہے اور فریقین میں جو کچھ مشہور ہے اس کی بناء پر آنجنابؑ کے والد بزرگوار کی وفات ۲۶۰ھ پس آپ کا سن مبارک منصب امامت سنبھالنے کے وقت

تقریباً پانچ سال تھا اور اس دوران میں حضرتؑ سے معجزات اور عجیب و غریب حالات ظاہر ہوئے اور آپؑ کی دو غیبتیں ہیں غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ پہلی غیبت صغریٰ ہے جو ولادت کے زمانہ سے لے کر سفارت و نیابت خصوصی کے منقطع ہونے تک تھی جو کہ ۶۹ سال ہے اس غیبت کی مدت چوہتر سال تھی اس کے بعد غیبت کبریٰ واقع ہوئی اور غیبت صغریٰ کے زمانہ میں کچھ لوگ سفراء و نواب تھے لوگ اپنے عرائض ان نائبین کو دیتے اور جواب خط شریف کے ساتھ باہر آتا اور خمس اور نذریں جو لوگ لے جاتے یہ بزرگوار لے کر حضرتؑ کی خدمت میں پیش کرتے اور آپ کی اجازت سے سادات اور فقراء شیعہ تک پہنچاتے ان سفراء کرام سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئی کہ جن سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ حضرت کی طرف سے منصوب ہیں مثلاً مال کی مقدار بتاتے تھے اور جس شخص نے مال بھیجا ہے اس کا نام لیتے اور جو کچھ لانے والوں پر راستہ میں گذری ہوتی اس کی خبر دیتے موت بیماری اور دوسرے ان کے حالات بیان کرنے اور اسی طرح واقع ہوتا اس غیبت صغریٰ کے زمانہ میں بہت سے لوگ آپ کی خدمت میں پہنچے۔

مشہور سفراء و نواب کہ جو مرجع اور پناہ گاہ شیعہ تھے وہ چار بزرگ ہیں:۔

پہلے: ان میں سے شیخ اجل سعید ابو عمرو عثمان بن سعید اسدی ہیں کہ جن کی عدالت و امانت پر حضرت ہادی (علی نقی) علیہ السلام نے نص فرمائی اور یہ بھی آپ نے شیعوں سے فرمایا تھا کہ جو کچھ یہ کہے حق ہے اور ہماری طرف سے کہتا ہے یہ پہلے سے عسکرین (نقی و عسکریؑ) علیہما السلام کی وکالت و نیابت سے سرفراز تھے ان کی قبر شریف بغداد میں ہے۔

دوسرے: ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید رضی اللہ عنہم ہیں کہ جو حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے اپنے باپ کی نص سے بزرگوار باپ کے قائم مقام ہوئے ان کے والد کی وفات کے بعد حضرتؑ نے گرامی نامہ ان کی طرف لکھا جو ان کے والد کی تعزیت اور خود ان کے ذکر سعادت اور اس مقام رفیع کی صلاحیت رکھنے پر مشتمل تھا کئی توقیعات شریفہ ناحیہ مقدسہ کی طرف سے ان کی سعادت و نیک بختی پر مشتمل شیعوں کے لیے ظاہر ہوئیں اور ان کی عدالت و نیابت پر ملت شیعہ کا اجماع ہو گیا تھا اور ہمیشہ امور دین میں شیعہ ان کی طرف رجوع کرتے اور کرامات و خوارق عادات بہت سے ان سے ظاہر ہوتے اور فرماتے کہ خدا کی قسم حضرت صاحب الامرؑ ہر سال موسم حج میں مکہ اور مشاعر میں حاضر ہونے اور لوگوں کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں لوگ بھی حضرت کو دیکھتے ہیں لیکن پہچانتے نہیں روایت ہوئی ہے کہ محمد بن عثمان نے اپنے مرنے کے دن کی خبر لوگوں کو دی تھی مرنے سے پہلے تیار ہو گئے تھے اور اپنی قبر بنائی تھی اور ایک نقاش کو حکم دیا کہ ایک تختے پر قرآن کی آیات اور آئمہ علیہم السلام کے اسماء گرامی نقش کرے تا کہ اسے اس کی تکیہ گاہ قرار دیں اور ان کی وفات کا دن مطابق ہوا اس دن کے جس کی انہوں نے خبر دی تھی ان کا سال وفات ۳۰۵ھ یا ۳۰۴ھ تھا اور تقریباً پچاس سال اس عظیم منصب پر فائز رہے ان کی قبر شریف بغداد میں دروازہ سلمان کے پاس قبرستان کے درمیان عالیشان گنبد کے ساتھ موجود تھے اور آج کل شیخ خلانی کے نام سے وہاں مشہور ہے۔

تیسرے: جناب شیخ ابوالقاسم حسین بن روح ہیں جو طائف جلیلہ نوبختین میں سے ہیں کہ ہمیشہ یہ گروہ قبیلہ علماء و متکلمین اور صاحب تالیف مشہور ہیں اور محمد بن عثمان کی وفات کے بعد نیابت کا تاج انہوں نے اپنے سر پر رکھا اور اکیس سال سے زیادہ عرصہ تک

امر سفارت میں مشغول رہے اور شیعوں کے امور و معاملات کے مرجع رہے۔

۳۲۶ھ میں رحمت خداوندی سے جا ملے ان کی قبر شریف بغداد کے اس کوچہ کے آخر میں ہے کہ جس کا راستہ بازار عطاران کے وسط سے ہے اور قبر مکان کے اندر ہے اجازت لے کر اندر جانا چاہیے ابھی تک تو کوئی نیک مرد پیدا نہیں ہوا کہ جو اس مکان کو خرید کر مختصر صحن اور چند ایوان اور ایک حوض بنا دے کہ اس کے منافع خیریہ کا شمار نہیں علاوہ اس کے کہ اس میں صاحب قبر شریف کی تعظیم و تجلیل ہے کیونکہ زیادہ تر زائرین جو خرید و فروخت اور لین دین کا شغل رکھتے ہیں ان کے لیے چند گھڑیاں راحت و آرام سے کھانا کھانے شدت گرمی کا وقت گزارنے وضو و طہارت کرنے اور نماز کے لیے ایک جگہ کی ضرورت ہے بغداد میں شیعوں کے لیے کوئی ایسی جگہ نہیں ہے اکثر اوقات تھکے ماندے ہو کے نماز پڑھے بغیر آخری وقت میں اپنے آپ کو اطمینان پہنچاتے ہیں اگر یہ مقام بن جائے تو ہزاروں دینی و دنیوی عزت و جان کی اعانتیں ہزاروں زائروں کے ساتھ ہر ہفتہ اور ہر ماہ ہو سکیں گی۔

چوتھے: شیخ جلیل معظم علی بن محمد سمری ہیں جو حسین بن روح کے قائم مقام ہوئے اور تین سال تک امر نیابت ان کے سپرد رہا پندرہ شعبان ۳۲۹ھ میں رحمت خداوندی سے جا ملے وہ ستاروں کے گرنے اور ٹوٹنے کا سال تھا۔

اس میں غیبت کبریٰ کی ابتداء ہوئی ان کی قبر شریف بغداد میں شیخ کلینی کی قبر کے پاس ہے اور شیخ صدوق و شیخ طوسی نے حسن بن احمد مکتب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم اس سال بغداد میں تھے کہ جس میں جناب سمری نے وفات پائی ان کی وفات سے چند دن پہلے ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے صاحب الامر علیہ السلام کا فرمان نکالا کہ جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اے علی بن محمد سمری خدا تیرے بھائیوں کا اجر تیرے مصیبت میں عظیم قرار دے تو آج سے چھ دن بعد دنیا سے جدا ہو جاؤ گا پس اپنے کاموں کو سمیٹ لے اور وصی اور اپنا قائم مقام کسی کو قرار نہ دے کیونکہ غیبت تامہ (مکمل) واقع ہو چکی ہے اس کے بعد ہم کسی کے سامنے ظاہر نہیں ہوں گے مگر خدا کے اذن کے بعد اور یہ ظہور اس کے بعد ہوگا کہ جب غیبت کی مدت طویل ہو جائے گی اور دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم و جور سے پر ہو جائے گی۔

اب کے بعد شیعوں میں سے کچھ لوگ مشاہدہ کا دعویٰ کریں گے تو جو شخص سفیانی کے خروج اور صدائے آسمانی سے پہلے مشاہدہ کا دعویٰ کرے وہ دروغ گو اور افتراء پرداز ہے ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نہیں طاقت و قوت مگر خدائے بلند و صاحب عظمت کی طرف سے۔

حسن کہتا ہے کہ ہم سب نے توقیع کو نقل کر لیا اور ان کے پاس سے باہر آ گئے جب چھٹا دن ہوا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہی حالت احتضار میں پایا کسی نے ان سے کہا کہ آپ کے بعد آپ کا وصی و جانشین کون ہے تو فرمایا اللہ امر ہو بالغہ خدا کی حکمت دامر ہے کہ وہ عمل میں آئے گا چونکہ غیبت کبریٰ کے وقوع سے کنایہ تھا یہ کہہ کر جان جان آفرین کے سپرد کر دی رضوان اللہ علیہ۔

اور متقی کے زمانہ میں ۳۳۲ھ یا ۳۳۳ھ میں حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید کوفی نے جو ابن عقدہ مشہور تھا وفات

پائی اہل حدیث کی اصطلاح میں حافظ اس کو کہتے ہیں کہ جسے ایک لاکھ حدیث سند کے ساتھ یاد ہو اور حجۃ اس کو کہتے ہیں کہ جسے تین لاکھ احادیث یاد ہوں والحاکم من احاط بالجمیع اور حاکم اس کو کہتے ہیں کہ جس کا حافظہ سب پر محیط ہو اور ابن عقدہ سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا کہ مجھے ایک لاکھ بیس ہزار احادیث سند کے ساتھ یاد ہیں اور میں مذاکرہ کر سکتا ہوں اور تین لاکھ احادیث کے متعلق جواب دے سکتا ہوں۔

دار قطنی نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کا اجماع و اتفاق ہے کہ ابن مسعود کے زمانہ سے لے کر ابن عقدہ کے زمانہ تک اس سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا گیا خلاصہ یہ کہ ابن عقدہ کا مرتبہ جلیل اور قدر و منزلت عظیم تھی لیکن وہ زیدی مذہب اور جارودی تھا اس نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں ان میں سے ایک کتاب اسماء الرجال (اس میں ان اشخاص کا ذکر ہے) کہ جنہوں نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے وہ چار ہزار ہیں اس کتاب میں اس نے ہر شخص کی وہ روایت بیان کی ہے جو اس نے حضرتؑ سے روایت کی ہے اس کی کتب میں سے ایک کتاب الولایۃ ہے کہ جسے حدیث غدیر کے طرق میں تحریر کیا ہے اور اس حدیث شریف کو ایک سو سے زیادہ صحابہ سے اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے منقول ہے کہ اس کی تمام کتب چھ سو اونٹوں کا بار تھیں اور ابن کثیر ذھبی اور یافعی سے ان کی تواریخ میں منقول ہے کہ یہ شیخ کوفہ کی مسجد براثا میں بیٹھتا تھا اور لوگوں سے مثالب اور برائیاں شیخین کی بیان کرتا تھا لہٰذا اس کی روایات ترک کر دی گئی ہیں واللہ اس کی صداقت اور وثاقت میں کسی کو کلام نہیں انتھیٰ۔

معلوم رہے کہ اس شیخ کا بیٹا محمد بن احمد عقدہ جس کی کنیت ابو نعیم حافظ تھی یہ اپنے باپ کے طریقہ کے برعکس اور شیعہ امامیہ کے جلیل القدر علماء میں سے بلا کا حافظہ رکھتا شیخ تلعکبری مشہور ہے اور ۳۳۳ھ میں جیسا کہ علامہ مجلسی نے فرمایا ہے شیخ جلیل مورخ امین معتمد عند الفریقین علی بن الحسین بن علی ھذلی نے (جو مسعودی مشہور اور کتاب اثبات الوصیۃ اور مروج الذہب اور دوسری کتب کا مولف ہے) وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ مسعودی نے ۳۴۵ھ تک کا زمانہ دیکھا یہ شیخ اجلاء علماء امامیہ میں سے ہے اور بہت تعجب ہے عالم فاضل آقا محمد علی صاحب مقامع پر کہ جنہوں نے اس شیخ کو علماء عامہ میں سے شمار کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مخالف و موافق اس کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کی کتاب مروج الذہب انتہائی متقن و محکم و عمدہ کتاب ہے ہم نے اس رسالہ میں بہت کچھ اس سے نقل کیا ہے اور لفظ مروج میم وراء کے پیش اور واؤ کے سکون کے ساتھ ہے۔ (چراگاہیں) اور لقب مسعودی شیعہ اور سنی کے ایک گروہ پر بولا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تفصیل کا مقام نہیں۔

متقی باللہ ہی کے زمانہ میں اور ایک قول ہے کہ ۳۲۴ھ میں علی بن اسماعیل ابوالحسن اشعری نے بغداد میں وفات پائی ابوالحسن پہلے معتزلہ کے طریقہ پر اور ابو علی جبائی اپنی ماں کے شوہر کا شاگرد تھا اتفاقاً! یک دن آپس میں مسئلہ وجوب اصلح یا صلاح بر خدا پر گفتگو ہوئی (یعنی آیا جس میں زیادہ مصلحت ہو خدا پر واجب ہے کہ وہ کام کرے مترجم) اور اس نے ابو علی کو اس باب میں مشہور مثال کے ساتھ لاجواب کر دیا کہ تین بھائی ہیں ایک مسلمان اور ایک کافر اور ایک بلوغ سے پہلے مر گیا اور جب ابو علی جواب نہ دے سکا تو ابوالحسن اس سے الگ ہو گیا اور مذہب معتزلہ سے دستبردار ہو کہ مذہب اشعری کی بنیاد رکھی قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کا ساتھ دیا اور

تاریکی در تاریکی در تاریکی ہے۔"

اور ۳۵۴ھ ابوطیب احمد بن حسین کوفی جو متنبی کے نام سے مشہور شاعر ہے مارا گیا اور اس لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس نے ساوہ کے دیہات میں نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے لوگ اس کے پیچھے ہو گئے یہاں تک کہ امیر حمص نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اور اسے توبہ کرائی اور چھوڑ دیا اور اس کے زیادہ حافظہ کے متعلق سمعانی نے نقل کیا ہے کہ ایک ہی نظر میں تیس ورق کے مطالب یاد کر لیتا تھا۔

اور ۳۵۵ھ میں حاکم محدث نیشاپوری اور منصور بن نوح احمد نے وفات پائی اور اسی سال سید مرتضیٰ ذوالمجدین پیدا ہوئے اور سترہ ربیع الثانی ۳۵۶ھ معز الدولہ احمد بن بویہ نے وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا۔ بائیس سال ایک مہینہ اس کی حکومت رہی وہ عضد الدولہ کا چچا ہے اسے اقطع کہتے تھے کیونکہ اس کا بایاں ہاتھ یا اس کے دائیں ہاتھ کی کچھ انگلیاں کردوں نے کرمان کے علاقہ میں کاٹ دی تھیں ان زخموں کی وجہ سے جو انہوں نے اسے لگائے تھے۔

اور ۳۵۶ھ ہی میں سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان حلب کے بادشاہ نے وفات پائی اور بنو حمدان بادشاہ تھے اور سیف الدولہ ان کی سرداری میں اور لوگوں کے گلے میں ان کی سرداری کا پٹہ ڈالنے کا واسطہ بننے میں مشہور تھا۔ اور یہ ادیب دشاعر بھی تھا۔

اور اسی سال سلطان کافور اخشیدی متنبی کے ممدوح اور ابوعلی قالی اور علی بن الحسین ابو الفرج اصفہانی زیدی نے وفات پائی لہٰذا لوگوں نے کہا کہ اس سال دو بزرگ عالموں اور تین بڑے بادشاہوں نے وفات پائی اور ابوالفرج آغانی اور مقاتل الطالبین کا مولف ہے اور ہم نے کتاب مقاتل سے اس کتاب میں بہت سے مطالب نقل کیے ہیں اور اس کا نسب مروان تک جا پہنچتا ہے اس لیے اس کو مروانی کہتے ہیں اس کا نسب اس طرح ہے علی بن الحسین بن احمد بن ہیثم بن عبدالرحمان بن مروان بن عبداللہ بن مروان محمد بن مروان بن حکم اور وزیر مہلبی ابوالفرج کا بہت احترام و اکرام کرتا تھا اور باوجودیکہ ابوالفرج کی ہیئت وکثیف وگندہ تھا اس سے ہمنشینی کرتا تھا اور کھانا کھاتا تھا اور اس نے کتاب اغانی پچاس سال کی مدت میں جمع کی اور تحفہ کے طور پر سلطان سیف الدولہ احمدانی امیر شام کے دربار میں لے گیا سیف الدولہ نے اسے ہزار دینار اور ایک قول ہے کہ لاکھ دینار بطور انعام دیا اس سے معذرت بھی چاہی اور فضلاء خصوصاً صاحب بن عباد و عضد الدولہ و سیف الدولہ وغیرہ اس کتاب کی بہت عزت کرتے اور اسے خود سے جدا نہیں کرتے تھے کہا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔

اور ۳۵۷ھ بن سعید بن حمدان نے جو ابوفراس کی کنیت کے ساتھ مشہور اور ناصر الدولہ اور سیف الدولہ کا چچازاد تھا وفات پائی اور در مسلوک میں ہے کہ مارا گیا اور جب اس کے قتل کی خبر اس کی ماں کو ملی تو اس نے اس کے غم میں اپنی آنکھیں نکال پھینکیں۔

بنو حمدان خلفاء بنی عباس کے زمانہ میں امارات و ریاست رکھتے تھے اور ربیعہ و موصل کے علاقے ان کی تحویل میں تھے اور ابوفراس ادب وفضل وکمال وشجاعت وشاعری میں مشہور تھا اور فصاحت وحلاوت اور شیرینی شعر میں ممتاز تھا اس کا کوئی نظیر نہ تھا سوائے عبداللہ بن معتز کے اور اہل فن ابوفراس کو اس سے بھی بڑا شاعر سمجھتے تھے۔ متنبی شاعر اس کی تصدیق کرتا اور صاحب بن عباد نے اس

کے حق میں یہ کہا ہے بدا الشعر بملك وختم بملك شعر کی ابتداء بادشاہ سے ہوئی اور اختتام بھی بادشاہ پر ہوا یعنی امرالقیس اور ابوفراس اور اس کے اشعار معروف ہیں ان میں سے اس کا میمیہ قصیدہ ہے جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کی مظلومیت اور بنی عباس کے ظلم اور ان کی ہجو میں کہا ہے یہ قصیدہ شافیہ کے نام سے مشہور ہے اس میں اس نے اپنے دل اور باقی مومنین کے دلوں کی تشفی کی ہے اور شرالعباد عبداللہ بن معتز عباسی کے اس قصیدہ کا جو بنی عباس کے فخر ومباہات اور آل ابوطالب کی مذمت میں تھا جواب لکھا ہے اس کی بعض فضلاء حائر نے شرح بھی لکھی ہے۔

منقول ہے کہ ابوفراس نے جب یہ قصیدہ کہا تو چونکہ بنی عباس کے تسلط وخلافت کا زمانہ تھا لہٰذا اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں نیام سے نکال لیں پانچ سو تلواریں اس کی یاری ونصرت میں نیام سے نکلیں تو اس وقت اس نے اپنا قصیدہ مبارکہ لشکر کے درمیان پڑھنا شروع کیا کہ جس کا مطلع یہ ہے۔

الحق مهتضم والدين مخترم

وفئ آل رسول الله مقتسم

''حق کو دبا دیا گیا اور دین میں رخنے ڈالے گئے اور رسول خدا کی آل کا مال فیئ دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔''

خدا اس کی اہلبیت نبوت کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

۳۵۸ھ میں سید عالم فاضل زاہد حسن بن حمزہ علوی مرعشی نے وفات پائی یہ سید جلیل اجلاء طائفہ امامیہ اور ان کے فقہا میں سے تھا اور چھ آباء اجداد کے واسطہ سے اس کا نسب سید سجاد علیہ السلام سے جا ملتا ہے اور اسی سال ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان بن حمدون والی موصل وتوابع موصل نے وفات پائی اور موصل میں دفن ہوا اور سیف الدولہ کا بھائی تھا اور اس سے بہت محبت کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ سیف الدولہ کی وفات کے بعد اس کی عقل کمزور ہوگئی اور اس کے بیٹے نے اس کو پکڑ کر بند کر دیا تھا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔

اور ۳۵۹ھ میں ابوعبداللہ محمد بن حسن بن قاسم حسنی نے وفات پائی اس کا باپ ابومحمد حسن داعی صغیر دیلم کا مالک اور زیدیوں کا ایک امام تھا اور وہ خود عظیم القدر انسان اور شکل وصورت میں امیر المومنین سے مشابہت رکھتا تھا اور معزالدولہ اس سے بڑی محبت کرتا اور اس سے ارادت وعقیدت رکھتا تھا جب وہ بیمار ہوا تو ابوعبداللہ سے خواہش کی کہ وہ اس پر دم کرے اور جب ابوعبداللہ نے اپنا ہاتھ اس کے چہرہ پر رکھا اور دعا پڑھی تو دعا سے فارغ ہونے پر معزالدولہ نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور شفا حاصل کرنے کیلئے اپنے منہ پر ملا اس کی کئی حکایات ہیں کہ جن میں سے کتاب عمدۃ الطالب میں اشارہ ہوا ہے۔

۳۶۰ھ میں ابوالفضل محمد بن عمید قمی کاتب نے بغداد میں وفات پائی ابن عمید فلسفہ نجوم اور ادب میں یگانہ روزگار تھا اس کو جاحظ ثانی کہتے تھے رکن الدولہ دیلمی کی وزارت اس کے پاس تھی اور اس کے حق میں کہا گیا ہے بدئت الكتابة بعبد الحميد وختمت بعبد العميد کتابت کی ابتداء عبدالحمید سے ہوئی اور اختتام ابن عمید پر ہوا اور عبدالحمید مروان جعدی کا کاتب تھا اس کو بھی بنی عباس نے قتل

کے اکابر فلاسفہ میں سے تھا اور ارسطاطلیس حکیم کی کتب کو پڑھنے میں زیادہ اہتمام کرتا تھا اور اور مختلف زبانیں جانتا تھا کہتے ہیں کہ ساز بہت اچھا بجاتا تھا اور ساز کو اس طرح سے بجاتا کہ اہل مجلس سو جاتے لیکن وہ خود نہیں سوتا تھا اور اسی طرح ایسا بھی بجاتا کہ جس سے سب ہنسنے لگتے اور کبھی اس طرح بجاتا کہ سب رونے لگتے اور علم فلسفہ نے (مسلمانوں میں) مامون کے زمانہ میں رواج پایا اس وجہ سے کہ مامون نے ارسطو کو خواب میں دیکھا اور اس کی گفتگو سے محفوظ ہوا پس اس نے یورپ کی طرف قاصد بھیجا اور فلاسفہ کی کتب بلاد اسلام میں منتقل کیں اور حکم دیا کہ زبان دان اس کو عربی میں ترجمہ کریں جب لوگوں نے دیکھا کہ فلسفہ خلیفہ کے قرب کا باعث ہے تو فلسفہ شروع ہو گیا اور دو شخص باقی فلاسفہ سے بازی لے گئے ایک ابو نصر فارابی اور دوسرا ابن سینا۔

اور ۳۳۹ھ میں حجر الاسود کو اس کی جگہ پر واپس لے آئے بعد اس کے کہ قرامطہ اس کو اکھاڑ کر لے گئے تھے جیسا کہ مقتدر کے زمانہ کے ذکر میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۳۴۲ھ میں علی بن محمد ابو القاسم تنوخی انطا کی نے (جو اصول معتزلہ اور علم نجوم کا عالم در بصرہ و اہواز کا قاضی تھا) وفات پائی اور وزیر مہلبی اسکا بہت احترام کرتا تھا اور مجلس منادمہ (خصوصی مجلس) میں اسے بلاتا اور اسے ریحانۃ الندماء (ہمنشینوں کا پھول) اور تاریخ الظرفاء کہتے تھے اور سیف الدولہ بھی اس کا احترام کرتا تھا وہ محسن بن علی قاضی تنوخی شیعہ امامی کا دادا تھا اور وہ وہی شخص ہے کہ جس نے ابن معتز کے بنی عباس کے مفاخر میں کہے ہوئے قصیدہ کی رد کی۔

اور ۳۴۳ھ میں شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن ولید قمیوں کے شیخ و فقیہ نے وفات پائی۔

اور ۳۴۴ھ میں مصر میں سخت قسم کا زلزلہ آیا کہ جس سے مکانات تباہ ہو گئے اور اسی سال حافظ محمد بن عمر بن محمد نے (جو ابو بکر جعابی مشہور تھا اور شیعہ امامی فاضل جلیل اور زیادہ حافظہ کا مالک تھا) بغداد میں وفات پائی اور اس سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتا تھا مجھے چار لاکھ احادیث یاد ہیں اور میں چھ لاکھ احادیث میں مذاکرہ کر سکتا ہوں اور وہ ابن عقدہ کے بڑے شاگردوں میں سے تھا۔

اور ۳۴۵ھ میں ابو عمر وزاہد مطرز محمد بن عبد الواحد بغدادی ثعلب کے غلام اور علم لغت کے یگانہ روزگار نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس نے ایک جز (رسالہ) معاویہ بن ابو سفیان کی فضیلت میں جمع کیا تھا۔

اور ۳۵۲ھ میں ابو القاسم علی بن اسحاق بغدادی شیعہ امام نے وفات پائی اور قبرستان قریش میں دفن ہوا یہ بیس صفر کے دن کا واقعہ ہے اتفاقاً اسی دن ۲۱۰ھ میں اس کی ولادت ہوئی تھی اور اس کے اکثر اشعار مدح اہل بیت علیہم السلام اور سیف الدولہ وزیر مہلبی اور ان کے علاوہ شیعہ امامیہ کے بڑوں لوگوں کی مدح میں ہوتے تھے۔ اور ۳۵۲ھ میں ابو القاسم کوفی علی بن احمد بن موسیٰ مبرقع نے وفات پائی اور اس کی قبر فسا کے قریب ہے جو شیراز کے علاقہ میں ہے اور آخر عمر میں اس کا مذہب خراب ہو گیا تھا اس نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں ان میں سے ایک تثبیت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ہے اور شیخ حسین بن عبد الوہاب معاصر سید مرتضیٰ نے تثبیت کا تتمہ عیون المعجزات کے نام سے لکھا کہ جس میں حضرت زہراء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام

کے معجزات ہیں اور بعض لوگوں نے وہم کیا ہے کہ عیون المعجزات سید مرتضیٰ کی تالیف ہے حالانکہ یہ غلط ہے ابوالقاسم کوفی کی ایک کتاب کو علامہ مجلسی اور محدث فیض رضوان علیہما نے شیخ اجل محقق کمال الدین میثم بن علی بن میثم کی طرف نسبت دی ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ ابوالقاسم کوفی کے تالیفات میں سے ہے اور شیخ مرحوم محدث نوری اللہ مرقدہ نے اس مطلب کو مستدرک کے خاتمہ میں بیان کیا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔اور ۳۵۲ھ میں عاشوراء کے دن معزالدولہ دیلمی نے بغداد کے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ دکانیں اور بازار بند رکھیں اور تنور والے روٹیاں نہ پکائیں بازاروں میں قبے اور گنبد بنائیں پس عورتیں بال کھولے ہوئے باہر نکلیں وہ اپنے منہ پیٹتی تھیں اور جناب امام حسین بن علی علیہ السلام کا ماتم بپا کیا یہ پہلا دن ہے کہ جس میں امام حسین علیہ السلام کے لیے بغداد میں نوحہ خوانی ہوئی اور کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا اس سال حسن بن محمد نے (جو مہلبی مشہور تھا اور معزوالدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔وفات پائی اور وہ مہلب بن ابوصفرہ ازدی کی اولاد میں سے تھا اور مرتبہ وزارت پر پہنچے وہ انتہائی فقر و فاقہ میں تھا ایک دفعہ اس کا دل گوشت کھانے کو ہوا لیکن زیادہ فقر و فاقہ اور کچھ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو سکا تو اس نے موت کی تمنا کی۔

الاموت یباع فاشتریہ

فھذالعیش مالاخیر فیہ

کیا موت بیچی نہیں جاتی تا کہ میں اسے خرید لوں ورنہ اس زندگی میں تو اچھائی و برائی نہیں ہے۔"

اور ۳۵۳ھ میں یا ۳۹۳ھ میں سماعیل بن حماد جوہر فارابی نے وفات پائی اور اس کی کتاب صحاح اللغت انتہائی معتبر کتاب ہے اور فضلاء نے اس کے پڑھنے کو اور اس کے خلاصہ کرنے کو اور اس پر حاشیہ لگانے کو اہمیت دی ہے اور جوہری دنیا کے عجائبات میں سے ہے کیونکہ وہ فاراب سے ہے جو ترکی کا ایک شہر ہے اور باوجود اس کے وہ لغت عرب کا امام و پیشوا ہے اور اس کا خط حسن و صورتی میں ضرب المثل ہے اس کا ذکر ابن مقلہ اور اس جیسے اشخاص کے ساتھ ہوتا ہے پھر وہ کلام و بیان کا شہسوار ہے اور ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہیں خداوند عالم نے قوت و بصیرت اور حسن باطن و حسن سیرت عطا کیا ہے اور وہ سفر کو وطن پر ترجیح دیتا تھا اور مسافرت کو سکونت پر اور اس نے جنگل بیابانوں اور اطراف دنیا کی سیر کی ہے اور اس نے علما، شام و عراق سے علم حاصل کیا پھر خراسان کی طرف گیا اور نیشاپور میں قیام کیا پس وہاں ہمیشہ تدریس و تالیف و عمدہ خط کی تعلیم اور مصاحف قرآن و دفاتر لطیفہ کی کتابت میں مصروف رہا یہاں تک کہ آخرت کی راہ لی اس کے شعار میں سے ہے۔

فھا انایونس فی بطن حوت

بنیساپور فی ظلل الغمام

فبیتی والفواد ویوم دجن!

ظلام فی ظلام فی ظلام!

"پس میں حضرت یونسؑ ہوں جو مچھلی کے پیٹ میں تھے نیشاپور میں بادل کے سائے میں پس میرا گھر دل اور ابر آلود دن

مدد کی اور گروہ اشعریہ جو کہ اکثر اہل سنت ہیں اسی کی طرف منسوب ہیں اور ابوالحسن کا نسب ابوموسیٰ اشعری تک جا پہنچتا ہے کہتے ہیں کہ جب اس کو دفن کیا گیا تو اس کی قبر کے آثار مٹا دیئے کہ کہیں حنبلیوں کو خبر نہ ہو جائے اور وہ اس کی لاش نہ نکالیں کیونکہ حنبلی اس کے کفر کا عقیدہ رکھتے تھے اور اس کا خون حلال سمجھتے تھے۔

رجوع کریں متقی باللہ کے حالات کی طرف جب متقی کی سلطنت ختم ہونے لگی تو ابوالوفاء توزون ترکی نے اسکی سلطنت پر تسلط و غلبہ حاصل کر لیا اور متقی کا نام کے علاوہ سلطنت میں کچھ حصہ نہ رہا لہٰذا متقی نے ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان اور اس کے بھائی سیف الدولہ علی بن عبداللہ کو لکھا کہ مجھے توزون کے چنگل سے چھڑاؤ تاکہ میں تدبیر مملکت تمہارے سپرد کروں خلاصہ یہ کہ توزون نے بغداد پر غلبہ حاصل کر لیا اور متقی باللہ کو اس کے وزیر علی بن مقلہ کے ساتھ گرفتار کر لیا اور اس کا مال لوٹ لیا اور مستکفی باللہ کی بیعت کر لی اور متقی کی آنکھیں نکال لیں اور امر سلطنت مستکفی کے حوالہ کر دیا یہ واقعہ ہفتہ کے دن تین صفر ۳۳۳ھ میں ہوا اور متقی کی مدت خلافت سات دن کم چار سال تھی اور اس نے ۳۵۷ھ میں وفات پائی۔

عبداللہ بن علی مستکفی باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

ماہ صفر کی تیسری تاریخ ۳۳۳ھ کو جب متقی باللہ خلافت سے معزول ہوا تو مستکفی باللہ عبداللہ بن علی مکتفی اس کی جگہ پر بیٹھا اور توزون ترکی کو کہ جس نے اس کی خلافت کی بنیادوں کو پختہ کیا تھا خلعت بخشی اور تدبیر مملکت اس کے سپرد کی اس نے تقریباً ڈیڑھ سال خلافت کی اور ۲۳ ماہ شعبان ۳۳۴ھ اس کو خلافت سے ہٹایا گیا اور احمد بن بویہ دیلمی نے اس کو گرفتار کر کے اس کی آنکھیں نکلل دیں۔ مستکفی اور مطیع کے درمیان دشمنی تھی اور مستکفی اسکی تلاش میں رہتا اور مطیع اس کے خوف سے بغداد میں روپوش تھا اور مستکفی اپنی خلافت سے پہلے نبیذ (کھجور یا انگور کی نچوڑی ہوئی شراب) نہیں پیتا تھا جب خلافت تک پہنچا تو نبیذ منگوا کر اس کے پینے میں مشغول ہو گیا اور کتاب اخبار الدول میں ہے کہ مستکفی کے زمانہ میں معزالدولہ بن بویہ بغداد میں آیا۔

مستکفی نے اسے خلعت بخشی اور امور مملکت اس کے سپرد کر دیئے اور حکم دیا تو سکہ اس کے نام کا بنایا گیا اور خطباء نے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جب کچھ وقت گزرا تو معزالدولہ کے کانوں تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ مستکفی تجھے ہلاک کرنے کا خیال رکھتا ہے معزالدولہ مستکفی کے ہاں گیا اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا خلیفہ نے حکم دیا اور اس کے لیے کرسی بچھائی گئی اور وہ اس پر بیٹھا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ دو آدمی اہل دیلم میں سے مجلس میں وارد ہوئے اور انہوں نے مستکفی کی طرف ہاتھ بڑھائے مستکفی نے خیال کیا کہ وہ اس کے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہتے ہیں اس نے اپنے ہاتھ ان کی طرف بڑھائے تاکہ وہ بوسہ لیں انہوں نے خلیفہ کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے اور تخت سے اسے زمین پر کھینچ لیا اور اس کا عمامہ اس کی گردن میں لپیٹ دیا اور ذلت و خواری کے ساتھ کھینچا اور لباس سلطنت اس سے اتار کر اس کی آنکھیں نکال لیں اور اسے خلافت سے ہٹا دیا پس بغداد میں تین اندھے خلفاء جمع ہو گئے قاہر باللہ متقی باللہ اور

پائی اہل حدیث کی اصطلاح میں حافظ اس کو کہتے ہیں کہ جسے ایک لاکھ حدیث سند کے ساتھ یاد ہو اور حجۃ اس کو کہتے ہیں کہ جسے تین لاکھ احادیث یاد ہوں والحاکم من احاط بالجمیع اور حاکم اس کو کہتے ہیں کہ جس کا حافظہ سب پر محیط ہو اور ابن عقدہ سے منقول ہے کہ وہ کہتا تھا کہ مجھے ایک لاکھ بیس ہزار احادیث سند کے ساتھ یاد ہیں اور میں مذاکرہ کر سکتا ہوں اور تین لاکھ احادیث کے متعلق جواب دے سکتا ہوں۔

دارقطنی نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کا اجماع و اتفاق ہے کہ ابن مسعود کے زمانہ سے لے کر ابن عقدہ کے زمانہ تک اس سے زیادہ حافظ نہیں دیکھا گیا خلاصہ یہ کہ ابن عقدہ کا مرتبہ جلیل اور قدر و منزلت عظیم تھی لیکن وہ زیدی مذہب اور جارودی تھا اس نے بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں ان میں سے ایک کتاب اسماء الرجال (اس میں ان اشخاص کا ذکر ہے) کہ جنہوں نے حضرت صادق سے روایت کی ہے وہ چار ہزار ہیں اس کتاب میں اس نے ہر شخص کی وہ روایت بیان کی ہے جو اس نے حضرتؑ سے روایت کی ہے اس کی کتب میں سے ایک کتاب الولایۃ ہے کہ جسے حدیث غدیر کے طرق میں تحریر کیا ہے اور اس حدیث شریف کو ایک سو سے زیادہ صحابہ سے اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے منقول ہے کہ اس کی تمام کتب چھ سو اونٹوں کا بار تھیں اور ابن کثیر ذھبی اور یافعی سے ان کی تواریخ میں منقول ہے کہ یہ شیخ کوفہ کی مسجد براثا میں بیٹھتا تھا اور لوگوں سے مثالب اور برائیاں شیخین کی بیان کرتا تھا لہٰذا اس کی روایات ترک کر دی گئی ہیں واللہ اس کی صداقت اور وثاقت میں کسی کو کلام نہیں انتہیٰ۔

معلوم رہے کہ اس شیخ کا بیٹا محمد بن احمد عقدہ جس کی کنیت ابو نعیم حافظ تھی یہ اپنے باپ کے طریقہ کے برعکس اور شیعہ امامیہ کے جلیل القدر علماء میں سے بلا کا حافظہ رکھتا شیخ تلعکبری مشہور ہے اور ۳۳۳ھ میں جیسا کہ علامہ مجلسی نے فرمایا ہے شیخ جلیل مورخ امین معتمد عند الفریقین علی بن الحسین بن علی ھذلی نے (جو مسعودی مشہور اور کتاب اثبات الوصیۃ اور مروج الذہب اور دوسری کتب کا مولف ہے) وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ مسعودی نے ۳۴۵ھ تک کا زمانہ دیکھا یہ شیخ اجلاء علماء امامیہ میں سے ہے اور بہت تعجب ہے عالم فاضل آقا محمد علی صاحب مقامع پر کہ جنہوں نے اس شیخ کو علماء عامہ میں سے شمار کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مخالف و موافق اس کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کی کتاب مروج الذہب انتہائی متقن و محکم و عمدہ کتاب ہے ہم نے اس رسالہ میں بہت کچھ اس سے نقل کیا ہے اور لفظ مروج میم وراء کے پیش اور واؤ کے سکون کے ساتھ ہے۔ (چراگاہیں) اور لقب مسعودی شیعہ اور سُنی کے ایک گروہ پر بولا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تفصیل کا مقام نہیں۔

متقی باللہ ہی کے زمانہ میں اور ایک قول ہے کہ ۳۳۴ھ میں علی بن اسماعیل ابوالحسن اشعری نے بغداد میں وفات پائی ابوالحسن پہلے معتزلہ کے طریقہ پر اور ابو علی جبائی اپنی ماں کے شوہر کا شاگرد تھا اتفاقاً ایک دن آپس میں مسئلہ وجوب اصلح باصلاح بر خدا پر گفتگو ہوئی (یعنی آیا جس میں زیادہ مصلحت ہو خدا پر واجب ہے کہ وہ کام کرے مترجم) اور اس نے ابو علی کو اس باب میں مشہور مثال کے ساتھ لاجواب کر دیا کہ تین بھائی ہیں ایک مسلمان اور ایک کافر اور ایک بلوغ سے پہلے مر گیا اور جب ابو علی جواب نہ دے سکا تو ابوالحسن اس سے الگ ہو گیا اور مذہب معتزلہ سے دستبردار ہو کہ مذہب اشعری کی بنیاد رکھی قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کا ساتھ دیا اور

تاریکی در تاریکی در تاریکی ہے۔"

اور ۳۵۴ھ ابوطیب احمد بن حسین کوفی جو متنبی کے نام سے مشہور شاعر ہے مارا گیا اور اس لقب سے ملقب ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس نے سماوہ کے دیہات میں نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے لوگ اس کے پیچھے ہو گئے یہاں تک کہ امیر حمص نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اسے توبہ کرائی اور چھوڑ دیا اور اس کے زیادہ حافظہ کے متعلق سمعانی نے نقل کیا ہے کہ ایک ہی نظر میں تیس ورق کے مطالب یاد کر لیتا تھا۔

اور ۳۵۵ھ میں حاکم محدث نیشاپوری اور منصور بن نوح احمد نے وفات پائی اور اسی سال سید مرتضیٰ ذوالمجدین پیدا ہوئے اور سترہ ربیع الثانی ۳۵۶ھ معزالدولہ احمد بن بویہ نے وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا۔ بائیس سال ایک مہینہ اس کی حکومت رہی وہ عضدالدولہ کا چچا ہے اسے اقطع کہتے تھے کیونکہ اس کا بایاں ہاتھ یا اس کے دائیں ہاتھ کی کچھ انگلیاں کردوں نے کرمان کے علاقہ میں کاٹ دی تھیں ان زخموں کی وجہ سے جو انہوں نے اسے لگائے تھے۔

اور ۳۵۶ھ ہی میں سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان حلب کے بادشاہ نے وفات پائی اور بنو حمدان بادشاہ تھے اور سیف الدولہ ان کی سرداری میں اور لوگوں کے گلے میں ان کی سرداری کا پٹہ ڈالنے کا واسطہ بننے میں مشہور تھا۔ اور یہ ادیب وشاعر بھی تھا۔

اور اسی سال سلطان کافور اخشیدی متنبی کے ممدوح اور ابوعلی قالی اور علی بن الحسین ابوفرج اصفہانی زیدی نے وفات پائی لہٰذا لوگوں نے کہا کہ اس سال دو بزرگ عالموں اور تین بڑے بادشاہوں نے وفات پائی اور ابوالفرج آغانی اور مقاتل الطالبین کا مولف ہے اور ہم نے کتاب مقاتل سے اس کتاب میں بہت سے مطالب نقل کئے ہیں اور اس کا نسب مروان تک جا پہنچتا ہے اس لیے اس کو مروانی کہتے ہیں اس کا نسب اس طرح ہے علی بن الحسین بن احمد بن ہیثم بن عبدالرحمان بن مروان بن عبداللہ بن مروان محمد بن مروان بن حکم اور وزیر مہلبی ابوالفرج کا بہت احترام و اکرام کرتا تھا اور باوجودیکہ ابوالفرج کی ہیئت وکثیف وگندہ تھا اس سے ہمنشینی کرتا تھا اور کھانا کھاتا تھا اور اس نے کتاب اغانی پچاس سال کی مدت میں جمع کی اور تحفہ کے طور پر سلطان سیف الدولہ احمدانی امیر شام کے دربار میں لے گیا سیف الدولہ نے اسے ہزار دینار اور ایک قول ہے کہ لاکھ دینار بطور انعام دیا اس سے معذرت بھی چاہی اور فضلاء خصوصاً صاحب بن عباد وعضدالدولہ وسیف الدولہ وغیرہ اس کتاب کی بہت عزت کرتے اور اسے خود سے جدا نہیں کرتے تھے کہا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔

اور ۳۵۷ھ بن سعید بن حمدان نے جو ابوفراس کی کنیت کے ساتھ مشہور اور ناصر الدولہ اور سیف الدولہ کا چچازاد تھا وفات پائی اور در مسلوک میں ہے کہ مارا گیا اور جب اس کے قتل کی خبر اس کی ماں کو ملی تو اس نے اس کے غم میں اپنی آنکھیں نکال پھینکیں۔

بنو حمدان خلفاء بنی عباس کے زمانہ میں امارات وریاست رکھتے تھے اور ربیعہ وموصل کے علاقے ان کی تحویل میں تھے اور ابوفراس ادب وفضل وکمال وشجاعت وشاعری میں مشہور تھا اور فصاحت وحلاوت اور شیرینی شعر میں ممتاز تھا اس کا کوئی نظیر نہ تھا سوائے عبداللہ بن معتز کے اور اہل فن ابوفراس کو اس سے بھی بڑا شاعر سمجھتے تھے۔ متنبی شاعر اس کی تصدیق کرتا اور صاحب بن عباد نے اس

مدد کی اور گروہ اشعریہ جو کہ اکثر اہل سنت ہیں اسی کی طرف منسوب ہیں اور ابوالحسن کا نسب ابوموسیٰ اشعری تک جا پہنچتا ہے کہتے ہیں کہ جب اس کو دفن کیا گیا تو اس کی قبر کے آثار مٹا دیئے کہ کہیں حنبلیوں کو خبر نہ ہو جائے اور وہ اس کی لاش نہ نکالیں کیونکہ حنبلی اس کے کفر کا عقیدہ رکھتے تھے اور اس کا خون حلال سمجھتے تھے۔

رجوع کریں متقی باللہ کے حالات کی طرف جب متقی کی سلطنت ختم ہونے لگی تو ابوالوفاء تورون ترکی نے اسکی سلطنت پر تسلط و غلبہ حاصل کر لیا اور متقی کا نام کے علاوہ سلطنت میں کچھ حصہ نہ رہا لہٰذا متقی نے ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان اور اس کے بھائی سیف الدولہ علی بن عبداللہ کو لکھا کہ مجھے تورون کے چنگل سے چھڑاؤ تاکہ میں تدبیر مملکت تمہارے سپرد کروں خلاصہ یہ کہ تورون نے بغداد پر غلبہ حاصل کر لیا اور متقی باللہ کو اس کے وزیر علی بن مقلہ کے ساتھ گرفتار کر لیا اور اس کا مال لوٹ لیا اور مستکفی باللہ کی بیعت کر لی اور متقی کی آنکھیں نکال لیں اور امر سلطنت مستکفی کے حوالہ کر دیا یہ واقعہ ہفتہ کے دن تین صفر ۳۳۳ھ میں ہوا اور متقی کی مدت خلافت سات دن کم چار سال تھی اور اس نے ۳۵۷ھ میں وفات پائی۔

عبداللہ بن علی مستکفی باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

ماہ صفر کی تیسری تاریخ ۳۳۳ھ کو جب متقی باللہ خلافت سے معزول ہوا تو مستکفی باللہ عبداللہ بن علی مکتفی اس کی جگہ پر بیٹھا اور تورون ترکی کو کہ جس نے اس کی خلافت کی بنیادوں کو پختہ کیا تھا خلعت بخشی اور تدبیر مملکت اس کے سپرد کی اس نے تقریباً ڈیڑھ سال خلافت کی اور ۲۳ ماہ شعبان ۳۳۴ھ اس کو خلافت سے ہٹایا گیا اور احمد بن بویہ دیلمی نے اس کو گرفتار کر کے اس کی آنکھیں نکال دیں مستکفی اور مطیع کے درمیان دشمنی تھی اور مستکفی اسکی تلاش میں رہتا اور مطیع اس کے خوف سے بغداد میں روپوش تھا اور مستکفی اپنی خلافت سے پہلے نبیذ (کھجور یا انگور کی نچوڑی ہوئی شراب) نہیں پیتا تھا جب خلافت تک پہنچا تو نبیذ منگوا کر اس کے پینے میں مشغول ہو گیا اور کتاب اخبار الدول میں ہے کہ مستکفی کے زمانہ میں معزالدولہ بن بویہ بغداد میں آیا۔

مستکفی نے اسے خلعت بخشی اور امور مملکت اس کے سپرد کر دیئے اور حکم دیا تو سکہ اس کے نام کا بنایا گیا اور خطباء نے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جب کچھ وقت گزرا تو معزالدولہ کے کانوں تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ مستکفی تجھے ہلاک کرنے کا خیال رکھتا ہے معزالدولہ مستکفی کے ہاں گیا اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا خلیفہ نے حکم دیا اور اس کے لیے کرسی بچھائی گئی اور وہ اس پر بیٹھا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ دو آدمی اہل دیلم میں سے مجلس میں وارد ہوئے اور انہوں نے مستکفی کی طرف ہاتھ بڑھائے مستکفی نے خیال کیا کہ وہ اس کے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہتے ہیں اس نے اپنے ہاتھ ان کی طرف بڑھائے تاکہ وہ بوسہ لیں انہوں نے خلیفہ کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے اور تخت سے اسے زمین پر کھینچ لیا اور اس کا عمامہ اس کی گردن میں لپیٹ دیا اور ذلت و خواری کے ساتھ کھینچا اور لباس سلطنت اس سے اتار کر اس کی آنکھیں نکال لیں اور اسے خلافت سے ہٹا دیا پس بغداد میں تین اندھے خلفاء جمع ہو گئے قاہر باللہ متقی باللہ اور

کے معجزات ہیں اور بعض لوگوں نے وہم کیا ہے کہ عیون المعجزات سید مرتضیٰ کی تالیف ہے حالانکہ یہ غلط ہے ابوالقاسم کوفی کی ایک کتاب کو علامہ مجلسی اور محدث فیض رضوان علیہما نے شیخ اجل محقق کمال الدین میثم بن علی بن میثم کی طرف نسبت دی ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ ابوالقاسم کوفی کے تالیفات میں سے ہے اور شیخ مرحوم محدث نوری اللہ مرقدہ نے اس مطلب کو مستدرک کے خاتمہ میں بیان کیا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔ اور ۳۵۲ھ میں عاشوراہ کے دن معزالدولہ دیلمی نے بغداد کے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ دکانیں اور بازار بند رکھیں اور تنور والے روٹیاں نہ پکائیں بازاروں میں قبے اور گنبد بنائیں پس عورتیں بال کھولے ہوئے باہر نکلیں وہ اپنے منہ پیٹتی تھیں اور جناب امام حسین بن علی علیہ السلام کا ماتم بپا کیا یہ پہلا دن ہے کہ جس میں امام حسین علیہ السلام کے لیے بغداد میں نوحہ خوانی ہوئی اور کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا اس سال حسن بن محمد نے (جو مہلبی مشہور تھا اور معزوالدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔ وفات پائی اور وہ مہلب بن ابوصفرہ ازدی کی اولاد میں سے تھا اور مرتبہ وزارت پر پہنچے وہ انتہائی فقر و فاقہ میں تھا ایک دفعہ اس کا دل گوشت کھانے کو ہوا لیکن زیادہ فقر و فاقہ اور کچھ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو سکا تو اس نے موت کی تمنا کی۔

الاموت یباع فاشتریه

فهذالعیش مالاخیر فیه

کیا موت بیچی نہیں جاتی تاکہ میں اسے خرید لوں ورنہ اس زندگی میں تو اچھائی و برائی نہیں ہے۔"

اور ۳۵۳ھ میں یا ۳۹۳ھ میں اسماعیل بن حماد جوہر فارابی نے وفات پائی اور اس کی کتاب صحاح اللغت انتہائی معتبر کتاب ہے اور فضلاء نے اس کے پڑھنے کو اور اس کے خلاصہ کرنے کو اور اس پر حاشیہ لگانے کو اہمیت دی ہے اور جوہری دنیا کے عجائبات میں سے ہے کیونکہ وہ فاراب سے ہے جو ترکی کا ایک شہر ہے اور باوجود اس کے وہ لغت عرب کا امام و پیشوا ہے اور اس کا خط حسن وصورتی میں ضرب المثل ہے اس کا ذکر ابن مقلہ اور اس جیسے اشخاص کے ساتھ ہوتا ہے پھر وہ کلام و بیان کا شہسوار ہے اور ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہیں خداوند عالم نے قوت و بصیرت اور حسن باطن و حسن سیرت عطا کیا ہے اور وہ سفر کو وطن پر ترجیح دیتا تھا اور مسافرت کو سکونت پر اور اس نے جنگل بیابانوں اور اطراف دنیا کی سیر کی ہے اور اس نے علماء شام و عراق سے علم حاصل کیا پھر خراسان کی طرف گیا اور نیشاپور میں قیام کیا پس وہاں ہمیشہ تدریس و تالیف و عمدہ خط کی تعلیم اور مصاحف و قرآن و دفاتر لطیفہ کی کتابت میں مصروف رہا یہاں تک کہ آخرت کی راہ لی اس کے اشعار میں سے ہے۔

فها انا یونس فی بطن حوت

بنیسابور فی ظلل الغمام

فبیتی والفواد ویوم دجن!

ظلام فی ظلام فی ظلام!

"پس میں حضرت یونسؑ ہوں جو مچھلی کے پیٹ میں تھے نیشاپور میں بادل کے سائے میں پس میرا گھر دل اور ابر آلود دن

کے اکابر فلاسفہ میں سے تھا اور ارسطا طلیس حکیم کی کتب کو پڑھنے میں زیادہ اہتمام کرتا تھا اور اور مختلف زبانیں جانتا تھا کہتے ہیں کہ ساز بہت اچھا بجاتا تھا اور ساز کو اس طرح سے بجاتا کہ اہل مجلس سو جاتے لیکن وہ خود نہیں سوتا تھا اور اسی طرح ایسا بھی بجاتا کہ جس سے سب ہنسنے لگتے اور کبھی اس طرح بجاتا کہ سب رونے لگتے اور علم فلسفہ نے (مسلمانوں میں) مامون کے زمانہ میں رواج پایا اس وجہ سے کہ مامون نے ارسطو کو خواب میں دیکھا اور اس کی گفتگو سے محظوظ ہوا پس اس نے یورپ کی طرف قاصد بھیجا اور فلاسفہ کی کتب بلاد اسلام میں منتقل کیں اور حکم دیا کہ زبان دان اس کو عربی میں ترجمہ کریں جب لوگوں نے دیکھا کہ فلسفہ خلیفہ کے قرب کا باعث ہے تو فلسفہ شروع ہو گیا اور دو شخص باقی فلاسفہ سے بازی لے گئے ایک ابونصر فارابی اور دوسرا ابن سینا۔

اور ۳۳۹ھ میں حجر الاسود کو اس کی جگہ پر واپس لے آئے بعد اس کے کہ قرامطہ اس کو اکھاڑ کر لے گئے تھے جیسا کہ مقتدر کے زمانہ کے ذکر میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۳۴۲ھ میں علی بن محمد ابوالقاسم تنوخی انطاکی نے (جو اصول معتزلہ اور علم نجوم کا عالم ور بصرہ و اہواز کا قاضی تھا) وفات پائی اور وزیر مہلبی اسکا بہت احترام کرتا تھا اور مجلس منادمہ (خصوصی مجلس) میں اسے بلاتا اور اسے ریحانۃ الندماء (ہمنشینوں کا پھول) اور تاریخ الظرفاء کہتے تھے اور سیف الدولہ بھی اس کا احترام کرتا تھا وہ محسن بن علی قاضی تنوخی شیعہ امامی کا دادا تھا اور وہ وہی شخص ہے کہ جس نے ابن معتز کے بنی عباس کے مفاخر میں کہے ہوئے قصیدہ کی رد کی۔

اور ۳۴۳ھ میں شیخ ابوجعفر محمد بن حسن بن ولید قمیوں کے شیخ و فقیہ نے وفات پائی۔

اور ۳۴۴ھ میں مصر میں سخت قسم کا زلزلہ آیا کہ جس سے مکانات تباہ ہو گئے اور اسی سال حافظ محمد بن عمر بن محمد نے (جو ابوبکر جعابی مشہور تھا اور شیعہ امامی فاضل جلیل اور زیادہ حافظہ کا مالک تھا) بغداد میں وفات پائی اور اس سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتا تھا مجھے چار لاکھ احادیث یاد ہیں اور میں چھ لاکھ احادیث میں مذاکرہ کر سکتا ہوں اور وہ ابن عقدہ کے بڑے شاگردوں میں سے تھا۔

اور ۳۴۵ھ میں ابوعمر و زاہد مطہر ز محمد بن عبدالواحد بغدادی ثعلب کے غلام اور علم لغت کے یگانہ روزگار نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس نے ایک جز (رسالہ) معاویہ بن ابوسفیان کی فضیلت میں جمع کیا تھا۔

اور ۳۵۲ھ میں ابوالقاسم علی بن اسحاق بغدادی شیعہ امام نے وفات پائی اور قبرستان قریش میں دفن ہوا یہ بیس صفر کے دن کا واقعہ ہے اتفاقاً اسی دن ۲۶۰ھ میں اس کی ولادت ہوئی تھی اور اس کے اکثر اشعار مدح اہل بیت علیہم السلام اور سیف الدولہ وزیر مہلبی اور ان کے علاوہ شیعہ امامیہ کے بڑوں لوگوں کی مدح میں ہوتے تھے۔ اور ۳۵۲ھ میں ابوالقاسم کوفی علی بن احمد بن موسیٰ مبرقع نے وفات پائی اور اس کی قبر فسا کے قریب ہے جو شیراز کے علاقہ میں ہے اور آخر عمر میں اس کا مذہب خراب ہو گیا تھا اس نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں ان میں سے ایک تثبیت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ہے اور شیخ حسین بن عبدالوہاب معاصر سید مرتضیٰ نے تثبیت کا تتمہ عیون المعجزات کے نام سے لکھا کہ جس میں حضرت زہراء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام

کے حق میں یہ کہا ہے بدا الشعر بملک وختم بملک شعر کی ابتداء بادشاہ سے ہوئی اور اختتام بھی بادشاہ پر ہوا یعنی امرا القیس اور ابوفراس اور اس کے اشعار معروف ہیں ان میں سے اس کا میمیہ قصیدہ ہے جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کی مظلومیت اور بنی عباس کے ظلم اور ان کی ہجو میں کہا ہے یہ قصیدہ شافیہ کے نام سے مشہور ہے اس میں اس نے اپنے دل اور باقی مومنین کے دلوں کی تشفی کی ہے اور شر العباد عبداللہ بن معتز عباسی کے اس قصیدہ کا جو بنی عباس کے فخر و مباہات اور آل ابوطالب کی مذمت میں تھا جواب لکھا ہے اس کی بعض فضلاء حائر نے شرح بھی لکھی ہے۔

منقول ہے وہ ابوفراس نے جب یہ قصیدہ کہا تو چونکہ بنی عباس کے تسلط و خلافت کا زمانہ تھا لہٰذا اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں نیام سے نکال لیں پانچ سو تلواریں اس کی یاری و نصرت میں نیام سے نکلیں تو اس وقت اس نے اپنا قصیدہ مبارکہ لشکر کے درمیان پڑھنا شروع کیا کہ جس کا مطلع یہ ہے۔

الحق مهتضم والدین مخترم
وفئی آل رسول الله مقتسم

''حق کو دبا دیا گیا اور دین میں رخنے ڈالے گئے اور رسولؐ خدا کی آل کا مال فیئ دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔''

خدا اس کی اہلبیت نبوت کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

۵۸ ۳ھ میں سید عالم فاضل زاہد حسن بن حمزہ علوی مرعشی نے وفات پائی یہ سید جلیل اجلاء طائفہ امامیہ اور ان کے فقہا میں سے تھا اور چھ آباء اجداد کے واسطہ سے اس کا نسب سید سجاد علیہ السلام سے جاملتا ہے اور اسی سال ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان بن حمدون والی موصل و توابع موصل نے وفات پائی اور موصل میں دفن ہوا اور سیف الدولہ کا بھائی تھا وہ اس سے بہت محبت کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ سیف الدولہ کی وفات کے بعد اس کی عقل کمزور ہوگئی اور اس کے بیٹے نے اس کو پکڑ کر بند کر دیا تھا یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔

اور ۵۹ ۳ھ میں ابوعبداللہ محمد بن حسن بن قاسم حسنی نے وفات پائی اس کا باپ ابومحمد حسن داعی صغیر دیلم کا مالک اور زیدیوں کا ایک امام تھا اور وہ خود عظیم القدر انسان اور شکل و صورت میں امیر المومنین سے مشابہت رکھتا تھا اور معز الدولہ اس سے بڑی محبت کرتا اور اس سے ارادت و عقیدت رکھتا تھا جب وہ بیمار ہوا تو ابوعبداللہ سے خواہش کی کہ وہ اس پر دم کرے اور جب ابوعبداللہ نے اپنا ہاتھ اس کے چہرہ پر رکھا اور دعا پڑھی تو دعا سے فارغ ہونے پر معز الدولہ نے اس کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور شفا حاصل کرنے کیلئے اپنے منہ پر ملا اس کی کئی حکایات ہیں کہ جن میں سے کتاب عمدۃ الطالب میں اشارہ ہوا ہے۔

۳۶۰ھ میں ابوالفضل محمد بن عمید قمی کاتب نے بغداد میں وفات پائی ابن عمید فلسفہ نجوم اور ادب میں یگانہ روزگار تھا اس کو حافظ ثانی کہتے تھے رکن الدولہ دیلمی کی وزارت اس کے پاس تھی اور اس کے حق میں کہا گیا ہے بدئت الکتابۃ بعبد الحمید وختمت عبد العمید کتاب کی ابتداء عبدالحمید سے ہوئی اور اختتام ابن عمید پر ہوا اور عبدالحمید مروان جعدی کا کاتب تھا اس کو بھی بنی عباس نے قتل

مستکفی باللہ پھر ان لوگوں نے دارالخلافہ کو لوٹ لیا اور مستکفی یونہی رہا یہاں تک ۳۳۸ھ میں معزالدولہ کے گھر میں وفات پائی۔

مطیع اللہ فضل بن جعفر کی خلافت کے دنوں کا ذکر!

جب ۲۲ شعبان ۳۳۴ھ میں مستکفی خلافت سے معزول کیا گیا تو لوگوں نے مطیع اللہ فضل بن جعفر مقتدر کی بیعت کر لی اس کے زمانہ میں بہت سے واقعات رونما ہوئے قرمانی کہتا ہے کہ اس کی خلافت کے پہلے سال بغداد میں قحط پڑا یہاں تک کہ لوگ مردار اور گوبر کھاتے تھے اور بہت سے لوگ مارے بھوک کے مر گئے اور ان کی لاشیں راستوں میں پڑی تھیں اور انہیں کتے کھا رہے تھے اور ۲۸ ذوالحجہ ۳۳۴ھ میں جعفر بن یونس خراسانی پھر بغدادی شبلی کے نام سے مشہور صوفی سنی مالکی نے یا محروم قاضی نوراللہ کے قول کے مطابق شیعہ نے بغداد میں وفات پائی اور شبلی ان اشخاص میں سے ہے جو جنید اور حلاج کی صحبت میں رہے ہیں اور اس کی نادر حکایات ہیں۔

اور ۳۳۵ھ یا ۳۳۶ھ میں ابوبکر محمد بن یحییٰ جو صولی شطرنجی مشہور تھا بصرہ میں روپوشی میں وفات پائی اور صولی خلفاء کا ہمنشین تھا اور ادب و شطرنج بازی کے جاننے میں پورا ماہر تھا اور بعض کا نظریہ ہے کہ اس نے شطرنج ایجاد کی ہے لیکن یہ غلط ہے بلکہ صصہ بن داہر ہندی نے ہندوستان کے بادشاہ شہرام کے لیے شطرنج ایجاد کی اور شہرام کو بہت پسند آئی اور اس سے خواہش کی کہ اس کے مقابلہ میں کوئی انعام مانگو اس نے کہا کہ میرا انعام یہ ہے کہ شطرنج کے خانوں کی مقدار چونسٹھ خانے ہیں گندم بطور تضعیف مجھے دو یعنی پہلے خانے میں ایک گندم کا دانہ رکھو دوسرے میں دو تیسرے میں چار چوتھے میں آٹھ اسی طرح بادشاہ کو اس کی خواہش انتہائی حقیر معلوم ہوئی جب منشیوں نے حساب لگایا تو کہنے لگے کہ اگر تمام دنیا کی گندم جمع کر دیں تو ان کی مقدار نہیں بنے گی ابن خلقان کہتا ہے کہ اسکندریہ کے بعض حسابدانوں نے مجھے حساب کر کے بتایا تو میں نے دیکھا کہ شطرنج کے آخری خانہ کے حصہ میں سولہ ہزار تین سو چوراسی شہر گندم سے پر کیے ہوئے آتے ہیں باقی رہا نرد (چوسر کی گوٹ) کھیل تو اردشیر بن بابک نے ایجاد کیا، اور اس کو پوری دنیا کی مثال پر قرار دیا اور اس کے بارہ خانے مہینوں کی مقدار میں بنائے اور ہر قطعہ کو تیس پر دنوں کی تعداد میں تقسیم کیا الخ۔

اردشیر پہلا ایران کا بادشاہ ہے کہ جو تمام ممالک میں مستقل بادشاہ ہوا اور اس نے طوائف الملوکی ختم کر دی وہ ایران کے بادشاہوں کا جد اعلیٰ ہے کہ جن کا آخری بادشاہ یزدجرد ہے جس کی حکومت کا خاتمہ عثمان کے زمانہ میں ہوا اور ان بادشاہوں نے چار سو سال تک حکومت کی بعد اس کے [illegible] سے طوائف الملوکی تھی۔

اور ۳۳۷ھ میں عبدالرحمن ابن اسحاق زجاجی [illegible] بغدادی [illegible] وفات اور ۳۳۸ھ کے آخر میں احمد بن محمد مصری جو ابن نحاس نحوی کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور اسی سال [illegible] الدولہ ابن بویہ نے وفات پائی۔

اور ۳۳۹ھ میں معلم ثانی محمد بن طرخان ابونصر فارابی ترکی مشہور حکیم و فلسفی نے دمشق میں وفات پائی اور فارابی مسلمان

کردیا اور وہ ادبیت اور بلاغت میں مشہور تھا۔

واضح ہو کہ ابن عمید کے پیروکاروں میں سے صاحب ابن عباد ہے چونکہ وہ ابن عمید کی صحبت میں رہتا تھا اس لیے اس کو صاحب کہتے تھے اور ابن عمید کو استاد بھی کہتے تھے ایک دفعہ صاحب نے بغداد کا سفر کیا جب واپس آیا تو لوگوں نے پوچھا بغداد کیسا شہر ہے؟ تو اس نے کہا بغداد فی البلاد کالاستاد فی العباد بغداد شہروں میں اسی طرح ہے جیسے استاد بندگانِ خدا میں ہے اور جب ابن عمید کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابوالفتح علی ذوالکفایتین رکن الدولہ کا وزیر ہوا اور رکن الدولہ کے بعد کچھ مدت اس کے بیٹے موید الدولہ کی وزارت بھی اس کے پاس رہی یہاں تک کہ اس کے اور صاحب بن عباد کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا اور موید الدولہ کا دل اس سے کھٹا ہو گیا۔

اور ۳۶۶ھ میں اس کا مواخذہ کیا اور اس کو سخت عذاب کیا وہ شکنجہ میں رہا یہاں تک کہ مر گیا اور برامکہ کی طرح اس خاندان کی حکومت بھی ختم ہو گئی جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

آل العمید وآل ابرمك مالكم
قل المعین لکم وقال الناصر
کان الزمان یحبکم فبداله
ان الزمان هو الخائیون الغادر

"آل عمید اور آل برمک تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہارے معین کم اور مددگار کمزور ہو گئے ہیں زمانہ تم سے محبت کرتا تھا پس اس میں بدا واقع ہو گئی بیشک زمانہ خیانت کار اور دھوکے باز ہے۔"

بعض تاریخوں میں ہے کہ صاحب بن عباد ابن عمید کی وفات کے بعد اس کے مکان کے دروازے سے گذرا تو اس حویلی کے باہر اسے سوائے چند خستہ حال نوکروں کے کوئی شخص نظر نہ آیا تو صاحب نے عبرت سے زبان پر یہ اشعار جاری کیے۔

ایها الرکب لماعلاك اکتئاب
این فاك الحجاب والحجاب!
این من کان یفزع الدهر منه
فهو الیوم [illegible] التراب تراب!

"اے اونچے محل کیوں تجھ پر حزن و ملال [illegible] یا ہوا ہے [illegible] پردے اور دربان کہاں ہیں اور کہاں ہے وہ شخص کہ جس سے سارا زمانہ خوف زدہ تھا پس وہ آج کے دن مٹی میں مل کر خاک ہو گیا ہے۔"

اور ۳۶۰ھ ہی میں ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے (معجم کبیر کے مولف جو صحابہ کے ناموں میں ہے) اصفہان میں

مستکفی باللہ پھران لوگوں نے دارالخلافہ کولوٹ لیااور مستکفی یونہی رہا یہاں تک ۳۳۸ھ میں معزالدولہ کے گھر میں وفات پائی۔

مطیع اللہ فضل بن جعفر کی خلافت کے دنوں کا ذکر!

جب ۲۳ شعبان ۳۳۴ھ میں مستکفی خلافت سے معزول کیا گیا تو لوگوں نے مطیع اللہ فضل بن جعفر مقتدر کی بیعت کرلی اس کے زمانہ میں بہت سے واقعات رونما ہوئے قرمانی کہتا ہے کہ اس کی خلافت کے پہلے سال بغداد میں قحط پڑا یہاں تک کہ لوگ مردار اور گوبر کھاتے تھے اور بہت سے لوگ مارے بھوک کے مر گئے اور ان کی لاشیں راستوں میں پڑی تھیں اور انہیں کتے کھا رہے تھے اور ۲۸ رذلحجہ ۳۳۴ھ میں جعفر بن یونس خراسانی پھر بغدادی شبلی کے نام سے مشہور صوفی سنی مالکی نے یا محروم قاضی نوراللہ کے قول کے مطابق شیعہ نے بغداد میں وفات پائی اور شبلی ان اشخاص میں سے ہے جو جنید اور حلاج کی صحبت میں رہے ہیں اور اس کی نادر حکایات ہیں۔

اور ۳۳۵ھ یا ۳۳۶ھ میں ابوبکر محمد بن یحییٰ جو صولی شطرنجی مشہور تھا بصرہ میں روپوشی میں وفات پائی اور صولی خلفاء کا ہمنشین تھا اور ادب وشطرنج بازی کے جاننے میں پورا ماہر تھا اور بعض کا نظریہ ہے کہ اس نے شطرنج ایجاد کی ہے لیکن یہ غلط ہے بلکہ صصہ بن داھر ہندی نے ہندوستان کے بادشاہ شہرام کے لیے شطرنج ایجاد کی اور شہرام کو بہت پسند آئی اور اس سے خواہش کی کہ اس کے مقابلہ میں کوئی انعام مانگو اس نے کہا کہ میرا انعام یہ ہے کہ شطرنج کے خانوں کی مقدار چونسٹھ خانے ہیں گندم بطور تضعیف مجھے دو یعنی پہلے خانے میں ایک گندم کا دانہ رکھو دوسرے میں دو تیسرے میں چار چوتھے میں آٹھ اسی طرح بادشاہ کو اس کی خواہش انتہائی حقیر معلوم ہوئی جب منشیوں نے حساب لگایا تو کہنے لگے کہ اگر تمام دنیا کی گندم جمع کردیں تو ان کی مقدار نہیں بنے گی ابن خلقان کہتا ہے کہ اسکندریہ کے بعض حسابدانوں نے مجھے حساب کر کے بتایا تو میں نے دیکھا کہ شطرنج کے آخری خانہ کے حصہ میں سولہ ہزار تین سو چوراسی شہر گندم سے پر کئے ہوئے آتے ہیں باقی رہا نرد (چوسر کی گوٹ) کھیل تو اُردشیر بن بابک نے ایجاد کیا، اور اس کو پوری دنیا کی مثال پر قرار دیا اور اس کے بارہ خانے مہینوں کی مقدار میں بنائے اور ہر قطعہ کو تیس پر دنوں کی تعداد میں تقسیم کیا الخ۔

اردشیر پہلا ایران کا بادشاہ ہے کہ جو تمام ممالک میں مستقل بادشاہ ہوا اور اس نے طوائف الملوکی ختم کردی وہ ایران کے بادشاہوں کا جداعلیٰ ہے کہ جن کا آخری بادشاہ یزدجرد ہے جس کی حکومت کا خاتمہ عثمان کے زمانہ میں ہوا اور ان بادشاہوں نے چار سو سال تک حکومت کی بعد اس کے کہ چار سو سال سے طوائف الملوکی تھی۔

اور ۳۳۷ھ میں عبدالرحمن ابن اسحاق زجاجی نحوی بغدادی نے وفات اور ۳۳۸ھ کے آخر میں احمد بن محمد مصری نے جو ابن نحاسی نحوی کے نام سے مشہور تھا وفات پائی اور اسی سال عمادالدولہ بن بویہ نے وفات پائی۔

اور ۳۳۹ھ میں معلم ثانی محمد بن طرخان ابونصر فارابی ترکی مشہور حکیم وفلسفی نے دمشق میں وفات پائی اور فارابی مسلمانوں

کردیا اور وہ ادبیت اور بلاغت میں مشہور تھا۔

واضح ہو کہ ابن عمید کے پیروکاروں میں سے صاحب ابن عباد ہے چونکہ وہ ابن عمید کی صحبت میں رہتا تھا اس لیے اس کو صاحب کہتے تھے اور ابن عمید کو استاد بھی کہتے تھے ایک دفعہ صاحب نے بغداد کا سفر کیا جب واپس آیا تو لوگوں نے پوچھا بغداد کیسا شہر ہے؟ تو اس نے کہا بغداد فی البلاد کالاستاد فی العباد بغداد شہروں میں اسی طرح ہے جیسے استاد بندگان خدا میں ہے اور جب ابن عمید کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابوالفتح علی ذوالکفائتین رکن الدولہ کا وزیر ہوا اور رکن الدولہ کے بعد کچھ مدت اس کے بیٹے موید الدولہ کی وزارت بھی اس کے پاس رہی یہاں تک کہ اس کے اور صاحب بن عباد کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا اور موید الدولہ کا دل اس سے کھٹا ہو گیا۔

اور ۳۶۶ھ میں اس کا مواخذہ کیا اور اس کو سخت عذاب کیا وہ شکنجہ میں رہا یہاں تک کہ مر گیا اور برامکہ کی طرح اس خاندان کی حکومت بھی ختم ہو گئی جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

آل العمید وآل ابرمك مالکم
قل المعین لکم وقال الناصر
کان الزمان یحبکم فبداله
ان الزمان هو الخائیون الغادر

”آل عمید اور آل برمک تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہارے معین کم اور مددگار کمزور ہو گئے ہیں زمانہ تم سے محبت کرتا تھا پس اس میں بداء واقع ہو گئی بیشک زمانہ خیانت کار اور دھوکے باز ہے۔“

بعض تاریخوں میں ہے کہ صاحب بن عباد ابن عمید کی وفات کے بعد اس کے مکان کے دروازے سے گذرا تو اس حویلی کے باہر اسے سوائے چند خستہ حال نوکروں کے کوئی شخص نظر نہ آیا تو صاحب نے عبرت سے زبان پر یہ اشعار جاری کئے۔

ایها الرکب لماعلاك اکتئاب
این ذاك الحجاب والحجاب!
این من کان یفرع الدهر منه
فهو الیوم فی التراب تراب!

”اے اونچے محل کیوں تجھ پر حزن و ملال چھایا ہوا ہے وہ پردے اور دربان کہاں ہیں اور کہاں ہے وہ شخص کہ جس سے سارا زمانہ خوف زدہ تھا پس وہ آج کے دن مٹی میں مل کر خاک ہو گیا ہے۔

اور ۳۶۰ھ ہی میں ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے (معجم کبیر کے مولف جو صحابہ کے ناموں میں ہے) اصفہان میں

وفات پائی اور طبرانی حفاظ علماء اہلسنت میں سے ہے اس کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد ایک ہزار بیان کی گئی ہے اور وہ طبریہ کی طرف منسوب ہے بخلاف طبری کے جو طبرستان کی طرف منسوب ہے اور طبریہ شام کے قریب تین دن راہ کی مسافت پر دریا کے کنارے ایک شہر واقع ہے کہا گیا ہے کہ کوہ طور اس کے اوپر سایہ فگن ہے اور حضرت لقمان حکیم کی قبر بھی وہیں ہے اور وہاں بہت بڑی نہر چلتی ہے جس کا آدھا پانی گرم اور آدھا سرد ہے یونہی تلخیص الآثار سے منقول ہے اور اسی سال قرامطہ کا دمشق پر قبضہ ہوا۔

اور ۳۶۲ھ مصر کے شہر قاہرہ کی تعمیر معز الدین اللہ اسماعیل کے ہاتھوں ہوئی۔ اور ۳۶۳ھ میں ابوحنیفہ اور شیعہ قاضی نعمان بن ابوعبداللہ محمد بن منصور مصری نے مصر میں وفات پائی اس کی کئی تصانیف ہیں مناقب اہل بیتؑ اور مخالفین مثلاً ابوحنیفہ و مالک و شافعی کی رد میں اور وہ پہلے مالکی مذہب تھا پھر شیعہ امامیہ ہو گیا اور اسی کی کتاب دعائم الاسلام ہے اور اس نے صادق علیہ السلام سے بعد کے آئمہ سے اسماعیلیوں کے ڈر سے روایت نہیں کی لیکن تقیہ کے پردہ کے پیچھے رہ کر حق کو ظاہر کیا ہے اس کا تذکرہ شیخ حر نے امل الآمل میں اور علامہ مجلسی نے دیباچہ بحار میں اور علامہ طباطبائی نے اپنی کتاب رجال میں اور ہمارے شیخ نوریؒ نے خاتمہ مستدرک دوسائل میں کیا ہے اور صاحب روضات نے انصاف نہیں کیا جب اس کے حالات میں کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ وہ امامیہ حقہ میں سے نہیں تھا۔

اور ۳۶۳ھ میں مطیع فالج کی بیماری میں مبتلا ہوا اور اس کی زبان بے کار ہو گئی اس نے خود کو خلافت سے الگ کر لیا اور خلافت اپنے بیٹے عبدالکریم کے سپرد کر دی اس کا نام طائع رکھا اور خود ۳۶۴ھ میں دیر عاقول میں دنیا سے چل بسا اس طویل مدت میں جو مطیع نے خلافت کی تو وہ امرونہی میں مرجع نہیں تھا بلکہ مرجع ریاسات و امور سلطنت و تدابیر مملکت معز الدولہ بن بویہ تھا اور معز الدولہ نے خلیفہ کے اخراجات کے لیے ہر دن کے سو دینار مقرر کئے تھے اور اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آل بویہ کی سلطنت کے مختصر حالات تحریر کیے جائیں۔

دیالمہ کی سلطنت وحکومت کا ذکر

واضح ہو کہ ارباب تاریخ نے کہا ہے کہ بویہ اہل دیلم میں سے فقیر و نادار شخص تھا اور اس کی کنیت ابوشجاع بن فناخسرو بن تمام تھی یہ مچھلی کا شکار کرتا تھا اور فرس (ایران) کی طرف منسوب تھا اور کہتا تھا کہ میں بہرام گور کی اولاد میں سے ہوں اس کے پانچ بیٹے تھے کہ جن میں سے دو تو مر گئے تھے اور تین بیٹے رہ گئے ایک ابوالحسن علی بن بویہ عماد الدولہ تھا جو سب سے بڑا تھا اور دوسرا رکن الدولہ ابوعلی حسن تھا اور تیسرا معز الدولہ ابوالحسین احمد تھا۔

عماد الدولہ ان کی سعادت و سلطنت کا سبب بنا یہاں تک کہ یہ لوگ عراقین (بصرہ و کوفہ) اہواز اور فارس کے مالک ہوئے اور مدبر امور رعیت قرار پائے جن افراد نے آل بویہ میں سے حکومت کی ہے وہ پندرہ افراد تھے ان کی حکومت کی مدت ایک سو چھبیس سال تک پہنچی ان کے ظہور کی ابتداء ۳۲۲ھ قاہر باللہ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں ہوئی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ عماد الدولہ مرداویج

اور ماہ جمادی الاولیٰ ۳۶۸ھ میں شیخ اجل اقدم احمد بن محمد سلیمان بن حسن بن جہم بن بکیر بن اعین شیبانی نے جو ابو غالب زراری مشہور تھا وفات پائی وہ مشہور رسالہ کا مولف ہے کہ جسے اس نے اپنے پوتے محمد بن عبداللہ کے لیے لکھا تھا اور زراری زرارہ کی طرف منسوب ہے پہلا شخص جو آل اعین میں سے زراری نسبت سے منسوب ہوا وہ سلیمان تھا کہ حضرت ہادی (علی نقی) علیہ السلام نے جسے اپنے توقیعات میں توریۃً زراری سے تعبیر فرمایا تھا۔

اور ۳۶۸ھ ہی میں شیخ ابوالحسین محمد بن احمد بن داؤد اپنے زمانہ کے قمیین کے شیخ وفقیہ نے وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا اس لیے کہ اس نے بغداد کی طرف کوچ کیا تھا اور وہیں قیام کر لیا تھا اور وہ کتاب مزار وغیرہ کا مولف ہے اور اسی سال حسن بن عبداللہ نے (جو سیرافی القب سے مشہور اور نحوی تھا) وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوا اور سیراف بلاد فارس میں سے دریا کے کنارے کرمان کی طرف ایک شہر ہے اور سیرافی سید رضی کا ان کے بچپن کے زمانہ کا استاد ہے اور مشہور ہے کہ ایک دن سیرافی نے سید سے پوچھا جب کہ ان کا سن دس سال کو بھی نہیں پہنچا تھا۔

اذا قیل رأیت عمرا فما علامۃ نصبہ قال الرضی بغض علی بن ابی طالب جب کہا جائے میں نے عمر کو دیکھا تو اس کے نصب کی علامت کیا ہے تو رضی نے فرمایا بغض علیؑ بن ابی طالب سیرافی اور حاضرین نے ان کے ذہن کے فوری منتقل ہونے اور تیز ہونے پر تعجب کیا اور سید کے والد اس سے خوش ہوئے اور فرمایا بیشک تو میرا حقیقی بیٹا ہے۔

اور اسی سال یا ۳۶۹ھ میں شیخ اجل ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی نے وفات پائی اور یہ شیخ جلیل محمد بن احمد بن علی بن حسن بن شاذان قمی صد منقبت عامہ درحق امیر المومنینؑ (یعنی سو فضائل امیر المومنینؑ کے سنی کتب سے) کے مولف کی والدہ کے ماموں تھے نیز ابن قولویہ شیخ مفید کے استاد اور کتاب کامل الزیارۃ وغیرہ کے مولف ہیں ان کی قبر شریف شیخ مفید کی قبر کے پہلو میں بقعہ منورہ کاظمین کی پائینتی کی طرف ہے باقی رہے وہ اپنے قولویہ جو قم میں علی بن بابویہ قمی کے مزار کے قریب دفن ہیں تو وہ محمد جعفر کے باپ ہیں نہ کہ ابو القاسم جعفر ہیں جیسا کہ بعض کو اشتباہ ہوا ہے۔

اور ۳۷۰ھ میں حسین بن احمد نے (جو ابن خالویہ نحوی مشہور ہے) حلب میں وفات پائی اور آل حمدان اس کا اکرام واحترام کرتے اور اس سے علوم کا استفادہ کرتے اس کے تالیفات بہت ہیں ان میں سے ایک کتاب الآل ہے اس میں آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کی ولادت وشہادت کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی ایک تالیف الجمل بھی ہے اور کتاب لیس (نہیں) کہ جس کی بنیاد یہ ہے کہ کلام عرب میں یہ چیز نہیں ہے اور فلاں چیز نہیں ہے اور اسی سال محمد بن احمد بن ازہر جو ازہری مشہور ہے ھروی لغوی صاحب غریبین وتہذیب اللغۃ وغیرہ نے ہرات میں وفات اور ازہری ایک سال برابر قرامطہ کی قید میں رہا اور جن لوگوں نے اسے قید کیا تھا وہ بادیہ نشین عرب تھے ازہری نے ان کے کلام سے کئی لغات کا استفادہ کیا اور تہذیب میں انہیں ذکر کیا اسی سے نقل ہوا ہے۔

اور ۳۷۲ھ میں فناخسرو عضد الدولہ دیلمی نے دنیا سے کوچ کیا اور اس کا بیٹا صمصام الدولہ اس کی جگہ پر بیٹھا اور عضد الدولہ کی وفات تو بغداد میں ہوئی لیکن اس کا جنازہ نجف اشرف لے گئے اور وہیں دفن ہوا اور عضد الدولہ کا تسلط ممالک وملوک پر

بنو بویہ کے سب بادشاہوں سے زیادہ تھا اور اس کو شہنشاہ کہتے تھے اور بغداد کے منبروں پر خلیفہ کے نام کے بعد اس کا نام لیتے تھے۔ سید شریف نے چار سو ہجری کے سرے پر اسے مروجین دین اسلام میں سے شمار کیا ہے اور عضدی ہسپتال بغداد میں عضدالدولہ نے تعمیر کیا اور امیر المومنینؑ کا مشہد منور اسی نے بنایا اس کی تجدید کی اور بہت سے مصارف وہاں کئے کہا گیا ہے کہ مدینۃ النبی ﷺ کی فصیل اسی نے بنوائی اور عضدالدولہ، فضل وکمال میں اپنے زمانہ کا یگانہ روزگار تھا وہ فضلاء کو دوست رکھتا اور ان سے معاشرت رکھتا تھا ابن خلقان کہتا ہے کہ عضدالدولہ نے ابو منصور افتکین معزالدولہ بن بویہ کے ترکی غلام والی دمشق کو اس کے خط کے جواب میں لکھا "غرك عزك فصار قصار ذلك ذلك فاخش فاخش فعلك فعلك بهذا اتهدا تیری عزت نے تجھے دھوکہ دیا پس اس کی انتہا تیری ذلت کا باعث بنی پس اپنے برے فعل سے ڈر شاید کہ تجھے اس سے ہدایت حاصل ہو۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ عبارت امیر المومنینؑ کی طرف منسوب ہے اور مشہور یہ ہے کہ آپؑ نے معاویہ کے اس خط کے جواب میں تحریر فرمائی جس میں اس نے لکھا تھا علی قدری علی قدری میری قدر و منزلت کے برابر میری دیگ جوش مارتی ہے اور اگر ایسا ہی ہو تو پھر عضدالدولہ نے فصاحت کے گھاٹ سے اُسے لیا ہے۔

اور ۳۷۶ھ میں شرف الدولہ عضدالدولہ کے بیٹے نے اپنے بھائی صمصام الدولہ کا ارادہ کیا اور اس پر غلبہ اور تسلط قائم کر لیا پھر اس کی آنکھیں نکال دیں اور خود اس کی جگہ پر بیٹھ گیا۔

اور ۳۷۷ھ میں حسن بن احمد (جو ابوعلی فارسی مشہور تھا) مشہور فسوی نحوی نے بغداد میں وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا ابوعلی اپنے زمانہ میں نحو کا امام تھا یہ عضدالدولہ دیلمی کی صحبت میں رہا ہے اور اس کے ہاں اس کی قدر و منزلت بہت ہوئی یہاں تک کہ عضدالدولہ نے اس کی شان میں کہا کہ میں ابوعلی فسوی کا نحو میں غلام ہوں اور ابوعلی نے اس کے لیے تکملہ فی النحو تصنیف کی اور اس میں اس کا واقعہ مشہور ہے اسی طرح اس کا عضدالدولہ کے ساتھ شیراز کے میدان میں سیر کرنا اور بادشاہ کا اس سے نصب مستثنیٰ کے متعلق سوال کرنا اور اس کا جواب دینا کہ جواب میدانی (تجھے جواب معلوم ہے) اور حکایت ہے کہ جب عضدالدولہ اپنے چچازاد سے لڑنے کے لیے نکلا تو ابوعلی اس کے پاس آیا اس نے کہا کہ ہمارا ساتھ دینے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو ابوعلی نے کہا کہ میں دعا گو مردوں میں سے ہوں نہ کہ جنگجو افراد میں سے پس اللہ تعالیٰ بادشاہ کے عزم و ارادہ کو بہتر قرار دے اور اس کے مقصد کو پورا کرے اس کے اس قیام میں عافیت اس کی زادِ راہ اور کامیابی اس کے سامنے ہو اور ملائکہ اس کے مددگار رہوں پھر اس نے یہ شعر پڑھے۔

ودعته حیث لا تودعه
نفس ولکنها تسیر معه!
ثم تولی وفی الفوادله
ضیق محل وفی الدموع سعة

"میں نے اس کو الوداع کہا جہاں نفس نے اسے الوداع نہیں کہا لیکن نفس اس کے ساتھ چلا پھر جب وہ مڑا تو دل میں اس

عبدالکریم بن مطیع طائع اللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

۳۶۳ھ میں مطیع خود بخود خلافت سے الگ ہوگیا اور اس کا بیٹا طالع ءاللہ اس کی جگہ پر بیٹھا اور اس وقت اس کی عمر ۴۳ سال تھی اور اس کے زمانہ میں عضدالدولہ دیلمی کا بغداد پر تسلط ہوگیا طالع ء نے اسے خلعتِ سلطانی پہنایا اور اس کے سر پر تاج رکھا اور اس کو ایک طوق دیا اور اس کے لیے دو جھنڈے ترتیب دیئے اسے اس کے آباؤ اجداد کی جگہ تختِ سلطنت پر بٹھایا جب عضدالدولہ تخت سلطنت پر مستقر ہوا تو ابوطاہر عزالدولہ کے وزیر کو گرفتار کرا کے حکم دیا کہ اس کو قتل کردیں اور سولی پر لٹکا دیں ابوالحسن انباری نے اس کا مرثیہ کہا۔

اور کہا گیا ہے کہ علماء فن کا اتفاق ہے کہ اتنا اچھا مرثیہ نہیں کہا گیا اور اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

علو فی الحیات وفی الممات
الحق انت احدی المعجزات
کان الناس حولك حین قاموا
وفود نداك ایام الصلات
کان قائم فیهم خطیبا!
وکلهم قیام اللصلوٰة مددت یدیك
نحوهم احتفالاً کمدهما الیهم بالهبات
ولما ضاق بطن الارض عن ان!
تضم علامن بعد الممات
اصار والجواقبرك واستنأ بوا
عن الاکفان ثوب السافیات
لعظمك فی النفوس تبیت ترعی
بحفاظ وحراس ثقات!
رکبت مطیئة من قبل زید
علاهافی السنین الماضیات
ولم ارقبل جذعك قط جذعا
تمکن من عناق الکرمات

"تیرے لیے زندگی اور موت میں بلندی ہے بیشک تو ایک معجزہ ہے لوگ جب تیرے گرد کھڑے ہوں صلہ وانعام حاصل کرنے کے دن تیرے سخاوت کے وفد بن کر تو گویا تو ان میں خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑا اور وہ سب نماز کے لیے ایستادہ ہیں تو نے ان کی طرف دو دونوں ہاتھ بڑھائے جب کہ وہ پرتے جیسا کہ ان کی طرف ھبوں کے ساتھ بڑھتے ہیں اور جب شکم زمین اس سے تنگ ہو گیا کہ وہ تیرے بلند جسم کو موت کے بعد اپنے اندر لے لے تو انہوں نے فضا کو تیری قبر بنایا اور کفن کے بدلے تیز ہواؤں کے کپڑے تجھے پہنائے نفوس میں چونکہ تیری عظمت ہے اسی لیے محافظین اور قابل وثوق نگہبانوں کے ساتھ رات کو تیری حفاظت کی جاتی ہے اور ات کے وقت تیرے گرد آگ روشن ہوتی ہے اور تو زندگانی کے زمانہ میں بھی ایسا ہی تھا تو اس سواری پر سوار ہوا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں جس پر زید سوار ہوا تھا اور تیری سولی کے تنے سے پہلے میں نے کبھی کوئی درخت کا تنا ایسا نہیں دیکھا جس کو کریم لوگوں کی گردنیں میسر آئی ہوں۔"

اور ۳۶۶ھ رکن الدولہ حسن بن بویہ امیر عراق وعجم عضد الدولہ کے باپ نے رَی میں وفات پائی اور یہ وہی شخص ہے کہ ابوالفضل بن عمید جس کا وزیر تھا۔

اور ۳۶۷ھ میں قاضی ابوبکر محمد بن عبدالرحمان بغدادی نے جو ابن قریعہ مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور وہ اپنے زمانہ کے فضلاء میں سے تھا اور بہت ہی خوش طبیعت اور حاضر جواب تھا اور ہنسانے والا عجیب وغریب مسئلہ اس سے پوچھتے تو بغیر فکر وتامل کے سوال کے مطابق جواب دیتا منجملہ ان سوالات کے جو اس سے ہوئے یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں جناب قاضی وفقہ اللہ تعالیٰ اس یہودی کے بارے میں کہ جس نے ایک عیسائی عورت سے زنا کیا پس اس عورت سے ایک بچہ پیدا ہوا کہ جس کا جسم انسان کی طرح ہے اور چہرہ گائے کی طرح پس اس کا جواب بالبدیہہ لکھا یہ زیادہ شاہد عادل ہے ملاعین یہود کے خلاف کہ انکے خلاف کہ ان کے سینوں میں بچھڑے کی محبت کی آبیاری ایسی ہوئی ہے کہ ان کے عضو تناسل سے وہ نکلتا ہے اور یہاں تک معاملہ پہنچ گیا ہے کہ یہودی کے سر کے ساتھ بچھڑے کا سر لٹکا ہوا ہے اور عیسائی عورت کی گردن میں اس کی پنڈلی اور پاؤں بطور صلیب آویزاں ہیں اور وہ زمین پر خط کھینچتے ہیں اور ان کے متعلق منادی ندا کرتا ہے کہ یہ تاریکیاں ہیں کہ جن میں سے بعض دوسرے بعض کے اوپر ہیں والسلام۔

اور ۳۶۷ھ ہی میں بختیار عز الدولہ دیلمی اس جنگ میں مارا گیا جو اس کے اور اس کے چچازاد عضد الدولہ کے درمیان واقع ہوئی اور عز الدولہ کی بیٹی شاہ زنان طائع واللہ کی بیوی تھی اور حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں دیالمہ کی سلطنت اور عز الدولہ کے عضد الدولہ کے ہاتھوں قتل ہونے کی خبر دی ہے جہاں فرماتے ہیں والمترف بن اجذم یقتلہ ابن عمہ علی دجلہ اور ناز ونخروں میں رہنے والے ہاتھ کٹے کے بیٹے کو اس کا چچازاد دجلہ کے کنارے قتل کرے گا آپ نے عز الدولہ کو مترف سے تعبیر فرمایا چونکہ منقول ہے کہ وہ لہو ولعب اور شراب خوری کا رسیا تھا اور ابن اجذم اس لیے فرمایا چونکہ اس کا باپ معز الدولہ ہاتھ کٹا تھا اور اسے اقطع بھی کہتے تھے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور اس کا چچازاد عضد الدولہ ہے کہ جس نے اسے قصر الجصین میں دجلہ کے پاس قتل کیا تھا۔

(جو گیلان و طبرستان کا داعی اور دوسرے سادات کے بعد بادشاہ بنا کے پاس گیا مرداویج نے اسے کرخ کی امارات دے دی عماد الدولہ نے رعیت سے اچھا سلوک کیا اور بہت قلعے فتح کیے اور بہت سے ذخیرے اور خزانے جمع کیے اور رعیت کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیا یہاں تک اس کا نام بلند ہوا اور لوگ اس کی طرف مائل ہوئے وہ لوگوں کی نگاہوں میں باعظمت ہو گیا کیونکہ اس کے پاس نو سو سوار ایسے تھے جو دس ہزار سوار کا مقابلہ کرتے تھے پس اس نے اپنے بھائی رکن الدولہ کو کازرون کی طرف بھیجا رکن الدولہ نے کازرون کو قبضہ میں کر لیا اس کے بعد شیراز کا علاقہ اپنے تصرف میں لایا اور اس کا نام بلند ہوا اتفاق ایسا ہوا کہ انہیں دنوں مرداویج اپنے غلاموں کے ہاتھوں مارا گیا اس کا زیادہ تر لشکر عماد الدولہ کا طرف دار ہو گیا عماد الدولہ میں قوت و طاقت پیدا ہو گئی اور ہفتہ کے دن گیارہ جمادی الاولی ۳۳۴ھ وہ بغداد پر چھا گیا اور اس نے دار الخلافہ کو لوٹ لیا اور خلیفہ عباسی کے پاس برائے نام خلافت کے سوا اور کچھ نہ رہا نہ اس کا کوئی حکم چلتا تھا اور نہ نہی پس اس نے بصرہ و موصل اور تمام شہروں کو تسخیر کر لیا اور اپنے بھائی معز الدولہ کو بغداد میں چھوڑا اور رکن الدولہ کو اصفہان میں اور خود شیراز میں قیام کیا۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں دیالمہ کی حکومت کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں فرماتے ہیں:

> ویخرج من دیلمان بنو الصیاد الی ان قال ثم یستقوی امرھم حتی یملکو الزوراء ویخلعو الخلفاء قال قائل یا امیر المومنین علیہ السلام فکم مدتھم وقال ماۃ اویزید قلیلا اور دیلمان سے شکاری کے بیٹے نکلیں گے یہاں کہ فرمایا پھر ان کا معاملہ قوت پکڑے گا یہاں تک کہ زوراء (بغداد کے مالک ہوں گے اور خلفاء کو معزول کر دیں گے کسی نے کہا اے امیر المومنینؑ ان کی حکومت کتنی مدت رہے گی فرمایا سو سال اور کچھ مزید سال۔

منجملہ ان عجیب و غریب واقعات کے جو عماد الدولہ کے لیے اتفاق سے ہوئے یہ ہے کہ جب اس نے شیراز میں قیام کیا تو اس کا لشکر و سپاہ جمع ہوئے اور انہوں نے وظیفہ اور تنخواہوں کا مطالبہ کیا عماد الدولہ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا تا کہ انہیں دیتا اور قریب تھا کہ اس کی حکومت ختم ہو جائے اور وہ ہمیشہ غمگین رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن اپنی مخصوص مجلس میں چت لیٹا ہوا تھا اور رعیت کے بارے میں سوچ بچار کر رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک سانپ دیکھا جو کمرے کی چھت کے ایک سوراخ سے نکل کر دوسرے سوراخ میں داخل ہوا عماد الدولہ کو سانپ کے نیچے گرنے کا خوف طاری ہوا حکم دیا کہ سیڑھی رکھ کر چھت کو ادھیڑا جائے اور سانپ کو نکالا جائے جب چھت ادھیڑ لی گئی اور سانپ کو تلاش کرنے لگے تو دیکھا کہ اس چھت کے اوپر ایک اور چھت ہے اور ان کے درمیان مال وزر کے صندوق ہیں وہ مال لے کر آئے تو معلوم ہوا کہ وہ پانچ لاکھ دینار رہے عماد الدولہ نے وہ مال اپنی رعیت میں تقسیم کر دیا پھر عماد الدولہ نے

ایک درزی کی خواہش کی تا کہ وہ اس کے کپڑے سیئے لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک درزی ہے جو پہلے والی شیراز کا مخصوص درزی رہ چکا ہے اس کو لے آئے وہ بہرہ تھا اور اس کے پاس حاکم شہر کا مال بطور امانت پڑا تھا جب درزی حاضر ہوا تو اسنے خیال کیا کہ شاید اس کی چغلی کی گئی ہے اور عماد الدولہ نے اس کو اس مال و دولت کے سلسلہ میں بلایا ہے ابھی عماد الدولہ نے اسے مخاطب کیا ہی تھا کہ اس نے قسم کھائی کہ میرے پاس بارہ صندوقوں کے علاوہ کوئی مال نہیں اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ ان صندوقوں میں کیا ہے؟

عماد الدولہ کو تعجب ہوا اور حکم دیا کہ وہ صندوق لائے جائیں جب ان کے تالے کھولے گئے تو بہت سامال اور قیمتی پارچات ان میں تھے اور یہ بھی عماد الدولہ کے زیادہ بخت و اقبال کے سلسلہ میں نقل ہوا ہے کہ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار تھا کہ اچانک گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اس جگہ کو کھودا گیا تو بہت بڑا خزانہ وہاں سے ملا ان لطائف غیبی کے علاوہ خزائن و دفائن یعقوب بن لیث اور اسکے بھائی عمرو بن لیث کے جو کہ فارس و عراق و خراسان کے بادشاہ تھے اور ان خزائن کی مقدار حد حصر سے زیادہ تھی اس کے ہاتھ آئے۔

خلاصہ یہ کہ اس قسم کی خوش بختیاں اس کی سلطنت اور حکومت کے دوام کا باعث ہوئیں اور نو سال تک اس کی حکومت رہی۔

اور ۱۶ جمادی الاول ۳۳۸ھ میں اس کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا موید الدولہ اس کی جگہ پر بیٹھا اس کے بعد اس کا بھائی رکن الدولہ حسن اس کا جانشین ہوا اور اس کے بعد معزالدولہ احمد نے حکومت کی اس کے بعد عضد الدولہ فنا خسرو شاہ بن حسن بن بویہ نے ریاست حاصل کی۔ خلاصہ یہ کہ ان کی حکومت دست بدست آل بویہ کے پندرہ افراد کے درمیان منتقل ہوئی یہاں تک کہ ابو منصور فولادستون بن عماد الدولہ تک پہنچی اور ابو منصور اور ابو سعید خسرو شاہ بادشاہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی ان کی حکومت ختم ہوگئی۔ اس کے بعد بنو سلجوق بادشاہ ہوئے اور ان میں سے پہلا میکائیل بن سلجوق تھا اور یہ بھی ایک گروہ تھا ان کی حکومت ایک سو چالیس سال تک رہی۔ میکائیل کے بعد طغرل بیگ بادشاہ ہوا اور ان کا آخری بادشاہ بھی طغرل بن ارسلان بن طغرل سلطان ہوا اور اس کے ہاتھوں ان کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور پھر حکومت خوارزم شاہیوں کی طرف منتقل ہوئی اور ان کے بادشاہوں کی تعداد دس تھی اور ان کی حکومت کی مدت ایک سو اڑتیس سال تھی اور ان کا آخری جلال الدین تھا ان کے خاتمہ کا سبب چنگیز خان کا ظہور اور فتنہ تا تار تھا کہ جنہوں نے جلال الدین کو قتل کر دیا اور ایک قول ہے کہ جب تا تاری لشکر نے اس کے حرم سرا اور عورتوں کی طرف رخ کیا تو غصہ میں آ کر اس نے اپنے آپ کو قلعہ سے گرا دیا اور مر گیا یہ باتیں قرمانی کی اخبار الدول سے منقول ہیں واللہ العالم۔

کی وجہ سے جگہ کی تنگی ہے اور آنسوؤں وسعت ہے پس عضد الدولہ نے اس سے کہا خدا تجھے برکت دے میں تیری اطاعت پر وثوق رکھتا ہوں اور تیرے باطن کے صاف ہونے کا مجھے یقین ہے۔

اور ۷۹ ۳ھ میں شرف الدولہ نے دنیا کو الوداع کہا اس کا بھائی ابونصر اس کی جگہ پر بیٹھا خلیفہ نے اس کو خلعت پہنایا اور اسے بہاء الدولہ وضیاء الملۃ کا لقب دیا بہاالدولہ نے جب امور حکومت پر قوت وطاقت حاصل کر لی تو خلیفہ کو تخت سے نیچے کھینچ لیا اور اسے خلافت سے معزول کر دیا اور دار الخلافہ کو لوٹ لیا یہ واقعہ ماہ شعبان ۳۸۱ھ میں رونما ہوا پس طائع اللہ معزول اور بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ عید الفطر کی رات ۳۹۳ھ میں وفات پائی۔

ابوالعباس احمد قادر باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جس رات طائع کو خلافت سے معزول کیا گیا ابوالعباس احمد بن اسحاق المقتدر جس کا لقب قادر باللہ ہے اپنے چچا کی جگہ پر بیٹھا اس کی عمر چوالیس سال تھی اور اس کی خلافت برائے نام تھی اور اپنے معاملہ میں مغلوب ومقہور تھا یہاں تک کہ اس ماہ ذیقعدہ ۴۲۲ھ میں وفات پائی اور اس کی ایک کتاب بھی سنت کے بیان اور معتزلہ وروافض کی مذمت میں ہے اور اس کی خلافت کے ابتدائی ایام ۳۸۱ھ میں شیخ اجل عالی مقام رئیس المحدثین ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی نے وفات پائی اور حضرت شہزادہ عبدالعظیم کے مزار کے قریب ری میں دفن ہوئے اس وقت ان کی عالیشان خانقاہ ایک بارونق باغ میں ہے اور انہیں پچھلے دنوں ۱۲۳۸ھ کے حدود میں ان کی قبر شریف میں شگاف پڑ گیا تھا اور بہت سے علماء اور بابصیرت افراد اور دوسرے لوگوں نے ان کا جسد مبارک تروتازہ دیکھا اور یہ بات صرف شہرت نہیں بلکہ صحت تک پہنچی ہوئی ہے۔

وہ بزرگوار خدا ان پر رحمت نازل فرمائے شیخ الطائفہ ان کے فقیہ اور خراسان میں باوجاہت بزرگ تھے ۳۵۵ھ میں بغداد میں تشریف لائے اور ان سے شیوخ الطائفہ نے احادیث کی سماعت کی حالانکہ وہ ابھی نوعمر تھے آپ جلیل القدر حافظ احادیث اور رجال کی بصیرت رکھتے تھے اور اخبار کے ناقد تھے ان کی تین سو کے قریب تصانیف ہیں قمیوں میں حافظہ اور کثرت علم میں ان جیسا بزرگوار نہیں دیکھا گیا اور انہیں کو صدوق (زیادہ سچ بولنے والا) کے لقب سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی بزرگوار مولانا صاحب العصر والزمان علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کے صفات حمیدہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ ان کا احصاء وشمار ہو سکے۔

وان قميصا خط من نسج تسعة
وعشرين حرفا عن معاليه قاصر

"بیشک وہ قمیص جو انتیس حرفوں کی بنائی سے سیا گیا ہے وہ ان کی بلندیوں سے قاصر ہے"

اور ۳۸۳ھ میں فاضل ادیب اور شاعر متجر لبیب محمد بن عباس ابوبکر خوارزمی نے نیشاپور میں وفات پائی اور وہ لغت واشعار

کے زیادہ حافظ ہونے میں مشہور تھا اور اس کے سیف الدولہ وصاحب بن عباد اور دوسرے اس کے ہم عصر عظیم اشخاص کے ساتھ بہت سے نادر واقعات ہیں۔

اور ۳۸۴ھ میں علی بن عیسیٰ نے (جو رمانی ونحوی مشہور اور سرمن رای کا رہنے والا تھا) وفات پائی اور اسی سال محسن بن علی بن محمد بن ابوالفہم قاضی تنوخی صاحب کتاب الفرج بعد الشدۃ نے بغداد میں وفات پائی اور ابن خلقان کے ضبط کے مطابق محسن معلم کے وزن پر ہے۔

۲۴ ماہ صفر ۳۸۵ھ میں کافی الکفاۃ اسماعیل بن عباد طالقانی نے وفات پائی اسے کافی کا لقب اس لیے دیا گیا کہ اس نے سلطان فخر الدولہ کی اس کے ملک کے مہم امور میں کفایت کی کیونکہ یہ اس کا وزیر تھا اور مسلمانوں پر اس کا بڑا حق ہے اسی لیے شیخ فاضل حسن بن محمد قمی نے کتاب تاریخ قم تالیف کی اور اس کی ابتداء میں کچھ اس کے فضائل ذکر کیے ہمارے شیخ صدوق نے بھی کتاب عیون الاخبار اسی کے لیے تالیف کی اور شیخ نے اس کتاب کو کافی کے دو قصیدوں کے ساتھ شروع کیا جس میں اس نے ہدیہ سلام بارگاہ مولا رضا علیہ السلام میں پیش کیا ہے اور سید جلیل سید نعمت اللہ موسوی جزائری نے لوامع الانوار فی شرح عیون الاخبار میں کہا ہے (اور وہ کتاب کے مشکل مباحث کی شرح ہے سید نے یہ کتاب شرح التوحید کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد لکھی ہے) خلاصہ یہ کہ سید نے صاحب بن عباد کی توصیف میں کہا ہے اور اس کے مفاخر علم جود وسخاوت وکتابت وسیاست ملکی میں اتنے ہیں کہ جن کے بیان کرنے سے ثعالبی وغیرہ نے عجز کا اعتراف کیا ہے اور وہ شیخ عبد القاہر کا استاد ہے۔

روضۃ الصفا کے مولف نے روایت کی ہے کہ وہ سفر میں چار سو اونٹ کا بار کتابیں ساتھ لے جاتا تھا اور وزارت اس کے پاس وارثت واستحقاق کی وجہ سے آئی ہے جیسا کہ ابو سعید رستمی نے اس کے حق میں کہا ہے **ورث الوزارۃ کابرعن کابر موصولۃ الاسناد بالاسناد۔ یروی عن العباس عباد وزارتہ واسماعیل عن عباد۔** بڑا بڑے سے وزارت کا وارث ہوا ہے جس طرح سند سند کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے روایت کرتا ہے عباس سے عباد اپنی وزارت کی اور اسماعیل عباد سے اور صاحب تشیع اور محبت اہل بیت علیہم السلام میں یگانہ روزگار تھا یہاں تک کہ اصفہان کے لوگ مذہب شیعہ کی نسبت صاحب کی طرف دیتے تھے پس کہتے کہ فلاں شخص ابن عباد کے مذہب پر ہے (حاشیہ اصل کتاب منقول ہے کہ اصفہان میں صاحب بن عباد کی حکومت اور ان میں اپنے مذہب کی ترویج کے زمانہ میں اہل اصفہان میں سے ایک شخص نے کسی کو دیکھا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر رہا ہے اس نے تازیانہ اٹھایا اور بیوی کو مارنا شروع کیا وہ عورت چونکہ سنی تھی تو وہ تازیانہ کھاتے وقت کہتی القضاء والقدر یعنی زنا میں میرا کوئی گناہ نہیں خدا کی قضا وقدر ہے تو شیخ نے اس کو سرزنش کی کہ اے دشمن خدا زنا کراتی ہے اور پھر ایسا نامعقول عذر پیش کرتی ہے جب اس عورت نے یہ بات سنی تو درد دین میں فریاد کی اور کہنے لگی ہائے افسوس تو نے مذہب اہل سنت چھوڑ کر ابن عباد کا مذہب اختیار کر لیا ہے شیخ متنبہ ہوا اور تازیانہ ہاتھ سے پھینک دیا اور معذرت کی اور کہنے لگا انت سنیہ حقا تو حقیقی سنی ہے۔

قاضی نور اللہ فرماتے ہیں مخفی نہ رہے کہ مشرکین قریش سب جبری تھے اور قرآن کریم نے اس مذہب کو درمیان سے ہٹایا

جیسا کہ مشہور ہے کہ العدل والتوحید علویان والجبر والتشبیہ امریان عدل اور توحید اولاد علی کا مذہب ہے اور جبر وتشبیہ بنی امیہ کا مذہب ہے اور معاویہ ویزید (علیہما ما یستحقانہ) نے اپنے زمانہ میں اس مذہب کو زندہ کیا اور ان کے اہل زمانہ ان کے پیروکار ہو گئے اور ان کی اصلی غرض اس سے جو یہ کہتے ہیں کہ تمام اشقیاء کی شقاوت خدا کے ارادہ سے ہے یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے دیکھا کہ بعض صحابہ اور تابعین نے خاندان مصطفیٰ پر ظلم کیا ان کا حق ظلم وطغیان سے چھین لیا۔ اہل بیتؑ کے خون بہانے کا فتویٰ دیا۔ عامۃ الناس نے ان کے استخفاف کی جرات کی اور عقلاء عالم انکے افعال پر ملامت وسرزنش کرتے تھے تو اس ملامت کو دور کرنے کے لیے انہوں نے اس مذہب کو رواج دیا کہ انسان کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ سب کچھ اللہ کا فعل ہے خدا ایسا چاہتا تھا تقدیر میں تھا کہ ایسا ہو تا کہ لوگ لعنت وملامت کی زبان ان سے کوتاہ کریں اور سب سے قوی شبہ ان کا یہ ہے کہ شارع مقدس کے کلام وعبادت میں انہوں نے دیکھا کہ خدا خالق خیر وشر ہے اور وہ سمجھتے نہیں کہ شر سے مراد برا فعل نہیں بلکہ وہ چیزیں ہیں کہ جو بحسب ظاہر ضرر رسان ہیں مثلاً درندے حشرات الارض قحط سالی دوبا اگرچہ وہ حکمت ومصلحت اپنے اندر لیے ہوں انتہی۔

صاحب بن عباد کی وفات رَی میں جمعہ کی رات ماہ صفر کی راتوں میں سے ۳۸۵ھ میں ہوئی اس کا جنازہ اصفہان لے گئے اور وہیں اسے دفن کیا گیا اس کی بہت سی کتب ہیں جن میں سے لغت میں ایک کتاب المحیط ہے جو سات جلدوں میں ہے۔

صاحب کے اشعار میں سے ہے ابا حسن لوکان حبک مدخلی الخ اے ابوالحسن کاش تیری محبت میرے داخل ہونے کا مقام ہو میں کہتا ہوں کہ یہ بات گذر چکی ہے کہ صاحب کے لقب سے اس لیے ملقب ہوا چونکہ وہ استاد ابن عمید کی صحبت میں رہا اور حکایت ہوئی ہے کہ وہ پہلے مؤید الدولہ دیلمی کا وزیر تھا پس جب مؤید الدولہ ۳۷۳ھ میں فوت ہوا اور اس کا بھائی فخر الدولہ اس کی سلطنت پر قابض ہوا تو صاحب کو وزارت پر برقرار رکھا اس کے نزدیک اس کا بڑا وقار وعزت وعظمت تھی اس کا حکم نافذ تھا اور اسکی شان میں ابوالقاسم زعفرانی نے اشعار کہے۔

ایا من عطایاہ تھدی الغنی
الی راحتی من نای اودنا
کسوت المقیمین والزائرین!
کساء لاتخیل مثلھا ممکنا
وحاشیۃ الدار یمشون فی
صنوف من الخز الا انا!

اے وہ کہ جس کے عطیات تونگری کا ہدیہ لے کر آئے دور ونزدیک کی دونوں ہتھیلیوں کی طرف تو نے مقیم اور زیارت کرنے والے کو ایسا لباس پہنایا کہ جس کے متعلق تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا اور گھر کے ملازمین تو ریشم کے قسم قسم کے لباسوں میں چلتے پھرتے ہیں

سوائے میرے"

پس صاحب نے کہا کہ میں نے معن بن زائدہ شیبانی کے اخبار و واقعات میں پڑھا کہ ایک شخص نے اس سے کہا اے امیر مجھے سواری پر سوار کیجئے تو اس نے اس کے لیے ایک ناقہ، ایک گھوڑا، ایک خچر اور ایک گدھا اور ایک کنیز دینے کا حکم دیا پھر کہنے لگا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ خداوند عالم نے ان کے علاوہ بھی کوئی سواری خلق کی ہے تو میں تجھے اس پر بھی سوار کرتا اور ہم نے تیرے لیے ریشمی جبہ، قمیص، عمامہ، چغہ، رومال ریشمی چادر، شلوار رداء کساء، جوراب اور تھیلی کا حکم دیا ہے اگر ہمیں کوئی اور لباس معلوم ہوتا جو ریشم سے بنتا ہے تو وہ بھی تجھے عطا کرتے اور اس کے پاس اتنے شعراء اکٹھے ہوتے کہ اتنے کسی اور کے پاس جمع نہیں ہوئے اور انہوں نے اس کی بہترین مدحیں کہیں۔

حکایت ہے کہ فخر الدولہ نے ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا اور صاحب نے ایک منشی سے کہا کہ اس سلسلہ میں ایک تحریر لکھے اور چونکہ صاحب حرف راء کو فصیح طریقہ سے ادا نہیں کر سکتا تھا اور اس کی زبان تتلاتی تھی اور اس کاتب سے اس کی طبیعت نہیں ملتی تھی تو اس کاتب نے ایسی تحریر لکھی کہ جس کا کوئی لفظ راء سے خالی نہیں تھا اور وہ یہ ہے **امر امیر الامراء عمرہ اللہ ان یحفر بئر فی طریق الماء یشرب منه الصادر والوارد وحرر ذلك فی رابع شهر رمضان المبارك بورك فيه الى يوم المحشر** ۔حکم دیا ہے امیر الامراء نے خدا اس کی عمر دراز کرے کہ ایک کنواں کھودا جائے گزرنے والوں کے راستہ میں کہ جس سے آنے جانے والے پانی پئیں اور یہ تحریر ماہ رمضان المبارک کی چار تاریخ کو لکھی گئی اس میں قیامت تک کے لیے برکت ہو پس صاحب نے اس تحریر کو ایسی عبارت سے پڑھا کہ جس میں حرف راء بالکل نہ تھا اور وہ یہ ہے کہ **حکم اعدل الاحکام طول اللہ مدة حیوته ان یعمل قلیب فی سبیل المسلمین لینتفع منه الغادی والرائح للدلو کتب ذلك فی اوئل ایام الصیام المیمون لازوال میمونا الی یوم القیام** ۔حکم دیا حاکموں میں سے زیادہ عادل نے خدا اس کی زندگی کی مدت طویل کرے یہ کہ ایک کنواں بنایا جائے مسلمانوں کے راستہ میں تا کہ صبح و شام آنے والے اس سے نفع اٹھائیں اور یہ تحریر اوائل ایام صیام مبارک میں لکھی گئی ہمیشہ یہ مہینہ مبارک رہے قیامت کے دن تک۔

خلاصہ کہ صاحب بن عباد کے نادر آثار بہت ہیں اور کامل بہائی سے منقول ہے کہ صاحب دس ہزار اشعار اہل بیت کی منقبت اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اور براءۃ کرنے کے متعلق کہے۔

اور صاحب روضات نے کہا ہے کہ صاحب کی قبر اصفہان کے اس محلہ میں ہے جو باب طاقچی کے نام سے مشہور اور میدان کہنہ میں ہے اور قبر پر گنبد ہے اور ہمارے زمانہ میں چونکہ منہدم ہو چکا تھا شیخ علامہ حاجی محمد ابراہیم کرباسی نے اس کی عمارت کی تجدید کا حکم دیا ہے اور اس کی زیارت کی پابندی کرتے ہیں اور عام لوگوں کا تجربہ ہے کہ جو شخص اس کی قبر کی زیارت کے لیے جائے تو ایک ہفتہ نہیں گزرے گا کہ خیر دنیا اسے حاصل ہوگی اور اس کی مراد حاجی محمد ابراہیم کرباسی سے علامہ عصرہ وفرید دھرہ حاجی ملا محمد ابراہیم بن حاجی محمد حسن خراسانی کاخی ساکن اصفہان کتاب اشارات الاصول اور نخبہ فارسی کے مولف ہیں اور ان کے والد ماجد کا لقب کرباسی

اس لیے ہے کہ وہ ایک مدت تک محلہ حوض کرباس ہرات میں رہے تھے اور اس محلہ کو حوض کرباس کہتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک شیعہ عورت نے اپنے ہاتھ سے کاتی ہوئی روئی کی مزدوری سے ایک حوض حاصل کیا اور اس کو شیعوں کے لیے وقف کر دیا اور صاحب بن عباد کی قبر کے پاس علی بن سہل صوفی اصفہان جنید کے ہمعصر کی قبر ہے۔

اور ۳۸۵ھ ہی میں علی بن عمر نے جو دارقطنی اور حافظ مشہور ہے بغداد میں وفات پائی چونکہ اس نے سید حمیری کا دیوان از بر کیا ہوا تھا اس کو تشیع کی نسبت دیتے تھے اور دار قطن راہ کی فتح کے ساتھ بغداد کا ایک محلہ ہے اسی سال محمد بن عبداللہ (جو ابن سکرہ مشہور بغدادی شاعر ہے) نے وفات پائی اور وہ مہدی بن ابوجعفر منصور عباسی کی اولاد میں سے ہے اور وہ ابن حجاج شیعہ شاعر کا ہمعصر ہے ابن حجاج نے اپنے اشعار میں کی ہجو کی ہے۔

چھ جمادی الثانیہ ۳۸۶ھ میں محمد بن علی واعظ نے جو ابوطالب مکی کے نام سے مشہور اور قوت القلوب کا مولف ہے بغداد میں وفات پائی۔

۳۸۷ھ میں حسن بن ابراہیم بصری نے (جو ابن زولاق فاضل کے نام سے مشہور مورخ ہے) وفات پائی۔ ۳۸۷ھ ہی میں فتح بست رونما اور غزنویوں کی حکومت کی ابتداء ہوئی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نوح بن منصور سامانی جب اپنے باپ کے بعد بادشاہ ہوا تو خراسان کے امراء اس کے نافرمان اور سرکش ہو گئے پس اس نے امیر سبکتگین کو جو غزنی کا کوتوال تھا خط لکھا کہ ان کے شر کی کفایت کرو۔ اور ۳۸۴ھ میں امیر نوح نے خراسان کے بعض علاقوں کی امارت سبکتگین کے اور بعض کی اس کے بیٹے کے سپرد کر دی اور امیر نوح جمعہ کے دن تیرہ (۱۳) رجب ۳۸۷ھ میں فوت ہو گیا اس کے بعد منصور بن نوح امیر ہوا اور ۳۸۹ھ میں اس کی وفات ہوئی اور سامانیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور ان کی سلطنت کی مدت ایک سو اڑھائی سال تھی اور ان کا ملک ترقی کے علاوہ سے لے کر ہندوستان و فارس و عراق کی حدود تک تھا اور ان کا دارالسلطنت بخارا تھا سامان بہرام چوبین کی نسل سے ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے تھا اور سامان کا باپ ساربان تھا اور سامان کو خلیفہ معتمد کے ہاں کچھ اعتبار مل گیا اور اور خلیفہ نے ماوراء النہر کا تمام علاقہ اس کے بیٹے نصر کو دے دیا یہ سب کچھ بعض تواریخ سے منقول ہے واللہ العالم۔

اور ۳۸۸ھ میں حمد بن محمد خطابی بستی نے بُست میں وفات پائی اور حمد کا نسب عمر بن خطاب کے بھائی زید تک جا پہنچتا ہے اور خطابی ادبیت و علم و زہد میں ابوعبید قاسم بن سلام سے شباہت رکھتا تھا اس کی عمدہ تصانیف ہیں کہ جن میں سے غریب الحدیث اور معالم السنن شرح سنن ابی داؤد ہے۔

اور ۳۹۱ھ میں حسین بن احمد نے (جو ابن حجاج کے نام سے مشہور شاعر شیعہ امامی اور مداح اہلبیت ہے) وفات پائی اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پائین پا دفن ہوا جیسا کہ اس کی وصیت تھی اور یہ بھی اس نے وصیت کی تھی کہ اس کی قبر کی تختی پر لکھا جائے وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید اور ان کا کتا بازو پھیلائے ہوئے ہے ان کی چوکھٹ پر۔

ایک جماعت نے اس کا مرثیہ کہا ہے مثلاً سید رضی وغیرہ نے اسے امرء القیس کے ہم پلہ شمار کرتے ہیں اور مشہور قصیدہ

یاصاحب القبۃ البیضاء علی النجف اے سفید گنبد والے جو نجف میں ہے اس کی فکر کا نتیجہ ہے اس قصیدہ کے سلسہ میں اس کا ایک لطیف واقعہ ہے کہ جس کے نقل کا یہ مقام نہیں خدا اسکو بہترین جزائے خیر دے۔

۳۹۱ھ ہی میں حسام الدولہ مقلد بن مسیب جو بنی عقیل میں سے پہلا حاکم ہے کہ جن کو دیار موصل وشام وحلب وانبار میں سلطنت تھی اپنے ایک غلام کے ہاتھوں مارا گیا اور تاریخ مصر سے نقل ہوا ہے کہ حسام الدولہ کے عمدہ اشعار تھے اور وہ سخت قسم کا رافضی تھا یہاں تک کہ اس سے نقل ہوا ہے کہ اس نے ایک حاجی کو وصیت کی کہ جب مدینہ طیبہ میں پہنچو تو میرا اسلام رسولؐ اسلام کو پہنچانا اور کہنا کہ کہ اگر شیخین آپؐ کے جوار میں دفن نہ ہوتے تو بسر وچشم آپؐ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا لیکن علامہ حلی نے اجازہ کبیرہ میں جو بنی زھرہ کو دیا ہے نقل کیا ہے کہ مقلد بن مسیب نے جسارت آمیز اور کلمات کفریہ کا پیغام آنحضرتؐ کی قبر مبارک پر بھیجا۔

اس شخص پیغام رساں نے پیغام دیا لیکن اس نے خواب میں حضرت رسول کریمؐ اور امیر المومنین علیہا السلام کو دیکھا اور یہ کہ مقلد کو حضرت امیر المومنینؑ نے قتل کر دیا ہے اس خواب کی تاریخ نوٹ کر لی اور جب حجاز سے واپس آیا تو مقلد بن مسیب کو اس رات کو جس کی تاریخ نوٹ تھی قتل کر دیا گیا تھا بہر حال اسی کی اولاد میں سے ہے شرف الدولہ بن قریش جو کریم وفاضل وحلیم وبردبار بادشاہ تھا کہتے ہیں کہ ابن حیوس شاعر نے اس کی ایک قصیدہ کے ساتھ مدح کی کہ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

انت الذی نفق الثناء بسوقه
وجری الندی بعروقه قبل الدم

تو وہ ہے کہ تعریف وثنا تیرے بازار میں آکر ختم ہوگئی ہے اور تو وہ ہے کہ جس کے رگوں میں خون سے پہلے سخاوت جاری ہوئی ہے۔

یہ شعر سننے سے شرف الدولہ کھڑا ہوگیا اور حکم دیا کہ ابن حیوس کے لیے فرش ومسند لے آئیں اور اس سے کہا کہ اس پر بیٹھ جاؤ ور بقیہ قصیدہ پڑھو۔

قصیدہ کے مکمل ہونے کے بعد موصل کا علاقہ بطور جاگیر اسے دے دیا اور اسے ہمیشہ کے لیے اس کی جاگیر بنا دیا یہ بھی منقول ہے کہ ایک شخص نے اس سے کوئی حاجت طلب کی اور اس سے کہنے لگا ایھا الامیر لاتنس حاجتی اے امیر میری حاجت کو نہ بھولنا اس نے کہا اذا قضیتھا نسیتھا جب پوری کر لی تو پھر اس کو بھول جاؤں گا۔

اور ۳۹۸ھ میں بدیع الزمان ہمدانی حمد بن حسین فاضل شاعر شیعہ امامی نے ہرات میں وفات پائی یہ وہی شخص ہے کہ جس نے انوکھے انداز میں سب سے پہلے مقامات لکھی حکایت ہے کہ وہ سکتہ سے گر گیا اور اس کو فوراً دفن کر دیا گیا پس اس کو قبر میں افاقہ ہوا رات کو اس کی آواز سنی گئی لوگوں نے اس کی قبر کھودی تو اس کو اس عالم میں پایا کہ وہ اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے اور قبر کی ہولناکی سے مر گیا ہے اور بدیع کے عمدہ خطوط اور ملیح نظمیں ہیں۔

اس کے خطوط میں سے ہے جب پانی زیادہ دیر ٹھہرا رہے تو اس کا خبث ظاہر ہوتا ہے اور جب اس کی پشت پر سکون ہو تو اسکی

بدبو حرکت میں آتی ہے اور اسی طرح اس مہمان کی ملاقات بری معلوم ہوتی ہے جب وہ زیادہ دن ٹھہرا رہے اور اس کا سایہ بوجھل ہو جاتا ہے جب اس کا قیام انتہاء کو پہنچ جائے والسلام۔

منقول ہے کہ کتابت وانشاء میں اس کی عبارت کا یہ عالم تھا کہ وہ خط کو آخر سے شروع کرتا اور اس پر نقش نگار کرتا اور لکھتے لکھتے ابتداء تک پہنچتا جمہور لوگوں کے برعکس اور اس کے فضل وکمال کے لیے یہی تجھے کافی ہے۔

در مسلوک میں ہے کہ ۳۹۸ھ میں ابونصر اسماعیل بن حماد جوہری صحاح کے مولف نے نیشاپور میں وفات پائی اس کو وسوسہ عارض ہوا تو وہ مسجد جامع قدیم کی چھت پر چڑھ گیا اور کہا کہ اے لوگو میں نے دنیا میں ایک چیز بنائی ہے پھر وہ میرے لئے الٹ ہوگئی ہے پس عنقریب میں آخرت کے لیے ایک چیز بناؤں گا کہ جس میں مجھ سے کسی نے سبقت نہیں کی اور دروازے کے دو تو پاٹ اپنے پہلوؤں سے ملالئے اور انہیں تاگے سے باندھ دیا اور اونچی جگہ پر چڑھ گیا پس اس نے خیال کیا کہ وہ اڑ رہا ہے پھر وہ گر کر مر گیا۔

اور ۴۰۰ھ میں ابوالفتح بستی علی بن محمد کاتب وشاعر مشہور نے بخارا میں وفات پائی وہ عمدگی شعر نفیس کلمات اور انوکھے الفاظ میں مشہور تھا۔

ان میں سے یہ ہیں جو اپنی خرابی کو درست کرلے اس نے اپنے حاسد کی ناک رگڑ دی جو اپنے غضب کی اطاعت کرے وہ اپنے ادب کو ضائع کر بیٹھتا ہے تیری نیک بختی اپنی حد پر رک جانے میں ہے اور بستی کے اشعار میں سے ہے۔

اذا تحدثت في قوم لتونسهم
بما تحدثت من ماض ومن ات
فلا تعد لحديث ان طبعهم
موكل معاداة المعادات

"جب تو کچھ لوگوں سے بات کرے اس لیے کہ تو انہیں مانوس رکھے اپنی گزشتہ آئندہ کی باتوں سے تو کسی بات کا اعادہ نہ کر کیونکہ لوگوں کے مزاج میں داخل ہے کہ وہ تکرار کو دشمن رکھتے ہیں۔"

اس کا ایک طویل قصیدہ ہے جو مواعظ وحکمت کی باتوں پر مشتمل ہے وہ سارے کا سارا کمال الدین دمیری نے ثعبان لفظ کی لغت کے تحت حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

زيادة المرء في دنيا ه نقصان
ربحه غير محض الخير خسران

"انسان کے لیے دنیا کی زیادتی نقصان ہے اور سوائے خالص خیر واچھائی کے اس کا نفع بھی خسران ہے۔اور یہ بھی ابوالفتح بستی کے اشعار ہیں جیسا کہ کتاب سلافہ میں ہے۔

وانی غریب بین بست واھلھا!
وان کان فیھا جیرتی وبھا اھلی
وما غربۃ الانسان فی شقہ النوی
ولکنھا واللہ فی عدم الشکل!

''بیشک میں بست اور اس کے رہنے والوں میں مسافر ہوں اگرچہ اس میں میرے پڑوسی اور اہل وعیال ہیں انسان کی غربت ومسافرت دور کے سفر میں نہیں بلکہ خدا کی قسم وہ اپنے جیسے افراد کے نہ ہونے میں ہے۔''

۴۰۱ھ میں احمد بن محمد بن عیاش مقتضب الاثر فی عدد الائمۃ الاثنی عشر کے مولف نے وفات پائی اور ابن عیاش کے باپ اور دادا اہل بغداد میں سے باوجاہت وصاحب قدر ومنزلت تھے بلکہ وہ خود بھی مشائخ اہل حدیث میں سے تھا مگر یہ کہ آخر عمر میں اس کے دماغ میں خلل آ گیا تھا اور وہ ابوالقاسم علی بن محمد بن علی خزاز قمی کفایۃ الاثر فی النصوص کے مولف کا شیخ واستاد روایت ہے۔

۴۰۳ھ میں محمد بن طیب مشہور قاضی ابوبکر باقلانی بصرہ نے (جو ابوالحسن اشعری کے طریقہ ومذہب کا ناصر ومددگار تھا) بغداد میں وفات پائی اور باقلانی (قاف کی زیر کے ساتھ) باقلا کی طرف منسوب ہے اور باقلانی فن مناظرہ میں مشہور تھا۔

اور ۴۰۳ھ ہی میں استر آباد اور اسکے توابع کا بادشاہ امیر بن امیر بن قابوس بن وشمگیر جس کا لقب شمس المعالی تھا قتل ہوا۔ اور قابوس فصاحت وبلاغت میں مشہور تھا اور اس کا خط خط نسخ خوشنویسوں کے اوراق پر نقش ہوتا تھا جب صاحب بن عباد کی نگاہ اس کے خط پر پڑتی تو وہ کہتا ھذا خط قابوس ام جناح طاؤس یہ قابوس کا خط ہے یا طاؤس کا پر اور اس کی سفا کی وخونریزی کی وجہ سے اس کے لشکر نے اس کے خلاف خروج کیا اور اسے قید خانہ میں بند کر دیا یہاں تک کہ ۴۰۳ھ میں قید خانے میں ہی قتل ہو گیا۔

اور ۴۰۳ھ میں بہاؤالدولہ بن عضد الدولہ دیلمی کی وفات ہوئی اور سلطان الدولہ اس کا بیٹا اس کی جگہ پر بیٹھا بہاؤالدولہ ۳۷۹ھ سے لے کر ۴۰۳ھ تک عراق واھواز کا بادشاہ رہا ہے اور اس نے سالور بن اردوشیر کو اپنا وزیر بنالیا تھا پس اس وزیر نے بغداد کے محلہ کرخ میں ایک کتب خانہ بنایا جسے عامۃ الناس کے لے استفادہ کے لیے وقف کر دیا۔

یاقوت کہتا ہے پوری دنیا میں اس سے بہتر کتابیں نہیں تھیں وہ سب کتب معتبر آئمہ فن کے ہاتھ کی اور ان کے تحریر شدہ اصول میں سے تھیں۔

اور ۴۰۵ھ میں محمد بن عبداللہ نیشاپوری نے (جو حاکم اور ابن البیع بروزن رشید کے لقب سے مشہور اور مستدرک علی الصحیحین وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی۔

چھ محرم ۴۰۶ھ کو سید اجل شریف وعنصر لطیف محمد بن حسین جورضی کے لقب سے مشہور ذوالحسبین نقیب علویہ وشریف اشراف بغداد نے وفات پائی اور یہ سید بزرگوار سید مرتضیٰ (علم الھدیٰ) کے بھائی ہیں اور عظمت شان وعلو ہمت وفصاحت زبان میں مشہور ومعروف ہیں۔

ان کی وفات سید مرتضیٰ سے پہلے ہوئی اور فخر الملک وزیر وتمام اعیان واشراف وقضاۃ ان کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور سید مرتضیٰ زیادہ غم واندوہ کی وجہ سے شریف کے جنازہ کو نہ دیکھ سکے اسی لیے تشیع جنازہ اور دفن میں حاضر نہ ہو سکے بلکہ حرم مطہر حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام میں چلے گئے اور فخر الملک نے سید رضی کو نماز جنازہ پڑھائی اور سید کے گھر ہی میں انہیں دفن کیا گیا پھر دن کے آخری حصہ میں فخر الملک گیا اور سید مرتضیٰ کو حرم سے واپس لاکر گھر میں پہنچایا اور چند دنوں کے بعد شریف رضی کا جسد کربلا لے گئے اور ان کے والد کی قبر کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے جوار میں انہیں دفن کیا اور سید رضی کی بہت تصانیف ہیں ان میں سے مجازات القرآن ،مجازات النبوۃ اور کتاب معانی القران ہیں اور آنجناب کے مجموعات میں سے کتاب نہج البلاغہ ہے سید نے بہت سے اشعار کہے ہیں اور فضلاء کی ایک جماعت نے ان کے اشعار جمع کئے ہیں اور فضلاء ان کے اشعار کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور انہیں اشعر قریش (قریش میں سب سے بڑا شاعر) کہتے ہیں۔

اور ۴۰۶ھ ہی میں ابو حامد بن محمد شفیع اسفرائنی نے بغداد میں وفات پائی کہا گیا ہے کہ اس کے درس میں سات سو فقہ حاصل کرنے والے آتے تھے اور روایت ہے کہ بعض فقہاء مجلس مناظرہ میں کسی سے ایسی باتیں کیں جو نامناسب تھیں پھر رات کے وقت اس کے پاس آکر معذرت چاہی تو اس نے یہ اشعار کہے۔

جفاء جری جهر الدی الناس وانبسط
وعذر اتی سراً فاکد ما فرط
ومن ظن ان یمحو جلی جفائه
خفی اعتذار فهو فی اعظم الغلط

"ظلم وجفا تو بظاہر لوگوں کے سامنے جاری ہوا اور وہ پھیل گیا اور معذرت پوشیدہ طور پر آئی تو اس نے کی گئی کوتاہی کی تاکید کی اور اسے پکا کر دیا اور جو یہ گمان کرے کہ اس کی واضح جفاء کو مخفی معذرت مٹا دیتی ہے تو وہ عظیم ترین غلطی میں مبتلا ہے۔"

اور اٹھائیس ربیع الاول ۴۰۷ھ میں ابو غالب محمد بن علی واسطی کہ (جس کا لقب فخر الملک تھا جو بہاو الدولہ بن عضد الدولہ دیلمی کا وزیر تھا قتل ہوا اور کہا گیا ہے کہ ابن عمید اور صاحب بن عباد کے بعد آل بویہ کے لیے کوئی وزیر فخر الملک جیسا باعظمت نہیں آیا اور اس کی نادر حکایات بہت ہیں کہا گیا ہے کہ ایک بوڑھے شخص نے فخر الملک مذکور کی طرف کسی شخص کو ہلاک کرنے کی چغلخوری کا قصہ تحریر کیا جب فخر الملک اس پر مطلع ہوا تو اس نے خط کو الٹا اور اس کی پشت پر لکھا کہ چغلخوری بری چیز ہے اور اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اگر تو نے نصیحت کے طور پر اسے جاری کیا ہے تو تیرا خسارہ اس میں نفع سے زیادہ ہے اور اللہ کی پناہ کہ ہم ایسی چھپی ہوئی چیز کہ جس کو ظاہر کیا گیا ہو قبول کرلیں اور اگر تو اپنے بڑھاپے کی پناہ میں نہ ہوتا تو ہم تجھے ایسا بدلہ دیتے جو تیری بات کے مشابہ ہوتا اور تیرے جیسے لوگوں کی روک تھام کرتا پس اس عیب کو پوشیدہ رکھو اور اس سے ڈرو کہ جو غیب کو جانتا ہے۔

اور قاضی نور اللہ نے کتاب مجالس میں نقل کیا ہے کہ فخر الملک انتہائی کریم جواد خرچ کرنے والا نیک کام کرنے والا اور زیادہ

صلے اور صدقے دینے والا تھا یہاں تک کہ روزانہ ایک ہزار فقیر کو لباس پہناتا تھا اور یہ پہلا شخص ہے کہ جو پندرہ شعبان کی رات فقراء میں حلوہ تقسیم کرتا تھا اور تشیع کی طرف مائل تھا۔ ۴۰۸ھ میں اسے سلطان الدولہ نے اہواز میں قتل کیا اور ابن کثیر شامی کی تاریخ سے نقل کیا ہے کہ فخر الملک سلطان الدولہ کا وزیر تھا اور یہ وہی شخص ہے جس نے حائر شریف امام حسین علیہ السلام کی فصیل کی تعمیر کرائی انتہی۔

اور کتاب انس الجلیل سے منقول ہے کہ ۴۰۷ھ ماہ ربیع الاول میں بعض قندیلوں کی وجہ سے حرم حسینؑ میں آگ لگ گئی اور یہ خبر بھی آئی کہ مسجد الحرام میں رکن یمانی میں بھی دراڑ آ گئی ہے اور وہ دیوار جو قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدمقابل ہے گر گئی ہے اور بڑا گنبد جو صخرہ بیت المقدس کے اوپر ہے منہدم ہو گیا ہے اور یہ عجیب ترین اتفاقات میں سے ہیں۔

اور ۴۱۰ھ میں احمد بن موسیٰ نے (جو ابن مردویہ کے نام سے مشہور اصفہانی اہل سنت کا مشہور عالم تھا) وفات پائی اور پندرہ صفر ۴۱۱ ہجری میں شیخ حسین بن عبیداللہ بن ابراہیم بن عضائری وجہ الشیعہ (شیعوں کا چہرہ مہرہ) وشیخ مشائخھم (ان کے استادوں کا استاد) کتاب رجال کے مولف نے وفات پائی اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ابن عضائری علی الاطلاق رجال کا مولف احمد مراد ہوتا ہے جو فرزند جلیل ہے حسین بن غبید اللہ کا اور صاحب روضات الجنات نے یہاں کلام کو طول دیا ہے خواہشمند حضرات وہاں رجوع کریں۔

۴۱۱ھ ہی میں فردوسی شاہنامہ کے مصنف نے وفات پائی اور طوس میں دفن ہوا۔

۴۱۳ھ جمعہ کی رات تین ماہ رمضان المبارک شیخ اجل سعید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان نے (جن کا لقب مفید اور ابن المعلم کے نام سے مشہور ہیں) وفات پائی اور یہ شیخ بزرگوار زیادہ فضائل ومناقب میں مشہور ہیں اور عامہ وخاصہ ان کے فضل وکمال اور تبحر علمی کے معترف ہیں۔ دوسو کے قریب کتب تالیف کی ہیں اور ابن حجر عسقلانی کہتا ہے کہ شیخ مفید کا ہر ایک شیعہ امامیہ پر احسان ہے۔

خطیب نے کہا ہے کہ خدا نے شیخ مفید کی موت سے اہل سنت کو راحت وآرام دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شیخ مرحوم کے جنازہ میں اسی ۸۰ ہزار شیعہ جمع ہوئے اور ان کی ولادت گیارہ ذیقعد ۳۳۶ھ میں ہوئی اور ان کی نماز جنازہ ہمارے آقا سید مرتضیٰ نے میدان اشنان میں پڑھائی اور وہ میدان بڑا ہونے کے باوجود لوگوں کے لیے تنگ ہو گیا اور کئی سال تک وہ اپنے گھر میں مدفون رہے پھر ان کی میت مقابر قریش کی طرف منتقل ہو گئی اور انہیں ہمارے سید ومولا ابو جعفر محمد جواد علیہ السلام کی پائنتی کے قریب ان کے استاد اجل ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ قمی کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا اور ان کی وفات کا دن مشہور تھا اور اس سے زیادہ بڑا دن ان پر زیادہ لوگوں کے نماز پڑھنے اور مخالف وموافق کے زیادہ گریہ کرنے کے لحاظ سے نہیں دیکھا گیا۔

اس شیخ اجل کی تعریفیں اس سے زیادہ ہیں کہ لکھی جائیں اور ان کی فضیلت میں وہ توقیعات ہی کافی ہیں جو مشہور ہیں اور ہمارے امام غائب عجل اللہ فرجہ سے صادر ہیں اور ان میں سے بعض کا عنوان یہ ہے لاخ السدید والمولیٰ الرشید الشیخ المفید ابی عبداللہ محمد بن محمد بن النعمان ادام اللہ اعزازہ ہے (یہ خط راست باز بھائی ہدایت یافتہ دوست شیخ مفید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان خدا اس کے

اعزاز کو دوام بخشنے کی طرف ہے)

اور بعض کا عنوان یہ ہے من عبد الله المرابط فی سبیله الی ملهم الحق ودلیله بسم الله الرحمن الرحیم سلام الله علیك ایها العبد الصالح الناصر للحق الداعی الیه بکلمة الصدق یہ خط اللہ کے بندے اس کے راستہ کو ملانے والے کی طرف سے جس کو حق کا الہام ہوتا ہے۔ اور جو حق کی رہبری کرتا ہے اس کی طرف ہے سہارا اللہ کے نام کا جو رحمن ورحیم ہے تجھ پر اللہ کا سلام ہو اے نیک بندے حق کے مددگار حق کی طرف سچی بات سے بلانے والے الخ۔

اور حکایت ہے کہ شیخ کی قبر پر قائم علیہ السلام کے خط مبارک سے یہ تحریر شدہ پایا گیا۔

الاصوت الناعی بفقدك انه
یوم علی آل الرسول عظیم
ان کنت قد غیبت فی جدث الثری
فالعدل والتوحید فیك مقیم
والقائم المهدی یفرح کلما
تلیت علیك من الدروس علوم

"تیرے مفقود ہونے کی موت کی خبر دینے والا آواز بلند نہ کرے کیونکہ یہ دن آل رسولؐ کے لیے عظیم دن ہے اگر تو مٹی کی قبر میں غائب ہوا ہے تو عدل و توحید تجھ میں مقیم ہیں اور قائم مہدی خوش ہوتا تھا جب تیرے سامنے مختلف علوم کے درس ہوتے تھے اور آپؒ کے کئی لطیف مناظرے ہیں اور قوم کے ساتھ بڑی عمدہ خوش کرنے والی حکایات ہیں ان میں سے ان کا ایک مناظرہ "ثانی" کے ساتھ ہے۔

آیت غار کے متعلق عالم خواب میں کہ جسے شیخ کے شاگرد شیخ ابوالفتح کراجکی نے کنز الفوائد میں نقل کیا ہے اور ایک مناظرہ آپ کا رمانی کے ساتھ ہے کہ جسے ابن ادریس نے مستطرفات السرائر کے آخر میں ذکر کیا ہے اور بھی کئی ایک مناظرے ہیں۔ اور ۴۱۳ھ میں قاضی عبدالجبار معتزلی صاحب مغنی نے وفات پائی۔

اور ۴۱۶ھ میں ابوالحسن تہامی علی بن محمد شاعر مارا گیا اور تہامی (ت کی زیر کے ساتھ) تہامہ کی طرف منسوب ہے کہ جس کا اطلاق مکہ پر ہوتا ہے اسی لیے رسول خدا کو تہامی کہتے ہیں۔ اور ۴۱۶ھ ہی میں سلطان الدولہ دیلمی نے وفات پائی۔

اور تیرہ ماہ رمضان ۴۱۸ھ میں ابوالقاسم حسین بن علی وزیر مغربی نے وفات پائی جو کہ مرد فاضل و عاقل و شاعر و شجاع و بہادر اور فن وزارت میں بے نظیر تھا اس کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے ایک کتاب خصائص ہے علم قرآن میں اور اس کی والدہ فاطمہ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن جعفر نعمان صاحب کتاب غیبت کی بیٹی ہے۔

اور ۴۲۰ھ میں علی بن عیسٰی نے جو ربعی نحوی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور ربعی (حرکات کے ساتھ) ربیعہ کی طرف منسوب ہے۔

۴۲۱ھ ربیع الثانی کے مہینہ میں یا اسکے ایک سال بعد سلطان محمود بن سبکتگین نے غزنی میں وفات پائی اور سلطان محمود کو سلطنت کا عظیم حصہ نصیب ہوا اس نے بہت سے شہر تسخیر کئے اور ہندوستان کے بھی بہت سے شہر فتح کئے مشہور سومنات کے بت توڑے اور سومنات کا واقعہ طویل ہے سلطان محمود پر سامانیوں کی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور سامانیوں کی حکومت ماوراء النہر اور خراسان میں تھی ان کی بادشاہی کی مدت ایک سو ساٹھ سال ۷ ماہ اور دس دن تھی۔

سلطان محمود کا باپ سبکتگین امراء میں سے تھا اور ابوالفتح بستی اس کا کاتب تھا جب سلطان محمود کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا محمد اس کی جگہ تخت پر بیٹھا چونکہ وہ امور مملکت کی تدبیر نہیں کر سکتا تھا اور عیش و عشرت و لذات میں منہمک رہتا تھا تو رعیت نے اسے معزول کر کے قید کر دیا اور اس کے بھائی سلطان مسعود کو بادشاہ بنا لیا اور اس کے زمانہ میں سلجوقیوں نے قوت پکڑی اور مسعود سے جنگیں کیں یہاں تک کہ اس کو ۴۳۲ھ میں قتل کر دیا اور سلجوقی ممالک پر قابض ہو گئے ان میں سے پہلا طغرل بیگ تھا جیسا کہ اس کی طرف اشارہ ہوگا۔

ابن خلکان نے نقل کیا ہے کہ سلطان محمود سبکتگین حنفی مذہب کا تھا اور طریقہ شافعی کی طرف میلان رکھتا تھا اور اس نے شہر مرو میں فقہاء کو جمع کیا اور ان سے التماس کیا کہ ان دو مذاہب میں سے کسی ایک کو ترجیح دیں علماء نے اتفاق کیا کہ بادشاہ کی خدمت میں دو رکعت نماز مذہب شافعی کے مطابق اور دو رکعت ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق پڑھیں جس کو بادشاہ پسند کریں وہی مذہب ترجیح رکھتا ہے پس قفال مروزی جو کہ مرو کے فقہاء میں سے ایک تھا کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے وضو کیا اور دو رکعت نماز شرائط و ارکان مثلاً طہارت ستر قبلہ اور سنن و آداب کے ساتھ بجالایا اور کہا کہ یہ شافعی مذہب کی نماز ہے پھر مذہب ابوحنیفہ کی طرح نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا اور اس نے کتے کا رنگا ہوا چمڑا پہن لیا اور اس کا چوتھا حصہ نجاست سے آلودہ کر لیا اور خرمے کی شراب کے ساتھ الٹا وضو کیا چونکہ گرمی کا زمانہ تھا مکھیاں اور مچھر بہت سے اس پر جمع ہو گئے پھر اس نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور نیت کے بغیر نماز کا احرام باندھا (یعنی تکبیر الاحرام کہی) اور فارسی میں تکبیر کہی اور ایک آیت کے بدلے فارسی میں دو برگ سبز (یعنی دو سبز پتے) قرات کئے پھر دو مرتبہ سر زمین پر مارا مثل مرغے کے جو منقار زمین پر مارتا ہے بغیر فاصلے کے اور بغیر رکوع کے اور تشہد پڑھ کر آخر میں پاؤں مارا اور سلام کہہ کر کہا کہ یہ ابوحنیفہ کی نماز ہے۔

سلطان کہنے لگا اگر یہ اس کی نماز نہ ہوئی تو میں تجھے قتل کر دوں گا کیونکہ کوئی صاحب مذہب و دین اس نماز کو پسند نہیں کر سکتا

حنفی علماء نے بھی انکار کیا قفال کہنے لگا امام ابوحنیفہ کی کتابیں لے آؤ بادشاہ نے ایک پڑھنے والے سے کہا جو نصرانی مذاہب تھا کہ وہ دونوں مذاہب کے کتب کی عبارت پڑھے تو معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ کا مذہب نماز میں اس طرح ہے جس طرح قفال نے پڑھی تھی تو سلطان محمود نے مذہب ابوحنیفہ سے اعراض کیا اور مذہب شافعی میں داخل ہو گیا۔

اور ذوالحجہ ۴۲۱ھ میں احمد بن محمد بن حسن اصفہانی شاعر نے (جو امام مرزوقی مشہور تھا) وفات پائی اور ابن شہر آشوب نے اسے شعراء اہل بیت علیہم السلام میں شمار کیا ہے۔

عبداللہ بن قادر القائم بامر اللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

اور ماہ ذیقعدہ ۴۲۲ھ میں جب قادر نے دنیا سے رخت سفر باندھا تو اس کا بیٹا عبداللہ قائم بامر اللہ باپ کی جگہ بیٹھا کہا گیا ہے کہ وہ خلفاء کے درمیان امتیازی شان رکھتا تھا احسان وعدل کرنے اور لوگوں کو حاجات پورا کرنے میں اور مسلسل امر خلافت اس کا مستقیم رہا یہاں تک کہ ارسلان ترکی بساسیری (ارسلان کا جب بغداد پر قبضہ ہوا تو اس نے اذان میں حی علی خیر العمل کہلوایا اور حضرت امام علی نقی وحسن عسکری علیہما السلام کی قبر منور پر عالیشان عمارت بنوائی۔مترجم) نے اسے گرفتار کیا اور مقام عانہ میں لے جا کر اسے قید کر دیا قائم نے اپنا واقعہ لکھ کر مکہ کی طرف بھیجا اور وہ خط کعبہ کی دیوار پر لٹکایا گیا تو طغرل بیگ خلیفہ کی اعانت ومدد میں ارسلان کے مقابلہ میں آیا اور اس کو قتل کر کے خلیفہ کو عزت واکرام کے ساتھ اس کی جگہ پہنچا دیا۔

اسی کے زمانہ ۴۲۳ھ میں شیخ جلیل احمد بن عبدالواحد بن احمد بزاز نے (جو ابن عبدون مشہور تھا) وفات پائی اور وہ ابن حاشر بھی مشہور ہے اور اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے اس نے بہت سی احادیث سنیں اور آگے روایت کی ہیں۔اور ۴۲۳ھ ہی میں ابن بواب علی بن ہلال کاتب نے بغداد میں وفات پائی اور علی بن ہلال وہ شخص ہے جو خوش نویسی میں مشہور تھا اور ابن مقلہ پہلا شخص ہے جس نے خط کوفی کو بدلا اور علی بن ہلال نے اس کی تنقیح اور تہذیب کی (کانٹ چھانٹ) اور اوائل ۴۲۷ھ میں ابواسحاق احمد بن محمد نیشاپوری مفسر نے (جو ثعلبی مشہور اور کتاب تفسیر وعرائس کا مولف ہے) وفات پائی یہ شخص یا تو شیعہ تھا یا تعصب وعناد کم رکھتا تھا اس نے اپنی تفسیر میں ہماری کافی احادیث نقل کی ہیں اور اسی سال عبداللہ بن احمد شافعی نے جو قفال مروزی لقب رکھتا تھا اور مشہور فقیہ تھا وفات پائی۔

۴۲۸ھ پانچ جمادی الثانیہ مہیار دیلمی مشہور شاعر شیعہ نے وفات پائی اور مہیار مجوسی اور نوشیروان عادل کی اولاد میں سے تھا اور سید رضی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور ۴۲۸ھ ہی میں یا ۴۲۷ھ میں ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا نے جو شیخ الرئیس کے لقب سے

مشہور ہے ہمدان نے وفات پائی اور ابن سینا علم وذکاوت میں یگانہ روزگار تھا اس نے کتاب شفا حکمت میں وراشارات وقانون طب میں اور اس کے علاوہ بھی کتب تصنیف کیں اور طب میں ابن سینا کے یہ اشعار ہیں:۔

اسمع جمیع وصیتی واعمل بها
فالطب مجموع بنظم کلامی!
اقلل جماعك مااستطعت فانه
ماءالحیاۃ تصب فی الارحام
واجعل غذاءك كل یوم مرۃ
واحذر طعاما قبل هضم طعام

''میری ساری وصیت کو سن اور اس پر عمل کر پس طب میرے نظم کلام میں جمع کر دیا گیا ہے جتنا ہو سکے جماع کم کر دے کیونکہ یہ آب حیات ہے جو رحموں میں پھینکا جاتا ہے اور ہر روز غذا ایک دفعہ قرار دے اور کھانا ہضم ہونے سے پہلے کھانے سے بچ''

اور اس کی تاریخ ولادت ووفات میں فارسی کے اشعار کہے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

حجۃ الحق ابوعلی سینا درشجع ۳۷۳
آمدازعدم بوجود درشصا!۳۹۱
کرد کسب جملہ علوم درتکز
کرد اصفہان بد رود!

پھر واضح ہو کہ ابن سینا ہم عصر تھا حکیم ماہر ابوعلی احمد بن محمد بن یعقوب بن مسکویہ بروزن نفطویہ رازی الاصل اصفہانی المسکن کا جس نے طہارۃ الاعراق تالیف کی کہ جس کی مدح محقق طوسی نے اپنے اس قول میں کی ہے بنفسی کتابا حاز کل فضیلۃ وصار لتکمیل البریۃ ضامنا میری جان کی قسم یہ کتاب ہر فضیلت کو اپنے میں لیے ہوئے ہے اور یہ ساری مخلوق کی تکمیل کی ضامن ہے۔

اور یہ دونوں معاصر تھے حکیم علی بن ہیثم کہ جس کا لقب بطلمیوس ثانی تھا جو عالم اور ماہر تھا فنون حکمت وریاضی میں جو بہت سی کتب کا مصنف ہے اور یہ وہی شخص ہے کہ جس کے متعلق حکایت ہے کہ اس کو موت کے وقت خونی اسہال عارض ہوئے اور وہ اپنا جتنا علاج کرتا نتیجہ برعکس نکلتا یہاں تک کہ وہ زندگی سے مایوس ہو گیا پس اس نے کہا ہائے افسوس علم ہندسہ ضائع ہو گیا علاج معالجہ اور علوم طب باطل ہو گئے اور باقی نہیں رہا مگر نفس کو اس کے پیدا کرنے والے کے سپرد کرنا پھر وہ قبلہ رخ لیٹ گیا اور کہنے لگا تیری طرف لوٹنا ہے پروردگار تجھ پر توکل کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ وانابہ کرتا ہوں۔

باقی رہا اس کا ثانی ہونا تو وہ بطلمیوس حکیم مھندس ریاض یونانی کے اعتبار سے ہے جو کتاب الثمرۃ کا مولف ہے جو کہ علم نجوم میں ہے اور مجسطی کا مولف ہے جو ہیئت میں مشہور ہے کہ جس کو محقق طوسی نے تحریر کیا ہے اور بہت سے ریاضی کے ماہرین نے اس کی

شرح بھی لکھی ہے اور کہا گیا ہے بطلیموس شاگرد ہے جالینوس کا اور جالینوس شاگرد ہے بلیناس کا اور بلیناس شاگرد ہے ارسطو کا اور ارسطو شاگرد ہے جالینوس کا اور جالینوس شاگرد ہے بلیناس کا اور بلیناس شاگرد ہے ارسطو کا شاگرد ہے افلاطون کا اور افلاطون شاگرد ہے سقراط کا اور وہ شاگرد ہے بقراط کا اور وہ شاگرد ہے جاناسب کا اور رجاحاسب بھائی ہے۔ کشتاسب کا اور وہ لقمان حکیم علیہ السلام کے شاگردوں میں سے ہے۔ اور ۴۲۹ھ میں عبدالملک بن محمد (جو ثعالبی و نیشاپوری مشہور ہے اور فقہ اللغۃ اور سرالادب اور یتیمۃ الدھر فی محاسن اھل العصر کا مولف ہے) وفات پائی اس کی کتاب کی تعریف میں کہا گیا ہے۔

ابیات	اشعار	الیتیمة
افکار	ابکار	القدیمة
ماتوا	وعاشت	بعدھم
فلذاك	سمیت	الیتیمة

کتاب یتیمہ کے اشعار کے بہت نئے افکار ہیں پرانے لوگوں کے وہ تو مر گئے لیکن یہ افکار ان کے بعد زندہ رہے اسی لیے تو انہیں یتیم کہا گیا ہے۔

اور اسی سال سلاطین سلجوقیہ کی سلطنت کے ظہور کی ابتداء ہوئی اور ان کا پہلا بادشاہ طغرل بیگ تھا اور جس جگہ کو سب سے پہلے انہوں نے تسخیر کیا وہ طوس ہے۔

اور سن ۴۳۰ھ میں حافظ احمد بن عبداللہ اصفہانی نے (جو ابونعیم مشہور تھا اور کتاب حلیۃ الاولیاء کا مصنف تھا) وفات پائی اور فاضل خبیر میرزا عبداللہ اصفہانی نے ریاض العلماء میں فرمایا ہے کہ ابونعیم جد اعلیٰ ہے مجلسین (محمد تقی مجلسی اور محمد باقر مجلسی) علیہما الرضوان کا ظاہر یہ ہے کہ یہ علماء شیعہ میں سے تھا لیکن تصفیہ کرتا تھا واللہ العالم سن ۴۳۰ھ ہی میں آل بویہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور سلجوقیہ کی حکومت کی ابتداء ہوئی کہا گیا ہے کہ آل بویہ کی حکومت کی مدت ایک سو ستائیس سال تھی۔

۴۳۱ھ میں عالم حکیم عارف ناصر خسرو نے جو علوم ظاہریہ و باطنیہ مراتب حکمت و عرفانیہ میں جامعیت کے لحاظ سے مشہور تھا وفات پائی وہ شاگرد تھا علی بن جعفر کا جو ابوالحسن خرقانی مشہور تھا اور ۴۲۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ منقول ہے کہ ناصر خسرو کی ریاضت کا یہ عالم تھا کہ ہر مہینہ ایک دفعہ کھانا کھاتا تھا اور تسخیر جنات میں پوری مہارت رکھتا تھا اور اس کی قبر بدخشان میں ہے اور اس کے اشعار میں سے ہیں:۔

ناصر	خسرو	بجائے	میگذشت
مست	ولایعقل	نہ چوں	خمار گان
دید	قبرستان	دمبرز	رو بروا
بانگ	برزوگفت	کای	نظار گان

نعمت دنیا ونعمت خوارہ بین
انیش نعمت انیش نعمت خوارگان

یہ اشعار بھی اسی کی طرف منسوب ہیں:۔

گویند چو پیغمبر مارفت زدینا۔ الخ

اور ۴۳۲ھ جمادی الاولیٰ کے آخر میں ابوالعباس جعفر بن محمد نے (جو مستغفری مشہور ہے نسفی سمرقندی وہاں کا خطیب اور حنفی مذہب ہے) وفات پائی اور یہ شخص مشہور کتاب طب النبی کا مؤلف ہے کہ جسے علامہ مجلسی نے بحار میں نقل فرمایا ہے اور خواجہ نصیر طوسی نے آداب المتعلمین میں متعلمین کو اس کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی اور بھی کتب ہیں۔

اور بتاریخ چودہ ماہ صفر ۴۳۴ھ میں ابوطاہر منجم شیرازی نے تبریزیوں سے کہا کہ آج رات زلزلہ کی وجہ سے اس شہر والوں پر مصیبت و آفت عظیم نازل ہوگی لہٰذا شہر کے وارد نے لوگوں کو نکل جانے کا فرمان جاری کیا کچھ لوگوں نے اطاعت کی اور کچھ لوگوں نے وہاں سے حرکت نہ کی اتفاقاً اس رات ایسا زلزلہ آیا کہ چالیس ہزار سے زیادہ لوگ مر گئے یہ واقعہ مجالس المومنین میں حبیب السیر سے نقل کیا ہے۔

۴۳۶ھ ماہ ربیع الاول میں سید اجل تحریر ذوالمجدین ابوالقاسم شریف علی بن الحسین بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہا السلام نے جو سید مرتضیٰ کے نام اور علم الھدیٰ کے لقب سے مشہور تھے) وفات پائی۔

اور آنجناب شریف عراق اور مجتہد علی الاطلاق اور مرجع فضلاء آفاق تھے اور علماء امامیہ اس وقت سے لے کر اب تک ان کے علوم سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ ان کے رکن اور معلم ہیں اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں سید کی کتاب غرر و درر کی تو علماء عامہ نے بھی اتنی تعریف و توصیف کی ہے کہ اس قدر علماء امامیہ کی کسی کتاب کی نہیں کی اور تیز تمام علماء اہلسنت نے سید کی مدح و تجلیل کی ہے اور انہیں علم عربیت میں سب سے زیادہ عالم کہا ہے اور عمری نسابہ شیعہ امامی نے سید کے آباؤ اجداد کے گھرانے کو اولاد حضرت کاظمؑ میں سے جلیل ترین گھرانہ کہا ہے۔

صاحب جامع الاصول نے سید کو چار سو ہجری کے سرے میں مجدد مذہب امامیہ شمار کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ شیخ مفیدؒ نے عالم خواب میں دیکھا کہ جناب فاطمہ علیہا السلام حسن و حسین علیہما السلام کو لے کر آئیں اور شیخ سے فرمایا اے میرے شیخ میرے ان دونوں بیٹوں کو فقہ کی تعلیم دو پھر صبح کے وقت فاطمہ سید مرتضیٰ و رضی کی والدہ ان دونوں کو لے کر شیخ کے پاس تشریف لائیں اور وہی کچھ کہا یہ واقعہ مشہور ہے اور اسی طرح وہ خواب جو شیخ نے دیکھا تھا جب ان کا سید مرتضیٰ سے ایک مسئلہ میں نزاع ہوا جس کا مضمون یہ ہے کہ امامؑ نے فرمایا اے میرے شیخ اور میرے قابل اعتماد حق میرے بیٹے کے ساتھ ہے۔

حکایت ہے کہ سید کے پاس اتنے اموال و املاک تھے جو بیان سے باہر تھے کہا گیا ہے کہ آپؒ کے پاس آپؒ کے املاک میں سے ہر سال چوبیس ہزار دینار آیا کرتے تھے اور آپ نے ہر قسم کی اتنی چیزیں چھوڑی ہیں یہاں تک کہ آپؒ کی عمر بھی اسی سال

آٹھ مہینے تھی۔

اور شہید ثانی سے منقول ہے فرماتے ہیں ابوالقاسم تنوخی سید کے مصاحب نے ذکر کیا ہے کہ ہم نے سید کی کتب شمار کیں تو ان کی تصانیف اور جو انہیں یاد تھیں یا جو ان کے سامنے پڑھی گئیں تو انہیں اسی ہزار پایا اسی لیے تو انہیں ثمانینی کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ دنیا و آخرت کے جمع ہونے میں حضرت صادقؑ کے ارشاد کے مصداق تھے جو آپؑ نے اسحاق بن عمار اور اس کے بھائی سے فرمایا یجمعھما اللہ لاقوام یعنی الدنیا والاخرۃ اور کبھی ان دونوں یعنی دنیا و آخرت کو خدا بعض قوموں کے لیے جمع کر دیتا ہے اور حکایت ہوئی ہے کہ چونکہ اہلسنت کے خلفاء کے زمانہ میں فروغ میں مذاہب پراگندہ تھے اور آراء مختلف تھیں اور خواہشات بٹی ہوئی تھیں اس حد تک کہ ان کو کسی ضابطہ کے تحت نہیں لایا جاسکتا تھا پس صحابہ تابعین اور جو اس زمانہ تک ان کے تابع تھے ہر ایک کا ایک علیحدہ مذہب تھا تو وہ مجبور ہوئے کہ ان مذاہب کو کم کریں لہٰذا ان کا اتفاق ہو گیا کہ تمام لوگوں کو بعض مذاہب پر مجتمع کریں

پس ان کے روساء کا نظریہ اور عقلاء کا عقیدہ اس بات پر متفق ہوا کہ ہر مذہب والے گروہ سے ایک خطیر رقم لی جائے پس حنفی ،شافعی، مالکی، حنبلی کی تعداد چونکہ زیادہ تھی تو وہ ساری رقم لے آئے جو انہوں نے مقرر کی تھی پس انہیں ان کے مذاہب پر برقرار رکھا گیا اور ان چار مذاہب کی صحت پر سب کا اجماع ہو گیا یہ سب کچھ سید مرحوم کے زمانہ میں ہوا پس سید خلیفہ سے ملے وہ قادر باللہ تھا اس سے طے کیا کہ شیعوں سے ایک لاکھ دینار لیا جائے تا کہ ان کا مذہب بھی ان چار مذاہب کے ساتھ شمار ہو اور تقیہ اٹھ جائے پس خلیفہ نے سید کی بات قبول کر لی پھر سید ان ذاتی مال میں سے اسی ہزار دینار دینے کے لیے حاضر ہوئے اور باقی (بیس ہزار دینار) شیعوں سے طلب کیا لیکن وہ اس کو پورا نہ کر سکے اور مذہب شیعہ ان مذاہب میں داخل نہ ہوسکا۔

اور سید نحیف جسیم اور خوبصورت تھے اور بہت سے علوم میں درس دیتے تھے اور اپنے شاگردوں کے اخراجات خود برداشت کرتے تھے پس شیخ طوسی کو جب وہ ان سے پڑھتے تھے ہر مہینہ بارہ دینار دیا کرتے تھے اور قاضی ابن براج کو ہر مہینہ آٹھ دینار اور سید نے ایک بستی علماء کے کاغذ کے لیے وقف کی تھی اور اپنے بھائی رضی کے بعد نقابہ نقباء اور امارت حجاج کے متولی تھے یہ ان دونوں کے باپ کا منصب تھا سید کی ہمارے علماء میں سے جم غفیر نے شاگردی کی ہے مثلاً شیخ طوسی و متکلم فقیہ ابویعلی علار بن عبدالعزیز دیلمی و ابو صالح تقی بن نجم حلبی و سید عماالدین دخلیفہ مفید اور ان کی جگہ پر بیٹھنے والا سید ابویعلی محمد بن حسن جعفری و شیخ ابوالفتح محمد بن علی کراجکی و شیخ ابوالحسن سلیمان صہر شتی و ابوعبداللہ جعفر دوریستی اور مفید نیشاپوری اور ان کے علاوہ کئی ایک اجلاء رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سید کے فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ حصر و شمار ہوسکیں اور نصیر الدین طوسی جیسا کہ اس سے حکایت ہوئی ہے کہ جب اس کے درس میں سید کا ذکر چھڑتا تو کہتے صلوات اللہ علیہ اور قاضیوں اور مدرسین کی طرف ملتفت ہو کر کہتے کہ کس طرح سید مرتضیٰ پر صلوات نہ بھیجی جائے حالانکہ سید شہر کاظمین میں فوت ہوئے اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔

پھر اپنے جد بزرگوار امام حسینؑ کی طرف منتقل ہوئے اور اپنے باپ اور بھائی کے پاس مشہور مقام ابراہیم مجاب میں دفن ہوئے جو ابراہیم ان کے جد امجد اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے اور ابراہیم کی قبر حائر حسینی میں مشہور ہے اسی طرح نقل ہوا

ہے علامہ طباطبائی بحر العلوم سے اور گویا یہ وہی قبر ہے جو حرم المطہر کے سرہانے کی طرف آخر رواق میں ہے۔ اور ۴۳۶ھ ہی میں محمد بن علی طیب نے جو ابو الحسین بصری معتزلی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی۔ اور ۴۳۸ھ میں احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی مشہور مفسر نے وفات پائی۔ اور تین ربیع الاول ۴۴۹ھ میں احمد بن عبداللہ بن سلیمان ابو العلاء معری مشہور شاعر ادیب ماہر معروف نے وفات پائی اور ابو العلاء تین سال یا چار سال کی عمر میں چیچک کی بیماری میں نابینا ہو گیا تھا اور اس کے نابینا پن میں کہا گیا ہے۔

ابا العلاء بن سلیمانا
ان العمی ۔ اولاك احسانا
ابو ابصرت عیناك هذا الوری
لم یر انسانك انسانا

"اے ابو العلاء بن سلیمان اندھے پن نے تجھ پر احسان کیا ہے اگر تیری آنکھیں اس مخلوق کو دیکھتیں تو تیری آنکھ کو کوئی انسان نظر نہ آتا۔"

اور مشہور یہ ہے کہ وہ زندیقیت والحاد کے ساتھ متہم تھا اور پینتالیس سال تک اس نے اپنے دین و مذہب کی بناء پر گوشت نہیں کھایا سید مرتضیٰؒ کے ساتھ اس کے مناظروں اور اس کے عمدہ فہم اور علم کی حکایات مشہور ہیں اور نقل ہے کہ ایک دن سید مرتضیٰ کے پاس آیا مجلس وہ ایک شخص پر گر پڑا تو اس شخص نے کہا یہ کتا کون ہے؟ تو ابو العلاء نے کہا کہ کتا وہ ہے جو کتے کے ستر نام یاد نہ رکھے پس سید نے اس کو نزدیک بٹھایا تو اسے بہت بڑا عالم پایا پھر ایک دن سید کے ہاں متنبی کا ذکر آیا تو سید نے اسکی کمزوریاں بیان کیں اور اس کے معائب ذکر کیے معری نے کہا اگر متنبی کے اشعار میں سے صرف اس کا یہ قول ہوتا لک یا منازل فی القلوب منازل (تیرے لیے اے منازل دلوں میں منزلیں ہیں) تو بھی اس کے فضل و شرف کے لیے کافی ہے پس سید غصے میں آ گئے اور حکم دیا اس کو مجلس سے نکال دو پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو اس کی مراد اس قصیدہ کے ذکر کرنے سے کیا تھی کیونکہ متنبی کے اس سے عمدہ اشعار بھی ہیں لیکن اس کی مراد یہ شعر تھی۔

واذا اتتك مذمتی من ناقص
فهی الشهادة لی بانی کامل

"جب میری مذمت تیرے پاس کسی ناقص کی زبانی آئے تو یہ میرے لیے گواہی ہے کہ میں کامل ہوں" اور اس کا سید کے ساتھ حرم میں ایک مباحثہ ہے مراتب توحید اور قدم عالم کے سلسلہ میں کتاب احتجاج کے اواخر میں دیکھا جائے۔

خلاصہ یہ کہ معری زبان عربی کی انتہا بنیاد تھا کہ دور دراز کے علاقوں سے لوگ اپنی سواریاں تیز چلا کے اس کے پاس آتے تھے اور وہ کہا کرتا تھا کہ میں یہ آرزو رکھتا ہوں کہ جاری پانی اور آسمان کے ستارے دیکھوں چونکہ وہ نابینا تھا اور معری منسوب ہے معرۃ النعمان کی طرف جو شام کے علاقہ کی ایک بستی ہے اس کی سرحد قریب (یا چراگاہ کے قریب)

اور ۴۴۹ھ ہجری میں جیسا کہ مرآت الجنان یافعی سے منقول ہے کہ شیخ عالم ثقہ ابوالفتح محمد بن علی کراجکی رئیس شیعہ سید مرتضی و شیخ مفید کے شاگرد نے وفات پائی کتاب کنز الفوائد اور کتاب تعجب ان کی تصانیف میں سے ہیں اور کنز الفوائد میں شیخ مفید سے بہت کچھ نقل کرتے ہیں اور ان کی اور بھی تصانیف ہیں۔ (جن میں سے ایک کا اردو ترجمہ معدن الجواہر کے نام سے ہم نے بھی کیا ہے (مترجم)

اور ۴۵۰ھ میں ثقہ جلیل القدر شیخ ابوالعباس احمد بن علی بن احمد نے (جو نجاشی کے لقب سے مشہور ہیں اور مشہور کتاب رجال کے مولف ہیں) وفات پائی اور کہا گیا ہے کہ ان کا نسب شریف سات واسطوں سے عبداللہ نجاشی والی اہواز تک پہنچتا ہے اور شیخ نجاشی پر رونق چہرہ مخالف و موافق کے نزدیک ثقہ زبان کے بہت سچے تھے اور کبھی کبھی ان کے قول کو مقام تعارض میں شیخ کے قول پر ترجیح دی جاتی ہے اور ۴۵۰ھ ہجری میں علی بن محمد بصری جو ماوردی مشہور تھا فقیہ شافعی کتاب حاوی اور ادب الدین والدنیا وغیرہ کے مولف نے وفات پائی کہا گیا ہے کہ جب تک زندہ رہا اس نے اپنی تصانیف ظاہر نہیں کیں کہ کہیں اس کی نیت قربت میں ریا کاری کی ملاوٹ نہ ہو جائے۔

اور ۴۵۴ھ میں محمد بن سلامہ جو قضاعی مشہور تھا فقیہ شافعی کتاب شہاب کے مولف نے وفات پائی۔

اور ۴۵۵ھ کی ابتداء میں اسماعیل سرقسطی مقری نحوی اندلسی نے وفات پائی اور آٹھ یا اٹھارہ ماہ رمضان ۴۵۵ھ میں محمد بن میکائیل بن سلجوق نے جو طغرلبک مشہور تھا اور سلاطین سلجوقیہ میں پہلا بادشاہ تھا ری میں وفات پائی اور اصل میں سلجوقی بادشاہ ماوراء النہر بخارا کے قریب کے رہنے والے تھے اور ان کی سلطنت قوی ہوئی اور بہت سے شہروں کو انہوں نے تسخیر کیا اور طغرلبک نے قائم بامر اللہ کی بیٹی سے شادی کی اور طغرلبک کی موت کے بعد الپ ارسلان محمد بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق بادشاہ ہوا اور نو سال تک حکومت کی اور دس ربیع الاول ۴۶۵ھ میں مارا گیا اور مقام مرو میں طغرلبک اور اپنے باپ داؤد کے پاس دفن ہوا اور الپ ارسلان وہی ہے کہ جس نے ابوحنیفہ کی قبر پر مشہد بنایا اور بغداد میں ایک مدرسہ تعمیر کیا اور بہت سا مال اس پر صرف کیا اور الپ (ہمزہ کی زبر اور لام کے سکون کے ساتھ) ہر سلان سے مرکب ترکی لفظ ہے یعنی بہادر شیر اور الپ ارسلان کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ بادشاہ ہوا اس کی حکومت کے زمانہ کی بہت سی خوبیاں ہیں اس نے اپنی بیٹی مقتدی باللہ کے ساتھ بیاہ دی۔ اور سولہ شوال ۴۸۵ھ میں وفات پائی اس کے بعد اس کی سلطنت اس کے تین بیٹوں میں تقسیم ہوگئی ایک سلطان سنجر دوسرا برکیارق اور تیسرا ابوشجاع محمد لیکن سلطنت میں مشار الیہ (جس کی طرف اشارہ ہوتا تھا) وہ سلطان سنجر تھا اور اس کے بھائی گویا اس کے تابع تھے۔

۴۹۵ھ میں خطبہ سلطان محمد کے نام کا پڑھا گیا اور برکیارق کے بعد حکومت خالص اس کے لیے ہوگئی اور ۲۴ ذالحجہ ۵۱۱ھ میں اس کی وفات ہوئی سلجوقیوں کی سلطنت کی تفاصیل کے ذکر کی اس مقام میں گنجائش نہیں۔

اور ۴۵۶ھ میں علی ابن احمد جو ابن حزم کے نام سے مشہور زاہد لسی کثرت و گہرائی علم میں مشہور محلی کتاب کے مولف نے وفات پائی اور ابن حزم وہی شخص ہے جو علماء متقدمین و متاخرین کو سبک شمار کرتا اور ان کے احترام کی پرواہ نہیں کرتا اور

انہیں حقیر و ذلیل سمجھتا تھا اسی لیے احمد بن عریف نے اس کے حق میں کہا کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دونوں سگی بہنیں ہیں۔

اور ۴۵۸ھ میں علی بن اسماعیل نے جو ابن سیدہ مشہور اور لغوی معروف تھا وفات پائی اور اسی سال کی دس جمادی الاولی کو احمد بن الحسین نے جو امام بیہقی مشہور ہے۔ شافعی اور کتاب سنن وغیرہ کا مولف ہے وفات پائی اور بیہق نیشاپور کے قریب بیس فرسخ کے فاصلہ پر ہے اور بیہقی کم متعصب تھا اور شافعی مذہب والوں پر اس کا عظیم حق ہے اور اس طرح اس کا شافعی پر بھی احسان عظیم ہے کیونکہ اس نے اس کے مذہب کی نصرت میں کتب لکھی ہیں۔

اور منگل کی رات بائیس محرم ۴۶۰ھ میں شیخ طائفہ و رئیس امامیہ فخر الاعاجم ابو جعفر محمد بن حسن طوسی نور اللہ ضریحہ نے وفات پائی اور شیخ بزرگوار جلیل القدر عظیم المنزلت علی رجال و اخبار و فقہ و اصول و کلام اور ادب کے عارف بلکہ تمام فضائل ان کی طرف منسوب ہیں انہوں نے اسلام کے ہر فن میں کتاب تصنیف کی ہے اور وہی بزرگوار ہیں جنہوں اصول و فروع کے عقائد و نظریات کی چھان بین کی اور علم و عمل کے لحاظ سے کمالات نفس کے جامع تھے اور وہ اپنے زمانہ کے فضلاء کے مرجع اور ان کے مربی تھے یہاں تک حکایت کی گئی کہ شیعہ فضلاء میں جو ان کے شاگرد مجتہد تھے ان کی مقدار تین سو سے زیادہ تھی اور سنی شاگرد تو بیشمار تھے اور خلفاء نے شیخ کو کرسی کلام عطا کی تھی اور یہ منصب اس کو دیا جاتا تھا جو اپنے زمانہ کا یگانہ اور وقت کا علامہ ہو اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ بغداد میں تھے پھر انہوں نے مشہد امیر المومنین کی طرف ہجرت کی ان فتنوں کے خوف سے جو بغداد میں پیدا ہو گئے آپ کی کتب اور وہ کرسی جس پر کلام و گفتگو کے لیے بیٹھتے تھے جلا دی گئی اور ان کی بہت سی تالیفات ہیں تفسیر و اصول و فروع وغیرہ ہیں ان میں سے دو کتب تو تہذیب و استبصار ہیں جو ہر زمانہ میں مشہور رہی ہیں آپ اپنے گھر میں دفن ہوئے اور وہ آجکل مشہور مسجد ہے مسجد طوسی کے نام سے جو بارگاہ علویہ کے قریب ہے وہ ہمیشہ فیوضات خداوندی کے نزول کی جگہ ہے۔

اور ۴۶۱ھ میں دمشق کی جامع مسجد جل گئی اور ۴۶۳ھ میں یوسف ابن عبدالبر کے نام سے مشہور شافعی مذہب صاحب کتاب استیعاب ہے اور احمد بن علی جو خطیب بغدادی مشہور ہے۔ اور تاریخ بغداد کا مولف ہے دونوں نے وفات پائی جیسا کہ کہا گیا ہے عبدالبر حافظ مغرب اور خطیب بغدادی حافظ مشرق ہے اور دونوں ایک ہی سال مرے اور خطیب کی قبر بغداد میں بشر حافی کی قبر کے ساتھ باب حرب میں ہے اور اسی سال ابو یعلی محمد بن حسن بن حمزہ جعفری نے وفات پائی اور وہ شیخ مفید کا جانشین اور ان کی مسند پر بیٹھنے والا متکلم و فقیہ تھا۔

اور ایک قول ہے کہ اسی سال سلار بن عبدالعزیز دیلمی جیلانی کتاب مراسم کے مولف اور سید مرتضی کے شاگرد نے وفات پائی۔

اور ۴۶۵ھ میں الب ارسلان مارا گیا اور اس کا بیٹا جلال الدولہ اس کی جگہ بیٹھا اور اسی سال شیخ ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری صوفی ابوعلی دقاق کے شاگرد اور داماد نے وفات پائی اور نیشاپور میں ابوعلی کے پاس ہی دفن ہوا قشیری ایک بڑے رسالہ

قشیریہ کا مولف ہے جسے گروہ علماء وصوفیا کے لیے لکھا ہے اور قشیر بروزن زبیر عرب کے ایک قبیلہ کا باپ ہے۔

۴۶۶ھ دجلہ کا پانی تیس ہاتھ زیادہ ہوا بغداد غرق ہو گیا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ مکانات خراب وتباہ ہو گئے اور بہت سے مال اور جانیں تلف ہو گئیں۔

۴۶۷ھ میں علی بن الحسن جو ابوالحسن باخرزی مشہور اور نامور شاعر تھا اپنی خصوصی مجلس میں مارا گیا اس کی تالیفات میں سے ہے کتاب دمیۃ القصر وعصرۃ اہل العصر جو یتیمۃ الدھر ثعالبی کے ذیل میں ہے اور باخرز (خا کی زبر اور راء ساکن زاء سے مقدم ہے) نیشا پور کے مواضع میں سے ایک موضع کا نام اور محقق طوسی کی یہ رباعی باخرزی کے حق میں مشہور ہے۔

مغرد		ہر شیخ	باخرزی ا
باللہ		ارتو بارزنی	آرزی
باخرد	مند	کی تو الی	زیست
چوں		تورا گفتہ رند	خرزی

"زمانہ کا فخر شیخ باخرزی خدا کی قسم اگر تو بارزن بھی ہو تو حستا ہے عقلمند کے ساتھ تو کیسے زندگی بسر کر سکتا ہے کیونکہ تجھے انہوں نے کہا ہے کہ گدھے کے ساتھ زندگی گزارو"

اور ۴۶۷ھ ق میں قائم بامر اللہ کی وفات ہوئی اور اس کی موت کا یہ سبب ہوا کہ اس نے فصد کھلوائی اور پھر سو گیا جب وہ عالم خواب میں تھا تو فصد والی جگہ کھل گئی اور بہت سا خون نکل گیا یہاں تک کہ اس کی قوت وطاقت ختم ہو گئی اور وہ مر گیا اور اس کی خلافت کے دنوں کے واقعات بہت ہیں کہ جن کی طرف اختصار کے ساتھ اشارہ ہو چکا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی خلافت کے زمانہ میں مصر میں بڑا سخت قحط پڑا کہ یوسف صدیق کے زمانہ سے لے کر اس کے زمانہ تک ایسا قحط نہیں دیکھا گیا تھا اور اس نے سات سال تک طول کھینچا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ لوگ ایک دوسرے کو کھاتے تھے ایک روٹی پچاس دینار پر خریدی گئی اور کتے کی قیمت پانچ دینار ہو گئی۔

حکایت ہوئی ہے کہ ایک عورت کو لوگوں نے دیکھا جو قاہرہ مصر سے نکلی اور ایک مد (تقریباً چودہ چھٹانک) جواہرات اس کے پاس تھے اور وہ چلاتی تھی کہ کون ہے جو ایک مد جواہرات کے ایک مد گندم کے مقابلہ میں خرید کرے کوئی اس کے پاس نہ گیا جو اس سے خرید کرتا۔

فقیر کہتا ہے کہ فاضل ماہر سید محمد باقر نے روضات میں ملا اسماعیل خاجوئی کے حالات میں جناب آقا ہادی فرزند آخوند ملا محمد صالح مازندرانی سے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے بعض کتب میں ۴۶۵ھ مصر کے قحط کی حکایت نقل کی ہے اس کے بعد کہا ہے کہ ہمارے زمانہ ۱۱۳۴ھ میں فتنہ افغان اور ان کے شہر اصفہان کو محاصرہ کرنے کی وجہ سے آٹھ ماہ تک ایسا قحط پڑا ہے کہ ایک من گندم جو اٹھارہ رطل عراقی (تقریباً نو سیر) بنتا ہے پچپن تومان میں بیچا گیا جو ایک ہزار درہم بنتا ہے اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ گندم چاول اور دوسرے

اجناس ختم ہو گئے اور لوگ صرف گوشت کھاتے تھے اور جب گوسفند گائے، گھوڑا، خچر اور گدھے کا گوشت ختم ہو گیا تو پھر کتے اور بلی کا گوشت لوگ کھاتے تھے اس کے بعد مردار کھاتے تھے اور اس حد تک پہنچ گئے کہ ایک دوسرے کو مارتے تا کہ اس کا گوشت کھائیں اور قتل و موت اتنے زیادہ ہوئے کہ دس لاکھ آدمی ہر روز ہلاک ہونے اور اسباب دنیوی اور املاک کی قیمت ربع عشر (چالیسویں حصہ) تک پہنچ گئی تھی پروردگار کعبہ کی قسم کی مبالغہ اور فضول بات نہیں کہی گئی خداوند عالم ہمیں ایسے عذاب سے پناہ دے۔

مولف کہتا ہے افغانیوں کے ظہور کی ابتداء سلاطین صفویہ کی حکومت کی انتہاء کے ساتھ شروع ہوئی اور صفویہ کی حکومت افغانیوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اگر چہ سلاطین صفویہ کا ذکر اس مقام سے اجنبیت رکھتا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے بطور مختصر ان کی طرف اشارہ کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ سلاطین صفویہ نو افراد تھے دو سو بیس سال سے زیادہ عرصہ انہوں نے حکومت کی ہے اور دین و آئین شیعہ اور مذہب جعفریہ کی انہوں نے ترویج کی ہے ان میں سے پہلا شخص شاہ اسماعیل اول ہے جس کا شجرہ نسب شیخ صفی الدین ابوالفتح اسحاق اردبیلی موسوی تک جا پہنچتا ہے اور اس کا نسب حمزہ بن موسیٰ کاظم علیہ السلام تک جا پہنچتا ہے اور شاہ اسماعیل نے ابتداء میں صفویہ کی ایک جماعت کے ساتھ جو اس کے مرید اور اس کے آباؤ اجداد عرفاء راشدین کے مرید تھے جیلان سے سن ۹۰۶ھ میں خروج کیا جب کہ اس کی عمر چودہ سال تھی اور جنگ کی یہاں تک آذربیجان کا علاقہ فتح و تسخیر کر لیا اور حکومت پیدا کر لی اور حکم دیا کہ مذہب شیعہ کو ظاہر کریں اور جب اس کا سن شریف ۳۹ سال کو پہنچا تو وفات پائی اس کا بیٹا شاہ طہماسپ بادشاہ ہوا اور یہ پیر کے دن انیس ماہ رجب ۹۳۰ھ کا واقعہ ہے طہماسپ نے چون ۵۴ سال حکومت کی قزوین اس کا دار السلطنت تھا یہ شیخ بہائی اور ان کے والد شیخ حسین کا ہمعصر تھا اس کا بیٹا شاہ اسماعیل ثانی بادشاہ ہوا وہ مذہب و طریقہ اہل سنت پر تھا اور اہل ایمان ان کے علماء اور سادات کے ساتھ برا سلوک کرتا تھا لہذا خدا نے اس کو مہلت نہ دی اور اسے اپنی مجلس طرب و سرور میں اچانک گلے کی جو مخصوص بیماری ہے لاحق ہوئی اور وہ مر گیا اور اس نے ایک سال سے زیادہ حکومت نہیں کی اس وقت اس کا بھائی سلطان محمد مکفوف جو شاہ خدابندہ ثانی مشہور تھا بادشاہ ہوا اس نے دس سال تک حکومت کی اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس اول جو ماضی کے لقب سے مشہور تھا بادشاہ ہوا اور چالیس سال تک شان و شوکت و جلالت کے ساتھ اس نے حکومت کی اس کے بعد اس کا پوتا شاہ صفی اول اس کے بیٹے کا بیٹا صفی میرزا شہید کا بیٹا بادشاہ ہوا اور اس نے چودہ سال حکومت کی اور قم میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس ثانی بادشاہ ہوا۔

اور اس نے چھبیس سال حکومت کی اس کے بعد اس کے بیٹے شاہ صفی ثانی نے جو شاہ سلیمان کے نام سے مشہور تھا لباس سلطنت زیب تن کیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ سلطان حسین بادشاہ ہوا وہ خاندان صفویہ کا آخری بادشاہ تھا اور ان کی حکومت فتنہ افغان اور افغانیوں کے شہر اصفہان کو محاصرہ کرنے کے ساتھ متصل ہوئی اور انہوں نے حکومت صفویہ کے سب اعیان و علماء اور بڑے بڑے لوگوں کا خون بہایا اور شاہ سلطان حسین کو بھائی اور بیٹوں سمیت قید کر دیا اور یہ واقعہ ۱۱۳۵ھ میں ہوا اور اس سال فاضل ہندی نے وفات پائی اور مسلسل بادشاہ قید میں رہا یہاں تک کہ سلطان محمود افغانی مرا اور سلطان اشرف مردود اس کی جگہ پر بیٹھا اور یہ اس سال

کے آٹھ شعبان کا واقعہ ہے۔ پھر اس کے حکم سے تقریباً پانچ سو حمام و مدرسے اور مسجدیں خراب و برباد کی گئیں اور جب اس نے اپنی حکومت میں فتور و کمزوری دیکھی تو اصفہان سے چل کھڑا ہوا اور حکم دیا کہ سلطان حسین صفوی کو قید خانے میں ہلاک کر دیا جائے اور اسے غسل و کفن کے بغیر چھوڑ دیا اس کے اہل و عیال کو قیدی بنا لیا اور اس کا مال و متاع لوٹ لیا یہ واقعہ ۲۲ محرم ۱۱۴۰ھ کا ہے۔ پس لوگ ایک مدت کے بعد بادشاہ کی لاش شریف قم لے گئے اور اسے جوار حضرت فاطمہؑ لازالت مہبطاً للفیوضات الربانیۃ میں اسکے آباؤ اجداد کے ساتھ سپرد خاک کر دیا واللہ والعالم۔

عبداللہ بن قائم مقتدی بامر اللہ کی خلافت کا ذکر

۴۶۷ھ میں قائم بامر اللہ کی وفات ہوئی اور اس کا بیٹا ابو القاسم عبداللہ مقتدی بامر اللہ امر خلافت کے لیے کھڑا ہوا وہ عالی ہمت شخص تھا اس کا شمار بنی عباس کے نجیب و شریف افراد میں ہوا ہے اس کے اچھے کارناموں میں سے یہ ہے کہ اس نے گانے بجانے والی عورتوں اور بدکار لوگوں کو بغداد سے نکال دیا اور اس نے حکم دیا کہ کوئی شخص لنگی کے باندھے بغیر حمام میں داخل نہ ہو اور اس نے لوگوں کی عورتوں کو صیانت اور ناموس کی حفاظت کے لیے حماموں کے برج خراب کرا دیئے اور اس کے زمانہ میں ۴۶۸ھ میں ابو الحسن واحدی علی بن احمد بسیط و وسیط و وجیزہ تفاسیر وغیرہ کے مولف نے نیشاپور میں وفات پائی اور ۴۷۱ھ یا ۴۷۴ھ میں شیخ مقدم ادیب عبدالقاہر بن عبدالرحمن شافعی جرجانی نے جو بہت مشہور تھا وفات پائی اور شیخ عبدالقاہر کئی تالیفات کا مولف ہے کہ جن میں سے شرح ایضاح و اعجاز القرآن و عوامل ماۃ وغیرہ ہیں اور وہ ابن جنی و صاحب بن عباد وغیرہ کے شاگردوں میں سے ہے او جرجان طبرستان کے نزدیک ہے اور وہی استر آباد اور اس کے اطراف کا نام ہے اور یزید بن مہلب بن ابو صفرہ کے تعمیر شدہ شہروں میں سے ہے عوام جرجان کی ایک جماعت نے شرح کی ہے مثلاً قطب راوندی و ملا حسن ادیب نحوی جو قوام الدین قزوینی کا شاگرد ہے۔

اور فاضل ہندی و ابن خشاب اور خود راقم (مولف) نے اور ۴۷۸ھ میں امام الحرمین عبدالملک بن شیخ عبداللہ جوینی شافعی غزالی وغیرہ کے استاد نے نیشاپور میں وفات پائی اور چند سال کے بعد اس کا جنازہ کربلا اٹھا کر لے گئے اور اسکو اس کے باپ کے پاس دفن کیا گیا۔

منقول ہے کہ اس کے باپ نے اس کی والدہ کو جو ایک کنیز تھی مال حلال سے خریدا اور اپنے ہاتھ سے کما کر اسے کھلاتا تھا اور جب امام الحرمین پیدا ہوا تو اس نے اس کی ماں کو وصیت کی کہ اسے کسی اور عورت کا دودھ نہ پلانا کیونکہ دودھ بچے میں اثر کرتا ہے اتفاقاً ایک دفعہ اس کی ماں بیمار تھی اور وہ بچہ رو رہا تھا کہ ایک ہمسایہ عورت کو بچہ پر رحم آیا اور اس کو کچھ دودھ پلا دیا جب اس کا باپ گھر میں آیا اور اسے معلوم ہوا تو اس نے بچے کو سر کے بل الٹایا اور مسلسل اس کے دل پر ہاتھ پھیرتا رہا یہاں کہ بچے نے وہ دودھ قے کیا اور وہ کہنے لگا میرے بچے کا مر جانا آسان ہے اس سے کہ اس کی طبیعت و مزاج کسی غیر کے دودھ سے فاسد و خراب ہو جائے۔

منقول ہے کہ کبھی کبھی مناظرہ کے درمیان اس میں توقف اور ٹھہراؤ پیدا ہوتا تو وہ کہتا کہ یہ اس دودھ کے بقیہ اثر کا ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ دودھ بچے کے مزاج میں بہت اثر انداز ہوتا ہے اور آپ حسن بصری کے حالت میں جان چکے ہیں کہ اس کی فصاحت و بلاغت جناب ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ کے پستان کی برکت سے تھی۔ اور ابن خلکان کہتا ہے کہ امام الحرمین کی موت کے دن بازار بند ہو گئے اور جامع مسجد میں اس کا منبر توڑ دیا گیا اور اس کے شاگرد چار سو کے قریب تھے۔ انہوں نے اپنے قلم و دوات توڑ ڈالے اور مکمل ایک سال تک اسی حالت (حزن و ملال) پر قائم رہے۔

نو شعبان ۴۸۱ھ میں عز المومنین ابو القاسم عبد اللہ عزیز نے جو ابن براج کے نام سے مشہور فقیہ امامی تھا وفات پائی۔ وہ کئی ایک کتب فقہ کا مولف ہے مثلاً کامل و موجز و مہذب وغیرہ اور وہ سید مرتضیٰ شیخ طوسی کراجکی اور ابو الصلاح حلبی کا شاگرد تھا۔ وہ طرابلس (ب اور لام کے پیش کے ساتھ) کا قاضی تھا جو کہ شام کے کنارے بعلبک کے قریب ایک شہر ہے اور کتاب الدرۃ البہیہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ابن براج کا ایک لقب حافی تھا۔ نماز میت کی بحث میں کہتا ہے اور جوتے کو اتارے نہ یہ کہ پاؤں ننگا ہو اور حافی نے اپنی قضاوت میں پاؤں ننگے ہونے کو سنت طریقہ قرار دیا۔

اور ۴۸۱ھ کے حدود میں شیخ ابو اسماعیل خواجہ عبد اللہ انصاری صوفی نے جو کہ ابو ایوب انصاری کی اولاد میں سے رسالہ مناجات فارسی اور کلمات حکمیہ کا مولف ہے وفات پائی اور گزرگاہ ہرات کی خانقاہ میں دفن ہوا۔

اور ۴۸۳ھ میں علی بن محمد نے (جو ابن مغازلی مشہور اور فقہ شافعی اور مناقب و ذخائر کا مولف ہے) وفات پائی۔

اور ۴۸۵ھ میں حسن بن علی (جس کا لقب نظام الملک طوسی ہے جو سلاطین سلجوقیہ (سلطان ملک شاہ سلجوقی) کا وزیر ہے) قتل ہوا اور نظام الملک فقہاء اور صوفیہ پر پوری توجہ و عنایت رکھتا تھا۔ وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے مدرسہ بنوایا اور لوگوں نے مدارس کی تعمیر میں اس کی اقتداء کی اور ۴۸۷ھ میں مقتدی اچانک فوت ہوا اور ایک قول ہے کہ اس کی کنیز شمس النہار نے اسے زہر دے دیا۔

احمد بن مقتدی مستظہر باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مقتدی نے دنیا سے کوچ کیا تو اس کا بیٹا مستظہر باللہ ابو العباس احمد اس کی جگہ پر بیٹھا کہتے ہیں کہ وہ شخص نرم مزاج کریم الاخلاق اور علماء و صلحاء کا خواہاں تھا۔ اس کے زمانہ میں ۴۸۸ھ محمد بن ابو نصر فتوح بن عبد اللہ بن حمید اندلسی نے (جو حمیدی اور کتاب جمع بین الصحیحین کا مولف ہے) بغداد میں وفات پائی۔ وہ اور حمیدی (ح کی پیش اور میم کی زبر کے ساتھ) منسوب ہے اپنے جد اعلیٰ حمید کی طرف اور ۴۹۲ھ میں فرنگیوں (یورپین لوگ) نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور ڈیڑھ ماہ کے محاصرہ کے بعد ستر ہزار سے زیادہ لوگوں

کو انہوں نے قتل کیا اور وہاں کے مزارات توڑ پھوڑ کر دیے ان کردیے اور یہودیوں کو ان کے کنیسہ و گرجا میں اکٹھا کیا اور کنیسہ کو ان کے سمیت جلا دیا۔ ان میں سے کچھ بھاگ کر بغداد چلے گئے انہوں نے اس طرح اپنی مظلومیت کی داستان سنائی کہ لوگوں نے ان پر گریہ کیا۔ اور اسی سال اور ایک قول ہے ۵۱۸ ہجری میں عثمان کے قرآن شہر طبریہ سے جامع مسجد دمشق کی طرف اس بنا پر منتقل کیا گیا کہ کہیں کفار اس پر کامیاب نہ ہو جائیں لوگ اس کے استقبال کے لیے باہر نکلے اور قرآن کو خزانہ شرقیہ مسجد مقصورہ جامع دمشق میں رکھ دیا گیا۔

وہ قرآن تھا کہ جسے روشنائی کے ساتھ چمڑے پر لکھا گیا تھا۔ کہا گیا ہے کہ یہ قرآن عثمان نے نہیں لکھا تھا بلکہ مصاحف عثمان زید بن ثابت کے خط سے تھے کہ جنہیں اس نے عثمان کے حکم سے لکھا تھا۔

اور ۴۹۲ھ ہی میں مجد الملک ابو الفضل اسعد بن محمد قمی براوستانی سلطان برکیاروق کے وزیر کو فوجیوں نے قتل کر دیا۔ وہ جوار امام حسین علیہ السلام میں دفن ہوا اور اس کے آثار میں سے چار آئمہ بقیع کا گنبد اور چار طاق عثمان بن مظعون اور مشہد کاظمین اور مشہد سید جلیل عبد العظیم حسنی شہر ری اور ان کے علاوہ سادات علوی اور اشراف فاطمی علیہم السلام کے مشہد مقدسہ ہیں۔

اور ۴۹۸ ہجری میں رکن الدین بن ملک شاہ بن الب ارسلان سلطان سلجوقی سنجر کے بھائی نے بروجرد میں وفات پائی۔ بہت سے ملک اس کے زیر تصرف تھے اور ۴۹۸ھ ہجری ہی میں اور ایک قول ہے کہ ۴۹۵ھ حلہ سیفیہ تعمیر ہوا۔ جیسا کہ ابن خلکان نے امیر صدقہ بن منصور فریدی اسدی جس کا لقب سیف الدولہ ہے کے حالات میں تصریح کی ہے اور اسی لیے وہ سیفیہ کے نام سے مشہور ہے۔ (سلسلہ جلیلہ بنی اسد کہ جنہیں مزیدی بھی کہتے ہیں عراق عرب میں امارت رکھتے تھے اور تمام کے تمام شیعہ تھے کہ جن میں سے سیف الدولہ بانی حلہ شہر بھی ہے جو حلیم و کریم و عفیف و شجاع مرد تھا۔ اس کا گھر بغداد میں خوفزدہ لوگوں کے لیے امان تھا۔ مترجم از حاشیہ۔

اور ۵۰۴ھ ہجری کے اوائل میں علی بن محمد نے جو الکیا ہراسی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور الکیا کاف کی زیر سے) کا معنی بڑی قدر و منزلت والا اور الکیا فقہ شافعی میں سے ہے اس نے یزید بن معاویہ پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے بخلاف غزالی کے جیسا کہ یزید کے حالات میں شرح و بسط کے ساتھ گزر چکا ہے۔

اور ۵۰۵ھ ہجری میں محمد غزالی طوسی شافعی احیاء العلوم وغیرہ کے مولف نے وفات پائی۔ اس کی عمر چون سال تھی جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

نصیب حجۃ الاسلام ازیں سرائے سپنج
حیات پنجہ و چار و وفات پالضدوچ

غزالی (زکی شد اور تخفیف کے ساتھ بھی کہا گیا ہے) منسوب ہے غزالہ کی طرف جو طوس کے علاقہ کی ایک بستی ہے اور علما اہل سنت غزالی کو حجۃ الاسلام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی بڑی تعریف کی ہے اور اس کی تصانیف انتہائی عمدہ اور باکمال ہیں۔

اس کی احیاء العلوم کتب اخلاقیہ کی رب النوع ہے اور اس کی ولادت طوس میں ۴۵۰ھ ہجری میں ہوئی اور اس نے طوس اور نیشاپور میں رہ کر امام الحرمین کی شاگردی کی اور اس کے بعد نظام الملک وزیر کی ملاقات کی نظام الملک اس کے احترام میں کوئی کسر اٹھا

نہیں رکھتا تھا اور نظامیہ بغداد کی تدریس اس کے سپرد کی۔ پس وہ ۴۸۴ھ میں بغداد گیا اور جب اہل عراق اس کے فضل و کمال سے مطلع ہوئے تو وہ اس کے شیدائی ہو گئے اور وہ دس سال تک وہاں رہا۔ تقریباً تین سو افراد اعیان اہل علم میں سے اس کے درس میں حاضر ہوتے پھر اس نے زہد اختیار کیا۔ عزلت پسندی کو اپنایا اور دمشق چلا گیا۔ احیاء تصنیف کی پھر مصر و اسکندریہ کا سفر کیا۔ دوبارہ طوس آیا اور تصنیف میں مشغول ہوا اور جن دنوں اس نے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی تھی وزیر نے اسے خط لکھا اور اس سے بغداد آنے کی خواہش کی غزالی نے معافی چاہی اور جواب شافی اس کے لیے لکھا جیسا کہ قاضی نور اللہ مرحوم نے مجالس اور دوسری کتب میں وہ خط تحریر کیا ہے منقول ہے کہ اس نے آخری عمر میں کتاب المنقذ من الضلال شیعوں کے اعتقاد و عصمت ائمہ علیہم السلام کی رد میں لکھی اور غزالی کے معاصرین میں سے عمر خیام نیشاپوری حکیم اور صاحب اشعار مشہور ہے۔

اور ۵۱۰ھ میں یحییٰ بن عبد الوہاب محمد بن اسحاق محمد یحییٰ ابن مندہ نے (جو ابن مندہ مشہور تھا اصفہانی و محدث اور جو صاحب تصانیف ہے) وفات پائی اور ابن مندہ علم و حدیث کے گھرانے سے ہے اور اس کے تمام آباؤ و اجداد یحییٰ بن مندہ تک محدث اور فاضل تھے اور ۵۱۲ھ میں مستظہر باللہ خلیفہ نے خناق (گلے بند ہو جانے والی بیماری سے وفات پائی)

مستظہر کے بعد اس کا بیٹا ابو منصور فضل مسترشد اس کی جگہ بیٹھا اور وہ شجاع و بہادر اور بارعب و صاحب شہامت شخص تھا۔

منقول ہے کہ معتضد کے بعد خلفاء میں کوئی اس سے زیادہ ہوشیار اور تیز نہیں۔ سلطان مسعود سلطان سنجر کے بھتیجے نے مسترشد سے جھگڑا کیا اور جنگ و جدال کے بعد اس نے مسترشد پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس کے تمام متعلقین و خواص کے ساتھ ہمدان کے قریب ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ اہل بغداد نے اس واقعہ کے بعد بڑی چیخ پکار کی اور گریہ و زاری کی اور عورتیں سر برہنہ گلی کوچوں میں نکل آئیں اور خلیفہ پر رونے لگیں اور لوگوں کو نماز جماعت سے منع کر دیا گیا اور منبر توڑ دیئے گئے اور استغاثے کئے گئے یہاں تک کہ سلطان سنجر نے مسعود کو لکھا کہ جس وقت میرا خط تجھے ملے فوراً مسترشد کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ اس کے مقر سلطنت (دار الخلافہ) کی طرف بھیج دے۔ سلطان محمود نے اس کا حکم قبول کر لیا اور اسے احترام کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ کیا۔ مقام مراغہ میں پہنچے ہی تھے کہ اچانک فدائین میں سے سترہ افراد مسترشد کے خیمے میں گھس گئے اور اسے اس کے خواص کے ساتھ قتل کر دیا۔ جب یہ خبر بغداد میں پہنچی تو لوگ گھروں سے باہر نکل آئے اور گریہ و ندبہ کرنے لگے اور چہرے پیٹنے لگے اور مسترشد کے لیے مرثیے کہے گئے۔ یہ واقعہ ۵۲۹ھ میں واقع ہوا۔ اور اس کے زمانہ ۵۱۳ھ یا اس کے ایک سال بعد فخر الکتاب حسین بن علی اصفہانی جو طغرائی مشہور تھا مظلوم ہو کر مارا گیا اور طغرائی کو استاد کہتے تھے اور وہ سلطان مسعود سلجوقی کا وزیر تھا اس کے اشعار کا ایک دیوان ہے۔ اس کے محاسن اشعار میں سے اس کا مشہور قصیدہ لامیۃ العجم ہے کہ جس کا مطلع یہ شعر ہے۔

اصالته رعی صانتنی عن الخطل

وحلية الفضل زانتنی لدی العطل

اہلِ زمانے نے مجھے ردی گفتگو سے محفوظ کر دیا اور علم و فضل کے زیور نے مجھے زیوروں کے بغیر زینت دی ہے۔ اور یہ قصیدہ اس نے بغداد میں اپنی حالت اور اپنے زمانہ کی شکایت میں کہا ہے فقیر کہتا ہے کہ اگر طغرائی ہمارے زمانہ میں ہوتا اور ہمارے زمانہ کی سیر کرتا تو بہت ہی شکایات کرتا اور کئی قصیدے اس سلسلہ میں لکھتا۔

اور اپنے زمانہ اور اس کی زندگانیوں پر حسرتیں ظاہر کرتا۔ مناسب ہے کہ اس کے قصیدہ لامیہ کے چند اشعار یہاں ذکر کر کے انہیں فضلاء کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کریں۔ کیونکہ فضلاء کے ہاں اس قصیدہ کی بڑی اہمیت ہے اور کچھ لوگوں نے اس کی شرحیں لکھیں ہیں کہ جن میں سے ایک صلاح صفدی ہے۔ طغرائی نے کہا ہے خدا اس کا بھلا کرے۔

ما کنت او ثران بمتدبی زمنی
حتی اری دولته الاوغا دوالسفل
تقدمتنی اناس کان شوطهم
وارء خطوی ولوامشی علی مهل
هذا جزاء امرء اقرانه درجو
من قبله فتمنی فسحة الاجل
فان علانی من دونی فلاعجب
لی اسوة بانحطاط الشمس عن زحل
فاصبر \ لها غیر محتال ولاضجز
فی حادث الدهرمایغنی عن الحیل
اعدی عدوك ادنی ماوثقت به
فحاذرالناس واصحبهم علی دخل
فانما رجل الدنیا واحدها
من لایعول فی الدنیا علی رجل
وحسن ظنك بالایام معجزة
فظن شراً وکن منها علی وجل
غاض الوفاوفاض الغدروانفرجت
مسافته الخلف بین القول والعمل

وشان صدن قك عند الناس كذبهم
وهل يطابق معوج بمعتدل
فيم اقتحامك * لج البحر تركبه
وانت يكفيك منها مصته الوشل
ملك القناعة لا يخشى عليه ولا
يحتاج فيه الانصار والخول
ترجوالبقاء بدار لاثبات لها
فهل سمعت بظل غير منتقل

میں اس کو ترجیح نہیں دیتا کہ زمانہ مجھے طویل مدت تک رکھے تاکہ میں کمینے اور پست لوگوں کی حکومت دیکھوں۔ مجھے آگے بڑھایا ایسے لوگوں نے کہ جن کا قدم میرے قدم کے پیچھے تھا اگرچہ میں سنبھل کے چلتا تھا۔ یہ جزاء ہے اس شخص کی کہ جس کے ہم سن تو اس سے پہلے قبر میں پہنچ گئے ہیں اور وہ زندگی کی وسعت کی امید رکھتا ہے پس اگر مجھ سے بلند ہوا ہے وہ جو مجھ سے پست تھا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں میرے لیے تو نمونہ ہے سورج کے زحل ستارے کے گرنے کا پس ان چیزوں پر صبر کر حیلے نہ تلاش کر اور نہ رنجیدہ خاطر ہو زمانہ کی مصیبت ہیں۔ وہ مجھ ہے جو حیلوں سے بے نیاز کر دیتا ہے تیرا سب سے بڑا دشمن وہ زیادہ قریبی ہے کہ جس پر تو بھروسہ کرے پس لوگوں سے بچ کے رہ اور ان کا ساتھ مکر و فریب کے ساتھ دے کیونکہ دنیا میں مرد اور اس کا اکیلا مردوہ ہے جو دنیا میں کسی شخص پر اعتماد نہ کرتے اور زمانہ سے تیرا حسن ظن رکھنا عجزہ ہے بلکہ اس سے برا گمان رکھ اور ہمیشہ سے اس سے ڈرتا رہ کیونکہ وفا ختم ہوگئی ہے اور دھوکہ بازی جاری ہے اور قول و فعل کے ایک دوسرے سے مخالف ہونے میں کافی مسافت ہے لوگوں کے سامنے تیرے سچ بولنے کی کیفیت جھوٹ جیسی ہے اور کیا ٹیڑھا اور معتدل ایک دوسرے کے مطابق ہو سکتے ہیں تو کیوں سمندروں کی لہروں میں گھستا ہے کہ جس کی پشت پر تو سوار ہے تیرے لیے تو ٹپکنے والے پانی کو چوس لینا ہی کافی ہے۔ قناعت کی بادشاہی پر کوئی خوف و خطرہ نہیں اور اس میں نہ مددگاروں کی ضرورت ہے اور نہ زرخرید غلاموں کی تو اس گھر میں بقاء کی امید رکھتا ہے جس کے لیے خود ثبات نہیں کیا۔ تو نے کوئی ایسا سایہ بھی سنا ہے جو منتقل نہ ہوتا ہو۔

پھر واضح ہو کہ طغرائی نسبت ہے اس کی جو طغرا لکھتا ہو اور اس عنوان خط کو کہتے ہیں جو خطوں پر بسم اللہ سے اوپر موٹے قلم سے لکھا جاتا ہے کہ جس میں اس بادشاہ کے تعریفی اوصاف و القاب ذکر ہوتے ہیں کہ جس کی طرف سے خط لکھا جاتا ہے اور یہ عجمی لفظ ہے۔

ماہ شوال ۵۱۵ھ میں حسین بن مسعود بن فراء نے (جو محی السنہ بغوی کے لقب سے مشہور ہے اور کتاب مصابیح علم حدیث میں اور معالم التنزیل علم تفسیر میں اور تہذیب فقہ میں اور شرح السنہ وغیرہ کا مولف ہے) مرو میں وفات پائی اور ۵۱۶ ہجری میں قاسم بن علی بن محمد بصری نے (جو حریری کے لقب سے مشہور مقامات و درۃ الغواص فی اغلاط الخواص کا مولف ہے) وفات پائی کہا گیا ہے کہ

حریری نے کتاب مقامات مسترشد کے وزیر عمید الدولہ کی خواہش اور حکم سے انشاء کی تھی۔ اور پہلا مقامہ جو انشاء کیا وہ مقامہ حرامیہ ہے کہ ابوزید سروجی کو مسجد بنی حرام میں جو ایک قبیلہ کا نام ہے کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ سوال و گدائی کرتے ہوئے دیکھا جب کہ مسجد فضلاء سے پر تھی اور فضلاء ابوزید کی فصاحت و بلاغت پر حیران رہ گئے اور اس کے متعلق گفتگو کرنے لگے حریری نے یہ مقامہ اسی سلسلہ میں انشاء کیا جب وزیر کے سامنے پیش کیا تو وزیر خوش ہوا اور حکم دیا کہ اسی قسم کے اور مقامے انشاء کرو پس حریری نے چالیس مقامے انشاء کیے اور وزیر کے سامنے پیش کر دیئے۔ بعض فضلاء نے حسد کی بناء پر انکار کیا اور کہنے لگے کہ یہ کسی اور شخص کی انشاء پر وازی ہے اور حریری نے اپنی طرف اس کی نسبت غلط دی ہے، ورنہ اگر ہمت ہے تو اور بھی انشاء کرے۔ حریری نے اس بناء پر دس مقامے اور انشاء کئے اور مجموعاً پچاس ہو گئے۔

زمخشری نے مقامات کی مدح کرتے ہوئے کہا ہے۔

اقسم بالله وایاته

ومعشر الخیف میقاته

ان حریری حری بان

تکتب باالتبر مقاماته

اللہ اور اس کی آیات کی قسم مقام خیف میں جمع ہونے والے اور اس کے میقات کی قسم حریری اس لائق ہے کہ اس کی مقامات سنہری حروف سے لکھی جائے اور جس شخص کو مقامات پر احاطہ ہو وہ جانتا ہے کہ حریری فضل و کمال کثرت اطلاع اور وسعت علم میں کس پائے کا آدمی ہے اور ہمیشہ اہل فضل مقامات کو اہمیت دیتے رہے ہیں اور اس کی کئی شرحیں لکھی ہیں اور مقامات کا موجد اوّل بدیع الزمان ہمدانی ہے اور حریری نے اسی کی طرز پر لکھی ہے اور حارث بن ہمام سے مراد جسکا مقامات کے ابتداء میں نام لیا گیا ہے خود حریری ہے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے ماخوذ ہے۔ کلکم حارث وکلکم ہمام۔ حارث کا معنی کاسب اور ہمام کا معنی زیادہ اہتمام کرنے والا کوئی ایسا شخص نہیں جو حارث اور ہمام نہ ہو۔ کیونکہ ہر ایک کسب کرتا ہے اور اپنے امور میں اہتمام رکھتا ہے۔ حکایت ہے کہ فکر کرتے وقت حریری اپنی داڑھی کے بال نوچنے کا بڑا گرویدہ تھا۔

اور ۵۱۶ ہجری میں علی بن ابوزید محمد میدانی نیشاپوری شیعہ امامی نے جو فصیحی استر آبادی کے لقب سے مشہور تھا وفات پائی اور اس کی فصیحی اس لئے کہتے تھے کہ وہ ہمیشہ کتاب فصیح جو ثعلبی کی علم نحو میں تصنیف سے پڑھتا رہتا تھا ۵۱۶ ہجری ہی میں بغوی محی السنۃ کی وفات ہوئی۔

اور ۵۱۸ ہجری میں ابوالفضل احمد بن محمد میدانی نیشاپوری ادیب نے وفات پائی۔ اس کی تالیفات میں سے ہے۔ کتاب السامی فی الاسامی اور کتاب مجمع الامثال دونوں کتابیں مشہور بھی ہیں اور عمدہ بھی اور میدانی اور زمخشری کے درمیان ایک لطیفہ واقع ہوا ہے کہ جس کے ذکر کو پسند نہیں کرتا۔ اور میدانی منسوب ہے میدان کی طرف (زبر کے ساتھ) وہ نیشاپور کے ایک محلے کا نام ہے اور یہ

دو اشعار میدانی مذکور کی طرف منسوب ہیں۔

متنفس صبح الشیب فی لیل عارضی
فقلت عساه یکتفی بعذاری
فلما فشی عاتبته فاجابنی
ایاهل صبحاً بغیر نهار

بڑھاپے کی صبح میرے رخسار کی رات پر پھوٹی تو میں نے کہا قریب ہے کہ یہ میرے رخسار ہی پر اکتفاء کرے پس جب وہ پھیلی تو میں نے اسے سرزنش کی تو اس نے مجھے جواب دیا اے فلاں کبھی تو نے صبح دن کے بغیر بھی دیکھی ہے۔ اور ۵۲۰ھ میں احمد بن محمد طوسی غزالی ابو حامد غزالی کے بھائی نے قزوین میں وفات پائی۔ اور غزالی (زکی شد اور بغیر شد کے بھی منقول ہے) منسوب ہے غزالی کی طرف جو طوس کے علاقہ کی ایک بستی ہے اور احمد غزالی کی کتاب احیاء العلوم کو مختصر کیا ہے ایک جلد میں اور اس کا نام رکھا ہے احیاء الاحیاء جیسا کہ علماء شیعہ امامیہ میں سے مرحوم محدث کاشانی نے اس کو مختصر کیا اور اس کی کاٹ چھانٹ کر کے اس کا نام محجۃ البیضاء فی تہذیب الاحیاء رکھا ہے (نقل از حاشیہ ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں نقل کیا ہے کہ احمد غزالی بڑا بولنے والا واعظ تھا بغداد میں آیا اور لوگوں کو وعظ کیا اور ابلیس کے لیے تعصب برتتا تھا کہتا تھا کہ وہ موحدین کا سردار ہے اور اس نے ایک دن منبر پر کہا جو شخص شیطان سے توحید نہ سیکھے وہ زندیق بے دین ملحد ہے اس کو حکم ہوا کہ وہ اپنے آقا کے علاوہ کسی کا سجدہ کرے تو اس نے انکار کر دیا اور میں صرف تمہارے سامنے عاجزی و انکساری کرتا ہوں باقی رہے تمہارے علاوہ لوگ تو حاشا و کلا) (ہرگز ان کے سامنے نہیں جھکتا۔ مترجم)

اور ۵۲۵ھ ہجری میں حکیم عارف کامل معنوی مولوی صاحب مثنوی ابوالمجد مجدود بن آدم نے (جو حکیم سنائی اور شاعر غزنوی مشہور تھا) وفات پائی۔ جیسا کہ صاحب روضات نے بعض فضلاء سے نقل کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی وفات ۵۵۵ھ میں انوری شاعر کے چار سال بعد ہوئی اور حکیم سنائی کے بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ (شاید) وہ شیعہ اور محبان اہل بیت علیہم السلام میں سے تھا۔ قاضی نور اللہ مرحوم کی کتاب مجالس کی طرف رجوع کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ ھو العالم۔

راشد باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جب ۱۶ ذیقعدہ ۵۲۹ھ ہجری میں مسترشد مارا گیا تو اس کا بیٹا ابو منصور جعفر راشد اس کی جگہ بیٹھا کہا گیا ہے کہ راشد جب پیدا ہوا تو اس کی مقعد کا سوراخ بند تھا۔ اطباء نے اسے کھولا اور اس کے زمانہ میں آسمان سے موصل شہر میں آگ برسی کہ جس سے شہر کی جگہیں بہت سے مکانات کے ساتھ جل گئیں اور بغداد میں بھی اڑنے والے بچھو پیدا ہوئے کہ جن سے لوگ بہت وحشت زدہ ہوئے اور انہوں نے بہت سے بچے مار ڈالے۔ یہ بھی نقل ہوا ہے کہ راشد اور سلطان مسعود کے درمیان منافرت پیدا ہو گئی لہذا راشد نے بہت

سا لشکر مسعود سے لڑنے کے لیے تیار کیا۔ اور سلطان مسعود ماہ ذی الحجہ میں ۵۳۰ھ میں بغداد میں داخل ہوا اور رعیت کے دل اپنی طرف مائل کر لیے۔ دارالخلافہ کو لوٹ لیا اور بہت سے گواہ قاضیوں کے پاس جمع کیے جنہوں نے گواہی دی کہ راشد کی سیرت قبیح ہے اور وہ بلا وجہ لوگوں کے خون بہاتا ہے اور برے کام انجام دیتا ہے پس قاضی القضاۃ مالکیہ ابن کرخی نے حکم دیا کہ اسے خلافت سے معزول کر دیا جائے لہٰذا اس کو خلافت سے ہٹا دیا گیا اور راشد اصفہان کی طرف بھاگ گیا اور وہاں کا محاصرہ کر لیا۔

فدائین کی ایک جماعت اس پر ٹوٹ پڑی اور انہوں نے اس کا خون بہا دیا اور راشد کا قتل ۵۳۲ھ میں واقع ہوا۔

ابو عبد اللہ محمد مقتفی لامر اللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر

جس دن راشد کو خلافت سے معزول کیا گیا اس کا چچا ابو عبد اللہ محمد تخت خلافت پر مستقل و مستقر ہوا اور اس کو مقتفی لامر اللہ کہتے تھے اور اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ خلافت تک پہنچنے سے چھ ماہ یا چند روز پہلے اس نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا اور آپؐ نے اس کو حکومت کی بشارت دی اور فرمایا اقتف بی، (یعنی میرے نقش قدم پر چلنا) لہٰذا جب وہ خلافت پر مستقر ہوا تو اس نے طریقہ عدل کو اپنایا تو اس نے طریقہ عدل کو اپنایا اور اس کے زمانہ ۵۳۸ھ میں فخر خوارزم ابو القاسم محمود بن عمر معتزلی نے جو جار اللہ زمخشری کے نام سے مشہور ہے زمخشر میں وفات پائی اور زمخشر بروزن غضنفر خوارزم کے علاقہ کی ایک بستی ہے اور زمخشری کو جار اللہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ کچھ مدت کے لیے اس نے مکہ کی مجاورت اور پڑوس اختیار کیا تھا اور اس کا ایک پاؤں سردی کی وجہ سے خوارزم کی طرف جاتے ہوئے کسی سفر میں کٹ گیا تھا لہٰذا وہ لکڑی کے سہارے چلتا تھا۔ اس کی تصانیف بہت سی ہیں ان میں سے کشاف تفسیر قرآن میں اور فائق تفسیر حدیث میں اساس البلاغہ لغت میں انموذج نحو میں اور نصائح کبار و نصائح صغار زواجر و وعظ میں ہیں اور زمخشری سے لطیف و عمدہ اشعار نقل ہوئے ہیں۔ ان میں سے وہ اشعار ہیں جو اس نے اپنے شیخ و استاد ابو مضر منصور کے مرثیہ میں کہے ہیں۔

وقائلۃ ماھذہ الدرر التی
تساقط من عینیک سمطین سمطین
فقلت ھو الدر الذی کان قد حشی
ابو مضر اذنی تساقط من عینی

کسی کہنے والی نے کہا کہ یہ کیسے موتی ہیں جو دو دو لڑیوں میں تیری آنکھوں سے گر رہے ہیں تو میں نے کہا کہ یہ وہ موتی ہیں جو ابو

معنوں نے میرے کانوں میں بھرے تھے اب وہ میری آنکھ سے گزر رہے ہیں۔

اور کتاب نصائح کبار میں کہ جو پچاس مقاموں پر مشتمل ہے اس کے آخری مقامے میں جو گمنامی اور گوشہ نشینی میں ہے چند اشعار کہے ہیں جن میں اپنے آپ کو مخاطب قرار دیتا ہے۔

اطلب ابا القاسم الخمول ودع
غیرك يطلب اسامیاً وكنى
شبه ببعض الاموات نفسك لا
تبرزه ان كنت عاقلاً فطنا
ادفنه في البيت قبل ميتة
واجعل له من خموله كفناً
علك تطفی ماأنت موقده
اذأنت في الجهل تخلع الرسنا

اے ابوالقاسم گمنامی کو تلاش کر اور چھوڑ دے اپنے غیر کو جو نام اور کنیتیں تلاش کرتا پھرتا ہے اپنے نفس کو بعض مردوں کی مانند سمجھ کر اس کو باہر نہ نکال اگر تو عقلمند و زیرک ہے تو اس کو اس کے مرنے سے پہلے گھر میں دفن کر دے اور اس پر گمنامی کا کفن ڈال دے شاید تو اس آگ کو بجھا سکے جو تو نے روشن کی ہے، کیونکہ تو جہالت میں اطاعت کی رسیاں چھڑوالیتا ہے۔

اسی کے اشعار میں سے ہیں جو کشاف میں سورۃ بقرہ کی تفسیر میں ذکر کیے ہیں اور یہ بھی وصیت کی ہے کہ یہ اشعار اس کی لوح قبر پر لکھے جائیں۔

یامن یری مدالبعوض جناحها
فی ظلمة اللیل البهیم الالیل
ویری مناط عروقها فی نحرها
والمخ فی تلك العظام النحل
اغفر لعبد عن فرطاته
ماکان منه فی الزمان الاول

اے وہ ذات جو مچھروں کے پروں کے پھیلاؤ کو سخت تاریک رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں دیکھتی ہے اور اس کی رگوں کے تعلق کو اس کی گردن کے ساتھ اور ان باریک ہڈیوں کے اندر کے گودے کو دیکھتا ہے بخش دے اس بندے کو جو اپنی کوتاہیوں

سے توبہ کرتا ہے جو کہ اس سے گزشتہ زمانہ میں ہو چکی ہیں اور اس کی تصانیف میں سے کتاب ربیع الابرار ہے اور جو شخص اس کتاب کی طرف رجوع کرے تو اسے محسوس ہوگا کہ وہ باانصاف شخص ہے اور اس کے بعض کلمات کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اسے شیعہ کہا ہے۔ واللہ العالم ان چند اشعار کو زمخشری کی طرف نسبت دیتے ہیں۔

کثر الشك والخلاف وكل
يدعی الفوز بالصراط السوی
فاعتصامی بلا اله سواه
ثم حبی لاحمد وعلی ﷺ
فاز كلب بحب اصحاب كهف
كيف اشقی بحب آل النبی

شک اور اختلاف بہت ہو گیا ہے اور ہر ایک سیدھے راستے پر کامیابی کا مدعی ہے پس میرا تمسک تو "اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں" کے ساتھ پھر میری محبت احمد مجتبیٰ اور علی مرتضیٰ سے ہے کتا تو اصحاب کہف کی محبت سے کامیاب ہو گیا تو میں آل نبی کی محبت کے باوجود کیسے شقی و بد بخت رہوں گا۔

اور ۵۳۹ھ میں ابو منصور موہوب بن احمد بغدادی ادیب نے (جو ابن جوالیقی مشہور تھا) بغداد میں وفات پائی۔

اور وہ معاصر تھا ہبۃ اللہ بن صاعد کا جو ابن تلمیذ نصرانی ماہر طب کے نام سے مشہور اور مقتفی باللہ کے خواص میں سے تھا اور ابن جوالیقی وہی ہے جس نے درۃ حریری کا تتمہ تکملہ کے نام سے لکھا تھا۔

اور ۲۶ رمضان ۵۴۲ ہجری سید ہبۃ اللہ بن علی بغدادی نے (جو ابن شجری مشہور نحوی لغوی اور شیعہ امامی تھا) وفات پائی اور محلہ کرخ بغداد میں دفن ہوا۔

اور ۵۴۴ ہجری میں آسمان سے خون کی بارش اس طرح ہوئی کہ زمینیں خون خون ہو گئیں اور خون کے اثرات لوگوں کے لباس میں رہے۔ اسی سال قاضی عیاض مغربی محدث ادیب نحوی نے وفات پائی۔ اس کی کئی تصانیف ہیں۔

شرح صحیح مسلم اور تفسیر غریب صحاح ثلثہ موطا و صحیح مسلم و بخاری وغیرہ اور عیاض ریاض کے وزن پر ہے۔ ۵۴۷ھ میں سلطان مسعود سلجوقی نے وفات پائی اور ۵۴۷ھ ہی میں انوری شاعر نے وفات پائی اور بلخ میں دفن ہوا۔ اور ۵۴۸ھ میں محمد بن عبدالکریم شہرستانی اشعری صاحب کتاب ملل و نحل نے وفات پائی اور اسی سال کے ماہ جمادی الثانی میں احمد بن منیر شامی امامی شاعر نے وفات پائی ابن خلکان نے کہا ہے کہ اس کی قبر جبل جوشن حلب میں ہے میں نے اس کی قبر کی زیارت کی ہے۔ اور میں نے اس کی لوح قبر پر یہ نوشتہ دیکھا ہے کہ

من زار قبری فلیکن موقعاً ان الذی القاه یلقاه

فرحم الله امرمزارنی وقال لی یرحمک الله

جو میری قبر کی زیارت کرے وہ یقین کرے کہ جس کی میں نے ملاقات کی ہے وہ بھی اس کی ملاقات کرے گا پس خدا اس شخص پر رحم کرے جو میری زیارت کرے اور میرے حق میں کہے کہ خدا تجھ پر رحمت نازل فرمائے اور اس کا ایک عمدہ قصیدہ ہے جو اس نے اپنے غلام کے اظہار عشق میں کہا ہے کہ جس کا نام تتر تھا۔اس کا قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں مکمل ذکر کیا ہے۔

اور ۵۴۸ھ میں بعض اقوال کے مطابق شیخ اجل اقدام سعید وجبر فقیہ فرید امین الاسلام ابوعلی فضل بن حسن طبری عالم مفسر ومحدث ثقہ جلیل نے سبزوار میں وفات پائی اور ان کا جنازہ شہر اقدس میں لے گئے وہاں انہیں دفن کیا ان کی قبر شریف اب مشہور ہے اس جگہ کہ جسے قتل گاہ کے نام سے شہرت ہے جو قتل عام حکومت صفویہ کے آخر میں عبداللہ خان افغان کے اشارہ سے ہوا تھا اور شہداء کو وہاں دفن کیا گیا تھا اور وہ جگہ اس نام سے موسوم ہو گئی ہے یہ شیخ جلیل ابونصر حسن بن فضل صاحب مکارم الاخلاق کے والد اور ابوالفضل علی بن حسن صاحب مشکوۃ الانوار کے جد امجد ہیں ان کے سلسلہ نسب کے لوگ علماء تھے اور امین الاسلام طبرسی کی تصانیف میں سے کتاب مجمع البیان اور جوامع الجامع ہے۔منقول ہے کہ آپ نے جب تفسیر مجمع لکھی تو اس وقت تک انہوں نے کشاف نہیں دیکھی تھی اور مجمع کے لکھنے کے بعد جب کشاف نظر سے گزری تو انہیں اچھی معلوم ہوئی اور کتاب الجوامع لکھی اور اس میں لطائف کشاف اور فوائد مجمع جمع کر دیئے۔اس کے بعد پھر ایک ان دونوں سے مختصر کتاب تفسیر لکھی۔ان کی تصانیف میں سے آداب دینیہ اور اعلام الوری باعلام الہدی ہے جو ارشاد شیخ مفید کے طریقہ پر لکھی ہے اور اس کی نسبت ارشاد سے وہی ہے جو ابن نما کی مثیر الاحزان کو لہوف سے ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ ربیع الشیعہ تالیف سید ابن طاؤس اعلام الوری کی طرح ہے بغیر کسی فرق کے جیسا کہ صاحب روضات نے نقل کیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ امین الدین طبرسی کی خوبیاں اس سے زیادہ ہیں کہ لکھی جائیں۔

ان کا نظریہ رضاع کے سلسلہ میں مشہور ہے اور ان کا یہ قول ہے کہ نشر حرمت رضاع میں اتحاد شوہر شرط نہیں اور اسی طرح ان کا یہ قول کہ گناہ سب کبیرہ ہیں اور صغیرہ کے ساتھ جو متصف ہوتے ہیں وہ اس کی نسبت سے ہیں جو اس سے بڑا گناہ ہو اور کتاب ریاض میں ہے کہ اس طبرسی کے عجیب امور میں سے بلکہ ان کی عجیب وغریب کرامات میں سے وہ ہے کہ جو عام وخاص میں مشہور ہے کہ انہیں سکتہ ہو گیا پس لوگوں نے گمان کیا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں پس انہیں غسل وکفن دے کر دفن کر دیا اور لوگ واپس آ گئے۔پھر جب انہیں آفاقہ ہوا تو انہوں نے اپنے آپ کو قبر میں پایا اور یہ کہ ہر طرف سے نکلنے کا راستہ بند ہے تو انہوں نے اسی حالت میں نذر کی کہ اگر انہیں اس مصیبت سے نجات مل جائے تو وہ تفسیر قرآں میں ایک کتاب لکھیں گے پس ایسا اتفاق ہوا کہ ایک کفن چور ان کا کفن لینے کے قصد سے آیا۔جب اس نے قبر کا منہ کھولا تو شیخ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔پس کفن چور نے جو کچھ دیکھا اس کی دہشت سے پریشان ہو گیا تو شیخ نے اس سے بات کی اب اس کی گھبراہٹ اور بڑھ گئی پس شیخ نے اس سے فرمایا ڈرو نہیں میں زندہ ہوں مجھے سکتہ ہو گیا تھا پس لوگوں نے میرے ساتھ یہ کچھ کیا اور چونکہ شیخ انتہائی ضعف وکمزوری کی وجہ سے اٹھ کر چل نہیں سکتے تھے لہٰذا کفن چور نے آپ کو کندھے پر

اٹھالیا اور انہیں آپ کے بیت الشرف میں لے آیا تو شیخ نے اسے خلعت اور کافی مال عطا فرمایا اور آپ کے ہاتھ پر کفن چور نے توبہ کی پھر انہوں نے اپنی اس بیان شدہ نذر کو پورا کیا اور مجمع البیان تفسیر کی تالیف شروع کی۔انتھی۔

اور اس شہرت کے باوجود صاحب ریاض سے پہلے کسی کی تالیف میں یہ واقعہ نہیں ملتا اور کبھی یہ واقعہ مولیٰ فتح اللہ کاشانی کی طرف نسبت دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے انہوں نے اس واقعہ سے نجات کے بعد اپنی تفسیر کبیر کہ جس کا نام منہج الصادقین ہے تالیف فرمائی واللہ العالم۔

پھر معلوم رہے کہ یہ طبرسی احمد بن علی ابن ابی طالب طبرسی کے علاوہ ہیں جو کتاب احتجاج علی اہل اللجاج کے مولف اور ابن شہر آشوب سروی کے شیخ واستاد اور زمانہ کے لحاظ سے ان کے ہمعصر اور شان وقدر میں بھی ان سے ملتے جلتے ہیں۔

اگرچہ اس سلسلہ میں بعض کو اشتباہ ہوا ہے اور طبرستان وہی ماز ندران ہے اور کبھی کبھی اس کی طرف طبری کی نسبت خلاف قیاس ہوتی ہے بخلاف طبرانی کے کہ وہ طبریہ اردن کی طرف نسبت ہے جو کہ شام کے شہروں میں سے ہے۔

اور ۵۴۸ھ میں شیخ اجل قطب الدین سعید بن ہبۃ اللہ بن حسن راوندی نے وفات پائی جیسا کہ یہ تاریخ ان کی لوح قبر پر ثبت ہے لیکن وہ جو صحیح ہے اور بحار میں شیخ شہید کے مجموعہ سے نقل ہے وہ یہ ہے کہ ان کی وفات بدھ کے دن ۱۴ رشوال ۵۷۳ھ میں ہوئی اور اس بزرگوار کا مزار شہر مقدسہ قم کے صحن جدید حرم مطہر فاطمہ لازالت مھبطاً للفیوضات السبحانیہ کے پائنتی کی طرف ہے وران شیخ بزرگوار کی تصنیفات بہت ہیں مثلاً شرح نہایہ خلاصۃ التفاسیر و خرائج و جرائح وفقہ القران ودعوات ومعاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغہ اور ان کے مشائخ واساتذہ کافی ہیں۔جن میں سے شیخ ابوعلی طبری وعماد الدین طبری وغیرہ ہیں اور ان کی اولاد علماء وفضلاء میں سے تھی اور ان کا اصلی وطن راوند کاشان ہے اور ضیاء الدین ابوالرضا سید فضل اللہ بن علی حسینی راوندی ابوعلی بن شیخ کے شاگرد اور صاحب ضوء الشہاب فی شرح الشہاب وغیرہ اور اربعین وغیرہ بھی اسی جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور اکثر اوقات ان دونوں بزرگوں کی تالیفات نسبت راوند کی شرکت کی وجہ سے ایک دوسرے سے مشتبہ ہو جاتی ہے۔

واضح ہو کہ قطب الدین کا لقب علماء کی ایک جماعت پر بولا جاتا ہے جن میں سے پہلے قطب راوندی ہیں دوسرے عالم خبیر ماہر ادیب ابوالحسن محمد بن حسین بیہقی سبزواری نیشاپوری جو قطب الدین کیدری مشہور ہیں جو کتاب اصباح فقہ اور حدائق الحقائق شرح نہج البلاغہ اور مباحثی المبج فی مباحثی الحجج کے مولف ہیں اور کتاب مباہج کو ملا حسین کاشفی نے مختصر کیا ہے اور اس کا نام بہجۃ المباہج رکھا ہے اور شرح نہج البلاغہ سے ان کے فارغ ہونے کی تاریخ اواخر شعبان ۵۷۶ھ ہے۔

تیسرے شیخ عالم اجل ابوجعفر محمد بن محمد بویہی اور رایمنی ہیں جو قطب رازی اور قطب تحتانی مشہور تھے۔تحتانی (اس لیے کہتے تھے) تا کہ ان کے اور اس قطب کے درمیان فرق ہو جائے جو مدرسہ ناظمیہ میں ان کے ساتھ اوپر کے کمرے میں رہتا تھا اور قطب رازی محاکمات وشرح مطالع وشمسیہ وحاشیہ برقواعد علامہ وغیرہ کے مولف ہیں اور وہ منسوب ہیں بابویہ قمی یا آل بویہ کی طرف اور وہ علماء شیعہ امامیہ میں سے ہیں اور دمشق میں ۷۶۶ ہجری میں وفات پائی ہے۔

چوتھے قطب الدین محمد اشکوری لاہیجی ہیں جو محقق طوسی کے شاگرد اور کتاب محبوب القلوب کے مولف ہیں۔ پانچویں قطب الدین جو قطب محی محمد کوشکناری کے ساتھ مشہور ہیں جو استاد ہیں متکلم حکیم ملا جلال الدین دوانی مشہور کے چھٹے علامہ شیرازی محمود بن مصلح شافعی فارسی ہیں جو مختصر ابن حاجب اور مفتاح کی قسم سوم کے اور کلیات بن سینا وغیرہ کے شارح اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے شاگرد اور شیخ سعدی کے ماموں ہیں۔

اور ۵۵۶ھ میں سلطان سنجر بن ملکشاہ بن الب ارسلان سلجوقی نے مرو میں وفات پائی اور سلطان سنجر کے پاس خراسان ماوراء النہر کی سلطنت تھی اور عراقین (بصرہ وکوفہ) میں اس کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے۔ اس کو سلطان اعظم معز الدین کہتے تھے۔ منقول ہے کہ اس کے خزانہ میں اتنا مال جمع تھا کہ ملوک اکاسرہ (کسریٰ کی جمع) میں سے کسی کے بھی خزانہ میں اتنا مال نہیں تھا اور وہ مسلسل ترقی پذیر تھا یہاں تک کہ ۵۴۸ ہجری میں طائفہ اتراک نے اس سے جنگ کی اور نیشاپور کو اپنے تصرف میں لے لیا اور بہت سی مخلوق کو قتل کیا اور سلطان سنجر کو قید کر لیا۔ پس خوارزمشاہ شہر مرو پر مسلط ہو گیا اور سلطان سنجر پانچ سال تک قید میں رہا پھر اس نے اپنے کو قید سے رہا کیا اور خراسان میں آیا اور اپنی سلطنت کو اکٹھا کرنے کے درپے تھا کہ اجل نے اسے مہلت نہ دی اور اس کی موت سے سلجوقیہ کا استبداد خراسان سے ختم ہوا اور خوارزمشاہ کا غلبہ وتسلط ہو گیا۔

سلطان سنجر کی تاریخ وفات میں کہا گیا ہے۔

جہان دار سنجر که درباغ ملك
سرفراز بودی بکر وار سرد
چو در مرد میمود انجا بمرد
بو سال فوت دی از شاه مرد ۵۵۶

پھر ہم مقتفی لامر اللہ کے زمانہ کے واقعات کی طرف رجوع کریں خلاصہ یہ ہے کہ مقتفی کے زمانہ میں بغداد عراق کی ریاست وحکومت تو خلفاء کے لیے صاف اور کسی نزاع کے بغیر ہو گئی کیونکہ گذشتہ زمانوں میں تو سوائے خلافت کے نام کے ان کے پاس کچھ باقی نہیں رہا تھا اور اسی کے زمانہ میں بڑے بڑے زلزلے روئے زمین میں واقع ہوئے اور خراسان میں سخت قحط پڑا اس طرح کہ ایک شخص نے کسی سید علوی کو قتل کر کے پکایا اور بازار میں اس کا گوشت بیچنے لگا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ اور مقتفی کے کارناموں میں سے خانہ کعبہ کے دروازے کی تجدید ہے۔

اور دمیری کہتا ہے کہ مقتفی نے عقیق کا ایک تابوت اپنے لیے بنوایا تھا تا کہ اس میں وہ دفن ہو اور اس کی وفات ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں واقع ہوئی۔

یوسف بن محمد مستنجد باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مقتفی نے دنیا سے رحت سفر باندھا تو اس کا بیٹا ابو المظفر یوف مستنجد اس کی جگہ پر بیٹا اور یہ ۵۵۵ ہجری کا واقعہ ہے جو اس خواب کے مطابق ہے جسے مستنجد نے دیکھا تھا۔ جیسا کہ ابن خلکان نے نقل کیا ہے کہ مستنجد نے اپنے باپ کی زندگی میں خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور اس کی ہتھیلی پر اس نے چار حروف ''خ'' لکھے جب بیدار ہوا تو اس نے معبر خاب کو بلوایا اور اپنا خواب اس سے بیان کیا تو معبر نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تجھے خمس و خمسین و خمس ماۃ ۵۵۵ ہجری میں حکومت ملے گی اور ویسا ہی ہوا جس طرح اس نے تعبیر کی تھی اور مستنجد کو پوری معرفت تھی علم اسطرلاب اور عمل آلات افلاک کی اور شعر بدیع اور نثر بلیغ کہنے کی اور اس کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں۔

عیرتنی بالشیب وھو وقار
لیتھا عیرت بما ھو عار
ان یکن شابت الزوائب منی
فاللیالی تزینھا الاقمار

میری محبوبہ نے مجھے بڑھاپے کا طعنہ دیا، حالانکہ وہ تو عزت و وقار ہے کاش وہ کوئی ایسا طعنہ دیتی جو عار ہوتا اگر میری زلفیں سفید ہو گئی ہیں تو راتوں کو چاند ہی زینت دیا کرتے ہیں۔

مستنجد عدل سے موصوف تھا اور اس کی بڑی کوشش ہوتی کہ مفسد لوگوں کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈالا جائے اور منقول ہے کہ ایک چغل خور مفسد کو مستنجد نے گرفتار کر کے زندان میں ڈالا تو ایک شخص اس کی سفارش کرنے آیا اور اس نے دس ہزار دینار خلیفہ کے سامنے پیش کئے کہ اس کو چھوڑ دیں۔ مستنجد نے کہا میں تجھے دس ہزار دینار دیتا ہوں کہ ایک اور شخص اس جیسا ڈھونڈ لاتا کہ میں اس کو قید کر دوں اور لوگ اس کے شر و فساد سے آسودہ خاطر ہو جائیں۔ اس کی وفات آٹھ ربیع الثانی ۵۶۶ ہجری یا ایک قول کی بنا پر ۵۶۷ھ میں ہوئی اور اس کے زمانہ ۵۵۹ھ میں جمال الدین ابو جعفر محمد بن علی بن ابو منصور اصفہانی وزیر قطب الدین مودود زنگی صاحب موصل کے جنازہ کو لے چلے کہ اسے مدینہ لے جائیں قاریوں کی ایک جماعت بھی اس کے ساتھ لے چلے کہ وہ ہر منزل میں اس کے لیے قرآن پڑھیں اور جس شہر میں جاتے تو لوگوں کے درمیان نماز جنازہ پڑھنے کے لیے منادی کرتے لوگ آتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھتے۔ حلہ میں جب لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جمع ہوئے تو ایک جوان بلند جگہ پر چڑھ گیا اور اس نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے۔

سری نعشه فوق الرقاب وطالما
سری جووه فوق الرکاب ونائله

يمر على الوادي تثني رماله
عليه وبا العادي وتثني ارامله
بفيك الثرى لم تدر من حل في الثرى
جهلت وقد يستصغر الشئ جاهله

اسکی لاش گردنوں پر سوار ہو کر چل رہی ہے اور اکثر اوقات اس کا جودو بخشش سواریوں پر سوار ہوتے تھے اس کی لاش سے گزرتی ہے تو وادی کی ریت اس کی تعریف کرتی ہے۔اور کسی مجلس سے گزرے تو اس کی بیوہ عورتیں اس کی تعریف وثنا کرتی ہیں تیرے منہ میں خاک ہو تجھے معلوم نہیں کہ مٹی میں کون دفن ہوا تو جاہل ہے اور جو کسی چیز سے جاہل ہو وہ اس کو معمول سمجھتا ہے۔

پس اس کا جنازہ مکہ میں لے گئے اور اسے طواف کرایا اور مدینہ میں قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب وجوار میں پندرہ ہاتھ کے فاصلے پر اسے دفن کریا اور یہ جمال الدین وہی شخص ہے کہ جس نے مسجد خیف کی میدان منیٰ میں تجدید کی اور جانب کعبہ میں حجراسود کی تعمیر کی اور بہت سا مال مقتفی باللہ اور امیر مکہ کو دیا پھر جا کر کہیں یہ تعمیرات کیں اور ایک مسجد جبل عرفات پر ان سیڑھیوں کے ساتھ جو وہاں تک پہنچاتی ہیں بنائی اور عرفات میں حوض بنوائے اور مدینہ منورہ کی فصیل بنوائی اور بہت سے فقراء ومساکین کے لیے مکانات موقوفہ بنائے اور جزیرہ ابن عمر کے پاس دجلہ کا پتھر لوہے اور سادرج سے پل بنایا اور ابھی وہ پل مکمل نہیں ہوا تھا کہ اس نے داعی حق کو لبیک کہا (دنیا سے چل بسا) ۵۶۰ھ میں شیخ عبدالقادر بن محمد جنگی دوست جیلانی نے وفات پائی اس کی قبر بغداد میں ہے۔

اس کی تاریخ ولادت عشق اور تاریخ وفات عشق کمل ہے صوفیوں اور اہل سنت کو اس سے بڑی عقیدت ہے اور اسے باز اللہ اشهب (اللہ کا عمدہ باز) غوث اعظم وشیخ العارفین اور قطب زمان کہتے ہیں اور بہت دعوؤں کے ساتھ اس کے کرامات نقل کرتے ہیں محی الدین عربی کے دعووں کی طرح۔

منجملہ ان کے جو اس سے حکایت ہوئی وہ کہتا ہے کہ حجاج سے لغزش ہوئی اور کوئی شخص نہیں تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا۔اگر میں اس کے زمانہ میں ہوتا تو ضرور اس کا ہاتھ پکڑتا اور یہ بھی کہا کہ مجھے ابھی ابھی علم لدنی کے ستر باب دیئے گئے ہیں ہر باب کی وسعت آسمان وزمین کے درمیانی فاصلہ جتنی ہے اور یہ بھی اس سے حکایت ہے اس نے کہا کہ زمین کے مشرق ومغرب آباد وغیر آباد بروبحر سہل وجبل میرے سپرد کر دیئے گئے ہیں سب مجھے قطبیت سے مخاطب کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اس کی نسبت امام حسن علیہ السلام سے دیتے ہیں موسیٰ جون کے واسطہ سے، لیکن صاحب عمدۃ الطالب اور دیگر علماء انساب سے نقل ہوا ہے کہ وہ اس نسبت کا انکار کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کہ وہ اولاد امام حسن علیہ السلام میں سے) خود شیخ عبدالقادر نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا اور تفصیل کلام اس مقام کے مناسب نہیں واللہ العالم۔

اور ۵۶۲ھ میں ابو سعید عبدالکریم بن محمد سمعانی مروزی شافعی مورخ نساب نے (صاحب النساب وتواریخ مشہور وتذئیل تاریخ بغداد وغیرہ) مرو میں وفات پائی اور سمعان بن تمیم کی ایک شاخ ہے۔

اور ۵۶۳ھ میں شیخ سہروردی عبدالقاہر بن عبداللہ مشہور صوفی کی وفات ہوئی۔

اور ۵۶۵ھ میں ابوالقاسم حسین بن محمد بن مفضل نے جو راغب اصفہانی کے نام سے مشہور اور لغت وعربیت واد بیت وحدیث وشعر وغیرہ میں نامور ہے، وفات پائی۔ راغب اگرچہ علماء شافعیہ میں شمار ہوتا ہے، لیکن منصف مزاج اور کم تعصب انسان ہے اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام سے بہت کچھ نقل کرتا ہے اور شاہ ولایت کے نام کے ساتھ ہمیشہ لفظ امیر المومنین تحریر کرتا ہے۔ اور بہت سی کتابیں ادب تفسیر قرآن اور اخلاق میں تالیف کی ہیں ان میں سے اخلاق کی ایک کتاب اخلاق ناصری کی طرح کی ہے اور اسکے اشعار میں سے جو اس کتاب سے نقل ہوئے ہیں یہ ہیں۔

زصد ہزار محمد کے درجہان آید
یکی بمنزلہ جاہ مصطفی نشود
گرچہ عرصہ عالم پراز علی گردو
یکی بعلم وسخاوت چہ مرتضی نشود
جہان گرچہ ز موسیٰ وچوب خالی نیست
یکی کلیم گردو یکی عصا نشود

اور اسی کی تصانیف میں سے ہے کتاب محاضرات جو نوادر حکمت ودانائی کی باتوں اور عمدہ حکایات وغیرہ پر مشتمل ہے اس کتاب کی دوسری جلد میں سولھویں حد کے بیان میں ان روایات واحادیث کو ذکر کیا ہے جو طوالت کی مذمت میں ہیں۔ الخ

یہاں مصنف نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے جس کا ذکر مناسب نہیں ہے ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم

مستضیئ بنوراللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مستنجد مرگیا تو ابوالحسن (ابومحمد حسن ح ل) علی مستضی باپ کی جگہ پر بیٹھا منقول ہے کہ وہ جواد اور سخی کثیر الخیر اور صاحب صدقات شخص تھا اور جب مستضی خلافت پر مستقر ہوا تو اس نے ایک ہزار تین سو خلعتیں ارباب حکومت کو پہنائیں اور اسکے زمانہ میں بنی عبید کی حکومت مصر میں ختم ہوگئی اور وہ مستضی کے نام کا خطبہ پڑھنے لگے اور اس کے نام کا سکہ جاری کیا۔ لہٰذا عباسی حکومت یمن ومصر کے علاقوں میں دوبارہ پلٹ آئی بعد اس کے دوسو پندرہ سال سے وہاں سے منقطع ہو چکی تھی۔

اس کے زمانہ میں دجلہ کا پانی بغداد میں زیادہ ہوگیا اور اس نے بغداد کو غرق کر دیا اور فرات کے پانی میں بھی طوفان اس حد تک آیا کہ تمام زیر کاشت زمینیں اور بستیاں تباہ ہوگئیں اس کے باوجود جبل کے علاقہ کی کھیتیاں پانی نہ ہونے کی وجہ سے تلف ہوگئیں۔

۵۶۷ھ میں عبداللہ بن احمد بغدادی نے (جو ابن خشاب مشہور تھا) وفات پائی۔ سیوطی نے نقل کیا ہے کہ ابن خشاب

ناموس علم کی نگہبانی وحفاظت میں بے پرواہ تھا۔شطرنج کھیلتا اور زیادہ مزاح وتمسخر کرتا۔اس کا لباس ہمیشہ گندا اور پرانا ہوتا اس نے شادی نہیں کی اور اس کی بیدینی کی ایسی شرح بیان کی ہے کہ جس کا ذکر ہمارا مقصود نہیں اور اسی سال بوری شافعی اور قرطبی امام قرات نے بھی وفات پائی۔

۵۶۸ھ میں ابوالمویداحمد بن محمد مکی حنفی نے (جو اخطب خوارزمی مشہور اور زمخشری کا ہمعصر تھا) وفات پائی اور ابتداء شوال ۵۶۹ھ میں سعید بن مبارک نے (جو ابن وہاں مشہور نحوی اور بغدادی تھا) وفات پائی اور ابن وہاں نحویوں کے ایک گروہ کا لقب تھا۔

۵۷۳ ہجری میں محمد بن محمد بن عبدالجلیل بلخی عمری نے (جو رشید وطواط کے لقب سے مشہور عمر بن الخطاب سے منسوب سلطان خوارزم شاہ مہندی کا کاتب اور حدائق السحر فی دقائق الشعر کا مولف ہے) خوارزم میں وفات پائی۔ ۵۷۴ ہجری میں ابوالفوارس سعد بن محمد سعد بن صیفی نے جو حیص بیص مشہور اور شاعر تھا بغداد میں وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوا۔اس کے حیص بیص کے لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ایک دن لوگوں کو دیکھا کہ کسی سخت معاملہ میں بے اختیار تکرار کر رہے ہیں تو اس نے کہا کہ کیا ہو گیا ہے کہ لوگ گڑبڑ میں پڑ گئے کہ جس سے نکلنا مشکل ہے اور اس کے اشعار میں سے ہے "ملکنا وکان العفو منا سجیۃ" جب ہم مالک ہوئے تو معاف کرنا ہماری عادت تھی۔ الخ۔اس قصیدہ کے انشاء کرنے میں اس کا ایک لطیف قصہ ہے۔اور ۵۷۵ ہجری میں اور ایک قول ہے ۵۹۵ ہجری میں مستضی بنور اللہ کی وفات ہوئی۔

احمد بن مستضیئ ناصر الدین اللہ
کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب مستضی نے دنیا کو الوداع کہا تو اس کا بیٹا ابوالعباس احمد ناصر الدین اللہ اس کی جگہ پر بیٹھا یہ ابتدائے ذی القعدہ ۵۷۵ ہجری یا ایک قول کی بنا پر ۵۹۵ ہجری کا واقعہ ہے ناصر صاحب عقل ہوشیار اور زیرک شخص تھا جب خلافت پر مستقر ہوا تو اس نے حکم دیا جتنی شراب ہے سب بہادی جائے اور آلات لہو ولعب سب توڑ ڈالے۔لہٰذا اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے شہر آباد ہو گئے اور لوگوں میں رزق کی فراوانی ہوئی۔لوگ بقصد تبرک بغداد کی طرف آتے۔ناصر نے تمام بنی عباس کے خلفاء سے زیادہ زمانہ خلافت کی اور اس نے جاسوس وعیون قرار دیئے تھے جو ہر بادشاہ کے پاس رہتے اور جو واقعات ومطالب واقع ہوتے وہ اسے اطلاع کر دیتے۔لوگوں کا یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ ناصر اہل کشف ہے اور مغیبات پر اطلاع رکھتا ہے۔بعض کہتے کہ جنات اس کی خدمت کرتے ہیں اور ملوک وا کابر مصر وشام جب اس کا نام لیتے تو آواز کو ہلکا کر دیتے اس کی ہیبت وجلال کی وجہ سے اور وہ مسلسل عزت وجلال میں رہا۔یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوا اور کہا گیا ہے کہ ناصر شیعہ مذہب تھا اور اپنے آباؤ اجداد کے برخلاف طریقہ امامیہ کی طرف میلان رکھتا تھا یہاں تک کہ ابن

جوزی سنی سے ناصر کے دربار میں پوچھا گیا کہ رسولؐ خدا کے بعد تمام لوگوں سے افضل کون تھا تو ابوبکر کا نام صراحتہً لینے کی جرات نہ کر سکا اور اجمال کے ساتھ جواب دیا "افضلهم بعده من كانت ابنته في بيته" رسولؐ کے بعد افضل وہ ہے کہ جس کی بیٹی اس کے گھر میں تھی۔ اور اس عبارت میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ مراد یہ ہو کہ رسولؐ کی بیٹی جس کے گھر میں ہے کہ جس سے مقصود امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ افضل وہ شخص ہے جس کی بیٹی رسولؐ کے گھر میں ہے تو مراد ابوبکر ہوگا۔ اور یہ جواب لطیف جوابوں میں سے ہے اور ابن جوزی ہی سے سوال کیا گیا کہ خلفاء کی تعداد کتنی ہے تو اس نے کہا چار چار چار۔ اہل سنت نے اسے تاکید پر حمل کیا اور شیعوں نے بارہ اماموں پر صلوات اللہ علیہم اور ابن خلکان نے ملک افضل علی بن یوسف دمشق وغیرہ کے بادشاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ صلاح الدین یوسف وزیر المصریین نے ملک افضل علی کو اپنا ولی عہد بنایا اور جب یوسف مر گیا اور علی دمشق کا امیر ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی عثمان کے ساتھ جسے عزیز مصر کہتے تھے جھگڑا کیا اور آخر کار اس کے بھائی عثمان نے اپنے چچا ملک عادل کی معیت میں دمشق کا محاصرہ کر لیا اور دمشق اس سے چھین لیا۔ ملک افضل نے ناصر کو خط لکھا جس میں اس نے اپنے بھائی عثمان اور چچا ابوبکر کی اس سے دمشق لے لینے کے سلسلہ میں شکایت کی اور اس نے خط میں یہ اشعار درج کیے اور خط ناصر کو بھیج دیا۔

مولای ان ابابکر وصاحبه
عثمان قد غصبا بالسیف حق علی
وهوالذی کان قد ولاه والده
علیهما فاستقام الامر حین ولی
فخالفاه وحلاعقد بیعته
ولا مر بینهما والنص فیه جلی
فانظر الی حظ هذا الاسم کیف لقی
من الاواخر مالاقی من الاول

اے میرے مولا و سردار بیشک ابوبکر اور اس کے ساتھی عثمان نے تلوار کے زور سے علی کا حق غصب کر لیا ہے حالانکہ علی وہ ہے کہ جسے اس کے باپ نے ان دونوں پر حاکم مقرر کیا تھا پس معاملہ سیدھا تھا جب اس نے حاکم مقرر کیا پس ان دونوں نے مخالفت کی اور اس کی بیعت کی گرہ کھول دی اور معاملہ ان دونوں کے درمیان ہے حالانکہ اس میں تو نص جلی موجود ہے۔ پس اس نام کے بارے میں غور کیجئے کہ اس کا آخر والوں سے کیسے سامنا ہوا جس طرح کہ پہلے والوں سے ہوا تھا تو اس کے پاس ناصر کا جواب آیا کہ جس کی ابتداء میں یہ اشعار تھے۔

وافی کتابك یابن یوسف معلنا
بالود یخبران اصلك طاهر

غصبا علیا حقه اذلم یکن
بعد النبی له بیثرب ناصر
فاصبر فان غداً علیه حسابهم
وانشر فناصرك الامام الناصر

اے ابن یوسف تیرا خط محبت کا اعلان کرتے ہوئے پہنچا جو خبر دیتا ہے کہ تیری اصل پاک ہے۔ان دونوں نے علیؑ کا حق غصب کیا کیونکہ نبی اکرمؐ کے بعد یثرب (مدینہ) میں اس کا کوئی ناصر و مددگار نہیں تھا، پس صبر کرو کیونکہ اس پر کل ان کا حساب ہوگا، لیکن تو اپنے جھنڈے کو پھیلا دے کہ تیرا مددگار امام ناصر ہے۔

ناصر کے زمانہ ظاہری ۵۸۲ھ میں سات ستاروں نے برج میزان میں اجتماع کیا تو ابوالفضل خوارزمی اور دوسرے منجمین نے آندھیوں کے طوفان سے عالم کے خراب ہو جانے کا حکم لگایا۔لوگوں نے زیر زمین تہہ خانے کھودنے اور وہاں کھانا پینا لیجانا شروع کیا در سخت ہواؤں کے چلنے کے لیے تیاریاں کیں اور وعدہ والی رات کا انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ وہ رات جو کہ نو جمادی الثانی کی رات تھی پہنچ گئی اور بالکل آندھی بلکہ بادنسیم بھی نہ چلی۔یہ حالت تھی کہ لوگوں نے جو شمعیں جلائی ہوئی تھیں ہوا میں اتنی بھی حرکت نہ تھی کہ چراغوں کے شعلوں میں اس سے حرکت پیدا ہوتی۔شعراء نے اس سلسلہ میں اشعار کہے ان میں سے ابوالغنائم محمد بن معلم کے اشعار ہیں جو اس واقعہ میں کہے گئے ہیں۔

قل لابی الفضل قول معترف
مضی جمادی وجائنا رجبٌ
وماجرت زعزع کما حکموا
ولا بدا کوکب له ذنبٌ
قد بأن کذب المنجمین وفی
ای مقال قالو اوما کذبوا
مدبر الامر واحد احدٌ
لیس بسع لحادث سببٌ
لاالمشتری سالم ولا زحل
باقٍ ولا زهرة ولا القطب

فلیبطل المدعون ماوضعوا
فی کتبھم ولیحرق الکتب

اعتراف کرنے کی بات ابوالفضل سے کہہ دے کہ جمادی کا مہینہ گزر گیا ہے اور جب ہمارے پاس آ گیا ہے نہ تو کوئی آندھی چلی جس طرح انہوں نے دعویٰ کیا تھا اور نہ ہی کوئی دمدار ستارہ ظاہر ہوا۔ بیشک نجومیوں کا جھوٹ ظاہر ہو گیا اور کون سی بات انہوں نے کہی ہے کہ جس میں انہوں نے جھوٹ نہ بولا ہو۔ حالانکہ امر عالم کی تدبیر کرنے والا اکیلا ہے۔ سات ستارے کسی پیدا ہونے والے امر کا سبب نہیں ہیں۔ نہ مشتری سالم رہے گا اور نہ زحل کے لیے بقاء ہے اور نہ ہی زہرہ وقطب پس دعویدار خود ہی باطل قرار دیں ان چیزوں کو جو کتابوں میں بنا رکھی ہیں اور ان قطب کو پھاڑ ڈالیں۔

۵۷۶ھ میں احمد بن محمد بن ابراہیم بن سلفہ نے جس کی تصانیف معروف اور جو حافظ سلفی کے لقب سے مشہور ہے وفات پائی اور سلفی اپنے جد اعلیٰ سلفہ کی طرف منسوب ہے اور وہ عجمی لفظ ہے کہ جس کا معنی ہے تین ہونٹ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ایک ہونٹ چیرا ہوا تھا اور بعض کہتے ہیں سلفی (سین کی زبر کے ساتھ) منسوب ہے طریقہ سلف کی طرف۔

۵۷۸ ہجری فخر الاجلہ شیخ فقہاء حلہ بن احمد بن ادریس حلی عجلی فقیہ اصولی صاحب کتاب سرائر نے وفات پائی اور ابن ادریس اخبار آحاد پر عمل نہیں کرتا تھا اور وہ پہلا شخص ہے کہ جس نے بنائے اعتراض وطعن شیخ طوسی پر رکھی ہے اور علامہ حلی نے ان پر بہت طعن واعتراض کئے ہیں۔ اور منتھی المقال میں ہے کہ اس زمانے میں مشہور ہوا ہے کہ ابن ادریس جوانی کے عالم میں فوت ہو گیا جب کہ اس کی عمر پچیس سال کو نہیں پہنچی تھی اور کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے شیخ طوسی کے حق میں بے ادبی کی تھی لیکن جو کچھ میں نے بحار میں شیخ شہید کے خط سے منقول دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ ابن ادریس ۵۵۸ ہجری میں حد بلوغ کو پہنچا اور ۵۷۸ ہجری میں وفات پائی اور اس بناء پر تو ان کی عمر ۳۵ سال بنتی ہے بلکہ رسالہ مشہورہ کفعمی میں جو علماء کی وفاتوں کے سلسلہ میں ہے کہ بعد اس کے کہ ابن ادریس کا حد بلوغ کو پہنچنا ۵۵۸ ہجر میں نقل کیا ہے ان کے بیٹے صالح سے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے روز جمعہ ظہر کے وقت ۱۸ شور ۵۹۸ ہجری میں وفات پائی تو اس بناء پر تو ان کی عمر تقریباً پچپن (۵۵) سال بنتی ہے واللہ العالم انتھی

اور واضح ہو کہ ابن ادریس کے معاصرین میں سے شیخ ثقہ جلیل سدید الدین ابوالفضل شاذان بن جبرئیل قمی مقیم مدینہ منورہ ہیں کہ جن کی تالیفات میں سے مشہور کتاب فضائل ہے کہ جس سے علامہ مجلسی بحار میں نقل کرتے ہیں اور نادر اخبار اور عمدہ طبع پسند معجزات اس میں بہت سے ہیں مثلاً حدیث مفاخرہ حضرت زہرا امیر المومنینؑ کے ساتھ اور مفاخرہ امام حسین علیہ السلام کا اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اور سلمان کا اپنی موت کے وقت مدائن میں ایک مردہ سے کلام کرنا اور دیگر اس قسم کے واقعات اور شاذان مذکور اپنے باپ جبرئیل سے اور ابوجعفر محمد بن ابوالقاسم بن محمد سے (جو عماد الدین طبری مشہور اور کتاب بشارۃ المصطفیٰ الشیعۃ المرتضیٰ اور کتاب زہد وتقویٰ وغیرہ کے مولف ہیں روایت کرتے ہیں۔

اور ۵۸ ہجری میں حکیم خاقانی شیروانی مشہور شاعر عجمی نے وفات پائی اور وہ مشہور شاعر حکیم نظامی کے طبقہ میں ہے وہ

شیروان کی طرف منسوب ہے وہ ایسا شہر ہے کہ جسے نوشیروان نے تعمیر کیا تھا اور اسی کے نام پر اس کا نام ہو گیا۔

اور ۵۸۳ ہجری میں نقل ہوا ہے کہ سال کا پہلا دن ہفتہ کے پہلے دن کے ساتھ اور شمسی پہلا دن اور عربی کا پہلا دن آپس میں مطابق تھے اور شمس و قمر ایک ہی برج میں تھے اور یہ عجیب اتفاقات میں سے تھا۔ اسی سال سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو شامات کے بہت سے شہروں کے ساتھ فتح کیا اور انہیں فرنگیوں اور عیسائیوں کے قبضہ سے نکالا۔

۵۸۵ ہجری میں سید جلیل فقیہ عزالدین حمزہ بن علی بن ابوالمحاسن زہرہ حسینی جو ابوالمکارم بن زہرہ مشہور تھے وفات پائی اور اس سید جلیل کا نسب بارہ واسطوں سے حضرت صادق علیہ السلام سے جاملتا ہے اور وہ تمام جلیل القدر سادات تھے اور بنوزہرہ شریف گھرانہ ہے ان میں سے بہت سے افراد ابوالمکارم کی اولاد اور چچازاد بھائیوں میں سے فقہا و علماء تھے۔ ان میں سے سید علاؤالدین ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن حسن بن زہرہ ہیں کہ علامہ حلی نے انہیں ان کے بیٹے ابوعبداللہ حسینی اور ان کے بھائی سید بدرالدین محمد کے لیے اجازہ کبیرہ لکھا جو اجازہ بنوزہرہ کے نا سے مشہور ہے۔ خلاصہ یہ کہ بنوزہرہ حلب میں جلیل القدر خاندان تھا اور ان میں سے زیادہ مشہور ابن زہرہ مذکور ہیں جو شیخ شاذان بن جبرئیل قمی کے اور صاحب سرائر کے اور شیخ محمد بن مشہدی وغیرہ کے شیخ و استاد تھے۔

ابن زہرہ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے ایک ہے غنیۃ النزوع الی علم الاصول والفروع اور نزوع (نون کی پیش کے ساتھ یہاں اشتیاق کے معنی میں ہے۔

اور ۵۸۵ ہجری کے ہی حدود میں شیخ منتجب الدین علی بن عبداللہ رازی مشہور فہرست کے مولف جو شیخ طوسی کے زمانہ کے علماء سے لے کر ان کے اپنے زمانہ تک کے علماء کے حالات میں ہے اور اس شیخ جلیل کا نسب حسین بن علی بن بابویہ قمی تک جاملتا ہے اور شیخ صدوق رئیس المحدثین ان کے علم اعلیٰ ہیں اور ان کے مشائخ اس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہو سکیں۔

اور ابتداء ذی الحجہ ۵۸۶ ہجری میں شیخ ادیب مورخ متکلم عبدالحمید بن بہاالدین محمد مدائنی اصولی معتزلی حکیم (جو ابن ابی الحدید کے نام سے مشہور ہے) کی ولادت ہوئی اور یہ وہی ہے جس نے نہج البلاغہ کی شرح وزیر موید الدین محمد بن محمد بن عبدالکریم قمی کے کتب خانہ کے لیے کی اور اپنی شرح کی ابتداء میں کہا ہے حمد ہے اس خدا کی جو کمال میں منفرد ہے جس نے مفضول کو افضل پر مقدم کیا کسی مصلحت کی بناء پر جس کا تقاضا بندوں کی ذمہ داری کرتی تھی او اب ابی الحدید فریقین کے درمیان محاکمہ اور فیصلہ کے لحاظ سے منصف مزاج تھا اور وہ علماء اہل سنت کے درمیان خلفاء بنی امیہ کے مابین عمر بن عبدالعزیز کی مثل ہے اور اس کی کئی ایک تالیفات ہیں اس کے ہی مشہور سات قصیدے ہیں۔ فضائل امیرالمومنین میں جن کی شرح نجم الائمہ شارح رضی استرآبادی شیعہ امامی نے کی اور ابن ابی الحدید کے معاصرین میں سے ہیں سید اجل شمس الدین فخار بن معد موسوی صاحب کتاب حجۃ الاھب فی رد تکفیر ابی طالب اور یہ سید بزرگوار اپنے وقت کے بزرگوں اور دین و دنیا کے فخر و مباہات کے لحاظ سے اپنے زمانہ کے بڑے بزرگوں میں سے تھے یہاں تک کہ ہمارے علماء اطیاب کے اسانید میں سے کوئی سند ان سے خالی نہیں ہے (اور فخار ف کی زبر اور خ کی تخفیف کے ساتھ ہے) جیسا کہ ان کے والد کا نام معد مرد کی طرح ہے جو معد بن عدنان عرب کے باپ کے نام کے مترادف اور ہم وزن و ہم معنی ہے۔

اور سید فخار نے اپنی کتاب حجۃ الذاہب تصنیف کرنے کے بعد ابن ابی الحدید کے پاس بھیجی تو اس نے اس کی پشت پر وہ کچھ لکھا جس میں مدح جناب ابوطالب تو تھی لیکن ان کے اسلام کے متعلق اس نے تصریح نہیں کی۔ابن ابی الحدید پر وہ کچھ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے۔

اور سید ۶۳۰ھ میں فوت ہوئے اور سید فخار یحییٰ بن حسن سے (جو ابن بطریق کے نام سے مشہور حلی وشیعہ امامی اور عمدہ مناقب کا مولف ہے) روایت کرتے ہیں اور بطریق کبریت کی طرح ہے روم کے لشکر کا وہ قائد وافسر جس کے ماتحت دس ہزار سپاہی ہوں۔

اور ۲۲ شعبان ۵۸۸ھ ہجری اجل قطب المحدثین محمد بن علی بن شہر آشوب سروی مازندرانی صاحب کتاب مناقب وغیرہ نے وفات پائی اور حلب شہر کے باہر مشہور جبل جوشن کے اوپر دفن ہوئے اور یہ وہی جگہ کہ جہاں ابن منیر شاعر امامی کی قبر ہے کہ جس کی وفات ۵۴۸ھ ہجری میں ہوئی ہے ہم پہلے اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اور ابن شہر آشوب بزرگ علماء شیعہ میں سے ہیں لیکن علماء اہلسنت بھی ان کے فضل کے معترف ہیں اور ان کی تجلیل کرتے ہیں اور حالات علماء میں ان کے حالات انہوں نے بھی لکھے ہیں اور کثرت علم وعبادت وخشوع وتہجد کے ساتھ ان کی تعریف کی ہے اور منقول ہے کہ وہ ہمیشہ باوضو رہتے اور جس وقت وہ کتاب مناقب لکھ رہے تھے تو ہزار کتاب مناقب کی ان کے پاس جمع تھیں اور اس سرمایہ کے باوجود کتاب مناقب کی ابتداء میں فرماتے ہیں پس میں نے اپنے اوپر لازم قرار دیا اس کتاب کو جمع کرنا حالانکہ میں کہتا ہوں مجھے کیا سروکار ہے تصنیف وتالیف کے ساتھ جب کہ سرمایہ کم ہے اور یہ فن عظیم الشان ہے اور اس شیخ جلیل کے مشائخ بہت ہیں اور ان کے مشائخ واساتید میں سے ہیں متکلم امین ابوجعفر رابع عماد الدین محمد بن علی بن محمد طوسی جو ابن حمزہ طوسی مشہور ہیں کہ جن کی ایک تالیف کتاب وسیلہ ہے فقہ میں اور کتاب الرائع فی الشرائع ہے اور کتاب ثاقب المناقب ہے معجزات حجج طاہرہ میں اور وہ بزرگ ابوعلی بن شیخ طوسی کے شاگردوں کے طبقہ میں داخل ہیں اور ہمعصر ہیں شیخ ثقہ جلیل فضال ابوعلی محمد بن حسن واعظ فارسی نیشاپوری شہید کے جن کا لقب فتال ہے جو مصنف ہیں روضۃ الواعظین اور کتاب تنویر فی معانی التفسیر کے اور انہیں ابوالمحاسن عبدالرزاق رئیس نیشاپور نے کہ جس کا لقب شہاب الاسلام تھا شہید کیا تھا۔

۵۹۰ھ ہجری میں قاسم بن فیرہ مقری نحوی نے (جو شاطبی امام قرات مشہور تھا اور مشہور قصیدہ قرآمات کے سلسلہ میں جس کا نام حرز الیمانی ووجہ التہانی ہے وفات پائی۔فضلاء کی ایک جماعت نے اس قصیدہ کی شرح لکھی ہے جن میں سے ایک علی بن محمد شافعی علم الدین سخاوی ہے اور شاطبی شہر شاطبہ کی طرف منسوب ہے جو اندلس کے علاقہ کا ایک شہر ہے۔

اور ۵۹۶ھ ہجری میں دریائے نیل کا پانی رک گیا اور قحط سالی وگرانی اس حد تک ہوگئی کہ لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگے اور انہوں نے کوئی مردار باقی نہ چھوڑا اور مردار کا کھانا اتنا عام ہوا کہ قبریں کھود کر مردوں کو نکالتے اور کھاتے تھے پس اہل مصر دوسرے علاقوں میں بکھر گئے اور بہت سے بھوک کے مارے ہلاک ہوگئے اور راستہ چلتے ہوئے کی نگاہ اور قدم مردے یا جان دیتے ہوئے پر پڑتی اور بستیوں اور چٹیل میدانوں میں رہنے والے سب مر گئے۔یہاں تک کہ ایک جاندار نہ بچا اور بہت سے آزاد مردوں اور بچوں کو

بچا گیا اور یہ قحط کئی سال تک رہا۔

۵۹۷ ہجری میں صرف مصر و شام کے علاقہ میں سخت زلزلہ آیا اور بہت سے مکانات ویران ہو گئے۔اسی سال ماہ رمضان میں عبدالرحمن بن علی نے (جو ابوالفرج ابن جوزی حنبلی مشہور تھا بغداد میں وفات پائی اور ابوالمظفر یوسف بن قزاوغلی صاحب تذکرہ وتاریخ اسی کا نواسہ ہے کہ جس نے ۶۵۴ ہجری کے اواخر میں دمشق میں وفات پائی۔منقول ہے کہ ابن جوزی نے اپنے خط سے بہت کتابت کی ہے اور قلم کے تراش کے ریزے جس قلم سے حدیث لکھتا تھا اس نے جمع کئے تھے اور اس نے وصیت کی تھی کہ میرے غسل کے پانی کو ان ریزوں اور تراشوں سے گرم کرنا۔(یعنی ان کی آگ جلا کر گرم کرنا، جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے غسل کے پانی کو ان ریزوں اور تراشوں سے گرم کیا گیا اور وہ کافی ہوا بلکہ کچھ ریزے بچ گئے اور ابن جوزی کا نسب سولہ واسطوں سے قاسم بن محمد بن ابوبکر سے جاملتا ہے اور اس کے بہت سے تالیفات ہیں اور اس کی نادر حکایات بھی زیادہ ہیں وہ روشن فکر لوگوں کا سردار رئیس ہے اور اس کا ایک لطیف وعمدہ واقعہ ایک عورت کے ساتھ ہے جو اس کے منبر کے نیچے بیٹھی تھی جب اس نے کلمہ سلونی قبل ان تفقدونی'' (مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے مفقود پاؤ) کہا جو اس کو دیکھنا چاہے کہ کتاب صراط المستقیم کا مطالعہ کرے۔اور ۵۹۹ ہجری میں زاہد عابد ابوعبداللہ محمد بن احمد قریشی مغربی نے وفات پائی ابن خلکان نے ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس کے کرامات واضح تھے اس کا مزار بیت المقدس میں ظاہر ہے کہ زیارت اور تبرک کے لیے اس کا قصد وارادہ کیا جاتا ہے۔انتھی۔

ملخصاً اور ظاہراً یہ وہی شخص ہے جس کی طرف یہ حکایت منسوب ہے کہ جسے اپنے معلق پیٹ کے درد کا خوف ہو تو وہ اپنی ہتھیلی اپنے پیٹ کے اوپر رکھے اور تین مرتبہ یہ کہے" اللیلۃ لیلۃ عیدی درضی اللہ عن سیدی ابی عبداللہ القرشی (آج کی رات میری عید کی رات ہے خدا میرے سید ابوعبداللہ قرشی سے راضی ہو) تو انشاء اللہ اسے تکلیف نہیں ہوگی۔

۶۰۱ ہجری میں فرنگیوں نے شہر قسطنطنیہ پر غلبہ حاصل کرلیا اور رومیوں کو باہر نکال دیا اسے اپنے تصرف میں لے آئے اور مسلسل ان کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ ۶۶۰ ہجری میں رومیوں نے فرنگیوں (یورپیوں) سے واپس لے لیا۔۲ محرم ۶۰۶ ہجری میں ابوالحسن ورام بن ابوفراس حارثی شیخ زاہد وصالح نے وفات پائی۔وہ نانا ہیں سید بن طاؤس کے اور مولف ہیں کتاب تنبیہ الخاطر کے کہ جو مجموعہ ورام کے نام سے مشہور ہے اس کتاب میں مخالفین سے خصوصاً حسن بصری سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔

۶۰۶ ہجری کے آخر میں ابن اثیر صالح جامع الاصول نے موصل میں وفات پائی ہمارے شیخ بہائی نے اپنے کشکول میں کہا ہے کہ ابن اثیر مجدالدین ابوالسعادات صاحب کتاب جامع الاصول ونہایۃ فی غریب الحدیث بہت بڑے روساء میں سے تھے اور بادشاہوں کے نزدیک آگے بڑھا ہوا تھا اور ان کی طرف سے مناصب جلیلہ پر فائز ہوا۔پس اس کو ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ جس سے اس کے ہاتھ پاؤں کام کرنے سے رہ گئے پس وہ اپنے گھر میں رہنے لگا۔اور منصب چھوڑ دیے۔لوگوں سے میل جول بھی ترک کردیا۔ البتہ روساء اس کے مکان پر اس کے پاس آتے تھے پس ایک طبیب اس کے پاس آیا اور اس نے اس کا علاج اپنے ذمہ لے لیا جب اس نے اس کا علاج شروع کیا اور تندرستی کے قریب پہنچا اور صحت کے کنارے جاملا تو اس طبیب کو سونے کی کوئی چیز دی اور اس سے کہا

کہ اپنی راہ لو۔ ابن اثیر کے دوستوں نے اس کو اس پر ملامت وسرزنش کی اور کہنے لگے تو نے اسے شاہ ابی تک کیوں نہیں رہنے دیا تو وہ ان سے کہنے لگا میں جب تندرست ہو گیا تو منصب طلب کروں گا اور ان میں داخل ہوں گا اور مجھے ان کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ لیکن جب تک میں اس حالت میں ہوں تو مجھ میں ان کی صلاحیت نہیں۔ پس میں اپنے اوقات اپنے نفس کی تکمیل اور کتب علم کے مطالعہ میں صرف کرتا ہوں اور ان کے ساتھ ان چیزوں میں نہیں داخل ہوتا کہ خدا ناراض ہو اور یہ راضی ہوتے ہیں اور رزق تو پہنچ کے ہی رہے گا پس اس نے اپنے جسم کا معطل رہنا پسند کیا تا کہ اس تعطل وبیکاری جسم سے وہ ان مناصب دنیاوی سے بچ جائے۔ اسی زمانہ میں اس نے کتاب جامع الاصول اور نہایہ اور دوسری مفید کتب تالیف کی ہیں اور ابن اثیر چند الفاظ پر بولا جاتا ہے۔ ایک تو یہی شخص مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم صاحب نہایہ والانصاف فی الجمع بین الکشف والکشاف وجامع الصول ہے اور جامع الاصول وہ کتاب ہے کہ جس میں اہلسنت کی چھ صحیح کتابوں کی تمام احادیث جمع ہیں اور وہ صحاح ستہ یہ ہیں۔ صحیح بخاری وسلم وموطا مالک وسنن نسائی وجامع ترمذی وسنن ابوداؤد سجستانی اور دوسرا علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم مولف کتاب کامل التواریخ واسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ہے کہ جس نے مستنصر کے زمانہ ۶۳۰ھ ہجری میں بغداد میں وفات پائی اور ایک نصر اللہ بن محمد بن محمد بن عبدالکریم ہے کہ جس کا لقب ضیاالدین ہے جس نے ۶۳۷ھ ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔

اور ۶۰۶ھ ہجری ہی میں عیدالفطر کے دن فخر بن خطیب محمد بن عمر نے (جو فخر رازی مشہور صاحب تفسیر کبیر وغیرہ ہے) ہرات میں وفات پائی۔

۶۰۸ھ ہجری میں لشکر تاتار بلاد اسلام میں داخل ہوا اور انہوں نے کیا جو کچھ کیا جیسا کہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں ذکر کیا ہے اور ان کے فتنہ کو فتنہ بخت نصر یا جوج ماجوج اور تمام فتنوں سے ممتاز قرار دیا ہے۔ وہاں رجوع کریں۔

اور ۶۱۰ھ ہجری میں علی بن محمد نے جو ابن خروف نحوی مشہور ہے وفات پائی اور اسی سال عیسیٰ بن عبدالعزیز نے جو جزولی مشہور ہے وفات پائی اور جزولی علم نحو کا امام اور اس کے وقائع سے اور غریب وشاذ سے باخبر تھا اور اس میں ایک مقدمہ لکھا ہے جس کا نام قانون رکھا ہے اور جزولی (ج وز کے پیش اور واؤ کے سکون کے ساتھ) جزولہ کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ بربر کی ایک شاخ ہے۔

اور ۶۱۰ھ ہجری میں ناصر بن عبدالسید فقیہ معتزلی حنفی ادیب نحوی نے (جو مطرزی مشہور ہے اور مطرز بروزن معظم کی طرف منسوب ہے) خوارزم میں وفات پائی۔

اس کے کئی تالیفات ہیں جن میں سے ایک مقامات حریری کی شرح ہے اور ماہ رجب ۵۳۸ھ ہجری میں اس کی ولادت خوارزم میں ہوئی۔ اسی سال زمخشری کی خوارزم میں وفات ہوئی۔ اسی لیے اسے زمخشری کا خلیفہ وجانشین کہتے ہیں ۶۱۶ھ ہجری میں شیخ ابوالبقاء عبداللہ بن حسین عکبری بغدادی ضریر (نابینا) نحوی حنبلی نے وفات پائی ابوالبقاء چیچک کی وجہ سے نابینا ہو گیا تھا اور نابینا ہونے کے باوجود بہت سی کتب اور شرحیں اس نے تالیف کیں ان میں سے ایک کتاب تبیان فی اعراب القرآن ہے جو ترکیب ابوالبقاء کے نام سے مشہور ہے اور عکبر عین کے پیش اور کاف کے سکون اور ب کی زبر کے ساتھ) دجلہ کے کنارہ بغداد کے اوپر دس فرسخ پر ایک چھوٹا سا

شہر ہے اور شیخ مفید راسی شہر کے رہنے والے ہیں۔

۶۱۸ ہجری ماہ صفر میں احمد بن عمر صوفی جو نجم الدین کبری کے لقب سے مشہور ابو جناب کنیت کتاب منازل السائرین وغیرہ کا مولف ہے خوارزم میں مغلوں کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہوا اور ۶۱۸ ہجری ہی میں مغلوں کے لشکر نے نیشاپور میں قتل عام کیا کہتے ہیں کہ چنگیز خان کا داماد تغاجار تولیخان کی طرف سے نیشاپور کے فتح کرنے پر مامور ہوا۔اس نے وہاں کا محاصرہ کرلیا محاصرہ کے تیسرے دن اس کو تیر لگا جس سے وہ فوراً مر گیا۔تولیخان نے جب یہ خبر سنی تو مرو و سرخس میں قتل عام کرنے کے بعد نیشاپور کی طرف گیا۔نیشاپور کے لوگوں نے قاضی رکن الدین علی کو سفارش کے لیے تولیخان کے پاس بھیجا۔تولیخان نے قاضی کی بات پر کان نہ دھرے ۱۲ صفر کو نیشاپور کا محاصرہ کیا اور محاصرہ کے چوتھے دن شہر فتح ہو گیا اور وہ شہر میں داخل ہو گئے حاکم شہر مجید الملک کو قتل کر کے عورتوں و مردوں کو صحرا کی طرف لے گئے اور سب کو قتل کر دیا اور چنگیز کی بیٹی نے شوہر کے قصاص میں شہر کی بنیادیں اکھڑوا کر اسے بالکل ویران کر دیا۔ ایک ہفتہ مسلسل شہر میں پانی چھوڑ کر ہل چلوائے اور جو کی کاشت کی۔

حبیب السیر کا مولف کہتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ سترہ لاکھ سینتالیس ہزار افراد کو قتل کیا۔واللہ عالم۔اور ماہ رمضان کے آخری دنوں ۶۲۲ ہجری میں ناصر عباسی کی وفات ہوئی اور ناصر اپنی وفات سے دو سال پہلے فالج کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔اس کی خلافت کی مدت سینتالیس سال تھی اور اس کی تعمیرات میں سے ہے عباس اور آئمہ اربعہؑ (امام حسنؑ و زین العابدینؑ و محمد باقرؑ و جعفر صادق علیہم السلام) کی بارگاہ جنت البقیع میں اور اس کی ماں نے بھی ۵۷۰ ہجری میں احد میں حضرت حمزہ کا گنبد بنوایا۔

اور ناصر ہی کے حکم سے ۶۰۶ ہجری میں سامرہ میں صفہ و سرداب مقدس کے درمیان ایک جالی ساج کی لکڑی کے دروازہ کے ساتھ بنائی گئی اور اس وقت ہمارے زمانہ میں جو کہ ۱۳۳۵ ہجری ہے وہ دروازہ موجود ہے اور علی درجہ کے امتیاز کے ساتھ قائم ہے۔حقیقت یہ ہے کہ صنعت نجاری میں وہ نفائس روزگار میں سے ہے۔حالانکہ اتنا زمانہ اس پر گزر گیا ہے اور اس طویل مرور زمانہ میں اس کی حفاظت و نگہداری کی طرف توجہ بھی نہیں کی گئی۔اور اس کی بعض جگہوں کو شمع اور چراغ کو جلا بھی دیا ہے پھر بھی ابھی تک بہترین جواہرات کی طرح جلوہ گر ہے۔اور اس کے کتیبہ پر یہ عبارت ثبت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم قل لااسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربی ومن یقترف حسنۃ نزد فیھا حسنا ان اللہ غفور شکور ھذا ما امر بعملہ سیدنا و مولانا الامام المفترض طاعتہ علی جمیع الانام ابو العباس احمد الناصر الدین اللہ المبین امیر المومنین وخلیفہ رب العالمین الذی طبق البلاد واحسانہ وعدلہ وغمر البلاد برہ وفضلہ قرن اللہ وامرہ الشریفۃ بالنجح والنشر و جنودہ بالتائید والنصر جعل لایامہ المخلدۃ

حد الا یکبو جوادہ والرایتہ المجدۃ سعداً لا یخبوزنادہ فی تخضع لہ الاقدار فیطیعہ عوصیھا ملک تخشع لہ الملوک فتملکہ نواصیھا ویتولی المولوی الحسین بن سعد الموسوی الذی الحیوۃ فی ایام المخلدۃ ویتمنی نفاق عمرہ فی الدعاء الدولۃ المویدۃ استجاب اللہ لہ دعوۃ فی ایامہ الشریفۃ السنیۃ سنہ وستاۃ الھلالۃ۔

ترجمہ: سہارا اللہ کے نام کا جو رحمان و رحیم ہے۔ کہہ دے کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قربیٰ کی مودت کے اور جو زیادہ نیکی کمائے تو ہم اس میں حسن کی زیادتی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا قدردان ہے۔ یہ وہ ہے کہ جس کے بنانے کا حکم ہمارے سردار آقا امام جس کی اطاعت تمام لوگوں پر فرض ہے ابوالعباس احمد ناصر الدین اللہ المبین امیر المومنین وخلیفہ پروردگار عالمین نے دیا ہے وہ کہ جس کا احسان وعدل شہروں پر منطبق اور جس کی نیکی اور فضل نے شہروں کو ڈھانپ رکھا ہے خدا اس کے اوامر کو کامیابی اور پھیلنے کے ساتھ اور اس کے لشکروں کو تائید ونصرت کے ساتھ ملا دے اور اس کے ہمیشہ رہنے والے زمانہ شاہی کے لیے ایسی حد قرار دے کہ جہاں اس کا رہوار منہ کے بل نہ گرتے اس کے بزرگ جھنڈے کے لئے ایسی نیک بختی ہو کہ جس کا چقماق نہ بجھے ایسی عزت میں کہ جس کے سامنے تقدیریں جھکیں پس ان میں سے نافرمان اطاعت کرنے لگیں اور ایسا ملک ہو کہ تمام بادشاہ جس کے لیے انکساری کا اظہار کریں پس وہ ان کی پیشانیوں کا مالک ہو اور اس کا متولی مولوی حسین بن سعد موسیٰ ہوا ہے جو اس کے ہمیشہ رہنے والے زمانہ میں زندگی کی امید رکھتا ہے اور اس کی ہمیشہ رہنے والی سلطنت کے لیے دعا کرنے میں اپنی عمر کو صرف کرنے کی تمنا رکھتا ہے خدا اس کی دعا قبول فرمائے اس کے بلند مرتبہ شریف دنوں میں ۶۰۶ھ ہلالی سال میں۔

محمد بن ناصر ظاہر بامر اللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

۶۲۲ ہجری میں جب ناصر کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابونصر محمد ظاہر بامر اللہ اس کی جگہ پر بیٹھا اور وہ خوش ہیبت و نیک سیرت شخص تھا۔ اس نے عدل وانصاف کی بناڈالی۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ ظاہر نے عدل وانصاف کا اظہار کیا اور عمر بن (عمر بن خطاب و عمر بن عبدالعزیز) کی سنت کا اعادہ کیا اور اگر کہا جائے کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد ظاہر جیسا کوئی خلیفہ نہیں آیا تو یہ سچ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ غصب شدہ مال واپس کئے اور قیدیوں کو قید سے رہائی دی۔

عید قربان کی رات ایک لاکھ دینار علماء وصلحاء پر تقسیم کیا۔ وہ کہتا تھا کہ جمع کرنا تو تاجروں کا مشغلہ ہے تم لوگ فعال امام کے زیادہ محتاج ہو بہ نسبت باتیں کرنے والے امام کے۔ مجھے چھوڑ دو کہ میں تم میں اچھے کام کرلوں جب تک کہ میں زندہ ہوں، لیکن اس کی

مدت خلافت کم رہی۔ اس نے نو ماہ اور چند دن خلافت کی اور ۶۲۳ھ ہجری میں اس کے حاجب (دربان) نے اسے قتل کر دیا۔

مستنصر باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر

جب ظاہر دنیا سے چل بسا تو اس کا بیٹا مستنصر باللہ ابو جعفر منصور باپ کی جگہ پر بیٹھا جب اس کی خلافت مستقر ہوئی تو اس نے عدل وانصاف کی طرح ڈالی اور اہل علم و دین کو ترقی دی اور مساجد و پل بنوائے اور سڑکیں درست کرائیں بغداد میں دجلہ کی مشرقی جانب ایک بے نظیر مدرسہ قائم کیا اور بہت اوقات اس مدرسہ کے لیے قرار دیئے۔ چار مدرّس اس کے لیے مقرر کئے تا کہ وہ چار مذاہب کے مطابق درس دیں اور ہسپتال بھی بنوایا اور بہت بڑا لشکر تاتاریوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے کہ اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سوار تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے تاتاریوں سے جنگ کی اور انہیں شکست دی اور جمعہ کے دن دس جمادی الثانی ۶۴۰ھ ہجری میں دنیا کو الوداع کہا۔

مولف کہتا ہے کہ ہم مقتدر باللہ اٹھارویں خلیفہ بنی عباس کی تاریخ کے ضمن میں نقل کر آئے ہیں۔ کہ ہر چھٹا خلیفہ بنی عباس کا یا خلافت سے معزول ہوا یا مقتول ہوا اور یا عزل و قتل دونوں میں مبتلا ہوا۔ یہ ضابطہ اور کلیہ مستنصر باللہ تک تو مستحکم رہا جو چھتیسواں خلیفہ اور چھٹے کے بعد چھٹواں ہے کہ جو نہ معزول ہوا اور نہ مقتول ہاں البتہ اگر مقتدر عبداللہ بن معتز کے بعد مرتضیٰ باللہ کو خلفاء کی تعداد میں شمار کیا جائے جیسا کہ دمیری نے کہا ہے کہ اگرچہ مستنصر خلافت سے معزول نہیں ہوا مگر چونکہ تاتاریوں کا لشکر اس کے زمانہ میں قوت پکڑ گیا تھا اور بہت سے مملکت اسلامی کے علاقے انہوں نے لے لیے اور تسخیر کر لیے تھے جو امر معزول ہونے سے زیادہ عظیم اور اتم واکمل تھا کیونکہ اب بنی عباس کے لیے عراق میں کوئی حکمرانی نہیں تھی اور مستنصر کے بعد بنی عباس میں سے کسی شخص کی عراق میں خلافت باقی نہیں رہی سوائے ایک شخص کے جو مستعصم تھا اور اس کو بھی انہوں نے قتل کر دیا اور آل عباس کی حکومت کا عراق میں ۶۵۶ھ ہجری میں خاتمہ ہو گیا جیسا کہ اس کا تذکرہ انشاء اللہ آئے گا۔

مستنصر کے زمانہ ۶۲۴ھ ہجری میں چنگیز خان مر گیا اور اس کا فتنہ اسلام پر قتل و قید و غارت گری اور شہروں کو تباہ و برباد کرنا خصوصاً عجم کے شہر اس سے زیادہ ہے کہ اس کو شمار میں لایا جائے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں امیر المومنین کے اس کلام کی شرح میں "کانی اراھم قوماً کان وجوھھم المجان المطرقہ" (گویا میں ایسی قوم کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ہتھوڑے سے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہیں) اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے لے کر ہمارے زمانہ تک اس قسم کا واقعہ رونما نہیں ہوا جو خواہشمند ہو اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔

اور اسی کتاب میں کہا ہے کہ پھر وہ نیشاپور کی طرف گئے اور وہاں بھی وہ کچھ کیا جو مرو میں قتل واستیصال کر چکے تھے پھر طوس کا قصد کیا اور وہاں کے لوگوں کو قتل کیا اور وہ مشہد مقدس خراب کیا کہ جس میں علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام اور رشید ہرون بن مہدی ہے۔

۶۲۶ ہجری میں یاقوت حموی نے (جو معجم البلدان ومعجم الادباء ومعجم الشعراء ومراصد الاطلاع وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی یاقوت پہلے بغداد کے ایک تاجر کا غلام تھا جو عسکر کے لقب سے مشہور تھا اور یاقوت امیر المومنین علیہ السلام سے تعصب رکھتا تھا اسی وجہ سے لوگوں نے چاہا کہ اس کو قتل کر دیں پس یہ بغداد سے حلب وموصل کی طرف بھاگ گیا پھر خراسان وغیرہ کی طرف گیا اور یہ مذہب خوارج کی طرف مائل تھا ۶۲۷ ہجری میں فرید الدین شیخ عطار کی وفات ہوئی ۶۳۰ ہجری میں علی بن محمد نے جو ابن اثیر جزری مشہور تھا موصل میں وفات پائی۔اس کی تالیفات میں سے کتاب کامل التواریخ ہے کہ جس میں اول سے سالوں کی تاریخوں کی ابتداء کی ہے آخر ۶۲۸ ہجری تک اور انساب سمعانی کو جو آٹھ جلدوں میں تھی تین جلدوں میں مختصر کیا ہے اور چونکہ اس کی ولادت ۵۵۵ ہجری میں جزیرہ ابن عمر میں واقع ہوئی تھی اس لیے اسے جزری کہتے ہیں اور یہ جزیرہ ایک شہر ہے موصل کے شمالی علاقہ میں کہ جس پر دجلہ نے ہلال کی طرح گھیرا ڈالا ہوا ہے۔

۶۳۱ ہجری میں ابوالحسن آمدی علی بن محمد اصولی حنبلی پھر شافعی نے وفات پائی اور آمد ہمزہ کی مد اور میم کی زیر کے ساتھ) دیار بکر کا ایک شہر ہے اور ۶۳۱ ہجری ہی میں محمد بن ابوبکر نے جو ابن خباز مشہور تھا تھا وفات پائی اور ۶۳۲ ہجری کی ابتداء میں ابوحفص شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی شافعی صوفی نے وفات پائی اور سہروردی کا نسب محمد بن ابوبکر سے جا ملتا ہے۔

وہ ارباب طریقت کا مرجع ہے اور جن لوگوں نے اس کی خدمت کو درک کیا ہے۔ان میں سے ایک شیخ سعدی ہے اور اس نے دو کلمے اس کی وصیت کے نقل کیے ہیں کہ جنہیں بعض شعراء نے شعر کے اندر پیش کیا ہے۔

بطرف بوستانش گفتہ سعدی
دو پندم داد شیخ سہروردی
یکی برعیب مردم دیدہ مکشا
دوم پرہیز کن از خود پسندی

اپنی بستان میں سعدی نے کہا ہے کہ مجھے شیخ سہروردی نے دو نصیحتیں دی تھیں ایک یہ کہ لوگوں کے عیوب میں آنکھ نہ کھول اور دوسرا یہ کہ خود پسندی سے پرہیز کر

سہرورد ہرزہ گرد کے وزن پر زنجان کے قریب ایک شہر ہے اور انساب سمعانی میں سہرورد کو سین کی پیش کے ساتھ ضبط کیا ہے اور ۶۳۸ ہجری میں قدوۃ العارفین ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد تین دفعہ کے تکرار سے مغربی اندلسی پھر مکی پھر شامی نے وفات پائی جس کا لقب محی الدین عربی ہے۔

وہ سلسلہ عرفاء کا رکن اور ارباب مکاشفہ وصفا کا قطب ہے جو شیخ عبدالقادر جیلانی کے مماثل اور صالحیہ دمشق میں دفن ہے خصوص الحکم اور کتاب فتوحات مکیہ وغیرہ کا مولف ہے اور ہمارے علماء کے اس کے متعلق کچھ کلمات ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ یہ مذہب حق سے منحرف اور وسوسہ وخیال اور بہت سے خرافات کہنے میں مبتلا تھا پس بشارت الشیعہ محدث کاشانی کے اواخر اور کتاب

مقامع الفضل فی جواب من سالہ عن ادلۃ القائلین بوحدۃ الوجود کی طرف رجوع کرو لیکن صاحب مجالس نے اس کا شیعہ ہونا ظاہر کیا ہے جیسا کہ ان کا طریقہ ہے اور فاضل دمیری صاحب حیواۃ الحیوان سے ذہبی سے شیخ فتح الدین یعمری سے شیخ ابوالفتح قشیری سے منقول ہے۔وہ کہتا ہے کہ میں نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو کہتے ہوئے سنا ہے جب اس سے ابن عربی کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے کہا برا اور بہت جھوٹا شیخ ہے تو اس سے کہا گیا کہ جھوٹا بھی ہے۔اس نے کہا ہاں ہم نے ایک دن جن کے نکاح کے متعلق مذاکرہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ جن روح لطیف ہے اور انسان جسم کثیف ہے اور یہ دونوں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔پھر ہم سے ایک مدت تک غائب رہا اور جب آیا تو اس کے سر میں ایک زخم لگا ہوا تھا۔اس سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو کہنے لگا میں نے ایک جن عورت سے شادی کی ہے پس اس کے اور میرے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے اور اس نے مجھے یہ سر پر زخم لگایا ہے پھر کہتا ہے کہ امام ذہبی نے کہا میں گمان نہیں کرتا کہ ابن عربی نے جان بوجھ کر یہ جھوٹ بولا ہو بلکہ یہ ریاضت کے خرافات میں سے ہے انتھی۔اور اس کے متعلق منقول ہے کہ وہ علم حروف میں ید طولیٰ رکھتا تھا اور اس کے استخراج میں سے ہے کہ جب سین شین میں داخل ہو جائے تو محی الدین کی قبر ظاہر ہو گی پس جب سلطان سلیم شام میں داخل ہوا تو اس نے اس کی قبر کو ڈھونڈا اور اس کو مٹ جانے کے بعد تعمیر کیا اور ان باتوں میں سے وہ ہے جو اس نے ظہور قائم علیہ السلام کے متعلق کہی ہے۔

اذا دار الزمان علی حروف
بسم اللہ فالمھدی قاما
واذا دار الحروف عقیب صوم
فاقر وا الفاطمی منی اسلاما

جب زمانہ بسم اللہ کے حروف اپنا دور پورا کرے تو مہدی قیام کرے گا اور جب صوم کے عقب حروف چکر لگائیں تو فاطمی سید زادے کو میرا اسلام کہنا اور اس نے فتوحات کے تین سو چھیاسٹھویں باب میں ہمارے اما صاحب الامر علیہ السلام کے صفات اور ان کے ظہور کے علامات اپنے اس قول میں ذکر کیے ہیں۔بیشک اللہ کا خلیفہ ہے جو عترت رسول اللہ اور اولاد فاطمہؑ میں سے خروج کرے گا اس کا نام رسول اللہ کے نام پر ہوگا اور فتوحات کے باب ۳۱۸ وغیرہ میں اہل رائے اور اہل قیاس مثلاً ابوحنیفہ اور اس جیسے لوگوں کے رد میں کلام ہے کہ مقام اس کے نقل کیلئے مناسبت نہیں رکھتا۔

مستعصم باللہ کی خلافت اور بنی عباس کی حکومت کے زوال کا ذکر

جب ۶۴۰ ہجری میں مستنصر کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا ابو احمد عبداللہ مستعصم باللہ کی جگہ پر بیٹھا اور وہ خلفاء بنی عباس میں سے آخری خلیفہ ہے جس نے عراق پر حکومت کی اور بنو عباس کی سلطنت کی مدت پانچ سو چوبیس سال تھی جب مستعصم تخت حکومت پر مستقر ہوا تو اس نے تدبیر مملکت اپنے وزیر سوید الدین علقمی قمی کے سپرد کردی اور خود کبوتر بازلہوولعب اور لذت وطرب میں مشغول ہوا اور انہی دنوں میں مستعصم کے بیٹے ابوبکر نے بغداد کے محلہ کرخ کو جو شیعوں کا محلہ تھا لوٹا اور اس میں غارت گری کی اور بہت سے سادات کو قید کیا اور ایک قول کی بناء پر ہزار لڑکی سادات وغیرہ سادات کی لوٹ مار میں لے گیا، لہٰذا موید الدین وزیر علقمی بنی عباس کی حکومت کے زوال کے درپے ہوا اور چاہا کہ اگر ہو سکے تو امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کو سلطان و بادشاہ قرار دے اسی لئے خفیہ طور پر تاتار کے ساتھ خط وکتابت کی اور قاصد و پیغام بھیجے اور انہیں بغداد لینے اور مستعصم کے ہلاک کرنے کا لالچ دیا اور مستعصم کا لشکر اس کے اردگرد متفرق کردیا۔ پس ۶۵۶ ہجری میں ہلاکو تاتاریوں کے لشکر کے ساتھ بغداد کے ارادہ سے چلا اور دسویں محرم کے دن بغداد میں داخل ہوا۔ وزیر علقمی نے مستعصم سے کہا کہ تاتاری بادشاہ چاہتا ہے کہ اپنی بیٹی آپ کے بیٹے امیر ابوبکر کو دے اور آپ خلافت کے اوپر برقرار رہیں اور وہ آپ کے ساتھ اس طرح رہے جیسے سلاطین سلجوقیہ آپ کے آباؤ اجداد کے ساتھ تھے اگر مصلحت سمجھیں تو بہتر ہے کہ ان کی جائے قیام میں جائیں اور صلح ومواصلت کریں تاکہ لوگوں کے خون نہ بہیں اور جھگڑے کا کام اصلاح کے انجام کے پہنچے، چونکہ وہ صاحب رائے وتدبیر نہ تھا لہٰذا وزیر کے دھوکہ سے اثر انداز ہوا اور اعیان واکابر حکومت اور علماء کی ایک جماعت کے ساتھ ہلاکو کی جائے قیام کی طرف نکل کھڑا ہوا اور ہلاکو نے انہیں ایک خیمے میں ٹھہرایا وزیر نے علماء وفقہائے بغداد سے استدعا کی کہ وہ مجلس صلح میں حاضر ہوں جب سب جمع ہوئے تو لشکر تاتار نے تلواریں کھینچ لیں اور ان کی گردنیں اڑادیں پھر انہیں کھچی ہوئی تلواروں کے ساتھ بغداد میں گھس گئے اور چالیس دن تک لوگوں کو خون بہاتے رہے۔ منقول ہے کہ پچاس لاکھ سے زیادہ افراد ان میں سے قتل کئے اور لوگوں کے خون سے نہریں جاری ہوئیں جو دجلہ سے ملحق ہوگئیں اور مستعصم کو اس کے بیٹے ابوبکر کے ساتھ ایک موٹے کمبل میں لپیٹ کر انہیں اتنا زدوکوب کیا کہ وہ مر گئے اور ایک قول ہے کہ انہیں چونا کوٹنے کے اوزار سے اتنا زدوکوب کیا گیا کہ وہ دونوں ہلاک ہوگئے اور یہ واقعہ ۲۸ محرم ۶۵۶ ہجری میں جو لفظ خون کے مطابق سے رونما ہوا اور دمیری کہتا ہے کہ معاملہ لوگوں کیلئے اتنا سخت تھا کہ کسی شخص کے پاس مستعصم کے مرنے کی تاریخ لکھنے اور اس کی لاش کو دفن کرنے کی مہلت نہیں تھی اور ذہبی کہتا ہے کہ میں گمان نہیں کرتا کہ کسی شخص نے خلیفہ کو دفن کیا ہو اور مصیبت اتنی عظیم تھی کہ اس جیسی مصیبت کبھی

نہیں دیکھی گئی۔

اور اخبار الدول میں صاحب طیوریات سے منقول ہے اس نے روایت کی ہے کہ جب کعب بن زہیر شاعر نے قصیدہ بانت سعد رسول خدا کے سامنے پڑھا تو آپؐ نے اسے اپنی ردا بخش دی اور وہ ردا کعب کے پاس معاویہ کے زمانہ تک رہی۔ اس نے اسے دس ہزار درہم کی پیشکش کیا تا کہ وہ رداء لے لے۔ کعب نے قبول نہ کیا۔ جب کعب مر گیا تو معاویہ نے بیس ہزار درہم اس کی اولاد کے پاس بھیجے اور ان سے وہ رداء لے لی اور وہ بردو کساء خلفاء کے پاس رہی اور مسلسل ایک خلیفہ سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہی اور خلفاء اسے اہمیت دیتے اور عید کے دن اس کو اپنے دوش پر ڈالتے اور اسے تبرک سمجھتے تھے یہاں تک کہ وہ مستعصم تک پہنچ گئی اور مستعصم جس دن ہلاکو کی ملاقات کیلئے گیا تو وہ رداء اس کے دوش پر تھی اور رسول خدا کا عصاء ہاتھ میں تھا۔ جب ہلاکو نے مستعصم کو قتل کیا تو وہ رداو عصا جلا کر ان کی راکھ دجلہ میں پھینک دی اور کہنے لگا کہ میں نے یہ کام بطور اہانت نہیں کیا بلکہ میں نے چاہا ہے کہ رداء و عصا کو پاک کر دوں کیونکہ خلفاء کے بدن ان سے مس ہوئے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہلاکو نے مستعصم کی باقی اولاد کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹیاں قید کر لیں اور آل عباس کی حکومت عراق میں مستعصم کے قتل ہونے سے ختم ہوگئی اور ساڑھے تین سال تک دنیا میں بنی عباس کا کوئی خلیفہ نہیں تھا اس کے بعد مصر میں بنی عباس کی ایک جماعت خلیفہ ہوئی۔

اور مستعصم کے زمانہ ۶۴۳ ہجری میں علی بن محمد نے جس کا لقب علم الدین سخاوی ہے (جو نحوی مقری شافعی اور شاطبیہ کا شارح تھا) دمشق میں وفات پائی اور سخاوی سخا کی طرف منسوب ہے جو مصر کے علاقہ میں ایک جگہ ہے اور ۶۴۳ ہجری میں موفق الدین یعیش بن علی بن یعیش نحوی نے جو ابن صائغ مشہور تھا وفات پائی اور ۶۴۵ ہجری میں عمر بن محمد نے جو شلو بینی مشہور اندلسی اور نحوی ہے وفات پائی اور شلوبین اندلس کی زبان میں زیادہ سفید و سرخ کو کہتے ہیں۔ ۶۴۵ ہجری میں بصرہ میں طاعون کی بیماری پیدا ہوئی جس کے متعلق ابن جوزی کہتا ہے کہ چار دن تک یہ بیماری رہی۔ پہلے دن ستر ہزار دوسرے دن اکہتر ہزار تیسرے دن تہتر ہزار اور چوتھے اکا دکا آدمی کے علاوہ سب لوگ مر گئے اور ۶۴۶ ہجری میں عثمان بن عمر مالکی کردی نے جو ابن حاجب مشہور ہے اور مختصر اصول و مختصر فقہ و نحو کے کافیہ اور صرف کے شافیہ وغیر کا مولف ہے اسکندریہ میں وفات پائی۔

اس کا باپ کردی فوجی اور امیر عز الدین صلاحی کا حاجب و دربان تھا مشہور ہے کہ ابن حاجب ہلاکو کے واقعہ میں بغداد میں مارا گیا بعد اس کے کہ اس نے اپنے کو چھپا رکھا تھا اور اس نے حیلہ کیا کہ خون کے طشت کے درمیان کرسی پر بیٹھا تھا اور خواجہ نصیر نے رمل کے ذریعہ اس کو تلاش کیا اور یہ حکایت مشہور ہے کہ مؤنث سماعی میں ابن حاجب کے مفید اشعار ہیں

نفسی الفدا السائل وافانی
المسائل فاحت کغصن لسانی
اسماء تانیث بغیر علامة
هی یافتی فی عرفهم ضربان

۱۹ رمضان ۶۴۸ھ ہجری میں آیۃ اللہ جمال الملۃ والحق والدین ابو منصور حسن بن شیخ فقیہ سدید الدین یوسف بن مطہر حلہ (جو علامہ حلی کے لقب سے مشہور ہیں خدا ان کے مقام کو بلند رکھے) پیدا ہوئے۔ اور وہ مرحوم محقق حلی کے بھانجے تھے کی تصانیف نوے سے زیادہ ہیں منقول ہے کہ ان کی تصانیف ان کی عمر شریف کے دنوں پر تقسیم کئے ہے تو مہد سے لے کر لحد تک ہر دن کے حصہ میں کتاب کا ایک جزو آیا اور مولانا آقا حسین خوانساری سے منقول ہے کہ ہم نے ان کی ان تصانیف کا حساب لگایا جو ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں تو ہر دن کے مقابلہ میں تین سطریں آئیں اور ان کی ایک تمکین مشہور حکایت ہے مخالفین کے ساتھ سلطان الجاتیو محمد مغل (جس کا لقب شاہ بندہ خدا تھا) کے دربار میں ان کے جوتا ہاتھ میں لینے اور رسولؐ کے جوتے کی چوری کی نسبت سنیوں کے چار اماموں کی طرف دینے اور ان کے علماء کے انکار کرنے کے متعلق کہ وہ تو رسولؐ کے زمانہ میں تھے ہی نہیں تا کہ وہ چوری کرتے آخر واقعہ تک جو ان کا واقعہ ان سے ہوا اس مجلس میں اس طرح کہ علامہ ان علماء اہل سنت پر غالب آئے اور آپ کی برکت سے بادشاہ شیعہ ہو گیا اور بادشاہ نے شہروں اور مختلف ممالک میں فرمان جاری کیا کہ آئمہ اثنا عشریہ کے نام کا خطبہ پڑھیں اور آئمہ معصومین کے نام مساجد میں اور ان کے مشاہد میں نقل کئے جائیں اور اگر علامہ مرحوم کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی منقبت نہ ہو تو بھی وہ فخر کے لحاظ سے تمام علماء پر فوق ہیں جب کہ ان کے اور مناقب بھی بیشمار ہیں اور یہ واقعہ فریقین میں مشہور ہے بعض تواریخ عامہ سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ ۷۰۷ھ ہجری کے سوانح اور مصائب میں سے یہ ہے کہ خدا بندہ نے اظہار تشیع کیا ابن مطہر کے گمراہ کرنے سے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ کلام کس قسم کے محزون دل سے صادر ہوا ہے علامہ حلی رحمہ اللہ کی وفات ۲۱ محرم محروسہ حلہ میں ۷۲۶ھ ہجری میں ہوئی اور جوار امیر المومنینؑ میں دفن ہوئے اور انہوں نے اپنے والد اپنے ماموں محقق اور محقق طوسی اور ابن عمر کاتبی قزوینی صاحب شمسیہ اور ان کے علاوہ دیگر علماء شیعہ وسنی کی شاگردی کی ہے۔

خاتمہ کتاب

اس کو اپنے مٹنے والے دائیں ہاتھ سے احمد نے جسے خوشنویس کہتے ہیں ماہ ذیقعدہ حرام ۱۳۷۳ھ ہجری میں محروسہ تہران میں لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ ناچیز حقیر مولانا سید صفدر حسین نجفی ولد سید غلام سرور نقوی نے بدھ کے دن صبح سات بجے ۱۴ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ ہجری ۱۴ جولائی ۱۹۷۶ء بر مکان خود واقع مسلم کالونی نزد سمن آباد محروسہ لاہور میں ختم کیا ہے خداوند عالم اس سے مومنین و مسلمین کو استفادہ کی توفیق عنایت فرمائے تا کہ یہ اس جیسے روسیاہ کے لیے آخرت کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب بن سکے بحق النبی وآلہ۔

سید صفدر حسین نجفی

حصہ سوم

کتاب طبقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ رب العالمین والصلوۃ علی محمد وآلہ الطاہرین۔ اس کے بعد اس طرح کہتا ہے یہ مجرم جس کا نام عباس قمی عفی اللہ عنہ ہے کہ چونکہ کتاب تتمۃ المنتہی فی الوقائع ایام الخلفاء بہت سے مطالب پر مشتمل تھی کہ جن میں سے خلفاء اصحاب آئمہ علماء اور شعراء وغیرہ کے طبقات کا تعین بھی ہے اور طبقات کا معلوم کرنا بہت اہم اور ضروری ہے لہذا داعی نے یہ فہرست اس کتاب کے لیے لکھی ہے اور اس کو اس طرح تحریر کیا ہے کہ وہ طبقات میں مستقل ایک کتاب ہو، لہذا مستعصم کے قتل کے بعد جو کہ ۶۵۶ ہجری میں ہوا ہے کہ جہاں کتاب تتمۃ المنتہی ختم ہوئی ہے۔ میں نے اس کی فہرست کے ساتھ اپنے زمانہ تک کے علماء کے طبقات کا اضافہ کیا ہے اور ہر ایک کے ترجمہ وسوانح میں کچھ اس کے حالات بھی لکھے ہیں لیکن چونکہ پریشانی ابتلاءات اور اشغال اس داعی کے بہت تھے پورے طور پر واقعات لکھنے کی فرصت نہیں تھی اور اتنی مقدار جو مجھے مل سکی ہے اسے لکھ دیا ہے امید ہے کہ اہل علم اس کی قدردانی کریں گے اور داعی کو دعائے خیر سے فراموش نہیں فرمائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ (توفیق بس اللہ کی طرف سے ہے)

پہلی صدی کے واقعات

۱۰ ہجری میں ابوبکر بن ابو قحافہ نے لباس خلافت پہنا اور یہ واقعہ ۶۱۳۲ ہجری بعد از ہبوط آدم کا ہے۔
سنہ ۱۲ ہجری میں زید بن خطاب وابوحذیفہ وسالم وثابت بن قیس خطیب انصار وابودجانہ وابوالعاص بن ربیع (عرف عام میں) داماد رسولؐ نے وفات پائی۔
سنہ ۱۳ ہجری میں ابوبکر کی وفات اور عمر کی خلافت شروع ہوئی۔
سنہ ۱۴ ہجری میں ابوعبیدہ مختار کے باپ اور ابوقحافہ ابوبکر کے باپ کی وفات ہوئی نماز تراویح ایجاد کی گئی اور شام کا علاقہ فتح ہوا۔
سنہ ۱۵ ہجری میں عکرمہ بن ابوجہل، فضل بن عباس، خالد بن ولید، عمر بن ام مکتوم (نابینا) ابوزید انصاری اور سعد بن عبادہ کی وفات ہوئی۔
سنہ ۱۶ ہجری میں اھواز اور جلولا کا علاقہ فتح ہوا اور تاریخ ہجری کی بنیاد رکھی گئی۔
سنہ ۱۷ ہجری ہجری میں تستر (ششتر) اور جاسوس کے علاقے فتح ہوئے۔
سنہ ۱۸ ہجری میں معاذ بن جبل، ابوعبیدہ جراح کی موت واقع ہوئی اور شام کے علاقہ میں سخت قسم کی طاعون کی بیماری پڑی کہ جس میں پچیس ہزار افراد ہلاک ہو گئے کہ جن میں جناب بلال موذن رسول بھی تھے۔
سنہ ۱۹ ہجری میں ابی بن کعب، زینب بنت جحش اُسد بن حضیر، ابوسفیان بن حرث بن عبدالمطلب کی وفات ہوئی۔
سنہ ۲۰ ہجری میں مصر واسکندریہ فتح ہوئے
سنہ ۲۱ ہجری نہاوند، دینور، ہمدان اور دیگر فتوحات ہوئیں اور حسن بصری وشعبی پیدا ہوئے۔
سنہ ۲۲ ہجری میں آذربیجان، قزوین، زنجان، قومس، خراسان اور بلخ وغیرہ کے علاقے فتح ہوئے۔
سنہ ۲۳ ہجری میں عمر قتل ہوئے اور عثمان کی خلافت کا آغاز ہوا۔
سنہ ۲۵ ہجری میں اسکندریہ، افریقہ فتح ہوئے۔
سنہ ۲۶ ہجری میں عثمان عمرہ کے ارادہ سے مکہ گئے اور مسجد الحرام کو وسیع کرنے کا حکم دیا۔
سنہ ۲۹ ہجری میں عثمان نے حج کیا اور نماز قصر کو تمام پڑھا اور مسجد نبوی کو وسیع کیا گیا۔
سنہ ۳۰ ہجری میں عثمان کے حکم سے مصاحف (قرآن کے نسخے) جمع کیے گئے اور چند مصحف لکھ کر مختلف شہروں میں بھیجے گئے۔

۳۱ ہجری میں ابوسفیان بن حرب حکم بن ابوالعاص مر گئے اور فارس ایران کا آخری بادشاہ یزدجرد قتل ہوا اور آل دارا کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

۳۲ ہجری میں عباسؓ رسول خدا کے چچا۔ ابوذر غفاریؓ، ابن مسعود اور عبدالرحمن بن عوف کی وفات ہوئی۔

۳۳ ہجری میں مقداد رہ کی وفات ہوئی۔

۳۵ ہجری میں عثمان قتل ہوئے اور امیر المومنین علی علیہ السلام تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے۔

۳۶ ہجری میں جنگ جمل اور طلحہ و زبیر کا قتل اور زید بن صوحان رہ کی شہادت واقع ہوئی۔

۳۶ ہجری اور ۳۷ ہجری میں جنگ صفین عمار یاسر، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین اور مرقال کی شہادت اور لیلۃ الہریر کا واقعہ رونما ہوا۔

۳۸ ہجری میں واقعہ نہروان ہوا۔ مصر کی گورنری عمرو عاص کو ملی اور محمد بن ابوبکر اور مالک اشتر رحمہا اللہ علیہا شہید ہوئے

۴۰ ہجری میں امیر المومنینؑ کی شہادت ہوئی اور امام حسنؑ کی (ظاہر و واقعی) خلافت کا آغاز ہوا۔

۴۱ ہجری میں معاویہ بن ابوسفیان کی امارت و خلافت (جبری) شروع ہوئی۔

۴۳ ہجری میں عمرو عاص مرا۔

۵۰ ہجری میں جناب امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۵۱ ہجری میں حجر بن عدی رہ کی شہادت ہوئی۔

۵۲ ہجری میں ابوموسیٰ اشعری کی موت واقع ہوئی۔

۵۳ ہجری میں زیاد بن ابیہ فی النار والسقر ہوا۔

۵۵ ہجری میں سعد بن ابی وقاص کی وفات ہوئی۔

۵۷ ہجری میں حضرت باقرؑ کی ولادت اور حضرت عائشہ و ابوہریرہ کی وفات ہوئی۔

۵۹ ہجری میں جناب ام سلمہؓ اور سعید بن عاص امیر کوفہ کی وفات ہوئی۔

۶۰ ہجری میں معاویہ مرا اور یزید بن معاویہ خلیفہ ہوا۔

۶۱ ہجری میں واقعہ کربلا اور شہادت سید الشہداء علیہ السلام ہوئی۔

۶۳ ہجری میں واقعہ حرہ و احراق (جلانا) بیت اللہ الحرام واقع ہوا۔

۶۴ ہجری میں یزید واصل جہنم ہوا اور معویہ بن یزید۔ عبداللہ بن زبیر اور مروان بن حکم خلیفہ ہوئے۔

۶۵ ہجری میں مروان ہلاک ہوا اور خلافت عبدالملک بن مروان کا آغاز ہوا۔

۶۵ ہجری میں کوفہ کے شیعوں نے حضرت سید الشہداء کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لیے خروج کیا اور عین وردہ میں ان کی

شہادت ہوئی۔

۶۶ ہجری میں ابن زیاد حصین بن نمیر اور شام کے کئی سر کردہ علیہم لعنۃ اللہ مارے گئے۔

۶۷ ہجری میں چودہ رمضان کو جناب مختار مصعب بن زبیر کے ہاتھوں مارے گئے۔ اور احنف بن قیس نے وفات پائی۔

۶۸ ہجری میں زید بن ارقم اور ابن عباس کی وفات ہوئی۔

۷۶ ہجری میں ابراہیم بن اشتر اور مصعب بن زبیر مسکن کے علاقہ میں مارے گئے۔ مصعب کا سر عبدالملک کے پاس لے آئے اور کوفہ کے قصر الامارہ میں رکھا۔ عبدالملک نے دارالامارہ کی شومی ونحوست کی وجہ سے اس کے خراب کرنے کا حکم دیا اسی سال براء بن عازب کی وفات ہوئی۔

۷۳ ہجری میں حجاج بن یوسف ثقفی نے عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا۔

۷۴ ہجری میں عبداللہ بن عمر، ابو سعید خدری اور سلمہ بن اکوع کی وفات ہوئی۔

۷۵ ہجری میں شریح قاضی کوفہ نے وفات پائی۔

۷۸ ہجری میں جابر بن عبداللہ انصاری نے وفات پائی۔

۸۱ ہجری میں جناب محمد بن حنفیہ کی وفات اور اسی سال یا ۸۴ ہجری میں عبداللہ بن جعفر کی وفات ہوئی۔

۸۳ ہجری میں دارالایمان قم کی بناء وتعمیر کا آغاز ہوا۔

۸۶ ہجری میں عبدالملک بن مروان مرا اور ولید بن عبدالملک کی حکومت وخلافت شروع ہوئی۔

۸۷ ہجری یا ۸۸ ہجری میں ولید نے شام میں مسجد اموی کی بنیاد رکھی اور مدینہ میں مسجد نبوی تعمیر کروائی۔

۹۵ ہجری میں میں امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت اور سعید بن جبیر اور سعید بن مسیب اور عام فقہاء مدینہ کی وفات ہوئی اور حجاج بن یوسف ثقفی جہنم کے درک اسفل میں پہنچا۔

۹۶ ہجری میں ولید مرا اور سلیمان بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی۔

۹۹ ہجری میں سلیمان کی وفات اور عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا آغاز ہوا۔

دوسری صدی کے واقعات

۱۰۱ ہجری میں عمر بن عبدالعزیز کی وفات اور یزید بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی۔

۱۰۲ ہجری میں یزید بن مہلب بن ابوصفرہ مارا گیا۔

۱۰۳ ہجری میں عطاء بن یسار اور مجاہد بن جبیر کی وفات ہوئی۔

۱۰۴ ہجری میں وہب بن منبہ اور طاؤس یمانی کی وفات ہوئی۔

۱۰۴ ہجری میں عامر بن شراجیل جو شعبی کے لقب سے مشہور تھا کی وفات ہوئی۔

۱۰۵ ہجری میں کثیر غرہ مشہور شیعہ شاعر کی وفات ہوئی۔

۱۰۵ ہجری ہی میں یزید کی موت اور ہشام بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی۔

۱۰۸ ہجری میں قاسم بن محمد بن ابوبکر کی وفات ہوئی۔

۱۱۰ ہجری میں حسن بصری۔ ابن سیرین۔ ہمام بن غالب جو فرزدق مشہور تھا اور وہب یمانی کی وفات ہوئی۔

۱۱۴ ہجری میں حکم بن عتبہ تبری زیدی نے وفات پائی۔

۱۱۵ ہجری میں مفتی مکہ عطاء نے وفات پائی

۱۱۷ ہجری میں جناب سکینہ خاتون، قتادہ مفسر اور ذوالرمتہ شاعر نے وفات پائی۔

۱۱۸ ہجری میں علی بن عبداللہ بن عباس سفاح ومنصور کے دادا نے وفات پائی۔

۱۲۰ ہجری میں ابن کثیر قاری نے وفات پائی۔

۱۲۱ ہجری میں جناب زید بن علی بن الحسینؑ کی شہادت ہوئی۔

۱۲۲ ہجری میں ابو واثلہ کی موت واقع ہوئی۔

۱۲۳ ہجری میں محمد بن مسلم نے جو (زہری کے لقب سے مشہور تھا مدینہ کا فقیہ اور تابعی تھا، وفات پائی۔

۱۲۵ ہجری میں ہشام کی موت اور ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۱۲۵ ہجری ہی میں خالد بن عبداللہ قسری مارا گیا اور جناب یحیی بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی جوزجان میں شہادت ہوئی۔

۱۲۶ ہجری میں ولید مارا گیا اور یزید وابراہیم ولید بن عبدالملک کے بیٹے خلیفہ ہوئے۔

۱۲۶ ہجری ہی میں یزید بن ولید مرا اور کمیت بن زیاد اسدی مداح اہل بیتؑ کی وفات اور حضرت باقر العلوم علیہ السلام کی

شہادت ہوئی۔

سنہ ۱۲۷ ہجری میں ابراہیم مارا گیا اور مروان بن محمد بن مروان بن حکم کی سلطنت کا آغاز ہوا۔

۱۲۷ ہجری یا ۱۲۸ ہجری میں جابر بن یزید جعفی اور سدی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۲۹ ہجری میں عاصم بن ابوالنجود قاری کی فات ہوئی۔

سنہ ۱۳۱ ہجری میں مالک بن دینار کی موت واقع ہوئی۔

سنہ ۱۳۲ ہجری میں مروان حمار مارا گیا اور آل عباس کی سلطنت کا آغاز ہوا۔ کہ جن میں سے پہلا بادشاہ ابوالعباس سفاح ہے۔

سنہ ۱۳۵ ہجری میں رابعہ عدویہ کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۳۶ ہجری مں عبداللہ سفاح کی وفات اور ابوجعفر منصور دوانقی کی خلافت شروع ہوئی۔

سنہ ۱۴۱ ہجری میں ابان بن تغلب کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۴۴ ہجری میں عمرو بن عبید شیخ و سردار معتزلہ کی وفات ہوئی

سنہ ۱۴۵ ہجری میں عبداللہ بن مقفع زندیق قتل ہوا اور محمد نفس زکیہ اور ابراہیم شہید ہوئے۔

سنہ ۱۴۸ ہجری میں سلیمان بن اعمش اور ابن ابی لیلیٰ کی وفات اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

سنہ ۱۴۹ ہجری میں عیسیٰ بن عمر ثقفی رہ اور ابن جریح کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۵۰ ہجری میں ابوحمزہ ثمالی مقاتل بن سلیمان مفسر، زرارہ بن اعین۔ محمد بن مسلم ثقفی رہ اور ابوحنیفہ کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۵۱ ہجری میں محمد بن اسحاق کی وفات ہوئی اور معن بن زائدہ شیبانی مارا گیا۔

سنہ ۱۵۴ ہجری میں ابوعمر علا قاری کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۵۷ ہجری میں وزاعی نے وفات پائی۔

سنہ ۱۵۸ ہجری میں منصور مرا اور مہدی محمد بن منصور کی خلافت شروع ہوئی۔

سنہ ۱۶۱ ہجری میں سفیان بن سعید ثوری کی وفات ہوئی اور ایک قول ہے کہ اسی ہی سال میں ابراہیم او ہم بلخی کی وفات ہوئی اور حماد عجرد نے بھی وفات پائی۔

سنہ ۱۶۹ ہجری میں مہدی کی وفات اور موسیٰ ہادی کی خلافت شروع ہوئی۔

سنہ ۱۷۰ ہجری میں خلیل بن احمد عروضی شیعہ امامی نے وفات پائی اور ۱۷۰ ہجری ہی میں ہادی کی وفات اور ہارون الرشید کی خلافت کا آغاز ہوا۔

سنہ ۱۷۳ ہجری میں خیزران ہادی کی ماں اور محمد بن سلیمان عباسی کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۷۴ ہجری میں ابوعلی شقیق بلخی نے وفات پائی۔

۱۷۵ ہجری میں شریک بن عبداللہ نخعی اور معاویہ بن عمار کوفی کی وفات ہوئی۔

۱۷۹ ہجری میں مالک بن انس، عمرو بن عثمان جو سیبویہ مشہور ہے اور واصل بن عطا معتزلی نے وفات پائی۔

۱۸۲ ہجری میں ابو یوسف قاضی یونس نحوی اور علی بن یقطین نے وفات پائی۔

۱۸۴ ہجری میں احمد ستی بن ہارون الرشید نے وفات پائی۔

۱۸۵ ہجری میں عبدالصمد سفاح کے چچا اور یزید بن مزید شیبانی نے وفات پائی۔

۱۸۶ ہجری میں فضیل بن عیاض مرتاض (ریاضت کرنے والا) نے وفات پائی۔

۱۸۸ ہجری میں ابراہیم ندیم موصلی کی وفات ہوئی۔

۱۸۹ ہجری میں علی بن حمزہ کسائی و محمد بن حسن شیبانی حنفی کی وفات اور جعفر برمکی کا قتل اور آل برمک کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

۱۹۳ ہجری میں ہارون الرشید کی موت اور محمد امین کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۱۹۶ ہجری میں مامون کی خلافت اور ۱۹۸ ہجری میں محمد امین کا قتل اور خلافت عبداللہ مامون کا استقرار ہوا۔

۱۹۸ ہجری ہی میں حسن بن ہانی (جو ابونواس مشہور شاعر تھا) کی وفات ہوئی۔

۱۹۹ ہجری میں ابوالسرایا کا خروج اور بعض اولاد ابوطالب کا قتل وقوع پزیر ہوا۔

تیسری صدی کے واقعات

۲۰۰ ہجری میں مامون نے امام رضا کو مدینہ سے مرو کی طرف بلوایا اور معروف کرخی کی وفات ہوئی۔

۲۰۱ ہجری میں حضرت فاطمہ دختر امام موسیٰ کاظمؑ (معصومہ قم) کی وفات ہوئی۔

۲۰۳ ہجری میں امام رضا علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۲۰۴ ہجری میں ہشام بن محمد جو ابن کلبی نسابہ کے نام سے مشہور تھا، اور محمد بن ادریس شافعی کی وفات ہوئی۔

۲۰۶ ہجری میں قطرب نحوی اور نضر بن شمیل کی وفات ہوئی۔

۲۰۷ ہجری میں طاہر بن حسین واقدی اور فتراء دیلمی نحوی کی وفات ہوئی۔

۲۰۸ ہجری میں یونس بن عبدالرحمن اور فضل بن ربیع فوت ہوئے اور سیدہ نفیسہ خاتون بنت حسن بن زید بن حسن علیہ السلام کی مصر میں وفات ہوئی۔

۲۰۹ ہجری میں حماد بن عثمان و حماد بن عیسیٰ و یحییٰ بن حسین بن زید بن علیؑ کی وفات اور ابن عائشہ عباسی کا قتل اور مامون نے بوران سے شادی کی۔

۲۱۰ ہجری میں صفوان بن یحییٰ نے وفات پائی۔

۲۱۱ ہجری میں معمر بن مثنیٰ نحوی جو ابوعبیدہ نحوی کے نام سے مشہور تھا اور ابوالتاہیہ شاعر نے وفات پائی۔

۲۱۲ میں مامون کے منادی نے ندا دی کہ کوئی شخص معاویہ کو اچھے نام سے یاد نہ کرے۔

۲۱۳ ہجری میں ابن ہشام مولف سیرت ابن ہشام اور اسحاق بن مرار شیبانی نحوی کی وفات ہوئی۔

۲۱۵ ہجری میں اخفش اوسط اور ابوزید نحوی کی وفات ہوئی۔

۲۱۶ ہجری میں اصمعی عبدالملک بن قریب اور زبیدہ خاتون امین کی ماں کی وفات ہوئی۔

۲۱۷ ہجری میں محمد بن ابوہریرہ کی وفات اور مامون کا مصر کی طرف جانا اور عبدوس کو قتل کرنا اور وہاں سے اہل روم سے جنگ کرنے کے لیے جانا اور بہت سے علاقے فتح کرنا۔

۲۱۸ ہجری میں مامون کی موت اور اس کے بھائی معتصم کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۲۱۹ ہجری میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت ہوئی اور ابوجعفر محمد بن قاسم حسینی علوی قید ہوا۔

۲۲۱ ہجری میں احمد بن محمد ابونصر بزنطی کی وفات ہوئی۔

۲۲۲ ہجری میں بابک اور اس کا بھائی عبداللہ قتل ہوئے۔ معتصم

۲۲۳ ہجری میں ابوعبید قاسم بن سلام کی وفات ہوئی اور معتصم سلطان روم سے جنگ کرنے گیا۔ اور عموریہ کو فتح کیا۔

۲۲۴ ہجری میں حسن بن محبوب سراد صاحب مشیخہ اور حسن بن علی بن فضال اور ابراہیم بن مہدی جو ابن شکلہ مشہور تھا نے وفات پائی۔

۲۲۵ ہجری میں افشین نے معتصم کی قید میں وفات پائی اور صالح بن اسحاق جو جرمی مشہور اور نحوی تھا اور ابوالحسن مدائنی علی بن محمد نے وفات پائی۔

۲۲۶ ہجری میں امیر قاسم بن عیسیٰ جو ابودلف مشہور تھا اور بشر حافی ومحمد بن ہذیل نے (جو ابوہذیل علاف مشہور اور شیخ و رئیس معتزلہ تھا) وفات پائی۔

۲۲۷ ہجری میں معتصم مرا اور ہرون واثق خلیفہ ہوا۔

۲۲۸ ہجری میں حبیب بن اوس طائی (جو ابوتمام مشہور شاعر اور صاحب کتاب حماسہ تھا) اور احمد بن محمد بن عبدربہ عقدالفرید کے مولف نے وفات پائی۔

۲۳۱ ہجری میں ابوعبداللہ محمد زیاد کوفی نے جو ابن عربی کے نام سے مشہور نحوی تھا وفات پائی اور واثق نے احمد بن نصر خزاعی کو قتل کیا۔

۲۳۲ ہجری میں واثق کی وفات اور جعفر متوکل بن محمد بن ہارون کی خلافت شروع ہوئی۔

۲۳۳ھ ہجری میں محمد بن عبدالملک زیات وزیر قتل ہوا اور یحییٰ بن معین نے وفات پائی۔

۲۳۵ھ ہجری میں عبدالسلام بن رغبان دیک الجن شیعہ امامی شاعر نے وفات پائی۔

۲۳۷ھ ہجری میں ابن راہویہ اسحاق بن ابراہیم اور حاتم اصم بلخی کی وفات ہوئی۔

۲۴۰ھ ہجری میں احمد بن ابوداؤد کی وفات ہوئی۔

۲۴۱ھ ہجری میں احمد بن حنبل نے اور ابوجعفر محمد بن عبداللہ اسکافی معتزلی نے جمادی الثانی چھ تاریخ کی رات کو وفات پائی اور اسی سال تناثر نجوم (ستارے ٹوٹ ٹوٹ کے گرے) ہوا۔

۲۴۲ھ ہجری میں یحییٰ بن اکثم کی وفات ہوئی۔

۲۴۴ھ ہجری میں ابن السکیت شیعہ امامی۔ ثوبان بن ابراہیم۔ ذوالنون مصری اور ابومحلم شیبانی لغوی کی وفات ہوئی۔

۲۴۶ھ ہجری میں دعبل بن علی خزاعی شیعہ امامی شاعر کی وفات ہوئی۔

۲۴۷ھ ہجری میں ابراہیم بن عباس صولی کاتب و شاعر کی وفات ہوئی۔

۲۴۷ھ ہجری میں متوکل مارا گیا اور محمد منتصر باللہ بن متوکل خلیفہ ہوا۔

۲۴۸ھ ہجری میں سہل بن محمد نے (جو ابوحاتم سجستانی کے نام سے مشہور نحوی و لغوی تھا) اور بغا ترکی کبیر نے وفات پائی۔

۲۴۸ھ ہجری ہی میں مستنصر باللہ کی وفات ہوئی اور مستعین باللہ احمد بن محمد بن معتصم کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۲۵۰ھ ہجری میں حسن بن زید حسنی نے طبرستان کے علاقہ میں اور حسن بن اسماعیل حسینی نے جو کرکی مشہور تھا قزوین میں خروج کیا اور معتصم کے وزیر فضل بن مروان کی وفات ہوئی۔

۲۵۱ھ ہجری میں سامرہ کے لوگوں نے معتز باللہ کی بیعت کی۔

۲۵۲ھ ہجری میں مستعین خود بخود خلافت سے علیحدہ ہو گیا اور بلالیہ و سعدیہ کے درمیان بصرہ میں فتنہ کھڑا ہوا اور اس کے نتیجہ میں صاحب زنج کا ظہور ہوا۔

۲۵۲ھ ہجری ہی میں معتز باللہ زبیر بن جعفر متوکل خلیفہ ہوا۔

۲۵۴ھ ہجری میں حضرت (علی نقی) ہادی علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔

۲۵۵ھ ہجری میں معتز خلافت سے معزول ہوا اور مہتدی باللہ محمد بن واثق خلیفہ ہوا۔

۲۵۵ھ ہجری ہی میں عمرو بن بحر بصری نے جو جاحظ کے لقب سے مشہور ہے وفات پائی اور صاحب زنج نے بصرہ میں خروج کیا۔

۲۵۶ھ ہجری میں مہتدی مارا گیا اور معتمد علی اللہ احمد بن جعفر متوکل خلیفہ ہوا اور ۲۵۶ھ ہی میں محمد بن اسماعیل بخاری مولف صحیح بخاری اور زبیر بن بکار کی وفات ہوئی۔

۲۵۷ ہجری میں صاحب زنج بصرہ میں داخل ہوا اور اہل بصرہ کو قتل کیا جن مقتولین میں سے ریاشی نحوی بھی تھا۔

۲۵۸ ہجری میں یحییٰ بن معاذ رازی معاصر جنید بغدادی کی وفات ہوئی اور موفق صاحب زنج سے جنگ کرنے گیا۔

۲۵۹ ہجری میں طاہریین کی حکومت کا خاتمہ اور صفاریون کی سلطنت کا آغاز ہوا۔

۲۶۰ ہجری میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت اور فضل بن شاذان احمد بن یزیدی نحوی ولغوی اور حنین بن اسحاق طبیب کی وفات ہوئی۔

۲۶۱ ہجری میں طیفور بایزید بسطامی اور مسلم بن حجاج نیشاپوری صاحب صحیح مسلم کی وفات ہوئی۔

۲۶۲ ہجری میں معتمد نے یعقوب صفار سے جنگ کی۔

۲۶۴ ہجری میں موسیٰ بن بغا، اسماعیل بن یحییٰ مزنی اور یونس بن عبد الاعلیٰ نے وفات پائی۔

۲۶۵ ہجری میں احمد بن خصیب وزیر نے وفات پائی۔

۲۶۷ ہجری میں موفق نے صاحب زنج سے جنگ کی اور اس کو قتل کر دیا۔

۲۷۰ ہجری میں احمد بن طولون والی مصر نے وفات پائی۔

۲۷۱ ہجری میں بوران زوجہ مامون نے وفات پائی۔

۲۷۳ ہجری میں ابن ماجہ قزوینی نے وفات پائی۔

۲۷۴ ہجری میں احمد بن محمد برقی محاسن کے مولف نے وفات پائی۔

۲۷۵ ہجری میں سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی سنن نے وفات پائی۔

۲۷۶ ہجری میں ابن قتیبہ کی وفات ہوئی۔

۲۷۸ ہجری میں موفق باللہ معتمد کے بھائی اور ولی عہد نے وفات پائی۔

۲۷۸ ہجری میں معتمد باللہ کی وفات اور معتضد باللہ احمد بن طلحہ کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۲۷۹ ہجری ہی میں محمد بن عیسیٰ ترمذی نے وفات پائی۔

۲۸۲ ہجری میں ابوالعیناء کی وفات ہوئی۔

۲۸۳ ہجری میں ابراہیم بن محمد ثقفی اور دعبل کے بھائی علی بن علی بن خزاعی کی وفات ہوئی اور معتضد نے ہرون شاری کے ساتھ جنگ کی۔

۲۸۴ ہجری میں بحتری شاعر نے وفات پائی اور ابوالفرج اصفہانی پیدا ہوا۔

۲۸۵ ہجری میں ابراہیم بن محمد بغدادی اور محمد بن یزید مبرد نحوی نے وفات پائی

۲۸۶ ہجری میں ابوالعباس محمد بن یونس کوفی محدث نے وفات پائی اور ابوسعید قرمطی نے بحرین میں خروج کیا۔

۲۸۷ ہجری میں داعی علوی نے خروج کیا اور قتل ہوا اور معتضد نے بہت سا لشکر قرامطہ سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا۔
۲۸۹ ہجری میں قرامطہ کی ایک جماعت گرفتار ہوئی اور قتل کر دی گئی۔
۲۸۹ ہجری میں ہی معتضد کی وفات ہوئی اور مکتفی باللہ علی بن معتضد کی خلافت کا آغاز ہوا۔
۲۹۰ ہجری میں عبداللہ بن احمد بن حنبل اور ابن رومی شاعر کی وفات ہوئی۔
۲۹۱ ہجری میں احمد بن یحیٰی جو ثعلب کے لقب سے مشہور نحوی تھا اور قاسم بن عبیداللہ وزیر نے وفات پائی۔
۲۹۲ ہجری میں عثمان بن جنی نحوی کی وفات ہوئی اور ابن خلیجی نے مصر پر غلبہ حاصل کیا۔
۲۹۵ ہجری میں مکتفی کی وفات ہوئی اور مقتدر باللہ جعفر بن معتضد خلیفہ ہوا۔
۲۹۶ ہجری میں عبداللہ بن معتز مارا گیا۔
۲۹۷ ہجری میں ابوالقاسم جنید بغدادی کی وفات ہوئی۔
۲۹۹ ہجری میں ابن کیسان نحوی احمد بن ابراہیم کی وفات ہوئی۔

چوتھی صدی کے واقعات

۳۰۰ ہجری میں ابوالرضا محسن بن جعفر بن علی ہادی نے خروج کیا اور مارا گیا۔
۳۰۱ ہجری میں حسن بن علوی اطروش ناصر کبیر نے دیلم میں خروج کیا اور ابوسعید جنابی رئیس قرامطہ مارا گیا اور ابن مندہ محمد بن یحیٰی اور سعد بن عبداللہ اشعری قمی کی وفات ہوئی۔
۳۰۳ ہجری میں احمد بن علی بن شعیب نسائی صاحب سنن اور ابوعلی جبائی محمد بن عبدالوہاب رئیس معتزلہ بصرہ نے وفات پائی۔
۳۰۴ ہجری میں سید ابومحمد المروش سید مرتضی کے نانا نے وفات پائی۔
۳۰۶ ہجری میں احمد بن ادریس اشعری قمی نے وفات پائی۔
۳۰۹ ہجری میں حسین حلاج قتل ہوا۔
۳۱۰ ہجری میں زجاج نحوی محمد بن ابراہیم اور محمد بن جریر طبری مورخ اور ابن سراج محمد بن سری نحوی نے وفات پائی۔
۳۱۱ ہجری میں ابوزکریا محمد رازی طبیب کتاب من لایحضرہ الطبیب کے مؤلف نے وفات پائی۔
۳۱۲ ہجری میں علی بن فرات وزیر اپنے بیٹے محسن کے ساتھ قتل ہوا۔
۳۱۳ ہجری میں نفطویہ نحوی ابراہیم بن محمد کی وفات ہوئی۔

۳۱۵ ہجری میں علی بن سلیمان اخفش صغیر کی وفات قرامطہ کا طغیان وسرکشی اور وری پر دیلم کا غلبہ ہوا۔
۳۱۷ ہجری میں قرامطہ مکہ کی طرف گئے اور حاجیوں کو قتل کیا اور حجر سود شہر ہجر میں لے گئے اور ابوالقاسم کعبی عبداللہ بن احمد بلخی رئیس معتزلہ نے وفات پائی۔
۳۲۰ ہجری میں مقتدر کی وفات اور قاہر باللہ محمد بن معتضد کی خلافت کا آغاز ہوا۔
۳۲۱ ہجری میں ابن درید محمد بن حسن شاعر نحوی لغوی شیعہ امامی اور ابوہاشم جبائی عبدالسلام بن محمد رئیس معتزلہ کی وفات ہوئی۔
۳۲۲ ہجری میں قاہر معزول اور راضی باللہ محمد بن جعفر خلیفہ ہوا۔
۳۲۳ ہجری میں محمد بن علی شلمغانی ملعون قتل ہوا۔
۳۲۶ ہجری میں شیخ ابوالقاسم بن روح رہ امام عصر علیہ السلام ارواحنا فداہ کے تیسرے نائب کی وفات ہوئی۔
۳۲۸ ہجری میں شیخ المحدثین محمد بن یعقوب کلینی رہ کتاب کافی کے مولف اور ابن انباری محمد بن قاسم نحوی اور ابن عبد ربہ احمد بن محمد اندلسی صاحب عقد الفرید اور محمد بن احمد جو ابن شنبوذ قاری مشہور ہے اور محمد بن علی بن حسین مقلہ مشہور کاتب کی وفات ہوئی۔
۳۲۹ ہجری میں راضی کی وفات اور متقی باللہ ابراہیم بن مقتدر کی خلافت شروع ہوئی۔
۳۲۹ ہجری ہی میں شیخ علی بن بابویہ صدوق اول اور شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری امام علیہ السلام کے چوتھے نائب کی وفات ہوئی۔
۳۳۲ ہجری ہی میں ابن عقدہ احمد بن محمد بن سعید حافظ کوفی کی وفات ہوئی۔
۳۳۳ ہجری میں ایک قول کی بناء پر علی بن الحسین مسعودی کی وفات ہوئی۔
۳۳۳ ہجری ہی میں متقی معزول اور مستکفی باللہ عبداللہ بن علی خلیفہ ہوا۔
۳۳۴ ہجری میں مستکفی معزول اور مطیع اللہ فضل بن مقتدر خلیفہ ہوا۔
۳۳۴ ہجری ہی میں بغداد میں سخت قحط پڑا اور جعفر بن یونس خراسانی بغدادی نے (جو شبلی کے لقب سے مشہور تھا) وفات پائی اور ابوالحسن اشعری علی بن اسماعیل بھی اسی سال کے دوران فوت ہوا۔
۳۳۵ ہجری میں محمد بن یحییٰ نے (جو صولی شطرنجی مشہور تھا) وفات پائی۔
۳۳۷ ہجری میں عبدالرحمن بن اسحاق زجاجی نحوی بغدادی نے وفات پائی۔
۳۳۸ ہجری میں ابن نحاس احمد بن محمد مصری نحوی اور عمادالدولہ بن بویہ نے وفات پائی۔
۳۳۹ ہجری میں معلم ثانی محمد بن طرخان ابونصر فارابی ترکی نے وفات پائی۔ اور اسی سال حجر الاسود اپنی جگہ پر واپس لوٹایا گیا۔

۳۴۲ ہجری میں علی بن محمد ابوالقاسم تنوخی معتزل قاضی بصرہ و اہواز نے وفات پائی۔
۳۴۳ ہجری میں شیخ ابوجعفر محمد بن حسن بن ولید شیخ و استاد قمیین نے وفات پائی۔
۳۴۴ ہجری میں مصر میں سخت قسم کا زلزلہ آیا اور ابوبکر جعابی حافظ محمد بن عمر نے بغداد میں وفات پائی۔
۳۴۵ ہجری میں ابوعمر و زاہد مطرز محمد بن عبدالواحد بغدادی لغوی نے وفات پائی۔
۳۵۲ ہجری میں ابوالقاسم کوفی علی بن احمد موسیٰ مبرقع صاحب استغاثہ اور حسن بن محمد مہلبی وزیر معزالدولہ دیلمی نے وفات پائی۔ اسی سال روز عاشورا معزالدولہ دیلمی نے بغداد کے لوگوں کو حکم دیا کہ دکانیں اور بازار بند کر دیں۔ اور نانبائی کھانا نہ پکائیں۔ بازاروں میں گنبد بنائے جائیں اور سید الشہداء کے لیے ماتم برپا کریں۔
۳۵۳ ہجری میں اسماعیل بن حماد جوہری صاحب صحاح اللغۃ نے وفات پائی۔
۳۵۴ ہجری میں متنبی شاعر احمد بن حسین قتل ہوا۔
۳۵۵ ہجری میں حاکم محدث نیشاپوری اور منصور سامانی کی وفات اور جناب سید مرتضیٰ رہ کی ولادت ہوئی۔
۳۵۶ ہجری میں معزالدولہ احمد بن بویہ۔ سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان۔ کافور اخشیدی۔ ابوعلی دقاق ابوالفرج علی بن الحسین اصفہانی نے وفات پائی۔
۳۵۷ ہجری میں حارث بن سعید بن حمدان ابوفراس شاعر نے وفات پائی۔
۳۵۸ ہجری میں حسن بن حمزہ علوی مرعشی اور ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان نے وفات پائی۔
۳۶۰ ہجری میں استاد محمد بن عمید قمی اور سلیمان بن احمد طبرانی معجم کبیر در اسماء صحابہ کے مولف نے وفات پائی۔
۳۶۳ ہجری ہی میں مطیع اللہ معزول اور طائع للہ عبدالکریم بن مطیع کی خلافت کا آغاز ہوا۔
۳۶۳ ہجری میں قاضی نعمان مصری نے وفات پائی۔
۳۶۶ ہجری میں قاضی محمد بن عبدالرحمٰن (جو ابن قریعہ مشہور تھا) کی وفات اور عزالدولہ دیلمی قتل ہوا۔
۳۶۸ ہجری میں ابوغالب زراری احمد بن محمد بن سلیمان اور شیخ محمد بن احمد بن داؤد قمی کتاب مزار کے مولف اور حسن بن عبداللہ سیرافی نحوی کی وفات ہوئی۔
۳۶۹ ہجری میں ابوالقاسم جعفر بن محمد بن سلیمان اور شیخ محمد بن احمد بن داؤد دوقمی کتاب مزار کے مولف اور حسن بن عبداللہ سیرافی نحوی کی وفات ہوئی۔
۳۷۰ ہجری میں ابن خالویہ حسین بن احمد نحوی اور محمد بن احمد ازہری ہروی لغوی کی وفات ہوئی۔
۳۷۲ ہجری میں فنا خسرو عضدالدولہ دیلمی رہ کی وفات ہوئی۔
۳۷۷ ہجری میں ابوعلی نحوی حسن بن احمد نے وفات پائی۔

۳۷۹ ہجری میں شرف الدولہ دیلمی کی وفات ہوئی۔

۳۸۱ ہجری میں طائع للہ معزول اور احمد قادر باللہ خلیفہ ہوا۔

۳۸۱ ہجری ہی میں رئیس المحدثین ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی رہ کی وفات ہوئی۔

۳۸۴ ہجری میں علی بن عیسیٰ رمانی نحوی اور محسن بن علی قاضی تنوخی کی وفات ہوئی۔

۳۸۵ ہجری میں کافی الکفاۃ اسماعیل صاحب بن عبادرہ اور دار قطنی علی بن عمر اور ابن سکرہ محمد بن عبداللہ شاعر کی وفات ہوئی۔

۳۸۶ ہجری میں محمد بن علی واعظ ابوطالب مکی کی وفات ہوئی۔

۳۸۷ ہجری میں بست فتح ہوا اور غزنویوں کی حکومت کا آغاز ہوا۔

۳۸۸ ہجری میں حمد بن محمد خطابی نے وفات پائی۔

۳۹۱ ہجری میں ابن حجاج شاعر حسین بن احمد شیعہ امامی کی وفات اور حسام الدولہ عقیلی قتل ہوا۔

۳۹۲ ہجری میں ابن جنی عثمان نحوی کی وفات ہوئی۔

۳۹۸ ہجری میں بدیع الزمان ہمدانی احمد بن حسین مبدع مقامات کی وفات ہوئی۔

پانچویں صدی کے واقعات

۴۰۰ ہجری میں ابوالفتح بستی علی بن محمد کاتب وشاعر نے وفات پائی۔

۴۰۱ ہجری میں احمد بن محمد عیاشی مقتضب الاثر کے مولف نے وفات پائی۔

۴۰۳ ہجری میں ابوبکر باقلانی محمد بن طیب کی وفات اور قابوس بن وشمگیر امیر بن امیر قتل ہوا۔

۴۰۴ ہجری میں بہاالدولہ عضدالدولہ کی وفات ہوئی۔

۴۰۵ ہجری میں حاکم محمد بن عبداللہ نیشاپوری صاحب مستدرک علی الصحیحین کی وفات ہوئی۔

۴۰۶ ہجری میں سید رضی رہ اور احمد بن محمد بن اسفرائنی کی وفات ہوئی۔

۴۰۷ ہجری میں محمد بن علی فخر الملک وزیر بہاالدولہ بن عضدالدولہ دیلمی رہ کی وفات ہوئی۔

۴۱۰ ہجری میں ابن مردویہ احمد بن موسیٰ اصفہانی کی وفات ہوئی۔

۴۱۱ ہجری میں حسین بن عبیداللہ عضائری اور فردوسی صاحب شاہنامہ کی وفات ہوئی۔

۴۱۳ ہجری میں شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان رہ کی وفات ہوئی۔

۴۱۶ ہجری میں ابوالحسن تہامی علی بن محمد شاعر اور سلطان الدولہ دیلمی قتل ہوئے۔
۴۱۸ ہجری میں حسین بن علی وزیر مغربی کی وفات ہوئی۔
۴۲۰ ہجری میں علی بن عیسیٰ ربعی نحوی کی وفات ہوئی۔
۴۲۱ ہجری میں سلطان محمود بن سبکتگین غزنوی اور امام حرزوقی احمد بن محمد شاعر کی وفات ہوئی۔
۴۲۲ ہجری میں قادر باللہ کی وفات اور عبداللہ قائم بامر اللہ کی خلافت کا آغاز ہوا۔
۴۲۳ ہجری میں ابن عبدون احمد بن عبدالواحد اور ابن بواب علی بن ہلال کاتب کی وفات ہوئی۔
۴۲۷ ہجری میں ثعلبی احمد بن محمد نیشاپوری اور قفال عبداللہ بن احمد مروزی کی وفات ہوئی۔
۴۲۸ ہجری میں مہیار دیلمی اور حسین بن عبداللہ بن سینا شیخ الرئیس کی وفات ہوئی۔
۴۲۹ ہجری میں ثعالبی عبدالملک بن محمد کی وفات اور حکومت سلجوقیہ کے ظہور کا آغاز ہوا۔
۴۳۰ ہجری میں ابونعیم اصفہانی احمد بن عبداللہ کی وفات اور آل بویہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔
۴۳۱ ہجری میں حکیم ناصر خسرو علوی نے وفات پائی۔
۴۳۶ ہجری میں علی بن الحسین موسوی سید مرتضیٰ رہ اور ابوالحسین بصری معتزل محمد ب علی کی وفات ہوئی۔
۴۴۹ ہجری میں ابوالعلاء معری احمد بن عبداللہ اور محمد بن علی شیخ کراجکی کی وفات ہوئی۔
۴۵۰ ہجری میں شیخ نجاشی احمد بن علی اور ماوردی علی بن محمد کی وفات ہوئی۔
۴۵۴ ہجری میں محمد بن سلامہ قضاعی کی وفات ہوئی۔
۴۵۵ ہجری میں اسماعیل سرقطی اور طغرل بک پہلے سلجوق بادشاہ کی وفات ہوئی۔
۴۵۶ ہجری میں ابن حزم علی بن احمد اندلسی کی وفات ہوئی۔
۴۵۸ ہجری میں ابن سیدہ لغوی علی بن اسماعیل اور امام بیہقی احمد بن الحسین کی وفات ہوئی۔
۴۶۰ ہجری میں شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی رہ کی وفات ہوئی۔
۴۶۳ ہجری میں یوسف بن عبدالبر اور خطیب بغداد احمد بن علی اور ابویعلی محمد بن حسن اور سلار بن عبدالعزیز دیلمی نے وفات پائی۔
۴۶۵ ہجری میں الپ ارسلان قتل ہوا اور عبدالکریم قشیری صوفی نے وفات پائی اور مصر میں قحط پڑا۔
۴۶۷ ہجری میں علی بن حسن باخرزی کی وفات ہوئی۔
۴۶۷ ہجری ہی میں قائم بامر اللہ کی وفات اور مقتدی بامر اللہ عبداللہ بن قائم خلیفہ ہوا۔
۴۷۱ ہجری میں شیخ عبدالقاہر جرجانی کی وفات ہوئی۔

۴۷۸ھ ہجری میں امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ شافعی کی وفات ہوئی۔

۴۸۱ھ ہجری میں عبدالعزیز بن براج اور خواجہ عبداللہ انصاری کی وفات ہوئی۔

۴۸۳ھ ہجری میں ابن مغازلی علی بن محمد کی وفات ہوئی۔

۴۸۵ھ ہجری میں نظام الملک حسن بن علی طوسی وزیر سلاطین سلجوقی قتل ہوا۔

۴۸۷ھ ہجری میں مقتدی کی وفات اور المستظہر باللہ احمد بن مقتدی کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۴۸۸ھ ہجری میں حمیدی محمد بن ابونصر نے وفات پائی۔

۴۹۲ھ ہجری میں فرنگیوں (یورپین) کا بیت المقدس پر غلبہ ہوا اور وہاں انہوں نے فساد برپا کیا اور اسعد بن محمد قمی وزیر نے وفات پائی۔

۴۹۸ھ ہجری میں رکن الدولہ بن ملکشاہ سلطان سنجر کے بھائی کی وفات ہوئی اور حلہ سیفیہ کی تعمیر ہوئی۔

چھٹی صدی کے واقعات

۵۰۴ھ ہجری میں علی بن محمد کیاہراسی کی وفات ہوئی۔

۵۰۵ھ ہجری میں محمد بن غزالی احیاء العلوم کے مولف نے وفات پائی۔

۵۱۰ھ ہجری میں ابن مندہ یحییٰ بن عبدالوہاب نے وفات پائی۔

۵۱۲ھ ہجری میں مستظہر کی وفات اور مسترشد باللہ فضل بن مستظہر کی خلافت کا آغاز ہوا۔

۵۱۳ھ ہجری میں طغرائی حسین بن علی اصفہانی قتل ہوا۔

۵۱۵ھ ہجری میں حسین بن مسعود محیی السنۃ بغوی کی وفات ہوئی۔

۵۱۶ھ ہجری میں قاسم بن علی حریری صاحب مقامات اور فصیحی علی بن محمد نحوی کی وفات ہوئی۔

۵۱۸ھ ہجری میں ابوالفضل احمد بن محمد میدانی کی وفات ہوئی۔

۵۲۰ھ ہجری میں احمد بن محمد غزالی کی وفات ہوئی۔

۵۲۵ھ ہجری میں مجدود بن آدم حکیم سنائی کی وفات ہوئی۔

۵۲۹ھ ہجری میں مسترشد قتل ہوا اور راشد باللہ جعفر بن مسترشد خلیفہ ہوا۔

۵۳۲ھ ہجری میں راشد قتل ہوا اور محمد مقتفی لامر اللہ خلیفہ ہوا۔

۵۳۸ھ ہجری میں محمود بن عمر زمخشری کی وفات ہوئی۔

۵۳۹ ہجری میں ابن جوالیقی موہوب بن احمد کی وفات ہوئی۔

۵۴۲ ہجری میں ابن شجری سید ہبتہ اللہ بن علی نحوی نے وفات پائی۔

۵۴۴ ہجری میں قاضی عیاض مغربی نے وفات پائی۔

۵۴۷ ہجری میں سلطان مسعود سلجوقی اور انوری شاعر نے وفات پائی۔

۵۴۸ ہجری میں محمد بن عبدالکریم شہرستانی، احمد بن منیر شاعر اور امین الاسلام طبرسی فضل بن حسن اور قطب راوندی سعید بن ہبتہ اللہ نے وفات پائی۔

۵۵۲ ہجری میں سلطان سنجر بن ملکشاہ بن الب ارسلان نے وفات پائی۔

۵۵۵ ہجری میں مقتفی کی وفات اور مستنجد باللہ یوسف بن محمد خلیفہ ہوا۔

۵۶۰ ہجری ہجری میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی وفات ہوئی۔

۵۶۲ ہجری میں سمعانی عبدالکریم بن محمد کی وفات ہوئی۔

۵۶۳ ہجری میں سہروردی عبدالقاہر بن عبداللہ کی وفات ہوئی۔

۵۶۵ ہجری میں حسین بن محمد راغب اصفہانی کی وفات ہوئی۔

۵۶۶ ہجری میں مستنجد کی وفات اور مستضیی بنور اللہ خلیفہ ہوا۔

۵۶۷ ہجری میں ابن خشاب نحوی عبداللہ بن احمد اور بوری شافعی اور قرطبی کی وفات ہوئی۔

۵۶۸ ہجری میں احمد بن محمد اخطب خوارزمی کی وفات ہوئی۔

۵۶۹ ہجری میں ابن دہان سعید بن مبارک نحوی کی وفات ہوئی۔

۵۷۳ ہجری میں محمد بن محمد بلخی عمری رشید وطواط کی وفات ہوئی۔

۵۷۴ ہجری میں حیص بیص سعد بن محمد کی وفات ہوئی۔

۵۷۵ ہجری میں مستضیئ کی وفات اور احمد ناصر الدین اللہ خلیفہ ہوا۔ ۵۷۶ ہجری میں احمد بن محمد سلفی نے وفات پائی۔

۵۷۷ ہجری میں ابن انباری عبدالرحمن بن محمد کی وفات ہوئی۔

۵۷۸ ہجری میں ابن ادریس محمد بن احمد حلی کی وفات ہوئی۔

۵۸۱ ہجری میں حکیم خاقانی شاعر کی وفات ہوئی۔

۵۸۳ ہجری میں نقل ہوا ہے کہ اول سال کا دن ہفتہ کے پہلے دن کے اور اول سال شمسی اوّل سال عربی کے مطابق تھا اور سورج و چاند ایک ہی برج تھے۔

۵۸۵ ہجری میں ابوالمکارم بن زہرہ حمزہ علی بن حسینی اور شیخ منتخب الدین علی بن عبیداللہ رازی کی وفات ہوئی۔

۵۸۶ ہجری میں ابن ابی الحدید عبداللہ الحمید کی ولادت ہوئی۔
۵۸۸ ہجری میں محمد بن علی بن شہر آشوب کی وفات ہوئی۔
۵۹۰ ہجری میں قاسم بن فیرہ شاطبی کی وفات ہوئی۔
۵۹۶ ہجری میں دریائے نیل مصر میں پانی کے رک جانے کی وجہ سے قحط اور بہت گرانی ہوگئی۔
۵۹۷ ہجری میں مصر و شام میں عظیم زلزلہ آیا اور ابن جوزی عبدالرحمن بن علی کی وفات ہوئی۔

ساتویں صدی کے واقعات

۶۰۶ ہجری میں ابن اثیر مبارک بن محمد نہایہ و جامع الاصول کے مولف نے اور محمد بن عمر فخر الدین رازی نے وفات پائی۔
۶۰۸ ہجری میں تاتار کے لشکر کا اسلامی شہروں پر غلبہ اور قبضہ ہوگیا۔
۶۱۰ ہجری میں ابن خروف علی بن محمد نحوی اور عیسیٰ بن عبدالعزیز جزولی اور ناصر بن عبدالسید مطرزی نے وفات پائی۔
۶۱۶ ہجری میں ابوالبقاء عبداللہ بن حسین نے وفات پائی۔
۶۱۸ ہجری میں نجم الدین کبریٰ احمد بن عمر نے وفات پائی۔
۶۲۲ ہجری میں ناصر کی وفات اور محمد ظاہر امر اللہ کی خلافت شروع ہوئی۔
۶۲۳ ہجری میں ظاہر کی وفات اور منصور مستنصر باللہ خلیفہ ہوا۔
۶۲۴ ہجری میں چنگیز خان کی موت واقع ہوئی۔
۶۲۶ ہجری میں یاقوت حموی کی وفات ہوئی۔
۶۳۰ ہجری میں ابن اثیر علی بن محمد جزری کامل التواریخ کے مولف کی وفات ہوئی۔
۶۳۱ ہجری میں ابوالحسن آمدی علی بن محمد اور ابن خباز محمد بن ابوبکر کی وفات ہوئی۔
۶۳۲ ہجری میں عمر بن محمد سہروردی کی وفات ہوئی۔
۶۳۸ ہجری میں محمد بن علی محی الدین عربی کی وفات ہوئی۔
۶۴۰ ہجری میں مستنصر کی وفات اور عبداللہ کی خلافت شروع ہوئی۔
۶۴۳ ہجری میں علی بن محمد علم الدین سخاوی اور ابن صائغ یعیش بن علی نحوی کی وفات ہوئی۔
۶۴۵ ہجری میں عمر بن محمد شلوبینی کی وفات ہوئی۔
۶۴۶ ہجری میں ابن حاجب عثمان بن عمر کی وفات ہوئی۔

۶۴۸ ہجری میں علامہ حلی حسن بن یوسف کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۶۵۶ ہجری میں مستعصم خلیفہ مارا گیا اور بنی عباس کی سلطنت وحکومت کا خاتمہ ہوا۔

۶۶۱ ہجری یا ۶۷۲ ہجری میں قصبہ قونو میں مولانا جلال الدین محمد بن محمد نے (جو مولانا رومی کے نام سے مشہور اور مثنوی کا مولف ہے) وفات پائی۔ یہ اصل میں تو بلخ کا رہنے والا ہے لیکن چونکہ روم کے علاقہ کی طرف ہجرت کی تھی اور قصبہ قونو میں سکونت اختیار کی تھی لہذا رومی مشہور ہوا۔ یہ ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہوں نے عطار ونسائی اور شمس الدین تبریزی کی صحبت حاصل کی ہے اور کتاب مثنوی امیر حسام الدین چلپی قونوی رومی کے حکم سے لکھی تھی۔ اور اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

گر نبودی خلق محجوب وکثیف

ور نبودی حلقہا تنگ وضعیف

در مدیحت داد معنی دادمی

غیر ازیں منطق لبی بگشادمی

پھر معلوم ہونا چاہیے کہ مولانا رومی کی مدح وثنا میں صاحب مجالس المومنین نے کافی مبالغہ کیا ہے اور اس کو خالص شیعہ آل محمد علیہم السلام قرار دیا ہے اور اس کی تائید اس سے لی ہے کہ وہ جلال الدین حکومت اسماعیلیہ کے داعی کی اولاد میں سے ہے لیکن محققین کی اس سے گفتگو ہے۔ بہرحال اس شخص کا معاملہ اس سے زیادہ مشہور ہے کہ ذکر ہو اور طرفین کے علاوہ عرفاء نے کتب تراجم وحالات میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۶۶۳ ہجری میں علی بن مومن نے (جو ابن عصفور کے نام سے مشہور اور اندلس کی حکومت میں عربیت ونحو کا جھنڈا اٹھا ہوئے تھا) وفات پائی۔

۶۶۴ ہجری میں سید اجل عالی مقام رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر طاؤس آل طاؤس نے وفات پائی۔ ان کا نسب شریف داؤد بن حسن مجتبیٰ تک پہنچتا ہے اور داؤد صاحب دعائے ام داؤد ہے سید رضی الدین اور ان کے بھائی سید جمال الدین احمد بن موسیٰ صاحب کتاب البشریٰ والملاذ کی والدہ شیخ مسعود ورام بن ابی فراس کی صاحبزادی ہے اور سید رحمۃ اللہ کے فضائل زہد وعبادت جلالت شان وقدر اور حسن تصنیف میں اس سے زیادہ ظاہر ہیں کہ ذکر ہوں اور اس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہوں اور جو ان کے زہد وتقویٰ کی کچھ مقدار پر مطلع ہونا چاہے تو ان کی کتب کی طرف رجوع کرے۔ خصوصا کتاب کشف المحجۃ اور مرحوم مستجاب الدعاء اور صاحب کرامات واضحہ تھے اور فصیح وبلیغ اور زیادہ دعا کرنے والے تھے، خلاصہ یہ کہ ان کے حق میں کلام کو طول دینا ان کے شان کو معیوب کرنے کے مترادف ہے۔

او فیاند بما گرچہ زماست

ما ہمہ مستم واحمد کیمیاست

نور ربیع الثانی ۶۶۳ھ ہجری میں ہلاکو بن تولی خان بن چنگیز خان حکومت بنی عباس کو فنا کرنے والے کی وفات ہوئی اور اس کا دارالسلطنت تبریز تھا۔ (مجالس المومنین کے مطابق)

۶۷۲ھ ہجری میں محمد بن عبداللہ نے (جو ابن مالک کے نام سے مشہور تھا اندلسی شافعی الفیہ جو نحو میں ہے کا مولف اور دوسرے کتب کا مصنف کہ جن کے نام بعض نے اشعار میں جمع کیے ہیں) وفات پائی۔ اور الفیہ کی شرح میں علماء کی ایک جماعت نے کی ہیں کہ جن میں سے ایک خود ماتن کا بیٹا بدرالدین محمد ہے جو ابن ناظم مشہور ہے۔

دوسرا جلال الدین سیوطی ہے اور ایک خالد ازہری ہے اور ایک عبداللہ بن عقیل ہے اور ایک جابر اعمی اور ایک عبدالعزیز موصلی اور ایک عمر بن مظفر حلبی جو ابن وردی کے نام سے مشہور ہے اور ایک ابن صانع حنفی ہے اور ایک محمد بن ابوالفتح حنبلی ہے اور ایک محمد بن سلیمان مصری اور ایک یوسف بن خلیب ہے۔

۶۷۲ھ ہجری میں ہی غدیر کے دن سلطان المحققین برہان الموحدین محقق متکلم حکیم متجر حجۃ الفرقہ الناجیہ خواجہ نصیر الحق والملۃ والدین محمد بن محمد بن حسن طوسی قدس اللہ صاحب کتاب تجرید العقائد و شرح اشارات اور تصانیف کثیرہ نے وفات پائی اور ان کا اصلی وطن جہرود کے علاقہ میں ایک جگہ ہے جس کو دشارہ کہتے ہیں جو قم کے دیہات میں سے ہے اور ان کی ولادت باسعادت طوس میں ہوئی اسی لیے خواجہ نصیر طوسی کے نام سے مشہور ہیں اور ان کا مدفن بقعہ منورہ کاظمین میں اس جگہ ہے کہ جسے ناصر عباسی نے اپنے لیے تیار کیا تھا لیکن موفق نہ ہو سکا کہ وہاں دفن ہو اور وہ رصافہ میں دفن ہوا۔ منقول ہے کہ خواجہ کی وفات کے وقت ان سے کہا گیا کہ آپ کا جنازہ نجف اشرف لے جائیں تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے شرم و حیا آتا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہ وصیت کروں میرا جنازہ نجف لے جائیں اور آنجناب کو ہلاکو کی حکومت میں مرتبہ بلند حاصل تھا۔ فتح بغداد اور مستعصم کے قتل کے بعد آپ رصدگاہ کے بنانے میں فضلاء کی ایک جماعت کے ساتھ مشغول ہوئے اور آنجناب کی حکایت و واقعات مفصل ہیں اور ان کے اشعار لطیف ہیں اور صاحب مقامع سے منقول ہے کہ جناب خواجہ ایک سفر میں کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے اور کشتی میں تیس افراد تھے جن میں سے پندرہ مسلمان اور پندرہ یہودی تھے اتفاقاً کشتی طلاطم میں آ گئی۔ اہل کشتی کہنے لگے کہ قرعہ ڈالا جائے اور جس کے نام پر قرعہ آئے اس کو دریا میں پھینک دیں۔ خواجہ نے انہیں مدور بیٹھایا اور نو نو قرعہ ڈالے۔ سب یہودیوں کے نام پر نکلے اور انہیں پانی میں پھینک دیا اور اس طریقہ سے یہودی ہلاک ہوئے اور یہ حکایت صاحب مقامع نے ان اشعار کے سائل کے جواب میں نقل کی ہے۔ زتر کان چہار روز ہندوست پنج دو رومی ابا یک عراقی بنج

سہ روز وشی یک نہارو دولیل
دوبازدسہ زاغ دیکی چوں سہیل
دو میغ دود ماہ دیکی بجود دو
زنہ نہ شمرون برافتد یہود!

اوران دواشعار میں بھی اس لطیفہ کی طرف اشارہ ہوا ہے اور نقطہ دار حروف سے یہود اور بے نقطہ سے مسلمان مراد ہیں ولما فتنت بلحظہ: ازلت فما خفت من شامت

جب میں اس کی نگاہ کا مفتون ہو گیا تو اس کو زائل کر دیا اور شامت کرنے والے کا خوف محسوس نہ کیا۔ نیز

والله یقضی بکل یسر

ویحفظ الضیف حیث کانا

اور اللہ پوری آسانی کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور مہمان کی حفاظت کرتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔لیکن یہ شعر پہلے کے برعکس ہے (یعنی نقطہ دار الفاظ سے مسلمان اور بے نقطہ سے یہودی مراد ہیں۔

۶۷۳ ہجری میں سید اجل احمد بن موسیٰ بن طاؤس رہ کی وفات ہوئی۔

ربیع الثانی ۶۷۶ھ میں شیخ اجل افقہ اعظم ومولانا المعظم شیخ الطائفہ بغیر حاجد واحد ہذہ الفرقہ دای واحد ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن حسن حلی جو محقق کے لقب سے مشہور شرائع الاسلام ومعتبر ونافع وغیرہ کتب کے مصنف نے وفات پائی۔ یہ بزرگوار علامہ حلی کے ماموں ہیں اوران کا مزار شریف حلہ میں ہے اوران کی تاریخ وفات اس طرح ہے (زبدۃ المحققین رحمۃ اللہ) کابر علماء کی ایک جماعت نے محقق کی شاگردی کی ہے۔ مثلاً سید عبدالکریم بن احمد بن طاؤس مولف فرقہ الحری اور سید محمد بن علی بن طاؤس اور یہ سید وہی ہیں کہ جن کے لیے ان کے والد نے کتاب البہجہ لثمرۃ المہجہ تالیف کی اور مثلاً شیخ حسن بن ابوطالب یوسفی آبی صاحب کی کتاب کشف الرموز شرح نافع اور مثلاً وزیر ابوالقاسم علی بن وزیر محمد بن علقمی شیعہ وزیر مستعصم۔

۶۷۶ھ میں ہی شیخ عمادالدین طبری حسن بن علی بن محمد مازندرانی نے کتاب مناقب الطاہرین کو مکمل کیا اور شیخ جلیل محقق اور علامہ کے ہمعصر ہیں اور بہت سی عمدہ وشریف کتب فقہ وحدیث وغیرہ میں تالیف کی ہیں ان میں سے ایک کتاب کامل السقیفہ ہے جو کامل بہائی کے نام سے مشہور ہے چونکہ یہ کتاب وزیر معظم بہاوالدین محمد بن وزیر شمس الدین محمد جوینی (جو صاحب دیوان مشہور اور ہلاکو خان مغل کی حکومت کے زمانہ میں ممالک ایران کی حکومت کا متولی تھا) کے دربار میں بطور ہدیہ پیش کی اور کتاب کامل دشمنان اہل بیتؑ کے مثالب ومطاعن اوران سے تبرا و بیزاری پر اور کتاب مناقب اہل بیتؑ کی فضیلت اوران سے تولا رکھنے پر مشتمل ہے اور یہ دونوں کتب تلوار اور نیزہ کی طرح ہیں مخالفین کے لیے اور تیس ہزار سے زیادہ سطروں میں ہیں۔

۶۷۹ھ میں فیلسوف محقق حکیم مدقق عالم ربانی میثم بن علی بحرانی صاحب شروح نہج البلاغہ وشرح صد کلمہ ورسالہ امامت وغیرہ نے وفات پائی اور وہی جناب ہیں حکایت معروفہ والے (کل یا کمی) اور بعض علماء نے کتاب استغاثہ فی بدع الثلاثہ کی نسبت بھی انہی کی طرف دی ہے لیکن حق یہ ہے کہ کتاب استغاثہ علی بن احمد کوفی کی تالیف ہے اور جناب میثم کی قبر ہلتا میں ہے جو بحرین کے شہروں میں سے ایک ہے۔

صاحب مجمع البحرین ؒ نے لغت مثم میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر اعتراض کیا ہے حالانکہ مناسب تھا کہ اس کا ذکر لغت وثم میں ہوتا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ لفظ میثم جہاں کہیں ہو میم کے زیر کے ساتھ ہے مگر میثم بحرانی کہ یہ میم کی زبر کے ساتھ ہے۔

۶۸۱ ہجری چھبیس رجب کو احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابوبکر بن خلکان اربلی مورخ مشہور وفیات الاعیان مشہور تاریخ کے مولف نے وفات پائی اور ابن خلکان یحییٰ برمکی اولاد میں سے ہے اور اس کے جد اعلیٰ کے خلکان (خا کی زبر اور لام مکسورہ کی شد کے ساتھ) کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک دن اپنے ہمسنوں کے ساتھ آل برآمکہ کے مفاخر کے ساتھ فخر ومباہات کر رہا تھا کہ انہوں نے کہا خل کان جدی کذا کان نسبی کذا یعنی اپنے دادا اور شجرہ نسب کے مفاخر کو چھوڑ و بلکہ اپنے مفاخرہ کارنامے بیان کرو۔

ان الفتی من یقول ھا انا ذا

لیس الفتی من یقول کان ابی

جوانمرد وہ ہے جو کہے کہ میں یہ ہوں وہ جوانمرد نہیں جو کہے کہ میرا باپ یہ تھا۔

ابن خلکان انتہائی متعصب اور ناصبی اصول میں اشعری اور فروع میں شافعی مذہب ہے۔

قاہرہ مصر میں قاضی تھا اور کتاب وفیات ۶۵۴ ھ میں تالیف کی ہے حقیقت یہ ہے کہ عمدہ اور پختہ کتاب لکھی ہے اور اس میں مشاہیر تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے حالات وتراجم اپنے زمانہ تک لکھے ہیں اور صلاح صفدی نے اس کی تذئیل وافی بالوفیات کے نام سے لکھی ہے۔

۵۸۱ ھ میں عبدالرحمن بن عبداللہ بن احمد (جو ابوالقاسم سہیلی کی کنیت سے مشہور ہے نحوی نے وفات پائی اور شرح الجمل اور کتاب الاعلام بمانی القرآن من الاسماء الاعلام وغیرہ کتب لکھی ہیں اور کتاب اعلام عمدہ کتاب ہے اور صاحب روضات نے سہیلی کے حالات میں اس کتاب سے کچھ چیزیں نقل کی ہیں۔

۶۸۵ ھ یا ۶۹۲ ھ میں قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر فاری بیضاوی اشعری شافعی مفسر متکلم اصولی نے وفات پائی جو کہ مشہور تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل کا مولف ہے اور حقیقت میں یہ کتاب کشاف کی تہذیب وکاٹ چھانٹ ہے اور یہی تفسیر حکومت مغلیہ میں اس کی ترقی اور شہر بیضا میں اس کی قضاوت کا باعث ہوئی جیسا کہ اپنی جگہ پر شرح کے ساتھ بیان ہوا ہے اور اس کی اور تالیفات بھی ہیں مثلاً شرح مختصر ابن حاجب وشرح مصابیح بغوی اور اس کا لطیف کلام ہے۔ بنی اسرائیل کی گائے کے ذبح ہونے کی تفسیر میں جس میں نفس کی گائے کو ذبح کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ جو نفس کی گائے کو ذبح کرے وہ پاکیزہ زندگی بسر کرے گا۔

اسی مطلب کو شیخ بہائی نے نان وحلوا میں حاشیہ لگا کے اس سے اخذ کیا ہے۔

درجوانی کن نثار دوست جان

روعوان بین ذلک را نجوان الخ

۶۸۶ھ میں شیخ اجل نجم الائمہ رضی الدین محمد بن حسن استر آبادی نے (جو شارح رضی کے لقب سے مشہور شیعہ امامی ہے) وفات پائی اور یہی وہ شخص ہے جس نے کافیہ و شافیہ اور ابن ابی الحدید کے سات قصائد جو امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کی مدح میں ہیں کی شرحیں لکھی ہیں۔

۶۸۶ھ ہی میں بدر الدین محمد بن محمد بن مالک اندلسی نحوی نے وفات پائی جو ابن ناظم کے نام سے مشہور اور اپنے باپ کی الفیہ کا شارح اور کافیہ لامیہ کا شارح ہے۔

۶۸۹ھ عرفہ کی رات شیخ جلیل فقیہ یحیٰی بن احمد بن یحیٰی بن حسن بن سعید ہذلی (جو محقق جعفر بن حسن بن یحیٰی کا چچازاد جو ابن سعد حلی کے نام سے مشہور جامع الشرائع ونزھۃ الناظر فی الجمع بین الاشباہ والنظائر کا مولف ہے) عرفہ کی رات کی پہلی تہائی میں وفات پائی اور اس کی ایک حکایت ہے اپنے چچا محقق کے ساتھ جب حلہ میں خواجہ نصیر الدین طوسی ہلاکو خان کی سلطنت کے زمانہ میں تشریف لائے اور یہ بزرگوار ورع و پرہیز گار اور فاضل شخص تھا۔

اور پچیس رمضان ۶۹۳ھ میں ابو عبداللہ محمد بن قاضی القضاۃ احمد بن خلیل خوبی شافعی دمشقی نے (جو ابن خوبی کے نام سے مشہور صاحب شرح فصول ابن معط وغیرہ) وفات پائی۔

اور ماہ شوال ۶۹۳ھ میں سید اجل غیاث الدین عبدالکریم بن احمد بن موسیٰ بن جعفر ابن طاؤس صاحب کتاب الشمل المنظوم فی مصنفی العلوم وکتاب فرحۃ الغری نے وفات پائی۔ صاحب روضات نے رجال ابن داؤد سے حکایت کی ہے کہ سید عبدالکریم کتابت میں مشغول ہوا اور چالیس دن میں استاد سے بے پرواہ ہو گیا اور اس وقت اس کی عمر چار سال تھی پس خیال کرو۔

آٹھویں صدی کے واقعات

۷۱۰ھ میں قطب شیرازی محمود بن مسعود بن مصلح فارسی شیرازی نے جس کا لقب علامہ تھا وفات پائی اور بیضاوی کی قبر کے پاس دفن ہوا اور اس کی تصانیف میں سے ہے شرح مختصر ابن حاجب اور شرح مفتاح و شرح کلیات ابن سینا وغیرہ اور قطب پہلے کاتبی کا شاگرد تھا جب محقق طوسی قزوین تشریف لے گئے تو کاتبی کے گھر گئے کاتبی نے چاہا کہ محقق کی کوئی خدمت انجام دے قطب الدین کو محقق کے سپرد کیا اور قطب نے بھی خواجہ کی ملازمت خدمت اختیار کی اور ان سے بہت سے علوم کا استفادہ کیا اور اس مرتبہ تک پہنچا کہ اسے زیادہ علم کی وجہ سے علامہ کہتے تھے قطب اور اس کے بھانجے شیخ سعدی کے درمیان کئی خوش طبعیاں چلتی تھیں اور دونوں اتابک اعظم سعد بن زنگی کی حکومت کے زمانہ میں تھے اور اسی واسطہ سعدی نے اپنے تخلص کو سعد کی طرف نسب دی ہے۔

ماہ شعبان ۷۱۱ھ میں محمد بن مکرم مصری نے وفات پائی جو لسان العرب کا مولف ہے کہ جس میں اس نے تہذیب، محکم، صحاح، جمہرہ اور نہایہ وغیرہ کو جمع کر دیا ہے اور اس کے اشعار میں سے ہے۔

بالله ان جزت بوادي الاراك وقبلت عيدانه الخضر فابعث الى عبدك من بعضها؛ فانه والله مالي سواك خدا کی قسم جب تو پیلو کے درختوں کی وادی سے گزرے اور اس کی سرسبز لکڑیاں تیرے منہ کا بوسہ لیں تو ان میں سے بعض اپنے غلام کو بھیج دینا کیونکہ خدا کی قسم تیرے سوا کوئی میرا نہیں۔

اکیس محرم ۷۲۶ھ میں آیۃ اللہ علامہ حلی رہ نے محروسہ حلہ میں وفات پائی امیر المومنین کے جوار نجف اشرف میں دفن ہوئے اوران کا اسم مبارک جمال الملۃ والحق والدین ابو منصور حسن بن شیخ فقیہ سدید سدید الدین یوسف بن علی بن مطہر ہے اور آپ کا بھائی علی بن یوسف العدد القویہ لدفع المخاوف الیومیہ کا مولف ہے اور علامہ کے والد سب سے پہلے ان کے استاد ہیں فقہ وادب واخلاق کے اور وہ بزرگوار فاضل فقیہ متبحر تھے۔

اور وہی ہیں کہ جنہیں محقق نے اپنے شاگردوں میں سے ممتاز قرار دیا تھا خواجہ نصیر الدین طوسی کے سامنے مشہور حکایت میں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ کے طبقہ میں ذکریا بن محمود قزوینی صاحب کتاب عجائب المخلوقات تھا جو کہ اہل سنت کے بہت بڑے علماء اوران کے محدثین حفاظ میں سے ہے اور سید علی بن حسین باقی بھی انہیں کے طبقہ میں ہے جو اختیار المصباح کا مولف ہے۔

۷۳۵ھ میں ملا عبدالرزاق کاشی عارف وصوفی نے (صاحب تاویلات وشرح فصوص ابن عربی وشرح منازل السائرین خواجہ عبداللہ انصاری) وفات پائی اور وہ علاوہ ہے مولی عبدالرزاق بن علی (لاہیجی) جیلانی قمی کے جو فیاض کے لقب سے ملقب اور مولی صدر شیرازی کا داماد صاحب گوہر مراد وشرح الشوارق وغیرہ اور مرزا حسن صاحب جمال الصالحین فی اعمال السنۃ اور شمع الیقین فی الامامۃ کا والد ہے اور وہ مولی عبدالرزاق بن میر جیلانی صاحب شرح قواعد العقائد محقق طوسی کے بھی علاوہ ہے۔

۷۳۹ھ میں قاضی القضاۃ محمد بن عبدالرحمن قزوینی الاصل نے (جو خطیب دمشقی مشہور اور سکاکی کی مفتاح کی تلخیص کا مولف ہے کہ جس کی دو مشہور شرحیں تفتازانی نے مطول ومختصر لکھی ہیں جو کہ علم بیان ومعانی میں ہے) دمشق میں وفات پائی۔

۷۴۵ھ میں اثیر الدین محمد بن یوسف اندلسی سے (جس کی کنیت ابوحیان ہے جو نحوی اور سلسلۂ علم وادب کا قطب ہے کہ جس کی بہت سی تصانیف ہیں) وفات پائی کہا گیا ہے کہ وہ اہل ظاہر کے مذہب اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت کی طرف مائل ہوا اور وہ بہت خشوع وخضوع کرتا) اور تلاوت قرآن کے وقت بہت گریہ وزاری کرتا تھا اور وہ ابوحیان توحیدی کا غیر ہے کہ جو زندقہ والحاد سے متہم تھا۔

جیسا کہ ابن جوزی سے منقول ہے اس نے کہا کہ اسلام کے زمانہ میں تین زندیق تھے ابن راوندی وابوحیان توحیدی اور ابوالعلاء معری اور سب سے زیادہ برا اسلام کے حق میں ابوحیان ہے انتہی۔ اور ابوحیان توحیدی وہی ہے کہ جس نے وزیر ابوالفضل بن عمیدی اور صاحب بن عباد کے مطاعن میں کتاب لکھی تھی اور اس کی ایک کتاب ہے الحج العقلی اذا ضاق الفضاء عن الحج الشرعی اور گویا یہ کتاب اس کتاب کی طرح ہے جو حسین بن منصور حلاج نے اپنے ذاتی اختراعات سے حج الفقراء کی کیفیت میں لکھی تھی جو اس کے قتل

کا اہم سبب بنی تھی ۷۴۹ھ میں عمر بن مظفر حلبی شافعی نے (جو ابن وردی مشہور تھا) وفات پائی۔

اور ۷۵۴ھ میں جناب علامہ کے بھانجے سید عمید الدین عبدالمطلب بن محمد بن علی بن اعرج حسینی حلی نے وفات پائی جو عزی میں دفن ہوا اور وہ اہل علم گھرانے سے تھا اس کا باپ دادا اور بھائی سب علما تھے اور اس کی تہذیب الاصول پر شرح ہے اور اس کی کئی شروح ہیں اپنے ماموں کی کتب پر اور وہ عمید الرؤساء ہبۃ اللہ بن حامد صحیفہ سجادیہ کے راوی جو حدثنا کہہ کر روایت کرتا ہے کا غیر ہے کیونکہ وہ اس سے مقدم اور سید فخار بن معد موسوی قدہ کا شاگرد ہے۔

۷۵۶ھ میں قاضی عضد الدین عبدالرحمن بن احمد فارسی ایجی شافعی اصولی متکلم نے جو صاحب شرح مختصر ابن حاجب اور صاحب مواقف ہے کہ میر سید شریف نے جس کی شرح لکھی ہے اور ان دو کے علاوہ بھی اس کی کتب ہیں) کرمان کے قید خانے میں وفات پائی وہ سلطان الجائتو محمد (جو شاہ خدابندہ مشہور تھا) کے حکومت کے وقت کے علماء میں سے شیراز کا قاضی القضاۃ تھا اور صاحب کرمان کے ساتھ اس کا امتحان شروع ہوا اور اس نے اسے قلعہ میں قید کر دیا اور قید میں ہی اس کی وفات ہوئی۔

۷۶۰ھ میں جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن احمد مصری حنبلی کی وفات ہوئی جو ابن ہشام مشہور تھا اور کتاب مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب کا مولف ہے جو اس کی زندگی میں مشہور ہو گئی تھی۔ اور ابن ہشام بہت سے لوگوں پر بولا جاتا ہے جن میں سے ایک عبدالمالک بن ہشام ہے جو سیرت بن ہشام کا مولف ہے اور ان میں سے ایک یوسف بن ہشام حنبلی ہے اس کی بھی نحو میں مغنی نامی کتاب ہے۔

۷۶۶ھ میں ابوجعفر محمد بن محمد رازی نے دمشق میں وفات پائی وہ قطب رازی اور قطب تحتانی کے لقب سے مشہور اور بنو بویہ سلاطین کی طرف منسوب ہے جیسا کہ محقق کرکی نے فرمایا ہے یا بویہ دیتی کی طرف منسوب ہے جیسا کہ شیخ شہید سے منقول ہے۔

اس کا اصل وطن ورامین ری ہے اور اس کو قطب تحتانی اس لیے کہتے تھے تا کہ وہ اس قطب سے ممتاز رہے جو اس کے ساتھ مدرسہ نظامیہ میں اوپر کے کمرے میں رہتا تھا اور کتب رازی محاکمات۔ شرح شمسیہ شرح مطالع حاشیہ بر قواعد علامہ وغیرہ کتب کا مولف ہے اور علامہ حلی کے شاگردوں میں سے ہے اور اس نے قواعد اپنے قلم سے لکھی تھی اور علامہ نے اسی قواعد کی پشت پر اس کو اجازہ لکھ کر دیا تھا اور قطب رازی نے شیخ شہید کو اجازہ دیا ہے شیخ شہید اور دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ قطب علماء امامیہ میں سے تھا اور اس کی بہت تجلیل و تعظیم کرتے ہیں اور علماء اہل سنت نے بھی اس کی شاگردی کی ہے لیکن صاحب روضات نے اس کے مخالف ہونے کا حکم لگایا ہے اور اس کے سنی ہونے پر اصرار کیا ہے۔ ہمارے شیخ محدث طبرسی نوری نے اس کی تردید کی ہے اور خاتمہ مستدرک الوسائل میں قطب کا انتصار اور اس کی حمایت صاحب روضات پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں وہاں رجوع کریں۔

قطب رازی نے آخر میں دمشق کو اپنا وطن بنا لیا تھا اور وہیں رحلت کی اور وہ ابن تیمیہ حرانی منہاج السنۃ فی شیعۃ القدریہ کے مولف کا ہمعصر ہے اور قاضی القضاۃ علی بن عبدالکافی سبکی شافعی اشعری جو کہ اغلب علوم میں ماہر تھا کے بھی معاصرین میں سے ہے اور علماء عامہ نے اس کی بہت تجلیل و تکریم کی ہے اور اس کو قدوۃ الائمہ وجیہ الفضلاء کہا ہے اور اس کے شاگرد صلاح الدین صفدی

شارح لامیۃ العجم نے اس کی بڑی تعریف کی ہے اور قطب دیکی کے درمیان منازعات ومباحات مختلف علوم میں ہوئے ہیں اور قطب اس قطب شیرازی کے علاوہ ایک شخص ہے جس کی ۷۱۰ھ ہجری میں تبریز میں وفات ہوئی ہے۔

۷۶۸ھ ہجری میں کہا گیا ہے کہ شیخ عبداللہ بن اسعد یافعی کی عالم العلوم ظاہریہ وباطنیہ مشہور تاریخ امراۃ الجنان وغیرہ الیقظان اور روض الریاحین فی حکایات الصالحین وغیرہ کے مولف نے وفات پائی۔

۷۶۹ھ ہجری میں قاضی القضاۃ عبداللہ بن عبدالرحمن جو ابن عقیل مشہور اور منسوب ہے عقیل بن ابوطالب کی طرف مصری شافعی فقیہ نحوی شارح الفیہ نے وفات پائی اور شافعی کے پاس دفن ہوا۔ اس کے پاس سراج الدین بلقینی پڑھتا رہا ہے اور اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کی ہے اور سیوطی نے شرح مذکور پر حاشیہ لکھا ہے جس کا نام ہے السیف الصقیل علی عنق ابن ابی عقیل۔

۷۷۱ھ ہجری میں راس المدققین فخر المحققین ابوطالب محمد بن حسن بن یوسف بن مطہر علامہ کتاب ایضاح فی شرح القواعد وشرح التہذیب ونہج المسترشدین ومبادی الاصول اور اجوبۃ مسائل السید مہنا وغیرہ کے مولف نے وفات پائی اور ان کے والد جناب علامہ ان کی بڑی تعظیم کرتے اور تعریف فرماتے اور بہت زیادہ ان کی شان وشوکت کا اہتمام کرتے یہاں تک کہ علامہ نے اپنی بعض تصانیف کی ابتداء میں ان کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ خدا مجھے اس کا فدیہ قرار دے اور اسے ہر برائی سے بچائے اور دیگر اس قسم کے الفاظ کہے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ وہ جناب اپنی عمر کے دسویں سال میں درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے تھے۔ اور سید جزائری نے حکایت کی ہے جیسا کہ سید کی تہذیب کی شرح میں منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب مولانا علامہ اور ان کے فرزند فخر المحققین سلطان خدابندہ کے ساتھ سفر وحضر میں رہتے تھے اور یہ بادشاہ نماز کا وضو نماز کے وقت سے پہلے کرتا تھا۔ اور اسی حالت پہاسے ایک عرصہ گزر گیا۔ ایک دن جناب علامہ اس کے ہاں گئے تو بادشاہ نے ان سے سوال کیا۔

آپ نے فرمایا کہ جتنی نمازیں تو نے اس طریقہ کی پڑھی ہیں ان کا اعادہ کرلو۔ جب علامہ بادشاہ کے ہاں سے چلے گئے تو اس کے پاس فخر المحققین آئے تو بادشاہ نے ان سے بھی اسی مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ صرف ایک نماز کا اعادہ کرلو اور وہ پہلی نماز ہے جو اس حالت میں پڑھی ہے۔ کیونکہ تو نے جب اس کے لیے وضو کیا اس کے وقت کے داخل ہونے سے پہلے اور اسے وقت کے داخل ہونے کے بعد ادا کیا تو وہ فاسد ہے اب تو اس نماز کا مشغول الذمہ ہو گیا تو پھر جس وقت بھی تو نے وضو کیا تو تیرا وہ وضو استباحت نماز کے قصد سے صحیح ہے کیونکہ تو واقع کے لحاظ سے ایک نماز کا مشغول الذمہ ہے پس بادشاہ اس پر خوش ہو گیا علامہ کو ان کے صاحبزادے کے فتوے کی خبر دی تو انہوں نے اس کو اچھا قرار دیا اور بیٹے کے قول کی طرف پلٹ آئے، لیکن محققین نے علامہ پر اپنے قول کو چھوڑ کر بیٹے کے قول کی طرف رجوع کرنے میں عیب لگایا اور اعتراض کیا ہے، اس لیے کہ وہ وضو جو بادشاہ نے وقت سے پہلے کیا تھا وہ آئندہ نماز کے مباح ہونے کے قصد سے تھا نہ کہ فوت ہونے والی نماز کے قصد سے تھا، حالانکہ اعمال کی بنیاد تو نیت پر ہے تو اس وضو کا انصراف اس نماز کی طرف نہیں ہوگا۔ جو اس کے ذمہ میں تھی بلکہ ان نمازوں کی طرف ہوگا جو بعد میں اس نے پڑھنی تھیں۔

۷۷۶ ہجری میں شیخ متبحر شمس الدین محمد بن عبدالرحمن نے (جو ابن صائغ مشہور حنفی ونحوی ہے) وفات پائی جو شرح الفیہ اور اس قصیدہ بردہ کی شرح جو اس کی یو میں ہے اور دیگر کتب کا مولف ہے اور یہ لقب علماء کی ایک بڑی جماعت پر بولا جاتا ہے۔

نو جمادی الاول ۷۸۶ ہجری میں مولانا السعید الرکن الحمید تاج الفقہاء شمس الملۃ والدین ابوعبداللہ شیخ محمد بن مکی عاملی جزینی (کسکینی) کی شہادت واقع ہوئی۔آپ کو پہلے تلوار سے قتل کیا گیا پھر سولی پر لٹکایا گیا پھر سنگسار کیا گیا پھر آگ سے شہر دمشق میں جلایا گیا۔یہ سب کچھ بیدمرو کی حکومت اور برقوق کی سلطنت میں مالکی جسے برہان الدین کہتے تھے اور عباد بن جماعت شافعی کے فتویٰ سے ہوا بعد اس کے کہ ایک پورا سال انہیں دمشق کے قلعہ میں رکھا گیا اور انجناب کی تصانیف بہت سی ہیں ان میں سے ایک لمعہ ہے کہ جو سات دن میں تصنیف کی تھی، حالانکہ ان کے پاس کتاب مختصر النافع کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہیں تھی۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جن لوگوں نے شیخ شہید سے روایت کی ہے ان میں سے ایک شیخ فاضل مقداد بن عبداللہ سیوری حلی اسدی ہیں جو شرح نہج المسترشدین وشرح باب حادی عشر و کنز العرفان و تنقیح کے مولف ہیں اور سیوری (سین کی پیش) یا مخفف کے ساتھ نسبت ہے سیور کی طرف جو حلہ کی ایک بستی ہے اور صاحب روضات نے احتمال دیا ہے کہ وہ بارگاہ جو شہر کے باہر صحرا میں واقع ہے اور مشہور ہے کہ یہ مقداد کی قبر ہے وہ اسی مرد جلیل کی مزار ہے کیونکہ مقداد بن اسود کندی (صحابی) کی وفات تو مقام جرف میں ہوئی تھی جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور لوگ کندھوں پر ان کا جنازہ اٹھا کر لے آئے تھے یہاں تک کہ انہیں بقیع میں دفن کیا گیا واللہ العالم۔

۷۹۲ ہجری میں محقق مدقق ملا سعد بن عمر تفتازانی ہروی شافعی نے سمرقند میں وفات پائی اور سرخس میں دفن ہوا اور محقق تفتازانی کی تصانیف بہت ہیں کہ جن میں سے ایک مطول ہے۔

یہ شرح بیس سال کی عمر میں لکھی ہے اور ایک شرح شمسیہ ہے اور ایک کتاب مقاصد اور اس کی شرح ہے اور ایک شرح تعریف اور حاشیہ کشاف ہے علاوہ اور کتب کے ایک معاصر کو اس کی ہجو میں یہ لکھ کر بھیجا۔

ولست جديراً ان تكون مقدماً

ومأانت الانصف ضد المقدم

تو اس لائق نہیں کہ مقدم اور آگے ہو تو مقدم کی ضد کا آدھا ہے مقدم کی ضد موخر ہے اور اس کا آدھا خر (گدھا) ہے اور اسی سال خواجہ حافظ شیرازی کی بھی وفات ہوئی اور اس کی مزار شیراز میں ہے اور میں بھی اس کے مزار پر گیا ہوں۔

نویں صدی کے واقعات

۸۰۸ھ ہجری تین جمادی الاوّل کو شیخ فاضل محیط کمال الدین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ دمیری مصری شافعی حیوۃ الحیوان اس کی مختصر اور شرح منہاج وغیرہ کے مولف نے وفات پائی اور دمامینی شارح مغنی نے بھی حیوۃ الحیوان کی ایک مختصر شرح لکھی ہے اور اس کا نام عین الحیوۃ رکھا ہے۔

۸۱۶ھ ہجری میں شریف الدین علی بن محمد حسینی حنفی جرجانی استر آبادی نے (جو میر سید شریف مشہور اور فاضل معروف ہے) شیراز میں وفات پائی جو شرح مواقف قاضی عضد اور شمسیہ مطول وغیرہ پر حواشی و تعلیقات کا مولف صاحب صرف میر و کبریٰ وغیرہ سعد الدین تفتازانی کا معاصر اور قطب الدین رازی کا شاگرد تھا اور اس کے مذہب کے متعلق اختلاف ہے اکثر علماء شیعہ اسے سنی سمجھتے ہیں اور قاضی نور اللہ نے اسے حکماء و علماء شیعہ میں سے شمار کیا ہے اور استشہاد کیا ہے میر شریف کے شاگرد سید محمد نور بخش اور شیخ محمد بن ابو جمہور احسائی کی تخصیص کے ساتھ اور کہا ہے بماہتاب چہ حاجت شب تجلی را۔

البتہ اس کا بیٹا سید شمس الدین محمد شیعہ امامی ہے اور سید محمد کا بیٹا مرزا محمد علی جو میرزا مخدوم شریفی مشہور تھا سنی اور ناصبی ہے اور یہ وہی ہے کہ جس نے سلطان شاہ اسماعیل ثانی کو گمراہ کر کے سنی بنا دیا اور ایک کتاب بھی شیعوں کے رد میں نواقض الروافض کے نام سے لکھی ہے۔ اور قاضی نور اللہ مرقدہ نے اس کی تردید میں مصائب النواصب کے نام سے کتاب لکھی اور میرزا مخدوم کا فرزند ابو الفتح شریفی صاحب آیات الاحکام شیعہ امامی اور یخرج الحی من المیت (خدا زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے) کا مصداق ہے جیسا کہ اس کا باپ یخرج المیت من الحی (مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے) کا مصداق ہے۔ بہر حال منقول ہے کہ جب سید شریف دنیا سے کوچ کرنے لگا تو اس کے بیٹے نے اس سے کہا کہ بابا جان مجھے کوئی وصیت کرو تو میر سید شریف نے کہا بابا اپنے حال میں رہو۔ بیٹے نے باپ کے کلام کے مضمون کو نظم کیا اور کہا۔

مرا سید شریف آں بحر زخار
کہ رحمت بر رواں پاک او باد
وصیت کرد وگفت ارزانکہ خواہی
کہ باشد در قیامت جان تو شاد
چناں مستغرق احوال خود باش
کہ از حال کسی ناید ترا یاد

مجھے سید شریف نے وصیت کی ہے کہ اگر قیامت میں شاد رہنا چاہتا ہے تو اس طرح اپنے حالات میں ڈوبا رہ کہ کسی کی حالت

تجھے یاد میں نہ آئے۔

۸۱۷ ہجری میں مجدالدین محمد بن یعقوب بن محمد فروز آبادی شیرازی صاحب قاموس وغیرہ نے وفات پائی۔ اس نے مکہ کی مجاورت اختیار کی تھی اور وہیں کتاب قاموس تصنیف کی اور یمن کے علاقہ میں زبید نامی جگہ وفات پائی۔

۸۱۷ ہجری میں عبدالرحمن بن احمد بن دشتی فارسی کی ولادت ہوئی جس کا لقب ملا جامی اور اہلسنت کی زبان میں شیخ الاسلام مشہور ہے اور جام ماوراالنہر کے علاقہ کا ایک شہر ہے کہ جس میں جامی کی ولادت ہوئی اور اسکی کئی تالیفات ہیں جن میں سے ایک کتاب النفحات فی طبقات الصوفیہ ہے ان میں سے ایک کتاب کافیہ کی شرح ہے جو الفوائد الضیائیہ کے نام مشہور ہے اور جام ماوراء النہر کے علاقہ کا ایک شہر ہے کہ جس میں جامی کی ولادت ہوئی اور اسکی کئی تالیفات ہیں جن میں سے ایک کتاب النفحات فی طبقات الصوفیہ ہے ان میں سے ایک کتاب کافیہ کی شرح ہے جو الفوائد الضیائیہ کے نام سے مشہور ہے یہ شرح اس نے اپنے بیٹے ضیاء الدین کے نام سے کی ہے اور جامی علم نحو و صرف و حدیث و عروض و معمی وغیرہ کے عظیم ترین علماء میں سے تھا اور بڑا عمدہ شاعر تھا۔ عربی فارسی اور ملمعات کا اور اس کا تخلص بھی جامی ہے اور صوفیہ نقشبندیہ کا سلسلہ اسی میں سے جاملتا ہے اور جامی ظاہراً حنفی اشعری تھا بلکہ کہا گیا ہے کہ ناصبی تھا جیسا کہ قاضی نوراللہ اور آغا محمد علی صاحب مقامع وغیرہ نے تصریح کی ہے اور مقامع میں ایک کلام ان کے متعلق ذکر کی ہے۔ البتہ سید امیر محمد حسین حسینی خاتون آبادی علامہ مجلسی کے نواسے نے ذکر کیا ہے کہ وہ باطن میں شیعہ تھا لیکن تقیہ کرتا تھا اور اس کے اشعار میں میں سے ہے۔

سگ کاشی بہ ازا کابر قم
باوجود یکہ سگ بہ از کاشی است

اور اس کے اشعار میں سے ہے۔

ای مغبچہ دلبر جدہ جام میم
کا آمد خراج سنی وشیعہ تیم
گویند کہ جامیا چہ مذہب داری
صد شکر کہ سگ سنی وخرشیعہ نیم

اس کے نوادر میں سے ہے جو حکایت ہوئی ہے کہ اس نے ظریف شیخ لوگوں کی موجودگی میں اپنے متعلق یہ شعر کیا۔

بسکہ درجان نگار وچشم بیدارم توئی
ہر کہ پیدا میشود از دور پندارم توئی

میری زخمی جان اور بیدار آنکھ میں اتنا بسا رچا ہوا ہے کہ جو بھی دور سے ظاہر ہو میں سمجھتا ہوں کہ تو ہے ایک شخص کہنے لگا اگر گدھا بھی ظاہر ہو تو جامی نے کہا پھر بھی میں یہ سمجھوں گا کہ تو ہے۔

قاضی نوراللہ نے قاضی میر حسین شارح دیوان امیر المومنین علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ میر نے ملا جامی کی مذمت میں کہا۔

آل امام بحق ولی خدا
اسد اللہ غالبش نامی
دو کس اورا بجان بیاز روند
یکی از ابلہی دگر خامی
ہر دور امام عبدالرحمن است
آن یکی ابن ملجم ودیگر جامی

دوافراد نے علیؑ کو اذیت پہنچائی ہے ایک نے بے وقوفی سے ایک نے ناپختگی کی وجہ سے دونوں کے نام عبدالرحمن ہیں ایک ملجم کا بیٹا اور دوسرا جامی۔

819 ہجری میں استاد علامہ محمد بن ابوبکر بن قاضی القضاۃ عبدالعزیز حموی شافعی متکلم اصولی صاحب حواشی و تصانیف کثیرہ ابن جماعت کے نام سے مشہور نے وفات پائی اور یہ عباد بن جماعت شافعی کے علاوہ ہے کہ جسنے شہید اول کے قتل کا حکم دیا تھا۔

ماہ شعبان 827 ہجری میں بدرالدین محمد بن ابوبکر بن عمر اسکندری مصری مالکی نے جو دمامینی کے لقب سے مشہور تھا کلبرجہ ہند میں وفات پائی جو شرح تسہیل اور حاشیہ مغنی جس کا نام تحفۃ الغریب فی حاشیۃ مغنی اللبیب کا مولف ہے اور اس کا حاشیہ شمنی کے حاشیہ سے بہتر ہے چونکہ اس کی بناء تحقیق وتدقیق پر ہے بخلاف دوسرے کے کہ وہ تاریخ کی طرح ہے۔

837 ہجری میں اسماعیل بن ابوبکر صاحب کتاب عنوان الشرف کہ جو مجموعی طور پر مجموعہ تو فقہ میں ہے لیکن رمز واشارہ سے اور بھی چار کتابیں اس سے نحو وتاریخ وعروض وقوافی کی نکل آتی ہیں اس نے اپنی تالیف میں نیا رنگ پیدا کیا ہے اور اس کے طریقہ و منوال پر فاضل سیوطی نے کتاب النفحة المسكية والتحفة والمكيه ایک کتاب کو ایک ہی دن میں بنا ہے اور ہمارے علماء میں سے شیخ فرج اللہ بن محمد بن ادریس جوزی ہیں صاحب کتاب رجال وغیرہ جو ہمارے شیخ حر عاملی کے معاصر ہیں۔

841 ہجری میں شیخ جلیل احمد بن محمد بن فہد حلی مولف عدۃ الداعی و تنقیح وغیرہ نے وفات پائی۔ ان کی قبر کربلا میں مزار مشہور ہے اور واضح ہو کہ ابن فہد نے عدۃ میں ارشاد دیلمی یعنی حسن بن ابوالحسن محمد وعظ دیلمی سے نقل کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دیلمی کا طبقہ ابن فہد سے بلند تر ہے بلکہ دیلمی علامہ یا شہید کا ہمعصر ہے جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور دیلم مدینہ رود بار اور اطراف مازندران میں ہے۔

852 ہجری میں احمد بن علی بن حجر عسقلانی لا اصل کی المسکن شافعی المذہب مولف فتح الباری شرح صحیح بخاری و کتاب اصابہ و درر کامنہ فی اعیان الماۃ الثامنہ وغیرہ نے وفات پائی جو معاصر ہے احمد بن تیمیہ ناصبی کا جو شیخ الاسلام مبدع کے نام سے

مشہور ہے جس نے منہاج السنۃ علامہ رہ کی منہاج الکرامۃ کی رد میں لکھی ہے جو طائفہ وہابیہ کے مذہب کا بانی ہے اور ابن تیمیہ وابن حجر کے درمیان پوری منافرت تھی اور ابن حجر جائز نہیں سمجھتا تھا کہ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہا جائے اور ابن آلوسی بغدادی نے ایک کتاب ان دو احمد نامی اشخاص کے درمیان بطور محاکمہ کے لکھی ہے جس کا نام جلاء العینین فی المحاکمۃ بین الاحمدین رکھا ہے اور چونکہ مولف ابن تیمیہ کا ہم مذاق وہم مشرب ہے لہٰذا ابن حجر کے برعکس ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام سے تعبیر کرتا ہے۔ واضح ہو کہ ابن حجر دو اشخاص پر بولا جاتا ہے اور اکثر اوقات ایک دوسرے سے مشتبہ ہو جاتے ہیں اور جو ابن حجر متاخر ہے اس کا ذکر ۹۷۴ ہجری میں آئے گا جو کہ اس کا سنہ وفات ہے۔

۸۵۵ ہجری میں بدر الدین محمود بن احمد نے (جو فاضل عینی مشہور اور شواہد کبیر وصغیر کی شرح اور شرح بخاری وطبقات حنفیہ وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی۔

سترہ ذی الحجہ ۸۷۲ ہجری میں احمد بن محمد نے (جو شمنی کے لقب سے مشہور مغنی کا محشی اور سیوطی کا استاد ہے) وفات پائی۔

۸۷۶ ہجری میں شیخ محمد بن علی جباعی جد شیخنا البہائی محمد بن حسین بن عبد الصمد شیخ محمد نے وفات پائی اور میں نے مجموعہ شیخ اس کے خط کی تحریر میں دیکھا ہے۔

۸۷۷ ہجری میں شیخ علی بن محمد بن یونس بیاضی صاحب صراط المستقیم ومختصر مختلف ومجمع البیان وصحاح اللغۃ وغیرہ نے وفات پائی۔

۸۷۹ ہجری میں محی الدین محمد بن سلیمان رومی نے وفات پائی جو شیخ کافیجی مشہور ہے۔ اور ملا جلال الدین سیوطی کا استاد اور بہت سے کتب کا مصنف ہے سیوطی کہتا ہے کہ میں چودہ سال اس کے ساتھ رہا۔ پس جب بھی میں اس کے پاس آیا تو اس سے انکی تحقیقات اور عجائبات سنے جو اس سے پہلے نہیں سنے تھے اور کہا ہے کہ اس کی تصنیفات علوم عقلیہ میں بے شمار ہیں۔

دسویں صدی کے واقعات

۹۰۲ ہجری میں محی ملا جلال الدین محمد بن اسعد دوانی متکلم حکیم نے وفات پائی۔ (دوان کہوان ایک بستی ہے کازرون شیراز کی) اور ملا جلال کا نسب ابوبکر سے جاملتا ہے پہلے یہ شاعر اہلسنت میں سے تھا۔ لیکن الحمد للہ ہدایت پائی اور کتاب نور الہدایہ لکھی اور اس میں اس کے شیعہ ہونے کی تصریح موجود ہے اور اس کے بہت سے اشعار مشہور ہیں ان میں سے یہ اشعار ہیں۔

خورشید کمال است نبی ماہ ولی
اسلام محمد است وایمان علی

گر بینہ درایں سخن مطلبی
بنگر کہ زبینات اسماست جلی

اسم محمدؐ سے جناب مراد ہیں، کیونکہ اسم محمدؐ کے بینات ۲۰۳ ہجری میں جو عدد اسلام کے مطابق ہیں، اور اسم علیؑ کے بینات بعینہٖ ایمان کے مطابق ہیں کیونکہ وہ ایسے بزرگوار ہیں کہ جن کا دل ایمان ہے اور یہ بھی اسی کے اشعار ہیں۔

آں چار خلیفہ کہ دیدی نغز
بشنو سخنی لطیف و شیریں و دلنغز
بادام خلافت زبی گردش حق
افکندہ سہ پوست تا برون آمد مغز

۹۱۰ ہجری میں فاضل ادیب ملا حسین بن علی واعظ کاشفی بیہقی سبزواری شیعی نے وفات پائی جو عارف جامی کا بہنوئی صاحب تفسیر قرآن ورد روضۃ الشہداء ہے جو مقتل کے بیان میں ہے کہ جس کو پڑھنے کی وجہ سے ذاکرین کو روضہ خوان کہتے ہیں یعنی روضۃ الشہداء پڑھنے والے، کیونکہ پہلے پہل صرف روضۃ الشہداء کے پڑھنے پر اقتصار کرتے تھے اور رفتہ رفتہ اس سلسلہ میں ترقی ہوئی یہاں تک کہ ہمارا زمانہ آ گیا کہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور فاضل کاشفی کی ہی تالیف ہیں مخزن الانشاء و اسرار قاسمی اخلاق محسنی و انوار السہیلی وغیرہ۔

۹۱۰ ہجری ہی میں متبحر ادیب جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی شافعی نے وفات پائی اور سیوط واسیوط حدود واخدود کے وزن پر مصر کے علاقہ کی بستی ہے اور سیوطی کی ہر فن میں بہت سی کتابیں ہیں اور وہ حسن العبارت (فصیح و بلیغ) تھا اور سید علیخان شیرازی رہ سے منقول ہے کہ سیوطی شافعی مذہب تھا لیکن سنیت سے پلٹ کر مستبصر ہوا اور آئمہ اثناعشر کی امامت کا قائل ہو کر شیعہ امامیہ ہو گیا اور خدا نے اس کا انجام نیک و اچھا کیا اور فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی ایک تصنیف دیکھی ہے کہ جس میں اس نے مذہب حق کی طرف رجوع کرنے کا تذکرہ کیا ہے اور رسول اللہ کے بعد مولا نا علی بن ابی طالبؑ کی امامت و خلافت بلا فصل پر استدلال کیا ہے انتھی۔

اور اس کے بہت سے اساتذہ و شیوخ تھے کہ جن میں سے ایک شمنی شارح مغنی ہے۔

۹۱۱ ہجری میں جناب شہید ثانی رہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۹۱۸ ہجری کے اوائل میں شیخ حسین بن عبدالصمد ہمارے شیخ بہائی کے والد شاہ طہماسپ صفوی کے ہمعصر اور شہر قزوین کے شیخ الاسلام پیدا ہوئے۔

۹۱۹ ہجری میں ملا سلطان علی نے مشہد مقدس رضوی میں وفات پائی کہ جو خط نستعلیق میں مشہور تھا اور میر علی علوی تبریزی واضع خط نستعلیق کا شاگرد تھا اور اسی نے اپنے منظوم رسالے میں میر علی کے کچھ حالات کی طرف اشارہ کیا ہے مجملہ کہتا ہے۔

نستعلیق اگر خفی وجلی است
واضع اصل خواجہ میر علی است
تا کہ بودہ است عالم وآدم
ہرگز ایں خط نبودہ در عالم
وضع فرمودا و زذہن دقیق
از خط نسخ واز خط تعلیق
نی کلکش از آن شکر ریز است
کاصلش از خاک پاک تبریز است
کاتبانی کہ کہنہ ونو یند
خوشہ چینان خرمن اویند

۹۳۵ ہجری میں عبدالصمد شیخ حسین عاملی کے باپ نے وفات پائی۔

۹۳۷ ہجری میں شیخ اجل علی بن حسین بن عبدالعالی کرکی نے وفات پائی جو محقق ثانی اور شیخ علائی مشہور جامع المقاصد اور نفحات اللاہوت وغیرہ کے مولف اور شیخ علی بن ہلال جزائری کے شاگرد تھے اور وہ ابن فہد حلی کے شاگرد تھے اور محقق کی تاریخ وفات کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ غدیر خم کے دن ۹۴۰ ہجری میں فوت ہوئے اور وہ تاریخ اس عبارت کے مطابق ہے۔ مقتدای شیعہ اور وہ شیخ علی بن عبدالعالی میسی کے غیر ہیں جو ان کا ہمعصر تھا اور اس نے ۹۳۱ ہجری میں وفات پائی۔

واضح ہو کہ محقق کرکی کے شاگردوں میں سے ہے ملا علی بن حسن زواری جو استاد ہے مولی فتح اللہ کاشانی کا اور زواری کی ایک بڑی تفسیر ہے فارسی میں نہج البلاغہ وکشف الغمہ ومکارم اخلاق واحتجاج وعدۃ الداعی وغیرہ کے تراجم ہیں اور شیخ علی کرکی کے شاگردوں میں سے ہے سید شرف الدین علی حسینی استرآبادی جس نے غروی کو اپنا وطن بنالیا تھا اور جو کتاب تاویل الآیات الباہرہ فی فضل العترۃ الطاہرہ اور کتاب الغرویہ فی شرح الجعفریہ کا مولف ہے اور شیخ کرکی کے معاصرین میں سے ہے شیخ فاضل محقق محمد بن شیخ زین الدین علی بن ابراہیم جو مشہور ہے ابن ابو جمہور احسائی ہجری صاحب کتاب عوالی اللئالی وزاد المسافرین وشرح الفیہ شہید وشرح باب حادی عشر اور کتاب مجلی جو صوفیہ کے مذاق پر ہے اور ایک رسالہ جو اس مناظرہ میں ہے جو اس کا طاہر وی کے ساتھ ہوا اور منجملہ ان کے معاصرین کے شیخ مفلح بن حسین صیمری فاضل فقیہ بھی ہے جو شاگرد ہے شیخ احمد بن فہد کا اور مولف ہے شرح شرائع وشرح موجز ومختصر صحاح وجواہر الکلمات فی العقود والایقاعات کا اور ان کا بیٹا شیخ حسین بھی عالم وفاضل جلیل وکافی عبادت گزار تھا جو بحرین کی ایک بستی سلماباد میں اوائل ماہ محرم الحرام ۹۳۳ ہجری میں فوت ہوا اور صیمر حیدر کے وزن پر ہے (اور کبھی اس کے میم پر پیش دیا جاتا ہے) یہ اہواز اور بلاد جبال کے درمیان دینور سے پانچ منزل دور ایک شہر ہے۔

۹۳۸ ہجری میں شیخ علی بن عبد العالی میسی عاملی نے وفات پائی۔

۹۴۳ ہجری میں عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ منطقی متکلم ادیب شارح کافیہ وغیرہ کی وفات ہوئی۔ ۹۴۸ ہجری میں سید متالہ متکلم امیر غیاث الدین منصور بن سید کبیر امیر صدر الدین محمد ابراہیم بن محمد حسینی دشتکی شیرازی صاحب مدرسہ منصوریہ شیراز نے وفات پائی اور ان کے والد بھی جامع معقول و منقول تھے

ان کے دونوں بیٹے صدر الدین محمد و شرف الدین علی بھی اہل علم و ورع میں سے تھے اور ان کی اولاد در اولاد میں سے ہیں السید علیخان شیرازی شارح صحیفۂ سجادیہ و صمدیہ اور ان کا نسب زید بن علی بن الحسین تک پہنچتا ہے اور ان کے خصوصیات میں سے ہے حدیث مسلسل آباؤ اجداد کے واسطہ سے رسولؐ اللہ سے **نحن عبد المطلب ما عادانا بیت الا وقد خرب ولا عادانا کلب الا وقد جرب** ہم عبد المطلب کے بیٹے ہیں جس گھرانے نے ہم سے دشمنی کی وہ تباہ و برباد ہوا اور جس کتے نے ہم سے عداوت رکھی وہ خارش زدہ ہوا (ما بنو ہاشیم ہر کہ با ما در افتاد بر افتاد) اور جس کو تصدیق نہ ہو تجربہ کر کے دیکھ لے اور جو شخص ان کے حالات سے مطلع ہونا چاہے تو وہ مجالس المومنین کا مطالعہ کرے۔

۹۵۹ ہجری میں شیخ حسن صاحب معالم فرزند شہید ثانی کی ولادت ہوئی اور وہ سید محمد صاحب مدارک کے ماموں ہیں اور شیخ حسن و سید محمد مقدس اردبیلی کے شاگردوں میں سے ہیں اور ملا عبداللہ یزدی و سید علی بن حسین صائغ اور صاحب مدارک کے والد کی بھی دونوں نے شاگردی کی ہے۔

۹۶۶ ہجری میں ہمارے شیخ زین الدین شہید ثانی رحمہ اللہ کی شہادت ہوئی اور تاریخ شہادت یہ ہے مثوی الشہید جنۃ (شہید کے رہنے کی جگہ جنت ہے) اور ہمارے شیخ بہائی نے فرمایا ہے۔

تاریخ وفات ذالك الاواہ
الجنۃ مستقرۃ واللہ

(اس آئیں بھرنے والے مظلوم کی تاریخ وفات ہمیشہ رہنے والی جنت ہے خدا کی قسم)

اور شہید ثانی ان کے آباء و اجداد اور اولاد و احفاد سب اہل علم تھے۔ آنجناب نقطہ وسط ہیں جن کے گرد دائرہ معارف و علوم گردش کرتا ہے اور ان کی زیادہ اور عمدہ تصنیف ہیں اور شاگرد بھی بہت ہیں ان میں سے کہ جنہوں نے ان کی شاگردی کی اور حصہ وافر ان کی خدمت کا حاصل کیا۔ ایک محمد بن علی بن حسن عودی رہ ہیں اور انہوں نے اپنے استاد شہید کی تعریف و توصیف کے بعد کہتے ہیں۔ کہ میں نے خود دیکھا ہے جس سال میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا کہ وہ جناب لکڑیاں ایک گدھے پر لاد کے رات کے وقت اپنے اہل و عیال کے لیے لاتے تھے اور صبح کی نماز مسجد میں پڑھاتے تھے اور باقی دن تدریس میں مشغول رہتے تھے اور کتاب (ل) میں ہے کہ انہوں نے کتاب الروضۃ البہیۃ (شرح لمعہ) چھ ماہ اور چھ دن میں لکھی ہے جو کہ دو سال میں نہیں پڑھی جاسکتی۔ مترجم، آپ قسطنطنیہ کے راستہ میں دریا کے کنارے شہید کیے گئے۔

آٹھ ربیع الاوّل ۹۸۴ ہجری میں شیخ حسین ہمارے شیخ بہائی کے والد نے بحرین کی ہجر نامی بستی میں وفات پائی۔
ان کا نسب شریف حرث اعور ہمدانی، (سکون میم کے ساتھ) تک جا پہنچتا ہے۔ جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے۔
شیخ حسین کے دو بیٹے تھے شیخ محمد بہائی اور عبد الصمد کہ جس کے لیے اس کے بھائی شیخ بہائی نے صمدیہ لکھا۔ شیخ بہائی کا اپنے والد کے مرثیہ میں ایک عمدہ قصیدہ ہے۔ (خدا دونوں پر رحم فرمائے) اور اس کے اشعار میں سے یہ ہیں۔

یاثاویاً بالمصلی من قری هجر
کسیت من حلل الرضوان اصفاها
اقمت یا بحر بالبحرین فاجتمعت
ثلاث کن امثالاً واشباهاً
حویت من در العلیا ماحویا
لکن درك اعلاها واغلاها

اے ہجر کی بستیوں میں سے مصلی مقام پر سکونت کرنے والے تو نے رضوان کے حلوں میں سے زیادہ صاف ستھرے لباس پہنے ہیں۔ اے بحر علم تو نے بحرین میں قیام کیا پس جمع ہو گئیں تین چیزیں جو ایک دوسرے کے مثل اور مشابہ ہیں۔ تو نے اعلیٰ درجے کے موتی و ہیرے جمع کیے جو ان دونوں نے جمع کیے۔ لیکن تیرے موتی زیادہ عالی اور زیادہ قیمتی ہیں۔
۹۸۸ ہجری میں عالم کامل جلیل مفسر ملا فتح اللہ بن ملا شکر اللہ شارح نہج البلاغۃ واحتجاج طبرسی اور فارسی کی تفاسیر کے مولف شاہ طہماسپ صفوی کے زمانہ کے عالم نے وفات پائی۔ ان کی تاریخ وفات ملاذ الفقہاء ہے اور لوگوں کے درمیان مشہور ہے ان کے سکتہ اور دفن ہونے اور کفن چور کے جناب ملا فتح اللہ کو باہر نکالنے کی نسبت، لیکن صاحب روضات الجنات نے یہ واقعہ امین الدین شیخ ابو علی طبرسی صاحب مجمع البیان کے حالات میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ نسبت ان کی طرف شہرت یافتہ ہے اور ان کی کرامات میں سے ہے۔
۹۹۳ ہجری ماہ صفر میں جناب عالم اجل متقی ملا احمد بن محمد نے جو مقدس (اردبیلی کے لقب سے مشہور ہیں وفات پائی طیب اللہ رمسہ ورزقنا من علمہ وقدسہ۔ اور آنجناب کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے ارشاد علامہ کی شرح و کتاب آیات الاحکام ہے اور علماء کی ایک جماعت نے ان کی شاگردی کی ہے جن میں سے شیخ صاحب معالم اور سید محمد صاحب مدارک ہیں اور ایک ملا عنایت اللہ قہپائی یعنی کوپائی نجفی رجالی ہیں جو مولف ہیں کتاب مجمع الرجال و ترتیب اخبار کتب رجال الکشی و ترتیب رجال نجاشی وغیرہ کے اور مقدس اردبیلی کے خاص شاگردوں میں سے ہے سید ماجد امیر فیض اللہ حسینی تفرشی محدث جلیل کہ جس نے اثنا عشریہ کی شرح کی ہے اور مختلف علامہ پر حاشیہ لگایا ہے اور اپنے استاد کی آیات الاحکام پر بھی حاشیہ لکھا ہے اور یہ سید جلیل مطلع تھا مرحوم اردبیلی کے اسرار پر اور اس کی

بعض کرامات وہی سید نے نقل کی ہیں۔

ماہ رجب ۹۹۴ ہجری میں احمد بن حجر مکی متاخر صاحب صواعق محرقہ وغیرہ نے وفات پائی اور یہ ابن حجر غیر ہے احمد بن علی بن حجر عسقلانی کا جو کہ آٹھویں صدی کے علماء میں سے ہے اور کتاب درر الکامنۃ فی احوال علماء آٹھ ما ثامنہ کا مولف ہے اور اس کے تالیفات میں سے فتح الباری شرح صحیح بخاری اور کتاب اصابہ بھی ہے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے علم درایۃ میں کتاب لکھی ہے اور یہ ابن حجر متاخر سخت ناصبی اور دشمن اہل بیت ہے بخلاف پہلے کے اور بہت زیادہ ایک دوسرے سے مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ خصوصا ان کی تالیفات۔

گیارہویں صدی کے واقعات

۱۰۰۹ ہجری میں سید اجل شمس الدین محمد بن علی بن حسین موسوی عاملی جبعی صاحب مدارک الاحکام فی شرح عبادات شرائع الاسلام کی وفات ہوئی اور صاحب مدارک شیخ حسن صاحب معالم کے بھانجے تھے۔ سید نورالدین کا پدری بھائی بھی صاحب معالم کا مادری بھائی ہے۔

۱۰۱۱ ہجری میں شیخ حسن صاحب معالم کی وفات ہوئی۔

۱۰۲۰ ہجری میں شیخ عبدالصمد ہمارے شیخ بہائی کے بھائی نے مدینہ کے اطراف میں وفات پائی اور اس کا جنازہ نجف اشرف میں اٹھا کر لے آئے۔

۱۰۲۱ ہجری میں عالم کامل زاہد ملا عبداللہ بن حسین تستری ساکن اصفہان نے وفات پائی۔ ان کا اپنا بہت بڑا مدرسہ تھا مسجد نقش جہاں کے پہلو میں اور ان کی وفات ماہ محرم میں اصفہان میں ہوئی اور ایک لاکھ افراد کے قریب لوگوں نے ان کی تشییع جنازہ کی اور روز عاشوراء کی طرح لوگ نوحہ وگریہ کرتے تھے اور انہیں اسماعیل بن زید بن حسن علیہ السلام کے جوار میں سپرد خاک کیا گیا اور ایک سال کے بعد ان کی لاش کربلا معلی لے گئے اور وہ مقدس اردبیلی کے شاگرد اور مجلسی اوّل وغیرہ کے استاد تھے ان کی تالیفات میں سے شرح قواعد ہے اور ان کے زہد کے متعلق نقل ہوا ہے کہ وہ کبھی مباحات کے بھی مرتکب نہیں ہوئے بلکہ جو عمل کرتے واجب ہوتا یا مستحب۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے چودہ شاہی (چودہ پیسے) کا عمامہ خرید کیا تھا اور وہ چودہ سال ان کے سر پر رہا۔ اور مجلسی اوّل فرماتے ہیں کہ میں اپنے استاد ملا عبداللہ کے ساتھ شیخ ابوالبرکات اصفہان کی جامع عتیق کے وعظ کی خدمت میں گیا اور وہ سن رسیدہ بزرگ تھا اور سو سال کے قریب اس کی عمر تھی۔ جب اس کی بارگاہ میں حاضر ہو تو وہ باتیں کرتا رہا جن میں سے یہ بات کہی کہ میں شیخ علی محقق سے بلاواسطہ روایت کرتا ہوں۔ پھر اس نے جناب مولانا کو اجازہ دیا۔ اس کے بعد اس کے بعد اس نے حکم دیا اور شربت قند کا ایک کاسہ لا کر

مولانا کے پاس رکھا گیا مولانا نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ میں مریض نہیں ہوں یہ شربت تو بیمار کیلئے ہے ابو البرکات نے آیت قم من حوصہ اللہ تلاوت کی پھر عرض کیا کہ آپ مومنین کے رئیس ہیں اور یہ چیزیں مومنین کے لیے خلق ہوئی ہیں۔ جناب مولانا نے معذرت کی اور فرمایا میں اب تک یہ خیال نہیں کرتا تھا کہ آب قند بیمار کے علاوہ اور لوگ بھی پیتے ہیں اور یہ ملا عبداللہ بن محمود تستری خراسانی شاہ طہماسپ کے زمانے کے عالم کے کہ جب ۹۹۷ ہجری میں گروہ ازبکیہ نے مشہد پر حملہ کیا تو وہ ملا عبداللہ کو گرفتار کر کے بخارا اور ماوراء النہر کی طرف لے گئے اور انہوں نے وہاں کے علماء کے ساتھ مباحثہ کیا اور سب پر غالب آئے اور پھر کہنے لگے میں شافعی مذہب ہوں۔ انہوں نے قبول نہ کیا اور انہیں خنجر والماس وغیرہ سے شہید کر دیا اور ان کے بدن کو آگ لگا کر انہیں جلا دیا (رحمہ اللہ تعالیٰ)

۱۰۲۸ ہجری میں سید جلیل ابو علی سید ماجد بن ہاشم بن علی بحرانی نے وفات پائی کہ جس نے علم حدیث شیراز میں نشر کیا اور شاہ چراغ کی بارگاہ میں دفن ہوا۔ جس کے بڑے عمدہ اشعار ہیں ۹ ربیع الاوّل وغیرہ کے متعلق جو کتاب سلاسل الحدید کا مولف ہے۔ اور یہ سید محدث کاشانی ملا محسن فیض کے مشائخ میں سے ہے اور اس کا ایک شعر۔

حدرت عیونی نشیبی وھو لا عجب

تجری العیون لوقع الثلج فی القلل

میری آنکھیں میرے بڑھاپے کی وجہ سے بہنے لگیں اور اس میں کوئی تعجب نہیں، کیونکہ چشمے تب جاری ہوتے ہیں جب پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف پڑے۔

۱۰۲۸ ہجری میں مولانا المعظم میرزا محمد بن علی نے وفات پائی استر آباد انکا اصل وطن تھا۔ غری میں سکونت اختیار کی اور مکہ کے مجاور ہوئے اور وہیں وہ دفن ہوئے۔ ان کی رجال میں کبیر متوسط وصغیر کتب ہیں اور شرح آیات الاحکام وغیرہ بھی ہے اور وہ فقیہ متکلم ثقہ ورع پرہیزگار و زاہد تھے۔ علامہ مجلسی نے ان کا ذکر اس باب میں کیا ہے جو ان لوگوں کے متعلق ہے جو حضرت حجتؑ کی ملاقات سے غیبت کبریٰ کے زمانہ میں مشرف ہوئے ہیں۔

صورت واقعہ اس طرح ہے کہ وہ بزرگوار کہتے ہیں کہ میں ایک رات خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک ایک خوبصورت نوجوان آیا۔ اس نے طواف شروع کر دیا۔ جب میرے قریب آیا تو مجھے سرخ گلاب کے پھولوں کا ایک گلدستہ دیا جب کہ ان کا موسم نہیں تھا۔ میں نے وہ اس سے لے لیا اور اس کو سونگھا اور اس سے کہا کہ اے میرے سید و سردار یہ کہاں کے پھول ہیں فرمایا خرابات کے پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا اور میں نے اس کو نہ دیکھا اور خرابات بحر محیط کی طرف مغرب کا ایک جزیرہ ہے۔ کہ جس میں سے جزیرہ خضراء بھی ہے جیسا کہ انساب سمعانی اور قاموس وغیرہ میں ہے۔

۱۰۳۰ ہجری میں شیخ جلیل ابن الفقہاء اور ابوالفقہین فخر الدین محمد بن شیخ حسن بن شہید ثانی کی مکہ میں وفات ہوئی اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی قبر کے پاس دفن ہوئے اور یہ شیخ معظم مکہ کے مجاور ہو گئے تھے اور سید محمد صاحب مدارک و میرزا محمد استر آبادی رجالی کی شاگردی کی اور کتاب تہذیب واستبصار کی شرح لکھی اور شرح لمعہ ومعالم واصول کافی ورجال کبیر ومختلف اور اپنے

والد کی امی عشریہ و مدارک و مطول وغیرہ کے حواشی لکھے اور بڑے اچھے اشعار کہتے تھے۔

۱۰۳۰ ہجری میں شیخ اجل علامہ ہمارے شیخ بہاء الملۃ والدین محمد بن شیخ حسین عاملی حارثی نے وفات پائی اور آپ کی شان وعظمت فقہ (دین فہمی) علم وفضل تحقیق وتدقیق وجلالت قدر ہر کی عبارت میں اس سے زیادہ ظاہر ہے جو کہ بیان ہوا اور ان کے فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ شمار کئے جائیں۔ صاحب سلافہ نے ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی زیادہ تعریف وتوصیف کی ہے ان کی مفید عمدہ کتب ہیں مثلاً حبل المتین، مشرق الشمسین، خلاصہ کشکول صمدیہ۔ تہذیب۔ زبدہ، مفتاح الفلاح اربعین وغیرہ کے علاوہ بہت سی کتب میں جو اطراف دنیا میں مشہور ہیں اور ان کے عمدہ اشعار ہیں عربی وفارسی میں۔ آپ کی وفات اصفہان میں ہوئی۔ پھر دفن سے پہلے ہی مشہد مقدس رضوی کی طرف ان کا جنازہ منتقل کیا گیا اور وہاں ان کی قبر مشہور ومعروف ہے۔

ہمارے شیخ بہائی معاصر ہیں سید فاضل جلیل حامی حوزہ اسلامی قاضی نور اللہ بن سید شریف الدین حسینی مرعشی شوستری کے جو صاحب کتاب مجالس المومنین واحقاق الحق وصوارم محرقہ ومصائب النواصب۔ حاشیہ بر بیضاوی وحاشیہ برشرح مختصر عضدی وغیرہ۔ آپ شہر اکبر آباد ہندوستان میں احقاق الحق کتاب لکھنے کی وجہ سے شہید کئے گئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

۱۰۳۳ ہجری میں عالم فاضل ملا محمد امین استر آبادی اخباری صاحب فوائد المدنیہ نے مکہ معظمہ میں وفات پائی۔

۱۰۳۳ ہجری ہی میں ہمارے شیخ اجل محدث شیخ محمد بن حسن بن علی بن محمد جو شیخ حر عاملی مشغری مشہور تھے اور محمدین (ثلاثہ درجہ دوم) میں سے ایک تھے جو مولف تھے کتاب وسائل وغیرہ کے انہوں نے اپنے حالات امل الآمل میں خود لکھے ہیں اور روضات میں کہا ہے کہ شیخ نے حکایت کی ہے کہ ایران کے ایک سفر میں خراسان کی طرف جاتے ہوئے وہ اصفہان میں گئے اور وہاں کے بہت سے علماء سے ملاقات کی جن میں سے علامہ مجلسی رہ بھی تھے

ہر ایک نے دوسرے کو اجازہ روایت دیا اور آنجناب کے قوت نفس کے متعلق منقول ہے کہ ایک دفعہ شاہ سلیمان صفوی کے دربار میں بغیر اجازت لئے وارد ہوئے اور اس مسند کے ایک طرف جا کر بیٹھ گئے کہ جس پر بادشاہ بیٹھا تھا چونکہ بادشاہ نے اس عمل کو جسارت سمجھا اور جب آپ کے نام سے باخبر ہوا تو پوچھنے لگا۔ شیخنا حر وخر (گدھا) کے درمیان کتنا فرق ہے۔ شیخ نے بالبدیہہ کہا کہ ایک کا۔ ان کی وفات مشہد مقدس میں ہوئی اور آپ کی قبر صحن امام رضا علیہ السلام میں صحن کے ایک حجرے کے دروازے میں مشہور مدرسہ میرزا جعفر مشہور کے پاس ہے۔

بنو حر کا گھرانہ بڑے بڑے علماء کا خاندان ہے اور آباء وجداد شیخ حر کے تمام علماء وفقہا تھے اور اسی طرح ان کے چچا امام بھی رجوع کریں کتاب امل الآمل کی طرف۔

واضح ہو کہ آنجناب کے معاصرین میں سے عالم فاضل میرزا محمد بن ملا محمد رضا قمی ہیں۔ آپ تفسیر کبیر کے جو کنز الدقائق کے نام سے مشہور ہے مولف ہیں جو احادیث اہل بیتؑ وجوہ اعراب ولغات وقرأت ودقائق پر مشتمل ہے اور وہ بہترین تفسیر ہے اور وہ ایک لاکھ بیس ہزار سطروں میں ہے۔

۱۰۳۵ ہجری میں شیخ لطف اللہ بن عبدالکریم بن ابراہیم بن علی بن عبدالعالی میسی ساکن اصفہان معاصر شیخ بہائی صاحب مسجد معروف درمیدان شاہ اصفہان نے وفات پائی اور شیخ لطف اللہ علمی گھرانے کے فرد تھے اور ان کی تاریخ وفات فارسی میں یوں شمار کی گئی ہے چوں اوساقط کئی سال تاریخ وفاتش زآن شمار شیخ کے نام سے مراد لطف اللہ ہے اور اللہ مشدد لام دو مرتبہ شمار ہوتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اللہ بودیک الف وہاودولام
عاجز شدہ ازکنہ کمالش اوہام

۱۰۴۰ ہجری (۱۰۴۱ ہجری خ ل) میں سید جلیل اعجوبہ زمانہ آقا سید محمد باقر بن میر محمد حسین استر آبادی نے وفات پائی جو میر داماد کے لقب سے مشہور تھے چونکہ ان کے والد بزرگوار ہمارے شیخ محقق علی بن عبدالعالی کرکی کے داماد تھے۔

یہ بزرگوار ہمارے شیخ بہائی کے ہمعصر تھے اور ان دونوں میں بڑی الفت و محبت تھی اور منقول ہے کہ سید سے زمانہ تکلیف (بلوغ و عقل) میں نوافل کبھی نہیں فوت ہوئے اور مشہور ہے وہ چالیس سال تک بستر استراحت پر نہیں سوئے۔ اور ہر رات پندرہ پارے قرآن کے پڑھتے تھے اور آپ معاصر تھے میر ابوالقاسم فندرسکی حکیم کے جو اصفہان میں دفن ہے۔

۱۰۵۰ ہجری میں حکیم متالہ مولی محمد بن ابراہیم جو ملا صدرا مشہور ہے اور اسفار و شرح کافی و کئی تفاسیر وغیرہ کا مولف ہے اور ہمارے شیخ بہائی اور سید داماد کا شاگرد ہے اور مرحوم ملا صدرا لفیض کاشانی اور ملا عبدالرزاق لاھیجی کے خسر تھے اور اس کے والد میرزا ابراہیم مرحوم شرح لمعہ کے حاشیہ اور کتاب تفسیر عروۃ الوثقیٰ کے مولف ہیں۔

۱۰۵۶ ہجری میں شیخ محمد بن علی بن محمد حرفوشی عاملی کرکی فاضل عالم ادیب نے وفات پائی زبدۃ تہذیب نحو صمدیہ شیخ بہائی وقواعد شہید وغیرہ پر اس کی شرحیں موجود ہیں۔ اس کی طرف منسوب ہے کہ اس نے معمر مغربی کی ملاقات کو درک کیا جس کا لقب ابن ابوالدنیا ہے اور نام علی بن عثمان بن خطاب یمانی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے آب حیات پیا تھا اور امیر المومنین علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور آپ سے روایت حدیث کی اور آپ کے ساتھ جنگ صفین میں موجود تھا اور ساباط مدائن میں امام حسن علیہ السلام کی زیارت کو درک کیا اور وادی کربلا میں امام حسین علیہ السلام سے شرف ملاقات کیا۔ پس شیخ محمد نے شیخ معمر کو شام کی کسی مسجد میں پایا اور اس سے اجازہ روایت طلب کیا تو اس نے اسے اصولی حدیث و عربیت و کتب اربعہ کا اجازہ دیا اور شیخ حرفوشی سید محمد بن محمد بن قاسم حسینی عاملی کا ہمعصر تھا جو کہ اثنی عشریہ فی المواعظ العددیہ کے مولف ہیں۔

۱۰۶۰ ہجری میں ملا علی نقی کمرہ ئی نے وفات پائی جس نے حرمت نماز جمعہ۔ حرمت استعمال تمبا کو اور نوح افندی کے شیعوں کو قتل کرنے کے حکم کی رد میں رسالہ لکھا۔

۱۰۶۰ ہجری ہی میں سید جلیل شرف الدین علی بن حجۃ اللہ شولستانی استاد علامہ مجلسی رہ نے وفات پائی (شولستان شیراز اور بنادر کے درمیان واقع ہے)

۱۰۶۲ ہجری میں شیخ فقیہ اجوبہ دہر مولانا محمد بن تاج الدین حسن اصفہانی جو فاضل ہندی مشہور تھے کی ولادت ہوئی اور ان کی وفات ۱۱۳۷ ہجری میں ہوئی جیسا کہ ذکر ہوگا۔

۱۰۶۴ ہجری میں شیخ زین الدین بن محمد بن حسن بن شہید ثانی حر عاملی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد روایت کی وفات ہوئی۔

۱۰۶۴ ہجری ہی میں سید سند وزیر حسین بن میرزا رفیع الدین آملی اصفہانی نے اشراف مازندران میں وفات پائی یہ سید سلطان العلماء اور خلیفہ سلطان کے لقب سے مشہور ہے اور شرح لمعہ و معالم وغیرہ پر اس کے حواشی ہیں اور شاہ عباس ماضی کا وزیر و داماد ہے۔ اور یہ مسلسل وزیر رہا یہاں تک کہ شاہ عباس ثانی کے زمانہ میں وفات پائی اور اس کے حواشی انتہائی مختصر اور پختہ ہیں (رہ)

۱۰۷۰ ہجری میں مجلسی اوّل ملا محمد تقی والد علامہ مجلسی شارح فقیہ و صحیفہ وغیرہ نے وفات پائی اور ان کی قبر اصفہان میں مسجد جمعہ کے پہلو میں ہے۔

۱۰۷۱ ہجری میں ملا عبداللہ تونی بشروی ساکن خراسان نے کرمانشاہاں میں وفات پائی اور پل شاہ کے قریب سڑک کی دائیں طرف دفن ہوا اور یہ شیخ علم اصولی کی کتاب وافیہ کا مصنف ہے کہ جس کی شرح سید صدر الدین قمی اور آقا سید محسن اعرجی نے کی ہے اور اس کا بھائی بھی آقا شیخ احمد کہ جس نے معالم کا حاشیہ اور ایک رسالہ صوفیہ کی رد میں لکھا ہے مرد عالم تھا اور اس کی وفات ملا عبداللہ کے بعد واقع ہوئی ہے۔

۱۰۸۰ ہجری یا ۱۰۸۲ ہجر میں سید فاضل حکیم متکلم رفیع الدین محمد بن سید حیدر طباطبائی جو میرزا رفیعا نائنی کے لقب سے مشہور اور اصفہان کے توابع اور اطراف میں سے تھا وفات پائی۔

یہ مرحوم شاہ صفی صفوی کے زمانہ کے عظیم ترین علماء میں سے اور ا کتاب شجرۃ الہیہ فی اصول العقائد فارسی کا مولف اور یہ علامہ مجلسی کے مشائخ و اسانید میں سے تھا اور تحت فولاد یا راض بابا رکن الدین میں دفن ہوا وہ مولی رفیع الدین محمد بن مولی فتح اللہ واعظ قزوینی شاگرد مولی خلیل قزوینی صاحب کتاب ابواب الجنان کہ جس کی وفات ماہ رمضان ۱۰۸۹ ہجری میں ہوئی ہے کے علاوہ بزرگ ہے اور ظاہراً یہ دوسرے مولی رفیع الدین سے متحد جو کتاب حملہ حیدریہ کا مولف ہے۔

۱۰۸۰ ہجری میں عالم فاضل صالح اخوند ملا صالح سروی مازندرانی نے وفات پائی اور اصفہان میں مجلسیین کے قبرستان میں دفن ہوئے اور ان کی تالیفات میں سے ہے اصول کافی کی شرح اور معالم کا حاشیہ اور آنجناب مجلسی اوّل کے داماد اور مجد اکمل کے خسر اور آقائے بہبانی کے نانا ہیں اور یہ بزرگ والد ہیں آقا ہادی کے جو افغانیوں کے فتنہ میں مرحوم ہوئے۔

۱۰۸۴ ہجری میں زلزلہ کی وجہ سے قبہ مبارک حضرت رضا علیہ السلام مسجد جامع کے میناروں کے ساتھ خراب ہو گیا۔ شیخ احمد شیخ حر عاملی کے بھائی جو خراسان میں متوطن ہو گئے تھے کتاب در مسلک میں کہتے ہیں کہ ۱۰۸۴ ہجری ماہ ربیع الاوّل عصر کے بعد خراسان میں ایک عظیم زلزلہ آیا کہ جس سے گنبد امام رضا مسجد جامع کے دو مینار گرے اور دیواریں گر گئیں اور دیواروں کے نیچے آ کر بہت سے لوگ مر گئے اور اس کے بعد پے در پے کافی مدت تک زلزلے کے جھٹکے آتے رہے جو پہلے کی نسبت خفیف تھے اور اکثر لوگ

صحراؤں میں چلے گئے پس شاہ سلیمان نے گنبد مبارک کو دوبارہ بنانے کا حکم دیا اور اسے قدیم بنیادوں پر بنایا گیا اور روضہ اقدس اور مسجد کے جو حصے منہدم ہوئے تھے ان کی مرمت کی گئی۔ اور شاہ نے اس میں بہت سا مال خرچ کیا اور ہلال (چاند کی شکل) اور گنبد میں سونا خدا کی رضا کے لیے اور بڑھایا۔ انتھی۔

میں کہتا ہوں اور اس انہدام اور تعمیر کی طرف اس کتبہ میں اشارہ ہے جو گنبد مبارک کے اطراف میں چار ترنجات (بیل بوٹے) میں ہے اور وہ محقق خوانساری کا لکھوایا ہوا ہے اور اس کی عبارت یہ ہے۔

من میامن منّن الله سبحانه الذی زین السماء بزینته الکواکب ورفع هذا القباب العلی بدر الدراری الثواقب ان استسعد السلطان الاعدل الاعظم والخاقان الافخم الاکرم شرف ملوك الارض حسباً ونسباً واکرمهم خلقاً وادباً مروج مذهب اجداده الائمة المعصومین ومحی امرامر ابائه الطاهرین السلطان بن السلطان شاه سلیمان الحسینی الموسوی الصفوی بهادر خان بتذهیب هذه القبة العرشیة الملکوتیة وتزیینها وتشرف بتجدیدها وتحسینها وتطرق الیها الانکسار وسقطت لبناتها. الذهبته التی کانت تشرق کالشمس رابعته النهار بسبب حدوث الزلزلة العظیمه فی البلدة الکریمة فی ۱۰۸۴ هجری وکان هذا التجدید الجدید ۱۰۸۶ ○ کتب محمد رضا امامی۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۰۸۴ ہجری میں عظیم زلزلہ کی وجہ سے جو گنبد مبارک میں انہدام آ گیا تھا ۱۰۸۶ ہجری میں شاہ سلیمان صفوی نے اس کی تعمیر کرائی۔ باقی زیادہ کتبہ جو ترنجات (بیل بوٹوں) کے اوپر گنبد مبارک میں واقعہ ہے تو اس کی عبارت یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم من عظام توفیقات الله سبحانه ان وفق السلطان الاعظم مولی ملوك العرب والعجم صاحب النسب الطاهر النبوی والحسب الباهر العلوی تراب اقدام خدام هذه العتبة المطهرة اللاهوتیة غبار نعال زوار هذه الروضة المنورة الملکوتیة مروج آثار

اجدادہ المعصومین السلطان بن السلطان ابوالمظفر شاہ عباس الحسینی الموسی الصفوی بہادر خان فاستعد بالمجئی ماشیاً علی قدمہ من دار السلطنت اصفہان الی زیارۃ ھذا الحرم الاشرف وقد تشرف بزینتہ ھذا القبۃ من خلص مالہ فی سنت الف وعشر وتم فی سنۃ الف وست عشر وفی تحتہا بخط الثلث الخفی عمل کمال الدین محمود فی ہزار و پانزدہ ثم بخط النستعلیق الخفی کتبہ علی رضا العباسی (اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شاہ عباس صفوی اصفہان سے پیدل چل کر امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے آیا اور اپنے خالص مال سے اس نے گنبد مبارک کو سونے سے مزین کیا۔ ایک ہزار دس ہجری میں یہ کام شروع ہوا اور ایک ہزار سولہ ہجری میں ختم ہوا۔ اس کے نیچے چھوٹے خط میں لکھا ہے کہ یہ کام کمال الدین محمود نے ایک ہزار پندرہ ہجری میں کیا ہے پھر نستعلیق خفی میں لکھا ہے کہ یہ تحریر علی رضا عباسی نے لکھی ہے۔ مترجم۔

۱۰۸۵ ہجری میں محدث فخر الدین بن محمد بن علی بن احمد بن طریح نجفی نے جو شیخ طریحی مشہور ہیں وفات پائی۔ جو مجمع البحرین فی تفسیر غریب القرآن والحدیث اور منتخب فی جمع المراثی والخطب مقتل میں اور جامع المقال فی تمیز المشترکات من الرجال وغیرہ کے مولف ہیں۔

یہ بزرگوار محدث عالم فاضل عابد ورع زاہد پرہیزگار تھے اور ان کا بیٹا شیخ صفی الدین اور ان کے بھائی کی اولاد اور اعزاء واقرباء سب علماء صلحاء واتقیاء تھے اور یہ خود جناب علامہ مجلسی کے مشائخ میں سے تھے۔ اس بزرگ نے بہت زیادہ عمر پائی ہے اور مجمع البحرین اس وقت لکھی ہے جب مشہد مقدس مولانا رضا کی طرف جا رہے تھے، لیکن کتاب مجمع تمام لغات عربی اور غریب الحدیث کی جامع نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جانتا ہے جسے علم وتمیز ہے اور آپ نجف اشرف میں مشہور مقبرہ میں دفن ہیں۔

۱۰۸۹ ہجری میں محدث جلیل مولانا ملا خلیل بن غازی قزوینی نے (جو صافی شرح کافی فارسی اور دوسری عربی وغیرہ کے مولف ہیں) اور مجملہ نعمات الٰہی کے اس احقر (شیخ عباس قمی) پر یہ ہے کہ اس فقیر کے حصہ میں ملا خلیل کی فارسی کی شرح کافی کا ایک قطعہ (نسخہ) داخل ہوا جو ان کے کسی شاگرد کے ہاتھ کا لکھا ہوا اور اسکا تصحیح شدہ ہے جو اس نے ملا خلیل کے لیے لکھا ہے اور مرحوم ملا نے بھی اپنے قلم سے اس نسخہ کی پشت پر لکھا ہے کہ یہ نسخہ میں نے اپنے بیٹے احمد کو دیا ہے اور اس کو اپنی مہر سے مزین فرمایا ہے اور مرحوم کی مہر کی عبارت یہ ہے۔ الحلم خلیل المومن۔ اور جناب ملا خلیل آقا رضی قزوینی کے استاد ہیں اور ان کے اور ملا محمد طاہر قمی کے درمیان

(جو رسالہ رد صوفیہ اور حکمۃ العین وار بعین فی فضائل امیر المومنین علیہ السلام کا مولف ہے) کچھ منافرت و مباغضت تھی جیسا کہ نقل ہوا ہے واللہ العالم۔

۱۰۹۰ھ ہجری میں ملا محمد باقر بن محمد مومن نے (جو محقق سبزواری مشہور و کفایہ وذخیرہ و مفاتیح النجاۃ کا مولف ہے) وفات پائی اور محقق خوانساری کا بہنوئی اور شیخ علی سبط صاحب در المنثور کا ہمعصر ہے۔ شیخ علی نے غنا کے متعلق جو رسالہ لکھا ہے اس میں اس پر کئی طنز و تشنیعات کی ہیں خدا دونوں کو معاف کرے اور محقق سبزواری خراسان میں دفن ہوا علیہ الرحمۃ الرضوان۔

۱۰۹۱ھ ہجری میں عالم عارف کامل حکیم متالہ و محدث جلیل فقیہ محمد بن شاہ مرتضی بن شاہ محمود نے (جو ملا محسن فیض کاشانی کے لقب سے مشہور ہیں اور کاشان میں مشہور رقبہ کرامات میں دفن ہیں) وفات پائی آنجناب ان کے والد ان کے بھائی ان کی اولاد ان کا بھتیجا سب اہل علم تھے۔ خلاصہ یہ کہ ان کا گھرانہ شریف گھرانہ تھا۔ اور یہ جناب ان سب سے افضل تھے اور ان جناب کا عظیم حصہ ہے عمدہ تصانیف اور تطبیق ظواہر بالبواطن میں اور ان کا شرب و مسلک غزالی جیسا ہے اور یہ شیراز کی طرف گئے بعد اس کے کہ قرآن و دیوان علیؑ سے تفاؤل کیا اور آیت نفر اور وہ اشعار نکلے جن کی ابتداء آنحضرت علیہ السلام کے اس قول سے ہے۔

"تغرّب عن الاوطان" (وطن سے مسافرت اختیار کرو) اور شیراز میں سید ماجد بحرانی کی شاگردی کی۔

جو کہ احمد بن موسیٰ بن جعفرؑ جو شاہ چراغ مشہور ہیں کے بقعہ مبارکہ میں دفن ہے اور معقولات میں مولیٰ صدر الدین شیرازی کی شاگردی کی اور یہ مولیٰ صدر الدین کے داماد تھے جیسا کہ مولیٰ عبدالرزاق لاہیجی بھی صدر الدین کے داماد تھے۔

اور فیض صاحب ذخیرہ کے ہمعصر تھے اور ان کے درمیان بہت زیادہ موافقت تھی اور شیخ علی شہیدی ان دونوں میں معاندت رکھتا تھا اور منقول ہے کہ مولیٰ محمد طاہر قمی بھی فیض سے عناد رکھتا تھا پھر ان سے توبہ کی اور معذرت چاہی اپنے اس قول کے ساتھ یا محسن قد اتیک المسی" "اے محسن تیرے پاس گنہگار آیا ہے یہ حکایت مشہور ہے اور ان کی بہت سی تالیفات ہیں اور انہوں نے اپنی تالیفات کی تعیین اور ان کے سطور کی تعداد میں ایک رسالہ لکھا ہے اور وہ بہت سے اجل علماء کے اساتذہ میں سے ہیں کہ جن میں سے علامہ مجلسی ہیں اور ان کے لطیف کلمات ہیں صوفیہ کی مذمت میں جیسا کہ ان کے خسر نبیل مولیٰ صدر الدن کا ایک رسالہ ہے ان کی رد میں جس کا نام انہوں نے کسر الاصنام الجاہلیۃ فی کفر جماعۃ الصوفیہ رکھا ہے۔

خلاصہ یہ کہ محدث کاشانی ارباب علم و فہم و معرفت و مکاشفہ رسولؐ و آل رسولؐ کے پیروکاروں میں سے حکیم ربانی و عارف ایمانی تھے وہ فقیر صوفی نہیں ہیں اگر چہ انہیں تصوف سے متہم کیا گیا ہے حالانکہ حاشاہ ثم حاشاہ (وہ ہرگز ایسے نہیں تھے) بلکہ وہ بلند عرفاء اور محدثین علماء میں سے تھے اور ان کے بہت عمدہ اشعار ہیں۔ ۱۰۹۶ھ ہجری میں عالم فاضل محمد بن حسن نے (جو آقا رضی قزوینی مشہور اور محدث و اخباری تھا) وفات پائی۔ وہ کتاب لسان الخواص و قبلۃ الآفاق اور تاریخ علماء قزوین کا مولف ملا خلیل کا شاگرد اور علامہ مجلسی اور شیخ حر عاملی کا ہمعصر ہے۔

جمعہ کے دن ۲۹ رمضان ۱۰۹۸ھ ہجری میں محقق مدقق علامہ ملا میرزا محمد بن حسن شیروانی متوطن اصفہان داماد مجلسی اول نے

وفات پائی اور خراسان کے مشہور مدرسہ میرزا جعفر میں دفن ہوا معالم۔ شرح تجرید۔ شرح مطالع و شرح مختصر عضدی وغیرہ پر حواشی لکھے اور صفوی دور کے آخر کے علماء میں سے صاحب ریاض کا استاد تھا کہ جس سے وہ استاد نا العلامہ سے تعبیر کرتے ہیں اور سید حکیم مومن بن امیر محمد زمان حسینی تنکابانی مازندرانی کا ہمعصر تھا۔ اس نے کتاب تحفۃ المومن شاہ سلیمان صفوی کے نام سے معنون کر کے لکھی ہے۔

۱۰۹۹ ہجری کے آخر میں علامہ بشر عقل حاوی عشر آقا حسین بن جمال الدین نے جو محقق خونساری مشہور تھے اصفہان میں وفات پائی جو شرح دروس کے مولف ہیں اور کی قبر تخت فولاد میں بابا رکن الدین کی بارگاہ کے قریب ہے کہا گیا ہے کہ ان کی تاریخ وفات ادخلی جنتی ہے (وفیہ نظر لا یخفی)

۱۰۹۹ ہجری ہی میں سید سند آقا سید حسین بن میر ابراہیم بن میر محمد معصوم نے وفات پائی اور قزوین میں دفن ہوئے۔

بارہویں صدی کے واقعات

ماہ شوال ۱۱۰۰ ہجری میں عالم فاضل میرزا علاء الدین گلستانہ علامہ مجلسی کی بیوی کے بھائی اور نہج البلاغہ وغیرہ کے شارح نے وفات پائی۔

۱۱۰۳ ہجری میں شیخ علی بن شیخ محمد بن شیخ حسن بن شہید ثانی نے اصفہان میں وفات پائی۔ وہ زین الدین شیخ حر عاملی کے استاد کے بھائی ہیں اور شیخ علی کی تصانیف میں سے درمنثور و شرح کتاب عقل و علم کافی شرح لمعہ کا حاشیہ تحریم غنا اور صاحب ذخیرہ کی رد میں ایک رسالہ اور تصوفیہ کی رد میں ایک رسالہ وغیرہ ہیں اور وہ نوے سال کے قریب قریب زندہ رہا ہے اور وہ شیخ علی صغیر مشہور تھا شیخ علی بن عبدالعالی محقق ثانی کی نسبت سے۔

۱۱۰۷ ہجری میں سید محدث متبحع ماہر ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل حسینی بحرانی توبلی فقیہ مفسر و محدث رجالی نے (صاحب تصانیف کثیرہ مثلاً تفسیر قرآن جس کا نام برہان ہے اور معالم الزلفی فی النشاۃ الاخری و مدینۃ المعجزات و سلاسل الحدید خلاصہ شرح نہج بن ابی الحدید اور غایۃ المرام فی فضائل امیر المومنین والائمہ علیہم السلام وغیرہ کا مولف ہے) وفات پائی اور غایۃ المرام کا ترجمہ ناصر الدین شاہ مرحوم کے حکم سے ہوا اور طبع کیا گیا۔

۱۱۱۱ ہجری میں مروج مذہب جعفری فخر الشیعۃ محی الشریعۃ عالم ربانی مولانا محمد باقر بن محمد تقی اصفہانی جو مجلسی مطلق یا مجلسی ثانی سے مشہور تھے اور ان کی شہرت مذہب شیعہ میں اتنی ہے کہ جس نے ہمیں ان کے حالات سے بے پرواہ کر دیا ہے اور ہمارے شیخ محدث نوری طاب رمسہ نے مجلسی کے حالات میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام الفیض القدسی فی احوال العلامۃ المجلسی رکھا ہے ان کی تاریخی وفات یہ ہے جس طرح کہ فارسی میں کہی گئی ہے مقتدای جہان زپا افتاد۔ نیز عالم علم رفت از علم نیز باقر علم شد روان بجنان وغیرہ اور اس مقام پر جو سب سے عمدہ تاریخ کہی گئی ہے وہ بعض کا کہنا ہے خدا اس کا بھلا کرے ماہ رمضان چہ بیست و ہفت کم شد تاریخ وفات

باقر اعلم شد پس دیکھیے بلاغت کا جادو بلکہ اس کا معجزہ کہ یہ شعر ان کی وفات کے دن ماہ و سال کو بغیر کسی ضرورت شعری کے ارتکاب کے اور بغیر اطناب و طول کے متضمن ہے اور ان کی مرقد شریف اب بھی اصفہان میں ملجاء خلائق ہے اور ان کی عمر تہتر سال تھی اور ان کی تاریخ ولادت جامع کتاب بحار الانوار ہے۔

۱۱۱۲ ہجری میں سید سند و رکن معتمد سید نعمت اللہ جزائری شوشتری رہ کی وفات ہوئی۔ ان کی تصانیف بڑی دلچسپ ہیں اور وہ علامہ مجلسی کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں اور ان کا پوتا سید عبداللہ بن سید نور الدین علی بن سید نعمت اللہ اپنے زمانے کے افاضل اہل علم و حدیث میں سے تھا اور وہ زمانہ صفویہ خاندان کی حکومت کے اختلال و تزلزل کا زمانہ تھا اور اس کا ایک اجازہ ہے جس میں اس نے اپنے والد اور دادا کے اور کچھ اساتذہ کے حالات تفصیل سے ذکر کئے ہیں اور تحفۃ الفیض پر اس کی ایک شرح ہے اور انوار جلیہ و ذخیرہ الباقیہ وغیرہ اس کی تالیفات ہیں اور وہ سید عبداللہ بن محمد رضا علوی حسینی کاظمی کے علاوہ ہے کہ جو شبر کے لقب سے مشہور اور بہت سی تصانیف کا مصنف ہے کہ جن میں سے بعض علامہ مجلسی کی کتب کے عربی میں تراجم ہیں اور وہ شیخ جعفر نجفی اور سید علی ریاضی اور شیخ احمد احسائی کا شاگرد ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ سید نعمت اللہ جزائری کے اساتذہ میں سے شیخ عبد علی حویزی ساکن شیراز کتاب نور الثقلین کا مولف ہے کہ جس میں اس نے حجج طاہرین علیہم السلام کی تفسیر آیات کے متعلق احادیث جمع کی ہیں کہ جس کے طریقہ پر میرزا محمد تقی نے کنیز الدقائق اور سید ہاشم بحرانی نے تفسیر نور الانوار لکھی ہے۔

شیخ عبداللہ کی لامیۃ العجم کی شرح بھی ہے اور شیخ عبد علی کٹر قسم کا اخباری اور خالص ظاہر پرست تھا اور جو عجیب و غریب نسبت اس کی طرف دی جاتی ہے وہ یہ کہ وہ اس پر عمل کرتا تھا کہ جس کی نسبت علماء اپنی کتب فقہیہ میں قیل کی طرف دیتے ہیں اور وہ کہتا تھا کہ یہ مولانا صاحب الزمان علیہ السلام کے اقوال میں سے ہیں جو آپ نے گروہ شیعہ کی طرف القاء کئے ہیں تاکہ وہ اس طرح ہو جیسے مولیٰ خلیل قزوینی کی طرف مرسلات کافی کے سلسلہ میں نسبت دی جاتی ہے۔

۱۱۱۵ ہجری میں عالم فاضل مرحوم شیخ جعفر بن عبداللہ حویزی الاصل کمرئی المولد اصفہانی المسکن اور نجفی المضجع و مدفن نے وفات پائی جن کا شرح لمعہ پر مشہور حاشیہ ہے اور وہ مرحوم مجلسی اوّل محقق سبزواری اور آقا حسین خونساری رحمہم اللہ کے شاگرد اور محمد اکمل والد آقا بہبہانی و حاجی ملا محمد اردبیلی صاحب جامع الرواۃ و سید جلیل قوام الدین محمد بن محمد مہدی قزوینی صاحب منظومات و قصائد کے استاد ہیں۔

۱۱۲۰ ہجری میں سید علی خان شیرازی سید نجیب جوہر عجیب ابن نظام الدین احمد نے وفات پائی کہ جن کا نسب چھبیس واسطوں سے زید بن علی بن الحسین علیہما السلام تک پہنچتا ہے جو شرح صحیفہ۔ شرح صمدیہ۔ درجات الرفیعہ۔ حلوۃ الغریب۔ انوار الربیع وغیرہ کے مولف ہیں۔

سید کی زندگی ہی میں سید کی شرح صحیفہ ان کے ہمعصر فاضل جیلانی نے لے کر اپنی طرف اسی کو منسوب کیا اور اس سے سید

کا دل جلایا۔ پس سید عنان قلم پر قابو نہ پا سکے اور آخر شرح میں فصیح و لطیف عبارات سے اس کی خیانت کی تصریح فرمائی۔

غدیر کے دن ۱۱۲۴ ہجری میں عالم ربانی مولیٰ محمد بن عبدالفتاح تنکابنی مازندرانی جو سراب کے لقب سے مشہور اور محقق خراسانی صاحب ذخیرہ کے شاگرد تھے اور ان کی تصانیف یں سے سفینۃ النجاۃ ہے اصول دین میں اور ضیاء القلوب امامت میں ان کے حواشی ہیں ذخیرہ و آیات الاحکام اردبیلی و مدراک و شرح لمعہ و معالم پر اور صاحب رضات نے بعض صلحاء و ران کی اولاد کے علماء سے ایک طویل حکایت نقل کی ہے کہ مرحوم ملا محمد سیراب نے زیارت آئمہ علیہم السلام کے ایک سفر میں ایک جن کو دیکھا کہ جوان کے ہمرکاب مسلسل سفر کررہا ہے اس سے سبب پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے نذر کی تھی کہ کسی ایک عالم کے ہمراہ سفر زیارت کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ قافلہ اترنے کے منازل میں تو قافلہ سے کھانا کیوں لیتا ہے۔ حالانکہ خود تو کھاتا نہیں کہنے لگا کہ قافلہ کے فقراء کو دیتا ہوں۔ فرمایا تم گروہ جنات کا کھانا کیا ہے۔ وہ کہنے لگا جب شکل ملیح و بدن صبیح ہم دیکھتے ہیں تو اسے سینے سے لگا لیتے ہیں اور اسے سونگھتے ہیں اور اسی سے قوت حاصل کرتے ہیں اور وہی ہماری روزی و قوت و طاقت ہے اور جب کسی کو دیکھو کہ اسکا دماغ مختل اور وہ پچھاڑیں کھا رہا ہے تو سمجھو کہ وہ اس سے ہمارے بدن کے مس کرنے کا نتیجہ ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ سداب (تلی جو پودینہ کی طرح کی گھاس ہے) کا پانی لے لو اور اگر سرکہ کے ساتھ ملا ہو تو بہتر ہے اور اس کا ایک قطرہ آسیب زدہ کی ناک میں ڈالیں جب ایسا کریں گے تو وہ جن مر جائے گا اور آسیب زدہ حکم خدا سے صحت یاب ہو جائے گا۔

اس واقعہ کے کچھ وقت بعد ہم ایک منزل میں ایک صاحب منزلت و شان شخص کے گھر وارد ہوئے۔ اس نے ہماری مہمانی کی اور ہماری خدمت میں مصروف ہوا۔ اس کا ایک سفید مرغ تھا وہ میرا جن ساتھی میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ صاحب خانہ سے کہو کہ یہ مرغا ہماری مہمانی میں ذبح کرے۔ جب ہم نے اس سے یہ خواہش کی تو اس نے مرغا ذبح کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ اس شخص کے گھر والوں کی گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی اور وہ شخص محزون و مغموم میرے پاس آیا۔ میں نے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے بتایا کہ جب ہم نے مرغا ذبح کیا تو ہماری ایک لڑکی غش کھا گئی اور دیوانوں کی طرح ہو گئی ہے اور اب ہم اس کے معاملہ اور علاج میں متحیر و پریشان ہیں میں نے کہا ڈرو نہیں اور جلدی نہ کرو اس کے درد کی دوا میرے پاس موجود ہے اور وہ میرے کہنے پر سداب "تلی" لے آئے اور میں نے اسے پانی کے ساتھ ملایا اور چند قطرے اس کی بینی کے ایک سوراخ میں ڈالے تو وہ فوراً صحیح و سالم اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک آواز میں نے سنی جس کے جسم کو میں نہیں دیکھتا تھا جو کہہ رہا تھا کہ ہائے افسوس میں نے اپنے آپ کو ایک بات سے قتل ہونے کے پیش کیا جو میں نے کہی اور ایک راز سے جو میں نے بنی آدم کے سامنے فاش کیا۔ پھر میں نے راستہ بھر اس جن کو نہیں دیکھا تو میں نے سمجھا کہ یہ وہی جن مرد تھا جو لڑکی سے معترض ہوا اور ہلاک ہو گیا۔ یہ حکایت عجیب ہے اور اس کی ذمہ داری نقل کرنے والے پر ہے۔ "البتہ اس میں شک نہیں کہ سفید مرغا جنات کو دفع کرنے کے لیے فائدہ مند ہے جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے۔

۱۱۲۵ ہجری میں محقق مدقق آقا جمال الدین بن محقق آقا حسین خونساری نے (کہ جس نے شرح لمعہ کا انتہائی استحکام پختگی

اور تحقیق سے حاشیہ لکھا ہے) وفات پائی۔ اس کی مزار شریف تخت فولاد میں اس کے والد کے گنبد کے پاس ہے کہ جسے شاہ سلیمان صفوی نے بنایا تھا۔

۱۱۲۹ ہجری میں آقا حسین بن ملا حسن دیلمانی جیلانی نے اصفہان میں وفات پائی اور یہ وہی شارح صحیفہ ہے کہ جس نے سید علی خان کی شرح صحیفہ سے مطالب چرائے ہیں۔

۱۱۳۰ ہجری میں عالم فاضل ماہر مرزا عبداللہ بن عیسیٰ اصفہانی نے وفات پائی جو افندی کے لقب سے مشہور اور ریاض العلماء و حیاض الفضلاء و صحیفہ ثالثہ سجادیہ کا مولف اور علامہ مجلسی کا مخصوص شاگرد ہے۔ یہ وہی ہے کہ جو مجلسی کو استادالاستاد اور سبزواری کو استادنا الفاضل اور محقق خونساری کو استادنا المحقق اور مدقق شیروانی کو استادنا العلامہ سے تعبیر کرتا ہے رضوان اللہ علیہم۔

۱۱۳۵ ہجری میں ملا عبداللہ بن صالح سماھیجی بحرانی اخباری اپنے والد کے برعکس نے بہبہان میں افغانیوں کے فتنے والے سال وفات پائی اور یہ شیخ صاحب تالیفات ہے کہ جن میں سے ایک صحیفہ علویہ ہے کہ جس کا ہمارے شیخ محدث نوری طاب ثراہ نے بھی استدراک کیا اور صحیفہ ثانیہ علویہ لکھا۔

۱۱۳۷ ہجری میں شیخ فقیہ اجو بتہ دہرہ بہاالدین مولانا محمد بن تاج الدین حسن بن محمد اصفہانی نے (جس کا لقب فاضل ہندی کیونکہ ابتداء اور بچپن میں وہ ہندوستان میں رہے ہیں) وفات پائی اور اس کی بہت سی تالیفات ہیں مثلاً کشف اللثام و شرح لمعہ و شرح قصیدہ سید حمیری و تفسیر قرآن و شرح عوامل و تلخیص شفاء وغیرہ۔

اس سے منقول ہے کہ میں منقول و معقول علوم کی تحصیل سے اس وقت فارغ ہوا جب کہ میری عمر کے تیرہ سال پورے نہیں ہوئے تھے اور تالیف و تصنیف اس وقت شروع کی جب کہ میں بارہ سال کا نہیں ہوا تھا۔ الخ

فاضل اپنے والد سے اور وہ اپنے استاد شیخ ثقہ مولیٰ حسین علی بن مولیٰ عبداللہ تستری سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور فاضل ہندی کی قبر تخت فولاد کے مشرقی حصہ میں ہے اور یہ بزرگوار صفوی زمانہ کے آخری علماء میں سے تھے اور افغانیوں کے فتنہ کے دنوں میں فوت ہوئے ہیں۔

۱۱۵۰ ہجری میں شیخ احمد بن اسماعیل جزائری نے نجف اشرف میں وفات پائی جو آیات الاحکام اور شرح تہذیب وغیرہ کا مولف ہے۔

۲۲ شوال ۱۱۵۱ ہجری میں ایک قول کے مطابق سید جلیل میر محمد حسین فرزند میر محمد صالح و سبط و نواسہ علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ نے وفات پائی۔

گیاراں ہجری کے بعد سنہ ساٹھ کے دھاکے میں سیدنا الاجل سید صدرالدین رضوی قمی صاحب شرح وافیہ نے وفات پائی۔
ان کے مباحثہ کی حکایت سید ابوالقاسم جعفر بن حسن موسوی جد صاحب روضات کے ساتھ مقام منیٰ میں مشہور ہے جب کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص چھری ہاتھ میں لیے ہوئے ہے اور کہتا ہے کہ خداوند لوگ گائیں قربان کر رہے ہیں اور میں اپنے آپ کو قربان

کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے اپنا سر جدا کیا اور گر کر مر گیا۔

سید صدر کا بھائی سید ابراہیم بھی علماء میں سے تھا اور سید صدر ہمعصر تھے سید نصر اللہ حائری کے جو روضہ حسینیہ میں تدریس کرتے تھے (اس میں رہنے والے پر ہزار سلام وتحیہ ہو) جو کہ رأس الاذکیا والفقہا تھے قسطنطنیہ میں شہید ہوئے اور یہ وہی ہیں کہ جنہیں نادر شاہ نے کعبہ کے لیے ہدایا دے کر بھیجا تھا اور سلطان روم کی طرف سفیر بنا کر بھیجا تھا پس وہیں شہید ہو گئے۔

گیارہ شعبان ۱۱۷۳ ہجری میں ملا اسماعیل مازندرانی خاجوئی شارح مدارک وغیرہ نے وفات پائی۔

۱۱۷۸ ہجری میں مرزا محمد بن عبدالنبی اخباری معاصر شیخ جعفر عرب پیدا ہوا اور ان دونوں کے درمیان منافرات تھے اور اس کی رد میں شیخ نے ایک عمدہ رسالہ لکھا اور میرزا عالم بہت باخبر تھا اور اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔

۱۱۸۰ ہجری میں مرحوم حاجی ملا محمد ابراہیم کرباسی صاحب نخبہ واشارات وغیرہ نے وفات پائی جو علامہ بحر العلوم وشیخ جعفر وسید محسن کاظمی وآقا بہبہانی ومحقق قمی وملا مہدی نراقی کا شاگرد تھا۔

ربیع الاول ۱۱۸۶ ہجری میں عالم اجل وشیخ افقہ اعظم عالم ربانی یوسف بن شیخ احمد آل عصفور درازی بحرانی نے وفات پائی جو مولف ہے حدائق الناضرہ۔ درر نجفیہ لولوۃ البحرین کشکول سلاسل الحدید فی تقیید ابن ابی الحدید والرد علیہ فی شرح علی النہج اس آخری کتاب کے اول میں ایک وافی وشافی مقدمہ امامت میں لکھا ہے جو ایک مستقل کتاب بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جس طرح کہ کاشف الغطا۔

شیخ جعفر کبیر کی کتاب ہے اور ایک کتاب اس کی نفحات ملکوتیہ فی الرد علی الصوفیہ ہے اور اس میں مولیٰ محسن کاشانی کو صوفیہ میں شمار کیا ہے۔ اور شیخ یوسف اخباریت کی طرف مائل تھا اپنے والد کے برعکس کیونکہ وہ خالص مجتہد اصولی تھے اور زیادہ طنز وتشنیع کرتے تھے اخباریوں پر اور ان کے باپ بھی شیخ سلیمان ماحوزی کے شاگردوں میں سے تھے۔ علامہ بہبہانی شیخ یوسف کے طریقہ کا انکار کرتے اور اگر کوئی شیخ کی مجلس افادات میں حاضر ہوتا تو سخت برا مناتے اس حد تک نقل ہوا ہے کہ علامہ کا بھانجا فاضل سید علی صاحب ریاض ان کے خوف سے رات کے وقت شیخ یوسف کے پاس جا کر چھپ کر پڑھتا تھا نہ کہ کھلم کھلا۔ خلاصہ یہ کہ شیخ یوسف اکثر مکارم اخلاق کے اپنانے میں بے نظیر ہے مثلاً پاکدامنی اچھا سلیقہ متانت طریق علم وعمل اخلاص کی رعایت اور صفات شریفہ سے مزین ہونا اور رذائل اور بری صفات سے خالی ہونے میں اور ان کی کتاب حدائق الناضرہ فی احکام العترۃ الطاہر جلیل القدر کتاب ہے کہ اس جیسی کتاب نہیں تصنیف ہوئی اور یہ شیخ مولانا ابا عبداللہ الحسین کے مجاور رہے اور وہیں گنج شہدا کے قریب دفن ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات میں کہا گیا قرحت قلب الدین بعدک یوسف (اے یوسف تو نے دین کے دل کو اپنے بعد زخمی کر دیا)

یہ شعر اس قصیدہ کا ہے جو شیخ کے مرثیہ میں کہا گیا جس کا مطلع یہ ہے۔ یا قبر یوسف کیف اوعیت العلی۔ اے قبر یوسف کس طرح تو نے بلندیوں کو اپنے اندر سمویا۔

۱۱۹۱ ہجری میں سید سند حسین بن سید جعفر جد امجد صاحب روضات وشیخ اجازہ بحر العلوم ومحقق قمی رحمہ اللہ نے وفات پائی۔

۱۱۹۷ ہجری میں عالم جلیل حکیم ربانی جناب محمد بن ملا محمد رفیع گیلانی نے (جو بید آبادی اصفہانی مشہور ہے) وفات پائی اور وہ مولیٰ محمد علی مازندرانی مولف توضیح الاشتباہ کا ہمعصر تھا۔

تیرہویں صدی کے واقعات

۱۲۰۹ ہجری میں شیخ اجل اکمل استاد اکبر مولیٰ محمد باقر بہبہانی حائری کی وفات ہوئی اور ان کی ولادت شریف پانچ سال یا چھ سال علامہ مجلسی کی وفات کے بعد ہوئی اور وہ جناب شہداء کربلا کی پائنتی کی طرف مشرقی رواق حسینی سلام اللہ علیہ میں دفن ہوئے۔ ان کی والدہ آقائے نوالدین کی دختر نیک اختر ہیں جو ملا صالح مازندرانی کے فرزند تھے اور آقا نورالدین کی والدہ آمنہ بیگم مجلسی اوّل کی صاحبزادی ہیں۔ اسی لیے وہ جناب مجلسی اوّل کو جد اور مجلسی ثانی کو خال (ماموں) سے تعبیر کرتے ہیں۔

آنجناب سے سوال کیا گیا کہ آپ کیسے علم و عزت و شرف و دنیا و آخرت میں قبولیت کے اس درجے پر پہنچے ہیں تو جواب میں تحریر فرمایا کہ اپنے نفس میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا کہ جس کی وجہ سے میں اس کا مستحق ہوتا سوائے اس کے کہ میں اپنے آپ کو کبھی شیئی نہیں سمجھتا تھا اور میں اپنے آپ کو موجودین میں شمار نہیں کرتا تھا اور میں علماء کی تعظیم اور ان کے اسماء کو احترام و تعریف سے ذکر کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا تھا اور میں نے تحصیل علم میں مشغول رہنے کو ترک نہیں کیا جتنی کہ میری استطاعت تھی اور میں نے علم کو ہمیشہ ہر مرحلہ میں مقدم رکھا ہے۔

۱۲۱۳ ہجری میں سید الفقہاء المتجرین امام المحدثین والمفسرین علامہ طباطبائی سید مہدی بن سید مرتضیٰ بن سید محمد حسن حسینی نے (بحر العلوم کے لقب سے مشہور اور صاحب کرامات واضح تھے) وفات پائی۔ ان کے دادا اصل میں بروجرد کے رہنے والے تھے اور ان کے جد سید محمد مجلسی اوّل کے نواسے اور مجلسی ثانی کے بھانجے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سید بحر العلوم علامہ مجلسی کو خال مفضال (زیادہ با فضل ماموں) سے تعبیر کرتے ہیں اور مشہور ہے کہ سید بحر العلوم بارہا امام زمانہ کی خدمت میں پہنچتے رہے ہیں اور علماء یہود سے ان کے مباحثہ کرنے کی برکات میں سے نقل ہوا ہے کہ کئی یہودی مشرف با اسلام ہوئے اور منقول ہے کہ ایک سال حج بیت اللہ کے لیے گئے لیکن حج نہ کر سکے تو مکہ میں توقف کیا اور مذاہب اربعہ کے علماء کے لیے تدریس فرماتے تھے یہاں تک کہ بعض اہلسنت نے ان کے حق میں کہا ہے جو کچھ شیعہ امام حسن عسکریؑ کے بیٹے مہدی ہونے کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر حق و سچ ہے تو یہ سید مہدی وہی امام قائمقام ہے۔

آپ کی مفید تصانیف ہیں ان میں سے ایک الدرۃ و عقود الاثنی عشریہ مرثیہ میں ہے اور کتاب مصابیح فقہ میں ہے اور فوائد رجالیہ ہے اور کچھ حصہ شرح وافیہ کا اور ان کا ایک اور جوزہ بلند مرتبہ ہے زمانہ کی فضیلت میں اس کے اوّل میں کہتے ہیں۔

یاطالباً فضائل الزمان

اتل لذاك سورة الرحمن

تجد بها الرحمن فيه فضله

اجمله طوراً وطوراً فضله

اسے زمانہ کے فضائل کا متلاشی اسی کے لیے سورت رحمن کی تلاوت کر اس کے ذریعہ تجھے معلوم ہوگا کہ زمانہ پر رحمن کا فضل ہے کبھی مجمل اور کبھی مفصل یہ سینتالیس اشعار تک ہے ان میں سے آخری یہ ہیں۔

كانه في لونه الياقوت

فكله فهو للقلوب قوت

وحسبه فضلاً وفخراً وكفى

ان خير ياقوت به قد عرفا

هذا ثنائي حين جاش جيشي

وان وصف العيش نصف العيش

گویا وہ (ظاہراً انار کے دانے مراد ہیں) اپنے رنگ میں یاقوت ہے پس اس کو کھالے کیونکہ وہ دلوں کی غذا و قوت ہے اور اسکے فضل و فخر کے لیے اتنا ہی بس و کافی ہے کہ بہترین یاقوت اسی سے پہچانا جاتا ہے۔

یہ میری تعریف ہے جب میرا لشکر جوش مارتا ہے۔ اور عیش و عشرت کو بیان کرنا آدھا عیش زندگی ہے اور سید کے بڑے بڑے لوگ شاگرد ہیں مثلاً سید جواد عاملی الحاج ملا احمد نراقی شیخ احمد احسائی (جو بعد میں گمراہ ہوگیا اور فرقہ شیخیہ کی بنیاد رکھی کہ جسے ہر زمانہ کے علماء و مراجع ضال و مضل کہتے رہے بلکہ بعض نے اس کی تکفیر کی ہے۔ مومنین کو اس گمراہ ٹولے کے ہتھکنڈوں سے بچ کر رہنا چاہیے مترجم) سید محسن کاظمی و شیخ عبد علی (عالم کرباسی کے استاد) وغیرہ آپ کی وفات نجف اشرف میں ہوئی اور اس مسجد میں دفن ہوئے جو مسجد طوسی مشہور ہے شیخ طوسی کے مزار کے قریب اور ان کے پہلو میں ان کے فرزند فاضل جلیل سید محمد رضا کی مزار ہے سید بحر العلوم کی تاریخ وفات میں کہا گیا ہے ان چار الفاظ میں سے ہر لفظ جو پے در پے اس مصرع میں ہیں۔ بغرب غربي غريب بغير يب۔

یہ بھی کہا گیا ہے قد غاب مد يہا جدأو ہاديہا۔ آپ کے ایک بھائی جلیل القدر صاحب عزت وجلال وعظمت جواہر یالمعروف ونہی عن المنکر کرتے۔ سید جواد آغا سید محمد جواد ہیں۔ وہ جد امجد ہیں مواہب السنیہ فی شرح الدرۃ البہیہ کے مولف سید فاضل آغا میرزا محمود بن امیر زاعلی نقی بن سید محمد جواد ہے کہ جو شارح ہیں اپنے باپ کے چچا کے منظومہ کے اور مسلی القلوب کے مولف ہیں جو مسکن الفوائد کی طرح ہے۔ منقول ہے کہ بحر العلوم کے والد کے سید کی ولادت کی رات خواب میں دیکھا کہ مولانا امام رضا علیہ السلام نے محمد بن اسماعیل بن بزیع کے ہاتھ ایک شمع بھیجی ہے اور وہ ان کے گھر کی چھت پر روشن کی ہے، پس اس کی روشنی بلند ہوئی اور اس کا پھیلاؤ نامعلوم حد تک پہنچا۔

۱۲۱۵ ہجری میں شیخ ابوعلی محمد بن اسماعیل کی وفات ہوئی جو اصل مازندران کا رہنے والا ہے اور اس کی پیدائش و سکونت اور

دفن حائر میں ہوا ہے جس نے منتہی المقال کا مع تعلیقات مولی بہبہانی ومشترکات مقدس امین کاظمی مع اسقاط المجاہیل اور اس شیخ کی تاریخ وفات حائر شریف پر وہابیوں کے غلبہ سے ایک سال پہلے ہوئی، کیونکہ جو قتل عام اس جماعت وہابیہ لعنہم اللہ سے ہوا وہ ۱۲۱۶ ہجری (غریو) میں ہوا تھا۔

۱۲۲۰ ہجری میں عالم فاضل الشیخ اسد اللہ کاظمی لقابیس الانوار فی احکام النبی المختار کے مولف شیخ جعفر نجفی رضوان اللہ علیہما کے داماد نے وفات پائی اور اسی سال سید فاضل آ سید محمد باقر اصفہانی صاحب روضات الجنات پیدا ہوئے۔

۱۲۲۶ ہجری میں سید سند آ سید جواد بن سید محمد علی صاحب مفتاح الکرامۃ شرح قواعد علامہ نے وفات پائی اور یہ سید جلیل بحر العلوم و وحید بہبہانی کا شاگرد اور شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام کا استاد ہے۔

آخر ماہ رجب ۱۲۲۷ ہجری میں استاد الفقہاء الاجلہ وشیخ مشائخ النجف والحلہ آ شیخ جعفر بن شیخ خضر نجفی نے وفات پائی جو مولف ہیں کشف الغطاء کے کہ جس کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے ایک سفر میں سیر وسیاحت میں لکھی جب کہ ان کے پاس قواعد علامہ کے علامہ کے علاوہ کوئی کتاب نہ تھی۔ اس کتاب میں دو اصول اور فقہ آخر جہاد تک ہے اور آپ نے ایک رسالہ میرزا محمد بن عبد النبی نیشاپوری اخباری کی رو میں بڑا عمدہ لکھا۔ اس کا نام بھی کشف الغطاء رکھا اور آپ کی اولاد سب کے سب علماء فقہا ہیں اور وہ ہیں موسیٰ وعلی وحسن (رحمہم اللہ)

۱۲۳۰ ہجری میں الحاج ملا محمد حسن بن الحاج محمد معصوم قزوینی حائری شیرازی الخاتمہ نے (جو بدایۃ شیخ حر کی شرح اور ریاض الشہادہ فی ذکر مصائب السادۃ اور نور العین مختصر ریاض الشہادۃ کا مولف ہے) وفات پائی۔

۱۲۳۱ ہجر میں عالم مجتہد فقیہ جناب میرزا ابوالقاسم محمد بن حسن جیلانی جابلقی نزیل قم نے جو محقق قمی مشہور تھے وفات پائی جو قوانین وغنائم وسوال وجواب وغیرہ کے مصنف ہیں اور وہ جناب میرا ابوالقاسم محمد بن ریاض الشہادۃ کا مولف ہے) وفات پائی۔

۱۲۳۱ ہجری میں عالم مجتہد فقیہ جناب میرزا ابوالقاسم محمد بن حسن جیلانی جابلقی نزیل قم نے جو محقق قمی مشہور تھے وفات پائی جو قوانین وغنائم وسوال وجواب وغیرہ کے مصنف ہیں اور وہ جناب سید علی صاحب ریاض کے ہمعصر تھے اور دونوں میں کچھ منافرت تھی اور دونوں ایک ہی سال فوت ہوئے۔ بہر حال، (محقق قمی) فقیہ ورع جلیل زیادہ خشوع کرنے والے موٹے موٹے آنسو بہانے والے ہمیشہ نالہ وفریاد کرنے والے جن کی دونوں آنکھیں گریہ رہتیں عمدہ معاشرت رکھنے والے عمدہ خط (یا خط وحصہ) کم حافظہ اور وہ ہمیشہ تحصیل علم میں مگن رہتے یہاں تک کہ ان کے حق میں شمع اور تھال کی حکایت مشہور ہے۔ انہوں نے علامہ بہبہائی کی شاگردی کی۔ یہاں تک کہ آنجناب نے انہیں اجازہ روایت اجتہاد دیا۔ خلاصہ یہ کہ ان کی شان اس سے اجل ہے کہ وہ بیان میں آسکے اور ان کا مزار مقبرہ قم میں مشہور اور کرامات کے ساتھ معروف ہے۔ ان کی تاریخ وفات میں کہا گیا ہے نقطہ مشکین ربائے از ناف مشکین غزال ۱۲۳۱۔

۱۲۳۱ ہجری ہی میں سید سند سید علی بن سید محمد نے وفات پائی جو مصنف ہیں ریاض المسائل فی بیان احکام الشرع بالدلائل کے جو کہ نافع کی شرح ہے، جو شرح کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ اور ان کی ایک مختصر شرح بھی ہے۔ اور مفاتیح وغیرہ کی شرح بھی ہے اور یہ علامہ بہبہانی کے بھانجے تھے اور ان کی محقق قمی سے منافرت تھی (رضوان اللہ علیہ) تعجب ہے کہ یہ جناب اصولی تھے لیکن ان کی فقہ کی کتاب مشہور ہوئی بخلاف محقق قمی صاحب قوانین کے اور یہ سید اپنے ماموں کے پاس رواق مطہر حسینی میں دفن ہوئے یہ اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ایک جماعت روایت کرتی ہے مثلاً سید محمد باقر رشتی جو حجۃ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے اور فاضل کرباسی اور الحاج مولیٰ محمد جعفر استر آبادی شیخ احمد احسائی شیخ ابوعلی رجالی اور اس کے دو بیٹے سید محمد و سید مہدی وغیرہ اور الحاج مولیٰ محمد تقی قزوینی صاحب المجالس اور یہی بزرگ شہید ثالث مشہور ہیں جو ۱۲۶۳ ہجری میں شہید ہوئے اور ان کا بھائی الحاج مولیٰ محمد صالح بھی فضلاء میں سے تھا جس نے مخزن البکاء لکھی اور ۱۲۷۰ ہجری کے حدود میں فوت ہوا۔

۱۲۳۱ ہجری کے ہی حدود میں سید اجل سید محسن بن سید حسن کاظمی اعرجی نے وفات پائی جو کثرت ورع وتقویٰ کے ساتھ مشہور اور سید صدرالدین قمی کے شاگرد اور الحاج سید محمد باقر رشتی و سید حیدر عاملی وغیرہ کے استاد تھے اور ان کی تالیفات میں سے ہے محصول فی علم الاصول و شرح وافیہ و منظومہ جو ابن سعید حلی کے زبدہ اور مراثی فاخرہ سے مشابہ ہے خلاصہ یہ کہ وہ جناب انتہائی ورع وتقویٰ و زہد و انصاف میں تھے اور ان کا ایک بیٹا فقیہ و نیک تھا جو اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو گیا۔

۱۲۳۲ ہجری میں ملا علی اکبر بن محمد باقر ایجی اصفہانی فقیہ متکلم کی اصفہان میں وفات ہوئی اور تخت فولاد میں دفن ہوئے اور زبدۃ المعارف اور ایک رسالہ نماز نوافل ایک سلام کے ساتھ کے مولف ہیں اور اس کی رد سید باقر نے لکھی ہے اور اس کے علاوہ کئی اور رسائل فقیہہ بھی تالیف کئے ہیں۔

ماہ رجب ۱۲۴۰ ہجری میں حکیم ربانی ملا علی نوری متوطن اصفہان نے وفات پائی۔ ان کے اور محقق قمی کے درمیان بہت خط و کتابت رہتی تھی جن خطوط میں ان کے مشہور مسائل کے جوابات ہوتے تھے۔ اور یہ بزرگ بڑے اچھے اعتقاد سنن وآداب منقولہ کے پابند تھے۔ اور سید محمد باقر رشتی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور ان کے عمدہ حواشی اور تعلیقات ہیں حکمت وکلام میں اور ان کی سورہ توحید کی تفسیر ہے جو تین ہزار سطر سے زیادہ ہے۔

انھوں نے ایک عیسائی پادری کی رد بھی لکھی۔ ان کی وفات اصفہان میں ہوئی اور ان کا جنازہ نجف اشرف کی طرف لے گئے اور وہ باب طوسی کی چوکھٹ میں زائرین کے جوتا اتارنے کی جگہ کے نیچے دفن ہوئے۔

۱۲۴۲ ہجری میں یا ۱۲۴۳ ہجری میں شیخ افقہ اکبر افخر شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر رضوان اللہ علیہما نے وفات پائی۔ اوائل ۱۲۴۳ ہجری میں شیخ احمد احسائی بحرانی نے مدینہ میں وفات پائی اور بقیع میں ائمہ بقیع کے نزدیک دفن ہوا۔ شیخ احمد کثرت عبادت میں مشہور تھا اور اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ جو اس کی عبادات کی طرف دیکھے تو اس کی مدح وتعریف کرتا ہے اور جو اس کی عبارات وتحریروں کو دیکھے تو اس کی قدح و مذمت کرتا ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ شیخ احمد احسائی کے متعلق اس کے زمانہ سے لے کر اب تک محققین علماء کی رائے اچھی نہیں ہے۔ مراجع میں سے کسی سے سوال ہوا۔ انھوں نے اسے اور اس کے شاگردوں کاظم رشتی و کریم خان وغیرہ کو گمراہ و گمراہ کنندہ قرار دیا۔ ان کی کتب و عقائد کی ترویج و تبلیغ کو حرام و ناجائز قرار دیا، بلکہ بعض علماء نے صراحتاً ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور ان کی اور ان کے باطل عقائد کی رد میں اس وقت تک کئی ایک کتب لکھی جا چکی ہیں۔ یہاں تک کہ منجد کے آخری ایڈیشن کے آخر میں جو مشہور لوگوں کے مختصر حالات ہیں ان لفظ احمد کے تحت لکھا ہے کہ یہ شیخی فرقہ کا موسس و بانی ہے کہ جو حلول کے قائل ہیں اور لفظ شیخی کے تحت تحریر ہے کہ ایک ایسا فرقہ ہے جو بارہ اماموں کی الوہیت کا قائل ہے، لہٰذا مومنین کو اس فرقے کے پرچار کرنے والوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اور ان کی خرافات باتوں کی طرف دھیان نہیں کرنا چاہیے۔

۱۲۴۴ ہجری میں عالم فاضل کامل الحاج ملا احمد بن مہدی نراقی نے نراق شہر میں وبائے عام سے وفات پائی اور ان کی نعش مبارک نجف اشرف میں لے آئے اور صحن مبارک میں حضرت امیرؑ کے پشت سرانہیں دفن کیا گیا۔ وہ جناب روشن چراغ اور ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے۔ ان کی مفید کتب میں مثلاً فقہ کی مستند

عوائد الایام شرح تجرید۔ اساس الاحکام مناہج الوصول الی علم الاصول مفتاح الاحکام فی الاصول اخلاق کی معراج السعادۃ خزائن خاقدیس پادری کی رد اور ان کے والد مولی مہدی بن ابوذر بھی عالم و فاضل و کامل تھے۔ ان کی کتاب ہے معتمد الشیعہ فی احکام الشریعۃ۔ لوامع الاحکام۔ جامع السعادات۔ مشکلات العلوم۔ انیس التجار اور ایک رسالہ ہے اصول دین میں اور اس کے علاوہ کئی کتب ہیں۔

۱۲۴۸ ہجری میں شیخ اجل شیخ محمد تقی مولف ہدیۃ المسترشدین صاحب فصول شیخ محمد حسین کے بھائی نے وفات پائی۔

۲ ربیع الاول ۱۲۶۰ ہجری میں سید سند فقیہ جلیل حجۃ الاسلام سید محمد باقر رشتی صاحب مولفات نفیسہ نے اصفہان میں وفات پائی۔

۱۲۶۱ ہجری میں جناب شیخ محمد حسین صاحب فصول فی علم الاصول نے وفات پائی۔ آنجناب کی قبر شریف کربلا میں صحن کے دروازے کے قریب ہے کہ جس دروازے سے حضرت عباسؑ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

۱۲۶۲ ہجری میں عراق کی وباء میں جناب سید ابراہیم صاحب ضوابط وغیرہ نے وفات پائی اور کربلا میں دفن ہوئے۔ ان کی قبر شریف شیخ محمد حسین صاحب فصول کی قبر کے مدمقابل ہے۔

ماہ ذیقعدہ ۱۲۶۲ ہجری میں شیخ محمد حسن فرزند شیخ جعفر کبیر نجف اشرف کے مرجع درس و تدریس نے نجف اشرف میں وفات پائی اور یہ شیخ بزرگ جناب شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام کے ہمعصر ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے تقریباً ہم سن ہیں۔

۱۲۶۳ ہجری میں سید صدر الدین محمد بن سید صالح عاملی اصفہانی داماد شیخ جعفر نجفی نے وفات پائی اور نجف اشرف میں دفن ہوئے۔

۱۰ صفر ۱۲۶۳ ہجری میں جناب حاجی ملا جعفر استر آبادی نے تہران میں وفات پائی اوران کا جنازہ نجف اشرف میں لے آئے اور صحن مطہر کے ایوان میں دفن ہوئے۔

۸ رجمادی الثانی ۱۲۸۱ ہجری میں شیخ اعظم اعلم واجل رئیس العلماء والمجتہدین شیخ طائفہ شیخ مرتضیٰ بن محمد امین تستری وسفولی متوطن نجف اشرف شاگرد، فاضل نراقی نے وفات پائی جو بہترین تالیفات کے مصنف ہیں۔ مثلاً مکاسب ورسائل وطہارت وصلوۃ وغیرہ اوراس وقت مرجع وملاذ درس وبحث آنجناب مرحوم کی کتب ہیں اوراس وقت شیخ مطلق کا انصراف علماء کی زبان میں ان کی طرف ہوتا ہے۔آپ کی قبر شریف نجف اشرف میں صحن مطہر کے باب القبلہ کے قریب ہے۔رضوان اللہ علیہ واسئل اللہ تعالیٰ ان یحشر دامعه و مع سائر العلماء الامامیه کتبه الفانی عباس بن محمد رضا قمی عفی عنهما و کتبه لمحطه اقل اهل العلم و احقر هم احمد بن الحاج میرزا محسن حالی الاردبیلی المشتهر بخوشنویس فی شهر محرم ۱۳۶۳ هجری۔

بیادِ سید وصی حیدر رضا زیدی

کتابوں کی لسٹ ڈی وی ڈی کور کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

خصوصی تعاون: حجۃ الاسلام سید نو بہار رضا نقوی (فاضل مشہد، ایران)

سگ درِ بتولؑ: سید علی قنبر زیدی ● سید علی حیدر زیدی

التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابن سید حسین احمد زیدی (مرحوم)

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹرڈ ی وی ڈی ● التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابن سید حسین احمد زیدی (مرحوم)
DVD DOLBY DIGITAL